جلد ۷۲ | بتاریخ ۷ رجب المرجب ۱۴۰۹ھ — بمطابق — ۱۵ فروری ۱۹۸۹ء | شمارہ ۸ (۱)

اِرشاداتِ عالیہ حضرت بانیٔ جماعت

خُدا کا فیض عام ہے جو تمام قوموں اور تمام ملکوں

اور تمام زمانوں پر محیط ہو رہا ہے

• یہ بات بغیر کسی بحث کے قبول کرنے کے لائق ہے کہ وہ سچا اور کامل خدا جس پر ایمان لانا ہر ایک بندہ کا فرض ہے، وہ رب العالمین ہے اس کی ربوبیت کسی خاص قوم تک محدود نہیں اور نہ کسی خاص زمانہ تک اور نہ کسی خاص ملک تک بلکہ وہ سب قوموں کا رب ہے اور تمام زمانوں کا رب ہے اور تمام مکانوں کا رب ہے اور تمام ملکوں کا وہی رب ہے اور تمام فیضوں کا وہی سرچشمہ ہے اور ہر ایک جسمانی اور روحانی طاقت اسی سے ہے اور اسی سے تمام موجودات پرورش پاتی ہیں اور ہر ایک وجود کا وہی سہارا ہے۔

خدا کا فیض عام ہے جو تمام قوموں اور تمام ملکوں اور تمام زمانوں پر محیط ہو رہا ہے یہ اسلئے ہوا کہ تا کسی قوم کو شکایت کرنیکا موقع نہ ملے اور یہ نہ کہیں کہ خدا نے فلاں فلاں قوم پر احسان کیا مگر ہم پر نہ کیا۔ یا فلاں قوم کو اسکی طرف سے کتاب ملی تا وہ اس سے ہدایت پاویں مگر ہم کو نہ ملی یا فلاں زمانہ میں اپنی وحی اور الہام اور معجزات کیساتھ ظاہر ہوا مگر ہمارے زمانہ میں مخفی رہا پس اس نے عام فیض دکھلا کر ان تمام اعتراضات کو دفع کر دیا اور اپنے ایسے وسیع اخلاق دکھائے کہ کسی قوم کو اپنے جسمانی اور روحانی فیضوں سے محروم نہیں رکھا اور نہ کسی زمانہ کو بے نصیب ٹھہرایا پس جبکہ ہمارے خدا کے یہ اخلاق ہیں تو ہمیں مناسب ہے کہ ہم بھی انہیں اخلاق کی پیروی کریں لہٰذا اے ہموطن بھائیو! یہ مختصر رسالہ جس کا نام پیغام صلح ہے بادب تمام آپ صاحبوں کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے اور بصدق دل دعا کی جاتی ہے کہ وہ قادر خدا آپ صاحبوں کے دلوں میں خود الہام کرے اور ہماری ہمدردی کا راز آپکے دلوں پر کھول دے تا آپ اس دوستانہ تحفہ کو کسی خاص مطلب اور نفسانی غرض پر مبنی تصور نہ فرماویں۔ عزیزو! آخرت کا معاملہ تو عام لوگوں پر اکثر مخفی رہتا ہے اور انہیں پر عالم عقبٰے کا راز کھلتا ہے جو مرنے سے پہلے مرتے ہیں مگر دنیا کی نیکی اور بدی کو ہر ایک دور اندیش عقل شناخت کر سکتی ہے۔ اے عزیزو! قدیم تجربہ اور بار بار کی آزمائش نے اس امر کو ثابت کر دیا ہے کہ مختلف قوموں کے نبیوں اور رسولوں کو توہین سے یاد کرنا اور ان کو گالیاں دینا ایک ایسی زہر ہے کہ نہ صرف انجام کار جسم کو ہلاک کرتی ہے بلکہ روح کو بھی ہلاک کرکے دین اور دنیا دونوں کو تباہ کرتی ہے وہ ملک آرام سے زندگی بسر نہیں کر سکتا جس کے باشندے ایک دوسرے کے رہبر دین کی عیب شماری اور ازالہ حیثیت عرفی میں مشغول ہیں اور ان قوموں میں ہرگز سچا اتفاق نہیں ہو سکتا جن میں سے ایک قوم یا دونوں ایک دوسرے کے نبی یا رشی اور اوتار کو بدی یا بدزبانی کے ساتھ یاد کرتے رہتے ہیں۔ اپنے نبی یا پیشوا کی ہتک سن کر کس کو جوش نہیں آتا خاص کر مسلمان [illegible] ہے کہ وہ اگرچہ اپنے نبی کو خدا یا خدا کا بیٹا تو نہیں بناتی مگر آنجناب کو ان تمام برگزیدہ انسانوں سے بزرگ تر جانتے ہیں کہ جو ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے پس ایک سچے مسلمان سے صلح کرنا کسی حالت میں بجز اس صورت کے ممکن نہیں کہ انکے پاک نبی کی نسبت جب گفتگو ہو تو بجز تعظیم اور پاک الفاظ کے یاد نہ کیا جائے۔ اور ہم لوگ دوسری قوموں کے نبیوں کی نسبت ہرگز بدزبانی نہیں کرتے بلکہ ہم یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ جس قدر دنیا میں مختلف قوموں کیلئے نبی آئے ہیں اور کروڑہا لوگوں نے ان کو مان لیا ہے اور دنیا کے کسی ایک حصہ میں انکی محبت اور عظمت جاگزین ہو گئی ہے اور ایک زمانہ دراز اس محبت اور اعتقاد پر گذر گیا ہے تو بس یہی ایک دلیل ان کی سچائی کیلئے کافی ہے کیونکہ اگر وہ خدا کی طرف سے نہ ہوتے تو یہ قبولیت کروڑہا لوگوں کے دلوں میں نہ پھیلتی۔ خدا اپنے مقبول بندوں کی عزت دوسروں کو ہرگز نہیں دیتا اور اگر کوئی کاذب انکی کرسی پر بیٹھنا چاہے تو جلد تباہ ہوتا اور ہلاک کیا جاتا ہے۔ (پیغام صلح)

اخبار احمدیہ

- حضرت امیر بفضلہ تعالیٰ بخیریت ہیں اور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں احباب حضرت ممدوح کی صحت و عافیت اور درازیٔ عمر کے لئے بارگاہ الٰہی میں اپنی دعائیں جاری رکھیں۔
- جناب این اے فاروقی صاحب مرکزی جامع لاہور میں جمعہ کے دن خطبہ دیتے ہیں۔
- محترم ڈاکٹر اصغر حمید صاحب جامع احمدیہ میں حسب معمول درس قرآن دیتے ہیں۔
- احباب کے لئے یہ خبر ایمان افروز ہوگی کہ قرآن کریم کے چینی زبان میں ترجمہ کا کام مانٹریال کینیڈا میں ہو رہا ہے۔
- جامع برلن (جرمنی) کی مرمت کا کام جاری ہے امید ہے اس کی تکمیل سال رواں میں ہو جائیگی چوہدری سعید احمد صاحب برلن کے لئے روانہ ہو چکے ہیں انکی کامیابی کیلئے احباب سے دعا کی درخواست ہے۔
- ماہ دسمبر میں آمدہ غیر ملکی مہمان خواتین و احباب اپنے اپنے ملک بخیریت پہنچ چکے ہیں۔
- محترم عبدالرزاق صاحب ۷ فروری کو بمبئی واپس تشریف لے گئے ہیں۔
- صدر شبان الاحمدیہ منور احمد صاحب نے جماعت کے شبان سے گذارش کی ہے کہ وہ اپنے کوائف مع تصویر ان کے نام پتہ ذیل پر ارسال کریں۔ ۵ عثمان بلاک۔ نیو گارڈن ٹاؤن لاہور

میرا پیغام — احباب کے نام

۲۵ دسمبر ۱۹۸۸ء کو جامع احمدیہ دارالسلام لاہور میں حضرت ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب امیر جماعت نے دعائیہ تقریب میں احباب سے خطاب فرمایا جس کا ایک اقتباس درج ذیل ہے۔ ادارہ

ایک بزرگ کی تحریک پر جماعت احمدیہ لاہور کے ممبران کے لئے جنہوں نے تجدید بیعت کی تھی یا نہیں ایک سہولت کی راہ بتلائی تھی جسے انجمن نے منظور کر لیا تھا۔ جو مختصراً یوں ہے کہ جماعت احمدیہ لاہور کا ہر ممبر حلفیہ اقرار نامہ لکھ دے کہ اس نے جماعت لاہور کے فلاں منفرر کردہ بزرگ کے ہاتھ پر فلاں وقت حضرت بانی سلسلہ کی بیعت کی ہوئی ہے اور اس پر وہ قائم ہے اور اس نے کبھی بھی احمدیت کا انکار نہیں کیا اور کہ وہ احمدیہ انجمن لاہور کے آئین کے مطابق کثرت رائے کے فیصلوں کا پابند رہے گا اور کوئی ایسا قدم نہیں اٹھائے گا جو کسی طور پر جماعت کے مفاد کے خلاف ہو اور جن دوستوں نے سرے سے حضرت مسیح موعود کی بیعت کی ہی نہیں ان کے لئے بہرحال بیعت کرنا ضروری ہے۔ آپ خود ہی سوچیں واقعات آپ کے سامنے ہیں محض اس لئے کہ باپ احمدی ہے وہ بیعت شدہ ہے اس سے لازم نہیں آتا کہ اولاد بالضرور احمدی ہو۔ جماعت احمدیہ لاہور کے کئی جید بزرگوں کی اولاد آج احمدی نہیں ہے۔ لہٰذا جنہوں نے پہلے کبھی بیعت نہیں کی ان کے لئے بیعت ضروری ہے ورنہ ہمیں کس طرح معلوم ہو کہ وہ جماعت میں شامل ہیں کہ نہیں۔

میں نے پچھلے سال بھی اس مسئلہ کے بارے میں ہر دوست سے اپیل کی تھی کہ وہ جماعت کے ہر کام میں حصہ لے اور خدمت دین کرے۔ افسوس ہے کہ میری اس اپیل کا خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلا۔ ہمارے لئے کئی تکلیفات پیدا ہوئیں اور سرکلر بھی حسب سابق جاری ہوتے رہے۔ تھوڑا عرصہ ہوا ایک صاحب نے جو عالم دین ہیں ایک تحریر شائع کی جس کے نیچے اپنا نام نہیں لکھا لیکن ان کی طرز تحریر ان کے نام کی غمازی کرتی ہے اس میں انہوں نے قرآن مجید کی دس آیات کو ہمارے عیبوں اور کمزوریوں پر چسپاں کیا۔ میں یہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں واللہ یعلم المفسد من المصلح وہی فیصلہ کرے گا کہ مفسد کون ہے اور مصلح کون۔

میں نے پچھلے سال کی اپیل میں ان سب دوستوں پر اتمام حجت کر دیا تھا اس لئے کئی بار سوچا کہ اس دفعہ پھر اسے دہراؤں یا نہ دہراؤں لیکن اس خیال سے کہ شاید آئندہ مجھے پھر ایسا موقع نہ ملے اور شاید کسی کا دل نرم ہو جائے اس لئے اس اپیل کو دہرانا چاہتا ہوں۔ اس وقت ہماری جماعت کے بہت سے پاکستانی دوستوں کے علاوہ بیرون ممالک سے آئے ہوئے بہت سے مہمان بھی یہاں دعائیہ اجتماع میں موجود ہیں۔ میں آپ سب کو گواہ ٹھہراتا ہوں اور اس خانۂ خدا کو بھی گواہ ٹھہراتا ہوں جس میں ہم بیٹھے ہوئے ہیں کہ میں سچے دل سے ان دوستوں کو پھر اپیل کرتا ہوں کہ وہ انجمن کے فیصلوں کے مطابق ایک دوسرے تھے سے غیر مشروط طور پر آ ملیں اور انجمن کے نظام میں شامل ہو کر انجمن کے آئین اور قواعد کی پیروی کریں اور نظام کو چلائیں۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ یہ مخلصانہ اپیل ہے۔ میں نے ایک دفعہ پھر تمام احباب پر اتمام حجت کر دی ہے اس کے بعد بھی اگر اختلاف رہا تو یہ ہم میں سے کسی کا ذاتی نقصان ہو یا نہ ہو لیکن جماعت کا اور حضرت بانی سلسلہ کے مشن کا بہت بڑا نقصان ہوگا۔ اور ان کی ذمہ داری انہی احباب پر ہوگی جو ضد اور ہٹ دھرمی پر اڑے ہوئے ہیں۔ جو دلوں میں نرمی پیدا نہیں کرتے اور اختلافات کو نہیں بھولتے۔ غیض و غضب کو چھوڑ دینا اور دلوں کو صاف کرنا جماعت کی ترقی کے لئے بہت ہی ضروری ہے اللہ تعالیٰ محسن لوگوں کو پسند کرتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین میری یہ تلقین ہر اس دوست کے لئے ہے جو بالفعل جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد کو تسلیم کرتا ہے اور ہر لاہوری احمدی سے گذارش ہے کہ چھوٹے چھوٹے اختلافات بھلا دیں اور ایک دوسرے سے درگذر کریں اور سب مل کر کام کریں حدیث شریف میں ہے کہ کسی مومن کو دوسرے مومن سے تین دن سے زیادہ ناراض نہ رہنا چاہیئے۔

ہمارا یہ اجتماع دعا ہی سے شروع ہوا اور دعا ہی پر اسے ختم کرتے ہیں اجتماعی دعاؤں میں بڑی برکت ہے۔ جہاں سینکڑوں ہزاروں ہاتھ دعا کے لئے اٹھتے ہیں اور ایک ہی سوال اللہ تعالیٰ سے کرتے ہیں تو انہوں میں کوئی نہ کوئی مستجاب الدعوات بھی ہوتے ہیں، اور ان کی برکت سے سب کی دعا قبول ہو جاتی ہے۔

اس دعائیہ اجتماع میں آپ لوگ دور دور سے بلکہ دنیا کے کناروں سے سفر کی تکلیفیں اٹھا کر شریک ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کے اس جہاد کو قبول فرمائے۔ ان دعاؤں کی برکت سے آپ سب کے دلوں میں نرمی پیدا ہوئی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہماری اندر کی پاک تبدیلیاں قبول فرمائے اور انہیں ہم سب کے لئے اور ہماری جماعت کے لئے مفید بنائے"۔ آمین!

نقدِ بشر

محمد اعظم علوی

ولولے تازہ کریں، قلب و نظر تازہ کریں
پُر یقیں اُمید پر رختِ سفر تازہ کریں

[illegible] نرگسِ ایام کا آئینہ [illegible] آنکھ [illegible]

ہوگا نکہت آفریں اقوامِ عالم کا مزاج
گلبنِ اخلاصِ ہستی کو اگر تازہ کریں

نور کے سانچے میں ڈھل سکتے ہیں مسجد کے چراغ
ہم اگر دل میں ضیائے معتبر تازہ کریں

راحتِ کونین بن جائیں ہماری کوششیں
درسِ قرآنی سے نقدِ بشر تازہ کریں

پھر بہ پاسِ آشتی ہمدرد دلوں کا درس دیں
پھر بہ نامِ امن فکرِ بے ضرر تازہ کریں

جن پہ ہے علوی اساسِ عظمت و تقدیسِ قوم
ان روایاتِ کہن کو سر بسر تازہ کریں

پندرہ روزہ پیغامِ صُلح —— لاہور —— مورخہ ۱۵ فروری ۸۹ء

احباب سے کچھ باتیں

احباب کرام! پندرہ روزہ اخبار پیغام صلح کا پہلا شمارہ آپ کے سامنے ہے مارچ ۱۹۸۴ء کے بعد اب تک اس کی اشاعت نہ ہو سکی تھی۔ انشاء اللہ اب باقاعدگی سے آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے گا جس سے آپ کی فکری، علمی، قلمی، دینی اور روحانی جذبہ کی تسکین ہوتی رہے گی اور جماعتی معلومات و اطلاعات سے آپ باخبر رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمارا بابرکت دعائیہ اجتماع بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔ حضرت بانیٔ جماعت کے ارشاد کے مطابق ایسے اجتماع کے "اغراض و مقاصد میں سے بڑی غرض تو یہ ہے کہ تا ہر مخلص کو بالمواجہ دینی فائدہ اٹھانے کا موقع ملے اور ان کے معلومات وسیع ہوں اور خدا تعالیٰ کے فضل و توفیق سے اس کی معرفت ترقی پذیر ہو پھر اس کے ضمن میں یہ بھی فوائد ہیں کہ اس ملاقات سے تمام بھائیوں کا تعارف بڑھے گا اور اس جماعت کے تعلقاتِ اخوت ترقی پذیر ہوں گے ماسوا اس کے اس جلسہ میں یہ بھی ضروریات میں سے ہے کہ یورپ اور امریکہ کی دینی ہمدردی کے لئے تدابیر حسنہ پیش کی جائیں۔" سو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے ان اغراض و مقاصد کے اثرات و نتائج سے پاک و ہند اور بلادِ غیر سے آنے والے بہن بھائیوں کو متمتع ہونے کا موقع نصیب فرمایا۔ ان خوش کن اور بابرکت لمحات میں کئی ایک دینی مصالح اور مسائل پر غور و فکر کا موقع ملا۔ جماعتی امور و معاملات پر غور ہوا۔ خدمت دین اور فلاحِ جماعت کی راہیں استوار ہوئیں۔

ہم ان بہن بھائیوں، نوجوانوں اور بچوں کے لئے جو ان ایام اللہ میں شریک دعا رہے بالخصوص اور ان احباب و خواتین کے لئے جو بوجوہ اس بابرکت موقعہ پہ حاضری سے محروم رہے بالعموم حضرت بانیٔ سلسلہ کے ان الفاظ میں دعا کرتے ہیں کہ "خدا تعالیٰ ان کے ساتھ ہو اور ان کو اجر عظیم بخشے اور ان پہ رحم کرے اور ان کی مشکلات اور اضطراب کے حالات ان پر آسان کر دیوے اور ان کے ہم و غم دور فرما دے اور ان کو ہر ایک مصیبت سے مخلصی عنایت کرے اور ان کی مرادات کی راہیں ان پر کھول دے اور روز آخرت میں ایسے بندوں کے ساتھ ان کو اٹھاوے جن پر اس کا فضل و رحم ہے۔ اے خدا اے ذوالمجد والعطا اور رحیم اور مشکل کشا یہ تمام دعائیں قبول کر اور ہمیں ... پر روشن نشانوں کے ساتھ غلبہ عطا فرما کہ ہر ایک قوت اور طاقت تجھ ہی کو حاصل ہے۔ آمین۔ ثم آمین۔"

نیا سال شروع ہو چکا ہے یہ سال (۱۹۸۹ء) ہماری جماعتی زندگی کا ایک اہم سال ہے۔ ماہ مارچ میں اس جماعت کی عمر سو سال ہو جائے گی۔ احباب جماعت اس کے قیام و اغراض و مقاصد سے خوب آگاہ ہیں کہ اس اللہ تعالیٰ کی جماعت کے بنیادی اصول اول و آخر دینی اور انسانی ہیں۔ اس کا منتہیٰ و مقصود اعلائے کلمۃ الحق اور فلاحِ ملت ہے۔ عبادتِ الٰہی، اقوامِ عالم سے رواداری اور بنی نوع انسان کی خدمت اس کے مقاصد کا حصہ ہیں۔ یہ وہ بنیادی اصول ہیں جن کی نشاندہی حضرت بانیٔ سلسلہ نے اپنی تعلیمات میں کی ہے اور جن کی پیروی سے ہم اپنے دین و دنیا کو درست رکھ سکتے ہیں۔

احباب و خواتین! سو سال کسی تحریک یا جماعت کی زندگی کی کوئی طویل مدت نہیں ہے۔ بایں ہمہ، اگر رفتار زمانہ کو پیشِ نظر رکھا جائے تو یہ دورانیہ کوئی کم بھی نہیں ہے۔ یہ موقع من حیث الجماعت ہمیں اپنے محاسبہ کی ترغیب دلاتا ہے اور اپنی سو سالہ کارکردگی پر ایک نظر ڈالنے کی فرصت مہیا کرتا ہے تاکہ حقیقت پسندی کے تحت ہم یہ دیکھیں کہ ہم کل کہاں سے چلے تھے اور آج کہاں پہنچے ہیں اس دوران ہم نے کیا پایا ہے اور کیا کھویا ہے ہماری کامرانیاں کس انداز فکر کی مرہون منت ہیں اور ہماری ناکامیاں کس کوتاہی عمل کا شاخسانہ ہیں۔ بڑی جرأت اور حوصلہ مندی کے ساتھ ان عوامل کا جائزہ لینا اور ان کا تجزیہ کرنا ہمارے لئے از بس ضروری ہے۔ سال ۱۹۸۹ء کے دوران ہمارا بحیثیت مجموعی یہی موضوعِ فکر ہونا چاہئیے۔

ہمیں اس تلخ حقیقت کو تسلیم کرنے اور اس کا اعتراف کرنے میں قدرے تامل نہ ہو کہ ایک شاندار ماضی کے امین ہونے کے باوصف گذشتہ چند سالوں کی داستان کچھ زیادہ ہی صبر آزما رہی ہے۔ یہ خوش آئند بات ہے کہ جماعت اپنی صد سالہ تقاریب کے انعقاد کی تیاریاں کر رہی ہے ہم جماعت کے ایک ایک مرد و زن کو توجہ دلاتے ہیں خواہ وہ عمر کے کسی بھی حصہ میں ہوں اور ان کی نوعیتِ کار کیسی ہی ہو کہ وہ اپنی استعداد اور توفیق کے مطابق اس پروگرام کو بامقصد اور بابرکت بنانے میں دامے، درمے قدمے، سخنے بالفعل حصہ لیں۔

الحمدللہ! آپ کی جماعت خالصتاً تجدید دین، غلبہ دینِ حق کے مقاصد لے کر ابھری ہے اس رنگ میں اس کی خدمات کی ایک شاندار اور روشن تاریخ ہے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ نے مذہبی دنیا کو بے نظیر علم الکلام دیا ہے اور جماعت کے اہل علم و قلم اصحاب نے حضرت صاحب کی صحبت اور علم سے فیض پا کر بلند پایہ لٹریچر پیدا کیا ہے جس سے آج مذہبی اور تحریکی ذہن کے حامل افراد کسی نہ کسی رنگ میں بھرپور فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اپنی تاریخ اٹھا کر دیکھیں ایک دنیا آپ کے پیدا کردہ لٹریچر کی مداح ہے آپ کی جماعت چونکہ علم و قلم کی حامل ہے اور یہی آپ کی پہچان ہے لہٰذا آپ اس علمی اور قلمی ورثہ کی قدر کریں۔ اس کا تحفظ اور اس کی پاسبانی کریں۔ اس سے مستفیض ہو کر سوچ و فکر کی نئی نئی راہیں استوار کریں اور دنیا میں جہاں کہیں بھی آپ کو کچھ کہنے، بولنے اور لکھنے کی سہولتیں اور آسانیاں حاصل ہیں اور کوئی ملکی ضابطے سدِ راہ نہیں وہاں اپنے علم اور عمل کے ذریعہ سے اس علم الکلام کو پیش کریں۔ آج کے انسان نے حقیقت و صداقت کی پرکھ اور پہچان کی صلاحیت کی اچھی خاصی نشو و نما کر لی ہے اب یہ حقیقتوں کا متلاشی ہے اور سچائیوں کی قدر کرتا ہے چنانچہ علم و عرفان کے ان سچے موتیوں کو آپ دنیا میں وہاں لے جائیں جہاں ان کی ضرورت ہے۔ وہ ضرور ان کی قدر کریں گے۔ آپ کی سو سالہ تاریخ اس حقیقت کی گواہ ہے کہ ایک دنیا نے آپ کے فکر و نظر پر غور کیا ہے، کر رہی ہے اور کرے گی۔

ہم پاکستان کے شہری ہیں۔ پاکستان ہمارا وطن ہے۔ پیارا وطن ہے اس کے ایک ایک انچ سے پیار ہے ہم نے اور ہمارے بزرگوں نے نظریۂ پاکستان، تحریک پاکستان، مطالبہ پاکستان اور قیام پاکستان کے لئے جو جد و جہد، جو قربانیاں اور جو خدمات سرانجام دی ہیں وہ کسی بھی دوسرے پاکستانی سے کسی قدر کم نہیں اور استحکام پاکستان کے لئے ہم نے من حیث الجماعت اور انفرادی طور پر اپنے علم و فکر اور قوت و صلاحیت کو صرف کیا ہے وہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں۔ وطن کی چاہت وطن کی خدمت اور وطن کے دکھ سکھ میں ہم اور ہمارے جذبے ساتھی ہیں ہم اپنی جماعت کے احباب و خواتین اور نوجوانوں اور بچوں کو توجہ دلاتے ہیں کہ وہ پاکستان کے محب و مخلص اور پرامن شہری کی حیثیت سے گذر بسر کریں، ملکی قانون و ضابطہ کے پابند رہیں اور ان کی پاسداری کریں اپنی مشکلات کو اپنے صبر کا امتحان اور ظاہری مصائب کو اپنی استقامت کی آزمائش کا موقعہ سمجھیں اپنی محرومیوں اور بے بسیوں کا معاملہ احکم الحاکمین کے دربار میں پیش کریں۔ آپ علم و یقین کی پختگی کے ساتھ، خلوص کے نور کے ساتھ مالک الملک اور رب العالمین کے آستانہ پہ بڑے الحاح و تضرع کے ساتھ اپنی جبینیں خم کر دیں اور اس سے رحم و کرم کی بھیک مانگیں۔ نم آنکھوں کے ساتھ اس کے فضل کو تلاش کریں۔ صرف اور صرف بے تکلف وہ عمل ہی ہماری محرومیوں کا علاج ہے۔ اگر اللہ

زندہ ہے اور یقیناً زندہ ہے۔ اگر اللہ دیکھتا ہے اور یقیناً دیکھتا ہے اور اگر اللہ سنتا ہے اور یقیناً سنتا ہے اور اگر اللہ قادر ہے اور یقیناً قادر ہے تو وہ ہمارے دل کی بے تابی اور بے کلی کو ضرور محسوس کرے گا۔

ہم اس موقع پر اپنے دوستوں کو جماعتی تنظیم کی صورت حال کی طرف بھی توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ اس کی بہتری اور اصلاح کی کوشش کی جائے۔ کوئی بھی جماعت و تحریک ہو وہ تنظیم چاہتی ہے اور تنظیم متعدد افراد کے پرخلوص اور ایثار پیشہ ذوق و جذبہ کے فعال اجتماع کا نام ہے۔ مستحکم تنظیم کے بغیر کسی میدان میں بھی کسی قسم کی کوشش بارآور نہیں ہوا کرتی۔ یہ ایک اہم مرحلہ ہے جو توجہ، محنت، لگن اور خلوص کے تحت کیا جانا ضروری ہے۔ جماعتی فریضہ سمجھ کر جماعتی شیرازہ بندی کا کام ترجیحی بنیادوں پر شروع کیا جائے۔ اپنے بھائیوں کی پرواہ کی جائے اور آگاہی احوال کے لئے ان سے رابطہ قائم کیا جائے دعائیہ تقریب میں بھی حضرت امیر نے احباب کو خاص طور پر اس طرف توجہ دلائی ہے لہٰذا ضروری ہے کہ اطاعت امیر میں رنجشیں بھلا دیں۔ نفرتیں چھوڑ دیں۔ جماعتی اخوت و بھائی چارہ کی روایت قائم کریں۔ باہمی اتفاق و اتحاد پیدا کریں اور مل جل کر جماعتی امور و معاملات طے کریں۔ امید ہے ہمارے دوست و عزیز حضرت امیر کے اس ارشاد پر لِلّٰہ فی اللہ توجہ دیں گے۔ ہم پوری دل سوزی اور بڑی دردمندی کے ساتھ اپنے بھائیوں کو اخوت و مودت کے سچے جذبہ کے ساتھ اتحاد و اتفاق کی دعوت دیتے ہیں۔

ہم سمجھتے ہیں کہ اسی صورت میں جماعت میں ہمہ گیری اور اس کے کاموں میں وسعت پیدا ہو سکتی ہے۔ اس قحط الرجال کے عالم میں اور چاروں طرف پھیلی ہوئی مشکلات و مصائب کے حالات میں باہمی اتفاق و اتحاد میں پختگی پیدا کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ ضروری ہے کہ ہم اپنی صلاحیتوں اور وسائل کو مجتمع کر کے صالح مقاصد پر صرف کریں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ جوہر قابل کی کمی نہیں۔ کمی صرف اسکی تلاش اور اس سے کام لینے کی ہے۔ آج ہمیں پہلے سے کہیں زیادہ ضرورت ہے کہ ایسے مردانِ کار تلاش کریں جو ایثار پیشہ ہوں مخلص ہوں۔ ذمہ دار اور حساس ہوں۔ جو جماعتی اغراض و مقاصد کے حصول کے لئے جماعت کا بھرپور ساتھ دے سکیں ان کو اپنی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کا موقع دیا جائے اور ان سے کما حقہٗ فائدہ اٹھایا جائے اس انقلابی عمل سے ہی جماعت میں یقیناً ایک نئی زندگی، ایک نئی قوت اور ایک نئی روح پیدا ہوگی۔ یاد رہے ہماری جماعت کا مزاج سرا سر تبلیغی، علمی، قلمی اور عملی ہے۔ اس مزاج کی نشوونما اور تربیت کے سامان کئے جائیں۔ اہل علم و قلم اصحاب کی حوصلہ افزائی اور قدر دانی کی جو بھی صورتیں ممکن ہیں ان کو بروئے کار لایا جائے۔ جماعت کے نوجوانوں اور بچوں کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دی جائے اور جماعتی تعلیم و تربیت کو زمانہ حال کے تقاضوں کی روشنی میں بامقصد بنانے کی کوشش کی جائے۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ تحریکیں جماعتیں اور افکار و نظریات، تعداد سے نہیں استعداد سے زندہ رہتے ہیں۔

ایسے افراد اور قوموں کے کارنامے ہمیشہ سنہری باب کی حیثیت رکھتے ہیں جو پیش نظر مقاصد کے حصول کے لئے ہر قسم کے ذاتی ایثار و قربانی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اور اس راہ میں ہر قسم کے مصائب و آلام کو برداشت کرتے ہیں اور راہ کی رکاوٹوں کو نظرانداز کرتے ہوئے اپنا سفر جاری رکھتے اور بالآخر منزل مراد پا لیتے ہیں۔ آپ سے بھی یہی توقع ہے۔ آپ کے سامنے بھی ایک منزل ہے جس کی راہ میں بڑی دشواریاں ہیں۔ بڑی مجبوریاں ہیں۔ بڑی تاریکیاں ہیں۔ اگر آپ خلوص و اعتماد کا نور لے کر اور علم و یقین کی شمع لے کر نکلیں گے تو یقیناً بامراد ہوں گے۔ ہماری مراد رضائے الٰہی کے حصول اور اعلائے کلمۃ الحق کے سوا اور کچھ نہیں۔

۶۶۶

کلام الامام

دینِ محمد مصطفیٰ ﷺ

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے

اور دینوں کو جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا ✤ کوئی دکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے
یوں ہی غفلت کے لحافوں میں پڑے سوتے ہیں ✤ وہ نہیں جاگتے سو بار جگایا ہم نے
جب سے یہ نور ملا نورِ پیمبر سے ہمیں ✤ ذات سے حق کی وجود اپنا ملایا ہم نے
مصطفیٰؐ پر ترا بے حد ہو سلام اور رحمت ✤ اس سے یہ نور لیا بارِ خدایا ہم نے
ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مدام ✤ دل کو یہ جام لبالب ہی پلایا ہم نے
اس سے بہتر نظر آیا نہ کوئی عالم میں ✤ لاجرم غیروں سے دل اپنا چھڑایا ہم نے
کافر و ملحد و دجّال ہمیں کہتے ہیں ✤ نام کیا کیا غمِ ملت میں رکھایا ہم نے
تیرے منہ کی ہے قسم میرے پیارے احمدؐ ✤ تیری خاطر یہ سب بار اُٹھایا ہم نے
تیری الفت سے ہے معمور مرا ہر ذرّہ ✤ اپنے سینے میں یہ اِک شہر بسایا ہم نے
نور دکھلا کے ترا سب کو کیا ملزم و خوار ✤ سب کا دل آتشِ سوزاں میں جلایا ہم نے
نقشِ ہستی تری اُلفت سے مٹایا ہم نے ✤ اپنا ہر ذرّہ تری راہ میں اُڑایا ہم نے
شانِ حق تیرے شمائل میں نظر آتی ہے ✤ تیرے پانے سے ہی اس ذات کو پایا ہم نے
چھو کے دامن ترا ہر دام سے ملتی ہے نجات ✤ لاجرم در پہ تیرے سر کو جھکایا ہم نے
دلبرا مجھ کو قسم ہے تری یکتائی کی ✤ آپ کو تیری محبت میں بھلایا ہم نے
بخدا دل سے مرے مٹ گئے سب غیروں کے نقش ✤ جب سے دل میں ترا نقش جمایا ہم نے
ہم ہوئے خیرِ اُمم تجھ سے ہی اے خیرِ رُسل ✤ تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے
آدمی زاد تو کیا چیز فرشتے بھی تمام ✤ مدح میں تیری وہ گاتے ہیں جو گایا ہم نے

قوم کے ظلم سے تنگ آ گئے مرے پیارے آج
شورِ محشر ترے کوچے میں مچایا ہم نے

جماعت احمدیہ کی صد سالہ تقریبات

مارچ ۱۹۸۹ء میں تحریک احمدیہ کے قیام کو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سو سال پورے ہو جائیں گے۔ مرکزی انجمن نے فیصلہ کیا ہے کہ اس پورے سال کے دوران مختلف ممالک میں صد سالہ تقریبات جاری رہیں۔ افتتاحی عالمی کنونشن ماہ جولائی میں جنوبی امریکہ کے صدر مقام سرینام میں ہوگا۔ بعد ازاں ہالینڈ، جرمنی، گیانا، ٹرینیڈاڈ، کینیڈا انڈونیشیا اور دوسرے ملک وغیرہ میں صد سالہ تقریبات ہوں گی۔ مرکزی انجمن نے فیصلہ کیا ہے کہ یہ سال "جماعتی تعلیم و تربیت" کا سال قرار دیا جائے۔ اس سلسلہ میں مختلف آراء و تجاویز زیر غور ہیں۔ اپنی جماعت کے احباب میں اردو، انگریزی کتب و لٹریچر کی زیادہ سے زیادہ تقسیم و فراہمی بھی اس سال کے پروگرام کا حصہ ہے۔ ان کتب کی قیمت خرید پر ۸۰/٪ خصوصی رعایت دی جا رہی ہے۔ اس طرح سو روپے پر ۸۰/- روپے بچت ہوگی۔ کم آمدنی والے احباب کو اس خصوصی رعایت سے کافی فائدہ ہوگا۔ امید ہے احباب اس خریداری پر خصوصی توجہ دیں گے۔

آپ کے خطوط

پیغام صلح کے دوبارہ اجراء پر حضرت امیر کا مکتوب گرامی

خواتین واحباب جماعت ! السلام علیکم و رحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ایڈیٹر صاحب پیغام صلح لاہور نے مجھے تحریک کی ہے کہ اخبار کی از سرِ نو اشاعت کے مبارک موقع پر احباب جماعت کے نام ایک پیغام بغرض اشاعت دوں۔ اس فرمائش نے میرے لئے احباب سے بالواسطہ مخاطبت کا ایک مناسب موقع پیدا کر دیا ہے۔ اخبار پیغام صلح کے دوبارہ اجراء پر ہم سب کو ہی اسکی خوشی ہے شکر ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کی اشاعت کیلئے آسانیاں پیدا کر دی ہیں۔ میں جماعت کو اخبار کی دوبارہ اشاعت پر مبارک باد دیتا ہوں اب یہ نئے حالات میں اور نئے انتظام وانصرام کے تحت شائع ہو رہا ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ اس کے کارکنان اور انتظامیہ کو ہمت وتوفیق دے کہ وہ اسے جماعت کیلئے زیادہ سے زیادہ سود مند بنا سکیں۔ اخبار پیغام صلح ہماری جماعت کی روایت وپہچان ہے اور ہماری فکری وعملی جدوجہد کا ترجمان وامین ہے اس کے ساتھ ساتھ جماعتی تاریخ کا ایک مستند ومعتبر ماخذ بھی ہے۔ شروع سے ہی ہماری جماعت کا صرف یہی ایک ذریعہ ابلاغ رہا ہے۔

ماضی میں کچھ مدت تک اس کی اشاعت نہ ہو سکی جس سے جماعت وافراد کے معاملات بڑے متاثر ہوئے اور باہمی رابطہ کے عمل کو بہت نقصان پہنچا۔ اگرچہ رابطے کے تسلسل کو برقرار رکھنے کیلئے خط وکتابت اور مراسلت کا ذریعہ اپنایا گیا مگر وہ اس کا بدل نہ ہو سکا۔ الحمدللہ ! اب اللہ تعالیٰ نے سہولت پیدا کر دی ہے اور اخبار کے دوبارہ اجرا سے فاصلے اور دوریاں سمٹ جائیں گی۔ اور احباب پھر سے اپنے محبوب اخبار سے مستفید ہونگے۔ چونکہ آپ کا یہ اپنا اخبار ہے اور آپ سب کیلئے ہے۔ اس لئے میری خواہش ہے کہ آپ سب مل کر حتی المقدور اس کا ہاتھ بٹائیں اور اس کی افادیت کے لئے مل جل کر کام کریں۔ اس کے نظری اور علمی معیار کو اونچا کریں۔ تاکہ یہ جماعت کے وقار کو برقرار رکھ سکے۔ اور یہ سب کچھ تب ہی ممکن ہے جب ہم سب مل جل کر اس کے لئے کام کریں گے اس کے لئے کچھ لکھیں گے اور اس کے مصارف میں شریک ہونگے اور اس کے مالی وسائل کو ترقی دیں گے۔ خود خریدار بنیں گے اور احباب جماعت کو بھی ترغیب دیں گے۔ میں جماعت کے صاحب استطاعت اور مخیر حضرات وخواتین کو اس مد میں عطیات دینے کی تحریک کرتا ہوں اور اہل علم وقلم اصحاب سے گذارش کرتا ہوں کہ اس کی علمی وقلمی خدمت کریں تاکہ یہ اخبار نہ صرف اپنے ماضی کی تابناکی بحال کر سکے بلکہ افادیت کے اعتبار سے بھی فزوں تر ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی وناصر ہو۔

مخلص ودعاگو

دستخط

حضرت ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب

امیر جماعت احمدیہ لاہور

احباب سے گذارش

مکرمی ومحترمی ! الحمدللہ آپ کے اخبار پیغام صلح کا پہلا شمارہ اپنا سفر پھر سے شروع کر رہا ہے یہ مہینہ میں دو بار شائع ہوگا جس میں جماعت کے بارے میں تازہ بہ تازہ اطلاعات ومعلومات درج ہوں گی علاوہ ازیں اس دفعہ ہم ملکی وغیر ملکی امور وموضوعات بھی شاملِ اشاعت کرنے کی کوشش کریں گے۔ آپ کے اس نمائندہ اخبار کو زیادہ سے زیادہ جاذبِ نظر اور لائق مطالعہ بنانے زیادہ سے زیادہ مفید ومؤثر اور دلچسپ وبامقصد بنانے کیلئے ہمیں آپکی توجہ ومعاونت کی اشد ضرورت ہے اپنی قیمتی آراء وتجاویز سے نوازیں حالاتِ حاضرہ اور مسائل پیش آمدہ وغیرہ موضوعات پر اپنی تحریرات بھجوائیں۔ اعلانات واشتہارات بھی دیں مقامی ملکی اور عالمی سطح پر اپنی نگارشات کے ذریعہ اخبار کو مزین کرنے میں ہمارا ساتھ دیں اور زیادہ سے زیادہ مالی تعاون فرمائیں۔ اس رنگ میں آپ کا جس قدر زیادہ سے زیادہ تعاون اس ادارے کے شامل حال رہے گا اسی قدر زیادہ سے زیادہ بہتر خدمت کر سکیں گے۔ آغاز ہم نے کر دیا ہے اگر آپ کا تعاون شامل حال نہ ہوگا تو اخبار کی افادیت کے سامان کی فراہمی مشکل ہو گی۔ ظاہر ہے آپ یہ پسند نہ کرینگے کہ آپ کا اخبار مشکلات کا شکار ہو۔ لہٰذا آپ للہ فی اللہ کمربستہ ہوں اور اس کارِ خیر میں حتی المقدور ہماری مدد فرمائیں۔

اخبار کا سالانہ چندہ پچاس روپے مقرر کیا گیا ہے جبکہ پانچ کاپیوں کا ۲۲۵/- روپے اور دس کاپیوں کا ۴۰۰/- روپے سالانہ ہونگے ہمیں یقین ہے کہ آپ زیادہ سے زیادہ کاپیاں خرید فرمائیں گے اور اپنے مجوزہ احباب کے پتہ جات سے مطلع فرمائیں گے ہماری لائبریریاں اور کم مالی استعداد کے حامل احباب جماعت بھی آپ کے مالی تعاون کے مستحق ہیں بنا بریں آپ سے درخواست ہے کہ آپ ایک سے زائد اخبار کی خریداری کر کے عنداللہ ماجور ہوں۔ امید ہے کہ آپ اخبار کو خود بھی پسند فرمائیں گے اور اس میں دوسروں کو بھی شریک کریں گے رقم چندہ اور عطیات ذیل کے نام ارسال فرما دیں۔

محاسب صاحب احمدیہ انجمن

دارالسلام، ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور ۱۶

جماعت کے واعظ حضرات سے بھی میری گذارش ہے کہ یہ اخبار جماعت کا ترجمان بھی ہے اور خبر رساں بھی۔ کیا ہی اچھا ہو اگر آپ اپنے علاقہ کی جماعت کے متعلق خبروں سے ہمیں آگاہ رکھیں اور اگر خبر کے ہمراہ تصویر بھی ہو تو اور بھی بہتر بات ہے اخبار بغیر جماعت کی خبروں، سرگرمیوں اور اتار چڑھاؤ سے اپنے پڑھنے والوں کو آگاہ نہ رکھے تو اخبار تو نہ ہوا۔ اس لئے آپ سے درخواست ہے کہ آپ ہر پندرہ دن میں مقامی حالات سے ہمیں آگاہ رکھیں۔ ہم آپ کی اس مدد کے شکر گذار ہونگے۔

اگر آپ پسند کریں گے تو اس سلسلہ میں جملہ اخراجات ڈاک وغیرہ کی ادائیگی بھی کر دی جائیگی۔ امید ہے آپ میری درخواست پر اثباتی توجہ دیں گے + والسلام

بندہ

فضل احمد

ناظم اخبارات

+ +

+ +

شیخ میاں محمد مرحوم کی سوانح حیات

والد مکرم حضرت شیخ میاں محمد مرحوم ومغفور جماعت احمدیہ لاہور کے ایک معزز ممبر میاں محمد ہسپتال کے بانی مبانی اور ملک کے صنعتی شعبہ کی ایک ممتاز شخصیت تھے ان کے سوانح حیات کی تدوین وترتیب پیش نظر ہے۔

وہ احباب جن کا مرحوم کے ساتھ کسی نہ کسی طور تعلق رہا ہے وہ کسی نہ کسی طور ان سے ضرور متاثر ہوئے ہونگے ان کی پسند وناپسند کا پتہ ہوگا۔ ان کے قول وفعل سے واقف ہوں گے۔ ان کی کچھ یادیں اور یادداشتیں ہوں گی۔ ان سے ملاقات ومراسلت کے مواقع پیدا ہوئے ہوں گے اور مرحوم کے خطوط وتصاویر وغیرہ ان کے پاس ہوں گے، جو مرحوم کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کی نشاندہی کرتے ہوں گے اور ہم لوگوں اور قارئین کے فائدے کے ہونگے ایسے سب حضرات واحباب سے گذارش ہے کہ وہ اپنی یادداشتیں رقم فرما کر بھجوا دیں۔ خطوط وتصاویر وغیرہ دستاویزات شکریہ کے ساتھ واپس ارسال خدمت کر دی جائیں گی۔

اس مجوزہ کتاب کا کام تقریباً اپنے آخری مرحلہ میں ہے میں نے فرداً فرداً بھی احباب کی خدمت میں عرض داشتیں بھیجی ہیں اب پھر باعثِ زحمت ہوں کہ میری گذارش پر اثباتی توجہ فرماتے ہوئے اپنے رشحاتِ قلم ارسال فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

والسلام

فضل احمد

۱/ ای۔ ۱۳۱۔ گلبرگ III۔ لاہور ۱۱

النبوۃ فی الاسلام

اسلام میں نبوت، رسالت، مجددیت ومحدثیت کے مقامات کی قرآن مجید، احادیث اور آئمہ کرام کے اقوال کی روشنی میں وضاحت اور مسئلہ ختم نبوت پر مختلف پہلوؤں سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ حضرت مرزا غلام احمد بانی تحریک احمدیت کی تصنیفات سے حوالے دیکر یہ ثابت کیا ہے کہ ان سے جو دعوئے نبوت منسوب کیا جاتا ہے وہ سراسر غلط ہے۔

ملنے کا پتہ

دارالکتب علمیہ

۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن۔ لاہور

محترم ناصر احمد صاحب کے قلم سے

دعائیہ
ایک روحانی تقریب

بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نے جماعت کی علمی اور دینی تربیت پر بے حد زور دیا ہے اپنی تحریر و تقریر میں جا بجا اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ جماعت کے ہر فرد کو تقویٰ شعار ہونا چاہیئے اور ہر دل میں دین کے لئے حمیت اور قربانی کا جذبہ ہونا چاہیئے۔ چنانچہ حضرت بانی سلسلہ نے جہاں جماعت کو دینی علوم سے بہرہ ور ہونے کے لئے عمدہ لائبریریوں کے قیام پر زور دیا وہاں جماعت کی دینی تربیت کی طرف بھی خاص توجہ دی سال کے آخر میں سالانہ جلسہ کی داغ بیل بھی اسی سلسلہ کی اہم کڑی تھی جس نے جماعت کی فکر انگیزی اور عملی کارکردگی میں حیرت انگیز نتائج پیدا کئے ہیں کئی سالوں سے ناگزیر حالات کی وجہ سے سالانہ جلسہ کا انعقاد تو ممکن نہیں رہا ہے تاہم اب بھی محدود طریق پر پاکستان اور بیرونی ممالک سے چیدہ چیدہ احباب و خواتین مرکز میں جمع ہو جاتے اور پنج وقتہ و تہجد کی عبادات میں اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو کر اس کی رحمت اور دین متین کی سربلندی کے لئے دعائیں مانگتے ہیں۔

قرآن مجید اور حدیث نبوی صلعم کے حوالہ سے پند و نصائح کی مجالس ہوتی ہیں۔ اس ترتیب بھی اجتماعی دعاؤں میں انتہائی الحاح اور خشوع و خضوع کی کیفیت رہی۔ صبح کی نماز میں حضرت ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب دامت برکاتہ کی دلگداز و روح پرور تلاوت قرآن مجید اور نماز کے بعد محترم جناب نصیر احمد فاروقی صاحب کا معارف سے بھرپور درس قرآن مجید خصوصی اہمیت کے حامل تھے۔ سخت سردی کے باوجود بوڑھے جوان خواتین اور بچے نماز فجر میں نہایت التزام سے شریک ہو کر روحانی اجتماع کی برکات سے مستفیض ہوتے رہے۔

دعائیہ اجتماع کے پہلے دن حضرت امیر نے سورۃ فاتحہ کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا:

"یہ ایک جامع اور مکمل دعا ہے ہر اچھے اور نیک کام کرنے کے لئے اس سے بہتر کوئی دعا نہیں ہو سکتی۔ آج ہم اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ اس دعائیہ اجتماع کی مبارک تقریب کا آغاز کرتے ہیں۔ مجھے یہ کہتے ہوئے خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ اس سال اللہ تعالیٰ نے ہمیں خدمت دین کے لئے توقع سے بڑھ کر مواقع فراہم کئے ہیں"۔۔۔ آگے چل کر آپ نے فرمایا:

"ایسے اجتماع بھی پاک تبدیلی پیدا کرنے کا ایک بڑا موثر ذریعہ ہوتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اجتماعی دعاؤں کو شرف قبولیت بخشتا ہے اس بات کا اشارہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس دعا میں ملتا ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں یوں آیا ہے:

کَیْ نُسَبِّحَکَ کَثِیْرًا وَّنَذْکُرَکَ کَثِیْرًا

(۲۰ : ۳۴، ۳۵)

"یعنی تاکہ ہم تیری بہت تسبیح کریں اور تجھے بہت یاد کریں"۔ ایک مجلس میں احباب کو مخاطب کرتے ہوئے آپ نے سورۃ محمد کی آیات ۳۵ و ۳۶ - فلا تھنوا وتدعوا الی السلم وانتم الاعلون واللہ معکم ولن یترکم اعمالکم۔ انما الحیوٰۃ الدنیا لعب ولھو وان تؤمنوا وتتقوا یؤتکم اجورکم ولا یسئلکم اموالکم (سو تم سست نہ ہو اور صلح کی طرف (نہ) بلاؤ۔ اور تم ہی غالب رہو گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے وہ تمہارے لئے تمہارے عملوں کو کم نہ کرے گا۔ دنیا کی زندگی صرف کھیل اور بے حقیقت چیز ہے اور اگر تم ایمان لاؤ اور تقویٰ اختیار کرو تو وہ تمہارے اجر تمہیں دے گا اور تمہارے مال تم سے نہیں مانگے گا۔) کے معانی و مفہوم کی طرف احباب کی توجہ مبذول کرائی اور احباب کو تلقین کی کہ مشکلات اور مصائب میں دل برداشتہ نہ ہوں بلکہ پورے اخلاص اور استقامت سے اعلائے کلمۃ اللہ کے کام میں لگے رہیں۔

آپ نے فرمایا کہ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ مومنوں سے وعدہ کرتا ہے کہ وہ ان کی کوششوں سے بڑھ کر انہیں کامیابیاں عطا کرے گا۔ اس ضمن میں حضرت امیر نے گذشتہ چند سالوں میں قرآن مجید کے غیر ملکی زبانوں میں تراجم کے سلسلہ میں جماعت کی کامیابیوں کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارے وسائل بہت کم ہیں لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے ہسپانوی زبان میں قرآن مجید کے ترجمہ کو چھاپنے کی سعادت نصیب فرمائی۔ اب تک جاپانی زبان میں ترجمہ مکمل ہو چکا ہے۔ فرانسیسی، جرمن، چینی اور روسی زبانوں میں تراجم پر کام ہو رہا ہے۔

۲۵ دسمبر ۱۹۸۸ء کو ایک الوداعی مجلس میں حضرت امیر نے احباب کو یہ ولولہ انگیز پیغام دے کر دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا کہ مایوسی اور گھبراہٹ کو ہرگز قریب نہ آنے دیں اور دعاؤں میں لگے رہیں کیونکہ اس کے ذریعہ ہی اللہ تعالیٰ ہماری کوششوں کو بارآور کرے گا اور ہمارے دلوں کو مضبوطی اور استقامت عطا کرے گا۔

آپ نے اس امر پر زور دیا کہ قرآن مجید کے تراجم اور ان کی اشاعت سب سے بڑا جہاد ہے جسے اللہ تعالیٰ نے جہاداً کبیراً فرمایا ہے۔ اس عظیم کام میں ہماری چھوٹی سی جماعت وسائل کی کمی کے باوجود دل و جان سے مصروف عمل ہے۔ اس کے مرد اور عورتیں ایک دوسرے سے بڑھ کر مالی قربانیاں پیش کر رہے ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ آپ دلوں کو اس ایمان اور یقین سے بھر کر جائیں کہ آپ صحیح راہ پر ہیں اور اس راہ میں آپ کو خواہ کتنی تکلیفیں پیش آئیں اللہ تعالیٰ کی مدد انشاء اللہ آپ کے ساتھ ہو گی۔

ان ایام میں جن بیرونی ممالک سے آمدہ معزز مہمانوں نے احباب سے خطاب کیا اور متعلقہ حالات سے آگاہ کیا ان کے نام حسب ذیل ہیں۔

۱۔ محترم رشید بیر خاں صاحب صدر احمدیہ انجمن سرینام
۲۔ محترم اکبر اصغر علی صاحب صدر العلم ٹرسٹ سرینام
۳۔ محترم لیسین سامو خاں صاحب جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن کینیڈا
۴۔ محترم عبدالصمد ننتو صاحب روٹرڈیم ہالینڈ،
۵۔ محترم منصور لبوگی صاحب جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن انڈونیشیا۔
۶۔ محترم چوہدری سعید احمد صاحب انچارج برلین مشن جرمنی
۷۔ محترم چوہدری غلام مصطفےٰ صاحب۔ صدر احمدیہ انجمن ہند
۸۔ محترم عبدالرزاق صاحب صدر احمدیہ انجمن بمبئی
۹۔ محترم مسعود اختر صاحب ایڈیٹر ماہنامہ اسلامک ریویو و جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن امریکہ۔

انگلستان سے محترم ڈاکٹر زاہد عزیز صاحب، امریکہ سے محترم نبی رفیع شریف صاحب، اور ایبٹ آباد سے محترم ڈاکٹر سعید الکریم پاشا صاحب نے بھی نہایت عمدہ اور فکر انگیز تقاریر کیں جن کو احباب نے بے حد سراہا۔

حضرت امیر نے دو مختلف موقعوں پر تراجم قرآن اور جامع برلین کی مرمت کے لئے جماعت سے اپیل کی احباب جماعت نے روایتی جوش و خروش سے دل کھول کر عطیہ جات دیئے۔ خواتین نے رقوم کے علاوہ اپنے زیورات جامع برلین کی مرمت کے لئے پیش کئے۔ اللہ کے فضل و کرم سے اس دفعہ چندہ نقد اور وعدہ کی صورت میں گذشتہ سالوں کی نسبت کہیں بڑھ کر اکٹھا ہوا۔ الحمد للہ

وادی گلگت کا پہاڑ برزل

(ریٹائرڈ) صدیقی سیر و تفریح کے لئے گلگت تشریف لائے تھے ایک روز ان سے ایک محفل میں میری ملاقات ہوئی۔ وہ اپنے سفر گلگت کے حالات بیان کر رہے تھے۔ اس دوران انہوں نے بتایا کہ چند روز قبل تحصیل استور میں واقع برزل نامی پہاڑ سے ان کا گذر ہوا۔ وہاں انہوں نے ایک عجیب جانور دیکھا جو شکل و صورت میں چوہے سے مشابہ اور جسامت میں بلی کے قد کا تھا۔ اس جانور کے بارے میں انہیں کسی نے وہاں بتایا کہ اسے پکڑنا یا مارنا گناہ سمجھا جاتا ہے کیونکہ اس جانور نے کسی زمانے میں ایک نبی کی جان بچائی تھی۔ کرنل صاحب نے کہا کہ اکثر لوگ اس قسم کے من گھڑت قصے بنا لیتے ہیں اور پھر انہیں تقدیس کا رنگ دیکر اپنے عقائد میں شامل کر لیتے ہیں۔ جبکہ اس علاقے میں کسی نبی کے ہونے کی کہیں کوئی معلومات نہیں ملتیں۔ نہ جانے یہ قصہ لوگوں نے کہاں سے گھڑ لیا ہے؟

اس مجلس میں موجود دوستوں نے بھی اس قصے کے درست ہونے پر شک کا اظہار کیا تاہم میں نے کہا کہ ہو سکتا ہے کہ یہ قصہ درست ہو! میں نے حاضرین کی توجہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہجرت کرنے کے واقعہ کی طرف مبذول کرائی۔ اور کہا کہ حضرت مسیح علیہ السلام ترک وطن کر کے ہندوستان کی طرف آئے تھے۔ ایک راستہ افغانستان سے گذر کر چترال اور گلگت سے ہوتا ہوا کشمیر جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام اسی راستے سے کشمیر گئے ہوں اور اس پہاڑ سے گذرے ہوں جس کا نام برزل ہے اور جہاں وہ جانور پایا جاتا ہے جس سے منسوب یہ واقعہ کرنل صاحب کو سنایا گیا تھا لیکن بے بس واقعہ کی ضرور کوئی نہ کوئی حقیقت ہو۔ اس پر کرنل صاحب نے پوچھا کہ مسیح کے کشمیر آنے کا کیا ثبوت ہے؟ میں نے انہیں بتایا کہ میں ایک کتاب دوں گا اسے پڑھ لیں۔ شاید یہ بات آپ کی سمجھ میں آجائے۔ چنانچہ اگلے روز ریسٹ ہاؤس جا کر میں نے "مسیح ہندوستان میں"

سے جب میری ملاقات ہوئی تو وہ مجھے بڑی گرمجوشی سے ملے اور وہ حضرت مسیح کے بارے میں ان کی معلومات میں اضافہ کرنے پر میرے بے حد ممنون ہوئے۔ کہنے لگے میں اس کتاب کے مطالعے کے بعد "برزلی چوہے" کے قصے میں کچھ کچھ صداقت محسوس کرنے لگا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ جانور برزل نامی پہاڑ کی انتہائی بلندی پر ایسی جگہ پایا جاتا ہے جہاں خاص قسم کی نرم نرم گھاس اگتی ہے جسے یہ جانور کھاتا ہے۔ پہاڑ کا وہ حصہ چونکہ سال میں تقریباً آٹھ نو ماہ برف سے ڈھکا رہتا ہے اس لئے گرمیوں کے موسم میں یہ جانور اپنے بلوں میں گھاس لگاتار جمع کرتا رہتا ہے تاکہ سردیوں میں خوراک کے طور پر استعمال کر سکے۔ اس جانور کے بلوں کے اندر کئی بڑے بڑے سوراخ ہوتے ہیں جن میں ڈھیروں گھاس جمع ہو جاتی ہے۔ ممکن ہے حضرت مسیح علیہ السلام کشمیر جاتے ہوئے اس مقام سے گذرے ہوں۔ دوران سفر موسم خراب ہو گیا ہو۔ شدید برف باری کی وجہ سے راستہ بند ہو گیا ہو گا کچھ دن ان کے لئے سفر کرنا ممکن نہ رہا ہو گا اور وہ وہیں رک گئے ہوں۔ چونکہ ان دنوں گھوڑوں پر سفر کرنا ہوتا تھا۔ اس عارضی قیام کے دوران گھوڑوں کیلئے گھاس کا مسئلہ پیش آیا ہو۔ جسے حل کرنے کے لئے ان کے ساتھیوں نے اس جانور کے بل کھود کر گھاس حاصل کی ہو اور گھوڑوں کو کھلائی ہو۔ موسم صاف ہونے پر جب راستہ دوبارہ کھلا ہو تو ہو سکتا ہے کہ مسیح کے ساتھیوں نے کہا گیا ہو کہ اگر یہ جانور نہ ہوتا تو ہمیں گھاس نہ ملتی اور ان کے گھوڑے بھوکے مر جاتے اور ان کی اپنی زندگی بھی خطرے میں پڑ جاتی۔ یہ جانور ان کی جانیں بچانے کا سبب بنا۔ یہیں سے یہ بات چل نکلی ہو گی کہ اس جانور نے نبی کی جان بچائی تھی"۔ کرنل صاحب نے مزید بتایا کہ:۔

"میری ذاتی سوچ یہ ہے کہ متعلقہ پہاڑ کا نام برزل ہے۔ یہ عبرانی معلوم ہوتا ہے لیکن ہے اصل نام برزیل ہو جو بعد میں تبدیل ہو کر برزل ہو گیا ہو۔ کرنل صاحب عبرانی کا علم تو نہیں رکھتے تھے تاہم انہوں نے اندازاً بتایا کہ ہو سکتا "برزیل" کے عبرانی زبان (جو کہ عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے حواریوں کی زبان تھی) میں کچھ ایسے معنیٰ ہوں جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس مقام پر عارضی قیام کا مفہوم نکلتا ہو۔ اور اس کے معنی بزرگ ہستی کا قیام ہو۔ اس واقعہ کی اصل حقیقت کے بارے میں سر دست بغیر کسی تحقیق کے حتمی طور پر کچھ کہنا مشکل ہے۔

+ + + +

شعبان کے شب و روز

مرکزی تنظیم شبان الاحمدیہ کا ایک اجلاس مورخہ ۲۲ دسمبر ۸۸ء کو منعقد ہوا جس میں معزز مہمانوں کے صاحب تھے۔ سنتو صاحب نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ بعد ازاں حاضرین کی تواضع پر تکلف چائے سے کی گئی۔

۲۴ دسمبر ۱۹۸۸ء کو ایک انعامی تقریری مقابلہ ہوا جس کا عنوان تھا "مقام حضرت بانی سلسلہ"۔ اس مقابلہ میں اول، دوئم اور سوئم آنے والے شبان کے لئے نقدی انعامات بھی مقرر تھے اس مقابلہ میں عامر عزیز اول جواد احمد دوئم اور فائزہ جمیل سوئم رہیں جبکہ طیب الوار کو خصوصی انعام دیا گیا۔

سلسلہ وار کوئز پروگرام میں شبان نے بڑی دلچسپی سے حصہ لیا اس مقابلہ میں سوالات مجدد اعظم کے متعلق تھے۔ انعام یافتگان میں عثمان عزیز، سعید احمد اور عامر عزیز شامل ہیں۔ جو اول، دوئم اور سوئم رہے۔ اس اجلاس کی صدارت منور احمد صاحب صدر شبان الاحمدیہ مرکزیہ نے کی۔ مہمان خصوصی مرسیام کے پیر رشید صاحب تھے جبکہ سٹیج سیکرٹری عزیز احمد صاحب تھے۔ بعد ازاں مہمان خصوصی جناب پیر رشید صاحب اور صدر شبان الاحمدیہ مرکزیہ نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

مورخہ ۲۵ دسمبر ۱۹۸۸ء کو تنظیم کے سالانہ الیکشن ہوئے جن میں آئندہ سال کے لئے مندرجہ ذیل عہدیداران چنے گئے۔

۱۔ صدر: منور احمد صاحب
۲۔ سینئر نائب صدر: گوہر علی صاحب
۳۔ نائب صدر: بشیر اللہ صاحب
۴۔ نائب صدر: عامر عزیز صاحب
۵۔ سیکرٹری جنرل: عزیز احمد صاحب
۶۔ جوائنٹ سیکرٹری: شہزاد عزیز صاحب
۷۔ سیکرٹری نشر و اشاعت: مظفر احمد صاحب
۸۔ سیکرٹری نشر و اشاعت بیرون ملک: ہارون احمد صاحب
۹۔ خازن: فرمان علی صاحب

تراشے

اخبار وافکار

بھٹو دور کی آئینی ترامیم

وفاقی وزیر قانون سید افتخار گیلانی نے کہا ہے کہ پیپلز پارٹی بھٹو دور کی آئینی ترامیم ختم کرنے پر تیار ہے کیونکہ آئین اور وفاق پر عوام کے اعتماد کی بحالی ہماری ترجیحات میں سرفہرست ہے، جہاں تک ۷۳ء کے آئین میں ترامیم کا تعلق ہے اس آئین کی منظوری کے فوراً بعد پی پی پی کی حکومت نے اس میں پے در پے ایسی ترامیم کیں جن پر اس وقت کی قومی اسمبلی میں اپوزیشن ارکان کے علاوہ قانون دان حلقوں نے بھی خاصی نکتہ چینی کی تھی لیکن بہرحال اس آئین کا یہ وقار اپنی جگہ موجود رہا کہ عوام کے منتخب نمائندوں نے مکمل اتفاق رائے سے اسکی منظوری دی تھی لیکن ۷۷ء میں مارشل لاء کے نفاذ کے بعد سابق صدر ضیاء الحق نے آئین میں مسلسل اور بلا جواز ایسی تبدیلیاں اور ترامیم کیں جن کا بنیادی مقصد صرف اپنے اقتدار کو طول دینا اسے مستحکم کرنا اور تمام اختیارات اپنی ذات میں مرتکز کر کے ہر قسم کی جوابدہی سے مکمل آزاد ہونا تھا۔ یہ تمام ترامیم ایک فرد واحد نے کیں اور اس طرح وہ آئین جو عوام کے منتخب نمائندوں نے تیار کر کے اسے منظور کیا تھا اس کا حلیہ بگاڑ دیا گیا۔ اس آئین کی ضیاء الحق کی نگاہ میں کیا وقعت تھی اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ اسے چند صفحات کا ایک کتابچہ قرار دیکر کسی بھی وقت اسے پھاڑ دینے کا نعرہ بلند کرتے رہے۔ ضیاء الحق نے تمام آئینی ترامیم اور دوسرے اقدامات کو آٹھویں آئینی ترمیم کے ذریعے تحفظ دلایا اب پی پی پی کی حکومت اس ترمیم کو ختم کرنا چاہتی ہے، لیکن اسے قومی اسمبلی میں مطلوبہ اکثریت حاصل نہیں بعض حلقے یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ نہ صرف آٹھویں آئینی ترمیم ختم کی جائے بلکہ بھٹو دور کی ترامیم بھی ختم کر کے آئین کو اصل شکل میں بحال کیا جائے۔ اب وفاقی وزیر قانون نے بھی اس پر آمادگی کا اظہار کیا ہے۔ تو اپوزیشن حلقوں کو سوچنا چاہیئے کہ آئین کو اس کی اصل شکل میں بحال کرنے کے لئے وہ حکومت کیساتھ کس قدر تعاون کر سکتے ہیں۔ بہرحال وفاقی وزیر قانون کی طرف سے یہ پیشکش اپوزیشن کے لئے قابل توجہ ہونی چاہیئے۔

(جنگ ۴ جنوری ۱۹۸۹ء)

مذہب اور سیاست

وزیر اعظم پاکستان محترمہ بے نظیر بھٹو نے کہا ہے کہ اگر خدا نے مجھے ہمت نہ دی ہوتی تو میں اب تک زندہ نہ رہ سکتی اور چھوٹے سے چھوٹا مسئلہ ہی کیوں نہ ہو میں ہمیشہ خدا کی مدد کیلئے دعا کرتی ہوں چنانچہ میرے لئے خدا کی ذات زندگی کا ضروری جزو ہے لیکن میں یہ نہیں سمجھتی کہ مذہب کو سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کیا جائے میرے نزدیک مذہب کا تعلق خدا اور انسان کے درمیان ہوتا ہے عیسائیت کے برعکس اسلام میں اس تعلق کی نوعیت براہ راست ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ سیاست مذہب کی جگہ نہیں لے سکتی علماء کو مذہب کی توجیہہ ضرور کرنی چاہیئے اور دوسرے مسلمانوں کو ایمان کے ثمرات سے آگاہ کرنا چاہیئے لیکن انہیں خدا اور انسان کی ذات کے درمیان حائل نہیں ہونا چاہیئے۔ محترمہ بے نظیر بھٹو نے ایک اور سوال کے جواب میں کہا کہ میں موت کے بعد کی زندگی پر ایمان رکھتی ہوں میرے نزدیک انسان کا جسم روح کا لباس ہے جب جسم ختم ہو جاتا ہے تو دوسری دنیا کا آغاز ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں موت سے نہیں ڈرتی کیونکہ موت سے کسی بشر کو مفر نہیں ہے۔ (جنگ ۵ جنوری ۸۹ء)

بے نظیر بھٹو کیلئے در کعبہ کھول دیا گیا

سعودی عرب میں وزیر اعظم محترمہ بے نظیر بھٹو کی مکہ مکرمہ حاضری کے موقع پر خانہ کعبہ کے متولی نے وزیر اعظم کیلئے دروازہ کھول دیا تاکہ وہ خانہ کعبہ کے اندر جا کر سکیں یہ سعادت بہت ہی کم لوگوں کو حاصل ہوتی ہے محترمہ بے نظیر بھٹو اور ان کے ارکان نے خانہ کعبہ کے اندر پاکستان کے استحکام اور ترقی و خوشحالی کے لئے دعائیں مانگیں۔ (جنگ ۱۵/۱/۸۹)

بلا تبصرہ:

جمعیت اہل حدیث کے مرکزی سیکرٹری میاں محمد جمیل نے بے نظیر بھٹو کو وزارت عظمیٰ کا منصب سنبھالنے پر مبارکباد کا پیغام بھجوایا ہے انہوں نے کہا کہ بے نظیر بھٹو کی جیت اصل میں گذشتہ گیارہ برسوں سے جنرل ضیاء الحق اور اس کی پیدا کردہ آمریت کے خلاف قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنیوالے حریت پسندوں کی جیت ہے امید ہے بے نظیر بھٹو قوم کے اعتماد پر پوری اتریں گی۔ (نوائے وقت ۴ دسمبر ۸۸ء)

شاہ فیصل بین الاقوامی ایوارڈ

اسلامی خدمات کے اعتراف کے طور پر دیئے جانیوالے شاہ فیصل عالمی انعامات کی فہرست میں دو امریکیوں ایک برطانوی اور ایک مغربی جرمنی کے باشندے کا نام بھی شامل ہے۔ امریکہ کے ڈاکٹر ڈبلیو جی ہیٹر دیاتی جو میڈیسن سکول یونیورسٹی آف پنسلوانیہ میں پروفیسر ہیں کو میڈیسن کے لئے جب کہ کیمبرج یونیورسٹی کے برطانوی پروفیسر ڈاکٹر رابرٹ جیفرے ایڈورڈز کو مشترکہ طور پر انعام دیا گیا ہے جس نے ۱۹۷۸ء میں دنیا کے پہلے ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی پیدائش کا کامیاب تجربہ کیا تھا امریکہ کے ڈاکٹر احمد کو جن کا تعلق کیلی فورنیا انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی سے ہے مغربی جرمنی کی میونخ یونیورسٹی میں فزکس کے پروفیسر تھیوڈر ڈبلیو ہینشن کے ساتھ لیزر فزکس میں کام کرنے پر مشترکہ ایوارڈ دیا گیا ہے۔ (جنگ ۵ جنوری ۱۹۸۹ء)

اظہار خیال کی آزادی

وزیر اعظم محترمہ بے نظیر بھٹو نے ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن راولپنڈی کے سالانہ عشائیے سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ لوگ نہ صرف حکومت پر ہر طرح کی نکتہ چینی کے لئے آزاد ہیں بلکہ انہیں عوام کی منتخب وزیر اعظم پر تنقید کرنے کی پوری آزادی حاصل ہے وزیر اعظم نے کہا کہ میں اپنے اوپر تنقید کا خیر مقدم کروں گی میں بھی انسان ہوں اور انسان سے غلطی ہو سکتی ہے انہوں نے کہا کہ آج قوم کو اس بات کی اجازت ہے جو اسے کل حاصل نہ تھی۔

پی پی پی کے دوسرے دور حکومت میں قومی ذرائع ابلاغ کو جو آزادی دی گئی ہے ریڈیو اور ٹی وی پر اپوزیشن رہنماؤں کو حکومتی پالیسیوں پر کھل کر تنقید کرنے اور اپنا نکتہ نظر پیش کرنے کے جو مواقع حاصل ہیں ماضی کے کسی دور میں بھی ان کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا امر واقعہ یہ ہے کہ اظہار خیال کی آزادی اور حکمرانوں پران کی غلط پالیسیوں کے حوالے سے تنقید، جمہوریت کے فروغ اور جمہوری اقدار کے استحکام کے ساتھ ساتھ احتساب کے عمل کو بھی موثر بنانے میں بنیادی کردار ادا کر سکتی ہے اس طرز عمل کی بدولت سیاسی رہنماؤں پر تحمل و بردباری، رواداری اور دوسروں کے نظریات کے لئے احترام کا جذبہ پیدا ہوگا اگر سابقہ ادوار میں حکمران اپنے سیاسی حریفوں کے نظریات کو پاکستان دشمنی پر محمول کرنے کی روش اختیار نہ کرتے اور ذرائع ابلاغ کو محض حکمرانوں کی پروجیکشن کے لیئے استعمال نہ کیا جاتا تو سیاست کو کئی تلخیوں اور ناخوشگوار واقعات سے نہ صرف باز رکھا جا سکتا تھا بلکہ حکمرانوں اور بیوروکریسی کی بدعنوانیوں کے ارتکاب سے روکنا بھی ممکن ہو جاتا۔ بہرحال پی پی پی کی حکومت نے ایک اچھی مثال قائم کی ہے اور اظہار خیال پر پہرے بٹھانے کی بجائے اظہار خیال کی آزادی دینے کے ساتھ ساتھ عوام کو حکمرانوں کے احتساب کا موقع بھی فراہم کر دیا ہے۔

(جنگ ۱۶ جنوری ۸۹ء)

اسلام کی جنگ

وزیر اعلیٰ پنجاب میاں نواز شریف نے اگلے روز لاہور میں ایک انتخابی جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ جب جنرل ضیاء الحق شہید ہوئے تو لوگوں نے ہم پر زور دیا اور ہم نے خود بھی فیصلہ کیا کہ اب اسلام کی جنگ ہم نے لڑنی ہے یہ سوچ کر ہی ہم میدان میں آئے ہیں وزیر اعلیٰ پنجاب کے اس بیان سے یہ تاثر ابھرتا ہے کہ وہ صدر ضیاء الحق مرحوم کی ادھوری چھوڑی ہوئی اسلام کی جنگ کو مکمل کرنا چاہتے ہیں وزیر اعلیٰ پنجاب صدر ضیاء الحق مرحوم کے متعلق جو بھی نظریات و احساسات رکھتے ہوں انہیں اس کا حق پہنچتا ہے کہ یہ انکی اپنی پسند کا معاملہ ہے وہ سیاست میں بھی صدر ضیاء مرحوم کو اپنا استاد تسلیم کریں انہیں اس کا بھی حق حاصل ہے لیکن صدر ضیاء کے طویل دور حکمرانی کے حوالے سے یہ بات بھی ریکارڈ پر موجود ہے کہ مرحوم کا دور اقتصادی لوٹ کھسوٹ، حق تلفی، سیاسی انتشار، نسلی، لسانی اور علاقائی تعصبات کو ابھارنے، منشیات بالخصوص ہیروئن اور کلاشنکوف کلچر کے فروغ، تمام جمہوری اداروں کو تباہ کرنے غیر جماعتی انتخابات کی بدعت اختیار کرنے اپنے ذاتی اقتدار کے استحکام کیلئے ریفرنڈم ایسا غیر آئینی اقدام کرنے اور محض اسلام کا نام لیکر لوگوں کو بہلانے اور قومی وسائل کو اپنے حامیوں میں بے دریغ لٹانے کے سوا کچھ نہ تھا اگر وہ چاہتے تو طویل عرصہ تک برسر اقتدار رہتے ہوئے اسلام کا صحیح معنوں میں عملی نفاذ کر سکتے تھے لیکن وہ زکوٰۃ و عشر اور نظام صلوٰۃ وغیرہ سے خود ہی آگے بڑھنا نہ چاہتے تھے۔ اگر انہوں نے اسلام کی جنگ لڑی ہوتی تو آج معاشرے کا وہ انتشار اور جمہوری اداروں کا وہ ستیاناس نہ ہوتا جو آج ہم دیکھ رہے ہیں کیا معاشرے میں جو کچھ نظر آرہا ہے یہ اسلام کے لئے لڑی جانے والی جنگ کی ان برکات کا ثمر ہے جو صدر ضیاء الحق مرحوم اپنے دور اقتدار میں لڑتے رہے؟ انہیں تو وہ لولی لنگڑی جمہوریت بھی گوارا نہ تھی جس کا پودا انہوں نے اپنے ہاتھ سے لگایا اور پھر خود ہی اس کی بساط پلٹ دی اسلام اور جمہوریت کے حوالے سے ان کا اقتدار اس قابل نہیں کہ اس پر فخر کیا جا سکے ✝

(ادارہ)

محترمہ ریحانہ ریاض سیکرٹری تنظیم خواتین کے قلم سے

خواتین کی ایک تقریب کی چند جھلکیاں

تنظیم خواتین الاحمدیہ کی ایک ملاقاتی تقریب ۲۲ دسمبر ۱۹۸۸ء کو دارالسلام میں منعقد ہوئی اس دن پورا لاہور شدید سردی کی لپیٹ میں تھا۔ ۱۲ گھنٹے سے مسلسل بارش ہو رہی تھی۔ لیکن خواتین موسم کی خرابی کے باوجود بھی کافی تعداد میں تشریف لائیں اس مجلس کیلئے ملک کے مختلف شہروں کے علاوہ غیر ممالک سے بھی خواتین آئی تھیں بھارت (بمبئی) سے بیگم اصغری عبدالرزاق اور ان کی بیٹی، جموں کشمیر (بھدرواہ) سے بیگم صریح صاد سرینام سے بیگم آلدہ پیرخان، بیگم عبدالغنی صاحبہ کینیڈا (وینکوور) سے بیگم ثمینہ ساہوخان صاحبہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں تلاوت قرآن اور اس کا ترجمہ آنسہ زاہدہ جنجوعہ نے کیا مرکزی تنظیم خواتین کی صدر بیگم زکیہ شیخ صاحبہ نے اپنی تقریر میں کہا کہ بہنیں دور و قریب سے سفر کی مشکلات برداشت کر کے دعائیہ اجتماع میں تشریف لائی ہیں میں ان سب کا شکریہ ادا کرتی ہوں اور انہیں خوش آمدید کہتی ہوں سال رواں کے دوران ہمارے بہت سے بہن بھائی ہم سے جدا ہو کر اللہ کو پیارے ہو گئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ فرداً فرداً ان کے نام لینا مشکل ہے ہم سب ان مرحومین کیلئے دعا کرتے ہیں اللہ غفور رحیم ان کی مغفرت فرماتے ان کے درجات بلند کرے اور ان کے عزیز و اقارب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ ازاں بعد انہوں نے باہر سے آنیوالی مہمان بہنوں کا مقامی خواتین سے تعارف کرایا۔

بیگم صاحبہ نسرین گل محمد نے حضرت بانئے سلسلہ کے ملفوظات پڑھ کر سنائے اور کہا کہ یہ ایام اللہ ہیں اور حضرت صاحب نے ان ایام کے بارے میں فرمایا ہے کہ ان میں ہر شخص کو کوشش کر کے آنا چاہیئے بھائیوں کو دیکھنا ملنا چاہیئے اور اخوت و محبت کے تعلقات میں اضافہ کرنا چاہیئے اور مجلسوں سے روحانی فیض حاصل کرنا چاہیئے بعد ازاں تنویر ظفر نے حضرت صاحب کے منظوم کلام درثمین سے نظم پڑھی۔ کراچی سے آمدہ بیگم صبیحہ سعید صاحبہ نے "دین حق کے فروغ میں احمدیت کی خدمات" کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ مخالفین بھی اسکی خدمات کے معترف ہیں۔ اوکاڑہ کی پروین چوہدری نے ختم نبوت کے موضوع پر تقریر کی فیصل آباد سے بیگم حبارت خانم صاحبہ نے "تکفیر بین المسلمین" کے موضوع پر تقریر کی پشاور سے بیگم کرم الٰہی صاحبہ نے خدمت خلق کے موضوع پر تقریر کی اور کہا کہ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے ہر جگہ نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا ذکر کیا ہے کہ نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔ زکوٰۃ دینے سے جہاں صاحب حیثیت کے مال کی تطہیر ہوتی ہے وہاں بہت سے غریبوں کا بھلا بھی ہوتا ہے زکوٰۃ دینے سے لوگوں کی خدمت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے زکوٰۃ عملی طور پر نفس انسانی کو بھی پاک کرتی ہے ان کی تقریر کے بعد آنسہ زاہدہ جنجوعہ نے درثمین سے حضرت صاحب کی ایک نظم ترنم سے پڑھی اور مجلس کو محظوظ کیا۔ جزاک اللہ تعالیٰ۔ لاہور سے بیگم بشریٰ علوی صاحبہ نے تحریک احمدیت اور ختم نبوت پر تقریر کرتے ہوئے عقلی اور نقلی دلائل دیتے ہوئے تفصیلاً بیان کیا اور کہا حضرت عیسیٰ کا دوبارہ بجسم عنصری دنیا میں آنا عقیدہ ختم نبوت کے منافی ہے۔ لاہور کی بیگم زبیدہ احمد صاحبہ نے ہمارا کام اور ہماری مشکلات پر اظہار خیال فرماتے ہوئے کہا کہ ہمارا کام خدمت دین ہے اس شخص کا کام سب سے بڑھ کر ہے جو اللہ کی راہ کی طرف بلاتا ہے بیگم صاحبہ نے کہا کہ ہمارے اکابرین تو یہ کام بڑے احسن طریق سے کر گئے ہیں اب ہمیں اپنا محاسبہ کرنا چاہیئے کہ ہمارا اپنا اس خدمت اور اس کام میں کیا حصہ ہے باہر کی جماعتیں تو اس کام کو قابل رشک حد تک چلا رہی ہیں انہوں نے حال ہی میں روسی، چینی ڈچ اور فرانسیسی وغیرہ زبانوں میں قرآن اور حضرت صاحب کی کتب سے تراجم کرائے ہیں۔ ہمیں سوچنا ہے کہ خدمت دین و جماعت کی راہ میں ہم نے اپنے ہاں کیا مساعی کی ہیں اور ہم نے کیا کیا اقدامات بہتری اور اصلاح کیلئے کئے ہیں۔ بیگم صاحبہ نے خواتین کو توجہ دلائی کہ جماعتی زندگی میں باہمی نااتفاقی اور بدظنی کینسر کی حیثیت رکھتی ہیں جماعت کو کمزور سے کمزور تر کر دیتی ہیں۔ اس کے اغراض و مقاصد کو نقصان پہنچتا ہے۔ اور ترقی کی راہیں مسدود ہو جاتی ہیں۔ اور بالآخر اس کی ہلاکت و تباہی کی موجب بنتی ہیں یہ دو عارضے اگر خدانخواستہ ہم میں ہیں تو ان کی فکر کرنا چاہیے۔ ان سے چھٹکارے کی سبیل پیدا کرنا چاہیئے اور اخوت و محبت اور یگانگت کے جذبات کو فروغ دینا چاہیئے۔ بعد ازاں بیرون ممالک کی مہمان خواتین نے فرداً فرداً اپنے خیالات کا اظہار کیا سرینام سے آنیوالی ایک بہن بیگم صابرہ اصغر نے بتایا کہ سرینام میں ہماری ۱۰ جماعات ہیں حکومت میں ہمارے دو بھائی وزیر کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں بچوں کو عربی اور اردو زبان سکھائی جاتی ہے تاکہ وہ اپنا لٹریچر پڑھ سکیں۔ وہاں ریڈیو اور اخبارات کے ذریعے بھی دینی موضوعات پر تقاریر و مذاکرات ہوتے ہیں۔ بمبئی (انڈیا) سے بیگم عبدالرزاق صاحبہ نے اپنی تقریر میں کہا کہ وہ پہلے بھی دو تین بار یہاں آئی ہیں اور خوشخبری سنائی اور شکریہ ادا کیا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اور جماعت کی بہن بھائیوں کی مقبول دعاؤں سے ان کے شوہر عارضہ قلب سے صحت یاب ہوئے ہیں۔ الحمدللہ اور اپنے علاقہ میں جماعت کے بارے میں حالات پر روشنی ڈالی بیگم چوہدری غلام مصطفےٰ صاحبہ کا بھی جموں کشمیر (بھدرواہ) سے تعلق ہے

کینیڈا جماعت کی صدر بیگم ثمینہ ساہوخان تھیں انہوں نے روسی، چینی، ڈچ، فرانسیسی اور جرمنی زبانوں میں قرآن کے تراجم کرائے ہیں اس کے علاوہ حضرت صاحب کی کتابوں اور حضرت مولانا محمد علی کی کتابوں کے تراجم بھی مختلف زبانوں میں کرا کے دوسرے ممالک میں بھجوائے ہیں۔ انہوں نے ان زبانوں میں ہونیوالے تراجم کی کتابیں بہنوں کو دکھائیں جنہیں دیکھ کر سب کے ایمان مضبوط ہوئے اور ایک گونا روحانی تسکین ہوئی اور دلی تقویت ملی۔ الحمدللہ، کہ جو کام ہم نہیں کر سکتے وہ اللہ ہمارے دوسرے بھائیوں سے کرا رہا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے ان بندوں کو اپنے کام کے لئے چن لیا ہے۔ اور ہم پر بڑا رحم فرمایا ہے۔

آخر میں بیگم رضیہ مدثر علی صاحبہ نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ مومن بھائی دوسروں کے مقابلے میں سیسہ پلائی دیوار کی مانند ہوتے ہیں اور آپس میں بہت محبت کرنے والے ہوتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کو صفات ربانی کا مظہر بنایا ہے۔ دین حق جذبہ اور قربانی مانگتا ہے۔ اور وہ جذبہ اور قربانی یہ ہے کہ ہم اپنے اوپر ایک موت وارد کریں اور صدق دل سے دین کی خدمت میں لگ جائیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ جماعت بوڑھوں کی جماعت ہے آپ نے یہاں آکر دیکھا۔ اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا کہ ایسا ہرگز نہیں ہے اس جماعت کے جوان جس تندہی اور لگن سے دین کے کاموں میں لگے ہوئے ہیں۔ وہ اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ جماعت زندہ ہے۔ اور اپنے کام کی وجہ سے انشاء اللہ ہمیشہ زندہ رہے گی۔ ہم سب کو اپنے اندر سے من سرد مہری اور بدظنی و نااتفاقی کو دور کر کے محبت و پیار کے ساتھ دامے درمے قدمے سخنے ہر ایک کو دین کے کاموں میں لگ جانا چاہیئے۔

ان کی تقریر کے بعد چندہ اور عطیات کی تحریک ہوئی۔ حاضر خواتین نے حسب حیثیت مالی قربانی کی۔ بیگم صاحبہ ڈاکٹر کرم الٰہی کی اقتداء میں اختتامی دعا ہوئی ان کے بعد نماز ظہر و عصر جمع کی گئیں۔

خواتین نے اس موقعہ پر دست کاری کی روایتی نمائش لگا رکھی تھی جس کی آمدن دین کے لئے وقف ہے،

(بقیہ ۱۶ پر)

خدا اور اُس کے رسولؐ کا فرمان

والدین کے ساتھ حُسن سلوک:

ترجمہ:- "اور تم اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ بناؤ اور اپنے والدین کے ساتھ (بہت) احسان کا سلوک کرو"

حضور صلعم نے فرمایا:-

"یعنی کیا میں تمہیں زیادہ بڑے گناہوں کی خبر نہ دوں؟" صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیوں نہیں؛ حضورؐ نے فرمایا:

"یعنی اللہ تعالےٰ کا شرک کرنا اور ماں باپ کی نافرمانی زیادہ بڑے گناہ ہیں۔"

جناب ملک ظفراللہ خان ۔ اسسٹنٹ سیکرٹری انجمن

گناہ ۔ اور اس کی فلاسفی

ایک شخص نے حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کی کہ دنیا میں لوگ بہت گنہگار ہونگے مگر میرے جیسا گنہگار تو کوئی نہ ہوگا میں نے بڑے بڑے گناہ کئے ہیں میری بخشش کس طرح ہوگی ؟

حضرت نے فرمایا : دیکھو خدا جیسا غفور و رحیم کوئی نہیں اللہ تعالیٰ پر یقین کامل رکھو کہ وہ تمام گناہوں کو بخش سکتا ہے ۔

یاد رکھو کہ گناہ ایک زہر ہے اور ہلاکت ہے مگر توبہ و استغفار ایک تریاق ہے قرآن شریف میں آتا ہے ؛

ان اللہ یحب التوابین ویحب المطھرین

اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے پیار کرتا ہے جو توبہ کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ پاک ہو جاویں ۔ خدا تعالیٰ نے ہر ایک شے میں ایک حکمت رکھی ہے اگر آدم گناہ کر کے توبہ نہ کرتا اور خدا کی طرف نہ جھکتا تو صفی اللہ کا لقب کہاں سے پاتا ۔ اگر کوئی انسان ایسا اپنے آپ کو دیکھتا کہ جیسا ماں کے پیٹ سے نکلا ہے ، اور اپنے اندر کوئی گناہ نہ دیکھتا تو اس کے دل میں تکبر پیدا ہوتا جو تمام گناہوں سے بڑا گناہ ہے شیطان نے گھمنڈ کیا کہ میں نے کوئی گناہ نہیں کیا اسی واسطے وہ شیطان بن گیا ۔

گناہ جو انسان سے صادر ہوتا ہے وہ نفس کو توڑنے کے واسطے ہے جب انسان سے گناہ ہوتا ہے تو وہ اپنی بدی کا اقرار کرتا ہے اور اپنے عجز کو یقین کر کے خدا تعالیٰ کی طرف جھکتا ہے جس طرح مکھی کے دو پر ہیں کہ ایک میں زہر ہے دوسرے میں تریاق ہے ۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر تمہارے کھانے پینے کی چیز میں مکھی پڑے تو وہ اپنا صرف ایک پر اسکے اندر ڈبوتی ہے جس میں زہر ہے پر تم اس کو نکالنے سے پہلے اس کا دوسرا پر بھی ڈبو لو کہ وہ اس کے بالمقابل تریاق ہے یہ مثال انسان کے گناہ اور توبہ کی ہے ۔ اگر گناہ صادر ہو جاتے تو توبہ کرو کہ وہ اس کے واسطے تریاق ہے اور گناہ کے زہر کو دور کر دیتی ہے ۔ عاجزی اور تضرع سے خدا تعالیٰ کے حضور جھکو تاکہ تم پر رحم کیا جائے اگر گناہ نہ ہوتا تو ترقی ہی نہ ہوتی ۔ جو شخص جانتا ہے کہ میں نے گناہ کیا ہے اور اپنے آپ کو ملزم دیکھتا ہے وہ خدا تعالیٰ کی طرف جھکتا ہے تب اس پر رحم کیا جاتا ہے اور وہ ترقی پکڑتا ہے لکھا ہے ؛

التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ

گناہ سے توبہ کرنیوالا ایسا ہے کہ گویا اس نے کبھی گناہ کیا ہی نہیں لیکن توبہ سچے دل کیساتھ ہونی چاہئے اور نیت صاف کیا چاہئے کہ انسان پھر کبھی اس گناہ کا مرتکب نہ ہوگا ۔ گو بعد میں بہ سبب کمزوری کے ہو جاوے لیکن توبہ کرنے کے وقت اپنی طرف سے پختہ ارادہ اور سچی نیت میں کسی قسم کا فساد نہ ہو بلکہ پختہ ارادہ ہو کہ قبر میں داخل ہونے تک اس بدی کے قریب نہ آئے گا تب وہ توبہ قبول ہو جاتی ہے لیکن خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو امتحان میں ڈالتا ہے ۔ تاکہ ان کو انعام دیوے ۔ انعام حاصل کرنے کے واسطے امتحانوں کا پاس کرنا ضروری ہے ۔

توبہ ایک موت ہے ۔

ہاں توبہ کے یہ معنی نہیں ہیں کہ انسان زبان سے توبہ توبہ کہہ لیوے بلکہ ایک شخص تائب اُس وقت کہا جاتا ہے کہ گذشتہ حالت پر سچے دل سے نادم ہو کر آئندہ کے لئے وعدہ کرتا ہے کہ پھر یہ کام نہیں کروں گا اور اپنے اندر تبدیلی کرتا ہے اور جن شہوات ، عادات وغیرہ کا وہ عادی ہوتا ہے ان کو چھوڑتا ہے اور تمام یار دوست گلی کوچے اسے ترک کرنے پڑتے ہیں کہ جن کا معاصی کی حالت میں اس سے تعلق تھا گویا توبہ ایک موت ہے ، جو وہ اپنے اوپر وارد کرتا ہے جب ایسی حالت میں وُہ خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے تو پھر خدا تعالیٰ بھی اسکی طرف رجوع کرتا ہے اور یہ اس لئے ہے کہ گناہ کے ارتکاب میں ایک حصہ قضا و قدر کا ہے کہ بعض اندرونی اعضا اور قوی کی ساخت اس قسم کی ہوتی ہے کہ انسان سے گناہ سرزد ہوں پس اسلئے ضروری تھا کہ ارتکاب معاصی میں جس قدر قضا و قدر کا حصہ ہے اس میں خدا تعالیٰ رعایت دیوے اور اس بندے کی توبہ قبول کرے اور اسی لئے اس کا نام تواب ہے ۔ خدا کی توبہ ہو تو پھر لغزش نہیں ہوتی حدیث شریف میں ہے کہ انسان توبہ کرتا ہے پھر اس سے ٹوٹ جاتی ہے اور قضا و قدر غالب آتی ہے پھر وہ روتا ہے گڑگڑاتا ہے پھر توبہ کرتا ہے مگر پھر ٹوٹ جاتی ہے اور وہ بار بار تضرع کرتا اور توبہ کرتا ہے پھر آخر کار انتہا تک اسکی تضرع اور ابتہال پہنچ جاتے ہیں تو پھر خدا توبہ کرتا ہے یعنی اس کی طرف رجوع کرتا ہے اور کہتا ہے اعمل ماشئت انی غفرت لک ، اسکے یہ معنی ہیں کہ اب اس کی فطرت ایسی بدل گئی ہے کہ گناہ ہو ہی نہ سکے یہ بات حیران کرنے والی نہیں کہ خدا کی توبہ کیا ہوتی ہے بات یہ ہے کہ توبہ کا اصل مفہوم رجوع کرنا ہے ۔ انسان کی توبہ یہ ہے کہ وہ گناہ سے نیکی کی طرف رجوع کرتا ہے اور خدا کی توبہ یہ ہے کہ وہ رحمت کے ساتھ رجوع کرتا ہے ۔ جب خدا تعالیٰ رجوع برحمت فرماتا ہے اسکے بعد انسان گناہ پر قابو نہیں پاتا اور یہی وہ حالت ہوتی ہے جسکے لئے حدیث میں آیا ہے اعمل ماشئت انی غفرت لک ” تذکرہ اولیا میں لکھا ہے کہ ایک شخص نماز روزہ اور دوسرے اشغال اذکار سے ریا کیا کرتا تھا تاکہ لوگ اسے ولی سمجھیں لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام لوگ اسے ریا کار سمجھتے تھے یہاں تک کہ بچے بھی جس راستہ سے گذرتا اس کو ریاکار اور فریبی کہا کرتے تھے ۔ ایک عرصہ تک اس کی حالت ایسی رہی آخر اس نے سوچا کہ اس طریق سے کوئی فائدہ نہیں ہوا بلکہ حالت بدتر ہی ہوئی ہے اسلئے اسکو چھوڑ دینا چاہئیے پس اس نے چھوڑ دیا اور ملامتی فرقہ کا سا طریق اختیار کیا مسلمانوں میں ایک ملامتی فرقہ ہے جو اپنی نیکیوں کو چھپاتا اور بدیوں کو ظاہر کرتا ہے تاکہ لوگ انہیں برا کہیں اسی طرح پر وہ اپنی نیکیوں کو چھپانے لگا اور اندر ہی اندر اللہ تعالیٰ سے سچی محبت کرنے لگا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لکھا ہے کہ جس کوچہ سے گذرتا عام لوگ اور بچے اسے کہتے کہ بڑا نیک ہے ولی ہے بزرگ ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا مشک اور عطر کیطرح ہے جو کسی طرح چھپ نہیں سکتا یہی تاثیریں ہیں سچی توبہ میں جب انسان سچے دل سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے پچھلے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے پھر اسے نیک اعمال کی توفیق ملتی ہے اس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں خدا اس کے دوستوں کا دوست اور اس کے دشمنوں کا دشمن ہو جاتا ہے اور وہ تقدیر جو شامت اعمال سے اسکے لئے مقرر ہوتی ہے وہ دور کی جاتی ہے اس امر کے دلائل بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ انسان اپنی اس مختصر زندگی میں بلاؤں سے محفوظ رہنے کا کس قدر محتاج ہے اور وہ چاہتا ہے کہ ان بلاؤں اور وباؤں سے محفوظ رہے جو شامت اعمال کی وجہ سے آتی ہیں اور یہ ساری باتیں سچی توبہ سے حاصل ہوتی ہیں پس توبہ کے فوائد میں سے ایک یہ بھی فائدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا حافظ اور نگران ہو جاتا ہے اور ساری بلاؤں کو دور کر دیتا ہے اور ان منصوبوں سے جو دشمن ان کے لئے تیار کرتے ہیں آپ اسے محفوظ رکھتا ہے اور اس کا یہ فضل اور برکت کسی سے خاص نہیں بلکہ جس قدر بندے ہیں اللہ تعالیٰ کے ہی ہیں اس لئے ہر ایک شخص جو اس کی طرف آتا ہے اور جو اس کے احکام اور اوامر کی پیروی کرتا ہے وہ بھی ویسا ہی ہوگا جیسے وہ شخص جو توبہ کر چکا ہے وہ ہر ایک سچی توبہ کرنے والے کو بلاؤں سے محفوظ رکھتا ہے اور اس سے محبت کرتا ہے ۔ بے وفا آدمی جو خدا کو چھوڑ دیتے ہیں کتوں کی طرح ہوتے ہیں کہ مطلب کے یار ہوتے ہیں اگر ان کی آرزوئیں اور مرادیں پوری ہوتی رہیں تو وہ خدا کو مانتے رہیں گے اور اگر پوری نہ ہوں تو پھر اس سے ناراض اور شکایت کا دفتر کھلا ہوا ہے تو جن کی یہ

(بقیہ صلا کالم ملا پر)

اخلاقیات

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

آداب ملاقات

مسلمانوں میں آج کس قدر کم لوگ ہیں جو اس بات کا علم رکھتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ کیا تھے دوستوں سے ملنے جلنے بات چیت کرنے کا کیا طریق تھا۔ لہٰذا آداب ملاقات کے چند کلمات عرض کرنا چاہتا ہوں تا ہمارے احباب اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔

آنحضرت صلعم کا معمول تھا کہ کسی سے ملنے کے وقت ہمیشہ پہلے خود سلام اور مصافحہ کرتے (ہمارے وہ متمول مسلمان غور کریں جو ہمیشہ دوسروں سے سلام کے متوقع رہتے ہیں) کسی سے ہاتھ ملاتے تو جب تک وہ خود ہاتھ نہ چھوڑ دے آپؐ اس کا ہاتھ نہ چھوڑتے۔ کوئی شخص اگر جھک کر کوئی بات کان میں کہتا تو آپ اسوقت تک اسکی طرف سے رخ نہ پھیرتے جب تک وہ خود اپنا منہ نہ ہٹا لے۔ آپ کسی کے گھر پر تشریف لے جاتے تو دروازے کے دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہوتے عین سامنے کھڑے نہ ہوتے اور السلام علیکم کہہ کر اذن طلب کرتے اگر صاحب خانہ اذن نہ دیتا تو پلٹ آتے چنانچہ ایک دفعہ حضور صلعم سعد بن عبادہؓ کے گھر تشریف لے گئے اور باہر کھڑے ہو کر اذن طلبی کے لئے السلام علیکم و رحمۃ اللہ کہا سعدؓ نے اس طرح آہستہ سلام کا جواب دیا کہ آپؐ نے نہیں سنا۔ حضرت سعد کے فرزند قیس بن سعد نے کہا کہ آپ رسول اللہ صلعم کو اندر آنے کی اجازت کیوں نہیں دیتے حضرت سعدؓ نے کہا چپ رہو رسول اللہ بار بار سلام کریں گے تو ہمارے لئے برکت کا باعث ہوگا آنحضرتؐ نے دوبارہ السلام کہا اور سعدؓ نے پھر اسی طرح جواب دیا۔ آنحضرتؐ نے پھر تیسری مرتبہ اسی طریقہ سے اذن طلب کیا اور جب کوئی جواب نہ ملا تو آپؐ واپس چلے سعدؓ نے جب آپؐ کو جاتے دیکھا تو دوڑ کر گئے اور عرض کی کہ میں آپ کا سلام سن رہا تھا لیکن آہستہ جواب دیتا تھا کہ آپؐ بار بار سلام فرمادیں آپؐ واپس تشریف لے آئے اور ان کے لئے بہت خیر و برکت کی دعا کی۔

کسی کے گھر تشریف لے جاتے تو ممتاز مقام پر بیٹھنے سے پرہیز فرماتے ایک بار آپؐ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے مکان پر تشریف لے گئے انہوں نے آپؐ کے بیٹھنے کے لئے چمڑے کا ایک گدا ڈال دیا لیکن آپؐ زمین پر بیٹھ گئے اور گدا آنحضرتؐ اور حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کے درمیان خالی رہا۔ آجکل کے پیر اور سجادہ نشین اس پر غور کریں) مجلس میں بیٹھتے تو آپؐ کے زانو کبھی ہم نشینوں سے آگے نکلے ہوئے نہ ہوتے۔

جس طرح آپ خود کسی سے ملنے جاتے تو اجازت مانگتے اسی طرح آپؐ سے جو شخص ملنے آتا اسے بھی یہی تعلیم تھی کہ سلام کر کے اور اجازت لے کے آوے ایک دفعہ بنو عامر کا ایک شخص آیا اور دروازے پر کھڑے ہو کر کہا کہ اندر آسکتا ہوں آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ جا کر ان کو اجازت طلبی کا طریق سکھا دو یعنی پہلے سلام علیک کرے پھر اجازت مانگے۔

آپؐ مجلس میں کسی کی بات کاٹ کر گفتگو نہ فرماتے جو بات ناپسند ہوتی اس سے تغافل فرماتے اور ٹال جاتے۔ کوئی شخص شکریہ ادا کرتا تو آپؐ نے اگر واقعی اس کا کوئی کام انجام دیا ہوتا تو شکریہ قبول فرماتے مجلس میں جس قسم کا ذکر چھڑ جاتا آپؐ اس میں بھی شامل ہو جاتے ہنسی اور مہذب ظرافت میں بھی شریک ہوتے خود بھی کبھی مذاقیہ باتیں کرتے کسی قبیلے کا کوئی معزز شخص آجاتا تو حسب مرتبہ اسکی تعظیم کرتے اور فرماتے اکرموا کریم کل قوم یعنی ہر ایک قوم کے معزز لوگوں کی عزت کیا کرو لیکن اس بات کو ناپسند فرماتے تھے کہ ایک شخص تو بیٹھا رہے اور دوسرے سب تعظیماً اس کے لئے کھڑے رہیں۔ کوئی شخص ملنے آتا تو آپؐ اس سے ضرور پوچھ لیتے کہ اسے کوئی ضرورت اور احتیاج تو نہیں ہے یعنی اگر ہو تو اسکی امداد کی جائے صحابہؓ سے یہ بھی فرمایا کرتے کہ جو لوگ اپنے مطالب مجھ تک نہیں پہنچا سکتے مجھ کو ان کے حالات اور ضروریات کی خبر دو۔

لیکن آپ بلا وجہ سوال کرنے والے کو اچھی نگاہ سے نہ دیکھتے تھے یہاں تک فرمایا کہ سوال نہ کرو اگرچہ اپنے باپ سے ہی کیوں نہ ہو۔ ایک دفعہ حکیم بن حزام صحابیؓ نے آپؐ سے کچھ مانگا آپؐ نے خلوت میں انہیں جو مانگا دیا لیکن ساتھ ہی ایک نصیحت کی کہ جو ہاتھ اوپر ہوتا ہے (یعنی دینے والا) وہ اس ہاتھ سے بہتر ہے جو نیچے ہے (یعنی لینے والا) اس نصیحت کا ایسا اثر حضرت حکیم ابن حزام پر ہوا کہ تمام عمر کسی سے سوال نہ کیا۔

جب کوئی شخص ملنے آتا تو آپؐ اس کے ساتھ نہایت حسن سلوک سے پیش آتے مسجد نبویؐ میں جگہ بہت کم ہوتی تھی جو لوگ پہلے سے آکر بیٹھ جاتے تھے ان کے بعد جگہ باقی نہ رہتی تھی ایسے موقعہ پر اگر کوئی آجاتا تو رداء مبارک بچھا دیتے تھے ایک دفعہ مقام مجرانہ میں آنحضرت صلعم تشریف فرما تھے اور اپنے ہاتھ سے لوگوں کو گوشت تقسیم فرما رہے تھے کہ اتنے میں ایک عورت آئی اور آپؐ کے پاس چلی گئی آنحضرت صلعم نے دیکھا تو اس کی نہایت تعظیم کی اور اپنی چادر مبارک اس کے لئے بچھا دی۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے دریافت کیا کہ یہ عورت کون ہے تو لوگوں نے کہا کہ یہ آنحضرت صلعم کی رضاعی ماں تھی۔ اسی طرح ایک دفعہ کا اور ذکر ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے کہ آپ کے رضاعی والد آئے آپؐ نے ان کے لئے چادر کا ایک گوشہ بچھا دیا پھر رضاعی ماں آئیں آپؐ نے دوسرا گوشہ بچھا دیا آخر میں رضاعی بھائی آئے تو اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کو اپنے سامنے بٹھا لیا۔

بقیہ گناہ اور اس کی فلاسفی

حالت ہے اور ان میں صدق وفا نہیں ہے۔ خدا ان کی نمازوں کو کیا کرے وہ خدا کے نزدیک ہرگز نمازی نہیں ہیں اور ان کی نمازیں سوائے اس کے کہ زمین پر ٹکریں ماریں اور کچھ حکم نہیں رکھتیں خدا کے نزدیک نمازی اسی وقت ہوگا جبکہ وہ سچا اور صدق وفا کا تعلق اس سے باندھیگا اور خدا کی رضا اور اطاعت میں اس قدر محو ہو اور دین کو دنیا پر یہاں تک مقدم رکھے کہ جان دینے کو بھی ہر وقت تیار رہے جب اسکی صدق وفا کی نوبت اس حد تک ہوگی تو اسوقت اسکی نماز خدا کے نزدیک نماز ہوگی۔ ایک بڑی علامت سچے ایماندار کی یہ ہے کہ ان دنیا کو پاؤں کے نیچے کچل کر اور اسے ردی جان کر اس سے ایسا الگ ہو جاوے جیسے سانپ اپنی کینچلی سے الگ ہو جاتا ہے تو وہ حقیقی مسلمان ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی معیت اس کے شامل حال ہوتی ہے اور وہ خدا کے نزدیک بھی مومن مسلمان ٹھہرتا ہے۔ فرماتا ہے ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون یعنی بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔ اور تقویٰ سے بڑھ کر کام کرتے ہیں کہ محسنوں میں ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ سے رشتہ میں اس قدر شیرینی اور لذت ہوتی ہے کہ کوئی پھل ایسا شیریں نہیں ہوتا۔ خدا تعالےٰ سے جلدی کوئی شخص خبرگراں نہیں ہو سکتا۔ پھر جس کا خدا متولی ہو جاتا ہے اسکو کئی فائدے ہوتے ہیں ایک تو وہ طمانیت کی زندگی میں داخل ہو جاتا ہے اور وہ راحت پاتا ہے جو کہیں دوسری جگہ نصیب نہیں ہو سکتی اور اس کا متولی ایسا زبردست ثابت ہوتا ہے کہ ہر ایک مشکل سے جلد نکالتا اور خبرگیری کرتا ہے نماز کا مزا دنیا کے ہر ایک مزے پر غالب ہے لذات جسمانی کے لئے ہزاروں خرچ ہوتے ہیں اور پھر اس کا نتیجہ بیماریاں ہوتی ہیں اور یہ مفت کا بہشت ہے جو اسے ملتا ہے قرآن شریف میں دو جنتوں کا ذکر ہے ایک ان میں سے دنیا کی جنت ہے اور وہ نماز کی لذت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نماز کی لذت عطا فرمائے آمین ثم آمین!

٭٭٭٭

محمد صالح نور

توحید باری تعالیٰ

• اس دور میں آپ کسی ملک اور کسی قوم کا بھی اگر بغور مطالعہ کریں گے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ ان کا بیشتر طبقہ دہریت کی طرف جا رہا ہے اختلافی مسائل اور مذہبی معاملات میں تنازعات پر بہت بحث ہو رہی ہے مگر بنیادی چیز پر کوئی توجہ نہیں کہ جو لوگ خدا کے وجود سے ہی عملاً یا سہواً قولی، فعلی یا معنوی اعتبار سے انکار کر رہے ہیں اس کا کیا علاج کیا جاوے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک دفعہ مجھے ایک مشہور صحافی اور سیاست دان کے ساتھ ایک بڑے درد مند مسلمان کے پاس جانیکا اتفاق ہوا (اب وہ دونوں اس دنیا میں نہیں ہیں) گفتگو کے دوران یہ بات چل نکلی کہ اختلافات پر بہت کچھ لے دے ہو رہی ہے کیا دہریت اور خدا کے انکار کے خلاف بھی کچھ مہم شروع کرنیکا خیال ہے یا نہیں مگر کچھ ہو رہا ہوتا تو بات آگے چلتی۔

• دراصل ہستی باری تعالیٰ کے دلائل کے لئے بھی ہمیں سوائے قرآن کریم کی تعلیم کے اور کوئی راہ نما نظر نہیں آتی اور خدا تعالیٰ کے کلام میں جو مضبوط دلائل اس بارے میں دیئے گئے ہیں وہ اس قدر شافی اور کافی ہیں کہ اگر صدق دل اور نیک نیتی سے ان پر غور کیا جائے تو سینکڑوں دلائل میں سے ایک دلیل ہی وجود الٰہی کے ثبوت کیلئے کافی ہے۔

• اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو ایک ایسے نور اور روشنی سے مثال دی ہے جو کسی بھی بھٹکے ہوئے مسافر کو راہ راست پر لانے کے لئے اور اس کو اپنے وجود سے مکمل طور پر باخبر کرنے کے لئے براہین اور دلائل کے ساتھ گمراہیوں اور اندھیروں سے نکال سکتا ہے۔ دنیا کا کوئی علم ایسا نہیں ہے جو کلام پاک کو چھوڑ کر خدا تعالیٰ کے وجود سے اس درجہ قائل کر سکے جتنا قرآنی علوم کے ذریعہ کیا جا سکتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،

"اور تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور واضح کتاب آگئی ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ اسکو ہدایت دیتا ہے جو اس کی رضا کا طلبگار ہو سلامتی کی راہوں کی طرف اور ان کو اپنے حکم سے اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لاتا ہے اور ان کو صراط مستقیم کیطرف راہنمائی فرماتا ہے۔" (المائدہ ۵: ۱۶-۱۵)

• اللہ تعالیٰ نے کائنات کو اپنے وجود کے لئے ایک کھلی کتاب کی طرح پیش کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اگر دیکھنے والی آنکھ ہو اور قبول کرنیوالا دل ہو تو کائنات کی ہر چیز پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ ہمارا ایک خالق ہے جس نے ہمیں پیدا کیا ہے جیسے اس نے فرمایا ہے

"آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اس کی حمد اور تسبیح کے ترانے گا رہی ہے مگر تم ان کی تسبیحوں کو سمجھ نہیں پاتے۔" (بنی اسرائیل ۴۴)

وجود باری تعالیٰ کے برحق ہونے کے سلسلہ میں قرآن کریم کی آیات بینات سے چند براہین بطور مثال پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ ارض وسما کی تسخیر

حضرت ابن مریمؑ کا قول ہے کہ "مانگنے والوں کو دیا جاتا اور کھٹکھٹانے والوں کے لئے کھولا جاتا ہے۔" اگر ہم کائنات میں غور کریں تو ہمیں نظر آئے گا کہ تمام بلندیاں اور پستیاں، تمام سمندر اور تمام خشکیاں۔ زمین و آسمان خدا کی توحید اور اس کی عظمت اور جلال کے مظہر ہیں اور ان تمام میں اس کے موجود ہونے کے واضح نشانات اور علامات پائی جاتی ہیں۔ وہ فرماتا ہے؛

"کیا تم غور نہیں کرتے کہ اللہ کے سوا کون ہے جس نے تمہارے لئے تمام زمین و آسمان کو مسخر کیا ہوا ہے۔" (لقمان ۲۰)

۲۔ کائنات کی حسن تخلیق

نظام کائنات اور اس کے حسن نظم اور بہترین ترتیب کو اللہ تعالیٰ نے اپنے وجود کے لئے بطور گواہ کے پیش کیا ہے کہ نظام کو اس خوب صورتی اور حسن سے سوائے ایک بلند و بالا ذات الٰہی کے اور کون چلا سکتا اور قائم رکھ سکتا ہے ارض و سما اور بحر و بر میں تمام اشیاء کو جس خوب صورتی سے ایک سلک میں منسلک کر کے اور ایک متحدہ نظام میں پرو کر رکھا گیا ہے وہ سوائے اس بلند و بالا ہستی کے اور کس کا کام ہو سکتا ہے وہ فرماتا ہے،

"کیا وہ اپنے اوپر آسمان پر نظر نہیں کرتے کہ ہم نے اس کو کیسے بنایا ہے اور مزین کیا ہے اور اس میں کوئی کمی نہیں ہے اور زمین کو دیکھو ہم نے اسے کیسے پھیلایا ہے اور اس میں ہر چیز کے خوبصورت جوڑے پیدا کئے ہیں یہ نصیحت اور بصیرت کی باتیں ہیں ہر ان لینے والے بندے کے لئے اور پھر ہم نے آسمان سے برکتوں والا پانی نازل کیا ہے اور پھر ہم نے اس سے باغات اور دانوں کو اگایا ہے۔" (ق ۷-۱۰)

۳۔ قیام زندگی کیلئے حسن انتظام

اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات اور مخلوق کی زندگی اور بقائے حیات کے لئے جو نظم و نسق کر رکھا ہے اسے اپنے وجود کے لئے بطور ثبوت کے پیش کیا ہے کہ یہی نہیں کہ ہم نے زمین و آسمان انسان و حیوان اور چرند پرند کو پیدا ہی کیا ہے بلکہ ان کے زندہ رہنے کے سامان بھی کئے ہیں وہ فرماتا ہے۔

"پس انسان کو چاہیئے کہ اپنے کھانے پر غور کرے کہ کس طرح ہم نے بے اندازہ پانی بہایا ہے پھر ہم نے زمین کو شق کیا ہے اور اس میں سے دانہ کو اگایا ہے اور انگور اور قضب (جڑی بوٹیاں) زیتون اور کھجور گھنے باغات اور بکثرت پھل پیدا کئے ہیں، یہ سب تمہارے اور تمہارے جانوروں کے فائدہ اور زندگی کے لئے کیا گیا ہے۔" (عبس ۳۲)

۴۔ لیل و نہار اور بارش اور بادل کا نظام

رات کے بعد دن اور اندھیرے کے بعد اجالا اور سمندر سے بخارات کو اٹھا کر بلندیوں پر جمع کرنا اور پانی کو منجمد کر کے پہاڑوں پر محفوظ کرنا اور انسانی ضروریات کے مطابق اس کی زندگی اور مردہ زمینوں کو ہریالی بخشنے کے لئے اس کی تقسیم کے نظام کو بھی اللہ تعالیٰ نے بطور گواہ کے رکھا ہے مگر ان تمام امور کو سمجھنے کے لئے فرمایا ہے کہ ان میں عبرت کے نشانات ہیں صرف ان لوگوں کے لئے جو بصیرت رکھتے ہیں۔ فرماتا ہے،

"کیا تم نے غور کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ بادلوں کو اٹھاتا ہے پھر ان کو آپس میں جمع کرتا ہے اور ان کو اکٹھا کرتا ہے۔ پھر تم دیکھتے ہو کہ اس کے اندر سے باران رحمت کو برساتا ہے اور اس میں بعض کو بھیج دیتا ہے اور کچھ حصہ کو محفوظ رکھ لیتا ہے اور اس کی بجلی کی ہونکا دینے والی چمک ایسی ہوتی ہے کہ آنکھوں کی روشنی لے جائے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ رات اور دن کو آگے پیچھے لاتا ہے ان تمام باتوں میں اصحاب بصیرت کے لئے عبرت کے نشانات موجود ہیں۔" (النور ۴۴،۴۳)

۵۔ ابتدائے خلق اور نشاۃ ثانیہ کا تسلسل

اللہ تعالیٰ نے ابتداء میں نیست سے ہست میں لا کر انسان کی ابتدا کی اور پھر اس کی زندگی کے لئے تمام نظام کو بنایا اور اس اشرف المخلوقات کے لئے ہر چیز کو تابعدار کیا اور پھر اس نظام انسانی کو آگے چلانے کیلئے نسل انسانی کا نظام جاری کیا۔ صرف یہی نہیں کہ ہمیں اس نے پیدا کر دیا ہے بلکہ اس نے ہم کو اپنا خلیفہ بنایا عقل سلیم عطا کی فطرت الٰہی پر ہماری بنیاد رکھی نظر اور بصیرت عطا کی اور ان تمام چیزوں سے کام لے کر وجود باری تعالیٰ پر شاہد اور گواہ چیزوں کو سامنے لا کر ہمارے لئے عبرت کے سامان فرمائے وہ ہمیں دعوت دیتا ہے کہ

"انسان سے کہہ دے کہ زمین میں چلو پھرو اور غور و فکر سے کام لو کہ کس طرح اس ذات واحد نے مخلوق کی ابتدا کی پھر وہی نشاۃ ثانیہ میں اسکو پھیلاتا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔"

(العنکبوت ۲۰)

۶۔ مردہ اور خشک زمینوں کیلئے زندگی کے سامان:

جو زمینیں خشک اور بنجر ہو جاتی ہیں اور جہاں کوئی چیز پھل، پھول کھیتی اور درختوں کے آثار نہیں رہتے ان کو صرف اور صرف وہی وحدہٗ لاشریک ذات

اپنے فضل سے زندگی بخشتا ہے اور ایسے ہی اگر اسے روحانی طور پر مراد لیا جائے تو جو لوگ خدا سے دور ہو جاتے یا اس کے نافرمان ہو جاتے ہیں انہیں زندگی دینے کیلئے اللہ تعالیٰ اپنے فرستادوں کو بھیج کر ان کو زندہ کرتا ہے اور پھر اسی بنجر اور خشک قوموں میں سے بہت بلند پایہ اور خدا رسیدہ بزرگوں کو پیدا کرتا ہے اور وہی لوگ جو توحید کے اعتبار سے بہت گر جاتے ہیں اور پتھروں کے بت بنا کر انہیں پوجتے ہیں ان قوموں میں ابراہیم پیدا کرتا ہے جو ان بتوں کو توڑ کر خدائے واحد کی توحید کو پھر سے قائم کرتے ہیں اور پاک افراد پر مشتمل ایک معاشرہ وجود میں آتا ہے اس لئے فرمایا ہے:

"اور تو نے غور کیا ہے کہ جب زمین خشک ہو جاتی ہے تو ہم آسمانی بارش نازل کرتے ہیں جس سے وہ پھر سے زندہ اور تر و تازہ ہو جاتی ہے اور اس میں ہر نوع کے خوبصورت پھل اور پھول پیدا ہوتے ہیں یہ محض اس لئے بیان کیا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات حق ہے اور وہی مُردوں کو زندگی عطا کرتا ہے اور ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔" (الحج ۵-۶)

۷۔ افلاک کی بلندیوں میں پرندوں کا قیام

طیور کی اڑانوں اور ان کا بلندیوں میں قیام کرنا پرے کے پرے باندھ کر ہواؤں میں سفر کرنا اور کئی کئی دن تک محض کسلئے آسمان میں قیام کرنا اور ہواؤں میں ہزارہا میلوں کا سفر کر کے ایک ملک سے دوسرے ملک جانا اس فضائی مخلوق کو بھی خدا تعالیٰ نے اپنے وجود اور ہستی کے لئے شاہد کے طور پر پیش کیا ہے کہ اور کون ہے کہ جو اس تمام نقل و حمل اور سفر اور حضر کا ذمہ دار ہے، انہیں ایک نظام میں منسلک کرنے والی صرف وہ واحد اور یگانہ ہستی ہے جو اس کائنات کا بادشاہ ہے اور عالمین کی ربوبیت اور تخلیق کا واحد مالک ہے فرماتا ہے،

"کیا انہوں نے کبھی پرندوں کی طرف غور کیا ہے جو ان کے اوپر صفیں باندھے ہوئے ہوتے ہیں اور وہیں فضا میں رکے ہوتے ہیں سوائے رحمان کے انہیں وہاں کون روک سکتا ہے یقیناً اسے ہر چیز کی بصیرت حاصل ہے۔" (الملک ۱۹)

۸۔ تمام کائنات کا سربسجود ہونا۔

اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں ایک مقام پر فرمایا ہے کہ:-

"اگر زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور معبود ہوتا تو ان دونوں میں خرابی پیدا ہو جاتی۔"

جب تمام نظام نہایت حسن اور خوبصورتی اور نظم و ضبط سے جاری اور ساری ہے اور نظام میں کسی جگہ بھی جھول نہیں ہے اور ہزارہا سال سے صدیوں سے یہ نظام اسی طریق پر چلا آرہا ہے یہ اس امر کی دلیل ہے کہ ان کا چلانے والا واحدہٗ لاشریک ہے۔

قرآن کریم میں سجدہ کرنے سے مراد بہت جگہ پر اطاعت و فرمانبرداری لی گئی ہے جیسے فرشتوں کو حکم دیا گیا کہ آدم کو سجدہ کرو جبکہ سجدہ تو غیر اللہ کو روا نہیں ہے۔ وہاں بھی اطاعت اور فرمانبرداری مراد ہے۔ ایسے ہی نظام ارضی و سماوی کی تمام چیزوں کا خدا تعالیٰ کے حکم کے تحت چلنا اور ذرا بھی ادھر اُدھر نہ ہونا اسے بھی سربسجود ہونے سے تعبیر کیا گیا ہے اور پھر ان کا سجدہ تو اپنے خالق کو ہے جس کو سجدہ کرنے کیلئے تمام کائنات پیدا کی گئی ہے۔ فرمایا ہے:

"کیا تم نے کبھی غور کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کو ہر وہ چیز سجدہ کرتی ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور سورج اور چاند ستارے پہاڑ، درخت چوپائے اور لوگوں میں سے اکثریت۔" (الحج ۱۸)

۹۔ نظام ارضی و سماوی کا مضبوطی سے قائم رہنا

ایک شاعر نے کہا ہے: ؎

ہم ایسے اہل نظر کو ثبوت حق کے لئے
اگر رسول نہ آتے تو صبح کافی تھی

کہ اگر خدا تعالیٰ کے انبیاء اور رسل نہ بھی آتے تو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور وجود کے برحق ہونے پر طلوع فجر ہی کافی تھی کہ اس میں بھی اصحاب بصیرت کے لئے نشان موجود ہوتا ہے کہ کس طرح اندھیروں اور ظلمات کو دور کر کے خدا تعالیٰ نور اور روشنی کو نمودار کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بار بار آثار ظاہرہ کو اپنے وجود کے گواہ کے طور پر پیش کیا ہے کہ یہ ہر انسان کی سمجھ میں آجانے والی بات ہے جب کسی راہ سے قافلہ گزرتا ہے تو اس کے نشانات اور آثار بتلاتے ہیں کہ ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے۔ اور قافلہ کے آثار سے ان کی سواریوں اور جانوروں تک کی نشاندہی ہو جاتی ہے۔ اور اب تو لوگ قدموں کے نشانات سے گذرنے والے کا حلیہ، قد، وزن، طرز فکر، تربیت اور نسل تک کا پتہ لگا لیتے ہیں تو کیا اس قدر وسیع نظام ارضی و سماوی کے آثار سے تمام کائنات پر سایہ کئے ہوئے آسمان، وسیع زمین، موج در موج سمندروں، دریاؤں، پہاڑوں کے آثار سے ان کے پیدا کرنے والے کے وجود کی نشاندہی نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو گرنے سے روک رکھا ہے اور اگر وہ دونوں گر جاویں تو خدا کے سوا انہیں کون روک سکتا ہے۔" (فاطر ۴۱)

اور فرمایا:-

"آسمان کے زمین پر گر جانے سے خدا نے ہی روک رکھا ہے۔"

۱۰۔ کُلٌّ فی فلکٍ یسبحون

افلاک میں تیرنے والے سیاروں کو اس رنگ میں اپنے وجود کے برحق ہونے پر دلیل ٹھہرایا ہے کہ ہر کوئی اپنے دائرہ کار میں مصروف عمل ہے اور ستاروں کا نظام، نظام شمسی، نظام قمری اپنے اپنے حلقہ میں اور دائرہ میں خدا کے حکم سے مقرر کئے گئے ہیں۔ کوئی بھی دوسرے کے دائرہ عمل میں مخل نہیں ہوتا باوجود اس کے کہ آسمان میں اس قدر ستارے ہیں جس قدر صحراؤں میں ریت کے ذرے اس کے باوجود سب اپنی اپنی جگہ پر الگ الگ اپنے خالق کے مقرر کردہ راستوں اور جہتوں میں محو سفر ہیں اور جو جو راستے، حلقے، دائرے سمتیں اور اطراف ان کے لئے معین و مقرر کی گئی ہیں ان سے وہ باہر نہیں آتے۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے "سورج سے ایسا کبھی نہیں ہوگا کہ وہ چاند میں دخل اندازی کرے اور نہ ہی رات دن سے آگے بڑھے گی سب اپنے اپنے حلقہ میں سفر کر رہے ہیں۔" (یٰسین ۴۰)

چونکہ یہاں دائروں میں گھومنے کا ذکر کیا گیا ہے اس لئے کسی کا یہ نکتہ بھی عجیب نہیں ہے کہ کُلٌّ فی فلکٍ کو اگر الٹا کر کے پڑھا جائے تو کل فی فلک ہی بنتا ہے مگر ہمارا مقصد بیان کرنے سے صرف یہ ہے کہ قادر مطلق اور واحد و یگانہ ہستی نے اپنی قدرت سے ہی ان کو ایسی سمتیں بخشی ہیں کہ خلل اندازی کا امکان نہیں ہے۔ اور ان سب کی باگ ڈور اور اس نظام کی لگام اسی کے ہاتھ میں ہے۔

۱۱۔ نظام کائنات میں تفاوت اور فتور کا نہ ہونا:

جب سے یہ کائنات وجود میں آئی ہے ایسے ہی طلوع شمس، ظہور قمر اور انوار نجوم کا نظام چلا آرہا ہے اس حسن نظام اور پروگرام کی خوبصورتی اور ترتیب کو اللہ تعالیٰ نے اپنے وجود کے لئے گواہ بنایا ہے اور فرمایا ہے کہ صدیوں سے یہ نظام ایک ہی رنگ میں قائم ہے ان کی ہم رنگی اور ان کا قیام اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ ان کا کوئی خالق ہے ان کا کوئی مالک ہے ان کو چلانے والی ایک ہستی ہے اور لاکھ نظر دوڑالو اس نظام میں کوئی جھول کوئی خرابی کوئی کمی کوئی نقص نظر نہیں آئیگا۔ وہ فرماتا ہے:

"تجھے کبھی بھی رحمٰن کی پیدا کردہ طاقتوں میں کوئی تفاوت نظر نہ آئیگا تو ذرا غور سے اپنی نظر کو دوڑا کیا تجھے اس میں کوئی کمی یا بربادی نظر آتی ہے پھر بار دگر اپنی نظر کو پھیر کر دیکھ تیری نظر تھک کر تیرے پاس لوٹ آئے گی۔" (الملک ۳-۴)

نیکی یہ ہرگز نہیں کہ تم مشرق یا مغرب کی طرف منہ کر لو بلکہ نیکی اللہ تعالیٰ، یوم آخرت، فرشتوں کتابوں اور انبیاء اللہ پر ایمان لانا اور محبت خداوندی میں رشتہ داروں یتیموں مساکین مسافر اور فقراء پر روپیہ خرچ کرنا اور غلاموں کو آزاد کرانا نماز قائم کرنا۔ زکوٰۃ ادا کرنا پاس عہد و پیمان کرنا۔ بحالت مصیبت و مشقت صبر کرنا اور دوران جہاد استقامت دکھانا ہے یہی لوگ سچے اور پرہیزگار ہیں (القرآن)

کتابیات

نئی کتب پر تبصرہ

تبصرہ کے لئے کتاب کے دو نسخوں کی فراہمی ضروری ہے۔ (ادارہ)

"دید و شنید"

مولانا سید رئیس احمد جعفری نے متنوع موضوعات پر تین سو سے زیادہ کتابیں تصنیف و تالیف کیں۔ ایک خاصی مقدار ناولوں اور ترجموں کی بھی ہے۔ وہ علمی و ادبی حلقوں میں ہی نہیں عوامی حلقوں میں بھی مقبول ترین ادیب ہیں۔ رئیس احمد جعفری اکیڈمی کراچی نے پچھلے سے پچھلے سال ہی مولانا کی "دید و شنید" شائع کی ہے جس کی قیمت ۲۵/- روپے ہے۔

"دید و شنید" اردو میں شخصی خاکوں کے ان چند مجموعوں میں سے ایک ہے جن کی تازگی اور قدر و قیمت وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتی چلی جا رہی ہے اس میں زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والی اہم شخصیات اس طرح جلوہ گر ہیں کہ انہیں بہت قریب سے دیکھا جا سکتا ہے۔ ایک طرف مجاہدین صف شکن ہیں تو دوسری طرف صوفیۂ عظام نظر آتے ہیں۔ رہنمایان ملت، ارباب آئین و قانون اور ماہرین تعلیمات کے ساتھ ساتھ شعرائے کرام اور دیگر اصحاب ادب بھی شریک بزم ہیں۔ شخصیات کا ایسا تنوع شاید ہی اس قسم کے کسی مجموعے میں نظر آئے۔

شخصیات کی اسی رنگا رنگی کی وجہ سے یہ کتاب برصغیر کے ایک خاص دور کی ادبی، علمی، سیاسی، تہذیبی اور معاشرتی زندگی کا خوبصورت مرقع بن گئی ہے۔ اور ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ہم ایک خاص دور کے عینی شاہد کی یادداشتوں کا مجموعہ پڑھ رہے ہوں۔ درا صل یہ کتاب ہے ہی مصنف کی یادوں اور یادداشتوں کا مجموعہ۔ اس میں آپ بیتی بھی ہے اور جگ بیتی بھی۔ مصنف نے شخصیت نگاری ہی نہیں کی۔ اپنے عہد کی وقائع نگاری بھی کی ہے۔

مولانا رئیس احمد جعفری لفظوں سے تصویر کشی کرنے کا فن جانتے ہیں۔ موضوع سے ایک آدھ ملاقات ہو یا زندگی بھر کا تعلق وہ ایک ماہر مصور کی مانند اس کی شخصیت کے خدوخال اس طرح کاغذ پر پیش کر دیتے ہیں کہ خود صاحب تصویر بھی محسوس کرتا ہے کہ وہ آئینے کے سامنے کھڑا ہے۔ اس تصنیف میں "ایک ولی پر تنقید" اور "کافر کھلا" کے زیر عنوان حضرت خواجہ کمال الدین مرحوم کے بارے میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ بالخصوص لائق مطالعہ ہے۔

"اسلام یا ملاازم"

مکتبۃ الوکیل عزیز بھٹی شہید روڈ گجرات نے اصغر علی گھرال ایڈووکیٹ ہائی کورٹ کی تازہ تصنیف "اسلام یا ملاازم" اکتوبر ۱۹۸۸ء میں شائع کی ہے۔ موجودہ دور کے بعض نازک اور نزاعی مسائل پر ان مضامین سے بیشتر مختلف اخبارات و رسائل بالخصوص روزنامہ جنگ میں چھپ چکے ہیں۔ رابطہ کے لئے غیر مطبوعہ اور نئے مضامین بھی کتاب میں شامل کر دیئے گئے ہیں۔ کہیں کہیں خیالات کی تکرار بھی ہے۔ جو ایسی تحریروں میں ناگزیر ہے۔ ان مضامین میں قدر مشترک اسلام یا ملاازم ہے۔

اصغر علی گھرال کتاب کے ابتدائیہ میں لکھتے ہیں:-

"انسانی قافلہ شاہراہ ترقی پر گامزن ہے مگر پاکستان میں ہنوز ہم مذہب سے سپیڈ بریکر کا کام لے رہے ہیں۔ عورت کو دوسرے درجے کی مخلوق قرار دیکر اسے حقوق سے محروم رکھنے کیلئے بعض فرسودہ رسوم و رواج کو "دین" کے حوالے سے پیش کر دیا جاتا ہے۔ علم کے پیروں میں عقائد کی بیڑیاں ڈال دی گئی ہیں۔ ذرائع ابلاغ فروغ جہالت کے لئے وقف ہو کر رہ گئے ہیں۔ تمام اعلیٰ انسانی اقدار کو سیکولر اور روشن خیالی کو غیر شرعی قرار دے کر نئی سوچ پر پہرے بٹھائے جا رہے ہیں۔

اب تو رب العالمین اور رحمت اللعالمین پر بھی ملا نے اجارہ داری قائم کر لی ہے۔ تاج و کلیسا کے ناپاک گٹھ جوڑ کے بعد پاکستان میں آمریت کے لئے شرعی جواز اور کلیسا کے لئے نظام حکومت میں کوئی اہم منصب تلاش کیا جا رہا ہے۔

انسان نے صدیوں کی جدوجہد کے بعد جو بنیادی انسانی حقوق حاصل کئے ہیں۔ انہیں خود ساختہ شریعت کی بھینٹ چڑھایا جا رہا ہے ستم ظریفی یہ ہے کہ غلامی کو آج بھی شرعی نظام کا جزو لاینفک سمجھا جاتا ہے!

اسلامائزیشن کی آڑ میں استحصالی طبقات نے لوٹ مچا رکھی ہے اور پسماندہ و محروم طبقات کیلئے زندگی ایک جہنم زار بن کر رہ گئی ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ نئی نسل اسلام سے ہی بدگمان ہو رہی ہے۔ وہ معروضی حالات کے پیش نظر محسوس کرتی ہے کہ اسلام میں اخوت و مساوات، جمہوریت، مذہبی رواداری یا ترقی پسندی کے تمام دعوے ڈھونگ کے سوا کچھ نہیں۔ اس میں تو آمریت، ملائیت اور منافقت کے سہ گونہ عذاب سے مفر نہیں! وہ سوچتے ہیں کہ مذہب لوگوں کو آخر یہی کچھ کیوں سکھاتا ہے جو استبداد چاہتا ہے۔

نفاذ شریعت کی صورت میں ملاازم پاکستان میں ایک بہت بڑا چیلنج بن کر سامنے آگئی ہے۔ منفائی استحصالی قوتوں کے علاوہ سامراج کا پورا انتظام اس کی پشت پناہی پر ہے۔ اس مرحلے پر اگر مذہبی جہالت پسندی کا مقابلہ نہیں کیا گیا تو نہ صرف نئی نسل اسلام کے نام سے مایوس اور برگشتہ ہو جائیگی بلکہ پاکستان شاہراہ ترقی پر آگے بڑھنے کی بجائے صدیوں پیچھے چلا جائیگا۔

مجھے احساس ہے کہ انداز تحریر اور لہجے میں کہیں کہیں درشتی بھی آگئی ہے اور ارباب اقتدار اور ارباب مذہب کے ساتھ گفتگو میں روایتی آداب کو ملحوظ نہیں رکھا گیا لیکن یہ موضوع کی مجبوری تھی۔ درباری زبان صداقتوں سے کما حقہ اظہار کی متحمل نہیں ہو سکتی تھی۔ میری بڑی خواہش تھی کہ کتاب چھپ جائے تو اس کا ایک نسخہ صدر ضیاء الحق کی خدمت میں بھجواؤں گا (مطبوعہ مضامین بالالتزام ان کی خدمت میں بھیجتا رہتا تھا) لیکن کتاب زیر ترتیب تھی کہ بہاولپور کے فضائی حادثہ کی اندوہناک خبر آئی جس میں وہ نہیں دوسرے فوجی افسروں اور امریکی سفیر کے ساتھ راہی ملک عدم ہوئے (ان میں ہمارے دوست برگیڈیئر صدیق سالک مرحوم بھی تھے) صدر ضیاء مرحوم ہو چکے ہیں لیکن ان کے عہد کی ظلمت ہنوز باقی ہے اور جس نام نہاد شریعت یا ملاازم کی وہ مسلسل گیارہ سال تک آبیاری کرتے رہے ہیں اسے جانے میں وقت لگے گا۔ لاریب اس نظام کے لئے شکست مقدر ہو چکی ہے۔ وقت کا دھارا اس کے خلاف ہے لیکن اس تاریخی عمل میں ہمیں اپنا فعال کردار ادا کرنا ہے۔"

اصغر علی گھرال "خواتین کے حقوق" کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں،

"ایک طویل تاریخی عمل کے نتیجہ میں عورت دنیا بھر میں پسماندہ اور مظلوم چلی آ رہی تھی اس کی آزادی و درست حق اور مساوی حیثیت کی طرف پیش رفت جدید دور کا تصور ہے اسلام نے ڈیڑھ ہزار سال پہلے عورت کو جو درجہ اور حقوق عنایت کئے تھے وہ ادوار ملوکیت میں پامال ہو چکے تھے۔ انگریز کے زمانے میں ہندوستان میں کچھ خواتین کو کچھ تحفظات مہیا کئے گئے اور مسلم فقہاء کے اجتہاد کی روشنی میں عائلی قوانین کی اصلاح کا عمل جاری رہا مگر یہ اجتہاد صرف ہندوستان تک مخصوص یا محدود نہیں تھا۔ دنیا بھر کے اسلامی معاشروں میں اصلاح جاری تھی۔ مصر میں ساٹھ سال سے عورت کے حقوق میں تدریجی اضافہ کا عمل رواں ہے اور اب تو صدر سادات مرحوم کی بیوہ جیہان سادات نے اسے زندگی کا مشن بنا لیا ہے۔ ترکیہ میں کیا نہیں ہوا۔ لیبیا میں کرنل قذافی نے خود قرآنی احکام کی نئی تعبیر سے یہ حکم جاری کیا ہے کہ طلاق کے باوجود عورت کو (اسکی مرضی کے خلاف) اس مکان سے بے دخل نہیں کیا جا سکتا جہاں وہ قبل از طلاق رہ رہی ہوتی ہے۔ پاکستان میں مختلف عدالت ہائے عالیہ کے فیصلوں کی روشنی اور فقہائے کرام کے اجتہاد پر مبنی مبسوط عائلی قوانین کے اجرا سے مسلمان عورت کو صدر ایوب کے دور میں تحفظ دینے کی کوشش کی گئی۔ مگر کچھ عرصہ قبل اسلامائزیشن کے نام پر عورت کے حقوق کے حوالے سے یکلخت الٹی گنگا بہہ نکلی اسلام کے نام پر عورت کو کمتر درجے کی مخلوق ثابت کرنے کیلئے اسکی نصف گواہی اور نصف دیت کا زور شور سے مطالبہ ہوا۔ اسے چار دیواری میں محبوس رکھنے کے تذکرے ہوتے جس سے آزاد دنیا میں پاکستانی عورت کی بے چارگی اور مظلومیت کے افسانے تراشے گئے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان میں خواتین دنیا کے بیشتر ملکوں اور بالخصوص بھارت کی خواتین کے مقابلے میں کہیں بہتر "سٹیٹس" کی حامل ہیں۔ ہندی معاشرے میں عورت کی کمتری کے تصور کی جڑیں اتنی گہری ہیں کہ ان سے چھٹکارا پانا اتنا آسان نہیں ہے۔ وہاں آج بھی خاوند اپنی بیوی کو قرض خواہ کے پاس رہن رکھ دیتا ہے کم جہیز لانے پر کتنی معصوم جانیں آگ میں جلائی جاتی ہیں۔ ہندوستانی عورت سمگل یا فروخت ہو کر مزدوری کیلئے مشرق وسطیٰ کے عرب گھرانوں میں خدمات انجام دینے پر مجبور ہے۔

بھارت میں اگر مسلم روایت پرستوں نے مسلمان عورت کو شاہ بانو کیس میں فیصلے کے خلاف احتجاج کے لئے استعمال کیا تو ہندو روایت پرست اس "ستی" کی رسم کے احیاء کا مطالبہ کر رہے ہیں کہ شوہر کی موت پر اسکی زندگی

پر ہی حل پانے کی اجازت ہو مگر چونکہ بھارت کے جمہوری سوشلسٹ اور سیکولر آئین میں عورت کے لئے مساوی درجہ اور مساوی حقوق کی ضمانت دی گئی ہے وہاں عورت کی مظلومیت پر نظر نہیں جاتی۔ اس کے برعکس پاکستانی عورت مظلوم سہی مگر وہ ایک باوقار انداز میں زندگی کے ہر شعبہ میں ترقی کی راہ پر گامزن ہے اس میں اتنی جان ہے کہ اب شریعت کے نام پر محض عائلی قوانین کے تحفظات ختم کرکے اسے کم تر درجے پر لانا عملاً ناممکن ہو گیا ہے البتہ روایت پسند مولویوں کی طرف سے عورت کے دوسرے درجے کی مخلوق ہونے کے پروپیگنڈے نے دنیا بھر میں پاکستان کا امیج اتنا خراب کیا ہے کہ اس کا مداوا آسان نہیں ہے۔" اس کتاب کے مصنف اصغر علی گھرال "مذہبی اور فرقہ وارانہ منافرت" کے زیر عنوان رقمطراز ہیں:-

"قومیں اعلیٰ نصب العین اور بلند مقاصد کیلئے مصروف جدوجہد ہوں تو ان میں باہمی محبت و شفقت اور اتحاد عمل ہوتا ہے اگر ارفع مقاصد نظروں سے اوجھل ہو جائیں تو فرقہ پرستی صوبائیت پرستی اور قبائلی نفرتیں ہی جنم لیتی ہیں پچاس برس ہم نفرتوں کی یہی فصل کاٹ رہے ہیں۔ ایک مناسب حد تک شاید یہ تضادات اور باہمی اختلافات حکمرانوں کے لئے باعث طمانیت ہوتے ہیں رعایا کی توجہ کو بٹانا بھی رموز حکومت میں شامل ہے مگر یہ آگ تو محدود نہیں رکھی جا سکتی۔ بالآخر اس کی گرمی اور تپش سے اونچے محل بھی محفوظ و مامون نہیں رہتے

کیا ابھی یہ ضرورت نہیں ہے کہ انسانوں کے مابین نفرتوں کی بجائے تحمل اور رواداری کو فروغ دیا جائے ان کے بلند آدرشوں کی راہیں مسدود نہ کی جائیں یہ عجیب بات ہے کہ ایک البانیہ کی مدر ٹریسا (نوبل انعام یافتہ) کلکتہ کے جھونپڑوں میں معذور بچوں کے لئے کام کرے۔ انسانوں کو آپس میں محبت کی تلقین کرے نفرتیں ختم کروائے اور پاکستان میں جرمنی کی ڈاکٹر فاؤ جذام کے مریضوں کیلئے کراچی میں ہسپتال بنائے۔ ان کیلئے اپنے ہاتھوں سے کام کرے جب کوئی مسلمان ان کوڑھیوں کے قریب جانے کو تیار نہیں تھا ہمیں انسانی خدمت اور درس کا عملی نمونہ دے۔ کیا اسلام بنی نوع انسان سے محبت اور احترام کا درس نہیں دیتا ہے۔ مگر ہماری مسجدیں اور منبر فرقہ وارانہ منافرت پھیلانے کیلئے وقف ہو کر رہ گئے ہیں اور اب اس میں کئی اور نفرتیں شامل ہو رہی ہیں مگر کوئی پوچھنے والا نہیں۔

انتہا پسند جنونی اور متعصب لوگ کس مذہب اور کس ملک میں نہیں ہوتے مگر عوام کی طرف سے اجتماعی سماجی ناپسندیدگی اور حکومت کی مشنری انہیں کھل کھیلنے سے باز رکھتی ہیں مگر افسوس کہ پاکستان میں جہالت پسند جنونی حلقوں کو برسر عام فرقہ وارانہ یا مذہبی منافرت پھیلانے سے روکنے کے معاملے میں سرکاری ریکارڈ زیادہ قابل فخر نہیں ہے۔"

یہ اور اس قسم کے قریباً پچاس موضوعات پر مشتمل یہ کتاب بڑی دلچسپ، توجہ طلب، فکر انگیز اور لائق مطالعہ ہے ۲۵۶ صفحات کی اس کتاب کی قیمت ایک سو روپے ہے کتابت و طباعت کے اعلیٰ معیار کیا کہنا گردپوش بھی دیدہ زیب ہے۔ کتاب کی قیمت اگر کم ہوتی تو لکھنا کہ زیادہ سے زیادہ ہاتھوں سے گذرتی۔ ✤

حضرت مسیح علیہ السلام کا یوم ولادت

(عزیز کاشمیری کے قلم سے)

مشہور مسیحی عالم کینن فیرر نے اپنی کتاب حیات مسیح میں اعتراف کیا ہے کہ مسیح کی تاریخ ولادت کا کہیں پتہ نہیں چلتا۔ انجیل سے صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ اس رات گڈریے اپنی بھیڑوں کو لئے بیت اللحم کے کھیتوں میں موجود تھے (لوقا ۲-۸) لیکن ظاہر ہے کہ دسمبر کا مہینہ ملک یہودیہ میں سخت بارش اور سردی کا مہینہ ہوتا ہے اس لئے ان دنوں چرواہے کس طرح کھلے آسمان تلے ننگی زمین پر رہ سکتے تھے۔ قرآن پاک میں مسیح کی پیدائش کا وقت موسم گرما بتایا گیا ہے جبکہ کھجوریں پک جاتی ہیں۔ فرمایا ہے:- "پھر دردزہ اسے (حضرت مریمؑ) کو کھجور کے تنے کی طرف لے آیا۔ کہنے لگی اے کاش! میں اس سے پہلے مر جاتی اور بھولی بسری ہوتی تو اس کے نیچے سے ایک ندا آئی کہ غم نہ کر تیرے رب نے تیرے نیچے ایک چشمہ بہا رکھا ہے اور کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلا تجھ پر تازہ پکی کھجوریں گر پڑیں گی سو کھا اور پی اور آنکھیں ٹھنڈی کر۔" (مریم ۲۴۔۲۶) اسی طرح بشپ ہرمزانی کتاب "وائیز آف کرسچینٹی" میں لکھتے ہیں، "اس کے علاوہ اس عقیدہ کی کوئی سند نہیں ہے کہ ۲۵ دسمبر کی تاریخ فی الواقع مسیح کی پیدائش کا دن ہے۔"— سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب ۲۵ دسمبر کی تاریخ مسیح علیہ السلام کی پیدائش کا دن نہیں ہے تو پھر یہ کیسے مشہور ہو گیا کہ حضرت مسیح ۲۵ دسمبر کو تولد پذیر ہوئے؟ تواریخ سے پتہ چلتا ہے کہ سارا عیسائی مذہب قدیم آفتاب پرستی اور بدھ مذہب کا چربہ ہے قدیم قوموں میں یونان۔ بابل۔ روم۔ مصر۔ سیریا وغیرہ ممالک میں جن خداؤں یعنی متھرا۔ اپالو۔ ایرس۔ ہورلس۔ اڈونس۔ ہرکلیس وغیرہ کی پوجا ہوتی تھی ان سب کی پیدائش ۲۵ سے ۲۸ دسمبر تک واقع ہوئی ہے۔ اس لئے عیسوی مذہب کو ہر دلعزیز بنانے کے لئے مسیحی راہبوں نے حضرت مسیح کو انہی خداؤں کا قائمقام بنا دیا اور دوسری طرف حضرت مریمؑ آئی سس۔ ہرتھا۔ نانا۔ ڈائینا۔ فرگا کے قائمقام ٹھہرائی گئیں۔ کیونکہ یہ سب کی سب اپنے ہاں عذرا اور کنواریاں مانی گئی ہیں اور سب کی سب حالت باکرہ ہی میں مذکورہ بالا خداؤں کی مائیں بنیں۔ تواریخ سے یہ بھی روشن ہوتا ہے کہ شاہ قسطنطین والئی روما جو آفتاب پرست تھا اس نے اپنے چچا زاد بھائی کو قتل کرکے تخت پر غاصبانہ تسلط جمایا چونکہ اس کے اس طرز عمل سے لوگ متنفر تھے اسلئے اپنے سیاسی اغراض کے تحت مسیحی لوگوں کی حمایت حاصل کرنے کے لئے اپنا عیسائی ہونا مشہور کر دیا ان دنوں روما میں اپالو کی پرستش ہوتی تھی۔

قسطنطین نے حضرت مسیح کو اپالو کی کرسی پر بٹھا دیا اور روایات جوں کی توں قائم رکھیں یعنی صرف ہیرو کا نام بدل دیا یہی وجہ ہے کہ سوسن کیتھولک کے گرجے بھی کی مانند اپالو کا مندر ہے۔

(ایرانی) کیفیت (ہندی) کا دوسرا نام ایلز ہے عیسائیوں کے سبت کا دن ہفتہ تھا لیکن آفتاب پرستوں میں مدغم ہو کر انہوں نے اتھوار (یوم سورج) یا سنڈے (یعنی سورج کے دن) کو عبادت کا دن ٹھہرایا۔ چوتھی صدی تک عیسائی مذہب کا نشان چھٹی تھا بعد میں اسے تبدیل کرکے صلیب رکھا گیا کیونکہ قدیم مصر میں آفتاب پرست صلیب کی بھی پرستش کیا کرتے تھے طرفہ یہ ہے کہ جتنے بھی آفتاب پرستوں کے خدا وغیرہ ہیں وہ سب ۲۵ دسمبر سے ۲۸ دسمبر تک کنواریوں کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہیں۔ اکثر مقدمہ کا شکار ہوتے ہیں مارے جاتے ہیں پھر دوبارہ زندہ ہوتے ہیں یعنی سب کی زندگی کے حالات حضرت مسیح کی حالات زندگی سے مشابہ ہیں۔ اور یہاں سب کے سب نسل انسانی کی نجات کے لئے ہوتے ہیں۔ شاہ قسطنطین کے پیرو ہیڈرین نے پہلے پہل مسیح کے نام پر مندر بنانے کا ارادہ ظاہر کیا تاکہ مسیح بھی دیوتاؤں میں شامل ہو جائے اسکریوتی نے رشوت حاصل کرکے حضرت مسیح کو پکڑوا دیا۔ اس کا جانشین پولوس رسول بنا جو ہر فن مولا تھا۔ اس نے بھی حضرت مسیح کو منوانے کی غرض سے مسیحیت کو قدیم مذاہب کا چربہ بنا دیا لیکن جب عیسائی اقتدار میں آ گئے تو انہیں آفتاب پرستی کے ماخذات کو نیست و نابود کرنے کی فکر ہوئی تاکہ دنیا والوں کو حقیقت کا پتہ نہ چلے۔ چنانچہ ۳۹۰ء میں سکندریہ کے بشپ تھیوفلس نے شہنشاہ اوڈولسیس سے اجازت لیکر سکندریہ کا کتب خانہ جلا دیا جس کا الزام تیرھویں صدی میں بشپ ابوالفراجیس کے ذریعہ حضرت عمر فاروقؓ خلیفہ ثانی کے ذمہ لگایا گیا۔ اسرائیلی فلسفی حکیم فائیلو جو مسیح کی پیدائش سے ایک سال پہلے پیدا ہوا تھا اس کی کتابوں میں تمام ان رسومات و عقائد کا پتہ ملتا ہے جو مسیحی کلیسا کی بنیاد ہیں۔ فیثا غورث کے ہاں بھی ایک تثلیث کا پتہ چلتا ہے یعنی ۱۔ خدا ۲۔ روح کائنات ۳۔ روح انسانی۔ حکیم افلاطون بھی جناب زرتشت کی تجویز کردہ تثلیث کا ذکر کرتا ہے یعنی باپ (ایزد) ۲۔ متھرا ۳۔ کائنات۔

انجیل میں بہت ایسے اشارے ملتے ہیں جن میں سورج کی عظمت اور جلال کا ذکر ہے۔ مثلاً دنیا کا نور میں ہوں۔ جو میری پیروی کریگا وہ اندھیرے نہ چلے گا بلکہ زندگی کا نور پائے گا۔ (یوحنا ۸۔۱۲) حقیقی نور جو ہر ایک آدمی کو روشن کرتا ہے دنیا میں آنے کو تھا وہ دنیا میں نہ تھا۔ اور دنیا اسکے وسیلہ سے پیدا ہوئی (یوحنا ۹-۱۰) چونکہ سورج باراں بروج میں سے گذرتا ہے اس لئے انجیل میں حضرت مسیح کے صرف باراں حواری بتلائے گئے ہیں۔ اور ایک یہودا اسکریوتی حضرت مسیح کو پکڑواتا ہے۔ برج عقرب میں بھی سورج کمزور پڑتا ہے الغرض! چونکہ ۲۴ دسمبر کی رات سے دن بڑھنا شروع ہوتا ہے اسی لئے ۲۵ دسمبر متھرا اور دیگر سورج دیوتاؤں کی پیدائش کا دن مقرر کیا گیا ہے اور اسی کی تتبع میں حضرت مسیح کو مقبول و ہر دلعزیز بنانے کے لئے آپ کا یوم ولادت ۲۵ دسمبر مقرر کیا گیا۔ حالانکہ آپ کی پیدائش کا یہ دن ہرگز نہیں ہے۔ اور بقول بشپ ہرمز پیدائش مسیح کے تین سو سال بعد ۲۵ دسمبر کو حضرت مسیح کا یوم وفات قرار دیا گیا ہے۔"

(بقیہ آمدہ صفحہ ۹ سے آگے)

بوقی اکبرآبادی

چشمِ رحمت ذرا اِدھر کر دے

مری آہوں کو پُر اثر کر دے   قرب سے اپنے مفتخر کر دے
قصۂ طول مختصر کر دے   چشمِ رحمت ذرا اِدھر کر دے
شاخِ اُمید بارور کر دے

خالقِ ارض و خالقِ افلاک   ذات تری ہے برتر از ادراک
ہو کرم گر ترا خُدائے پاک   مہرِ تاباں بنے وہ ذرّۂ خاک
مہر کی خس پر تُو نظر کر دے

فضل سے ترے کچھ بعید نہیں   لطف سے ترے کچھ بعید نہیں
تیری شفقت سے کچھ بعید نہیں   تیری رحمت سے کچھ بعید نہیں
خاکساروں کو تاجور کر دے

تیری شوکت کے شان کے صدقے   تیری عظمت کی شان کے صدقے
تیری حکمت کی شان کے صدقے   تیری قدرت کی شان کے صدقے
ریزۂ سنگ کو گہر کر دے

عرض سُن لیجیئے ذرا میری   اک تمنّا ہے دلبرا میری
بس یہی ہے اک دعا میری   تجھ سے اتنی ہے التجا میری
دَرد سے دل کو بہرہ وَر کر دے

غرقِ عصیاں ہوا ہوں سرتاسر   ہے ترے رحم پر ہی میری نظر
ہوں نہ رسوا کہیں سرِ محشر   میرے جرموں سے چشم پوشی کر
میرے عیبوں سے درگزر کر دے

چھا رہی ہے غم و الم کی گھٹا   تیرہ و تار ہو گئی دُنیا
اب نہ دیدار سے مجھے ترسا   رُخِ پُر نور سے نقاب اُٹھا
شبِ تاریک کی سحر کر دے

غم میں گذرے گی زندگی کب تک   اور رہے گی یہ بے بسی کب تک
آئے گا دورِ خرّمی کب تک   بندہ پرور یہ بے رُخی کب تک
چشمِ رحمت ذرا اِدھر کر دے

برقِ مضطر بنا دے جو مجھ کو   اپنی ہستی بُھلا دے جو مجھ کو
کبریا سے ملا دے جو مجھ کو   ساقیا وہ پلا دے جو مجھ کو
ماسوی اللہ سے بے خبر کر دے

دستکاری کے سٹالوں کو پہلے پہل باہر سے آنے والی مہمان خواتین کے لئے کھولا گیا۔ اس کے بعد سب خواتین نے خریداری کی۔ بیگم خدیجہ منصور صاحبہ نے گری کا سٹال لگایا تھا یہاں کھانے پینے کی چیزیں بھی موجود تھیں۔ بہنوں نے اچار، مربے، چٹنیاں، کیک، بسکٹ اور کباب وغیرہ بنا کر رکھے تھے۔ بیگم ناصرہ ملک صاحبہ نے نمکین چائے کا سٹال لگایا تھا بیگم نسرین گل صاحبہ نے نان کباب اور حلوہ اور بیگم صابرہ رحمٰن نے ڈرائی فروٹ کا سٹال لگا رکھا تھا

شام ۳ بجے بعد دوپہر خواتین پھر اکٹھی ہوئیں۔

بیگم صابرہ اصغر علی صاحبہ جو سرینام جنوبی امریکہ سے تشریف لائی تھیں نے کارروائی کا آغاز حمد و نعت سے کیا۔ بنات الاحمدیہ میں سے چند بچیوں نے تقاریر کیں بعد ازاں جماعتوں کی سیکرٹری خواتین نے اپنی اپنی جماعتوں کی روئیداد پیش کیں۔ آمنہ سعید نے سورۃ الفیل کی تلاوت کی اور اس کا ترجمہ سنایا۔

آنسہ سلیمہ ملک نے دین میں صفائی کی اہمیت کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ہمارا دین جہاں ظاہری صفائی پر زور دیتا ہے وہاں باطنی صفائی کو بھی بڑی اہمیت دیتا ہے کہ روح کی پاکیزگی کے لئے جسمانی صفائی اور کپڑوں اور جگہ کی صفائی بھی بہت ضروری ہے آنسہ علیمہ سعید نے تقویٰ کے موضوع پر خیال افروز تقریر کرتے ہوئے کہا تقویٰ کے معنے جہاں پرہیزگاری کے ہیں وہاں اس کا مطلب اپنے نفس کو نقصان پہنچانے والی اشیاء سے بچانے کے بھی ہیں اور گناہ وہ چیز ہے جو نفس کو سب سے زیادہ نقصان پہنچاتا ہے اس لئے ہمیں اس سے بچنا چاہیئے۔

آنسہ جمیلہ اسلام نے آخری نبی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ مبارکہ پر تقریر کی۔ فائزہ جمیل نے حضرت بانی جماعت کی حیات کے ایک پہلو پر تقریر کی۔ سعدیہ رحمان نے حضرت صاحب کی سچائی پر کچھ واقعات بیان کئے۔ آنسہ مدیحہ رسول نے حضرت صاحب کا عشقِ رسولؐ کے موضوع پر اظہار خیال کیا۔ سیرۃ النبی صلعم پر علیہ الرحمٰن نے تقریر کی۔ ان سب بچیوں نے بڑے جذبے اور شوق سے تقاریر کیں اور بہنوں نے بہت توجہ پیار اور غور سے انہیں سنا اور ان کی حوصلہ افزائی کی۔ کراچی سے بیگم صبیحہ سعید، اوکاڑہ سے بیگم پروین چوہدری اور لاہور سے اس خاکسار نے رپورٹ پڑھ کر سنائی۔

آخر میں بیگم صابرہ اصغر علی صاحبہ نے بچیوں کی تقاریر کی بہت تعریف کی اور کہا کہ ہم لوگ وہاں سرینام میں اکٹھے مل کر جلسہ کرتے ہیں خواتین کا الگ جلسہ نہیں ہوتا۔ انہوں نے بچوں کے جذبے اور ان کی کوشش کو خراج تحسین پیش کیا موصوفہ نے سرینام میں خدمت دین کے کاموں کی تفصیل بیان کی جس سے مجلس میں بہت خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

اِسلامی اُصول کی فلاسفی

یہ کتاب اس مقالہ پر مشتمل ہے جو جلسہ اعظم مذاہب لاہور میں ذیل کے پانچ سوالوں کے جواب میں پڑھا گیا۔

۱۔ انسان کی جسمانی، روحانی اور اخلاقی حالتیں
۲۔ انسان کی زندگی کے بعد کی حالت یعنی عقبیٰ
۳۔ دنیا میں انسان کی ہستی کی اصل غرض کیا ہے۔ اور وہ کس طرح پوری ہو سکتی ہے
۴۔ کرم یعنی اعمال کا اثر دنیا اور عاقبت میں کیا ہوتا ہے۔
۵۔ علم یعنی گیان و معرفت کے ذرائع کیا کیا ہیں۔

اس مقالہ کے شروع میں بانی تحریک احمدیت نے یہ شرط پیش کی کہ ان سوالوں کے جوابات بہ دلائل صرف اپنی اپنی کتب مقدسہ سے پیش کیے جائیں "تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ کونسی مذہبی کتاب زندگی کے ان اہم مسائل پر کس حد تک روشنی ڈالتی ہے۔ خدا نے پیش از وقت حضرت مرزا صاحب کو اطلاع دی کہ ان کا مضمون بالا رہے گا اور بعد میں ایسا ہی ہوا۔

ملنے کا پتہ
دارالکتب علمیہ ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور

پاکستان پرنٹنگ ورکس بعقب ولرزی کالج ہوتا سنگھ روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پندرہ روزہ پیغام صلح دارالسلام ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور ۱۶ سے شائع کیا۔
پندرہ روزہ پیغام صلح لاہور، مورخہ ۱۵ فروری ۱۹۸۹ء، جلد ۷۲ شمارہ (۱)

FOR RECORD

جلد ۷۲ | بتاریخ ۲۲ رجب المرجب ۱۴۰۹ھ — بمطابق — یکم مارچ ۱۹۸۹ء | شمارہ ۲

قرآنِ مجید کا روسی زبان میں ترجمہ و تفسیر

СВЯЩЕННЫЙ КОРАН

перевод с арабского,

статьи,

комментарии,

указатели

МОЛАНЫ МАГОМЕТА АЛИ

Во[1] имя Аллаха[2] Милостивого, Милосердного[3]

1. Хвала Аллаху, Господу[5] миров[6],
2. Милостивому, Милосердному,
3. Господину[7] дня Воздаяния[8].
4. Тебе мы служим и к тебе взываем о помощи.
5. Веди нас по стезе праведной,
6. Стезе тех, кому даровал ты милость[9],
7. А не тех, на кого обрушился гнев, не тех, кто сбились с пути[10].

— + + + —

حضرت مولانا محمد علی مرحوم و مغفور کا قرآن مجید کا انگریزی زبان میں ترجمہ و تفسیر پہلی مرتبہ ۱۹۱۷ء میں شائع ہوا۔ اس ترجمہ نے اپنوں اور غیروں سے داد و تحسین حاصل کی۔ مولانا عبدالماجد دریا آبادی جنہوں نے بعد میں خود بھی قرآن مجید کا انگریزی زبان میں ترجمہ کیا، نے حضرت مولانا موصوف کے ترجمہ کے متعلق ۱۹۴۲ء میں فرمایا تھا:

"مولانا محمد علی صاحب نے قرآن مجید کا انگریزی زبان میں ترجمہ کر کے اسلام کی جو عظیم الشان خدمت سرانجام دی ہے اس کا اعتراف نہ کرنا سورج کی روشنی سے انکار کرنا ہے۔"

حقیقت میں حضرت مولانا کا انگریزی ترجمہ غیر زبانوں میں آئندہ تراجم کی بنیاد بنی۔ سب سے پہلے انڈونیشیا جماعت نے اس کا ڈچ ترجمہ ۱۹۳۴ء میں شائع کیا۔ پھر چند سال بعد اسی جماعت نے جاوی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ شائع کیا۔ ۱۹۳۹ء میں برلن مغربی جرمنی سے قرآن مجید کا جرمن زبان میں ترجمہ شائع ہوا۔ انڈونیشیا کی آزادی کے بعد انڈونیشیا کی جماعت نے قرآن مجید کا انڈونیشی زبان میں ترجمہ ۱۹۶۸ء میں شائع کیا اس کے بعد ڈچ، جرمن، اور انڈونیشی زبانوں کے تراجم کے کئی ایڈیشن شائع ہوئے۔ ۱۹۸۴ء میں مرکزی انجمن نے اس اہم کام کی طرف خصوصی توجہ دی۔ چنانچہ میجر جنرل (ریٹائرڈ) عبداللہ سعید مرحوم و مغفور کی کوششوں سے ہسپانوی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ میکسیکو سے ۱۹۸۶ء میں شائع ہوا۔ بیرونی جماعتیں گذشتہ کئی سالوں سے اس سلسلہ میں نہایت جوش اور جذبہ سے مصروف عمل ہیں۔ سرینام جماعت ڈچ ترجمہ کی نظرثانی کر کے دوبارہ شائع کرنے کے انتظامات میں مصروف ہے۔

کینیڈا اور امریکہ جماعت کے اشتراک سے قرآن مجید کا جاپانی زبان میں ترجمہ مکمل ہو چکا ہے۔ جرمن زبان میں جو ترجمہ شائع ہوا تھا اس پر پھر سے نظرثانی ہو رہی ہے۔ روسی، چینی اور فرانسیسی زبانوں میں تراجم قرآن پر چند ماہ قبل سے کام جاری ہے۔

— ✱ ✱ ✱ —

در عشقِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

حضرت بانیٔ جماعت

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا — نام اس کا ہے محمد دلبر مرا یہی ہے

سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر — لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے

پہلوں سے خوب تر ہے خوبی میں اک قمر ہے — اس پر ہر اک نظر ہے بدر الدجیٰ یہی ہے

پہلے تو رہ میں ہارے پار اس نے ہیں اتارے — میں جاؤں اس کے وارے بس ناخدا یہی ہے

پردے جو تھے ہٹائے اندر کی راہ دکھائے — دل یار سے ملائے وہ آشنا یہی ہے

وہ یارِ لامکانی و دلبرِ نہانی — دیکھا ہے ہم نے اس سے بس رہنما یہی ہے

وہ آج شاہِ دیں ہے وہ تاجِ مرسلیں ہے — وہ طیب و امیں ہے اس کی ثنا یہی ہے

حق سے جو حکم آئے اس نے وہ کر دکھائے — جو راز تھے بتائے نعم العطا یہی ہے

آنکھ اس کی دور بیں ہے دلِ یار سے قریں ہے — ہاتھوں میں شمع دیں ہے عین الضیاء یہی ہے

جو رازِ دیں تھے بھارے اس نے بتائے سارے — دولت کا دینے والا فرمانروا یہی ہے

اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں — وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

وہ دلبرِ یگانہ علموں کا ہے خزانہ — باقی ہے سب فسانہ سچ بے خطا یہی ہے

سب ہم نے اس سے پایا شاہد ہے تو خدایا — وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے

ہم تھے دلوں کے اندھے سو سو دلوں پہ پھندے — پھر کھولے جس نے جندے وہ مجتبیٰ یہی ہے

اے میرے ربِ رحمٰن تیرے ہی ہیں یہ احساں — مشکل ہو تجھ سے آساں ہر دم رجا یہی ہے

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

پندرہ روزہ پیغام صلح ـــــ لاہور ـــــ مورخہ یکم مارچ ۱۹۸۹ء

شیطانی کتاب

ان دنوں ایک مصنف سلمان رشدی کی مذموم کتاب سیٹنگ ورسز "شیطانی آیات" زیر بحث ہے۔ جسے ایک برطانوی ادارے پنگوئن نے لندن سے شائع کیا ہے اور اب امریکہ میں وائی کنگ ادارے کی طرف سے شائع کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ مصنف کا بمبئی کے ایک مسلم گھرانے سے تعلق ہے جو قیام پاکستان کے بعد کراچی رہائش پذیر ہو گیا تھا۔ سلمان رشدی نے زندگی کا بیشتر وقت برطانیہ میں گذارا۔ اسے قبل ازیں ایک ترقی پسند، لبرل، آزاد فکر مسلم ادیب قرار دیا جاتا رہا ہے۔ ابتداً وہ ناول نگار کے طور پر منظر عام پر آیا۔ اس نے کئی ایک کتب اسی موضوع کے حوالے سے رقم کیں اور ہر ایک کتاب نے ہر دفعہ ایک طوفان کھڑا کیا۔ مگر کوئی اس پر بند نہ باندھ سکا۔ گذشتہ سال اس نے "شیطانی آیات" لکھ کر اپنی متعصب اور مبنی بر جہالت عقل و خرد کا بھانڈہ پھوڑ کر عالم اسلام کے جذبۂ ایمان اور غیرت و حمیت کو متحرک کر دیا۔ اس کتاب میں اس نے مبینہ طور پر سرور کائنات خاتم النبیین محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے آپ کی ازواج مطہراتؓ کی شان میں گستاخی کی ہے۔ آخری الہامی کتاب القرآن الکریم پر طعنہ زنی کی ہے اور اسلام کے بنیادی عقائد پر کیچڑ اچھالا ہے۔ اس ناقابل برداشت مذموم اقدام سے عالم اسلام بلکہ کرۂ ارض کے کونے کونے کے مسلمان تڑپ اٹھے ہیں ہر طرح سے رنج و غم اور غصے کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ پاکستان سمیت دنیا بھر میں اس کے خلاف احتجاجی مظاہرے ہو رہے ہیں۔ ہڑتالیں اور جلسے جلوس ہو رہے ہیں اور اس کی آڑ میں سماج دشمن عناصر اور فساد پرست لوگوں کو بھی کھل کھیلنے کا موقع مل رہا ہے۔

۱۲ فروری کو ہونے والا سانحہ اسلام آباد بھی اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے چنانچہ سلمان رشدی، اس کی "شیطانی آیات" اور اس کے اشاعتی ادارے کے خلاف کارروائی کا مطالبہ کیا جا رہا تھا۔ اس شدید رد عمل کے پیش نظر پاکستان، بھارت، ملائیشیا، انڈونیشیا، خلیجی ممالک اور افریقہ میں اس کتاب پر پابندی عائد کی جا چکی ہے اور دنیا کے دیگر ممالک میں بھی مسلمانوں سے خیر سگالی کے طور پر اس کتاب پر پابندی عائد کی جا رہی ہے۔ پاکستان نے تو سلمان رشدی کی تمام کتب پر پابندی عائد کر دی ہے۔

خاتم الرسل حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی دشمنان دین کسی نہ کسی طرح کرتے ہی رہتے ہیں کہ ان کا شیوہ ہے۔ گذشتہ سال ایک عیسائی مصنف عمانوئیل لوکفرنے بھی ایسی ہی تصنیف میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں دریدہ دہنی کی تھی جس کا اسلامی دنیا میں کچھ خاطر خواہ رد عمل نہ ہوا جس سے اس قماش کے لوگوں کے حوصلے فزوں تر ہوئے اور وہ اپنے شرمناک ناپاک عزائم میں آگے آگے ہی بڑھنے لگے تاہم سلمان رشدی کی یہ ناپاک جسارت اور مذموم جرأت اس لحاظ سے افسوسناک اور فکر انگیز ہے کہ وہ خود کو مسلمان سمجھتا اور کہتا ہے۔

دنیا جہان کا ایک ایک مسلمان اپنے نبی و رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے لازوال محبت کرتا ہے۔ حب رسولؐ اس کے ایمان کا جزو لاینفک ہے۔ اسلام کی دینی و عمرانی تاریخ گواہ ہے کہ حب رسولؐ کے تقاضے میں مسلمان نے اپنے ایمان، اپنی غیرت و حمیت کی ایمان افروز شمعیں روشن کی ہیں اس راہ میں نہ صرف شاتم رسول کو عبرت آموز سبق دے کر اسے جہنم واصل کیا بلکہ خود بھی فرحاں و شاداں تختہ دار پر چڑھ گیا جسے مسلمان کے لئے ایمان کی معراج قرار دیا گیا۔ اس طرح کی کئی شہادتیں تاریخ عالم کے صفحات پر ثبت ہیں۔

مسیلمہ کذاب کی تو دور کی بات ہے پاک و ہند کی ماضی قریب کی تاریخ پر نظر ڈالیے جبکہ یہاں استعماری دور تھا دریدہ دہن راج پال نے مذموم کتاب "رنگیلا رسول" لکھی تو غازی علم الدین شہید کے ہاتھوں اپنے انجام بد کو پہنچا۔ اس باب میں جماعت احمدیہ لاہور نے نمایاں کردار ادا کیا۔ اس سے پہلے اسی قسم کا ایک واقعہ لیکھرام کے قتل کے حوالے سے بھی ہو چکا ہے۔ پنڈت لیکھرام پشاوری برہمن نژاد تھا اس وقت اس کی زیادہ سے زیادہ عمر تیس برس ہوگی۔ وہ خوش شکل اور صحت مند جوان آدمی تھا۔ برصغیر میں کثیر الآباد اور مادی ذرائع و وسائل کی حامل قوم ہنود اس کی سرپرستی کرتی تھی۔ حاکم انگریز کی بھی اس قوم کو آشیر باد حاصل تھی لیکھرام حضور اکرم محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ کاذب اور مفتری کہتا تھا۔ وہ آپؐ کو گالیاں دیتا تھا۔ بُرے لفظوں کے ساتھ توہین کرتا تھا۔ توہین اسلام میں سرگرم رہنا۔ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو گالیاں دیتا تھا۔ بازاروں میں گالیاں دینا۔ عام مجمعوں میں گالیاں دینا۔ کوچہ اور گلی میں گالیاں دینا۔ الغرض نہایت تیزی اور بدزبانی دکھانا اور نہایت درجہ کی دریدہ دہنی، سخت گوئی، اور فحش گوئی سے کام لیتا تھا۔ حضرت بانیٔ سلسلہ کو اس شاتم رسول کی یہ بد تحریکیں پسند نہ تھیں، حب رسولؐ اور غیرت دینی کے تقاضا سے آپ اللہ تعالیٰ کے حضور فریادی ہوئے اور لیکھرام کے بارے میں پیشگوئی کی۔

"میں اس پیشگوئی کو شائع کر کے تمام مسلمانوں اور آریوں اور عیسائیوں اور دیگر فرقوں پر ظاہر کرتا ہوں کہ اگر اس شخص پر چھ برس کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے کوئی ایسا عذاب نازل نہ ہوا جو معمولی تکلیفوں (بیماریوں) سے نرالا اور خارق عادت (یعنی طبعی موتوں سے جو عادت میں داخل ہیں الگ ہو) اور اپنے اندر الٰہی ہیبت رکھتا ہو (یعنی انسان سمجھ سکتا ہو کہ یہ ایک ناگہانی آفت۔ جو دلوں پر ایک ڈرنے والا اثر کرتی ہے) ۔۔۔۔۔ اور اگر میں اس پیشگوئی میں کاذب نکلا۔ (یعنی اگر ہیبت ناک طور پر لیکھرام کی موت نہ ہوئی) تو ہر ایک سزا بھگتنے کے لئے تیار ہوں اور اس بات پر راضی ہوں کہ مجھے گلے میں رسہ ڈال کر کسی سولی پر کھینچا جائے اور باوجود میرے اس اقرار کے یہ بات بھی ظاہر ہے کہ کسی انسان کا اپنی پیشگوئی میں جھوٹا نکلنا خود تمام رسوائیوں سے بڑھ کر رسوائی ہے۔ زیادہ اس سے کیا لکھوں۔ اب آریوں کو چاہئیے کہ سب مل کر دعا کریں کہ یہ عذاب ان کے اس وکیل سے ٹل جاوے۔"

(تریاق القلوب)

حضرت بانیٔ سلسلہ نے ایک دوسری جگہ لکھا:

"میرے نشانوں میں سے جو خدا نے میری تائید میں ظاہر فرمائے وہ پیش گوئی ہے جو میری دعا قبول ہو کر ایک فساد انگیز شخص کی نسبت جو اللہ اور رسولؐ کا دشمن تھا جس کا نام لیکھرام تھا اور پشاور کے ضلع کا رہنے والا تھا مجھے بتائی گئی اور خدا نے اس کے بارے میں مجھے خبر دے کر مجھ سے وعدہ کیا کہ وہ اس کو ہلاک کریگا۔ یہ شخص نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیا کرتا تھا اور ان کی شان میں توہین کے الفاظ بولا کرتا تھا پس میں نے اس پر بد دعا کی اور خدا نے میری دعا قبول کر کے مجھے خوشخبری دی اور کہا کہ چھ برس کی میعاد میں

اللہم صل علی محمد

وَعَلَىٰ آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَعَلَىٰ آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ

اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَعَلَىٰ آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ

لیکھرام کو ہلاک کروں گا۔" (تریاق القلوب)

اور اس سلسلہ میں آپ کا ایک الہامی شعر ہے ؎

الا اے دشمن ناداں و بے راہ
بترس از تیغ بران محمدؐ

یعنی اے لیکھرام تو کیوں حضرت محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے تو حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تلوار سے جو تجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گی کیوں نہیں ڈرتا۔

لیکھرام پیشگوئی کو سن کر اور بھی خیرہ طبع ہوا اور پہلے سے بھی زیادہ بدزبانی کرتا اور گالیاں نکالتا تھا اور خدا کے پاک نبیوں کو برا کہنا شروع کر دیا۔ اس شاتم رسول کے متعلق پیش گوئی ایک دہشت ناک نظارہ کے ساتھ اندر میعاد مقررہ ظہور پذیر ہوئی وہ قتل ہوا۔ اس کا یہ قتل ہیبت ناک اور عظیم الشان نشانوں میں سے ایک ہے۔ آپ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

"لیکھرام کے مارے جانے کی پیش گوئی صرف پیشگوئی نہیں تھی بلکہ میں نے اس کے ہلاک ہونے کے لئے دعا کی تھی اور مجھے جواب ملا تھا کہ وہ چھ برس کے اندر ہلاک کیا جائے گا۔ اگر وہ حد سے زیادہ زبان درازی نہ کرتا اور اعلانیہ طور پر ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو گالیاں نہ دیتا تو چھ برس پورے کر کے مرتا مگر اس کی زبان درازیوں نے وہ مدت بھی پوری نہ ہونے دی اور ایک برس ابھی باقی تھا کہ وہ پنجہ اجل میں گرفتار ہو گیا۔" (حقیقۃ الوحی)

آپ لکھتے ہیں:۔

"جیسا کہ تمام مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ کسریٰ کا مارا جانا ایک بڑا معجزہ تھا کہ وہ سخت دشمن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا تھا ایسا ہی اگر مسلمان چاہیں تو گواہی دے سکتے ہیں کہ لیکھرام کا مارا جانا بھی ایک بڑا معجزہ تھا کیونکہ وہ بھی ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا سخت دشمن اور بدزبان تھا۔ ہاں کسریٰ اور لیکھرام میں یہ فرق تھا کہ کسریٰ ایک بادشاہ تھا جو اپنی عداوت کے جوش میں تلوار سے کام لے سکتا تھا اور لیکھرام ایک برہمن عوام ہندوؤں میں سے تھا جس کے پاس بجز بدزبانی اور فحش گوئی اور نہایت قابل شرم گالیوں کے اور کچھ نہ تھا اور کسریٰ ہمارے سید و مولیٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان پر حملہ کرنا چاہتا تھا اور لیکھرام نے آں جناب کی مقدس شان اور راستبازی اور نبوت کے پاک چشمہ پر حملہ کرنا چاہا۔ اس لئے خدا نے جو اپنے پیاروں کے لئے غیرت مند ہے کسریٰ کے واقعہ سے تیرہ سو برس بعد پھر اپنے پاک نبی کی عزت اور راستبازی کی حمایت کے لئے لیکھرام کی موت سے وہ معجزہ دوبارہ دکھلایا۔ جو فارس کے پایہ تخت میں خاص ایوان شاہی میں شیرویہ کے ہاتھ سے دکھلایا گیا تھا۔ اس سے ہر ایک انسان کو سبق ملتا ہے کہ خداتعالیٰ کے پیاروں اور برگزیدوں کی عزت و جان پر حملہ کرنا اچھا نہیں ہے۔"

(تریاق القلوب)

بہرحال برصغیر پاک و ہند میں ان دو بڑے معروف واقعات لیکھرام اور راج پال کا قتل اور اکناف عالم میں پیش آمدہ اسی قسم کے کئی حادثات کے پیش نظر اسلام دشمن عناصر مسلمان کے حب رسول کے اور غیرت دینی کے اس معیار و پیمانہ سے خوب واقف ہیں۔ اس کے باوجود برطانیہ میں مقیم مسلمان رشدی کو جو خود کو مسلمان کہتا ہے اس دریدہ دہنی اور بدزبانی کے اظہار کی ناجائز جرات کیوں کر ہوئی؟ یہ لمحہ فکریہ ہے ایسے موقع پر ریلیں۔ احتجاجات تحریکیں۔ اپیلیں مطالبات اور اجلاس و جلوس وغیرہ بھی غم و غصہ اور غیرت و حمیت دین کے اظہار کا ایک ذریعہ ہیں۔ مگر یہی کچھ اور یہیں تک اس مسئلہ کا مکمل حل و علاج نہیں ہے۔ ہمارے نزدیک صحیح حقیقی اقدام یہ ہے کہ ایسے دریدہ دہن اور شاتم رسول عناصر کی بیخ کنی ان کی شیطنیت کو ختم کر کے کی جائے۔ ان کی مذموم تالیفات کا نقلی و عقلی طور پر کافی شافی اور مسکت جواب دیا جائے جس میں علم و عرفان ہو۔ حقائق و براہین ہوں۔ دلائل و شواہد ہوں

جماعتی خبریں

ف۔ مکرم و محترم حضرت امیر جماعت احمدیہ دامت برکاتہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بخیریت ہیں الحمد للہ صحت اچھی ہے حسب معمول کار دینیہ میں مصروف ہیں۔ احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے کام الٰہی عطا عمر دراز فرمائے اور آپ کا بابرکت سایہ ہمارے سروں پر تا دیر سلامت رکھے۔ آمین ثم آمین۔ حضرت امیر مدظلہ جماعت کے احباب و خواتین کو دعاؤں بھرا سلام لکھواتے ہیں

ف۔ انجمن کے انگریزی رسالہ دی لائیٹ کا ماہ فروری کا پہلا شمارہ چار سالہ تعطل کے بعد شائع ہو گیا ہے۔ الحمد للہ

اخبارات کی مشاورتی کمیٹی

افسر اخبارات میاں فضل احمد صاحب کی تجویز پر اخبارات کی ایک مشاورتی کمیٹی تشکیل دی گئی ہے جو اصحاب ذیل پر مشتمل ہے۔

پروفیسر خلیل الرحمٰن صاحب، ناصر احمد صاحب ملک ظفر اللہ خاں صاحب، حافظ نذیر محمد صاحب ڈاکٹر اصغر حمید صاحب، میجر سعید الدین صاحب ظفر اقبال صاحب، صدر شبان مرکزیہ احمد منور احمد صاحب اور صدر تنظیم خواتین احمدیہ زرکیہ شیخ

احمدی بچوں کے لئے

دُعا

نہ بھٹکوں میں کبھی راہِ ہدیٰ سے
یہی ہے التجا میری خدا سے
خدا کے عشق کی دل میں تڑپ ہو
محبت ہو محمد مصطفےٰ سے
نبیٔ پاک احمد مجتبیٰ کی
اطاعت میں کروں صدق و صفا سے
کلام اللہ کا پروانہ بنوں میں
لگاؤں لو میں اس شمعِ ہدیٰ سے
خدا کے دین کی خدمت کروں میں
قلم سے مال و دولت سے دعا سے
ملے دین و دنیا میں سربلندی
خدا کے فضل اور جود و عطا سے
نہ آئے مجھ پہ کلفت کا زمانہ
رہوں محفوظ ہر رنج و بلا سے
مقدر سے نہ کچھ مجھ کو گلہ ہو
رہوں راضی میں خالق کی رضا سے
خدا کا آستاں ہو اور مرا سر
نہ ہو مجھ کو تعلق ماسوا سے
بزرگوں کا ادب پیشِ نظر ہو
جھکی گردن رہے شرم و حیا سے
مجھے چھوٹوں پہ شفقت کی ہو عادت
کروں میں درگزر ان کی خطا سے
کٹے اس طرح میری زندگانی
خدا راضی ہو مجھ سے میں خدا سے
رضائے حق مجھے مدِ نظر ہو
اگر ناراض دنیا ہو بلا سے
رہے پیوند میرا تا دمِ مرگ
مسیح وقت حضرت میرزا سے

——— : مولانا مرتضیٰ خان حسن

ربِّ کائنات نے اِنسان کی جسمانی و روحانی تربیت کیلئے ہر طرح کے سامان مہیا کئے ہیں

دارالسلام لاہور میں ایک دعائیہ اجتماع سے حضرت امیر جماعت احمدیہ لاہور کے خطاب کی تلخیص

آپ نے حمد و ثناء کے بعد سورۃ شریفہ الحمد کی تلاوت کرتے ہوئے فرمایا کہ :-

"میں نے اس وقت آپ کے سامنے سورۃ الفاتحہ پڑھی ہے۔ جسے آپ تیس چالیس یا اس سے بھی زیادہ بار اپنی نماز میں پڑھتے ہیں۔ اس کا نام فاتحۃ الکتاب بھی ہے یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی مقدس کتاب قرآن کریم کو جو دنیا کی ہدایت کے لئے نازل کی گئی ہے کھولنے والی ہے۔ یہ سورۃ جیسا کہ آپ جانتے ہیں اللہ کے دو پاک اسماء الرحمٰن اور الرحیم سے شروع ہوتی ہے اور اس کا پہلا جملہ ہے۔ الحمد للہ رب العالمین یعنی سب تعریف اللہ کے لئے ہے جو اس کائنات کا ربّ ہے اور جس نے انسان کی جسمانی اور روحانی ربوبیت کے لئے ہر طرح کے سامان مہیا فرمائے ہیں۔ یہ ایک جامع اور مکمل دُعا ہے۔ اس لئے ہر اچھے اور نیک کام کے افتتاح کیلئے اس سے بہتر اور کوئی دعا ہو ہی نہیں سکتی۔ اس دعا کو اپنے ذہنوں میں رکھتے ہوئے آج ہم بھی رب العالمین کی حمد کے ساتھ اپنے اس دعائیہ اجتماع کی مبارک تقریب کا افتتاح کرتے ہیں۔ ہمیں الحمد للہ رب العالمین خصوصیت کے ساتھ اس لئے پڑھنا چاہیئے کہ گذشتہ دعائیہ اجتماع کے بعد ہمیں اس سال کے دوران اللہ تعالیٰ نے خدمتِ دین کے توقعات سے بڑھ کر مواقع نصیب کئے۔ جن کی بابت آپ آئندہ اجلاسوں میں سنیں گے۔

اس اجتماع کے اغراض و مقاصد کے متعلق ہم بارہا سن چکے ہیں میں انہیں آپ کے سامنے دُہرانے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ لیکن چند ایک ضروری باتوں کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا ضروری سمجھتا ہوں۔ اس اجتماع کی سب سے بڑی غرض یہ ہے کہ اس میں شریک ہونے والے لوگ اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کریں۔ حضرت بانی سلسلہ نے اپنی بعثت کی غرض ہی یہ بتائی ہے کہ میں متقی انسانوں کی ایک جماعت پیدا کرنے کے لئے آیا ہوں۔ یہ امر واقعہ ہے کہ جن لوگوں نے آپ کے ہاتھ میں ہاتھ دیا اور آپ کی صحبت میں رہے ان میں پاک تبدیلی کی اور انہیں زمین سے آسمانی انسان بنا دیا۔ آپ کا ہی یہ شعر ہے ؎

ہر کسے چوں مہربانی مے کند
از زمینی آسمانی مے کند

اللہ کسی پر جب مہربانی فرماتا ہے اُسے زمینی سے آسمانی بنا دیتا ہے۔ یہ اجتماع بھی پاک تبدیلی پیدا کرنے کا ایک بڑا ذریعہ ہے جس کی بنیاد آپ نے رکھی تاکہ آپ کی جماعت کے لوگ اکٹھے ہو کر اللہ کو یاد کریں۔ کیونکہ اس سے جماعت کا اتحاد اور اخوت و مودت کو فروغ اور اجتماعی دعاؤں کو قبولیت ملتی ہے یہی وجہ ہے کہ آپ نے مل کر کام کرنے کے متعلق بڑی تاکید فرمائی ہے۔ اس لئے کہ یہ برکت و رحمت کا موجب ہوتا ہے۔ تنہا انسان خواہ کتنا ہی زور لگائے وہ کچھ حاصل نہیں کر سکتا جو مل کر ایک جماعت حاصل کر سکتی ہے۔ اسی لئے انبیاء کو بھی ایک جماعت بنانے کی ضرورت رہی ہے۔ اس بارے میں حضرت موسیٰؑ کا خصوصیت سے ذکر آتا ہے آپ نے دعا کی :-

واجعل لی وزیرًا من اھلی ھارون
اخی ۵ اشدد بہ ازری ۵ واشرکہ فی امری
کی نسبحک کثیرًا ۵ ونذکرک کثیرًا ۵

(۲۰ : ۲۹ تا ۳۴) ترجمہ : میرے ساتھیوں میں ایک میرا بوجھ بٹانے والا بنا دے۔ ہارون میرا بھائی۔ میری قوت کو اس کے ساتھ مضبوط کر اور میرے کام میں اسے شریک کر۔ اس کے ساتھ جس خاص بات کا ذکر کیا ہے وہ ہے کی نسبحک کثیرًا ونذکرک کثیرًا کہ مل کر ہم تیری بہت تسبیح کریں اور مل کر تجھے بہت یاد کریں۔ فردًا فردًا بھی خدا کو یاد کیا جا سکتا ہے لیکن جو فائدہ اور لطف مل کر خدا کو یاد کرنے اور اس کا ذکر اذکار کرنے میں ہوتا ہے وہ اکیلے میں نہیں ہوتا۔

مومن ایک دوسرے کے لئے تقویت کا موجب ہوتے ہیں۔ حدیث نبویؐ ہے ان المؤمن للمؤمن کالبنیان یشد بعضہ بعضًا وشبک اصابعہ یعنی مومن دیوار کی اینٹوں کی طرح ہوتے ہیں وہ سب ایک دوسرے کو اس طرح پیوست رکھتے ہیں جس طرح دیوار کی اینٹیں ایک دوسرے سے پیوست ہو کر دیوار کو مضبوط بناتی ہیں۔ اور آنحضورؐ نے یہ بات فرماتے ہوئے اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسری میں ڈال کر اشارہ فرمایا۔ سو اس جلسہ کی سب سے اہم اور بڑی غرض یہ ہے کہ ہم ان چند اوقات میں مل کر اللہ کو یاد کریں۔

تاہم میں تقویٰ پیدا ہو جو حضرت صاحب کے آنے کی بنیادی غرض ہے محض زبان سے اقرار کرنا یا نام لکھوا دینا کچھ فائدہ نہیں دیتا۔ جب تک بیعت کے ذریعے تقویٰ کے اعلیٰ مقام تک پہنچنے کی عملاً کوشش نہ کی جائے۔ دوسری بات جس پر حضرت صاحب نے بار بار زور دیا ہے وہ یہ ہے کہ اپنے اندر عاجزی انکساری اور تواضع پیدا کرو متکبر اور مغرور انسان اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہوتا۔ فرمایا : ؏

ہو جاؤ خاک مرضیٔ مولیٰ اسی میں ہے

آپ نے صرف نصیحت نہیں فرمائی بلکہ عملی طور پر اپنا نمونہ بھی پیش کیا۔ آپ فرماتے ہیں تکبر و غرور چھوڑ دو۔ خاکساری کے طریق اپناؤ کیونکہ تقویٰ کی جڑ عاجزی اور انکساری ہے۔ آپ نے جماعت کو بار بار یہ نصیحت فرمائی ہے کہ وہ منکسر المزاج بن جائیں۔ ان میں تکبر و غرور کی رمق تک نہ ہو اور وہ اپنے اندر اسلامی اخلاق حسنہ پیدا کر کے دوسروں کے لئے اعلیٰ نمونہ پیش کریں۔ آپ نے باہمی محبت اخوت اور آپس میں ہمدردی پر بڑا زور دیا ہے۔ اور دین العجائز اختیار کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ جب کوئی ایسی بات آپ کے علم میں آتی جو تقویٰ کے خلاف ہوتی تو آپ کو اس سے بڑا دُکھ ہوتا۔ یہ مشہور واقعہ ہے کہ ۱۸۹۲ء کے جلسہ سالانہ کے موقع پر دو آدمی ایک چھوٹی سی بات پر آپس میں جھگڑ پڑے۔ نوبت گالی گلوچ تک پہنچ گئی۔ جب حضرت صاحب کو اس کا علم ہوا تو آپ کو اس کا بہت صدمہ ہوا اور آپ نے ۱۸۹۳ء یعنی اگلے سال کا جلسہ سالانہ ملتوی کر دیا اور آپ نے اس بارہ میں جو اشتہار شائع فرمایا اس کے الفاظ یہ ہیں :-

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض حضرات جماعت میں داخل ہو کر اس عاجز سے بیعت کر کے اور توبۃ النصوح کر کے پھر بھی ویسے ہی کج دل ہیں۔ ان کے دل ویسے ہی ٹیڑھے ہیں ان کو کج خلق اور خود غرض اس قدر دیکھتا ہوں کہ وہ ادنیٰ ادنیٰ باتوں کی بنا پر لڑتے اور دست بداعن ہوتے ہیں اور ناکارہ باتوں کی وجہ سے ایک دوسرے پر حملہ ہوتا ہے اور گالیوں تک نوبت آتی ہے اور دلوں میں کینے پیدا ہوتے ہیں۔"

پھر آپ نے فرمایا :

"اگرچہ نجیب و سعید بھی ہماری جماعت میں بہت ہیں۔ جن پر خدا کا فضل ہے اور جو نصیحتوں کو سن کر رُوتے اور عاقبت کو مقدم رکھتے ہیں۔ لیکن میں اس وقت کج دل لوگوں کا ذکر کرتا ہوں۔ میری جان اس شوق سے تڑپ رہی ہے کہ کبھی وہ دن بھی آئے کہ اپنی جماعت میں بکثرت ایسے لوگ دیکھوں جنہوں نے جھوٹ چھوڑ دیا ہے اور ایک سچا عہد اپنے خدا سے کر دیا ہے کہ وہ ہر شر سے اپنے تئیں بچالیں گے اور تکبر سے جو تمام شروں کی جڑ ہے دور جا پڑیں گے اور اپنے رب سے ڈر کر رہیں گے۔"

یہ باتیں ہیں جو آپ جماعت کے اندر پیدا کرنا اور دیکھنا چاہتے تھے۔ آپ کے اپنے اخلاق حسنہ، طبیعت کا انکسار اور اپنے دوستوں کے ساتھ مروت ہمارے لئے نمونہ ہیں۔ جنہیں ہمیں اپنی زندگیوں میں داخل کرنا چاہیئے ایسے اجتماعات کے موقع پر جب مختلف طبائع اور مزاج کے لوگ اکٹھے ہوتے ہیں۔ اعلیٰ اخلاق فاضلہ کا اظہار اور بھی ضروری ہوتا ہے جس کی کوشش کرنی چاہیئے کہ یہ باتیں ہماری زندگی کا جزو بن جائیں۔ تاکہ کسی معمولی سے معمولی اختلاف کی نوبت بھی نہ آئے۔ کیونکہ حضرت صاحب کو باہمی جھگڑوں سے سخت نفرت تھی۔

دعائیہ اجتماع کے یہ اوقات ہمارے لئے بڑے قیمتی ہوتے ہیں۔ ہمارے بھائی اور بہنیں اپنے تمام کام کاج چھوڑ کر سفر کی تکالیف برداشت کر کے اور اپنے آرام اور مال کی قربانی دے کر اس میں شریک ہونے کے لئے اندرون پاکستان دور دراز مقامات اور سمندر پار سے بھی تشریف لاتے ہیں جس مقصد اور غرض کی خاطر وہ یہ سب کچھ برداشت کرتے ہیں وہ یہی ہے کہ ان ایام کو اللہ کی خاطر وقف کر دیں۔

ہمارے لاہور کے رہنے والے بھائیوں کو اس طرح کی کوئی تکلیف اٹھانا نہیں پڑتی۔ وہ آرام سے اپنے گھروں میں رہتے ہیں اور نہ یہاں آنے کے لئے انہیں کوئی خاص مشکلات اٹھانی پڑتی ہیں۔ میری خاص طور پر ان سے درخواست ہے کہ وہ بھی اپنے ان دور دراز سے آنے والے بھائیوں کی طرح یہ اوقات اللہ کے لئے وقف کر دیں اور سوائے ان اغراض کے جن کو پورا کرنے کے لئے جلسے کا انعقاد ہوتا ہے دوسری کوئی غرض مدنظر نہ رکھیں اگر ہم ان ایام کا ایک ایک لمحہ انہی مقاصد کو مدنظر رکھتے ہوئے صرف کریں گے تو یہ ہمارے لئے ایام اللہ منصور ہو گے۔ اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہم پر نازل ہوں گی۔ اگر

ہمارے اندر بحیثیت جماعت یہ رنگ و کیفیت پیدا ہو جائے جو حضرت صاحب کا مقصد ہے تو پھر واقعی یہ ہمارے لئے ایّام اللہ ہو جائیں گے اس لئے ضروری ہے کہ تمام دوست ساری نمازوں میں اور خاص کر نماز فجر میں حاضر ہوں آپ کو یہ تکلیف اٹھانے سے بڑا فائدہ ہوگا۔

آپ جانتے ہیں کہ ہم جس زمانے سے گذر رہے ہیں یہ بڑا نازک زمانہ ہے ساری دنیا گوناگوں مصائب کی لپیٹ میں ہے لیکن ہمارے اپنے مخصوص حالات بھی آپ سے مخفی نہیں ہیں جن کا بیان کرنا میں اس وقت مناسب نہیں سمجھتا۔ اگر آپ یہ جانتے اور محسوس کرتے ہیں تو ہمارے لئے یہ فکر کا مقام ہے کہ ہمیں ایسے حالات میں کیا کرنا چاہئیے۔ حضرت صاحب کی تعلیمات کی روشنی میں اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنا تعلق اور پیوند درست کرلیں تو زمانے کی نزاکت ہمیں کسی طرح متاثر نہیں کر سکتی۔ اور ہم فائدہ ہی فائدہ میں ہوں گے کسی خسارہ میں نہ ہوں گے۔ اگر ہمارا تعلق اور رشتہ آسمان کے ساتھ نہ ہوا تو پھر ہمیں باقی دنیا سے بھی بڑھ کر خطرہ ہے ان خطرات سے محفوظ رہنے کے لئے بس ایک علاج ہے کہ ہم اجتماعی اور انفرادی طور پر راتوں کو اللہ کے حضور گر گر کر گریہ وزاری کریں اور اس سے حفاظت اور نصرت طلب کریں کیونکہ یہ اس کا وعدہ ہے انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا فی الحیٰوۃ الدنیا ویوم یقوم الاشھاد (۴۰ : ۵۱) "یقیناً ہم اپنے رسولوں اور ان کی جو ایمان لائے دنیا کی زندگی میں مدد کرتے ہیں۔ اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے ؟ یہ ایک خوشخبری ہے کہ اللہ مومنوں کا بھی اس طرح ناصر ہوتا ہے جیسے رسُول کا ہوتا ہے۔ وہ اپنی جماعتوں کو ایسی نصرت عطا فرماتا ہے جیسے ماموریں الہٰی کو۔ حضرت صاحب نے فرمایا ؎

یہی تدبیر ہے پیارو کہ مانگو اس سے قربت کو
اسی کے ہاتھ کو ڈھونڈو جلادو سب کمندوں کو

اس کے ہاتھ کو چھوڑ کر دوسرے ذرائع پر کوئی بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ اور ہمارے پاس تو دوسرا کوئی ذریعہ ہے ہی نہیں۔ ہمارے پاس صرف اللہ کا ہی وسیلہ ہے اس لئے باقی تمام ذرائع اور اسباب سے منقطع اور بے نیاز ہو کر اگر ہم اس کے سامنے گریں گے تو وہ ضرور ہماری اعانت فرمائے گا۔ جب انسان سب کچھ چھوڑ کر اللہ کا ہو جاتا ہے تو وہ اسے بے یار و مددگار نہیں چھوڑتا۔ اور اس حالت میں اسے یہ بات تکلیف نہیں دیتی کہ دنیا اس کے ساتھ کیا سلوک کرتی ہے ہ جو لوگ اللہ کے ہو جاتے ہیں اللہ ان کو اپنی پناہ میں لے لیتا ہے اور ان کی حفاظت فرماتا ہے۔

اب چند باتیں آپ سے کہنا چاہتا ہوں جن کا تعلق اس دینی اجتماع کی اغراض کے ساتھ ہے۔ ہم میں سے جو لوگ یہاں مہمانوں کی خدمت پر مامور ہیں انہیں چاہئیے کہ ان کا پورا پورا حق ادا کریں اور مہمانوں کو مقدور بھر آرام بہم پہنچانے کی کوشش کریں لیکن ہو سکتا ہے کہ باوجود انسانی کوشش کے کوئی خامی رہ جائے یا کوتاہی ہو جائے تو ہمارے مہمانوں کو بھی جو محض رضائے الہٰی کی خاطر بہت سی تکالیف برداشت کرکے یہاں آئے ہیں ایسی کوتاہیوں کو نظر انداز کرتے ہوئے صبر و تحمل سے برداشت کر لینا چاہئیے۔ یہ تکالیف بھی اللہ تعالیٰ کے لئے ہوں گی اور اس کے نزدیک ان کے لئے اجر ہوگا۔ قرآن کریم میں ہے، ذٰلک بانھم لا یصیبھم ظمأ ولا نصب ولا مخمصۃ فی سبیل اللہ ولا یطئون موطئا یغیظ الکفار ولا ینالون من عدو نیلا الا کتب لھم بہ عمل صالح ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین (۹ : ۱۲۰)

اس آیت کے معنی یہ ہیں، یہ اس لئے کہ انہیں اللہ کی راہ میں نہ پیاس پہنچتی ہے اور نہ تکان اور نہ بھوک اور نہ وہ کسی ایسی جگہ چلتے ہیں جس سے کافروں کو غصہ آتا ہے۔ اور نہ دشمن سے کچھ چیز حاصل کرتے ہیں مگر اس کے لئے ان کا نیک عمل لکھا جاتا ہے۔ اللہ نیکی کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔

آپ سب سے ایک اور عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ان اوقات میں سب کو یہاں حاضر رہنا اور تمام باتیں سننی چاہئیں۔ احباب تیاری کرکے آتے ہیں تاکہ اپنے علم سے آپ کو اور اپنے آپ کو فائدہ پہنچائیں۔ اس سے علم میں اضافہ ہوتا ہے۔ نیکی کی باتیں بیان کی جاتی ہیں کسی کے منہ سے کسی وقت ایسی بات نکل جاتی ہے جو دل میں اتر جاتی اور ایک پاک تبدیلی پیدا کرنے کا باعث بن جاتی ہے۔ یہاں کوئی موضوع ایسا نہیں ہوتا جس میں خدا اور رسُول کی بات نہ کی جاتی ہو۔ سوائے کسی خاص مجبوری یا معذوری کے کسی وقت بھی مجلس سے غیر حاضر نہ ہونا چاہئیے۔ اس سلسلہ میں میں اپنی معذوری کا جس کا آپ سب کو علم ہے ذکر کرتے ہوئے عرض کرتا ہوں کہ اگر آپ مجھے یہاں نہ دیکھیں تو یہ خیال نہ کریں کہ میں نے جو کچھ آپ سے کہا ہے اس پر عمل نہیں کر رہا ہوں میرے کمرے میں ایک لاؤڈ سپیکر لگایا گیا ہے جس کے ذریعے میں قریباً سب ہی باتیں سنتا ہوں۔ یہ ذاتی بات اس لئے کی گئی ہے کہ کسی کے دل میں وسوسہ پیدا نہ ہو۔ بہر آن صحبت احباب سے محرومی کا مجھے دلی افسوس ہے لیکن صحت کی مجبوری ہے۔ آخر میں یہ باتیں کہنا چاہتا ہوں کہ وقت کی پابندی نہایت ضروری ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہو سکتا ہے کہ سب لوگ وقت پر مجلس میں حاضر ہو جائیں تاکہ بار بار یاد دہانی کی ضرورت محسوس نہ ہو۔

آخر میں مَیں یہ دعا کرتا ہوں اور آپ بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس دعائیہ اجتماع کو کامیاب فرمائے۔ سب لوگ اس کے روحانی فیوض و برکات سے مالا مال ہو کر جائیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی حاصل ہو۔ قرآن کریم میں جنت کی نعمتوں کے ذکر کو ان الفاظ پر ختم فرمایا ہے ورضوان من اللہ اکبر۔ اللہ تعالیٰ کی رضا سب سے بڑی نعمت ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو گئی تو سب کچھ ہی مل گیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو اور جس مقصد کے لئے ہم جمع ہوئے ہیں اس میں ہمیں کامیابی نصیب فرمائے۔ آمین!

اللّٰھم انصر من نصر دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم واجعلنا منھم واخذل من خذل دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ولا تجعلنا منھم ✣

وفات حضرت آپاجی

جماعتی حلقوں میں یہ خبر بڑے غم والم سے سنی اور پڑھی جائے گی کہ حضرت امیر ڈاکٹر سعید احمد خان مدظلہ کی اہلیہ محترمہ المعروف بے بے جی ۲۰ - ۲۱ فروری کی درمیانی شب ۱ بجے کے قریب اس دارِ فانی سے کوچ کرکے اپنے اس مولائے حقیقی کے پاس چلی گئی ہیں جو ایسے موقع پر فرماتا ہے۔ یاایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی - انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں خاص الخاص جگہ دے۔ ان کی روح پر فتوح کے درجات بلند کرے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ ادارہ حضرت امیر اور دیگر سوگوار افراد خانہ و لواحقین سے دلی تعزیت کا اظہار کرتا ہے اور اس غم میں برابر کا شریک ہے۔

مرحومہ کی نماز جنازہ سوا دو بجے بعد دوپہر جامع احمدیہ دارالسلام نیو گارڈن ٹاؤن لاہور کے احاطہ میں حضرت امیر کی اقتدا میں ادا ہوئی جس میں مرحومہ کے افراد خانہ، عزیز و اقارب، تعلقداران اور احباب و خواتین جماعت نے شرکت کی۔ بعد ازاں قبرستان دارالسلام لاہور میں مرحومہ کے جسدِ خاکی کو سپرد خاک کر دیا گیا۔ قبر کی تیاری کے بعد بھی حضرت امیر نے مسنون دعا پڑھی۔ اس وقت ان کی عمر ۸۰ سال تھی۔ وہ ضعیف العمری اور کمزوری صحت کے باعث کافی عرصہ سے صاحب فراش تھیں۔

مرحومہ ایک نہایت زاہدہ، عابدہ، پارسا اور بڑی صابرہ شاکرہ، حلیم الطبع اور محبت کرنے والی خاتون تھیں دینی قدروں کی پاسداری میں نمونہ تھیں۔ جس کی کوکھ سے پاکستان کے سابق گورنر و سفیر لیفٹیننٹ جنرل محمد عبداللہ سعید مرحوم و مغفور ایسے نیک نام اور خادم دین شخص نے جنم لیا جنہوں نے نہایت لگن، محبت اور محنت کے ساتھ قرآن کریم کا ہسپانوی زبان میں ترجمہ تیار کرا کے خدمت قرآن کے باب میں صدقہ جاریہ کا کام کیا۔ اسی طرح مرحومہ کی دوسری اولاد کو بھی اللہ تعالیٰ نے دینی و دنیوی حسنات سے بہرہ ور کیا ہے۔

راقم کو مرحومہ کی عمر کے آخری سالوں میں دیکھنے کا موقعہ ملا۔ جب اور جس وقت دیکھا انہیں قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہی پایا۔ انتہائی کمزوری اور ناتوانی کے باوجود جامع احمدیہ ایبٹ آباد میں آکر نمازیں ادا فرماتیں۔ مرحومہ کے عشق قرآن کا اظہار ایک واقعہ سے بھی ہوتا ہے۔

۱۹۷۴ء میں انٹی احمدیہ تحریک کے دوران ایبٹ آباد میں حضرت امیر مدظلہ کی رہائش گاہ کو مفسدوں اور بلوائیوں نے گھیر کر نذرِ آتش کر دیا تھا۔ اہلِ خانہ اندر ہی محصور ہو کر رہ گئے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ان محصورین کو اپنے حفظ و پناہ میں رکھا۔ جب یہ حضرات و خواتین اور بچے خالی ہاتھ گھر سے نکلے اور بس پر سوار ہو کر اپنی منزل کو روانہ ہوئے تو محترمہ بے بے جی مرحومہ و مغفورہ کے ہاتھ میں صرف اور صرف قرآن کریم ہی تھا جسے وہ اپنی سب سے قیمتی دولت جان کر اپنے ساتھ لے آئی تھیں۔

اللّٰھم اغفر لھا وارحمھا وادخلھا فی عبادک الصالحین یا ارحم الراحمین

آپ کے خطوط

لندن مشن کی سرگرمیاں

محترم شیخ شریف احمد نے لندن مشن کا چارج سنبھال لیا ہے اُن کے لندن تشریف لے جانے سے مشن کی سرگرمیاں ایک بار پھر باقاعدگی سے شروع ہوگئی ہیں۔ محترم شریف احمد اب تک لندن کے مختلف علاقوں کا دورہ کر چکے ہیں اور اب اُن کا ارادہ ہے کہ انگلستان کے دوسرے مقامات پر بھی جہاں احباب جماعت رہتے ہیں دورے کریں۔

دارالسلام ویمبلے میں جمعہ کے علاوہ ماہانہ اجتماعات کا سلسلہ ستمبر ۱۹۸۸ء سے باقاعدگی سے شروع ہے سال رواں میں اب تک ۵ اجنوری اور ۱۲ فروری کو دو اجتماعات ہو چکے ہیں۔ ہر ماہوار اجلاس کے لئے خبرنامہ کے ذریعہ موضوع کا اعلان کر دیا جاتا ہے تاکہ احباب اور نوجوان موضوع پر تیار ہو کر آئیں۔ ۱۵ اجنوری کے اجلاس کے لئے موضوع "روزمرہ زندگی میں دین و مذہب کی اہمیت" تھا اسی طرح ۱۲ فروری کے ماہانہ اجلاس کے لئے موضوع "کثیر المذاہب معاشرے میں رہائش کے مسائل" تھا۔ انگلستان میں رہنے والے ایشیائی مسلمانوں کے لئے دونوں موضوع کئی لحاظ سے خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ مقررین کے علاوہ حاضرین نے سوال وجواب کے رنگ میں ہر دو موضوعات کے مختلف پہلوؤں پر اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ ہمیں اُمید ہے کہ ایسی فکر انگیز مجالس سے نہ صرف احباب کو علمی رنگ میں فائدہ پہنچے گا بلکہ ان کے ذریعہ نوجوانوں اور بچوں کو زندگی کے مسائل کو اسلامی نکتہ نگاہ سے سوچنے کا موقع بھی ملے گا۔

لندن مشن کا ماہوار خبرنامہ احباب کو ماہانہ مجالس کے لئے اطلاعات فراہم کرتا ہے اور مشن کی سرگرمیوں سے بھی آگاہ رکھتا ہے اس کے علاوہ اس میں تحریک کے متعلق اہم موضوعات پر مضامین اور اعتراضات کے جوابات بھی گاہے گاہے شائع ہوتے ہیں۔ فروری کے خبرنامہ میں شاہد عزیز صاحب کا مضمون نہایت دلچسپ اور تحقیقی معلومات پر مبنی تھا اسی خبرنامہ میں اسلامک فاؤنڈیشن ہالینڈ کی شائع کردہ کتاب علوم القرآن مصنفہ احمد خان ڈینفر کا تنقیدی جائزہ پیش کیا گیا ہے جس میں مصنف نے قرآن مجید میں ناسخ و منسوخ کو صحیح تسلیم کیا ہے اور حضرت مولانا محمد علی مرحوم ومغفور کے اس موقف کو محل اعتراض ٹھہرایا ہے کہ قرآن مجید میں کوئی آیت کسی لحاظ سے بھی منسوخ نہیں ہے۔

حضرت مولانا عبدالحق ودیارتھی مرحوم ومغفور کے بلند پایہ مضامین وقتاً فوقتاً پیغام صلح میں شائع ہوتے رہے تھوڑا عرصہ ہوا ہمارے نوجوان بھائی ڈاکٹر زاہد عزیز نے نہایت محنت سے ان مضامین کو کتابی شکل میں جمع "خزینۃ المعارف" کے نام سے جمع کیا۔ کتاب کی کتابت ہو چکی ہے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف اس کے آخری پروف پڑھ رہے ہیں۔ اُمید ہے کہ حضرت مولانا کا یہ علمی خزانہ جلد شائع ہو جائیگا۔

نامہ نگار از لندن مشن

دی لائٹ

الحمدللہ انجمن کا انگریزی اخبار دی لائٹ کا فروری کا شمارہ تقریباً چار سال بعد پھر آنکھوں کے سامنے ہے۔ اس کے دوبارہ اجراء پر انجمن، اخبار کی انتظامیہ اور اس کے ایڈیٹر محترم ناصر احمد صاحب بی اے ایل ایل بی کو مبارک باد پیش ہے۔ اس کے استحکام اور ترقی کے لئے دل سے دعائیں نکل رہی ہیں۔ بیس صفحات پر مشتمل یہ انگریزی مجلہ ہاتھوں میں بڑا خوبصورت دکھائی دے رہا ہے۔ آرٹ پیپر کے رنگین ٹائیٹل پر "ان اللہ معنا" کا مونوگرام جاذب نظر ہے اور پچھلے وقت پر کونسل کی تقاریب پر رنگین تصاویر ہیں ملفوظات حضرت بانی جماعت، اداریہ، پیغام امن، کینیڈا کے یسین صاحب خان کا مضمون، نئی دنیا کو اسلام کا پیغام، دور جدید میں عیسائی خیالات کے نئے رجحانات، انیسویں صدی میں احیائے اسلام، احمدیہ انجمن گیانا کے جنرل سیکرٹری مولوی محمد رشید کا "اسلام میں عدل وانصاف" احمدیہ انجمن انڈونیشیا کے جنرل سیکرٹری برادر منصور لسوکی کا "انڈونیشیا سے پیغام" اختصاری خبریں۔ حضرت امیر جماعت ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب مدظلہ کا انٹرنیشنل کونسل سے اختتامی خطاب۔ نمائش آرٹ آف اسلام کی روئیداد، نیویارک میں قیام جماعت اور اسلامی ثقافت کی بنیاد قرآن کریم اس شمارے کے مشمولات ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس مجلہ کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی دے۔

ابو منیر احمد۔ لاہور

مُبارک باد،

سب سے پہلے میں آپ کو اخبار "پیغام صلح" کے دوبارہ اجراء پر مبارک باد دینا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اعلیٰ ترین اخبار مرتب کرنے کی توفیق دے۔ آمین

ہماری جماعت کے اخبارات کا امتیازی نشان ہمیشہ سے یہ رہا ہے کہ ان میں قرآن کریم کے حقائق ومعارف شائع ہوتے رہے ہیں۔ جو کہ حضرت مجدد کے شاگردوں کے ہی نصیب میں آئے ہیں۔ اس لئے میں نے سوچا ہے کہ میں آپ کو حضرت مولانا عبدالحق ودیارتھی کے مضامین جو کسی زمانے میں پیغام صلح اور روح اسلام میں شائع ہو چکے ہیں ارسال کرتا ہوں۔ ان مضامین کا مواد قارئین کے لئے نئے ہونے کی ہی حیثیت رکھتا ہے۔ پہلا مضمون ارسال ہے۔

اُمید ہے کہ آپ اور آپ کے قارئین ان مضامین کی دوبارہ اشاعت کی افادیت پر اپنی رائے کا اظہار کریں گے جس کے تحت اس سلسلے کو جاری رکھنے کا فیصلہ کیا جا سکے۔

والسلام۔ زاہد عزیز۔ لندن

خوشی ہوئی کہ اخبار پیغام صلح پھر سے شائع ہونا شروع ہو گیا ہے۔ میں نے مبلغ پچاس روپیہ کا منی آرڈر کر دیا تھا امید ہے مل چکا ہوگا۔ اخبار ایک سال کے لئے میرے نام جاری کر دیں۔ دعا ہے کہ خدا انجمن کو خدمت دین کا پیش از پیش موقع دے۔

والسلام۔ ذوالفقار۔ لاہور

احباب کے نام

احباب کرام! مزاج شریف، اُمید ہے آپ با ہمہ وجوہ خیریت سے ہوں گے۔ میں نے ایک عریضہ پہلے بھی ارسال خدمت کیا تھا جو ملا ہوگا۔ ایک بار پھر حاضر خدمت ہوں۔ اور آپ کی توجہ درج ذیل امور کی طرف کروانا چاہتا ہوں۔ اخبار پیغام صلح اور لائیٹ کی اشاعت کی اجازت مل گئی ہے۔ یہ امر جہاں خوشی کا موجب ہے وہاں ہمارے لئے ایک زبردست چیلنج بھی۔ ہم ان دو اخبارات کو اگر بڑے اعلیٰ پیمانہ پر نہ چلا سکے تو افسوس ہوگا۔ اس لئے میری آپ سے دردمندانہ اپیل ہے کہ آپ ان دو اخبارات کو مفید، جاندار اور سلسلہ عالیہ کا صحیح ترجمان بنانے میں ہماری مدد بھی فرمائیں اور رہبری بھی۔ آپ درج ذیل طریقہ سے ہمارا ہاتھ بٹا سکتے ہیں۔

۱۔ خریدار بنیں اور جماعت میں تمام احباب کو خریداری کی تحریک کریں اس سے اخبارات کا خرچ تو شاید پورا نہ ہو سکے تاہم شمولیت ہوگی اور ہر شمارہ کو پڑھنے کا شوق بھی پیدا ہوگا۔

۲۔ آپ مقامی جماعت کی سرگرمیوں اور ان کے حالات و کوائف پر لکھیں اور بطور نامہ نگار ہمیں مفصل رپورٹ دیں۔ ہم آپ کی رپورٹ کا اچھی طرح جائزہ لیکر اخبارات میں شائع کریں گے جس سے تعمیری فکر اُبھرے۔ اصلاح احوال ہو اور سرگرمیاں تیز تر ہوں۔

۳: آپ اپنے طور پر اور جماعت کے اہل الرائے حضرات سے مشورہ کر کے چند ایک ایسے عنوان تجویز کریں جن پر ہم اہل قلم سے مضامین لکھوانے کی درخواست کریں۔ عنوان ایسے ہوں جن پر اس دور میں غور و فکر کی ضرورت ہو۔ ہم ان تجاویز کردہ عنوان کی فہرست تیار کر کے ان پر مضامین لکھوانے کی سعی کریں گے تاکہ تازہ امور و معاملات پر مضامین شائع ہوں۔ اور پڑھنے والوں کی دلچسپی کا باعث ہوں۔

میں آپ کے نوٹس میں یہ بات لانا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ انجمن نے ایک معقول خطیر رقم برائے اخبارات منظور کی ہے۔ ہم سب مل کر ہی اس رقم کے مصرف کو مفید و مؤثر اور نتیجہ خیز بنا سکتے ہیں۔

میں امید کرتا ہوں آپ میری درخواست کے ہر پہلو پر توجہ فرمائیں گے اور دستگیری بھی۔ دراصل یہ توجہ اور دستگیری اپنے دین کے اعلیٰ اصولوں کی برتری ثابت کرنے میں ممد و معاون ہوگی۔ خدارا آپ ضرور میرے اس خط کا جواب مثبت انداز میں دیں۔ حوصلہ افزائی فرمائیں تاکہ میری اور میرے ساتھ اخبارات کے ایڈیٹر و عملہ کی ہمت و حوصلہ بڑھے۔ ہم آزمائش کے وقت سے گذر رہے ہیں ایسے مشکل حالات میں انسان کے خفتہ جوہر جاگ جاتے ہیں اور حالات کے مقابلہ کے لئے سینہ سپر ہونے کی قوت حاصل ہو جاتی ہے اُمید ہے میری گذارش پر اثباتی توجہ دے کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے نفوس واموال میں برکت ڈالے۔

بندہ فضل احمد (ناظم اخبارات)

فتویٰ

بھارت کے دارالعلوم دیوبند کے مفتی اعظم سید احمد سعید اور ممتاز دینی رہنما مولانا اخلاق حسین قاسمی نے اپنے اپنے الگ الگ فتویٰ میں کہا ہے کہ قرآن اور حدیث کی رُو سے عورت کا وزیر اعظم ہونا شرعاً جائز اور درست ہے۔ فتویٰ میں کہا گیا ہے کہ اسلام نے ہر شعبۂ زندگی میں انقلاب برپا کیا اور جامد و رسم و رواج کو ختم کیا اسی طرح عورتوں کو بھی تاریخ عالم میں پہلی بار اس کا جائز مقام دیا اور اسے مردوں کے شانہ بشانہ لا کھڑا کیا۔ امام مالکؒ نے عورت کی امارت اور سربراہی کو جائز قرار دیا ہے۔

روزنامہ جنگ لاہور مورخہ ۲ فروری ۸۹ء

+ + + + +

ترتیب :- ابو فراز

اخبار وافکار

—— اسلام آباد (ٹی وی رپورٹ) مرکزی علماء و مشائخ کونسل کی طرف سے جاری کئے گئے ایک بیان میں کہا گیا ہے کہ تحریک ناموس رسالتؐ کے نام پر جمہوریت دشمن عناصر بھی مذموم کتاب شیطانی آیات کی اشاعت کے خلاف تحریک میں بھاری اکثریت سے شامل ہوتے ہیں جو توڑ پھوڑ کے ذریعے جمہوری حکومت کو ناکام کرنا چاہتے ہیں۔ کونسل کی طرف سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ ان عناصر کو منظر عام پر لایا جائے جو امن وامان میں خلل ڈالنے کے مرتکب ہوئے ہیں۔ راولپنڈی سے جاری کئے گئے بیان میں کونسل کے نیرہ سرکردہ ارکان نے توقع ظاہر کی کہ ملک قطعاً شریک نہیں ہونگے جو اتوار کے روز اسلام آباد میں رونما ہونیوالے افسوسناک سانحہ کے بادی النظر میں دکھائی دیتی ہے بیان میں کہا گیا ہے کہ جب حکومت سلمان رشدی کی کتاب پر پابندی عائد کر چکی ہے تو پھر حکومت کے خلاف امن وامان کا مسئلہ پیدا کرنا مستحسن قرار نہیں دیا جا سکتا۔ بیان میں اپیل کی گئی ہے کہ اس رجحان کی حوصلہ شکنی کی جائے جن علماء اور مشائخ کی طرف سے بیان جاری کیا گیا ان میں علامہ مفتی محمد حسین نعیمی، صاحب زادہ محمد صدیق نقشبندی مولانا محمد حبیب الرحمن، مولانا مفتی محمد عبدالقادر، صاحبزادہ سید احمد حسین ترمذی اور صاحب زادہ سید محمد یونس شاہ کاظمی شامل ہیں۔

—— لاہور (سٹاف رپورٹر) وفاقی شرعی عدالت کے فل بنچ نے توہین رسالت کے قانون کے خلاف اسماعیل قریشی ایڈووکیٹ کی درخواست پر سماعت مکمل کرتے ہوئے فیصلہ محفوظ کر لیا ہے درخواست دہندہ کی جانب سے موقف اختیار کیا گیا تھا کہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۵ سی کے تحت توہین رسالت کی سزا موت کے علاوہ عمر قید بھی رکھی گئی ہے جبکہ قرآن وسنت کے مطابق توہین رسالت کی سزا موت ہے اور اس جرم پر موت کی سزا کو حد کے طور پر نافذ کیا جائے۔

—— پاکستان کے ایک سابق وزیر خارجہ مسٹر آغا شاہی نے اگلے روز کراچی میں ایک تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ روسی فوجوں کی واپسی سے افغان مجاہدین نے جنگ جیت لی ہے اور توقع ہے کہ اب وہ قیام امن کا موقع ضائع نہیں کریں گے۔ اگر افغانستان میں مستحکم حکومت قائم نہ ہوئی تو یہ ایک المیہ ہوگا انہوں نے کہا کہ پاکستان، ایران اور افغانستان کے درمیان تعاون سے علاقے میں سیاسی اور جغرافیائی توازن قائم ہو سکتا ہے لیکن اس توازن کے قیام کی کنجی افغان مجاہدین کے پاس ہے جناب آغا شاہی کا یہ کہنا بالکل درست ہے کہ اگر افغانستان میں مستحکم حکومت قائم نہ ہوئی تو یہ ایک بہت بڑا المیہ ہوگا کیونکہ اختلافات کیوجہ سے افغانستان ایک نئی خانہ جنگی کا شکار ہو جائیگا۔ اور انہوں نے جو بازی میدان جنگ میں لاکھوں جانوں کی قربانی دے کر جیتی ہے وہ اسے خانہ جنگی میں ہار جائیں گے افغان مجاہدین نے جو کامیابیاں میدان جنگ میں حاصل کی تھیں اب وہ انہیں اپنی صفوں میں یک جہتی یک نظری اور اتحاد کے جذبے سے زیادہ مستحکم بنا سکتے ہیں۔ روسی جارحیت سے نجات حاصل کرنے والا افغانستان ایک ایسا مضبوط ومستحکم اسلامی ملک بن کر ابھر سکتا ہے جو بلاشبہ اس خطے میں نہ صرف یہ کہ امن واستحکام کی ضمانت بن سکتا ہے بلکہ پاکستان ایران اور افغانستان کے درمیان تعاون واشتراک کے رشتوں کو مضبوط بنا کر اس علاقے میں ایک ایسا سیاسی اور جغرافیائی توازن قائم کیا جا سکتا ہے جس سے ان ممالک کی سلامتی بقا اور خوشحالی میں زبردست مدد مل سکتی ہے۔ لیکن ان تمام خوشگوار امیدوں اور حوصلہ افزا توقعات کا انحصار افغان مجاہدین کے آئندہ کے طرز عمل پر ہے انہیں اب قیام امن کا موقع ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔ (جنگ)

—— اسلام آباد (نمائندہ جنگ) سرکاری ذرائع نے اس امر کی تصدیق کی ہے کہ شریعت آرڈیننس ۱۴ اور ۱۵ فروری کی نصف شب کے بعد غیر موثر ہو گیا ہے آرڈیننس پہلے صدر ضیاء الحق نے نافذ کیا تھا اور ۱۵ اکتوبر ۸۸ء کو موجودہ صدر غلام اسحاق خاں نے اسے مزید چار مہینے کے لئے نافذ العمل کیا تھا۔ سرکاری ذرائع نے بتایا ہے کہ حکومت ملک میں شریعت کے نفاذ کے لئے جلد ہی ایک بل قومی اسمبلی میں پیش کرنا چاہتی ہے تاہم ابھی یہ فیصلہ نہیں کیا گیا کہ یہ بل اسمبلی میں کب پیش ہوگا۔ ذرائع نے کہا کہ حکومت اس بارے میں اپوزیشن سے موصول ہونیوالی تجاویز کی روشنی میں نیا شریعت بل تیار کرے گی۔ ادھر جمعیت علمائے اسلام (فضل الرحمان گروپ) نے شریعت آرڈیننس میں ۶ ترامیم پر مشتمل مسودہ قومی اسمبلی سیکرٹریٹ کے حوالے کر دیا ہے۔

—— جمعیت علمائے پاکستان کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا ہے کہ پی پی پی کی حکومت اگر سابقہ حکومت میں ہونے والی لوٹ مار، رشوت اور بدعنوانیوں کا حساب لینا چاہتی ہے تو اسے سپریم کورٹ کے ریٹائرڈ ججوں پر مشتمل اعلیٰ سطح کا ایک "احتسابی کمیشن" قائم کرنا چاہیئے۔ اس کمیشن کی رپورٹ کی روشنی میں بدعنوان عناصر کا احتساب کیا جائے۔

—— اطلاعات ونشریات کے وزیر مملکت جناب جاوید جبار نے کہا ہے کہ پاکستان میں پیپلز پارٹی کی حکومت نے ذرائع ابلاغ پر سرکاری کنٹرول ختم کر دیا ہے کیونکہ وہ جمہوری عمل پر یقین رکھتی ہے انہوں نے کہا کہ ہم سمجھتے ہیں کہ ذرائع ابلاغ حکومت کے نہیں بلکہ عوام کی ملکیت ہیں۔

—— قائدین کے متواتر جھوٹ کا انجام یہ ہوتا ہے کہ قوم سوچنا چھوڑ دیتی ہے چنانچہ "آج ہمیں یہ بھی یاد نہیں کہ پاکستان کیوں بنا تھا۔ اور اس کا مطلب کیا تھا۔ کہتے ہیں کہ پاکستان کی تخلیق کے فوراً بعد مرحوم قائداعظم آل انڈیا مسلم لیگ کے آخری اجلاس کی صدارت کراچی کے خالق دینا ہال میں فرما رہے تھے کہ کسی منچلے نے اٹھ کر کہا کہ ہم نے پاکستان کے لئے ایک نعرہ بنا گھڑ لیا ہے پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ، اس واقعہ کے عینی شاہد ابھی زندہ ہیں۔ قائد نے فرمایا "یہ نعرہ ہمارا نہیں ہم نے اسے لیگ کونسل کے کسی ریزولیوشن میں رقم نہیں کیا میں نے کسی پبلک تقریر میں اسے استعمال نہیں کیا"۔ لیکن قائد کے کہنے سے کیا ہوتا ہے ہم نے اس قوم پر ظلم کرنے کے لئے سیاست کے معنی کو بدلنا تھا بدلتے رہے۔ ہمیں سیاسی افق پر جہالت اور منافقت کے گرد وغبار بکھیرنے تھے بکھیرتے رہے"۔ (جنگ لاہور)

—— لاہور ہائی کورٹ کے مسٹر جسٹس شیخ ریاض احمد نے قادیانی جماعت کے راہنما سید عبدالحیٔ مولوی نورالحق چوہدری ظہور احمد باجوہ عبدالعزیز بھانبڑی اور حکیم خورشید احمد کیخلاف صوبائی اسمبلی کے رکن منظور احمد چنیوٹی کا مقدمہ خارج کرنے کا حکم جاری کیا ہے چنیوٹی کے دائر کردہ مقدمہ کے مطابق قادیانی جماعت کے ان راہنماؤں کے پاس مرزا بشیر الدین محمود احمد کا بامحاورہ ترجمہ اور تفسیر قرآن مجید تھی۔ ایف آئی آر کے مطابق یہ گمراہ کن اور غلط ترجمہ حکومت ۱۹۸۱ء میں ضبط کر چکی ہے۔ قادیانی راہنماؤں کی جانب سے ملک محمود مجید خان ایڈووکیٹ نے عدالت میں موقف اختیار کیا تھا کہ یہ مقدمہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۱۹۶ کے تحت درج کیا گیا ہے اور ۱۹۶ کے تحت صرف حکومت ہی مقدمہ درج کرا سکتی ہے کوئی فرد ذاتی حیثیت میں مقدمہ درج نہیں کرا سکتا جناب چنیوٹی نے یہ مقدمہ ذاتی حیثیت میں درج کرایا ہے اس لئے یہ ایف آئی آر قانون کے منافی ہے۔

—— معلوم ہوا ہے کہ وفاقی حکومت نے سرکاری اور غیر سرکاری تعلیمی اداروں میں بچوں کو پڑھائی جانے والی کتابوں میں خلاف اسلام اور ملکی تہذیب وثقافت کی منافی ہر قسم کا مواد فوری طور پر حذف کرنے کے لئے اعلیٰ سطح کی کمیٹی قائم کر دی ہے جو سیکرٹری تعلیم کی نگرانی میں قائم کی گئی ہے۔

—— دنیا میں دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں اسلام کے ماننے والوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے اور ۲۰۲۵ء تک ان کی تعداد ۱۰۹ء۱ ارب تک ہو سکتی ہے۔ امریکہ کے آزاد تحقیقاتی ادارے کے مطابق ۲۰۲۵ء تک زمین پر آباد نفوس میں سے ایک تہائی مسلمان ہوں گے۔ اس وقت دنیا میں مسلمانوں کی تعداد ۹۸۴ ملین ہے۔ محققین کا کہنا ہے کہ اسلام کے ماننے والوں کی تعداد میں اضافہ اس لئے ہو رہا ہے کہ ترقی پذیر ممالک میں آبادی کی شرح بڑھ رہی ہے جہاں زیادہ تر مسلمان ہیں۔

ان کا کہنا ہے کہ کسی اور مذہب سے اسلام میں آنیوالوں کی وجہ سے مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ نہیں ہوگا دریں اثناء ساؤتھ ڈیاگو یونیورسٹی کے ایک محقق جان ویکس کے مطابق ۲۰۲۰ء تک دنیا میں چار افراد میں سے ایک مسلمان ہوگا۔ اس وقت اسلام کے ماننے والوں کی کل آبادی عالمی آبادی کا ۲۳ فیصد ہو جائیگی جان ویکس کے مطابق ہر سال اسلامی ملکوں میں فی ہزار ۴۲ بچے پیدا ہوتے ہیں تیسری دنیا میں یہ تناسب ۳۴ ۔ اور مغربی صنعتی ملکوں میں یہ تناسب ۱۵ ہے۔

—— نئی دہلی، بھارت کی انتہا پسند ہندو جماعت آر ایس ایس (راشٹریہ سیوک سنگھ) کے سربراہ بالاجی دیورس نے ایک اخباری بیان میں کہا ہے ایودھیا کی رام جنم بھومی (بابری مسجد) بھگوان رام کا متبرک جائے ولادت ہے جو لوگ اسے قومی آثار قدیمہ کہتے ہیں وہ غلط ہیں۔ تاریخی اور کلچرل عمارتیں آثار قدیمہ کے حوالے کی جا سکتی ہیں یہ ہندوؤں کی عبادت گاہ ہے اس لئے اسے محکمہ آثار قدیمہ کے حوالے نہیں کیا جا سکتا۔ بالاجی دیورس نے کہا کہ ۱۸۵۷ء میں جنگ آزادی کے دوران پہلی بار اقلیت کا لفظ سننے کو ملا اور اسی لفظ نے مسلمانوں کو تقسیم کا تصور دیا اور بعد میں جب بھارتی آئین میں اقلیت کو اہم مقام دیا گیا تو ان اقلیتوں نے ابھرنا شروع کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ نہرو حکومت نے دفعہ ۳۷۰ کے تحت مقبوضہ کشمیر کو خاص درجہ دیا اسی دفعہ کے سبب خالصتانی تحریک کو فروغ ملا۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ ہندو حقیقتاً سیکولر ہے بھارت کا ہندو ہر مذہب کی عزت کرتا ہے اس کے برعکس بھارت کا مسلمان غاصب ہے۔ انہوں نے کہا کہ بھارت کی اکثریت ہندوؤں پر مشتمل ہے۔ انہوں نے کانگریس حکومت پر شدید نکتہ چینی کی اور کہا کہ بھارت میں فرقہ ورانہ فسادات کا سبب یہ ہے کہ بھارتی مسلمان کا دل صاف نہیں ہے وہ رہتا بھارت میں ہے لیکن اس کی روح پاکستان کی تعمیر وترقی کے لئے دعا گو رہتی ہے۔

———— ✤ ————

محمد صالح نور

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا خطبۂ اوّل

حضرت بانی سلسلہ نے فرمایا کہ:۔

"اگر کوئی کہے کہ حضرت عیسیٰؑ نبی اللہ ہو کر توریت کی تصدیق کے لئے آئے پس ان کے مقابل پر تمہاری گواہی کیا قدر رکھتی ہے اس جگہ بھی تصدیق جدید کیلئے کوئی نبی ہی چاہیئے تھا"

سو اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام میں اس نبوت کا دروازہ تو بند ہے جو اپنا سکہ جماتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین اور حدیث میں ہے لا نبی بعدی اور باایں ہمہ حضرت مسیح کی وفات نصوص قطعیہ سے ثابت ہو چکی لہٰذا دنیا میں اُن کے دوبارہ آنے کی اُمید طمع خام۔ اور اگر کوئی اور نبی نیا یا پرانا آوے تو ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کیونکر خاتم النبیین رہیں ہاں وحی ولایت اور مکالمات الٰہیہ کا دروازہ بند نہیں ہے۔" (ایام الصلح ص۴۷)

قریباً ایک صدی سے جماعت احمدیہ اس نظریہ پر قائم ہے اور اس کی صداقت پر دلائل و براہین پیش کرتی چلی آرہی ہے اور صاحبان علم و دانش اور حضرات فہم و فراست اس امر پر صاد کرتے چلے آئے ہیں کہ آیت خاتم النبیینؐ کسی نئے یا سابقہ نبی کے آنے میں مانع ہے اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی وفات پر ہر ممکن ذرائع سے ثبوت فراہم کئے جاتے رہے ہیں۔ اور ہمارے علم میں ایسے علماء کرام ہیں جو آیات قرآنی اور اقوال رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے قائل ہیں۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کا پہلا خطبہ جسے اجماع امت کا درجہ حاصل ہے جب تمام مسلمانوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے قبل آنے والے تمام انبیاء کی وفات پر اجماع کیا اور یہ امر روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت کوئی ایسا مسلمان موجود نہ تھا جو حضورؐ سے قبل آنے والے کسی نبی کی زندگی کا قائل ہو۔

حال ہی میں حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفۃ الرسول ؐ کا دن منایا گیا ہے اور اس سلسلہ میں ملک کے مشہور روزنامہ جنگ کی خصوصی اشاعت میں آپ کی حیات مبارکہ سے متعلق بہت عمدہ اور عالمانہ مضامین شائع کئے گئے ہیں ذیل میں ہم اس اشاعت میں سے "خلیفۂ اول صدیق اکبرؓ کے خطبات" سے ایک اقتباس قارئین کیلئے پیش کر رہے ہیں جس سے یہ امر ثابت ہو جاتا ہے کہ آج سے قریباً سو سال قبل جو عقیدہ جماعت احمدیہ کے بانی نے پیش کیا تھا اُسے قبولیت کا درجہ حاصل ہوا ہے اخبار میں لکھا ہے:

"حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پہلا خطبہ اسلامی تاریخ کے سب سے نازک وقت میں ارشاد فرمایا۔ یہ وقت تھا جب حضور اکرمؐ کے وصال کی خبر سارے شہر میں پھیل چکی تھی اور تمام مسلمانوں پر اس سانحہ سے کوہِ الم ٹوٹ پڑا تھا صدمۂ عظیم سے سب کا برا حال تھا ہر شخص کی آنکھ سے آنسوؤں کا سیلاب رواں تھا رسولؐ کے پروانے حواس کھو بیٹھے تھے کوئی یقین کرنے پر تیار نہ تھا کہ ایسا ہو سکتا ہے حضورؐ سے جس کو جتنی محبت تھی وہ اس درجہ بے حال تھا حضرت عمر فاروقؓ جیسا باہمت اور بہادر بھی شدتِ جذبات سے مغلوب ہو کر مسجد نبویؐ میں تلوار سونت کر کہنے لگا کہ جو کہے گا کہ رسول اللہ کا انتقال ہو چکا ہے میں اسکی گردن اڑا دوں گا"۔ ایسے وقت میں ایک شخص مجمع کو چیرتا ہوا آہستہ آہستہ منبر مسجد کے قریب جا کر کھڑا ہو جاتا ہے عالم یہ ہے کہ خود بھی شدتِ غم سے اسکی عجیب حالت ہے چند سیکنڈ مجمع کا جائزہ لیکر بآواز بلند حضرت عمرؓ کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے "عمر بیٹھ جاؤ"؛ عمرؓ نے بیٹھنے سے انکار کیا تو پھر کہا عمر بیٹھ جاؤ عمر پھر بھی نہ بیٹھے تو ایک مرتبہ کلمہ شہادت پڑھا اور کہا۔ اما بعد! جو کوئی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عبادت کرتا تھا وہ سن لے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو موت آچکی ہے یعنی وہ اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں لیکن جو کوئی تم میں سے اللہ کی عبادت کرتا تھا سو اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہنے والا ہے اس کا وجود ابدی اور لازوال ہے پھر کہا اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں فرماتا ہے ترجمہ" اور محمدؐ ایک رسول ہی ہے اس سے پہلے (سب) رسول مر چکے ہیں۔ پھر اگر وہ مر جائے یا قتل کیا جائے تو کیا تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے اور جو کوئی الٹے پاؤں پھر جائے تو وہ اللہ کا کچھ بھی نہیں بگاڑے گا اور اللہ شکر کرنے والوں کو جلد بدلہ دے گا۔"

(آل عمران آیت ۱۴۴)

اس واقعہ کے راوی حضرت ابن عباس کا بیان ہے کہ اللہ کی قسم اسوقت لوگوں کا یہ حال تھا کہ گویا ان کو پتہ ہی نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت بھی نازل فرمائی ہے حضرت ابوبکرؓ کے اس مختصر خطبہ کا اثر یہ ہوا کہ پھر مدینہ کے ہر آدمی کی زبان پر یہی آیت تھی جسے وہ پڑھ رہا تھا۔ گویا لوگ اندھیرے سے نکل آئے تھے اور محسوس کرنے لگے تھے کہ صدیقؓ سچ کہتے ہیں۔ حضرت عمرؓ بن خطابؓ بھی حضرت ابوبکرؓ کی اس مختصر تقریر سے اپنے جذبات پر قابو پا چکے تھے اور بے اختیار کہنے لگے اللہ کی قسم! ابوبکرؓ کے تعرف کا یہ حال تھا کہ جب انہوں نے یہ آیت تلاوت کی تو میرے پاؤں میرا بوجھ اٹھانے سے قاصر ہو گئے اور میں زمین پر بیٹھ گیا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ ابوبکرؓ جو کچھ کہتے ہیں وہ سچ ہے واقعی حضورؐ کا وصال ہو چکا ہے یعنی آپ اس جہان سے رخصت ہو چکے ہیں۔" (اخبار جنگ اشاعت خصوصی مورخہ ۳ جنوری ۸۹ء)

روشنی کے مینار

ہم کتنے خوش قسمت ہیں کہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے توفیق نصیب ہوئی کہ ہم حضرت امام کے دامن سے وابستہ ہیں آج حضرت امام کے فرمودات کو گو ایک سو سال کا عرصہ گذر گیا ہے مگر حقائق اور اقوال صداقت کو مرورِ زمانہ کا کوئی اثر بھی متاثر نہیں کر سکا۔ اور آپ کے ارشادات و فرمودات آج بھی ہمارے لئے روشنی کے مینار اور لقائے الٰہی کے راستوں کے قندیل ہیں جیسے اسوقت جب کہ آپ نے وہ ارشادات رقم فرمائے تھے۔ جماعت احمدیہ کے قیام کی اصل غرض اور بنیادی مقصد یہی تھے کہ ایک ایسی جماعت بنائی جائے جو قرآن پاک کی تعلیم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کے تحت رضائے الٰہی کی راہوں پر قدم زن ہو اور آنے والی نسلوں کے لئے مشعل راہ ثابت ہو۔ آج کی صحبت میں احباب جماعت سے آپ کی زبان میں یہ جتلانا مقصود ہے کہ ہمارا اس جماعت سے وابستہ ہونا ہم سے کیا چاہتا ہے۔ سو آپ کی اپنی زبان میں ہی سنیئے اور اپنا محاسبہ کیجیئے۔ آپ فرماتے ہیں۔

"پس اے نادانو خوب سمجھو اے غافلو خوب سوچ لو کہ بغیر سچی پاکیزگی ایمانی اور اخلاقی اور اعمالی کے کسی طرح رہائی نہیں۔

اور مجھے ان لوگوں سے کیا کام جو سچے دل سے دینی احکام اپنے سر پر نہیں اٹھا لیتے۔

اور رسول کریمؐ کے پاک جوئے کے نیچے صدق دل سے اپنی گردنیں نہیں دیتے۔

اور راست بازی کو اختیار نہیں کرتے۔

اور فاسقانہ عادتوں سے بیزار ہونا نہیں چاہتے

اور ٹھٹھے کی مجالس کو نہیں چھوڑتے

اور ناپاکی کے خیالوں کو ترک نہیں کرتے۔

اور انسانیت اور تہذیب اور صبر اور نرمی کا جامہ نہیں پہنتے بلکہ:

غریبوں کو ستاتے اور عاجزوں کو دھکے دیتے

اور اکڑ کر بازاروں میں چلتے

اور تکبر سے کرسیوں پر بیٹھتے ہیں

اور اپنے تئیں بڑا سمجھتے ہیں۔

اور غریبوں اور مسکینوں کی عزت کرتے

اور عاجزوں کو تعظیم سے پیش آتے ہیں۔

اور کبھی شرارت اور تکبر کی وجہ سے ٹھٹھا نہیں کرتے۔

اور اپنے رب کریم کو یاد رکھتے ہیں

اور زمین پر غریبی سے چلتے ہیں

سو میں بار بار کہتا ہوں کہ ایسے ہی لوگ ہیں جن کے لئے نجات تیار کی گئی ہے۔ جو شخص شرارت اور تکبر اور خود پسندی اور غرور اور دنیا پرستی اور لالچ اور بدکاری کی دوزخ سے اس جہان میں باہر نہیں وہ اُس جہان میں کبھی باہر نہ ہوگا۔

میں کیا کروں اور کہاں سے ایسے الفاظ لاؤں جو اس گروہ کے دلوں پر کارگر ہوں۔

خدایا مجھے ایسے الفاظ عطا فرما جو ان دلوں پر اپنا زور ڈالیں اور تریاقی خاصیت سے ان کی زہر کو دور کریں میری جان اس شوق سے تڑپ رہی ہے کہ کبھی وہ دن ہو کہ اپنی جماعت میں بکثرت ایسے لوگ دیکھوں جنہوں نے درحقیقت جھوٹ چھوڑ دیا اور ایک سچا عہد اپنے خدا سے کر لیا کہ وہ ہر یک شر سے اپنے تئیں بچائیں گے اور تکبر سے جو تمام شرارتوں کی جڑ ہے بالکل دور جا پڑیں گے اور اپنے رب سے ڈرتے رہیں گے۔"

(شہادۃ القرآن ص۱۰۳ و ص۱۰۴)

جان و دلم فدائے جمال محمدؐ است
خاکم نثار کوچۂ آل محمدؐ است
دیدم بعین قلب و شنیدم بگوش ہوش
در ہر مکاں ندائے کمال محمدؐ است

روحانیات

محترم ملک ظفر اللہ خاں صاحب

دُعا - اور - اُسکی قبولیّت

دُنیا کی دولت اور سلطنت رشک کا مقام نہیں بلکہ رشک کا مقام دُعا ہے۔ دعا بڑی عجیب چیز ہے۔ مگر افسوس یہ ہے کہ نہ دعا کرنے والے آداب دُعا سے واقف ہیں اور نہ اس زمانہ میں دُعا کرنے والے ان طریقوں سے واقف ہیں جو قبولیت دُعا کے ہوتے ہیں۔ الّا ماشاء اللہ۔ حقیقت تو یہ ہے کہ دعا کی حقیقت ہی سے بالکل اجنبیت ہوگئی ہے۔ بعض ایسے ہیں جو سرے سے دُعا کے منکر ہیں اور جو دُعا کے منکر تو نہیں ان کی حالت ایسی ہوگئی ہے کہ چونکہ ان کی دعائیں بوجہ آداب الدعا کی ناواقفیت کے قبول نہیں ہوتی ہیں کیونکہ دعا اپنے اصلی معنوں میں دُعا ہوتی ہی نہیں اس لئے وہ منکرین دعا سے بھی گری ہوئی حالت میں ہیں ان کی عملی حالت نے دوسروں کو دہریت کے قریب پہنچا دیا ہے۔

دُعا کے لئے سب سے اوّل اس امر کی ضرورت ہے کہ دعا کرنے والا کبھی تھک کر مایوس نہ ہو جاوے اور اللہ تعالیٰ پر بدظنی نہ کر بیٹھے کہ اب کچھ بھی نہیں ہوگا بعض اوقات دیکھا گیا ہے کہ اس قدر دعا کی گئی ہے کہ جب مقصد کا شگوفہ سرسبز ہونے کے قریب ہوتا ہے دُعا کرنیوالے تھک گئے ہیں جس کا نتیجہ ناکامی اور نامرادی ہوگیا ہے اور اس نامرادی نے یہاں تک بُرا اثر پہنچایا ہے کہ پھر دعا کی تاثیرات کا انکار شروع ہوا اور رفتہ رفتہ اس درجہ تک نوبت پہنچ جاتی ہے کہ پھر اللہ کا بھی انکار کر بیٹھتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ اگر اللہ ہوتا اور وہ دعاؤں کو قبول کرنے والا ہوتا تو اس قدر عرصہ دراز تک جو دُعا کی گئی ہے کیوں قبول نہ ہوئی۔؟

مگر ایسا خیال کرنے والا اور ٹھوکر کھانے والا انسان اگر اپنے عدم استقلال اور تلون کو سوچے تو اسے معلوم ہو جائے کہ یہ ساری نامرادیاں اس کی اپنی ہی جلد بازی اور شتابکاری کا نتیجہ ہیں۔ جن پر اللہ کی قوتوں اور طاقتوں کے متعلق بدظنی اور نامرادکرنیوالی مایوسی بڑھ گئی پس کبھی تھکنا نہیں چاہیئے۔

دُعا کی حالت ایسی ہی ہے جیسے ایک زمیندار باہر جا کر اپنے کھیت میں ایک بیج بو آتا ہے اب بظاہر تو یہ حالت ہے کہ اس نے اچھے بھلے اناج کو مٹی کے نیچے دبا دیا اسوقت کوئی کیا سمجھ سکتا ہے کہ یہ دانہ ایک عمدہ درخت کی صورت میں نشوونما پاکر پھل لائیگا۔ باہر کی دنیا اور خود زمیندار بھی نہیں دیکھ سکتا کہ دانہ اندر ہی اندر زمین میں ایک پودہ کی صورت اختیار کر رہا ہے مگر حقیقت یہی ہے کہ تھوڑے دنوں کے بعد وہ دانہ گل کر اندر ہی اندر پودہ بننے لگتا ہے اور تیار ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کا سبزہ اوپر نکل آتا ہے، اور دوسرے لوگ بھی اس کو دیکھ سکتے ہیں۔ اب دیکھو وہ دانہ جس وقت سے زمین کے نیچے ڈالا گیا تھا دراصل اسی ساعت سے وہ پودا بننے کی تیاری کرنے لگ گیا تھا مگر ظاہر بین نگاہ اس سے کوئی خبر نہیں رکھتی اور اب جبکہ اس کا سبزہ باہر نکل آیا تو سب نے دیکھ لیا لیکن ایک نادان بچہ اس وقت یہ نہیں سمجھ سکتا کہ اس کو اپنے وقت پر پھل لگے گا وہ یہ چاہتا ہے کہ کیوں نہیں اسی وقت اس کو پھل لگتا مگر عقلمند زمیندار خوب سمجھتا ہے کہ اس کے پھل کا کونسا موقع ہے وہ صبر سے اس کی نگرانی کرتا اور غور پرداخت کرتا رہتا ہے اور اس طرح پر وہ وقت آجاتا ہے کہ جب اس کو پھل لگتا اور وہ پک بھی جاتا ہے یہی حال دُعا کا ہے اور بعینہٖ اسی طرح دعا نشوونما پاتی اور مثمر بثمرات ہوتی ہے۔ جلد باز پہلے ہی تھک کر رہ جاتے ہیں اور صبر کرنیوالے مآل اندیش استقلال کے ساتھ لگے رہتے ہیں اور اپنے مقصد کو پالیتے ہیں۔ یہ بھی سچی بات ہے کہ دعا میں بڑے بڑے مراحل اور مراتب ہیں جن کی ناواقفیت کیوجہ سے دعا کرنیوالے اپنے ہاتھ سے محروم ہو جاتے ہیں ان کو ایک طرح کی جلد بازی لگ جاتی ہے اور وہ صبر نہیں کر سکتے حالانکہ اللہ تعالےٰ کے کاموں میں ایک تدریج ہوتی ہے۔

دیکھو یہ کبھی نہیں ہوتا کہ آج انسان شادی کرے تو کل کو اس کے گھر بچہ پیدا ہو جاوے حالانکہ وہ قادر ہے جو چاہے کر سکتا ہے مگر جو قانون اور نظام اس نے مقرر کر دیا ہے وہ ضروری ہے پہلے نباتات کی نشوونما کی طرح کچھ پتہ ہی نہیں لگتا۔ تین چار ماہ تک کوئی یقینی بات نہیں کر سکتا پھر کچھ حرکت محسوس ہونے لگتی ہے اور پوری میعاد گذرنے پر بہت بڑی تکالیف برداشت کرنے کے بعد بچہ پیدا ہو جاتا ہے بچہ کا پیدا ہونا ماں کا بھی ساتھ ہی پیدا ہونا ہوتا ہے۔ مرد شاید ان تکالیف اور مصائب کا اندازہ نہ کر سکیں جو اس مدت حمل کے درمیان عورت کو برداشت کرنی پڑتی ہیں مگر یہ سچی بات ہے کہ عورت کی بھی ایک نئی زندگی ہوتی ہے اب غور کرو کہ اولاد کے لئے پہلے ایک موت خود اس کو قبول کرنی پڑتی ہے تب کہیں جاکر وہ اس خوشی کو دیکھتی ہے۔

اسی طرح پر دعا کرنے والے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ تلون اور عجلت کو چھوڑ کر ساری تکلیفوں کو برداشت کرتا رہے اور کبھی بھی یہ وہم نہ کرے کہ دعا قبول نہیں ہوئی۔ آخر آنیوالا زمانہ آجاتا ہے اور دُعا کے نتیجہ کے پیدا ہونے کا وقت پہنچ جاتا ہے جبکہ گویا مراد کا بچہ پیدا ہوتا ہے۔ دعا کو پہلے ضروری ہے کہ اس مقام اور حد تک پہنچایا جاوے جہاں پہنچ کر وہ نتیجہ خیز ثابت ہو جس طرح پر آتشی شیشی کے نیچے کپڑا رکھ دیتے ہیں اور سورج کی شعاعیں اس شیشہ پر آکر جمع ہوتی ہیں اور ان کی حرارت وحدت اس مقام تک پہنچ جاتی ہے جو اس کپڑے کو جلا دے پھر یکایک وہ کپڑا جل اٹھتا ہے اسی طرح پر ضروری ہے کہ دعا اس مقام تک پہنچے جہاں اس میں وہ قوت پیدا ہو جاوے کہ نامرادیوں کو جلا دے اور مقصد مراد کو پورا کرنیوالی ثابت ہو جاوے۔

پیدا است ندا را کہ بلند است جنابت

مدت دراز تک انسان کو دعاؤں میں لگے رہنا پڑتا ہے، آخر اللہ تعالیٰ ظاہر کر دیتا ہے۔ میں نے اپنے تجربہ سے دیکھا ہے اور گزشتہ راستبازوں کا تجربہ بھی اس پر شہادت دیتا ہے کہ اگر کسی معاملہ میں دیر تک خاموشی کرے تو کامیابی کی امید ہوتی ہے لیکن جس امر میں جلد جواب مل جاتا ہے وہ ہونے والا نہیں ہوتا۔ عام طور پر ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ ایک سائل جب کسی کے دروازہ پر مانگنے کے لئے جاتا ہے اور نہایت عاجزی اور اضطراب سے مانگتا ہے اور کچھ دیر تک جھڑکیاں کھا کر بھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹتا اور سوال کئے ہی جاتا ہے تو آخر اس کو بھی کچھ شرم آہی جاتی ہے خواہ کتنا ہی بخیل کیوں نہ ہو پھر بھی کچھ نہ کچھ سائل کو دے ہی دیتا ہے تو کیا دعا کرنے والے کو کم از کم ایک معمولی سائل جتنا استقلال بھی نہیں ہونا چاہیئے۔ اور خدا تعالیٰ جو کریم ہے اور حیا رکھتا ہے جب دیکھتا ہے کہ اس کا عاجز بندہ ایک عرصہ سے اس کے آستانہ پر گرا ہوا ہے تو کبھی اس کا انجام بد نہیں کرتا۔ اگر انجام بد ہو تو اپنے ظن سے ہوتا ہے جیسے ایک حاملہ عورت چار پانچ ماہ کے بعد کہے کہ اب بچہ کیوں پیدا نہیں ہوتا اور اس خواہش میں کوئی مسقط دوا کھالے تو اسوقت کیا بچہ پیدا ہوگا یا ایک مایوسی بخش حالت میں وہ خود مبتلا ہوگی۔ اسی طرح جو شخص قبل از وقت جلدی کرتا ہے وہ نقصان ہی اٹھاتا ہے اور نرا نقصان بلکہ ایمان کو بھی صدمہ پہنچاتا ہے بعض ایسی حالت میں دہریہ ہو جاتے ہیں۔ ہمارے گاؤں میں ایک نجار تھا اس کی عورت بیمار ہوئی اور آخر وہ مرگئی اس نے کہا کہ اگر خدا ہوتا تو میں نے اتنی دعائیں کی تھیں وہ قبول ہو جاتیں اور میری عورت نہ مرتی اور اس طرح پر وہ دہریہ ہوگیا لیکن سعید اگر اپنے صدق اور اخلاص سے کام لے تو اس کا ایمان بڑھتا ہے اور سب کچھ ہو بھی جاتا ہے زمین کی دولتیں خدا تعالیٰ کے آگے کیا چیز ہیں وہ ایک دم میں سب کچھ کر سکتا ہے۔ کیا دیکھا نہیں کہ اس نے اس قوم کو جس کو کوئی جانتا بھی نہ تھا بادشاہ بنا دیا اور بڑی بڑی سلطنتوں کو ان کا تابع فرمان بنا دیا اور غلاموں کو بادشاہ بنا دیا۔ انسان اگر تقویٰ اختیار کرے اور خدا تعالیٰ کا ہو جاوے تو دنیا میں اعلیٰ درجہ کی زندگی ہو مگر شرط یہی ہے کہ صادق اور جواں مرد ہو کر دکھائے دل متزلزل نہ ہو اور اس میں کوئی آمیزش ریاکاری اور شرک کی نہ ہو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام میں وہ کیا بات تھی جس نے اس کو ابو الملۃ اور ابو الحنفا قرار دیا اور خدا تعالیٰ نے ان کو اس قدر عظیم الشان برکتیں دیں کہ شمار میں نہیں آسکتیں وہ یہی صدق اور اخلاص تھا۔ دیکھو ابراہیم علیہ السلام نے بھی ایک دعا کی تھی کہ اس کی اولاد میں سے عرب میں ایک نبی پیدا ہو۔ پھر کیا وہ اسی وقت قبول ہوگئی ابراہیمؑ کے بعد ایک عرصہ دراز تک کسی کو خیال بھی نہیں آیا کہ اس دعا کا کیا اثر ہوا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی صورت میں وہ دعا پوری ہوئی۔

ظاہری نماز اور روزہ اگر اس کے ساتھ اخلاص اور صدق نہ ہو کوئی خوبی اپنے اندر نہیں رکھتا جوگی اور سنیاسی بھی اپنی جگہ بڑی بڑی ریاضتیں کرتے ہیں۔ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ ان میں سے بعض اپنے ہاتھ تک سکھا دیتے ہیں اور بڑی بڑی مشقتیں اٹھاتے اور اپنے آپ کو مشکلات اور مصائب میں ڈالتے ہیں لیکن یہ تکالیف ان کو کوئی نور نہیں بخشتیں اور نہ کوئی سکینت اور اطمینان ان کو ملتا ہے بلکہ اندرونی حالت اُن کی خراب ہوتی ہے۔ وہ بدنی ریاضت کرتے ہیں جس کو اندر سے کم تعلق ہوتا ہے اور کوئی اثر ان کی روحانیت پر نہیں پڑتا اسی لئے قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا لن ینال اللہ لحومھا ولا دماءھا ولکن ینالہ التقوٰی یعنی اللہ تعالیٰ کو تمہاری قربانیوں کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا بلکہ تقویٰ پہنچتا ہے۔ حقیقت میں اللہ تعالیٰ پوست کو پسند نہیں کرتا بلکہ وہ مغز چاہتا ہے

اب سوال یہ ہوتا ہے کہ اگر گوشت اور خون نہیں پہنچتا بلکہ تقویٰ پہنچتا ہے تو پھر قربانی کرنے کی کیا ضرورت ہے اور اسی طرح نماز روزہ اگر روح کا ہے تو پھر ظاہر کی کیا ضرورت ہے۔ اس کا جواب یہی ہے کہ یہ بالکل پکی بات ہے کہ جو لوگ جسم سے خدمت لینا چھوڑ دیتے ہیں ان کو روح نہیں ملتی اور ان میں وہ نیازمندی اور عبودیت پیدا نہیں

(بقیہ صفحہ ۱۳ پر)

اِسلام میں اِجتہاد کی اہمیّت

موجودہ دور میں اجتہاد کی ضرورت کے حوالے سے بڑی ہی قیمتی آراء قوم کے سامنے لائی گئی ہیں لیکن جن امور کے بارے میں اجتہاد کی ضرورت انتہائی شدت سے محسوس کی جاتی ہے اسکی طرف کماحقہٗ توجہ نہیں دی گئی زیر نظر مضمون میں مختصراً ان باتوں کی طرف اپنی قوم کے عظیم دانشوروں اور خاص طور پر مذہبی قیادت کو متوجہ کرنا ضروری خیال کرتا ہوں جو نہ صرف ہر اعتبار سے اجتماعی ہیں بلکہ یہ ایسے مسائل ہیں جن کے آج تک حل نہ ہونے کی وجہ سے اسلام کی ساکھ کو بحیثیت دین، بحیثیت دستور بحیثیت نظام زندگی اپنوں اور غیروں کی نظروں میں نقصان پہنچا ہے اور اس قسم کے رجحانات روز بروز کسی اسلامی اور غیر اسلامی ریاست میں استحکام حاصل کر رہے ہیں آج کے دور جدید میں قرآن دین اسلام ایک نظام مملکت کی حیثیت سے افراد و مملکت کے مسائل کا حل پیش نہیں کر سکتا۔ اگر اس قسم کے نظریات مسلموں اور غیر مسلموں کے اذہان میں جگہ حاصل کر لیں تو ہم انہیں مورد الزام نہیں ٹھہرا سکتے۔ اس معاملے میں وہ حق بجانب ہیں دنیا کے پچاس مسلم ممالک میں جن میں سے کسی ایک مسلم مملکت نے بھی اس کا ٹھیک طرح سے جائزہ نہیں لیا ہے۔

عام طور پر ایک تاثر ہے کہ سینکڑوں مسائل ایسے ہیں جن کا جواب قرآن کریم پیش نہیں کر سکتا۔ یا دین اسلام میں اسکی گنجائش نہیں۔ یاد رہے قرآن کریم خود مبین ہے اور اسی ضمن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے :

"اور اے رسُول ہم نے آپ پر اپنی کتاب نازل فرمائی ہے جو ہر مسئلے کی خود وضاحت کرنیوالی ہے اور فرمانبرداروں کیلئے ہدایت رحمت وبشارت ہے" (۱۶/۸۹)

اور اس کے علاوہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

"اور ہم نے ہر مسئلے کو کھول کھول کر بیان کر دیا ہے" (۱۷/۱۲)

اور ساتھ ہی حکم دیدیا ہے کہ جو مسائل اور جن مسائل کے جزو گوشے بیان نہیں کئے گئے ان کے متعلق کرید نہ کریں (۱-۱/۵) یعنی ایمان والو ان مسائل کے متعلق سوال نہ کرنا جو زمان و مکان کے تقاضوں اور اقوام اور افراد کی انفرادی آزادی پر چھوڑ دیئے گئے ہیں اگر سب بتا دیئے جائیں تو تمہاری آزادی چھن جائیگی اور تمہارے لئے تنگی اور دشواری کا موجب بن جائیگی بالفاظ دیگر (۱۶/۸۹) اور (۱۷/۱۶) میں اعلان کر دیا گیا ہے کہ ہم نے اپنی کتاب میں انسانی ضروریات کے تمام مسائل پوری طرح کھول کھول کر بیان کر دیئے ہیں۔ اور (۵/۱۰۱) میں منع کر دیا گیا ہے کہ قرآنی وضاحت اور صراحت سے زائد سوال نہ کرنا جن مسائل کی فروعات سے درگزر کیا گیا ہے وہ مکان و زمان کے تقاضوں اور تمہاری انفرادی آزادی کے پیش نظر خود معاف فرمایا ہے قرآن میں کوئی کمی کجی نہیں رکھی گئی۔

صلوٰۃ زکوٰۃ حج پیدائش موت نکاح طلاق اور جملہ معاشرتی مسائل کی اصولی حدود و قیود متعین کر دی گئی ہیں اور ان غیر متبدل حدود کے دائرے میں مکان و زمان کی ضرورتوں کے مطابق نوع انسانی کو انفرادی آزادی عطا کر دی گئی ہے۔ کہ جس حد تک کسی مسئلے کی فروعی شقوں کو پابند کرنا ضروری تھا اس حد تک اصول کے ساتھ فروعات کی وضاحت بھی کر دی گئی ہے اور باقی گوشے آزاد چھوڑ دیئے گئے ہیں مثلاً یہ حکم تو آیا ہے کہ اے نوع انسانی (آدم) بیشک ہم نے تم پر لباس کا حکم نازل کیا ہے کہ وہ تمہاری برہنگی کو ڈھانپے اور خوبصورت بھی ہو لیکن اس حکم کی عالمگیریت کو قائم رکھتے ہوئے یہ پابندی نہیں لگائی گئی کہ صرف تہبند اور کرتہ ہی پہنا جائے۔ کوٹ پتلون اور قمیض شلوار یا چست پاجامہ اور شیروانی استعمال نہ کی جائے اسی طرح حجامت کے متعلق (۲۷/۴۸) کے الفاظ میں سر اور داڑھی کے سب بال شامل ہیں منڈوانے یا کتروانے کی اجازت تو موجود ہے لیکن یہ پابندی نہیں کہ ضروری ہی کتوائے جائیں اگر کتوائے یا منڈوائے جائیں تو کتنی لمبائی تک اور کس ملک کی وضع قطع کے مطابق کٹائے جائیں بلکہ پورے کرہ ارض کے گوشے قیامت تک کے تقاضوں کا ساتھ دینے کیلئے ان گوشوں کو آزاد چھوڑ دیا ہے۔ اس ساری بحث قرآنی کے بعد واضح ہوا کہ ختم نبوت کے بعد انسانی راہنمائی کی صورت یہ قرار پائی کہ :

۱۔ جن امور کے متعلق قرآن کریم نے اصولی راہنمائی دی ہے۔ جماعت مومنین یعنی اسلامی مملکت امت کے مشورہ سے اپنے حالات کے مطابق یہ خود طے کرے کہ ان اصولوں پر عمل پیرا ہونے کے لئے کیا طریق کار اختیار کیا جائے۔

۲۔ اسلامی مملکت اس امر کا بھی فیصلہ کرے کہ قوم کے موجودہ حالات کیا ہیں اور قرآنی اصول واحکام کو کس طرح نافذ کیا جائے کہ وہ بتدریج آہستہ آہستہ آخری منزل تک پہنچ جائے یعنی نصب العین تو قرآن نے متعین کر دیا ہے۔ لیکن اس نصب العین تک بتدریج پہنچنے کیلئے عملی پروگرام حالات کے تقاضوں کے مطابق خود وضع کرے واضح رہے جہاں تک احکام قرآنی کا تعلق ہے اسلامی مملکت ان کا نفع حالات اور شرائط کا تعین کرے جن کے مطابق انہیں نافذ کیا جائے۔

قرآنی راہنمائی کے مطابق سب سے پہلی اسلامی مملکت نبی اکرمؐ نے متشکل فرمائی اس سلسلہ میں حضورؐ کو حکم دیا گیا کہ (۳/۱۵۸) معاملات میں افراد ملت (یعنی اپنے رفقاء) سے مشورہ کیا کرو۔ قرآن کریم کے احکام اور اصول و اقدار جو سب منزل من اللہ تھے ان میں خود رسول اللہؐ کے ذاتی خیالات وافکار کا بھی کوئی دخل نہیں تھا چہ جائیکہ دوسروں کے مشورہ لیا جاتا۔ جو کچھ مشاورت سے طے کیا جاتا مقصود تھا وہ یہی تھا کہ جو حالات اس وقت درپیش ہیں ان کی روشنی میں قرآنی اصولوں کی چار دیواری کے اندر رہتے ہوئے کس قسم کے جزئی ضوابط مرتب کئے جائیں اور جو احکام قرآن میں آئے ہیں انہیں کون سی شرائط و حدود کے ساتھ نافذ کیا جائے۔ ان امور کے فیصلے باہمی مشاورت سے طے پاتے ہیں اور ظاہر ہے کہ ان فیصلوں میں حالات کے مطابق حک و اضافہ اور تغیر و تبدل ہوتا رہتا تھا۔

اس سلسلہ میں ایک عملی مثال پر غور فرمائیں قرآن کریم کی رو سے زمین یا وسائل پیداوار پر کسی کی ذاتی ملکیت نہیں ہو سکتی یہ امت کی مشترکہ تحویل میں رہتی ہے اور مملکت اس کا انتظام کرتی ہے تاکہ وہ افراد معاشرہ کو رزق بہم پہنچانے کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکے۔ رسُول اللہؐ کے زمانے میں مختلف اراضیات مملکت کے قبضہ میں آئیں۔ آپؐ نے مفاد عامہ کے پیش نظر حالات کے تقاضے کے مطابق ان کے متعلق مختلف انتظامات فرمائے مثلاً خیبر فتح ہونے پر زمین کو مملکت کی تحویل میں لے لیا گیا اس میں سے کچھ حصہ لشکریوں کو دیدیا گیا اور بقیہ حصہ اصل باشندوں کے پاس رہنے دیا اور پیداوار میں حکومت اور اصل باشندوں دونوں کو شریک کر لیا۔ وادی القریٰ کی کل زمین آپؐ نے اصل باشندوں کے پاس رہنے دی اسکے برعکس بنو امیہ جو جائیداد اور زمین چھوڑ گئے آپؐ نے اسے مملکت کے زیر انتظام مسلمانوں میں تقسیم کر دیا مکہ فتح ہونے کے بعد تمام زمینیں خلافت کے زیر انتظام اصل باشندوں کے پاس رہنے دیں۔ ان تصریحات سے آپ نے دیکھ لیا کہ قرآن کا یہ اصول کہ (زمین پر ذاتی ملکیت نہیں ہو سکتی۔ وہ مملکت کی تحویل میں رہے گی) تو اپنی جگہ اٹل رہا اور غیر متبدل بھی لیکن زمین کا انتظام موقع اور محل کے لحاظ سے بدلا جاتا رہا۔ آگے چل کر ہم دیکھیں گے کہ جب عراق کی زمینیں فتح ہوئیں تو حضرت عمرؓ نے ان کا کیا انتظام کیا۔

اسی طرح جرائم کی سزا کے سلسلہ میں بھی آپؐ نے مجرموں کے احوال و کوائف اور ان کی ذہنی سطح اور نفسیاتی کیفیت کے پیش نظر مختلف اوقات میں مختلف فیصلے صادر فرمائے مثلاً ایک شخص نے شراب پی اور اپنے آپ کو خود ہی سزا کے لئے پیش کر دیا۔ آپ نے اس کی حالت کا جائزہ لیا اور فرمایا کہ تم نے ہمارے ساتھ صلوٰۃ پڑھی ہے۔ اس نے کہا کہ ہاں پڑھی ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ جاؤ خدا نے تمہیں معاف کر دیا (مشکوٰۃ الصلوٰۃ) اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس شخص نے ہمیشہ کے لئے شراب نوشی سے توبہ کر لی۔ یہ تھا اس میں اصلاح کا امکان جس کے پیش نظر حضورؐ نے اس پر تعزیر وارد نہیں کی۔

ایک واقعہ میں اصل مجرم کی جگہ غیر مجرم پکڑا گیا اور قانون کے مطابق حضورؐ نے اس کو سزا کا حکم بھی سنا دیا لیکن بعد میں اصل مجرم نے آکر کہا کہ مجرم وہ نہیں میں ہوں اس پر آپؐ نے دونوں کی سزا معاف فرما دی۔ پہلے کی اس لئے کہ وہ مجرم نہیں تھا اور دوسرے کی یہ کہہ کر اس نے ایک بے گناہ کو سزا سے بچانے کے لئے اپنے آپ کو خود ہی سزا کے لئے پیش کر دیا۔ اس سے اس نے ایسی بلندی کردار کا ثبوت دیا کہ وہ معافی کا مستحق ہو گیا ہے (نسائی) اس قسم کی اکثر مثالیں حضورؐ کے صادر فرمودہ فیصلوں میں ملتی ہیں۔ ایسے فیصلے کرتے وقت قوم کے عمومی جذبات کا بھی خیال رکھا جاتا ہے مثلاً حضرت ابراہیمؑ نے کعبہ تعمیر کیا تو حطیم اس کے شامل تھا جب قریش نے اس کی تعمیر نو کی تو حطیم باہر نکال دیا۔ رسُول اللہؐ چاہتے تھے کہ حطیم کو کعبہ کے اندر شامل کر کے اسے ابراہیمی خطوط کے مطابق تعمیر کر دیا جائے لیکن آپؐ نے ایسا نہیں کیا۔ حضرت عائشہؓ کے استفسار پر آپؐ نے فرمایا کہ "اگر تیری قوم نئی نئی کفر سے اسلام کی طرف نہ آئی ہوتی تو میں کعبہ کو منہدم کر کے اساس

ابراہیمی پر اس کی تعمیر کرنا اور حطیم کو اس کے اندر شامل کر لینا۔ (مسلم) ان مثالوں سے واضح ہے کہ دین کے اصول و اقدار تو ہمیشہ غیر متبدل رہتے تھے لیکن ان کی روشنی میں مختلف امور کے فیصلے کرتے وقت مصالح عمومی افراد کے احوال و کوائف اور قوم کے امیال و عواطف کا لحاظ رکھا جاتا تھا اسی طرح مختلف اوقات میں طریق کار کا بھی اختلاف ہوتا تھا مثلاً عدل قرآن کا بنیادی اصول ہے جس میں کسی صورت میں بھی تبدیلی نہیں ہو سکتی لیکن عدل کو بروئے کار لانے کا طریق مختلف اوقات میں مختلف ہو گا۔

چنانچہ اس سلسلے میں علامہ ابن قیمؒ لکھتے ہیں

"شریعت سے اللہ کا مقصود بندوں میں عدل و انصاف کا قیام ہے جس طریق کے ذریعے عدل و انصاف قائم کیا جائے گا وہ ہی دین ہو گا اسے دین کے خلاف نہیں کہا جائیگا لہٰذا دین کے اصولوں پر عمل پیرا ہونے کے لئے جو طریق کار اختیار کیا جائے جو حالات اور زمانے کے تقاضوں کے مطابق بدلتے رہیں گے۔ شرط یہ ہے کہ وہ طریق کار قرآنی اقدار سے ٹکرائیں خود حضورؐ نے مختلف اوقات میں مختلف طریق کار اختیار فرمائے تھے۔

خلافت راشدہ: حضور نبی کریم صلعم نے اسلامی مملکت کو قائم فرمایا اور عملاً بتلا دیا کہ اس میں ثبات و تغیر کا امتزاج کس طرح سے ہو گا اس کے بعد حضورؐ دنیا سے تشریف لے گئے۔ اور مملکت کا نظام خلافت راشدہ کی تحویل میں آ گیا حضرت ابوبکر صدیقؓ کا زمانہ خلافت بہت مختصر تھا ان کے بعد حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں مملکت کی حدود بہت پھیل گئیں نئی نئی قومیں حلقہ بگوش اسلام ہوئیں۔ مختلف تہذیبوں کے ساتھ واسطہ پڑا متنوع انداز کے تمدن سامنے آئے۔ کاروبار مملکت وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا۔ اس سے نئے مسائل ابھرے جن کا حل کرنا مملکت کا فریضہ تھا۔ یہی وہ حقیقت تھی جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ:

"بے شک خدائے بزرگ و برتر حالات اور زمانے کے تقاضوں سے لوگوں کے لئے نئے نئے مسائل پیدا کرتا رہتا ہے" (کتاب المیزان)

ان نئے مسائل سے نمٹنے کے لئے ضروری تھا کہ نئے نئے فیصلے کئے جاتے جو معاملات پہلی بار سامنے آئے اور ان کے متعلق جو فیصلے کئے گئے۔ انہیں مورخین نے اولیات عمرؓ کی اصطلاح سے تعبیر کیا ہے اور ان کی فہرست طویل ہے جن امور کے فیصلے عہد رسالت مآبؐ اور خلافت صدیقی کے زمانے میں ہوتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے بدلتے ہوئے حالات کے مطابق ان میں بھی تغیر و تبدل کیا یہی وہ گوشہ ہے جو قابل غور ہے ایسے فیصلوں کی تعداد بھی کثیر ہے اسلامی نظام میں ناقابل تغیر قرآن کریم کے اصول و اقدار ہوتے ہیں اور ان کی روشنی میں جو فیصلے کئے جاتے ہیں وہ حالات کے تغیر سے بدلتے رہتے ہیں۔ نیز یہ کہ قرآن کریم کے احکام کا نفاذ بھی موقع اور محل کی رعایت سے مناسب شرائط سے مشروط ہوتا ہے ملاحظہ فرمائیے:

حضرت عمرؓ کے فیصلے

۱۔ قرآن کریم میں مسلمان مردوں کو اہل کتاب کی عورتوں سے شادی کرنے کی اجازت دی گئی ہے عہد رسالت مآبؐ اور خلافت صدیقی میں اس کے مطابق عمل ہوتا رہا لیکن حضرت عمرؓ نے یہ کہہ کر اسے روک دیا کہ مجھے خطرہ ہے کہ یہ عورتیں امت میں فتنہ برپا کرنیکا موجب نہ بن جائیں۔

۲۔ اسی طرح قرآن کریم میں اہل کتاب کے طعام کو حلال قرار دیا گیا ہے لیکن حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ مسلمانوں کے شہروں سے یہودیوں اور عیسائیوں کے ذبیحہ خانے ہٹا دیئے جائیں اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ ہم اپنے انتظام کی بنا پر ان سے مستغنی ہو گئے ہیں۔

۳۔ قرآن کریم میں صدقات کے مال میں مؤلفۃ القلوب کا حصہ رکھا گیا ہے اس سے مقصد یہ تھا کہ جو لوگ اپنے سابقہ معاشرے سے کٹ کر اسلامی معاشرہ میں داخل ہوں اور اس سے انہیں مالی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے تو اس مد سے ان کی امداد کی جاتے۔ رسول اللہ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانے میں اس پر عمل ہوتا رہا لیکن فاروق اعظم نے یہ کہہ کر اسے تبدیل کر دیا کہ اب ملک میں ایسی خوشحالی پیدا ہو چکی ہے کہ کسی کو مالی مشکلات سے دوچار نہیں ہونا پڑتا اس لئے مؤلفۃ القلوب کے لئے الگ امداد کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ (احکام القرآن)

۴۔ رسول اللہ کے زمانے میں شرابی کو معمولی سزا دی جاتی تھی جس سے وہ اپنے کئے پر نادم ہو جائے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس کی سزا چالیس کوڑے مقرر کی۔ اور حضرت عمرؓ نے اسے بڑھا کر اسی کوڑے کر دیا۔

۵۔ قرآن کریم کی رو سے سرقہ (چوری) کی سزا ید ہے لیکن حضرت عمرؓ نے قحط کے زمانہ میں اس سزا کو موقوف کر دیا۔ عام حالات میں بھی اگر کوئی شخص بھوک سے مجبور ہو کر اضطراری حالت میں چوری کر لیتا تو اسے سزا نہ دی جاتی۔ ایک شخص کے غلاموں نے کسی کا اونٹ چرا کر کھا لیا تحقیق پر معلوم ہوا کہ ان کا مالک انہیں بھوکا رکھتا تھا جس کی وجہ سے مجبور ہو کر انہوں نے یہ اقدام کیا حضرت عمرؓ نے چوروں کو تو معاف کر دیا اور اونٹ کے مالک کو ان غلاموں کے مالک سے یہ کہہ کر تاوان دلوا دیا کہ اس جرم کے مرتکب درحقیقت تم ہو جس نے غلاموں کو بھوکا رکھ کر انہیں چوری کرنے پر مجبور کر دیا۔ (آپ کا یہ فیصلہ اسلامی نظام معیشت میں بڑی اصولی اہمیت رکھتا ہے۔)

۶۔ رسول اللہ کا فیصلہ تھا کہ کسی مسلمان کا مال اس کی رضامندی کے بغیر نہیں لیا جا سکتا لیکن حضرت عمرؓ کے زمانے میں ایک شخص نے شکایت کی کہ اس کی زمین تک پانی اسی صورت میں پہنچ سکتا ہے کہ پانی کی نالی فلاں شخص کی زمین سے گزرے اور وہ اس کے لئے رضامند نہیں ہوتا۔ حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ وہ شخص اسے پانی لے جانے دے اور اس کے راستے میں بالکل مزاحم نہ ہو۔

۷۔ اس سلسلہ میں عہد فاروقی کا سب سے اہم فیصلہ عراق اور شام کی مفتوحہ زمینوں کے متعلق ہے ہم پہلے دیکھ چکے ہیں کہ قرآن کریم کی رو سے زمین پر کسی کی ذاتی ملکیت جائز نہیں اسے مملکت کی تحویل میں رہنا چاہیئے رسول اللہؐ کے زمانے میں اراضیات کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے مسلمانوں کے قبضے میں آتے تھے جنہیں مال غنیمت کے طور پر بالعموم سپاہ امت میں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ اگرچہ (جیسا کہ ہم پہلے دیکھ چکے ہیں) ان کے متعلق رسول اللہ نے بھی مختلف انتظامی طریق اختیار فرمائے تھے۔ جب عراق اور شام کے علاقے فتح ہوئے تو ایک تو وہ رقبے بڑے وسیع و عریض تھے اور دوسرے وہاں کی زمینیں بڑی زرخیز تھیں صحابہ کی اکثریت کی رائے تھی کہ انہیں مال غنیمت کے طور پر سپاہ امت میں تقسیم کر دیا جائے لیکن حضرت عمر فاروقؓ ان سے متفق نہیں تھے۔ یہ معاملہ اتنی اہمیت اختیار کر گیا کہ اسے اعیان امت کی عام میٹنگ میں پیش کرنا پڑا اس میں مختلف حضرات نے جو تقاریر کیں تاریخ کے اوراق نے انہیں اپنے دامن میں سمیٹ رکھا ہے اور وہ اس موضوع کے سمجھنے میں بڑی مفید ہیں ان کے جواب میں حضرت عمرؓ نے فرمایا:۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں اس زمین کو آپ لوگوں میں تقسیم کر دوں اور بعد کے لوگوں کو ایسی حالت میں چھوڑ دوں کہ ان کا اس میں کچھ حصہ نہ رہے۔ کیا آپ کا یہ مقصد ہے کہ اسکی آمدنی ایک محدود طبقہ میں سمٹ کر رہ جائے اور نسلاً بعد نسل اسی میں منتقل ہوتی رہے۔ اگر میں نے ایسا کر دیا تو سرحدوں کی حفاظت کس مال سے کی جائے گی۔ بیواؤں اور حاجت مندوں کی کفالت کہاں سے ہو گی مجھے اس کا بھی خدشہ ہے کہ لوگ پانی کی تقسیم پر بھی فساد کرنے لگ جائیں گے۔ لہٰذا میں ان زمینوں کو مملکت کی تحویل میں رکھنا چاہتا ہوں افراد میں تقسیم نہیں کرنا چاہتا"

پہلی میٹنگ میں فیصلہ نہ ہو سکا تو اسے دوسری میٹنگ میں زیر بحث لایا گیا اس میں بھی بعض حضرات نے اپنے موقف کی دلیل میں یہ دلیل پیش کی کہ رسول اللہ نے اراضیات کو لشکر اسلامی میں تقسیم فرمایا تھا اس لئے ہمیں بھی ایسا ہی کرنا چاہیئے اس کے جواب میں حضرت عمر فاروقؓ نے بڑی مضبوط اور مدلل تقریر فرمائی جس میں علاوہ دیگر دلائل و شواہد قرآن کریم کی اس آیت سے بھی استدلال فرمایا جس میں کہا گیا ہے کہ مال فے میں مہاجرینؓ اور انصارؓ کا بھی حصہ ہے اور ان کے بعد آنے والے لوگوں کا بھی (۵۹/۱۰)

آپ نے فرمایا اگر زمین کو افراد کی ذاتی ملکیت میں دیدیا جائے تو اس میں آنے والی نسلیں اس حق سے محروم ہو جائیں گی اس لئے اسے مملکت کی تحویل میں ہی رہنا چاہیئے۔ یہ تقریر اتنی بصیرت افروز اور حقیقت کشا تھی کہ تمام صحابہؓ نے اس سے اتفاق کیا اور زمینیں مملکت کی تحویل میں رہیں۔

ان تاریخی شواہد کے پیش کرنے کا مقصد یہ تھا کہ اس حقیقت کی وضاحت ہو جائے کہ اگر حالات متقاضی ہوں تو اسلامی نظام کی رو سے ایک اسلامی حکومت کے فیصلے بعد میں آنے والی حکومت تبدیل بھی کر سکتی ہے اور ان میں حک و اضافہ بھی۔ بشرطیکہ یہ تبدیلیاں قرآن کے غیر متبدل اصول و اقدار سے ٹکرائیں نہیں۔

لیکن بدقسمتی سے خلافت راشدہ کے بعد اسلامی حکومت کا یہ نقشہ باقی نہ رہا۔

پاکستان کے موجودہ حالات کے تناظر میں اجتہاد کی اہمیت دوچند ہو گئی ہے۔ اور سابقہ حکومت کا اسلامی نفاذ اپنی اصلی لم کھو چکا ہے اس جمود کا اصل راز اسلاف

(بقیہ صـــ کالم ـــ پر ملاحظہ فرمائیں)

کی بے جا تقلید، تنگ نظری اور جامد فکری میں مضمر ہے۔

بقول علامہ اقبالؒ :۔

"اسلام گویا اس وقت زمانے کی کسوٹی پر پرکھا جا رہا ہے اس وقت اگر کسی صاحب نظر نے تنقیدی نگاہ سے اسلام کی حیثیت حاکمہ کا جائزہ لیا اور وہ اسلام کے احکامات کو زمانے کے ہم دوش کرنے میں کامیاب رہا تو وہی اس دور کا موجد ہوگا۔" (خطبات اقبال)

مملکتیں وجود میں آتی ہیں اور ختم بھی ہو جاتی ہیں سلطنتیں قائم ہوتی ہیں فنا بھی ہوتی ہیں۔ حکومتیں بنتی ہیں۔ حکومتیں ٹوٹتی ہیں۔ یہ تاریخ گردش دولابی ہے جو شروع سے آج تک جاری و ساری ہے حکومت کے نفع بخش کارناموں کی یاد اُن کے ٹوٹ جانے کے بعد بھی لوگوں کے ذہن میں رہتی ہے۔ اور زبان پر آتی رہتی ہے ان کے مظالم کا رونا خود ان کی موجودگی میں بھی رویا جاتا ہے۔ ان کے مرتب کردہ اور نافذ کردہ قوانین بھی اپنی مدت العمر ختم کرنے کے بعد صفحۂ تاریخ سے مٹ جاتے ہیں۔ ان کی جگہ دوسرے قوانین لے لیتے ہیں۔ اس تبدیلی میں زیادہ عرصہ صرف نہیں ہوتا کیونکہ زمانے کے تقاضے بہت جلدی بدلتے ہیں لیکن کوئی حکومت جو فکریں مذہب کے نام سے کھینچ دیتی ہے ان کی عمر بڑی دراز ہوتی ہے۔ اور اگر وہ غلط تھیں تو ان کی تباہ کاریوں کا سلسلہ بھی مدت مدید تک جاری رہتا ہے۔

موجودہ دور میں ہم مسلمانوں کی حالت زار پر رونا آتا ہے۔ ہماری مثال اس چمگادڑ کی سی ہے جس کو قدرت نے آنکھیں بھی عطا کی تھیں لیکن جب اس نے آنکھوں سے کام لینا چھوڑ دیا تو وہ بصارت سے محروم ہوگئی اسی طرح جب ہم جسم کے کسی ایک عضو سے کام لینا چھوڑ دیں تو وہ عضو کمزور ہوتا چلا جاتا ہے حتیٰ کہ وہ جسم کیا ختم تک جاتا ہے۔ یہی حالت ہماری ذہنی سوچ کی ہے ہم نے اپنے ذہنوں سے سوچ کا کام لینا چھوڑ دیا ہے جس سے ذہن زنگ آلود ہو چکے ہیں اب ہمیں اس روش کو تبدیل کر کے آگے نکلنا ہے اور اپنے اندر ایک قرآنک سوچ پیدا کرنے کے لئے افلا یتدبرون پر عمل پیرا ہونا ہے۔

حکومت سے ہماری اپیل ہے کہ وہ شریعت بل کے متعلق غور و خوض کے لئے اچھے اور ذہین لوگوں کو اس کام پر لگائے اور وہ مل کر ایک اسلامی آئین مرتب کریں

قوم میں ایک نئی امنگ پیدا ہو اور ملک ترقی کی راہ پر گامزن ہو۔ (ماخوذ: [illegible])

بقیہ: دُعا اور اسکی قبولیت

ہو سکتی جو اصل مقصد ہے اور جو صرف جسم سے کام لیتے ہیں روح کو اس میں شریک نہیں کرتے وہ بھی خطرناک غلطی میں مبتلا ہیں اور یہ جوگی اسی قسم کے ہیں۔ روح اور جسم کا باہم خداتعالیٰ نے ایک تعلق رکھا ہوا ہے اور جسم کا اثر روح پر پڑتا ہے۔ مثلاً اگر ایک شخص تکلف سے رونا چاہے تو آخر اس کو رونا آہی جائے گا اور ایسا ہی جو تکلف سے ہنسنا چاہے اسے ہنسی آہی جاتی ہے اسی طرح پر نماز کی جسقدر حالتیں جسم پر وارد ہوتی ہیں مثلاً کھڑا ہونا یا رکوع کرنا اسکے ساتھ ہی روح پر بھی اثر پڑتا ہے اور جس قدر جسم میں نیازمندی کی حالت دکھاتا ہے اسی قدر روح میں پیدا ہوتی ہے اگرچہ خدا نرے سجدہ کو قبول نہیں کرتا مگر سجدہ کو روح کے ساتھ ایک تعلق ہے اسلئے نماز میں آخری مقام سجدہ ہے جب انسان نیازمندی کے انتہائی مقام پر پہنچتا ہے تو اس وقت وہ سجدہ ہی کرنا چاہتا ہے۔ جانوروں تک میں بھی یہ حالت مشاہدہ کی جاتی ہے کتے بھی جب اپنے مالک سے محبت کرتے ہیں تو آکر اس کے پاؤں پر اپنا سر رکھ دیتے ہیں اور اپنی محبت کے تعلق کا اظہار سجدہ کی صورت میں کرتے ہیں۔ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ جسم کو روح کے ساتھ خاص تعلق ہے ایسا ہی روح کی حالتوں کا اثر جسم پر نمودار ہو جاتا ہے جب روح غم ناک ہو تو جسم پر بھی اس کے اثر ظاہر ہوتے ہیں۔ اور آنسو اور پژمردگی ظاہر ہوتی ہے۔ اگر روح اور جسم کا باہم تعلق نہیں تو ایسا کیوں ہوتا ہے۔ دوران خون بھی قلب کا ایک کام ہے مگر اس میں بھی شک نہیں کہ قلب آبپاشی جسم کے لئے ایک انجن ہے۔ اس کے بسط اور قبض سے سب کچھ ہوتا ہے۔ غرض جسمانی اور روحانی سلسلے دونوں برابر چلتے ہیں۔ روح میں جب عاجزی پیدا ہوتی ہے پھر جسم میں بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے روح میں واقعی عاجزی اور نیازمندی ہو تو جسم میں اس کے آثار خود بخود ظاہر ہو جاتے ہیں۔ اور ایسا ہی جسم پر ایک الگ اثر پڑتا ہے تو روح بھی اس سے متاثر ہو ہی جاتی ہے۔

اس لئے ضروری ہے کہ جب خداتعالیٰ کے حضور کھڑے ہوں تو چاہیئے کہ اپنے وجود سے عاجزی اور ارادت مندی کا اظہار کریں اگرچہ اس وقت یہ ایک قسم کا نفاق ہوتا ہے مگر رفتہ رفتہ اس کا اثر دائمی ہو جاتا ہے اور واقعی روح میں وہ نیازمندی اور فروتنی پیدا ہونے لگتی ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم کو نمازوں میں لذت نہیں آتی مگر وہ نہیں جانتے کہ لذت اپنے اختیار میں نہیں ہے اور لذت کا معیار بھی الگ ہے ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص اشد درجہ کی تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے مگر وہ اس تکلیف کو بھی لذت ہی سمجھ لیتا ہے"

حضرت قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ کا سالمیتِ پاکستان کے بارے میں ارشاد

"ہم سب مسلمان ایک خدا، ایک کتاب، اور ایک رسولؐ پر ایمان رکھتے ہیں۔ لہٰذا ہم سب کو مل کر ایک قوم ہونا چاہیئے۔ جب تک ہم متحد ہیں سربلند اور طاقتور ہیں۔ اگر متحد نہیں تو کمزور و خوار ہوں گے۔"

۱۷۔ اپریل ۱۹۴۸ء کو گورنمنٹ ہاؤس پشاور میں قبائلی جرگہ سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا :۔

"دیکھیئے ہم مسلمان اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر چلنے والے ہیں ہم سب اسلامی اخوت کے رشتے میں بندھے ہوئے ہیں اس اخوت کا تقاضا یہ ہے کہ حقوق، عزت اور مرتبہ میں سب برابر ہیں اس کا نتیجہ ہے کہ ہمارے اندر اتحاد کا ایک خاص اور گہرا احساس پایا جاتا ہے نہ صرف یہ کہ ہم میں سے اکثر مسلمان ہیں بلکہ ہماری اپنی تاریخ ہے، رسمیں ہیں اور رسمیں ہیں اور احساسِ شعور ہے ہمارے سوچنے سمجھنے کے طریق ہیں۔ ہمارا اپنا نقطہ نظر ہے..... ہم سب ایک خدا ایک کتاب اور ایک رسولؐ پر ایمان رکھتے ہیں۔ لہٰذا ہم سب کو مل کر ایک قوم ہونا چاہیئے آپ نے ایک پرانا قول سنا ہوگا کہ اتحاد میں قوت ہے، جب تک ہم متحد ہیں سربلند اور طاقتور ہیں اگر متحد نہیں تو کمزور اور خوار ہوں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہر مسلمان حتی الامکان یہ کوشش کرے کہ آپس میں کامل اتحاد و اتفاق پیدا ہو۔"

تراشے

سلمان رشدی خبروں کے آئینہ میں

● سلمان رشدی کی کتاب "شیطانی آیات" ۱۹۸۸ء کے اوائل میں برطانیہ کے معروف اشاعتی ادارے پینگوئن نے شائع کی تھی اس مجلد کتاب کی قیمت ۲۰ پونڈ رکھی گئی تھی شروع میں کتاب کی زیادہ پذیرائی نہیں ہوئی تھی۔ بہت سے بک سٹورز نے مقررہ مدت کے اختتام پر یہ کتاب پبلشر کو واپس کر دی تھی بعد ازاں کتاب کے بارے میں اشتعال پھیلنا شروع ہو گیا کیونکہ مصنف نے علامتی کرداروں کے ذریعے اپنے مذموم اور شیطانی ناول میں رسول اکرم، ازواج مطہرات اور صحابہ کرامؓ کی شدید توہین کی تھی اور ان عظیم اور مقدس ہستیوں پر رکیک حملے کئے گئے تھے پاکستان میں اس کتاب پر صدر ضیاء الحق نے پابندی عائد کر دی تھی اور اس کے ساتھ ہی بھارت میں راجیو گاندھی نے کتاب ضبط کرنے کا حکم صادر کرتے ہوئے اس پر ہمیشہ کے لئے پابندی عائد کر دی تھی بھارتی جریدے السٹریٹڈ ویکلی آف انڈیا کے ایڈیٹر نے ۲۳ اکتوبر ۱۹۸۸ء کی اشاعت میں اس مذموم کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے کتاب پر پابندی کی حمایت کی تھی۔ کیونکہ پابندی عائد نہ کرنے کی صورت میں پورے بھارت میں فساد برپا ہونے کا خطرہ تھا "شیطانی آیات" کی اشاعت سے پہلے بھی سلمان رشدی کی شخصیت متنازعہ رہی ہے اس کا ناول مڈنائٹ چلڈرن پابندی عائد ہونے سے بال بال بچا تھا۔ آنجہانی اندرا گاندھی نے اس ناول میں ایک انتہائی جاہلانہ سطر کی نشاندہی کی تھی اور پبلشر نے وہ سطر کتاب سے حذف کروادی تھی السٹریٹڈ ویکلی آف انڈیا کے ۳۰ اکتوبر ۱۹۸۸ء کے شمارے میں راجیو گاندھی کے نام سلمان رشدی کا طویل خط شائع ہوا تھا جس میں اس نے اپنی شیطانی کتاب کے بارے میں تاویلات پیش کرتے ہوئے کتاب پر پابندی کے خلاف احتجاج کیا تھا مگر راجیو گاندھی نے شدید دباؤ کے باوجود اس شیطانی کتاب سے پابندی ہٹانے سے انکار کر دیا تھا سلمان رشدی نے راجیو گاندھی کے نام جو جارحانہ خط اپنی صفائی میں تحریر کیا تھا اس کا جواب نامور اسلامی سکالر رفیق زکریا نے السٹریٹڈ ویکلی آف انڈیا ۲۳ اکتوبر ۱۹۸۸ء کے شمارے میں ٹھوس دلائل کے ساتھ دیا تھا انہوں نے کتاب کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد دس شدید اعتراضات اٹھائے تھے اور سلمان رشدی ان مدلل اعتراضات کا جواب نہیں دے سکا تھا۔ تعلیم کے: مصنف ۴۲ سالہ سلمان رشدی کی پیدائش بمبئی میں ہوئی تھی اس نے کیمبرج یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی اسلام کے بارے میں اس کا مطالعہ بے حد سطحی نظریات سیکولر ہیں ان دنوں وہ لندن ہی میں مقیم ہے مسلمانوں کے مسلسل احتجاج سے سخت پریشان اور خوفزدہ ہے اس لئے خود کو لندن کے ایک فلیٹ میں مقید کر رکھا ہے اور پولیس کی بھاری جمعیت فلیٹ پر پہرہ دے رہی ہے سلمان رشدی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کے تعلقات اسلام دشمن یہودی لابی سے بہت گہرے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ شیطانی آیات کے بے ضمیر مصنف نے شانِ رسالت مآبؐ میں جو بے ادبی اور گستاخی کی ہے آج دنیا کا کوئی بھی مسلمان ایک لمحہ کیلئے بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ لہٰذا اس کتاب اور اس کے بدبخت مصنف کے خلاف مسلمانانِ پاکستان کا احتجاج بالکل فطرتی بات ہے تاہم اس مذمت و احتجاج کے دوران بھی اسلام کے مثالی نظم و ضبط اور صبر و تحمل کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیئے اور اپنے احتجاج کو اپنے منظم اور مربوط طریقے سے آگے بڑھانا چاہیئے کہ مسلمانانِ عالم کے علاوہ غیر مسلم دنیا بھی ہمارا ساتھ دینے پر مجبور ہو جائے اور ہم اسلام اور ناموسِ رسولؐ کے خلاف سرگرم عمل قوتوں کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملانے کا مقصد حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔

اسلام آباد میں سلمان رشدی کی کتاب کے خلاف ہونے والے مظاہرے کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی صورتحال نے کئی دوسرے شہروں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے ادھر سلمان رشدی کی کتاب کے معاملہ کو حکومت نے عالمی سطح پر اٹھانے کا اعلان کیا ہے۔ سانحہ اسلام آباد پر اپوزیشن جماعتوں اور مذہبی تنظیموں نے شدید ردعمل کا اظہار کیا ہے اور احتجاجی مظاہرے کے قائدین نے دھمکی دی ہے کہ فائرنگ کے ذمہ دار افراد کے خلاف کارروائی نہ کی گئی تو وہ تحریک چلائیں گے۔ وزیر داخلہ نے یقین دہانی کرائی ہے کہ فائرنگ کے ذمہ دار افراد کے خلاف سخت کارروائی کی جائے گی۔ حکومت نے اسلام آباد میں احتجاج کے دوران گرفتار کئے جانے والے افراد کو رہا کر کے ایک اچھا قدم اٹھایا ہے لیکن اس دوران حکومت اور اپوزیشن کے حلقے ایک دوسرے پر الزام تراشی بھی کر رہے ہیں۔ حکومت اپوزیشن پر الزام لگا رہی ہے کہ وہ سیاسی مقاصد کے لئے مذہب کو استعمال کرنا چاہتی ہے جبکہ اپوزیشن حلقے حکومت کو امریکی مفادات کی محافظ اور تشدد کی حامی قرار دے رہے ہیں۔ قومی اسمبلی میں اس مسئلہ پر بحث کیلئے قراردادیں منظور کر لی گئی ہیں اور پنجاب اور سندھ کی حکومت نے بدنام زمانہ کتاب شیطانی آیات کی تمام کاپیاں ضبط کر لینے کا حکم دیا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ پاکستان کے مسلمانوں نے اس کتاب پر جس ردعمل کا اظہار کیا ہے وہ ان کی حرارت ایمانی کا ثبوت ہے اور حکومت کا یہ کہنا بھی اطمینان بخش ہے کہ وہ پاکستانی مسلمانوں کے ان جذبات میں برابر کی شریک ہے البتہ ایسے موقعوں پر پولیس اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کو صبر و تحمل اور عقل مندی کا مظاہرہ کرنا چاہیئے۔ مظاہرین بھی یقیناً اس حقیقت سے باخبر ہوں گے کہ بیرونی سفارتخانوں کے تحفظ کی ذمہ داری حکومت کا قانونی اور اخلاقی فرض ہوتا ہے یہاں کسی بیرونی سفارتخانے کو نشانہ بنانے سے دوسرے ملکوں میں پاکستانی سفارتخانے بھی متاثر ہو سکتے ہیں۔ انبیاءؑ کی توہین پر احتجاج اگر پولیس اور مظاہرین کے درمیان تصادم، انسانی جانوں کے ضیاع اور نجی و سرکاری املاک کی بربادی تک جا پہنچے تو یہ ایک افسوسناک بات ہے اس سے مقصد کا تقدس بھی مجروح ہوتا ہے ہمارے خیال میں حکومت کو بلا تاخیر اس امر کی تحقیقات کرانی چاہیئے کہ فائرنگ تک نوبت کیوں پہنچی۔ ہماری علمائے کرام اور اپوزیشن حلقوں سے بھی گزارش ہے کہ وہ توڑ پھوڑ کرنے والوں کی حوصلہ شکنی کریں اور تحقیقات میں حکومت سے تعاون کریں۔ مظاہرے پر امن رہنے چاہیئیں کیونکہ سرکاری و نجی املاک کی تباہی قوم کا اپنا نقصان ہے حکومت کو ان مظاہروں اور احتجاج کی سنجیدگی کا احساس کرنا ہو گا اور اسے محض وفاق اور پنجاب کے درمیان محاذ آرائی کے پس منظر میں دیکھنے کی بجائے عوام کے مذہبی جذبات کو سامنے رکھ کر سارے معاملات کی تحقیقات کرانے کے ساتھ ساتھ آئندہ کے لئے ایسے واقعات کی روک تھام کا بھی اہتمام کرنا چاہیئے۔

● وزیراعظم محترمہ بے نظیر بھٹو نے کہا ہے کہ مظاہرے شوق سے کریں۔ غریبوں کے بچے نہ مروائیں۔ کچھ لوگ پاکستان میں گڑبڑ کروانا چاہتے ہیں۔ مظاہروں پر پابندی عائد نہیں کریں گے مگر جلد ہی ایسی پالیسی تیار کریں گے کہ مظاہروں میں جانی و مالی نقصان نہ ہو۔ مظاہرہ کرنے والوں نے سلمان رشدی کو شہ سرخیوں میں جگہ دلا دی۔ معاملہ پارلیمنٹ میں طے ہو گیا تھا مگر پانچ بچوں کی زندگی ضائع کرا دی۔ انہوں نے ایک بیان میں کہا ہے کہ بعض لوگ سلمان رشدی کی کتاب کو ان کی حکومت کا تختہ الٹنے کے لئے استعمال کر رہے ہیں۔

● حکومتِ پاکستان نے کتاب کے پبلشر سے کہا ہے کہ شیطانی آیات واپس لو۔ کتاب کی تمام کاپیاں مارکیٹ سے واپس لے کر ضائع کر دی جائیں ورنہ کمپنی کو بلیک لسٹ کر کے پاکستان میں اس کی درآمد پر پابندی لگا دی جائے گی۔ حکومتِ پاکستان نے اسلامی کانفرنس کے رکن ممالک سے پبلشر کے خلاف پابندی عائد کرنے کی درخواست کر دی۔ حکومت یہ کتاب اکتوبر ۱۹۸۸ء میں ضبط کر چکی ہے۔

● سلمان رشدی نے کہا ہے کہ ہنگاموں سے پریشان ہوں۔

پاکستان میں مذہبی راہنما لوگوں کے جذبات مشتعل کر رہے ہیں سلمان رشدی کا استدلال ہے کہ اس کی کتاب ایک فرضی حکایت ہے اور اس کا مقصد مذہب کی مخالفت کرنا نہیں ہے۔

● امور کشمیر اور شمالی سرحدی علاقہ جات کے وفاقی وزیر حنیف خان نے کہا ہے کہ اسلام آباد کے واقعہ میں شر پسندوں کا ہاتھ ہے۔ ہم غیر ملکی سفارتکاروں کی حفاظت نہ کر سکے تو بیرون ملک ہمارے سفارت خانے بھی محفوظ نہیں رہیں گے۔

● راولپنڈی (نمائندہ جنگ) وزیراعظم کے مشیر برائے مذہبی امور مولانا سراج دین پوری نے کہا ہے کہ شیطانی کتاب کو اپنی سیاست چمکانے کے لئے استعمال کرنے والے غریبوں کے بچوں کو مروانے کی بجائے خود شہادت کا رتبہ حاصل کریں انہوں نے کہا کہ گذشتہ سال شائع ہونے والی کتاب کے خلاف اس وقت ایجی ٹیشن ناقابل فہم جمہوریت اور عوام کے خلاف سوچی سمجھی سازش ہے، انہوں نے واضح کیا کہ محترمہ بے نظیر بھٹو کی حکومت میں اسلام کے خلاف کوئی سازش کامیاب نہیں ہو سکتی۔ رشید میر، آغا ریاض الاسلام اور دیگر مقررین نے کہا کہ عین ممکن ہے کہ مولانا کوثر نیازی نے کتاب کی پبلسٹی کا بھی ٹھیکہ لیا ہو کیونکہ یہ بات سنی جا رہی ہے کہ شیطانی کتاب مولانا کوثر نیازی کے پاس اردو ترجمہ کے لئے آئی ہوئی ہے۔

● اسلام آباد (ریڈیو رپورٹ) گذشتہ روز سینیٹ نے ایک قرارداد کی متفقہ طور پر منظوری دی جس میں حضور اکرمؐ اور ان کے صحابہ کرامؓ اور ازواج مطہراتؓ کی شان میں شیطانی آیات نامی کتاب میں کی جانے والی گستاخی کی سخت مذمت کی گئی قرارداد میں کہا گیا ہے کہ یہ ایوان مطالبہ کرتا ہے کہ اس کتاب کے پبلشروں پینگوئن کو سزا دی جائے حکومت اس کمپنی کی تمام تحریروں کو ملک میں آنے پر پابندی لگا دے اور اس کتاب کی تمام کاپیاں واپس لی جائیں ایوان مزید مطالبہ کرتا ہے کہ سفارتی ذرائع سے امریکہ اور برطانیہ کی حکومتوں پر دباؤ ڈالیں کہ وہ اس کتاب کی اشاعت کو رد کرنے کے لئے اپنے اختیارات استعمال کریں یہ قرارداد قاضی حسین احمد نے پیش کی۔

● مفتی محمد حسین نعیمی نے کہا ہے کہ ملک میں ہزاروں ایسی برائیاں ہیں جن کے خلاف کبھی بھی مولانا کوثر نیازی اور نوابزادہ نصر اللہ خان نے جذبات کا اظہار نہیں کیا انہوں نے کہا سلمان رشدی بلاشبہ مرتد ہے اسکے خلاف مخصوص انداز میں احتجاج جاری ہے لیکن بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ سیاسی مفاد کے لئے تحریک چلا رہے ہیں تاکہ ملک میں افراتفری پھیلائی جا سکے انہوں نے کہا کسی کو مشتعل کر کے اس سے توڑ پھوڑ کرانا بھی جرم ہے ایسے لوگوں کے خلاف اسلامی حدود میں پرچہ بھی درج ہو سکتا ہے۔

محترم ناصر احمد کے قلم سے

انجمن کی بین الاقوامی مشاورتی کونسل

ماہ دسمبر ۱۹۸۸ء میں دو روزہ بین الاقوامی مشاورتی کونسل احمدیہ انجمن لاہور کے زیر انتظام دارالسلام ہو گارڈن ٹاؤن لاہور میں منعقد ہوئی جس میں سرینام، ہالینڈ، انگلستان، مغربی جرمنی، امریکہ، کینیڈا، ہندوستان، کشمیر، اور انڈونیشیا کے مندوبین کے نمائندوں نے شرکت کی۔ گیانا اور فیجی کے نمائندے ضروری سہولت فراہم نہ ہونے کے باعث شریک نہ ہو سکے۔ پہلے دن حضرت امیر جماعت نے کونسل کے افتتاحی اجلاس کی صدارت فرمائی حضرت امیر نے حمد و ثنا اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا: "مجھے یہ دیکھ کر بیحد خوشی ہو رہی ہے کہ بیرونی جماعتوں کے بہت سے نمائندے ہزاروں میل کی مسافت اور اسکی صعوبتیں برداشت کر کے آج یہاں موجود ہیں۔ بین الاقوامی مشاورتی کونسل میں ان احباب کی شرکت سے اشتراک کی نئی راہیں کھلیں گی۔ جماعتی کاموں کی رفتار میں غیر معمولی اضافہ ہوگا۔ مجھے آپ کو یہ بتاتے ہوئے انتہائی مسرت ہو رہی ہے کہ بعض بیرونی جماعتوں نے قرآن مجید کے تراجم دنیا کی مختلف زبانوں میں کرنے اور کتب دینیہ کی اشاعت کے کام کے پروگرام پر مرکز کی ہدایت پر نہایت گرمجوشی سے کام جاری رکھا ہوا ہے بالخصوص امریکہ، کینیڈا اور سرینام کی جماعتوں نے اس سلسلہ میں جو خدمات انجام دی ہیں وہ ہر لحاظ سے قابل تحسین ہیں۔ میری خواہش ہے کہ بیرونی ممالک کی دیگر جماعتیں بھی اشتراک عمل کی اس مثال کو اپنے سامنے رکھیں اور دینی مقاصد کو آگے بڑھانے میں متحرک و مستعد ہوں۔ کونسل نے دیگر امور کے علاوہ سرینام میں جولائی ۸۹ء میں ہونے والی صد سالہ تقریبات کے ضمن میں ہونے والے افتتاحی کنونشن کے انعقاد کے متعلق مختلف تجاویز پر غور و خوض کیا اور ان کی منظوری دی۔ ہالینڈ اور مغربی جرمنی میں بھی کنونشن کا انعقاد طے پایا۔ علاوہ ازیں حضرت بانیٔ سلسلہ اور جماعت کے دیگر مصنفین حضرات کی اردو کتب کی فہرست کو آخری شکل دینے اور تمام کتب کو انگریزی زبان میں منتقل کرنے پر بھی غور ہوا۔ تاکہ پھر ان انگریزی کتب سے دیگر غیر ملکی زبانوں میں بھی ترجمہ ہو سکے۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ دو روزہ بین الاقوامی مشاورتی کونسل کی پہلی نشست ہر لحاظ سے کامیاب رہی۔ کونسل نے تحریک کے مقاصد کو آگے بڑھانے سے متعلق کئی نہایت مفید فیصلے بھی کئے جن کے انشاء اللہ دور رس نتائج پیدا ہوں گے۔ شرکاء کونسل کے اسماء درج ذیل ہیں۔

سرینام سے محترم رشید بیر خاں، محترم روشن غنی، اور محترم اکبر اصغر علی محترم منصور سوفی از انڈونیشیا، محترم عبداللہ دسنو از ہالینڈ، اور امریکہ سے محترم مسعود اختر، ڈاکٹر نعمان الٰہی ملک، اور محترم رفیع یحییٰ شریف کینیڈا سے محترم یٰسین سامو خاں اور محترمہ بیگم ثمینہ سامو خاں۔ محترم عبدالرزاق از بمبئی (انڈیا) محترم چوہدری غلام مصطفیٰ از جموں کشمیر، اور ڈاکٹر زاہد عزیز از انگلستان،

——— ✣ ✣ ✣ ✣ ———

کونسل کے افتتاحی اجلاس کی صدارت حضرت امیر ایدہ اللہ (درمیان میں) نے فرمائی۔ سینئر وائس پریذیڈنٹ جناب این اے فاروقی (بائیں جانب) اور انجمن کے جنرل سیکرٹری چوہدری منصور احمد (دائیں جانب)

کونسل کے شرکاء کی ایک جھلک

یادِ رفتگاں

حضرت الحاج شیخ میاں محمد مرحوم و مغفور

پیغام صلح میں "یادِ رفتگاں" کے عنوان سے ایک فیچر شروع کیا جا رہا ہے جس میں بزرگان سلسلہ کی سوانح حیات کی چند جھلکیاں درج ہوں گی۔ ۱۳ فروری ۱۹۶۷ء کو الحاج شیخ میاں محمد مرحوم کی وفات ہوئی۔ اس حوالہ سے مرحوم کے بارے میں ذکرِ خیر ہدیۂ قارئین ہے۔

حضرت الحاج شیخ میاں محمد مرحوم و مغفور جماعت احمدیہ کی ان بزرگ ہستیوں میں سے تھے جنہوں نے حضرت امام کے انفاسِ قدسیہ سے فیض یاب ہو کر دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد عملاً پورا کر دکھایا اور اس سلسلہ میں مخلوقِ الٰہی کی ہمدردی و خیرخواہی اور خدمتِ دین کے لئے اپنا محنت سے کمایا ہوا روپیہ اور زندگی کے قیمتی اوقات صرف کر کے دین کے ساتھ دلی محبت اور قلبی لگاؤ کا ثبوت بہم پہنچایا۔

یوں کہنے کو تو میاں صاحب ممدوح ایک اعلیٰ درجہ کے صنعت کار کی حیثیت رکھتے تھے اور اس حیثیت سے انہوں نے متعدد ملوں اور فیکٹریوں کی صورت میں مختلف النوع صنعتی ادارے قائم کر کے ملک کی دولت و ثروت میں معتدبہ اضافہ کیا لیکن وہ فی الحقیقت محض صنعت کار ہی نہ تھے بلکہ اس سے بڑھ کر وہ ایک عاشقِ دین مبلغ کی حیثیت رکھتے تھے اور اسی عشق و محبت کی وجہ سے ان فیکٹریوں اور ملوں سے پیدا ہونے والی دولت کا ایک حصہ انہوں نے دینِ متین کے فروغ اور مخلوقِ الٰہی کی ہمدردی و خیرخواہی کے کاموں کے لئے وقف کر دیا۔ اور اس کے لئے ایک ٹرسٹ قائم کیا جس کے ماتحت ہسپتالوں کی تعمیر، تعلیمی وظائف کا اجراء، حاجت مندوں کی امداد اور یورپ میں تبلیغ دین کے لئے ایک مشن قائم کرنے کا بندوبست کیا گیا۔ یہ تمام کام ایک بہت بڑے صدقہ جاریہ کی حیثیت رکھتے ہیں جس کا دائمی ثواب مرحوم کی روح پرفتوح کو پہنچتا رہے گا۔

اس کے ساتھ ہی یہ ذکر کرنا بھی ضروری ہے کہ حضرت ممدوح ایک انتھک محنتی انسان تھے اور جوانی سے بڑھاپے کی عمر حتیٰ کہ انتقال سے ایک دن پہلے تک وہ اپنے قائم کردہ مختلف اداروں اور ٹرسٹ وغیرہ کے کاموں کی خود ہی نگرانی کرتے رہے اور اس سلسلہ میں وہ تمام مختلف اداروں اور تبلیغی مشنوں کے جزوی سے جزوی امور پر نہایت گہری نظر رکھتے تھے۔ یہ بذاتِ خود اتنا بڑا کام تھا کہ ایک معمولی انسان کا اس سے عہدہ برآ ہونا مشکل ہے لیکن میاں صاحب ممدوح اس قدر مصروفیت کے باوجود احمدیہ انجمن لاہور کے اجلاسوں میں بھی شرکت کرتے اور انجمن کو اپنے قیمتی مشوروں سے مستفیض کرتے رہتے تھے۔ علاوہ اس کے دوستوں سے خط و کتابت کا سلسلہ بھی اپنے قلم سے جاری رکھتے، اور کاروباری ضروریات اور خدمتِ دین کے سلسلہ میں مختلف مقامات کا دورہ بھی کرتے رہتے تھے یہاں تک کہ سال میں ایک مرتبہ یورپ بھی چلے جاتے تھے جہاں اپنے قائم کردہ ہالینڈ مسلم مشن کے ذریعہ غیر مسلموں سے ملاقاتیں کرتے اور موافقین کی تعلیم و تربیت کا انتظام فرماتے تھے ایک اکیلے انسان کا ان سب کاموں کو سرانجام دینا انتھک محنت اور غیر معمولی قابلیت کو چاہتا ہے اور حضرت ممدوح کا ان سب سے عہدہ برآ ہونا ان کی ذہانت اور دانشمندانہ قابلیت پر دال ہے اس لحاظ سے اگر یہ کہا جائے کہ میاں صاحب بذاتِ خود ایک جماعت تھے تو بیجا نہ ہوگا

آپ کے قائم کردہ ہسپتالوں اور دیگر اداروں کی تفصیلات قارئین کرام آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ ان سب اداروں میں سے ہالینڈ کا تبلیغی مشن خاص اہمیت رکھتا ہے۔ دوسرے خیراتی ادارے اور ہسپتال وغیرہ تو ممکن ہے بعض دوسرے لوگوں نے بھی قائم کئے ہوں لیکن تبلیغ دین کا کام صرف انہی لوگوں کے حصہ میں آیا ہے جنہیں حضرت بانیٔ سلسلہ کی بیعت کا شرف حاصل ہے۔ یہ وہ مقدس کام ہے جس کو قرآن کریم نے یوں فرمایا، کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتؤمنون باللہ۔ تم بہترین امت ہو، جو لوگوں کی بھلائی کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے اور برائیوں سے منع کرتے ہو اور ایمان باللہ سے سرفراز ہو۔ اور اسی مقدس کام کی سرانجام دہی کے لئے یہ حکم صادر فرمایا کہ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون۔ یعنے تم میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہیئے۔ جو لوگوں کو نیکی کی دعوت دے، اچھے کاموں کا حکم دے اور برے کاموں سے منع کرے یہی لوگ فلاح پائیں گے۔

اسی اعلیٰ مقصد کے لئے حضرت بانیٔ سلسلہ نے احمدیہ جماعت قائم کی اور جہاں تمام جماعت اجتماعی طور پر مختلف ممالک میں تبلیغی مشن قائم کر کے اس مقدس کام کی سرانجام دہی میں مصروف ہے، وہاں حضرت شیخ میاں محمد مرحوم نے منفرداً ہالینڈ میں تبلیغی مشن قائم کر کے اولئک ھم المفلحون میں شمولیت کا شرف حاصل کیا۔ یہ بہت بڑا شرف ہے جو کسی مومن کو حاصل ہو سکتا ہے اور محض اسی ایک کام کی وجہ سے ان کا نام ابدالاباد تک زندہ رہے گا۔

ہمیں یقین ہے کہ ان کے فرزندانِ گرامی جو وہ بھی دینی کاموں سے گہرا تعلق اور قلبی لگاؤ رکھتے ہیں، اس مشن اور دیگر دینی اداروں کی حفاظت کر کے اور انہیں مزید ترقی دیکر اپنے عظیم المرتبت باپ کا نام زیادہ سے زیادہ روشن کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہو اور ان کی مساعی حسنہ کو بارآور فرمائے۔ ♣

اس کے بغیر آج بہت جی اداس ہے
غالبؔ چلو کہیں سے اسے ڈھونڈ لائیں ہم

پاکستان پرنٹنگ ورکس بعقب ولرزری کالج ہوناسنگھ روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پندرہ روزہ پیغام صلح دارالسلام ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور ۱۶ سے شائع کیا۔

پندرہ روزہ پیغام صلح لاہور، مورخہ یکم مارچ ۱۹۸۹ء۔ جلد ۷۲ شمارہ (۲)

FOR RECORD

جلد ۷۲ | بتاریخ ۶ رشعبان المعظم ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۵ مارچ ۱۹۸۹ء | شمارہ ۳

ملفوظات حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ

توحید اور خدادانی کی متاع رسول کے دامن سے ہی ملتی ہے

اس میں شک نہیں کہ توحید اور خدادانی کی متاع رسول کے دامن سے ہی دنیا کو ملتی ہے بغیر اس کے ہرگز نہیں مل سکتی اور اس امر میں سب سے اعلیٰ نمونہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھایا کہ ایک قوم کو جو نجاست پر بیٹھی ہوئی تھی، ان کو نجاست سے اٹھا کر گلزار میں پہنچا دیا۔ اور جو روحانی بھوک اور پیاس سے مرنے لگے تھے انکے آگے روحانی اعلیٰ درجہ کی غذائیں اور شیریں شربت رکھ دیئے۔ ان کو وحشیانہ حالت سے انسان بنایا۔ پھر معمولی انسان سے مہذب انسان بنایا۔ پھر مہذب انسان سے کامل انسان بنایا۔ اور اس قدر ان کیلئے نشان ظاہر کئے کہ ان کو خدا دکھلا دیا۔ اور ان میں ایسی تبدیلی پیدا کر دی کہ انہوں نے فرشتوں سے ہاتھ جا ملائے۔ یہ تاثیر کسی اور نبی سے اپنی امت کی نسبت ظہور میں نہ آئی کیونکہ ان کے صحبت یاب ناقص رہے۔ پس میں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے اسکے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا۔ اور اسکی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اسکے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا۔ اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی اسلئے خدا نے جو اسکے دل کے راز کا واقف تھا اسکو تمام انبیاء اور تمام اولین و آخرین پر فضیلت بخشی۔ اور اس کی مرادیں اس کی زندگی میں اس کو دیں۔ وہی ہے، جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے۔ اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اس کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے وہ انسان نہیں ہے بلکہ ذریت شیطان ہے کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کنجی اس کو دی گئی ہے اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اس کو عطا کیا گیا ہے جو اسکے ذریعے سے نہیں پاتا وہ محروم ازلی ہے۔ ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے۔ ہم کافر نعمت ہوں گے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحید حقیقی ہم نے اسی نبی کے ذریعہ پائی اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اسی کامل نبی کے ذریعہ سے اور اس کے نور سے ملی ہے +

(حقیقۃ الوحی)

جماعتی خبریں

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بخیریت ہیں اور حسب معمول کار دینیہ میں مصروف ہیں۔ حضرت امیر سب احباب خواتین اور بچے بچیوں کو دعا و محبت بھرا اسلام لکھواتے ہیں۔

امریکہ

کیلیفورنیا (امریکہ) سے محترم مسعود اختر صاحب لکھتے ہیں ہم نے نیوارک لائبریری میں ہفتہ وار کلاسیں شروع کی ہیں۔ ہر اتوار کو شام ۶ بجے سے ۸ بجے تک۔ ۶ سے ۷ بجے تک ڈاکٹر محمد اقبال اور رجب علی قمر عبداللہ صاحب کے بہنوئی کلاس لیتے ہیں، ۷ بجے سے ۸ بجے تک میں ۴۵ منٹ کے لئے درس قرآن دیتا ہوں باقی ۱۵ منٹ اردو و عربی زبان کی تعلیم و تدریس جاری رہتی ہے۔ کلاس میں بچے اور والدین دونوں ہی شامل ہوتے ہیں۔ میں نے مجدد اعظم کے ترجمہ کا کام شروع کیا ہوا ہے اب میں اس کو اسلامک ریویو میں دینا شروع کر دوں گا۔ یہ کام انشاء اللہ دو تین سال میں مکمل ہو سکے گا۔

انڈونیشیا

انڈونیشیا سے آمدہ تازہ اطلاعات کے مطابق محترم بھائی منصور لسوکی، جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن انڈونیشیا خیریت سے وطن واپس پہنچ گئے ہیں۔ موصوف نے لاہور میں دو روزہ بین الاقوامی مشاورتی کونسل منعقدہ ۲۶۔۲۷ دسمبر ۱۹۸۸ء میں شرکت کی۔ ۱۵ جنوری ۱۹۸۹ء کو تنظیم خواتین احمدیہ جکارتہ کا ایک خصوصی اجلاس منعقد ہوا جس میں محترم منصور لسوکی صاحب نے بین الاقوامی مشاورتی کونسل اور لاہور میں دیگر تقریبات میں شمولیت سے متعلق اپنے تاثرات بیان کئے دوسرے دن جکارتہ جماعت کے صدر محترم ڈاکٹر رحمت اللہ صاحب نے محترم منصور لسوکی کے اعزاز میں ایک دعوت استقبالیہ کا اہتمام کیا جس میں جماعت کے متعدد ممبران نے شرکت کی اس موقع پر محترم ڈاکٹر پروفیسر احمد محمد صدر احمدیہ انجمن انڈونیشیا کی صدارت میں مجلس منتظمہ کا اجلاس ہوا جس میں بین الاقوامی مشاورتی کونسل سے متعلق محترم منصور لسوکی، جنرل سیکرٹری جماعت انڈونیشیا کی رپورٹ پر غور و خوض کیا گیا احمدیہ انجمن انڈونیشیا کا سالانہ جلسہ عموماً اگست کے آخری ہفتہ میں منعقد ہوتا ہے لیکن صد سالہ تقریبات کے پیش نظر اب یہ جلسہ ۲۸ دسمبر ۸۹ء کو ہوگا۔ اُمید ہے اس موقع پر حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور کی معرکۃ الآراء تصنیف دی ریلیجن آف اسلام کے انڈونیشی زبان میں ترجمہ کا تازہ ایڈیشن بھی چھپ کر تیار ہو جائے گا۔

تفسیر قرآن کریم

حضرت مولانا محمد علی مرحوم و مغفور

معراجِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥ سبحٰن الّذی اسرٰی بعبدہٖ لیلًا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصا الّذی بٰرکنا حولہٗ لنریہٗ من اٰیٰتنا ط انّہٗ ھوالسّمیع البصیر ٥ (۱۷ : ۱)

ترجمہ" اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے۔ وہ ذات پاک ہے جو ایک رات اپنے بندے (محمدؐ) کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی طرف لے گیا۔ بابرکت بنایا، تاکہ ہم اسے اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں۔ وہ سننے والا دیکھنے والا ہے"۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کو لے جانے کا ذکر ہے اور مفسرین نے اس سے مراد معراج لیا ہے کیونکہ حدیث معراج میں نبی کریم صلعم کو پہلے بیت المقدس میں لے جانے کا ذکر ہے احادیث اس بارہ میں بہت ہیں اور ان میں سے صحیح بھی ہیں حسن بھی اور ضعیف بھی۔ اور ان میں بہت سے اختلافات بھی ہیں یہاں تک کہ انہی اختلافات کی وجہ سے بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ معراج کئی بار ہوا ہے، ایک بار نہیں۔ مگر کثیر صحابہؓ سے اس روایت کا پایا جانا اور سب میں ایک ہی معراج کا پایا جانا صاف بتاتا ہے کہ واقعہ تو صحیح ہے اور ہے بھی ایک لیکن بوجہ نوعیت نفس کے اس میں راویوں سے بہت اختلاف ہو گیا ہے۔ خلاصہ احادیث معراج کا یہ ہے کہ آنحضرت صلعم پہلے بیت المقدس میں تشریف لے گئے اور پھر سب آسمانوں کی سیر آپ کو کرائی گئی۔ یہاں تک کہ آپؐ ان تمام مقامات سے اوپر نکل گئے جہاں تک دوسرے انبیاء علیہم السلام پہنچے تھے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پانچ نمازوں کا فرض ہونا بھی واقعہ معراج سے ہی متعلق ہے۔ اس بارہ میں سب سے پہلا سوال یہ ہے کہ آیا معراج جسد عنصری کے ساتھ تھا یا نہیں اور اس بارہ میں امت میں دو گروہ ہوئے ہیں کثیر گروہ اسے جسم عنصری کے ساتھ مانتا ہے اور قلیل گروہ جن میں حضرت عائشہ صدیقہؓ اور معاویہؓ اور حسنؓ ہیں اسے رویا مانتا ہے۔ ابن کثیرؒ نے اس پر بحث کرتے ہوئے ابن اسحاقؒ کے الفاظ نقل کئے ہیں واللہ اعلم ای ذالک کان قد جاءہ دعاین من اللہ فیہ ماعاین علی ای حالاتہ کان نائماً او یقظانا کل ذالک حق وصدق یعنی اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ معراج جسم عنصری سے تھا یا بغیر اس کے ہاں آپ اللہ تعالیٰ کے حضور گئے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو دکھنا تھا دیکھا، خواہ وہ کسی حالت میں ہوں یعنی سوتے جاگتے یہ سب حق و صدق ہے اور یہی بات اقرب الی الصواب ہے مگر آج اس بات پر تعجب ہے کہ صرف اس بات کے کہنے کی وجہ سے کہ معراج روحانی تھا تکفیر تک نوبت پہنچائی جاتی ہے۔

جن لوگوں نے معراج کو جسمانی مانا ہے ان کی دلائل حسب ذیل ہیں اول یہ کہ اسے ایک عظیم الشان واقعہ کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ اس کی ابتدا سبحان الذی سے ہوتی ہے دوم یہ کہ اگر جسمانی نہ ہوتا تو کفار قریش تکذیب کیوں کرتے سوم یہ کہ بعض مسلمان اس بات کو سن کر مرتد بھی ہو گئے تھے چہارم یہ کہ لفظ عبد مجموعہ جسم و روح سے عبارت ہے۔

ان میں سے پہلی بات تو چنداں قابل توجہ نہیں معراج روحانی بھی ہو تو اس کی عظمت کم نہیں ہو جاتی عظمت تو اس لحاظ سے ہے کہ آنحضرت صلعم کو تمام انبیاءؑ سے بلند تر مقام پر پہنچایا گیا۔ دوسری بات کہ کفار تکذیب نہ کرتے یہ بھی کوئی مضبوط دلیل نہیں اس لئے کہ کفار تو آنحضرت صلعم پر وحی آنے کی بھی تکذیب کرتے تھے اور حضرت ابوبکرؓ کا جواب بھی اسی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جب آپ کے سامنے ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا انی اصدقہ علی ابعد من ذالک اصدقہ علی خبر السماء غدوۃ او روحۃ یعنی تو اس سے بھی زیادہ بعید از قیاس بات پر آپ کی تصدیق کرتا ہوں میں تو آپ کو اس میں بھی سچا مانتا ہوں کہ صبح شام آپ پر آسمان کی خبر آتی ہے تیسری بات کہ بعض مسلمان مرتد ہو گئے تھے صحیح معلوم نہیں ہوتی کوئی خاص نام کسی حدیث میں میری نظر سے نہیں گذرا کہ معراج کے واقعہ پر وہ مرتد ہو گیا ہو صرف یہی عام الفاظ بعض روایات میں ہیں کہ بعض لوگ مرتد ہو گئے تھے مگر ابوسفیان والی حدیث اس کی تردید کرتی ہے جہاں قیصر کے اس سوال کے جواب میں کہ کوئی مسلمان مرتد ہوتا ہے ابوسفیان نے یہ جواب دیا حالانکہ وہ اس وقت مسلمان بھی نہ تھا کہ دین سے ناراض ہو کر کوئی مرتد نہیں ہوتا اور چوتھی بات بہت ہی کمزور ہے کیونکہ رویا میں جو کچھ انسان دیکھتا ہے وہ گو اس جسد عنصری سے نہ ہو مگر روح کو ایک اور جسم مل جاتا ہے اور حالت کشفی میں بھی جو رویا سے زیادہ صفائی کی حالت ہے۔ ایک اور نورانی جسم عطا ہوتا ہے جس کے ساتھ انسان کسی دوسرے عالم کی اشیاء کو دیکھتا ہے حضرت ابراہیمؑ کہتے ہیں انی اریٰ فی المنام یہ دیکھنے والا بھی تو روح مع الجسد ہی ہے۔ مگر وہ جسم جو رویا اور کشف میں ملتا ہے یہ جسم عنصری نہیں ہوتا یہ جہاں ہو وہیں رہتا ہے اور انسان کہیں کا کہیں ہو آتا ہے لوگ چونکہ انبیاء علیہم السلام کے رویا کو بھی اپنے خوابوں کی طرح سمجھتے ہیں اس لئے خیال کرتے ہیں کہ رویا کے نیچے خفیف ہی کیا ہے؟

غور کیا جائے تو خود قرآن شریف سے اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صحیح مذہب وہی ہے جس کی طرف قلت گئی ہے یعنی یہ کہ معراج ہوئی اس جسد عنصری سے نہیں بلکہ دوسرے نورانی جسم کے ساتھ تھا جو اللہ تعالیٰ حالت کشف میں اپنے برگزیدوں کو عالم روحانی کی سیر کے لئے عطا فرماتا ہے۔ قرآن کریم میں پہلی دلیل تو خود یہ ہے کہ اسی سورت میں معراج کا ذکر کر کے فرمایا وما جعلنا الرؤیا التی اریٰنٰک (۶۰) جہاں صاف الفاظ میں اسے رویا کہا ہے اور رویا کا لفظ عالم خواب سے مخصوص ہے جس میں جسد عنصری حرکت نہیں کرتا۔ والرؤیا مایریٰ فی المنام (غ) رؤیا وہ ہے جو خواب میں دیکھا جاتا ہے۔ دوم جب کفار نے جسد عنصری کے ساتھ اوپر جانے کا مطالبہ کیا او ترقیٰ فی السماء (۹۳) تو اس کا جواب دیا قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرًا رسولًا گویا یہ تقاضائے بشریت کے خلاف ہے کہ انسان اس جسد عنصری کے ساتھ اس زمین کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ پر چلا جائے جیسا کہ دوسری جگہ ہے الم نجعل الارض کفاتًا احیاءً وامواتًا (المرسلٰت ۲۵، ۲۶) سوم حدیث بخاری میں صاف یہ لفظ ہیں فیما یریٰ قلبہ وتنام عینہٗ ولا ینام قلبہ یعنی اس حالت میں معراج ہوا جب آپؐ کا قلب دیکھتا تھا اور آپؐ کی آنکھ سوتی تھی مگر دل نہیں سوتا تھا اور اسی حدیث کے آخر میں یہ لفظ ہیں۔ واستیقظ وھو فی المسجد الحرام پھر آپؐ جاگ اٹھے اور آپ مسجد حرام میں تھے جس سے صاف ثابت ہوا کہ یہ سب کچھ آپؐ پر حالت خواب میں وارد ہوا۔ اور دوسری روایت میں جو وہ بھی بخاری کی ہے معراج کی حالت کو بین النائم والیقظان یعنی سونے اور جاگتے کے درمیان یا حالت کاشفہ قرار دیا ہے اور مطلب دونوں کا ایک ہے چہارم جو کچھ آنحضرت صلعم نے معراج میں دیکھا اس کا اسی زمین پر حالت کشف یا رویا میں دکھنا ثابت ہے اول بیت المقدس، حدیث میں ہے کہ جب کفار نے آپؐ کی بات کو نہ مانا اور بیت المقدس کے حالات دریافت کئے تو اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو آپؐ کے سامنے کر دیا یعنی کشفی حالت میں اور آپؐ نے ان کو سب کچھ بتا دیا قمت فی الحجر فجلی اللہ لی بیت المقدس فطفقت اخبرھم عن اٰیاتہ وانا انظر الیہ میں حجر میں کھڑا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس میرے سامنے کر دیا تو میں انہیں اس کی نشانیوں سے خبر دینے لگا درانحالیکہ میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ دوسرا جنت و نار۔ حدیث کسوف میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا مجھے اس جگہ سب کچھ دکھایا گیا یہاں تک کہ بہشت اور دوزخ بھی اور یہ کسوف کا ذکر ہے جب آپ نماز کسوف پڑھا رہے تھے چنانچہ بخاری ابواب الکسوف میں حدیث اسماء بنت ابی بکرؓ میں یہ لفظ ہیں قال مامن شیء کنت لم ارہ الا وقد رأیتہ فی مقامی ھذا حتی الجنۃ والنار یعنی کوئی چیز نہیں جسے میں نے نہیں دیکھا تھا مگر وہ مجھے اس مقام پر یعنی نماز پڑھتے پڑھتے دکھا دی گئی یہاں تک کہ بہشت اور دوزخ بھی دکھا دیئے گئے تیسرا اللہ تعالیٰ کا جس طرح معراج میں دنا فتدلیٰ کا نظارہ ہوا اسی طرح احمد اور ترمذی کی روایت میں ہے جسے حدیث صحیح کہا گیا ہے جو معاذؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا میں نے اپنے رب کو احسن صورت میں دیکھا اور یہ اسی زمین کا ذکر ہے انی قمت من اللیل فصلیت ... فاذا انا بربی فی احسن صورۃ ... فرأیت وضع کفہ بین کتفی حتی وجدت بردانا ملہ بین صدری یعنی میں رات کے وقت اٹھا اور نماز پڑھی تب ناگہاں میں نے اپنے رب کو احسن صورت میں دیکھا ... تب میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے کندھوں کے درمیان رکھا یہاں تک کہ میں نے اس کی انگلیوں کی ٹھنڈک اپنے سینہ میں پائی تو جب اللہ تعالیٰ کو جنت و نار کو بیت المقدس کو مکہ یا مدینہ میں دیکھ لیا تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ یہ نظارے اسی زمین پر دکھا یا کرتا ہے اور ان کے لئے نقل مکانی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ہاں اللہ تعالیٰ کو یہ بھی قدرت ہے کہ وہ ایک انسان کو اٹھا کر لے جائے یہاں تک کہ جنت دکھا دے اور یہ بھی کہ جنت کو اٹھا کر لائے یہاں تک کہ ایک انسان کو دکھا دے دونوں صورتوں میں قدرت میں کوئی فرق نہیں اور نہ اس سے قدرت میں کچھ فرق آتا ہے کہ ایک چیز اپنی جگہ پر بھی ہو اور اللہ تعالیٰ اس کا نقل دوسری جگہ بھی دکھا دے۔

یہاں معراج کی ایک غرض بھی بتائی ہے لنریہ من ایاتنا یعنی آنحضرت صلعم کا معراج اس غرض کے لئے تھا کہ آپ کو کچھ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں دکھائی جائیں گویا جو باتیں آپ کو معراج میں دکھائی گئیں وہ کسی دوسری حقیقت کے لئے بطور نشان بھی تھیں اور درحقیقت معراج میں آنحضرت صلعم کے کمالات غیر متناہی کا نقشہ کھینچا ہے اور یہ بتایا ہے کہ آپ اس بلند ترین مقام پر پہنچے ہوئے ہیں جہاں کوئی دوسرا انسان یا فرشتہ نہیں پہنچا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس اسرا میں اشارہ نبی کریم صلعم کی ہجرت کی طرف ہو خواہ اقصیٰ سے مراد مدینہ کو لے لیا جائے اور اس مسجد کو جو اس میں بننے والی تھی یہاں سے

(بقیہ صفحہ ۱۵ کالم ۳ پر ملاحظہ فرمائیں)

پندرہ روزہ پیغام صلح لاہور مؤرخہ ۱۵ مارچ ۱۹۸۹ء

گذارشِ احوال

پیغام صلح کے پہلے شمارے میں احباب جماعت سے اپنی گذارشات میں ہم نے عرض کی تھی کہ سال رواں میں جماعت احمدیہ کی عمر سو سال ہو رہی ہے اور یہ کہ صد سالہ تقریبات کے سلسلہ میں مختلف النوع پروگرام جماعت کے پیش نظر ہیں کسی فرد، جماعت اور قوم کی زندگی میں اپنے محاسبہ کا عمل نہایت ضروری ہے اور اس کی ترقی و ترفع میں اس کے ماضی، حال اور مستقبل کا بڑا دخل ہے۔ جو کوئی اپنی عمرانی زندگی میں ان ادوار سے لاتعلق ہو جائے اپنے ماضی کو بھلا دے حال میں مست رہے، اور مستقبل کی فکر سے آزاد ہو جائے وہ فرد ہو یا جماعت اور یا قوم ہو اس کے دن گنے جا چکے ہوتے ہیں۔ کامرانیاں اور خوشیاں اس سے منہ موڑ لیتی ہیں۔ زمانہ اس کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔ تاریخ اس کو جگہ نہیں دیتی۔ اس لئے ضرورت ہے کہ ہم من حیث الجماعت محاسبے کے عمل سے گذریں۔ ماضی کی روشنی میں حال کے حالات کے پیش نظر اپنے مستقبل کی راہیں متعین کریں اپنے جماعتی اغراض و مقاصد پر نظر دوڑائیں۔ ان کی تکمیل و حصول میں جو عزائم وادارے ہیں ان کے مطابق سرگرم عمل ہوں اور جو مشکلات سامنے ہیں ان کے حل کی تدبیر سر جوڑ کر کریں اور یہ سب کچھ اس وقت ممکن ہے جب ہم انفرادی فکر و مفاد کو بالائے طاق رکھ کر جماعتی فلاح و بہبود کے جذبہ سے کام لیں۔ الحمدللہ! ہمارا ماضی بڑا روشن ہے اس روشن ماضی کو دیکھ کر، اس کو پڑھ کر اور اس پر غور و فکر کر کے اپنے حال کی بظاہر مبینہ بے حالی کی درستی اور مستقبل کے موہوم وسوسوں کو دور کر سکتے ہیں اس وقت ضرورت ہے کہ ہم جماعت کے قیام اور اس کے اغراض و مقاصد پر نظر رکھیں اس کی ضرورت اور اہمیت کا خیال کریں اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کا خیال کریں اور ساتھ ہی ساتھ اپنے گرد و پیش کی بظاہر حوصلہ شکن صورتحال کا احساس کریں اور بڑے ایثار، بے لوث ذوق و جذبہ اور محنت سے جماعتی کام کاج میں جُت جائیں۔ اگر اس جماعت کا قیام اور کام صرف اور صرف للہ فی اللہ ہے اور اس سے کوئی ذاتی اور دنیاوی منفعت کا حصول مقصود و مطلوب نہیں اور اس امر پر آپ کا پکا یقین ہے، تو پھر للہ فی اللہ جذب و ایثار کے ساتھ اور پختہ عزم کے ساتھ جماعتی مفاد کے کام میں لگ جائیں۔ جماعتی مفاد کے حوالہ سے آپ کی روایات مثالی ہیں۔ ان روایات کی پاسداری، پاسبانی اور آبیاری کریں۔ انفرادی جان پہچان

کو جماعتی تشخص پر قربان کر دیں۔ جماعت کی زندگی اور تازگی کے لئے کام کریں، سلف کی راہیں تلاش کریں اور خلف کے لئے انہیں کھلی رکھیں۔ ذہن کا شکار نہ ہوں اور نہ بزدلی دکھائیں تکبر اور کینے دلوں سے نکال دیں یہ وہ کینسر ہے جو جماعتی مفاد کو چاٹ کھائے گی۔ صاف نیت اور پاک دل ہو کر اور ایک ہو کر خدمت دین کے آسمانی کام کی بجا آوری کریں ـــــ اخوت کی فضا اور بھائی چارے کے ماحول میں ہنستے کھیلتے حضرت بانیٔ سلسلہ کے کام میں لگ جائیں۔ ایک ایک کی پرواہ کریں ایک ایک کیلئے دعا کریں اور ایک ایک کی بہتری و خیر خواہی چاہیں۔ یاد رکھیں ہم ایک برگزیدہ انسان کے دامن سے وابستہ ہیں ہم ایک ہو کر اس دامن کو پکڑے رکھیں اور ہم اس پاک باز آسمانی انسان کی قائم کردہ جماعت سے وابستہ ہیں جماعت سے اس وابستگی کے رشتے کو پالیں مضبوط کریں اور مستحکم کریں ہماری جماعتی زندگی کے لئے یہ امور نہایت ضروری اور لازمی ہیں یہ جماعت کسی دنیاوی تحریک و ترغیب کے پیش نظر نہیں بنائی گئی اور نہ کسی دنیاوی جاہ و منصب کا حصول اسکی غرض و غایت ہے۔ یہ تو صرف اللہ تعالیٰ کا نام بلند کرنے اور اس کے رسول مقبولؐ کے کام کو پھیلانے کے لئے قائم ہوئی تھی۔ غالباً ہم اس مقام پر نہیں کہ جماعت کو پند و نصائح سے نوازیں۔ اس لئے ذیل میں ہم امیر مرحوم حضرت مولانا محمد علیؒ کے ارشادات درج کرتے ہیں جو آپ نے جماعت کو نصائح کے طور پر فرمائے :۔

جماعت میں جو بعض اشخاص کو ایک دوسرے کی تخریب اور دوسروں پر نکتہ چینی کرنے کی عادت پڑ چکی تھی وہ آپ کے لئے ایک مسلسل صدمہ کا باعث رہتی تھی کیونکہ دین کے کام کو اس سے نقصان پہنچتا تھا اس عادت کی اصلاح کے لئے آپ وقتاً فوقتاً اپنے خطبات میں جماعت کو خطاب کرتے تھے۔ ۵ مارچ ۴۸ء کے خطبہ جمعہ میں آپ نے یا ایہا الذین امنوا علیکم انفسکم کی تلاوت فرما کر کہا کہ اس آیت کے معنے تو یہی ہیں کہ تم کو اپنی جانوں کی طرف توجہ کرو یہ لازم ہے اور اپنی اصلاح کی پہلے فکر کرو۔ فی الحقیقت یہ الفاظ علیکم انفسکم قوم کی تعمیر کا بنیادی پتھر ہیں۔

”یہ الفاظ صرف اس طرف توجہ دلانے کے لئے کافی ہیں کہ کوئی انسان دوسرے کو نیچا دکھا کر یا دوسرے کو گرا کر نہیں بنتا۔ نہ کوئی قوم اس طرح بنتی ہے بلکہ ہر فرد کو سب سے پہلی فکر اپنی اصلاح کی یا اپنی تعمیر کی ہونی چاہیئے۔۔۔ تعمیر ذرا مشکل کام ہے اور مشکل کام کی طرف انسان کا قدم جلدی نہیں اٹھتا۔ تخریب یا دوسرے کو گرانا نسبتاً بہت آسان ہے کسی کی بربادی اور ویرانی بہت آسان ہے مگر اپنے آپ کو بنانا بہت مشکل ہے۔۔۔

آپ آج ایک مصلح کے جانشین بن کر کھڑے ہوئے ہیں آپ نے دنیا میں خدا کے نام کو پھیلانا اپنے ذمہ لیا ہے۔ کیا ہم سب نے اپنے آپ کو اس مقام پر پہنچایا ہے جو علیکم انفسکم کا تقاضا ہے کیا ہم نے دوسروں کی عیب چینی اور دوسروں کو گرانے کی فکر چھوڑ کر اپنی ساری توجہ کو اپنے آپ کو زیادہ مفید بنانے پر لگا دیا ہے اور اپنے آپ کو اس مقام پر پہنچا دیا ہے کہ دوسرے ہمارے نمونہ سے اچھا سبق لیں۔ افسوس کہ یہاں بھی بہت لوگوں میں تعمیری کاموں کی طرف توجہ کم ہے اپنی اصلاح کا خیال اتنا نہیں جتنا دوسروں کو نیچا دکھانے کا خیال ہے میں اپنے دوستوں سے کہتا ہوں کہ جماعت بنانے کا یہ طریق نہیں۔ جماعت بنانے کے لئے ایک دوسرے کے نقائص اور عیوب مدنظر رکھنے کی بجائے اپنے نقائص اور عیوب کی اصلاح کی طرف توجہ ہونی چاہیئے۔“ پیغام صلح ۱۷ ۳/۴۸

آپ نے ایک اور خطبہ جمعہ (مورخہ ۱۶ اپریل ۴۸ء) اس مضمون پر دیا کہ اگر تم چاہتے ہو کہ خدا تمہارے گناہوں کو معاف کرے تو تم بھی دوسروں کے قصور سے درگذر کرو۔ فرمایا:

”جو شخص مغفرت کا خواہاں ہے اس کی مغفرت کی خواہش باطل ہے اگر وہ خدا کے بندوں کی مغفرت نہیں کرتا ۔۔۔ یہی تخلق باخلاق اللہ کا سبق ہے جو سکھایا ہے۔۔۔ خدا غافر ہے مگر اس کے لئے جو اس کے بندوں کا غافر ہے۔ وہ بغیر توبہ کے بھی معاف کر دیتا ہے اسی طرح تم بھی اس مقام پر کھڑے ہو جاؤ۔۔۔ امام وقت نے بھی اسی بات پر زور دیا ہے اور فرمایا کہ تم سچے ہو کر بھی جھوٹے بن جاؤ اس کا مطلب یہ نہیں کہ خواہ مخواہ اپنے آپ کو جھوٹے کہنے لگ جاؤ، بلکہ مطلب یہ ہے کہ تم سچے تو ہو لیکن اپنی معافی کی طاقت سے کام لو اور یہ توقع نہ رکھو کہ دوسرا شخص آئے اور تم سے معافی مانگے۔۔۔ بعض لوگ ذرا ذرا سی بات پر بگڑ جاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ جب تک دوسرا شخص معافی نہ مانگے اس سے تعلق نہیں رکھنا چاہیئے۔ یہ طریق صحیح نہیں۔ قرآن نے اس سے منع کیا ہے۔ حضرت صاحب نے اس سے روکا ہے اور فرمایا کہ بھائیوں کو معاف کرنے میں ہی نظام جماعت چل سکتا ہے مقابلہ کی طاقت دشمن کے لئے رکھو اور جھکنے کی طاقت اپنے بھائیوں کے لئے۔ کام کرنے والوں کی نیکی کو اوپر رکھنا چاہیئے اور کمزوریوں سے چشم پوشی کرنی چاہیئے۔ لیکن“ میں دیکھتا ہوں کہ ہم لوگ خود بڑی بڑی غلطیاں کرتے ہیں اور اس کی کوئی پرواہ نہیں کرتے مگر جو بڑے بڑے عظیم الشان کام کرنے والے ہیں ان سے اگر ذرا سی لغزش بھی دیکھتے ہیں تو ان کے خلاف زبانیں کھل جاتی ہیں۔“

دسمبر ۱۹۸۸ء کے آخری عشرے میں ایک دعائیہ اجتماع میں احباب سے خطاب کے دوران حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ امیر جماعت احمدیہ لاہور نے بھی ایسے ہی امور کی طرف جماعت کو توجہ دلائی تھی اور اتحاد و اتفاق کا پیغام دیا تھا تلقین کرتے ہوئے آپ نے فرمایا تھا کہ :۔

”میں نے پچھلے سال کی اپیل میں ان سب دوستوں پر اتمام حجت کر دیا تھا اس لئے کئی بار سوچا کہ اس دفعہ پھر اسے دہراؤں یا نہ دہراؤں لیکن اس خیال سے کہ شاید آئندہ مجھے پھر ایسا موقع نہ ملے اور شاید کسی کا دل نرم ہو جائے اس لئے اس اپیل کو دوہرانا چاہتا ہوں اس وقت ہماری جماعت کے بہت سے پاکستانی دوستوں کے علاوہ بیرون ممالک سے آئے ہوئے بہت سے مہمان بھی یہاں دعائیہ اجتماع میں موجود ہیں میں آپ سب کو گواہ ٹھہراتا ہوں اور اس خانۂ خدا کو بھی گواہ ٹھہراتا ہوں جس میں ہم بیٹھے ہوئے ہیں کہ میں سچے دل سے ان دوستوں کو پھر اپیل کرتا ہوں کہ وہ انجمن کے فیصلوں کے مطابق ایک دوسرے سے غیر مشروط طور پر آملیں اور انجمن کے نظام میں شامل ہو کر انجمن کے آئین اور قواعد کی پیروی کریں اور نظام کو چلائیں اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ یہ مخلصانہ اپیل ہے میں نے ایک دفعہ پھر تمام احباب پر اتمام حجت کر دی ہے اس کے بعد بھی اگر اختلاف رہا تو یہ ہم میں سے کسی کا ذاتی نقصان ہو یا نہ ہو لیکن جماعت کا اور حضرت بانیٔ سلسلہ کے مشن کا بہت بڑا نقصان ہوگا۔ اور اس کی ذمہ داری انہی احباب پر ہوگی جو ضد اور ہٹ دھرمی پر اڑے ہوئے ہیں جو دلوں میں نرمی پیدا نہیں کرتے اور اختلافات کو نہیں بھولتے بغض و غضب کو چھوڑ دینا اور دلوں کو صاف کرنا جماعت کی ترقی کے لئے بہت ہی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ محسن لوگوں کو پسند کرتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللّٰہ یحب المحسنین میری تلقین

(بقیہ صفحہ ۱۵ کالم ۳ پر)

اخبار پیغام صلح کا تازہ اور پہلا پرچہ موصول ہوا الحمدللہ کہ اپنا اخبار ایک طویل عرصہ کے تعطل کے بعد نہایت آب و تاب کے ساتھ دوبارہ شائع ہوا ہے۔ اخبار ہر لحاظ سے اعلےٰ پیمانہ پر جاری ہوا ہے۔ آپ اس کے لئے مبارکباد کے مستحق ہیں۔ خدا کرے کہ یہ جماعت کے لئے بابرکت ثابت ہو۔ آمین!

خاکسار رحیم بخش، راولپنڈی چھاؤنی

پاکستان ٹائمز لاہور کے ۱۸ فروری ۸۹ء کے شمارے میں ایڈیٹر کے نام خطوط کے کالم میں بہاول نگر کے ایک صاحب ایس اے کیو کا ایک مراسلہ شائع ہوا ہے جس کا اردو ترجمہ درج ذیل ہے۔

"آپ کے روزنامہ میں ماہ جنوری ۸۹ء کے دوران شائع ہونے والے مذکورہ عنوان کے تحت خطوط پیش نظر ہیں مجھے ڈر ہے کہ آپ میرے مراسلہ کو شائع نہ کر پائیں گے۔ تاہم جبکہ آپ ایس اے سعید کا خط تیم فل یعنی شرمناک کے عنوان سے ۲۵ جنوری کو شائع کر چکے ہیں اس کے پیش نظر میرا خیال ہے کہ میرے اس مراسلہ کی اشاعت بھی ممکن ہوگی۔

آپ جو خطوط پہلے شائع کر چکے ہیں وہ سب کے سب اسی نقطہ کے گرد گھومتے ہیں کہ جو کوئی بھی اپنے آپ کو مسلم کہے وہ مسلم ہے اور کسی دوسرے کو یہ حق حاصل نہیں کہ اسے وہ غیر مسلم قرار دے۔ لیکن آج کل اسلام کے پانچ بنیادی ارکان یعنی کلمۂ شہادت، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج کے علاوہ ختم نبوت کو بھی ان ارکان خمسہ کا جزو لازم قرار دیا جاتا ہے۔ یہ محض اس حقیقت کی وجہ سے کہ ہمارے مولینا حضرات قادیانی اور لاہوری احمدیوں کو دائرہ اسلام سے الگ رکھنا چاہتے ہیں اور بعض سیاست دانوں کی مدد سے یہ لوگ ۱۹۷۳ء کے اصلی آئین میں بھی ترامیم کر لینے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔

میں لاہوری احمدی ہوں نہ قادیانی یا ربوائی لیکن حقیقت یہ ہے کہ اب وقت ہے کہ قوم کو اس صورت حال سے نکالا جائے کیونکہ ایسی ہی مذہبیت نے عیسائیت کو بھی دوسری صدی سے آٹھویں صدی کے دوران برباد کئے رکھا تھا۔ کیا ہم بیسویں صدی میں نہیں رہ رہے ہیں؟ کیا ہمیں سائنس اور ٹیکنالوجی کی برکات و فوائد کے حصول کی ضرورت نہیں ہے؟ کیا یہ مولینا لوگ ہمیں ایکسپلائٹ ہی کرتے رہیں گے۔ وہ ایک مسلمان کی بنیادی تعریف میں کیسے تحریف و تبدیلی کر سکتے ہیں۔ جبکہ یہ تعریف تو وہی ہونی چاہیئے جو حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کی جاتی تھی۔ یہ وہ مولینا لوگ ہیں جن کی وجہ سے ہسپانیہ اور بغداد ہمارے ہاتھوں سے نکل گئے۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کو کافر کہتے رہے اور حقیقی کافروں کو ان کو سبق سکھانے کا موقع ہاتھ آ گیا۔ آج پھر ہم اسی ڈگر پر چل نکلے ہیں۔

انسانیت کی فلاح عامہ کی خاطر اس روش سے ہمیں کنارہ کش ہو جانا چاہیئے۔ ہمیں چاہیئے کہ پاکستان کو مُلّاں ریاست بنانے کی بجائے اسے ایک حقیقی اسلامی ریاست بنانے کے لئے ہم اپنی بہترین کوششیں بروئے کار لائیں۔"

احباب کے نام

میں جماعت کے احباب و خواتین کی توجہ ایک اہم مسئلے کی طرف مبذول کرانا اپنا اخلاقی فرض سمجھتا ہوں وہ یہ ہے کہ اپنی اولاد کی جماعتی تعلیم و تربیت کے پہلو کی طرف ہماری توجہ نسبتاً کم ہوتی محسوس ہو رہی ہے جو نتائج کے اعتبار سے جماعتی مفادات میں نہیں ہے جبکہ جماعت افراد کے مجموعہ کا نام ہے اور جماعت کی تعمیر و استحکام کے لئے افراد کی حیثیت اینٹ اور سیمنٹ کی سی ہے۔

کیا اچھا ہو کہ ہم اپنے گھر کی چار دیواری پر نظر ڈالیں اور جماعتی مقاصد کے حوالے سے جائزہ لیں، میری آپ سب سے بڑی دل سوزی اور نہایت دردمندی کے ساتھ گذارش ہے کہ آپ افراد خانہ کی جماعتی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دیں۔ اپنے تابناک ماضی کے ساتھ روشن مستقبل کی ضمانت اسی صورت میں ممکن ہے اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔

بچے جماعت و مستقبل کا ایک عظیم سرمایہ ہوتے ہیں اسی احساس سے ان کی تعلیم و تربیت بھی نہایت دانشمندانہ طور پر اور ایک مربوط منصوبہ کے تحت کی جانا ضروری ہے ان میں خود اعتمادی، خودداری، دین سے کامل آگاہی اور دین کی خدمت کا جنون کی حد تک جذبہ ایسی قدریں پیدا کرنے کے لئے لائحہ عمل اختیار کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

اس کار خیر میں ہماری خدمات ہمہ پہلو حاضر ہیں جماعتی لٹریچر اور اخبارات کا مطالعہ از بس ضروری ہے ان کی فراہمی اور ان سے آگاہی کو یقینی بنائیں۔ طلباء کے لئے پیغام صلح کا ماہانہ چندہ ۱۵/- روپے کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح لائٹ کے چندہ میں بھی خصوصی رعایت کر دی گئی ہے احباب ان اخباروں کی خریداری کی طرف خصوصی توجہ دیں۔ یہ جماعتی اخبار ہیں جن سے جماعت کی تعلیمی اور تربیتی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں۔ ان کی افادیت اور خدمت کے تقاضوں کے پیش نظر ان سے قلمی اور مالی تعاون آپ کا فریضہ ہے جس کی بجا آوری آپ کی ترجیحات میں سے ہونی چاہیئے۔

زیادہ دعائیں۔ مخلص

فضل احمد

جنوبی امریکہ کے شمالی ساحل پر کئی چھوٹے چھوٹے آزاد ممالک واقع ہیں۔ ان میں ایک ملک سرینام ہے اس کی راجدھانی ایک بڑی بندرگاہ پاراماری بو (PARAMARIBO) ہے۔ اس کی اکثریت عیسائی ہے ان کے علاوہ مسلمان اور ہندو ہیں۔ احمدیہ انجمن (لاہور) سے وابستہ پندرہ ہزار نفوس بھی ہیں۔ ملک کا نظام جمہوری ہے۔ پارلیمنٹ میں دس ممبران احمدیہ انجمن (لاہور) سے تعلق رکھتے ہیں۔ کابینہ میں شامل وزیر صحت آنریبل کریم شیخ صاحب خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ سب باشندے پوری آزادی اور رواداری کے ساتھ باعزت زندگی گذارتے ہیں۔ چند سال پہلے پاکستان کے ایک مولوی صاحب نے یہاں آ کر منافرت اور بغض و رقابت کے بیج بونے کی سعی کی ایک جلسے میں تقریر کرتے ہوئے کہا: "مرزائیوں کو مارنا، ہڈی لوٹی الگ کرنا، قتل کرنا مسلمان کا ایک مقدس مذہبی فرض ہے۔"

سرینام کی عیسائی حکومت نے اس تقریر کا سنجیدہ نوٹس لیا اور اس آدمی کو گرفتار کر کے سیدھا ہوائی اڈے پر لے جا کر نکال دیا۔

دسمبر میں چند افراد پر مشتمل سرینام سے ایک احمدی وفد پاکستان آیا۔ اس وفد کے دو ممبران یعنی محترم مکرم اکبر اصغر علی صاحب اور ان کی اہلیہ محترمہ صابرہ خاتون صاحبہ پاکستان سے سرینگر بذریعہ ہوا تشریف آور ہوئے۔ یہ کرم مہمان یہاں فوراً ڈاکٹر خورشید عالم صاحب کے دولت خانہ پر آئے۔ دوسرے دن یہ مہمان گلمرگ تشریف لے گئے۔ شام کو محترم ڈاکٹر صاحب اور مکرم پروفیسر زاہد صاحب نے ان مہمانوں کے ساتھ طویل ملاقات کی اور جماعت سرینام کے حالات، جلسہ سالانہ کی کیفیت، اجرائے اخبارات اور بزرگان سلسلہ کی خیریت کے متعلق تفصیلات معلوم کرتے رہے۔

تیسرے دن معزز مہمانوں نے روضہ بل خانیار میں ایک معروف قبر کی زیارت کی اور یادگاری تصویریں کھینچ لیں۔ اسی دن نماز جمعہ کے لئے جامع احمدیہ قلمدان پورہ تشریف لے آئے۔ یہاں خطبہ سن کر محظوظ ہوئے۔ مکرم فاروق احمد صاحب نے حاضرین کی تواضع چائے سے کی۔ اسی دن شام کے کھانے کی دعوت محترم فاروق صاحب کے ہاں تھی۔ وہاں پھر احباب نے معزز مہمانوں سے مزید تفصیلات معلوم کیں۔ موضوع سخن النعلم ٹرسٹ کا قیام اور مقاصد تھا۔ یہ ٹرسٹ سرینام میں لاکھوں ڈالر کے صرف سے قائم ہوا اور قابل تحسین کام کر چکا ہے۔ معزز مہمانوں کو جب بتایا گیا کہ ہندی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ یہاں مکمل ہو چکا ہے اب تفسیری حواشی باقی ہیں تو محترمہ صابرہ خاتون نے سونے کا ایک کڑہ اتار کر بطور چندہ دیا۔ جزاھا اللہ خیر الجزاء۔ سنیچر کے دن ۲ بجکر ۴۵ منٹ پر معزز مہمان بذریعہ ہوائی جہاز دہلی روانہ ہوئے وہاں سے وہ پہلے پاکستان پھر اپنے وطن جائیں گے +

(نامہ نگار از سرینگر)

اِظہارِ تشکّر

میری اہلیہ کی وفات کے افسوسناک موقع پر احباب و خواتین نے پاکستان اور بیرون پاکستان سے تعزیتی خطوط اور تار و ٹیلی فون کے ذریعے مجھ سے اظہار ہمدردی فرمایا ہے۔ اور یہ سلسلہ تاحال جاری ہے اس سے فطری طور پر میرے غم کا بوجھ ہلکا ہوا ہے جزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء فی الدنیا والآخرۃ۔

میں اپنی مجبوری کے باعث ان سب احباب و خواتین کو فرداً فرداً خطوط لکھنے سے معذور ہوں لہٰذا اخبار کے ذریعہ میں تمام احباب و حضرات کا صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتا ہوں انکے حق میں دعاگو ہوں اور انکی دعاؤں کا خواستگار ہوں اللہ تعالیٰ ان سب کا اور ہمارا بھی حامی و ناصر ہو۔

والسلام

دستخط

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

"اظہارِ خیال" کے یہ کالم ایسی سنجیدہ بحث کے لئے مخصوص ہیں جن کا تعلق ہماری زندگی کے مسائل سے ہے۔ ہمارے گرد و پیش مختلف النوع مسائل موجود ہیں۔ ذاتیات میں اُلجھے بغیر ہم اہلِ علم و قلم حضرات کو ان کالموں میں اظہارِ خیال کی دعوت دیتے ہیں۔ آپ کے نقطۂ نظر سے ہمارا اتفاق ضروری نہیں لیکن ہر سنجیدہ اور معیاری تحریر کے لئے یہ کالم حاضر ہیں۔ ادارہ

چند اعتقادات

چھوٹے ہوتے تو جن مذہبی اعتقادات سے پہلے پہل واسطہ پڑا اور جن کا تذکرہ ہر مسجد میں ہر واعظ کیا کرتا تھا ان میں پہلا یہ تھا کہ، چودھویں صدی ہجری ہی آخری صدی ہے اس کے آگے کسی صدی کا ذکر اسلامی کتابوں میں نہیں ملتا ہے اور قیامت اسی صدی کے اندر آنے والی ہے۔ قربِ قیامت کی نشانیوں میں بتایا جاتا تھا کہ "عورتیں پردہ نہیں کریں گی اور شوہروں اور سسر صاحبان کا ادب لحاظ نہیں کریں گی۔ چھوٹے بڑوں کا احترام نہیں کریں گے مسلمان اسلامی شعائر چھوڑ کر کرسٹانوں جیسے حلیے بنا لیں گے۔" لوگ دیکھ رہے تھے کہ زمانہ گذرنے کے ساتھ یہ "آثار" نمایاں ہو رہے ہیں۔ اگرچہ بچپن میں بھی یہ بات مہمل سی لگتی تھی لیکن سوچتا تھا کہ اس کو DISPROVE کرنے کے لئے صدی کے اختتام کا انتظار کرنا پڑے گا مگر جب چودھویں صدی پندرھویں صدی میں داخل ہوئی تو کسی ایک مولوی یا واعظ نے اپنی سابقہ تحریروں پر حیرت یا شرمساری کا اظہار نہیں کیا۔

دوسرا اعتقاد غالباً امر لاؤڈ سپیکر کے مسجد کے اندر استعمال کے بارے میں تھا۔ امرتسر میں مسجد خیر دین غالباً پہلی مسجد تھی جہاں لاؤڈ سپیکر نصب ہوا مگر ہندوستان بھر کے مسلمانوں میں اس کے خلاف زبردست ہیجان تھا۔ تمام ہندوستان کے قابلِ ذکر علماء کرام اور مفتیانِ دین نے اس کے حرام ہونے کا فتویٰ دے رکھا تھا۔ استدلال یہ تھا کہ یہ ایک بدعت ہے شیطانی آلہ ہے ہمارے اسلاف اس کے بغیر کام چلاتے رہے ہیں۔ لاؤڈ سپیکر بے وضو ہوتا ہے اس کا مسجد میں کیا کام؟ مذہبی بحثیں چلتی رہیں مگر یہ شیطانی آلہ پسپا نہیں ہوا ٹس سے مس نہیں ہوا آگے ہی آگے بڑھتا رہا اس کی فتوحات جاری رہیں اور اب تو پاکستان میں شاید ہی کوئی مسجد اس دستبرد سے محفوظ ہو گی۔ البتہ اس کی مخالفت میں مقدس فتاویٰ آج بھی ہماری دینی کتب کی زینت بنے ہوئے ہیں۔ بلکہ اب تو مسجدوں میں لاؤڈ سپیکر کا بے تحاشہ استعمال ایک NUISANCE کے زمرہ میں داخل ہو گیا ہے آپ شہروں میں پراپرٹی ڈیلروں سے تصدیق کر لیں جہاں تک لاؤڈ سپیکر کی SHRILLING آواز جاتی ہے اُن حدود تک مسجدوں کے قرب و جوار میں مکانوں اور پلاٹوں کی قیمتیں گر گئی ہیں۔

دین کا تیسرا امتیازی نشان "فوٹو حرام تھا" اور تصویر بت پرستی کے مترادف تھی جس گھر میں تصویر یا کتا ہو وہاں رحمت کے فرشتے کا گذر نہیں ہوتا تھا۔ بہشتی زیور اور دوسری دینی کتب میں یہی لکھا ہے۔ سکولوں کالجوں میں جب کبھی کسی تقریب میں گروپ فوٹو ہونے لگتی تو دینیات کے ٹیچر اور مولوی صاحبان پیچھے ہٹ جاتے تھے۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے 'الہلال' میں تصویروں کا آغاز کیا تو ہندوستان بھر کے دینی حلقوں میں بڑی لے دے ہوئی تصویر یا فوٹو تو ایک طرف، پرندوں اور جانوروں کی ڈرائنگ تک حرام قرار دی گئی کہ قیامت کے دن ان میں جان ڈالنی پڑے گی۔

فوٹو کے خلاف فتووں سے کتابیں بھری پڑی ہیں مجھے ذاتی طور پر اس کا ایک تلخ تجربہ بھی ہوا۔ میٹرک کی کلاس کا گروپ فوٹو میری زندگی کی پہلی تصویر تھی۔ بڑے شوق سے اسے فریم کروا کے گھر لایا۔ سب کو دکھائی اور ایک کیل کے ساتھ کمرے میں آویزاں کر دی مگر میں نے محسوس کیا کہ میری تہجد گزار اماں جان اسے دیکھ کر کچھ ایسی خوش نہیں ہوئیں۔ چند دنوں کے بعد انہوں نے اسے دیوار سے اتار کر صندوق میں بند کر دیا۔ تصویر ہونے کے علاوہ اس میں دوسری خرابی یہ تھی کہ خالصہ ہائی سکول ٹانڈہ میں میرے ہم جماعتوں میں سکھ اور ہندو بھی خاصی تعداد میں تھے۔

رحمت کے فرشتے والی روایت کا ان کے دل پر بھی گہرا اثر تھا۔ گھر میں اس تصویر کی موجودگی سے وہ بے سکون سی رہنے لگیں۔ میں مزید تعلیم کے سلسلے میں لاہور چلا گیا تو میری غیر حاضری میں میری والدہ صاحبہ نے تصویر صندوق سے نکال کر مویشیوں کی حویلی میں بالائے طاق رکھوا دی۔ جہاں سے غالباً کسی بلی نے گستاخی کی اور وہ نیچے گر گئی۔ نہ صرف شیشے کا فریم چور چور ہوا وہ وہیں گوبر میں خراب ہوتی رہی جب میں نے واپس آکر اسے دیکھا تو وہ دو ٹکڑوں میں بٹ چکی تھی۔ صابن سے دھونے کے باوجود بھینسوں کے گوبر بھرے کھر لگنے سے میرے ان دوستوں کے چہرے تک مسخ ہو چکے تھے جن میں سے زیادہ تر ۱۹۴۷ء کے بعد بارڈر کراس کر چکے تھے اور اب ؎

وے صورتیں الٰہی کس دیس بستیاں ہیں
اب جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں

جس مقام سے تصویر دو ٹکڑے ہوئی وہاں اتفاق سے میرا سب سے پیارا دوست دلیپ بھی کھڑا تھا میں اس کی ہیئت کذائی دیکھ کر رو پڑا۔ اماں جی عجیب ذہنی کشمکش میں مبتلا تھیں۔ ایک طرف انہیں اپنے لاڈلے بیٹے کے جذبات کو ٹھیس لگنے کا بھی صدمہ تھا مگر تصویر ایسی لعنت کو گھر میں رکھنا بھی تو کسی طور گوارہ نہ تھا۔

وقت گذرتا رہا اور لاؤڈ سپیکر کی مانند تصویر کی یلغار بھی جاری رہی اب اس گھر میں انہی اماں جی کی اپنی تصویریں بھی ہیں سارے خاندان کی تصویریں ہیں۔ ہر بچے کا اپنا اپنا البم ہے اب اماں جی کو رحمت کے فرشتے کے تصور سے گریز کا خدشہ بھی نہیں ہے۔ غالباً وہ سوچتی ہیں کہ جب اتنے بڑے بڑے جید علماء کرام کے گھروں میں بھی تصویروں کے انبار لگے رہتے ہیں تو کون باور کر سکتا ہے کہ ان کے گھروں میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے ہوں گے قیاس یہی ہے کہ رحمت کے فرشتوں میں بھی فوٹو کے خلاف پہلا سا تعصب باقی نہیں رہا ہو گا۔ اس زمانے میں لڑکیوں کی تعلیم کے خلاف بھی ایک تعصب تھا۔ حد یہ ہے کہ سر سید احمد خان ایسے عظیم ریفارمر جنہوں نے جدید تعلیم کے میدان میں کٹھ ملاؤں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا، لڑکیوں کی تعلیم یا کم از کم اعلیٰ تعلیم کے حق میں نہیں تھے لیکن وقت گذرنے کے ساتھ یہ تعصب بھی ختم ہو گیا اور مُلا بھی اپنی بیٹیوں کی اعلیٰ تعلیم پر فخر کرنے لگے آج گورنمنٹ کالج لاہور کی ایم اے کلاسز یا میڈیکل کالجوں میں داخلے کے اعداد و شمار ملاحظہ کریں۔ سوال یہ ہے کہ کیا وقت کا سٹیم رولر ہی آہستہ آہستہ ان مخالفتوں کو دباتا چلا جاتا ہے۔ کیا مشیت ربانی حیر کثیر کی طرف خود بخود راہنمائی کر رہی ہے اور فطرت کا خاموش انقلاب فرد کی فطری صلاحیتوں کی آزادانہ نشو و نما کے لئے سرگرم عمل ہے۔

(اصغر علی گھرال۔ ایڈووکیٹ)

لمحۂ فکریہ

جماعت احمدیہ لاہور اپنے اول روز سے ہی ملکی و غیر ملکی سیاست سے دُور ہے جماعت کے قیام کے اغراض و مقاصد کے اعتبار سے بھی سیاست، سیاست بازی اور سیاست گری اس کے لئے شجرِ ممنوعہ ہے اور حضرت بانیٔ جماعت نے اس بارے میں ہرزہ در مخالفت فرمائی ہے۔ ہماری تاریخ گواہ ہے کہ اس میدان میں ہماری جماعت نے کبھی زور آزمائی نہیں کی اور نہ بالفعل کبھی حصہ لیا اور نہ آئندہ کبھی ایسا ممکن ہے۔ تاہم ملک، معاشرہ اور دین و مذہب کے بارے میں جب کبھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے صورتحال پیدا ہوئی ہم نے اپنی صوابدید کا اظہار ضرور کیا ہے کتاب و سنت اور دینی وانسانی تاریخ سے جو ہمیں راہنمائی ملی اس کی طرف توجہ دلائی ہے۔ شاذ ہی کسی نے اور اس کے پس منظر میں ہماری نیت میں ہمیشہ خیر و فلاح کا پہلو رہا ہے۔ اسی جذبہ کے تحت آج بھی ہم اس موضوع پر بڑی فکرمندی کے ساتھ قلم اٹھانے پر مجبور ہیں کہ ہمارے پیارے ملک کی سیاسی صورتحال نے معاشرے کے ہر فرد کے ذہن کو فکرمند کر رکھا ہے ہم بھی معاشرے کا حصہ ہیں، ہمارے بھی احساسات ہیں فطری طور پر ہمیں بھی تشویش ہے مرکز اور ایک صوبے کی محاذ آرائی اور کشمکش سے حالات خراب سے خراب تر ہوتے جا رہے ہیں غالباً اس دائرہ میں سیاست کے اخلاقی ضابطوں کا خیال بھی سامنے نہیں رکھا جا رہا ہے اپنے موقف میں کون صحیح ہے کون نہیں یہ موضوع ہمارے دائرہ فکر میں نہیں آتا تاہم ملک و معاشرہ اس تکلیف دہ عمل کے نتائج سے ضرور متاثر ہو رہا ہے۔ انا، ہٹ دھرمی اور ضد کے واضح عوامل سرکاری اور غیر سرکاری شعبوں میں مایوسی اور گومگو کے حالات پیدا کر رہے ہیں سماجی و معاشرتی زندگی کی خوشگواریاں مٹنے لگی ہیں اور ملک اور عوام کے لئے فلاحی اور تعمیری پہلوؤں پر سے توجہ ہٹتی جا رہی ہے۔ ضرورت ہے کہ اربابِ سیاست اس صورتحال پر جو ملک و قوم کے حق میں یقیناً اچھی نہیں حب الوطنی کے جذبہ کے تحت سنجیدگی اور متانت سے غور کریں ذاتیات کو چھوڑ کر ملک و عوام کے اجتماعی مفاد کے لئے کام کریں موجودہ مخدوش حالات کی بہتری اور بھلائی کیلئے اگر تین شخصیات (صدرِ پاکستان، کمانڈر انچیف پاکستان آرمی اور پیپلز پارٹی کا اتفاق و اعتماد ہے) اسلامی قومی اتحاد کے ایک لیڈر اور قومی اسمبلی کے سپیکر معراج خالد جو پی پی پی کے رکن ہیں باہم مل کر بیٹھ جائیں تو یقیناً ایسا حل سامنے آ جائے گا جو وفاق اور صوبے کو قبول ہو گا۔ (ادارہ)

اخبار و افکار

مباہلہ

لاہور (نیوز ڈیسک) رکن صوبائی اسمبلی مولانا منظور احمد چنیوٹی نے کہا ہے کہ وہ ۱۹۵۶ء سے قادیانی سربراہوں کو مباہلے کی دعوت دے رہے ہیں لیکن مرزا طاہر دعوت مباہلہ قبول کرنے یا اس کا جواب دینے کی بجائے خود مباہلہ کا داعی بن گیا ہے انہوں نے کہا کہ اکتوبر ۱۹۸۸ء میں ربوہ میں منعقدہ عالمی تحفظ ختم نبوت کانفرنس کی رپورٹنگ کرتے ہوئے ایک نامہ نگار کے حوالے سے یہ بے بنیاد خبر شائع کرایا کہ میں ۵ ستمبر ۱۹۸۹ء تک زندہ رہوں گا اور احمدیت دنیا سے مٹ جائے گی انہوں نے کہا کہ مرزا طاہر نے مذکورہ بے بنیاد رپورٹ کو بنیاد بنا کر لندن میں اپنے خطبہ جمعہ میں کہا کہ ۵ ستمبر تک چنیوٹی زندہ نہیں رہے گا اور اگر زندہ رہا تو وہ قادیانیت کو پھلتے پھولتے دیکھے گا۔ مرزا طاہر نے اس تقریر میں پنڈت لیکھرام کا ذکر بھی کیا جو قادیانیوں کی ایک ایسی ہی دھمکی کے بعد اچانک قتل کر دیا گیا تھا۔ (جنگ لاہور)

مناظرہ

لاہور (پ ر) انٹرنیشنل مسلم آرگنائزیشن کے ایک خصوصی اجلاس میں مولانا محمد عبدالتواب صدیقی، مولانا مفتی غلام قادر، شیخ الحدیث شمس الزمان مولانا محمد نذیر اور دوسرے علماء نے عورت کی سربراہی کے سلسلے میں پیپلز پارٹی کے حامی علماء کا چیلنج قبول کرتے ہوئے انہیں مارچ کے آخری ہفتہ میں مزار داتا گنج بخش یا مینار پاکستان پر مناظرے کی دعوت دی ہے علماء نے مطالبہ کیا کہ عدالت عظمیٰ کے کسی جج کو مناظرے کا منصف متعین کیا جائے اور پیپلز پارٹی کے خلاف فیصلہ ہونے کی صورت میں وزیراعظم فی الفور اپنے عہدے سے دستبردار ہو جائیں (جنگ م)

انٹی قادیانیت آرڈی نینس

لاہور (سٹاف رپورٹر) سپریم کورٹ نے انٹی قادیانی ایکٹیوٹی آرڈی ننس ۲۰ کے خلاف اپیل سماعت کیلئے منظور کر لی ہے قصور کے دو قادیانی حضرات کی جانب سے عزیز احمد باجوہ ایڈووکیٹ نے موقف اختیار کیا تھا کہ یہ آرڈی ننس آئین کے منافی ہے اور آئین کی شق ۲۰ کے تحت حاصل بنیادی حق کی خلاف ورزی ہے آئین کے تحت صدر کو یہ آرڈی ننس جاری کرنے کا اختیار نہیں تھا۔ نہ ہی یہ آرڈی ننس بطور آئینی حکم کے تحت جاری ہو سکتا ہے یہ آرڈی ننس بین الاقوامی انسانی حقوق کے بھی منافی ہے جس کے تحت ایسا کوئی قانون نہیں بنایا جا سکتا جو کسی کو کسی مذہب کی پیروی روکے۔ اس آرڈی ننس کو کالعدم قرار دیا جائے۔

(جنگ یکم مارچ ۱۹۸۹ء)

مولانا احترام الحق ٹی وی پر

اسلام آباد (ٹی وی رپورٹ) پاکستان میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو اسلام کا درد اپنے سینے میں رکھتے ہیں اور جنہوں نے اپنے جرائد میں سلمان رشدی کی کتاب کے اقتباسات کا ترجمہ شائع کر کے ان کو عوام تک پہنچا دیا اور ان کی دل آزاری کی۔ ٹیلی ویژن پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے مولانا احترام الحق تھانوی نے کہا ناموس رسالت کی توہین کے جرم میں سلمان رشدی پر جو الزام ہے میری نگاہ میں اتنا ہی الزام ان لوگوں پر ہے جنہوں نے اس کا ترجمہ کیا انہوں نے حیرت کا اظہار کیا کہ یہ کتاب ان تک پہنچی کیسے جبکہ ایک سال قبل اس کتاب پر ملک میں پابندی لگا دی گئی تھی۔ انہوں نے کہا پاکستان کی تاریخ میں اگر مذہبی تحاریک کا جائزہ لیں گے تو کوئی نہ کوئی مذہبی تحریک کسی نہ کسی حکومت کا تختہ پلٹنے کے لئے یا یہ کہئے کہ مذہبی تحریک کو اپنے ہاتھ میں لے لیتے ہیں یا پھر اس میں ماسٹر مائنڈ کا رول ادا کرتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ مقصد حاصل نہیں ہوتا۔ انہوں نے کہا افسوسناک پہلو یہ ہے کہ اس کو یہاں پر ایسا انداز اختیار کر کے عام لوگوں تک پہنچا دیا گیا ہے۔ مولانا احترام الحق تھانوی نے کہا کہ جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ اگر سفارت خانہ تباہ ہو جاتا تو کیا قیامت آ جاتی ان کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ ایک مسلمان یا اسلامی ریاست میں غیر ملکیوں کے ساتھ سفارتی تعلقات کی حیثیت ایک اسلامی معاہدے کی ہوتی ہے ان کے جان مال عزت غرض ہر چیز کی حفاظت حکومت کی ذمہ داری ہے لہٰذا اس کے لئے تمام ممکن طریقے اختیار کئے جائیں۔

پاکستان ٹائمز کے مدیر آئی اے رحمان نے کہا تین چار باتیں بڑی تکلیف دہ سامنے آئی ہیں۔ ایک مصنف نے اپنے قلم کو ناجائز طور پر استعمال کیا دوسری بات یہ ہے کہ برس ہا برس غلط تربیت کی وجہ سے ہم مذہب کی روح سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ ہم اپنی اسلام سے وابستگی یا رسول اکرمؐ سے عقیدت کو ایک مذہبی رسم کی شکل دینا چاہتے ہیں بجائے اس کے کہ ہم اس کی روح کو پکڑنے کی کوشش کریں انہوں نے کہا کہ یہ افسوس کی بات ہے کہ ہم دنیا سے بحث نہیں کر سکتے بلکہ ان سے جھگڑا کرنا چاہتے ہیں۔ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو پاک چیزیں تخلیق کی ہیں ان کا وہ خود محافظ ہے تیسرا پہلو یہ ہے کہ ہمارے ملک میں جس قسم کی لازمی دینی تعلیم دی جاتی ہے اس کے اثرات صحیح مرتب نہیں ہوتے ہم پڑھتے تو ہیں لیکن عمل نہیں کرتے انہوں نے کہا کہ اگر حکومتیں غلط آ جائیں تو ان کو بدلا جا سکتا ہے سیاسی جماعتیں اگر بے راہ رو ہو جائیں تو ان کو راہ راست پر لایا جا سکتا ہے لیکن اگر ہمارا مزاج ہمارا نظریہ حیات مذہب کے بارے میں انسان کے بارے میں اتنا کمزور اور خامیوں سے پُر ہو جائے کہ ہم آگ لگانے کو غرض اور لوگوں کو گالی دینے کو ثواب سمجھنے لگیں تو یہ ایسی پستی ہے کہ اس سے عہدہ برآ ہونا کسی کے لئے بھی ممکن نہیں ہو گا۔ فخر زمان نے کہا کہ اسلام آباد کا واقعہ ایک سوچی سمجھی سازش ہے تاکہ یہاں جمہوری عمل کے راستے میں رکاوٹیں ڈالی جائیں انہوں نے کہا کہ یہ انتہائی قابل مذمت ہے اگر آپ نے سیاست کرنی ہے تو آپ لوگوں کے جذبات سے کھیل کر سیاست نہیں کریں انہوں نے کہا کہ آپ ایک ایسے مسئلے کو اٹھا رہے ہیں جو کہ اس سے پہلے بھی اٹھایا جا سکتا تھا اور سلمان رشدی کا تعلق جنرل ضیاء مرحوم سے ویسے بھی بنتا ہے کیونکہ وہ ان کے ایک وزیر کا بھانجا بھی ہے۔ جو لوگ اس کتاب کے حوالے سے اپنی سیاست کر رہے ہیں وہ پاکستان پیپلز پارٹی کی موجودہ عوامی حکومت کو ناکام بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

شہید کون؟

کوئی دنیوی عدالت فیصلہ نہیں دے سکتی کہ کون شہید ہے اور کون نہیں۔ شہادت کا معاملہ صرف اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ مفتی محمد حسین نعیمی کی رٹ پر لاہور ہائی کورٹ کا فیصلہ (مفتی صاحب نے رٹ کی تھی کہ وزیراعظم بے نظیر کو اپنے باپ کو شہید کہنے سے روکا جائے۔

مفتی محمد حسین نعیمی کی جانب سے خواجہ ابرار مجال نے لاہور ہائی کورٹ میں نظر ثانی کی اپیل دائر کر دی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ ذوالفقار علی بھٹو کو شہید قرار دینے کو ہائی کورٹ کے جس فیصلہ نے توہین عدالت قرار دیا ہے وہ فیصلہ غیر قانونی ہے۔ (جنگ لاہور)

ایک تحریک!

لاہور۔ پنجاب اسمبلی کے سپیکر میاں منظور احمد وٹو نے اسمبلی کے رکن منظور احمد چنیوٹی کی تحریک استحقاق پر فیصلہ محفوظ کر لیا منظور احمد چنیوٹی نے اپنی تحریک استحقاق میں کہا تھا کہ قادیانی رہنما مرزا طاہر احمد نے اپنی تقریر میں کہا ہے کہ مولانا منظور احمد چنیوٹی ۵ ستمبر ۱۹۸۹ء سے قبل قتل ہو جائیں گے۔ قادیانی پیشگوئی اور مباہلہ کی آڑ میں گھناؤنی سازش کرتے ہیں اور پھر اس سازش کو اپنی پیشگوئی کی سچائی کے طور پر ظاہر کرتے ہیں۔ مرزا طاہر احمد نے کہا تھا کہ ضیاء الحق کا حادثہ مباہلہ کا نتیجہ ہے مجھے بھی دھمکی دی گئی ہے کہ میرا بھی ضیاء الحق کا سا انجام ہو گا۔ فضل حسین راہی نے کہا کہ میں چیلنج کرتا ہوں کہ یہ ضیاء الحق کو شہید ثابت نہیں کر سکتے اس پر تلخ کلامی کے بعد سپیکر نے کارروائی کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ چیلنج کے تصفیے ایوان سے باہر کئے جائیں۔ پیپلز پارٹی کے رکن محمود الحسن ڈار نے کہا کہ مولانا آپ کو انشاء اللہ شہادت ملے گی اسلامی جمہوری اتحاد والے ایک قادیانی رکن کو پیپلز پارٹی کے غاروں کے بلاک میں شامل کر چکے ہیں کہ مولانا چنیوٹی شہید ہوں اور ان کا مقبرہ بنے۔

وزیر قانون نصر اللہ دریشک نے کہا حکومت کا فرض ہے کہ مولانا کو تحفظ فراہم کرے اس سلسلے میں مقامی پولیس اور انتظامیہ کو خصوصی ہدایات جاری کی جائیں گی۔ نامعلوم فرد کے خطاب پر تحریک استحقاق پیش نہیں کی گئی۔ مولانا جو چاہیں ان کو تحفظ فراہم کیا جا سکتا ہے اگر یہ معاملہ قابل دست اندازی پولیس ہے تو مقدمہ درج ہو سکتا ہے لیکن یہ معاملہ استحقاق کمیٹی کے سپرد کرنا درست نظر نہیں آتا۔ اگر پولیس مقدمہ درج نہ کرے تو تحریک استحقاق پر غور ہو سکتا ہے۔ مولانا چنیوٹی نے کہا کہ مجھے پولیس کے تحفظ کی ضرورت نہیں میرے پاس مرزا طاہر احمد کی آواز میں وہ کیسٹ بھی موجود ہے جس میں میرے قتل کی پیشگوئی کی گئی ہے اس لئے اسمبلی مرزا طاہر احمد کو انٹرپول کے ذریعے پاکستان لائے اور اس کے خلاف کارروائی کی جائے یہ میرا نہیں اسلام کا معاملہ ہے۔ پیپلز پارٹی کے رکن خواجہ یوسف نے کہا کہ مولانا چنیوٹی نے اس سے قبل کہا تھا کہ مولانا اسلم قریشی کو قادیانیوں نے غائب کیا ہے اگر اسلم قریشی مل جائیں تو میں اپنے آپ کو پھانسی دے دوں گا۔

معارف الحدیث،
اشاعت الحق سرینگر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات حضرت مسیحؑ سے

صحاح ستّہ (یعنی احادیث نبویہ کی چھ مستند اور معتبر کتابوں میں پہلا درجہ امام محمد بن اسماعیل بخاری ۱۹۵-۲۵۶ھ / ۸۱۰-۸۷۰ء کی تالیف صحیح بخاری کو حاصل ہے۔ اس کے بعد دوسرا درجہ امام مُسلم بن حجاج نیشاپوری ۲۰۲-۲۶۰ھ / ۸۱۹-۸۷۴ء کی تالیف صحیح مسلم کو حاصل ہے۔ ان دونوں بلند پایہ کتابوں کو صحیحین یعنی دو صحیح کتابیں کہتے ہیں۔ جو حدیث ان دونوں کتابوں میں درج ہے اس کو متفق علیہ (وہ حدیث جس کی صحت پر اتفاق کیا گیا) کہتے ہیں۔

آج ہم صحیح مسلم (جلد ۱ کتاب الایمان باب الاسراء (۴۹) سے چند احادیث بابت غور و فکر پیش کرتے ہیں۔ بخاری شریف کا پارہ ۱۳ کتاب الانبیاء (۶۰) باب واذکر فی الکتاب مریم (۶۹) بھی دیکھا جائے۔

۱۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معراج کا ذکر کیا تو فرمایا: موسیٰ ادم طوال کانہ من رجال شنوءۃ میں نے موسیٰؑ کو دیکھا، وہ دراز قد تھے، گویا (عرب کے مشہور قبیلہ) شنوءہ کے مردوں میں سے ہیں۔ وقال عیسیٰ جعد مربوع اور حضورؐ نے فرمایا کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام گھونگریالے والے درمیانہ قد کے آدمی تھے۔" (باب ح ۵)

۲۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب مجھے معراج کی سیر کرائی گئی تو میں حضرت موسیٰ سے ملاقاتی ہوا۔ پھر آپؐ نے موسیٰ کی تعریف بیان کی پھر فرمایا یقینت عیسیٰ میں حضرت عیسےٰ سے ملاقی ہوا اس کے بعد آپؐ نے اس کی تعریف کی فرمایا فاذا ربعۃ احمر میں نے دیکھا کہ عیسےٰ درمیانی قد کے سرخ رنگ والے آدمی ہیں کانما خرج من دیماس گویا ابھی حمام سے نکلے ہیں (ایضاً ح ۱۴) گویا حمام سے نہلا دھلا کر نکلے ہیں۔ یہ ان کی سرخ و سفید رنگت کی وجہ سے ہی کہا گیا ہے۔

صحیح مسلم کے اسی باب میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے چار احادیث مروی ہیں۔ ان میں حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک اور رات کا واقعہ بیان فرماتے ہیں مثلاً ارشاد ہوتا ہے:

۳: رایت عندالکعبۃ رجلاً۔ میں نے کعبہ کے پاس ایک آدمی کو دیکھا۔ ادم یہ گندمی رنگ کا تھا وسبط الرأس اور اس کے بال سیدھے تھے واضعاً یدہٗ علیٰ رجلین اس نے اپنے ہاتھ دو آدمیوں پر رکھے تھے ... فسالت من ھذا پھر میں نے پوچھا یہ صاحب کون ہیں فقالوا عیسیٰ ابن مریم او المسیح ابن مریم۔ تو لوگوں نے جواب دیا یہ صاحب عیسیٰ بن مریم ہیں یا مسیح ابن مریم ہیں۔ (یہ راوی کا شک ہے کہ عیسیٰ کا لفظ کہا یا مسیح کا) قال حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ورایت وراءہ رجلاً اور میں نے اس (مسیح) کے پیچھے ایک آدمی کو دیکھا احمر وہ سرخ رنگ کا تھا جعد الراس گھونگریالے بال والا تھا اعور العین الیمنیٰ اور داہنی آنکھ کا کانا تھا۔ ... فسالت من ھذا تو میں نے پوچھا یہ کون ہے فقالوا المسیح الدجال تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ مسیح دجال ہے۔ (ایضاً ح ۱۷)

۴۔ ایک حدیث میں حضورؐ فرماتے ہیں، میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک گندمی رنگ کا آدمی جس کا رنگ بہت اچھا تھا خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا اس کے سر کے بال شانوں تک تھے۔ بالوں میں کنگھی کی تھی۔ بالوں سے پانی ٹپک رہا تھا اور دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر طواف کعبہ کر رہا تھا میرے پوچھنے پر بتایا گیا کہ یہ مسیح ابن مریم ہیں۔ پھر میں نے ان کے پیچھے ایک شخص کو دیکھا سخت گھونگریالے بال والا اور داہنی آنکھ کا کانا تھا۔ یہ بھی دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر طواف کر رہا تھا۔ میں نے پوچھا تو بتایا گیا کہ یہ مسیح دجّال ہے۔" (ح ۱۶)

ہم حضور نبی کریمؐ کے ان مشاہدات کو ذیل میں ایک چارٹ کی صورت میں پیش کرتے ہیں۔

مسیح ابن مریم ۱

۱۔ انبیاء کرام کے ساتھ دیکھا گیا۔
۲۔ رنگ سرخ
۳۔ گھونگریالے بال
۴۔ اس کے ساتھ دجال کو نہیں دیکھا
۵۔ اس نے کسی کا سہارا نہیں لیا تھا۔

● مسیح ابن مریم ۲

۱۔ انبیاء کے ساتھ نہیں دیکھا گیا بلکہ حضورؐ نے اپنے ساتھ یا پیچھے کعبہ کا طواف کرتے دیکھا۔
۲۔ رنگ گندمی
۳۔ سیدھے بال والا
۴۔ اس کے پیچھے دجال کو دیکھا
۵۔ اس نے دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر ان کا سہارا لیا تھا

اس سے ظاہر ہے کہ حضور خاتم الانبیاء صلعم نے دراصل اپنے مشاہدات میں دو مسیح ابن مریم دیکھے ہیں۔

محمد صالح نور

اِک عزمِ جواں پیدا کریں

(اعظم علوی مرحوم کی نظم سے متاثر ہو کر)

ساتھیو! اٹھو کہ اِک عزمِ جواں پیدا کریں
پھر وہی اسلاف کی جولانیاں پیدا کریں

ہم کریں مسمار سب نفرت کی دیواروں کو آج
اُلفتوں کا درس دیں، امن و اماں پیدا کریں

فرقہ بندی اور قومیت کو یکسر بھول کر
آؤ ہم انسانیت کے قدرداں پیدا کریں

جیسے اُٹھی تھی خدا کے گھر سے اذانِ بلالؓ
پھر وہی اِک بار آوازِ جواں پیدا کریں

جیسے حضرت میرزا کے وقت میں پیدا ہوا
پھر وہی اِک گروہِ دلبراں پیدا کریں

تھا جو مولانا علی میں اور نورالدین میں
اپنے سینوں میں وہ جذبِ عاشقاں پیدا کریں

جس چمن میں کھل سکیں سب پھول آزادی کے ساتھ
اس زمیں پر پھر سے ایسا گلستاں پیدا کریں

● ● ● ●

یادِ رفتگاں

حضرت مولینا نور الدین

وفات : ۱۳ مارچ ۱۹۱۴ء

چہ خوش بودے اگر ہر یک زِ امت نور دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پُر از نورِ یقیں بودے

حضرت مولانا نور الدینؓ کی شخصیت کوئی محتاج تعارف نہیں، آپ کی زندگی میں ہی آپ کے علم و فضل، تقوی و طہارت کی شہرت ہندوستان کی حدود سے نکل کر غیر ممالک میں پھیل چکی تھی، حال و قال، معقول و منقول غرض ہر قسم کے دینی علم کے آپ عالم بے بدل اور فاضلِ اجل تھے۔ ان کے کتب خانہ کی عظمت اور کتابوں کی شہرت کا خواص و عوام کو علم تھا اور مطالعہ کا یہ عالم تھا کہ کوئی مسئلہ ہو لیٹے لیٹے فرما دیتے کہ فلاں عالم نے فلاں کتاب میں فلاں جگہ اس طرح لکھا ہے۔ آپ کتاب کھول کر دیکھ لیں یہیں پائیں گے۔ معقولیت کا یہ حال تھا کہ منہ سے پھول جھڑتے تھے قرآن کریم سے تو عشق تھا۔ آپ جوانی میں دہلی، لکھنؤ، رامپور، بھوپال جو اس وقت دینی علوم کے مرکز تھے ہر جگہ تشریف لے گئے اور تحصیل علم کیا۔ یہاں تک کہ مکہ معظمہ اور پھر مدینہ منورہ جا حاضر ہوئے اور وہاں حضرت شاہ عبدالغنیؒ کے جو نقشبندی مجددی خاندان کے ایک بزرگ اور علم ظاہر و باطن میں یگانہ تھے، حلقہ درس و ارادت میں داخل ہو گئے وہاں کئی سال رہ کر تکمیل علوم ظاہری و باطنی کیا۔ واپس ہندوستان آئے تو مہاراجہ ریاست جموں میں شاہی طبیب ہو گئے معقول مشاہرہ ملتا تھا لیکن درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہا اور آپ کے علم کے فیض کا ایک دریا تھا جو شب و روز بہہ رہا تھا، آریہ، عیسائی، دہریہ سب سے دن رات گفتگو ہوتی رہتی تھی اور آپ کے سامنے مذاہب باطلہ کو سر اٹھانے کی تاب نہ تھی۔

ایک دن ایک کٹر دہریہ یوں بول اٹھا کہ بس جناب رہنے دیجئے، یہ سارے انبیاءؑ اپنے وحی و الہام کے ڈھونگ کو اس زمانہ میں لوگوں سے منوا گئے جب لوگ جاہل تھے، بے علم تھے، اب دنیا اس قدر ترقی کر گئی ہے کہ اس قسم کی لغویات کو آج کوئی نہیں مان سکتا۔ اگر آج کوئی شخص اپنے وحی و الہام کے دعوے کو ایک فردِ واحد سے بھی منوا لے تو میں مان جاؤں گا کہ اس میں بھی کچھ حقیقت ہے۔ اس کا جواب مولوی صاحب کے پاس کوئی نہ تھا کیونکہ یہ تو اب کوئی وحی و الہام کا دعوےٰ کرے کے دیکھے کہ لوگ واقعی مانتے ہیں یا نہیں تب اس بات کا جواب مکمل ہو۔ مگر یہ کیسے ممکن ہے کہ امتحان کے طور پر از خود کوئی دعویٰ کر دے۔

وہ تو یہ کہہ کر چلتا ہوا مگر مولناؒ کو سخت بے چینی رہی۔ چند روز بعد عطار کی دکان سے دوا جو آئی، تو وہ ایک کاغذ میں لپٹی ہوئی تھی۔ کاغذ پر نظر پڑی تو حضرت بانی جماعت کا اشتہار تھا جس میں براہین احمدیہ کی اشاعت اور اس میں قرآن اور نبوتِ محمدیہ صلعم پر دلائل قاطعہ کا اعلان تھا اور بڑے زور سے دعویٰ کیا تھا کہ اسلام ہی آج اکیلا سچا اور زندہ مذہب ہے جس پر عمل کر کے انسان آج بھی خدا کو پا سکتا ہے اور اس کے مکالمہ مخاطبہ کے انعام سے مشرف ہو سکتا ہے اور لکھا تھا کہ میں اس معاملہ میں صاحب حال ہوں جس شخص کا دل چاہے میرے پاس آئے لحد آزما لے۔

مولانا نور الدینؒ کوئی معمولی دل و دماغ کے انسان نہ تھے۔ ایک زمانہ دیکھے ہوئے اور اہل حال و قال کی صحبت اٹھائے ہوئے تھے وہ معمولی اشتہار سے کب متاثر ہو سکتے تھے پس یہ ایک حقیقت تھی کہ انہیں حضرت صاحب کے اعلان میں یقین اور معرفت کے نور کی ایسی شعاعیں نظر پڑیں کہ دل پر اثر کر گئیں۔ اس دہریہ کو بلا کر کہا کہ لیجئے آپ کے امتحان کا وقت بھی آ گیا۔ مدعی تو پیدا ہو گیا اب نتائج پر نظر رکھو۔ لعلان کے الفاظ سے وہ بھی بہت مرعوب ہوا۔

کچھ عرصہ گذر گیا۔ براہین احمدیہ کے بے نظیر دلائل اور پُر شوکت تحریروں کو پڑھ کر مولاناؒ کے دل میں شوق پیدا ہوا کہ اس شخص سے جو اس عجیب و غریب کتاب کا مصنف ہے ملاقات کی جائے۔ آپ جموں سے بٹالہ پہنچے وہاں سے یکہ پر قادیان پہنچے۔ یکہ والے سے کہہ دیا کہ مرزا صاحب کے مکان پر لے چلو۔ اس زمانہ میں حضرت صاحب کو کون جانتا تھا۔ مرزا امام الدین جو آپ کا چچا زاد بھائی تھا اور دہریہ تھا اسی کا قادیان میں طوطی بولتا تھا۔ یکہ والا سیدھا مرزا امام الدین کے پاس لے گیا۔ وہ اپنے گھر کے پھاٹک پر چارپائی پر بیٹھا حقہ پی رہا تھا۔ مولاناؒ کی نظر جو اس پر پڑی تو آپ کا دل سخت متنفر ہوا اور نہایت بیزار ہو کر یکہ والے سے کہا کہ ٹھہرو ہم ابھی واپس جائیں گے مگر پھر کچھ خیال دل میں آیا تو مرزا امام الدین سے پوچھا کہ کیا آپ نے کتاب براہین احمدیہ لکھی ہے؟ اس پر وہ یکہ والے سے کہنے لگا۔ ان کو یہاں کہاں لے آیا انہیں غلام احمد (مسیتڑ (مسجد میں رہنے والے) کی طرف لے جا۔

یہ فقرہ سن کر مولاناؒ کا سینہ ہلکا ہوا ورنہ امام الدین کو دیکھ کر تو آپ کا دل سخت غمگین ہوا تھا کیونکہ تمام امیدوں کا خون ہو گیا تھا۔ حضرت صاحب کے مکان پر پہنچ کر اطلاع کروائی۔ حضرت نے انہیں اپنے مکان پر اتروا دیا اور نماز عصر کے وقت باہر تشریف لائے۔ وہ جو مثل ہے کہ ولی را ولی می شناسد، ایک نگاہ میں دونوں نے ایک دوسرے کو جان لیا۔ مولیناؒ آپ کی گفتگو سے بے حد متاثر ہوئے۔ صبح سیر کے لئے دونوں باہر گئے۔ اثنائے گفتگو میں مولینا نے عرض کی کہ ایک مرتبہ مجھے رویا میں حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کو اس کثرت سے احادیث یاد تھیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنا منہ میرے کان کے پاس لائے تاکہ وہ وجہ بتائیں مگر عین اس وقت جب حضورؐ ارشاد فرمانے کو تھے جو کسی نے مجھے جگا دیا۔ مجھے سخت قلق ہوا کہ خدا جانے وہ کیا راز تھا جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مجھے بتانے لگے تھے۔ کیا آپ اس پر کچھ روشنی ڈال سکتے ہیں۔ ؟ اس پر حضرت مرزا صاحب نے فرمایا ؎

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیثِ خواب گویم
من آفتاب هستم هم از آفتاب گویم

فرمایا مجھے جو کچھ ملا ہے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ہی چشمۂ فیض سے ہی ملا ہے۔ بات یہ ہے کہ جیسا کہ قرآن شریف میں آتا ہے کہ لا یمسہ الا المطھرون کہ قرآن کو مس نہیں کرتے مگر وہی جو پاک کئے گئے ہیں۔ اسی طرح حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو بھی مس کرنے کے لئے طہارت و تقویٰ اور عمل بالحدیث کی ضرورت ہے۔

غرضیکہ جتنا عرصہ مولانا مرحوم حضرت کی خدمت میں ٹھہرے غوامض و اسرار دینیہ پر اس قدر نئی سے نئی روشنی پڑتی آپ کو نظر آتی۔ آپ کو وہ تمام علوم جنہیں تمام ممالک اسلامی میں پھر کر حاصل کیا تھا نامکمل نظر آئے اور آپ نے ضروری سمجھا کہ قرآن و حدیث کی تعلیم اور منازل سلوک کی تکمیل کے لئے آپ حضرت صاحب کی خدمت میں زندگی گذاریں۔ آپ نے حضرت صاحب سے درخواست کی کہ میری بیعت لے لیں حضرت نے انکار کر دیا۔ فرمایا مجھے حکم بیعت لینے کا نہیں۔ مولانا نے فرمایا بہت اچھا اگر کبھی حکم بیعت لینے کا ہو تو میرا نمبر بیعت کنندوں میں سب سے پہلا سمجھا جائے۔ حضرت نے یہ منظور کر لیا

وہاں سے رخصت ہو کر واپس جموں تشریف لے گئے جب کچھ عرصہ بعد حضرت نے جماعت بنانے اور بیعت لینے کا سلسلہ جاری کیا تو مولاناؓ نے آپ کے ہاتھ پر فوراً بیعت کی۔

بیعت کے بعد مولانا نے حضرت صاحب سے دریافت کیا کہ آپ کے سلسلہ کا وظیفہ کیا ہے؟ جس کو پڑھوں فرمایا "جہاد فی سبیل اللہ" عرض کی کہ کیا تلوار لے کر انگریزوں سے لڑوں؟ فرمایا نہیں جاھدھم بہ جہاداً کبیراً کے ماتحت قرآن لے کر مذاہب باطلہ سے لڑو، عرض کی کس طرح؟ فرمایا ایک کتاب عیسائیوں کے رد میں لکھیں۔ عرض کی کہ عیسائیوں کے جس اعتراض کا جواب سمجھ میں نہ آئے تو کیا الزامی جواب دے دوں؟ فرمایا یہ بے ایمانی ہے جو چیز واقعی اچھی نہیں ہے اس سے یہ کہہ کر چھٹکارا نہیں ہو سکتا کہ یہ بری چیز تم میں بھی موجود ہے۔ اپنی آنکھ کے کانے پن کے متعلق یہ کہہ کر خلاصی نہیں ہو سکتی کہ تم بھی کانے ہو۔ کانا پن ایک عیب ہے، جب تک ہم میں موجود ہے ہم عیب دار ہیں معترض بھی فرض کرو اگر کانا ہو تو اس کے کانے ہونے سے ہمارے کانے ہونے کا عیب دھل نہیں سکتا۔ ہمارا پہلا فرض ہے کہ ہم تحقیقی جواب دیں اور بتائیں کہ ہماری آنکھ ہرگز کانی نہیں۔ یہ تمہاری نظر کا قصور ہے، اس کے بعد ہمیں حق پہنچتا ہے کہ الزامی جواب دیں اور بتائیں کہ کانے ہم تو نہیں ہیں البتہ تم کانے بلکہ اندھے ہو۔ اور جس آیت پر اعتراض ہو اس کا حل سمجھ میں نہ آئے تو اس آیت کو لکھ کر سامنے ٹکا لو تاکہ ہر وقت نظر پڑتی رہے آخر ایک وقت آئے گا کہ اللہ تعالیٰ اس کا علم آپ پر کھول دے گا۔

یہ ہدایات لے کر مولاناؓ واپس تشریف لے آئے۔ پنڈ دادنخان میں ایک پادری نے بہت شور و شر مچا رکھا تھا اس کے اعتراضات سے متاثر ہو کر بہت سے تعلیم یافتہ مسلمان ارتداد کے قریب تھے۔ مولاناؒ اس سے ملے۔ اس نے مباحثہ تو نہ کیا مگر اعتراضات لکھ کر دے دیئے۔ آپ نے ان اعتراضات کے جواب میں جو کتاب لکھی اس کا نام ہے "فصل الخطاب" فرمایا کرتے تھے کہ میں نے حضرت صاحب کی ہدایات سے اس کتاب کے لکھنے میں بہت فائدہ اٹھایا اور آپ کے بتائے ہوئے طریق سے قرآن کریم کی متعدد آیات حل ہو گئیں اور اس کتاب میں یہی التزام کیا کہ پہلے تحقیقی جواب دیا پھر الزامی جواب، اس کتاب کا نیک اثر ہوا کہ وہ تمام تعلیم یافتہ مسلمان جو عیسائی ہونے کو تیار تھے نئے سرے سے مسلمان ہو گئے اور بذریعہ تحریر انہوں نے اس بات کا اعتراف کیا۔ اس کے بعد حضرت صاحب کی خدمت میں مولانا حاضر ہوئے۔ دریافت کیا کہ اب کیا کروں۔ فرمایا "جہاد" عرض کی کہ اب کس کے ساتھ جہاد کروں۔ فرمایا آریوں کے خلاف ایک کتاب لکھو۔ چنانچہ انہی دنوں میں لیکھرام نے براہین احمدیہ کے رد میں تکذیب براہین احمدیہ لکھی تھی۔ مولاناؒ نے اس کا رد لکھنا شروع کیا۔ اور تصدیق براہین احمدیہ جیسی اعلیٰ کتاب لکھی۔

مولانا جموں سے بار بار لکھتے رہے کہ اگر اجازت ہو تو ملازمت چھوڑ کر قادیان آ رہوں مگر حضرت صاحب یہی لکھتے رہے کہ لگی ہوئی ملازمت کو چھوڑنا اللہ تعالیٰ کی نعمت کا کفران ہے اس لئے آپ ملازمت از خود ترک نہ کریں۔

اب خدا کا کرنا یہ ہوا کہ ریاست میں بعض دشمنوں نے مہاراجہ کے کان مولانا کے خلاف ایسے بھرے کہ مہاراجہ نے مولانا کو ملازمت سے علیحدہ کر دیا۔ آپ جموں سے اپنے وطن بھیرہ تشریف لے گئے۔ وہاں سب لوگوں کے کہنے سننے سے ایک عالیشان مکان کی بنیاد ڈالی اور ارادہ کیا کہ بڑے پیمانہ پر مطب کا کام جاری کیا جائے۔ شہرت بے حد تھی۔ ایک دنیا ٹوٹ پڑی اور ملازمت سے بھی بڑھ کر آمدنی کی صورت پیدا ہو گئی۔

نئے مکان کی تعمیر ابھی مکمل نہ ہوئی تھی کہ آپ کو کسی ضرورت کے لئے لاہور آنا پڑا، واپسی پر دل چاہا کہ قادیان جا کر حضرت صاحب سے بھی ملاقات کر لوں ادھر عمارت کا کام بڑے پیمانہ پر جاری تھا وہاں بھی جلد پہنچنا ضروری تھا۔ اس لئے وقت کی کمی کی وجہ سے آپ نے بٹالہ سے جو یکہ لیا تو کرایہ واپسی کا کر کے لیا۔ خیال تھا کہ محض ملاقات کر کے اسی وقت واپس چلا آؤں گا۔ قادیان پہنچے حضرت صاحب سے ملے۔ ملاقات کے دوران میں واپسی کے لئے اجازت مانگنے کا ارادہ کر رہے تھے کہ حضرت صاحب نے فرمایا "مولوی صاحب اب تو آپ فارغ ہو گئے" انہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں اب تو فارغ ہی ہوں۔ یکہ والے سے انہوں نے کہہ دیا کہ اب تم چلے جاؤ۔ آج اجازت لینا مناسب نہیں کل پرسوں اجازت لیں گے۔ اگلے روز حضرت نے فرمایا کہ "مولوی صاحب آپ کو اکیلے رہنے میں تو تکلیف ہو گی آپ اپنی ایک بیوی کو بلا لیں" انہوں نے حسب ارشاد بیوی کو بلانے کے لئے خط لکھ دیا۔ اور یہ بھی لکھ دیا کہ ابھی میں شاید جلدی نہ آسکوں اس لئے عمارت کا کام بند کر دیں۔ جب آپ کی بی بی صاحبہ تشریف لے آئیں تو حضرت نے فرمایا کہ "آپ کو کتابوں کا بڑا شوق ہے لہٰذا میں مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ اپنا کتب خانہ منگوا لیں" چنانچہ کتب خانہ بھی منگوا لیا تھوڑے دنوں کے بعد فرمایا کہ "دوسری بیوی آپ کی مزاج شناس اور پرانی ہے آپ اس کو بھی ضرور بلا لیں" چنانچہ انہیں بھی بلا لیا۔ مولوی عبدالکریم مرحوم سے مولانا کے بارے میں آپ نے فرمایا: لا تصبون الی الوطن فیہ تہان وتمتحن۔ مولانا فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے بھی عجیب تصرفات ہیں۔ اس کے بعد میرے وہم اور خواب میں بھی کبھی وطن کا خیال نہ آیا۔ اس روز سے ہم قادیان کے ہو گئے۔ اور یہ سچ ہے کہ اس کے بعد مہاراجہ جموں نے آپ کو لکھا کہ آپ واپس اپنی ملازمت پر چلے آئیں اور جو کچھ ہو چکا تھا اس کے متعلق معافی مانگی اور لکھا کہ ہمیں غلط فہمی ہو گئی تھی لیکن آپ نے قادیان سے باہر جانے سے انکار کر دیا۔ اور لکھ دیا کہ جس چیز کی تمنا مدت سے تھی وہ مجھے مل گئی۔ اسے پا کر دنیا کے پیچھے بھاگنا یہ مجھ سے توقع مت رکھو۔ بہت سے امراء اور رؤسا نے علاج کے لئے مولاناؒ کو بڑی بڑی رقم فیس دینے کے وعدہ پر چند روز کے لئے بلایا مگر آپ قطعاً نہیں گئے سوائے ان دو چار موقعوں کے جب بلانے والوں نے خود حضرت صاحب کی خدمت میں درخواست کی اور آپ نے مولانا کو حکم دیا کہ آپ جائیں۔

حضرت صاحب کی اس قدر تابعداری وفاداری ادب اور احترام ہماری آنکھوں نے تو کہیں نہیں دیکھا، اتنا بڑا علامہ فاضل یگانہ اور ادب کا یہ حال تھا کہ حضرت صاحب کی محفل میں جب آپ تشریف لاتے تو دبک کر جوتیوں میں بیٹھ جاتے۔ حضرت صاحب کی نظر پڑ جاتی تو فوراً بلا لیتے اور اپنے پاس بٹھاتے، لیکن پاس بیٹھ کر بھی کبھی خود سے بات نہیں کرتے تھے کسی امر میں حضرت صاحب کچھ دریافت فرماتے تو جواب دے دیتے ورنہ خاموش ادب سے آنکھیں نیچے کئے بیٹھے رہتے۔

پھر سلسلہ کے لئے جس قدر ایثار آپ نے کیا وہ ایک داستان طویل ہے جس کا یہ موقعہ نہیں۔ فرمانبرداری کا ایک واقعہ عرض کر کے یہ قصہ ختم کرتا ہوں۔ حضرت صاحب آخری مرتبہ جب دہلی تشریف لے گئے تو مولانا کو قادیان چھوڑ آئے تھے۔ کسی وجہ سے حضرت مولانا کو تار دی کہ آپ دہلی آ جائیں۔ تار ملتے ہی آپ مطب سے اٹھے اور سیدھے بٹالہ کو پیادہ چل پڑے صرف گھر اطلاع بھیج دی کہ حضرت نے بلایا ہے میں دہلی جا رہا ہوں تم فکر نہ کرنا۔ گھر والوں کو پتہ لگا تو انہوں نے کپڑوں کا ٹرنک بستر، کرایہ کے لئے روپے دے کر ایک آدمی روانہ کیا جو ایک یکہ لے کر پیچھے دوڑا۔ اور بٹالہ کے رستہ میں جا لیا آپ باوجود ضعف پیری کے پیدل چلے جا رہے تھے خیر اس آدمی نے انہیں یکہ پر چڑھایا اور کہا آپ نے بھی کمال کر دیا کہ تار ملتے ہی اٹھ کر چل پڑے فرمایا خدا کے مامور نے بلایا ہے۔ اس کے حکم کی تعمیل میں میں نے کسی تاخیر کو معصیت سمجھا۔

اس قسم کی فرمانبرداری، وفاداری، ایثار اور قربانیوں کے بیسیوں واقعات ہیں جو کچھ زبانی یاد ہیں اور کچھ مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی مرحوم کے پاس لکھے ہوئے موجود تھے افسوس وہ اپنے ساتھ ہی لے گئے اور ان کی اشاعت کی نوبت نہ آئی۔ مولاناؓ کی ان اوصاف حمیدہ کے بارے میں حضرت صاحب نے اپنی کتابوں میں جا بجا لکھا ہے۔ ایک جگہ آپ فرماتے ہیں:

"رب العالمین کی رحمت نے جوش مارا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک مخلص صدیق عطا فرمایا جو میرے مددگاروں کی آنکھ ہے اور میرے مخلص دوستوں کا خلاصہ ہے جو دین کے کاموں میں میرے دوست ہیں۔ اس کا نام اس کے نورانی صفات کی طرح نورالدین ہے وہ جائے ولادت کے لحاظ سے بھیروی اور نسب کے لحاظ سے قریشی ہاشمی ہے جو اسلام کے سرداروں میں اور شریف والدین کی اولاد میں سے ہے پس مجھ کو اس کے ملنے سے ایسی خوشی ہوئی کہ گویا کوئی جدا شدہ عضو مل گیا اور ایسا مسرور ہوا جس طرح کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم حضرت عمر فاروقؓ کے ملنے سے خوش ہوئے تھے۔ اور میں اپنے غموں کو بھول گیا جب سے وہ میرے پاس آیا اور مجھ سے ملا اور میں نے دین کی نصرت کی راہوں میں اس کو سابقین میں سے پایا اور مجھ کو کسی شخص کے مال نے اس قدر نفع نہیں پہنچایا جس قدر کہ اس کے مال نے جو کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے دیا اور کئی سال سے دے رہا ہے ...... اور میری فراست نے مجھ کو بتا دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے منتخب بندوں میں سے ہے اور میں لوگوں کی مدح کرنا اور ان کے شمائل کو پھیلانا اس خوف سے برا جانتا تھا کہ مبادا ان کے نفسوں کو ضرر دے لیکن میں تو دیکھتا ہوں کہ وہ تو ایسے لوگوں میں سے ہے جن کے نفسانی جذبات شکستہ ہو گئے ہیں اور جن کی طبعی شہوات فنا ہو گئی ہیں اور ان پر کوئی خوف نہیں کیا جا سکتا اور اس کے کمال کے نشانوں میں سے یہ ہے کہ اس نے اسلام کو مجروح دیکھا اور اس کو ایک مسافر سرگرداں کی طرح یا اس درخت کی طرح پایا جو اپنی جگہ سے ہلا یا جائے تو اس نے غم کو اپنا شعار بنا لیا اور مارے غم کے اس کا عیش مکدر ہو گیا۔ اور وہ مضطر کی طرح دین کی مدد کو کھڑا ہو گیا۔ اور ایسی کتابیں تصنیف کیں جو حقائق اور معارف سے بھری ہوئی ہیں اور جن کی نظیر پہلی کتابوں میں نہیں پائی جاتی ...... وہ ایک عجیب غریب مرد ہے اس کے ایک ایک لمحہ کے ساتھ انوار کی نہریں بہتی ہیں اس کے ایک ایک نکتہ کے ساتھ فکروں کے رشحے پھوٹتے ہیں اور یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہے عطا کرتا ہے اور خدا تعالیٰ خیر الواہبین ہے۔

وہ تحفۃ المتکلمین ہے اور زبدۃ المومنین۔ لوگ اس کے زلال سے پانی پیتے ہیں اور اس کی گفتگو کی شیشیاں شراب طہور کی طرح خریدتے ہیں۔ وہ ابرار اور اخیار اور مومنین کا فخر ہے اس کے دل میں لطائف اور دقائق اور معارف

(بقیہ صفحہ ۱۵ پر ملاحظہ فرمائیں)

شبان الاحمدیہ کا صفحہ

حضرت مولانا عبدالحق ودیارتھی مرحوم

اپنے نوجوانوں سے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین امنوا وعملوا الصلحت وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر

کسی نے کہا ہے وقت گزرتا ہے پر آواز نہیں دیتا مگر غور سے سنو تو وقت آواز دیتا ہے اور اس کی ندا اور منادی یہ ہے کہ انسان ہر آن خسارہ عظیم میں ہے۔ یہ خسارہ عظیم، نعمت عظیم کی طرف اشارہ کرتا ہے جو ہر زندہ انسان کو ملی ہوئی ہے۔ انسان کے ہاتھ سے کوئی بہت بڑی دولت جا نہیں رہی تو ظاہر ہے کہ خسارہ بھی عظیم نہ ہوگا۔ قرآن مجید نہ صرف ہمیں اس زیان وضیاع عظیم سے خبردار کرتا ہے بلکہ نقصان سے بچکر زیادہ سے زیادہ نفع کمانے کا طریق اور گر بھی بتاتا ہے کہ کیوں کر اس خسارہ سے بچکر زیادہ سے زیادہ فائدہ اس سے حاصل کر سکتے ہو۔ دوسرے الفاظ میں انسان بڑا ہو یا چھوٹا وہ یقیناً خسارہ کی طرف جا رہا ہے مگر اس خسارہ سے بچ وہی سکتے ہیں جو وقت پر غفلت سے بیدار ہوتے ہیں۔

ہماری اس صدی کا سب سے بڑا مفکر آئن سٹائن جرمن یہودی ہے جو وقت کی حقیقت کا منکر ہے نہ صرف وہ وقت کی حقیقت کا منکر ہے وہ فاصلہ اور جگہ کی حقیقت سے بھی انکار کرتا ہے۔ قرآن مجید کی اس سورت میں آج سے ۱۴۰۰ برس پہلے یہی کہا گیا ہے زمانہ اور وقت درحقیقت عمل اور فعل کا نام ہے اگر یہ دنیا کا کارخانہ ساکن اور جامد ہو جائے تو ظاہر ہے وقت کوئی چیز نہ ہوگا۔ اور اگر دنیا میں اشیاء کا وجود نہ ہو تو مکان کی حقیقت بھی معدوم ہوگی فاصلہ درحقیقت اشیاء کی موجودگی سے پیدا ہوتا ہے اور اس کے بغیر وہ الگ کوئی شئے نہیں۔ زمان و مکان کی اس پیچیدہ فلسفیانہ بحث میں شاید میں اصل مضمون سے دور ہوتا جاؤں قرآن مجید کی اس سورت پر غور کرنے سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ وقت کا بہاؤ محض فیلسی ہے۔ اصل چیز یہ ہے کہ انسان ہر آن خسارہ میں ہے اور گھٹتا جاتا ہے۔ انسان چونکہ حساس واقع ہوا ہے اس لئے اسے خبردار ہو جانا چاہیئے کہ زندگی کی وہ عظیم الشان دولت جس کا وہ مالک بتایا گیا ہے وہ اس کے ہاتھ سے ہر آن نکلی جا رہی ہے اگر وہ خبردار ہو کر اس کی حفاظت نہیں کرتا تو آخر ساری زندگی کا نتیجہ کامل تباہی اور بربادی ہوگا۔ پھر بعد پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔

ہر شخص جانتا ہے کہ ہم وقت کو تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ ماضی وہ ہے جو گذر گیا مستقبل ابھی آنے والا ہے۔ وقت کے دونوں حصے انسان کی دسترس اور قبضہ سے باہر ہیں۔ رہا تیسرا حصہ یا تو اس کا ہر لمحہ ماضی میں داخل ہو گیا ہے اور یا ابھی آنے والا ہے بہرحال زمانہ حال ایک موہوم سی چیز ہے اگر آپ غور سے دیکھیں تو ماضی وہ نہیں جو چلا گیا۔ ہمارا اپنا وجود ماضی کا نتیجہ ہے۔ جو کچھ بھی تم ہو وہ ماضی ہے۔ بلاشبہ وقت ایک جاری ندی کا نام ہے۔ جو بہتی جاتی ہے اور اس کا پانی نظروں سے غائب ہوتا اور نیا آتا رہتا ہے۔ مگر یہ ندی اپنا اثر آبادیوں، درختوں، جانوروں اور انسانوں سب میں چھوڑ جاتی ہے۔ پس ماضی نہ صرف ہم سے رخصت ہو گیا بلکہ اپنے خیالات، تجربات، الفاظ، زبان اور علوم کو چھوڑ گیا ہے۔ ماضی کو نظر انداز کر کے ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ ہم اپنی زندگی کی منازل اور عمارات اسی ماضی کی بنیادوں پر کھڑا کرتے ہیں۔

انفرادی زندگی کے علاوہ ہماری ایک قومی زندگی ہے۔ اس میں امیدیں ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی، صحابہ کرامؓ کی اور ان نیک عورتوں کی جنہوں نے اپنے بچے اس نیت سے جنے اور اپنی محنت سے انہیں پالا اور پروان چڑھایا کہ وہ ایک دن قومی زندگی کے روشن تارے ہو کر چمکیں گے اور دین حق کی رونق اور شوکت کا باعث ہوں گے۔ اور تاریک دنیا کی اپنی روشنی سے رہنمائی کریں گے ہماری اس زندگی میں آرزوئیں اور دعائیں ہیں۔ تمام انبیاءؑ کی جنہوں نے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دین حق کی کامیابی کے لئے پیش خبریاں کیں اور دین حق کی زندگی میں زندگی ہے۔ تمام انبیاءؑ کی اور حیات ہے کل انبیاء کی امتوں کی پس ماضی وہ نہیں جو گذر گیا۔ اور اب کہیں موجود نہیں بلکہ ماضی وہ ہے کہ جس سے منہ موڑ کر ہم زندہ نہیں رہ سکتے ماضی اس سے زیادہ حقیقت رکھتا ہے کہ جتنی ہم اس کی خیال کرتے ہیں۔

ہماری قومی زندگی میں حضرت بانی سلسلہ کے وہ نہ مٹنے والے الفاظ ہیں۔ صمیم قلب سے اٹھی ہوئی وہ دعائیں ہیں اور وہ نیک اور پاک آرزوئیں ہیں کہ جو آن کے بعد آنے والے احمدی نوجوانوں سے متعلق ہیں کہ وہ دین کی خدمت کے کام کو آگے بڑھانے کے لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن وجمال کو دنیا پر ظاہر کرنے کیلئے کمربستہ ہوں۔ خوش قسمتی سے ہم وہ نہیں جو آسمان سے کسی مسیح کے آنے اور غار سے کسی مہدی کے خروج کرنے اور کافروں سے بزور شمشیر دنیا کی حکومت چھین کر ہمیں دے دینے اور بقیہ زندگی آرام وعیش سے بسر کرنے کے منتظر ہوں۔ ہماری زندگی کا نصب العین حکومت اور سلطنت نہیں بلکہ وہ حکمت و دانائی، اخلاقی اور روحانی صداقتیں اور دین اور محمد صلعم کی حقانیت کے دلائل اور براہین ہیں جو دنیا کے لوگوں تک پہنچانے کے لئے ہمارے پاس بطور امانت چھوڑ گئے ہیں۔ تمام دنیا کے انبیاءؑ نے دعائیں کی ہیں کہ ان کے نام لیوا اور اولاد دین کے نور اور محمد رسول اللہ کی روشنی سے منور ہوں۔ پھر رسول اللہ نے کس قدر دکھ اور مصائب اٹھائے اور تاریک راتوں میں خدا کے حضور کھڑے ہو کر دعائیں کیں۔

اس صدی کے مجدد نے بھی اسی تڑپ سے بیقرار ہو کر دین کے لئے رات اور دن خون جگر کھایا ہم جو زندہ ہیں ان کی آرزوؤں کے بیج ہیں۔ حضرت مولانا نورالدین۔ مولانا عبدالکریم۔ خواجہ کمال الدین۔ حضرت مولانا محمد علی۔ شیخ رحمت اللہ، مرزا یعقوب بیگ، سید محمد حسین شاہ، ڈاکٹر بشارت احمد، ڈاکٹر سید طفیل حسین، ڈاکٹر غلام محمد اور دیگر بزرگوں سب کی دعائیں تمنائیں اور دلی آرزوئیں تمہارے ساتھ ہیں۔ اگر آخرت میں تم ان نیک صلحا کی جماعت میں اپنے آپ کو دیکھنا چاہتے ہو تو تمہیں بھی وہی راستہ اختیار کرنا ہوگا۔ ان کی دلی تڑپ یہ تھی کہ دین کے کام کو آگے بڑھایا جائے۔

قرآن مجید آج سے ۱۴۰۰ برس پہلے بتاتا ہے کہ وقت مطلق کی حقیقت کچھ نہیں سوائے اعمال کے کسی شخص کی عمر اللہ تعالیٰ کے دربار میں دنوں، مہینوں اور سالوں سے نہیں ناپی جاتی بلکہ اعمال کے ذریعہ ناپی جاتی ہے۔ اور اس اثر کے ذریعہ ناپی جاتی ہے جو کسی نے اپنے اعمال کے ذریعہ لوگوں کے دلوں میں پیدا کیا ہے۔ اگر ان کی اولاد اور ان کے دوست ان کے نیک اعمال کا تتبع کرتے ہیں تو وہ صحیح معنوں میں ان کی زندگی کا حصہ ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن اپنے باپ کو دیکھ کر خوشی سے ابا کہیں اور ابا ان کا ان سے منہ پھیر لے کہ میرا بیٹا وہ ہے جو میری راہ پر تھا میری آرزو اور تمنا پوری کرنے والا تھا۔ وہ نہیں جو اس راہ سے پھر گیا یا غفلت اور گمراہی کا شکار ہو گیا۔ ✶✶✶✶

جماعتی خبریں بسلسلہ صفحہ ۱

ٹرینیڈاڈ

تنظیم خواتین احمدیہ ٹرینیڈاڈ ایک عرصہ سے محترمہ ذرینہ محمد کی زیر صدارت نہایت فعال تنظیم رہی ہے جو احمدیہ انجمن ٹرینیڈاڈ کے کئی اہم پروگراموں کو آگے بڑھانے میں ممد رہی ہے حالیہ انتخابات میں اب محترمہ مریان کمال ہائیڈل اس تنظیم کی نئی صدر منتخب ہوئی ہیں۔ آپ احمدیہ انجمن ٹرینیڈاڈ کے امام محترم مصطفےٰ کمال ہائیڈل کی بیگم ہیں اور جماعت کی ایک سرگرم اور پرجوش فیملی سے تعلق رکھتی ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ ان کی زیر صدارت تنظیم خواتین احمدیہ جماعت کی سرگرمیوں کو تیز تر کرنے میں اہم کردار ادا کریں گی۔

انتقال پُرملال

انڈونیشیا سے یہ نہایت افسوسناک خبر موصول ہوئی ہے کہ محترم ڈاکٹر مہدی جوہر کا ۲۴ جنوری ۸۹ء کو حرکت قلب بند ہو جانے سے انتقال ہو گیا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم انجمن کے تعلیمی بورڈ، "ہیری" کے ڈائریکٹر اور شعبہ تعلیم و تربیت کے صدر تھے۔ انڈونیشیا جماعت کے بلند پایہ عالم کرنل ہیرون مرحوم اور محترم ڈاکٹر مہدی جوہر مرحوم نے مل کر احمدیہ انجمن انڈونیشیا کے کئی اہم تعلیمی و رفاہی پروگراموں کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا جس کی وجہ سے انڈونیشیا جماعت کو ملک میں ایک امتیازی مقام حاصل ہوا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم ڈاکٹر مہدی جوہر کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

فیجی کیلئے روانگی

مولانا شفقت رسول صاحب امام جامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور، ۲ فروری ۸۹ء کو لاہور سے روانہ ہو کر فیجی خیریت سے پہنچ گئے ہیں۔ فیجی جماعت کو دیر سے ـــــ ان کی ضرورت تھی۔ محترم مولانا شفقت رسول صاحب کے وہاں جانے سے یہ ضرورت پوری ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا کو اپنے مشن میں کامیابی عطا فرمائے۔

● مرزا محمد حنیف واعظ لکھتے ہیں کہ محترم میاں مسعود احمد کی صاحبزادی بیگم صاحبہ میاں بشارت احمد ریڑھ کی ہڈی کی تکلیف میں مبتلا ہیں۔ حضرت امیر اور احباب و خواتین سے صحت کاملہ عاجلہ کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

● اخبارات کی مشاورتی کمیٹی کا پہلا اجلاس ۲۴ فروری ۸۹ء کو ناظم اخبارات محترم میاں فضل احمد کی زیر صدارت منعقد ہوا جس میں انجمن کے ہر دو اخباروں پیغام صلح اور لائٹ کے بارے میں غور و خوض ہوا۔ ان کے موضوعات اور ان کو زیادہ سے زیادہ مؤثر بنانے کے لئے تجاویز زیر غور آئیں اس کمیٹی نے فیصلہ کیا ہے کہ طلباء سے پیغام صلح کا سالانہ رعایتی چندہ ۵۰/- روپے وصول کیا جائے۔

مجدد اعظم سے ایک رات ـــــ حضرت ڈاکٹر بشارت احمد مرحوم

گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

ان دنوں عیسائی پادریوں کے ذہن میں یہ غلط بات بیٹھ گئی تھی کہ حکومت چونکہ عیسائی ہے اس لئے ہم اسلام پر اور بانیٔ اسلام پر جس قدر بھی حملے کریں گے کوئی کچھ کہہ نہیں سکتا۔ اور اس طرح ہم عیسویت کے پھیلانے میں کامیاب ہو جائیں گے اس لئے اس زمانہ میں اسلام اور بانیٔ اسلام کے خلاف اس قدر گندہ لٹریچر پادریوں نے پیدا کیا اور اتنا کثیر تعداد میں پیدا کیا کہ اگر انہیں سب کو جمع کیا جائے تو بقول حضرت مرزا صاحب ایک پہاڑ کھڑا ہو جائے۔ اور اس میں اس قدر جھوٹ اور افترا اور دجل سے کام لیا گیا کہ دجال کا خطاب ان پر سچ مچ صادق آگیا۔ امہات المومنین پادری فنڈر کی کتاب میزان الحق۔ پادری عماد الدین کی تصنیفات وغیرہ وغیرہ اس کا ادنیٰ سا نمونہ ہیں آریہ سماج ان دنوں نیا نیا نکلا تھا۔ دیانند سرسوتی جی مہاراج ہندو مذہب میں ترمیم و تنسیخ کر رہے تھے یا مادہ پرستوں کی باتیں لے کر انہیں ویدوں کے نام سے اپنے ہم قوموں کے دل و دماغ میں اتارتے اور ویدوں سے ناواقف ہندوؤں کی واہ واہ لیتے۔ اسلام سے توحید لی مگر ناقص طور پر کیونکہ مادہ اور ارواح کو غیر مخلوق اور پرمیشر کے ساتھ ازلی ابدی مان کر گویا ہزار ہا خداؤں کو پرمیشر کے علاوہ مان لیا۔ وہ اپنے اس ناقص مواد کو جانتے تھے اور خوب سمجھتے تھے کہ اسلام کی توحید اور پاکیزہ اصولوں کے سامنے ان کا یہ رچایا ہوا مذہب فروغ نہیں پا سکتا۔ اس لئے ضروری سمجھا کہ اسلام اور بانیٔ اسلام پر جس قدر بھی افتراء اور بہتان سے کام لیا جائے اتنا ہی تھوڑا ہے۔ اس لئے پادریوں کی جمع کی ہوئی نجاست کو انہوں نے بھی اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں شامل کر لینا ضروری سمجھا۔ ادھر برہمو سماج اور دیو سماج نیا نیا نکلا تھا۔ حضرت مرزا صاحب ان تمام امور کو نہایت غور اور عمق کی نگاہ سے دیکھ رہے تھے اور ان تمام کتب اور لٹریچر کا جو اسلام کے خلاف نکل رہی تھیں مطالعہ کر رہے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ خود ارشاد فرمایا کہ :-

"میں سولہ سترہ برس کی عمر سے عیسائیوں کی کتابیں پڑھتا ہوں اور ان اعتراضات پر غور کرتا رہتا ہوں میں نے اپنی جگہ ان اعتراضوں کو جمع کیا ہے جو عیسائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کرتے ہیں ان کی تعداد تین ہزار کے قریب پہنچی ہوئی ہے اللہ تعالیٰ گواہ ہے اور اس سے بڑھ کر ہم کس کو شہادت میں پیش کر سکتے ہیں کہ جیسا کہ میں نے ابھی کہا ہے سولہ یا سترہ برس کی عمر سے عیسائیوں کی کتابیں پڑھتا ہوں مگر ایک طرفۃ العین کے لئے بھی ان اعتراضوں نے میرے دل کو متذبذب یا متأثر نہیں کیا۔ اور یہ محض خدا تعالیٰ کا فضل ہے میں جوں جوں ان کے اعتراضات کو پڑھتا جاتا ہوں اسی قدر ان اعتراضوں کی ذلت میرے دل میں سماتی جاتی تھی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کی عظمت اور محبت سے دل عطر کے شیشہ کی طرح نظر آتا۔ میں نے یہ بھی غور کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جس پاک فعل پر قرآن شریف کی جس آیت پر مخالفوں نے اعتراض کیا ہے وہاں ہی حقائق اور حکمت کا ایک خزانہ نظر آیا ہے جو کہ ان بدباطن اور خبیث طینت مخالفوں کو عیب نظر آیا۔" (الحکم)

مذکورہ بالا بیان سے آپ کی معرفت الٰہی اور عشق رسولؐ کا کمال نظر آتا ہے اور یہ کہ کس قدر ایمان اور علم صحیح اسلام کے متعلق آپ کو جناب الٰہی سے عطا ہوا تھا۔ الغرض ایک طرف آپ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کو دن رات مشاہدہ کرتے اور دوسری طرف مسلمان علماء کی غفلت اور فرقہ بندی اور تکفیر بازی میں انہماک کو ملاحظہ فرماتے تو آپ کا دل اسلام کی بے کسی پر خون ہو جاتا۔ نتیجہ یہ کہ راتوں کو تہجد میں جناب الٰہی کے حضور میں گریہ و زاری کرتے اور دن کو اگرچہ تن تنہا تھے مگر خدا کے ایک پہلوان کی طرح اسلام کی حمایت میں قلمی و لسانی جہاد کرتے۔

آپ نے مختلف اخبارات میں اسلام کی تائید اور غیر مذاہب کے اعتراضات کی تردید میں مضامین بھیجنے شروع کر دیئے۔ سفیر ہند۔ ہندو باندھو (برادر ہند) ودیا پرکاشک آفتاب پنجاب۔ وکیل وغیرہ اخباروں میں جب آپ کے مضامین نکلے تو ان مضامین کی شان و شوکت اور پر از علم و حکمت ہونے کی وجہ سے دھوم پڑ گئی اور مختلف مذاہب کے لیڈروں نے مناظرے تحریری بذریعہ اخبار و اشتہارات نیز تقریری بھی شروع ہو گئے۔

آپ کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن سے ایسا عشق تھا کہ تحریر ہو یا تقریر، مناظرہ ہو یا معمولی گفتگو آپ آنحضرت صلعم کی یا قرآن کریم کی توہین برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ آپ نے اپنی چچی مرزا غلام حیدر صاحب مرحوم کی اہلیہ کے ہاں آنا جانا اور کھانا پینا ترک کر دیا تھا۔ صرف اس وجہ سے کہ ایک مرتبہ ان کے منہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کوئی بے ادبی کا کلمہ نکل گیا تھا۔ باوجود اس احترام کے جو آپ اپنے بزرگوں کا کیا کرتے تھے اس بات کا اتنا اثر آپ کے دل پر ہوا کہ چہرہ غصہ سے تمتما اٹھا اور قطع تعلق کر لیا۔ ایک مرتبہ صاحبزادہ مبارک احمد صاحب سے حالانکہ وہ بچے تھے قرآن مجید کی بے ادبی ہو گئی اس وقت آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور حالانکہ آپ بچوں کو مارنے کے سخت خلاف تھے مگر غیرت دینی سے بے اختیار ہو کر ایسے زور سے انہیں طمانچہ مارا کہ انگلیوں کے نشان ان کے رخسار پر نمایاں ہو گئے اور فرمایا کہ "اس کو میری آنکھوں کے آگے سے ہٹا لو۔ یہ اب سے ہی قرآن شریف کی بے ادبی کرنے لگا ہے تو آئندہ کیا ہو گا۔" فرمایا کرتے تھے کہ "میری جائیداد کا تباہ ہونا اور میرے بچوں کا میری آنکھوں کے سامنے ٹکڑے ٹکڑے ہو جانا مجھ پر آسان ہے بہ نسبت آنحضرت صلعم اور دین کی ہتک اور استخفاف کے دیکھنے اور اس پر صبر کرنے کے۔"

اس لئے آپ مناظروں میں سب سے پہلے یہ شرط لگاتے تھے کہ دوران مناظرہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنے اور آپؐ کی توہین کرنے سے اجتناب کیا جائے۔ مگر اہل باطل کے لئے یہی بہت مشکل تھا کیونکہ اصول حقہ اسلام کی وہ تردید تو نہ کر سکتے تھے سوائے اس کے چند ادھر ادھر کی لغو اور فضول روایات اور فرضی افسانوں کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کر دیں۔ وہ اور بدا کر یہی کرتے جس سے ایک آدھ دفعہ بدمزگی بھی پیدا ہو گئی۔

میں نے عرض کیا تھا کہ عشق کی تیسری علامت یہ ہے کہ عاشق کو اپنے محبوب کے لئے بڑی غیرت ہوتی ہے وہ اس کے خلاف کچھ سننا برداشت نہیں کر سکتا۔ حضرت صاحب کا حلم اور قوت برداشت اپنے متعلق تو اس قدر تھی کہ بعض دفعہ خبیث باطن لوگ آتے اور بالمشافہ نہایت گستاخی سے کلام کرتے بلکہ دشنام دہی تک سے فرق نہ کرتے لیکن آپ کے چہرہ پر کبھی ملال یا غصہ کے تیور نظر نہ آتے۔ آپ برف کی طرح ٹھنڈے رہتے۔ اگر کوئی مرید جواب میں کچھ کہنا چاہتا تو اسکو روک دیتے اور صبر سے کام لینے کی ہدایت فرماتے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اگر کوئی گستاخی کرتا تو آپ برداشت نہ کر سکتے تھے جیسا کہ اوپر ذکر ہوا ابتدائے عمر میں کبھی آپ اپنی چچی مرزا غلام حیدر مرحوم کی اہلیہ کے گھر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ان کے منہ سے آنحضرت صلعم کی شان میں کوئی گستاخی کا کلمہ نکل گیا تو آپ کا چہرہ رنج سے متغیر ہو گیا اور اس کے بعد پھر کبھی آپ چچی صاحبہ کے مکان پر تشریف نہیں لے گئے اور قطع تعلق کر لیا۔ یہ جو آپ کے چچا زاد بھائیوں مرزا امام الدین اور نظام الدین وغیرہ سے آپ کو بیزاری تھی تو یہ بھی ان کی لامذہبی اور اس توہین کا نتیجہ تھا جو وہ لوگ آنحضرتؐ کی شان میں روا رکھتے تھے۔ ابتدائے عمر سے آپ کا یہ دستور تھا کہ آپ کا اگر کسی آریہ یا عیسائی سے مباحثہ ہوتا تو ہمیشہ آپ ان سے یہ شرط کر لیتے کہ مباحثہ اصولی ہو گا اور آنحضرت کی شان میں کوئی بے ادبی کا کلمہ منہ سے نہیں نکالا جائے گا۔ جیسا کہ پادریوں اور آریہ مناظروں کا شیوہ ہے کہ جب کوئی جواب بن نہیں پڑتا تو اپنی چھوٹے ہتھیاروں پر اتر آتے ہیں لیکن مصیبت یہ ہے کہ ان پادریوں اور آریوں کے ہاتھ میں سوائے اس قسم کی بکواس کے اور کچھ نہیں ہوتا وہ اوبدا کر خارج از بحث آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ناحق حملہ کر دیا کرتے ہیں اور یہی آپ برداشت نہ کر سکتے تھے چنانچہ بعض دفعہ بدمزگی بھی پیدا ہو گئی۔

ابتدائی زمانہ میں قادیان میں جب پنڈت کھڑک سنگھ آریہ سے وید اور قرآن پر مباحثہ ہوا تو پنڈت کھڑک سنگھ نے اصولی رنگ کی بحث میں نے بیچ آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں چند گستاخی کے کلمے کہے جس سے حضرت صاحب کو سخت رنج ہوا اور آپ کے کلام میں تیزی پیدا ہو گئی اور مناظرہ بند کر دیا گیا مبادا کہ بدمزگی زیادہ بڑھ جائے۔ غرضیکہ حضرت صاحب کی عادت تھی کہ خود ان کو کوئی سامنے بیٹھ کر ہزاروں گالیاں دے لے کبھی آپ کے ماتھے پر بل بھی نہ پڑتا تھا لیکن حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی شان میں اگر کوئی گستاخی کرتا یا آپؐ کے خلاف کوئی تحریر نظر پڑ جاتی تو اس قدر طبیعت برہم ہو جاتی کہ دیکھنے والے کو حیرت ہو جاتی تھی۔ چہرہ سرخ ہو جاتا تھا اور دیر تک اس کی تردید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محامد اور محاسن پر نہایت جوش سے تقریر فرماتے اور جب تک اس کا رد نہ لکھ لیتے چین نہ آتا۔ جب ایک پادری نے وہ موذی اور خبیث کتاب "امہات المومنین" لکھی جس میں بجز دل آزاری اور آنحضرت صلعم اور آپ کی ازواج مطہرات کی شان میں ہرزہ سرائی کے کوئی معقول بات نہ تھی تو اس کے دیکھنے سے اس قدر صدمہ آپ کے دل پر ہوا کہ بیان سے باہر ہے۔ فرمانے لگے "ہمارا آرام تلخ ہو گیا ہے۔ میری جائیداد کا تباہ ہونا اور میرے بچوں کا میری آنکھوں کے سامنے ٹکڑے ٹکڑے ہو جانا مجھ پر آسان ہے بہ نسبت آنحضرت صلعم اور دین کی ہتک اور استخفاف کے دیکھنے اور اس پر صبر کرنے کے۔"

یہ جو حضرت صاحب نے عبداللہ آتھم اور لیکھرام کے متعلق انذاری پیشگوئیاں شائع فرمائی تھیں یہ بھی سب

(بقیہ صـ۱۵ کالم ۱ پر)

تعارف

کتابیات ——— تبصرہ

تبصرہ کے لئے دو نسخوں کی فراہمی ضروری ہے : (ادارہ)

حضرت مسیح علیہ السلام

انڈریاس فیبر قیصر ایک جرمن نژاد ادیب و مصنف ہیں۔ سپین میں پیدا ہوئے فلسفہ اور جدید زبانوں کے سند یافتہ ہیں۔ خلائی سفر سے متعلق سائنسی تحقیقات کی ترویج و اشاعت کے سلسلہ میں خدمات کے طور پر قومی ایوارڈ "جولیو مار بل" حاصل کر چکے ہیں۔ ہسپانوی زبان کے بین الاقوامی شہرت یافتہ رسالہ "منڈو ڈیس کونوسیڈو" (نامعلوم دنیا) کے مالک و ڈائرکٹر ہیں۔ اس رسالہ میں زیادہ تر مضامین جدید سائنس کی تحقیقات اور انسانی زندگی پر ان کے اثرات سے متعلق شائع کئے جاتے ہیں۔ سپین اور لاطینی امریکہ کے معروف اخبار و رسائل میں بھی ان کے محققانہ مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔

فاضل مصنف نے حال ہی میں اپنی وقیع و دقیق تحقیق ہسپانوی زبان میں ایک کتاب "مسیح نے کشمیر میں زندگی گذاری" شائع کی ہے جس کے انگریزی، فرانسیسی، اطالوی اور پرتگیزی زبانوں میں بھی تراجم ہو چکے ہیں۔ اورنٹیل پبلشرز مانچسٹر (انگلستان) نے اس کتاب کا اردو ترجمہ شائع کیا ہے۔ ناصر احمد بی اے ایل ایل بی اس کے مترجم ہیں۔ ۱۳۶ صفحات پر مشتمل کتاب کی قیمت /۲۵ روپے ہے۔ یہ کتاب دارالاشاعت کتب اسلامیہ ۱۷، مولانا آزاد روڈ فاطمہ بائی کورٹ چوک سرکل بمبئی ۴۰۰۰۱۱ (بھارت) سے دستیاب ہے۔ اس باتصویر کتاب میں حضرت مسیح کے بارے میں حیرت انگیز انکشافات درج ہیں۔ مصنف دیباچے میں لکھتے ہیں :-

"زندہ کو مردوں میں کیوں ڈھونڈتی ہو" (لوقا ۲۴ : ۵) مسیح جمعہ کے دن دوپہر کے وقت صلیب پر چڑھائے گئے اور اسی دن غروب آفتاب سے پیشتر ہی ان کے جسم کو صلیب پر سے اتار لیا گیا اور یوسف ارمتیا کی پہلے سے تیار کردہ ایک کشادہ پتھریلی غار نما قبر میں رکھ دیا گیا اور غار کے منہ کو بھاری پتھر سے بند کر دیا گیا۔ اتوار کو ان کا جسد عنصری قبر سے غائب تھا۔ بائبل کی پیش گوئی پوری ہو گئی۔ حضرت مسیح مر کر جی اٹھے تھے۔ اس سرزمین پر کچھ دیر کے لئے اپنے شاگردوں کے ساتھ ٹھہرے پھر آسمان پر چلے گئے اور خداوند کے دائیں جانب جا بیٹھے۔

یہی چند الفاظ اہل کلیسا کا مسلمہ عقیدہ ہیں مگر یہ داستان یہاں پر مکمل نہیں ہوتی کیونکہ حضرت مسیح کا جسد خاکی کشمیر کے دارالخلافہ سرینگر کے محلہ خانیار میں روضہ بل کے تہ خانہ میں محو استراحت ہے۔

حضرت مسیح کو صلیب پر چڑھانے، ان کی وفات اور پھر جی اٹھنے سے متعلق بائبل کی باتیں تسلیم کرنا ممکنات میں سے نہیں کیونکہ حقیقتاً اس بات کا کوئی تاریخی ثبوت موجود نہیں کہ حضرت مسیح واقعی صلیب پر وفات پا گئے تھے اور نہ ہی کسی ایسے عینی گواہ کا پتا چلتا ہے جس نے انہیں دوبارہ جی اٹھتے دیکھا ہو جبکہ اس امر کے قابل ذکر شواہد موجود ہیں کہ حضرت مسیح کی سی صورت کا ایک شخص جس کے خیالات اور فلسفہ زندگی وہی تھا اسی زمانہ میں مشرق کی جانب روانہ ہوا اور اپنے پیچھے اپنی زندگی کے حالات اور کارنامے چھوڑ گیا اور یہ شخص مختلف جگہوں سے ہوتا ہوا کشمیر پہنچا وہیں رہا اور وہیں فوت ہوا۔

ان شواہد کے تار و پود ہی اس کتاب کی بنیاد ہیں جو میں پیش کر رہا ہوں یعنی یہ کہ مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوئے۔ جب ان کے صلیبی زخم ٹھیک ہو گئے تو وہ مشرق کی جانب بنی اسرائیل کے دس گمشدہ قبائل کی تلاش میں سفر پر روانہ ہوئے جو فلسطین سے ہزاروں میل دور مشرق میں رہتے تھے۔ میرا خیال ہے کہ وہ فلسطین سے اپنی والدہ مریم اور شاگرد توما کے ساتھ اس طویل مشرقی سفر پر روانہ ہوئے جو کشمیر تک ان کے ہمراہ رہے جس کو جنت ارضی بھی کہا جاتا ہے۔ حضرت مریم سفر کی صعوبتیں برداشت نہ کر سکیں اور کشمیر کی سرحد کے قریب پاکستان میں وفات پا گئیں جہاں آج بھی ان کی قبر مسیح کی والدہ کے مزار کے نام سے مشہور ہے اور یہ جگہ بیحد تکریم اور احترام کی جگہ سمجھی جاتی ہے۔ حضرت مسیح نے کشمیر میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ نئے سرے سے نئی زندگی کا آغاز کیا اور آخر کار کافی لمبی طبعی عمر کو پہنچ کر فوت ہوئے۔ جب حضرت مسیح فوت ہوئے تو توما ان کے پاس تھا اس کے بعد وہ حضرت مریم کی قبر کی زیارت کی غرض سے واپس لوٹا اور پھر اس نے جنوبی ہندوستان کی طرف سفر اختیار کیا اور وہیں کہیں فوت ہوا۔

متعدد تاریخی کہانیوں، روایات اور قدیم دستاویزات سے پتہ چلتا ہے کہ مسیح فلسطین سے کشمیر آئے اور یہیں فوت ہوئے یہاں آپ نے اپنی زندگی کا ایک اچھا خاصہ وقت گذارا اور اپنی واعظ اور پند و نصائح سے مقامی آبادی کو متاثر کیا۔

، ، ، ،

اس بات کی بھی شہادت ملتی ہے کہ مسیح جوانی کے عالم میں کشمیر آئے۔ جبکہ بائبل میں تو صرف اتنا ذکر ہی آتا ہے کہ مسیح بارہ سال کی عمر میں فلسطین گئے۔ گذشتہ صدی کے آخر میں روسی سیاح نکولائی نوٹووچ کو کشمیر اور تبت کی سرحد کے قریب ہمس کے بدھ راہب خانہ سے جو لداخ میں ہے کچھ قدیم دستاویزات ملیں بقول اس کے یہ وہ قدیم مسودات ہیں جو ہمالیہ کے بدھ لاموں نے صدیوں سے محفوظ رکھے ہوئے تھے ان میں مسیح کے ابتدائی سفر ہندوستان کا ذکر موجود ہے۔ اور ان کی زندگی کے ان اٹھارہ سالوں کے حالات درج ہیں جن کے متعلق بائبل بالکل خاموش ہے۔ اگر ہم مسیح کی زندگی کے متعلق بائبل کی تفصیلات کو ہی صحیح مان لیں تو اس درمیانی لمبے عرصہ کے خلا کی وجہ سے ہم سخت شکوک و شبہات سے دوچار ہوتے ہیں کہ کیا وہ بچہ جس کا بائبل میں ذکر ہے اور مسیح ایک ہی شخص ہیں۔ عہد نامہ جدید اور عہد نامہ قدیم دونوں کے مطالعہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان میں درج واقعات کا تعلق کشمیر سے رہا ہے۔ جھیل وولر کے نزدیک پہاڑوں میں یہودیوں کی چھوٹی سی جماعت رہتی ہے جن کا دعویٰ ہے کہ وہ اپنے آبائی راہنما موسیٰ کے مزار کے گذشتہ ساڑھے تین ہزار سال سے نگران چلے آ رہے ہیں۔

اس روایت سے بھی ہمیں بائبل میں بیان کردہ اس خلا کو پر کرنے میں مدد ملتی ہے جس کے متعلق باب استثناء یہ کہتا ہے کہ کوئی بھی ٹھیک طور پر نہیں جانتا کہ حضرت موسیٰ کہاں دفن کئے گئے۔ مزید یہ کہ وہ مقامات جن کا ذکر بائبل میں حضرت موسیٰ کی وفات کے سلسلہ میں آتا ہے فلسطین کے علاقہ میں ان مقامات کا قطعی نشان نہیں ملتا۔ البتہ یہ نام کشمیر میں حضرت موسیٰ کے مزار کے قریب کے علاقوں میں پائے جاتے ہیں۔

اسی طرح کشمیر میں بہت سے ایسے مقامات ہیں جن کے ناموں میں موسیٰ اور مسیح کے نام آتے ہیں ان سے بھی اس امر کی شہادت ملتی ہے کہ موسیٰ اور مسیح اس جگہ آئے تھے۔

اس میں کوئی نئی بات نہیں ہے کیونکہ فارسی اور کشمیری زبان کی تاریخی کتب اور کشمیری روایات میں ان کا ذکر پہلے سے موجود ہے اور ایک فرقہ (احمدیہ) جس کی ابتداء گذشتہ صدی کے آخر میں ہوئی اس نے سرینگر میں مسیح کی قبر کے معاملہ میں خصوصی دلچسپی لی اور مسیح کے کشمیر سے تعلق کے بارہ میں بہت سی کتب شائع کی ہیں۔ اس کے علاوہ ایک ممتاز ماہر آثار قدیمہ پروفیسر فدا حسنین جو ریاست کشمیر کی حکومت کے تحت سرکاری ریکارڈ، لائبریریوں اور قدیم تاریخی عمارات کے ڈائرکٹر ہیں انہوں نے اس سلسلہ میں گہری تحقیق کی ہے اور ان کی تحقیق ابھی جاری ہے۔ وہ اس علاقہ سے حضرت موسیٰ کے تعلق کے بارہ میں بھی مزید تحقیق کر رہے ہیں۔

اس سلسلہ میں بیشتر کتب اور تحقیقی نتائج کے باوجود عوام کا بڑا طبقہ ان امور کے متعلق کوئی علم نہیں رکھتا۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ اب وقت آ گیا ہے کہ دنیا کو بڑے پیمانے پر یہ بتایا جائے کہ یہی اغلب ہے کہ مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوئے بلکہ انہوں نے فلسطین سے مشرق کی طرف سفر اختیار کیا اور کشمیر میں بنی اسرائیل کے گمشدہ قبائل میں رشد و ہدایت کا کام کرنے کے بعد ایک لمبی عمر پائی اور طبعی عمر کو پہنچ کر اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

آئندہ صفحات میں خلاصہ کے طور پر مسیح کی "دوسری زندگی"، یعنی صلیب سے بچ جانے کے بعد کے حالات اور یہ امکانات کہ موسیٰ بھی کشمیر میں فوت ہوئے سے متعلق تمام دستاویزی اور دیگر شواہد کو یکجا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ کتاب ایک لحاظ سے مقدس اناجیل کی نامکمل تفصیلات کو مکمل کرنے کی غرض سے واقعاتی رنگ میں منطقی تشریحات اور وضاحتیں فراہم کرتی ہے۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ یسوع، یوزا، یوز آصف، عیسیٰ، عیسانہ اور عیسیٰ کے نام جن کا ذکر کشمیر اور مشرقی علوم کی کتب، دستاویزات اور روایات میں آتا ہے، یہ تمام نام یسوع کے ہی مقامی مترادفات ہیں۔ میں نے ان مختلف ناموں کا ترجمہ یسوع ہی کیا ہے حرفی اضافے جیسے یوز۔ الیش یا عیش سے بھی یسوع ہی مراد ہیں موسیٰ بھی عبرانی نام ہے جو کشمیر میں کافی عام ہے۔

میں چاہتا ہوں کہ ابتداء میں ہی اس امر کی واشگاف الفاظ میں وضاحت کر دوں کہ اس کتاب کے مندرجات کسی طرح بھی احمدیہ نظریات سے متاثر نہیں ہیں بلکہ یہ محض میری ان ذاتی کوششوں اور تحقیق کا نتیجہ ہے جن پر میں حضرت مسیح کی سربستہ زندگی کے مختلف پہلوؤں سے متعلق واقعات کی تحقیق کے دوران پہنچا۔"

مصنف موصوف اس کتاب کے چوتھے باب میں رقمطراز ہیں کہ :-

"اس کتاب کے آخر پر میں ان امور کے بارے میں جن پر پہلے بحث ہو چکی ہے اپنی رائے دینا چاہتا ہوں۔ سب سے پہلے ان باتوں کا ذکر کروں گا جو کتاب کے لکھنے کا موجب بنیں۔

دوسرے بہت سے لوگوں کی طرح جب میں نے بھی پہلی دفعہ یہ سنا کہ مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوئے اور یہ کہ وہاں سے کسی مشرقی علاقہ کی طرف ہجرت کر گئے اور شاید وہیں دفن ہوئے تو میں نے ان باتوں کی طرف سنجیدگی سے دھیان نہیں دیا۔ لیکن جب مجھے یہ علم ہوا کہ صیانیہ میں مسیح کی کشمیر میں قبر کی ایک تصویر موجود ہے تب مجھے حقیقی طور پر اس بارے میں دلچسپی پیدا ہو گئی۔

اس تصویر کی ایک کاپی حاصل کرنے کے بعد میں نے اس بارہ میں کچھ بنیادی معلومات حاصل کیں ابھی میں اسی کوشش میں تھا کہ میرے ایک دوست نے جرمنی کے جریدہ "سٹرن" میں شائع شدہ ایک مضمون دکھایا جس میں یہ مفروضہ کہ حضرت مسیح نے کشمیر کی طرف ہجرت کی اور آخر کار وہیں فوت ہوئے، اس سے متعلق مشکلات پر تفصیلی بحث تھی۔ اس مضمون کو پڑھنے کے بعد میں نے اس کے مصنف "کلاوس لڈکے" سے رسالہ "سٹرن" کے دفتر واقع نیو یارک اور فوٹوگرافر جے الل کے دفتر واقع ہمبرگ (جرمنی) سے رابطہ قائم کیا۔ ان دونوں صاحب نے کمال مہربانی سے ان تمام تفصیلات اور مواد کو جو ان کے پاس تھا مجھے بھیج دیا۔

اسی بنا پر میں نے احمدیہ تحریک کے جرمنی میں مشن اور پھر تحریک کے پاکستان میں مرکز سے رابطہ قائم کیا پھر مجھے پروفیسر فدا حسنین کا پتہ چلا جو ایک عالم فاضل کشمیری ہیں اور اسی موضوع پر جس کے بارہ میں رسالہ سٹرن میں مضمون شائع ہوا تھا تحقیقی کام کر رہے ہیں۔ پھر اسی طرح مجھے صاحبزادہ بشارت سلیم کا پتہ چلا۔ جن کا اس عنوان سے خاص تعلق ہے۔

جوں جوں میری تحقیق آگے بڑھی مجھے احساس ہوا کہ میں کسی ایسی منزل کی طرف رواں نہیں جس کا پہلے کسی کو علم نہ ہو۔ بلکہ اس کے برعکس اس موضوع پر تحریک احمدیت کے علاوہ بھی کافی کام ہو چکا ہے۔ گزشتہ صدی کے آخر میں پیرس میں ایک روسی سیاح نکولائی نوٹو وچ کی کتاب شائع ہوئی جس کا بعد میں انگریزی زبان میں ترجمہ (دی ان نون لائف آف جیسس کرائسٹ) "یعنی حضرت مسیح کی نامعلوم زندگی" کے نام سے شائع ہوا۔ اس میں مسیح کے جوانی میں ہندوستان کا سفر اختیار کرنے کی امکانی بحث تھی۔

۳۹-۱۹۳۸ء میں لاہور کے انگریزی ہفتہ وار اخبار "دی سن رائز" میں احمدیہ تحریک کے بانی حضرت مرزا غلام احمد کی کتاب "مسیح ہندوستان میں" کا انگریزی ترجمہ قسط وار شائع ہوا۔ اس کتاب میں یہ سوال اٹھایا گیا تھا کہ کیا واقعی مسیح کی موت صلیب پر واقع ہوئی تھی اس کے دلائل اور مذکورہ حقائق اتنے مؤثر تھے کہ ان سے متاثر ہو کر قاہرہ کی الازہر یونیورسٹی کے ریکٹر نے یہ فتویٰ دیا کہ قرآن مجید کی رو سے حضرت مسیح طبعی طور پر فوت ہوئے۔

حال ہی میں حضرت مسیح کے کشمیر سے تعلق اور دیگر شواہد کے بارہ میں کئی مضامین اخبارات میں شائع ہوئے ہیں۔ ۱۹۷۳ء میں رسالہ سٹرن کے مضمون بعنوان "حضرت مسیح ہندوستان میں فوت ہوئے" کے علاوہ بھی ذیل کے مضامین شائع ہوئے ہیں مثلاً :

"السٹریٹیڈ ویکلی" ہندوستان کے شمارہ اپریل ۱۹۷۲ء عنوان "کیا حضرت مسیح کشمیر میں مدفون ہیں"

از جے این سادھو

"ویک اینڈ" لندن شمارہ جولائی ۷۳ء عنوان "کیا حضرت مسیح نے ہندوستان کی طرف ہجرت کی؟"

اور ہفت روزہ ہورزو جرمنی میں دو مضامین شائع ہوئے جن کے عنوان یہ تھے :

۱۔ "کیا حضرت مسیح نے ہندوستان کی طرف ہجرت کی؟"

۲۔ "سرینگر میں قبر کے متعلق پوشیدہ راز"

ان دو مضامین لکھنے والوں میں سے ایک کو اس بارہ میں اس وقت معلومات حاصل ہوئیں جب وہ ۱۹۷۵ء کے موسم گرما میں اس علاقہ سے گذر رہا تھا

حیرانی کی بات ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد اور روسی سیاح نوٹووچ کی تمام تحقیقات پر اتنا لمبا عرصہ گذرنے اور ان مذکورہ مضامین کے شائع ہونے کے باوجود ابھی تک یہ مسائل عام بحث و تحقیق کا موضوع نہیں بنے۔ کہ حضرت مسیح نے جوانی میں ہندوستان کا سفر اختیار کیا۔ یہ کہ آپ صلیب کی موت سے بچ نکلے اور مشرق کی طرف دوسری دفعہ سفر کرنے کے بعد کشمیر میں طبعی طور پر فوت ہوئے اور جیسا کہ عام طور پر مشہور ہے سرینگر میں مدفون ہیں۔ نیز ابھی تک عام لوگوں کو یہ علم ہی نہیں کہ ایسے امکانات موجود ہیں کہ ایسا ہی ہوا۔

ان امور کی تحقیق کے سلسلہ میں میں نے جو شکوک محسوس کئے ان کو دور کرنے کا ایک ہی طریق تھا کہ میں خود کشمیر جا کر حقائق کو پرکھوں۔ اس بنا پر میں اور میری بیوی مسز سڈنیز ایئر انڈیا کے ہوائی جہاز کے ذریعہ بمبئی کے لئے روانہ ہوئے۔ وہاں سے پھر بذریعہ ہوائی جہاز دہلی پہنچے۔ جہاں ہم نے ہندوستان اور خاص طور پر کشمیر کی تاریخ، آثار قدیمہ، تاریخی اور مذہبی روایات کے متعلق کتب اور نقشے حاصل کئے اور آخر کار دہلی سے سرینگر پہنچے۔ سفر کے اس آخری مرحلے کے دوران ہم نے ہمالیہ کے نہایت شاندار نظارے دیکھے اور ہمیں کچھ ایسا محسوس ہونے لگا کہ کشمیر ہمارے لئے باقی کے ہندوستان سے کہیں انوکھی اور مختلف ایک اور ہی دنیا ہوگی۔

ہمارے اس خیال کی تصدیق اسی وقت ہو گئی جب ہم نے سرینگر کے چھوٹے سے ہوائی اڈہ پر قدم رکھا چند دن وہاں ادھر ادھر گھومے پھرے اور کشمیر کے لوگوں سے گفتگو کی۔ ان میں سے اکثریت یہ چاہتی ہے کہ کشمیر کا الحاق اسلامی مملکت پاکستان سے ہو جائے۔ ہندوستان اور پاکستان کے درمیان کافی کشیدگی نظر آتی تھی کیونکہ سرحد کے قریب پولیس کے دستے اکثر گشت کرتے نظر آتے تھے۔

اگرچہ اکثر کشمیری مسلمان ہیں (جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ بنی اسرائیل کی نسل سے ہیں) لیکن ان میں دوسرے مذاہب کے بارہ میں تعصب بالکل نہیں مسلمان یہودی ہندو۔ بدھ اور عیسائی باہم رواداری اور احترام کے ساتھ مل جل کر رہتے ہیں اور اپنی جگہ ان میں ہر ایک مذہبی جوش و خروش بھی رکھتا ہے۔ یہاں بھی مختلف طبقوں میں عوامی سطح پر اختیار اور اقتدار کی کشمکش ہے لیکن اس کے باوجود لوگوں میں اتفاق اور اتحاد موجود ہے۔

سرینگر میں شروع کے چند دن ہم نے بین الاقوامی شہرت کے ایک اعلیٰ ہوٹل میں قیام کیا لیکن چونکہ ہم عام لوگوں سے قریبی تعلقات قائم کرنا اور ان کے متعلق جاننا چاہتے تھے اس لئے ہم نے ہوٹل کو خیرباد کہا اور جھیل ناگن کے عین وسط میں ایک بوٹ ہاؤس میں منتقل ہو گئے۔ یہاں آ کر ہم نے ایسا محسوس کیا کہ جیسے ہم ایک خوشحال اور ترقی پذیر لوگوں کے درمیان ہیں

جوں جوں ہمارا قیام لمبا ہوتا گیا ہمیں یقین ہوتا گیا کہ ہمارا قیام واقعی کئی لحاظ سے نہایت مفید رہا۔ ہم نے نہ صرف اس قبر کی زیارت کی جس میں کہتے ہیں کہ مسیح مدفون ہیں بلکہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر بھی دیکھی۔ ہمارے علم میں بہت سی مستند قسم کی روایات بھی آئیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ دونوں یہاں موجود تھے۔ اور بہت سی جگہیں ایسی ہیں جن کے نام ان کے ناموں پر رکھے گئے ہیں۔

اس کے علاوہ پہلی پروفیسر حسنین سے بیش قیمت معلومات اور مدد حاصل ہوئی جو کشمیر کی قدیم تاریخی دستاویزات لائبریریوں اور آثار قدیمہ کے ڈائریکٹر ہیں۔ آپ جاپان کی تین یونیورسٹیوں سے اعلیٰ ڈگریاں حاصل کر چکے ہیں۔ آپ آثار قدیمہ اور علم الانسان کے ماہر بھی ہیں اور تحقیق میں نہایت لگن اور اخلاص سے کام کرتے ہیں۔ ہر وقت اس سرزمین کے ماضی اور اس کے لوگوں کے متعلق مواد اور شواہد اکٹھا کرنے کے لئے چھان بین کرتے رہتے ہیں جیسس ان ہیون آن ارتھ" (شائع شدہ ۱۹۵۲ء) کے مصنف خواجہ نذیر احمد کے بعد یہی وہ شخص ہے جس نے اس مسئلہ کا مکمل طور پر مطالعہ کیا اور اس سے متعلق شواہد و روایات کی چھان بین کی۔ ان سب باتوں کے مطالعہ کے بعد آدمی سنجیدگی سے سوچنے لگتا ہے کہ کیا واقعی حضرت عیسیٰ کشمیر کے دل میں مدفون ہیں؟

اپنے قیام کے دوران ہمیں غیر معمولی حیرت اور کیفیت کا احساس ہوا جب ہم نے صاحبزادہ بشارت سلیم سے ہاتھ ملایا اور ان سے نہایت دوستانہ ماحول میں گفتگو ہوئی اور ان سے مل کر ہمیں اچھی خاصی معلومات حاصل ہوئیں۔

کتاب کے گزشتہ صفحات ایسی ہی گفتگو، تبادلہ خیالات اور ان بہت سے انٹرویو اور دیگر طریق سے رابطہ قائم کرنے کا نتیجہ ہیں جو ہم نے تحقیق کے دوران کئے پھر اسی سلسلہ میں ہم نے ان مقامات کو خود جا کر دیکھا جن کا روایات میں ذکر ہے مثلاً یہ کہ حضرت موسیٰ کشمیر آئے۔ یہ کہ بنی اسرائیل کے دس قبائل کے کچھ لوگ یہاں آ کر آباد ہوئے اور یہ کہ حضرت مسیح آخر کار یہاں آ کر آباد ہوئے اور وفات پائی اور سب سے حیرت انگیز نتیجہ جس پر ہم پہنچے ہیں وہ یہ ہے کہ نہ صرف بہت ہی کم باتوں میں یہاں کی تاریخی روایات اور متعلقہ بائیبل کی تفصیلات میں اختلاف پایا جاتا ہے، بلکہ کئی لحاظ سے یہ روایات بائیبل کے بیانات کی تشریح کرتی ہیں۔ اور کئی ایک جگہ مزید معلومات بھی فراہم کرتی ہیں جو کچھ میں نے وہاں دیکھا یا پایا اب میں اس کے متعلق عملی بیان دیتا ہوں۔

میں اس بات کی تصدیق کرتا ہوں کہ روضہ بل قبر یوز آصف (یا اس سے مراد حضرت مسیح بھی ہو سکتے ہیں) موجود ہے اور میں نے اس کی خود زیارت کی ہے۔

میں تصدیق کرتا ہوں کہ میں نے سنگ موسیٰ کو دیکھا اور اسے چھوا۔

میں اس بات کا بھی اقرار کرتا ہوں کہ میں یوزبرگ یعنی حضرت مسیحؑ کی وادی میں گیا جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ حضرت مسیحؑ اس راہ سے کشمیر میں داخل ہوئے۔

میں قسم کھاتا ہوں کہ میں نے عینِ مقام دیکھا یعنی جہاں حضرت مسیحؑ نے آتے ہوئے آرام کیا جہاں عصائے عیسیٰ یا موسیٰ محفوظ ہے۔

میں قسم کھاتا ہوں کہ جن لوگوں سے میں نے سوالات کئے انہوں نے نہایت ہی ایمانداری سے جوابات دیئے۔ کچھ لوگوں کو یہ یقین تھا کہ جو لوگ یہاں آئے تھے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے اور دوسروں نے اسے یوز آصف اور موسیٰ یقین کیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے متولیوں نے حلفاً کہا کہ یہ ان کے اور ان کے آباؤ اجداد کی نگرانی میں گذشتہ ۳۵۰۰ سال سے ہے۔ سرراہ میں یہ بھی ذکر کرتا چلوں کہ یہ لوگ باہر کی دنیا سے اتنے کٹے ہوئے ہیں کہ انھیں ابھی تک یقین ہے کہ ہٹلر ایک عظیم بادشاہ تھا اور ان کو یہ علم ہی نہیں کہ وہ مدت ہوئی مر چکا ہے۔ اور اس نے انہی کی نسل کے لوگوں پر انتہائی ظالمانہ تشدد کیا۔ جن لوگوں سے ہم نے ان کی تاریخ اور روایات کے متعلق گفتگو کی ان میں بہت سے لوگوں میں باہر کی دنیا سے بے خبری نمایاں تھی اور یہ اس بات کو بھی ظاہر کرتا ہے کہ ایسے لوگوں کا حضرت عیسیٰ یا دیوز آصف اور حضرت موسیٰ کے متعلق روایات اختراع کرنا کافی مشکل سی بات نظر آتی ہے جبکہ یہ بھی نظر آرہا ہے کہ ان لوگوں پر تاریخ اور بائیبل کی بیان کردہ تفصیلات کس خوبی سے پوری اترتی ہیں۔ درحقیقت ایسا نظر آتا ہے کہ ان روایات کی بنیاد چند ٹھوس حقائق پر ہے۔

یہ وہ نتائج ہیں جن پر پروفیسر حسنین سال ہا سال کی محنت شاقہ اور تحقیق کے بعد پہنچے ہیں کچھ باتوں میں عین ممکن ہے کہ وہ غلطی پر ہوں لیکن دانستہ طور پر نہیں۔ بہرحال یہ بات یقینی ہے کہ ان کے جو بنیادی نظریات اس کتاب میں قائم کئے گئے ہیں ان پر انہیں پورا یقین ہے اور ان کی بنیاد مستحکم ہے۔

اسی طرح صاحبزادہ بشارت سلیم نے جو باتیں ہم سے بیان کیں اس میں کسی موقعہ پر بھی ہمیں یہ شک نہیں گذرا کہ وہ کوئی بات سچائی سے ہٹ کر کر رہے ہوں۔ انہوں نے اپنی خاندانی روایات کا ذکر بھی کیا جو اُن تک اُن کے والد کے ذریعہ پہنچیں۔ انہیں ایسی بھی کوئی خواہش نہیں کہ وہ اپنے بارے میں اس داستان سے کوئی شہرت حاصل کریں

کشمیر جانے کے بعد مختلف عبارات، تاریخی دستاویزات مختلف قبروں کی زیارت پروفیسر حسنین، صاحبزادہ بشارت سلیم اور بہت سے کشمیری لوگوں سے تفصیلی گفتگو کرنے کے بعد میری ذاتی رائے یہ ہے کہ مسیحؑ کا دو دفعہ ہندوستان کا سفر اختیار کرنا، پھر ان کا فوت ہو کر دفن ہونا اور اسی طرح حضرت موسیٰ کا بھی اس ملک میں فوت ہو کر دفن ہونا۔ ان سب مفروضوں کی واقعیت کے کافی مضبوط امکانات موجود ہیں۔ البتہ حتمی ثبوت کی ابھی کمی ہے۔ اسی بنا پر میں سمجھتا ہوں کہ مذکورہ قبروں کو سائنسی تحقیقات کے لئے ضرور کھولنا چاہیئے۔ مزید میں یہ بھی تجویز پیش کرتا ہوں کہ ان باتوں کی سائنسی طریق تحقیق کے ذریعہ سچائی کی تہ تک پہنچنے کے لئے چاہیئے کہ بائیبل کے علماء غیر زبانوں کے عالم مستشرقین مذہب اسلام کے مستند اہل علم اور قدیم تاریخ کے ماہرین کی عالمی سطح پر ایک کانگرس بلائی جائے اور اس طریق پر کسی غیر جانبدارانہ اور حتمی نتیجہ پر پہنچا جائے۔

اس کتاب کا مقصد یہ ہے کہ جس قدر وسیع پیمانے پر ممکن ہو پڑھے لکھے لوگوں تک ان باتوں کو پہنچایا جائے جن کا انہیں ابھی تک علم نہیں یہ اس لئے بھی ضروری ہے کیونکہ ان باتوں کا مسیحؑ سے متعلق معتقدات سے نہایت اہم اور گہرا تعلق ہے اور پھر مسیحؑ ہی وہ مسلّمہ شخصیت ہیں جو کہ عیسائیت کی مختلف صورتیں اختیار کرنے کے باوجود مغربی تہذیب و تمدن کے ارتقاء میں سب سے زیادہ مؤثر اور غالب عنصر ہیں۔

مسیحؑ صلیب پر فوت نہیں ہوئے اور نہ ہی وہ جسمانی طور پر آسمان کی طرف اٹھائے گئے۔ یہ امکانی باتیں اور اس سلسلہ میں جو کچھ کہا جا رہا ہے یا جن لوگوں کا علم ہے کہ یہ عین ممکنات میں سے ہے یہ کتاب ان سب کا خلاصہ بیان کرتی ہے۔"

- **ارشادِ باری تعالیٰ:**

"اور تم وہ بات کیوں کہتے ہوئے جو کرتے نہیں ہو۔"

"اور جب قرآن پڑھا جائے تو خاموش رہو اور توجہ سے سنو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔"

- **حدیثِ رسولؐ:**

"نماز مومن کی معراج ہے۔"

"نماز آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔"

- "جو بڑوں کی عزت اور چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں۔"

منظوم کلام در عشقِ قرآن

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ

●

نورِ فرقاں ہے جو سب نوروں سے اجلیٰ نکلا
پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا

حق کی توحید کا مُرجھا ہی چلا تھا پودا
ناگہاں غیب سے یہ چشمۂ اصفیٰ نکلا

یاالٰہی ترا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیّا نکلا

سب جہاں چھان چکے ساری دکانیں دیکھیں
مئے عرفاں کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا

کس سے اس نور کی ممکن ہو جہاں میں تشبیہ
وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نکلا

ہے قصور اپنا ہی اندھوں کا وگرنہ وہ نور
ایسا چمکا ہے کہ صد نیّرِ بیضا نکلا

زندگی ایسوں کی کیا خاک ہے اس دنیا میں
جن کا اس نور کے ہوتے بھی دل اعمیٰ نکلا

●

جمال و حُسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مُسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
بھلا کیوں کر نہ ہو یکتا، کلامِ پاکِ رحماں ہے

بہارِ جاوداں پیدا ہے اسکی ہر عبارت میں
نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اس سا کوئی بستاں ہے،

خدا کے قول سے قولِ بشر کیوں کر برابر ہو
وہاں قدرت یہاں درماندگی فرق نمایاں ہے

بنا سکتا نہیں اک پاؤں کیڑے کا بشر ہرگز
تو پھر کیوں کر بنانا نورِ حق کا اس پہ آساں ہے

ہمیں کچھ کیں نہیں بھائیو نصیحت ہے غریبانہ
کوئی جو پاک دل ہووے دل و جاں اس پہ قرباں ہے'

بقیہ : گاہے گاہے بازخواں . .

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کے استخفاف کی بنا پر کی گئی تھیں ۔ عبد اللہ آتھم کی نسبت پیشگوئی کا اعلان کرتے وقت آپ نے صاف طور پر مجلس مناظرہ میں فرمایا تھا کہ اس شخص نے اپنی کتاب "اندرونہ بائیبل" میں چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نعوذ باللہ کہا ہے اس لئے اس گستاخی کی سزا میں بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے یہ شخص پندرہ ماہ کے اندر ہاویہ میں گرایا جائے گا جس پر اس نے کان کو ہاتھ لگا کر اور زبان باہر نکال کر کہا کہ میں نے ایسا نہیں کہا گویا اپنے قول سے وہیں اس شخص نے رجوع کر لیا ۔ اسی طرح آنحضرت صلعم کی شان میں جب لیکھرام کی بد زبانی حد سے گذر گئی تو آپ نے وہ مشہور عالم پیشگوئی کی جس کے عین مطابق وہ چھ سال کے اندر ہلاک ہو گیا ۔ اسی کو مخاطب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا تھا ؎

" الا اے دشمن ناداں و بے راہ
بترس از تیغ برّان محمد
کرامت گرچہ بے نام و نشاں است
بیا بنگر ز غلمان محمد "

ایک مرتبہ حضرت صاحب لاہور سے قادیان واپس تشریف لا رہے تھے لاہور کے اسٹیشن پر وضو فرما رہے تھے جو لیکھرام ملنے کے لئے آ گیا اس نے سلام کیا آپ نے اس کی طرف توجہ نہ دی کسی نے عرض کیا کہ لیکھرام آیا ہے اور سلام کرتا ہے فرمانے لگے "میرے آقا کو گالیاں دیتا اور مجھے آ کر سلام کرتا کیا معنی رکھتا ہے میں ایسے بے ادب اور گستاخ شخص کی شکل دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا ۔"

آنحضرتؐ کی تعریف کرتے ہوئے حضرت کیا صحیح فرماتے ہیں ؎

اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

لاہور کی آریہ سماج نے ایک مرتبہ جلسہ مذاہب میں تقریر کرنے کے لئے حضرت صاحب کو دعوت دی اور آپ کی تسلی کر دی کہ کوئی کلمہ استخفاف دین کا آریہ سماج کی طرف سے استعمال نہیں ہو گا چنانچہ حضرت صاحب نے لیکچر لکھ کر ایک وفد کے ذریعہ آریہ سماج کے جلسہ میں بھیجا ۔ وفد کے قافلہ سالار مولوی نور الدین صاحب تھے ۔ لیکچر نہایت معقول اور مہذب طریق پر لکھا گیا تھا اور نہایت خوش اسلوبی سے جلسہ میں پڑھا گیا لیکن اس کے بعد آریہ لیکچرار نے جو لیکچر دیا تو حسب عادت نہایت بیہودہ اور گستاخانہ کلمات آنحضرتؐ کی شان میں استعمال کئے ۔ قادیان کا وفد اور دوسرے احباب جو باہر سے اس جلسہ میں شمولیت کے لئے آئے تھے نہایت صبر اور تحمل سے سنتے رہے جب یہ وفد واپس قادیان آیا اور سب باتیں حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کیں تو آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور اس قدر اظہار رنج فرمایا کہ ایسا کبھی دیکھا نہیں گیا تھا فرمانے لگے "تمہاری غیرت نے کس طرح برداشت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی ہو رہی تھی اور تم چپ بیٹھے سنا کئے ۔ اگر تم اسے روک نہیں سکتے تھے تو اٹھ کر چلے آتے بیٹھے رہنے کے کیا معنے تھے ۔" مولوی نور الدین صاحب مرحوم تو کئی روز شرمندگی سے سامنے نہیں گئے اور اسی جوش میں حضرت صاحب نے وہ مشہور کتاب چشمہ معرفت لکھی جس میں آریہ مذہب کی جڑیں پکڑ پکڑ کر ہلا دیں ۔

عشق میں استقامت بھی ایک بڑی کرامت ہوتی ہے اور وہ حضرت صاحب میں بدرجہ کمال تھی ۔ اس نئی روشنی کے زمانہ میں جب نیچریت کے سیلاب میں بڑے بڑے سمجھدار لوگ بہہ گئے ۔ اور مسلمانوں میں سے بعض نئی روشنی کے دلدادہ لوگوں کا یہ خیال ہو گیا کہ نجات کے لئے صرف توحید الٰہی اور اعمال صالحہ کی ضرورت ہے اور حضرت محمد صلعم پر ایمان لانے کی ضرورت نہیں تو اس خیال کی تائید آپ کے ایک مرید ڈاکٹر عبد الحکیم خاں پٹیالوی نے بھی کی اور حضرت صاحب کی خدمت میں غالباً اس نیت سے کہ یہ اس زمانہ میں ایک بڑی جماعت کے امام ہیں اس خیال کی ان کی طرف سے اشاعت ہو تو بہت مؤثر ہو گی ایک خط لکھا اور اس میں اس عقیدہ کی بڑے زور سے تائید کی حضرت صاحب کو اس خط سے بہت تکلیف ہوئی آپ نے اسے نرمی سے بہت سمجھایا اور بتایا کہ یہ عقیدہ غلط اور سخت گمراہ کن ہے لیکن وہ ضدی سا آدمی اپنی بات پر اڑ گیا اور خطوط میں روز بروز گستاخ اور تیز ہوتا گیا ۔ آخر حضرت صاحب نے جب دیکھا کہ یہ اپنے گمراہ عقیدہ سے باز نہیں آتا تو اسے اپنی جماعت سے خارج کر دیا اور کتاب حقیقۃ الوحی لکھی جس کے ابتدائی حصہ میں آپ نے بڑے زور سے اور نہایت معقول طریق پر بحث کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ بغیر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے نجات ناممکن ہے ۔

بقیہ حضرت مولینا نور الدینؓ

اور حقائق کے انوار ساطع ہیں ۔ . . . اس کو میرے دل سے عجیب تعلقات ہیں ۔ میری محبت میں قسم قسم کی ملامتیں اور بدزبانیاں سہتا اور وطن مالوف اور دوستوں کی مفارقت اختیار کرتا ہے ۔ میرے کلام کے سننے کے لئے اس پر وطن کی جدائی آسان ہے اور میرے مقام کی محبت کے لئے وہ اپنے اصلی وطن کی یاد کو بھلا بیٹھا ہے اور میرے ہر ایک امر میں میری اس طرح پیروی کرتا ہے جیسے نبض کی حرکت تنفس کی حرکت کی پیروی کرتی ہے ۔ . . . اور اس کی اکثر خوبیوں پر مجھے رشک آتا ہے اور یہ خدا تعالیٰ کی عطا ہے وہ جس کو چاہے دیتا ہے اور وہ خیر الرازقین ہے ۔ . . "

حضرت صاحب نے مولینا کا جو مقام بیان کیا ہے اس سے مولانا کے مرتبہ اور مقام کی بلندی کا پتہ چلتا ہے جس شخص کی تعریف حضرت صاحب ایسے شاندار الفاظ میں کریں اور ان پر رشک کریں اس کی بلندی مرتبت کا کون انکار کر سکتا ہے ۔ آپ کا ذکر خیر کرتے ہوئے یہاں تک فرمایا ؎

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز امت نور دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پُر از نور یقیں بودے

بقیہ : معراج نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

برکات اسلام دنیا میں پھیلنی تھیں اور خواہ مسجد اقصیٰ سے مراد بیت المقدس ہو مگر الٰہی غایت کے لئے نہ ہو اور حدیث معراج کی بعض روایتوں میں یہ آتا ہے کہ آپ نے پہلی منزل پر نماز مدینہ میں پڑھی اور دوسری منزل پر بیت المقدس میں ۔

واقعہ اسراء میں یعنی آنحضرت صلعم کے مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی طرف لے جائے جانے میں یہ اشارہ ہے کہ بیت المقدس جو انبیائے بنی اسرائیل کا مقام تھا آنحضرت صلعم کے متبعین کو دے دیا جائے گا کیونکہ یہود یا عیسائیوں میں وہ لوگ نہ رہے تھے جو اس پاک سرزمین کے وارث قرار دیئے جاتے اور بموجب وعدہ خداوندی کا بھی ضروری تھا کہ ابراہیمؑ کی اولاد کی دوسری شاخ اب اس پاک سرزمین کی مالک ہوتی ۔ پس اصل اشارہ اس طرف ہے کہ انبیائے بنی اسرائیل کی برکات کا وارث بھی اب حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کو کیا جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ معراج میں کل انبیاء کا آپ کے اقتداء میں بیت المقدس میں نماز پڑھنا دکھایا گیا اور قرآن شریف میں معراج کا ذکر صرف اسی قدر ہے جو یہاں ہوا یعنی بیت المقدس کو لے جانے کا ذکر آسمانوں پر لے جانے کا ذکر نہیں جس سے اسی بات کی تائید ہوتی ہے کہ یہاں بیت المقدس کے آنحضرت صلعم کو دیا جانے اور انبیائے سابق کی تمام برکات کا وارث کیا جانے کی طرف ہی خاص اشارہ ہے اور اسی کی تائید آیت کے آخری الفاظ سے ہوتی ہے جن میں اللہ تعالیٰ کی صفات سمیع و بصیر کا خاص ذکر کیا گیا ہے گویا بتایا ہے کہ وہ خدا جو مخلوق کی باتوں کو سنتا اور ان کے اعمال کو دیکھتا ہے اسی کا یہ کام ہے کہ اب ان تمام برکات کا وارث ایک دوسری قوم کو بناتا ہے اور اسی کی مزید تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ آگے ذکر حضرت موسیٰؑ کا اور اس کے بعد بنی اسرائیل کے فساد فی الارض کا ہے اور ھو السمیع البصیر میں بعض نے ضمیر آنحضرتؐ کی طرف لی ہے ۔ گو اس صورت میں مراد صرف اس قدر ہو گی کہ آپؐ سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے کلام کو سننے والے اور سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کو دیکھنے والے ہیں ۔ مگر چونکہ السمیع اور البصیر اللہ تعالیٰ کے اسماء ہیں اس لئے ھو کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لینی چاہیئے ۔

عام خیال یہ ہے کہ معراج دسویں یا گیارھویں سال بعثت کا واقعہ ہے مگر میرے نزدیک یہ غلط ہے اس سورت کے زمانہ نزول کی بحث میں میں نے دکھایا ہے کہ یہ چوتھے یا پانچویں سال کی سورت ہے ۔ اور حضرت ابن مسعودؓ کی شہادت اس پر صریح ہے اور اس میں معراج کا ذکر آتا خود بتاتا ہے کہ معراج اس سے پہلے کا ہے اور اس سے بھی بڑھ کر یہ شہادت موجود ہے کہ سورۃ النجم میں بھی معراج کا ذکر ہے اور وہ اس سے بھی پہلے کی ہے ۔

بقیہ : گذارشِ احوال :

ہر اس دوست کے لئے ہے جو بالفعل جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد کو تسلیم کرتا ہے اور ہر لاہوری احمدی سے گذارش ہے کہ چھوٹے چھوٹے اختلافات بھلا دیں اور ایک دوسرے سے درگذر کریں اور سب مل کر کام کریں حدیث شریف میں ہے کہ "کسی مومن کو دوسرے مومن سے تین دن سے زیادہ ناراض نہ رہنا چاہیئے ۔" امید ہے احباب کرام اپنے اکابرین کے ان ارشادات اور فرمودات کی روشنی میں اپنے حال دل کا محاسبہ کرتے ہوئے صرف جماعت کی فلاح و بہبود کے لئے اجتماعی خیر و برکت کی طرف قدم بڑھائیں گے اور جماعت کو صد سالہ تقریب کے موقع پر اتحاد و اتفاق اخوت و محبت ہم آہنگی اور یکجہتی کا تحفہ دیں گے ۔

احباب کرام بسالہ واں میں سفر کرنے کے جہاں بہت کام ہیں وہاں ہمیں اپنی سوسالہ تاریخ کو بھی دیکھنا ہے کہ ہم نے کیا کچھ کیا اور کیا کچھ پایا ۔ رمضان کا مہینہ آنیوالا ہے اس مبارک مہینہ میں اسکی برکات سے پوری طرح متمتع ہونے کے مواقع پیدا کریں قرآن شریف کے درس کے ساتھ ساتھ جماعتی کتب و لٹریچر کو بھی دیکھیں اس طرح اپنا مطالعہ تازہ کریں اپنا سبق دہرائیں اور یاد کریں اس موقع پر ہم احباب سے حضرت صاحب کی کتب کے ساتھ ساتھ اس مہینہ کے لئے چند کتب مجدد اعظم تحریک احمدیت ، مجاہد کبیر اور یادِ رفتگاں کے مطالعہ کی بھی تحریک کرتے ہیں اور مجاز حضرات سے گذارش کرتے ہیں کہ ان کتب کا حاصل مطالعہ کے طور پر وہ ایک انعامی مراسلاتی کوئز پروگرام تجویز و ترتیب دیں ان کتب کے حوالے سے سوال و جواب احباب سے تحریراً وصول کیا جائے انجمن کا یہ بڑا خوش آئند فیصلہ ہے کہ اس نے اپنی کتب احباب کو سستے داموں مہیا کرنے کے لئے ۸۰ / ۰ رعایت کا اعلان کیا ہے اسی طرح جوبلی کے سالانہ چندہ میں بھی طلباء کیلئے خصوصی رعایت دی گئی ہے یہ ایک بہت بڑی سہولت ہے احباب کو اس سے فائدہ اٹھانا چاہیئے ۔

FOR RECORD

جلد ۷۲	بتاریخ ۲۳ شعبان المعظم ۱۴۰۹ھ — بمطابق یکم اپریل ۱۹۸۹ء	شمارہ ۴

جب حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی کوئٹہ میں مقیم تھے تو وہاں سے آپ نے اپنے چھوٹے صاحبزادے حامد فاروقی کو ولایت میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کیلئے رخصت کیا۔ کوئٹہ سٹیشن پر جب کراچی کی گاڑی چلنے لگی تو آپ نے حامد فاروقی کو ایک بند لفافہ دیا اور فرمایا کہ اس کو ولایت پہنچ کر پڑھنا اس لفافے میں یہ خط بند تھا۔

کالون روڈ کوئٹہ یکم اگست ۴۸ء ۲۴ رمضان

عزیزی حامد سلمہ اللہ تعالیٰ ۔۔۔۔

میں اس عمر کو پہنچا ہوا ہوں کہ میں نہیں جانتا آپ سے پھر اس زندگی میں ملاقات ہوگی یا نہیں یہ چند نصائح لکھتا ہوں کہ اس لمبے سفر میں آپکے ساتھ رہیں۔

۱۔ اس بات کو کبھی نہ بھولنا کہ ہمارا ایک طاقتور خدا ہے جو انسان کے دکھ اور مصیبت کے وقت اسکے کام آتا ہے اور اسکے لئے ایسی راہیں کھولتا ہے جو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتیں۔

۲۔ یہ بھی نہ بھولنا کہ ہمارا ہر عمل خدا کے ہاں لکھا جاتا ہے اگر وہ اچھا ہے تو اپنا اچھا اثر اور اگر برا ہے تو اپنا برا اثر ہم پر چھوڑ جاتا ہے انسانوں سے ہم چاہے کتنا بھی چھپ جائیں مگر خدا سے نہیں چھپ سکتے۔

۳۔ شراب سب پلیدیوں کی جڑ ہے اسکے نزدیک کبھی نہ جانا اس مجلس میں شامل نہ ہونا جہیں شراب پی جاتی ہو۔

۴۔ نماز کی پابندی کرنا روزانہ صبح اٹھ کر نماز ضرور پڑھ لینا اور دو چار آیات قرآن ضرور پڑھ لینا اس عادت پر ایسی پختگی سے قائم ہونا کہ کوئی اور کام رہ جائے مگر یہ نہ رہے

۵۔ محنت اور سادگی۔ اگر یہ دو عادات قائم رہیں تو تمام عمر کے لئے ایک راحت کا سامان ہوگا۔

۶۔ اپنی پڑھائی پر خوب محنت کرنا لیکن دین کی خدمت اور نوع انسان کی بھلائی کا کام بھی ضرور مدنظر رکھنا اسکے بغیر زندگی میں راحت پیدا نہیں ہوتی۔

۷۔ اس بات کو کبھی نہ چھپانا کہ ہم خدا کے فضل سے ہیں اور اس صدی کے مجدد کو ہم اپنا امام مانتے ہیں احمدی ہیں اور آنحضرتؐ کو آخری نبی اور کسی کلمہ گو کو کافر نہیں کہتے اگر ان باتوں پر عمل کریں گے تو خدا بھی آپ پر راضی ہوگا آپکے ماں باپ بھی راضی ہوں گے اور خود آپکا اپنا نفس بھی راضی ہوگا میرے بعد اپنی ماں کی بہت خدمت کرنا۔ والسلام محمد علی

یہ خط ہم اپنی جماعت کے نوجوانوں کی نذر کرتے ہیں (ادارہ)

قرآن کریم کے چینی زبان میں ترجمہ کا

ایک ورق جو جماعتہائے احمدیہ انجمن کینیڈا اور یو ایس اے کے اشتراک سے ہو رہا ہے

引言

I. 古蘭經及其分章

古蘭經 (Al-Qurān)

古蘭 (Al-Qur'ān) 這個名稱是穆斯林人的聖書的專有名詞，在聖書中出現過好幾次(2:185等處)。古蘭 (Qur'ān) 這字，是由字根 qara a 來的不定式名詞，主要的意思是彙集，也有宣讀或誦讀的意思。聖書之所以這樣命名，是因為它是一部將所有最好的宗教教訓彙集起來的集子，同時也因為它是一部為人所讀的，或應當讀的書。事實上，它是全世界最廣泛地被閱讀的一部書。古蘭經中清楚地說明，聖書乃是眾世界的主的啟示(26:192)，或者說，是強大的、睿智的主安拉的啟示(39:1等處)云云。這啟示是通過聖靈而達於穆聖之心(26:193,194)，這樣下降給穆聖的(47:2)。首次啟示降臨穆聖於拉馬當 (Ramadān) 月 (2:185) 的第25或27夜，在阿拉伯語(44:58; 45:3)即所謂聖夜或卡德拉夜 (Lailat al-Qadr)(97:1)。

古蘭經的其他的名字與稱謂

古蘭經更以以下諸名字自稱：啟他布 (al-Kitāb) (2:2等處) 即本身完整的經文；伏爾堪 (al-Furkān) (25:1)，區別真與偽，正與誤者；德布克爾 (al-Dhikr) (15:9)，提醒者，或對人類的一種顯赫與榮耀的源泉；冒以扎 (al-Mau'izh) (10:57) 訓戒；胡克姆 (al-Hukm) (13:37)，審判；黑克馬特 (al-Hikmat) (17:39)，智慧；舍發 (al-Shifā) (10:57)，治療者；護達 (al-Hudā) (72:13) 指導者或使達到目的；坦滋爾 (al-Tanzīl) (26:192)，啟示；拉哈馬特 (al-Rahmat) (2:105)，慈悲；魯赫 (al-Rūh) (42:52)，靈魂/精神，或生命賜與者；克赫爾 (al-Khair) (3:103)，善；巴顏 (al-Bayān) (3:137)，解釋萬物者

رسائل کے اجراء پر مبارک باد

پیغام صلح کا تازہ پرچہ زائداز چار سال التواء کے بعد دیکھ کر طبیعت خوش ہوگئی اور اس وقت تک ہاتھ سے نہیں چھوڑا جب تک شروع سے آخر تک سارا نہیں پڑھ لیا۔ الحمدللہ مجھے پیغام صلح سے کافی سے زیادہ محبت ہے اور میری صحافتی زندگی کا یہی باعث بنا ہے اس کا۔ طالب باقاعدہ طور پر ۱۹ جون ۱۹۴۳ء سے کر رہا ہوں جب میں ساتویں جماعت کا طالب علم تھا۔ اس کے فوراً بعد "لائٹ" کا بھی خریدار بنا تھا۔ اور کچھ فائلیں اب تک برابر میرے ریکارڈ میں ہیں۔ البتہ تقسیم ہند کے بعد کچھ عرصہ ڈک کا رابطہ نہ رہا۔ اس دوران بھی انجمن کے جرائد سے محروم رہنے کی وجہ سے ذہنی کوفت ہوتی رہی۔ بعض اخبارات پر پاکستان میں پابندی ۸۵ء میں عائد کی گئی۔ جس کا انتہائی صدمہ ہوا لیکن یقین کامل تھا کہ یہ دور عارضی ہوگا۔ چنانچہ آج پھر پیغام صلح اور لائٹ کے پرچے دیکھ کر ایمان تازہ ہوگیا اور دل کو سرور حاصل ہوا۔ آجکل رشدی کی قابل اعتراض کتاب پر ہنگامے ہو رہے ہیں۔ بمبئی اور کشمیر میں بھی کئی قیمتی انسانی جانیں ضائع ہوگئیں لیکن معاندین اور معترضین اسلام کو مواد کون فراہم کر رہا ہے۔ ستیارتھ پرکاش کے بعض اعتراضات کا موقعہ کہاں اور کس لٹریچر سے فراہم ہوا؟ اور ان کا شافی اور تسلی بخش جواب ماسوائے کتاب "آئینہ حق نما" کے کسی دوسرے نے دیا ہے؟ جو ہماری انجمن کے مخلص مبلغ مولانا عبدالحق ودیارتھی مرحوم کی تصنیف ہے۔ انگلستان کے ایک مشہور پریس نیوز ویکلی نے ۱۰ فروری ۱۹۴۴ء کی اشاعت میں ایک قابل اعتراض مضمون :- بعنوان

"محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"

درج کیا تھا جس پر ہندوستان میں اسی طرح شور و غل اٹھا جس طرح سلمان رشدی کی کتاب پر ان دنوں جاری ہے اس مضمون میں بھی شارع اسلام صلے اللہ علیہ وسلم کی ازدواجی زندگی، حضرت عائشہ رض کی عمر بوقت نکاح، جہاد وغیرہ پر طرح طرح کے گھناؤنے اعتراضات کئے گئے تھے۔ اخبار کا پرچہ اس وقت بھی ہندوستان میں ممنوع قرار دے دیا گیا۔ لیکن اخبار لائٹ لاہور نے ۴ مارچ ۱۹۴۴ء کو ایک خاص شمارہ شائع کر کے سارے اعتراضات کے جوابات معقول دلائل، تواریخی واقعات کی روشنی میں شائع کر دیئے۔ پہلے ہی صفحہ پر مدیر پیرسن ویکلی کو گذارش کی کہ جوابات کے پرچے اپنے قارئین تک پہنچائیں جن کی تعداد دس لاکھ کے قریب تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے معذرت کا اظہار کیا اور اسلام کے متعلق غلط فہمیاں دور ہونے اور اسلام کے قریب ہونے کا اعلان کیا۔

الغرض اسلام دین فطرت ہے تبلیغی دین ہے لیکن اس کی بنیادی تعلیم ہے لا اکراہ فی الدین (دین میں کسی قسم کا جبر نہیں) اس کی تعلیمات دلوں کو کھینچ لیتی ہیں اور سکون و اطمینان حاصل ہو جاتا ہے اور وعظ و نصیحت کے لئے احسن طریقہ برتنے کی تعلیم ہے۔ قرآن پاک کی تفاسیر یوں تو بہت ہیں لیکن جو قبولیت مولانا محمد علی مرحوم و مغفور کے تفسیر بیان القرآن کو حاصل ہے وہ شاید ہی کسی دوسری تفسیر کو حاصل ہو۔ متلاشیان حق روز مجھے اس کے لئے تقاضا کرتے رہتے ہیں۔ لیکن انجمن کی اپنی مجبوری یا کمزوری ہے کہ وہ جو اس کی کاپیاں ہمیں فراہم نہیں کرتی ہے۔

یہ زمانہ توہمات اور اوہام پرستی کا نہیں۔ دن بدن علم بڑھتا اور وسعت اختیار کرتا جا رہا ہے ظلمت کی گھٹائیں دور ہو جائیں گی اور بالآخر اسلام کا غلبہ ہوگا۔ بشرطیکہ مسلمان صحیح اور حقیقی معنوں میں مسلمان ہوں گے اور اسلامی تعلیمات پر خود عمل پیرا رہیں گے۔

بہرحال! پیغام صلح اور لائٹ کے دوبارہ اجراء پر دلی مبارک باد قبول فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ان تو‌ی جرائد کو روشن اور تابناک رکھے اور جماعت کی علمی و ذہنی پیاس بجھانے اور تسکین و اطمینان قلب کا موجب بنے رہیں۔

خاکسار: عزیز کاشمیری
ایڈیٹر ڈیلی روشنی سرینگر کشمیر

مبارک باد

پہلا الشیوع انتہائی اعلیٰ درجہ کا تھا۔ آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اُمید کرتا ہوں کہ آپ کے آئندہ شمارے بھی اسی آب و تاب کے ساتھ شائع ہوتے رہیں گے میں کوشش کر رہا ہوں کہ کچھ اردو میں بھی پیغام صلح کے لئے خاص خدمت کر دوں۔ حقیقت یہ ہے کہ لائٹ اور پیغام صلح کے پہلے شمارے واقعی "روشنی" اور ایک آفاقی "پیغام" لے کر آئے ہیں

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

والسلام: شریف احمد۔ لندن

خط میں لکھے ہوئے رنجش کے پیام آتے ہیں
کس قیامت کے یہ نامے میرے نام آتے ہیں

احباب کرام! السلام مسنون! مجھے خوشی ہے کہ آپ حضرات میری گذارشات پر توجہ دے رہے ہیں اور مفید ہدایات و تجاویز سے نواز رہے ہیں اس زحمت فرمائی کے لئے میں آپکا شکر گذار ہوں۔ اُمید ہے آپ کا یہ تعاون ہمارے شامل حال رہے گا۔

راولپنڈی سے ہمارے محترم بھائی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی تحریر میں سخت کوتاہی کی اور ایک نامور شخصیت کا نام سلسلہ کے دیگر مشاہیر کے ہمراہ شامل نہ کیا۔ یہ میرا قصور نہیں ہے مضمون بہت پرانا شائع کیا گیا ہے اور اس کے لکھنے والے ہماری نہایت ہی نامور شخصیت تھے۔ ان کا نام نامی حضرت مولانا عبدالحق صاحب ہے اور مضمون کا متن بھی مختلف ہے۔

ملتان سے ایک کرم فرما نے بچوں و خواتین کے صفحہ یا کالم کی تجویز دی ہے جزاک اللہ ہم اس پر عمل کی کوشش کریں گے ہمارے پاس عملہ کی کمی ہے اور ہمارا کم فرض یہی والا اخبار زائد عملہ کا بوجھ اٹھا نہیں سکتا۔ کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ آپ خود ہی یا ہمارے قارئین میں سے کوئی یہ بوجھ اٹھائے اور ہر پندرہ دن میں ایک صفحہ نہیں تو صرف ایک کالم ہی لکھ بھیجے۔ اس طرح اخبار میں بچوں اور خواتین کی دلچسپی کے موضوع آ جائیں گے۔

ایک کرم فرما راولپنڈی سے رقمطراز ہیں:
چند عنوان چن کر احباب فکر کو ان پر اظہار خیال کی دعوت دی جائے۔ بہت ہی تعمیری تجویز ہے اور ہم اس کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ آپ احباب کی رائے آنے کے بعد ہم مضامین کی لسٹ جاری کریں گے اور احباب سلسلہ کو لکھنے کی دعوت دیں گے۔ یہ مضامین ایسے ہوں گے جن پر انعامات بھی دیئے جائیں گے۔

یہ سب معاملات ۲۵ مارچ کی مشاورتی کمیٹی میں زیر بحث آئے اور فیصلہ جات ہوئے آئندہ میٹنگ ۲/۴ کو ہوگی آپ حضرات کی آراء سے ہم مستفید ہونا چاہتے ہیں۔ یہی طریقہ اخبار کو بہتر بنانے کا بھی ہے ہم آپ کی تجاویز کا خیر مقدم کریں گے۔ جو حضرات شامل نہ ہو سکے ہم ان کی مفید آراء سے محروم رہے اگر آپ کسی وجہ سے آئندہ میٹنگ میں تشریف لا سکیں تو لکھ کر تجاویز بھجوانے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ چند معزز ممبران نے جو تجاویز ہمیں بھیجی ہیں میں اُمید کرتا ہوں آپ اگلی میٹنگ میں ضرور شامل ہوں گے اور ۴ اپریل کو بھی آپ اپنی آراء سے مستفید کریں گے وقت ۱۱ بجے صبح اور تاریخ ۴/۲ ہے آپ ضرور شمولیت فرما دیں۔

تاحال اخبار کے چندہ دہندگان کی تعداد کم ہے اور یہ آپ کا جماعتی پرچہ آپ کی ذاتی توجہ کا محتاج ہے اُمید ہے کہ آپ اس پہلو پر بھی توجہ فرمائیں گے۔

رمضان کا مہینہ شروع ہونے کو ہے اس خیر و برکت کے مہینہ میں مالی قربانی اور ایثار کے بہت سے مواقع سامنے آتے ہیں۔ آپ اپنے اخبار کی بھی خدمت کریں ہماری جماعت کے بہت سے غیر مستطیع احباب میں جو سالانہ چندہ نہیں دے سکتے آپ ان کی خدمت کی غرض سے اپنے عطیات ہمیں بھجوائیں۔

آپ کا مخلص
فضل احمد، ناظم اخبارات

تصحیح

ایڈیٹر صاحب! آپ نے پیغام صلح ۱۵ مارچ ۱۹۸۹ء کے شمارے میں "یادِ رفتگاں" کے سلسلہ میں حضرت مولانا نور الدین رح کے واقعات کا ذکر کیا ہے اس میں دو اہم باتوں کا ذکر (۱) ایک اشتہار جس کو پڑھ کر تحقیقات کے لئے قادیان جانے کا ذکر (۲) اور پھر وہاں پہنچ کر مرزا امام الدین سے ملاقات کا ذکر، کے سلسلہ میں جو خود حضرت مولانا نے بتلائے ہیں وہ مختلف ہے حضرت مولانا کے اپنے بیان کردہ حالات جو ۲۲ اپریل کے الحکم ۱۹۰۸ء میں درج ہیں وہ کچھ اس طرح سے ہیں۔ اُمید ہے اس کی تصحیح کر دی جائیگی۔

مخلص ملک ظفر اللہ خاں۔ دارالسلام کالونی لاہور

"حکومت جموں و کشمیر کے پرائم منسٹر نے مجھے حضرت اقدس کا پہلا اشتہار دیا جس میں اس سوفسطائی کا ظاہر اور بین جواب تھا جونہی کہ پرائم منسٹر نے مجھے وہ اشتہار دیا میں فوراً اسے لے کر اسی عہدہ دار کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ دیکھو تمہاری وہ دلیل کیسی غلط اور لغو ہے ... اور وہ کہتا ہے کہ خدا مجھ سے کلام کرتا ہے یہ سن کر وہ بہت گھبرایا اور متحیر ہو کر بولا کہ اچھا دیکھا جائیگا۔

مجھے ایک تازہ چوٹ اسی وقت لگی تھی فوراً اس اشتہار کی تحقیقات کے واسطے قادیان کی طرف چل پڑا اور روانگی سے پہلے اور دوران سفر میں اور پھر قادیان کے قریب پہنچ کر قادیان کو دیکھتے ہی نہایت اضطراب سے دعائیں کیں۔ جب میں قادیان پہنچا تو جہاں میرا یکہ ٹھہرا وہاں ایک بڑا محراب دار دروازہ نظر آیا۔ جس کے اندر چارپائی پر ایک بڑا ذی وجاہت آدمی بیٹھا نظر آیا میں نے یکہ بان سے پوچھا کہ مرزا صاحب کا مکان کون سا ہے جس کے جواب میں اس نے اسی رنیائیل شبہ داڑھی والے کی طرف جو اس چارپائی پر بیٹھا تھا اشارہ کیا کہ یہی مرزا صاحب ہیں مگر خدا کی شان اس کی شکل دیکھتے ہی میرے دل میں ایسا انقباض پیدا ہوا کہ میں نے یکے والے سے کہا کہ ذرا ٹھہر جاؤ میں بھی تمہارے ساتھ ہی جاؤں گا۔ اور وہاں میں نے تھوڑی دیر کے واسطے بھی ٹھہرنا گوارا نہ کیا۔ اس شخص کی شکل ہی میرے واسطے ایسی صدمہ تھی کہ جس کو میں ہی سمجھ سکتا ہوں آخر طوعاً و کرہاً میں اس مرزا کے پاس پہنچا۔ میرا دل ایسا منقبض اور اس کی شکل سے متنفر تھا کہ میں نے السلام علیک تک بھی نہ کہی کیونکہ میرا دل برداشت ہی

(بقیہ صفحہ پر)

پندرہ روزہ پیغام صلح لاہور مؤرخہ یکم اپریل ۸۹ء

برکات کا مہینہ

اپریل کے پہلے عشرے میں ماہ رمضان کا آغاز ہو رہا ہے اس مبارک مہینہ کی برکات عظمت اہمیت فضیلت اور خصوصیات کے بارے میں قرآن کریم اور احادیث نبویؐ میں جو روشنی ڈالی گئی ہے ان کو پڑھ کر کون ہے جو اس کی عظمت و برکت کا قائل نہ ہو۔ اس مہینے میں قرآن کریم کا نزول ہوا جو آسمانی شریعتوں میں سب سے آخری جامع و مکمل اور دنیا جہان کے لئے ہے یہ خاتم الکتب ہے جو اللہ کے اس نبی و رسولؐ پر اتری جس پر سب نبوتوں اور رسالتوں کا اتمام و اختتام ہوا۔ اسی لئے آپؐ خاتم النبیین ہیں اور آپؐ کے بعد کوئی نبی و رسول نہیں نہ نیا نہ پرانا۔ گویا یہ مہینہ ایک طرح سے نزول قرآن کریم کے حوالہ سے قرآن کریم کی سالگرہ کا مہینہ ہے جہاں ہم دیگر طرح طرح کے ایام مناتے ہیں وہاں یوم القرآن منانا بھی ایک مستحسن تقریب ہے۔ جماعت احمدیہ لاہور کے سامنے تو ہمیشہ جہاد بالقرآن کا فریضہ رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دنیا کی بڑی زبانوں میں تراجم قرآن کریم کر کے خدمت دین کا حق ادا کیا ہے اور اس جہاد کو جاری رکھے ہوئے ہے ایسے قرآن کریم کے تراجم کے بارے میں پچھلے شمارے میں ایک مختصر سا خاکہ شامل ہے۔

اس ماہ کے آخری عشرے میں لیلۃ القدر ہے اس رات کی عبادت کو ہزار رات کی عبادت سے بہتر قرار دیا گیا ہے حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ تمہارے پاس رمضان آیا جو بابرکت مہینہ ہے اللہ نے تم پر اس کے روزے فرض کئے اس میں آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں سرکش شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے اس میں ایک ایسی رات بھی ہے جو ہزار مہینے سے بہتر ہے جو شخص اس کی بھلائی کے حصول سے محروم ہوا حقیقت میں وہی بے نصیب ہوا۔ ایک اور حدیث میں فرمایا کہ جہاں رمضان کی پہلی رات ہوتی شیاطین اور سرکش جن جکڑ دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور کوئی دروازہ اس کا کھلا نہیں رہتا۔ دوزخ کے دروازے بند اور جنت کے دروازے کھلنے کی وجہ یہ ہے کہ روزہ دار روزہ کی حالت میں ہر برائی سے دور رہتا ہے۔ ایک ماہ کی مشق سے انسان نیکیوں کے راستہ پر گامزن ہو جاتا ہے چنانچہ اس مہینہ کے شروع ہوتے ہی عام طور پر دلوں میں پاکیزگی کی ایک لہر دوڑ جاتی ہے لوگ عبادات الٰہی میں مصروف ہو جاتے ہیں نماز تراویح میں انہماک کے ساتھ قرآن کریم سننے اور درود و وظائف میں شامل ہوتے ہیں اور بظاہر معاصی سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس مہینہ بھر کی مشق و مشقت کی غرض یہی ہوتی ہے کہ نیکی و پاکیزگی کی عادات اس طرح مستحکم ہو جائیں کہ سال کے گیارہ مہینے انہی فضائل پر قائم رہنے کی عادت پڑ جائے لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ رمضان میں نیکی و پاکیزگی کی جو لہر پیدا ہوتی ہے وہ اس مبارک مہینہ کے اختتام کے بعد عام طور پر ختم ہو جاتی ہے اور پھر وہی فسق و فجور اور اخلاقی و معاشرتی برائیاں عود کر آتی ہیں جو رمضان سے پہلے پائی اور پھیلی ہوتی ہیں۔ الا ماشاء اللہ چاہیئے تو یہ کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کو ماننے والے رمضان شریف کی غرض و غایت کو سمجھ کر ہمیشہ کے لئے پاکیزہ زندگی اختیار کر کے دین کا صحیح نمونہ دنیا میں پیش کریں تاکہ غیر اقوام ان کو دیکھ کر دین کی عظمت کی قائل ہو جائیں۔

رمضان کے ذکر میں ایک بڑی خوش خبری انجابت دعا کے بارے میں بھی دی گئی ہے۔ یہ بھی رمضان شریف کی برکتوں میں سے ایک ہے اور یقیناً ایک بڑی اور اہم ہے۔ ارشاد الٰہی ہے :۔ ترجمہ آیت :۔

"اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق پوچھیں تو میں قریب ہوں دعا کرنے والے کی دعا کو جب وہ مجھے پکارتا ہے قبول کرتا ہوں۔ پس چاہیئے کہ میری فرمانبرداری کریں اور چاہیئے کہ مجھ پر ایمان لائیں تاکہ ہدایت پائیں۔"

اس خوش خبری کی طرف ان لوگوں کی خصوصی توجہ درکار ہے جنہوں نے اپنے آپ کو حضرت بانیٔ جماعت کے دامن سے وابستہ کر رکھا ہے اور اس پاک انسان کے ارشاد کے ماتحت خدمت دین کا عظیم الشان کام اپنے ذمہ لیا ہوا ہے اس کام کی عظمت اور ہماری کوتاہ دامنی اس بات کی متقاضی ہے کہ ان مبارک ایام میں بارگاہِ الٰہی میں دعا کریں اور نصرتِ الٰہی کے حصول کیلئے مجاہدہ کریں۔ حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علیؒ نے مجاہدہ رمضان کے بارے میں احبابِ جماعت کو جو تلقین فرمائی ہے وہ بھی اس شمارے میں ہدیۂ قارئین ہے اس کو پڑھیں اور اس کے مطابق مجاہدہ کریں بالخصوص آج جبکہ ہم پر بڑا نازک وقت ہے حضرت بانیٔ جماعت کے نام اور آپ کی جماعت کے قیام کے متعلق جماعت ربوہ نے جو خیالات و معتقدات پیدا کیے اور ان پر عامۃ المسلمین کا جو ردعمل ہوا ان کا نتیجہ ہے کہ آج عام طور پر حضرت صاحب اور آپ کا ماننے والا ہر فرد اپنے ہی پیارے وطن پاکستان میں ہزار مشکلات کا شکار ہے۔ وہ پیارا وطن جو اللہ تعالیٰ نے اللہ اور اس کے رسولؐ کے نام پر رمضان شریف کے مہینہ میں عطا فرمایا تھا جس کی جدوجہد کوشش، مطالبہ قیام اور استحکام میں ہماری فکری علمی قلمی مالی اور جانی ایثار و قربانی اور نیم شبی دعاؤں کا حصہ دوسروں سے کسی بھی قدر کم نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے مسلمانوں کو ایک آزاد خداداد مملکت عطا کی اور یہ عطیہ رمضان شریف کے آخری عشرے میں ہی ملا۔ رمضان کے مہینہ کی یہ بھی ایک برکت ہے۔ الٰہی عجائبات میں سے ہے کہ پاکستان کے عالم وجود میں آنے کی رات ٹھیک ۲۷ رمضان کی رات ہے جو روحانی انعامات کے بارش کی رات ہے ۱۴-۱۵ اگست کی درمیانی رات ستائیسویں رمضان کی ہے۔ گو لیلۃ القدر کو ۲۵ ویں، ۲۷ ویں اور ۲۹ ویں رات میں تلاش کرنے کا حکم ہے اور اکثر علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ ستائیسویں ہی ہے اور بالخصوص یہ ستائیسویں جمعۃ الوداع کی رات تھی گویا پاکستان کی پیدائش لیلۃ القدر میں ہو رہی ہے۔

یہ مبارک گھڑی اس بات کی متقاضی ہے کہ یوم آزادی اسلامی کیلنڈر کے حوالے سے اس برکتوں والے مہینہ کی ۲۷ ویں تاریخ کو منایا جائے۔ امید ہے ارباب مجاز اس پہلو پر غور کریں گے۔

اپنی مخصوص مجبوریوں اور بعض محرومیوں کے حالات اس بات کے متقاضی ہیں کہ ان مبارک ایام میں خصوصیت کے ساتھ مجاہدہ کریں اور بڑے الحاح کے ساتھ احکم الحاکمین کی عدالت میں داد فریاد کریں کہ وہ اپنے وعدہ لا نبقی لک من المخزیات شیئاً کے مطابق تنفر کو مہر و محبت میں بدل دے۔ اجیب دعوۃ الداع اذا دعان کی خوشخبری عملی رنگ میں وارد ہو اور اس کے برگزیدہ انسان کی صداقت و عظمت دنیا پر روشن ہو۔ آمین ! ثم آمین !

۲۳ رمارچ اور ہماری جماعت

۲۳ رمارچ پاکستان کی تاریخ میں ایک خاص اہمیت کی حامل ہے۔ مسلم لیگ نے حضرت قائد اعظمؒ کی زیر قیادت اس دن ۱۹۴۰ء میں لاہور کے سالانہ اجلاس میں ایک قرارداد پاکستان پاس کی۔ اس قرارداد میں مستقبل کا لائحہ عمل طے کیا گیا اور حصول پاکستان مسلم لیگ کی منزل قرار پائی۔ یہ اجلاس لاہور کی بادشاہی مسجد کے ساتھ منٹو پارک یا اقبال پارک میں منعقد ہوا۔ یہ ایک یادگار اجلاس تھا اس پارک میں اب بلند و بالا مینار پاکستان اسی تاریخی اجلاس کی یاد دلاتا ہے۔

کافی سالوں کی مسلسل اور پیہم جدوجہد کے نتیجہ میں پاکستان کی خداداد مملکت معرض وجود میں آئی۔ اس وقت برصغیر میں منجملہ دیگر جماعتوں کے دو بڑی جماعتیں سیاسی طور پر سرگرم عمل تھیں ایک انڈین نیشنل کانگریس جس کی تشکیل انگریز حکومت کی حوصلہ افزائی پر عمل میں آئی تھی جو شروع کے بیس سال میں اعتدال پسند جماعت رہی مگر بعد میں اس پر انتہا پسند غالب آگئے اس کے ابتدائی جلسوں میں چند مسلمانوں نے بھی شرکت کی جب دیکھا گیا کہ یہ جماعت ہندو مفادات کے تحفظ اور مسلم کش پالیسی پر گامزن ہے تو بیس سال بعد مسلمانوں نے اپنی تنظیم قائم کر لی جس کا نام آل انڈیا مسلم لیگ رکھا گیا جس کے قیام کے اغراض و مقاصد میں مسلمانوں کے حقوق اور مفادات کا تحفظ شامل تھا اور اس نے مسلمانوں کی ایک الگ سیاسی جماعت کے طور پر مسلمانوں کی بھرپور ترجمانی کی اور مسلمانوں کے جذبات کی عکاسی کی۔ ۱۹۳۹ء میں جنگ عظیم دوم شروع ہو گئی تھی۔ انگریزوں کے لئے بڑا نازک دور تھا کانگریس نے حکومت کو زیر کرنے کے لئے تشدد کی مہم شروع کر دی۔ کانگریسی وزارتوں کے دوران مسلمانوں سے سلوک ابھی مسلمانوں کے ذہن سے محو نہ ہوا تھا۔ اس نازک موقع پر مسلم لیگ نے حکومت پر دباؤ ڈالا اور قرارداد پاکستان منظور کر لی۔

جماعت احمدیہ لاہور اپنے اغراض و مقاصد کے اعتبار سے خالصتاً دینی اور تحریکی جماعت ہے تاہم اس نے مسلم مفادات و حقوق کا ہمیشہ خیال رکھا اور سماجی و سیاسی مسلم تنظیموں سے ... تعاون کیا ہے برطانوی دور حکومت میں برصغیر ہند و پاک کی مسلم تنظیمیں دو حصوں میں بٹ کر رہ گئی تھیں۔ ایک حصہ آل انڈیا کانگریس کا ہمنوا تھا جبکہ دوسرے حصہ کی ہمدردیاں مسلم لیگ سے وابستہ تھیں۔

جماعت احمدیہ لاہور نے اپنے تشخص کو برقرار رکھتے ہوئے ہمیشہ مسلم لیگ کا ساتھ دیا اس کے مفادات کو سامنے رکھا۔ اس کی اغراض و مقاصد کو آگے بڑھایا اور اس کے لئے کام کیا۔

ہم ۲۳ رمارچ کے حوالہ سے اس جماعت کی اس وقت کی سرگرمیوں کا ایک مختصر سا خاکہ ..... گاہے گاہے باز خواں ایں قصہ پارینہ را کے عنوان سے اس شمارے میں شامل کر رہے ہیں۔ اور قرارداد پاکستان کے بعد حصول پاکستان تک جو اس جماعت کی مساعی جاری رہیں اور قیام پاکستان کے وقت اور بعد میں جو اس نے کردار ادا کیا اس کا ذکر اگست کے شمارے میں یوم آزادی کے موقع پر ہدیۂ قارئین کرام ہو گا۔ ان شاء اللہ العزیز + + +

،،،،،،،،،،

روزہ کے آداب

۱۔ ذکر الٰہی اور صدقات

احادیث صحیحہ سے ظاہر ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ماہ رمضان میں تلاوت قرآن مجید، ذکر الٰہی اور صدقات وخیرات کثرت سے کیا کرتے تھے آپ نے رمضان کے مہینے کو شھر المواساۃ (ہمدردی کا مہینہ) فرمایا۔ (مشکوٰۃ شریف کتاب الصوم) "جب رمضان کا مہینہ آتا تو کسی قیدی کو پابند نہ رکھتے۔ ہر سائل کی حاجت پوری کرتے"۔ (مشکوٰۃ کتاب الصوم)

"رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ فیاض تھے لیکن آپ کی فیاضی رمضان کے مہینہ میں اور بڑھ جاتی"۔ (بخاری شریف)۔

۲۔ حرام اور ممنوع چیزوں سے اجتناب

ویسے تو اسلام نے ہر حالت میں حرام اور ممنوع چیزوں سے مجتنب رہنے کی تعلیم دی ہے لیکن روزے کی حالت میں خاص تاکید کی گئی ہے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

"جب تو روزے رکھے تو تیرے کان آنکھ اور تیری زبان، تیرے ہاتھ اور تمام اعضاء ناپسندیدہ اور حرام باتوں سے رکے رہیں"

"اور جس کسی نے روزہ کی حالت میں جھوٹ بولنا یا اس پر عمل کرنا ترک نہ کیا تو اللہ کو کوئی ضرورت نہیں کہ وہ بھوکا اور پیاسا رہے"۔ (بخاری شریف)

روزہ کے احکام

۱۔ روزہ کی حالت میں صبح صادق سے لیکر غروب آفتاب تک کھانا پینا . . . حرام ہے۔

۲۔ روزہ ہر بالغ، مقیم اور تندرست پر فرض ہے۔ مریض تندرست ہونے پر اور مسافر سفر سے واپسی پر، حیض والی عورت دوسرے رمضان کے آنے سے پہلے پہلے پورے کریں (تلاوت ذیل)

"جو کوئی اس مہینے کو پائے تو چاہئے کہ اس کے روزے رکھے اور جو کوئی بیمار ہو یا سفر پر ہو تو وہ دوسرے دنوں سے روزوں کی گنتی کو پورا کرے"۔ (۲: ۱۸۵)

۳۔ شھد منکم الشھر (جو تم میں سے اس مہینے کو پائے) کے الفاظ نے ان تمام مقامات کو خارج کر دیا ہے جہاں دن رات بہت لمبے ہونے کی وجہ سے مہینوں کی تقسیم نہیں ہوتی اور کئی کئی دن تک یا مہینوں تک سورج نہیں نکلتا یا غروب نہیں ہوتا کیونکہ وہاں مہینہ شمار ہی نہیں ہوتا۔

۴۔ بوڑھے مرد، عورتیں، حاملہ عورتیں، دودھ پلانے والی عورت، معذور واپاہج لوگ، دائم المریض لوگ جنکی بیماری بڑھ جانے کا اندیشہ ہو۔ مزدور طبقہ جو سخت مشقت سے معاش حاصل کرتا ہے اس قسم کے لوگوں کے لئے اسلام نے آسانی کے طور پر روزہ کے بدلے صرف ایک مسکین کا کھانا بطور فدیہ مقرر کیا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے۔

"اور جو روزہ رکھنے میں مشقت پائے وہ ایک مسکین کا فدیہ دیں"۔ (۲: ۱۸۴)

۵۔ آدمی بھول چوک سے کچھ کھا پی لے تو روزہ نہیں ٹوٹتا

۶۔ بے اختیار کچھ قے آجائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔

۷۔ ایسی قے آئے کہ روزہ کو جاری رکھنے میں جان یا صحت کا خطرہ ہو تو روزہ چھوڑ دے اور دوسرے دنوں میں اس کی قضا کرے۔

۸۔ جان بوجھ کر روزہ توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ . . . ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے یا متواتر ساٹھ روزے رکھے۔

فوائد وثمرات

انفرادی فوائد:

۱۔ روحانی قوت تیز ہوتی ہے:

ماہ رمضان میں روزہ دار کی روحانی قوت تیز ہو جاتی ہے۔ اس وجہ سے صوفیائے کرام ماہ رمضان کو تنویر قلب کا مہینہ کہتے ہیں اس ماہ میں سچی رویا اور مکاشفات کا دروازہ کھلتا ہے روزہ دار خدا کی محبت اور قدرت کا کرشمہ دیکھتا ہے خدا کے مخفی بھیدوں پر اطلاع پاتا ہے۔ قرآن مجید نے روزہ رکھنے والوں کو بھی اسی وجہ سے سائح کہا ہے۔ سائح کے معانی ہیں، روحانی منازل طے کرنے والا۔

۲۔ وقت کی پابندی

روزہ رکھنے اور افطار کرنے کے لئے وقت کی پابندی لازم ہے ایک ماہ کی یہ مشق انسان کو وقت کی پابندی کا عادی بنا دیتی ہے۔

۳۔ تعمیر سیرت

روزہ صرف کھانے پینے کو ترک کرنے کا ہی نام نہیں بلکہ ہر قسم کی برائیاں ترک کرنے کا نام ہے اس وجہ سے جو لوگ برائیوں سے اجتناب نہیں کرتے اور صرف بھوک پیاس کی ہی مصیبت جھیلتے ہیں ان کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"کتنے روزہ دار ہیں جن کو روزہ سے بھوک پیاس کے سوا کچھ نہیں ملتا"۔ (مشکوٰۃ)

۴۔ ضبط نفس

روزہ ضبط نفس کی تعلیم دیتا ہے روزہ دار صبح صادق سے قبل سحری کھا لیتا ہے اور غروب آفتاب تک کسی کھانے پینے والی چیز کی طرف ہاتھ نہیں بڑھا سکتا اور جنسی خواہش سے باز رہتا ہے۔ خواہش راحت پسندی بھی اس کی زد میں آجاتی ہے اس لئے تراویح پڑھنے اور سحری کے لئے اٹھنے سے بھی اس پر کاری ضرب پڑتی ہے۔

۵۔ **اللہ کا تصور**: روزہ دار اللہ کی ہستی کا تصور زیادہ راسخ کرتا ہے اسلام کی تمام عبادات کی روح اور مقصد اللہ کی ہستی کا تصور انسان کے دل میں جاگزیں کرنا ہے کیونکہ اللہ کا تصور ہی انسان کو بدی سے بچاتا ہے جب انسان روزہ رکھتا ہے۔ بھوک پیاس کے باوجود پوشیدگی میں کھانے پینے سے پرہیز کرتا ہے تو اس کا یہ اجتناب صرف اللہ کو علیم وخبیر جاننے کی وجہ سے ہے کیونکہ روزہ دار جانتا ہے کہ پوشیدہ طور پر کھانے پینے سے لوگوں کو تو دھوکا دیا جا سکتا ہے لیکن علیم وخبیر ہستی کو دھوکا نہیں دیا جا سکتا۔

۶۔ **اطاعت امر الٰہی**: روزہ اللہ کے احکام کی اطاعت کی مشق کراتا ہے۔ روزے دار اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک ماہ تک معینہ وقت کے دوران حلال چیزوں سے اجتناب کرتا ہے اور ایک ماہ تک کی مشق سے انسان کی طبیعت میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کا جذبہ راسخ ہو جاتا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"جس شخص نے روزے کی حالت میں جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہ چھوڑا وہ جان لے کہ اللہ کو اس بات کی کوئی ضرورت نہیں وہ بھوکا پیاسا رہے"۔ (صحیح بخاری)

۷۔ **سادہ زندگی**: روزہ انسان کو عیش وتنعم کی زندگی سے نکال کر سادہ زندگی بسر کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔

۸۔ **طبی فوائد**: جس طرح حد سے زیادہ فاقہ جسم کو کمزور کر دیتا ہے اس سے کہیں زیادہ حد سے زیادہ کھانا پینا انسان کے جسم کو مختلف امراض میں مبتلا کر دیتا ہے جیسا کہ تجربات سے یہ ثابت ہے کہ اکثر حالتوں میں انسان کا بھوکا رہنا صحت کے لئے ضروری ہے مختلف بیماریوں کا علاج ہے روزہ سے انسانی بدن میں رطوبت ردیہ اور غلیظ مواد تحلیل ہو جاتے ہیں۔

اجتماعی فوائد

۱۔ **انسانی ہمدردی**: ماہ رمضان انسانی ہمدردی اور مواساۃ کا پیغام لیکر آتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مہینے کو ہمدردی ومواساۃ کا مہینہ فرمایا ہے۔ انسانی فطرت کے تحت اسلام نے امراء کو بھوک اور پیاس کا عملی احساس دلانے کے لئے روزوں کی تعلیم دی ہے تاکہ ان کو غرباء کی

(بقیہ صفحہ پر)

جماعتی خبریں

● مکرم ومحترم حضرت امیر جماعت دامت برکاتہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بخیریت ہیں الحمد للہ صحت اچھی ہے حسب معمول کار دینیہ میں مصروف ہیں احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے انہیں کام والی لمبی عمر عطا فرمائے اور آپ کا بابرکت سایہ ہمارے سروں پر تادیر سلامت رکھے۔ حضرت امیر احباب وخواتین کو دعاؤں بھرا سلام لکھواتے ہیں۔

● فیجی۔ نیوگنی میں سیمینار

بحر الکاہل کے لئے عالمی عیسائی انجمن نے ۲۰ جنوری سے ۳ فروری ۱۹۸۹ء تک نیوگنی کے شہر پاپوآ میں ایک سیمینار کا اہتمام کیا۔ اس سیمینار کا موضوع "ایمان، تمدن، اور تبادلہ خیالات" تھا۔ سیمینار کے منتظمین نے پہلی دفعہ فیصلہ کیا کہ اس میں کسی ایسے شخص کو بھی مدعو کیا جائے جو مذکورہ موضوع کے بارے میں اسلامی نقطۂ نگاہ پیش کرے چنانچہ تنظیم کی فیجی شاخ کی طرف سے احمدیہ انجمن فیجی کو دعوت دی گئی کہ وہ اپنا ایک نمائندہ اس سیمینار میں بھیجے۔ فیجی جماعت کے جنرل سیکرٹری محترم امین ساہو خان نے اس سیمینار میں شرکت کی۔ اور سیمینار کے موضوع پر اسلامی تعلیم وتاریخ کے حوالہ سے اپنے خیالات کا اظہار کیا اس میں مختلف مذاہب کے تیس کے قریب مندوبین نے شرکت کی۔

برسبین (آسٹریلیا) میں جماعت کا قیام

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آسٹریلیا کے مقام برسبین میں جماعت کے قیام کے سلسلہ میں ابتدائی کام شروع ہو گیا ہے نیوگنی سے واپسی پر محترم امین ساہو خان نے آسٹریلیا میں مقیم احمدی احباب کی ایک میٹنگ محترم ڈاکٹر عبد الحمید ساہو خان کے ہاں بلائی وقت کی کمی کے باعث آسٹریلیا کے مختلف دور دراز علاقوں کے بیشتر احباب اس میٹنگ میں شریک نہ ہو سکے اس لئے فیصلہ کیا گیا کہ سردست عبوری صدر بنا لیا جائے جو باقاعدہ انتخاب تک کام جاری رکھیں چنانچہ محترم ڈاکٹر عبد الحمید ساہو کو عبوری صدر مقرر کیا گیا ہے۔ ماہ مئی میں امریکہ، کینیڈا اور دوسرے ممالک کے نمائندوں پر مشتمل ایک وفد فیجی اور انڈونیشیا کا دورہ کر رہا ہے یہ وفد برسبین بھی جائیگا تاکہ وہاں باقاعدہ جماعت کے قیام کے سلسلہ میں متعلقہ اقدامات کو آخری شکل دی جائے۔

● **اجلاس عام** احمدیہ انجمن فیجی کا اجلاس عام ۸ فروری ۱۹۸۹ء کو منعقد ہوا جس میں موجودہ عہدیداران کو ہی سال ۸۹ء کیلئے دوبارہ منتخب کر لیا

● **ٹیلیفون ڈائری کا تحفہ**: جو احباب ۳۰ جون ۱۹۸۹ء تک اخبار پیغام صلح کا چندہ ادا کر دینگے ان کو ایک عدد ٹیلیفون ڈائری بطور تحفہ ارسال کی جائیگی احباب سے گذارش ہے کہ وہ جلد از جلد اپنا چندہ ارسال کر کے یہ تحفہ حاصل کریں۔

اخبار و افکار

● بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کے سابق سینئر ریسرچ سکالر اور رکن پنجاب اسمبلی سید ذاکر حسین شاہ نے راولپنڈی کے علماء کنونشن کو غیر نمائندہ قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ عورت کی حکمرانی سے متعلق اس کا فتویٰ ملکی آئین سے کھلا انحراف ہے انہوں نے ایک بیان میں کہا ۱۹۷۳ء کے آئین پر اسمبلی کے رکن علماء نے بھی دستخط کئے تھے اور اس آئین کے تحت عورت کے وزیراعظم بننے پر کوئی پابندی نہیں سید ذاکر حسین شاہ نے کہا کہ قوم کے اجتماعی فیصلے پر چند غیر نمائندہ علماء کی رائے کو فوقیت نہیں دی جا سکتی۔ اسلام میں عورت کی سربراہی ایک اجتہادی مسئلہ ہے۔ جہاں تک عورت کی حکمرانی کا تعلق ہے تو اس میں علماء کے مابین اختلاف رائے پایا جاتا ہے بعض اسکے جواز اور بعض عدم جواز کے قائل ہیں مگر یہ سب انفرادی فتوے ہیں اور ان کی کوئی قانونی حیثیت نہیں (۱۴/۳ جنگ لاہور)

● پیر پاگارا شریف نے کہا ہے کہ میں مفتی یا قاضی نہیں تاہم مجھے اتنا علم ضرور ہے کہ فتوے ان مسلمانوں پر دیئے جاتے ہیں جن کا جواز اور عدم جواز زیر بحث ہو۔ پیر صاحب راولپنڈی میں علماء کنونشن میں خاتون وزیراعظم کے خلاف فیصلہ اور فتویٰ صادر کرنے پر تبصرہ کر رہے تھے۔

● مسٹر جسٹس ریٹائرڈ دراب پٹیل نے کہا ہے کہ آئین کی آٹھویں ترمیم قانون کی حکمرانی اور انسانی حقوق کے منافی ہے اسلیئے اس کا خاتمہ ضروری ہے انہوں نے کہا کہ آٹھویں ترمیم کے خاتمہ سے کوئی آئینی خلا پیدا نہیں ہوگا۔

● تبت میں بدھ مت کے روحانی پیشوا پنچین لاما۔۔۔ دل کا دورہ پڑنے سے انتقال کر گئے ان کی عمر اکاون برس تھی کہا جاتا ہے کہ لامحدود روشنی کے بدھ نے انکی شکل میں دوبارہ جنم لیا تھا۔

● سندھ کے رہنما جی ایم سید نے کہا ہے کہ ہم نے سندھو دیش کے نعرے کو معطل نہیں کیا صرف راستے تبدیل کئے ہیں یعنی پہلے ہم تنہا کھڑے ہوتے تھے کہ پاکستان کو توڑ کر سندھو دیش بنائیں اب مختلف طریقوں سے حکومت کو کہہ رہے ہیں کہ یہ کام کرو۔ اگر نہیں تو پھر ہم اسی جگہ آ جائیں گے انہوں نے کہا کہ بیرونی طاقت کے ذریعہ ہم آزادی حاصل کر سکتے ہیں چاہے یہ مدد یہودی دیں امریکہ یا روس دے ہندوستان دے ہم "ویل کم" کہیں گے اگر کوئی شرط شروط کے بغیر مدد نہیں دیتا تو ہم یہ شرائط تسلیم کر لیں گے۔ (۷/۳ جنگ لاہور)

● جمعیت اہل حدیث کے جنرل سکرٹری پروفیسر ساجد میر نے کہا ہے کہ کوئی آئین کتاب و سنت سے بالاتر نہیں اور ہم بحیثیت مسلمان صرف اسی آئین و جمہوریت کے پابند ہیں جس میں کتاب و سنت کی بالادستی کی ضمانت دی گئی ہو۔ (۱۴/۳ جنگ لاہور)

● قدیم ہندوستانی مفکرین کے ان معروضات کے بارے میں کہ زمین دو ارب سال پہلے وجود میں آئی تھی سائنسی ثبوت ملے ہیں لکھنو میں بتایا گیا ہے کہ کائنات کے وجود میں آنے کے ایک گھنٹہ بعد اس کا درجہ حرارت ۲۵ کروڑ ڈگری سنٹی گریڈ تھا۔ اس کے بعد یہ کم ہو کر ۲۶ ہزار ڈگری سنٹی گریڈ رہ گیا یہی درجہ حرارت آجکل سورج کا ہے بعد میں کائنات کی ۲۵ کروڑ دس سالگرہ پر درجہ حرارت منفی ۱۰۰ ڈگری ہو گیا۔

● سیالکوٹ۔ مبلغ تحفظ ختم نبوت محمد اسلم قریشی نے گذشتہ روز یہاں ضلع کچہری میں قادیانی فرقہ سے تعلق رکھنے والے ایک ممتاز قانون دان خواجہ سرفراز احمد ایڈووکیٹ پر چھری سے حملہ کر کے انہیں شدید زخمی کر دیا جنہیں ہسپتال میں پہنچا دیا گیا۔ تفصیلات کے مطابق خواجہ سرفراز احمد کچہری میں کھڑے تھے کہ محمد اسلم قریشی نے اچانک ان پر چھری سے حملہ کر دیا محمد اسلم قریشی کا موقف ہے کہ خواجہ سرفراز احمد قادیانی ہے اور مسلمانوں کے خلاف باتیں کرتا ہے اس نے کہا کہ چند سال قبل میرا اغوا کئے جانے میں بھی اس کا ہاتھ تھا پولیس اسکو حراست میں لینے کی کوشش کر رہی ہے یاد رہے کہ یہ صاحب چند سال قبل یہاں سے پراسرار طور پر لاپتہ ہو گئے تھے (۱۲/۳ جنگ)

● بنگلہ دیش میں جہیز کے لالچی شوہروں کی طرف سے ہر سال شادی کے دو لاکھ بندھن توڑ دیئے جاتے ہیں تاکہ دوسری شادی کر کے زیادہ سے زیادہ جہیز حاصل کیا جا سکے۔ میاں بیوی کے درمیان طلاق کے واقعات پر کئے گئے سروے کے دوران یہ بات سامنے آئی کہ ساٹھ فیصد شادیاں جہیز کے جھگڑے کیوجہ سے ختم ہو جاتی ہیں۔ طلاق کی دوسری بڑی وجوہات میں جسمانی تشدد، غربت اور خاوند کی طویل مدت کے لئے عدم موجودگی جیسے عنصر شامل ہیں۔

● لندن۔ گذشتہ روز لندن کے نواح میں ڈرنال، شیفیلڈ اور یارک کی مسلم آبادی کے علاقوں میں نامعلوم افراد نے مسجدوں گھروں اور کاروں پر اینٹوں سے حملہ کر کے انہیں زبردست نقصان پہنچایا۔ روزنامہ مرر نے یہ اطلاع دیتے ہوئے لکھا کہ حملہ آور مختلف ٹولیوں میں پاکستانیوں کے خلاف غلیظ زبان بول رہے تھے اور "رشدی کو امن سے رہنے دو" کے نعرے لگا رہے تھے حملہ آوروں نے گھروں کے باہر دیواروں پر کاروں کے شیشوں پر بھی یہ نعرے لکھے (۲۳/۳ جنگ)

● لاہور۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے کہا ہے کہ محدود گروہی مفادات کی جنگ نے قومی وحدت کا شیرازہ منتشر کر دیا ہے اور ہمارے ملک کی مؤثر سیاسی قوتوں نے اسلامیت کے تصور کو نظرانداز کر دیا ہے انہوں نے کہا کہ ہمیں صوبائی اور مسلکی عصبیتوں سے بالاتر ہو کر قومی وحدت کے لئے کام کرنا چاہیئے اور ہماری فکری اور عملی جدوجہد کا مرکز اولاً اسلامیت اور ثانیاً پاکستانیت ہو انہوں نے کہا کہ بدقسمتی سے سیاسی قوتوں نے اسلامیت کے تصور کو اور مؤثر مذہبی قوتوں نے پاکستانیت کے تصور کو نظرانداز کر دیا ہے (۲۰/۳ جنگ لاہور)

● سپریم کورٹ نے ۲۹ مئی ۱۹۸۸ء کو اسمبلیاں توڑنے کے ضمن میں لاہور ہائی کورٹ کے فیصلے کے خلاف حاجی سیف اللہ وغیرہ اور حکومت کی طرف سے سپریم کورٹ میں دائر کی گئی اپیلوں کے تفصیلی فیصلہ دیتے ہوئے ۲۹ مئی ۱۹۸۸ء کو سابق صدر جنرل ضیاء الحق کی طرف سے اسمبلیاں توڑنے کے اقدام کو غیر قانونی اور غیر آئینی قرار دیا ہے اس فیصلے کے مطابق ۲۹ مئی سے ۲ دسمبر تک نگران حکومتوں سمیت صدر کے تمام احکامات غیر قانونی تھے۔

● فیصل آباد (نمائندہ جنگ) جامعہ سلفیہ کانفرنس میں اعلان کیا گیا ہے کہ پاکستان میں عورت کی حکمرانی کو ختم کرنے کے لئے جدوجہد جاری رکھی جائے گی۔ کانفرنس کے آخری روز ایک قرارداد منظور کی گئی جس میں کہا گیا کہ مسلمانوں کے ملک میں عورت کی سربراہی قطعی ناجائز ہے اسے کسی صورت قبول نہیں کیا جا سکتا۔ پاکستان میں عورت کی حکمرانی کے سبب پاکستان کی دنیا بھر میں رسوائی ہو رہی ہے۔

● تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے سربراہ علامہ ساجد علی نقوی نے کہا ہے کہ ہم ملک میں اسلام کا عادلانہ اور منصفانہ نظام چاہتے ہیں۔ اگر اسلامی نظام کا نفاذ نہ کیا گیا تو پھر ہم مزید مشکلات سے دوچار ہوں گے۔ (۱۱/۳ جنگ لاہور)

● امریکہ کے دفاع اور خارجہ امور سے متعلق ایک جریدے کے مطابق جس کیمیکل سے صدر جنرل ضیاء الحق کے طیارے کو تباہ کیا گیا تھا اس کیمیکل جیسا ہے جسے مغربی جرمنی کی فرم امہاؤسن نے غیر قانونی طور پر امریکہ میں فروخت کیا۔ مغربی جرمنی کی اس فرم کے ملازمین پر الزام ہے کہ انہوں نے کیمیاوی طور پر تیار کردہ میڈیا نامی منشیات جو کسی فرد کو نفسیاتی طور پر بے حد متاثر کرتی ہیں امریکہ کی منشیات کی منڈیوں میں فروخت کیں۔ جریدے کے مطابق اب یہ بات سامنے آئی ہے کہ صدر ضیاء کے طیارے سی۔۱۳۰ کے عملے کو مفلوج کرنے کے لئے اعصاب شکن دوا استعمال کی گئی۔ یہ دوا غالباً جہاز کو کنٹرول کرنے والے آلات اور ہیڈفون میں رکھی گئی جنہیں جہاز کے عملے نے استعمال کیا۔ یہ دوا ہیروئن سے تین گنا زیادہ طاقتور ہے اور یہ جلد کے راستے جسم میں داخل ہو جاتی ہے اور اس دوا کی خاص مقدار ایک مقررہ وقت میں اپنا اثر دکھا دیتی ہے اور کنٹرول ٹاور کے مطابق جہاز کے پائلٹ نے پرواز کے وقت باقاعدہ سگنل دیئے اور معمول کی بات چیت کی لیکن فضا میں بلند ہونے کے بعد پائلٹ سگنل کا کوئی جواب نہ دے سکا اور شواہد کے مطابق حادثہ سے کچھ دیر پہلے صدر ضیاء کے ساتھ سفر کرنے والے ایک بریگیڈیئر جو اس اثناء میں کاک پٹ میں داخل ہو گئے تھے کا ورد سے پیغام سنا جو یہ تھا کہ کیا معاملہ ہے جواب کیوں نہیں دیا جا رہا لیکن پائلٹ زندہ ہونے کے باوجود جواب دینے کے قابل نہیں تھے اور فوراً بعد جہاز تباہ ہو گیا۔ جریدے کے مطابق شواہد سے یہ واضح ہوتا ہے کہ تخریب کاری کاک پٹ میں ہوئی جہاں عملے کو مفلوج کر دیا گیا تھا۔ مغربی جرمنی کی امہاؤسن کمپنی وہی ہے جس نے لیبیا کو کیمیائی پلانٹ لگانے میں مدد دی اور یہ پلانٹ میڈیا جیسی دوا تیار کرنیکی صلاحیت رکھتا ہے تاہم یہ نہیں کہا جا سکتا کہ صدر ضیاء کے طیارے کو تباہ کرنے کے لیئے یہ دوا لیبیا سے آئی۔ اطلاعات کے مطابق بہاولپور کے ہوائی اڈے پر طیارے میں یہ دوا رکھنے کے لئے بہت وقت تھا۔ جریدے نے مزید کہا کہ امریکی ایجنسیوں نے صدر ضیاء کے طیارے کی تحقیقات ترک کر دی ہیں کیونکہ ان کے خیال میں اس سے وزیراعظم بینظیر بھٹو کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا تاہم لاتعداد امریکی افسر حادثہ کی اصل وجوہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کیونکہ اس میں ایک امریکی سفیر بھی ہلاک ہو گیا تھا۔ (۱۵/۳ جنگ لاہور)

● پشاور نمائندہ جنگ۔ جماعت اسلامی پاکستان کے راہنما میاں طفیل محمد نے کہا ہے کہ جماعت اسلامی نے محترمہ فاطمہ جناح کی حمایت انہیں صدر بنانے کے لیے نہیں بلکہ ایوب خان کو ہٹانے کیلئے کی تھی۔

● ربوہ کے سرکردہ قادیانیوں نے صدر پاکستان وزیراعظم وزیر داخلہ گورنر پنجاب وزیراعلیٰ پنجاب اور ہوم سیکرٹری پنجاب کے نام احتجاجی تار روانہ کیے ہیں اور کہا ہے کہ قادیانیوں کو جشن صد سالہ منانے سے روک دینا ہمارے لیے سخت دکھ اور رنج کا باعث ہے۔ ان کا موقف ہے کہ یہ جشن کسی کے خلاف نہ تھا ان کا کہنا ہے کہ وہ ملک کے شریف شہری ہیں انہوں نے کہا کہ پاکستان میں ہر مذہب وملت کے افراد کو اپنے عقیدے کے لحاظ سے مذہبی آزادی حاصل ہے اور موجودہ جمہوری حکومت نے بھی تمام شہریوں کو بلا امتیاز بنیادی حقوق دینے کا وعدہ کر رکھا ہے لیکن پنجاب حکومت کا یہ اقدام انسانی بنیادی حقوق اور ملکی آئین کے سراسر خلاف ہے لہٰذا ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ قادیانیوں کے ساتھ ہونے والی اس زیادتی کا فوراً ازالہ کیا جائے۔

ماہ مارچ کا "لائٹ"

انگریزی ماہنامہ "دی لائٹ"، کا ماہ مارچ کا شمارہ شائع ہو گیا ہے۔ نارنجی رنگ ٹائیٹل کے چاروں صفحات پر قرآن کریم کے روسی، چینی، فرانسیسی اور جاپانی زبانوں میں تراجم کے صفحات کا عکس طبع ہے جبکہ اندر کے صفحات میں لائق مطالعہ مضامین، ایڈیٹر کے نام خطوط، اور اخبارات شامل ہیں "میٹنگ دی رسنر"، پر اداریہ تحریر ہے۔

حضرت نبی کریم صلعم کے ارشادات گرامی

تقویٰ اللہ اور اس کی برکات

اوصیك بتقوی اللہ

ترجمہ :- میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ خدا سے ڈر کر اپنی زندگی بسر کرو اس سے تمہارے سب کام دینی ہوں یا دنیوی، معاشرتی ہوں یا تمدنی.... درست ہو جائیں گے۔

تلاوت قرآن کریم کی برکات :

ترجمہ :- "قرآن کریم کی تلاوت اور خدائے عزوجل کے ذکر کرنے پر مداومت اختیار کرو۔ یہ تمہارے لئے آسمان میں ذکر یعنی بزرگی اور زمین میں ایک نور کا موجب ہوگا۔

مصافحہ ! باہم محبت پیدا کرنیکا ذریعہ ہے

مامن مسلمین یلتقیان فیتصافحان الا غفر لهما قبل ان یتفرقا

دو مسلمان جب ایک دوسرے کو ملنے پر مصافحہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے جدا ہونے سے قبل ان کی خطاؤں کو معاف کر دیتا ہے۔

" : تصافحوا یذهب الغل و تهادوا تحابوا و تذهب الشحناء

باہم مصافحہ کرو اس سے وسوسہ دور ہوگا۔

باہم ایک دوسرے کو تحفے تحائف بھیجا کرو اس سے محبت پیدا ہوگی اور دشمنی دور ہوگی۔

دنیا کمانے کے متعلق ہدایات

من طلب الدنیا حلالاً استعفافاً عن المسئلة و سعیاً علی اهله تعطفاً علی جاره لقی اللہ تعالیٰ یوم القیامة و وجهه مثل القمر لیلة البدر

ترجمہ :- جو شخص حلال ذریعہ سے اور سوال سے بچنے اور گھر والوں کے گزارہ اور ہمسایہ کے ساتھ سلوک کرنے کے واسطے دنیا کی تلاش کرتا ہے وہ قیامت کے دن خدا تعالیٰ سے اس طرح ملاقات کرے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی مانند چمکتا ہوگا۔

و من طلب الدنیا حلالاً مکاثراً مفاخراً .... لقی اللہ تعالیٰ و هو علیه غضبان

ترجمہ :- اور وہ جو حلال ذرائع سے تو کماتا ہے لیکن بہت سا مال جمع کرنے اور بے زر لوگوں پر فخر کرنے اور دکھاوے کے لئے دنیا کی طلب کرتا ہے وہ خدا سے اس حالت میں ملے گا کہ خدا اس پر غضبناک ہوگا۔ (ماخوذ)

روحانیات

ماہ رمضان کے مجاہدات

حضرت مولانا محمد علی (امیر مرحوم) کے خطبات اور تحریرات میں ایک خصوصیت نظر آتی ہے اور وہ ہر ماہ رمضان میں جماعت کو ایک مجاہدے کی تلقین ہے جو عموماً دو رنگ میں تھا ایک تو خدا کے آگے گرنا اور نماز تہجد میں اشاعت اسلام اور قرآن کو پھیلانے کی توفیق کے لئے رونا اور دوسرے مالی قربانی اس ضمن میں آپ نے اپنے ان خطوط میں جو پیغام صلح میں چھپتے تھے بڑی پُر درد اور رقت انگیز دعائیں لکھی ہیں۔ اور جماعت کے ہر فرد سے التجائیں کی ہیں کہ وہ کم از کم ماہ رمضان میں تہجد کو اپنے اوپر لازم کر کے خدا کے آگے کریں مثلاً ستمبر ۳۹ء میں تین قسم کی دعائیں آپ نے تجویز کیں جو کہ ایک چوکھٹے کی صورت میں اخبار کے متعدد پرچوں میں شائع ہوتی رہیں اور وہ دعائیں یہ تھیں۔

۱- الحمد للہ رب العالمین، اے خدا کہ تیری ربوبیت کائنات کے ذرے ذرے پر حاوی ہے تو نے انسان کو ان کی جسمانی ربوبیت کے بہتر سے بہتر سامان عطا فرمائے ہیں تو اب اپنی اس مخلوق کو جو تجھ سے دور پڑی ہے اور طرح طرح کی ظلمتوں میں گرفتار ہو کر اپنی ہلاکت کی طرف دوڑی جا رہی ہے اپنے قرآن کے ذریعے سے ربوبیت فرما۔ اور ان کے دلوں کو اس لذت سے آشنا کر جو تیرے در پہ گرنے سے ملتی ہے۔

اے خدا کہ جس نے محمد رسول اللہ صلعم اور آپ کے ساتھیوں کو وہ بے نظیر کامیابی عطا فرمائی کہ ان کے ذریعے سے ملکوں اور قوموں کی کایا پلٹ دی تو آج ہماری اور ہماری جماعت کی ربوبیت فرما کہ اسے قرآن کو دنیا میں پھیلانے میں کامیابی کے بلند مینار پر کھڑا کر دے ......

۲- کفر پر غلبہ کی دعا : ...! اے خدا کفر دنیا پر غالب ہے، دنیا اور مال کی محبت انسانی دلوں کو اپنے قبضہ میں لے چکی ہے جسمانی طاقت اور مادی سامانوں اور ظاہری زیب زینت سے انسانوں کو گمراہی کی طرف لے جایا جا رہا ہے مگر اے خدا تیرا وعدہ ہے کہ تو دین کو دنیا پر غالب کرے گا تیرا وعدہ ہے کہ ایک عظیم الشان ضلالت اور گمراہی کے بعد لوگ پھر تیری طرف جھکیں گے سو تو آج اپنے اس وعدے کو پورا فرما اور حق کو باطل پر غالب فرما۔

اے خدا کفر اور ضلالت کی فوجیں بہت زور سے حملہ آور ہو رہی ہیں، تیری طاقت پہلے بھی کمزور انسانوں کے ذریعے ظاہر ہوتی رہی ہے آج اس چھوٹی سی جماعت کے ذریعے اسے ظاہر فرما۔ ہم کمزور گنہگار اور عاجز ہیں مگر دل میں یہ تڑپ ہے کہ دین کفر پر غالب آئے تو ہماری خطاؤں کو معاف فرما ہماری حفاظت فرما ہمیں ٹھوکروں سے بچا تو ہمارا مددگار بن اور مومنوں کی کمزور جماعت کو کفر کی بے پناہ طاقتوں پر غالب فرما۔ اے خدا تو قرآن کو دنیا میں غالب فرما محمد رسول اللہ صلعم کو غالب فرما دین کو غالب فرما اور کفر اور ضلالت کی فوجوں کو ہٹا دے۔

۳- اللہ تعالیٰ کی مدد کے لئے دعا : ایاك نعبد و ایاك نستعین۔ اے خدا ہم اپنی طاقت کے مطابق یہی کوشش کرتے ہیں کہ تیری ہی فرمانبرداری کریں اور تیرے نام کو اور تیرے کلام کو دنیا میں پہنچائیں مگر ہم کمزور ہیں اور تیری فرمانبرداری کا حق ہم سے ادا نہیں ہوتا سو تو ہماری مدد فرما اور اپنی فرمانبرداری کی زبردست قوت ہمارے اندر پیدا کر دے۔

اے خدا تیرے نام کو دنیا میں پہنچانا وہ بلند کام ہے جس کے لئے تو اپنے خاص بندوں کو کھڑا کرتا رہا اور تیری ہی مدد سے وہ اس عظیم الشان مقصد کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے ایک ایسے ہی تیرے بندے نے ہمیں بھی اس کام پر لگایا ہے مگر ہم تھوڑے ہیں کمزور ہیں سامان پاس نہیں۔ بیگانے تو ایک طرف اپنے بھی ہماری مخالفت کرتے ہیں اور اس رستے میں روڑے اٹکاتے ہیں۔ تو محض اپنے کرم سے ہماری دستگیری فرما اور اپنی وہ قوت ہمارے اندر بھر دے جو تو اپنے پاک بندوں کے اندر بھرتا رہا ہے اور وہ نور ہمارے دلوں میں پیدا کر دے جس سے تو اپنے پاک بندوں کے سینوں کو منور کرتا رہا ہے۔

اے خدا تیرے نام کو دنیا میں پہنچانا سب کاموں سے مشکل کام ہے اور جب بھی دنیا میں یہ انقلاب پیدا ہوا ہے کسی انسان یا کسی فوج کی قوت سے نہیں بلکہ تیری نصرت اور تائید سے پیدا ہوا ہے اس لئے ہم تجھ سے اس مدد اور نصرت کے طالب ہیں جو تو اپنے پاک بندوں کو عطا فرماتا رہا ہے۔"

"حضرت مولانا محمد علی مرحوم و مغفور"

چاہیے کہ : تمہاری پیشانیوں میں اثر سجود نظر آوے اور خدا تعالیٰ کی بزرگی تم میں قائم نہ ہو۔ ـــــ حضرت اقدس

بیادِ رفتگاں

حضرت ڈاکٹر سیّد محمّد حسین شاہ

(۱۸۷۸ — ۱۹۳۹ء)

حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ ۱۸۷۸ء میں بکی مروت ضلع بنوں میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم سکاچ مشن ہائی سکول سیالکوٹ میں حاصل کی۔ سولہ سال کی عمر میں میٹرک پاس کر کے میڈیکل کالج لاہور سے ایل ایم ایس کا امتحان ۱۸۹۹ء میں پاس کیا۔ سکول میں وہ علامہ ڈاکٹر محمد اقبال کے ہم کلاس تھے۔ اور آخر دم تک ان کے باہمی مراسم یکساں رہے یہی وجہ ہے کہ جب شاہ صاحب کی وفات سے ایک سال قبل علامہ فوت ہوئے تو انہیں بڑا صدمہ ہوا۔ ۲۶ اپریل ۱۹۳۹ء کو جب آپ تہجد کی نماز پڑھ رہے تھے سجدے میں آپ بے ہوش ہو گئے اور اسی شام ساڑھے آٹھ بجے اکسٹھ سال کی عمر پا کر اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ ۲۷ اپریل ۱۹۳۹ء کو آپ کی نماز جنازہ حضرت امیر مرحوم مولینا محمد علی کی اقتدا میں ادا ہوئی اور آپ کے جسد خاکی کو آپ کے خاندانی قبرستان شاہ جمال لاہور میں سپرد خاک کیا گیا۔ جنازہ کے ہمراہ ایک جم غفیر تھا جس میں اغیار جماعت، غیر از جماعت حضرات ہندو مسلمان عیسائی، سکھ اور انگریز سب شامل تھے۔ اس سال کے پیغام صلح میں آپ کے نام و کام اور آپ کی ذات و خدمت کے بارے میں نثر و مرثیہ کے رنگ میں جو کچھ لکھا گیا ہے لائق مطالعہ ہے اور زندگی کی راہوں کو منور کرنے کا ذریعہ ہے۔

مولانا مصطفےٰ خان ایڈیٹر اسلامک ریویو نے ایک رباعی کہی:

آرام کا مزہ ہے نہ کچھ لطف چمن کا ٭ سب ٹھہے ہے شور ہے شیون کا بین کا
مطلع سول کیلئے سب آبدیدہ ہیں ٭ ماتم بپا ہے آج محمد حسین کا

اور مولوی غلام رسول جانباز نے قطعۂ تاریخ وفات یوں تحریر کیا:۔

سخی و حبیب خدائے جہاں
کہ ہست آہ امروز خلد آشیاں
غمے دادہ سید محمد حسین
شد از چشم و دل اشک خونی رواں
۱۳۵۸
۱۹۳۹ء

حضرت شاہ صاحب کی لاہور میں مستقل ملازمت ہو گئی تھی جہاں سے آپ اور حضرت خواجہ کمال الدین، حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ اور حضرت شیخ رحمت اللہ باقاعدہ ہر ہفتے دوپہر کی گاڑی سے بٹالہ اور وہاں سے یکوں پر قادیان جاتے اور اتوار کی رات واپس آ جایا کرتے تھے۔ ایسے ہی ہر دفتری تعطیل وہ قادیان میں حضرت صاحب کی خدمت میں گذارتے تھے۔

ان دنوں لاہور میں مسلمان ڈاکٹر صرف تین تھے ایک شاہ صاحب، دوسرے حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ اور تیسرے ڈاکٹر ہدایت اللہ صاحب تھے۔ ان لوگوں کی پرائیویٹ پریکٹس سے ان کی آمدنی ہزاروں تک پہنچی ہوئی تھی لیکن اول الذکر دونوں ڈاکٹر اپنا نقصان کر کے ہر ہفتہ کے دو دن ضرور قادیان چلے جاتے تھے۔ شاہ صاحب کا معمول تھا کہ جب دوپہر کو کھانے پر آتے اور کپڑے بدلتے تو تمام فیس جو کہ کافی رقم ہوتی تھی گن کر ان کے تین حصے کرتے تھے جب تک آپ کی والدہ زندہ رہیں ان کو ایک صندوقچی دے رکھی تھی جس میں ایک خاکی اور ایک سیاہ تھیلیاں ہوتی تھیں۔ آپ باقاعدگی سے ⅓ حصہ رقم خاکی تھیلی میں اور ⅔ سیاہ تھیلی میں ڈلواتے۔ جب ضرورت وہ خاکی تھیلی کی رقم انجمن میں دیتے اور ہر ماہ کے آخر میں باقی جمع شدہ رقم بھی خزانہ انجمن میں بھجوا دیتے۔

دین کے معاملات میں حضرت شاہ صاحب کو ایک قسم کا جنون تھا جس کسی نے کہہ دیا کہ وہ احمدی بھائی ہے تو وہ فی الواقعہ ہی بھائی بن جاتا تھا۔ دفتر اور مطب سے جب بھی فرصت ہوتی تبلیغی معاملات اور مذہب پہ تبادلہ خیالات ہوتا رہتا تھا۔ گھر میں بھی ہر وقت مذہبی گفتگو ہوتی رہتی تھی۔ سیر و سیاحت کے لئے کبھی جاتے تو کبھی خدا کی یاد کو نہیں بھلایا۔ ہر کام جو کیا اس میں خدا کا حصہ ضرور رکھا۔ خدا کے لئے خرچ کر کے آپ دلی سکون اور راحت محسوس کرتے تھے۔

بھوپال میں ۱۹۳۷ء میں آبادکاری پر زمین لی تو وہاں بھی ۵۰۰۰ ایکڑ انجمن کے لئے لی۔ اور دس ہزار ایکڑ اپنے لئے لی۔ مگر افسوس کہ ۱۹۳۹ء میں آپ کی وفات کے بعد نہ تو انجمن نے وہاں کوئی دلچسپی لی نہ قبلہ شاہ صاحب کی اولاد نے کوئی پرواہ کی جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ ۱۹۶۱ء میں حکومت نے تمام زمین معہ مکانات و مویشیاں واپس لے لی۔ ۱۹۱۰ء میں حضرت مولانا نور الدین نے یورپ میں مشن کھولنے کا فیصلہ کیا تو اس وقت حضرت شاہ صاحب نے اپنا نام پیش کیا اور آٹھ ماہ کی رخصت بھی لے لی۔ خیال تھا کہ اس کے بعد ملازمت چھوڑ دی جائیگی مگر بعد میں کسی مصلحت کی بنا پر قرعہ حضرت خواجہ کمال الدین کے نام پڑا۔

وہ چال چل کہ عمر خوشی سے کٹے تری ٭ جس جا پہ تیرا ذکر ہو، ہو ذکر خیر ہی
وہ کام کر کہ یاد تجھے سب کیا کریں ٭ اور نام تیرا لیں تو ادب سے لیا کریں۔

حضرت شاہ صاحب انجمن کی ہر ایک تحریک میں ہمیشہ اپنی طاقت سے زیادہ حصہ لیتے تھے اور ایسے کاموں میں ان کی بیگم صاحبہ بھی بے دریغ خرچ کرتی تھیں حضرت صاحب اپنے آخری سفر لاہور میں ان ہی کے یہاں رہے اور تمام عملہ کا خرچ اور مہمان نوازی بیگم صاحبہ کے ذمہ ہی تھی گھر میں ہر وقت کھانا تیار ہوتا تھا کیونکہ جماعت کے بزرگ زیارت کے لئے آتے رہتے تھے۔ نیز حضرت کا خاندان اور ملازم بھی حضور کے ساتھ تھے۔ اس لئے حضرت صاحب اکثر بیگم شاہ صاحب کو بلا کر نہایت پدرانہ محبت اور شفقت سے پیش آیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ ہماری وجہ سے ہماری بیٹی کو بہت کام کرانا اور کرنا پڑتا ہے۔ بیگم صاحبہ مرحومہ اکثر یہ کہا کرتی تھیں کہ حضرت صاحب میں ایک خاص روحانی نور نظر آتا تھا جو عام انسانوں میں نہیں پایا جاتا۔

شاہ صاحب کا دین کے لئے خرچ کرنا بہت سا ان کی بیگم صاحبہ کی فراخی طبع اور خدا ترسی کی وجہ سے ہوا۔ اور وہ ان کے ہر کار خیر میں یقیناً برابر کی حصہ دار تھیں۔ چنانچہ جب برلن مسجد کے لئے چندہ کی اپیل ہوئی۔ تو مرحومہ نے بغیر کسی تردد کے اپنے چالیس تولہ سونے کے کنگن اتار کر پیش کر دیئے۔

جماعت میں اختلاف کے بعد شاہ صاحب کا مکان ہی انجمن کی تمام سرگرمیوں کا مرکز تھا۔ تمام رسالے، اخبار، اور اشتہار وہاں سے ہی چھپتے تھے۔

ایک وقت ڈاکٹر امبید کار نے اعلان کیا کہ اچھوت ہندو ازم سے نکل کر کوئی اور مذہب اختیار کرنا چاہتے ہیں شاہ صاحب نے فوراً ایک ماہ کی چھٹی لی اور حضرت مولانا صدر الدین صاحب اور دو ایک اور احباب کو ساتھ لے کر بمبئی جا ڈیرہ لگایا وہاں کا تمام خرچ انہوں نے اپنی گرہ سے کیا۔

حضرت شاہ صاحب نے اپنے دسترخوان کی وسعت اور مہمان نوازی میں کبھی کمی نہ آنے دی اور تمام عمر اپنے خدا کی دی ہوئی کمائی کا ⅓ حصہ بڑی سختی سے علیحدہ خزانہ انجمن میں دیتے رہے اس کے علاوہ ہر طالب علم کی مدد کی ہر قریبی کو پالا پوسا اور آباد کیا یعنی مکان بنوا دیئے۔ ہر حاجت مند کی حاجت پوری کی۔ اور کبھی کسی سوالی کو مایوس نہ کیا۔ تبلیغ دین کے لئے مال و جان قربان کرنے میں کبھی بخل نہ کیا۔

طبیعت میں انکسار اور قدامت پسندی اور دل درد سے بھر آمیز تھا۔ اخلاق اور شرافت کی مثال اور نمونہ تھے حالانکہ ڈاکٹر تھے مگر مریض اپنے خاندان کے جھگڑے ان سے فیصلہ کراتے تھے اور اپنی جوان عورتوں کے معاملات ایک شفیق باپ کی طرح انہیں سناتے اور ہدایت حاصل کرتے تھے۔ پردہ ان دنوں بڑا سخت ہوتا تھا مگر ان کے بلند اخلاق کی وجہ سے لاہور کا کوئی خاندان ان سے اور ڈاکٹر مرزا یعقوب صاحب سے پردہ نہ کرتا تھا۔ یہ دونوں بزرگ لاہور میں مثالی حیثیت رکھتے تھے مکرم تھے محترم تھے۔ اور تمام لاہوران کا ادب کرتا تھا۔ باوجودیکہ احمدی تھے۔ لوگوں کی بدزبانی ان کے اخلاق نے بے اثر کر رکھی تھی۔

۱۹۲۴ء میں آپ پہلے پہل مری تشریف لے گئے۔ یہاں پر احمدی بھائی بھی تھے۔ انگریز کا اس وقت زور تھا۔ مری کی سول لائنز میں کسی دیسی رعایا کا رہنا محال بلکہ دشوار تھا۔ مگر حضرت شاہ صاحب نے وہاں پہنچتے ہی پہلے تمام احمدی بھائیوں کو جمع کیا۔ جمعہ کے علاوہ مہینہ میں ایک دو بار ایک عام جلسہ بھی ہوتا تھا بازار میں ایک مسافر خانہ تھا اس کے ہال میں جلسہ کرتے تھے۔ شاہ صاحب خود خوش الحانی سے درثمین سے حضرت صاحب کے اشعار پڑھتے تھے اور بعد میں خود ہی حضرت مرزا صاحب کے دعاوی، سیرت اور سلسلہ احمدیہ کے متعلق تقریر کرتے تھے۔ ان کے اثر سے بہت سے مخالف احمدی ہو گئے اور مری میں ایک خاصی جماعت بن گئی۔

یہاں یہ درج کر دینا بھی ضروری ہے کہ جماعت میں اختلاف ہو جانے پر جب ان بزرگوں نے قادیان چھوڑ کر یہاں الگ انجمن بنائی تو اس وقت اس کی بے سروسامانی کی حالت تھی اور شاہ صاحب کا گھر ہی اس بچہ کا گہوارہ تھا۔ اور ماسٹر فقیر اللہ صاحب اور چند ایک اور ہستیوں کے سوا دفتر انجمن کچھ بھی نہ تھا تمام خرچ اس وقت شاہ صاحب کا ہوتا تھا جن کے معاون شیخ رحمت اللہ صاحب اور مرزا ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب تھے۔ شاہ صاحب اور ڈاکٹر مرزا صاحب نے روپیہ کے علاوہ جائیداد اور اپنا قیمتی وقت اتنا دیا جو کہ ایک جنونی آدمی ہی دے سکتا ہے اشتہارات اور پمفلٹ بازی ان دنوں زوروں پر تھی اس لئے گھر کے تمام ملازموں عزیزوں اور متعلقہ احباب کو سیڑھیاں دے کر رات کو شہر میں اشتہارات لگانے اور تقسیم کرنے پر لگا دیا جاتا تھا۔ حضرت امیر مرحوم ان دنوں شاہ صاحب کے مکان کی بالائی منزل پر جہاں حضرت بانی جماعت نے وفات پائی تھی اکیلے رہتے تھے۔ ابتدا میں وہ کھانا دہیں کھاتے تھے ان دنوں وہ خفیہ طور پر خلیفہ رجب دین صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب کی معرفت اپنے تانبے کے بڑے برتن فروخت کرا کر اپنا خرچ پورا کیا کرتے تھے حتیٰ کہ اس بات کا ذکر بیگم خلیفہ نے شاہ صاحب کی بیگم صاحبہ سے کیا اور انہوں نے شاہ صاحب کو اس طرف توجہ دلائی کہ آپ کا امیر فاقہ مست ہے اس پر انجمن نے کچھ وظیفہ مقرر کیا یا کچھ اور انتظام کیا بہرحال کچھ بندوبست ہو گیا اور ان کی رہائش کے لئے انجمن کو شاہ صاحب نے اپنا مکان جو کہ مسجد کے شمال میں ہے دے دیا جس میں وہ منتقل ہو گئے۔ اور اپنا بال بچہ وہاں منگوا لیا۔ اس مکان میں حضرت امیر مرحوم تقریباً بیس سال رہے اور بعد میں مسلم ٹاؤن میں اپنی کوٹھی ہوا کر چلے گئے۔

اکثر شام کا کھانا بعد از نماز مغرب حضرت امیر مرحوم اور دیگر بزرگ مسجد احمدیہ لاہور میں کھایا کرتے تھے رواج یہ تھا کہ کھانا شاہ صاحب کے گھر سے خواجہ صاحب کے گھر سے مرزا صاحب کے گھر سے اور بعد میں حضرت امیر مرحوم کے گھر سے آجاتا تھا اور تمام حاضرین اور مہمان مل کر کھاتے تھے ہر روز بیس پچیس افراد کا مجمع ہوتا تھا اور مختلف مسائل پر گفتگو اور بحث و مباحثے ہوتے رہتے تھے۔

کھانے کے بعد نماز عشاء ادا کر کے تمام حضرات رخصت ہو جاتے اس برادری محبت اور مروت ہی سے انجمن کا آغاز ہوا اور ان ہی لوگوں کی مالی اور دیگر قربانی سے وہ پروان چڑھی۔

آپ کی فوٹو کے نیچے جو شعر درج ہے وہ حضرت شاہ مرحوم کے مکان کے ملاقاتی کمرے میں ایک جلی قلم سے خوبصورت قطعہ کی شکل میں لکھے ہوئے آویزاں تھے جب بھی کوئی حضرت شاہ مرحوم کی خدمت میں مسلم ٹاؤن حاضر ہونے کا شرف حاصل کرتا تو یہ اشعار بھی نظر سے گذرتے۔ حضرت شاہ صاحب کی زندگی ان اشعار کے بالکل مطابق تھی

مری میں شاہ صاحب کے مریض اکثر تپ دق میں مبتلا ہوتے تھے جنہیں جگہ نہ ملتی تھی لوگ کرایہ پر مکان نہ دیتے تھے نیز اکثریت ان کی مسلمان تھی۔ چند بیماروں کو شاہ صاحب نے سینی ٹوریم میں جو کہ شملہ کے قریب تھا بھیجا مگر وہ وہاں سے جلد واپس آ گئے اور کہا کہ وہاں تمام عملہ ہندو ہے اور وہ اتنے متعصب لوگ ہیں کہ مسلمان بیماروں پر کوئی رحم اور توجہ نہیں کرتے اس پر شاہ صاحب کو خیال آیا کہ مسلمانوں کا ایک اپنا سینی ٹوریم ہونا چاہیئے۔

اس وقت خوش قسمتی سے مری کے تحصیلدار یہرہ کے شیخ عبدالرحیم صاحب تھے جو شاہ صاحب کے بھیرہ کی تعیناتی کے زمانہ سے واقف تھے اور خود بھی ان کے مریض تھے اور شاہ صاحب ان کے معالج تھے۔ شیخ صاحب نے شاہ صاحب کو بتایا کہ ایک ٹکڑہ زمین دو صد کنال ہے یہ زمین ایک ہی مالک کی ہے اور وہ دینے کو تیار ہے چنانچہ زمین رجسٹری کرالی۔

وہ محمد حسین سینی ٹوریم اب تقریباً تمام پاکستان میں ایک بہت بڑا اور اپنی مثال آپ ہے۔ اور اس وقت ایک بہت بڑی جائیداد ہے جس میں ۲۵۰ مریض ہر موسم میں زیر علاج رہتے ہیں۔

حضرت شاہ صاحب جب تک زندہ رہے انہوں نے اپنی ہر چیز مکان۔ جائیداد، زمین اور مال وزر میں سے انجمن کو حصہ دیا۔ دوسرے الفاظ میں وہ زندہ رہے تو دین کے لئے اور اسی کے لئے زندگی گذاری۔ اور اسی دھن میں وفات پائی۔ یہ سب حضرت بانی سلسلہ کے فیض و برکت کا نتیجہ تھا۔ یقیناً اگر حضرت صاحب نہ آتے تو موجودہ دور میں دین کچھ اور ہوتا اور اگر شاہ صاحب نہ ہوتے اور حضرت مولانا محمد علی صاحب نہ ہوتے تو موجودہ احمدیہ انجمن لاہور بھی نہ بن سکتی۔

روپیہ خدا نے بہت دیا مگر اسے جائز طور پر خوب خرچ کیا۔ فرمایا کرتے تھے کہ روپیہ کی خواہش نہیں کرنی چاہیئے خداوند تعالیٰ خود ان کی ضروریات پوری کرتا ہے انسان کو اپنا کام کرتے چلا جانا چاہیئے روپیہ خدا خود مہیا کرتا ہے جب روپیہ آئے اسے جائز خرچ کرو جمع نہ کرو۔ اس طرح خدا پر ایمان کمزور ہوتا ہے۔

وفات سے پہلے ایک عید کے موقع پر جب سب کنبہ جمع تھا سب کو سمجھا کر فرمایا کہ دنیا میں جب کوئی وفات پاتا ہے تو وہ اپنی اولاد کے لئے دولت چھوڑتا ہے جائیداد چھوڑتا ہے مگر میں تمہارے لئے ایک اور نعمت چھوڑتا ہوں اور وہ ہماری برادری ہے جو کہ حضرت صاحب بنا گئے ہیں آپ نے فرمایا۔ آپ کا مشاہدہ ہے کہ جب کبھی بھی میں بیمار پڑا میری اس برادری کے لوگ کہاں کہاں سے میری بیمار پرسی کو آیا کرتے تھے۔ یہ دینی برادری سب دنیاوی برادریوں سے افضل ہے اور یہ محبت و پیار آپ کو کہیں نہیں ملے گا۔ اس برادری کو قائم رکھنا۔ یہ بڑی فائدہ مند چیز ہے چنانچہ اس کا مظاہرہ آپ کی وفات پر ہوا۔ لاہور کے احباب نے جس خلوص و محبت کا اظہار کیا وہ بیان نہیں ہو سکتا۔ علاوہ ازیں ۲۷ اپریل ۱۹۴۳ء کی صبح کو جب آپ کا جنازہ اٹھایا جا رہا تھا تو وائل پور سے حضرت شیخ صاحبان جس حالت سے لاہور آئے تھے وہ نظارہ ابھی تک خاندان کے دلوں پر نقش ہے ان کی حالت ایسی تھی کہ جیسے ان کا اکلوتا بھائی فوت ہو گیا ہو یہ تھی برادری جو قبلہ شاہ صاحب اپنے لواحقین کے لئے چھوڑ گئے تھے۔ اللہ اللہ کیا محبت و انس تھا۔ گذشتہ سالوں کے عرصہ میں کیا سے کیا ہو گیا۔ کیا اضطراب تھا ان دلوں میں مولانا محمد علی صاحب، ڈاکٹر بشارت احمد صاحب، مولانا صدرالدین صاحب، ڈاکٹر غلام محمد صاحب، شیخ محمد اسماعیل صاحب، شیخ مولا بخش صاحب، شیخ میاں محمد صاحب کس قدر تقوے کے مجاہد تھے مگر وہ اپنے آنسو روک نہ سکتے تھے یہ کوئی ظاہر کوئی خونی رشتہ نہ تھا مگر ایک دینی جوڑ تھا جو کہ خونی رشتہ سے بھی سبقت لے گیا تھا۔ ان لوگوں نے دنیا کو ہلا دیا تھا اور حضرت کا مشن کامیاب بنایا تھا۔ یہ دین کی پختگی اب کہاں۔ !

شاہ صاحب ایک ڈاکٹر کی حیثیت میں بھی اپنا نمونہ آپ تھے فرمایا کرتے تھے کہ ڈاکٹری آمدنی بڑی خطرناک بھی ہو سکتی ہے اور بڑی بابرکت بھی۔ فرمایا کرتے تھے کہ فیس کے لئے کسی کا علاج نہیں کرنا چاہیئے۔ انسان کی خدمت کے لئے بیماری کا علاج کرنا چاہیئے کسی کو دکھ دے کر فیس لی جائے تو وہ مفید ثابت نہیں ہوتی۔ وہ تباہی کا موجب ہوتی ہے اگر ڈاکٹر خدا کے خوف کے ساتھ بیماری کا علاج کرے تو یقیناً اس کی آمدنی برکت کا موجب ہو گی اور ایسا کرنے والا ڈاکٹر کبھی خسارہ میں نہیں رہتا وہ ایک غریب کا مفت علاج کرے گا تو خداوند تعالیٰ اس کو کئی گنا اجر دیگا۔

شاہ صاحب نے جس احتیاط سے طبی مشورہ کی فیس لی اس کا ثبوت ان کی زندگی میں دنیاوی اور دینی کامیابی کی صورت میں ملتا ہے ان سے اکثر بیمار مفت مشورہ لیتے تھے۔ یہی نہیں بلکہ بعض کو وہ دوائیاں تک مفت خرید کر دیتے تھے اور بعض بے کسوں کو گھر جا کر دیکھتے اور دوائی اور سواری کا کرایہ خود دے دیتے تھے۔ اور کئی دفعہ بیمار کے گھر کی حالت دیکھ کر اس کی مالی مدد بھی کر دیا کرتے تھے۔ کئی بیکسوں اور بیواؤں کا ماہوار وظیفہ مقرر تھا جو کہ ہر ماہ آکر بندت تارہ بخش سے مکانوں کے کرایہ میں سے وصول کیا کرتی تھیں جس کا گھر والوں تک کو بھی علم نہ تھا۔ شاہ صاحب قبلہ انجمن کے علاوہ سیاسی امور میں بھی دلچسپی لیتے تھے۔ ۱۹۱۹ء کے بعد خلافت کی تحریک سے گو ان کو دلچسپی نہ تھی مگر آزادی ملک کے بڑے حامی تھے اس سلسلہ میں تحریک سودیشی کے خاص کنسل ایڈووکیٹ تھے۔ آپ نے خود بھی دیسی کپڑا پہنا اور گھر والوں کو بھی رائج کیا۔ انجمن حمایت اسلام میں بھی توجہ دیتے تھے، وہ خود اور حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کافی عرصہ تک اس انجمن کی منتظمہ کے ممبر رہے اور کافی عرصہ تک اس کی پالیسی پر کنٹرول رکھا۔

سیاسی سرگرمیوں کے متعلق حضرت شاہ صاحب ہمیشہ یہی تلقین کرتے تھے۔ گو اپنا سیاسی نظریہ کچھ بھی ہو مگر ہم نے حضرت صاحب کی بیعت کر رکھی ہے لہٰذا ہمارا کام تبلیغ دین ہے۔ احمدی انجمن کی ممبری کے علاوہ سیاسی تحریکات میں حصہ نہیں لے سکتے ہماری ہمدردیاں تحریک آزادی سے ضرور ہیں مگر ہم عملاً اس میں حصہ نہیں لے سکتے ہم جس مقصد کیلئے کھڑے

ہونے میں وہی ہمارا مشن ہے گا۔ تحریک آزادی کے لئے دوسرے مسلمان کام کریں۔ ہمارا گروہ وہ ہے جس کے لئے قرآن میں یہ حکم موجود ہے کہ تبلیغ دین کے لئے الگ ایک جماعت ہو۔

۱۹۳۰ء میں جب مسلم لیگ کا زور ہوا تو ان کی تمام ہمدردیاں اس کے ساتھ وابستہ تھیں چنانچہ حمید نظامی مرحوم اور کرنل سید محمد حسین (جو ان دنوں طالب علم تھے) سے ایک دو صفحہ کا روزانہ اخبار شائع کرایا جس کا نام غالباً "حریت" تھا اس میں ان دو عزیزوں کے ذریعہ مسلم لیگ کا پروپیگنڈہ ہوتا تھا اس کے بعد حمید نظامی صاحب نے اخبار کو ہی اپنا کاروبار بنا لیا اور بہت بڑے انسان بن گئے۔ ۱۹۳۶ء سے شاہ صاحب کی وفات تک مرحوم نظامی صاحب کا واسطہ شاہ صاحب سے رہا۔ اور اسی وجہ سے مرحوم نے مرتے دم تک اپنا تعلق شاہ صاحب کے خاندان کا ممبر ہونے کی طرح رکھا۔

جب تک احمدیہ بلڈنگس میں رہے وہاں مغرب کی اور صبح کی نماز میں گھر کے ہر بالغ و نابالغ مرد کو شامل ہونا لازم تھا مسلم ٹاؤن منتقل ہونے کے بعد جب تک مسجد وہاں نہ بنائی گئی جماعت اپنے مکان پر ہوا کرتی تھی اور تمام مرد و زن شامل ہوا کرتے تھے اور سیر کے وقت کسی نہ کسی بچے کو ساتھ لے لیا کرتے تھے اور تمام راستہ دین کی باتیں ہوتی رہتیں۔ اپنے گاؤں جاتے تو وہاں بھی تبلیغ جاری رکھتے۔ حتیٰ کہ اپنی برادری کے تمام ممبروں سے بیعت کرا دی۔

اپنے طور پر جرائم پیشہ پہانسی قوم کو اپنے خرچ پر تبلیغ کرتے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کچا کھوہ اور کوٹ حادیاں کی تمام جرائم پیشہ آبادی مسلمان ہو گئی۔

مدت تک کیمیکل اگزامنر کے معزز عہدہ پر فائز رہے اور دوران ملازمت میں بہت کامیاب رہے اس زمانہ کے مطابق آپ نے اپنی لائن میں انتہا عروج حاصل کیا جتنا کہ ایک دیسی آدمی کر سکتا تھا۔ افسر اور ماتحت کے ساتھ خوب نبھائی۔ ہر کوئی عزت و ادب سے یاد کرتا تھا۔ ماتحت پر ہر معاملہ میں بھروسہ و اعتماد کرتے۔ نہایت پاک و دیانتدارانہ زندگی بسر کی۔ صاحب لوگ بھی عزت کرتے تھے جو کہ اس زمانہ کے ہر افسر کا دستور تھا۔

شاہ صاحب مرحوم کی زندگی ایک دولت مند فقیر کی زندگی تھی۔ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا جو عہد انہوں نے حضرت صاحب کے ہاتھ پر کیا تھا اس کو مکمل پورا کر دکھایا۔ اور اس مشن کو جو حضرت صاحب لے کر آئے تھے پورا کرنے اور اشاعت دین پر مال خرچ کرنے اور مخلوق خدا کے ساتھ ہمدردی اور شفقت کا برتاؤ کرنے میں انہوں نے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ وہ ایک ولی اللہ تھا جو اس دنیا میں رہتے ہوئے خدا کے ساتھ سچی الفت اور دوستی لگائے ہوئے تھا۔ حضرت ڈاکٹر سعید احمد خاں ایدہ اللہ امیر جماعت لاہور حضرت شاہ صاحب کے بارے میں اپنے تاثرات یوں فرماتے ہیں :-

"میں ۲۲ - ۱۹۱۸ء تک میڈیکل کالج لاہور میں طالب علم تھا۔ اس زمانہ میں احمدیہ بلڈنگز لاہور میں چند عظیم المرتبت ہستیوں کا قیام تھا۔ جن کا پیدا کردہ دینی اور روحانی ماحول اور ان کی ذاتی کشش روزانہ مجھے کشاں کشاں وہاں لے جاتی تھی۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب درس قرآن اور خطبات دیتے تھے بڑے بڑے انسان ان مجالس میں بڑے ادب کے ساتھ بیٹھے نظر آیا کرتے تھے مسجد کی مغربی دیوار کے ساتھ محراب کے قریب بیٹھی ایک خاموش باوقار اور پرشکوہ ہستی پر نظر پڑتی تھی۔ یہ حضرت سید محمد حسین شاہ تھے۔

یہ خاموش رہنے والا انسان جلسہ سالانہ کے موقع پر اکثر تقریر فرماتا تو سامعین کے دل ہل جاتے اور ان کی گردنیں اس کے پر از جلال ارشادات کے آگے جھک جاتی تھیں اس غیر معمولی تاثیر کی وجہ درحقیقت اس کا بے لوث کردار، قوت عمل اور بے پناہ ایثار میں ملتی تھی۔

انجمن نے اس زمانہ میں کالجوں کے طلباء کے لئے ایک ہوسٹل کھول رکھا تھا کچھ عرصہ کے لئے حضرت شاہ صاحب مرحوم اس ہوسٹل کے سرپرست مقرر ہوئے تھے وہ شام کو وہاں جا کر درس قرآن دیتے تھے ان کے درس میں بیٹھ کر یہ اندازہ ہوا کہ ان کا مطالعہ کس قدر گہرا اور علم کتنا وسیع ہے اس لحاظ سے بھی وہ حضرت بانی سلسلہ کے ایک نہایت قابل شاگرد ثابت ہوئے تھے۔ قرآن کریم کے ساتھ ان کی محبت کا اندازہ اس ایک واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک دفعہ وہ درد گردہ کی وجہ سے شدید بیمار ہوئے۔ میں ان کی عیادت کے لیے گیا یا مجھے خود انہوں نے طلب فرمایا اور مجھ سے قرآن پڑھنے کو کہا جب میں نے قرآن میں سے کچھ پڑھا تو وہ آبدیدہ ہو گئے اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ انہیں بڑی تسکین حاصل ہو رہی ہے۔

حضرت شاہ صاحب کے اخلاق نہایت بلند تھے۔ قدرتی طور پر ایک ایسا موقعہ مجھے میسر آ گیا کہ ان کے اخلاق فاضلہ کی ایک جھلک میں نے دیکھی جس کا اثر عمر بھر میرے دل پر باقی رہ گیا۔ میں جولائی ۱۹۲۹ء میں پشاور میں رہتا تھا ایک مریضہ کا جسے باولے کتے کے کاٹنے سے مرض کا حملہ ہو گیا تھا دوران تیمارداری اس مریضہ کا تھوک میری آنکھوں میں پڑ گیا۔ اور مجھے حفاظتی ٹیکے لگوانے کی ضرورت پیش آئی۔ ایسے ٹیکے مری میں لگا کرتے تھے میں نے حضرت شاہ صاحب کو تار دیا اور سفر پر روانہ ہو گیا میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب مری کے اڈہ پر پہنچ کر دیکھا کہ وہ خود مع اپنے چند عزیزوں کے میرے انتظار میں کھڑے ہیں۔

شاہ صاحب کا مسکن اڈہ سے تین چار میل کے فاصلہ پر تھا اور سارا راستہ چڑھائی کا تھا۔ اور پیدل چلنا پڑتا تھا۔ میں ان کے بچوں کی حیثیت میں تھا اور مجھے ہرگز یہ خیال نہ آ سکتا تھا کہ وہ میرے لئے خود اس قدر تکلیف گوارا کریں گے۔ میں چودہ دن تک ان کے ہاں مقیم رہا اس دوران میں مجھے ان کی بے تکلف پاکیزہ خانگی زندگی، اعلیٰ اخلاق، دینداری مہمان نوازی اور جذبہ اخوت و ہمدردی کو بہت قریب سے مطالعہ کرنے کا موقعہ نصیب ہوا۔ یہ حقیقت ہے کہ وہ نہایت ہی بلند انسان تھے اور ان کی زندگی کئی وجوہ سے دوسروں کے لئے ایک پاک نمونہ کی حیثیت رکھتی تھی۔

میں اپنی زندگی کے یہ چودہ شب و روز جو ایک مرد صالح کی صحبت میں گذرے تھے اب تک یاد کرتا ہوں۔ اور اپنی زندگی کی ایک متاع عزیز جانتا ہوں۔ مولیٰ کریم حضرت شاہ صاحب کے مرقد کو اپنے انوار سے بھر دے اور ان کی روح کو علیین میں خلفاء و شہداء کا درجہ نصیب کرے۔

آمین ثم آمین۔ یا ارحم الراحمین ۔"

حضرت شاہ صاحب کی وفات حسرت آیات کے موقعہ پر حضرت امیر مرحوم مولینا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے غم و الم کا اظہار کرتے ہوئے جن الفاظ میں مرحوم کو خراج تحسین پیش فرمایا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب کس عظمت و قدر و منزلت کے حامل تھے حضرت امیر مرحوم فرماتے ہیں :-

"وہ اپنی وفات کے قریب ۳۰ دن کی خبر جب حضرت صاحب کو دی گئی تو آپ نے اپنی جانشینی کا منصب ایک انجمن کو دیا اور اس کے چودہ ممبروں کو منتخب کرتے وقت لاہور کے چار ممبروں پر آپ کی نظر پڑی یہ چار ممبر حضرت شیخ رحمت اللہ مرحوم، حضرت خواجہ کمال الدین حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ مرحوم اور حضرت شاہ صاحب مرحوم تھے جس کمال خوبی اور اخلاص سے ان چاروں نے حضرت صاحب کی امانت کا حق ادا کیا اس کی طرف اس الہام میں اشارہ معلوم ہوتا ہے "لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں" ان چاروں اصحاب کے دلوں میں اس قدر عشق خدا کے دین کی خدمت کا تھا کہ انجمن کے ہر اجلاس میں لاہور سے دوڑے آتے تھے اور پھر اس کے ساتھ ہی مالی نصرتوں میں جماعت میں پیش پیش تھے۔ ان دنوں قادیان کا سفر اچھا خاصا صبر آزما تھا اور پھر ان چاروں اصحاب کو اپنے اپنے کاروبار کی مصروفیت بھی بے انتہا تھی مگر خدمت دین کے جذبہ نے ان دونوں مشکلات کو آسان کر دیا تھا مجھے اس انجمن کے سیکرٹری کا منصب تفویض کیا گیا۔ اور اگر ایک طرف ان چاروں بزرگوں کے مشورے میرے لئے قوت کا موجب تھے تو دوسری طرف ان کے خلوص کا گہرا اثر میرے دل پر تھا۔

اس طرح ۱۹۰۶ء کی ابتداء میں اس محبت کی بنیاد پڑی جو پانچ سال میں یہاں تک ترقی کر گئی کہ گویا ہم پانچ قالب یکجان کا مصداق تھے آج یہ چاروں دوست یکے بعد دیگرے اپنے مولیٰ سے جا ملے ہیں اور میں صدق اور اخلاص اور وفاداری کے نمونے اپنی جماعت میں چاروں طرف دیکھتے ہوئے ان دوستوں کے جدا ہونے کے بعد تنہائی سی محسوس کرتا ہوں۔ واللہ ولی فی الدنیا والآخرۃ ۔"

ان چاروں دوستوں نے جو نمونہ وفاداری اور خدمت دین میں استقلال اور اخلاص کا دکھلایا ہے آج اس کی نظیر بہت ہی کم ملتی ہے۔ خدا کے مسیح کی نظر اپنے پیچھے کام چلانے والے چند بزرگوں پر پڑی جن میں یہ چار حضرت مولوی نورالدین کے بعد نمایاں ہستیاں نظر آتی ہیں۔ اور عملی طور پر کام کا بوجھ انہی پر تھا انہوں نے حضرت صاحب کی اس امانت کا حق ادا کر دیا کیونکہ خدا کی راہ میں ان کا قدم آگے ہی آگے ترقی کرتا چلا گیا شاہ صاحب مرحوم کی مالی اعانت اپنے زمانے میں تمام احباب سلسلہ پر سبقت لے گئی اور غالباً ایک لاکھ روپے کے قریب انہوں نے خدمت اسلام کے کام پر خرچ کیا۔ خواجہ صاحب مرحوم کو درد دین نے بے سروسامانی کی حالت میں انگلستان پہنچایا اور یورپ میں سب سے پہلے اسلامی مشن کی بنیاد ان کے ہاتھوں سے رکھی گئی۔ مرزا صاحب مرحوم اور شاہ صاحب مرحوم نہ صرف احمدیت کی شمع کے پروانے تھے اور اپنا مال اور وقت اس کے لئے وقف کیا ہوا تھا بلکہ اسلام کی تمام قومی اور مذہبی تحریکوں میں پیش پیش رہتے تھے۔

اور آج اس زمانہ میں جس قدر شاہ صاحب مرحوم کے مال سے اعلائے کلمۃ اللہ کے کام کو تقویت پہنچی ہے اس کی دوسری نظیر میرے نظر نہیں آتی یہ ہے اس امانت کا حق جو حضرت صاحب نے ان کے سپرد کی تھی۔

جماعت میں شمولیت کے بارے میں حضرت شاہ صاحب مرحوم فرماتے ہیں کہ -

"۱۸۹۳ء میں حضرت مرزا صاحب سیالکوٹ تشریف لے گئے میں اس زمانہ میں وہاں انٹرنس میں تعلیم پاتا تھا حضرت مرزا صاحب نے وہاں ایک وعظ فرمایا جس میں مختلف مذاہب کے طریق عبادت کا مقابلہ کرتے ہوئے دینی طریق عبادت کی فضیلت کو نہایت مدلل اور دلنشیں طریق پر ثابت کیا۔ اس سے قبل میں نے ایسا اچھا اور مدلل اور دین کی خوبیوں کو ظاہر کرنے والا وعظ کبھی نہ سنا تھا اس کے سنتے ہی مجھے حضرت صاحب سے محبت ہو گئی اس زمانہ میں مخالفت کا خوب زور تھا جہاں کہیں آپ کے خلاف کوئی شخص کچھ کہتا میں اس کا ایک احمدی کی طرح مقابلہ کرتا۔ سیالکوٹ میں تعلیم سے فارغ ہو کر میں میڈیکل کالج لاہور میں داخل ہو گیا۔ یہ زمانہ بھی اسی طرح گذر گیا۔ یہاں سلسلہ احمدیہ کے بعض

(بقیہ ص۱۳ پر)

کتابیات

نقد و نظر

(تبصرہ کے لئے دو نسخوں کی فراہمی ضروری ہے)

ماہنامہ اشاعت الحق سرینگر

ماہنامہ اشاعت الحق سرینگر سے شائع ہوتا ہے۔ یہ ماہنامہ احمدیہ انجمن (لاہور) ہند کا ترجمان ہے محترم محبوب العالم ترین اس کے پرنٹر پبلشر و ایڈیٹر ہیں۔ سالانہ چندہ درج نہیں۔ سولہ صفحات پر مشتمل میگزین سائز کا یہ ماہنامہ نیوز پرنٹ پر شائع ہوتا ہے۔

ماہ دسمبر ۱۹۸۸ء اور جنوری ۱۹۸۹ء کے شمارے ہمارے سامنے ہیں۔ ماہ دسمبر کے شمارے کے مندرجات میں امام السلام نعت سرور دو عالمؐ، تعارف القرآن والحدیث، سیرۃ النبیؐ کون جیتا کون ہارا، رسائل و مسائل، اخبار احمدیہ اور احمدی کون ہیں کے عنوانات شامل ہیں جبکہ ماہ جنوری کے شمارے میں مذکورہ مستقل عنوانات کے علاوہ سیرت مسیح موعود، ہماری ذمہ داریاں اور سرسید کے مہمان کے مضامین درج ہیں۔ کتابت عمدہ ہے جبکہ طباعت کافی توجہ طلب ہے جناب محبوب العالم ترین نے کمی ذرائع و وسائل کے استعمال میں جس لگن، ایثار اور خدمت دین کے جذبے کے ساتھ حتی المقدور قلمی محاذ سے پہنچے ہوئے ہیں لائق تحسین ہے۔ ہماری دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں خدمات دینیہ کی بیش از بیش توفیق دے اور کام والی لمبی عمر عطا فرمائے۔

یہ ماہنامہ کشمیر اور بھارت کی جماعت ہائے احمدیہ (لاہور) کے ذرائع ابلاغ میں سے ایک ہے۔ اس کے صوری و معنوی اور علمی و فکری معیار کو زیادہ اونچا کرنے، اس کی ضخامت بڑھانے اور اس کی تقسیم و اشاعت میں وسعت پیدا کرنے اور طباعت کی جدید سہولتوں سے فائدہ اٹھانے کی کافی گنجائش ہے۔ اس کا انحصار اس کے مالی استحکام پر ہے کشمیر اور بھارت کی احمدی جماعتوں کے احباب اس صورت حال پر سنجیدگی سے غور کریں تو مالی امداد کے کئی ذرائع سامنے آسکتے ہیں خود خریدیں اور خریداری کی تحریک شروع کریں۔ اس طرح ممبر شپ بڑھائیں۔ بتطبیع احباب ضرورت مند دوستوں اور لائبریریوں کے نام جاری کروائیں۔ اشتہارات کا حصول اور فراہمی کے لئے جماعتی خدمت کے جذبہ کے ساتھ کام کریں۔ انفاق فی سبیل اللہ اور مختلف مواقع پر ماہنامہ کی مالی امداد کیلئے سوچیں اور صاحب ثروت دوستوں کو عطیات عطا کرنے کی تحریک کریں۔ تنظیم اور مالی امداد و تعاون کے ساتھ ساتھ احباب قلمی خدمت بھی کریں مضامین اخبارات اطلاعات اور جماعتی سرگرمیاں برائے اشاعت ماہنامہ کو بھجوائیں۔ ماہنامہ کی سرپرستی احباب جماعت کا دینی۔ جماعتی اور اخلاقی فریضہ ہے آپ کی شناخت و پہچان ہے اور آپ کے وقار و احترام کا اظہار ہے۔ لہٰذا اپنے وقار کا اظہار بھی تو وقار طور پر ضروری ہے احباب ماہنامہ کے علمی و قلمی جہاد میں شریک ہو کر عنداللہ ماجور رہوں۔ ہم مرکزی انجمن سے بھی گذارش کرتے ہیں کہ کشمیر اور بھارت میں اپنے نمائندہ و ترجمان اخبار و جرائد کی فلاح و بہبود کی طرف خصوصی توجہ دے۔ موجودہ صورت حال میں وہاں کے ذرائع ابلاغ انجمن کے امور کو زیادہ بہتر انداز سے آگے بڑھا سکتے ہیں۔

ضرورت ہے کہ کشمیر و بھارت کی جماعتوں کو زیادہ فعال بنایا جائے وہاں کے علمی و قلمی شعبہ کو زیادہ مستعد اور مستحکم کیا جائے۔ تالیف و طباعت کے مسائل و معاملات میں وہاں کی سہولتوں سے بھرپور فائدہ اٹھایا جائے۔

پیغام صلح ماہنامہ اشاعت الحق کی ہر ممکن خدمت کے لئے ہمہ وقت حاضر ہے۔ اور اس کے لئے اپنی پرخلوص دعاؤں اور نیک تمناؤں کا اظہار کرتا ہے۔

روزنامہ روشنی سرینگر

روشنی۔ سرینگر کشمیر کا اردو روزنامہ ہے جو چار جہازی سائز صفحات پر بالتصویر شائع ہوتا ہے۔ کتابت و طباعت کے معیار کے ساتھ ساتھ اس کی روزانہ اخبار و اطلاعات لائق مطالعہ ہوتی ہیں۔ اداریہ کالم رہنمائی کا موجب ہوتے ہیں اور دیگر مندرجات میں سیاست مذہب سائنس تاریخ اقتصادیات سماج و معاشرت اور اخلاق و جغرافیہ زبان و ادب سے متعلقہ مضامین شامل ہوتے ہیں۔ اسکی اشاعت کا حلقہ کشمیر کے علاوہ بھارت کا وسیع و عریض ملک ہے۔ دنیا کے دیگر ممالک میں بھی اسکی ترسیل کا خاطر خواہ انتظام ہے کشمیر اور بھارت کی صحافت میں "روشنی" کا ایک اہم مقام ہے۔ جو گذشتہ ۱۸ برسوں سے شائع ہو رہا ہے۔ اور نئی دہلی کی AINEC کا ممبر ہے وہاں کی مسلم صحافی برادری میں "روشنی" کے مالک عبدالعزیز کاشمیری کی شخصیت بڑی محترم ہے۔ ہمارے لئے روزنامہ "روشنی" کشمیر و بھارت کے اخبار و احوال سے آگاہی حاصل کرنے کا سردست واحد ذریعہ ہے اس سے ہم کئی طرح سے مستفید ہوتے رہتے ہیں۔ اور اس شعبہ میں ان کا تعاون بھی ہمارے شامل حال رہتا ہے۔ کتب لٹریچر کے مندرجات اور جرائد اخبار کے شمولات سے بھی اپنے موقر روزنامہ روشنی کے ذریعہ اپنے قارئین کو مستفید ہونے کا موقع فراہم کرتے رہتے ہیں۔ وہ یہ سلسلہ بڑے اہتمام سے جاری کئے ہوئے ہیں جس کے لئے ادارہ ان کا شکر گذار ہے عزیز کاشمیری کی دیگر تالیفات کے علاوہ حال ہی میں "کراسسٹ ان کشمیر" کا نیا ایڈیشن شائع ہوا ہے جو ایک نہایت مفید و معلوماتی اضافہ ہے۔

بقیہ: روزہ کے آداب

بھوک اور پیاس کا احساس ہو جائے اور ان کے دل میں غرباء کی ہمدردی اور مواسات کا جذبہ پیدا ہو۔

مساوات اور اتحاد

جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو لوگوں کے اندر مساوات کی ہمہ گیر لہر دوڑ جاتی ہے تمام دنیا کے مسلمان حکم خداوندی کے تحت پو پھٹنے سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے پینے سے رک جاتے ہیں اور ایک ہی حالت میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اس طرح ماہ رمضان دنیا کے تمام مسلمانوں کو اتحاد و یگانگت اور مساوات کی لڑی میں منسلک کر دیتا ہے۔

بقیہ: آپ کے خطوط

نہیں کرتا تھا۔ الگ ایک خالی چارپائی پڑی تھی اس پر میں بیٹھ گیا۔ اور دل میں ایسا اضطراب اور تکلیف تھی کہ جس کے بیان کرنے میں وہم ہوتا ہے کہ لوگ مبالغہ نہ سمجھ لیں بہرحال میں وہاں بیٹھ گیا دل میں سخت متحیر تھا کہ میں یہاں آیا کیوں ایسے اضطراب اور تشویش کی حالت میں اس مرزا نے خود ہی مجھ سے پوچھا کہ آپ کہاں سے آئے ہیں میں نے نہایت روکھے الفاظ میں اور کبیدہ دل سے کہا کہ پہاڑ کی طرف سے آیا ہوں۔ تب اس نے جواب میں کہا کہ آپکا نام نورالدین ہے اور آپ جموں سے آئے ہیں؟ اور غالباً آپ مرزا صاحب کو ملنے آئے ہوں گے بس یہ لفظ تھا جس نے میرے دل کو کسی قدر ٹھنڈا کیا اور مجھے یقین ہوا کہ یہ شخص جو مجھے بتایا گیا ہے مرزا صاحب نہیں ہیں میرے دل نے یہ بھی گوارا نہ کیا کہ میں اس سے پوچھتا کہ آپ کون ہیں میں نے کہا ہاں اگر آپ مجھے مرزا صاحب کے مکانات کا پتہ بتا دیں تو بہت ہی اچھا ہوگا۔ اس پر اس نے ایک آدمی مرزا صاحب کی خدمت میں بھیجا اور مجھے بتایا کہ ان کا مکان اس مکان سے باہر ہے اتنے میں حضرت اقدس نے اس آدمی کے ہاتھ لکھ بھیجا کہ نماز عصر کے وقت آپ ملاقات کریں۔ یہ بات معلوم کر کے میں معاً اٹھ کھڑا ہوا اور اس جگہ نہ ٹھہرا۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ ایک شریف انسان کسی شریف انسان کے مکان پر جاتا ہے اور سلام علیک تک کا روادار نہیں ہوتا باوجودیکہ صاحب مکان اس کی ہر طرح کی مدارات بھی کرتا ہے۔ آپ غور کریں کہ یہ کس قسم کے قلب ہیں جو ہمیں اللہ تعالیٰ نے عطا کئے ہیں۔ غرض نماز عصر کے بعد حضرت اقدس تشریف لائے اور مجھے فرمایا کہ میں ہوا خوری کے واسطے جاتا ہوں کیا آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں گے ....."

بقیہ: یاد رفتگاں

اخبارات پڑھنے کا موقع ملتا رہا۔ میں ان اخبارات سے حضرت مرزا صاحب کی تقریریں تلاش کر کے نہایت توجہ اور شوق سے پڑھتا جو نہایت روح پرور اور ایمان کو تازہ کرنے والی ہوتی تھیں اسی اثناء میں ۱۸۹۷ء میں لیکھرام کے قتل کی عظیم الشان پیشگوئی پوری ہوئی اور اس کی لاش پوسٹ مارٹم کے لئے ہمارے میڈیکل کالج میں ہی لائی گئی جس سے حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئی کے پورا ہونے کا مجھے یقین ہو گیا اور آپ سے محبت بہت بڑھ گئی۔

۱۸۹۹ء میں میڈیکل کالج سے فارغ ہونے کے بعد میں سرکاری ملازمت کے سلسلہ میں بیار تعینات ہوا۔ اس زمانہ میں پہلی مرتبہ قادیان گیا لیکن بعض ایسے حالات پیش آگئے جن کی وجہ سے میں اس وقت شامل سلسلہ نہ ہو سکا اور جلدی قادیان سے چلا آیا۔ اس کے بعد میں بمقام بھیرہ تبدیل ہو گیا۔ چونکہ دل میں مذہبی جوش تھا۔ آریوں اور عیسائیوں سے مقابلہ رہتا تھا۔ ان کے جواب میں حضرت مرزا صاحب کے لٹریچر اور علم الکلام کے سوا کسی مولوی یا پیر کی طرف سے کچھ نہ ملا۔ اس ضرورت سے میں نے حضرت مرزا صاحب کی کتابیں مطالعہ کیں۔ براہین احمدیہ اور دوسری کتابیں پڑھنے سے میری تسلی ہو گئی کہ آپ اپنے دعاوی میں سچے ہیں اگر کوئی مجدد اس زمانہ میں ہو سکتا ہے تو وہ آپ ہی ہیں اور آپ کے کلام میں غیرت دینی اور محبت رسول اللہ صلعم کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی سب سے بڑی دلیل جس کو کوئی چیز نہ توڑ سکتی تھی وہ یہ کہ اس زمانہ میں جبر کے ذریعہ کسی کے عقیدہ کو تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔ میں نے خود اپنی حالت پر غور کیا کہ اگر تلوار میری گردن پر رکھ کر کوئی کہے کہ تم دین چھوڑ دو تو میں موت قبول کر دوں گا لیکن عقیدہ میں تبدیلی نہیں کروں گا۔ ہاں کسی زمانہ میں دلائل کے ذریعہ خیالات و عقائد کی تبدیلی ممکن ہے۔

بس میری سمجھ میں آگیا کہ خونی مہدی کا عقیدہ اور انتظار لغو ہے اور اس زمانہ میں جس مہدی کے آنے کی پیشگوئی ہے وہ ایسا ہی ہونا چاہیئے جیسے کہ حضرت مرزا صاحب ہیں جو دلائل کے ذریعہ مخالفین اسلام کے اعتراضات کو دور کرے اور اسلام کی عظمت اور حضرت نبی کریمؐ کی عزت قائم کرے اس لئے میں نے ۱۹۰۲ء میں حضرت اقدس کی بیعت کر لی۔"

ماہ رمضان

بابرکت ماہ رمضان اپریل کی ابتدائی تاریخوں میں شروع ہو رہا ہے۔ جماعتیں اور احباب اس مبارک مہینہ کی برکات سے مستفیض ہونے کی تیاری کریں نماز تراویح، درس قرآن کریم، حدیث نبویؐ اور دینی کتب کے مطالعہ کا التزام کریں۔ روزہ اور اس کی غرض و غایت پر جملہ کتب انجمن سے منگوا کر پڑھیں۔ اس دوران دین اور

گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

قراردادِ پاکستان اور جماعت احمدیہ لاہور

برطانوی دور میں برصغیر پاک و ہند میں انگریز کی غلامی سے گلو خلاصی کی تحریک شروع ہوئی تو یہاں کی کئی سیاسی، سماجی اور مذہبی تنظیمیں متحد ہو گئیں۔ یہ ملک مختلف تہذیبوں قوموں اور مذہبوں کا گہوارہ تھا۔ سیاسی طور پر دو بڑی جماعتیں آل انڈیا کانگریس اور آل انڈیا مسلم لیگ نمایاں طور پر سرگرم عمل تھیں جبکہ یہاں کی دیگر جماعتیں ان ہر دو جماعتوں سے کسی نہ کسی رنگ میں منسلک تھیں اور ان کی وفاداریاں اور تعاون کسی نہ کسی طرح ان کے شامل حال تھا آل انڈیا کانگریس ہندو مفادات کی امین تھی جس سے برصغیر کی غیر اسلامی مختلف جماعتوں کے علاوہ یہاں کی بعض مسلم دینی جماعتیں بھی تعاون کرتی تھیں اور اس کے لئے کام کرتی تھیں جبکہ آل انڈیا مسلم لیگ مسلمانان ہند کے احساسات، جذبات اور خیالات کی ترجمان تھی۔ جہاں تک جماعت احمدیہ لاہور کا تعلق ہے یہ ایک خالصتاً دینی جماعت ہے اور اس کا دائرۂ فکر و عمل صرف اور صرف خدمت دین اور اعلائے کلمۃ الحق ہے اور یہی اس کا طرۂ امتیاز ہے۔ تاہم تحریک پاکستان، مطالبہ پاکستان اور قیام پاکستان کے حوالے سے اس کی خدمات مطالبہ پاکستان کا ایک حصہ ہے۔ اس نے اپنے تشخص کو قائم اور برقرار رکھتے ہوئے مسلم لیگ کا بھرپور ساتھ دیا۔ اس کے کام کو آگے بڑھایا اپنے ذرائع ابلاغ کو موثر طریق سے اس کام کے لئے استعمال کیا آج قرارداد لاہور کے عنوان سے جماعت کی سرگرمیوں کا مختصر خاکہ پیش کیا جا رہا ہے۔

ہفت روزہ پیغام صلح جماعت احمدیہ لاہور کا ترجمان ہے۔ اس میں خاص طور پر حضرت قائداعظمؒ اور مسلم لیگ کی سرگرمیوں، تحریکات اور تقریبات کے بارے میں رپورٹنگ ہوتی تھی۔ کانگریس اور اس کی ہمنوا پارٹیوں و جماعتوں کی ریشہ دوانیوں اور مسلم لیگ کے خلاف معاندانہ رویوں پر اظہار اپنے خیالات کا اظہار کرتا تھا۔

۱۹۳۵ء کے قانون ہند کے تحت فروری کو مارچ میں ۱۹۳۷ء میں انتخابات ہوئے۔ کانگریس نے سات صوبوں میں وزارتیں بنائیں ہندو اکثریت کے پانچ صوبوں میں کانگریسی وزارتوں کا قیام مسلمانوں کے لئے قیامت سے کم نہ تھا۔ انہوں نے مسلم ثقافت، زبان مذہب اور روایات کے خلاف بھرپور مہم شروع کی۔ بندے ماترم کو قومی ترانہ قرار دیا مسلمان بچوں کو بھی گانے پر مجبور کیا گیا۔ ترنگا جھنڈا اور گاندھی جی کی مورتی کو سلام لازمی قرار دیا گیا وار دھا اور ودیا مندر سکیم کو نافذ کیا گیا اردو کی بجائے ہندی زبان کی ترقی کے لئے اقدامات کئے گئے غرضیکہ کانگریسی وزارتوں کا دو سالہ عرصہ مسلمانوں کے لئے بڑا صبر آزما تھا اور یہ وزارتیں مسلمانوں کے لئے سوہان روح بن کر آئی تھیں۔ اور انہوں نے مسلمانوں کا جینا دوبھر کر دیا تھا مسلم اکثریت کے صوبوں میں مسلم لیگ کو خطرناک قرار دیا گیا۔ ہندو لیڈر اپنے ہمنوا مسلمان لیڈروں کے ذریعے مسلمانوں کے خلاف زہر اگلنے میں مصروف ہو گئے انہوں نے اس مہم کا انچارج مولانا ابوالکلام آزاد کو بنایا لیکن مسلم لیگ نے ان کی ساری کوششیں ناکام بنا دیں۔ ان کی وزارتوں کے مظالم کے خلاف مسلم لیگ نے آواز اٹھائی اور ۱۹۳۹ء میں یہ وزارتیں ختم ہو گئیں تو مسلم لیگ نے ۲۲ دسمبر ۱۹۳۹ء بروز جمعہ کو یوم نجات یا یوم تشکر منانے کا اعلان کیا۔ حضرت قائداعظمؒ کے حکم پر اس دن کو بڑے شاندار طریقے اور پرامن طور پر منایا گیا۔ ہندوستان کی کئی دیگر قوموں اور فرقوں نے بھی اس میں حصہ لیا۔ اس دوران اقلیتوں کے متحدہ محاذ کی تجویز سامنے آئی۔ کانگریس اس پر خوش نہ تھی۔ اس بارے پیغام صلح نے اپنی مختلف اشاعتوں میں درج ذیل شذرات لکھے۔

"اقلیتوں کا متحدہ محاذ

اقلیتوں کے متعلق کانگریس کا رویہ ہمیشہ مایوس کن اور خود غرضانہ رہا ہے وہ اپنی مہاسبھائی ذہنیت کے زیر اثر اقلیتوں کو تمام حقوق و تحفظات سے محروم کر کے انہیں ہندو اکثریت کا غلام بنا دینا چاہتی ہے۔ کانگریسی وزارتوں کے منحوس و ظالمانہ عہد میں ایک حد تک اس کا عملی ثبوت بھی مل چکا ہے۔ آجکل بھی کانگریسی لیڈر اس امر کی انتہائی کوشش کر رہے ہیں کہ حکومت برطانیہ کو مرعوب کر کے اسے اقلیتوں کے ساتھ انصاف سے باز رکھا جائے۔ ایسی صورت میں اقلیتوں کے لئے محفوظ و بہتر طریق عمل یہی ہے کہ آپس میں مل کر کانگریس کے مقابلہ میں ایک زبردست متحدہ محاذ قائم کریں اس طرح وہ اس کے سر غرور کو بآسانی جھکا سکیں گی اس سلسلہ میں بمبئی کی مندرجہ ذیل خبر نہایت امید افزا ہے کہ:۔

بمبئی ۹ جنوری۔ آج اس جگہ مدراس کی جسٹس پارٹی کے لیڈر مسٹر راما سوامی آئینگر نے مسٹر جناح سے ملاقات کی اور اس موضوع پر تبادلۂ خیالات کیا کہ غیر کانگریسی سیاسی جماعتیں یعنی اقلیتیں کس طرح اشتراک عمل سے کام کر سکتی ہیں اس ملاقات میں اچھوتوں کے نمائندہ لیڈر ڈاکٹر امبیدکار بھی شریک تھے۔ یوم نجات کے بارے میں مسٹر جناح نے جو تجویز پیش کی تھی ان دونوں لیڈروں نے اس کی پرزور تائید کی تھی۔

(انقلاب ۱۱ جنوری ۱۹۴۰ء)

اقلیتوں کے ذمہ دار لیڈروں کا یہ اقدام ہر لحاظ سے قابل تعریف اور مستحق تائید ہے تمام انصاف پسند اور نرمی خواہ اہل ملک کا فرض ہے کہ وہ اقلیتوں کے متحدہ محاذ کے خیال کی پوری طرح حوصلہ افزائی کریں اور اسے اخلاقی امداد کے ذریعہ تقویت دیں۔

وائسرائے کا تازہ اعلان

معلوم ہوتا ہے کہ کانگریس اور ہندو مہاسبھا کی ریشہ دوانیوں، دھمکیوں اور جوڑ توڑ کے باوجود حکومت برطانیہ کو اقلیتوں کے حقوق و مطالبات کی اہمیت کا احساس ہے جس کا ایک ثبوت وائسرائے کی وہ تقریر ہے جو انہوں نے ۱۰ جنوری کو بمبئی میں اورینٹ کلب میں لنچ پر کی۔ اس میں آپ نے اقلیتوں بالخصوص مسلمانوں اور اچھوتوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا،

"اس معاملہ میں میری اور حکومت برطانیہ کی پوزیشن بہت مشکل ہے کیونکہ ایسی جماعتوں کی طرف سے شدید اور متضاد مطالبات پیش کئے جا رہے ہیں جن کی نوعیت پر پورا غور و فکر کرنا ضروری ہے بہرحال ان اقلیتوں کے ساتھ انصاف ہونا ضروری ہے اور حکومت اس بات کا عزم کر چکی ہے۔"

ہمارے خیال میں اقلیتوں یا کم از کم مسلمانوں اور اچھوتوں کا متحدہ محاذ جہاں کانگریس کے سر غرور کو جھکا سکتا ہے وہاں اس کے ساتھ ہی حکومت کو بھی اس مسئلہ کے حل میں بہت سی آسانیاں بہم پہنچا سکتا ہے۔

وائسرائے نے اپنی تقریر میں یہ بھی کہا کہ:۔

"میں مختلف پارٹیوں سے تعلق رکھنے والے دوستوں سے درخواست کروں گا کہ وہ باہمی غور و فکر کے بعد کوئی مفاہمت کر لیں کیونکہ اس طرح میرے اور حکومت برطانیہ کے کام میں سہولت پیدا ہو جائے گی۔"

حالات کے زیر اثر حکومت برطانیہ نے ہندوستان کی سیاسی ترقی اور آزادی کی ایک راہ اپنے ہاتھ سے کھولی تھی۔ اگر کانگریس کی ہندو اکثریت اس موقع پر انصاف رواداری سے کام لیتی تو بہت سے پیچیدہ اور کٹھن مراحل نہایت آسانی سے طے ہو سکتے تھے لیکن افسوس اس نے ہندوانہ تنگ نظری اور خود غرضی کا نہایت افسوسناک ثبوت دیا ہے۔ بہر حال اگر اقلیتیں زندہ رہنا چاہتی ہیں تو انہیں حالات کا پامردی اور جرأت کے ساتھ مقابلہ کرنا ہوگا متحدہ محاذ ان کی قوت کو ان شاء اللہ ناقابل تسخیر بنا دے گا۔ پیغام صلح

"مسٹر جناح کے نام گاندھی جی کا مکتوب

معلوم ہوتا ہے کہ ۲۲ دسمبر ۱۹۳۹ء کو یوم نجات کی کامیابی اور کانگریس کے مقابلہ میں اقلیتوں کے متحدہ محاذ کی تجویز نے کانگریسی ہندوؤں بالخصوص گاندھی جی کو بہت مضطرب کر رکھا ہے چنانچہ اسی اضطراب کے زیر اثر گاندھی جی نے اخبار "ہریجن" کے تازہ پرچے میں اقلیتوں کے متحدہ محاذ کے موضوع پر ایک مضمون لکھا ہے جسے قبل از اشاعت اپنے ایک خط کے ساتھ مسٹر جناح کی خدمت میں بھیجدیا۔ اس مکتوب میں گاندھی جی کی تحریر و ذہنیت کی خصوصیات بدرجہ اتم موجود ہیں یعنی بظاہر الفاظ نہایت نرم و معصوم ہیں لیکن ان کے اندر طعن و عناد کا زہر اس طرح چھپا ہوا ہے جس طرح بلی کے خوفناک تیز ناخن اس کے نرم و گداز پنجوں میں پوشیدہ رہتے ہیں۔ گاندھی جی اس مکتوب میں لکھتے ہیں کہ:۔

"میں نے یہ مضمون آپ کے اس مقصد کو ہی تقویت دینے کے لئے سپرد قلم کیا ہے جو مجھے آپ کے تازہ بیانات و اقدامات کی تہہ میں نظر آیا۔ میں جانتا ہوں کہ میں نے آپ سے جو نیک مقاصد منسوب کئے ہیں وہ آپ کو بہت بلندی تک لے جا سکتے ہیں۔ میں اس بات کی پرواہ نہیں کرتا کہ آپ کو کانگریس سے اختلافات ہیں مگر اس بات پر خوش ہوں کہ کانگریس کی مخالف جماعتوں کو متحد کرنے کے بارے میں آپ نے جو تجویز کی ہے اس نے آپ کی تحریک کو ایک قومی رنگ دیدیا ہے۔ اگر آپ ملک کو فرقہ پرستی کی لعنت سے نجات دلا دیں گے تو میری ناچیز رائے میں آپ مسلمانوں اور دوسرے لوگوں کے لئے ایسی مثال قائم کر جائیں گے جس سے آپ نہ صرف مسلمانوں بلکہ تمام فرقوں کے شکریہ کے مستحق ہوں گے۔"

گاندھی جی کے ان الفاظ سے پرعناد اور نا مناسب اضطراب پوری طرح نمایاں ہے۔ ان کی مخالفانہ آرزوئیں بین السطور سے صاف جھلک رہی ہیں۔ ان الفاظ میں انہوں نے ایسی باتیں بھی کہی ہیں جو حقیقت کے برعکس ہیں جن کے غلط ہونے کا خود انہیں بھی یقین ہوگا۔

مسٹر جناح کا جواب

مسٹر جناح نے گاندھی جی کے اس مکتوب کا نہایت معقول و مسکت جواب دیا ہے جس کو ان کی خداداد قابلیت کا ایک شاہکار کہا جا سکتا ہے مسٹر جناح گاندھی جی کی اس عنایت "تازہ" کا شکریہ ادا کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:۔

"مجھے افسوس ہے کہ آپ کا اندازہ غلط ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ ہر معاملہ کو اس نظریہ کو سامنے رکھ کر سوچتے ہیں کہ ہندوستانی ایک قوم ہیں حالانکہ اس قوم کا سرے سے کوئی وجود ہی نہیں۔ اس لئے آپ قدرتی طور پر جن نتائج پر پہنچتے ہیں،

وہ غلط ہوتے ہیں۔۔۔ غیر مسلموں کی یوم نجات کے مظاہرہ میں شرکت کیوجہ کسی حد تک یہ بھی تھی کہ مصیبت نے سب کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر دیا اور ہو سکتا ہے کہ مشترکہ مفاد نے اقلیتوں کو متحد ہونے کی ترغیب دی ہو مجھے اس امر پر کبھی شبہ نہیں ہوا۔ اور میں پھر اعلان کر دینا چاہتا ہوں کہ ہندوستانی کوئی قوم نہیں نہ میں ہندوستان کو ایک ملک سمجھتا ہوں بلکہ سے براعظم کہتا ہوں جس میں کئی قومیں آباد ہیں جن میں سے ہندو اور مسلمان دو بڑی قومیں ہیں۔"

اس کے بعد مسٹر جناح نے گاندھی جی سے نہایت معقول و مؤثر الفاظ میں اپیل کی کہ:۔

"آج اتفاق سے آپ واحد انسان ہیں جسے ہر دوسرے شخص سے زیادہ ہندوؤں کا اعتماد حاصل ہے اور آپ اس پوزیشن میں ہیں کہ ان کی طرف سے بول سکیں اس لئے مجھے امید ہے کہ آپ معجزہ دکھانے کے شوق کو ترک کر کے ہندوستان کو خوشی و اطمینان کی زندگی کیطرف لے جانے کی جد و جہد میں اپنا مناسب حصہ ادا کریں گے حالات نہایت سرعت سے تبدیل ہو رہے ہیں۔ سیاسیات کے علمبردار کی حیثیت میں ہفتہ وار "ہریجن" میں آپ کے جو مذہبی اور فلسفیانہ نوعیت کے مضمون شائع ہوتے رہتے ہیں ان سے ہندوستان آزاد نہیں ہوگا اور نہ کھدر پہننا اور چرخہ جیسے عجیب و غریب اصولوں سے ہندوستان آزادی حاصل کر سکتا ہے عمل اور تدبر کی مدد ہی سے ہم آزادی کی منزل کی طرف بڑھ سکتے ہیں۔"

مسٹر جناح کی یہ باتیں بے حد پُر خلوص اور معقول ہیں لیکن گاندھی جی اور ان کے رفقاء آجکل جن مقاصد اور آرزوؤں کی تکمیل کے لئے ساعی ہیں اور جن فضاؤں میں زندگی بسر کر رہے ہیں ان کے پیش نظر امید نہیں ہے کہ انہیں ان مفید مشوروں پر عمل کی توفیق نصیب ہو۔

گاندھی جی اور مذہب

دوسرے کانگریسی ہندوؤں کی طرح آجکل گاندھی جی بھی مذہب کی بجائے ملک کو قومیت کی اساس قرار دے رہے ہیں اسی مفروضہ کی بنا پر انہوں نے "تمام ہندوستانی ایک قوم ہیں" کا غلط نظریہ قائم کر رکھا ہے کیونکہ مسلمانوں اور دوسری اقلیتوں پر ہندو اکثریت اس کے بغیر ہرگز مسلط نہیں ہو سکتی۔ مسٹر جناح نے اس نظریہ کی پُر زور کامیاب تردید کرتے ہوئے گاندھی جی کو ان کا ایک واقعہ یاد دلایا ہے فرماتے ہیں کہ:۔

"آج بے شک آپ اس حقیقت سے انکار کریں کہ قوم مذہب کی بنا پر نہیں بنا کرتی لیکن ایک موقعہ پر جب آپ سے دریافت کیا گیا تھا کہ ہم جو کچھ کرتے ہیں وہ مجلسی جذبہ کی تحریک کا نتیجہ ہوتا ہے یا سیاسی یا مذہبی جذبہ کی تحریک کا؟ تو آپ نے فرمایا تھا کہ ہم سب کچھ خالص مذہبی جذبہ سے متحرک ہو کر کرتے ہیں۔"

اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ ایک مرتبہ گاندھی جی ایک ایسی وفد میں شریک ہو کر مسٹر مانٹیگو سابق وزیر ہند کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب ان سے (گاندھی جی سے) سوال کیا گیا کہ آپ تو خالص مجلسی اصلاح کے مدعی تھے پھر آپ اس خالص سیاسی کام میں شریک کیوں ہو گئے؟ تو گاندھی جی نے مسٹر مانٹیگو کو یہ جواب دیا تھا کہ:۔

میں نے اپنی مجلسی سرگرمیوں کے دائرہ کار کو زیادہ وسیع کر دیا ہے جب تک میں اپنے آپ کو ساری انسانیت سے وابستہ نہ کر لوں اس وقت تک میرے لئے خالص مذہبی زندگی بسر کرنا ممکن ہے۔۔۔۔ آج کوئی آدمی باقی دنیا سے علیحدہ نہیں رہ سکتا نہ کوئی شخص مجلسی سرگرمیوں کو اقتصادیات سیاسیات اور مذہب سے علیحدہ کر سکتا ہے میں نہیں جانتا کہ دنیا میں کوئی ایسا مذہب ہے جس کا تعلق عام انسانوں کی سرگرمیوں سے نہیں۔ مذہب انسان کی ہر ایک سرگرمی کے لئے اخلاقی بنا ہے جس کے بغیر زندگی بے کیف اور غیر حقیقی بن جاتی ہے۔"

لیکن افسوس آج گاندھی جی مسلمانوں سے اس امر کا مطالبہ کر رہے ہیں کہ وہ اپنی قومیت کی اساس ہی سے مذہب کو خارج کر دیں یعنی اپنے قومی نظام کو اخلاقی بنیاد اور حقیقی زندگی اور روحانی کیف سے محروم کر لیں۔ دیکھ لیجئے کہ ہندو قوم کا سب سے بڑا راہنما جس کو ان کی بہت بڑی تعداد اپنا روحانی پیشوا بھی تسلیم کرتی ہے ہندو راج کے قیام کی خواہش کی رَو میں بہہ کر خود غرضی اور بے اصولی کی کس پست سطح پر جا پہنچا ہے۔" پیغام صلح ۲۰ جنوری سنہ ۱۹۴۰ء

"بلبل ہند کا نغمۂ حق"

کانگریس نے مسلمانوں اور دوسری اقلیتوں کے متعلق جو افسوسناک غیر منصفانہ روش اختیار کر رکھی ہے اس کا اعتراف اب بعض واقف حالات اور ذمہ دار کانگریسی بھی کرنے لگے ہیں۔ سی پی کے سابق وزیر اعظم ڈاکٹر کھارے کا اعلان ہم گذشتہ اشاعت میں درج کر چکے ہیں اس کے بعد معلوم ہوا کہ بلبل ہند محترمہ مسز سروجنی نائیڈو نے بھی ۲۳ر جنوری کو کانپور میں تقریر کرتے ہوئے موجودہ فرقہ وارکشیدگی کے لئے کانگرسیوں کو مورد الزام ٹھہرایا۔ موصوفہ نے دوران تقریر میں فرمایا:۔

"بعض حضرات نے میرے سامنے تجویز پیش کی کہ میں اپنے ذاتی اثر و رسوخ کو عمل میں لاتے ہوئے مسٹر محمد علی جناح کو یوم نجات منسوخ کرنے کی ترغیب دوں۔ لیکن میں نے یوم نجات کا خیر مقدم کیا کیونکہ اس نے کانگریس کی مخالف طاقتوں کو الم نشرح کر دیا ہے۔ کانگرسیوں نے قرار دادیں منظور کرنے کے سوا دو قوموں میں اتحاد کے لئے کوئی عملی کوشش نہیں کی۔ میرے خیال میں ایک دوسرے کے تمدن کو عزت کی نگاہ سے دیکھنے سے ہندو اور مسلمان ایک دوسرے کے قریب ہو سکیں گے۔"

یہ ایک بلند پایہ ذمہ دار کانگریسی خاتون کی رائے ہے بے شک جہاں تک اقلیتوں کے حقوق و تحفظات کا تعلق ہے کانگریس نے طفل تسلیوں اور بے معنی قرار دادیں منظور کرنے کے سوا اور کچھ نہیں کیا۔ اس بارہ میں اس کا طرز عمل اس کے اقوال کے بالکل برعکس ہے۔ یہ بہت بڑی حد تک صحیح بات ہے کہ ایک دوسرے کے تمدن کو عزت کی نگاہ سے دیکھنے اور اس کا مناسب احترام کرنے سے ہندو مسلمانوں میں رشتۂ اتحاد مضبوط ہو سکتا ہے لیکن کانگریس تو اسلامی تمدن کو عزت و احترام سے دیکھنے کی بجائے اسے تباہ کر ڈالنے اور مٹا دینے پر تلی ہوئی ہے اور دو ڈھائی سال میں کانگریسی وزارتوں نے اپنے ہائی کمانڈ کی زیر ہدایت جو کچھ کیا اسے سب جانتے ہیں بلبل ہند کا یہ نغمہ کانگریس کی برسر اقتدار پارٹی کے غور و عمل کا مستحق ہے لیکن امید نہیں کہ اس کے نشہ و غرور و تعصب سے بدمست نقارچی اس نغمہ کو سننے اور سمجھنے پر آمادہ ہو سکیں۔" پیغام صلح

آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس

۵ فروری ۱۹۴۰ء کو مسلم لیگ کونسل کے اجلاس دہلی میں فیصلہ کیا گیا تھا کہ جب ۲۲-۲۴ مارچ ۱۹۴۰ء کو مسلم لیگ کا ستائیسواں اجلاس لاہور میں منعقد ہو تو اس میں ایک قرار داد پیش کی جائے جو ملک کی تقسیم کے مطالبہ کی بنیاد پر تھی۔ اس قرار داد کو اولاً قرار داد تقسیم ہند اور بعد ازاں قرار داد لاہور اور پھر قرار داد پاکستان کا نام دیا گیا۔ اس تجویز پر لیگ اجلاس لاہور کو کامیاب کرانے کے لئے بڑی کوششیں کی گئیں۔ اس کوشش اور جد و جہد میں پیغام صلح بھی شریک تھا یہ اپنے مختلف شماروں میں اس بارے میں لکھتا رہا۔ چنانچہ اس نے ۳ جنوری ۱۹۴۰ء کے پرچے میں لکھا:۔

آل انڈیا مسلم لیگ کا ستائیسواں سالانہ اجلاس ۲۲-۲۳-۲۴ مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور میں منعقد ہوگا۔ نواب سر محمد شاہنواز صاحب آف ممدوٹ کی قیادت میں مجلس استقبالیہ نے سرگرمی کے ساتھ انتظامات شروع کر دیے ہیں۔ پروپیگنڈہ سیکرٹری کی اطلاع ہے کہ یہ اجلاس شاہی مسجد کے قریب منٹو پارک میں منعقد ہوگا۔ ایک شاندار وسیع و عریض پنڈال تیار کیا جا رہا ہے جس میں ڈیڑھ لاکھ نفوس کی نشست کی گنجائش ہوگی۔ اسلامی ممالک کے اکابر کو بھی دعوت شرکت دی گئی ہے توقع ہے کہ وہ کثیر تعداد میں شریک ہوں گے پسماندہ اقوام اور دوسری اقلیتوں کے لیڈروں نے مجلس استقبالیہ کو مطلع کیا ہے کہ وہ بھی شامل ہوں گے تمام صوبائی لیگیں اس اجلاس کو کامیاب بنانے کے لئے کامل تعاون کر رہی ہیں ان کی اطلاعات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر دوسرے صوبوں سے ہزاروں کی تعداد میں مسلمان لاہور تشریف لائیں گے اس اجلاس میں موجودہ دور کے اہم ترین مسائل پیش ہوں گے جن میں ہندوستان کی تقسیم کا مسئلہ بھی شامل ہے۔

مسلم لیگ اسلامی ہند کی مسلمہ اور نمائندہ سیاسی جماعت ہے ہندوستان میں مسلمانوں کی سیاسی حیثیت کو محفوظ و مستحکم بنانے کے لئے ضرورت ہے کہ مسلم لیگ کو زیادہ سے زیادہ مضبوط و وسیع بنایا جائے جس کا انحصار بہت بڑی حد تک اس اجلاس کی کامیابی پر ہے لاہور اور پنجاب کے دیگر مقامات کے مسلمانوں کو چاہیئے کہ انتظامات کے سلسلے میں مجلس استقبالیہ کی پوری پوری مدد کریں ہماری دعا ہے کہ لیگ کا یہ اجلاس ہر لحاظ سے کامیاب ہو۔"

اور ۱۷ فروری ۱۹۴۰ء کے شمارہ میں لکھا

لاہور ۱۵ر فروری۔ یہاں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس کی وسیع پیمانہ پر تیاریاں ہو رہی ہیں جو کہ ۲۲-۲۳-۲۴ مارچ کو لاہور میں منعقد ہوگا۔ مسٹر جناح ۱۹ر مارچ کو لاہور تشریف لائیں گے ان کا شاندار جلوس نکالا جائے گا۔

اور پھر ۱۷ مارچ ۱۹۴۰ء کے شمارے میں لکھا

مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس لاہور اب بالکل قریب آگیا ہے۔ اس ہفتہ اس کا پروگرام بھی شائع ہو گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعرات کو صبح ساڑھے نو بجے مسٹر محمد علی جناح بذریعہ سپیشل ٹرین لاہور پہنچیں گے۔ ریلوے اسٹیشن پر ان کا شاندار استقبال کیا جائے گا۔ اس کے بعد جلوس نکلے گا اسی روز ساڑھے چار بجے پنڈال میں افتتاح کی رسم ادا کی جائے گی ۲۲-۲۳-۲۴ مارچ کو مجلس منتظمہ کا اجلاس انتخاب مضامین (سبجیکٹس کمیٹی) کے اجلاسوں کے علاوہ اور بھی اجلاس ہوں گے اسلامی ہندوستان کے ہر ایک حصے سے خبریں آ رہی ہیں جن کے پیش نظر اس اجتماع کی کامیابی کی کامل توقع کی جا سکتی ہے۔ لاہور اور پنجاب کے دوسرے شہروں کے لوگوں میں بھی احساس پیدا ہو گیا ہے لیکن ذمہ دار اصحاب کا خدشہ ہے کہ مالی اعانت کی رفتار خاطر خواہ نہیں ہے امید ہے کہ اس کمی کو جلد ہی پورا کر دیں گے۔

موجودہ صورت حالات میں اسلامی مفاد کا تقاضا ہے کہ مسلم لیگ کے اجلاس کو حتی الامکان زیادہ سے زیادہ کامیاب بنایا جائے مسلمانوں کے سیاسی مستقبل کا کافی انحصار اس کی کامیابی پر ہی ہے۔

اس بارہ میں ہماری دعائیں اور نیک خواہشات مسلم لیگ کے لیڈروں اور کارکنوں کے ساتھ ہیں۔"

• منٹو پارک لاہور جسے بعد ازاں اقبال پارک کا نام دیا گیا اجلاس کی تیاریاں زور شور سے جاری تھیں۔ وقت قریب

آرہا تھا۔ پیغام صلح نے اپنے شمارہ ۱۱ مارچ ۱۹۴۰ء کے ایک اداریہ میں رقم کیا کہ :-

"آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس
صدر محترم اور معزز مہمانوں کا خیر مقدم

اس ہفتہ لاہور میں آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس بصدارت مسٹر جناح منعقد ہو رہا ہے اس اجتماع کی تیاریاں گذشتہ کئی ماہ سے وسیع پیمانہ پر جاری ہیں جن کی تفصیلات سے اخبار بین حضرات بخوبی آگاہ ہوں گے۔ ہندوستان کے طول و عرض سے بے شمار مسلمان اس اجتماع میں شرکت کی خاطر لاہور آئے ہیں۔ ۲۱ مارچ کی صبح کو جبکہ پیغام صلح کا یہ پرچہ شائع ہوگا مسٹر جناح اور دیگر بے شمار حضرات انشاء اللہ ہمارے شہر میں تشریف لا چکے ہوں گے۔ پیغام صلح ان سب کا دلی خیر مقدم کرتا ہے اللہ تعالیٰ انہیں اس مقصد میں کامیاب فرمائے جس کے لئے وہ مختلف مقامات سے سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے لاہور پہنچ رہے ہیں۔

مسلم لیگ مسلمانان ہندوستان کی واحد نمائندہ سیاسی جماعت ہے یہ ایک ایسی واضح حقیقت ہے جس کا جھٹلانا آسان نہیں ہے۔ برادران وطن کا ایک کثیر طبقہ اور ان کے زیر اثر بعض مسلمان بھی سب کچھ دیکھنے اور سمجھنے کے باوجود اس حقیقت کے اعتراف میں تامل کرتے ہیں لیکن ان کی زبانیں جو کچھ کہتی ہیں ان کے دلوں اور ضمیروں کی آواز یقیناً اس کے برعکس ہے اور سب سے زیادہ یہ کہ ان کے بعض اعمال اس بارہ میں ان کے اقوال کو جھٹلاتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ ہندوؤں کی سب سے بڑی سیاسی جماعت کانگریس نے اپنی زبان سے مسلم لیگ کی نمائندہ حیثیت کا اعتراف نہیں کیا لیکن دنیا کئی مرتبہ گاندھی جی اور صدر کانگریس کو مسٹر جناح کے دروازے پر کھڑے دیکھ چکی ہے اور اس کے بعد یہ سمجھنا کچھ بھی مشکل نہیں کہ لیگ مسلمانوں کی نمائندہ ہے یا نہیں۔

گذشتہ چند سال سے مسلم لیگ کی قوت میں قابل قدر اضافہ ہو رہا ہے بہت سے مسلمان جو پہلے اس سے علیحدہ بلکہ مخالف تھے وہ اس میں شریک ہو چکے ہیں۔ آج مسلمانوں کی بہت بڑی اکثریت اس کے ساتھ ہے اور جو مسلمان اس سے علیحدہ ہیں ان کی تعداد اس قدر قلیل ہے جسے قطعاً کوئی حیثیت اور وزن نہیں دیا جا سکتا ہے۔ کانگریس اور اس کے حامی مسلمان انتخابات کے سلسلہ میں کئی مرتبہ لیگ سے مقابلہ کر کے اس کی اس قوت اور اثر کا بخوبی اندازہ لگا چکے ہیں جو گذشتہ چند برس کے عرصہ میں اسے حاصل ہوا ہے۔ اگر کانگریس انتخابات میں کامیابی کو اپنی نمائندگی اور ہر دلعزیزی کی دلیل سمجھتی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ لیگ کی انتخابی کامیابیوں کو اس کی نمائندگی اور ہر دلعزیزی کے ثبوت کے طور پر تسلیم نہ کرے۔

لیگ کی اس ہر دلعزیزی کے ساتھ ساتھ اس کی ذمہ داریوں میں بھی بہت زیادہ اضافہ ہو گیا ہے اب مسلمانوں کے سیاسی، مستقبل کا انحصار زیادہ تر اس کی صحیح قیادت، جوش عمل اور تدبر پر ہے مسلمان آجکل نازک ترین دور سے گذر رہے ہیں ان کیلئے گھر کے اندر اور گھر سے باہر بے شمار مشکلات اور خطرات موجود ہیں جس پر اتحاد و تنظیم، تدبر و دانشمندی استقلال اور صحیح جوش عمل اور کامل خلوص و دیانت ہی سے قابو پایا جا سکتا ہے برادران وطن ہمارے قومی وجود اور اس کے ساتھ ہی ہمارے سیاسی، تمدنی معاشرتی حقوق کو تسلیم کرنے سے انکار کر رہے ہیں۔ وہ ہندوستان کے نو کروڑ مسلمانوں کو ہندو قومیت اور ہندو تہذیب و تمدن کے اندر جذب کر لینا چاہتے ہیں اس مقصد کے لئے ان کی طرف سے پیہم کوششیں ہو رہی ہیں۔ ان کا یہ عزم ممکن ہے یا ناممکن؟ اس سوال کا جواب نفی میں ہو یا اثبات میں بہر حال یہ عزم مسلمانوں کے لئے انتہائی خطرناک اور نقصان رساں یقینی طور پر ہے۔ ان حالات میں جس جماعت کے ہاتھ میں مسلمانوں کی سیاسی جدوجہد کی عنان قیادت ہوگی اس کی ذمہ داریاں ظاہر ہے کہ بہت اہم اور نازک ہوں گی۔ ہماری دعا ہے کہ مسلم لیگ، اس کے صدر محترم اور دیگر اکابر کو اللہ تعالیٰ ان ذمہ داریوں سے کامیابی کے ساتھ عہدہ برآ ہونے کی توفیق دے۔ لیگ کا یہ سالانہ اجتماع ہر لحاظ سے کامیاب اور مسلمانوں کے لئے مفید ثابت ہو۔ ہماری دلی دعائیں اور نیک خواہشیں ان کے ساتھ ہیں ان دعاؤں کے ساتھ ہم ایک مرتبہ پھر لیگ کے صدر محترم اور دیگر معزز مہمانوں کا پر خلوص خیر مقدم کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ ہم چند الفاظ پنجاب اور بالخصوص لاہور کے مسلمانوں کی خدمت میں بھی عرض کرنا چاہتے ہیں۔ ۱۹ مارچ کے سانحہ کی وجہ سے لاہور کی فضا کچھ غبار آلود ہو گئی ہے حزن و اضطراب کا اثر ہر جگہ نمایاں ہے ان حالات میں اجلاس کے التواء کا اندیشہ پیدا ہو گیا تھا لیکن جناب صدر مجلس استقبالیہ کا یہ اعلان باعث تسلی ہے کہ اس حادثہ فاجعہ سے پیدا شدہ حالات کا مسلم لیگ کے اجلاس پر کوئی خاص اثر نہ پڑے گا صرف ۲۱ مارچ کی صبح کو قائداعظم کا جو جلوس نکلنے والا تھا وہ منسوخ کر دیا گیا ہے۔ ہمارے خیال میں یہ فیصلہ نہایت دانشمندانہ اور صحیح ہے مسلمانوں کو چاہیئے کہ کامل ضبط و احتیاط سے کام لیں اور حالات کو بہتر بنانے کی کوشش کریں تاکہ پر سکون و امید افزا فضا میں ہمارا یہ اہم قومی اجتماع منعقد ہو سکے ـــ جو کچھ ہوا وہ انتہائی رنجدہ اور افسوسناک ہے۔ لیکن اب اس کے اعادہ کی بجائے اس کی تلافی کی کوشش ہونی چاہیئے۔ ہماری یہ دردمندانہ التجا ہر ایک خیال و جماعت کے مسلمانوں سے ہے ہمارے لئے گھر سے باہر کی آفات اور خطرات ہی کافی ہیں اگر ہم گھر کے اندر ہی آپس میں دست و گریباں ہو کر اور ایک دوسرے سے ٹکرا کر اپنی تباہی کے سامان پیدا کر لیں تو ہم سے زیادہ بدنصیب اور کون ہوگا۔"

• مسلم لیگ کا یہ اجلاس بادشاہی مسجد کے زیر سایہ منعقد ہوا (جسے اب اقبال پارک کہا جاتا ہے) ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو قائداعظم کی صدارت میں یہ تاریخی قرارداد شیر بنگال اے کے فضل الحق نے پیش کی جس کی تائید چوہدری خلیق الزماں نے کی۔ جبکہ مولانا ظفر علی خاں۔ نواب اسماعیل خان سر عبداللہ ہارون، عبدالحمید خاں۔ قاضی محمد عیسیٰ۔ آئی آئی چندریگر، ڈاکٹر محمد عالم۔ سید ذاکر علی بیگم محمد علی جوہر سید عبدالرؤف شاہ، سردار اورنگزیب خاں اور مولانا عبدالحامد بدایونی نے جو ہندوستان کے مختلف علاقوں سے تعلق رکھتے تھے اس کی حمایت کی۔

قرارداد کا متن

۱۔ "آل انڈیا مسلم لیگ کا یہ اجلاس نہایت غور و فکر کے بعد اس ملک میں صرف اسی آئین کو قابل عمل اور مسلمانوں کے لئے قابل قبول قرار دیتا ہے جو جغرافیائی اعتبار سے باہم متصل ریجنوں کی صورت میں حد بندی کا حامل ہو اور بوقت ضرورت اس میں ردّ و بدل ممکن ہو کہ جہاں جہاں مسلمانوں کی اکثریت بہ اعتبار ہو، انہیں آزاد ریاستوں کی صورت میں یکجا کر دیا جائے اور ان میں شامل ہونے والی وحدتیں خود مختار اور حاکمیت کامل کی حامل ہوں۔

۲۔ ان وحدتوں اور ہر علاقائی آئین میں اقلیتوں کے مذہبی، اقتصادی، سیاسی اور ثقافتی مفادات اور حقوق کے تحفظ کی خاطر ایسی اقلیتوں سے مشورے کے بعد مؤثر تحفظات شامل ہوں اور ہندوستان کے ان تمام حصوں میں جہاں مسلمان آبادی کے اعتبار سے اکثریت میں نہیں تحفظ کا یقین دلایا جائے

۳۔ یہ اجلاس مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کو ہدایت کرتا ہے کہ وہ ان اصولوں پر مبنی آئین کا لائحہ عمل مرتب کرے جس میں دونوں خطوں کے تمام اختیارات اور دیگر اہم امور کو سنبھالنے کا انتظام کیا جائے۔"

قرارداد کی اہمیّت

اس قرارداد کے بعد پہلی مرتبہ برصغیر کے مسلمانوں کے سامنے ایک آزاد اسلامی مملکت کا واضح اور غیر مبہم تصور آیا۔ اور مسلمانان ہند کی منزل مکمل طور پر متعین ہو گئی۔ یہ قرارداد متفقہ طور پر منظور کر لی گئی۔ اس سے مسلمانوں کو احساس ہوا کہ ان کی گم گشتہ جنت انہیں واپس مل جائے گی اور وہ انگریز اور ہندوؤں کی چالوں، ظلم و ستم اور استحصالی ہتھکنڈوں سے نجات حاصل کر لیں گے۔ ایک آزاد اور خود مختار مملکت کی تائید کر کے یو پی، سی پی۔ بہار، مدراس اور بمبئی کے مسلمانوں نے جس عظمت اور اسلامی اخوت کا ثبوت دیا تھا اس کی مثال مشکل سے ملتی ہے۔ اس قرارداد کی تائید کرنے والوں میں بہت سے لوگ ایسے تھے جن کا تعلق ایسے علاقوں سے تھا جو مذکورہ اسلامی مملکت میں شامل نہ ہو سکتے تھے۔ یہ لوگ اس حقیقت سے اچھی طرح واقف تھے کہ ہندوستان کی تقسیم اور آزاد اسلامی مملکت کے قیام کے بعد انہیں ہندو حکومت کے زیر سایہ مصائب و مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ لیکن یہ سب جانتے ہوئے بھی انہوں نے اس کی حمایت کی۔ اس قرارداد کو اگرچہ قرارداد تقسیم ہند کا نام دیا گیا تھا مگر بیگم محمد علی جوہر نے اسے قرارداد پاکستان کہا کیونکہ پاکستان کا لفظ اس کے موجد چوہدری رحمت علی کی وجہ سے لوگوں میں مانوس ہو چکا تھا۔

۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کے اجلاس میں قائداعظم نے معرکۃ الآرا خطبہ صدارت دیا انہوں نے اپنی تقریر میں مسلمانوں کی علیحدہ قومی حیثیت پر زور دیتے ہوئے فرمایا:

"ہندو اور مسلمان دو فرقے نہیں بلکہ دو قومیں ہیں اس لئے ہندوستان میں پیدا ہونے والے مسائل فرقہ وارانہ نہیں بلکہ بین الاقوامی نوعیت کے ہیں۔ ہندوستان کے مسلمان آزادی چاہتے ہیں لیکن ایسی آزادی نہیں جس میں وہ ہندوؤں کے غلام بن کر رہ جائیں۔ یہاں مغربی جمہوریت کامیاب نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ ہندوستان میں صرف ایک قوم نہیں بستی۔ چونکہ یہاں ہندو اکثریت میں ہیں اس لئے کسی بھی نوعیت کے آئینی تحفظ سے مسلمانوں کے مفادات کی حفاظت نہیں ہو سکتی۔ ان کے مفادات کا تحفظ صرف اس طرح ہو سکتا ہے کہ ہندوستان کو ہندو اور مسلم انڈیا میں تقسیم کر دیا جائے۔ ہندو مسلم اتحاد کا صرف یہی حل ہے اگر مسلمانوں پر کوئی اور حل ٹھونس گیا تو وہ اسے کسی صورت میں قبول نہیں کریں گے۔"

قائداعظم نے اپنے فی البدیہہ خطبۂ صدارت میں واضح طور پر کہا کہ ۱۔ "مسلمان ایک اقلیت نہیں جس طرح کہ عام طور پر کہا اور سمجھا جاتا ہے۔ قوم کی ہر قسم کی تعریف کے مطابق

مسلمان ایک قوم ہیں اس لئے اُسے اپنے ایک وطن، ایک علاقے اور ایک ریاست کا مالک ہونا چاہئیے "۔

قائد اعظم کی اس حق گوئی اور مبنی برحق مطالبے اور قرارداد لاہور نے برطانوی ایوانوں اور کانگرسی حلقوں میں تہلکہ مچادیا۔ کیونکہ اس سے مسلم سیاست کی سمت آسانی سے معلوم کی جاسکتی تھی۔ انگلستان کے تمام اخبارات نے قرارداد لاہور کی مخالفت کی ہندو اخبارات اور جرائد و رسائل نے بھی واویلا مچادیا۔ ہندوستان ٹائمز نے اپنے اداریہ میں لکھا کہ تاریخ نے ہندو اور مسلمانوں کو ایک قوم بنایا تھا اور اب کسی بھی قوم کو مطمئن کرنے کی خاطر ہندوستان کی وحدت کو توڑنا یہاں کے لوگوں کی ترقی اور امن و سکون کو برباد کرنے کے مترادف ہوگا۔ اس فیصلہ کو مسلمان بحیثیت ایک قوم کے مسترد کریں گے خواہ لیگ اور اس کے لیڈر کچھ ہی کہتے رہیں "۔

اخبار ٹائمز آف انڈیا نے اس تجویز کو مضحکہ خیز قرار دیا۔

پیغام صلح نے مورخہ ۳ اپریل ۱۹۴۰ء کے شمارہ میں ایک اداریہ بعنوان "آل انڈیا مسلم لیگ کا کامیاب سالانہ جلسہ"، اسلامی اکثریتوں کی آزاد حکومتوں کے متعلق تاریخی قرارداد کے عنوان سے سپرد قلم کیا جس میں لکھا کہ :۔

آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس لاہور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نہایت کامیاب رہا اس میں اسلامی ہند کے سیاسی اکابر اور نمائندے جمع ہوئے۔ موجودہ سیاسی صورت حالات پر انہوں نے احتیاط و تدبر سے غور کیا مسٹر جناح کا خطبہ صدارت نہایت جامع مدلل اور فکر صحیح کا عمدہ نمونہ تھا۔ لیگ کے اس سالانہ اجلاس نے زیادہ صفائی و وضاحت کے ساتھ دنیا پر ثابت کر دیا کہ مسلمانوں کی نمائندہ سیاسی جماعت صرف لیگ ہے اور مسلمانوں کی بہت بڑی اکثریت اس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو چکی ہے۔ اس کے جمود و بے عملی کا دور ختم ہو چکا ہے اور اب اس نے عزم بلند کے ساتھ ایک زبردست سیاسی جدوجہد کے میدان میں قدم رکھ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ارادوں اور ہمت میں برکت دے اور اسے مسلمانان ہند کی صحیح سیاسی قیادت کی توفیق عطا فرمائے۔ ہم لیگ کے اس کامیاب اجلاس پر مسٹر جناح اور ان کے معزز رفقائے کار کو مبارکباد دیتے ہیں جلسہ کے وسیع و اعلیٰ انتظامات کے لئے مجلس استقبالیہ اور اس کے معزز صدر جناب سر شاہنواز خان آف ممدوٹ اور لائق سیکرٹری میاں بشیر احمد صاحب بار ایٹ لاء ایڈیٹر رسالہ "ہمایوں" مستحق تعریف و تشکر ہیں۔

ہمارے خیال میں لیگ کے اس اجتماع کا حاصل اسلامی اکثریتوں کی آزاد حکومتوں کے متعلق وہ تاریخی قرارداد ہے جسے مسٹر فضل حق صاحب وزیر بنگال نے نہایت قابلیت سے پیش کیا اور جو مختلف صوبوں کے متعدد نمائندوں کی پُرزور تائید کے ساتھ متفقہ طور پر منظور کی گئی۔ قارئین کرام روزانہ اخبارات میں اس قرارداد کا مطالعہ کر چکے ہوں گے خلاصہ اس کا یہ ہے کہ :۔

" مسلمانوں کی اکثریت والے علاقوں کو باہم متحد کر کے دو منطقے یا حلقے بنائے جائیں۔ ایک شمال و مغربی حلقہ جو سندھ بلوچستان سرحد اور پنجاب وغیرہ پر مشتمل ہوگا۔ دوسرا مشرقی حلقہ جس میں بنگال و آسام شامل ہوں گے۔ یہ دونوں حلقے بجائے خود آزاد و خود مختار ہوں گے اور اپنی بقیہ ہندوستان سے از روئے انتظام کوئی واسطہ و علاقہ نہ ہوگا "۔

جیسا کہ ہم اوپر عرض کر چکے ہیں کہ یہ قرارداد کامل اتفاق رائے سے منظور ہوئی اور یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ مسلم اقلیت والے صوبوں کے نمائندوں نے مسلم اکثریت والے صوبوں کے نمائندوں کی نسبت زیادہ جوش کے ساتھ اس کی تائید کی۔ انہوں نے صاف الفاظ میں کہا کہ ہماری اقلیتیں اسلامی اکثریتوں کے راستے میں روک نہیں بن سکتیں۔ ہم ہندوستان کی اسلامی اکثریتوں کو آزاد و خود مختار دیکھنے کے لئے خود ان سے زیادہ بیقرار و خواہشمند ہیں۔ ان کا یہ ایثار دوراندیشی اور خود اعتمادی اس قابل ہے کہ اسلامی اکثریت والے علاقے اسے ہمیشہ یاد رکھیں اور اس کے عملی شکریہ سے کبھی دریغ نہ کریں۔

ہر ایک وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے انصاف و دیانت کی دولت اور فکر صحیح کی قابلیت عطا فرمائی ہے وہ یقیناً اسلامی ہندوستان کے اس مطالبہ کی حمایت کے لئے اپنے آپ کو مجبور پائے گا۔ ہندوستان کے نو کروڑ مسلمانوں کو جو اس ملک کے ایک معقول علاقے میں زبردست اکثریت کے مالک ہیں۔ ہندوؤں کے ماتحت اور غلام بنانا کسی شریفانہ آئین کی رُو سے جائز قرار نہیں دیا جاسکتا ہے متحدہ ہندوستان اور اس کی متحدہ قومیت کے پرفریب نظریہ پر نو کروڑ انسانوں کی آزادی حقوق اور ان کے مستقبل کو قربان نہیں کیا جاسکتا۔ جو لوگ اپنے خود غرضانہ مقاصد کے زیر اثر متحدہ ہندوستان کے خواب دیکھ رہے ہیں ان کا فرض ہے کہ وہ اس قرارداد کی مجنونانہ مخالفت کی بجائے ہندو مسلم مسئلہ کا کوئی معقول اور قابل قبول حل پیش کریں۔ اگر وہ ایسا نہیں کر سکتے تو پھر مسلمان اپنے تئیں قربانی کا بکرا بنانے کے لئے تیار نہیں ہیں، ہندوستان ایک ملک نہیں بلکہ براعظم ہے اس میں بسنے والے مسلمان کوئی اقلیت نہیں ہیں۔ بلکہ ایک جداگانہ اور مستقل قوم کا درجہ رکھتے ہیں اگر اس قوم کے حقوق کے تحفظ کی خاطر براعظم ہند کو سیاسی اور انتظامی لحاظ سے دو خود مختار حصوں میں تقسیم کر دیا جائے تو اس سے کوئی آفت برپا نہیں ہو جائے گی۔ بلکہ ہندوستان کی آزادی کا راستہ صاف ہو جائے گا اس کی غلامی کے دن جلد ختم ہو جائیں گے ـــــ ہاں البتہ اس طرح ہندو راج کا خطرناک و مسلم کش منصوبہ پورا نہ ہوگا لیکن اس منصوبہ کا پورا نہ ہونا ہی بہتر ہے اگر مسلمان کو اپنی قومی زندگی اور سیاسی آزادی درکار ہے تو اس کا فرض ہے کہ وہ اس منصوبہ کو پورا نہ ہونے دے۔

مسلم لیگ کی اس قرارداد کو نہ صرف اسلامی ہند کی متفقہ تائید بلکہ حق و انصاف اور تدبر و معقولیت کی زبردست و کامل حمایت بھی حاصل ہے سیاسی میدان میں کام کرنے والے مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اس قرارداد کو عملی جامہ پہنانے کی پوری کوشش کریں گے۔ یہ کام قربانی اور جدوجہد چاہتا ہے بے شک یہ بہت مشکل ہے لیکن مسلمانوں کے سیاسی مستقبل کا تحفظ بھی اسی پر منحصر ہے اگر مسلمان عزم و ہمت سے کام لیں تو انشاء اللہ یہ قرارداد ضرور عملی شکل اختیار کر کے رہے گی۔

ہمیں یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ اس قرارداد کی وجہ سے گاندھی جی ان کی کانگرس، ہندو مہاسبھا اور اس کا تنگ نظر صدر اور دوسری ہندو جماعتیں خواہ مخواہ بدحواس اور مغلوب الغضب ہو رہی ہیں۔ اسلامی ہند کے اس مطالبہ اور لائحہ عمل کی مخالفت میں خود انہوں نے بھی کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی اور اس کے ساتھ ہی سکھوں اور دوسری اقلیتوں کو اکسایا جا رہا ہے۔ ان کے دلوں میں طرح طرح کے شکوک پیدا کئے جا رہے ہیں۔ اس سے زیادہ یہ کہ مسلمانوں کو بھی فریب دینے کی کوششیں ہو رہی ہیں سکھوں اور دوسری اقلیتوں کے شکوک کے ازالہ کے لئے مسٹر جناح ایک پُرخلوص و مدلل بیان دے چکے ہیں جس سے انہیں مطمئن ہو جانا چاہیئے۔ کیونکہ مسٹر جناح کے اس بیان میں ان کے حقوق کے تحفظ کی پوری ضمانت موجود ہے۔ گاندھی جی اور کانگرس کی طرح "الفاظ کے جادو" اور طفل تسلیوں سے کام نہیں لیا گیا۔ اسلامی اکثریتوں نے ہمیشہ غیر مسلم اقلیتوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا ہے ان کے حقوق کی حفاظت کی ہے اب بھی وہ ان کے ہر معقول مطالبے کو تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں ـــــ لیکن انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ کسی کے بے جا شور و غوغا سے متاثر ہو کر اب اسلامی ہند کا کارواں جو معروف سفر ہو چکا ہے رک نہیں سکتا ہے اگر ہندو اپنے خود غرضانہ مقاصد کی خاطر نو کروڑ مسلمانوں کے جائز مطالبات کو نظر انداز کر سکتا ہے اور کسی منصفانہ سمجھوتے کے لئے تیار نہیں ہوتا تو پھر مسلمانوں سے یہ توقع رکھنی فضول ہے کہ وہ ہندوؤں کی کسی آلہ کار قوم کے فضول اندیشوں اور بے معنی چیخ و پکار کی خاطر اپنے جائز حقوق سے دست بردار ہو جائیں گے اور اپنی سیاسی نجات کا جو راستہ انہوں نے تلاش کیا ہے اس پر چلنا چھوڑ دیں گے ـــ آخر پر ہم برادران وطن سے پھر ایک دفعہ کہتے ہیں کہ قوموں اور ملکوں کے مسائل کا حل مجنونانہ شور و غوغا اور خود غرضانہ چالبازیوں سے نہیں بلکہ رواداری و تدبر سے ہوا کرتا ہے۔ کانگرس اور ہندو مہاسبھا کے پاس اسی چیز کی کمی ہے لیکن کوئی وجہ نہیں کہ ان کے اس اخلاقی و دماغی افلاس کی سزا ہمیشہ مسلمان برداشت کرتے رہیں "۔

پھر پیغام صلح نے اگلی تاریخوں کے شذرات میں لکھا :۔

" لیگ کی تاریخی قرارداد اور سکھ

جیسا کہ ہم پہلے بھی بتا چکے ہیں کہ مسلم لیگ کی تاریخی قرارداد کے متعلق مہاسبھائی اور کانگرسی ہندوؤں نے نہ صرف خود طوفان بدتمیزی برپا کر رکھا ہے بلکہ وہ اقلیتوں کو فرضی خطرات بتا بتا کر غلط راہ پر ڈالنے کی پوری کوشش کر رہے ہیں سکھ جو ہمیشہ سے اپنی سادہ لوحی کی وجہ سے ہندوؤں کا آلۂ کار بنتے چلے آ رہے ہیں اس موقع پر بھی ہندوؤں کی فریب کاری سے سب سے زیادہ متاثر ہوئے۔ ہندوؤں کی اکساہٹ پر ماسٹر تارا سنگھ کی قماش کے انتہا دشمن افراد مسلمانوں کے خلاف چیخ و پکار مچانے کے لئے میدان میں آگئے ہیں ان کی طرف سے مسلم لیگ کی قرارداد کے متعلق نہ صرف طرح طرح کے بے معنی اندیشوں کا اظہار ہو رہا ہے بلکہ عجیب و غریب احمقانہ مطالبات بھی پیش کئے جا رہے ہیں "۔

چند روز ہوئے مسٹر جناح نے جو بیان دیا ہے وہ تمام اقلیتوں بالخصوص سکھوں کے اطمینان کے لئے کافی ہونا چاہیئے اس میں مسٹر جناح نے بالکل صحیح فرمایا کہ سکھوں کے لئے مسلم لیگ کی اختیار کردہ پوزیشن بدرجہا زیادہ بہتر اور محفوظ ہے۔ اس کے مطابق وہ پنجاب اور شمال مغربی حلقے کی حکومت میں بطور ایک اہم عنصر کے شامل ہوں گے۔ اس حلقے کی ساڑھے چار کروڑ آبادی میں تیس اکتیس لاکھ سکھ باشندوں کو جو حیثیت حاصل ہو سکتی ہے وہ چالیس کروڑ کی آبادی میں قطعاً حاصل نہیں ہو سکتی۔ سکھوں کی بھلائی اس معقول بات کے سمجھ لینے میں ہے۔ اندھا دھند ہندوؤں کا آلۂ کار بننے کی بجائے حقائق پر غور کر کے صحیح راہ عمل اختیار کرنا ان کے لئے یقیناً مفید ہوگا۔

سکھوں کے غیر معقول دعاوی و مطالبات

باقی رہا سکھوں کے اپنی برباد شدہ حکومت اور ختم شدہ اقبال کی بنا پر دعاوی و مطالبات۔ سو ان کے اندر

کوئی وزن نہیں سکھوں نے بے شک چالیس پچاس سال تک پنجاب کے چند اضلاع میں حکومت کی ہے لیکن اس وقت پنجاب کی دو ڈھائی کروڑ آبادی میں ان کی تعداد صرف تیس اکتیس لاکھ کے قریب ہے، اور سارے صوبہ میں کوئی ایک تحصیل بھی ایسی نہیں ہے جہاں ان کی خالص اکثریت ہو۔ جمہوری نظام حکومت میں ان کی تیس اکتیس لاکھ آبادی کو وہی حیثیت حاصل ہو گی جو ازروئے انصاف دائمیں ہونی چاہیئے بے معنی دعاوی و مطالبات سے اس میں یقیناً کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ اگر کسی کے نزدیک سکھ پنجاب کے چند اضلاع پر حکومت کرنے کی وجہ سے پنجاب کی حکمرانی کا دعویٰ کرنے میں حق بجانب ہیں تو مسلمان جنہوں نے کم و بیش ایک ہزار سال تک تقریباً تمام ہندوستان پر حکومت کی ہے یقیناً سارے براعظم ہند کے واحد حکمران ہونے کا حق رکھتے ہیں۔ کیا ہندو مسلمانوں کے اس حق کو تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں؟ اگر اس سوال کا جواب نفی میں ہے تو سکھوں کو ان باتوں پر کسا ناشرارت اور فریب کاری نہیں تو اور کیا ہے؟ "پیغام صلح ۸ اپریل ۴۰ء

بمبئی ۱۱ اپریل گاندھی جی نے ہندوستان کی تقسیم کے متعلق اپنے اخبار "ہریجن" میں ایک مضمون لکھا تھا جس میں اس خیال کا اظہار کیا تھا کہ تمام مسلمان اس سکیم کے حق میں نہیں ہیں۔ اس کے جواب میں مسٹر جناح نے ایک بیان شائع کیا ہے کہ مسلم انڈیا کے قیام کی قرارداد کی حمایت پر سارا اسلامی ہند ہے جس کا ثبوت گاندھی جی کو ۱۹ اپریل کو مل جائے گا۔

علاوہ ازیں مسٹر جناح نے اپنے اسی بیان میں مسلمانان ہندوستان سے اپیل کی ہے کہ وہ ۱۹ اپریل کو تمام ہندوستان میں یوم پاکستان منا کر اپنے پاکستانی ہونے کا ثبوت بہم پہنچائیں ہندوستان کے طول و عرض میں ہندوؤں نے مسلم لیگ کی قرارداد کے متعلق طوفان بے تمیزی برپا کر رکھا ہے نہایت وسیع پیمانے پر اس قرارداد کے خلاف پرکذب اور معاندانہ پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے۔ "پیغام صلح ۱۵ اپریل ۴۰ء

یوم پاکستان یا یوم آزادی

حضرت قائداعظم کے ارشاد پر ۱۹ اپریل ۴۰ء کو برصغیر پاک و ہند میں یوم پاکستان منایا گیا۔ اور ملک کے طول و عرض میں دس ہزار سے زائد جلسے منعقد ہوئے جن میں قرارداد لاہور کی وسیع پیمانہ پر تائید کی گئی۔ اس بارے میں پیغام صلح نے ۳۰ اپریل کے شذرات میں لکھا:۔

قرارداد آزادی کی وسیع تائید

ایسوسی ایٹڈ پریس کی بھیجی ہوئی مندرجہ ذیل خبر ۲۶، ۲۸ اپریل کے اکثر روزناموں میں شائع ہو چکی ہے:

نئی دہلی ۲۵ اپریل۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے مرکزی دفتر میں جو خبریں اور صوبائی مسلم لیگوں کی وساطت سے جو اطلاعات موصول ہوئی ہیں ان سے اندازہ کیا جاتا ہے کہ ۱۹ اپریل کو یوم آزادی منانے کے لئے ہندوستان کے طول و عرض میں دس ہزار سے زائد جلسے منعقد ہوئے جن میں مسلمانوں نے کثیر تعداد میں شرکت کی ان جلسوں میں ہندوستان کے شمال مغربی اور مشرقی منطقوں میں آزاد مسلم ریاستوں کے قیام کے متعلق آل انڈیا مسلم لیگ کی قرارداد کی وضاحت کی گئی اور حاضرین نے اس قرارداد کی پرزور تائید کی ہندوستان کے علاوہ سیلون اور برما میں بھی اس روز مسلمانوں کے جلسے منعقد ہوئے۔"

بے شک ۱۹ اپریل کو مسلم لیگ کی قرارداد لاہور کی تائید کے لئے طول و عرض ہند میں مسلمانوں کے بے شمار جلسے ہوئے۔ ہر ایک باخبر اور اخبار بین شخص اس حقیقت سے واقف ہے کہ بہت سے ایسے چھوٹے چھوٹے قصبات بلکہ معمولی معمولی دیہات میں بھی یوم آزادی کے سلسلہ میں مسلمانوں کا اجتماع ہوا۔ جہاں کہ قبل ازیں کبھی کوئی سیاسی جلسہ نہ ہوا تھا۔ لہٰذا دس ہزار سے زائد جلسوں کا اندازہ بالکل صحیح اور مبالغہ سے خالی ہے۔ اسلامی ہند کا یہ عظیم الشان مظاہرہ اس امر کا ایک اور ناقابل تردید ثبوت ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں کی بہت بڑی اکثریت مسلم لیگ اور اس کی قرارداد لاہور کی زبردست حامی ہے جو لوگ اس حقیقت کا انکار کرتے ہیں وہ بے خبر یا فریب کار خود فریب ہیں مسلم لیگ اس کے مسلک اور اس کی قراردادوں سے اختلاف کے لئے ہر شخص آزاد ہے لیکن حقائق کو جھٹلانا ایماندار کا شیوہ نہیں ہو سکتا۔

آزاد مسلم کانفرنس دہلی

اس ہفتہ دہلی میں کانگرسی اور مسلم لیگ کے مخالف مسلمانوں کا ایک اجتماع آزاد مسلم کانفرنس کے نام سے خان بہادر اللہ بخش سابق وزیراعظم سندھ کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اس میں زیادہ تر وہی لوگ شامل ہوئے جو نہرو رپورٹ کے زمانہ سے لے کر اب تک ہمیشہ مسلمانوں کی رائے عامہ کے مخالف اور کانگرس اور ہندوؤں کے مفاد کے موید رہے ہیں۔ وہ کیوں؟ کس لئے اور کس کے اشارہ پر جمع ہوئے؟ یہ ایسے سوالات ہیں جن کا جواب بالکل واضح ہے۔ جس کسی کو زیادہ وضاحت و تحقیق کی ضرورت ہے وہ ان لوگوں کے گذشتہ بارہ پندرہ سال کے اعمال و اقوال کا بغور مطالعہ کرے، اس کانفرنس کے اثر و ہر دلعزیزی کی یہ کیفیت ہے کہ اس کے صدر کے جلوس کا استقبال دہلی کے مسلمانوں نے سیاہ جھنڈیوں سے کیا۔ اور اس کانفرنس کے خطبہ صدارت بلکہ ساری کارروائی کا خلاصہ و حاصل مسلم لیگ کی قرارداد لاہور کی اندھی مخالفت ہے۔ برادران وطن اس آزاد مسلم کانفرنس اور اس کی قراردادوں کو مسلم لیگ کی قرارداد اور ۱۹ اپریل کے اسلامی جلسوں کا جواب قرار دیتے ہیں اور نہایت بے تکلفی سے لکھ رہے ہیں کہ اسلامی ہند کی صحیح اور حقیقی رائے وہی جس کا اظہار کہ اس کانفرنس کے پلیٹ فارم سے ہوا ہے۔

خوب! مسلمانان ہند کی حقیقی نمائندہ جماعت یہی کانفرنس ہے جس کی آواز دنیا کو صرف ہندو اخبارات کے لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ ہی سے سنائی دیتی ہے کہ وہ زیادہ کانگرسی اور برادران وطن کا یہ طرز عمل مسلمانوں کو دعوت دیتا ہے کہ وہ زیادہ کوشش و تنظیم کے ساتھ مسلم لیگ کی نمائندہ حیثیت کا اعلان اور اس کی قرارداد کی تائید کریں۔"

پیغام صلح نے اسی شمارے میں اداریہ بھی لکھا جس میں مسلم لیگ کی پاس کردہ قرارداد کی تائید و توثیق کی۔ اس میں لکھا تھا کہ:۔

"جمہوریت کا تخیل جہاں تک انسانیت کا تعلق ہے نہایت شاندار ہے اور اسلام بھی جس نظام حکومت کا موید ہے وہ بھی جمہوری نظام حکومت ہے لیکن وہ نظام ایسا چاہیئے کہ جس کی بنیادیں خالص اسلامی اور قرآنی اخلاق پر قائم کی جائیں۔ چنانچہ قرآنی تعلیم کے پیروؤں کو امرھم شوریٰ بینھم کی تلقین کی گئی ہے۔

لیکن وہ جمہوریت جس کی ابتداء مغرب کی سرزمین سے ہوئی ہے وہ اپنی نوعیت اور کیفیت میں اسلامی جمہوریت سے مختلف ہے اسلامی جمہوریت میں حقوق العباد اور حقوق اللہ دونوں ہیں۔ لیکن مغربی جمہوریت میں حقوق العباد تو کسی حد تک ہیں لیکن حقوق اللہ بالکل مفقود ہیں سو وہ جمہوریت جس میں خدا اور رسول کا تخیل موجود نہیں اس سے بنی نوع انسان کو بہتری اور بہبودی کی توقع نہیں ہو سکتی اسی لئے شاعر مشرق نے ایک جگہ کہا ہے ؎

گریز از طرز جمہوری غلام پختہ کار شو
کہ از مغز دو صد خر فکر انسانے نمے آید

مغربی جمہوریت صرف اس ملک میں رائج ہو سکتی ہے جہاں ایک متحدہ قومیت پائی جاتی ہو اور اس متحدہ قومیت کے اندر آزادی۔ مساوات اور اخوت کے اعلیٰ جذبات اور اخلاق موجود ہوں لیکن موجودہ حالات میں ہندوستان کے لئے مغربی جمہوریت موزوں اور مفید نہیں۔ نہ ہندوستان میں ایک متحدہ قومیت ہے، اور نہ اس قومیت میں آزادی۔ مساوات اور اخوت کے اعلیٰ جذبات ہیں تو پھر ہمیں معلوم نہیں کہ یہاں جمہوریت کیسے رائج ہو سکتی ہے۔

ہندوستان ایک ایسا ملک ہے جہاں ایسی اقلیتیں اور اکثریتیں پائی جاتی ہیں جو اپنی تشکیل اور حیثیت میں مختلف ہیں جن میں ایسے کلچرل اور مذہبی اختلافات ہیں جن کی حیثیت مستقل ہے سو جہاں جہاں بھی یہ اقلیتیں اور اکثریتیں ایک ہی جگہ جمع ہوں گی اور ان کے ہاں جمہوریت رائج ہو گی تو یہ جمہوریت نہیں ہو گی بلکہ اکثریت کی حکومت ہو گی جس ملک میں ہمیشہ سیاسی لحاظ سے ایک اکثریت دوسری اقلیت پر حاوی رہے تو ہم اصولی لحاظ سے ہرگز یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہاں جمہوریت رائج ہے بلکہ کہیں گے کہ اکثریت حاکم ہے۔ اور اقلیت محکوم ہے۔ سو جہاں حاکم و محکوم کا سلسلہ ابدی طور پر جاری رہے وہاں آزادی مساوات، اور اخوت کے اعلیٰ اخلاق نہیں پنپ سکتے اور جہاں یہ اخلاق نہ پائے جائیں وہ کہنے کو تو نظام حکومت جمہوری ہو گا لیکن درحقیقت اس جمہوریت کے پردہ میں جور و استبداد کارفرما ہوں گے۔

ہندوستان میں ہندو قوم کی اکثریت ہے اور مسلمان اقلیت میں ہیں۔ سو موجودہ صورت میں یہاں اصول جمہوریت کو رائج کرنا مسلمانوں کو ہمیشہ کے لئے ہندوؤں کے استبداد کا شکار بنانا ہے۔ کیا مسلمان کانگرسی وزارتوں کے عہد حکومت کو فراموش کر سکتے ہیں۔ کانگرسی وزارتوں کا یہ دور مسلمانوں کے اعصاب پر ایک پریشان خواب کی طرح مسلط ہے ان وزارتوں کی صدارت میں پبلک کے نمائندے ہی حکومت کر رہے تھے۔ دنیا بیتاب تھی اور خیال کر رہی تھی کہ حکومت کرنے کے لئے آسمان سے فرشتے نازل ہوتے ہیں لیکن ان فرشتوں کے ہاتھوں مسلمانوں کے حقوق کا جس طرح خون ہوا وہ کسی تشریح کا محتاج نہیں۔ ان سے جہاں تک ہو سکا انہوں نے مسلمانوں کے حقوق کو مسخ کرنے کی کوشش کی اور کہیں کہیں ظلم و عدوان سے بھی دریغ نہیں کیا۔ کیا عدل و انصاف کے ان پیکروں کے بوتے پر کانگرس کی طرف سے ہندوستانیوں کو ایک جمہوری نظام حکومت رائج کرنے کی تلقین کی جا رہی ہے۔ ہندو قوم سینکڑوں سال سے محکوم چلی آ رہی ہے جس سے اس قوم کا سیاسی اخلاق بالکل مسخ ہو چکا ہے اس قوم سے توقع رکھنا کہ وہ اپنی ہمسایہ اقلیت سے اچھا سلوک کرے گی بالکل فضول ہے۔

ہندو قوم سیاسی تدبر کی خوگر نہیں۔ سیاسی اخلاق اور تدبر ایک قوم کے اندر بتدریج پیدا ہوتا ہے۔ ہندو قوم کے اندر وہ اخلاق ابھی پیدا نہیں ہوا۔ البتہ اس کے ہاں ایک

ذہنیت ہے جو کہ ورثہ میں اسے ملی ہے وہ ہے ہندو ذہنیت اگر اس ذہنیت کا مطالعہ کرنا ہو تو ہندو مہاسبھا کی رپورٹوں کو بنظر غور سے دیکھنا چاہیئے۔ کیا وہ قوم جس کے اندر مہاسبھائی ذہنیت کے لوگ موجود ہوں ان سے کبھی توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ برسر اقتدار ہو کر مسلمانوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں گے۔ ہرگز نہیں۔

سو نتیجہ یہ نکلا کہ ہندوستان کی صورتِ حالات ایسے نہیں کہ یہاں اصول جمہوریت کو رائج کیا جائے اور اگر بفرض محال کر بھی دیا جائے تو ہندو قوم جس کو حیثیت ہندوستان میں مستقل اکثریت کی ہے وہ کبھی اپنی ہمسایہ قوم سے نیک برتاؤ نہیں کرے گی۔ تو مسلمان دیدہ و دانستہ کس طرح اپنے مستقبل کو ایک تنگ دل قوم کے ہاتھ میں دے سکتا ہے یہاں نہ تو آزادی ہے کیونکہ جب اکثریت اقلیت پر مسلط ہو تو اقلیت یقیناً آزاد نہیں کہلا سکتی۔ اور نہ . . . . مساوات ہے کیونکہ ذات پات کے اختلافات نے مختلف جماعتوں کے درمیان اتنا تفاوت پیدا کر دیا ہے کہ موجودہ صورت میں ایک سطح پر نہیں آسکتیں۔ اخوت تو اس ملک میں بالکل عنقا ہے - یہ فرقہ وارانہ فسادات اور اختلافات اس اخوت کے بہترین آئینہ دار ہیں۔ آخر جمہوریت کو قائم کرنے کے لئے ان تین شرائط یعنی آزادی، مساوات اور اخوت کا ہونا ہی ضروری ہے۔ جب یہ تینوں دفعات یہاں مفقود ہیں تو معلوم نہیں جمہوریت کو یہاں کیسے فروغ حاصل ہو سکتا ہے۔ اور نہ یہاں ایک متحدہ قومیت ہے۔ جہاں مختلف پولیٹیکل جماعتیں ہوں جو یکے بعد دیگرے برسر اقتدار آتی رہیں اور آزادی کے توازن کو برقرار رکھیں۔

مدتوں کے تلخ تجربہ کے بعد مسلمانوں نے اپنے سیاسی نصب العین کا تعین کیا ہے اور آل انڈیا مسلم لیگ نے لاہور کے اجلاس میں اپنے آئندہ سیاسی نصب العین کی وضاحت کر دی ہے۔ اور اعلان کر دیا ہے کہ ہم آزاد ہندوستان میں آزاد اسلام کے داعی ہیں۔ ہم ہندوستان کی کامل آزادی چاہتے ہیں۔ اور ہمارا مطالبہ ہے کہ اس ملک کے جن حصوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے ان میں مسلمانوں کو اکثریت کے حقوق اقتدار کامل ملنے چاہیئں۔

آخر ایک طویل عرصہ سے ہندوستان کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک جو جمہوریت کا ڈھول پیٹا جا رہا ہے اس کا بین السطور مطلب تو یہی ہے کہ ہندوستان میں ہندو کی اکثریت ہے اس لئے اس اکثریت کی وجہ سے ہندو کو ہندوستان پر کامل سیاسی اقتدار حاصل ہونا چاہیئے کیا ان حالات اور حقوق کی تلفی کے پیش نظر مسلمانوں کا یہ فرض ہے اور انہیں اپنے فرض کا اچھی طرح احساس ہے اور وہ اس فرض کو اپنے آئندہ سیاسی نصب العین میں مکمل طور پر شامل کر چکے ہیں اور اسے بروئے کار لانے کے لئے متحد طور پر کوشش کریں گے۔ گو ابتداء میں مسلمانوں کی بعض احراری یا کانگرس نواز جماعتیں مسلم لیگ کے اس نصب العین کی مخالفت کر رہی ہیں لیکن بالآخر انہیں مسلمانوں کے اجتماعی فیصلہ کے سامنے جھکنا پڑے گا۔ آخر کون مسلمان ہے جو یہ نہ چاہتا ہو کہ جن صوبوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہاں انہیں زیادہ سے زیادہ آزادی اور خود مختاری حاصل ہو۔

سو جمہوریت ہندوستان کے لئے ہرگز موزوں نہیں بلکہ وہ نظام حکومت موزوں ہے جسے مسلم لیگ نے پیش کیا ہے۔"

قرار دادِ لاہور کے چند پہلو قابلِ تشریح تھے۔ اول یہ کہ اس میں مسلم اکثریت والے علاقوں کا بانی عدہ تعین نہیں کیا گیا تھا اور نہ ہی لفظ پاکستان استعمال کیا گیا۔ دوسرے بظاہر اس قرار داد سے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ مسلمان شمال مغرب اور شمال مشرق کے مسلم اکثریتی خطوں کے لئے دو مختلف آزاد مملکتوں کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ اس کے ہر قسم کے شبہات کے ازالہ کے لئے ہندوستان کی مرکزی و صوبائی مجالسِ قانون کے مسلم لیگی ارکان کا اجلاس ۹ اپریل ۱۹۴۶ء کو دہلی میں ہوا جس میں حسین شہید سہروردی کی پیش کردہ ایک قرار داد منظور کی گئی جس میں ۱۹۴۰ء کی قرار داد کی وضاحت کرتے ہوئے کہا گیا تھا کہ سرحد۔ پنجاب، بلوچستان سندھ بنگال اور آسام کے صوبوں پر مشتمل ایک آزاد اور خود مختار ریاست قائم کی جائے گی جس کا نام پاکستان ہوگا اس کے علاوہ اس طویل قرار داد میں یہ بھی مطالبہ کیا گیا تھا کہ پاکستان اور ہندوستان کے لئے الگ الگ دستور ساز ادارے قائم کئے جائیں اور یہ کہ اس بات کا حتمی اور غیر مشروط وعدہ کیا جائے اور یقین دلایا جائے کہ بغیر کسی تامل اور تاخیر کے پاکستان کے قیام کے فیصلے کو نافذ کیا جائے گا۔

دہلی کے اس نمائندہ اجلاس میں شریک مسلم لیگی ارکان مجلس نے ایک عہد نامے پر دستخط کئے جس میں کہا گیا تھا کہ ان کا ایمان ہے کہ پاکستان اور صرف پاکستان ہی مسلمانانِ ہند کی راہ نجات ہے اور وہ اس کے حصول کے لئے کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔

جماعت احمدیہ لاہور کو ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کی قرار داد تقسیم ہند (قرار دادِ لاہور) یا قرار دادِ پاکستان کے بارے میں کیا موقع تسلط نظر رکھتی تھی اس بارے میں تفصیلی حالات سے ناظرین آگاہ ہوئے

عہد کو پورا کریں

عہد جو ہم نے کیا ہے ہم اُسے پُورا کریں
جان جاتی ہے تو جائے ، ہم اسے پُورا کریں
حُکم جو حضرت امام وقت نے ہم کو دیا
جس قدر بھی رہ گیا ہے کم اسے پُورا کریں
کام کو تکمیل پہنچانا ہمارا فرض ہے
جب تلک باقی ہے دَم میں دَم اسے پورا کریں
مشکلوں کا راہ میں آنا تو اک معمول ہے
جس قدر بھی آئیں زیر و بم اسے پُورا کریں
زندگی دو چار دن کا کھیل ہے یہ سوچ لیں
زندگی کے دن بہت ہیں کم اسے پورا کریں
ذکرِ مولیٰ پر خدا کا دل میں الفت آپؑ کی
چھوڑ کر دنیائے جام و جم اسے پورا کریں

مُحمّد صالح نُور۔ کراچی

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس، عقب وٹرنری کالج رشید روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح دارالسلام ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور ۱۶ سے شائع کیا

پندرہ روزہ پیغام صلح لاہور مؤرخہ یکم اپریل ۱۹۸۹ء، جلد ۷۲، شمارہ ۷

FOR RECORD

جلد ۷۲	بتاریخ ۸ رمضان المبارک سنہ ۱۴۰۹ھ بمطابق ۱۵ اپریل سنہ ۱۹۸۹ء	شمارہ ۵

ارشاداتِ حضرت بانیٔ سلسلہ

رمضان المبارک میں روزہ رکھنے کی توفیق ملنا خدائی نعمت ہے

ایک بار میرے دل میں آیا کہ یہ فدیہ کس لئے مقرر ہے تو معلوم ہوا اس لئے ہے کہ اس سے روزے کی توفیق ملتی ہے خدا ہی کی ذات ہے جو توفیق عطا کرتی ہے اور ہر شئے خدا ہی سے طلب کرنی چاہیئے۔ وہ قادرِ مطلق ہے وہ اگر چاہے تو ایک مدقوق کو بھی طاقتِ روزہ عطا کر سکتا ہے اس لئے مناسب ہے کہ ایسا انسان جو دیکھے کہ روزہ سے محروم رہا جاتا ہے تو دعا کرے کہ الٰہی یہ تیرا ایک مبارک مہینہ ہے میں اس سے محروم رہا جاتا ہوں اور کیا معلوم کہ آئندہ سال رہوں یا نہ رہوں۔ یا ان فوت شدہ روزوں کو ادا کر سکوں یا نہ کر سکوں اس لئے اس سے توفیق طلب کرے، مجھے یقین ہے کہ ایسے قلب کو خدا طاقت بخش دے گا۔ اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو دوسری اُمتوں کی طرح اس امت میں بھی کوئی قید نہ رکھتا مگر اس نے قیدیں بھلائی کے واسطے رکھی ہیں۔ میرے نزدیک اصل یہی ہے کہ جب انسان صدق اور کمال اخلاص سے باری تعالیٰ میں عرض کرتا ہے کہ اس مہینے میں مجھے محروم نہ رکھ۔ تو خدا اسے محروم نہیں رکھتا۔ اور اس حالت میں اگر رمضان میں بیمار ہو جائے تو یہ بیماری اس کے حق میں رحمت ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ہر کام کا مدار نیت پر ہے۔ مومن کو چاہیئے کہ وہ اپنے وجود سے اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی راہ میں دلاور ثابت کرے۔

جو شخص کہ روزہ سے محروم رہتا ہے مگر اس کے دل میں یہ نیت دردِ دل سے تھی کہ کاش میں تندرست ہوتا اور روزہ رکھتا۔ اس کا دل اس بات کے لئے گریاں ہے تو فرشتے اس کے لئے روزے رکھیں گے بشرطیکہ وہ بہانہ جو نہ ہو۔ تو خدا تعالیٰ ہرگز اسے ثواب سے محروم نہ رکھے گا۔

یہ ایک باریک امر ہے اگر کسی شخص پر اپنے نفس کے کسل کی وجہ سے روزہ گراں ہے اور وہ اپنے خیال میں گمان کرتا ہے کہ میں بیمار ہوں۔ اور میری صحت ایسی ہے کہ اگر ایک وقت نہ کھاؤں تو فلاں فلاں عوارض لاحق ہوں گے اور یہ ہوگا اور وہ ہوگا۔ تو ایسا شخص جو خدائی نعمت کو خود اپنے اوپر گراں گمان کرتا ہے کب اس ثواب کا مستحق ہوگا۔ ہاں وہ شخص جس کا دل اس بات سے خوش ہے کہ رمضان آگیا اور اس کا منتظر ہی تھا کہ آوے اور روزہ رکھوں اور پھر وہ بوجہ بیماری کے نہیں رکھ سکا تو وہ آسمان پر روزہ سے محروم نہیں ہے۔ اس دنیا میں بہت لوگ بہانہ جو ہیں۔ اور وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم اہلِ دنیا کو دھوکا دے لیتے ہیں ویسے ہی خدا کو فریب دیتے ہیں۔

بہانہ جو اپنے وجود سے آپ مسئلہ تراش کر اور تکلفات شامل کر کے ان مسائل کو صحیح گردانتے ہیں لیکن وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ تکلف کا باب بہت وسیع ہے۔ اگر انسان چاہے تو اس کی رُو سے ساری عمر بیٹھ کر ہی نماز پڑھتا رہے مگر خدا اس کی نیت اور ارادہ کو جانتا ہے۔ جو صدق اور اخلاص رکھتا ہے خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ اس کے دل میں درد ہے اور خدا اسے اصل ثواب سے بھی زیادہ دیتا ہے۔ کیونکہ دردِ دل ایک قابلِ قدر شئے ہے حیلہ جو انسان تاویلوں پر تکیہ کرتے ہیں لیکن خدا کے نزدیک یہ تکیہ کوئی شئے نہیں ہے۔

(فتاویٰ احمدیہ صفحہ ۱۷۵)

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا مکتوب گرامی احباب و خواتین کے نام

خواتین و احباب جماعت! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

آپ کی محبت بھری دعائیں شاملِ حال رہتی ہیں میں بھی آپ کے لئے دعا سے غافل نہیں ہوتا میری صحت الحمد للہ نسبتاً بہتر ہے اور محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی مجھے جماعتی امور نپٹانے کیلئے کچھ وقت میسر آ جاتا ہے میں سب احباب کا شکر گذار ہوں کہ آپ میرے لئے بڑے خلوص سے دعائیں کرتے ہیں جزاکم اللہ تعالیٰ ـــ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ تحریک احمدیہ کو بتوفیق اللہ کام کرتے ہوئے ماہ مارچ ۱۹۸۹ء میں ایک صدی ہو گذری ہے جس کا آغاز ایک موعود الٰہی نے کیا تھا اور فرمایا تھا کہ :۔

"میرے آنے کی اصل غرض یہ ہے کہ ایسی جماعت تیار ہو جائے جو سچی مومن ہو اور خدا پر حقیقی ایمان اور اسکے ساتھ حقیقی تعلق رکھے اور ... دینِ اسلام کو اپنا شعار بنائے اور آنحضرت صلعم کے اسوۂ حسنہ پر کاربند ہو ... تا پھر ایسی جماعت کے ذریعے دنیا ہدایت پائے۔" اس غرض و غایت کی تعمیل و تکمیل اور اس نصب العین کی بجا آوری ہم نے سو سال کے دوران کہاں تک کی؟ اور کہاں تک پہنچی؟ وہ ہمارے سامنے ہے۔ بہرحال اس عرصے میں ہم سے جو کچھ ہو سکا وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی ہو سکا اور آئندہ بھی جو کچھ ہونا ممکن ہے اس کی ہی کرم فرمائی سے ہوگا ہمارے کئے ہوئے کام اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول و منظور ہیں تو ہم بامراد ہیں اور تحدیثِ نعمت کے طور پر ان کا ذکر ازدیادِ ایمان کا موجب اور دلوں کی تقویت کا باعث ہے اور اب اور آئندہ جو کچھ کرنا ہے اسکی منصوبہ بندی اور اسکی تکمیل کیلئے جدوجہد ہماری صدسالہ تقریبات کا موضوع ہونا چاہیئے۔ ہماری صد سالہ تقریبات کے تقاضے کوئی ظاہری نمود و نمائش نہیں بلکہ تحدیثِ نعمت کے طور پر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معمول سے بڑھ کر سجدہ ریزی ہے۔ آئیے ہم من حیث الجماعت اپنا سر الٰہی پر اپنی گردنیں جھکا دیں کہ اس نے ہم کمزور لوگوں پر احسان اور فضل فرمایا اور اپنی تمام عجز و انکساری کے ساتھ اپنی تمام کمزوریوں اور ناتوانی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دینِ حقہ کی قوت، استحکام اور اس کے غلبہ کے لئے دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ہماری کوششوں میں ہمارا حامی و ناصر رہے اور اپنی رضا کی راہیں ہم پر کھولے رکھے۔ لہٰذا اپنی صد سالہ تقریب کی ابتدا ہم ایک مجاہدہ سے کرتے ہیں۔ رمضان کا بابرکت مہینہ ہے اور یہ قبولیتِ دعا کے ایام ہیں ان ایام میں تہجد کو اپنے اوپر لازم کریں۔ جماعت کی بہتری، ترقی، استحکام اور مضبوطی کے لئے خصوصیت سے دعا کریں اور دعا کریں کہ جماعت کے ایک ایک فرد کو دین سے محبت، قرآن کا عشق اور فہم عطا ہو اور اس راہ پر چلنے کی توفیق عطا ہو جو حضرت مجدد زمان نے ہمیں بتائی ہے وہ ہے اللہ کا نام بلند کرنا اور اس کی کتاب کو دنیا میں پھیلانا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق بخشے۔ اسکے دین کی سربلندی کے لئے دعا کریں۔ آنحضرت صلعم کی امت کی فلاح کیلئے دعا کریں۔ اپنے مخالفوں اور دشمنوں کے لئے

(بقیہ صفحہ ۸ پر)

نغماتِ اسلام

گذشتہ ہفتے ٹیلی ویژن پر "جہاں نما" پروگرام میں ایک شریک خاتون نے سلسلہ سوال و جواب کے دوران فرمایا کہ وہ نعتوں اور مسلم قومی نغموں جو عام طور پر مشہور ہیں اور اکثر و بیشتر ہماری مذہبی مجالس میں سنائی جاتی ہیں، کا اور خود کہی ہوئی منظومات اور نظموں کا انگریزی زبان میں ترجمہ کر رہی ہیں اور یہ کہ اس سے پیشتر کسی نے اس طرف توجہ نہیں کی اور وہ پہلی خاتون ہیں جو اس موضوع پر سوچ رکھتی ہیں اور انگریزی میں طبع آزمائی کر رہی ہیں۔ جہاں تک مجھے علم ہے آج سے تقریباً بیس برس قبل جزائر غرب الہند کے جزیرے ٹرینیڈاڈ کی احمدی خواتین نے اس ضرورت کو محسوس کیا تھا۔ ٹرینیڈاڈ، گیانا اور سرینام میں جماعت احمدیہ کے جلسوں اور نجی محفلوں میں لڑکے اور لڑکیاں بڑے ذوق و شوق سے ایسے نغمات نہایت خوش الحانی سے پڑھتے ہیں۔ چنانچہ تنظیم خواتین احمدیہ کی درخواست پر شیخ محمد طفیل مرحوم نے "سونگز آف اسلام" کے نام سے ایک کتابچہ مرتب کیا جس میں ان تمام نعتوں کو یکجا کر دیا گیا جو عام طور پر مسلمانوں کی مجالس میں پڑھی جاتی ہیں۔ اسی کتابچہ میں اردو کے سامنے انگریزی رومن میں اس کا تلفظ اور نیچے اس کا انگریزی میں ترجمہ بھی دیا گیا ہے۔ اس کتابچہ کا پہلا ایڈیشن ۱۹۶۹ء میں ٹرینیڈاڈ سے شائع ہوا۔ یہ کتابچہ بے حد مقبول ہوا۔ اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۷۱ء میں شائع ہوا جس میں محمد طفیل مرحوم نے حضرت بانی سلسلہ کی درثمین اور سلسلہ کے دیگر معتقد شعراء کے نغمات بھی شامل کئے۔ اب تک اس کے چار ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

کلمہ طیبہ

۱۹ر فروری ۱۹۸۹ء کو لاہور ریڈیو اسٹیشن سے دوسری اسلامی سربراہی کانفرنس کی پندرہویں سالگرہ کے سلسلہ میں ایک خصوصی پروگرام پیش کیا گیا۔ امت مسلمہ کے اتحاد کے نتائج پر گفتگو ہو رہی تھی۔ گفتگو کے دوران ایک صاحب نے تجویز پیش کی کہ مسلم ممالک کے لوگوں کو زیادہ قریب لانے اور آپس میں زیادہ برادرانہ تعلقات پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ان ممالک میں آنے جانے پر پابندیاں بالکل ختم کر دی جائیں۔ انہوں نے مسلمانوں کے سنہرے دور کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ اس وقت کسی کا مسلمان ہونا ایک قسم کا پاسپورٹ ہوتا تھا اور کسی کی زبان سے کلمہ طیبہ پڑھنا ہی کافی تھا۔ اس کو کسی دوسرے مسلم ملک میں داخل ہونے کے لئے کسی باقاعدہ ویزہ کی ضرورت نہ پڑتی تھی۔ اس پروگرام کو سن کر اسلام اور کلمہ طیبہ کی عظمت کا دل پر گہرا اثر ہوا کہ اسی کی وجہ سے مسلمانوں میں اتحاد اور باہمی رابطہ کی کیا شاندار روایات قائم تھیں۔ آج کے دور میں آنے جانے پر مکمل آزادی تو شاید ممکن نہیں لیکن اس بات کی واقعی بڑی ضرورت ہے کہ مسلمانوں کے دلوں میں کلمہ کی روح اور اس کی عظمت اور اس کے پیغام کو زندہ کیا جائے تاکہ ذہن اور نکتہ نگاہ میں وسعت اور ہم آہنگی اور رواداری کے جذبات پیدا ہوں۔

ناصر احمد ۔ دارالسلام کالونی لاہور

جماعتِ احمدیہ کی وجہ تسمیہ

ایڈیٹر صاحب! عام طور پر یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ جماعتوں یا فرقوں کو ان کے بانیوں کے نام یا ان کے مقام پیدائش سے جانا پہچانا جاتا ہے اور گروہ، فرقے یا جماعتیں ان ناموں کو اپنے لئے استعمال کیا جانا یا ان ناموں سے ان کو پکارا جانا اچھا سمجھتے ہوں یا نہ، لوگ انہیں انہی ناموں سے یاد کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر حضرت مولانا عبدالوہاب سے عقیدت رکھنے والوں اور ان کے پیروکاروں کو وہابی کے نام سے، آغا خان کی تحریک سے منسلک احباب کو آغا خانی کے نام سے اور ایران کے بہاء اللہ کے معتقدین کو بہائی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور بعض جماعتوں یا فرقوں کو ان کے بانیوں کے مقام پیدائش سے منسوب کیا جاتا ہے جیسے دیوبند کے مکتب فکر سے تعلق رکھنے والوں کو دیوبندی اور بریلی کے مکتب فکر سے منسلک احباب کو بریلوی کہا جاتا ہے۔ جہاں تک بانیوں کے نام یا نام کے ایک حصہ سے کسی جماعت یا فرقے کو موسوم کرنے کا طریق ہے اور وہ ایک حد تک شناخت و پہچان کیلئے اس قدر معیوب نہیں ہے جس قدر مقام پیدائش سے موسوم کرنا ہے۔ دیوبند اور بریلی قصبات کے نام ہیں اور یہ ضروری نہیں ہے کہ ان شہروں اور قصبوں میں رہنے والے تمام کے تمام لوگ اسی مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہوں وہاں ان سے اختلاف رکھنے والے لوگ بھی بستے ہونگے جن کا اس فرقہ یا مکتب فکر سے قطعاً تعلق نہ ہوگا۔ بالکل اسی طرح جماعت احمدیہ کو حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے ساتھ عقیدت میں منسلک ہونے کی وجہ سے عام طور پر مرزائی یا قادیانی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے میرے نزدیک جہاں تک انہیں مرزائی کہا جانے کا تعلق ہے گو یہ نام اس جماعت کا نہیں ہے اور نہ ہی اس کے بانی نے یہ نام اس جماعت کا رکھا ہے تاہم چونکہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے نام سے پہلے اس خاندانی لقب کو بیشتر استعمال کیا ہے انہیں مرزائی تو کہا جا سکتا ہے جیسا کہ لفظ مرزا کو حضرت مرزا صاحب نے اپنے ایک شعر میں یوں بیان فرمایا ہے

زآں زمرۂ ابدال بایدت نرسید
علی الخصوص اگر آں میرزا باشد

مگر اس جماعت کی پہچان کیلئے انہیں قادیانی کہنا کسی طور بھی مناسب نہیں ہے کیونکہ قادیان ایک ایسی بستی ہے جہاں اس مکتب فکر کے علاوہ دوسرے مسلمان، ہندو اور سکھ مذہب سے تعلق رکھنے والے لوگ بھی ایک معقول تعداد میں بستے چلے آئے ہیں اور کوئی شخص بھی خواہ وہ کسی مذہب کا ہو اس مقام کی وجہ سے قادیانی کہلوا سکتا ہے۔ مگر ہمارے ہاں معقولیت کا فقدان اس حد تک ترقی کر گیا ہے کہ کسی شخص کے نام سے پہلے اگر مرزا آ جائے تو اسے مرزائی اور کسی شخص کے نام کے آخر میں احمد آ جائے تو اسے احمدی کہہ دیا جاتا ہے خواہ ان کا اس عقیدہ سے تعلق رکھنے والی جماعت سے دور کا بھی واسطہ نہ ہو۔!

اس تفصیلی تمہید کے بعد میں قارئین کرام کو بتانا چاہتا ہوں کہ جماعت احمدیہ کا نام جماعت احمدیہ کیوں اور کس لئے رکھا گیا تھا اور اس جماعت سے تعلق رکھنے والے احباب اس امر پر اصرار کیوں کرتے ہیں کہ انہیں صرف اور صرف احمدی کے نام سے یاد کیا جائے یہاں پر اس غلط اور سراسر غلط خیال کا بھی ازالہ کیا جاتا ہے کہ جیسا کہ بعض ناواقف لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ نام مرزا غلام احمد کے نام کے آخری حصہ احمد کی وجہ سے رکھا گیا ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے جب حضرت مرزا صاحب نے جماعت احمدیہ کی بنیاد ڈالی تو دوسرے لوگوں سے ممیز کرنے کیلئے اس جماعت کا کوئی سا نام رکھا جانا ضروری خیال فرمایا اسکے لئے آپ نے ۴ر نومبر ۱۹۰۰ء کے ایک اشتہار میں اس نام کی وجہ یوں بیان فرمائی ہے ــ "اور اس فرقہ کا نام ... فرقہ احمدیہ اسلئے رکھا گیا ہے کہ ہمارے نبی صلعم کے دو نام تھے ایک محمد دوسرا احمد صلعم، محمد جلالی نام تھا اور اس میں یہ مخفی پیشگوئی تھی کہ آنحضرت ان دشمنوں کو تلوار کے ساتھ سزا دیں گے جنہوں نے تلوار کے ساتھ اسلام پر حملہ کیا اور صدہا مسلمانوں کو قتل کیا لیکن اسم احمد جمالی نام تھا جس سے یہ مطلب تھا کہ آنحضرت صلعم دنیا میں آشتی اور صلح پھیلائیں گے سو خدا نے ان دو ناموں کی اس طرح پر تقسیم کی کہ اول آنحضرت کی مکہ کی زندگی میں اسم احمد کا ظہور تھا اور ہر طرح صبر اور شکیبائی کی تعلیم تھی اور پھر مدینہ کی زندگی میں اسم محمد کا ظہور ہوا اور مخالفوں کی سرکوبی خدا کی حکمت اور مصلحت نے ضروری سمجھی لیکن پیشگوئی کی گئی تھی کہ آخری زمانہ میں پھر اسم احمد کا ظہور کریگا اور ایسا شخص ظاہر ہوگا جسکے ذریعہ سے احمدی صفات یعنی جمالی صفات ظہور میں آئیں گی اور تمام لڑائیوں کا خاتمہ ہو جائیگا۔ پس اسی وجہ سے مناسب معلوم ہوا کہ اس فرقہ کا نام فرقہ احمدیہ رکھا جائے۔"

حضرت مرزا صاحب کی مندرجہ بالا تحریر جو آج سے قریباً نوے سال قبل کی ہے سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ اس جماعت کا نام "جماعت احمدیہ" کیوں اور کس لیے رکھا گیا تھا اور انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ جماعت کے بانی نے جو نام اپنی جماعت کا رکھا تھا اس جماعت کو صرف اسی نام سے پکارا جائے اور اگر اس کے علاوہ کسی ایسے نام سے پکارا جائیگا جسے اس جماعت سے منسلک لوگ پسند نہ کرتے ہوں تو ایسے لقب کو قرآنی حکم "لا تنابزوا بالالقاب" کے تحت سمجھا جائیگا۔

اب رہی یہ بات کہ جماعت کا علیحدہ نام کیوں اور کس لیے رکھا گیا تو اس کی وضاحت کیلئے بھی ہم حضرت مرزا صاحب کی تحریرات اور فرمودات سے رجوع کرتے ہیں۔ ایک بار آپ کی مجلس میں یہ اعتراض کیا گیا کہ خدا نے جب ہمارا نام مسلمان رکھا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں مذکور ہے تو آپ نے اپنی جماعت کا نام احمدی کیوں رکھنا پسند فرمایا۔ اس بات کے جواب میں آپ نے فرمایا:۔

"اسلام بہت پاک نام ہے اور قرآن شریف میں یہی نام آیا ہے لیکن جیسا کہ حدیث شریف میں آ چکا ہے اسلام کے ۷۳ فرقے ہو گئے ہیں اور ہر ایک فرقہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے انہی میں ایک رافضیوں کا ایسا فرقہ ہے جو سوائے دو تین آدمیوں کے تمام صحابہ کو سب و شتم کرتے ہیں۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو گالیاں دیتے ہیں اولیاء اللہ کو برا کہتے ہیں پھر بھی مسلمان کہلاتے ہیں خارجی حضرت علی رضہ اور حضرت عثمان رضہ کو برا کہتے ہیں اور پھر بھی مسلمان نام رکھاتے ہیں۔ بلاد شام میں ایک فرقہ یزیدیہ ہے جو امام حسین رضہ پر تبرے بازی کرتا ہے۔ اور مسلمان بنا پھرتا ہے۔ اسی مصیبت کو دیکھ کر سلف صالحین نے اپنے آپ کو ایسے لوگوں سے تمیز کرنے کے واسطے اپنے نام شافعی، حنبلی وغیرہ تجویز کیے۔ آجکل نیچریوں کا ایک ایسا فرقہ نکلا ہے جو جنت، دوزخ، ملائک، وحی سب باتوں کا منکر ہے یہاں تک کہ سید احمد خاں کا خیال تھا کہ قرآن مجید آنحضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے خیالات کا نتیجہ ہے اور عیسائیوں سے سن کر یہ قصے لکھ دیئے ہیں۔ غرض ان تمام فرقوں سے اپنے آپ کو تمیز کرنے کے واسطے اس فرقہ کا نام "فرقہ احمدیہ" رکھا گیا۔"

اس موقعہ پر حضرت مرزا صاحب اس بارہ میں اپنے خیالات کا اظہار فرما رہے تھے کہ پھر اس اعتراض کو دہرایا گیا کہ قرآن کریم کا حکم ہے لا تفرقوا اور آپ نے ایک نیا فرقہ بنا کر تفرقہ ڈال دیا تو آپ نے جواباً فرمایا:۔

"ہم تو تفرقہ نہیں ڈالتے۔ ہم تو تفرقہ دور کرنے کے واسطے آئے ہیں۔ اگر احمدی نام رکھنے میں ہتک ہے تو پھر شافعی، حنبلی کہلانے میں بھی ہتک ہے۔ مگر یہ نام ان اکابر کے رکھے ہوئے ہیں جن کو آپ بھی صلحاء مانتے ہیں۔ ...... احمدی ایک امتیازی نام ہے اگر صرف مسلمان نام ہو تو شناخت کا تمغہ کیونکر ظاہر ہو۔ خدا تعالیٰ ایک جماعت بنانا چاہتا ہے اور اس کا دوسروں سے امتیاز ہونا ضروری ہے ......"

محمد صالح نور۔ کراچی

پندرہ روزہ پیغام صلح لاہور مورخہ ۱۵ اپریل ۱۹۸۹ء

رمضان اور عید

ہماری جماعت نے دوسری صدی میں قدم رکھا ہی ہے کہ رمضان آگیا جو اس کے لئے مسلسل محنت، انتھک جدوجہد اور صبر آزما ایثار و قربانی کا پیغام لایا ہے۔ اللہ تعالیٰ رمضان کی برکتوں اور اپنے افضال سے اسے متمتع فرمائے۔

یہ جماعت اللہ تعالیٰ اور اس کے آخری نبی و رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے دین متین کی پیروکار اور اسی کی پیامبر ہے یہ ایک ایسا دین ہے جس کے پیش نظر انسانی اجتماع کی بہتری اور بہبودی ہے دین کا قرآنی تخیل ان مذاہب سے بالکل جدا ہے جن میں رہبانیت کی تعلیم دی گئی ہے۔ ہمارے دین میں ہر سال جو ایک مہینہ روزوں کا آتا ہے اس سے مطلب کسی قسم کی رہبانیت کی تعلیم دینا ہرگز نہیں بلکہ البتہ ایک قسم کی اخلاقی اور جسمانی تربیت یقیناً مد نظر ہے روزہ سے دین کا مطمع نگاہ صرف یہ ہے کہ ایک ایسا رجحان پیدا کیا جائے جس سے انسان میں مصائب اور مشکلات کی برداشت پیدا ہو اور دنیوی آسودگی اور نشاط سے دل کو ربط نہ رہے۔ اور مومن دینی اخلاق کو کچھ اس طرح جزو طبیعت بنائے جس سے جسمانی اور دماغی قویٰ پر اسے قابو حاصل ہو جائے اس ضبط سے ہی انسان کے اندر ایک ایسی فطرت پیدا ہو جاتی ہے جس سے نیکی سے محبت اور روحانی ترقیات سے شیفتگی اور بدی سے نفرت ہو جاتی ہے۔ اور وہ بنی نوع انسان کے لئے عموماً اور ملت محمدیہ کے لئے خصوصاً مفید ثابت ہوتا ہے۔ ایک شخص کے سامنے جہاں اپنی مشکلات کا تصور صحیح رنگ میں آجاتا ہے وہاں اُسے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ میرے بے شمار بھائی اور بھی ہیں جو ایسی ہی مشکلات میں سے گذرتے رہتے ہیں۔ مجھے جہاں اپنی مشکلات میں ثابت قدم رہنا ہے وہاں دوسروں کی مشکلات کو بھی کم کرنے کی کوشش کرنا ہے۔ ایک کی تکلیف سب کی تکلیف ہے۔ سو فرد کو اپنی مشکلات میں ملت کی مشکلات کا احساس ہوتا ہے اور ملت بحیثیت مجموعی ان مشکلات کا نہایت ثابت قدمی اور استقلال کے ساتھ مقابلہ کرتے ہوئے روحانی ترقیات کے راستہ پر قدم مارتی ہے۔ اور یہی وہ ترقیات ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ اور مومن مجموعی طور پر اس خالق کائنات کی رضا کو پا لیتے ہیں جس کی وہ عبادت کرتے ہیں سو روزہ دراصل خداوند تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے ہے اس لئے روزہ ہے جہاں عملی طور پر انسان کو یہ سمجھایا جاتا ہے کہ انسانی ترقی کا راز تکلیف کی نہایت ثابت قدمی کے ساتھ برداشت میں مضمر ہے۔ وہاں عید میں مومن کے لئے یہ پیغام ہے کہ حقیقی خوشی وہی ہے جو بہت بڑے مجاہدہ اور پیہم برداشت کے بعد حاصل ہو۔ اور نفس مطمئنہ جو مومن کی مسرت کی انتہا ہے اس کو بغیر مجاہدہ اور کشمکش کے حاصل کیا ہی نہیں جا سکتا۔

یہ زمینی خوشیاں، یہ مال و دولت کے نشے ہیچ ہیں اور بے حقیقت ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:-

ترجمہ آیت "جو مال جمع کرتا اور شمار میں لگا ہے وہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اُسے ہمیشہ رکھے گا ہرگز نہیں ضرور حطمہ میں ڈال جائے گا اور تجھے کیا خبر کہ حطمہ کیا ہے۔ اللہ کی جلائی ہوئی آگ جو دلوں پر بھڑک اٹھتی ہے" (سورۃ ۱۰۴: ۲-۷)

سو جو زمینی خوشیوں اور مال و دولت کی سرتوں کے پیچھے سرگرداں ہیں وہ کبھی عافیت میں نہیں رہتے بلکہ بالآخر آگ میں گرتے ہیں اور انہیں طمانیت قلب کبھی حاصل نہیں ہو سکتی۔ دین نے جائز حد تک اس دنیا کی خوشیوں میں حصہ لینے سے انسان کو روکا نہیں لیکن حقیقی خوشی دراصل روحانی خوشی اور اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اور اسی میں بشر کی سلامتی اور عافیت ہے۔ اور اسی کی طرف مومن کو بار بار قرآن مجید میں توجہ دلائی گئی ہے اور دینی عبادات کی بھی کچھ اس طرح سے تشکیل کی گئی ہے کہ مومن عملی طور پر رنج و خوشی کے ان مدارج میں سے گذرتا ہوا اللہ تعالیٰ کی رضا کو پا لیتا ہے۔

ہم احمدی لوگوں کا ایمان ہے کہ ہم قرآنی تعلیم کے حامل ہیں اور ہم ہی وہ خوش قسمت لوگ ہیں جنہوں نے اس زمانہ کے امام کو پہچانا۔ اس لئے ہم پر تو خاص طور پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم دینی اصولوں کے اور دینی اخلاق کے حقیقی علمبردار ہوں اور ہم اعلائے کلمۃ الحق کے لئے ایسی قربانیاں کریں جس سے ہم اپنے آپ کو باقی لوگوں سے ممتاز کر سکیں اور دنیا پر اس امر کی وضاحت کر سکیں کہ ہم واقعی ایک امام کے ماننے والے ہیں۔ اگر ہم صمیم قلب اور خلوص دل کے ساتھ جدوجہد کریں گے اور نہایت بہادری اور دلیری کے ساتھ ان مشکلات کا مقابلہ کریں گے جو ہمارے راستہ میں سنگ گراں ہیں تو یقیناً وہ خدا جو کسی محنت اور صادق جذبات اور عمل کو کبھی ضائع نہیں کرتا وہ ایک دن ہماری مساعی جمیلہ کو بارآور کرے گا اور ہم ایک ایسے دور کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھنے والے ہوں گے جس میں دینی اخلاق اور تعلیم کی بہتری اور بہبودی کو اکناف عالم میں تسلیم کیا جائے گا۔ اور وہ ہمارے لئے اور بحیثیت مجموعی ہماری جماعت کے لئے عید کا دن ہوگا۔ کیونکہ روحانی مجاہدہ کے بعد حقیقی خوشی کا منہ دیکھنا ہی حقیقی عید ہے اور ان تکلیفات اور مصائب میں ہی ہماری ترقی کا راز مضمر ہے۔ ہم کبھی اس بام عروج تک نہیں پہنچ سکتے جب تک ہمارے پہلوؤں میں غلبہ دین کے لئے درد دل نہ ہوں۔ ہماری راتیں دعائے نیم شبی سے معمور نہ ہوں۔ ہماری جبینیں درد کی حقیقی لذت سے آشنا نہ ہوں۔ اور خدا تعالیٰ کے دین کے مقابلہ میں ہماری جانوں اور ہمارے مالوں کی وقعت ہماری آنکھوں میں پرکاہ کے برابر نہ رہے۔

ماہ صیام ایک اجتماعی عمل ہے جس میں ہم سب مل کر ایک مجاہدہ کرتے ہیں بھوک اور پیاس کی سختیوں کو اپنے اوپر وارد کرتے ہیں۔ شب زندہ داری کی تکلیفوں کو برداشت کرتے ہیں۔ اس کے بعد عید آتی ہے وہ بھی ایک اجتماعی عمل اور اجتماعی تہوار ہے۔ باقی اقوام کی طرح عید ایک میلہ یا جلسہ نہیں جس میں چند گھڑیوں کے لئے جمع ہوئے اور رنگ رلیاں منا کر رخصت ہو گئے بلکہ سب مومن جمع ہو کر خدا تعالیٰ کے حضور سجدہ شکر بجا لاتے ہیں کہ وہ ایک مجاہدہ میں کامیاب ہوئے صرف خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے ایک پیمان اور عہد پر پورے اترے ہیں۔ مومن کے لئے خواہ مجاہدہ ہو یا خوشی ہو اس وقت تک روحانی لحاظ سے کوئی وقعت نہیں رکھتے جب تک کہ انہیں قیام و قعود سے سنوارا نہ جائے اور مجاہدہ کے بعد خوشی اور روحانی انبساط کو حاصل کرنے کے لئے بڑی بڑی قربانیاں نہ کی جائیں۔

آیئے ہم سب مل کر دین کے دور جدید اور شان جمالی کو ظہور میں لانے کے لئے ایک ایسی شاندار جدوجہد کریں کہ جس کی نظیر قائم نہ ہو سکے۔ اور ہم اپنی زندگیوں میں ان مصائب اور مشکلات کے بعد اس عید کو دیکھیں جس کا ہمارے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے۔

اے خدا اس مجاہدہ میں تو ہمارا مددگار ہو۔ کیونکہ تیری مدد کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔

فطرانہ اور مسائل عیدالفطر

پیغام صلح کا اگلا شمارہ یکم مئی کو شائع ہوگا اس وقت عید کی آمد آمد ہوگی۔ اندرون پاکستان تو یہ شمارہ قبل از عید ہی انشاء اللہ قارئین کرام کے ہاتھوں میں ہوگا۔ مگر بیرون ملک ہر ممکن ہے بعض احباب کو عید کے بعد تقسیم ہو اس لئے ادارہ اپنے دور افتادہ بہن بھائیوں کو پیشگی عید مبارک عرض کرتا ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ماہ رمضان کی برکتوں اور عید کی گوناگوں مسرتوں سے وافر حصہ عطا فرمائے اپنے حفظ و امان میں رکھے ان کے ہم و غم دور کرے وہ ان کی امیدوں کا امین ہو اور دعاؤں کو سنے اور انہیں اپنے افضال و اکرام سے نوازے اور انہیں دین متین کی خدمت کا بیش از پیش موقعہ عطا فرمائے۔

"فطرانہ اور مسائل عیدالفطر" کے یہ کالم ہم اگلے شمارہ میں دینا چاہتے تھے مگر اپنے دور افتادہ بہن بھائیوں کی سہولت اور ان کی بروقت رہنمائی و مطالعہ کے لئے اس شمارے میں درج کر رہے ہیں۔

ایک دفعہ کسی صحابیؓ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ "ما الاسلام یا رسول اللہ" تو آپؐ نے فرمایا کہ:-

امر الٰہی کی تعظیم کی جائے اور خلق اللہ پر شفقت کی جائے۔ بالفاظ دیگر اسلام کی ساری تعلیم کا نچوڑ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے ہر کام کے سامنے جھکے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کی پوری پوری فرمانبرداری کرے ان کا کامل احترام ہو اور اس کا عملی ثبوت یہ ہو کہ بنی نوع انسان ہی نہیں بلکہ کل مخلوق خدا کی بھی ہمدردی اس کا شیوہ ہو۔ غربا، ضعیف، نادار، مفلس، مظلوم، محکوم سب پر شفقت کرتا ہو۔ فی الحقیقت تمام اسلامی احکام کے اندر یہی ایک روح کام کر رہی ہے۔ نماز میں بھی دونوں پہلو پائے جاتے ہیں گو اللہ تعالیٰ کی عظمت کا پہلو بھاری نظر آتا ہے لیکن اپنی نمازوں اور دعاؤں میں تمام امت بلکہ بنی نوع انسان کو شامل کرنا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ ایک مومن جب نماز پڑھ رہا ہو اس وقت بھی شفقت علیٰ خلق اللہ پر عمل کر رہا ہوتا ہے۔

یہی حال زکوٰۃ کا ہے زکوٰۃ میں شفقت علیٰ خلق اللہ کا رنگ زیادہ ہوتا ہے۔ یعنی صلوٰۃ میں اگر ایک پہلو زیادہ اہم نظر آتا ہے تو زکوٰۃ میں دوسرا۔ روزہ میں یہ یکساں طور پر پائے جاتے ہیں کیونکہ روزے کا مقصد صرف بھوک و پیاس سے رکنا نہیں اور نہ ہی یہ کہ انسان زیادہ عبادت

(بقیہ صفحہ ... پر ملاحظہ فرمائیں)

چوہدری عبدالحمید صاحب ، مولوی فاضل

ماہِ رمضان

مومن لوگ آجکل روزے رکھتے ہیں اور فاستبقوا الخیرات نیکیوں میں سبقت حاصل کرنیکا جذبہ عروج پر ہے صوم کے معنے رک جانے کے ہیں چنانچہ پیٹ، زبان، کان، ہاتھ، پاؤں اور دماغ کی سوچ تک کو حدود اللہ کے اندر رکھنے کی سعی ہو رہی ہے خدا کے بندے العالمین کے حضور عاجزی اختیار کیئے ہوئے ہیں کیوں نہیں ایسے بندے اذا سألك عبادی فانی قریب ارشادِ ربانی پر یقین کر کے قرب الٰہی اور لقاء الٰہی کا مزہ حاصل کرتے ہیں۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم بھی مومنوں کو یقین دہانی کراتے ہیں کہ عبادت اور نیک اعمال اصلاحِ نفس کا بہترین ذریعہ ہیں۔ لیکن روزہ دار خداتعالےٰ کا وصل حاصل کرتا ہے حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کو روزہ اتنا پسند ہے کہ فرماتا ہے الصوم لی وانا اجزی کہ روزہ دار روزہ میری محبت میں رکھتا ہے اور چونکہ خداتعالےٰ پاک ہے اور روزہ دار ہر طرح پاک رہنے کی کوشش کرتا ہے اس کا صلہ بندے کو لقاء الٰہی کے رنگ میں ملتا ہے۔ یہ وہ بلند سے بلند مقام ہے جس کے لئے انبیاءؑ اور اولیاءؒ نے دنیا ومافیہا کے حصول سے کہیں بڑھ کر سرور پایا۔ روزہ دار خدا سے عشق کرتا ہے اور ایک تارک الدنیا ہو جاتا ہے۔ اور خدا روزہ دار سے محبت کرتا ہے۔ یہ عابد اور معبود کے قرب کا بہترین مقام ہے اور یہی روزے کا فلسفہ ہے تبھی تو قرآن حکیم میں اللہ تعالےٰ نے روزہ کے فلسفہ میں فرمایا ہے لعلکم تتقون کہ تا تم اتقاد کے بلند ترین مقام پر فائز ہو جاؤ۔

خداتعالےٰ کو روزہ دار سے اتنی محبت ہو جاتی ہے کہ فرماتا ہے ولخلوف فم الصائم اطیب عنداللہ من ریح المسک کہ روزہ دار کے منہ کی ہوا خداتعالےٰ کے ہاں مشک کی خوشبو سے زیادہ پیاری ہوتی ہے۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان فی الجنۃ باباً یقال لہ الریان یدخل منہ الصائمون یوم القیامۃ لا یدخل منہ احدٌ غیرھم کہ جنت میں ایک دروازہ جس کا نام ریان ہے اس میں روزہ دار قیامت کو داخل ہوں گے دوسرا کوئی داخل نہیں ہو سکتا۔

اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبلؓ سے فرمایا میں تم کو ابواب خیر بتا دوں! عرض کی یا رسول اللہ فرمائیے: الصوم جنۃٌ والصدقۃ تطفئ الخطیئۃ کما یطفئ الماءُ النار۔ روزہ سپر ہے اور صدقہ خطاؤں کو اس طرح بجھا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ تو روزوں کے ایام میں صدقہ وخیرات کرنا خداتعالےٰ کے قرب، لقاء اور خطاؤں سے بخشش کا بہترین ذریعہ ہے۔ تبھی نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ فرماتی ہیں کہ حضور صلعم ایام صیام میں صدقہ وخیرات بہت کیا کرتے تھے۔

اسی طرح روزوں کے ایام میں قرآن مجید بہت پڑھنا چاہیئے اسے سمجھنا چاہیئے اور اس پر عمل کرنا چاہیئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ الصیام والقرآن یشفعان للعبد یوم القیامۃ کہ روزے اور قرآن قیامت کے دن بندے کے لئے شفاعت کا موجب ہوں گے۔ یقول الصیام ای رب منعتہٗ الطعام والشھوۃ فشفعنی فیہ یعنی روزہ کہے گا کہ اے میرے پروردگار میں نے اس کو کھانے پینے اور نفس کی خواہش سے روکا تھا۔ میری شفاعت اس کے بارہ میں قبول کر۔

ویقول القرآن منعتہ النوم باللیل فشفعنی فیہ اور قرآن شریف کہے گا یا الٰہی بندہ رات کو اٹھ کر عبادت کرتا اور لمبی تلاوت کرتا ہے نیند اس بندہ نے اپنے اوپر حرام کر لی ہے پس تو میری شفاعت اس کے بارے میں قبول فرما۔

قال فیشفعان فرمایا پس ان دونوں کی شفاعت قبول کی جاوے گی۔ تو رمضان شریف میں راتوں کو اٹھنا اور کثرت تلاوت باعث بخشش ہوں گے۔

سلمہ بن قیصر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من صام یوماً ابتغاء وجہ اللہ باعدہ اللہ من جہنم کبعد غراب طار وھو فرخ حتی مات ھرماً یعنی جس نے خدا کے واسطے ایک روزہ رکھا خدا اس کو جہنم سے اتنا دور کر دیتا ہے جتنی دور جوان کوا اس قدر اڑے کہ اڑتے اڑتے مر جائے۔ تو یہ ایک مثال ہے۔ تبلانا یہ مقصود ہے کہ خدا کی خاطر کھانا پینا چھوڑنے، منہ سے ناواجب کلمہ نہ نکالنے، پاکیزہ خیالات کے حامل اور رات کو اٹھ کر عبادت کرنے والے سے دوزخ کو دور تر کر دیا جاتا ہے۔

روزہ کے فلسفہ میں فرمایا: لکل شیءٍ زکوٰۃ وزکوٰۃ الجسد الصوم والصیام نصف الصبر۔ کہ ہر چیز کے واسطے زکوٰۃ ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے اور روزہ آدھا صبر ہوتا ہے۔

تو روزہ سے جہاں صحت برقرار رہتی ہے وہاں یہ جسم کے لئے زکوٰۃ بھی ہے اور چونکہ صبر اعلیٰ معراج ہے سو روزہ میں بھی ایک قسم کا صبر ہی ہوتا ہے۔

ابوامامہ رضؓ فرماتے ہیں:

قال قلت یا رسول اللہ مرنی بعمل قال علیک بالصوم فانہٗ لا عدل لہٗ

کہ میں نے کہا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مجھے کسی بہترین عمل کا حکم فرمایئے۔ فرمایا روزہ کو لازم پکڑ و اس کے برابر کوئی عمل نہیں۔

فرمایا من صام یوماً فی سبیل اللہ جعل اللہ بینہٗ وبین النار خندقاً کما بین السماء والارض

کہ جو اللہ تعالیٰ کی خاطر ایک روزہ رکھے گا خداتعالیٰ اس کے اور آگ کے مابین اتنی بڑی خندق بنا دے گا جو زمین اور آسمان کے درمیانی فاصلہ کے برابر ہوگی۔ یہاں بھی روزہ دار سے نارِ جہنم دور ہونے کا ذکر ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثلاثۃٌ لا تردّ دعوتھم الصائم حین یفطر والامام العادل ودعوۃ المظلوم یرفعھا اللہ فوق الغمام ویفتح لھا ابواب السماء ویقول الرب وعزتی لانصرنک ولو بعد حین

یعنی تین شخص ایسے ہیں جن کی دعا رد نہیں ہوتی۔ روزہ دار جس وقت کہ افطار کرے، اور عادل و منصف حاکم اور مظلوم کی دعا اللہ تعالےٰ ابر کے اوپر بلند کرتا ہے اور آسمان کے دروازے اس پر کھول دیتا ہے اور فرماتا ہے قسم ہے مجھ کو اپنی عزت کی ضرور تیری مدد کروں گا اگرچہ کچھ مدت بعد ہی ہو۔

اسی طرح فرمایا:

ثلاثہ حقٌ علی اللہ ان لا یرد لھم دعوۃ الصائم حتی یفطر والمظلوم حتی ینتصر والمسافر حتی یرجع

یعنے تین شخص ہیں جن کے واسطے خدا پر حق ہے کہ ان کی دعا رد نہ کرے، روزہ دار یہاں تک کہ افطار کرے اور مظلوم یہاں تک کہ مدد کیا جائے اور مسافر یہاں تک کہ اپنے گھر لوٹے۔ تو ان تین صورتوں میں مومن بندہ کو خداتعالیٰ کے حضور کثرت سے دعا کرنی چاہیئے۔

حضرت عمرو بن وقاص رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ دار کے روزہ کے افطار کے وقت تک ایک دعا ہے جو رد نہیں کی جاتی۔ وہ دعا یہ ہے:

اللّٰھم انی اسئلک برحمتک التی وسعت کل شیءٍ ان تغفرلی

اے اللہ تبارک وتعالےٰ میں تیرے در پر سوالی ہوں تیری اس رحمت کے طفیل جو ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے میری عرض یہ ہے کہ مجھے بخشش دے۔

سو یہ رمضان شریف کا مہینہ ہے اس مہینہ میں خدا تعالےٰ نے اپنے کامل بندے پر دنیا کی راہنمائی کرنیوالی کامل کتاب قرآن مجید نازل فرمائی۔ اس مہینہ میں شیطان مقید اور محبوس ہو جاتا ہے۔ ملائکہ کا نزول بکثرت ہوتا ہے بندے خدا کے حضور گر گر کر اپنے گناہ بخشواتے ہیں۔ یہ دن غنیمت ہیں نہ معلوم اگلے سال یہ مبارک مہینہ کسے نصیب ہو عشقِ الٰہی اور لقاءِ الٰہی کے لئے روزے رکھنے والے، راتوں کو اٹھ کر خدا کے حضور گرنے والے، صدقات وخیرات دینے والے تلاوت قرآن پاک کرنے والے یقیناً یقیناً فلاح دارین پا لیں گے۔ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔

من قام رمضان ایماناً واحتساباً غفرلہٗ ما تقدم من ذنبہٖ

کہ جس نے رمضان شریف کو کما حقہٗ، پورے ایمان کی کسوٹی پر اپنے محاسبے کے ساتھ گذران کیا اس کے پہلے گناہ سب مٹا دیئے جاتے ہیں۔

اخبار و افکار

عہدنامہ :

حضرت عمرؓ بن خطاب نے بیت المقدس کے باشندوں کے لیئے جو عہدنامہ دیا وہ یہ تھا :۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"یہ وہ امان ہے جو اللہ کے بندے عمرؓ، امیرالمومنین نے ایلیا والوں کو عطا کی ۔ یہ امان ان کی جان و مال اور ان کے کنیسوں اور صلیبوں کے لئے ہے اس میں ان کی ساری ملت، خواہ وہ بیمار ہوں یا تندرست، سب شامل ہیں ۔ ان کی عبادت گاہوں میں سکونت اختیار نہیں کی جائے گی اور نہ ہی ان کو گرایا جائے گا ۔ ان کے کنیسوں، ان کے ملحقات ان کی صلیبوں اور ان کی جائیدادوں میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی ۔ دین کے بارے میں ان پر جبر و اکراہ نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی ان کو کسی قسم کا آزار پہنچایا جائے گا ۔"

(مُہر)

حضرت عمرؓ بن الخطاب "

کوئی مسلمان کس وقت مرتد ہوجاتا ہے

کوئی مسلمان اس وقت تک اسلام سے خارج نہیں سمجھا جائے گا اور نہ اس پر ارتداد کے احکام نافذ ہوں گے جب تک کہ اس کو کفر پر انشراح صدر نہ ہو جائے ۔ اور اس پر اطمینان قلب نہ ہو جائے اور بالفعل اس میں داخل نہ ہو جائے جیسا کہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے ۔

لیکن وہ جسے کفر پر شرح صدر ہو جائے ۔

اور رسول اللہ صلعم کا ارشاد ہے :

" اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی ہو ۔"

اور صورت حال جب یہ ہو کہ دل کے اندر کیا ہے ان غائب چیزوں میں سے ہے جن کا حال سوائے اللہ کے کسی کو معلوم نہیں ہے ۔ لہٰذا ناگزیر ہے کہ ایسی باتوں کا صراحتاً اظہار ہو جو کفر پر قطعی طور سے دلالت کرتی ہیں اور جن کی تاویل نہ ہو سکتی ہو ۔ اس سلسلہ میں، امام مالکؒ کی طرف یہ منسوب کیا گیا ہے کہ " اگر کسی کی طرف سے ایسی بات کا صدور ہو جس کی ۹۹ توجیہیں کفر پر دلالت کرتی ہوں اور صرف ایک توجیہہ ایمان کا احتمال رکھتی ہو اس کا معاملہ ایمان پر محمول کیا جائیگا

وہ مثالیں جو کفر پر دلالت کرتی ہیں یہ ہیں :

۱ - ان باتوں کا اظہار جو دین میں ضروری ہیں مثلاً اللہ کی توحید اور خالقیت کا انکار یا ملائکہ کے وجود سے انکار یا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت سے انکار اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے اور جزا و سزا سے انکار اور فرائض ۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج سے انکار

۲ - ان باتوں کو حلال ٹھہرانا جس کی حرمت پر مسلمانوں کا اجماع ہے ۔ جیسے شراب ۔ زنا ۔ سود، سؤر کا گوشت اور بے گناہوں کی جان و مال کو حلال کرلینا ۔

۳ - جن پاکیزہ چیزوں کی حلت پر مسلمانوں کا اجماع ہے اُسے حرام قرار دینا ۔

۴ - نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بُرا بھلا کہنا ۔ (سبّ) یعنی ان کا استہزا کرنا ۔ اسی طرح اللہ کے نبیوں میں سے کسی نبی کو بُرا بھلا کہنا ۔

۵ - دین کو بُرا بھلا کہنا اور کتاب و سنت میں طعن کرنا اور ان کے احکامات کو ترک کر دینا اور وضعی قوانین کو ان سے افضل قرار دینا ۔

۶ - کسی شخص کا یہ دعویٰ کرنا کہ اس پر وحی نازل ہوتی ہے ۔

۷ - قرآن مجید کو گندگی اور غلاظت میں پھینک دینا اسی طرح حدیث کی کتابوں کو پھینک دینا ۔ یا ان کا استخفاف و اہانت کرنا ۔

۸ - اللہ تعالےٰ کے اسماء میں سے کسی اسم کا استخفاف کرنا اس کے اوامر میں سے کسی امر یا نواہی میں سے کسی نہی یا اس کے وعدوں میں سے کسی وعدے کا استخفاف کرنا ۔ الّا یہ کہ کوئی شخص نیا نیا مسلمان ہو اور وہ اس کے احکام و حدود سے ناواقف ہو ۔

اور اس لئے اگر ان میں سے کسی کا جہالت کی بنا پر منکر ہو جائے تو کافر نہیں ہوگا ۔

ذیل میں چند مسائل ہیں جن پر مسلمانوں کا اجماع ہے ۔ لیکن صرف خاص لوگ ہی ان سے واقف ہیں ۔ اس لئے ان کا انکار کفر نہیں ہے بلکہ اپنی جہالت کیوجہ سے وہ معذور ہے ۔ اور عام طور پر صحیح علم سے ناواقفیت بھی ایک سبب ہوتی ہے جیسے کسی شخص کا ایسی عورت سے نکاح کرنا جس کی خالہ یا پھوپھی نکاح میں ہو اور قتل عمد کرنے والا وراثت نہیں پا سکتا ۔ اور دادی کے لئے چھٹا حصہ ہے وغیرہ ۔

اس میں قلبی وساوس نہیں آتے جس پر اللہ نے مواخذہ نہیں کیا ہے

مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا ہے میری اُمت کے قلبی وساوس کو جب تک اس کو بیان نہ کرے یا اس پر عمل نہ کرے ۔

مرتد کی سزا

ارتداد ان جرائم میں سے ہے جن سے نیک اعمال جو ارتداد سے پہلے کئے گئے ہوں حبط ہو جاتے ہیں اور آخرت میں شدید عذاب واجب ہے ۔

ترجمہ :۔ تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھرے گا اور کفر کی حالت میں جان دے گا اس کے اعمال دنیا اور آخرت دونوں میں ضائع ہو جائیں گے ایسے سب لوگ جہنمی ہیں اور ہمیشہ جہنم میں رہیں گے ۔

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اسلام سے کفر کی طرف پلٹ جائے اور اس پر برقرار رہے یہاں تک کہ کفر پر اس کی موت ہو جائے تو اس کا جو بھی عمل خیر تھا وہ باطل ہو جائے گا ۔ اور دنیا میں اس کے پھل سے محروم ہو جائے گا ۔ یعنی مسلمانوں کے جو حقوق ہیں وہ اُسے نہیں ملیں گے ۔ اور آخرت کی نعمتوں سے محروم رہے گا اور دردناک عذاب میں ہمیشہ رہے گا ۔ اور اسلام نے دنیا میں بھی مرتد کے لئے سزا مقرر کی ہے ماسوا اس عذاب کے جو اسے آخرت میں ملنے والا ہے اور یہ سزا قتل کر دینا ہے ۔

(نوٹ : اگر مرتد شخص کو کوئی مسلمان قتل کر دے تو جرم قتل کا مرتکب نہیں قرار دیا جائے گا لیکن تعزیری سزا دی جائے گی اس بنا پر کہ حاکم کی اجازت کے بغیر کام کیا ۔")

(ایشیا ۔ لاہور ۲۶ مارچ ۸۹ء)

احمدیت اور قتل مرتد

مذکورہ اقتباس جماعت اسلامی کے ترجمان ایشیا سے ماخوذ ہے ۔ مرتد اور قتل مرتد کے بارے میں احمدیہ نقطۂ نظر کے بارے میں امیر مرحوم حضرت مولانا محمد علی فرماتے ہیں :۔

جس طرح اسلام میں یہ جائز نہیں کہ کسی شخص کو جبر سے مسلمان کیا جائے اسی طرح یہ بھی جائز نہیں کہ کسی کو تلوار کی دھمکی دے کر مسلمان رکھا جائے مسلمانوں میں عام طور پر یہ خیال غلط پھیلا ہوا ہے کہ جو شخص دینِ اسلام کو چھوڑ کر کوئی دوسرا دین اختیار کرے وہ واجب القتل ہو جاتا ہے ۔ اور مخالفینِ اسلام کے اعتراضوں میں سے یہ ایک بڑا بھاری اعتراض ہے کیونکہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جس ملک میں اسلام کی حکومت ہے وہاں اگر کوئی شخص دینِ اسلام کو چھوڑے تو اُسے قتل کر دیا جائے گا ۔ بالفاظ دیگر مسلمان رکھنے کے لئے لوگوں کو تلوار کی دھمکی دی جاتی ہے احمدیت نے اس بات کو واضح کیا ہے کہ نہ صرف تلوار کی دھمکی سے کسی کو مسلمان کرنا ہی ناجائز ہے بلکہ کسی کو مسلمان رکھنے کے لئے بھی کسی تلوار کی حاجت نہیں ۔ اور قرآن کریم کا اصول محکم لااکراہ فی الدین دونوں صورتوں پر یکساں حاوی ہے ۔ یعنی اگر کوئی شخص کفر کو چھوڑ کر اسلام کی طرف آنا نہیں چاہتا تو اس پر جبر نہیں کیا جا سکتا ۔ اور اگر کوئی شخص اسلام کو چھوڑ کر کفر کی طرف جاتا ہے تو اس پر بھی جبر نہیں کیا جا سکتا ۔ ہمارے فقہا کو قتل مرتد کے معاملہ میں غلط فہمی یہ لگی ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بعض وقت ایک شخص نے مرتد ہو کر کسی مسلمان کو قتل کر دیا تو ایسے شخص کو آنحضرتؐ نے سزائے قتل دی ۔ فقہا نے اس بارے میں فرق نہ کیا کہ وہ سزا در اصل قتل نفس کی تھی نہ ارتداد کی ۔ اسی طرح ایک شخص مرتد ہوتا تو چونکہ جنگ کا زمانہ تھا وہ دشمنانِ اسلام سے جا ملتا تو ایسے شخص کو اگر واجب القتل قرار دیا جائے تو اس وجہ سے نہیں کہ وہ مرتد ہوا بلکہ اس وجہ سے ہوگا کہ اسلامی فوج کو چھوڑ کر دشمن کی فوج سے جا ملا ۔ محض ارتداد یا تبدیل دین کے واقعات کا ذکر قرآن شریف میں موجود ہے اور ایسی صورت میں سزائے قتل کا کوئی ذکر نہیں بلکہ اس کے خلاف یہ ذکر موجود ہے کہ ایسے لوگوں کے ساتھ ہر حال میں جنگ بھی جائز نہیں ۔ مثلاً سورۃ نساء ۹۰ میں ایسے مرتدین کا ذکر ہے جو مسلمانوں کے ساتھ جنگ نہیں کرتے تو وہاں حکم ہے کہ تم بھی ان کے ساتھ جنگ نہ کرو ۔ آل عمران ۷۱ میں ذکر ہے کہ مدینہ میں یہودی یہ تجویزیں کیا کرتے تھے کہ صبح کو مسلمان

ہو جاؤ اور شام کو مرتد ہو جاؤ تا کہ مسلمانوں میں بد دلی پھیلے اگر مرتدین کو قتل کی سزا دی جاتی تھی تو ایسی تجویز ممکن ہی نہیں۔

المائدہ: ۵۴ میں یہ ذکر ہے کہ اگر کوئی مرتد ہوتا ہے تو ہو جائے اس سے خدا کا دین کمزور نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ اس کی نصرت کے لئے ایک ایک مرتد کی جگہ ایک ایک گروہ کو لائیگا غرض احکام قرآنی اور واقعات کو دیکھا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ محض ارتداد پر کسی کو سزائے قتل نہ دی جاتی تھی احمدیت نے اس مسئلہ کو صاف کیا اور بتایا کہ شریعت اسلام میں محض تبدیل مذہب پر سزائے قتل نہیں۔ اور اس طرح اسلام سے اس بدنما داغ کو دور کیا کہ گویا اسلام تلوار کے زور سے اپنے آپ کو قائم رکھ سکتا ہے اور اس کے اندر زندہ رہنے کے لئے روحانی طاقت موجود نہیں۔ (کتاب تحریک احمدیت صفحہ ۱۹۲ و صفحہ ۱۹۳)

علماء کرام کی ذمہ داری

امیر جماعت اسلامی پاکستان نے علماء سے اپیل کی ہے کہ وہ آپس کے اختلافات ختم کر کے امت کو متحد کرنے کا فریضہ انجام دیں یوں تو معاشرے میں نیکی کی ترویج اور برائی کی روک تھام ہر مسلمان کا فرض ہے لیکن قرآن نے اس مقصد کے لئے جس خاص جماعت کا ذکر کیا ہے وہ طبقہ علماء ہی ہے جس پر معاشرے کی اصلاح نیکیوں کے فروغ اور برائیوں کے خاتمے کی گراں بہا ذمہ داری ڈالی گئی ہے آج صرف پاکستان ہی نہیں پورا عالم اسلام انتشار اور افتراق کا شکار ہے اس انتشار میں مذہبی اختلافات نے بڑا کلیدی کردار ادا کیا ہے مستشرقین اور استعماری طاقتوں کے ایجنٹوں نے بھی مسلمانوں کے بعض فروعی اور فقہی اختلافات کو بنیادی اختلافات قرار دینے کی سازش کر کے عالم اسلام کے اتحاد کو بے پناہ نقصان پہنچایا ہمارے یہاں بالعموم ہر مذہبی مکتب فکر اپنے آپ کو صحیح اور دوسرے کو غلط قرار دیتا ہے۔ طبقہ علماء میں ایسے حضرات بھی موجود ہیں جو رواداری، ایک دوسرے کے خیالات و نظریات کے احترام اور افہام و تفہیم کے لئے سرگرم عمل رہتے ہیں لیکن ایسے حضرات کی بھی کمی نہیں جو بقول قاضی حسین احمد اپنے مکتب فکر اور مسلک کو درست ثابت کرنے اور دوسرے کو غلط ثابت کرنے کے لئے دلائل اکٹھے کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ حالانکہ یہ طرز عمل علمائے دین کے شایان شان نہیں اس سے امت میں اختلافات کا دائرہ وسیع تو ہو سکتا ہے اتحاد و یک جہتی کو فروغ نہیں مل سکتا۔ حالانکہ منبر و محراب سے امت مسلمہ کے درمیان اتحاد و یک جہتی کی آواز اٹھنی چاہیئے کیونکہ قرآن نے بھی مسلمانوں کو باہمی انتشار کے خوفناک نتائج سے متنبہ کیا ہے اگر علمائے عظام اس طرف توجہ دیں تو بلاشبہ یہ دین کی عظیم خدمت ہوگی اور معاشرے میں پائی جانے والی ہر برائی کے خلاف ایک موثر قوت فراہم ہو سکے گی۔ (جنگ لاہور ۱۸/۳)

دُنیا پرست علماء

مولانا ابوالکلام آزاد علماء حق کی تعریف کے ساتھ ساتھ علماء سو کا نقشہ کھینچتے ہوئے اپنی کتاب تذکرہ میں لکھتے ہیں:۔

"سانپ اور بچھو ایک سوراخ میں جمع ہو جائیں
مگر علماء دنیا پرست کبھی ایک جا نہیں ہونگے۔"

یہی حال ان سگان دنیا کا ہے ساری باتوں میں متفق ہو سکتے ہیں لیکن جہاں دنیا کی ہڈی نظر پڑی ہو وہاں پہنچ کر اپنے پنجوں اور دانتوں پر قابو نہیں رکھ سکتے ہے"

اب اس اقتباس سے یہ ہرگز نہ سمجھا جائے کہ میں نے کسی مذہبی طبقے کی دل آزاری کی ہے کیونکہ خود مولانا آزاد نے یہ چھوٹے عالموں یعنی سگان دنیا پرست کے بارے میں لکھا ہے اور پاکستان میں تو اللہ کے فضل سے علماء کرام علماء حق ہیں جو اپنی استطاعت کے مطابق اور اپنے دائرہ کار میں خدمت دین میں لگے رہتے ہیں۔

دائرے اور دین کے دائرے سے ہمیں ایک اور اقتباس یاد آیا جو ابن انشاء مرحوم نے "اردو کی آخری کتاب" میں لکھا ہے:

"ایک دائرہ اسلام کا ہوتا ہے پرانے زمانے
میں لوگوں کو اس دائرے میں داخل کیا کرتے
تھے اب خارج کیا کرتے ہیں"

اس اقتباس کے ساتھ ایک کارٹون بھی ہے جس میں ایک لٹھ بردار ڈنڈا پکڑ کر ایک دائرے سے لوگوں کو نکال رہا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ ہمارے ہاں اب علماء میں اتحاد و یگانگت کے جذبات پائے جاتے ہیں۔ یوں بھی تیزی سے بڑھتی ہوئی سیکولر سوچ کے باعث علماء مل کر بڑے فتنے کا مقابلہ کرنے کی سوچ رہے ہیں۔ ریفرنس کے لئے ملاحظہ ہو شریعت بل کے مسئلے پر اتحاد علماء ۔۔۔۔ اور جو کچھ باہر رہ گئے وہ بھی نفاذ اسلام پر متفق ہیں۔ تھوڑی بہت تشریحات پر اختلاف ہے۔ وہ بھی دور ہو جائے گا ان شاء اللہ! پھر سب مل کر جلوس نکلوائیں گے جیسے پاکستان قومی اتحاد نے نظام مصطفےٰ کے لئے اور شریعت محاذ نے شریعت بل کے لئے نکالے تھے۔ یوں پاکستان جو اسلام کے نام پر لیا گیا وہاں اسلام ہی کا بول بالا ہوگا ۔۔۔۔ وغیرہ وغیرہ

(جنگ جمعہ ایڈیشن مارچ ۱۹۸۹ء)

بازگشت:

ایک خبر کے مطابق انسانی حقوق کے بارے میں کراچی کے ایک سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے جسٹس ریٹائرڈ دراب پٹیل صاحب نے استدعا کی کہ پاکستان کو "لادین" سیکولر ریاست بنایا جائے۔

اس خبر سے متصل پاکستان کی سوشلسٹ پارٹی کے صدر مسٹر سی آر اسلم کا یہ بیان دیکھنے میں آیا جس میں انہوں نے اس لادینی رجحان کو تقویت پہنچانے کی اپیل کی تھی جو حالیہ ملکی انتخابات کے بعد تنگ نظر مذہبی بنیاد پرستی، قوم پرستی اور علاقائی تعصبات کے مقابلے میں ابھرا ہے۔

پھر یہ بیان بھی چند روز قبل پریس میں شائع ہوا تھا کہ پیپلز پارٹی سندھ کے سینئر نائب صدر سید پرویز علی شاہ نے سکھر میں ہندو پنچایت کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا پیپلز پارٹی سیکولرازم پر یقین رکھتی ہے اور ہمارے نزدیک انسانی رشتے اولیت اور مذہبی رشتے ثانوی حیثیت رکھتے ہیں۔ (الفتح ۱۲ فروری ۱۹۸۹ء)

متن قرار دادِ مقاصد پاکستان

چونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کل کائنات کا بلا شرکت غیرے حاکم مطلق ہے اور اس نے جمہور کی وساطت سے مملکت پاکستان کو اختیار حکمرانی اپنی مقرر کردہ حدود کے اندر استعمال کرنے کے لئے نیابتاً عطا فرمائے ہیں اور چونکہ یہ اختیار حکمرانی ایک مقدس امانت ہے لہٰذا:۔

- جمہور پاکستان کی یہ نمائندہ مجلس دستور ساز فیصلہ کرتی ہے کہ آزاد و خود مختار مملکت پاکستان کے لئے ایک دستور مرتب کیا جائے جس کی رو سے مملکت کے جملہ حقوق و اختیارات حکمرانی جمہور کے منتخب کردہ نمائندوں کے ذریعے استعمال کئے جائیں۔
- جس میں اصول جمہوریت حریت مساوات رواداری اور عدل عمرانی کو جس طرح اسلام نے ان کی تشریح کی ہے پورے طور پر ملحوظ رکھا جائے۔
- جس کی رو سے مسلمانوں کو اس قابل بنایا جائے کہ وہ انفرادی و اجتماعی طور پر اپنی زندگی کو اسلامی تعلیمات و مقتضیات کے مطابق جو قرآن مجید اور سنت رسول میں متعین ہیں ترتیب دے سکیں۔
- جس کی رو سے بنیادی حقوق کی ضمانت دی جائے اور ان حقوق میں قانون اور اخلاق عامہ کے تحت مساوات، حیثیت اور مواقع قانون کی نظر میں برابری، عمرانی، اقتصادی اور سیاسی عدل، خیال، اظہار، عقیدہ، دین، عبادت اور ارتباط کی آزادی شامل ہوں۔
- جس کی رو سے نظام عدل کی آزادی کامل طور پر محفوظ ہو۔

ـــــ ✤ ✤ ✤ ـــــ

صدقات تقدیر کو بدل دیتے ہیں

حضرت بانی سلسلہ فرماتے ہیں:۔

"اگر کوئی تقدیر معلق ہو تو دعا اور صدقات اس کو ٹلا دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس تقدیر کو بدل دیتا ہے۔"

محمد علی میموریل ڈسپنسری حسب معمول دکھی انسانیت کی خدمت میں مصروف ہے۔ لوگ یہاں احباب کرام کے عطیات سے مفت شفا پاتے ہیں۔ ڈسپنسری کے مستحق مریضوں کے لئے صدقہ کی رقم ارسال فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

انچارج ڈسپنسری، دارالسلام کالونی، ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور ۱۶

ضرورت رشتہ

دو احمدی لڑکیوں۔ ایک بی ایس سی بی ایڈ برسر روزگار، اور دوسری ایم ایس سی طالبہ کے لئے جماعت میں مناسب حال رشتوں کی ضرورت ہے۔ خط و کتابت معرفت ایڈیٹر پیغام صلح کی جائے۔

بقیہ خط حضرت امیر ایدہ اللہ

دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو حق و باطل میں تمیز کی معرفت عطا کرے۔ پاکستان کی سلامتی اور استحکام کے لئے دعا کریں۔ اسلامی دنیا کو جو مسائل درپیش ہیں ان کے حل کے لئے دعا کریں۔ بنی نوع انسان کی عمومی فلاح و صلاح کے لئے دعا کریں اور ان سب سے بڑھ کر اپنے پیارے رسول حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجیں کہ حضور پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں معرفتِ الٰہی کی راہ دکھائی۔ والسّلام

(دستخط)

حضرت ڈاکٹر سعید احمد خاں ایدہ اللہ تعالیٰ

دارالسلام نیو گارڈن ٹاؤن لاہور

بقیہ: مسائل عید الفطر

کرے بلکہ اگر ایک طرف یہ روزے کا اہم اور ضروری جزو ہے تو دوسری طرف انفاق فی سبیل اللہ بھی اس کا ویسا ہی اہم اور ضروری جزو ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عمل اس بات پر شاہد ہے کہ اگر آپ اس ماہ میں ایک طرف عبادت میں حد سے زیادہ مشغول رہتے تھے قرآن کریم کی تلاوت معمول سے زیادہ کرتے تھے تو دوسری طرف آپ کی سخاوت بھی اس ماہ میں کمال کو پہنچی ہوئی ہوتی تھی۔

دینِ حقہ کی یہ بڑی بھاری خوبی ہے کہ ہر کام کے دو حصے کئے ہیں۔ ایک حصہ کو فرض اور ضروری قرار دیا ہے اور دوسرے حصہ کو ہر ایک فرد کی مرضی اور استطاعت پر چھوڑا ہے۔ نماز اور دعا میں یہی حال ہے۔ روزوں اور زکوٰۃ میں یہی حال ہے۔ ماہِ رمضان میں گو سخاوت اور صدقات کی بڑی تلقین کی ہے اور پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ موجود ہے کہ آپ اس مبارک مہینہ میں حد درجہ کی سخاوت کرتے تھے لیکن تاہم یہ ہر ایک کی مرضی استطاعت اور حالات پر چھوڑا ہے کہ وہ اس مبارک مہینہ میں کس قدر اور کس حد تک انفاق فی سبیل اللہ کرے لیکن صدقۃ الفطر کو سنت مؤکدہ اور ضروری قرار دے کر اس صدقہ کو ایک نظام کے تحت لایا گیا ہے جس کا مقصد وحید صرف اس قدر ہے کہ ہر مومن ماہِ رمضان میں بھی شفقت علیٰ خلق اللہ کا عملی ثبوت دے کر اپنی جماعت کے مفلس، غریب اور نادار بھائیوں کو بھی عید کی خوشی میں شریک ہونے کا موقع دے اسی غرض سے اس صدقۃ الفطر کا نماز عید سے قبل ادا ہو جانا اشد ضروری ہے۔ بلکہ افضل صورت یہی ہے کہ اسی مبارک مہینہ میں اس کو ادا کر دیا جائے۔ تاکہ عید سے پہلے پہلے مستحق لوگوں تک یہ پہنچ سکے۔ اور وہ بھی عید کے موقعہ پر ہماری خوشی میں شریک ہو سکیں۔ ہمیں کوشش کرنی چاہیئے کہ یہ فریضہ بھی جس قدر جلد ممکن ہو ادا ہو جائے۔

صدقہ فطر اور عید فنڈ

حدیث بخاری میں ہے۔ عن ابن عمر فرض النبی صلعم صدقۃ الفطر او قال رمضان علی الذکر والانثیٰ والحر والمملوک صاعًا من تمر او صاعًا من شعیر۔

یعنی نبی کریم صلعم نے صدقہ فطر اور صدقہ رمضان مرد اور عورت اور آزاد اور غلام سب پر فرض ٹھہرایا۔ یا ایک صاع کھجور اور ایک صاع جو۔ احادیث میں ایک صاع کشمش یا ایک صاع پنیر بھی آتا ہے۔

اس حدیث سے اور دیگر متعدد احادیث سے صدقہ فطر کی اہمیت خوب واضح ہوتی ہے اور حدیث ابن عمر میں ہے کہ یہ صدقہ عید سے ایک یا دو دن پہلے ادا کر دیتے تھے لیکن آج لوگوں نے اس فریضہ کو فراموش کیا ہوا ہے۔ یہ صدقہ کبھی انتظام کے ماتحت جمع نہیں ہوتا جہاں کسی کا جی چاہا۔ کسی نے دے دیا لیکن خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ امتیاز صرف جماعت احمدیہ کو ہی حاصل ہے۔ کہ اس کا ایک بیت المال ہے اور نہایت اہتمام اور انتظام کے ساتھ ایسے مال کو جمع کیا جاتا ہے۔ جو جماعتی زندگی کا موجب ہے اس لیے سب احمدیوں کا فرض ہے کہ وہ اپنی فضیلت اور امتیاز کو ہر جگہ قائم رکھیں اور نہایت احتیاط کے ساتھ صدقہ کو جمع کیا جائے اور مرکزی بیت المال میں بھجوایا جائے۔ صدقہ فطر کے موجودہ نرخ کے حساب سے انجمن نے روپے فی کس مقرر کیے ہیں جملہ احمدی احباب کو چاہیئے کہ وہ اس فریضہ پر نہایت فرمہ داری کے ساتھ عمل پیرا ہوں۔ کیونکہ انہی فرائض کی پابندی میں جماعت کی زندگی کا راز پوشیدہ ہے۔ ؎

دہر میں عیشِ دوام آئین کی پابندی سے ہے
موج کو آزادیاں سامانِ شیون ہو گئیں

صدقہ فطر کے علاوہ ہمارے ہاں جامع فنڈ بھی ہے۔ اس فنڈ کا مقصد یہ ہے کہ جہاں ہماری جماعتوں کے پاس اپنی جامع و مرکز نہیں ہیں وہاں اس فنڈ سے مدد دی جائے بعض جگہوں پر اسکی سخت ضرورت ہے اس لئے اس فنڈ کی ضرورت اور اہمیت واضح ہے ہمارے ہاں عید فنڈ بھی ہے یہ فنڈ حضرت صاحب نے خود قائم کیا تھا۔ عید کے دن اشاعت دین کو بھی مدنظر رکھنا چاہیئے۔ ہمیں اپنی جماعت کے اس پہلو کی طرف بھی خصوصی توجہ دینی چاہیئے۔

جماعتی خبریں

● مکرم و محترم حضرت امیر جماعت دامت برکاتہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بخیریت ہیں الحمدللہ صحت اچھی ہے حسب معمول کار دینیہ میں مصروف ہیں احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے انہیں کام والی لمبی عمر عطا فرمائے اور آپ کا بابرکت سایہ ہمارے سروں پر تادیر سلامت رکھے۔ حضرت امیر احباب و خواتین کو دعاؤں بھرا اسلام لکھواتے ہیں۔

● اشاعت الحق کا اقتباس

یورپ کی ایک مقبول عام زبان ہسپانوی میں قرآن پاک کی مکمل تفسیر شائع کرنے کے بعد اب دیگر زبانوں میں یہ کام ہو رہا ہے۔

فرانسیسی اور جاپانی زبانوں میں حضرت مولانا محمد علی کی علمی شاہکار انگریزی تفسیر قرآن، منتقل کرنے کا کام جاری ہے اب جرمن اور چینی زبانوں میں بھی یہ کام بہت جلد شروع ہوگا۔ انشاءاللہ۔ یہ اہم کام امریکہ اور کینیڈا کی جماعتیں مشترکہ طور پر کر رہی ہیں۔ اس کے علاوہ مندرجہ ذیل لٹریچر احباب کرام کے لئے جلسہ کے موقع پر دستیاب ہوگا

۱۔ جرمن زبان میں ـــ اسلامی اصول کی فلاسفی از حضرت مرزا غلام احمد قادیانی۔

۲۔ محمد مصطفیٰؐ از حضرت مولانا محمد علی

۳۔ اسلام، انسانیت کا دین۔ از حضرت مولانا محمد علی

۲۔ روسی زبان میں ـــ اسلام، انسانیت کا دین از حضرت مولانا محمد علی

۳۔ چینی زبان میں ـــ اسلام انسانیت کا دین، از حضرت مولانا محمد علی۔

۴۔ فرانسیسی زبان میں ـــ محمد مصطفیٰؐ (از مولانا محمد علی)

۲۔ اسلام، انسانیت کا دین (از حضرت مولانا محمد علی)

۵۔ انگریزی زبان میں ـــ شہادت القرآن۔ از حضرت مرزا غلام احمد قادیانی (۲) اسلام انسانیت کا دین، از حضرت مولانا محمد علی (۳) محمد مصطفیٰؐ، از حضرت مولانا محمد علی (۴) اسلام اور عیسائیت (از محترم نصیر احمد فاروقی)

۶۔ انڈونیشی زبان میں ـــ تفسیر قرآن (از مولانا محمد علی) (۲) دین اسلام (۳) جہاد (از حضرت مولانا محمد علی (۴) زندہ نبیؐ کی زندہ تعلیم از مولینا محمد علی (۵) سیرت خیر البشرؐ (ایضاً)

۷۔ ڈچ زبان میں ـــ (۱) تفسیر قرآن۔ (مولینا محمد علی) دین اسلام۔ سیرت خیر البشرؐ، زندہ نبی کی زندہ تعلیم (ایضاً) احادیث العمل (صحیح بخاری کا خلاصہ) نظام نو۔ خلافت راشدہ اسلام۔ دین انسانیت (از مولینا محمد علی)

● کمپیوٹر اور پریس ـــ محترم امام موسیٰ صاحب انچارج دارالکتب الاسلامیہ انڈونیشیا کے تازہ خط سے یہ خوشخبری موصول ہوئی ہے کہ اس ادارہ نے اب اپنا کمپیوٹر اور پرنٹر خریدا ہے۔ الحمدللہ اس سے طباعت کے کام میں سہولت پیدا ہوگی اور اخراجات میں کمی ہوگی۔

● جزائر فیجی ـــ ان جزائر میں انجمن کی چھ شاخیں ہیں اور سب شاخیں اطمینان بخش طریقے پر تبلیغ کا فریضہ انجام دیتی ہیں با (B A) کے مقام پر واقع کنڈرگارٹن سکول کو ایک دینیاتی ادارہ بنانے کی کوشش جاری ہیں البتہ نادی کے مقام پر جو مرکزی ادارے زیر تعمیر تھے ملک میں سیاسی صورتحال بگڑ جانے کی وجہ سے ان پر کام روک دیا گیا ہے۔ آمید ہے حالات ٹھیک ہو جانے پر یہ کام پھر شروع ہوگا انشاءاللہ۔

● بھارت ـــ ہندی زبان میں متن قرآن کا ترجمہ مکمل ہو چکا ہے اس وقت مسٹر ڈکشن لوری سندری آف ہولی قرآن کا ہندی ترجمہ کر رہا ہے۔ اس سے فارغ ہو کر تفسیر کا ہندی ترجمہ شروع ہوگا۔

کشمیری ترجمہ و تفسیر کا کام بھی جاری ہے امید ہے کہ آئندہ سال اس کی ایک جلد منظر عام پر آئے گی انشاءاللہ۔

● فطرانہ اور عید فنڈ: حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے فطرانہ عید کی شرح سات روپے فی کس مقرر فرمائی ہے۔ فطرانہ عورت مرد۔ بچہ۔ بوڑھا۔ جوان سب پر یکساں واجب ہے احباب قبل از نماز عید فطرانہ کی رقم انجمن کے دفتر تحصیل میں جمع کرائیں عید کے دن کئی قسم کی خوشیاں حاصل ہوتی ہیں اور ہماری اصل خوشی دین کی خدمت میں ہے اس لئے اشاعت دین کی خاطر عید فنڈ لکھا کر کے قلبی راحت کا سامان مہیا کریں یاد رہے کہ یہ عید فنڈ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے قائم کیا تھا۔

وفات:

گذشتہ ماہ جماعت کے پرانے بزرگ میاں رحیم بخش سامانوی مرحوم کے بڑے لڑکے فتح محمد سامانوی طویل علالت کے بعد وصال آباد میں انتقال کر گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ احباب کرام سے نماز جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

تاریخ کا ایک ورق

حضرت سلمان فارسیؓ کی کہانی

اُن کی اپنی زبانی

"میں اصفہان کی ایک بستی "جیان" کا رہنے والا ایک ایرانی نوجوان تھا میرے والد اس گاؤں کے زمیندار اس کے باشندوں میں سب سے زیادہ مالدار اور سماجی لحاظ سے سب سے بلند مقام و مرتبہ کے مالک تھے وہ میرے روز پیدائش ہی سے میرے ساتھ غیر معمولی محبت رکھتے تھے اور ان کی یہ محبت مرور ایام کے ساتھ ساتھ بڑھتی رہی اور اس میں شب و روز ازدیاد و اضافہ ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ مجھے نقصان پہنچنے کے موہوم خطرات کے پیش نظر انہوں نے لڑکیوں کی طرح میرے گھر سے نکلنے پر سخت پابندی عائد کر دی۔ میں نے اپنے آبائی مذہب مجوسیت کا علم حاصل کرنے اور اس کے احکام و فرائض پر عمل کرنے میں غیر معمولی محنت اور دلچسپی سے کام لیا اور ترقی کر کے آتش کدہ کا مرزبان ہو گیا اور شب و روز اس کو دہکانے اور روشن رکھنے کی ذمہ داری میرے سپرد کر دی گئی۔

میرے والد کے پاس کافی زمین تھی جس سے بڑی مقدار میں غلہ حاصل ہوتا تھا۔ زمین کا انتظام اور فصلوں کی دیکھ بھال وہ بذات خود کرتے تھے۔ ایک بار کسی مصروفیت کی وجہ سے وہ گاؤں نہیں جا سکے اس لئے مجھ سے کہا کہ بیٹے تم دیکھ رہے ہو کہ اپنی مصروفیت کے سبب سے میں کھیت پر نہیں جا سکتا۔ آج میری جگہ تم وہاں چلے جاؤ اور اسکی نگرانی کرو۔ والد صاحب کی ہدایت کے مطابق میں کھیت پر جانے کے ارادے سے نکلا راستے میں میرا گذر عیسائیوں کے ایک گرجا کی طرف ہوا۔ اسوقت گرجا میں نماز ہو رہی تھی۔ ان کی آواز میرے کانوں میں پڑی تو میری توجہ ان کی طرف مبذول ہو گئی۔ چونکہ میرے والد نے گھر سے نکلنے اور لوگوں کے ساتھ ربط و تعلق قائم کرنے پر پابندی لگا دی تھی اس لئے میں نصاریٰ اور دیگر اہل مذہب کے متعلق کچھ نہیں جانتا تھا۔ چنانچہ جب میں نے ان کی آواز سنی تو یہ دیکھنے کے لئے کہ وہ کیا کر رہے ہیں گرجا میں داخل ہو گیا۔ جب میں نے غور سے دیکھا تو ان کی عبادت اور نماز کا یہ انداز مجھے بہت پسند آیا اور میرے اندر ان کے مذہب سے رغبت پیدا ہو گئی۔ میں نے دل میں کہا کہ بخدا ان کا مذہب ہمارے مذہب سے بہتر ہے۔ پھر میں غروب آفتاب تک ان کے ساتھ رہا۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ اس دین کی اصل کہاں ہے انہوں نے کہا کہ اسکی اصل شام میں ہے۔ جب رات کو گھر واپس آیا تو میرے والد مجھ سے ملے اور انہوں نے میری کارگذاریوں کی روئیداد پوچھی۔ میں نے کہا اباجان! میرا کچھ لوگوں کی طرف گذر ہوا۔ جو کنیسہ میں نماز پڑھ رہے تھے مجھے ان کا طریقہ عبادت بہت پسند آیا اور میں غروب آفتاب تک ان کی صحبت میں رکا رہا۔ میرے اس عمل سے والد صاحب بہت گھبرائے اور انہوں نے کہا کہ بیٹے اس دین میں کوئی خیر نہیں ہے۔ تمہارا اور تمہارے آباؤ اجداد کا دین اس سے بہتر ہے میں نے کہا کہ ہرگز نہیں۔ خدا کی قسم! ان کا دین ہمارے دین سے اچھا ہے میری بات سن کر والد صاحب کو اس بات کا اندیشہ پیدا ہو گیا کہ کہیں میں اپنے دین سے پھر نہ جاؤں چنانچہ انہوں نے مجھے گھر میں قید کر کے میرے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیں موقع پا کر میں نے نصاریٰ کے یہاں پیغام بھیجا کہ اگر شام جانے والا کوئی قافلہ تمہارے پاس پہنچے تو مجھے آگاہ کرنا۔ خوش قسمتی سے چند ہی روز کے بعد شام جانیوالا کوئی قافلہ ان کے پاس پہنچ گیا۔ اور انہوں نے مجھے اسکی اطلاع کر دی میں نے کوشش کر کے اپنے آپ کو بیڑیوں سے آزاد کیا اور چپکے سے ان کے ساتھ شام پہنچ گیا۔ وہاں پہنچ کر میں نے دریافت کیا کہ دین مسیحیت کا سب سے افضل آدمی کون ہے۔ مجھے بتایا گیا کہ وہ پادری جو گرجا کا متولی و منتظم ہے اسوقت کا سب سے افضل اور بہتر نصرانی ہے۔ چنانچہ میں نے اس کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا میں نصرانیت کی طرف مائل ہوں۔ چاہتا ہوں کہ آپ کے پاس رہوں۔ آپ کی خدمت کروں آپ سے اسکی تعلیم حاصل کروں اور آپ کے ساتھ نماز پڑھوں۔

اس نے میری درخواست قبول کر لی اور مجھے اپنے ساتھ قیام کی اجازت دے دی۔ چنانچہ اسکے ساتھ گرجا میں رہنے اور اس کی خدمت کرنے لگا لیکن چند ہی روز رہنے کے بعد مجھے معلوم ہو گیا کہ اپنے اخلاق و عادات اور اپنی سیرت و کردار کے اعتبار سے وہ کوئی اچھا آدمی نہیں ہے وہ اپنے متبعین کو صدقہ و خیرات کا حکم دیتا اور ثواب کی خوشخبری سناتا۔ جب خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے لوگ اسے مال دیتے تو وہ سب کچھ اپنے لئے جمع کر لیتا۔ فقراء و مساکین کو اس میں سے کچھ نہ دیتا۔ یہاں تک کہ دھیرے دھیرے اس کے پاس کافی دولت جمع ہو گئی۔ اور اس کے یہاں سونے سے بھرے ہوئے سات گھڑے اکٹھے ہو گئے اس کا یہ رویہ دیکھ کر مجھے اس سے شدید نفرت ہو گئی کچھ دنوں کے بعد جب اس کا انتقال ہو گیا اور نصرانی اس کی تجہیز و تکفین کے لئے جمع ہوئے تو میں نے ان کو بتایا کہ یہ بہت برا شخص تھا تم لوگوں کو صدقہ و خیرات کا حکم دیتا مگر تمہاری دی ہوئی پوری کی پوری رقم اپنی ذات کے لئے جمع کر لیتا تھا۔ اس سے محتاجوں اور ضرورت مندوں کو ایک حبہ نہیں دیتا تھا۔ انہوں نے کہا تم کو کیسے معلوم؟ میں نے کہا کہ میں تم اس کا خزانہ دکھاتا ہوں اور میں نے وہ جگہ دکھا دی۔ انہوں نے وہاں سے سات گھڑے نکالے جو سونے چاندی سے پر تھے۔ یہ دیکھ کر انہوں نے کہا بخدا ہم اس کو ہرگز دفن نہیں کریں گے۔ پھر انہوں نے اس کی لاش کو صلیب پر لٹکا کر اس پر پتھروں کی بارش کر دی۔ اس کے چند روز بعد انہوں نے اس کی جگہ ایک دوسرے شخص کو مقرر کر دیا اور میں اسکی صحبت میں رہنے لگا۔ میں نے دنیا میں کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو اس سے زیادہ دنیا سے بے نیاز آخرت کا مشتاق اور عبادت کا پابند ہو۔ میں اس سے غیر معمولی محبت کرنے لگا اور ایک مدت تک اس کی صحبت سے مستفید ہوتا رہا۔ جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو میں نے اس سے عرض کیا محترم! میرے لئے آپ کی کیا وصیت ہے آپ مجھے اپنے بعد کس کی صحبت اختیار کرنے کی نصیحت فرماتے ہیں۔ اس نے کہا بیٹے! اپنے علم کی حد تک میں صرف ایک شخص کو جانتا ہوں جو اس دین پر قائم ہے جس پر میں تھا۔ وہ فلاں شخص ہے جو موصل میں رہتا ہے اس نے صحیح دین میں کوئی تحریف نہیں کی ہے حق اب صرف اسی کے پاس ہے۔ جب میرے مرشد کا انتقال ہو گیا تو میں موصل پہنچا اور اس شخص کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسکو اپنی پوری سرگزشت سے آگاہ کر دیا۔ میں نے اسے بتایا کہ فلاں بزرگ نے اپنی موت کے وقت مجھے آپ کی صحبت اختیار کرنے کی وصیت کی تھی۔ انہوں نے مجھے بتایا تھا کہ اب صرف آپ ہی اس دین پر قائم ہیں جس پر وہ تھے میری بات سن کر انہوں نے مجھے اپنے پاس ٹھہرنے کی اجازت دیدی اور میں وہاں رہنے لگا۔ میری بدقسمتی کہ ان کی موت کا پروانہ بہت جلد آ گیا جب ان کی انتقال کی گھڑی قریب آ گئی تو میں نے عرض کیا کہ محترم! میرے لئے کیا وصیت ہے مجھے کس کے پاس جانے کی ہدایت فرماتے ہیں۔ میری بات سن کر انہوں نے فرمایا بیٹے بخدا مجھے نہیں معلوم کہ نصیبین کے فلاں شخص کے سوا کوئی دوسرا آدمی اس دین پر باقی ہے جس پر ہم لوگ ہیں۔ بس تم وہیں جاؤ اور اسکی صحبت اختیار کرو۔ اس بزرگ کی تجہیز و تکفین کے بعد میں نصیبین والے بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں اپنے حالات اور اپنے مرشد کی ہدایت سے آگاہ کیا۔ انہوں نے مجھے اپنے ساتھ رکھنے پر رضامندی ظاہر کی اور میں ان کے پاس مقیم ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ اسی دین پر قائم ہیں جس پر پہلے دونوں بزرگ تھے لیکن مجھے ان کی صحبت میں رہتے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ وہ بزرگ بھی چل بسے۔ انتقال سے قبل انہوں نے مجھے ایک اور شخص کا پتہ دیا جو عموریہ میں رہتا تھا۔ اور کہا کہ میرے بعد تم اس کے پاس چلے جانا۔ میں ان کی ہدایت کے مطابق عموریہ پہنچا۔ تمام حالات و واقعات سے انہیں باخبر کیا اور بزرگ کی وصیت کا ذکر کرتے ہوئے ان کی خدمت میں قیام کی اجازت طلب کی انہوں نے اجازت دیدی اور میں ان کے ساتھ رہنے لگا۔ بخدا وہ مذکورہ بزرگوں کے طریقے پر قائم تھے۔ میں ان کی صحبت سے فیضیاب ہونے لگا۔ ان کے یہاں رہتے ہوئے میں نے کچھ گائیں اور بکریاں پال لیں جب ان کی موت کا وقت آ پہنچا تو میں نے ان سے کہا کہ آپ میرے معاملے سے اچھی طرح واقف ہیں میرے

بارے میں کس کو وصیت کرتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا بخدا! میرے علم کی حد تک روئے زمین پر اب کوئی ایسا شخص نہیں جو اس دین پر قائم ہو جس پر ہم تھے لیکن وہ وقت قریب آگیا ہے جب سرزمین عرب میں ایک نبیؐ دین ابراہیمی کیساتھ مبعوث ہوگا پھر وہ اپنے وطن سے کھجوروں والی زمین کی طرف ہجرت کریگا جو حرتین کے درمیان واقع ہے۔ اسکی چند واضح نشانیاں ہیں وہ ہدیہ قبول کریگا صدقہ نہیں کھائیگا اور اس کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی۔ اگر ہو سکے تو تم اسی علاقے میں چلے جاؤ۔

ان کے انتقال کے بعد کچھ دنوں تک میں عموریہ میں مقیم رہا۔ ایک دن ادھر سے عرب تاجروں کا گذر ہوا جو قبیلہ بنی کلب سے تعلق رکھتے تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ اگر تم لوگ مجھے اپنے ساتھ عرب لیتے چلو تو میں تمہیں اپنی ساری گائیں اور بکریاں دیدونگا وہ تیار ہوگئے اور میں نے اپنے جانور ان کے حوالے کر دیئے جب قافلہ وادی القریٰ پہنچا تو انہوں نے میرے ساتھ غداری کی اور مجھے غلام بناکر ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد بنو قریظہ کا ایک یہودی مجھے خرید کر اپنے ساتھ یثرب لے گیا میں نے وہاں کھجوروں کے پیڑ دیکھے جن کا ذکر عموریہ والے بزرگ نے کیا تھا۔ میں نے ان علامتوں کو پہچان لیا جو اس بزرگ نے بتائی تھیں اسوقت تک نبی کریمؐ ابھی مکہ میں ہی تھے۔ پھر آپؐ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آگئے ایک روز میں اپنے آقا کے باغ میں ایک کھجور پر چڑھا ہوا کچھ کام کر رہا تھا میرا آقا اسی درخت کے نیچے بیٹھا تھا اتنے میں اس کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا اللہ تعالیٰ بنو قیلہ کو ہلاک کرے وہ سب قبا میں ایک شخص کے گرد جمع ہیں جو آج ہی مکہ سے آیا ہے اور خود کو نبی بتا رہا ہے۔ یہ سنتے ہی میں جلدی جلدی درخت سے اترا اور اس آدمی سے پوچھنے لگا کہ ابھی تم کیا کہہ رہے تھے ذرا وہ بات مجھے دوبارہ بتاؤ اس پر میرے آقا نے غضبناک ہو کر مجھے ایک گھونسہ مارا اور کہا کہ تمہیں اس سے کیا مطلب جاؤ اپنا کام کرو شام کو کچھ کھجوریں ساتھ لیکر میں رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ ایک نیک آدمی ہیں اور آپکے کچھ غریب الوطن اور ضرورت مند ساتھی ہیں یہ صدقے کی تھوڑی سی کھجوریں ہیں یہ لے لیجئے آپؐ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ کھاؤ مگر خود نہ کھائیں میں نے یہ پہلی علامت دیکھی۔ اس کے بعد میں واپس گیا۔ جب رسول اللہ قبا سے مدینہ آئے تو میں دوبارہ حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آج یہ کھجوریں ہدیۃً خدمت میں پیش کر رہا ہوں آپؐ نے ان میں سے خود بھی کھائیں اور اپنے ساتھیوں کو بھی شریک کیا۔ میں نے دل میں سوچا یہ دوسری علامت ہے تیسری بار جب میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ بقیع غرقد میں کسی صحابیؓ کی تدفین میں شریک تھے میں نے آپ کو بیٹھے ہوئے دیکھا اسوقت آپکے جسم پر دو چادریں تھیں میں نے قریب ہو کر سلام کیا اور پشت کی جانب آگیا تاکہ وہ مہر نبوت دیکھ سکوں شاید نبی کریمؐ میرا مقصد سمجھ گئے اور پشت پر سے چادر سرکا دی میں نے خاتم نبوت کو دیکھا اسے پہچانا اور جھک کر اسے بے ساختہ چومنے لگا اسوقت میری آنکھوں سے مسرت کے آنسو جاری ہوگئے یہ دیکھ کر آنحضرتؐ نے وجہ دریافت کی۔ اور میں نے اپنی پوری سرگذشت بیان کر دی جس کو سن کر آپ مسرور ہوئے اور اس بات سے خوش ہوئے کہ آپکے صحابہؓ نے میری تلاش حق کی داستان سن لی ان لوگوں نے بھی اس پر انتہائی حیرت و استعجاب کا اظہار کیا اور بیحد مسرور ہوئے۔ (ماخوذ)

وفات حسرت آیات

احباب جماعت کے لئے یہ خبر رنج و افسوس کی باعث ہوگی کہ محترم عبدالغفور ثاقب صاحب کی والدہ محترمہ ۱۰ اپریل ۱۹۸۹ء بروز سوموار بعمر پچاسی سال بعد علالت وفات پاگئی ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

مرحومہ کی نماز جنازہ ۱۱ اپریل جامع دارالسلام کالونی میں حضرت امیر جماعت ایدہ اللہ تعالے کی اقتداء میں ادا ہوئی جس میں مرحومہ کے عزیز و اقارب متعلقین اور اکثر احباب و خواتین نے شرکت کی۔ بعد ازاں مرحومہ کے جسد خاکی کو قبرستان دارالسلام کالونی میں سپرد خاک کیا گیا۔ مرحومہ امیر جماعت حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان ایدہ اللہ کی رشتہ میں چچی اور خوش دامن تھیں۔

ادارہ حضرت امیر ایدہ اللہ اور محترم عبدالغفور ثاقب صاحب اور دیگر عزیز و اقارب کے ساتھ اظہار ہمدردی کرتا اور ان کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

مولانا نورالدین صاحب اور ایک طالب علم

"مدرسے سے ایک طالب علم کی دینیات کا سبق یاد نہ کرنے کی وجہ سے مولانا ممدوح کے پاس شکایت ہوئی۔ آپ نے اس کو بلا کر فرمایا "مجھے شکایت پہنچی ہے کہ تم نے دینیات کے پڑھنے سے انکار کیا ہے۔ ایک شخص یہاں موجود ہے (ایڈیٹر الحکم کی طرف اشارہ) اور وہ گواہ ہے اس نے کسی طبیب کا پیغام مجھے دیا کہ اولاد ہونے کے لئے میں اس کا علاج کر دوں اسکو یہی جواب دیا کہ مجھے دیندار اولاد کی ضرورت ہے محض اولاد مطلوب نہیں پس میں دین کے سوا کسی چیز کو پسند نہیں کر سکتا مدرسے کے اجراء سے اگر کوئی غرض ہے تو دینی تعلیم اس لئے اگر تم دینیات پڑھنا نہیں چاہتے تو فی الفور یہاں سے چلے جاؤ میں نے امام کے ہاتھ پر دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کیا ہے اس لئے کوئی شخص جو میرے ساتھ کوئی تعلق رکھتا ہے لیکن دین کو دنیا پر مقدم نہیں کرنا چاہتا میرا اس سے کچھ تعلق نہیں رہ سکتا۔ تم کو یہ خوب معلوم ہے کہ میں یہاں کسی دنیا طلبی کیلئے نہیں بیٹھا دین کے لئے آیا ہوں اور صرف دین کے لئے۔ پھر تم دیکھو کہ باوجود دیکہ کوئی نہیں جانتا میرے مولا کریم کے سوا کہ وہ مجھے کہاں سے دیتا ہے۔ پھر میں نے تمہارے اخراجات باوجود ایسی حالت کے مساکین فنڈ سے نہیں دلائے میں نے خود برداشت کئے پھر ایسی حالت میں بھی اگر تم دین کو حاصل کرنا نہیں چاہتے تو میں تم کو اپنے پاس قطعاً نہیں رکھ سکتا یاد رکھو دنیا میں کسی ایسے شخص کو جو دین سیکھنا نہیں چاہتا ہرگز اپنے پاس اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتا کیونکہ میرا ارادہ میرا خیال کچھ نہیں رہا۔ میں اسے خدا کے ہاتھ پر بیچ چکا ہوں پس میں پھر کہتا ہوں بیوی ہو لڑکی ہو کوئی ہو اگر اسے دینیات کی خواہش نہیں تو مجھے اس سے کوئی غرض رہ نہیں سکتی۔" (مرسلہ محترم ملک ظفر اللہ خان صاحب)
(الحکم ۱۹۰۸ء)

پیغام صلح کا خصوصی نمبر!

پیغام صلح کا شمارہ مجریہ ۵ امئی ۱۹۸۹ء حضرت مسیح موعود نمبر ہوگا جس میں حضرت بانئے سلسلہ احمدیہ کے یوم وصال کے موقعہ پر ان کو نذرانہ عقیدت پیش کیا جائیگا۔ احباب سے گذارش ہے کہ اپنے اپنے رشحات قلم یکم مئی ۱۹۸۹ء سے پہلے پہلے ارسال فرماکر عنداللہ ماجور ہوں۔

اس خصوصی نمبر کی اشاعت میں قدرے تاخیر ہونا ممکن ہے جس کے لئے ادارہ قارئین کرام سے پیشگی معذرت خواہ ہے۔

اقوال زرّیں

- جو شخص پیٹ بھر کر کھاتے اور اس کے پہلو میں اس کا ہمسایہ بھوکا رہ جاتے وہ ایمان نہیں رکھتا۔
- مجرم اپنے جرم کا ذمہ دار ہے۔ باپ کے جرم کا بیٹا نہیں، اور بیٹے کے جرم کا باپ نہیں۔
- جو شخص لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ خدا کا بھی شکر گزار نہیں ہوتا۔
- قدرت کا یہ اصول ہے کہ عروج کے بعد زوال اور زوال کے بعد عروج آتا ہے۔ اگر تم عروج پر ہو تو زوال کو یاد رکھو تاکہ اگر تمہارے عروج کو زوال آئے تو تم میں اس کا مقابلہ کرنے کی سکت ہو۔

راہِ وفا کے مسافر

مجاہد کبیر سے ملخص

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد مرحوم

۱۸۷۶ ـــــ ۱۹۴۳ء

عمر بگذشت و نماند است جز ایامے چند
بہ کہ در یاد کسے صبح کنی شامے چند

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد مرحوم اکتوبر ۱۸۷۶ء میں مرم سالہ میں پیدا ہوئے سیالکوٹ میں آپ نے ابتدائی تعلیم پائی اور اس کے بعد لاہور میں میڈیکل کالج میں داخل ہوئے۔ ڈاکٹری پاس کر کے سب سے پہلے بسلسلہ ملازمت افریقہ گئے اس کے بعد پنجاب کے مختلف مقامات پر متعین رہے ۱۹۰۲ء میں آپ نے بیعت کی اور قادیان کے ساتھ وہی تعلق پیدا ہو گیا جو بعض اور اکابر کی زندگیوں میں نظر آتا ہے کہ ہر ممکن موقع پر وہاں کھنچے چلے جاتے تھے۔ ۱۹۱۰ء میں آپ کی بڑی صاحبزادی کی شادی مولانا محمد علی صاحب کے ساتھ ہوئی اور علاوہ آپ کی ان خصوصیات کے جن کا ذکر آگے آئیگا یہ ایک جسمانی رشتہ بھی آپ کا مولانا محمد علی صاحب کے ساتھ قائم ہو گیا اور یہ دونوں بزرگ ایک دوسرے کے بہت قریب ہو گئے ۱۹۲۱ء میں لدھیانہ سے ڈاکٹر صاحب اپنی ملازمت سے ریٹائر ہوئے۔ اس وقت آپ کو ایک ریاست میں ایک نہایت معقول پنشن کش ملازمت کی آئی آپ نے مولانا محمد علی صاحب کو اس کے متعلق لکھا اس کے جواب میں مولانا نے ان کو ایک شعر لکھ بھیجا ؎

عمر بگذشت و نماند است جز ایامے چند
بہ کہ در یاد کسے صبح کنی شامے چند

ڈاکٹر صاحب پر اس کا ایسا اثر ہوا کہ اس کے بعد آپ نے لاہور میں ہی سکونت اختیار کر لی۔ اس شعر کو ڈاکٹر صاحب نے چوکھٹے میں لگوا کر اپنے کمرے میں آویزاں کر لیا تھا اور ان کی وفات کے بعد ان کی یادگار کے طور پر مولانا محمد علی صاحب نے یہ چوکھٹا لے کر اپنے دفتر میں لگا دیا۔ اور پھر خدمتِ قرآن اور جماعت کی تقویت کے لیئے جو کارہائے نمایاں انہوں نے کئے وہ ہمیشہ کے لئے زندہ رہیں گے۔ ڈاکٹر صاحب کی بے نظیر شخصیت اور قرآن کے ساتھ ان کی محبت کی ایک جھلک حضرت مولانا محمد علی کے اس خطبہ جمعہ میں اور اس مضمون میں نظر آتی ہے جو آپ کی وفات کے بعد پیغام صلح میں نکلے۔ جمعہ کے روز ڈاکٹر صاحب مرحوم کی تدفین ہوئی اور اس روز کے خطبہ میں مولانا محمد علی صاحب نے فرمایا کہ میرے دل کی جو حالت ہے وہ اس قابل نہیں کہ میں خطبہ کے لئے کھڑا ہوتا لیکن ڈاکٹر صاحب مرحوم کی زندگی سے جو سبق ہمیں ملتے ہیں وہ جماعت کو بتانا ضروری سمجھتا ہوں۔ اس سلسلے میں فرمایا:

"ڈاکٹر بشارت احمد صاحب معمولی انسانوں میں سے نہ تھے بلکہ اولیاء اللہ میں سے تھے جن کی زندگی لوگوں کے لئے ایک نمونہ تھی ۔ ۔ ۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو قرآن سے جو عشق تھا اس کو کون پہنچ سکتا ہے پھر آپ کے بعد حضرت مولانا نورالدین صاحب کو قرآن سے کمال عشق تھا اور ان کے بعد عشق قرآن کا کمال ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم دکھایا کرتے تھے ڈاکٹری اور سرکاری ملازمت میں جہاں کہیں گئے درسِ قرآن کا سلسلہ جاری کیا اور اس درس میں کیا کشش تھی کہ احمدی تو کیا غیر احمدی بھی ایک دفعہ ان کا درس سن لیتے تو پھر بار بار جاتے ۔ ۔ ۔ ابھی اسٹیشن پر ایک نوجوان دوست نے مجھے کہا کہ ڈاکٹر صاحب عاشق قرآن تھے اور ہم نوجوان ان کے درسِ قرآن کے عاشق تھے۔

مجدد اعظم کی تصنیف کی وجہ سے ان کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا دو جلدیں چھپ چکی تھیں اور تیسری جلد کا مسودہ تیار کر لیا تھا غرض اس کام کی تکمیل ہو گئی تو خدا نے ابنی اپنی طرف بلا لیا۔

ساری زندگی ڈاکٹر صاحب کی اعلیٰ کاموں میں صرف ہوئی خدمتِ خلق کے دو دریا ان کے اندر جاری تھے ایک لوگوں کی جسمانی بیماریوں کا علاج دوسرے روحانی بیماریوں کا علاج ۔ ۔ ۔ وہ یتیموں اور غریبوں کی مدد کرتے تھے اور ان کو اچھی جگہ پر پہنچاتے تھے ۔ ۔ ۔ اولاد بھی انہوں نے بہت نیک چھوڑی۔ ان کی وفات سے ہماری جماعت کا ایک ستون گر گیا ہے لیکن اپنے دو بیٹوں کی شکل میں دو ستون قائم کر گیا ہے۔"

اس خطبہ کو آپ نے ان الفاظ پر ختم کیا:

"آؤ ہم بھی اپنی پوری طاقت اور قوت کو اللہ تعالیٰ کے دین کی اشاعت کے لئے خرچ کر دیں۔ بہت تھوڑے دن ہماری زندگی کے باقی ہیں میں تو دو سال ڈاکٹر صاحب سے بڑا ہوں۔ جو دن گذرتا ہے اس کو غنیمت سمجھتا ہوں آؤ اپنی زندگی کو خدا کے رستے میں لگا دو تم خدا کے نام کو زندہ کرو خدا تمہارے ناموں کو زندہ کریگا۔"

حضرت مولانا محمد علی صاحب کے مضمون "دو گونہ قابلِ رشک زندگی" پندرہ روزہ پیغام صلح مورخہ ۲۲ مئی ۴۳ء کے بعض حصے درج ذیل ہیں۔ آپ نے فرمایا:

"حدیث میں آتا ہے کہ دو آدمیوں کی زندگی قابلِ رشک ہے ایک وہ جس کو اللہ تعالیٰ مال دے اور پھر اس مال کو راہِ حق میں خرچ کرنے پر مسلط کرے اور دوسرا وہ جسے اللہ تعالیٰ علم دے اور وہ اس کے مطابق فیصلے کرے اور اس کی تعلیم دے۔ پس قدر قابلِ رشک ہے وہ زندگی جسے ان دونوں باتوں کی توفیق ملی یعنی وہ اپنے مال کو بھی راہِ حق میں خرچ کرے اور اپنے علم سے بھی دنیا کو فائدہ پہنچائے۔

جب سے ڈاکٹر صاحب سلسلہ احمدیہ میں شامل ہوئے اپنے مال کا مقررہ حصہ خدا کی راہ میں اس طرح خرچ کیا گویا وہ ان کا مال ہی نہ تھا۔ چندے کو ایک امانت سمجھ کر اپنے مال سے الگ کرتے تھے اور ہر تحریک میں سابقون میں سے ہوتے تھے متوکل انتہا درجہ کے تھے عشق اور فہم قرآن کے علاوہ حضرت مولانا نورالدین صاحب کی بہت سی صفات ڈاکٹر صاحب میں تھیں ۔ ۔ ۔ اپنے ترکہ کا ایک تہائی حصہ انہوں نے انجمن کے لئے چھوڑا۔ ایک تہائی سے زیادہ وصیت کی اجازت شریعت نہ دیتی تھی جس نے ایک تہائی دیا اس نے سب کچھ ہی دے دیا ۔ ۔ ۔ آپ کی زندگی اوّل سے آخر تک مال کو خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی روشن مثال نظر آتی ہے۔ ایک ایسے زمانے میں جبکہ دنیا کے دوزخ کے ھل من مزید کے نعرے فضائے آسمانی میں گونج رہے ہیں۔ اور ابن آدم کا چھوٹا سا پیٹ جو ایک دن چار مٹھی مٹی سے بھر جائے گا۔ سونے اور چاندی کے انباروں سے نہیں بھرتا۔ اور ہر شخص کے دل و دماغ کو مال دنیا کی ہوس بھسم کئے جا رہی ہے۔ اس قسم کا انسان جس کے قلب کے کسی گوشہ کو مال کی محبت چھو بھی نہ گئی ہو یقیناً اولیاء اللہ میں سے ہے بات یہ ہے کہ مال کی محبت اور خدا کی محبت ایک دل میں جمع نہیں ہوتیں جب تک مال کی محبت کی نجاست سے انسان کا دل صاف نہیں ہوتا اس وقت تک اس کی تطہیر بھی نہیں ہوتی۔

ایک اور کمال ڈاکٹر صاحب مرحوم کے اندر تھا جسے ہمارے سید و مولیٰ نے دوسری قابلِ رشک چیز بتایا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے پاک کلام کا اعلیٰ درجہ کا علم و فہم دیا اور اس کے ساتھ ہی یہ توفیق دی کہ اس علم کو آپ نے دوسروں تک پہنچایا اور پھر اس خوبی سے پہنچایا کہ جو قرآن کا عشق اپنے دل میں تھا، اس کو ان لوگوں کے دلوں میں بھی پیدا کر دیا جنہوں نے آپ کا درسِ قرآن سنا یا آپ کی تفسیر قرآن پڑھی۔ آپ کے قرآن کے فہم میں جو خوبی میں نے دیکھی وہ ایک روحانیت کا تموج تھا جس سے ان کی باتیں حق الیقین کی طرح دل میں گڑھ جاتی تھیں ۔ ۔ ۔ طرزِ بیان بھی اعلیٰ درجہ کا مؤثر تھا۔ تحریر میں بھی اور تقریر میں بھی۔

خدا اور اس کے رسولؐ اور اس کے کلام کی محبت کے ساتھ ایک اور عشق بھی ڈاکٹر صاحب کے دل میں تھا اور وہ اس شخص کے ساتھ عشق تھا جس نے کلامِ الٰہی کا عشق ان کے دل میں پیدا

کیا یعنی امام زماں سے عشق ۔ ملازمت سے ریٹائر ہو کر اور ساٹھ سال کی عمر کو پہنچ کر وہ کام انہوں نے کیا جو نہ صرف دنیا میں ہمیشہ ان کے نام کو زندہ رکھے گا بلکہ اس بات کا بھی گواہ رہے گا کہ عشق انسان کے دل میں کس قدر رفعت پیدا کر دیتا ہے یہ کام تھا "مجدد اعظم" کی تصنیف ۔ ۱۹۳۶ء میں جب آپ کی عمر ساٹھ سال کی ہو چکی تھی اور بیماری سے صاحب فراش تھے رفیقۂ حیات کے داغ مفارقت دینے کی وجہ سے دو بچوں کا بوجھ سر پر تھا مگر آپ نے اپنی اس دل کی تڑپ کے باعث جس کا ذکر آپ نے مجدد اعظم کے دیباچے میں کیا ہے دو ہزار صفحات کی ایک عظیم الشان کتاب کی تیاری کا بیڑہ اٹھایا جس کے لئے بیس پچیس ہزار صفحات کی ورق گردانی کی ضرورت تھی ۔ یہ امام زماں کا عشق تھا ۔ ۔ ۔

ولایت وہ ہے جسے بیوی بچے تسلیم کریں باہر بیٹھ کر بہت سے ولی بن سکتے ہیں ۔ گھر کے اندر ولی بننا مشکل ہوتا ہے ڈاکٹر صاحب مرحوم گھر کے اندر بھی ولی تھے اور باہر بھی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

میرے لئے ہمیشہ وہ بمنزلہ ایک ایسے دوست کے تھے کہ دل پر کوئی غم ہوتا تو وہ ان سے مل کر ہی ہلکا ہو جاتا ۔ گو میں اسے بیان کروں یا نہ کروں اور میری اکثر عادت یہی تھی کہ بیان نہ کرتا

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد مرحوم

اپنی زندگی کے حالات خود تحریر فرماتے ہیں آپ فرماتے ہیں :

آخر گل اپنی صرف در میکدہ ہوئی
پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

مذہب سے دلچسپی مجھے بچپن سے تھی ۔ ابتدائے عمر سے ہی علماء دین کی صحبت سے مستفیض ہونے کا شوق بے حد تھا ۔ کوئی معمولی مولوی کوئی واعظ اگر قرب و جوار میں آتا اس کے وعظ میں پہنچے بغیر مجھے چین نہ پڑتا تھا ۔ میرے آباؤ اجداد حنفی المذہب تھے مگر میری طبیعت میں جہاں مذہب کا شوق تھا ۔ وہاں مسائل میں تحقیقات کرنے کا بھی عشق بدرجہ کمال تھا ۔

میرے ملنے والوں میں اہل حدیث بھی تھے تحقیقات کا نتیجہ یہ ہوا کہ اہل حدیث میں شامل ہو گیا ۔ مجھے سمجھ نہیں آتا تھا کہ حدیث کے ہوتے ہوئے کسی امام کے قول کو ترجیح کس طرح دی جا سکتی ہے ۔ یہ وہ زمانہ تھا ۔ جب اہلحدیث وہابی کہلاتے تھے ۔ اور انہیں مسجدوں میں ماریں پڑتی تھیں اور مسجدوں سے نکلوائے جاتے تھے ۔ ہمارا خاندان ان دنوں سیالکوٹ میں تھا رہتے صدر بازار میں تھے مگر میں پڑھتا شہر میں سکاچ مشن ہائی سکول میں تھا ۔ میں نے وہابی ہوتے ہی صدر کی بڑی مسجد میں سینہ پر ہاتھ باندھنا اور آمین بالجہر کہنا شروع کر دیا ۔ امام مسجد مولوی مبارک علی مرحوم تھے ۔ انہوں نے تو کچھ نہ کہا کیونکہ وہ صاحب علم تھے لیکن مقتدیوں میں کھلبلی پڑ گئی ۔ بہت شور و غل ہوا ۔ خطرناک دھمکیاں مجھے دی گئیں ۔ آخر کار رپورٹ ہمارے خاندان کے بزرگ میرے دادا صاحب کو پہنچائی گئی وہ مجھ پر بہت خفا ہوئے ۔ میں نے ان سے تو کچھ نہ کہا لیکن جب پڑھنے شہر میں اہل حدیثوں کی مسجد میں جانے لگا جہاں مولوی عبدالکریم مرحوم نماز پڑھایا کرتے تھے اور بڑی آزادی سے رفع یدین اور آمین بالجہر کہنے لگا ۔

میرے ہم جماعتوں میں مولوی قائم الدین مرحوم اور ڈاکٹر سر اقبال بھی تھے ۔ وہی ڈاکٹر اقبال جو مشہور شاعر اور فلسفی تھے پادری ینگ سن ہمارے پرنسپل تھے اور بہت سمجھدار پادری تھے مولوی قائم الدین مرحوم اور ڈاکٹر اقبال انجیل کے گھنٹہ میں ان سے اکثر بحث و مباحثہ کیا کرتے تھے مگر مسیح کی حیات کے مسئلہ میں اور ان کی فضیلت کے بارہ میں جو گفتگو ہوتی تھی اس میں پادری صاحب کے مقابل میں ان کا رنگ پھیکا پڑ جاتا تھا اور ایک دفعہ تو ایسا غضب ہوا کہ جب پادری ینگ سن قرآن کریم کی آیت اذ قال اللہ یعیسیٰ انی متوفیک و رافعک الی پیش کر کے مسیح کی فضیلت دکھا رہے تھے تو ڈاکٹر اقبال کچھ ایسے زچ ہوئے کہ کہنے لگے یہ آیت قرآنی نہیں ہے ۔ یہ پادری کی صریح فتح تھی قرآن میں یہ آیت موجود تھی ہمیں بڑی شرمندگی ہوئی میں دل میں کڑھتا رہا اور کبھی کبھی نعوذ باللہ خدا تک سے ناراض ہوتا رہا کہ اس نے ناحق مسیح کو آسمان پر چڑھا کر مسلمانوں کو عیسائیوں کے سامنے ذلیل کرا دیا آخر رات دن پادریوں سے اسلام کے خلاف باتیں سننے کا نتیجہ یہ ہوا کہ مجھے اسلام کی صداقت پر شبہات پیدا ہو گئے اور کئی دفعہ خیال ہوا کہ اسلام کو چھوڑ دینا چاہیئے ۔ آریہ سماج کا نیا نیا چرچا تھا ۔ ہندو لڑکے اس کی خوبیوں کی بڑی شیخیاں مارا کرتے تھے ۔ مجھے کئی مرتبہ خیال آیا کہ کیوں نہ آریہ بن جاؤں لیکن بچپن سے جو اسلام سے محبت تھی وہ یہ بھی گوارا نہ کرتی تھی ۔ ہمارے علماء جن سے ہمیں عقیدت تھی وہ ہماری تسلی نہ کر سکتے تھے ۔

طبیعت کی اس بے چینی کے زمانہ میں جو ۱۸۹۱ء تھا ایک روز میں اپنے صحن میں پلنگ پر لیٹا ہوا تھا کہ میرے سرہانے کی طرف سے میرے دادا جان نے ایک کتاب مجھے دکھائی کہ دیکھو چودھویں صدی کا کرشمہ ایک شخص مرزا غلام احمد قادیانی نے یہ کتاب شائع کی ہے میں نے کتاب کو دیکھا تو وہ فتح اسلام تھی میں نے اس کتاب کو پڑھنا شروع کیا ۔ پڑھتے ہی اس کی طرز تحریر میرے دل میں گھس گئی جیسے جیسے میں پڑھتا جاتا تھا اس کتاب کی باتیں میرے سینہ و قلب میں اترتی چلی جاتی تھیں ۔ اور جب وفات مسیح پر میں نے دلائل پڑھے تو میں خوشی سے اچھل پڑا ۔ میں نے وہ کتاب جب تک ختم نہیں کر لی ہاتھ سے نہیں چھوڑی ۔ اور میں نے اپنے دادا جان کو صاف کہہ دیا کہ یہ شخص صادق ہے اس پر وہ فرمانے لگے کہ نہیں تم بچے ہو تم نے ہمارے علماء دین کو ابھی دیکھا کہاں ہے وہ اس شخص پر ایک عالمگیر کفر کا فتویٰ تیار کر رہے ہیں مگر میرے دل میں اس کتاب کی صداقت کا اثر پڑ چکا تھا وفات مسیح کو چھوڑنے کے لئے میرا دل تیار نہ ہوتا تھا مجھے یہ گوہر مقصود بڑی تمناؤں کے بعد ملا تھا ۔ وہی آیت اذ قال اللہ یعیسیٰ انی متوفیک و رافعک الی جو ہمیشہ سینہ میں کھٹکتی تھی اب اپنی پوری خوبصورتی کے ساتھ میرے دل کو تشفی دے رہی تھی اب یہ حالت تھی کہ صدر بازار سیالکوٹ میں کوئی مجلس اور کوئی تقریب نہ ہوتی تھی جہاں لوگ جمع ہوتے ہوں اور حضرت مرزا صاحب کا ذکر نہ ہوتا ہو لیکن ہمیشہ مخالفانہ رنگ میں ۔

انہی دنوں میں نے ایک خواب دیکھا جو اپنے رنگ میں عجیب تھا ۔ میں نے دیکھا کہ ایک بہت بلند مینار ہے جس پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور میں شوق زیارت میں اس کی سیڑھیوں پر چڑھ رہا ہوں اور میری زبان پر یہ شعر جاری ہے ؎

کوئی سبحانی کہے کوئی انا الحق بلبلائے
بل بے تیرا بلبلانا یہ مقام غور ہے

یہی شعر پڑھتے پڑھتے اور سیڑھیاں چڑھتے چڑھتے آنکھ کھل گئی ۔ اسوقت تو مجھے اس کی تعبیر سمجھ میں نہ آئی تھی ۔ لیکن آج سمجھ آ رہی ہے کہ سبحانی اور انا الحق پر غور کرنے میں اشارہ اسی بروز کے مسئلہ پر غور کرنا تھا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا تشریف لانا آپ کے بروز کا ظہور تھا ۔ اور مینار پر ظہور کا مطلب وہی تھا جو حضرت مرزا صاحب کو الہام ہوا تھا کہ :

" پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد "

خیر کچھ دنوں بعد غلغلہ ہوا کہ مرزا غلام احمد صاحب سیالکوٹ تشریف لائے ہیں ۔ اس سے قبل ہم مولوی نورالدین صاحب بھیروی ، عبدالمنان صاحب وزیر آبادی ، شیخ الکل مولانا نذیر حسین صاحب دہلوی کی آمد آمد سیالکوٹ میں دیکھ چکے تھے ۔ اب اس آمد پر بھی ہم شہر گئے حضرت مرزا صاحب اسوقت حکیم حسام الدین مرحوم کے مکان پر تھے اور کوچہ لوگوں سے پٹا پڑا تھا ۔ میں اور میرا ایک رفیق بھیڑ چیرتے ہوئے آگے پہنچے تو دیکھا کہ حضرت مرزا صاحب ایک مکان سے نکل کر دوسرے مکان میں تشریف لے گئے اس تھوڑے سے عرصہ میں میری نگاہ جو حضرت کے چہرہ پر پڑی تو مجھے تقدس اور نور کی کچھ ایسی جھلک نظر پڑی کہ بے اختیار میرے دل نے کہا کہ یہ جھوٹے کا منہ نہیں ہو سکتا ۔ یہ ایک صادق کا نورانی چہرہ ہے ۔ اس کے بعد حضرت مرزا صاحب نے حکیم حسام الدین مرحوم کی مسجد میں عصر کی نماز پڑھائی اور ہم نے آپکی اقتداء میں نماز پڑھی اس کے بعد آپ مسجد کے در پر بیٹھ گئے اور لوگ کثرت سے مسجد میں جمع تھے اور قسم قسم کے سوالات مختلف مسائل اسلامیہ پر کرتے تھے ۔ اور آپ ایسا تشفی بخش جواب دیتے تھے کہ ایمان تازہ ہو جاتا تھا ۔ مولوی عبدالکریم صاحب اہل حدیث کے امام بیعت کر چکے تھے ۔ میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے ۔ مجھے کہنے لگے کہ دیکھو چہرہ پر کیا نور برس رہا ہے میں نے اس کی تصدیق کی شام کو ہم واپس چلے آئے لیکن طبیعت بہت متاثر تھی ۔ دوسرے دن گئے تو حضرت مرزا صاحب نے سورہ فاتحہ کی تفسیر بیان فرمائی آج تو وہ زمانہ ہے کہ احمدیوں کا بچہ بچہ اس تفسیر سے واقف ہے مگر چونکہ سورہ فاتحہ کی وہ تفسیر اسوقت پہلی مرتبہ ہمارے کانوں میں پڑی اس لیئے ان حقائق و معارف کو سن کر ہماری آنکھیں کھل گئیں اور پہلے تمام علماء کے وعظ اس کے سامنے ہیچ نظر آنے لگے ۔ ڈاکٹر اقبال صاحب اس وقت مسجد کی ڈیوڑھی کی چھت پر بیٹھے تھے اور اس تفسیر کی تعریف میں رطب اللسان تھے ۔

غرضیکہ چند دن حضرت مرزا صاحب سیالکوٹ رہ کر تشریف لے گئے ۔ سیالکوٹ میں بہت سے لوگوں نے بیعت کر لی ۔ انہی میں مولوی مبارک علی مرحوم بھی تھے جو ہماری صدر کی جامع مسجد کی امام تھے اس پر صدر میں بہت فساد ہوا ۔

اسی دوران میں مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب کا سیالکوٹ میں ورود ہوا وہ پنجاب کے اہل حدیث کے امام تھے اور ان کی علمیت اور فضیلت کا شہرہ بڑے زوروں پر تھا ان کا مشن حضرت مرزا صاحب کی مخالفت تھا ۔ میرے دل میں بوجہ اہل حدیث ہونے کے ان کی عزت خاص طور پر تھی ۔ صدر میں ایک دعوت میں ان سے ملاقات ہوئی ۔ اس کے بعد صدر کی جامع مسجد میں ان کا لکچر ہوا ۔ جو نہایت بے مزہ تھا اور قطعاً اپنے اندر کوئی ترغیب نہ رکھتا تھا مگر وہ ازالہ اوہام کھول کھول کر بعض حوالے پڑھتے تھے اور اس طرح آگے پیچھے سے کاٹ کر سر و پا بریدہ حوالے پڑھتے تھے جس سے پبلک کے بعد غلط فہمی ہوتی تھی ۔ چنانچہ انہوں نے ہمارے یہ ذہن نشین کرایا کہ مرزا صاحب کا قول ہے انا انزلناہ قریباً من القادیان قرآن کی ایک آیت ہے اور مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد " کا مصداق وہ اپنے آپ کو سمجھتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں سمجھتے " ان کا قول ہے کہ " قرآن میں گالیاں بھری پڑی ہیں " " چار سو نبیوں نے جھوٹ بولا " وغیرہ وغیرہ غرضیکہ انہوں نے ہمیں اس طرح حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے خلاف بھڑکایا کہ الامان الحفیظ ۔ ہمیں کیا پتہ تھا کہ اتنا

بڑا علامہ مسجد میں کتنا جھوٹ بول رہا ہے ہم مولوی صاحب پر حسن ظن کیوجہ سے مارے گئے۔ اور سابقون میں داخل ہونے سے رہ گئے۔ غرضیکہ سیالکوٹ کی فضا کو مکدر کر کے مولوی صاحب تشریف لے گئے اور ساتھ ہی میرے روحانی سکون کو بھی برباد کر گئے سیالکوٹ کے اہل حدیث کی محفل برہم ہو چکی تھی وہابیوں کی مسجد ویران ہو چکی تھی۔ اہلحدیث کا ایک بڑا حصہ احمدی ہو کر حکیم حسام الدین مرحوم کی مسجد میں منتقل ہو چکا تھا اور چند آدمی جو باقی رہ گئے تھے، وہ میانہ پورہ (مجھے محلہ کا نام ٹھیک یاد نہیں رہا) میں ایک پرانی شاہی زمانہ کی مسجد میں نماز جمعہ پڑھنے لگے مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی کی ابھی ابتدائی جوانی تھی انہیں وہاں امام بنا لیا گیا میں بھی نماز پڑھنے وہیں گیا مگر جس نے مولانا عبدالکریم صاحب کے خطبے سنے ہوں اسے ان کا پرانا دقیانوسی خطبہ کیا پسند آتا ایک ہی جمعہ میں طبیعت منغض ہو گئی۔ میں نے جانا ترک کر دیا۔

اتنے میں خدا کا کرنا یہ ہوا کہ ایک چشتیہ صابریہ خاندان کے ایک صوفی منش بزرگ سے ملاقات ہو گئی۔ مجھے باوجود وہابی ہونے کے تصوف کا ذوق شروع سے تھا ان کی صحبت میں وہ شوق پھر جاگ اٹھا۔ ان سے وہ تمام اوراد و وظائف سیکھے جو چشتیہ صابریہ خاندان کے صوفیا کیا کرتے تھے انہوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ آپ ان وظائف سے کیا چاہتے ہیں۔ میں نے کہا ولی بننا چاہتا ہوں۔ فرمانے لگے تم پہلے شخص ہو جس نے مجھ سے اس قسم کی درخواست کی ورنہ عام طور پر لوگ ورد اور وظیفہ دنیا کے فوائد کے لئے ہی کیا کرتے ہیں۔ الغرض اسم ذات کے وظیفہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ بات بات پر قلب میں حرکت ہوتی اور وجد کی حالت پیدا ہو جاتی اور اسم ذات کا تخیل ہر وقت پیش نظر رہتا اس اثنا میں ایک دہریہ سے ملاقات ہو گئی۔ اس نے ایسے اعتراضات کیئے کہ ایمان ہی بہہ گیا۔ وہ کہنے لگا کہ جو کچھ ہے تمہارا اپنا تخیل ہے میں نے ان بزرگ کے پاس وہ اعتراض پیش کیا فرمانے لگے فقیر کا کام بحث مباحثہ نہیں۔ میں نے کہا کہ دنیا میں رہ کر مخالف خیالات سے بھی سابقہ پڑتا رہتا ہے آخر اس کا جواب کیا دیا جائے فرمانے لگے بس وظیفہ کیئے جاؤ۔ میرا تو ایمان ہی زائل ہو چکا تھا میں نے اب وظیفہ کیا خاک کرنا تھا۔ کوشش کی مگر جب دل ہی منقبض ہو چکا ہو تو کامیابی معلوم۔ انہی دنوں میسمریزم کا نیا نیا چرچا ہوا تھا۔ ان کتابوں نے رہا سہا ایمان بھی غارت کر دیا۔ طبیعت کو سخت بے چینی تھی۔ دنیا ایک جہنم نظر آتی تھی۔

چھاؤنی سیالکوٹ میں رسالہ نمبر ۱۲ میں مولوی جلال الدین مرحوم فوجی مدرسہ میں سبق دیا کرتے تھے بڑے نیک بزرگ تھے احمدی تھے۔ ایک دن میں ان سے ملنے گیا تو وہ اندر غسل کر رہے تھے۔ باہر چارپائی پر حضرت مرزا صاحب کی مشہور تصنیف براہین احمدیہ کھلی پڑی تھی۔ میں چارپائی پر بیٹھا تو نگاہ کھلے ہوئے صفحہ پر جا پڑی۔ بے اختیار پڑھنے لگا۔ وہ تحریر کیا تھی کہ میرے جلے ہوئے دل کے لئے ایک مرہم تھی۔ اس میں قرآن کریم کے منجانب اللہ ہونے پر ایسے زبردست دلائل تحریر تھے کہ جوں جوں میں پڑھتا جاتا تھا میری آنکھوں پر سے پردہ اٹھتا جاتا تھا اور ایمان میں زندگی پیدا ہوتی جاتی تھی غرضیکہ اس روز میں نے دوبارہ پھر اپنے آپ کو مسلمان سمجھا اور دل کو یقین ہو گیا کہ حضرت مرزا صاحب کا دعوی میری سمجھ میں آوے یا نہ آوے لیکن اسلام کی صداقت پر اگر یقین پیدا ہو سکتا ہے تو حضرت مرزا صاحب کی تحریروں سے ہی ہو سکتا ہے۔ اس خیال کی تصدیق مجھے اس وقت اور بھی ہو گئی۔ جب میں نے لاہور میں دھرم مہوتسو کے جلسہ میں حضرت مرزا صاحب کا مشہور لیکچر سنا جو "اسلام اور اس کی فلاسفی" کے نام سے ایک کتاب کی شکل میں بعد میں شائع ہوا۔ مولوی عبدالکریم مرحوم کا پڑھنا عجب شان رکھتا تھا اور لیکچر کا مضمون اس قدر عالی اور بلند اور حقائق و معارف سے پُر تھا کہ پبلک حیرت سے کھڑی سن رہی تھی۔ اور مسلمانوں کا خوشی سے یہ حال تھا کہ کرسیوں سے اچھل اچھل پڑتے تھے اور میرا یہ حال تھا کہ اسلام کی صداقت اور شوکت میرے روئیں روئیں میں گھسی چلی جا رہی تھی۔

میڈیکل کالج سے نکل کر میں مشرقی افریقہ چلا گیا۔ وہاں ڈاکٹر رحمت علی مرحوم سے رات دن کی صحبت رہی وہ بڑے متقی احمدی تھے۔ وہاں حضرت صاحب کی کتب کے مطالعہ کا بہت موقعہ ملا۔ اور دل حضرت مرزا صاحب کی صداقت پر ایمان ترقی کرتا گیا مگر علماء کا جو دل پر پرانا اثر باقی تھا ان کے کفر کے فتوے میرے احمدی بننے میں روک بنے ہوئے تھے۔ افریقہ سے لوٹا تو ظفروال ضلع سیالکوٹ میں پلیگ ڈیوٹی پر متعین ہوا۔ قادیان سے حضرت مرزا صاحب کی تصانیف بہت سی منگا کر پڑھنا شروع کر دیں۔ حضرت صاحب کا غیر مذاہب کے خلاف لٹریچر اور خود اپنے دعاوی پر لٹریچر بھی پڑھا۔ ان میں سے آئینہ کمالات اسلام اور ایام الصلح نے میرے دل پر خاص اثر کیا۔ اسی اثناء میں ظفروال کے قریب ایک گاؤں بھبیاں میں ایک اہلحدیث مولوی امام مسجد بن گیا۔ وہاں جو حنفیوں اور اہل حدیث میں جھڑپ ہوئی تو تھانہ دار نے مولوی صاحب کو بمعہ ان کے سارے اہلحدیث مقتدیوں کو حوالات میں دے دیا اور ان پر ضمانتوں کے لئے مقدمہ چلا دیا۔ میں نے سنا تو میری اہل حدیث والی رگ پھڑک اٹھی۔ میں نے ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ تک کوشش کر کے ان غریبوں کی جان چھڑائی۔ وہ میرے بڑے مشکور ہوئے اور میرا ان کے ساتھ بہت ملنا جلنا ہو گیا اس اہلحدیث مولوی کو جب پتہ لگا کہ مجھ پر احمدیت اثر کر رہی ہے تو اس نے مجھے پیر مہر علی شاہ گولڑوی کی کتاب سیف چشتیائی اور ایک اور کتاب جس کا نام غالباً شمس الہدایہ تھا پڑھنے کو دی۔ میں نے ان کتابوں کو پڑھا۔ اس میں حیات مسیح وغیرہ کے مسائل کو بڑے غور سے پڑھا اور وفات مسیح کے دلائل سے موازنہ کیا تو حیات مسیح کے دلائل مجھے ہیچ نظر آنے لگے میں نے مولوی صاحب کو صاف کہہ دیا کہ آپ کی عطا کردہ کتابوں نے تو حضرت مرزا صاحب کی صداقت پر میرا ایمان اور بھی مضبوط کر دیا۔ اس پر وہ مولوی صاحب مجھ سے خفا ہو گئے اور وہ دن اور آج کا دن مجھے پھر وہ مولوی صاحب نظر نہ آئے۔

اب میں شکرگڑھ ضلع گورداسپور میں پلیگ ڈیوٹی پر تھا۔ تحصیل شکرگڑھ میں بھائی پٹھانوں کا ایک گاؤں ہے وہاں منور خاں ایک ذیلدار تھا۔ جو پلیگ کے کام میں مدد نہ کرنے کیوجہ سے معطل ہو چکا تھا۔ میری اس سے ملاقات جو بڑھی تو اس نے مجھے کہا کہ آپ میری سفارش کر کے مجھے بحال کرا دیں تو بہت مشکور ہوں گا۔ اس سے قبل تو ہم پر جب کبھی مصیبت پڑا کرتی تھی تو ہم قادیان والے مرزا سے دعا کرایا کرتے تھے تو ہماری مشکلیں اللہ تعالیٰ حل کر دیا کرتا تھا مگر اب وہ عیسیٰ مسیح خدا کا بیٹا بن گیا ہے ہمارے علماء نے اس پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے اس لئے ہم نے وہاں جانا چھوڑ دیا ہے۔ میں نے پوچھا کیا تم مرزا صاحب کو جانتے ہو؟ کہنے لگا ہاں بچپن سے جانتے ہیں بڑا نیک اور عابد زاہد شخص ہے اور بڑا مستجاب الدعوات شخص ہے۔ ہمیں اس کی دعاؤں کا تجربہ ہے بس تیر بہدف ہوتی ہیں۔ اس کے ولی ہونے میں تو کوئی شک نہیں لیکن آپ جانتے ہیں کہ اولیاء لوگوں کو ہی ٹھوکر لگا کرتی ہے معلوم ہوتا ہے منصور کی طرح سلوک کی کسی منزل پر سے پاؤں پھسل گیا ہے یا بہک گیا ہے "میرے دل پر اس کی اس تقریر نے خاص اثر کیا۔ گورداسپور کے ضلع میں ادھر اُدھر مجھے دورہ کا اتفاق کثرت سے ہوا۔ شیخ نور احمد رئیس بٹالہ اور کئی ایک سے جو احمدی نہ تھے اور بچپن سے مرزا صاحب سے واقف تھے حالات دریافت کرنے پر یہ مجھے یقین ہو گیا کہ یہ شخص راست باز اور خدا رسیدہ ہے۔ دعاوی کے متعلق پہلے ہی تسلی ہو چکی تھی لیکن جرأت کر کے بیعت کرنے سے ابھی بھی دل جھجکتا تھا کیونکہ احمدیت کی مخالفت بے حد تھی۔ اور خود ہمارے خاندان میں مخالفت کی کوئی انتہا نہ تھی۔

میرا بڑا لڑکا ممتاز احمد اس وقت دو سال کا تھا میں شکرگڑھ ضلع گورداسپور میں پلیگ ڈیوٹی پر متعین تھا اور میرے اہل و عیال امرتسر میں تھے۔ ممتاز احمد کو ٹائیفائیڈ ہو گیا۔ اور ایسا خطرناک کہ ۱۰۵ درجہ کا بخار بلکہ اس سے بھی زیادہ تیز بخار شب و روز رہنے لگا اور ٹائیفائیڈ فیور کی کل علامات پوری طرح واضح ہو گئیں اور امرتسر کے قابل ڈاکٹروں نے بالاتفاق اپنی تشخیص مکمل کر کے کہہ دیا کہ ٹائیفائیڈ فیور بہت سخت قسم کا ہے اگر زندگی ہے تو تین چار ہفتہ سے کم میں نہیں اترنے لگا۔ میں ایک ہفتہ کی رخصت لے کر آیا تھا۔ بچہ شب و روز دماغی بے ہوشی کی وجہ سے میت کی طرح پڑا رہتا تھا اور کوئی صورت بچنے کی نہ تھی۔ بخار کو گیارھواں دن تھا۔ میری رخصت ختم تھی نبض بے قاعدہ ہو چکی تھی۔ بخار کی تیزی اور بے ہوشی کا وہی عالم تھا۔ میری بے قراری کی کوئی انتہا نہ رہی میں نے واپس اپنی ڈیوٹی پر جانے سے انکار کر دیا میرے بزرگوں نے سمجھایا کہ ایسی حماقت نہ کرو۔ جو کچھ مقدر میں لکھا ہے وہ تو ہو کر رہے گا تم اپنی ملازمت خراب نہ کرو۔ اتفاق سے ان دنوں حضرت مرزا صاحب کی کتاب برکات الدعا ہمارے ہاں آئی ہوئی تھی۔ میری بیوی نے بھی پڑھی تھی وہ مجھے کہنے لگیں کہ تم گورداسپور ہو کر ہی شکرگڑھ جاؤ گے رستے میں بٹالہ ہے اگر قادیان جا کر حضرت مرزا صاحب سے دعا کراؤ تو کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ فضل کر دے۔ انہوں نے اپنی کتاب برکات الدعا میں تو بڑی زور سے لکھا ہے ؎

اے کہ گوئی گر دعا ہا را اثر بودے کجاست

سوئے من بشتاب بنمایم تراچوں آفتاب

اپنی بیوی کی زبان سے یہ الفاظ سن کر میں فوراً تیار ہو گیا ایک احمدی دوست کو میں نے بلا کر کہا کہ میرے ساتھ قادیان چلیں کیونکہ میں قادیان سے ناواقف تھا۔ رات کے دس بجے امرتسر سے گاڑی چلی نصف رات کو بٹالہ پہنچے یکہ لیا۔ سڑک نہایت خراب دھکے کھاتے گرتے پڑتے اچھلتے رات کے ۲ بجے قادیان جا پہنچے رات سخت اندھیری تھی کچھ نظر نہ آتا تھا۔ قادیان میں لالٹینوں کا کہیں نام و نشان نہ تھا۔ سردی کا موسم۔ گھروں کے دروازے بند، آدمی نہ آدم زاد، میرے دل میں خیال گذرا کہ خدا جانے اس وقت مرزا صاحب خود کیا کر رہے ہوں گے۔ مزے سے سو رہے ہوں گے یا شاید نماز تہجد پڑھ رہے ہوں۔ بہرحال دل میں تمنا ہوئی کہ دیکھوں کہ اس وقت کیا کر رہے ہیں۔ میرا احمدی رفیق آگے اور میں پیچھے۔ اندھیرے میں کچھ پتہ نہ لگتا تھا کہ اتنا کہ حضرت مرزا صاحب کے مکان کے ایک دروازہ پر میرے رفیق کا ہاتھ پڑا اور اس زور سے پڑا کہ جھٹکے سے کھل گیا حضرت میرزا صاحب نماز تہجد پڑھ رہے تھے اسی وقت آپ نے سلام پھیر اور دریافت

کرنے پر فرمایا کہ اوپر مسجد مبارک میں چلے جائیے۔ ہم دونوں وہاں چلے گئے۔ چھوٹی سی مسجد اس کے ساتھ ایک کمرہ تھا جس کا نام بیت الفکر تھا۔ وہاں چلے گئے دیکھا تو ساری مسجد میں لوگ نماز تہجد بڑے خشوع و خضوع سے پڑھ رہے تھے البتہ اس کمرے میں خواجہ کمال الدین مرحوم ایک چارپائی پر سو رہے ہوئے تھے میرے پہنچتے ہی خواجہ صاحب اٹھ کھڑے ہوئے فرمانے لگے کہ "آپ اس چارپائی پر سوئیں"۔ میں نے ان کی تکلیف کے خیال سے انکار کر دیا۔ کہنے لگے نہیں میں اب نماز پڑھوں گا غرض کہ میں اس چارپائی پر لیٹ گیا اور خواجہ صاحب وضو کر کے نماز میں مشغول ہو گئے مگر مجھے اس چارپائی پر لیٹنے سے نہایت شرم آئی کیونکہ لوگ اس قدر رقت اور خشوع سے عبادت کر رہے تھے کہ میں دل میں ندامت سے کٹا جا رہا تھا مگر تھکا ہوا تھا اس لیے آنکھ لگ گئی صبح ۴ بجے اذان ہوئی ایک شخص نے مجھے اٹھایا اور وضو کے لئے پانی دیا۔ میں وضو کر کے سنتیں پڑھ کر بیٹھا ہی تھا جو مولوی عبدالکریم مرحوم تشریف لائے انہیں دیکھ کر میرے دل کو بے حد خوشی ہوئی کیونکہ سیالکوٹ کے ہمارے پرانے اہل حدیث کی مسجد کے امام تھے وہ بھی بڑے تپاک سے ملے۔ مجھے کہنے لگے "آخر آپ آ گئے"، میں نے کہا ہاں خدا ہی لے آیا۔ اس کے بعد میں نے تذکرہ کیا کہ میرا بچہ سخت بیمار ہے اس کے لئے دعا فرمائیں۔ فرمانے لگے کہ آپ ابراہیم علیہ السلام کی طرح حنیف بنیں آپ کے لئے بھی آسمان سے آواز یا نار کونی بردًا و سلامًا علیٰ ابراھیم کی آ جائے گی۔ اور آپ کی یہ آگ اللہ تعالیٰ ٹھنڈک اور سلامتی سے بدل دے گا۔ میرے دل کو اس فقرہ سے بڑی تسلی ہوئی۔

اتنے میں حضرت مرزا صاحب اندر سے تشریف لائے۔ مجھے ایسا معلوم ہوا کہ ایک نور کا جھمکڑا سامنے آ کھڑا ہوا مولوی عبدالکریم نے میرا بازو پکڑ کے حضرت کی خدمت میں پیش کیا اور جن الفاظ میں پیش کیا، میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان الفاظ کا صحیح مصداق بنا دے اور میرا انجام بخیر ہو عرض کی کہ

"حضرت یہ بھی ایک سعید روح ہے جو میں آپ
کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں"۔

حضرت صاحب نے بڑی خندہ پیشانی سے مصافحہ کیا چونکہ لوگوں نے مشہور کیا ہوا تھا کہ مرزا صاحب کو نعوذ باللہ جذام ہو گیا ہے اور ہاتھوں میں خارش رہتی ہے۔ میں نے آپ کے ہاتھوں کو بڑے غور سے دیکھا، مجھ سیہ کار کے ہاتھوں میں آن کے نور سے ڈھلے ہوئے چاندی کے ہاتھ نظر آئے تھے تعارف کے لئے مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم نے تو اس سے زیادہ کچھ نہ کہا جو میں اوپر لکھ چکا ہوں۔ اور میرے خیال میں خدا کے مسیح کے سامنے اس سے بہتر الفاظ تعارف کے لئے ہو بھی کیا سکتے تھے میں نے خود ہی باقی باتیں اپنے متعلق عرض کیں۔ اس کے بعد نماز باجماعت شروع ہوئی۔ میں حضرت صاحب کے برابر شانہ بشانہ کھڑا تھا اور مولوی عبدالکریم مرحوم امام تھے۔ ان کی امامت میرے لئے کچھ نئی نہ تھی۔ سیالکوٹ میں عرصہ تک ہم نے ان کے پیچھے نمازیں پڑھی تھیں۔ لیکن ان کی قرآن خوانی کی جو شان قادیان میں نظر آئی وہ میں نے کبھی محسوس نہ کی تھی۔ اس کمال کی خوش الحانی اور اعلیٰ درجہ کی تاثیر ان کی زبان میں پیدا ہو گئی تھی۔ کہ میں قرآن کلکتا تھا اور تڑپتا تھا اور میرا یہ ایمان ہے کہ سب فیض مسیحائی تھا ورنہ مولانا عبدالکریم کا قرآن ہم پہلے مدتوں سے سنتے رہے تھے نہ یہ خوش الحانی تھی نہ یہ اثر تھا۔

نماز کے ختم ہونے کے بعد حضرت مرزا صاحب اندر تشریف لے گئے خلیفہ رشیدالدین مرحوم نے مجھ سے پہلے ہی دریافت کر لیا تھا کہ آپ حضرت مرزا صاحب سے ملاقات مسجد میں ہی کریں گے یا خلوت میں۔ میں نے خلوت میں ملاقات کرنی چاہی تھی۔ حضرت مرزا صاحب نے تھوڑی دیر بعد ہی ہمیں اندر بلا بھیجا۔ حضرت صاحب ایک کمرے میں جس میں بچے سوئے ہوئے تھے ایک ننگی چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے جس پر کوئی بستر نہ تھا۔ مجھے دیکھ کر پائنتی کی طرف کھسک گئے اور مجھے سرہانے کی طرف بٹھانے لگے۔ میں نے پاس ادب سے انکار کیا مگر آپ نے مجھے ہاتھ پکڑ کر سرہانے کی طرف بٹھا دیا اور خود چارپائی کی ادوان پر بیٹھے اور ہمارے درمیان میں ہمارے رفیق بیٹھ گئے میں نے عرض کی کوئی ایسا وظیفہ بتلائیے جس سے دل صاف ہو فرمایا :-

"یہی نمازیں سنوار سنوار کر اور سمجھ سمجھ کر پڑھا کرو"

میرے دل پر اس کا خاص اثر ہوا۔ وجہ یہ کہ وظیفے میں بہت کر چکا تھا جس کا نتیجہ میں نے اچھا نہ پایا تھا سوائے اس کے کہ دل کمزور ہو گیا۔ اور قوت مقابلہ ضعیف ہو گئی۔ اور دوسرے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو طریقہ تزکیہ قلب کا اپنے صحابہؓ کے لئے اختیار کیا تھا وہ یہی نماز تھی۔ اس لئے صفائی قلب کے لئے مسنون طریق یہی نماز تھی جو حضرت اقدس نے بتلائی جس سے مجھے یہ پتہ لگا کہ آپ کا قدم سنت رسول اللہ صلعم پر کس قدر مضبوط تھا اور آپ کسی ایسے وظیفے کے حامی نہ تھے جو بدعت کے رنگ میں ہو۔ صفائی قلب پر حضرت نے مزید تقریر فرمائی تقریر کیا تھی ایک روحانی طبیب مرض کی صحیح تشخیص کر کے علاج کر رہا تھا۔ میرے دل کی کمزوریوں اور وساوس کا جواب اس طرح آتا چلا آ رہا تھا کہ مجھے بعض دفعہ یہ وہم ہونے لگتا تھا کہ شاید میرا قلب کھلا ہوا ان کے سامنے ہے اور یہ دیکھ دیکھ کر اس کی بیماریوں کا علاج کر رہے ہیں اور جب انہوں نے یہ ارشاد فرمایا کہ ایک گناہگار انسان کی مثال ایک مجرم کی ہے جس کے نام وارنٹ جاری ہو چکا ہو۔ اور وہ قدم قدم پہ ڈرتا ہو اور ہر آن اسے یہی نظر آتا ہو کہ اب میں پکڑا گیا۔ اب میں پکڑا گیا پس خدا سے تعلق پکڑنے والے انسان کو جو طمانیت قلب نصیب ہوتی ہے وہ ایک گنہگار کو کب نصیب ہو سکتی ہے۔ میں یہ سن کر کانپ گیا۔ وعظ تو بہتیرے سنے تھے مگر نہ معلوم ان سادے سادے لفظوں میں کیا اثر تھا کہ دل کے اندر سرایت کرتے چلے جاتے تھے۔

اسی ضمن میں جب حضرت نے یہ فقرہ فرمایا کہ انسان کو اگلے جہان کی طرف چلنے کے لئے یوں تیار رہنا چاہیئے جس طرح ایک دور افتادہ مسافر اپنے وطن کو جانے کے لئے کمربستہ آمادہ رہتا ہے تو اتنا اثر میرے قلب پر ہوا کہ یہ دنیا ہیچ نظر آنے لگی تقریر کا خاتمہ وفات مسیح پر تھا۔ حضرت کی خصوصیت تھی۔ حضرت کو حیات مسیح کے عقیدہ کو مٹانے میں اس قدر شغف تھا کہ کوئی تقریر ہو ہر پھر کر اس موضوع پر اکثر آ جاتی تھی میں ایسا مدہوش بیٹھا تھا کہ نہ لڑکے کی بیماری یاد رہی تھی نہ دنیا کا کوئی کام ذہن میں باقی رہ گیا تھا۔ اور یہ حالت میری بعد میں بھی ہمیشہ رہی۔ یعنے بیعت کرنے کے بعد بھی حضرت صاحب کی خدمت میں جب حاضر ہوا دنیا بھول جاتی تھی۔ دنیا کے کسی کام کے متعلق دعا کی درخواست کرتے شرم آتی تھی۔

اپنے عزیزوں کی بیماری تک کے لئے دعا کراتے ہوئے حیا آ جاتی تھی۔ خیال ہوتا تھا کہ اتنا بڑا عظیم الشان انسان اور اس سے دنیا کے کاموں کے لئے دعا کرانا بڑی ناقدر شناسی ہے۔ بہرحال حضرت نے جب آخری فقرہ یہ فرمایا کہ آپ کو جو کچھ اعتراضات یا شبہات ہوں ان کے دفعیہ کے لئے ہمیں خط لکھتے رہیں یا خود یہاں آ کر تشفی کرا سکتے ہیں تو مجھے زندگی کی ناپائیداری سامنے نظر آنے لگی اور یہ سمجھ آیا کہ اتنی عمر تو تحقیقات میں ہی گذری اور فیض احمدی سے محروم رہی عمر کا کیا اعتبار ہے کہیں ایسا نہ ہو موت آ جائے اور جاہلیت کی موت پر ہی خاتمہ ہو۔ میں نے عرض کی حضرت میری بیعت لے لیں۔ میں کب تک اس طرح بھٹکتا پھروں گا۔ آپ نے میری بیعت لی۔ دعا کی۔

جب رخصت ہونے لگا تو لڑکے کی بیماری کے متعلق عرض کیا کہ بچہ بہت بیمار ہے حضرت خاص توجہ سے دعا فرماویں۔ آپ نے اسی وقت دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور دیر تک دعا فرماتے رہے دعا کے بعد مجھے رخصت ہونے کے لئے اجازت دی وہاں سے نکل کر میں حضرت مولانا نورالدین مرحوم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آن سے پرانا وہابیت کے وقت کا دلی تعلق تھا۔ انہوں نے بھی دعا پر مختصر سی تقریر کی۔ وہاں سے رخصت ہو کر سیدھا گوردا سپور پہنچا۔ اسٹیشن پر میرا آفیسر جو انگریز ڈاکٹر تھا ملا۔ میں نے اسے کہا کہ بچہ بہت بیمار ہے مجھے رخصت چاہیئے۔ مجھے کہنے لگا تم بالفعل شکر گڑھ جاؤ۔ میں دو دن کے بعد سیالکوٹ سے واپس آؤں گا تم پھر خواہ دس دن کے لئے چلے جانا۔ میں سیدھا شکر گڑھ چلا گیا۔ وہاں تیسرے دن خط آیا کہ بخار اتر گیا ہے اور لڑکا بالکل اچھا ہے۔ میں رخصت لے ہی چکا تھا۔ امرتسر گیا تو معلوم ہوا کہ جس روز صبح میں نے حضرت مرزا صاحب سے دعا کرائی تھی اس روز حالت بہت خراب تھی رات جو آئی تو ایک مایوسی کا عالم تھا۔ ۱۲ دن بخار کو ہو چکے تھے پچھلی شب کو ٹمپریچر لیا گیا تو نارمل تھا۔ خاندان کے بزرگوں کو کہا تو وہ کہنے لگے کہ تھرمامیٹر ٹھیک نہیں لگا لیکن کئی مرتبہ تھرمامیٹر لگانے کے بعد بھی جب ٹمپریچر نارمل ہی نظر آیا تو ڈاکٹر جو معالج تھا اسے خبر کی وہ بہت قابل ڈاکٹر تھا کہنے لگا دیوانے ہوئے ہو کہیں ٹائیفائیڈ فیور بھی جو اس قدر سخت قسم کا ہو بارہ دن میں اترا ہے۔ اور اچانک ؟ یہ سب تھرمامیٹر لگانے کی غلطی ہے۔ وہ خود آیا۔ بار بار ٹمپریچر لیا نبض دیکھی حیران رہ گیا۔ کہنے لگا کہ یہ خدا کا خاص فضل ہی ہے۔ میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ میں نے تو ایسا کبھی کہیں نہیں دیکھا اس قدر حالت خراب اور ردی یا یکایک صحت کا نمودار ہونا یہ تو کوئی اعجاز مسیحائی ہے کہ مردہ زندہ ہو گیا۔ اور واقعی وہ فضل ربی اور اعجاز مسیحائی ہی تھا۔ حضرت مرزا صاحب کیا سچ فرماتے ہیں کہ ؎

ہزار سرزنی و مشکلے نگردد حل
چو پیش او بردی کار یک دعا باشد

آخر رفتہ رفتہ خدا نے یہ فضل کیا کہ باوجود سخت مخالفت کے میرا سارا خاندان اور قریباً قریباً تمام اعزا و اقربا احمدی ہو گئے۔ اور یہ محض فضل ربی ہے میں تو حضرت صاحب کی خدمت میں جب بیٹھا تھا اور اس نورانی چہرہ پر میری نظر جمی ہوئی تھی، تو اللہ تعالیٰ کے فضل اور اپنی خوش قسمتی پر اللہ تعالیٰ کے شکر سے میرا قلب لبریز ہو جاتا تھا۔ اللہ اللہ جس شخص کی زیارت کی تمنا بڑے بڑے اولیاء کرتے چلے گئے مجھ گناہگار کو اس کی زیارت اور بیعت نصیب کی۔ یہ کس قدر جناب الٰہی کا احسان ہے۔

فالحمد للّٰہ
رب العالمین

صد سالہ تقریبات کا خصوصی فیچر

پاکستان کے قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات ۸۸ء میں ایک بڑے صوبے کی اسمبلی کی ایک مخصوص نشست پر ایک صاحب احمدی ہونے کے حوالہ سے بلامقابلہ منتخب قرار پائے۔ اور اسمبلی کے رکن کی حیثیت سے مصروف کار ہیں۔

موصوف سے ہماری کوئی جان پہچان نہیں اور نہ کبھی تعارف وملاقات کا موقع ہی ملا ہے نہ شکل وصورت سے کوئی شناسائی ہے۔ ظاہر ہے ان کا تعلق احمدیہ انجمن لاہور (جماعت احمدیہ لاہور) سے بالواسطہ یا بلاواسطہ کسی طرح اور کسی نوعیت کا بھی نہیں ہے اب دوسری صورت میں ان کا تعلق ربوہ جماعت سے ہی ممکن ہو سکتا ہے مگر ربوہ پریس نے بھی اس پر کوئی خیال آرائی نہیں کی ہے۔ اگر اس مسئلہ پر ربوہ جماعت مصلحتاً خاموش ہے تو ہم کچھ کہہ نہیں سکتے۔ صوبائی اسمبلی کے موصوف رکن کی بھی بلا مقابلہ منتخب ہونے کے بعد آج تک کوئی ایسی کارگذاری سامنے نہیں آئی جس سے یہ پتہ چلتا ہو کہ وہ احمدیوں کے نمائندہ و ترجمان ہیں۔ اور ان کے حقوق و مسائل سے انہیں کچھ تعلق ہے۔ ہم نے پچھلے شمارے میں ۲۳ مارچ کے تفصیلی حوالے سے احمدیہ انجمن لاہور کے موقف اور مساعی کا ذکر کیا تھا۔ اس کے برعکس قادیانی جماعت کا جو موقف رہا اس کا اجمالی جائزہ بھی دلچسپی سے خالی نہیں۔ مارچ ۱۹۴۰ء میں مسلم لیگ کے پروگرام کو جو تائید و توثیق حاصل ہوئی اور مسلمانانِ ہند نے اس کا جو بھرپور ساتھ دیا تو قادیانی جماعت کو سوچنا پڑا کہ مسلم لیگ اور کانگریس میں سے کس کا ساتھ دیا جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہر ملک اور ہر زمانہ میں کوئی نہ کوئی ایسی مقامی کشمکش ضرور ہوتی ہے جس میں لوگ غیر معمولی طور پر دلچسپی لیتے ہیں۔ اور اسے بعض دفعہ اپنے روحانی اور اخلاقی مقاصد پر بھی مقدم کر دیتے ہیں۔ اور عموماً اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ لوگوں کے دنیوی مفاد اور مقاصد کسی نہ کسی رنگ میں اس تحریک سے وابستہ ہوتے ہیں اور وہ تحریکات جو اپنے اندر اخلاقی اور روحانی پہلو رکھتی ہوں۔ اور ان کے نتائج عظیم الشان مگر کچھ تعویق سے پیدا ہونے والے ہوں، ان کی طرف عموماً کم توجہ کی جاتی ہے۔ مثلاً آجکل اسی پاکستان کے اندر دیکھ لیجئے۔ لوگ بجائے مذہبی اور روحانی تحریکات کے سیاسی تحریکات میں غیر معمولی حصہ لیتے ہیں۔ اور مذہب و اخلاق پر توجہ کم ہے لیکن ان کے ایسا سمجھنے سے خداوند تعالیٰ کی مشیت کار فرمائی سے رک نہیں سکتی۔ انسانی شورشیں اور تدابیر دھری کی دھری رہ جاتی ہیں اور حقیقت کبریٰ کا وقت آپہنچتا ہے جس کا بروئے کار آنا ناگزیر ہوتا ہے۔

تحریک احمدیت کو اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم الشان روحانی انقلاب کے لئے قائم کیا ہے اور اس کے بانی کی شخصیت بحیثیت آنحضرت صلعم کے خادم ہونے کے تاریخ انسانی میں بہت بلند ہے اس زمانہ میں مادیت نے اخلاق اور روحانیت کے رجحانات کو بنی نوع انسان کے قلوب میں مضمحل کر دیا ہے۔ نیکی اور تقویٰ کی تحریکات کمزور ہو چکی ہیں۔ اس لئے نہایت ضروری تھا کہ ایک عظیم انسان جو ایمان اور یقین کو خواہ وہ ثریا تک ہی کیوں نہ پہنچ چکا ہو۔ از سر نو دنیا پر واپس لاتا اور دنیا کو مخلوق پرستی اور باطل کی پرستش سے نجات دلاتا۔ ایسا انسان آیا اور اس نے کہا:۔

”یہ زمانہ جس میں ہم ہیں یہ ایک ایسا زمانہ ہے کہ ظاہر پرستی اور روح اور حقیقت سے دوری اور دیانت اور امانت سے محرومی اور سچائی اور اخلاقی پاکیزگی سے مہجوری اور لالچ اور بخل اور حب دنیا سے معموری اس زمانہ میں عام طور پر ایسی پھیل گئی ہے کہ جیسے حضرت مسیح ابن مریم کے ظہور کے وقت یہودیوں میں پھیلی ہوئی تھی پس جیسے یہودی لوگ اس زمانہ میں بکلی حقیقی نیکی سے بے خبر ہو گئے تھے صرف رسوم اور عادات کو نیکی سمجھتے تھے اور علاوہ اسکے دیانت اور امانت اور اندرونی صفائی اور معدلت ان میں سے بالکل اٹھ گئی تھی سچی ہمدردی اور سچے رحم کا نام ونشان نہیں رہا تھا۔ اور انواع اقسام کی مخلوق پرستی نے معبود حقیقی کی جگہ لے لی تھی۔ ایسا ہی اس زمانہ میں یہ تمام باتیں ظہور میں آگئی ہیں۔۔۔۔“

چنانچہ ان بلاؤں کو دور کرنے کے لئے اس انسان نے اپنی بصیرت اپنی معرفت اور تائید الٰہی و دعاؤں کو ذریعہ بنایا مذکورہ اقتباس سے خوب وضاحت ہو جاتی ہے کہ احمدیت دنیا میں نیکی تقویٰ اور توحید اور دین حقہ کے قیام کے لئے ہے اور اس کے پیش نظر صرف ایسے مقاصد ہیں جن کا تعلق انسانی روح اور قلب سے ہے اور اس کا تعلق کسی ایسی تحریک سے نہیں ہے جو محض کسی ملک اور قوم کی سیاسی اور مادی اغراض سے تعلق رکھتی ہوں۔ اگر یہ تحریک بھی ان مادی اور سیاسی تحریکات سے الجھ کر رہ جائے تو اس کا اصل مقصد جو اپنی نوعیت میں نہایت بلند ہے بالکل فوت ہو جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اس تحریک کے حلقہ بگوش شروع سے سیاسی اور مادی تحریکات سے بالکل علیحدہ رہے ہیں۔ قادیانیوں نے یقیناً سیاسیات میں حصہ لینے کی کوشش کی ہے اور یہ کوشش ان کے اپنے ذاتی رجحانات کی وجہ سے ہے ورنہ حضرت بانی سلسلہ اور تحریک احمدیت کے حقیقی اغراض و مقاصد کو سیاسیات سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ قادیانیوں نے کہاں تک جو سیاسیات میں حصہ لیا ہے تو اس کے نتائج چنداں خوشگوار بھی نہیں نکلے اور تحریک کو ان کے ان اقدامات سے غیر معمولی اور ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے

اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جماعت احمدیہ لاہور تحریک احمدیت کے حقیقی اغراض و مقاصد پر نہایت شدت سے کاربند ہے اور بڑی محنت سے انہیں بروئے کار لا رہی ہے مغربی دنیا میں جہاں کبھی مادی تحریکات کے مراکز ہیں وہاں دین حقہ کا اخلاقی اور روحانی پیغام پہنچایا ہے اس کا لٹریچر اس کے داعی اکناف عالم میں قرآن کو سینوں سے لگائے ہوئے پہنچے ہیں اور خدا اور اس کے رسولؐ کا نام بلند کیا ہے۔

ہماری زندگیاں راہنمائی کے لئے کارل مارکس یا کسی دنیاوی فلسفی کی محتاج نہیں۔ بلکہ ہمارے راہنما خدا اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ہمیں انہیں کا نام دنیا میں پہنچانا ہے۔

اگر جماعت احمدیہ لاہور بھی اپنی مقامی تحریکات میں الجھ کر رہ جائے تو پھر احیائے دین کا وہ عظیم الشان کام جس کے لئے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کھڑے ہوئے پس منظر میں چلا جاتا ہے۔ اور نیکی اور تقویٰ کی تحریکات جنہیں پیدا کرنے کے لئے یہ تحریک معرض وجود میں آئی پیدا نہیں ہو سکتیں مادی مقاصد بالکل ادنیٰ ہیں۔ ان مادی تحریکات نے ہی دنیا کو جہنم کدہ بنا رکھا ہے۔ اور دنیا میں جو تباہی آئی ہے وہ انہی زمینی مشاغل کا نتیجہ ہے۔ روحانیت اور اخلاق کے فقدان سے ہی انسان ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہوتے ہیں۔ اگر ان کی نگاہیں بجائے زمین کے آسمان کی طرف اٹھیں تو آج مہذب قومیں ایک دوسرے کے خون کو یوں ارزاں نہ کرتیں۔ ہم بعض ایسی تحریکات کے مؤید ضرور ہیں جن سے امت رسول کے مفاد وابستہ ہیں جیسا کہ پچھلے شمارے میں مسلم لیگ اور جماعت احمدیہ لاہور کے حوالے ہم نے سیر حاصل ذکر کیا ہے۔ لیکن ہم صرف سیاست کو ہی اپنا مقصد نہیں سمجھتے بلکہ ہمارا مقصد اس سے بہت بلند ہے۔ اور ہمارے پیش نظر دین، روحانیت، نیکی اور تقویٰ ہے، جس میں موجودہ دور کے زہروں کا تریاق پوشیدہ ہے اور خود ان مادی تحریکات کی مشکلات کا بھی حل ہے۔

ہمیں افسوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ احمدیہ تحریک کے حقیقی موقف مشن اور کام و نام کو قادیانی جماعت (ربوائی جماعت) کے اپنے غلط انداز فکر اور خطرناک طرز عمل نے جو نقصان پہنچایا ہے بلکہ بدنام کیا ہے اس کا عشر عشیر بھی تحریک کے مخالفین و معاندین نے نہیں کیا حقیقت تو یہ ہے کہ مخالف عناصر نے قادیانی جماعت کے اپنے ہی فکر و عمل کی روشنی میں احمدیہ تحریک اور اس کے بانی کی مخالفت کی اس کے اپنے ہی تیار کردہ ہتھیاروں کو اس کے خلاف استعمال کیا۔ اور بالآخر اور بظاہر ۱۹۷۴ء میں اپنی مطلب براری میں کامیاب ہو گئے۔ اور مخالفت کا لامتناہی سلسلہ کسی نہ کسی رنگ میں جاری چلتا ہے۔ یہ قادیانی جماعت کی غلط فکری اور کج عملی کا ایک فطری اور لازمی نتیجہ تھا۔ اس نے نہ صرف اس تحریک کے عقائد میں ہی غلو سے کام لیا تھا بلکہ سیاست میں بھی جو اس تحریک کے لئے شجر ممنوعہ تھی بے جا ٹانگ اڑائی تھی۔ اور بالواسطہ طور پر احمدیہ تحریک کے لئے مشکلات پیدا کرتی رہی۔

چنانچہ قادیانی جماعت کی سیاست بازی کی تاریخ بھی دلچسپی سے خالی نہیں۔ سیاست گری کے اس مزاج نے نہ صرف جماعت کو دو ٹکڑے کر کے رکھ دیا اور ایک حصہ قادیان چھوڑ کر لاہور آ گیا۔ بلکہ جماعت کے باہر بھی ملکی اور حکومتی سطح پر سیاست بازی کی جاتی رہی۔

کشمیری سیاست میں بے تدبیری سے کام لے کر علامہ محمد اقبال اور دیگر مسلم زعماء و اکابرین کی مخالفت مفت میں پلے باندھ لی تھی جس سے بالواسطہ طور پر تحریک احمدیت بھی متاثر ہوئی۔

۱۹۴۰ء کی بات ہے کانگریس اور مسلم لیگ کی تحریکیں زوروں پر تھیں۔ مسلم لیگ نے اپنے لاہور اجلاس میں قرار داد تقسیم ہند (قرار داد لاہور یا قرار داد پاکستان) منظور کی تو ان ہی دنوں جماعت قادیان کی مجلس مشاورت کا سالانہ انعقاد ہوا جس میں جماعت قادیان کے آئندہ سیاسی نصب العین پر بھی بحث کی گئی۔ معاصر ”الفضل“ اور ”فاروق“ میں جو رپورٹیں شائع ہوئیں، ان میں اس بحث کا اجمالی ذکر بھی نہ تھا اور غالباً مصلحت بھی یہی تھی کہ اس کا ذکر اردو اخبارات میں نہ کیا جائے لیکن انگریزی روزنامہ ”سول اینڈ ملٹری گزٹ“ نے ۲۶ مارچ ۱۹۴۰ء کے شمارے میں اس بحث کا ذکر اختصار کے ساتھ کیا ہے جس کا اقتباس ہم درج ذیل

کرتے ہیں۔

"سر ظفر اللہ خاں صاحب کی زیر صدارت ایک سب کمیٹی میں یہ مسئلہ غور کے لئے پیش ہوا۔ کہ آیا جماعت احمدیہ کو اپنے **سیاسی مفاد** کے لئے مسلم لیگ میں شامل ہونا چاہیئے یا انڈین نیشنل کانگریس میں۔ تجویز کیا گیا کہ اس مسئلہ کے فیصلہ کو آئندہ اجلاس پر ملتوی کیا جائے۔

اس مذکورہ بالا فیصلہ کے ضمن میں اس امر کو منکشف کیا گیا کہ کانگریس سے اس مسئلہ پر گفتگو ہو چکی ہے کہ وہ نہ صرف تسلیم کرے کہ مذہبی تبلیغ کی کامل آزادی ہے بلکہ اس امر کی بھی وضاحت کر دے کہ دوسرے لوگوں کو اپنے مذہب میں شامل کرنا ہر جماعت کے بنیادی حقوق میں سے ہے لیکن کانگریس نے اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ جہاں تک مسلم لیگ میں شمولیت کا سوال ہے جماعت احمدیہ قادیان کی کوشش یہ ہے کہ وہ لوگ جو اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں انہیں مسلمان ہی تصور کیا جائے۔ کم از کم جہاں تک مسلمانوں کے سیاسی مفاد کا تعلق ہے ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ اتحاد بین المسلمین کے لئے یہ ایک نہایت مضبوط اساس ہے لیکن مسلم لیگ نے ابھی تک اس پر اپنا کوئی فیصلہ نہیں دیا۔ اس لئے کانفرنس نے اپنے فیصلہ کو ایک سال تک ملتوی رکھا۔"

اس پر اخبار پیغام صلح نے اپنے اداریے میں لکھا کہ :-

"جماعت قادیان کے ارباب حل وعقد کی تجویز نہایت مبارک تھی کہ وہ لوگ جو اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں انہیں مسلمان ہی سمجھا جائے۔ اور نہیں تو کم از کم جہاں تک مسلمانوں کے سیاسی مفاد کا تعلق ہے ایسا ضرور ہونا چاہیئے۔ ہمیں اس امر پر خوشی ہے کہ جماعت قادیان کے بزرگ جماعت کو پھر بھولا ہوا سبق یاد دلانے لگے اور سیاسی مسائل کی الجھنوں نے ان کے تیور بدل ڈالے لیکن ابھی ہمیں شک تھا کہیں قادیانی بات لینے کے اور دینے کے اور تو نہیں۔ واقعی یہ درست ہے کہ ایک شخص یا جماعت جب اپنے آپ کو کلمہ گو اور مسلمان کہے تو دوسرے کلمہ گو اور مسلمان کو حق نہیں پہنچتا کہ اسے کافر کہے۔ بلکہ قرآن مجید سے تو یہاں تک ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص السلام علیکم کہے اسے بھی کافر کہنا جائز نہیں۔ چنانچہ قرآن مجید کی اس معروف آیت ولا تقولوا

لمن القی الیکم السلم لست مومنا

کا بھی شان نزول یہی ہے۔ قرآن مجید کے حکم کے مطابق ایک کلیہ اور معیار قائم کرنا بہت خوب ہے لیکن قادیانی حضرات جب یہ چاہتے ہیں کہ اگر وہ اپنے آپ کو مسلمان کہیں تو انہیں مسلمان ہی سمجھا جائے تو کیا ان پر یہ نہیں لازم آتا کہ وہ بھی دوسرے مسلمانوں کو جو اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں مسلمان ہی خیال کریں مگر ان کا گذشتہ مذہب اور مسلک اس سے مختلف ہے چنانچہ کتاب آئینہ صداقت کے صفحہ ۳۵ پر میاں محمود احمد صاحب نے جو جماعت قادیان کے خلیفہ ہیں تحریر کیا ہے :-

"کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہ سنا ہو وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں میں تسلیم کرتا ہوں کہ میرے یہ عقائد ہیں۔"

وہ جماعت جس کا گذشتہ مسلک یہ ہو وہ باقی مسلمانوں کو کیسے مسلمان سمجھ سکتی ہے ہاں البتہ یہ اس صورت میں ضرور ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے پہلے مسلک پر خط تنسیخ کھینچیں اور اعلان کریں کہ ہم نے اپنا مسلک بدل لیا ہے اور دیگر مسلمانوں کے بارہ میں ہمارا وہی مذہب ہے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا تھا۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں :-

"ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعویٰ کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا۔"

"اپنے دعویٰ کا انکار کرنے والوں کو کافر کہنا صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں لیکن صاحب الشریعت کے ما سوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔"

(تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰)

جب تک جماعت قادیان اعلانیہ طور پر اپنا مسلک نہیں بدلتی اس وقت تک یہی خیال کرنا چاہیئے کہ ان کا مسلک دراصل وہی ہے صرف سیاسی اغراض اور مقاصد کو بروئے کار لانے کے لئے انہوں نے وقتی طور پر نہایت مجبور ہو کر مسلم لیگ کے سامنے یہ دعویٰ رکھی۔ انہیں خوب علم تھا کہ وہ بنیادی طور پر تمام مسلمانوں کو دائرہ اسلام سے خارج تصور کرتے ہیں۔ اس لئے باقی مسلمان ان کے اس عقیدہ کے آڑے آئیں گے جس سے ان کے سیاسی مقاصد کو شاید نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ یہ ملمع کاری صرف سیاسی حقوق کے تحفظ کے لئے ہو رہی تھی۔ اور اسی لیئے سیاسی مسلمان اور مذہبی مسلمان کی اصطلاحیں گھڑی گئیں یعنی سیاسی طور پر تمام کلمہ گو مسلمان ہیں لیکن مذہبی طور پر صرف قادیانی مسلمان ہیں اور دوسرے دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ حالانکہ یہ ایک مسلّمہ امر ہے کہ جو مسلمان سیاسی طور پر مسلمان ہے وہ مذہبی طور پر بھی مسلمان ہے صرف کلمہ پڑھنے سے ہر شخص دائرہ اسلام کے اندر داخل ہو سکتا ہے اور اسے نہ کوئی ریاست اس دائرہ سے خارج کر سکتی ہے اور نہ کوئی مسلک علیحدہ کر سکتا ہے یہ ایچا پیچیاں ایک مذہبی جماعت کے شایان شان نہیں تھیں اگر قادیانی بزرگ ایمان داری کے ساتھ یہ خیال کرتے کہ باقی مسلمان دائرہ اسلام سے بنیادی طور پر خارج نہیں ہیں تو انہیں فوراً اپنی اقلیت کو مسلمانوں کے سواد اعظم سے علیحدہ کر لینا چاہیئے تھا۔ اور اگر وہ بنیادی اختلاف نہیں سمجھتے تھے تو انہیں اس کا اعلان کرنا چاہیئے تھا آخر یوں معلق رہنے سے فائدہ ہی کیا۔ اگر وہ ایسا نہ کریں گے تو ان پر اچھی طرح سے روشن ہو جانا چاہیئے کہ آئندہ سیاسی حالات کی افتاد ہی کچھ ایسی ہے کہ یا تو انہیں اپنے مسلک کو درست کرنا پڑے گا یا ہمیشہ کے لئے کٹ کے مسلمانوں سے علیحدہ ہونا ہوگا اور اپنا الگ کلمہ بنانا پڑے گا۔ اس کے علاوہ دوسرا راستہ مفقود ہے۔"

"قادیانی جماعت کو اپنے "سیاسی مفاد" کی ہمیشہ ہی فکر لگی رہی۔ نہ صرف یہ کہ کانگریس یا مسلم لیگ سے ہی دو طرفہ معاملہ بندی بلکہ سودے بازی کرتی رہی بلکہ اس وقت کی حکومت ہند سے بھی اپنے سیاسی قد کاٹھ کو مضبوط کرنے اور حکومت اندر حکومت کے نظریہ کو پروان چڑھانے کے سلسلہ میں مصروف گفتگو رہی۔

چنانچہ گورداسپور اور امرتسر وغیرہ اضلاع کے بعض سکھ حلقوں میں یہ افواہ مشہور ہو رہی تھی کہ خلیفہ قادیان حکومت ہند کو تحریک کر رہے ہیں کہ قادیان کے اردگرد دس دس میل تک خلیفہ صاحب کی ریاست مان لی جائے جس کے بدلے وہ روپیہ اور آدمیوں کے ذریعہ حکومت کی جنگ عظیم دوم میں مدد کریں گے۔ یہ بھی سنا گیا کہ اس افواہ کے پیش نظر ۱۸ نومبر ۱۹۴۰ء کو قادیان کے متصل گوردوارہ "بوہڑ صاحب" میں سکھوں کا ایک اجتماع منعقد ہونے والا ہے اس سلسلہ میں گورمکھی زبان میں ایک اشتہار بھی شائع ہو چکا تھا۔

اس صورت حال پر تبصرہ کرتے ہوئے اخبار پیغام صلح مجریہ ۴ نومبر ۱۹۴۰ء نے "احباب قادیان کے لئے ایک لمحہ فکریہ" کے عنوان سے لکھا کہ :-

"معاصر "الفضل" نے اس افواہ کو بالکل بے اصل و غلط اور مجوزہ اجتماع کو شر انگیز قرار دیا ہے اس کا بیان ہے کہ اس شر انگیزی میں احراریوں کا ہاتھ ہے۔ ہم اصل حالات سے ناواقف ہونے کی وجہ سے کوئی قطعی رائے قائم نہیں کر سکتے لیکن اتنا ضرور کہیں گے کہ اگر یہ افواہ بالکل غلط اور بے اصل بھی ہے تب بھی اس کے پھیلنے اور پھیلانے کے سامان احباب قادیان نے خود مہیا کئے ہیں کیونکہ انہوں نے تبلیغ اسلام و اشاعت قرآن کے اصل مقصد کو چھوڑ کر خواہ مخواہ سیاسی دھندوں اور مقدمہ بازیوں کو اپنا شغل بنا لیا ہے اور جناب خلیفہ صاحب نے ایسا انداز اختیار کر رکھا ہے جس سے جاگیر و ریاست کی تمنا بالکل مترشح ہے۔ ان حالات میں مخالفین کو غلط افواہیں مشہور کرنے کا آسانی کے ساتھ موقع مل جاتا ہے اگر قادیانی جماعت اپنے سیاسی شغل و مقاصد کو ترک کر کے خدمت اسلام و اشاعت قرآن کے لئے وقف ہو جائے اور ان افواہوں اور شر انگیزیوں کا خاتمہ بھی خود بخود ہو جائے گا۔ کاش قادیانی دوست اس مخلصانہ مشورہ پر غور کریں۔"

یہ اکالی اجتماع منعقد ہوا جس کی روئیداد "الفضل" مؤرخہ ۲۰ نومبر ۱۹۴۰ء میں چھپی۔ الفضل نے اس جلسہ کو نہایت اشتعال انگیز قرار دیا۔ اس کا کہنا تھا کہ احرار وغیرہ نے باہر سے آنے والے سکھوں کو دھوکہ دے کر احمدیہ جماعت کے خلاف مشتعل کیا۔ قادیان میں ہندوؤں، غیر احمدیوں اور سکھوں کی ایک مشترکہ ڈیفنس کمیٹی نے بقول "الفضل" صدر جلسہ کو ایڈریس پیش کرتے ہوئے کہا کہ

"ہم ایسی سرزمین میں زندگی بسر کر رہے ہیں جس کا باوا آدم ہی نرالا ہے۔ یہاں غریبوں کا اقتصادی بائیکاٹ کیا جاتا ہے۔ مرزائیوں (قادیانیوں) نے ان کا قافیہ تنگ کیا ہوا ہے محض مذہبی اختلاف کی وجہ سے ہم غریبوں کا بائیکاٹ کر رکھا ہے سر بازار ہندوؤں سکھوں اور مسلمانوں کو بے عزت کیا جاتا ہے چوہدری فتح محمد سیال نے دن دہاڑے اور سورج کی روشنی میں محمد امین کو قتل کر دیا اور عدالت میں تسلیم کیا کہ اس کی موت میری کلہاڑی سے ہوئی ہے مگر پولیس نے اس کا چالان نہیں کیا پھر اس (چوہدری فتح محمد سیال) نے ایک خفیہ سرکلر جاری کیا کہ علاقہ میں سکھوں اور مسلمانوں کو آپس میں لڑایا جائے حتیٰ کہ وہ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو جائیں۔ نواحی دیہاتوں کے لوگوں کو مرعوب کیا جاتا ہے۔"

مولوی عنایت اللہ صاحب احراری نے کہا :-

"موجودہ خلیفہ (میاں محمود احمد صاحب) نے ترک موالات نامی ایک کتاب میں لکھا ہے کہ حکومت کا ہمارے خاندان سے وعدہ ہے کہ وہ ریاست بحال کر دے گی۔ خدا نہ کرے ایسا ہو ورنہ آج جو ہماری حالت ہے اس سے بہت بدتر ہو جائے گی۔ یہاں ہمارے قبرستان اور شفاخانے بلکہ عورتیں بھی محفوظ نہیں۔ آپ لوگ وعدہ کریں کہ ہم دکانوں پر جو لوٹ ہیں ان سے ہرگز سودا نہ لیں گے۔"

ایک اور مقرر بیرون غیر گرنگا سنگھ صاحب نے کافی طویل تقریر کی جس میں کہا کہ :-

"یہ چندے کھانے والے کیا ریاست بنائیں گے۔

ان کی یہ حالت ہے کہ غریب لوگوں کو باہر سے بلالیا تاکہ یہاں کے سرمایہ دار احمدی (قادیانی) جو چند دن سے کوٹھیاں بنوا کر ان میں عیش کرتے ہیں ان کی حفاظت کریں اور یہ کسی نے نہیں سوچا کہ پیچھے ان کے بیوی بچوں کی حفاظت کون کریگا ان چند کھانے والوں نے کیا تلوار چلانی ہے پولیس ان کی حفاظت کرتی ہے۔ ۔ ۔ آج ہی الفضل میں میں نے پڑھا ہے کہ سولہ سال سے چالیس سال کے لوگ بھرتی ہوجائیں یہ بھرتی جبری ہے جو نہ ہوگا۔ اس کی ماں کو باپ کو بیوی کو اس سے بولنے نہیں دیا جائیگا۔ کوئی قاہر سے قاہر حکومت بھی عورتوں اور بچوں پر کبھی آرڈیننس جاری نہیں کرتی مگر قادیان میں ہے۔ ۔ ۔ اگر مرزا صاحب (جناب میاں محمود احمد صاحب) کے دل میں چاؤ آتا ہے تو تم اسے روک نہیں سکتے۔ ایسے مذہبی مجاوروں کو جنہیں چند خواب آئے اور لوگ کہامانیں ایسے چاؤ آیا ہی کرتے ہیں مگر یہ خواب ہیں جو پورے نہیں ہو سکتے۔ "الفضل" میں ہمیشہ لکھا ہوتا ہے کہ خلیفۃ المسیح کو نزلہ ہے آج یہ بیماری ہے آج وہ ہے احباب دعا کریں۔ بیچارے احباب کیا کیا کریں، بیوی بچوں کو کما کر کھلائیں دسواں حصہ یہاں دیں پھر خلیفہ کے نزلہ کے لئے دعا بھی کریں"۔

اجتماع میں ایک قرار داد بھی اس مطلب کی منظور کی گئی کہ

"چونکہ اس علاقہ میں اس خبر کے پھیلنے سے کہ مرزا صاحب (جناب خلیفہ قادیان) دس دس میل تک ریاست قائم کرنا چاہتے ہیں سخت بے چینی پھیلی ہوئی ہے اس لئے حکومت کو چاہیئے کہ اس تجویز کو کامیاب نہ ہونے دے ورنہ علاقہ میں سخت اشتعال پھیلے گا جس کے نتائج بھیانک ہوں گے۔"

اکالی اجتماع کی مذکورہ تفصیل، روئیداد الفضل نے ۲۰ نومبر ۱۹۴۸ء کے شمارے میں درج کی تھی۔ اخبار پیغام صلح محترم مورخہ ۲۱ نومبر ۱۹۴۸ء نے اس پر روشنی ڈالتے ہوئے قادیانی جماعت کو ایک مخلصانہ مشورہ دیتے ہوئے لکھا۔

"اکالی اجتماع کے حالات وتفصیلات ہمیں معاصر "الفضل" کے ذریعہ ہی معلوم ہوئی ہیں۔ یہ بہر حال ایک فریق کا بیان ہے صحافتی اصول اور ذمہ داریاں ہمیں مجبور کرتی ہیں کہ ان تفصیلات پر اسی قدر اعتماد کریں جتنا کہ یک طرفہ بیان یا تصویر کے ایک رخ پر کیا جا سکتا ہے لیکن اگر الفضل کی شائع کردہ روئیداد صحیح اور مبالغہ اور اخفا سے بالکل مبرا ہے۔ تو اس میں شک نہیں کہ بعض تقریریں رنجیدہ، غیر معقول اور قابل اعتراض ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی ان سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اکثر مقررین دحاضرین قادیانی ریاست کے قیام کی افواہ سے کافی متاثر و مضطرب ہیں اور وہ سنجیدگی کے ساتھ محسوس کر رہے ہیں کہ اس ریاست کا قیام ان کے لئے لاانتہا ہی مصائب کا دروازہ کھول دیگا۔

علاقہ کے سکھ حلقوں میں یہ افواہ زوروں پر کہ جناب خلیفہ قادیان، ریاست کے قیام کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ قادیانی حضرات کی طرف سے اس کی پُر زور تردید ہو رہی ہے خدا جانے اصل معاملہ کیا ہے لیکن جیسا کہ ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں اگر یہ افواہ بالکل غلط اور بے حقیقت ہے تب بھی اس کے پھیلنے اور پھیلانے کے سامان، احباب قادیان نے خود مہیا کئے ہیں جناب خلیفہ قادیان اور ان کے سرکردہ مریدوں نے ایسا انداز اختیار کر رکھا ہے جس سے جاگیر و ریاست کی تمنا بالکل مترشح ہے اس انداز سے دوسروں کو شبہ بھی ہو سکتا ہے اور مخالفین کو غلط افواہیں مشہور کرنیکا آسانی کے ساتھ موقع بھی مل جاتا ہے۔

یہ سب اس لئے ہے کہ جناب خلیفہ قادیان اور ان کی جماعت نے اپنے اصل مقصد یعنی تبلیغ اسلام اور اشاعت قرآن کو چھوڑ دیا ہے۔ ظاہری شان وشوکت اور رعب و داب کا بہت خیال رکھا جاتا ہے سیاسیات کی چاٹ لگ چکی ہے اس حقیقت سے تو کوئی انکار نہیں کر سکتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے زمانہ میں سلسلہ احمدیہ کی شدید مخالفت تھی۔ مخالفین قادیان میں پہنچ کر شرارتیں کرتے تھے طرح طرح کی جھوٹی افواہیں پھیلائی جاتی تھیں لیکن اس کے باوجود قادیان اور اس کے نواح کے غیر از جماعت اور غیر مسلم حضرت مرزا صاحب یا آپ کی جماعت سے قطعاً کوئی خطرہ محسوس نہ کرتے تھے۔ حضرت مولانا نور الدینؓ کے زمانہ میں بھی یہی کیفیت رہی لیکن آج قادیان کے غیر از جماعت اور غیر مسلم شاکی و نالاں ہیں ان کے دلوں میں طرح طرح کے اندیشے پرورش پا رہے ہیں یہ سارا فساد نتیجہ ہے حضرت مرزا صاحب کے اصل مسلک سے ہٹ جانے اور تبلیغ اسلام و اشاعت قرآن کے کام کو ترک کر کے سیاست اور ریاست کے شوق میں مبتلا ہو جانے کا۔ ہم قادیانی جماعت اور اس کے خلیفہ صاحب کی خدمت میں نہایت خلوص اور درد سے اپیل کرتے ہیں کہ غلط راہ کو چھوڑ کر صحیح مسلک اختیار کر لیں ورنہ ان کی مشکلات میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا چلا جائیگا۔"

مگر احمدیہ انجمن لاہور کی اس خلوص اور درد بھری عرض داشت پر قادیانی جماعت نے چنداں توجہ نہ دی۔ پاکستان بن گیا۔ قادیانی جماعت نے پاکستان میں دریائے چناب کے کنارے ایک وسیع قطعہ اراضی پر ربوہ نام کی بستی بسا کر اپنا مرکز قائم کر لیا۔ خلیفہ صاحب بھی یہیں آکر رہائش پذیر ہوئے۔ اور اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں۔ ربوہ کے پس منظر میں "ریاست در ریاست" کا منظر پاکستانیوں کے لئے محل نظر تھا اور اس مخالفت میں وہ حق بجانب بھی تھے سانحہ ربوہ کے وقوع میں خلافتی حکومت کا نقشہ اپنی تمام تر نوعیت کے ساتھ قلب ونظر کے سامنے آجاتا ہے اس سے پہلے بلوچستان میں بھی احمدی حکومت کے قیام کے لئے "منصوبہ بندی" کی بازگشت سنی گئی۔ اور سانحہ ہم، وسے کچھ عرصہ پہلے صوبہ سرحد کے علاقہ ہزارہ کی خوبصورت وادی ایبٹ آباد میں بھی ربوہ کا گرمائی مرکز بنانے کے لئے کاکول کے قریب ایک وسیع قطعہ اراضی خرید گیا۔ قصر خلافت اور جملہ دفاتر کی عمارات کی بنیادیں بھی اٹھ چکی تھیں ربوہ کے شہزادے ایبٹ آباد میں بزعم خود سپرمین کی صورت گھومتے پھرنے لگے تھے مقامی حیران تھے کہ یہ مخلوق کہاں سے آگئی ہے۔ اور آجکل بھی مبینہ طور پر لاہور کے ایک "ربوہ ثانی" کے قیام کی خبریں کان میں پڑ رہی ہیں جس کے خلاف مذہبی حلقوں میں مخالفت کی چنگاری سلگنے لگی ہے۔ ہم قادیانی دوستوں کو پھر عرض کرتے اور درد دل کے ساتھ گذارش کرتے ہیں کہ وہ تحریک احمدیہ کے صحیح مسلک کو سامنے رکھیں اپنے عقائد پر نظر ثانی کریں اپنے فکر و عمل کی راہیں صاف کریں اس تحریک کے حقیقی اغراض و مقاصد کی تعمیل و تکمیل میں لگ جائیں۔ سیاست کی دلدلوں سے جان چھڑائیں۔ اس تحریک کے قیام کا اول و آخر غرض و غایت خدمت دین اور اشاعت قرآن ہے اور یہ غرض و غایت تخت نشینی کے بجائے تہہ نشینی سے بھی پوری کی جا سکتی ہے چودہ سو سالہ دینی تاریخ شاہد ہے کہ دین و قرآن کی خدمت کی توفیق جتنی بوریہ نشینوں کے حصہ میں آئی ہے۔ اتنی محل نشینوں کو نصیب نہیں ہوئی۔ ✤

کرنل ریٹائرڈ حنیف اختر ملتانی

صُبحِ نو کو سلام

●

اُدھر دیکھ کہ دن اب چڑھ گیا ہے
یہی حینِ حیات اور زندگی ہے
اِسی اک مختصر عرصہ کے اندر
ہیں پنہاں سب جہانِ رنگ و بو بھی
وجودِ کون کے بھی سب حقائق
کوئی پھولے پھلے گا آج کے دن
کوئی کودے گا میدانِ عمل میں
کوئی دیکھے گا شانِ کامرانی
یہ کل کیا تھا فقط اک خواب سا تھا
جو کل آئے گا ہو گا خواب وہ بھی
مگر جو آج کا دن خوب گزرے
تو سمجھو ہو گیا ماضی سہانا
بنا دے گا یہ فردا کو حسین تر
لہٰذا خوب رکھو یاد آخر
"کسی نے دوش دیکھا ہے نہ فردا
فقط امروز ہے تیرا زمانہ"

●

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس، عقب ملٹری کالج، کچا رشید روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح دار السلام ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور ۱۶ سے شائع کیا ●● چیف ایڈیٹر: پروفیسر خلیل الرحمٰن

پندرہ روزہ پیغام صلح لاہور مؤرخہ ۱۵ اپریل ۱۹۸۹ء، جلد ۷۲، شمارہ (۵)

جلد ۷۶ | بتاریخ ۲۴ رمضان المبارک ۱۴۰۹ھ بمطابق یکم مئی ۱۹۸۹ء | شمارہ ۱۸

حضرت امیر جماعت احمدیہ لاہور کا جماعت کے احباب و خواتین کو

پیغامِ عید

احباب و خواتین!

سلام مسنون

برکتوں والے مہینے رمضان کا آجکل آخری بابرکت عشرہ ہے جس کی بہت فضیلتیں ہیں ایک اہم فضیلت یہ ہے کہ ان ایام اللہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کی دعائیں سنتا اور ان کی مرادیں بر لاتا ہے۔

ہم جن حالات و اوقات سے گذر رہے ہیں ان کے پیش نظر بہت ضروری ہے کہ ہم بارگاہ الٰہی میں داد فریاد کریں نہایت صبر و استقامت کے ساتھ خدمت دین میں لگے رہیں اللہ تبارک و تعالیٰ کا صد شکر ادا کریں کہ اس نے خدمت دین کیلئے تمہیں توفیق دے رکھی ہے۔ آپ جس راہ پر چل رہے ہیں یہ وہ راہ ہے جس پر صلحاء چلتے رہے ہیں اور یہ وہ راہ ہے جس پر ہمارے پیارے امام نے ہزار مشکلات و مصائب کے اندر بھی چلتے رہنے کی تلقین فرمائی ہے۔ یہ راہ یقیناً فلاح اور نجات اخروی کی راہ ہے۔

اللہ تعالیٰ احکم الحاکمین ہے۔ وہ کمزور اور مضطر کی دعا کو سنتا ہے اس کی ذات بابرکات سے پُرامید رہنا چاہیئے کہ وہ ہماری دعاؤں کو سنے گا اور وہ وقت لائیگا کہ عید کی حقیقی خوشیوں سے ہمیں بہرہ مند کریگا۔ دنیا میں قائم اپنی جماعت کے ایک ایک فرد کیلئے میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان سب کا حامی و ناصر ہو۔ خدمت دین کی توفیق در توفیق عطا کرے۔ عید کی حقیقی خوشیاں نصیب فرمائے ـــــ

آج جہاں ہماری جماعت کو مختلف النوع مشکلات درپیش ہیں وہاں ہمارے وطن عزیز پاکستان میں بھی بے چینی اور بیقراری کے لمحات وارد ہیں اسکے اندرونی و بیرونی معاملات میں بے امنی پائی جاتی ہے وطن سے بے لوث محبت ہمارا جزو ایمان ہے میں اپنی جماعت کے پاکستانی بھائیوں کو بالخصوص تحریک کرتا ہوں کہ قبولیت دعا کے اس خصوصی عشرے میں پاکستان کے تحفظ و استحکام اور اس کی بقاء اور سلامتی کیلئے، عالم اسلام کو جو مسائل درپیش ہیں ان کے حل کیلئے، اللہ تعالیٰ کے دین کی نصرت و غلبہ کیلئے اور بنی نوع انسان کی عمومی فلاح و بہبود کیلئے پُرزور دعائیں کریں۔ میری طرف سے آپ سب کو عید مبارک ہو۔

والسلام والدعا

دستخط

حضرت امیر ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

دار السلام کالونی۔ لاہور

ملفوظات حضرت بانی سلسلہ

جماعت احمدیہ کے قیام کی غرض و غایت

یہ سلسلہ بیعت بمراد فراہمی طائفہ متقین یعنی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت کے جمع کرنے کیلئے ہے تا ایسے متقیوں کا ایک بھاری گروہ دنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے اور انکا اتفاق (دین حقہ) کیلئے برکت و عظمت و نتائج خیر کا موجب ہو اور وہ بہ برکت کلمہ واحدہ پر متفق ہونے کے (دین حقہ) کی پاک و مقدس خدمات میں جلد کام آسکیں اور ایک کاہل اور بخیل و بے مصرف ..... نہ ہوں اور نہ نالائق لوگوں کی طرح جنہوں نے اپنے تفرقہ اور نا اتفاقی کیوجہ سے (دین حقہ) کو سخت نقصان پہنچایا اور اس کے خوبصورت چہرہ کو اپنی فاسقانہ حالتوں سے داغ لگا دیا ہے اور نہ ایسے غافل درویشوں اور گوشہ گزینوں کی طرح جن کو (دین حقہ کی) ضرورتوں کی کچھ خبر نہیں اور اپنے بھائیوں کی ہمدردی سے کچھ غرض نہیں اور بنی نوع انسان کی بھلائی کے لئے کچھ جوش نہیں بلکہ وہ ایسی قوم کے ہمدرد ہوں کہ غریبوں کی پناہ ہو جائیں۔ یتیموں کیلئے بطور باپوں کے بن جائیں اور (دین حقہ) کے کاموں کے انجام دینے کیلئے عاشق زار کی طرح فدا ہونے کو تیار ہوں اور تمام کوششیں اس بات کے لئے کریں کہ ان سے عام برکات دنیا میں پھیلیں اور محبت الٰہی و ہمدردی بندگان خدا کا پاک چشمہ ہر ایک دل سے نکل کر ایک جگہ اکٹھا ہو کر ایک دریا کی صورت بہتا ہوا نظر آئے +

جماعت احمدیہ کی روحانی اور اخلاقی خصوصیات

"میں تو بہت دعا کرتا ہوں کہ میری سب جماعت ان لوگوں میں ہو جائے جو خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور نماز پر قائم رہتے ہیں اور رات کو اٹھ کر زمین پر گرتے ہیں اور روتے ہیں اور خدا کے فرائض کو ضائع نہیں کرتے اور بخیل اور ممسک اور غافل اور دنیا کے کیڑے نہیں ہیں اور میں امید رکھتا ہوں کہ یہ میری دعائیں خدا تعالیٰ قبول کرے گا کیونکہ خدا اس جماعت کو ایک ایسی جماعت بنانا چاہتا ہے جس کے نمونہ سے لوگوں کو خدا یاد آوے اور جو تقویٰ اور طہارت کے اول درجہ پر قائم ہوں اور جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم رکھ لیا ہو لیکن وہ مفسد لوگ جو میرے ہاتھ کے نیچے ہاتھ رکھ کر اور یہ کہہ کر کہ ہم نے دین کو دنیا پر مقدم کیا۔ پھر وہ اپنے گھروں میں جا کر ایسے مفاسد میں مشغول ہو جائیں کہ صرف دنیا ہی دنیا ان کے دلوں میں ہوتی ہے۔ نہ ان کی نظر پاک ہے اور نہ ان کا دل پاک ہے اور نہ ان کے ہاتھوں سے کوئی نیکی ہوتی ہے اور نہ ان کے پیر کسی نیک کام کے لئے حرکت کرتے ہیں اور وہ اس چوہے کی طرح ہیں جو تاریکی میں ہی پرورش پاتا ہے اور اسی میں رہتا اور اسی میں مرتا ہے۔ وہ آسمان پر ہمارے سلسلہ میں سے کاٹے گئے ہیں وہ عبث کہتے ہیں کہ ہم اس جماعت میں داخل ہیں کیونکہ آسمان پر وہ داخل نہیں سمجھے جاتے جو شخص میری اس وصیت کو نہیں مانتا کہ درحقیقت وہ دین کو دنیا پر مقدم کرے اور درحقیقت ایک پاک انقلاب اس کی ہستی پر آجائے اور درحقیقت وہ پاک دل اور پاک ارادہ ہو جائے اور پلیدی اور حرام کاری کا تمام چولہ اپنے بدن پر سے پھینک دے اور نوع انسان کا ہمدرد اور خدا کا سچا تابعدار ہو جائے اور اپنی تمام خود داری کو الوداع کہہ کر میرے پیچھے ہولے میں اس شخص ..... مشابہت دیتا ہوں جو ایسی جگہ سے الگ نہیں ہوتا جہاں دارو پھینکا جاتا ہے اور جہاں گلے سڑے مردوں کی لاشیں ہوتی ہیں کیا میں اس بات کا محتاج ہوں کہ وہ لوگ زبان سے میرے ساتھ ہوں اور اس طرح پر دیکھنے کے لئے ایک جماعت ہو۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر تمام لوگ مجھے چھوڑ دیں تو میرا خدا میرے لئے ایک اور قوم پیدا کریگا جو صدق اور وفا میں ان سے بہتر ہو گی یہ آسمانی کشش کام کر رہی ہے جو نیک دل لوگ میری طرف دوڑتے ہیں کوئی نہیں جو اس کشش کو روک سکے۔"

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۷۵، ۷۶)

ایک مدحیہ، رزمیہ اور دُعائیہ نظم

۲۱۔ اپریل کو شہرۂ آفاق شاعر علامہ سر محمد اقبال مرحوم کی برسی کا دن ہے آپ کی شاعری سبق اور پیغام کا مرقع ہے برصغیر پاک و ہند کی تاریخ کے حوالہ سے سانحۂ جلیانوالہ فائرنگ کے شہرت یافتہ مائیکل اڈوائیر پہلی جنگ یورپ میں پنجاب کے گورنر تھے۔ علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال مرحوم نے برطانوی حکومت کی برکات کے ذکر سے معمور یہ مدحیہ، رزمیہ اور دُعائیہ نظم (جس کا ہر مصرع برجستگی۔ زور سخن۔ آمد اور بے ساختگی کا مرقع ہے) ۱۹۱۸ء کے ایک مشاعرہ میں ان کی موجودگی میں پڑھ کر بے پناہ داد و تحسین وصول فرمائی۔ جو بعد میں "وکیل" (امرتسر) اور بعض دوسرے جرائد میں بھی شائع ہوئی۔"

اے تاجدارِ خطۂ جنّت نشانِ ہند روشن تجلیّوں سے تری خاورانِ ہند

محکم ترے قلم سے نظامِ جہانِ ہند تیغِ جگر شگاف تری پاسبانِ ہند

ہنگامۂ دعا میں مرا سر قبول ہو

اقبال کی یہ نذرِ محقر قبول ہو

تلوار تیری دہر میں نقادۂ خیر و شیر بہروزِ جنگ توز۔ جگر سوز سینہ در

رایت تری سپاہ کا سرمایۂ ظفر آزادہ، پُرکشادہ، پری زادہ، یم سپر

سطوت سے تیری پختہ جہاں کا نظام ہے

ذرّے کا آفتاب سے اُونچا مقام ہے

آزادئ زبان و قلم ہے اگر یہاں سامانِ صلح دیر و حرم ہے اگر یہاں

تہذیبِ کاروبارِ اُمم ہے اگر یہاں خنجر میں تاب تیغ میں دم ہے اگر یہاں

جو کچھ بھی ہے عطائے شہِ محترم سے ہے

آبادئ دیار ترے دم قدم سے ہے

وقت آگیا کہ گرم ہو میدانِ کارزار پنجاب ہے مخاطبِ پیغامِ شہر یار

اہلِ وفا کے جوہرِ پنہاں ہوں آشکار معمور ہو سپاہ سے پہنائے روزگار

تاجر کا زر ہو اور سپاہی کا زور ہو

غالب جہاں میں سطوتِ شاہی کا زور ہو

دیکھے ہیں ہم نے سینکڑوں ہنگامۂ نبرد صدیوں رہا ہوں میں اسی وادی کا رہ نورد

طفلِ صغیر بھی مری جنگ گاہ میں ہیں مرد ہوتے ہیں انکے سامنے شیروں کے رنگ زرد

میں نخلِ ہوں وفا کا محبت ہے پھل مرا

اس قول پر ہے شاہدِ عادل عمل مرا

ہندوستاں کی تیغ ہے فتاحِ ہفت باب خونخوار۔ لالہ بار۔ جگر دار۔ برق تاب

بے باک، تابناک، گہر پاک، بے حجاب دل بند، ارجمند، سحر خند، سیم تاب

یہ تیغ دل نواز اگر بے نیام ہو

دشمن کا سر ہو اور نہ سودائے خام ہو

اہلِ وفا کا کام ہے دنیا میں سوز و ساز بے نُور ہے وہ شمع جو ہوتی نہیں گداز

پردے میں موت کے ہے نہاں زندگی کا راز سرمایۂ حقیقتِ کبریٰ ہے یہ مجاز

سمجھو تو موت ایک مقامِ حیات ہے

قوموں کے واسطے یہ پیامِ حیات ہے

اخلاص بے غرض ہے صداقت بھی بے غرض خدمت بھی بے غرض ہے اطاعت بھی بے غرض

عہدِ وفا و مہر و محبت بھی بے غرض تختِ شہنشاہی سے عقیدت بھی بے غرض

لیکن خیالِ فطرتِ انساں ضرور ہے

ہندوستان پہ لطفِ نمایاں ضرور ہے

جب تک چمن کی جلوۂ گُل پر اساس ہے جب تک فروغِ لالۂ احمر لباس ہے

جب تک نسیمِ صبح عنا دل کو راس ہے جب تک کلی کو قطرۂ شبنم کی پیاس ہے

قائم رہے حکومتِ آئیں اسی طرح

دبتا رہے چکور سے شاہیں اسی طرح

پندرہ روزہ پیغام صلح — لاہور — مؤرخہ یکم مئی ۱۹۸۹ء

پیغامِ عید

دنیا کی تمام اقوام میں سال بھر کے اندر ایک نہ ایک دن ایسا آتا ہے جو خوشی اور مسرت کا دن کہلاتا ہے اور اس خوشی و مسرت کے اظہار کیلئے ہر قوم میں مختلف قسم کے رسوم و رواج مقرر ہیں جو کم و بیش ان تہواروں کی نوعیت کے مطابق ہوتے ہیں مثلاً ہندو قوم کے تہوار بالعموم موسموں سے تعلق رکھتے ہیں۔ جیسے لوہڑی کا تہوار جو سخت جاڑے میں منایا جاتا ہے اور اس دن عام طور بازاروں اور گلیوں میں لکڑیاں جلا کر جاڑے کو بھگانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ پھر ہولی کا تہوار ہے جو موسم بہار سے تعلق رکھتا ہے۔ اس دن بہار کی خوشی میں ہولی کھیلی جاتی ہے اور ایک دوسرے پر رنگ پھینکا جاتا ہے۔ بعض تہوار ایسے ہیں جو مختلف شخصیتوں کے جنم دن سے تعلق رکھتے ہیں۔ مثلاً کرسمس کا تہوار جو جناب مسیح کے جنم دن سے منسوب ہے۔ اگرچہ اس میں اختلاف ہے کہ ان کی ولادت گرمیوں میں ہوئی تھی جب کھجوریں پکتی ہیں۔ یا دسمبر کے شدید جاڑوں میں لیکن تمام مسیحی دنیا نے ۲۵ دسمبر ہی کو ولادت مسیح کا دن قرار دیا ہے

ان سب کے بالمقابل ان تہواروں کو دیکھئے جو سال بھر میں دو دفعہ منائے جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک عیدالفطر کا تہوار ہے جو رمضان شریف کے بعد آتا ہے یہ تہوار نہ کسی خاص موسم سے تعلق رکھتا ہے نہ کسی شخصیت سے اس کا تعلق ہے۔ نہ کوئی غیر شائستہ رسوم و رواج اس کے لئے مقرر ہیں۔ یہ دن اس تیس دن کے مجاہدہ کی خوشی میں منایا جاتا ہے جو رمضان کے مہینہ میں دن کو روزہ رکھنے اور راتیں عبادت الٰہی میں بسر کرنے کی صورت میں عمل میں آیا۔

پھر اسی رمضان کے مہینہ کی ایک عظیم الشان رات ہے جو اپنے انوار و برکات کے لحاظ سے ہزار مہینہ کی راتوں سے بڑھ کر عظمت و شرف رکھتی ہے؛ قرآن کریم کا نزول شروع ہوا اور فی الحقیقت اس رات کے انوار و برکات اسی ہدایت الٰہی سے ہی تعلق رکھتے ہیں جو قرآن کریم کی شکل میں دنیا کو ملی۔ یہ وہ کتاب ہے جس کی تعلیمات دنیا کو تمام رذائل سے پاک کرنے اور ہر قسم کے فتنہ و فساد سے نجات دلانے کا موجب بن سکتی ہیں۔ افسوس ہے کہ دنیا نے اس کی طرف توجہ بہت کم کی ہے۔ ورنہ اگر اس پر عمل پیرا ہوتے تو ہر قسم کے نسلی و لونی و وطنی فسادات ختم ہو کر تمام نسل انسانی ایک وحدت کی صورت اختیار کر لیتی۔

عیدالفطر اسی مجاہدہ رمضان، اسی نزول ہدایت اور انہی انوار و برکات کے حصول کی خوشی میں منائی جاتی ہے اور اس کے منانے کی کیا صورت ہے، کیا کوئی ناپاک کھیل تماشے، کوئی غیر مہذب رنگ رلیاں جو دوسروں کے قومی تہواروں میں دیکھنے میں آتی ہیں۔ عید کی رسم و رواج میں بھی داخل ہیں۔ یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ اس قسم کی کوئی بات اس موقعہ پر دیکھنے میں نہیں آتی۔ سب سے پہلا کام جو اس موقعہ پر کیا جاتا ہے وہ ہر جگہ، ہر ملک اور ہر شہر اور ہر قریہ میں مل کر خدائے واحد کے آگے سربسجود ہونا ہے۔ گویا عید کی سب سے بڑی خوشی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے آگے سربسجود ہوں۔ اس کی بارگاہ میں شکریے کے دو نفل ادا کئے جائیں کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں ایک مجاہدہ کی توفیق عطا فرمائی اور ان انوار و برکات سے متمتع ہونے کا شرف عطا فرمایا جو قرآن کریم کے نزول اور لیلۃ القدر کے ورود سے تعلق رکھتے ہیں۔

یہ ہے اصل عید اور اس کا سب سے بڑا پیغام یہ ہے کہ اس پاک کتاب کو جس کے نزول کی خوشی میں یہ عید منائی گئی اور جس کو مہینہ بھر نماز تراویح میں سنا اور خود بھی تلاوت کرتے رہے نہ صرف خود اپنا وظیفہ عمل بنائیں اور اس کی ہدایات پر عمل پیرا ہو کر تزکیہ و طہارت اور تقوا کی زندگی بسر کریں بلکہ اس کی ہدایت سے دوسری اقوام کو بھی مستفید کرنے کی کوشش کریں۔

یہ وہ پیغام ہے جس پر حضرت بانیٔ سلسلہ نے عمل کرتے ہوئے ایک ایسی جماعت پیدا کی جو قرآن کریم کو لے کر دنیا میں نکل کھڑی ہوئی جس کو خدا کے فضل سے یورپ اور دوسرے ممالک میں نمایاں کامیابی حاصل ہوئی ہے

آجکل رمضان المبارک کا آخری عشرہ گذر رہا ہے احادیث میں اس کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے اور اسی عشرہ میں وہ بابرکت رات آتی ہے جسے لیلۃ القدر کہا جاتا ہے۔ لہٰذا یہ ایام مجاہدہ اور حصول برکت و سعادت کے لئے رمضان کے دیگر ایام سے بھی زیادہ بہتر ہیں۔ اس قیمتی وقت سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے رمضان کے مجاہدہ کے متعلق گذشتہ شمارے میں جو تحریک فرمائی تھی ہمیں امید ہے کہ تمام مقامات کے اکثر احباب و خواتین اس پر عمل کر رہے ہوں گے۔

اس آخری عشرۂ رمضان میں تمام وابستگان سلسلہ کو اس مجاہدہ میں زیادہ باقاعدہ و مستعد ہو جانا چاہیئے اور اگر کوئی ایسے افراد ہوں جو کسی مجبوری کی وجہ سے پہلے بیس ایام میں اس مجاہدہ میں شرکت نہیں کر سکے وہ ان باقی دس دنوں کو ہرگز ہرگز رائیگاں نہ جانے دیں۔ پچھلی رات سب لازمی طور پر اٹھیں اور نماز تہجد کو اپنے اوپر فرض کر لیں۔ دعاؤں میں پہلے سے زیادہ زور دیں۔ غلبہ دین کی دعا کو سب سے مقدم کریں خدا کے آگے روئیں اور گڑگڑائیں تاکہ وہ ہمیں خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔ ان الفاظ کے ساتھ ہم قارئین کرام کی خدمت میں عید مبارک کا ہدیہ پیش کرتے ہیں۔

آٹھویں آئینی ترمیم

پاکستان میں سیاسی سطح پر دیگر مسائل میں شامل ایک مسئلہ ۱۹۷۳ء کے آئین میں آٹھویں ترمیم کا بھی ہے جو حکومت کی اولین ترجیحات میں شامل ہے۔ اس میں پاکستان پیپلز پارٹی اور اسلامی جمہوری اتحاد دو بڑے فریق ہیں۔ جبکہ مولانا فضل الرحمن اور نوابزادہ نصراللہ خاں کے گروپ کو بھی بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ برسراقتدار پارٹی بوجوہ اس ترمیم کے مکمل خاتمہ کی خواہاں ہے۔ دوسرا فریق بھی اصولی طور پر اس ترمیم کو ختم کرنے پر متفق ہے لیکن اس کے بعض حلقے اس کے مکمل خاتمے کے حق میں نہیں ہیں۔ جبکہ کچھ کا خیال یہ ہے کہ پی پی پی کے دور اول میں کی جانے والی ترمیموں کے خاتمہ پر بھی بات ہونی چاہیئے۔ اور ضیاء دور کی بعض ترامیم کو جوں کا توں رکھا جائے۔ اور ان میں کسی قسم کی کوئی ترمیم نہ کی جائے اور نہ انہیں ختم کیا جائے۔

اس مسئلہ پر اب تک دونوں حلقوں کی جانب سے کوئی فیصلہ کن پیش رفت نہیں ہوئی

اس طرح آٹھویں ترمیم کی حمایت بھی ہو رہی ہے اور مخالفت بھی۔ انتہا پسند حلقے مخالفت کر رہے ہیں ان کا کہنا ہے کہ آٹھویں آئینی ترمیم سے امتناع قادیانیت آرڈیننس غیر مؤثر ہو کر رہ جائے گا جس سے قادیانیوں کو فائدہ پہنچے گا اور ملت اسلامیہ کی طرف سے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کی خاطر دی گئی قربانیاں رائیگاں جائیں گی۔ اس سے ان آئینی اقدامات کی حیثیت ختم ہو جائے گی جو اسلامی نظام کے نفاذ کے سلسلہ میں صدر ضیاء نے کئے تھے اور یہ کہ اس ترمیم سے آئینی خلا پیدا ہو جائے گا وغیرہ وغیرہ۔ اور یہ کہ ترمیمی ڈھانچہ جو سب کچھ ختم کر دیا جائے۔ لیکن مذکورہ آرڈیننس اور نفاذ شریعت آرڈیننس جوں کا توں برقرار رہے۔ جبکہ کچھ طبقے جو قانون و آئین پر نظر رکھتے ہیں۔ اور ان میں سے ایک مسٹر جسٹس ریٹائرڈ دراب پٹیل ہیں انہوں نے کہا ہے کہ آئین کی آٹھویں ترمیم قانون کی حکمرانی اور انسانی حقوق کے منافی ہے۔ اس لئے اس کا خاتمہ ضروری ہے۔ انہوں نے کہا کہ آٹھویں ترمیم کے خاتمہ سے کوئی آئینی خلا پیدا نہیں ہوگا۔

جہاں تک ۱۹۷۳ء کے آئین میں ترامیم کا تعلق ہے اس آئین کی منظوری کے فوراً بعد پی پی پی کی حکومت نے اس میں پے در پے ایسی ترامیم کیں جن پر اس وقت کی قومی اسمبلی میں اپوزیشن ارکان کے علاوہ قانون دان حلقوں نے بھی خاصی نکتہ چینی کی تھی لیکن بہرحال اس آئین کا یہ وقار اپنی جگہ موجود رہا کہ عوام کے منتخب نمائندوں نے مکمل اتفاق رائے سے اس کی منظوری دی تھی لیکن ۱۹۷۷ء میں مارشل لاء کے نفاذ کے بعد سابق صدر ضیاء الحق نے اس آئین میں مسلسل اور ناجائز ایسی تبدیلیاں اور ترامیم کیں جن کا بنیادی مقصد صرف اپنے اقتدار کو طول دینا اسے مستحکم کرنا اور تمام اختیارات اپنی ذات میں مرتکز کر کے ہر قسم کی جوابدہی سے مکمل آزاد ہونا تھا۔ یہ تمام ترامیم ایک فرد واحد نے کیں اور اس طرح وہ آئین جو عوام کے منتخب نمائندوں نے تیار کر کے اسے منظور کیا تھا اس کا حلیہ بگڑ گیا۔

صورت حال کچھ ایسی ہے کہ جب سے پاکستان معرض وجود میں آیا ہے اس وقت سے لے کر اب تک عوام مسلسل مطالبہ کرتے چلے آتے ہیں کہ یہ ملک جس مقصد کے لئے حاصل کیا گیا تھا اس کو پورا کیا جائے۔ مگر سیاسی پیچیدگیوں نے اور مذہبی موشگافیوں نے اس منزل سے دور رکھا جس پر اہل دانش پہنچانا چاہتے تھے وہ منزل ہے ایک صحیفۂ قرآنی ماحول میں رضائے الٰہی کا حصول اور اس کی راہ ہے قرآن و سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی اور سچی ہدایت و راہنمائی کی کامل پیروی۔ کوئی آئین ہو۔ یا کوئی آئینی ترمیم۔ پاکستان کے موجودہ آئین میں قادیانیوں کے ساتھ ساتھ جو لاہوری احمدیوں کی حیثیت متعین کی گئی ہے۔ اور مبنی بر اقوال و اعمال کے صحیح ہونے پر تعزیرات لاگو ہیں ان سب کے پیش نظر ہم یہ گذارش کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ہمیں وہ آئین اور وہ ترمیم عزیز و لذیذ ہے جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی رضا کی خاطر ہو۔ قرآن و سنت کی حقیقی تعلیمات

(بقیہ صفحہ ۔۔۔ پر ملاحظہ فرمائیں)

ایڈیٹر کا مراسلہ نگاروں کی آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں ۔ ادارہ

مسیحیوں کا الیسٹر

ایڈیٹر صاحب ! سلام مسنون

مسیحی برادری ہر سال ۲۶ مارچ کو الیسٹر کا تہوار مناتی ہے۔ الیسٹر ایک دیوی کا نام تھا جس کو "ڈان گاڈیس" کہا جاتا تھا۔ اس کا مطلب ہے صبح کی روشنی کی دیوی، مسیحیوں کی دیوی کے پجاریوں کی توجہ مبذول کرانے کے لئے مسیحؑ کے جی اُٹھنے کو الیسٹر کا نام دیا گیا۔ مسیحی عقیدہ کے مطابق مسیح یسوع تیسرے دن صبح ہوتے ہی موت کے اندھیرے پر فتح پا کر جی اٹھے اور دنیا کے لئے ہدایت اور نور بہا کیا۔ سو الیسٹر کا لفظ مسیحیوں نے مسیحؑ کے جی اُٹھنے کے بارے میں استعمال کیا۔ ایک دوسری روایت کے مطابق لفظ الیسٹر قدیم جرمن زبان کے لفظ اوسٹرس سے بگڑ کر انگریزی لغت میں داخل ہوا ہے۔ اینگلو سیکشن اقوام کی موسم بہار کی دیوی کا نام الیسٹر تھا۔ جب ان اقوام نے عیسائیت اختیار کی تو انہوں نے اس دیوی کی پوجا کو ترک کر دیا۔ لیکن موسم بہار ہی میں مسیحی تہوار "پاشکا" جو یسوع مسیحؑ کے مردوں میں زندہ ہو جانے کی یاد میں منایا جاتا تھا۔ اس کو الیسٹر کا نام دیا۔ اس طرح تمام مغربی عیسائیوں میں الیسٹر کا رواج ہو گیا۔ برصغیر پاک و ہند میں اس عید کو عید قیامت مسیح کا نام دیا گیا ہے۔ اور کچھ لوگ اس کو بالکل سادگی سے یسوع مسیحؑ کے مردوں میں سے زندہ ہونے کی عید کا نام دیتے ہیں۔

بہرحال کرسمس حضرت مسیحؑ کی پیدائش کی یاد میں منایا جاتا ہے اور الیسٹر آپ کے مردوں میں سے زندہ ہونے کی یاد میں منایا جاتا ہے۔

پاکستان میں بھی یہ تہوار بڑے جوش و جذبہ کے ساتھ منایا گیا۔ گرجوں میں ہونے والی تقریبات روزناموں میں چھپیں۔ قومی اخباروں نے بالتصویر خصوصی ایڈیشن نکالے ملکی زعماء نے مسیحیوں کو مبارکباد کے پیغامات ارسال کئے۔ اور خیرسگالی اور نیک تمناؤں کا تحفہ پیش کیا۔ پاکستان ٹیلی ویژن نے بھی اس شب الیسٹر کو پروجیکشن دی۔ اور ایک خصوصی تبلیغی پروگرام پیش کیا جس کا حاصل "مسیح پر ایمان سے نجات میسر آتی ہے" تھا۔

روزنامہ جنگ کی ۲۶ مارچ ۱۹۸۹ء کی رنگین باتصویر اشاعت خصوصی میں پروٹسٹنٹ اور رومن کیتھولک بشپ پادری اور دیگر مسیحی زعماء کے بیانات اور پیغامات درج ہیں۔ جن میں مسیحی معتقدات اور تعلیمات پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے جس سے ملکی پیمانہ پر بالواسطہ طور پر مسیحی دعوت و تبلیغ کی تشہیر ہوئی ہے۔ پادری ایڈگرام کے مطابق "الیسٹر اور کرسمس دونوں کا تعلق حضرت عیسیٰؑ کی ذات سے ہے۔ ان کے مطابق حضرت عیسیٰؑ نے خود ہی فرمایا تھا کہ میں دنیا کے لئے کفارہ ادا کرنے آیا ہوں۔ میں مر جاؤں گا اور پھر میں مردوں میں دوبارہ زندہ کر لیا جاؤں گا۔ اور الیسٹر کی تقریبات اس لئے بھی زیادہ خوشی سے منائی جاتی ہیں کہ اس روز تمام دنیا کی نجات پر مہر لگ جاتی ہے اور یسوع دنیا میں نجات دہندہ بن کر آئے۔ اس کے لئے قربانی دے کر چلے گئے۔

رومن کیتھولک ایس کے داس کے مطابق مسیحیوں کے عقیدہ کے مطابق یسوع مسیح کو مصلوب کیا گیا کیونکہ وہ اپنے کو خدا کہتے تھے۔ اور صداقت ایک کڑواہٹ ہے جو ازل ہی سے ناقابل قبول رہی ہے۔ تاہم یہودی کہانت اور قیادت کو یہ ہرگز منظور نہ تھا۔ بدیں وجہ ان پر فتوے لگایا گیا اور اس فتوے کے مطابق انہیں صلیبی موت کی سزا دی گئی۔ مسیحیوں کے ایمان کے مطابق از روئے انجیل مقدس یسوع مسیح تیسرے دن مردوں میں سے جی اُٹھے۔ اور چالیس روز جلوہ نمائی کے بعد آسمان پر صعود فرما گئے۔ مسیحیوں کا اعتقاد ہے کہ خدا مسیح یا انسان کا روپ دھار کر اسی دنیا میں آیا اور صلیبی موت سہہ کر تیسرے دن مُردوں میں سے جی اٹھ کر اس نے دنیا کو ابدی نجات کا یعنی حیات نو کا پیغام دیا۔ انسان، ایک دکھی انسان کی صورت میں بار ہا خدا سے مطالبہ کرتا رہا کہ خدا کبھی انسان بن کے انسان کے دکھ دیکھے۔ خدا انسانوں کا دکھ بانٹنے کے لئے اپنے آپ کو اس دنیا میں لے آیا اور اپنے ازلی پروگرام کے مطابق کنواری مریم سے جنم لیا۔

مسیحیوں کے عقیدے کے مطابق یسوع مسیح کی قیامت کا مطلب ہے گنہگار انسان اور خدا کا آپس میں ملاپ قیامت مسیح انسان کا مکمل اور بھرپور کفارہ ہے یعنی ان انسانی کفارہ بچھڑے اور بکرے کے خون سے دیا جاتا ہے مگر وہ کوئی دائمی کفارہ نہ تھا۔ بلکہ متبادل کفارہ تھا۔ بس ضرورت اس بات کی تھی کہ کوئی بہتر اور افضل کفارہ پیش کرے اور یہ صرف ذات خداوندی کے مقدور میں تھا۔ اس لئے کہ خدا ہی انسان سے اتنا پیار کرتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو پیش کرے پلاطوس رومی حاکم نے اور اس کی ملکہ نے بساط سے بڑھ کر کوشش کی کہ وہ یسوع مسیح کو مصلوب ہونے سے بچائے مگر چونکہ خدا کا اپنا یہ پروگرام تھا کہ بنی نوع انسان کا کفارہ دے اور وہ خدا جو قربانیوں کی اصل تھا خود ہی بچھڑوں اور بکروں کا خون لے کر نہیں بلکہ اپنا خون لے کر پاک مکان میں ایک ہی بار داخل ہو گیا۔ اور ابدی خلاصی کرائی۔

پریذیڈنٹ ڈاکٹر الگزینڈر جان ملک نے پاکستان بھر کے مسیحیوں کو مبارکباد دیتے ہوئے کہا ہے کہ تمام مسیحی پاکستان میں الیسٹر پوری آزادی اور خوشی کے ساتھ مناتے ہیں اور مسیحی زعماء نے مطالبہ کیا ہے کہ الیسٹر کے موقع پر عام تعطیل ہونی چاہیئے۔

الیسٹر تقریبات کے سلسلہ میں لاہور سٹی متحدہ مسیحی کنونشن کمیٹی کے زیر اہتمام ۲۸ مارچ تا ۲ اپریل اقبال پارک (مینار پاکستان) لاہور میں چوتھا سالانہ لاہور سٹی متحدہ مسیحی کنونشن اور آل پاکستان پاسٹرز سمینار لاہور منعقد ہوتے رہے جہاں روزانہ شام ½ ۷ بجے سے ½ ۸ بجے "آمین اور بعنت شفا پائیں" کے عنوان سے بیماروں کے لئے "یسوع مسیح کے نام میں" ناروے کے پادری ارل ایڈورڈسن کی اقتدا میں دعائیں مانگی جاتی رہیں۔ اور "بیماروں" کو "تندرست" کیا جاتا رہا۔

یہ سب کچھ ہفتہ بھر ہوا اور مملکت پاکستان کے اندر ایک نہایت تاریخی مقام پر یسوع مسیحؑ کی منادی کھلم کھلا سرعام ہوئی۔ غالباً یہ اس لئے ہوا کہ یہاں اقلیتوں کو پورا تحفظ حاصل ہے۔ ان کے مذہبی عقاید کا احترام کیا جاتا ہے۔ اسی لئے ہفتہ بھر کی مسیحی تحریک و تبلیغ کے خلاف پاکستان بھر میں کسی حلقہ سے کوئی آواز بلند نہیں ہوئی۔

ان ہی دنوں پاکستان کے ایک مذہبی حلقہ کی طرف سے ۲۳ مارچ کو ایک تقریب منانے کا اعلان ہوا تو مذہبی طبقوں نے اپنے شدید ردعمل کا اظہار کیا اور انتظامیہ کے لئے امن عامہ کے معینہ متوقع مسائل پیدا ہوتے نظر کرنا پڑی۔ یہ حکم نامہ مجسٹریٹ صاحب جھنگ کی عدالت سے جاری ہوا - - - - - - - - - -

بہرحال آج پاکستان میں عیسائیت جس سرعت سے پھیل رہی ہے اس کا اندازہ شاید ہمارے مذہبی حلقہ کو نہیں مسیحی مشنری ادارے صحت، تعلیم اور رفاعی کام کے نام پر مسیحیت کی دعوت و تبلیغ کو عام کر رہے ہیں۔ اور اس سے پاکستان کا مذہبی لحاظ سے نابالغ اور مالی لحاظ سے کمزور طبقہ بری طرح متاثر ہو رہا ہے۔ پنجاب سمیت سندھ و کراچی کے علاقوں میں مسیحیوں کی مذہبی فوج (سالویشن آرمی) ایمان کی لوٹ کھسوٹ میں معروف ہے۔ فادر و پادری "بیماروں" کو شفا بخشتے بخشتے عیسائیت کی عددی قوت میں حیرت انگیز طور پر اضافہ کر رہے ہیں۔

ان "شافیوں" کی سالانہ کامرانیوں، رپورٹوں اور سرگرمیوں جو وہ اپنے روحانی مراکز میں بھیجتے ہیں کا مطالعہ و جائزہ لیا جائے تو وہ صد درجہ پریشان کن اور فکر انگیز ہوتا ہے۔ (عابدہ بشیر، گلبرگ لاہور)

مرکزی تنظیم خواتین
کی طرف سے
اپنی بہنوں کو
عید مبارک

بقیہ :- اداریہ

کی روشنی میں، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی بجا آوری کے لئے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے انسان و معاشرہ کے لئے جو قدریں متعین کی ہیں اور قلب و ضمیر کی جو آزادی اسے عطا کی ہے۔ ان کے احیاء کے لئے ہو۔ اور ہم ایسی شریعت کے نفاذ کے حامی ہیں جس کی بنیاد قرآن و سنت کی اصلی اور حقیقی تعلیمات پر رکھی گئی ہو۔ ایسی شریعت جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کا نام دنیا میں بلند ہو۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت قائم ہو اور احترام آدمیت کا فروغ ہو۔ !

جماعتی خبریں

مکرم و محترم حضرت امیر جماعت دامت برکاتہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بخیریت ہیں الحمد للہ صحت اچھی ہے حسب معمول کار دینیہ میں مصروف ہیں احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے انہیں کام والی لمبی عمر عطا فرمائے اور آپ کا بابرکت سایہ ہمارے سروں پر تادیر سلامت رکھے حضرت امیر احباب و خواتین کو دعاؤں بھرا سلام لکھواتے ہیں۔

عید مبارک

فطرانہ اور عید فنڈ:

عید سے پہلے پیغام صلح کا صرف یہی ایک پرچہ قارئین کرام کے ہاتھوں میں پہنچ رہا ہے۔ ہم بصدق دل تمام قارئین کی خدمت میں عید مبارک عرض کرتے ہیں۔ اور انہیں یاد دلانا چاہتے ہیں کہ اس عید کے موقعہ پر عورت۔ مرد۔ بچہ بوڑھا جوان سب پر صدقۂ فطر یکساں واجب ہے۔ یہاں تک کہ اگر عید کے دن نماز عید سے پہلے کوئی بچہ پیدا ہو تو اس کا بھی صدقہ دینا ماں باپ پر واجب ہے۔ یہ فطرانہ نماز عید سے پہلے ادا ہونا چاہیئے اور چونکہ خدمت دین کا کام بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے اس لئے فطرانہ کی رقوم اس کام کے لئے جمع کر کے خزانہ احمدیہ انجمن لاہور میں داخل کی جانی چاہیئں۔ حضرت امیر کی اجازت سے فطرانہ سات روپے فی کس مقرر ہوا ہے۔ اس کے علاوہ عید فنڈ اور جامع فنڈ کی مدات بھی انجمن نے قائم کر رکھی ہیں تاکہ دوست اس خوشی کے موقعہ پر خدمت دین کے لئے جو کچھ دینا چاہیں دے کر ثواب حاصل کریں۔

عید کے دن کئی قسم کی خوشیاں حاصل ہوتی ہیں اور ہماری اصل خوشی دین کی خدمت میں ہے اس لئے دین کی خاطر عید فنڈ ادا کر کے قلبی راحت کا سامان مہیا کریں یاد رہے یہ عید فنڈ حضرت بانی سلسلہ نے قائم کیا تھا۔

اُمید ہے کہ تمام احمدیہ جماعتوں کے سیکرٹری صاحبان اور واعظ حضرات عید کے دن فطرانہ اور جامع فنڈ جمع کرنے کا خاص طور پر انتظام کریں گے۔

انچارج دفتر تحصیل احمدیہ انجمن
دارالسلام کالونی، ۵ عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن لاہور

اوقات نماز عیدالفطر

جامع احمدیہ، دارالسلام لاہور
۸ بجے صبح

جامع احمدیہ، احمدیہ بلڈنگس۔ لاہور
۸ بجے صبح

اہل قلم سے گذارش

اللہ کرے آپ اس کے فضل و کرم سے بخیریت ہوں میری مخلصانہ دعائیں آپ کے شامل حال ہیں۔

آپ کے اپنے پیغام صلح کا ۱۵ رمئی ۱۹۸۹ء کا شمارہ خصوصی اشاعت کا حامل ہوگا۔ آپ کے لئے اپنے محبوب محسن امام حضرت بانی سلسلہ کو قلمی رنگ میں خراج عقیدت پیش کرنے کا یہ غنیمت موقع ہے۔ اس لئے آپ سے بصد اصرار گذارش ہے کہ اس خصوصی اشاعت کے لئے اپنے قیمتی اوقات میں سے کچھ وقت اپنے امام سے محبت میں صرف کر کے اپنے رشحات قلم جلد از جلد دفتر پیغام صلح دارالسلام کالونی۔ ۵ عثمان بلاک۔ نیو گارڈن ٹاؤن لاہور میں ارسال فرما کر عنداللہ ماجور ہوں

امید ہے آپ حضرت امام سے عشق کے اظہار کے پیش نظر میری محبت بھری گذارش کو شرف قبولیت سے نوازیں گے۔ اور شکر گذاری کا موقعہ دیں گے۔

۲۶ رمئی کو حضرت صاحب کا یوم وصال ہے یہ دن سلسلہ احمدیہ کی تاریخ میں خاص اہمیت رکھتا ہے اگر صحیح طریق پر کوشش کی جائے تو اس دن کو رابطہ جماعت کا ایک کامیاب ذریعہ بنایا جا سکتا ہے۔ اس کے لئے ضرورت ہے کہ ہماری تمام جماعتیں ۲۶ رمئی کو اجتماع کریں۔ جن میں حضرت صاحب کی سیرت اخلاق۔ دینی خدمات، دعاوی اور عقائد و تعلیمات پر تبادلہ خیال کریں۔

علاوہ ازیں احمدیہ جماعت کے متعلق لٹریچر کا مطالعہ بھی نہایت مفید ہوگا۔ حضرت امیر مرحوم کی کتاب "تحریک احمدیت" اور جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی تاریخی تالیف "مجدد اعظم" اس غرض کے لئے نہایت موزوں ہیں۔ مؤخر الذکر کتاب کی ہم خاص طور پر سفارش کریں گے۔ سلسلہ کی کتب نہایت ارزاں ہدیہ پر یعنی اصل قیمت سے ۸۰ فیصد رعایت پر دستیاب ہیں۔ اس تقریب کے سلسلہ میں پیغام صلح کا خاص نمبر بھی آئندہ شائع کیا جا رہا ہے۔ جو دوست یہ کتابیں خرید نہیں کر سکتے ہیں ان کے لئے اس میں حصہ لینا حصول ثواب کا بہترین ذریعہ ہے۔ برسیاں منانے کے ہم قائل نہیں نہ یوم وصال کا مقصد برسی منانا ہے بلکہ اس کا مقصد خدمت دین کرنے والے احباب کا ایک جگہ اکٹھا ہو کر باہمی میل ملاپ اور خدمت دین کرنے کے عہد کی تجدید ہے۔

والسلام: فضل احمد۔ گلبرگ لاہور۔

دور دیس کی جماعتی خبریں:

جزائر فیجی

یکم مارچ کو محترم شفقت رسول نادی ائرپورٹ پہنچے۔ محترم ایم۔ ایم سکندر ریفرز اور محترم ساہو خاں صاحب نے ان کا استقبال کیا۔ انہیں اپنی کار میں سووا لے گئے جہاں احمدیہ انجمن فیجی کی مجلس منتظمہ اور جماعت کے دیگر اہم احباب نے ان کا پرجوش استقبال کیا۔ ۵ رمارچ کو محترم شفقت رسول نے جامع احمدیہ، مارو میں ایک خاتون کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اور اخروی زندگی کے تصور کے بارے میں مختصر تقریر کی۔ دوسرے دن اسی جامع میں نماز مغرب کے بعد محترم شفقت رسول نے درس قرآن مجید دیا۔ ۸ رمارچ کو سووا کے مقامی ریڈیو نے محترم شفقت رسول کا چالیس منٹ کا ایک انٹرویو ریکارڈ کیا جو ۱۰ مارچ کو نشر کیا گیا۔ محترم موصوف نہایت عمدہ قرآن مجید کی قرأت کرتے ہیں۔ سامعین نے ان کی قرأت کو خوب پسند کیا۔ متعدد خواتین و حضرات نے ان سے باقاعدہ قرأت قرآن کریم سیکھنا شروع کر دی ہے۔

کینیڈا

محترم یاسین ساہو خان جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن کینیڈا نے اپنے ایک تازہ خط میں دسمبر ۸۸ء میں دو روزہ بین الاقوامی مشاورتی کاونسل کی کامیابی پر خوشی کا اظہار کیا ہے۔ جس میں انہوں نے اور ان کی بیگم ثمینہ ساہو خان نے احمدیہ انجمن کینیڈا کے مندوب کی حیثیت سے شرکت کی تھی انہوں نے اس امر پر خوشی اور اطمینان کا اظہار کیا کہ ان کے قیام لاہور کے دوران انہیں روحانی فیوض اور محبت و مودت کی پرکیف فضا سے لطف اندوز ہونے کا موقعہ میسر آیا ہے۔ الحمد للہ

بیگم صاحبہ ثمینہ ساہو خان احمدیہ انجمن کینیڈا کی صدر ہیں۔ وہ اور امریکہ کے ڈاکٹر محترم نعمان الہٰی ملک دونوں قرآن مجید کے چینی، روسی۔ فرانسیسی اور جرمن زبان میں تراجم کے کام میں گہری دلچسپی لے رہے ہیں۔ ماہ فروری میں بیگم صاحبہ نے احمدیہ انجمن امریکہ کی ہوسٹن میں ایک اہم میٹنگ میں شرکت کی جس میں قرآن مجید سے متعلق رپورٹ پر تفصیل سے غور کیا گیا۔ اس کے بعد انہوں نے کولمبس، مانٹریال اور کیوبک کے شہروں کا بھی مختصر دورہ کیا۔

تائیوان سے ہمارے محترم بھائی یوسف ما بن شو صاحب نے اطلاع دی ہے کہ محترم ڈاکٹر نعمان الہٰی ملک اور محترمہ بیگم ثمینہ ساہو خاں عیدالفطر کے بعد تائیوان جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ تاکہ قرآن مجید کے چینی ترجمہ کی نظر ثانی اور طباعت کے متعلق تفصیلات طے کر سکیں۔

سرینام / جنوبی امریکہ:

محترم رشید پیر خاں صدر احمدیہ انجمن سرینام دسمبر ۸۸ء میں لاہور تشریف لائے۔ اور دو روزہ بین الاقوامی مشاورتی کاونسل میں شرکت کی تھی۔ ۱۵ مارچ کو سرینام ٹیلویژن پر محترم رشید پیر خاں کے اس کانفرنس کے بارے میں تاثرات نشر کئے گئے۔ اس انٹرویو کے دوران انہوں نے بتایا کہ تحریک احمدیت کے صد سالہ جشن کے سلسلہ میں افتتاحی احمدیہ کنونشن، احمدیہ انجمن سرینام کے زیر اہتمام ۲۸ تا ۳۱ جولائی پارامار بیو میں واقع مرکزی جامع احمدیہ میں منعقد ہوگا۔ اسی دوران بین الاقوامی مشاورتی کاونسل کا اجلاس بھی ہوگا۔ ابتدائی رپورٹ کے مطابق غیر ممالک سے ۲۰۰ سے زائد مندوبین اس افتتاحی کنونشن میں شرکت کریں گے۔

پاکستان

احمدیہ انجمن امریکہ کے صدر محترم ظفر اقبال عبداللہ گذشتہ دنوں مختصر دورے پر پاکستان تشریف لائے۔ اپنے قیام کے دوران انہوں نے مکرم و محترم امیر جماعت سے ملاقات کی اور امریکہ میں جماعت کی روئیداد پیش کی۔

۱۳ رمارچ کو لاہور کی مقامی جماعت نے ان کے اعزاز میں جامع احمدیہ دارالسلام میں عصرانے کا اہتمام کیا جس میں مکرم و محترم امیر جماعت اور مجلس منتظمہ کے ممبران نے شرکت کی۔

وفات حسرت آیات

گوجرانوالہ سے یہ افسوسناک خبر موصول ہوئی ہے کہ بیگم ملک نوادین صاحبہ حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے، ۱ اپریل کو وفات پاگئیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ تنظیم خواتین احمدیہ لاہور کی سرگرم رکن محترمہ بشریٰ علوی کی والدہ محترمہ اور ارشد علوی کی خوشدامن تھیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جوار رحمت میں جگہ دے ۱۲ راپریل کو جامع دارالسلام میں حضرت امیر ایدہ اللہ کی اقتداء میں مرحومہ کے لئے جنازہ غائبانہ ادا کی گئی۔

اِظہارِ خیال

"اظہارِ خیال" کے یہ کالم ایسی سنجیدہ بحث کے لئے مخصوص ہیں جن کا تعلق ہماری زندگی کے مسائل سے ہے۔ ہمارے گرد و پیش مختلف النوع مسائل موجود ہیں۔ ذاتیات اور فروعی مسائل میں اُلجھے بغیر ہم اہلِ علم و قلم حضرات کو ان کالموں میں اظہارِ خیال کی دعوت دیتے ہیں۔ آپکے نقطہ نظر سے ہمارا اتفاق ضروری نہیں لیکن ہر سنجیدہ اور معیاری تحریر کے لئے یہ کالم حاضر ہیں۔ (ادارہ)

شانِ رسالت کے تقاضے

تاریخ عالم میں دنیا صحرائے عرب کے جس عظیم انسان سے متعارف ہوئی اس کے حوصلے اور وسعتِ قلبی کی کوئی مثال نہیں ملتی اور وہ بنی نوعِ انسان کے لئے سراپا رحمت تھے۔ وہ کفارِ مکہ کے ہاتھوں سالہاسال تک دکھ عذاب اور تکالیف برداشت کرتے رہے کفار نے مسلمانوں کی مختصر جمعیت پر بھی ہر طرح سے سختیاں روا رکھیں۔ مگر ایک وقت آیا جب حضورؐ ایک فاتح کی حیثیت سے اپنے آبائی شہر میں داخل ہوئے اس دَور کے قاعدے اور دستور کے عین مطابق وہ اپنے دشمنوں سے انتقام لے سکتے تھے انہیں تہ تیغ کر کے ان کی بیبیوں کو لونڈیاں اور بچوں کو غلام بنا سکتے تھے۔ پرانی تاریخ کو چھوڑیئے یہاں سوا سو سال قبل ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد اس دور میں نئی دنیا کی ایک مہذب ترین قوم نے جس کی جمہوریت سیکولرازم اور انسان دوستی کی ایک دنیا معترف ہے ہندوستانیوں پر غلامی سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کے جرم میں کیا کیا مظالم نہیں ڈھائے! چوراہوں میں پھانسیاں گاڑ دی گئیں اور ہزاروں بے گناہوں کو موت کے گھاٹ اتار کر زبردست دہشت اور خوف و ہراس کی فضا قائم کی تھی۔

مگر شانِ رسالت کی کریمی اور رحیمی کی جو جھلک دنیا نے فتح مکہ کے وقت تک کم و بیش ڈیڑھ ہزار سال قبل دیکھی اس پر تاریخ بھی فخر کرتی ہے اور اس پر بجا طور پر دنیا بھر کے غیر جانبدار مورخین نے حضورؐ کو زبردست خراج تحسین پیش کیا ہے۔

یہی باعث ہے کہ آج بھی امریکہ میں انسانیت کے ایک صد محسنین تاریخ عالم کے ایک سو عظیم انسانوں کے نام سے کتاب مرتب ہوتی ہے تو اس میں غیر مسلم مؤلفین کو بھی ساری تاریخ میں جو انسان اپنے اجتماعی اوصاف کے لحاظ سے سب سے زیادہ قد آور اور سربرآوردہ نظر آتا ہے وہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کالی کملی والا ہی تو ہے۔

اکثر مؤرخین نے اسلام کو "سیکولر" مذہب بلکہ سیکولرزم سے بڑھ کر وسیع المشرب عقلیت پسند اور انسان دوست مذہب قرار دیا ہے اور ڈاکٹر ولیم ڈریپر سے لے کر پروفیسر ٹوئن بی تک اس کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔

بلاشبہ اسلام کو ایک زمانے میں فطرت کے ارتقائی رجحان کے ہم قدم چلنے کا شرف حاصل رہا ہے اسلام نے انسان کو شاندار سماج دیا ہے مگر اسلام پر بھی جمود کا دور آیا اور پھر کئی سو سال تک وہ تقلیدِ محض کی بھول بھلیوں میں کھو گیا۔ ایک مدت تک انحطاط اور غلامی کی سیاہ رات اب کہیں جا کر صبح آزادی میں تبدیل ہوئی ہے مسلمان اقوام آزاد ہوئی ہیں اور مسلمانوں میں اس جمود کو توڑنے کی ایک امنگ، بیداری اور حرکت کی لہریں نمایاں ہیں مگر کچھ لوگ اسلام ہی سے اس شاہراہ پر سپیڈ بریکروں کا کام لے رہے ہیں وہ مختلف روپ دھار کر مختلف حیلوں بہانوں سے اسلام کے نام پر جبر و استبداد کا ایسا نظام قائم کرنا چاہتے ہیں جہاں عقل و اجتہاد تو پابہ زنجیر رہیں اور تقلید و جہالت کی حکمرانی ہو — — — — — — —

دنیا میں تعزیرات کی کتابوں میں غالباً یہ واحد جرم ہوگا جس کی سزا موت مقرر ہے مگر جس کی کوئی تعریف یا تشریح کتاب میں درج نہیں ہے۔

اب جہاں تک شانِ رسالتؐ میں (نعوذ باللہ) براہ راست گستاخی یا دریدہ دہنی کا تعلق ہے اس کے لئے قانون بنانے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی وہ مسلمانوں نے کبھی برداشت ہی نہیں کی۔ اس کا کسی بدبخت مسلمان کو تو کیا غیر مسلموں تک کو پورا احساس ہے لیکن مشکل آن پڑتی ہے فکری یا عقیدے سے اختلاف پر ایک ایسی سوسائٹی میں جہاں قدم قدم پر فرقہ پرستوں نے لاتعداد مذہبی اور فقہی تنازعات کھڑے کر رکھے ہیں اور اب وحدت امت کی بجائے ہر کسی نے ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنا رکھی ہے اور جہاں فرقوں کی ذیلی شریعتوں کے قانونی تحفظ کے مطالبات ہو رہے ہیں جہاں "رسول اللہ" اور "یا رسول اللہ" پکارنے پر جھگڑے ہو جاتے ہیں اور بے گناہ لوگ مارے جاتے ہیں۔ جہاں ایک کے نزدیک حضورؐ کو بشر کہنا گستاخی ہے جبکہ دوسرے کے نزدیک "نور" کہنا متنازعہ ہے جہاں "اُمی" کا لفظ کہنے پر کفر کے فتوے لگ جاتے ہیں اور سپیڈی ایکشن کا مطالبہ ہو جاتا ہے جس ملک میں روشن خیالی اور مذہبی جہالت پسندی میں باقاعدہ جنگ جاری ہے وہاں گستاخیٔ رسولؐ کو ڈیفائن کئے بغیر تعزیرات پاکستان کا حصہ بنانا اور قابلِ دست اندازیٔ پولیس قرار دینا خالی از علت دکھائی نہیں دیتا! پھر جس ماحول میں اسے تعزیراتِ پاکستان کا حصہ بنایا گیا ہے یہ اور بھی خطرناک ہے۔

(اصغر علی گھرال ایڈووکیٹ)

عورت کی سربراہی

کراچی (اپ پ) وزیراعظم محترمہ بے نظیر بھٹو نے اعلان کیا ہے کہ ان کی حکومت وہ تمام قوانین ختم کر دے گی جو پاکستانی خواتین کے ساتھ امتیازی سلوک پیدا کرتے ہیں وزیراعظم گذشتہ روز اپوا کی جانب سے اپنے اعزاز میں دیئے گئے استقبالیہ سے خطاب کر رہی تھیں۔ انہوں نے کہا کہ اسلام خواتین کو سماجی انصاف کی ضمانت مہیا کرتا ہے اور جنس یا نسل کے اعتبار سے کوئی تمیز نہیں کرتا انہوں نے کہا کہ خواتین پاکستان کا ۵۱ فیصد ہیں اور ان کی حکومت انہیں مساوی حقوق فراہم کرے گی۔ محترمہ بے نظیر بھٹو نے خواتین کمشن کی رپورٹ کا ذکر کیا جس کا حال ہی میں اعلان کیا گیا ہے انہوں نے کہا کہ اگرچہ اس میں کوئی نزاعی بات نہیں تھی تاہم پھر بھی یہ لوگوں کے زیر بحث آئی۔ انہوں نے کہا کہ پچھلے دور میں عورت کے حقوق پر پابندی لگانے کے لئے بے شمار کوششیں کی گئیں قوانین میں ترمیم کی گئی۔ اس مقصد کیلئے عورت اور مرد کی برابری سے متعلق اسلامی اصولوں کو بھی قربان کر دیا گیا۔ اور اس کے خلاف ہم نے جو مؤقف اختیار کیا اسے بھی مسترد کر دیا گیا۔ انہوں نے کہا یہاں اس شہر میں تقریباً دو سال قبل ایک عدالت نے ایک عورت اور ایک مرد کو سنگسار کرنے کا حکم دیا کیونکہ عورت کی پہلی شادی کو قانونی تصور کیا گیا اس لئے کہ اس کی طلاق کے کاغذات رجسٹرڈ نہیں ہوئے تھے انہوں نے کہا کہ مجھے خوشی ہے کہ پاکستانی خواتین نے اس حکم کو چیلنج کیا اگر ۱۴۰۰ سال قبل ایک عورت حضرت عمرؓ سے سوال کر سکتی تھی تو آج کے دور میں پاکستانی خواتین قانون سازوں کے سامنے کیوں نہیں کھڑی ہو سکتیں۔

انہوں نے کہا کہ مذہب کے علاوہ ہمارا آئین بھی اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ جنس کی بنیاد پر کسی کے ساتھ امتیازی سلوک کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ گذشتہ دور میں حکومتی طاقت کو عورت کی آواز دبانے کے لئے استعمال کیا گیا لیکن خواتین کو جتنا دبایا گیا وہ اتنی ہی اسلام اور آئین کی جانب سے دیئے گئے حقوق کا شعور حاصل کرتی گئیں اب وہ جانتی ہیں کہ مستقل پسماندگی ان کا مقدر نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے خوشی ہے کہ اب خواتین نے یہ ارادہ باندھ لیا ہے کہ وہ ایک غیر منصفانہ معاشی نظام کے امتیازی سلوک کا نشانہ نہیں بنیں گی وہ ایسا نظام قبول نہیں کر سکتیں جس میں عورت کی دو آنکھیں مرد کی دو آنکھوں سے کم دیکھتی ہیں اسلامی اصولوں کی تشریح صرف مردوں کا کام نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ آپ اپنے مؤقف کی صداقت کے پیشِ نظر انشاء اللہ ضرور کامیاب ہوں گی ہو سکتا ہے راستہ کٹھن ہو تاہم کامیابی آپکا مقدر ہے وزیراعظم نے حال ہی ہونے والے ایک علما کنونشن کا حوالہ دیا جس میں کہا گیا تھا کہ عورت سربراہِ حکومت نہیں بن سکتی جبکہ ۱۹۶۰ء ہی میں علماء نے فتویٰ دیا تھا کہ عورت حکمران بن سکتی ہے کیونکہ اسلام میں اسکی اجازت ہے اور آپ اندازہ کریں کہ اس وقت علماء نے یہ حرف نہیں کہا کہ عورت کو سربراہِ حکومت بننے کی اجازت دی بلکہ یہ فتویٰ سربراہِ مملکت سے تھا اور اسے اسلامی قرار دیا گیا انہوں نے کہا کیا تو پہلے علماء جھوٹے تھے یا یہ علماء جھوٹے ہیں یا پہلے علماء سچے تھے یا یہ سچے ہیں۔ علماء کی تو معتبریت ہی مشکوک ہے انہوں نے کہا کہ جماعت اسلامی اور جمعیت علمائے اسلام کے نمائندوں نے ۷۳ء کے آئین کی منظوری کے وقت تسلیم کیا تھا کہ عورت حکمران بن سکتی ہے اور ۱۹۸۵ء کے ترمیم شدہ آئین میں بھی عورت کے اس حق کو تسلیم کیا گیا جبکہ آئین کی ترمیم کی منظوری کا کام ایک خود ساختہ بنیاد پرست کی زیر سرپرستی ہوا تھا۔ تو پھر یہ تضاد کیوں انہوں نے کہا کہ اصل سوال یہ نہیں کہ پاکستان پر حکمرانی عورت کرے یا مرد بلکہ بنیادی سوال یہ ہے کہ ملک کیسے چلایا جائے انہوں نے کہا کہ جہاں تک حکمرانی کا سوال ہے یہ اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے عورت اور مرد تو اس کے ایجنٹ کے طور پر کام کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ حالیہ انتخابات میں عوام نے اپنا فیصلہ دیدیا ہے جو کہ اللہ کی مرضی کا اظہار ہے کون حکمرانی کرے یہ فیصلہ ہم کو نہیں عوام کو کرنا ہے

وزیراعظم نے اپنے طالب علمی کے دور کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ وہ اسلام عورت اور سیاست پر مباحثوں میں حصہ لیتی رہی ہیں انہوں نے کہا کہ اسلام ایک اور صرف ایک ہے یہ بھٹو اور جنرل ضیاء کے دور میں مختلف نہیں ہو سکتا۔ اسلام مستقل طور پر ایک ہی ہے البتہ اس کی تشریح میں فرق ہو سکتا ہے انہوں نے علامہ اقبال کے حوالے سے کہا کہ اسلام ترقی خوشحالی اور عزت و توقیر کا مذہب ہے انہوں نے کہا کہ میں ایک جنبش قلم سے جنرل ضیاء کے دور کے باقیات ختم نہیں کر سکتی۔ انہوں نے کہا کہ میری حکومت ایسے اقدامات کرے گی جس سے معاشرے میں اتحاد، مساوات ترقی اور خوشحالی آ جائے گی۔ انہوں نے کہا کہ اسلام نے بعض نمایاں خواتین پیدا کی ہیں حضرت خدیجہؓ پہلی خاتون ہیں جنہوں نے اسلام قبول کیا جبکہ حضرت فاطمۃ الزہرہؓ پہلی خاتون ہیں جنہوں نے مسلمان فوج کا ساتھ دیا انہوں نے کہا کہ خواتین نے تحریک پاکستان میں نمایاں کردار ادا کیا ہے (ماخوذ از جنگ)

اخبار و افکار

یکم مئی

مزدوروں کے لئے بعض سہولتیں فراہم کر رہی ہیں

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محنت اور محنت کش کے بارے میں بڑی پروقار تعلیم دی ہے اور اسلام جو دین فطرت ہے اس نے اس طرف خصوصی توجہ دی ہے اس نے محنت کرنے والے یعنی مزدور کے وقار کو بلند کیا اور محنت کو باعزت قرار دیا۔ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے محنت مزدوری کرنے والے کے بارے میں ارشاد فرمایا الکاسب حبیب اللہ محنت مزدوری کرنے والے اللہ کے دوست ہیں جو شخص تجارت کرتا ہے اور اس میں سچائی، دیانتداری اور امانت سے کام کرتا ہے اس کے بارے میں رسول اللہ کا ارشاد گرامی ہے کہ سچا امانتدار تاجر انبیاء صدیقین اور شہید کے زمرے میں رہے گا (جامع ترمذی)

مفکر و مصور پاکستان

حضرت علامہ محمد اقبال قومی ملی اور فلسفی شاعر ہیں برصغیر کے مسلمانوں کی مذہبی اور قومی بیداری میں ان کی نظم و نثر کا ایک خاص مقام اور اثر ہے۔ عام طور پر حضرت علامہ کو مصور و مفکر پاکستان کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ہی اوّل و آخر پاکستان کا تصور پیش کیا۔ برصغیر پاک و ہند کی تاریخ بالخصوص اس کے ان ابواب کے تفصیلی اور گہرے مطالعہ سے جن کا تعلق جدوجہد آزادی ہند، تحریک تقسیم ہند مطالبہ پاکستان اور بالآخر حصول و قیام پاکستان کا تعلق ہے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ پاکستان کا تصور دینے والے پہلے اور صرف اور صرف حضرت علامہ ہی نہ تھے بلکہ ان سے بہت پہلے بیشتر مقتدر شخصیات نے یہ سوچ۔ یہ فکر اور یہ تصور قوم کے سامنے رکھا۔ حضرت قائد اعظم نے تو پاکستان کے وجود کے بارے میں ایک بار فرمایا تھا کہ:۔

"پاکستان اسی روز قائم ہو گیا تھا جب پہلے مسلمان نے برصغیر کی سرزمین میں قدم رکھا تھا اور جب پہلے ہندو نے اسلام قبول کیا تھا۔"

قومیت کا تصور و احساس تو ہمیشہ سے تھا لیکن وہ مختلف اوقات میں مختلف تجاویز پیش کرتے رہے۔ اور بالآخر حضرت علامہ اقبال کو یہ خوش قسمتی نصیب ہوئی کہ انہوں نے ایک موثر اور مناسب ماحول میں اپنے پیش رو اور ہم عصر مفکرین قوم کی سوچ و فکر اور تصور و تدبر کو ہی برمحل آگے بڑھایا اور پیش کیا اور پھر ازاں بعد اس کی پذیرائی کے سامان ہوئے۔

ان پیش رو مفکرین میں ولایت علی مرحوم (۱۹۱۳ء) خیری برادران (۱۹۱۷ء) محمد عبد القادر بلگرامی (۱۹۲۰ء) نادر علی وکیل (۱۹۲۱ء) مولانا حسرت موہانی (۱۹۲۱ء) کے ایس سردار گل خان (۱۹۲۳ء) الف اے درانی (۱۹۲۹ء) کے اسمائے گرامی ہیں۔ ان بزرگوں کی تجویز، تدبیر سوچ۔ فکر اور تصور کو سامنے رکھ کر علامہ اقبال نے ۱۹۳۰ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس الہ آباد میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"میں نے حالات کا نہایت تدبر سے جائزہ لیا ہے اور میں اس حتمی نتیجے پر پہنچا ہوں کہ برصغیر ہند کے شمالی اور مشرقی حصے میں ایک نئی سلطنت ابھرنے والی ہے جس کو دنیا کی قوت اب روک نہیں سکتی۔ اور یہ ملک کے دونوں حصوں میں ابھرنے والی مملکت ایک ہی متحدہ نظام سلطنت کے تحت چلے گی اور یہ سلطنت ایک اسلامی مملکت کے روپ میں نمایاں ہو گی اور دنیا بھر میں اپنے وقار اور اپنی یگانگت کے اعتبار سے اپنی مثال خود ہو گی۔ یہ سلطنت مسلمانوں کے نظریات کی حامل اور اسلامی روایات کی ترجمان ہو گی۔"

انہوں نے برصغیر کی تقسیم کی تجویز درج ذیل پیش کی۔

"میں تو چاہتا ہوں کہ پنجاب صوبہ شمال مغربی سرحد، سندھ اور بلوچستان کو ایک ریاست کی صورت دی جائے۔ چاہے یہ ریاست برطانوی ہند کے اندر اپنی خود مختار حکومت کا قیام عمل میں لائے یا اس سے باہر۔ مگر میرا احساس ہے کہ آخر کار شمال مغربی ہندوستان کے مسلمانوں کو ایک علیحدہ اسلامی ریاست لازماً قائم کرنا پڑے گی۔" (خطبہ الہ آباد)

حضرت علامہ کے بعد دیگر جن زعماء و بزرگوں نے بھی (۱۹۳۹ء) مجوزات علی گڑھ سکیم اور دیگر افراد و تنظیمیں شامل ہیں۔ اس عنوان پر ایک دلچسپ اور حقائق آفریں تاریخی مطالعہ کی تفصیلات کے لئے کتاب "رہبر مطالعہ پاکستان" ناشران قریشی برادرز۔ اردو بازار لاہور ملاحظہ ہو بالخصوص ہمارے لئے یہ تاریخی مطالعہ اس لئے بھی دلچسپی سے خالی نہیں کہ حضرت علامہ موصوف کے پیش رو مفکرین کی فہرست میں الف اے درانی کا نام بھی شامل ہے۔ ان کے بارے میں مذکرہ کتاب کے صفحہ ۱۷۱ پر لکھا ہے

"الف کے (فضل الکریم) درانی مسلم انڈیا کے مدیر تھے۔ ۲۹ ۱۹ء میں ایک کتاب شائع کی جس کا نام "ہندوستان میں اسلام کا مستقبل" تھا انہوں نے تحریر کیا "مسلم ہندوستان کا خواب واحد چارہ کار ہے جو اس ملک کے مسلمانوں کے پاس باقی رہ گیا ہے۔"

یہ الف کے درانی کون تھے۔ قارئین کرام یہ سن پڑھ کر حیران ہوں گے کہ الف کے درانی انجمن احمدیہ لاہور کے ممبر تھے۔ وہ انجمن کے برلن مشن کے انچارج اور برلن کی جامع کے امام و خطیب بھی تھے۔

ایک انگریزی کتاب ۱۹۸۰ء میں ونگارڈ پبلشرز شاہراہ قائد اعظم لاہور نے "نظریہ پاکستان کی تاریخ" شائع کی جس کے مصنف و مؤلف کے کے عزیز ہیں۔ اس کتاب کے صفحہ ۱۶۰ تا ۱۶۷ پر الف کے درانی کے بارے ایک تفصیلی خاکہ دیا گیا ہے۔

فضل الکریم خاں درانی: ان کا تعلق ضلع ہوشیارپور پنجاب سے تھا۔ انہوں نے ۱۹۱۴ء میں اسلامیہ کالج لاہور سے بی۔ اے پاس کیا۔ پھر جماعت احمدیہ لاہور میں شمولیت اختیار کی۔ ۱۹۲۰ء میں انگلستان ویسٹ انڈیز اور جرمنی بطور مبلغ بھیجے گئے اور کچھ عرصہ مسجد برلن کے امام رہے۔ ۱۹۳۰ء میں لاہور واپس آ گئے۔ پھر رسالہ مسلم آؤٹ سے منسلک ہو گئے بعد میں تبلیغ لٹریچر سوسائٹی قائم کی ہفتہ وار انگریزی رسالہ کی ابتدا کی اور اس کے مدیر بھی رہے۔ انگریزی زبان کی گرامر اور زباندانی کی متعدد کتابیں سکول کے طلباء کے لئے لکھیں۔

مصنف نے فضل الکریم درانی کے تحریک پاکستان سے متعلق تصورات اور خدمات پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ اور اپنی کتاب کے چند صفحات اس پر صرف کئے ہیں اور یہاں اس تفصیلی تبصرہ میں سے چیدہ چیدہ اقتباسات کا ترجمہ احباب کی توجہ کے لئے پیش ہے۔ لکھا ہے کہ:۔

فضل الکریم درانی۔ ایک احمدی مبلغ اور صحافی تھے۔ وہ دوسری دہائی میں لاہور سے ایک رسالہ مسلم انڈیا نکالتے تھے اور پھر انہوں نے تیسری دہائی میں ۷۶ ریلوے روڈ لاہور سے رسالہ نکالا۔ ان کی دو کتابیں یعنی فیوچر آف اسلام ان انڈیا اور میکنگ آف پاکستان سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام کے ساتھ ان کو انتہائی محبت تھی اور وہ ہر وقت اس بات کے لئے مضطرب نظر آتے تھے کہ وہ اسلام کی گذشتہ عظمت کے دوبارہ احیاء کے لئے کچھ کر سکیں یا کم از کم کچھ لکھ سکیں۔ افسوس ہے کہ ان کے رسالوں کی کاپیاں دستیاب نہیں ہیں۔ ورنہ ان سے پتہ چلتا کہ ان کے ذہن میں کیا کیا تصورات جنم لیتے رہے اور ان کے لئے انہوں نے کیا کیا دلائل و براہین دیئے۔

تاہم ۱۹۲۸ء میں ان کی کتاب فیوچر آف اسلام ان انڈیا شائع ہوئی ہے۔ جس میں انہوں نے مسلمانوں کی مشکلات کا نہایت اچھوتا اور عمدہ حل پیش کیا۔

مسلم لیگ اور مسلم کانفرنس جو اس وقت زیادہ تر مسلمانوں کے خیالات کی نمائندگی کر رہے تھے انہوں نے درانی کے خیالات کی حمایت نہ کی۔ - - - - - - - -
اس کی ایک وجہ ان کا جماعت احمدیہ سے تعلق بھی ہو سکتا ہے۔

اگرچہ ان کا منصوبہ قابل عمل نہ تھا لیکن اس نے کم از کم کچھ لوگوں کو اس خیال کا ہمنوا بنایا کہ مسلمانوں کی ایک الگ ریاست ہو۔ جہاں اسلام کے ماننے والوں - - - کا ایک حصہ ایک دفعہ پھر عزت اور احترام سے زندگی گذار سکے۔ یہ ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے ان کی بڑی خدمت تھی۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ابھی تک ان کی خدمت کا بالکل اعتراف نہیں کیا گیا۔

میرے نزدیک یہ بعید از قیاس نہیں ہے کہ اقبال درانی کے خیالات سے بے حد متاثر تھے اور انہی خیالات

کا انہوں نے اپنے الہ آباد کے خطبات میں اظہار کیا درانی کی کتاب ۱۹۲۹ء میں شائع ہوئی ہے اور الہ آباد کے خطبات دسمبر ۱۹۳۰ء میں ڈاکٹر علامہ اقبال نے ارشاد فرمائے۔

● جب مسلم لیگ نے تقسیم کا مطالبہ کیا تو درانی صاحب نے اس کی بڑے واشگاف الفاظ میں حمایت کی اور اس مطالبہ کے دفاع اور تشریح کی خاطر ایک کتاب مینگ آف پاکستان کے نام سے بھی شائع کی۔

۱۹ اپریل ۱۹۳۶ء کو قائداعظم محمد علی جناح لاہور تشریف لائے تاکہ آل انڈیا مسلم لیگ کے بمبئی اجلاس کے ریزولیوشن کے مطابق پارلیمانی بورڈ کی تشکیل کر سکیں۔ الکشن کے بارہ میں میاں فضل حسین اور قائداعظمؒ کی کئی ملاقاتیں ہوئیں جس میں قائداعظمؒ نے میاں فضل حسین کو اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کی کہ اسمبلی کے اندر خواہ وہ چھوٹو رام کی حمایت کریں لیکن باہر انہیں مسلم لیگ کے ٹکٹ پر الیکشن لڑنا چاہیئے لیکن میاں فضل حسین نے قائداعظمؒ کے موقف سے سیاسی مصلحتوں کی بنا پر اتفاق نہ کیا۔ چنانچہ قائداعظم نے علامہ اقبال سے فضل الکریم درانی صاحب ایڈیٹر ہفتہ وار رسالہ   کی موجودگی میں ملاقات کی اور اس طرح ۱۹۲۸ء سے جو اختلافات ان دونوں کے درمیان چلے آرہے تھے وہ اس ملاقات سے دور ہو گئے۔

حقائق بالا کے پیش نظر میری استدعا ہے کہ قوم کی تاریخ کی ترتیب و تزئین میں محبت وجذبات اور جانبداری کے عنصر کے بجائے حقائق وواقعات کو ان کی تمام تر اصلیت وحقیقت کے ساتھ کام میں لایا جائے۔ تاریخ "جوں کے توں" اور "جیسے کیسے" حالات و واقعات کو بغیر کسی لاگ لپیٹ، بغیر کسی خوف وخطر، بغیر کسی طمع ولالچ اور بغیر کسی احساس سود وزیاں کے نہایت کھلے دل اور نہایت سچے قلم کے ساتھ صفحہ قرطاس پر ریکارڈ کرنے کا نام ہے امید ہے آئندہ کا محتاط وسنجیدہ مؤرخ تاریخ پاکستان کے زیر نظر باب میں "مفکر ومصور پاکستان" کے بارے میں حقیقت پسندانہ قلم اٹھائے گا۔

(ناصر احمد۔ لاہور)

فرسٹ اپریل فول:

پاکستان میں دیگر سماجی، معاشرتی اور اخلاقی برائیوں اور قباحتوں کے فروغ کے ساتھ ساتھ اس کی ثقافت میں بھی غیر محسوس طور پر تبدیلی آرہی ہے۔ بدیسی رسوم بھی جدید تہذیب کے نام پر معاشرہ میں یوں در آئی ہیں کہ اس کا حصہ بن کر رہ گئی ہیں۔ ان جملہ بدعتوں میں سے ایک فرسٹ اپریل فول بھی ہے۔ جو اپریل کی پہلی تاریخ کو "ہلکی پھلکی تفریح" کے نام پر جھوٹ بول کر ایک دوسرے سے مختلف انداز میں مذاق" کیا جاتا ہے۔ تاکہ دوسرا پریشان ہو جائے اخباروں میں درج واقعات ہمارے سامنے ہیں۔ کہ اس ہلکی پھلکی تفریح اور اس جھوٹ موٹ کے مذاق نے فرد اور گھر کو بالآخر نہایت کرب انگیز پریشانیوں میں مبتلا کرکے رکھ دیا۔ مذاق مذاق میں کئی ہنستے بستے گھروں میں صف ماتم بچھ گئی۔ یا کسی کے گھر والے شدید ذہنی کرب میں مبتلا ہو گئے۔

دین میں دوسروں کی دل آزاری اور جھوٹ گناہ ہے اور کسی کو مذاق میں بھی پریشان کرنا جائز نہیں۔ ہمارے ہاں اپریل فول ایک فیشن کی صورت اختیار کر چکا ہے جو کسی بھی مثبت پہلو کا حامل نہیں ہے۔ کچھ لوگ اپنی خوشی کے لئے کسی دوسرے کو تکلیف پہنچانے سے گریز نہیں کرتے اور بعض لوگوں کی ذرا سی دل لگی اور مذاق سے جان پر بن جاتی ہے۔ بقول شخصے کسی کی جان گئی آپ کی ادا ٹھہری ہنسی مذاق صحت کے لئے طبی نقطۂ نظر سے ضرور اچھا ہے لیکن اس ہنسی مذاق سے گریز کرنا چاہیئے جو اپنے لئے یا کسی دوسرے کے لئے وبال جان بن جائے۔ ہمارے نزدیک جھوٹ موٹ کا یہ ہنسی مذاق جو فرسٹ اپریل کے نام پر منایا جاتا ہے۔ اس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔ اور اسلام اس بات کی بالکل اجازت نہیں دیتا کہ کسی سے ہنسی مذاق کے طور پر بھی اس کے لئے پریشانی پیدا کی جائے۔

اسلام میں "فول" کی بذات خود کوئی مذہبی یا کوئی دوسری حیثیت نہیں ہے۔ اور نہ ہی یہ کوئی ثقافتی اور سماجی تقریب ہے۔ اس کے باوجود اس "بے وقوفی" کو ہر سال دہرایا جاتا ہے۔ اور اس کی حوصلہ شکنی کے لئے کوئی اقدام نہیں کیا جاتا۔ مغرب کی اس بے وقوفی پر مشرق کے لوگ بھی نازاں وفرحاں ہیں۔ جبکہ انہیں یہ فضول رسم کو نہیں منانا چاہیئے۔ کیونکہ اس رسم میں بے حیائی کا عنصر بھی آجاتا ہے۔ اور ہمارا مشرقی ماحول ہمیں اس بات کی اجازت نہیں دیتا۔

یکم اپریل کو اپریل فول منانے کا رواج یورپ امریکہ اور دنیا کے بہت سے ممالک میں ہے مگر اس کی ابتداء کیسے ہوئی اس بارے میں وثوق سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ ایک روایت کے مطابق یونان کے دارالحکومت ایتھنز میں آج سے چار ہزار سال پہلے ایک بہت بڑے مندر (پاوزن نان) جو کہ ایک بلند پہاڑی پر واقع تھا ہزاروں لوگ پرستش اور پوجا اور عبادت کے لئے اکٹھے ہوا کرتے تھے۔ یہ اس دور کی بات ہے جب وہاں پر رومن کیتھولک مذہب نہیں آیا تھا۔ یہ عبادت وہ ہر سال یکم اپریل کو ہی کیا کرتے تھے یہ عبادت موسم بہار کی آمد کے سلسلے میں ہوتی تھی۔ ان کے نزدیک یکم اپریل بڑا سہانا اور خوشگوار دن ہوتا ہے چنانچہ عبادت کے بعد وہ لوگ واپسی پر راستے میں ایک دوسرے سے ہنسی مذاق کرتے تھے اور خوشی کے اظہار کے طور پر وہ ایک دوسرے سے مذاق کیا کرتے تھے لیکن یہ مذاق اور طنز صرف اس حد تک ہوتی تھی جس سے کسی کو نقصان یا ذہنی کوفت نہیں ہوتی تھی۔ اس عبادت کے دوران وہ منتیں بھی مانتے تھے اور منت پوری ہونے پر وہ یکم اپریل کو ہی اس موقع پر خوشی کا اظہار کرتے تھے۔

یونان کے لوگوں نے اپنے مختلف دیوتا اور دیویاں بنا رکھی تھیں مثلاً خوبصورتی کی دیوی کو وینس، سورج دیوتا کو اپولو، بادل دیوتا کو اگنی کہتے تھے۔ ان دیوتاؤں کی عبادت وہ مندروں میں کیا کرتے تھے۔

فرسٹ اپریل فول مغربی ممالک میں نہایت شائستہ اور اچھے انداز میں منایا جاتا تھا۔ یونان سے شروع ہونے والی یہ روایت بعد میں پورے یورپ اور مغربی دنیا میں پھیل گئی اور بعد میں وہاں سے مشرقی ممالک تک پہنچ گئی۔ گو مشرق اور مغرب میں بھی یکم اپریل کو بہار کی آمد شروع ہو چکی ہوتی ہے۔ لیکن ہمارے مشرق کے ممالک میں فرسٹ اپریل فول کو جس انداز میں منایا جاتا ہے وہ انتہائی افسوسناک ہے۔

ایتھنز شہر میں یکم اپریل کی عبادت کے حوالے سے یہ ہنسی مذاق صرف نیک حدوں تک ہی رہتا تھا یعنی ایسا مذاق ہوتا تھا جس سے لوگ لطف اندوز ہوتے تھے اور دوسروں کو بھی اس مذاق میں شامل کرتے تھے کیونکہ وہ عبادت ان کی تجدید عہد ہوتی تھی۔

جہاں تک پاکستان میں اپریل فول منانے کا تعلق ہے وہ جدا ہے کسی کو غلط قسم کی خبر سنا دی جاتی ہے کسی پر کوئی الزام عائد کر دیا جاتا ہے اور کبھی کسی کو حیلے بہانے سے لمبے سفر پر بھیج دیا جاتا ہے کسی کو عزیز رشتہ دار کی موت کی خبر دے کر کہرام مچا دیا جاتا ہے۔ اس سے بہت سی قباحتیں پیدا ہو رہی ہیں جس سے دیگر قسم کے سماجی معاشرتی مسائل پیدا ہو رہے ہیں اس قسم کے غیر اسلامی اور بدیشی کھیل ٹھٹھہ اور لاڈ چاؤ کی حوصلہ شکنی کی جانا ضروری ہے۔

(ابن رحیم۔ گلبرگ لاہور)

ایڈیٹر کے نام

عزیز محترم!

سلام مسنون

بدنام زمانہ رشدی کی شیطانی کتاب سیٹنک ورسز نے مسلم دنیا کو ہلا کر رکھ دیا ہے ہم سب خون کے آنسو رو رہے ہیں۔ دیگر بہت سے ممالک کی طرح پاکستان میں بھی دلبرداشتہ ہو کر اور غم وغصہ کے زیر اثر اموال کو نقصان پہنچایا گیا قانون نافذ کرنے والے اداروں سمیت مظاہرین میں سے دیگر عزیز جانوں کا اتلاف ہوا۔ اب جو کچھ کرنے کا کام ہے وہ یہ ہے کہ اس نہایت ہی مذموم اور حد درجہ ناپاک شیطانی کتاب کے رد میں پُر اثر، مدلل ومسکت جواب رقم کیا جائے جس میں حقائق و براہین اور تاریخ کی صداقتوں وحقیقتوں کی نشاندہی ہو میں سمجھتا ہوں کہ یہ مسلم اُمہ کے لئے کھلا چیلنج ہے۔ پاک نبی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی وامی و نفسی) کے سچے پیروکار نازک حال کا احساس کریں۔ بیدار ہوں۔ اور ایک ایسی کتاب مرتب کریں جو حق وباطل کی تمیز سے دنیا جہان کی آنکھیں کھول دے۔

آئیے ہم اپنی ماضی کی روایات کو زندہ وتابندہ کریں اور دنیا پر ثابت کر دیں کہ صرف اور صرف حضرت سلطان القلم کے خدام ہی ایسے چیلنج کا مقابلہ تلوار سے نہیں بلکہ قلم کی زبان سے کر سکتے ہیں۔ اگر یہ تالیف علم وقلم کے تمام تر محاسن کے ساتھ رقم کی جائے اور کتابت وطباعت کی جدید خوبیوں سے آراستہ ہو تو یقیناً نہ صرف یہ ہاتھوں ہاتھ لی جائیگی بلکہ اس کار خیر کے شرکاء کا نام وکام اس دنیا میں ہی نہیں بلکہ عنداللہ بھی مقبول و ماجور ہوگا۔ میں چاہتا ہوں کہ میری اس تجویز کو آپ ایک فکر اور ایک سوچ دیں اور اس لئے فی اللہ فریضہ کی ادائیگی کے لئے کمربستہ ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ آپکے علم کو وسیع کرے قلم میں فراوانی عطا کرے اور آپکی اس خدمت کیلئے ہمت وتوفیق دے میری خدمات ہر لحاظ سے آپکے ساتھ ہونگی اور میرا اخلاقی اور دلی تعاون آپکے قدم بقدم پر شامل حال رہے گا انشاء اللہ العزیز۔

جمعہ ۱۳ مارچ سے میں بعارضہ قلب زیر علاج رہا چند دنوں کے لئے میں ہسپتال میں داخل رہا بفضلہ تعالیٰ اب میں واپس گھر آگیا ہوں ادویات زیر استعمال ہیں۔ اور مکمل آرام کی ہدایت کی گئی ہے بارگاہ الٰہی سے امید ہے کہ ہفتہ دو ہفتہ بعد روزمرہ کے معمولات کی بتدریج ادائیگی کے قابل ہو سکوں گا میری صحت کاملہ وعاجلہ کے لئے دردِ دل سے دعا کریں میری خواہش ہے کہ میں اور میری اہلیہ ماہ مئی ۱۹۸۹ء میں تائیوان، آسٹریلیا، انڈونیشیا اور جزائر فیجی کا خیر سگالی دورہ کریں ہم وہاں کے احباب جماعت سے ملاقات کے متمنی ہیں۔ اللہ کرے میری صحت اس سفر کی اجازت دے تاکہ ہم احباب سے طالب ملاقات کی خوشی وتقریب حاصل کر سکیں۔ ہم دونوں کی طرف سے بہترین تمناؤں کے ساتھ،

آپ کا مخلص: فضل احمد ۱۲۱-E/۲ گلبرگ III لاہور ۱۱

از زاہدہ بشیر، بی ایس ایڈ

احمدیہ تحریک کا تاریخی جائزہ

صد سالہ تقریبات کے لئے خصوصی فیچر

لندن (انگلستان) کے اردو روزنامہ جنگ مجریہ ۲۷ ستمبر ۱۹۸۸ء میں سسر رکنی پینل نے ربوہ جماعت کے سربراہ جناب مرزا طاہر احمد کا ایک طویل اور بالتصویر انٹرویو شائع کیا ہے جس کا عنوان ہے :۔

"ہم مرزا غلام احمد کو امام مہدی سمجھتے ہیں نبی ہرگز نہیں ۔"

"ہم وہ نہیں جو ہمارے بارے میں پروپیگنڈے کے طور پر کہا جاتا ہے ۔"

جناب مرزا طاہر احمد کا کہنا ہے :۔

"ہم حضرت مرزا صاحب کو امام مہدی مانتے ہیں جس کی پیشگوئی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی ۔ یہ تو بڑی واضح بات ہے اور مسیح موعود مانتے ہیں جس کی پیشگوئی آنحضرت نے فرمائی تھی ۔"

اس سوال پر کہ :۔

" مرزا صاحب کے جو عقائد مباہلے کے چیلنج میں آپ نے بیان کئے ہیں یہ تو ایک عام مسلمان کے عقاید ہیں ۔"

مرزا طاہر احمد کہتے ہیں کہ :۔

" وہی ہمارے ہیں ۔ فرق صرف یہ ہے کہ امام مہدی آیا ہے کہ نہیں ۔ وہ سارے عقائد ہمارے ہیں جن کو آپ مسلمان کے عقائد کہتے ہیں ۔ صرف ہمیں مسلمان نہیں کہتے ۔ ورنہ چیزیں وہی ہیں ۔ اور آپ امام مہدی کو نبی نہیں مانتے مگر عقیدہ آپکا وہی ہے ۔"

جی نہیں ! چیزیں وہی نہیں ہیں ۔ چیزیں وہی ہوتیں تو صورتحال اور ہوتی اور احمدیہ تحریک کی تاریخ میں ۱۹۷۴ء کا ایک اندوہناک المیہ جنم نہ لیتا ۔ حقیقت یہ ہے کہ احمدیہ تحریک پر جو افتاد پڑی اس کی تمام تر ذمہ داری قادیانی ثم ربوائی جماعت کی کج فکری ہے ۔ اور اس کے ان بر خود غلط عقائد پر ہے جو انہوں نے اپنی مصلحتوں کی بنا پر گھڑ لئے تھے ۔

اس ٹریجڈی کو سمجھنے کے لئے ہمیں احمدیہ تحریک کی ورق گردانی کرنا ہوگی ۔

بانی تحریک احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نے مارچ ۱۸۸۹ء میں احمدیہ جماعت کی بنیاد ڈالی ۔ اس کی غرض و غایت خدمت دین اور اشاعت قرآن کریم قرار دی ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے سو سال پورے ہو کر آجکل دوسری صدی کے ابتدائی ایام گذر رہے ہیں ۔ گویا یہ ایام تابعین ہیں ہمیں دیکھنا ہے کہ ایک سو سال پورے ہوتے ہوتے اس تحریک نے اپنی اصلیت کے اعتبار سے کیا رُخ اختیار کیا

حضرت بانی تحریک نے اپنی حین حیات میں جماعت کو اپنے نفوس قدسیہ کے زیر اثر اس کی اغراض ومقاصد کی تعمیل اور تکمیل میں لگائے رکھا ۔ اس کی تنظیم وتربیت کے سامان براہ راست آپ کی زیر ہدایت پورے ہوتے رہے ۔ تاہم آپ نے اپنی زندگی کے آخری سالوں میں نظام جماعت کا لائحہ عمل تجویز فرمایا ۔ اس کے مطابق ۲۰ دسمبر ۱۹۰۵ء کو ایک وصیت تحریر کر کے شائع کی ۔ اس میں آپ نے اپنے بعد نظم ونسق جماعت کے لئے کوئی خلیفہ مقرر نہیں کیا تھا ۔ بلکہ ساری جماعت کو مل کر کام کرنے کی ہدایت فرمائی اور شوریٰ سے تمام امور طے کرنے کا حکم دیا ۔

ازاں بعد ۶ جنوری ۱۹۰۶ء کو آپ نے ایک ضمیمہ الوصیت شائع فرمایا جس میں مذکورہ بالا وصیت کے متعلق تمام ضروری ہدایتیں تفصیل سے تحریر فرمائیں اور اپنے بعد باقاعدہ نظام عمل کے لئے ایک انجمن بنائی ۔ جسے اپنا جانشین ٹھہرایا ۔ اور اس کے لئے کچھ قواعد خود تجویز فرمائے اس انجمن کی سب سے مقدم غرض خدمت دین حصہ قرار دیا اور قاعدہ ۱۳ میں لکھا ۔

" اس انجمن کو دنیا داری کے رنگوں سے بکلی پاک رہنا ہوگا ۔ اور اس کے تمام معاملات نہایت صاف اور انصاف پر مبنی ہونے چاہئیں ۔"

اس کے متعلق مزید تشریح خود اس طرح کی کہ :۔

" انجمن کے تمام ممبر ایسے ہوں گے جو سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوں اور اگر آئندہ کسی کی نسبت یہ محسوس ہوگا کہ وہ پارسا طبع نہیں ہے ۔ یا یہ کہ وہ دیانتدار نہیں ۔ یا یہ کہ وہ ایک چالباز ہے ۔ اور دنیا کی ملونی اپنے اندر رکھتا ہے تو انجمن کا فرض ہوگا کہ بلا توقف ایسے شخص کو اپنی انجمن سے خارج کرے اور اس کی جگہ اور مقرر کرے ۔"

(قاعدہ ۱۱ ضمیمہ الوصیت)

الوصیت اور ضمیمہ الوصیت کے ساتھ ہی حضرت صاحب نے اس انجمن کی بنیاد رکھی اور اس کا نام صدر انجمن احمدیہ قادیان رکھا ۔ آپ نے ۱۴ ممبر اس انجمن کے تجویز فرمائے جو معتمدین کہلاتے تھے ۔ حضرت مولانا نورالدین کو اس انجمن کا صدر اور حضرت مولانا مولوی محمد علی کو سیکرٹری بنایا ۔ باقی بارہ ممبران میں حضرت خواجہ کمال الدین ، مولانا سید محمد احسن امروہوی صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ، نواب محمد علی خاں صاحب ، رئیس مالیر کوٹلہ ، سیٹھ عبدالرحمن صاحب ، مدراس ، مولوی غلام حسن خان صاحب پشاور ، میر حامد شاہ صاحب سیالکوٹ ، شیخ رحمت اللہ صاحب لاہور ، ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب لاہور ، ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب لاہور ، ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب اور ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب شامل تھے ۔

حضرت صاحب نے اس انجمن کو اپنی زندگی میں اڑھائی برس تک اس نظام اور مسلک پر چلایا جو الوصیت میں درج ہے ۔ اور ایک موقعہ پر میر ناصر نواب صاحب نے کچھ اپنی مرضی اور منشاء استعمال کرنا چاہی تو حضرت صاحب انجمن کی نمایت پر خود اجلاس میں تشریف لائے اور مندرجہ ذیل تحریر لکھ کر دے گئے ۔

"میری رائے تو یہی ہے کہ جس امر پر انجمن کا فیصلہ ہو جائے کہ ایسا ہونا چاہیئے اور کثرت رائے اس میں ہو جائے تو وہی امر صحیح سمجھنا چاہیئے ۔ اور وہی قطعی ہونا چاہیئے ۔"

.... ہر ایک امر میں صرف اس انجمن کا اجتہاد کافی ہوگا ۔"

اس تحریر نے فیصلہ کر دیا کہ آپ کے بعد انجمن کامل طور پر با اختیار ہے ۔ کوئی فرد واحد انجمن کا مطاع نہیں ہوگا ۔ اور کل نظام انجمن کے سپرد ہوگا ۔ یہ آپ کا ایک بڑا الہامنامہ تھا ۔ گویا اپنے بعد پیر پرستی اور گدی بنانے کی تمام جڑیں کاٹ دیں ۔

۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو حضرت صاحب اس جہان فانی سے رحلت فرما گئے ۔ جماعت نے حضرت مولانا نورالدین کو اپنا سربراہ جماعت تسلیم کیا ۔ اسوقت حضرت خواجہ کمال الدین نے حضرت مولانا محمد علی سے ذکر کیا کہ تجویز ہوئی ہے کہ سب احمدی ان کے ہاتھ پر بیعت کریں ۔ مولینا محمد علی صاحب نے کہا کہ اس کی کیا ضرورت ہے جو نئے لوگ سلسلہ میں داخل ہوں انہیں بیعت کی ضرورت ہے اور یہی الوصیت کا منشا ہے خواجہ صاحب نے کہا کہ چونکہ وقت بڑا نازک ہے ایسا نہ ہو کہ جماعت میں تفرقہ پڑ جائے اور احمدیوں کا مولانا نورالدین صاحب کے ہاتھ پر دوبارہ بیعت کر لینے میں کوئی حرج بھی نہیں ہے ۔ تب حضرت مولانا محمد علی صاحب نے اسے تسلیم کر لیا ۔ چنانچہ حضرت مولانا نورالدین کے ہاتھ پر بیعت ہوئی ۔

۱۹۰۸ء سے ۱۹۱۴ء تک جماعت احمدیہ کی قیادت حضرت مولینا نورالدین نے فرمائی ۔ ان چھ سالوں میں جہاں ایک طرف جماعت نے بڑھ چڑھ کر ترقی کی اور بڑے بڑے عظیم الشان کاموں کی بنیاد رکھی گئی ۔ وہاں دوسری طرف بعض عناصر نے ایسی تخریبی تحریکوں کا آغاز کیا جس نے نہ صرف جماعت کے ٹکڑے کر دیئے ۔ بلکہ احمدیت کی ترقی اور مقبولیت کو نقصان پہنچایا ۔ کہیں حضرت مولانا نورالدین کو حضرت مولانا محمد علی اور انجمن کے ممبران سے بدظن کرنے کی کوششیں تھیں ۔ کہیں صدر انجمن احمدیہ کو عملی طور پر بیکار کر دینے یا لاہور کے بعض ممبران کو اس سے خارج کروانے کے منصوبے تھے ۔ ایک طرف کسی خاص منصوبہ کے ماتحت مجلس انصار اللہ احمدیہ کا وجود میں آنا تھا ۔ تو دوسری طرف تکفیر مسلمانان عالم کے عقیدے کی ایجاد ۔ غرضیکہ یہ زمانہ جہاں جماعت کی ترقی کا زمانہ تھا وہیں اندر ہی اندر وہ سب کچھ بھی ہوا جس کا نتیجہ ۱۹۱۴ء میں حضرت مولانا نورالدین کی وفات کے بعد جماعت میں اختلاف کی صورت میں رونما ہوا جس نے نہ صرف سلسلہ احمدیہ کو ہی تو دو ٹکڑے کر دیا ۔ بلکہ احمدیت کی مقبولیت اور ترقی کو وہ نقصان پہنچا جس کی تلافی پھر کبھی نہ ہو سکی ۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت صاحب نے اپنی الوصیت کے مطابق صدر انجمن کو قائم کر کے اس کے سپرد سب کاروبار کر دیا اور اپنے بعد اس انجمن کے فیصلوں کو قطعی قرار دیا ۔ یہ بات جناب میاں بشیر الدین محمود احمد فرزند حضرت بانی سلسلہ کو اندر ہی اندر ناگوار گذری ۔ اور اسی وقت سے ان کے دل میں خاص طور پر حضرت مولانا محمد علی اور حضرت خواجہ کمال الدین کے خلاف بغض وحسد کے خیالات پیدا ہو گئے ۔ ان کا اظہار حضرت صاحب کی زندگی کے آخری حصہ میں مرحوم میاں صاحب کی کسی قدر کشیدگی کی صورت میں بھی نظر آتا ہے ۔ چنانچہ ان کے وقت کا بڑا حصہ صدر انجمن کو کالعدم کرنے کی فکر میں گذرا ۔ حضرت مولانا نورالدین اور حضرت مولانا محمد علی کے تعلقات بہت گہری محبت کے تھے ۔ آپ جو کام کرتے وہ آپ کے مشورے سے کرتے اور جو کچھ اعلان وغیرہ کرنا ہوتا وہ آپ کے قلم سے لکھواتے ۔ یہ گہرا تعلق بعض لوگوں کے لئے مزید حسد کا باعث ہوا ۔ حضرت مولانا محمد علی ، حضرت صاحب کی خلافت کے

صرف جانشینی کے معنوں میں قائل تھے اور آیت استخلاف کو صرف اور صرف حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہی مانتے تھے چنانچہ حضرت مولانا نورالدین کو ہر وقت یہ کہا جانے لگا کہ مولوی محمد علی صاحب آپ کو خلیفہ نہیں مانتے۔ اور پھر میاں صاحب کے ماموں جناب میر محمد اسحاق نے ایک تنازعہ کی بنیاد ڈال اور سات سوال تیار کئے کہ آیا انجمن خلیفہ کے ماتحت ہے یا خلیفہ انجمن کے ماتحت ہے اور انجمن خلیفہ کو برطرف کر سکتی ہے یا خلیفہ انجمن کو توڑ سکتا ہے اور انجمن کے انتظامات میں خلیفہ کو حد تک دخل دے سکتا ہے

حضرت مولینا محمد علی کا جواب جو انہوں نے ان سات سوالوں کا دیا تھا حضرت مولینا نورالدین صاحب نے سائل کو بھیج دیا۔ لیکن اس پر بھی ان لوگوں کو تسلی نہ ہوئی۔ اور مزید سوالات ان لوگوں نے لکھ کر حضرت مولینا نورالدین کو دیئے ان کا جو جواب مولینا محمد علی نے دیا وہ آپ کی کتاب "حقیقت اختلاف" میں درج ہے۔ مختصراً آپ نے اس بات کو دوہرایا کہ حضرت صاحب نے انجمن کو ہی اپنا جانشین بنایا ہے اس وقت سب نے ہی حضرت مولینا نورالدین کو اپنا مطاع مانا ہے اور ان کے اور انجمن کے درمیان کوئی تنازعہ نہیں اس لئے یہ سب سوالات فرضی اور پیش از وقت ہیں۔ اور انجمن کو توڑنے کی ایک کوشش ہے۔ بہتر ہے ان سوالات کا جواب انجمن دے۔ چنانچہ حضرت مولینا نورالدین نے فرمایا کہ ان سوالات کو جوابات کے لئے چالیس آدمیوں کے پاس بھیجا جائے اور ان کی رائے سے انہیں اطلاع دی جائے۔ اور ۳۱ جنوری ۱۹۰۹ء کو وہ سب قادیان میں جمع ہوں۔

احباب لاہور نے متفقہ رائے لکھ کر بھیج دی جو وہی تھی جو کہ حضرت مولینا محمد علی لکھ چکے تھے یعنی یہ کہ حضرت صاحب کی اصل اور حقیقی جانشین انجمن ہے انجمن نے بالاتفاق رائے حضرت مولینا نورالدین کو اپنا مطاع مانا ہے۔ یہ اس کا اپنا ذاتی فعل ہے۔ بہرحال مولینا کی ذات پر سب کو اتفاق ہے

چنانچہ حضرت مولینا نورالدین صاحب نے اجلاس میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ آخر میں وہی بات کہی جو حضرت مولانا محمد علی نے اپنے جواب میں لکھی تھی۔ کہ یہ سوالات قبل از وقت ہیں۔ ان میں پڑنا نہیں چاہیئے۔ اور آخری فیصلہ کے طور پر کہا کہ مجھ پر دونوں فریق کا اعتماد ہے اس لئے میری زندگی میں اس سوال کو نہ اٹھایا جائے اور اپنی تقریر ختم کرنے سے پہلے جناب میاں محمود احمد اور میر ناصر نواب صاحب سے اقرار

لیا کہ وہ آپ کی اطاعت کریں گے پھر حضرت مولینا محمد علی اور حضرت خواجہ کمال الدین سے ایک طرف اور شیخ یعقوب علی صاحب اور میر محمد اسحاق سے دوسری طرف بیعت لی۔ اور اس کا منشاء سوائے اس کے کچھ نہ تھا کہ میری زندگی میں میری اطاعت کی جائے۔

حضرت بانی جماعت کی بیعت کرنے والے لوگوں کو مولینا نورالدین کی نئے سرے سے نہ صرف ایک بار کرنا پڑی بلکہ دوسری بار کرنا پڑی کسی دوسرے شخص کی دوبارہ بیعت

استحکام ہے میرے نزدیک موجودہ مخصوص حالات میں جماعتی مفاد اس امر کا متقاضی ہے کہ بہی خواں جماعت جماعتی خیرخواہی اور جماعت کے لئے سچی ہمدردی کے جذبات کے ساتھ اس عمل کو محل نظر نہ ٹھہرائیں۔

بہرحال حضرت مولینا نورالدین نے کبھی اپنے آپ کو ان معنوں میں خلیفہ نہیں منوایا جن معنوں میں میاں محمود احمد صاحب نے بعد میں منوایا۔ اور نہ کبھی انجمن کے فیصلوں کو توڑا۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ انجمن کے قواعد و ضوابط وہی رہے جو حضرت صاحب نے بنائے تھے۔ اور جن کو میاں محمود احمد صاحب کو خود خلیفہ بنتے ہی بدلنے کی ضرورت پڑ گئی۔

بظاہر اس جھگڑے کو یہاں ختم ہو جانا چاہیئے تھا چونکہ میاں محمود احمد صاحب اور ان کے ہم خیال لوگوں کو اپنے اصل مقصد میں کامیابی نہ ہوئی۔ اس لئے اس جھگڑے کو بار بار جگانے کی کوششیں ہوتی رہیں اور حضرت مولینا نورالدین کو یہ کہا جاتا رہا کہ یہ لوگ اندرونی طور پر آپ کی اب بھی مخالفت کرتے ہیں۔ اور حضرت مولینا محمد علی اور ان کے ہم خیال احباب کو جماعت سے نکال دینے کی تحریک کی۔ بھڑکانے اور بدظنی پیدا کرنے کے لئے نہ صرف اٹھتے بیٹھتے طرح طرح کے حربے استعمال کئے گئے بلکہ سوتے میں خواب بھی اسی نوع کے دیکھے جانے لگے۔ اور ان خوابوں کی تشہیر بھی خوب کی گئی۔ افتراق اور بدگمانیوں کی اس افسوسناک صورتحال میں حضرت مولینا نورالدین کو لکھنا پڑا کہ:-

"نواب میر ناصر محمود بے وجہ جو شیلے
ہیں یہ بلا انک لگی ہوئی ہے یا اللہ نجات
دے۔ آمین"

یہ فقرہ حضرت مولینا نورالدین صاحب کے اس خط کا ہے جو انہوں نے ان لوگوں سے تنگ آکر حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کو ۳ مئی ۱۹۱۳ء کو جبکہ وہ انگلستان میں مقیم اپنے درد دل کا اظہار کرتے ہوئے لکھا۔ اس خط کا عکس اخبار پیغام صلح مورخہ ۲۶ نومبر ۱۹۳۷ء میں شائع ہو چکا ہے۔

دوسرا حربہ جو میاں محمود احمد صاحب کی خلافت کی بنیاد ڈالنے کے لئے استعمال کرنا شروع کیا یہ تھا کہ جماعت میں میاں صاحب کے علم اور تقویٰ کا ایک پروپیگنڈہ شروع

کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے رہے اور اسی طرح میاں صاحب کے تیار کردہ دیگر مبلغین بھی یہی کام کرتے تھے۔

یہ وہ زمانہ تھا جبکہ ہندوستان کے عوام پیر پرستی کی لعنت میں بُری طرح جکڑے ہوئے تھے اور رسوم اور توہمات کے مرید تھے۔ اور حضرت صاحب کے کارناموں میں سے ایک یہ بھی تھا کہ انہوں نے پیری مریدی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا اور ان کے بعد مولانا نورالدین صاحب کا بھی یہی رنگ تھا اور یہ اس جماعت کی ایسی خصوصیت تھی جو غیر احمدی لوگوں پر بہت اثر ڈالتی تھی۔ لیکن میاں محمود احمد صاحب کے لئے جو خلافت تیار کی جا رہی تھی۔ وہ اس سے مختلف تھی اس کا ثبوت ایک باہر کے غیر جانبدار شخص کی زبانی سنیئے۔ امرتسر کے ایک صاحب محمد اسلم جو احمدی نہ تھے قادیان دیکھنے کے لئے آتے ہیں اور کیا اثر لے کر جاتے ہیں۔ مولانا نورالدین صاحب کے متعلق وہ لکھتے ہیں:-

"جہاں تک میں نے دو دن ان کی مجالس وعظ اور درس قرآن شریف میں رہ کر ان کے کلام کے متعلق غور کیا مجھے وہ نہایت پاکیزہ اور خالصتہً للہ اصول پر نظر آیا۔ مولوی صاحب کا طرز عمل ریا اور منافقت سے پاک ہے اور ان کے آئینہ دل میں صداقت اسلام کا ایک زبردست جوش ہے...... مگر حقیقی اسلام قرآن مجید ہے تو قرآن مجید کی صادقانہ محبت جیسی مولوی صاحب میں میں نے دیکھی اور کسی میں نہیں دیکھی۔ یہ نہیں کہ وہ تقلیداً ایسا کرنے پر مجبور ہو گیا ہے بلکہ وہ ایک زبردست فیلسوف انسان ہے اور نہایت زبردست فلسفیانہ تنقید کے ذریعہ قرآن کی محبت میں گرفتار ہو گیا ہے ...... مجھے حیرت اس بات کی ہوئی ہے کہ ایک اسی سالہ بوڑھا آدمی صبح سے شام تک لگاتار کام کرتا ہے...... مولوی صاحب کی تمام حرکات و سکنات میں صحابہؓ کی سادگی اور بے تکلفی کی شان پائی جاتی ہے۔"

پھر یہ صاحب لکھتے ہیں کہ پیر پرستی کی لعنت مولانا نورالدین صاحب کی مجالس میں کسی جگہ نہ تھی لیکن دوسرا رخ بھی انہی کی زبانی سنئیے:-

صاحبزادہ محمود احمد صاحب کے سفر حج سے بخیریت واپس آنے کی مبارکبادی کے لئے شائع کیا گیا ہے جس کا مفہوم ...... سیاق عبارت سے پیر پرستی کے خدوخال نمایاں کر رہا تھا۔ مجھے افسوس ہے کہ کیوں ایسے اشتہار کی اشاعت اس حد تک جائز رکھی گئی کہ وہ بہت دنوں سے خدا پرست قادیان کی دیوار سے چپٹا ہوا ہے...... اس کو دیکھ کر مجھے خوف پیدا ہو گیا ہے کہ کہیں یہ پیر پرستی کی خاموش چنگاری بڑھتے بڑھتے سارے قادیان کو بھسم نہ کر ڈالے جو غالباً مولوی نورالدین صاحب کے اس دنیا سے رحلت فرمانے کے انتظار میں ہے۔"

(اخبار بدر مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۱۳ء صـ ۹)

غرضیکہ ایک غیر جانبدار دیکھنے والے کو بھی صاف نظر آ رہا تھا کہ میاں محمود احمد صاحب کو کیا مقام دلانے کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔

(جاری ہے)

مشاورتی کمیٹی اخبارات

کا اجلاس ۱۱ اپریل کو محترم میاں فضل احمد صاحب کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ اخبارات سے متعلق مختلف تجاویز زیر غور آئیں۔ اور فیصلہ جات ہوئے۔ کمیٹی کا آئندہ اجلاس ۲۶ مئی کو ½ ۱۱ بجے قبل دوپہر دارالسلام کالونی میں ہوگا۔

مرکزی شبان الاحمدیہ
کی طرف سے
احباب و خواتین اور نوجوان بھائیوں کو
"عید مبارک"

راہِ وفا کے مسافر

حضرت خواجہ کمال الدینؒ

۱۸۷۰ ـــــ ۱۹۳۲ء

حضرت خواجہ کمال الدین ۱۸۷۰ء میں پیدا ہوئے ۱۸۹۷ء میں آپ نے وکالت کے امتحان میں کامیابی حاصل کرکے ۱۹۰۳ء تک پشاور میں پریکٹس کی۔ اس سے پہلے ۱۸۹۳ء میں آپ حضرت بانیٔ سلسلہ کی بیعت کر چکے تھے۔ ۱۹۰۳ء سے آپ لاہور رہے۔ آپ حضرت مرزا یعقوب بیگ حضرت ڈاکٹر محمد حسین شاہ اور حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب، یہ چار خادم حضرت صاحب کے لاہور میں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حسنِ بیان عطا کیا تھا۔ آپ نے دینی سلسلہ میں افریقہ یورپ اور ہندوستان کے مختلف علاقوں میں سفر کئے۔ دو مرتبہ مکہ مکرمہ گئے۔ پہلی مرتبہ ۱۹۱۵ء میں اور دوسری مرتبہ لارڈ ہیڈلے کے ساتھ ۱۹۲۳ء میں۔

حضرت خواجہ کمال الدین جماعت احمدیہ کے ان مایۂ ناز فرزندوں میں سے ہیں جنہوں نے حضرت بانیٔ سلسلہ کے منشا کے مطابق ہر قسم کی مشکلات برداشت کرتے ہوئے دین کو دنیا پر مقدم کرکے اور تمام دنیوی مفادات پر لات مار کر اعلائے کلمۃ اللہ کو اپنی زندگیوں کا مطمع نظر بنایا۔ اور اس فرض کی ادائیگی میں اپنی جان تک قربان کر دی اس لحاظ سے خواجہ کمال الدین کا نام سرفہرست لکھا جائیگا

خواجہ صاحب احمدیت میں کیسے آئے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ سے کیا فیض انہوں نے حاصل کیا اور خدمتِ دین کے کیا کیا کام سرانجام دیئے اس کی داستان حضرت ڈاکٹر بشارت احمد مرحوم کی زبانی سنیئے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

حضرت خواجہ کمال الدین مرحوم لاہور کے رہنے والے تھے بی اے ایل ایل بی تھے۔ نئی روشنی کے تعلیم یافتہ تھے اس لئے دماغ میں دنیا کی ترقیات کی تمناؤں میں مذہب کو کہیں قدم رکھنے کی جگہ نہیں ملتی تھی۔ مثل ہے جوانی دیوانی خواجہ صاحب پر اس دیوانی کا بھی اثر تھا۔ یہاں تک کہ آزادروی کا کوئی ٹھکانہ ہی نہ تھا۔ کچھ تو مشن کالج کے مشہور پادری پرنسپل ڈاکٹر یوانگ اور ان کے ہم مشربوں کا اثر اور کچھ طبیعت کی معقول پسندی نے یہ خیال دماغ پر مستولی کر دیا کہ جب دنیا ہی مقصود خاطر ہے اور مذہب ایک لغویت ہے تو پھر کیوں نہ عیسائی مذہب اختیار کیا جائے جس کے پیرؤوں کی وجاہت اور حکومت اور جس کی سوسائٹی کا تعیش و تنعم آج اپنی نظیر نہیں رکھتا جب پادری یوانگ اور دوسرے پادریوں کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے اور بھی ڈورے ڈالنے شروع کر دیئے اور اب یہ عالم ہوا کہ ڈاکٹر یوانگ اور پادریوں کی دعوتیں خواجہ صاحب کے گھر ہوتی تھیں اور خواجہ صاحب دن رات ان کے ہاں مدعو رہتے تھے اور بائبل کے تبلیغی جلسوں اور محفلوں میں عیسائیت کی تائید کرنا خواجہ صاحب کا کام تھا۔ جہاں کوئی اور متنازعہ فیہ امر درمیان میں آیا اور کسی نے پادریوں پر اعتراض کیا اور ڈاکٹر یوانگ نے خواجہ صاحب کو مخاطب کیا اور یہ فوراً تصدیق و تائید کے لئے کھڑے ہو گئے اب یہ ہوا کہ باقاعدہ بپتسمہ لینے کی تیاریاں ہونے لگیں۔

ادھر جناب الٰہی کی رحمت نے دستگیری کی تیاری شروع کر دی۔ حضرت مرزا غلام احمد کی کتاب براہینِ احمدیہ خواجہ صاحب کے ہاتھ پڑ گئی کس طرح ان تک پہنچی مجھے علم نہیں۔ مگر کتاب پہنچی اور خواجہ صاحب نے پڑھی۔ خدا جانے کیا اثر قلب پر ہوا کہ دنیا ہیچ نظر آنے لگی اور خدا کی معرفت کی روشنی کے لئے دل کی کھڑکیاں کھل گئیں۔ جس آگ کے گڑھے میں گرنے کی تیاریاں کر رہے تھے وہ اب صاف نظر آنے لگا۔ اپنے انجام کا سوچ کر کانپ اٹھے اپنی بداعتقادیوں اور بداعمالیوں سے توبہ کی۔

پادری یوانگ کی محفل میں جو آج جانا ہوا تو وہ حسبِ معمول اپنی تبلیغی مجلس میں عیسائیت کو پیش کر کے خواجہ صاحب کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ کیوں خواجہ صاحب میں نے ٹھیک کہا؟ انہوں نے بیٹھے بیٹھے اس خیال کی ایسی تردید کی کہ پادری حیران رہ گیا۔ جلدی سے کہنے لگا خیر خیر، خواجہ صاحب معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے بس کے بعد فوراً مجلس برخاست کر دی اور علیحدہ لے جا کر ان سے سبب پوچھا کہ آج آپ نے عجیب طرح کے خیالات کا اظہار کیا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا "بات یہ ہے کہ میرا مذہب اب تک فقط دنیا طلبی تھا اور اس کے لئے عیسائیت سے بڑھ کر مجھے کوئی مذہب نظر نہیں آتا تھا۔ اس لئے میں عیسائی ہونے کے لئے تیار تھا۔ لیکن میں نے ایک مردِ خدا کی کتاب پڑھی ہے، اس سے مجھے دنیا ہیچ نظر آنے لگی ہے اور اس کتاب نے مجھ پر واضح کر دیا ہے کہ دینِ حقہ کے سوا آج کوئی مذہب، مذہب کہلانے کا مستحق ہی نہیں کیونکہ صرف وہی ایک مذہب ہے جو خدا تک آج بھی بندہ کو پہنچاتا ہے اور یہی مذہب کی غرض و غایت ہو سکتی ہے۔ پس میں اس کتاب کو جس کا نام براہینِ احمدیہ ہے پڑھ کر نئے سرے سے مومن ہوا ہوں اور یہ وہ دین ہے جو ماں باپ کے گھر سے نہیں بلکہ علم و حکمت کے در سے مجھے ملا ہے اس لئے میرے دل میں گھر کر گیا ہے

براہینِ احمدیہ اور حضرت صاحب کا نامِ نامی کفر کے لئے بالعموم اور عیسائیت کے لئے بالخصوص موت کی گھنٹی تھی۔ پادری اپنا سا منہ لے کر رہ گئے اور ان کا یہ شکار ہاتھ سے نکل گیا لیکن با ایں ہمہ ابھی خواجہ صاحب کے دل میں طرح طرح کے وساوس موجزن تھے اور بداعمالیوں اور بگڑی ہوئی عادتوں کو چھوڑنا آسان کام نہ تھا۔

حضرت صاحب قادیان سے ملتان تشریف لے جا رہے تھے۔ تو امرتسر کے سٹیشن پر خواجہ صاحب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت صاحب نے خلافِ معمول خواجہ صاحب کو زور سے سینے سے لگایا اور بیعت بھی لی یہ غالباً ۱۸۹۳ء کا واقعہ ہے۔

خواجہ صاحب کا بیان ہے کہ حضرت صاحب کے سینے سے لگتے ہی میرے دل کو ایک عجیب ٹھنڈک اور سکون حاصل ہوا اور وساوس تو سینے سے یوں دھل گئے جیسے کبھی تھے ہی نہیں۔ اور دل یقین اور معرفت کی لذت سے بھر گیا اور ہر ایک بری بات سے یک قلم نفرت ہو گئی اور وہ ٹھنڈک مہینوں مجھے قلب میں محسوس ہوتی رہی اور عبادت کا وہ ذوق و شوق پیدا ہوا کہ شب بیداری، تہجد اور نمازوں میں خشوع و خضوع کا وہ عالم ہوا کہ کسی طرح ان چیزوں سے سیری ہی نہ ہوتی تھی غرضیکہ تقویٰ اور عبادت کا ایسا رنگ غالب ہوا کہ ہم نشینوں کو حیرت ہو گئی۔ صحیح راستے پر لگنے سے دماغ کے فطری جوہر بھی کھلنے لگے۔

سب سے پہلے انجمن حمایت اسلام لاہور کے

جانے والوں کی کمی پوری کبھی ہوتی نہیں
آنے والے آئیں گے پھر بھی خلا رہ جائیگا

سالانہ جلسہ پر ان کا لکچر "قرآن اور سائنس" پر ہوا۔ لوگ سنتے تھے کہ خواجہ صاحب نے کیا بولنا ہے مگر خواجہ صاحب بولے اور ایسا بولے کہ جلسہ دنگ رہ گیا۔ میں خود اس جلسہ میں موجود تھا۔ خوشی سے ہم لوگ اچھل اچھل پڑتے تھے۔

پھر تو روز بروز خواجہ صاحب کے تعلقات حضرت مرزا صاحب سے گہرے ہوتے گئے یہاں تک کہ مولوی کرم دین جہلمی والے مقدمہ میں جو گورداسپور میں حضرت مرزا صاحب کے خلاف ہوتا رہا تھا خواجہ صاحب اپنی ساری وکالت کو بلکہ دوسرے لفظوں میں ساری دنیا کو لات مار کے حضرت صاحب کی خدمت میں بیٹھے رہے اور مقدمہ لڑتے رہے اور دین کی خدمت کے لئے بڑی بڑی قربانیاں کیں۔ اسی زمانہ میں جب یہ گورداسپور میں مقدمہ میں مشغول تھے ان کا بچہ پشاور میں بیمار پڑا۔ تاریں آئیں نہیں گئے۔ آخر کار فوت ہوگیا۔ تار دیدی کہ دفن کر دو میں حضرت صاحب کے مقدمہ کو چھوڑ کر نہیں آسکتا۔ یہ قربانیاں کوئی معمولی باتیں نہیں بلکہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ پھر خدا نے بھی وہ فضل کیا کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔

خدا کی شان وہ دہریہ منش خواجہ جو عیسائی ہونے جا رہا تھا۔ حضرت مرزا غلام احمد کے فیضانِ روحانی سے وہ علم و معرفت حاصل کرتا ہے کہ یورپ میں صدہا عیسائیوں اور دہریوں کو دینِ حق میں لانے کا موجب بنتا ہے۔ وہ جو دنیا طلبی اپنا مذہب رکھتا تھا دنیا کو لات مار کر دین کو اس طرح مقدم کرتا ہے کہ چلتی ہوئی ہزار روپے ماہوار کی وکالت چھوڑ کر پردیس میں ڈیرے لگاتا ہے۔ وہ جو خدا سے بھاگا پھرتا تھا راتوں کو تہجد میں اس کی آہ وزاری کی آوازیں عرش تک پہنچنے لگیں۔

کئی مرتبہ میں سفر و حضر میں ساتھ رہا ہوں تہجد کبھی ناغہ ہوتی میں نے تو نہیں دیکھی۔ ایک دفعہ فرمانے لگے کہ حضرت مرزا صاحب کے علم کا فیض مجھے انگلستان میں بھی برابر پہنچتا رہا ہے۔ فرماتے تھے ایک دفعہ انگلستان میں دہریوں کی ایک ادبی مجلس میں خدا کی ہستی پر میرا لیکچر تھا۔ لیکچر کے بعد پانچ پانچ منٹ سوال و جواب کے لئے تھے اب ظاہر ہے کہ خدا کی ہستی پر اکثر مباحثہ دہریوں سے ہو جو منکرِ خدا ہیں تو انکار کے رنگ میں اعتراض کر دینا تو پانچ منٹ میں بہت آسان ہے مگر پانچ منٹ میں جواب دینا بہت مشکل کام ہے۔ لیکن خدا کا یہ فضل تھا کہ جس وقت وہ اعتراض کرتے تھے تو جواب میرے پاس گھڑا گھڑایا تیار ہوتا تھا۔ وجہ یہ کہ ان تمام اعتراضوں کے جوابات حضرت صاحب نے براہین احمدیہ میں لکھے ہوئے تھے۔ جو میں نے پڑھے ہوئے تھے۔ اور مجھے یاد تھے۔ وہ جواب سن کر دہریوں میں کھلبلی مچ گئی اور مباحثہ ختم ہونے کے بعد انہوں نے مجھ سے ہاتھ ملایا اور شکریہ ادا کیا کہ آج آپ نے ہمیں نیا علم دیا ہے لیکن میں دل ہی دل میں حیران تھا کہ الٰہی ایک گمنام گاؤں کا رہنے والا شخص نئے سے نئے زمانہ کے معترضین کے اعتراضوں کا جواب آج سے سالہا سال قبل لکھ گیا اور حالت یہ تھی کہ آپ نے نئے زمانہ کے علوم کو مطلق پڑھا نہ تھا انگریزی آپ قطعاً نہ جانتے تھے۔ بڑے بڑے شہروں کی علمی سوسائٹیوں سے آپ بالکل بیگانہ تھے اخبار بین آپ نہ تھے۔ پھر کس طرح انکار کیا جا سکتا ہے کہ یہ علوم آپ کو خدا کی طرف سے نہیں ملے جس طرح حضرت مرزا صاحب نے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر یہ شعر لکھا تھا کہ ؎

امّی و در علم و حکمت بے نظیر
زیں چہ باشد حجتے روشن ترے

وہی بات آج ہمیں نظر آتی ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے آپ کا ایک غلام کس طرح ایک گمنام گاؤں قادیان میں ان علوم کا وارث ٹھہرتا ہے۔

خواجہ صاحب فرماتے تھے کہ شروع شروع میں ایک دفعہ پادری زویمر نے ہمارے خلاف انگلستان میں بڑا پروپیگنڈہ کیا تو رؤیا میں مَیں نے حضرت مرزا صاحب کو دیکھا کہ تشریف لائے ہیں اور میری ٹانگوں کو زور سے دبایا اور فرمایا کہ میں نے پادریوں کے مقابلہ میں تمہاری ٹانگوں کو خدا کے فضل سے مضبوط کر دیا ہے انشاء اللہ اب متزلزل نہ ہوں گی۔ چنانچہ اس کے بعد ہم اس پادری پر غالب آئے اور ہمارے قدم انگلستان میں بیش از بیش جم گئے۔

اپنی زندگی میں حضرت مرزا صاحب نے ایک دفعہ میرے سامنے خواجہ صاحب سے فرمایا تھا کہ آپ بار بار میرے پاس آیا کریں اور فائدہ اٹھایا کریں اغلب ہے کہ آپ کو دینی کام کے لئے ہندوستان سے باہر جانا پڑے۔ سو ایسا ہی ہوا جیسا کہ اس مردِ خدا نے فرمایا تھا۔ مولانا روم علیہ الرحمۃ کیا خوب فرماتے تھے ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

یہ تو تھا ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کا بیان جو انہوں نے خواجہ صاحب سے سن کر اور اپنے چشم دید واقعات کی بنا پر لکھا۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ خواجہ صاحب کے اس عزم کا کہ وہ انگلستان خدمتِ دین کے لئے جا رہے ہیں، جب ان تعلیم یافتہ لوگوں کو علم ہوا جو انگلستان سے ہو کر آئے تھے یا یہاں انگریزوں سے میل ملاپ رکھتے ہوئے ان کے حاکمانہ اقتدار سے مرعوب تھے۔ تو انہوں نے مذاق اڑایا کہ انگریزوں کو دین دار بنانا ایک احمقانہ خیال ہے اور خواجہ صاحب عنقریب ناکام ہو کر واپس آجائیں گے لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ فی الحقیقت وہ کشف جو ۱۸۹۱ء میں حضرت مرزا صاحب نے دیکھا اور جو ازالہ اوہام میں آپ نے اس طرح بیان کیا ہے کہ :۔

"میں نے دیکھا کہ میں شہر لندن میں ایک منبر پر کھڑا ہوں اور انگریزی زبان میں ایک نہایت مدلل بیان سے دین کی صداقت ظاہر کر رہا ہوں۔ بعد اس کے میں نے بہت سے پرندے پکڑے جو چھوٹے چھوٹے درختوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے رنگ سفید تھے اور شاید تیتر کے جسم کے موافق ان کا جسم ہوگا۔"

اور یہی آپ نے لکھا تھا کہ آخری زمانہ میں مغرب سے طلوعِ شمس کی جو خبر حدیثوں میں آئی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ دین کا سورج مغربی ممالک سے طلوع ہوگا۔

اس کے پورا ہونے کا وقت آگیا تھا چنانچہ خواجہ صاحب نے انگریزوں کی شکل میں سفید پرندے پکڑنے شروع کر دیئے اور ان کی جدوجہد سے جنابِ الٰہی سے یہ دوسری نصرت آپ کو عطا ہوئی کہ لارڈ ہیڈلے جیسا باوقار انسان آپ کے ہاتھ پر اپنا آبائی مذہب چھوڑ بیٹھا۔ ان کے علاوہ سر عبداللہ آرچی بیملٹن۔ سر عمر ہیوبرٹ، مسٹر محمد مارماڈیوک وغیرہ بڑی بڑی ہستیاں آپ کے ذریعہ حلقہ بگوشِ دین ہوئیں جس پر انگلستان اور برصغیر ہند و پاک بلکہ تمام دنیا میں بہت بڑا شہرہ ہوگیا۔ اور خواجہ صاحب کی کوششوں کو چاروں طرف عزت و عظمت کی نگاہوں سے دیکھا جانے لگا۔ خود خواجہ صاحب نے اس کو حضرت مرزا صاحب کے مذکورہ بالا کشف کی تعبیر قرار دیا اور حسبِ ذیل اشعار میں اللہ تعالٰے کی جناب میں اس کا اظہار کرتے ہوئے شکر گذاری کی۔ ؎

خود بخود کردی درِ افضال باز
حیف باشد گر کنم بر بخت ناز
من کہ سرگرداں پئے مرغاں شدم
تو عطا کردی مرا یک شاہباز
آنچہ بخودی بہ پیرِ ما بخواب
روزِ روشن دیدہ ام با چشم باز
لارڈ پیدا شد پئے نصرت مرا
گرچہ چوں بیچارگی زہرم گداز
آں حجۃ تا چہل در غور و خوض
آخرش کردی باد افشاء راز
نعرۂ الحمد مستانہ زنم
میکنم سجدات با عجز و نیاز
کے عجب بینم ز مغرب آفتاب
چشم بر الطاف تو اے چارہ ساز

لارڈ ہیڈلے کا مذہب تبدیل کرنا تھا کہ انگریزوں کے تعلیم یافتہ اور فہمیدہ طبقہ کے لئے دینِ حق میں آنے کا ایک دروازہ کھل گیا۔ اور پے در پے کئی انگریز نئے دین میں شامل ہوگئے جس سے مذہبی دنیا میں ووکنگ مشن اور جماعتِ احمدیہ کا وقار بڑھ گیا اور وہ جو مذہبی حلقہ کے دلوں میں ایک رعب تھا کہ دین یورپ کے سائنسدانوں اور مادہ پرستوں پر اثر نہیں کر سکتا۔ وہ جاتا رہا اور دین کی صداقت و معقولیت پر دلوں میں از سرِ نو ایمان پیدا ہوگیا۔

اسی دوران خواجہ صاحب نے ایک ماہوار انگریزی رسالہ جاری کیا جس میں دین کے محاسن اور پاکیزہ تعلیمات کو آپ نے اس خوبصورتی کے ساتھ بیان کیا کہ خواہ مخواہ پڑھنے والوں کے دلوں کے لئے دین کی طرف کشش کا موجب ہوا۔ اس وقت خواجہ صاحب ووکنگ میں اکیلے کام کرتے تھے اور خود ہی رسالہ کے مضامین لکھتے۔ خود ہی اسے چھپوانے اور بنڈل باندھ کر اور اپنی پیٹھ پر لاد کر خود ہی ڈاک خانہ میں لے جاتے تھے۔ ان کی اس بے نفسی اور محض للّٰہ محنت کشی کو اللہ تعالٰے نے چار چاند لگا دیئے اور نہ صرف ان کے منشی نور احمد صاحب جو ایک متقی بزرگ تھے اور وکالت کے کام میں ان کے منشی رہ چکے تھے ان کی امداد کے لئے ووکنگ پہنچ گئے۔ بلکہ اور رنگ میں بھی ان کی نصرت و امداد اللہ تعالٰے نے کی۔

۱۹۱۴ء میں خواجہ صاحب مشن کے لئے مالی امداد حاصل کرنے کی غرض سے وطن واپس آئے اور حضرت مولانا صدرالدین صاحب ان کی جگہ کام کرنے کے لئے

انگلستان تشریف لے گئے۔ اور انہوں نے بھی خواجہ صاحب کی طرح تکالیف اٹھا کر اعلائے کلمۃ اللہ کو جاری رکھا اور خدا نے انہیں بھی بہت بڑی کامیابیاں عطا کیں۔ جن کی تفصیل اس مضمون کا موضوع نہیں۔

خواجہ صاحب نے واپس آ کر گھر میں آرام نہیں کیا بلکہ جگہ جگہ پھر کر ووکنگ مشن کے لئے ہندوستان کے نوابوں اور رؤسا سے امداد حاصل کی۔ اس کے علاوہ انہوں نے جماعت کے اندرونی اختلافات پر بھی بہت کچھ لکھا اور حضرت صاحب کی اصل پوزیشن اور صحیح اعتقادات کو واضح کیا۔ احمدیت پر آپ کے آخری ایام کی تصنیف کردہ کتاب "مجدد کامل" قابل قدر ہے۔ جس میں آپ نے ایک طرف تو جماعت احمدیہ کو باہمی اخوت بڑھانے کی تلقین کی ہے اور یہاں تک لکھا ہے کہ خدمت دین میں تم چین ماچین تک چلے جاؤ مگر تم ناکام ہو گے جب تک تم اخوت میں ترقی نہیں کرتے۔ اور دوسری طرف خدمت دین کے لئے احمدیت کو اس رنگ میں پیش کرنے پر زور دیا ہے جس طرح جماعت احمدیہ حضرت مرزا صاحب کے وقتوں میں آپ کو پیش کرتی تھی۔

۱۹۱۷ء میں خواجہ صاحب پھر انگلستان تشریف لے گئے۔ اور حضرت مولانا صدرالدین صاحب واپس آ گئے لیکن پھر ۱۹۱۹ء میں خواجہ صاحب کو دینی اغراض کے لئے غیر ممالک کا سفر کرنا پڑا اور حضرت مولانا صدرالدین کو دوبارہ وہاں جانا پڑا۔ خواجہ صاحب کو ان سفروں میں خاصی کامیابی حاصل ہوئی۔ جہاں کہیں بھی گئے بڑے تپاک سے ان کا استقبال کیا گیا۔ ان کے مسحور کن لیکچروں سے ایک دنیا مسخر ہو گئی۔ اور مشن کے لئے خاصی امداد حاصل ہوئی جس کے بعد خواجہ صاحب پھر ۱۹۲۱ء میں ووکنگ پہنچ گئے ووکنگ میں کام کرنے سے خواجہ صاحب کی صحت خراب ہو گئی۔ آپ بیماری کی حالت میں مشن کا کام دوسروں کے سپرد کر کے واپس چلے آئے اور یہیں ۲۸ دسمبر ۱۹۳۲ء کو لاہور میں بیماری کی حالت میں کام کرتے ہوئے وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

خواجہ صاحب نے نہ صرف لیکچروں اور ریویو کے ذریعہ سے دین کا پیغام دنیا کو پہنچایا بلکہ انگریزی اور اردو میں کئی اعلیٰ درجہ کی تصانیف بھی کیں جن میں سے حسب ذیل کتابیں خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

1. Towards Islam.
2. Sources of Christianity.
3. The Ideal Prophet.
4. The Threshold of Truth.
5. The Existance of God.
6. Woman in Islam.
7. The Greatest of the Prophet.
8. Message of Islam.

اس کے علاوہ کئی چھوٹے چھوٹے رسائل آپ نے تصنیف کئے۔ انگلستان جانے سے پہلے "صحیفہ آصفیہ" کے نام سے آپ نے ایک کتاب تصنیف کی جس میں نظام حیدر آباد کی توجہ نہایت دلربا اور دلنشیں پیرایہ میں جماعت کے کاموں کی طرف دلائی اور رام الاسنہ اور کامل نبیؐ جیسی مہتم بالشان کتابیں لکھیں۔

اعلائے کلمۃ اللہ کا جذبہ خواجہ صاحب کے دل میں اس درجہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا کہ مرض الموت میں بھی انہوں نے تصنیف و تالیف کا سلسلہ ترک نہیں کیا۔ یہاں تک کہ جب اٹھ کر بیٹھ بھی نہ سکتے تھے اور قلم ہاتھ میں پکڑنے کا یارا نہ رہا تو اپنے بھائی خواجہ عبدالغنی صاحب کو مضامین لکھواتے رہے۔ حتیٰ کہ آخری دم تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

عبادت گذاری اور زہد و تورع کے لحاظ سے بھی خواجہ صاحب کا مرتبہ بہت بلند تھا۔ اور وہ پنجوقتہ نمازوں اور تہجد گذار ہونے کے علاوہ بھی خاصہ وقت عبادت الٰہی میں گذارتے تھے۔ اور سچی بات یہ ہے کہ ان کی دینی سرگرمیاں اور رات دن کا مشغلہ سب عبادت ہی عبادت تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں انہیں قرب کا جو درجہ حاصل ہوا اس نے انہیں صاحب کشف بھی بنا دیا تھا۔ یہ سب کچھ درحقیقت حضرت بانیٔ سلسلہ کے انفاس قدسیہ اور فیوض روحانی کا نتیجہ تھا جن کی صحبت نے آپ کو کیمیا بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے مراتب کو بلند سے بلند تر فرمائے اور آپ کی اولاد کو اور ہم سب کو آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین!

۳۰ دسمبر ۳۲ء کو خطبہ جمعہ میں امیر مرحوم مولانا محمد علی نے خواجہ کمال الدین صاحب کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے خواجہ صاحب کی عظیم الشان خدمات اور ان کی زبردست قوت ایمانی کا تفصیلاً ذکر کیا اور اپنے اور خواجہ صاحب کے تعلقات کے ذکر میں فرمایا:-

"ایسے انسانوں کو جن کے نام آسمان پر روشن ہو جاتے ہیں مٹی کے نیچے دفن کرنے سے فرق نہیں آتا۔ میرا ذاتی تعلق ان سے ایک لمبے عرصے سے تھا۔ ۱۸۹۴ء میں میری ان سے ملاقات ہوئی اسوقت ہم دونوں اکٹھے اسلامیہ کالج میں پڑھاتے تھے۔ ویسے انہوں نے بی اے کا امتحان مجھ سے ایک سال پہلے دیا تھا۔ وہی میری بیعت کا بھی موجب ہوئے گو حضرت مرزا صاحب کا علم مجھے پہلے سے ہی تھا اور اسی وقت سے محبت پیدا ہو گئی تھی اور آپکے دعویٰ کی تصدیق بھی کرتا تھا ابتدا ہی میں میں نے جب آپ کی کتاب ازالہ اوہام دیکھی تو آپ کی صداقت میں کوئی شبہ نہیں رہا۔ ہم دونوں بھائی مولوی عزیز بخش صاحب اور میں اسکے گواہ ہیں کیونکہ ہم دونوں اکٹھے پڑھتے تھے اور دونوں کی قلبی کیفیت ایک ہی تھی۔ تیسرے بھائی والد بزرگوار بھی تھے لیکن حضرت مرزا صاحب کی بیعت میں شامل ہونے کے محرک یہی محترم دوست تھے جن کا ذکر میں کر رہا ہوں۔ وہ مجھ سے پہلے بیعت کر چکے تھے اور وہی مجھ کو ۱۸۹۷ء میں قادیان لے گئے اور وہاں پہنچ کر میں حضرت صاحب کی بیعت میں شامل ہو گیا۔ میں اس حقیقت کو ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ بیعت سے میرے اندر ایک بھاری انقلاب پیدا ہوا۔ اس میں شبہ نہیں کہ بچپن سے نماز کی عادت تھی اور والد صاحب کی وجہ سے دینداری کا اثر غالب تھا لیکن حضرت صاحب کی بیعت جب میں نے کی تو پہلی حالت اور دوسری حالت میں ایک بڑا فرق پیدا ہو گیا۔ خواجہ صاحب اس بارے میں میرے راہنما ہیں۔ اگر اس پہلی حالت میں پڑا رہتا تو کچھ خدمات کا جو مجھے موقع ملا اور جو روشنی حاصل ہوئی اس سے محروم رہتا اس لئے میں کہتا ہوں کہ اس محترم دوست کا بڑا حصہ ہے ان نیکیوں میں سے جو مجھے نصیب ہوئی، یہ ۱۸۹۷ء کا ذکر ہے اس وقت سے ہمارے تعلقات اور بھی گہرے ہو گئے اور خدا کے فضل سے یہ تعلق آخر دم تک قائم رہا۔"

(پیغام صلح، ۲ جنوری ۳۳ء)

"دید شنید" شخصی خاکوں کا ایک مجموعہ جناب رئیس احمد جعفری کی تصنیف ہے۔ جو رئیس احمد جعفری اکیڈمی کراچی نے شائع کی ہے۔ اس کے صفحہ ۱۲۰ - ۱۲۱ پر مؤلف موصوف نے خواجہ کمال الدین مرحوم کے بارے میں بعنوان "خواجہ کمال الدین ــــ ایک دل پوشیدہ اور کافر کھلا" لکھا ہے کہ

"۱۹۲۴ء میں ندوہ کا سالانہ جلسہ بڑی دھوم دھام سے لکھنؤ میں منعقد ہوا۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان شیروانی (نواب صدر یار جنگ بہادر) صدارت کے لئے حیدر آباد سے تشریف لائے تھے۔ ندوہ کے طلبہ نے تحریک خلافت اور کانگرس میں نمایاں حصہ لیا تھا۔ سیاسی لیڈروں کو بھی ایک معقول تعداد موجود تھی جن میں ضیغم اسلام مولانا شوکت علی پیش پیش تھے۔

میں ندوہ کے درجہ اول میں زیر تعلیم تھا۔ امتحان سالانہ ختم ہو چکا تھا چھوٹے بچوں کو عام اجازت تھی کہ وہ تعطیل سے فائدہ اٹھائیں اور اپنے گھر چلے جائیں۔ لیکن اسی اجلاس کی کشش ایسی غالب تھی کہ میں وطن نہیں گیا اور اختتام اجلاس تک ندوہ ہی میں رہا۔

میں ہال کے بغلی برآمدہ میں کھڑا ہوا تھا کہ میرے ایک دوست نے مجھ سے کہا "چلو خواجہ صاحب کمال الدین صاحب تقریر کر رہے ہیں" یہ سنتے ہی میں ان کے ساتھ چل پڑا۔ اسٹیج پر ایک وجیہہ اور بارعب شخص کھڑا داد خطابت دے رہا تھا۔ آواز اتنی گرجدار کہ ہال کے آخری کونے تک تقریر کا ایک ایک حرف سنا جا رہا تھا۔ بھرا بھرا چہرہ سیاہ داڑھی، شرعی پاجامہ، اچکن کے بجائے کوٹ زیب تن سر پر ایک طرہ دار صافہ، تقریر کا موضوع تھا "تبلیغ اسلام" تقریر اتنی موثر اور دلنشیں تھی کہ ہر شخص محو حیرت بنا ہوا سن رہا تھا۔

قادیانیوں کے بارے میں عام خیال یہ تھا کہ وہ "کافر" ہوتے ہیں۔ خواجہ صاحب بھی اسی مسلک کے پیرو تھے حیرت تھی کہ ایک کافر کے دل میں اسلام کا یہ درد، تبلیغ اسلام کا یہ ولولہ، اشاعت اسلام کا یہ جذبہ کیسے آ گیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یورپ میں خواجہ صاحب نے تبلیغ اسلام کا ایک مستقل ادارہ قائم کر رکھا ہے۔ وہاں ایک مسجد بھی تعمیر کر چکے ہیں اور یورپ میں بہت سے لوگوں کو قبول اسلام کی سعادت سے مشرف بھی کر چکے ہیں۔ انگریزی میں ایک رسالہ بھی نکالتے ہیں۔ اور اس کا ماہوار اردو ترجمہ "اشاعت اسلام" کے نام سے ہر ماہ لاہور سے شائع ہوتا ہے۔ بعد میں یہ بھی معلوم ہوا کہ خواجہ صاحب احمدی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور یہ جماعت میرزا غلام احمد صاحب کو نبی نہیں مانتی۔ صرف مجدد مانتی ہے۔ بہر حال آگے چل کر جیسے جیسے

(بقیہ صفحہ ۱۴ پر)

محترم ملک ظفر اللہ خان صاحب

تمام اہل مذاہب کا کسی مذہب کی پیروی سے یہی مدعا اور مقصد ہے کہ نجات حاصل ہو مگر افسوس کہ اکثر لوگ نجات کے حقیقی معنوں سے بے خبر اور غافل ہیں۔

عیسائیوں کے نزدیک نجات کے یہ معنی ہیں کہ گناہ کے مواخذہ سے رہائی ہو جائے لیکن دراصل نجات کے یہ معنی نہیں ہیں اور ممکن ہے کہ ایک شخص نہ بدی کرے نہ چوری کرے نہ جھوٹی گواہی دے نہ خون کرے نہ کسی اور گناہ کا جہاں تک اسکو علم ہے ارتکاب کرے اور باایں ہمہ نجات کی کیفیت سے بے نصیب اور محروم ہو۔ کیونکہ دراصل نجات اس دائمی خوشحالی کا نام ہے جس کی بھوک اور پیاس انسانی فطرت کو لگا دی گئی ہے۔ جو محض خدا تعالیٰ کی ذاتی محبت اور اس کی پوری معرفت اور اس کے پورے تعلق سے ملتی ہے۔ جس میں شرط یہ ہے کہ دونوں طرف سے محبت جوش مارے۔

نجات کا دار ومدار خدا تعالیٰ کی محبت ذاتیہ پر ہے اور محبت ذاتیہ اس محبت کا نام ہے جو روحوں کی فطرت میں خدا تعالیٰ کی طرف سے مخلوق ہے۔ اور فطرتی محبت اس محبت کا نام ہے جو فطرت کے ساتھ ہمیشہ سے لگی ہوئی ہو اور پیچھے سے لاحق نہ ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے:

- - - - - - - - -

یعنی میں نے روحوں سے سوال کیا کہ کیا میں تمہارا پیدا کنندہ نہیں ہوں تو روحوں نے جواب دیا کہ کیوں نہیں۔ اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ انسانی روح کی فطرت میں یہ شہادت موجود ہے کہ اس کا خدا پیدا کنندہ ہے۔ پس روح کو اپنے پیدا کنندہ سے طبعًا و فطرتًا محبت ہے اس لئے کہ وہ اسی کی پیدائش ہے۔ اور اسی کی طرف اس دوسری آیت میں اشارہ ہے - - - - - -

- - - - - - - -

کہ روح کا خدائے وحدہٗ لاشریک کا طلبگار ہونا اور بغیر خدا کے وصال کے کسی چیز سے سچی خوشحالی نہ پانا یہ انسانی فطرت میں داخل ہے۔ یعنی خدا نے اس خواہش کو انسان کی روح میں پیدا کر رکھا ہے جو انسانی روح کسی چیز سے تسلی اور سکینت بجز وصال الہیٰ کے نہیں پا سکتی۔

اصل حقیقت اور اصل سرچشمہ نجات کا محبت ذاتی ہے۔ جو وصال الہیٰ تک پہنچاتی ہے وجہ یہ کہ کوئی محب اپنے محبوب سے جدا نہیں رہ سکتا سو چشمہ نجات ابدی کا وصال الہیٰ ہے اور وہی نجات پانا ہے جو اس چشمہ سے زندگی کا پانی پیتا ہے۔ اور وہ وصال میسر نہیں آسکتا جب تک کامل معرفت اور کامل محبت اور کامل صدق اور کامل ایمان نہ ہو پس نجات حقیقی کا سرچشمہ محبت ذاتی خدائے عز وجل کی ہے جو عجز و نیاز اور دائمی استغفار کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی محبت کو اپنی طرف کھینچے

مذکورہ حقیقت کی وضاحت کے لئے ذیل کا فلسفہ بیان کرنا ضروری ہے۔

کہ انسان کی طبعی حالتوں کے جو اس کی فطرت کو لازم پڑی ہوئی ہیں ایک اس برتر ہستی کی تلاش ہے جس کے لئے اندر ہی انسان کے دل میں ایک کشش موجود ہے اور اس تلاش کا اثر اس وقت محسوس ہونے لگتا ہے جبکہ بچہ ماں کے رحم سے باہر آتا ہے۔ کیونکہ بچہ پیدا ہونے ہی پہلے ذاتی خاصیت اپنی ماں کی محبت رکھتا ہے اور پھر جیسے جیسے حواس اس کے کھلتے جاتے ہیں اور شگوفہ فطرت اس کا کھلتا جاتا ہے یہ کشش محبت جو اس کے اندر چھپی ہوئی تھی اپنا رنگ و روپ نمایاں طور پر دکھاتی چلی جاتی ہے۔ پھر تو یہ ہوتا ہے کہ بجز اپنی ماں کی گود کے کسی جگہ آرام نہیں پاتا۔ اور پورا آرام اس کا اسی کے کنار عاطفت میں ہوتا ہے۔ اور اگر ماں سے علیحدہ کر دیا جائے اور دور ڈال دیا جائے تو تمام عیش اس کا تلخ ہو جاتا ہے اور اگرچہ اس کے آگے نعمتوں کا ڈھیر ڈال دیا جائے تب بھی وہ اپنی سچی خوشحالی ماں کی گود میں دیکھتا ہے اور اس کے بغیر کسی طرح آرام نہیں پاتا سو وہ کشش محبت جو اسکو اپنی ماں کی طرف پیدا ہوتی ہے وہ کیا چیز ہے درحقیقت یہ وہی کشش ہے جو معبود حقیقی کے لئے بچہ کی فطرت میں رکھی گئی ہے۔ بلکہ ہر ایک جگہ جو یہ عاشقانہ جوش دکھلاتا ہے درحقیقت اسی محبت کا وہ ایک عکس ہے گویا دوسری چیزوں کو ادھا اودھا کر ایک گم شدہ چیز کو تلاش کر رہا ہے جس کا اب نام بھول گیا ہے۔ سو انسان کا مال یا اولاد یا بیوی سے محبت کرنا یا کسی خوش آواز کے گیت کی طرف اس کی روح کا کھینچے جانا درحقیقت اسی گم شدہ محبوب کی تلاش ہے جیسا کہ حضرت بانیٔ سلسلہ کا منظوم کلام ہے۔ آپ فرماتے ہیں:-

چاند کو کل دیکھ کر میں سخت بیکل ہو گیا۔
کیونکہ کچھ کچھ تھا نشاں اس میں جمال یار کا
ہے عجب جلوہ تری قدرت کا پیارے ہر طرف
جس طرف دیکھیں وہی رہ ہے ترے دیدار کا
چشمۂ خورشید میں موجیں تری مشہود ہیں۔
ہر ستارے میں تماشا ہے تری چمکار کا
تو نے خود روحوں پہ اپنے ہاتھ سے چھڑکا نمک
اس سے ہے شور محبت عاشقان زار کا
تری قدرت کا کوئی بھی انتہا پاتا نہیں
کس سے کھل سکتا ہے پیچ اس عقدۂ دشوار کا
خوبرویوں میں ملاحت ہے ترے اس حسن کی
ہر گل و گلشن میں ہے رنگ اس تری گلزار کا
چشم مست ہر حسیں ہر دم دکھاتی ہے تجھے
ہاتھ ہے تیری طرف ہر گیسوئے خمدار کا
ہے تری پیاری نگاہیں دلبرا اک تیغ تیز
جن سے کٹ جاتا ہے سب جھگڑا غم اغیار کا
تیرے ملنے کے لئے ہم مل گئے ہیں خاک میں
تا مگر درماں ہو کچھ اس ہجر کے آزار کا

چونکہ انسان اس دقیق در دقیق ہستی کو جو آگ کی طرح ہر ایک میں مخفی اور سب پر پوشیدہ ہے اپنی جسمانی آنکھوں سے دیکھ نہیں سکتا۔ اور نہ اپنی ناتمام عقل سے اس کو پا سکتا ہے۔ اس لئے اسکی معرفت کے بارہ میں انسان کو بڑی بڑی غلطیاں لگی ہیں اور بھولوں سے اس کا حق دوسرے کو دیا گیا ہے۔

خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں یہ خوب مثال دی ہے۔ کہ دنیا ایک شیش محل کی طرح ہے جس کی زمین کا فرش نہایت مصفا شیشوں سے کیا گیا اور پھر ان شیشوں کے نیچے پانی چھوڑا گیا۔ جو نہایت تیزی سے چل رہا ہے۔ اب ہر ایک نظر جو شیشوں پر پڑتی ہے وہ اپنی غلطی سے ان شیشوں کو بھی پانی سمجھ لیتی ہے اور پھر انسان شیشوں پر چلنے سے ایسا ڈرتا ہے جیسا کہ پانی سے ڈرنا چاہیئے حالانکہ وہ درحقیقت شیشے ہیں مگر صاف اور شفاف سو یہ بڑے بڑے اجرام جو نظر آتے ہیں جیسے آفتاب و مہتاب یہ وہی شیشے ہیں جن کی غلطی سے پرستش کی گئی اور ان کے نیچے ایک اعلیٰ طاقت کام کر رہی ہے جو ان شیشوں کے پردہ میں پانی کی طرح بڑی تیزی سے چل رہی ہے اور مخلوق پرستوں کی نظر کی یہ غلطی ہے کہ انہی شیشوں کی طرف اس کام کو منسوب کر رہے ہیں جو ان کے نیچے کی طاقت دکھلا رہی ہے - - - - - -

- - - - -

- - - غرض کہ - - - خدا تعالیٰ کی ذات باوجود نہایت روشن ہونے کے پھر بھی نہایت مخفی ہوئی ہے۔ ♣

بقیہ: راہِ وفا کے مسافر

خواجہ صاحب کی دینی سرگرمیوں کا علم ہوتا گیا ان کی عزت و عظمت دل میں بڑھتی گئی۔ اور دل نے کبھی ایک لمحہ کے لئے بھی یہ قبول نہ کیا کہ وہ خدانخواستہ "کافر" ہیں اگرچہ اکثر لوگ انہیں "کافر" ہی سمجھتے تھے۔ اور ان کے اسلام کے نہایت سختی کے ساتھ منکر تھے۔

خواجہ صاحب کو پھر میں نے کبھی نہیں دیکھا لیکن ایک واقعہ ان کی زندگی کا میں نے ایسا دیکھا جو مجھے آج تک یاد ہے اور شاید ہمیشہ یاد رہے گا۔

خواجہ صاحب کی تقریر کے بعد اجلاس دوسرے روز کے لئے ملتوی ہو گیا۔ تمام مہمان اپنے اپنے کمروں میں چلے آئے ایک کمرہ خواجہ صاحب کے لئے بھی مخصوص تھا وہ اس میں تشریف لائے۔ اجلاس کے ختم ہونے کے بعد میں گھومتا گھامتا خواجہ صاحب کے کمرہ کی طرف سے گذرا۔ اس وقت بالکل سناٹا تھا گیلری میں میرے سوا کوئی دوسرا نہ تھا۔ میں نے دیکھا خواجہ صاحب اپنے کمرہ میں تنہا عصر کی نماز پڑھ رہے ہیں۔ بڑے اور چھوٹے، عالم و جاہل ہر طرح کے لوگوں کو میں نے نماز پڑھتے دیکھا ہے لیکن جس استغراق، محویت اور خضوع و خشوع سے میں نے خواجہ صاحب کو نماز پڑھتے دیکھا اس نے میرے دل پر بڑا گہرا اثر کیا۔ اور ایک ایسا نقش قائم کر دیا جو آج تک موجود ہے۔

نماز کی تعریف یہ ہے کہ پڑھنے والا یہ محسوس کرے کہ وہ خدا کو دیکھ رہا ہے اور اگر یہ محسوس نہ کر سکے تو یہ خیال تو ضرور اپنے دل میں قائم کر لے کہ خدا اسے دیکھ رہا ہے۔ خواجہ صاحب کی نماز سے صاف معلوم ہو رہا تھا کہ وہ محسوس کر رہے ہیں کہ خدا کو دیکھ رہے ہیں۔ بغیر اس احساس کے وہ محویت وہ استغراق، وہ خضوع و خشوع کی کیفیت پیدا ہی نہیں ہو سکتی تھی۔ جس کے ایک مجسم پیکر خواجہ صاحب نظر آ رہے تھے۔

ممکن ہے کچھ لوگ اب بھی انہیں کافر سمجھتے ہوں۔ لیکن میرے دل پر ان کے دین کا ایک ایسا نقش مرتسم ہو چکا ہے۔ جسے حوادث دہر بھی نہ مٹا سکے۔"

اطفال الاحمدیہ کا صفحہ

ہمارے مسیحا

حفیظ الرحمٰن شیخ ۔ ایم ۔ اے (تعلیم)

پیارے بچو! ہم تمہارے لئے ایک دلچسپ اور [illegible]
کرتے تھے۔ اس قوم کے مورث اعلےٰ کا نام ایروم جی برلاس تھا۔ حقیقت میں یہ لوگ سمرقند کے اصل باشندے نہیں تھے بلکہ کسی زمانے میں بعض ناساعد حالات کیوجہ سے کسی اور جگہ سے ہجرت کر کے سمرقند چلے آئے تھے۔ اور وہاں آباد ہو گئے تھے۔ یہیں پر اس قوم میں ایک بڑا مشہور اور صاحب عزت و وقار شخص پیدا ہوا جس کا نام حاجی برلاس تھا۔ اسی حاجی برلاس کی نسل سے مجدد زماں مرزا غلام احمد قادیانی کے جدّ امجد مرزا ہادی بیگ پیدا ہوئے۔

سمرقند میں بھی اس قوم کی خوش حالی زیادہ دیر قائم نہ رہی۔ زمانے کے انقلاب کے زیر اثر وہاں کچھ ایسے ناسازگار حالات پیدا ہوئے کہ برلاس قوم کے افراد کا سمرقند میں رہنا مشکل ہو گیا۔ جب اس قسم کے حالات پیدا ہو جاتے ہیں تو مجبوراً قومیں ایک جگہ سے ہجرت کر کے دوسری جگہ منتقل ہو جایا کرتی ہیں۔ چنانچہ برلاس قوم کے بہت سے افراد نے ناساعد حالات کیوجہ سے سمرقند کو خیرباد کہہ دیا۔ اور برصغیر پاک و ہند کے مشہور شہر دلی آکر قیام پذیر ہو گئے۔ اس وقت ہندوستان کافی آباد اور خوشحال علاقہ تھا۔ یہاں کا بادشاہ نہایت نیک دل، خدا ترس اور ہمدرد انسان تھا۔ برلاس قوم کے افراد مغلیہ خاندان کے معزز سرداروں میں شمار ہوتے تھے اس لئے اس وقت کے بادشاہ ہندوستان نے ان لوگوں کی بڑی آؤ بھگت کی اور ایک بڑا وسیع علاقہ جاگیر کے طور پر انہیں دے دیا تاکہ یہ لوگ یہاں آباد ہو جائیں۔ بادشاہ نے ان لوگوں کو ہر طرح کی مدد دی جس سے ان مسافر افراد کی بڑی حوصلہ افزائی ہوئی۔

بچو! جو علاقہ برلاس قوم کو جاگیر کے طور پر دیا گیا۔ اس زمانے میں وہ علاقہ لاہور کے شمال مشرق میں کوئی ستر میل کے فاصلے پر واقع تھا۔ اس علاقے میں گھنے درختوں کا ایک وسیع و عریض جنگل دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔ برلاس قوم کے دوسو کے لگ بھگ افراد اپنے اہل و عیال کے ساتھ [illegible] یہ بڑے محنتی اور جفاکش لوگ
جوں جوں وقت گزرتا گیا اس قصبے کے نام میں تبدیلی آتی گئی۔ یہ نام کچھ لمبا تھا لوگ اسے آسانی سے بول نہیں سکتے تھے پورا نام لینے کی بجائے وہ اس قصبے کو "قاضی ماجھی" کہنے لگے کچھ عرصے کے بعد صرف "قاضی" کے نام سے پکارنے لگے۔ یہی "قاضی" بعد میں "قادی" اور پھر "قادیان" ہو گیا۔ اور آج تک یہ قصبہ قادیان کے نام سے مشہور ہے۔

بچو! برلاس قوم میں ایک اور مشہور شخص ہوا ہے اس کا نام مرزا ہادی بیگ تھا۔ اس کی نسل میں ایک بزرگ ہستی پیدا ہوئی جس کا نام مرزا غلام مرتضےٰ تھا۔ مرزا غلام مرتضےٰ تقوے اور پرہیزگاری کا نہایت اعلیٰ نمونہ تھے آپ میں خدا پرستی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہا کرتے تھے گویا ان کا ہر قول، ہر فعل عبادت کا درجہ رکھتا تھا۔ خدا ترسی اور حق شناسی ان کا شیوہ تھی۔ وہ خود مختار جاگیردار اور رئیس تھے۔ مگر ان میں غرور اور تکبر نام کو بھی نہ تھا۔ خدا ترسی اور انسانی ہمدردی کا یہ عالم تھا کہ بے شمار لوگوں کو ان سے فیض پہنچتا تھا۔ سخی اس قدر تھے کہ ان کے دسترخوان پر مہمانوں کا ہجوم ہوتا تھا۔ دینداری اور قرآنی عشق کا یہ عالم تھا کہ بہت سے علمائے دین اور حفاظِ قرآن اپنے ہاں رکھے ہوئے تھے۔ جن سے قرآن حکیم کی تلاوت کرا کے سنا کرتے۔ ان کی محفلوں میں اللہ اور اللہ کے رسول کا ذکر کثرت سے ہوا کرتا تھا۔ وہ نہایت نیک انسان تھے۔ اور ان کی نیکی کا چرچا دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔

مرزا غلام مرتضےٰ جیسے خود نیک، متقی، خدا ترس اور حق شناس انسان تھے۔ اللہ تعالےٰ نے ویسی ہی پاک فطرت، نیک سیرت بیوی بھی آپ کو عطا کر رکھی تھی اس نیک فطرت خاتون کا نام چراغ بی بی تھا چراغ بی بی اپنے میاں کی طرح ہر وقت غریبوں اور محتاجوں کی مدد کرتی رہتی تھی وہ ہمیشہ نیک کاموں میں مشغول رہتی ثواب اور خیر کے کام کرتے رہنا اس نیک خاتون کا مشغلہ تھا گویا دونوں میاں بیوی غریب غرباء کا بڑا خیال رکھتے ان کی پرورش کرتے ان کی جود و سخا اور مہمان نوازی سے نہ صرف قادیان میں رہنے والے مستفید ہوا کرتے بلکہ ارد گرد کے دیہات میں بسنے والے لوگ بھی ان کی امداد سے بہرہ مند ہوا کرتے تھے اگر کسی غریب گھر میں قضائے الٰہی سے کوئی وفات پا جاتا اور اس گھرانے کے پاس تجہیز و تکفین کے لئے رقم نہ ہوتی تو یہ دونوں میاں بیوی اس گھرانے کی ضرورت پوری کر دیا کرتے تھے اور کفن دفن کا سارا انتظام اپنے ذمے لے لیتے تھے۔ چنانچہ لوگ ان دونوں سے بہت خوش تھے۔ اور ہمیشہ اللہ تعالےٰ کے حضور ان کے لئے دعائیں مانگا کرتے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے ان لوگوں کی دعاؤں کو قبول فرمایا اور ان دونوں کو ایک بیٹا عطا فرمایا - - - - - - - - - -

جسے آج مرزا غلام احمد قادیانی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس پاک ہستی نے دین کی خدمت کی اور اس کام کو جاری و ساری رکھنے کے لئے ایک جماعت بنائی ہم اس جماعت کے رکن ہیں۔

محمد صالح نور

محبت کے چراغ

●

اے پیسے تم ماہتاب کا مجھ کو پتہ دینا ذرا
راہبر تو اور بھی مل جائیں گے تم کو بہت
سب سے بہتر کون ہے مجھ کو بتا دینا ذرا
میری کشتی کو بھنور میں چھوڑ کر وہ چل دیے
ڈوبتے کو تم کنارے پر لگا دینا ذرا
آج دنیا سے وفا کا نام رخصت ہو گیا
تم نبھا کر عہد کو سکہ بٹھا دینا ذرا
پھول کھل اٹھیں گے گلشن میں مگر اک شرط پر
فرق جو چھوٹے بڑے کا ہے مٹا دینا ذرا
آؤ مل کر چاک سب نفرت کے پردوں کو کریں
"صلح کا پیغام" دنیا کو سنا دینا ذرا

آکہ در در پہ کریں روشن محبت کے چراغ
تو ہمارا ساتھ اے بادِ صبا دینا ذرا

★

شبان الاحمدیہ کا صفحہ،

شوکت حمید کے قلم سے،

ہماری ذِمہ داریاں

دنیا کی ہر قوم اپنے سامنے کوئی مقصد رکھ کر اسے حاصل کرنے کی کوشش کر رہی ہے کہیں اشتراکیت مقصد ہے تو کہیں نازی ازم اور وطنیت ہی نصب العین ہے یعنی وہ سارے پولیٹیکل نظامات اور تحریکات جن کی بنیاد مادیت پر ہے ان کو دنیا میں رائج کرنے کے لئے ایک عظیم الشان اجتماعی قوت اور کوشش درکار ہے۔ بغیر قوت کے کوئی نظام دنیا میں رائج نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی کسی قوم کو کامیابی اور اقتدار حاصل ہو سکتا ہے۔ اسی طرح روحانی تحریکات جو انسان کی بہبود کے لئے وجود میں آتی ہیں ان کو دنیا میں پھیلانے کے لئے بہت بڑی اجتماعی قوت درکار ہوا کرتی ہے۔ فرق صرف اتنا ہوتا ہے کہ روحانی اجتماع کی بنیاد اخلاق اور تقویٰ پر ہوتی ہے اور مادی اجتماع کی بنیادیں صرف مادی ساز و سامان پر ہوتی ہیں لیکن دونوں میں جو مشترکہ بات ہوتی ہے وہ اجتماعی تنظیم اور قوت ہوتی ہے۔ یہ اجتماعی تنظیم اور قوت چند ایک خصوصیات کا مجموعہ ہوتی ہے یعنی وہ قوم جو دنیا میں ممتاز ہونا چاہتی ہے وہ اپنے اندر چند ایک متحدہ خصوصیات پیدا کر لیتی ہے۔ اور وہ متحدہ خصوصیات قوم کے ہر فرد پر اس طرح حاوی ہوتی ہیں کہ وہ ساری قوم ایک پیکر اور ایک فرد معلوم دیتی ہے۔ قوم کے سب طبقات ایک دوسرے سے اس طرح مربوط اور متفق ہو جاتے ہیں کہ ان کی مثال نفس واحدہ کی ہو جاتی ہے۔ اور اس نفس واحدہ کے اندر وہ اجتماعی خصوصیات قومی اخلاق کا رنگ اختیار کر لیتی ہیں جو اس قوم کو دوسری قوم کے بالمقابل منفرد کرتی ہیں۔ یہ انفرادیت اجتماعی خصوصیات اور اخلاق ہی اس قوم کی زندگی ہوا کرتی ہیں جس قوم کے اندر وہ اجتماعی قوت اور خصوصیات موجود نہ ہوں وہ قوم زندہ نہیں کہلا سکتی۔ یہی صورت حال جماعتوں، انجمنوں اور اداروں کی ہوتی ہے۔

حضرت بانی سلسلہ نے اس مادیت کے زمانہ میں ایک خالص مذہبی اور روحانی جماعت تیار کی۔ جو دین حقہ کی حقیقی تعلیم کی حامل ہے جس کے نزدیک دین حقہ ایک روحانی قوت کا نام ہے اور اس قوم کا مقصد دین حق کے روحانی نظام کو دنیا میں پھیلانا ہے یعنی جماعت احمدیہ جو ایک خالص مذہبی جماعت ہے اسے امام وقت نے اس لئے بنایا تا کہ اس کے ذریعہ اعلائے کلمۃ اللہ ہو اور دنیا کے کونے کونے میں خدا اور رسولؐ کا نام پھیلے۔ یعنی جماعت احمدیہ کا مقصد وحید اور نصب العین صرف اور صرف خدمت دین حقہ ہے۔

اس عظیم الشان مقصد کو حاصل کرنے کے لئے چند ایک خصوصیات پیدا کی گئیں۔ اور انہیں خصوصیات کی برکت سے ہمارے بزرگوں نے دین حقہ کی اتنی خدمت کی ہے ہمیں اپنے بزرگوں سے جو چیز ورثہ میں ملی ہے وہ یہی خدمت دین اور اس کو بروئے کار لانے کے لئے چند ایک خصوصیات ہیں۔ ہم اپنے بزرگوں کے صحیح وارث تب ہی کہلا سکتے ہیں اگر ہمارے پیش نظر وہی نصب العین ہو یعنی خدمت دین ہمارا منتہائے مقصود ہو۔ اور ان خصوصیات کے ہم ہر رنگ میں حامل ہوں جو اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے ضروری ہیں۔ پہلی خصوصیت تو یہ ہے کہ ہم اپنے مسلمات اور معتقدات میں راسخ ہوں۔ ہمیں ان کا اچھی طرح سے علم ہو اور ان پر ہمارا یقین اس درجہ بڑھا ہوا ہو کہ دنیا کی کوئی قوت اس یقین کو متزلزل نہ کر سکے۔

دوسری خصوصیت نیکی اور تقویٰ ہے عیوب سے پاک صرف خدا تعالیٰ کی ذات ہے انسان کمزور ہے اس میں عیوب کا ہونا تقاضائے بشریت ہے اور پھر نفس لوامہ تو نام ہی ایک خیر و شر کی کشمکش کا ہے لیکن جو ضروری چیز ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہمارے اندر نیکی اور تقویٰ کے لئے رجحانات اور تحریکات موجود ہوں یعنی ہمارا میلان نیکی کی طرف ہو اور بدی سے نفرت ہو اور وہ رجحانات ایسے ہوں جو ہمیں خدا کے قریب تر کریں اسی کا نام روحانیت ہے۔

تیسری خصوصیت ایک مرکزیت کا ہونا ہے یعنی مرکز کے ساتھ سارے افراد کا تعلق ایسے ہو جیسا کہ بعض کا دل سے ہوتا ہے۔ اور ہمارے ارادے اور قوتیں صرف مرکز کے ساتھ ہوں۔

چوتھی خصوصیت اجتماعیت ہے یعنی جماعت کے مقابلہ میں ہماری انفرادی رائے کوئی چیز نہ ہو۔ یہ امر ایک اصول کے طور پر ہمارے پیش نظر رہنا چاہیئے ہماری جماعت ایک جمہوری جماعت ہے اس کے افراد میں انفرادیت زیادہ ہے۔ اس انفرادیت کے دائرہ کو کسی حد تک محدود کر لینا چاہیئے تا کہ اجتماعی تحریکات ہمارے اندر زیادہ پنپ سکیں۔

پانچویں خصوصیت یہ ہے جس کا نوجوانوں کے اندر ہونا نہایت ضروری ہے کہ انہیں اپنے اجتماعی مشاغل کو زیادہ بارونق بنانا چاہیئے اور ان مشاغل کے کارپردازان کے ساتھ مکمل تعاون کرنا چاہیئے۔ تا کہ ان کے اندر ایک اجتماعی تعاون اور عمل کی روح پیدا ہو۔ ان پر یہ امر خوب روشن ہونا چاہیئے کہ جو کچھ بھی ہے وہ اجتماع ہے جس کے بالمقابل فرد کوئی چیز نہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے بھی جہاں کہیں قرآن مجید میں انسان کو مخاطب کیا ہے تو اجتماع کو ہی کیا ہے۔ اور جتنی دعائیں سکھائی ہیں وہ اجتماع کی ہی صورت میں سکھائی ہیں۔

ان خصوصیات کے متعلق بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے لیکن یہاں ان کی تفصیل میں جانے کی چنداں ضرورت نہیں یہاں اتنا ہی لکھنا کافی ہے کہ ہمارے سامنے ایک مقصد ہے اور وہ کوئی معمولی نہیں بلکہ عظیم الشان مقصد ہے جس کے عقب میں تائید ایزدی اور ایک حضرت بانی سلسلہ کی فراست کارفرما ہے۔ اور اس مقصد کو ہم تب ہی حاصل کر سکتے ہیں جبکہ ہمارے اندر ایک اجتماعی قوت اور اخلاق موجود ہو۔

اب تو چند سالوں سے چند پیچیدگیوں کے پیدا ہو جانے سے ہمارا سفر اور کٹھن ہو گیا ہے۔ اور ہمارے متعلق بہت سی غلط فہمیاں پیدا ہو چکی ہیں۔

ان پیچیدگیوں کو حل کرنے کے لئے میرے نزدیک سب سے بہترین طریقہ یہی ہے کہ وہ علم اور پیغام جو ہمارے امام نے اپنی جماعت کو دیا ہے اس کے مطابق اپنے آپ کو ایک مضبوط جماعت کے طور پر تیار کر کے دین کی خدمت کریں۔

لہٰذا ان مندرجہ بالا پیچیدگیوں کو دور کرنے کے لئے ایک بہت بڑی سعی درکار ہے۔ اس لئے ہمیں اپنی اجتماعی قوت اور خصوصیت کو نہایت سرگرمی کے ساتھ اپنے اندر پیدا کرنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ مقابلہ احمدی نوجوانوں نے کرنا ہے۔ اس لئے سب سے زیادہ ذمہ داری ان پر عائد ہوتی ہے۔ انہیں اپنی ذمہ داری کو محسوس کر کے ان تمام قربانیوں کے لئے تیار ہو جانا چاہیئے۔ جن کی اس جہاد اکبر میں ضرورت ہے۔

نوجوانوں سے خطاب

عیدالفطر ۲۴ نومبر ۳۹ کے موقعہ پر نوجوانان جماعت سے امیر مرحوم حضرت مولانا محمد علی نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"میں ایک بات اپنے نوجوان دوستوں سے کہنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ آپ لوگ احمدی قوم کی روایات کو زندہ رکھیں احمدی جماعت دین کو دنیا میں پھیلانے قرآن کو لوگوں تک پہنچانے کیلئے کھڑی ہوئی ہے اپنی احمدیت کو کمزور نہ ہونے دو میں یقین دلانا چاہتا ہوں کہ اس سے بڑھ کر عزت کا اور کوئی کام اس دنیا میں نہیں یہ وہ کام ہے جس کے لئے انبیاءؑ کو کھڑا کیا گیا۔ دنیا میں اور بھی بے شمار کام ہیں لیکن خدا اور کسی کام کے لئے انبیاءؑ کو نہیں بھیجتا۔۔۔ سو ہمارے لئے یہ فخر کا مقام ہے کہ اس زمانے میں ۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری جماعت کو اس دین کے پھیلانے کے لئے چن لیا ہے جہاں ہمارے لئے یہ فخر کا مقام ہے وہاں عاجزی اور گریہ کا مقام ہے کہ جس کام کے لئے اللہ تعالیٰ نے اتنے بلند لوگوں کو چنا تھا اس کے لئے اس زمانے میں ہم نکارہ اور نالائق لوگوں کو موقع دیا ہے سو خدا سے توفیق مانگو کہ تم اس کسوٹی پر پورے اترو۔ میں اپنے نوجوان دوستوں سے کہوں گا اور بار بار کہوں گا کہ اپنی قوم کی روایات کو زندہ رکھو (دینی) اخلاق و آداب کی پابندی کرو۔ قرآن پڑھو سنو اور اس پر خود عمل کرو (دینی) احکام کے احترام کو اپنا شعار بناؤ۔ ایک دن آئیگا کہ تم اپنے ایک ایک بزرگ کے جسم کو اپنے ہاتھوں سے مٹی میں دفن کرو گے۔ تمہارے پیچھے آنے والے تمہارے جسموں سے بھی یہی کریں گے اے میرے نوجوان دوستو میں تمہیں بڑی تاکید کے ساتھ یہ کہتا ہوں اور نصیحت کرتا ہوں کہ تم اپنے بزرگوں کے جسموں کے ساتھ کہیں اپنی روایات کو دفن نہ کر دینا۔ ان کو زندہ رکھنا اور ترقی دینا تا کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ یہ قوم مرتی چلی جاتی ہے۔"

——— .... ———

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس، عقب وٹرنری کالج، کچا رشید روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح دارالسلام ۵ رعثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور ۱۶ سے شائع کیا۔ چیف ایڈیٹر: پروفیسر خلیل الرحمٰن،

نذرانۂ عقیدت

حضرت بانیٔ جماعت اپنی زندگی کے آخری ایام میں لاہور میں حضرت ڈاکٹر محمد حسین شاہ مرحوم کے مکان میں فروکش تھے۔ احمدیہ بلڈنگس میں جہاں اب جامع ہے وہاں اسوقت میدان تھا۔ اس پر شامیانہ لگاکر اور دریاں بچھاکر نماز جمعہ ہواکرتی تھی اور روزانہ حضرت مولانا نورالدین مرحوم درس قرآن دیتے تھے۔ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو حضرت بانیٔ سلسلہ اس جہانِ فانی سے رحلت فرما گئے اور اسی روز رات کو جنازہ بذریعہ ریل قادیان لے جایا گیا۔ تمام جماعت نے حضرت مولانا نورالدین صاحب کو حضرت صاحب کا جانشین تسلیم کیا۔ حضرت صاحب کی وفات ایک طرف تو جماعت کے لئے انتہائی صدمہ کا موجب تھی دوسری طرف مخالفین نے ایک طوفان اٹھا رکھا تھا۔ جماعت احمدیہ کے لئے وہ وقت ایک سخت امتحان کا وقت تھا۔ لاہور کے قیام میں حضرت صاحب نے اپنی آخری تصنیف "پیغام صلح" تحریر فرمائی تھی اور آپ کی وفات کے بعد جب "پیغام صلح" لاہور کے یونیورسٹی ہال میں ۲۱ رجون کو پڑھا جانا تھا تو کثرت سے احمدی احباب لاہور میں جمع ہو گئے تھے اس موقع پر حضرت مولانا نورالدین صاحب کے ارشاد کی تعمیل میں حضرت مولانا محمد علی صاحب نے احمدیہ بلڈنگس میں ایک نہایت مؤثر اور پُرجوش تقریر کی اور حضرت صاحب کا ذکر کرکے فرمایا:- (ادارہ)

"کتنا بڑا اور کتنا عظیم الشان مقصد ہے جو آپ لوگوں کے سامنے ہے گویا ایک عظیم الشان پہاڑ آپ کے راستے میں ہے جسے اٹھاکر آپ نے راستہ صاف کرنا ہے۔ پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹانا آسان ہے مگر یہ کام اس سے بھی اہم تر ہے۔ جو ہمارے امام نے ہمارے سپرد کیا ہے (دین) کو دنیا میں پھیلانا۔ یہ کوئی چھوٹا سا کام ہے یہ کوئی آسان بات ہے؟ مگر تسلی دینے والی جو بات ہے وہ یہی ہے کہ خود خدا کا وعدہ ہے کہ میں اس جماعت کے ذریعے (دین) کو غلبہ دوں گا۔ پس گھبرانے اور بزدلی دکھانے کی کوئی بات نہیں حضرتِ اقدس نے خود اپنی تحریروں میں لکھا ہے کہ خدا جانے میں نے کن دشوار گذار گھاٹیوں، خار دار بیابانوں اور سنسان جنگلات میں سے گذرنا ہے پس جس کے پاؤں نازک ہیں اس کو چاہیئے کہ ابھی مجھ سے الگ ہو جائے۔ دوستو! اب وہ وقت آگیا ہے اور وہ مشکلات کی کٹھن گھاٹیاں اور خار دار جنگل اور ڈراؤنے بیابان ابھی ہمارے آگے ہیں جن کو طے کرکے ہمیں اپنے امام پاک اور ہادیٔ برحق کے بتائے ہوئے منزلِ مقصود پر پہنچنا ہے۔ اس سے پہلے تو ایک ایسا وجود ہم میں موجود تھا جو اپنے ہاتھوں تمام کاروبار کو بڑے سلیقے اور احسن طریق سے انجام دیتا تھا۔ دراصل سچ پوچھو تو بات یہی تھی کہ ہم اس وقت مزے کی نیند سوتے تھے اور وہ پاک نفس اور خدا کا برگزیدہ انسان ایک شفیق ماں سے بڑھ کر ہمیں آرام دیتا تھا۔ اور ہر مشکل کے لئے خود ہمارا سپر بن جایا کرتا تھا۔ اور ہم مطمئن اور بے فکر تھے ---------- اب وہ وقت گذر گیا ہے۔ اور ہمارے سارے بوجھ اپنے سر پر اٹھانے والا پاک وجود خدائی وعدوں کے مطابق اپنا کام کرکے خدا کو جا ملا ہے۔ اور وہ تمام بوجھ آپ لوگوں نے اپنے سروں پر اٹھانے ہیں اور آپ ہی لوگوں نے اس کام کو انجام دینا اور اس کی تکمیل کرنی ہے ----------

حضرت صاحب کا وجود اس زمانے میں ہمارے لئے خداتعالیٰ کی طرف سے ایک ابرِ رحمت اور سایۂ کرم تھا۔ آپ نے ہمیں بدیوں سے ہٹاکر نیکی پر قائم کیا۔ ہماری دہریت اور خشک ایمان کو تازہ اور زندہ ایمان سے بدل دیا اور ہمارے دلوں میں خدا اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت و عظمت فولاد کی طرح بھر دی۔ ہماری عملی حالتیں ناگفتہ بہ تھیں مگر اس نے کچھ ایسا شربت پلایا کہ نماز اور ذکر الٰہی میں ہمیں لذت اور سرور آنے لگا اور قرآن مجید کی محبت ہمارے دلوں میں موجزن ہوئی۔ اور ہر ایک نفس نے اپنی مقدور اور استعداد کے مطابق نیکی میں ترقی کی -------

پس ہمیں آپ کی اس وفات سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ مبارک ہیں وہ جو اس وقت پاک تبدیلی اور ثباتِ قدم کا بہترین نمونہ دکھائیں۔ مومن کی نشانی یہی ہے کہ وہ دکھ کے وقت بھی آگے ہی قدم اٹھاتا ہے -----"

"باوجود مخالفت کی سخت آندھیوں کے وہ خدا کا مامور لاکھوں انسانوں کو اپنی بات منوا گیا۔ اور آپ لوگوں میں اپنی رُوح پیدا کر گیا۔ اگر اس کو لے کر ہم یہ کام کریں تو روحانی فتوحات کے دروازے ہم پر کھولے جائیں گے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ابوبکر رضہ و عمر رضہ نے کیسی کیسی فتوحات حاصل کیں۔ کیونکہ ان کی روح صحابہ رضہ میں کام کرنے لگی تھی۔ اسی طرح حضرت مرزا صاحب کی وفات کے ساتھ یہ سلسلہ بند نہیں ہو گیا اور ہم لوگوں کا فرض ہے کہ اس مقصدِ عالی کو سامنے رکھ کر کام کریں

(" الحکم " ۱۸ر جولائی ۱۹۰۸ء)

اسمعوا صوت السّماء جاء المسیح جاء المسیح

کلام :- حضرت بانیٔ سلسلہ

کیوں عجب کرتے ہو گر میں آگیا ہو کر مسیح
خود مسیحائی کا دم بھرتی ہے یہ بادِ بہار

آسماں پر دعوتِ حق کے لئے اِک جوش ہے
ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اُتار

آرہا ہے اِس طرف احرارِ یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگہ زندہ وار

کہتے ہیں تثلیث کو اَب اہلِ دانش الوداع
پھر ہوئے ہیں چشمۂ توحید پر از جاں نثار

باغ میں مِلّت کے ہے کوئی گُلِ رعنا کھِلا
آئی ہے بادِ صبا گلزار سے مستانہ وار

آ رہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے
گو کہو دیوانہ میں کرتا ہوں اُس کا انتظار

ہر طرف ہر مُلک میں ہے بُت پرستی کا زوال
کچھ نہیں انساں پرستی کو کوئی عِزّ و وقار

اسمعوا صوت السّماء جاء المسیح جاء المسیح
نیز بشنو از زمیں آمد امام کامگار

آسماں بارد نشان الوقت میگوید زمیں
ایں دو شاہد از پئے من نعرہ زن چوں بیقرار

اب اسی گلشن میں لوگو راحت و آرام ہے
وقت ہے جلد آؤ اے آوارگانِ دشتِ خار

اِک زماں کے بعد اب آئی ہے یہ ٹھنڈی ہوا
پھر خدا جانے کہ کب آویں یہ دن اور یہ بہار

کون روتا ہے کہ جس سے آسماں بھی رو پڑا
مہر و مہ کی آنکھ غم سے ہو گئی تاریک و تار

غیر کیا جانے کہ دلبر سے ہمیں کیا جوڑ ہے
وہ ہمارا ہو گیا اس کے ہوئے ہم جاں نثار

پندرہ روزہ پیغام صلح لاہور مورخہ ۵ مئی ۸۹ء

غرضِ آمد

حضرت مرزا صاحب کے آنے کی اصل غرض کیا ہے؟ کیا دلائل و براہین سے غلبہ پانا اصل غرض ہے؟ کیا محض دین کو دنیا میں پھیلانا اور دلائل و براہین سے اس کی صداقت ثابت کرنا ہی آپ کے آنے کی حقیقی غرض اور منشاء ہے؟ بیشک یہ بھی آپ کے مشن میں داخل ہے لیکن اصل غرض ایک ایسی جماعت پیدا کرنا ہے جو اصلاح و تقوے کے راستہ پر چلنے والی ہو۔ اس بارہ میں حضرت بانیٔ سلسلہ کو فکر لاحق تھا اور جو خیال آپ کو کھا رہا تھا اس کا ذکر آپ نے خود حسبِ ذیل الفاظ میں کیا ہے۔ جو جماعتِ احمدیہ کے ہر فرد کی خصوصی توجہ کے لائق ہے۔ فرماتے ہیں :۔

"میرے آنے کی اصل غرض یہ ہے کہ ایک ایسی جماعت تیار ہو جائے جو سچی مومن ہو اور خدا پر حقیقی ایمان اور اس کے ساتھ حقیقی تعلق رکھے اور (دین) کو اپنا شعار بنائے۔ اور آنحضرتؐ کے اسوہ حسنہ پر کاربند ہو اور اصلاح و تقویٰ کے رستے پر چلے اور اخلاق کا اعلیٰ نمونہ قائم کرے تا پھر ایسی جماعت کے ذریعہ دنیا ہدایت پاوے اور خدا کا منشاء پورا ہو۔ پس یہ غرض پوری نہیں ہوتی تو اگر دلائل و براہین سے ہم نے دشمن پر غلبہ بھی پا لیا اور اس کو پوری طرح زیر بھی کر لیا تو بھی ہماری فتح کوئی فتح نہیں۔ کیونکہ ہمارے آنے کی اصل غرض پوری نہ ہوئی۔ تو گویا ہمارا سارا کام رائیگاں گیا مگر میں دیکھ رہا ہوں کہ دلائل و براہین کی فتح کے تو نمایاں طور پر نشانات ظاہر ہو رہے ہیں اور دشمن بھی اپنی کمزوری محسوس کرنے لگا ہے لیکن جو ہماری بعثت کی اصل غرض ہے اس کے متعلق ابھی تک جماعت میں بہت کمی ہے اور بڑی توجہ کی ضرورت ہے پس یہ خیال ہے جو مجھے آجکل کھا رہا ہے اور یہ اس قدر غالب ہو رہا ہے کہ کسی وقت بھی مجھے نہیں چھوڑتا۔"

اس ماہ میں جبکہ حضرت بانیٔ سلسلہ کا یومِ وصال ہے اور جماعتیں کسی نہ کسی رنگ میں یومِ وصال منانے کا اہتمام کر رہی ہوں گی۔ اس موقعہ پر ہم حضرت مرزا صاحب کے مندرجہ بالا ارشاد کی طرف انہیں خصوصی توجہ دلانا چاہتے ہیں۔ اور یہ عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ ان تقاریب میں جہاں آپ کے عظیم الشان کارناموں اور خدمتِ دین کے متعلق جماعت کی فاتحانہ جد و جہد کا ذکر کیا جائے وہاں آپ کے اس ارشاد کو بھی خاص طور پر پیشِ نظر رکھا جائے۔ اور تمام افرادِ جماعت کو حضرت مرزا صاحب کے منشاء کے مطابق اصلاح و تقوے کے رستے پر چلنے اور آنحضرتؐ کے اسوۂ حسنہ پر کاربند ہونے اور اخلاق کے اعلیٰ نمونے قائم کرنے کی تلقین کی جائے تا کہ حضرت مرزا صاحب بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی بعثت کی اصل غرض پوری ہو اور اس بارہ میں جماعت کے اندر جس کمی کے متعلق جو خیال آپ کو کھا رہا تھا اس کا پورے طور پر مداوا ہو سکے۔ اور آپ کی رُوح پر فتوح کی خوشی کا موجب ہو۔

اپنی جماعت کے علاوہ ہم ان اصحاب کو بھی حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے مندرجہ بالا ارشاد کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں جو آپ کو طرح طرح کے اعتراضات کا نشانہ بنائے رکھتے ہیں۔ انہیں غور کرنا چاہیئے کہ اس ارشاد میں آپ نے اپنے آنے کی جو غرض بیان کی ہے اور جس قسم کی مومن جماعت تیار کرنا اپنا مقصد قرار دیا ہے کیا وہ ایسے شخص کا بیان ہو سکتا ہے جو خدا سے دُور اور ذاتی اور نفسانی اغراض کا بندہ ہو۔ کیا جو غم حضرت مرزا صاحب کو کھائے جا رہا تھا وہ آپ کے ہدایت یافتہ ہونے اور تقرب الی اللہ کا شاہد نہیں۔ آپ سو عیوب بیان کریں لیکن یہی ایک بات آپ کی پاک باطنی کی کھلی ہوئی دلیل اور تمام مفروضہ عیوب کی صفائی کی موجب ہے لیکن کیا ہمارے مخالفین اس پر غور کریں گے؟

فروغِ مسیحیت

پاکستان ایک نظریاتی اسلامی ملک ہے اسلام کی تعلیم لا اکراہ فی الدین کے مطابق اس ملک میں بسنے والی عیسائی قوم کو بھی اس نے اپنے مذہب کی تبلیغ کا حق اسی طرح دے رکھا ہے جیسے مسلمانوں کو اپنے دین کی تبلیغ کا حق حاصل ہے لیکن نہایت افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ مسیحی تو اپنے حق تبلیغ کی ادائیگی میں پورے طور پر کوشاں ہیں مگر مسلمانوں کی طرف سے نہ صرف تبلیغ اسلام کے فریضہ کی ادائیگی کا کوئی انتظام نہیں بلکہ مسیحیت کے اثرات سے مسلمانوں کو محفوظ کرنے کی بھی کوئی کوشش نہیں کی جاتی۔

پیغام صلح کے گذشتہ شمارے میں "ایسٹر" کے عنوان سے ایک شذرہ شائع ہوا ہے جس میں پاکستان میں مسیحی سرگرمیوں کا تذکرہ ہے۔

قطع نظر اس بات کے کہ مسیحی مشنریوں نے ان ہزارہا لوگوں کو جنہیں لوگ چوہڑے چمار کے نام سے اچھوت قرار دے چکے ہیں، طرح طرح کی مراعات دے کر اپنی برادری میں شامل کر لیا اور مسلمانوں نے جن سے ان کا رات دن کا تعلق چلا آتا ہے انہیں اپنے حلقہ میں شامل کرنے کی کوئی کوشش نہ کی۔ مسلم قوم کے خوشحال گھرانوں کے نونہال بھی مسیحی مدارس میں داخل ہو کر دنیوی تعلیم کے ساتھ ساتھ تثلیث کے گیت گانے کے لیئے مجبور کیئے جاتے ہیں۔ افسوس ہے مسلمانوں میں کوئی ایسا معیاری مدرسہ ان لوگوں کو نہیں ملتا جہاں اعلیٰ درجہ کی تعلیم انہیں مل سکے۔ اس لئے مذہب کی طرف سے لاپرواہ ہو کر وہ اپنے بچوں کو مسیحی مدارس میں داخل کروا دیتے ہیں جہاں دنیوی تعلیم کے ساتھ ساتھ عیسائیت کا ٹیکہ بھی چار و ناچار لگوانا پڑتا ہے اور نہایت خوبصورت طبع شدہ کتابچوں کے ذریعہ سے عیسائیت کی تعلیم ذہن نشین کرائی جاتی ہے۔ چنانچہ ایک ایسے ہی کتابچے میں جس کا عنوان ہے "کیا آپ چار روحانی اصولوں سے واقف ہیں" یہ تعلیم دی گئی ہے کہ :۔

"الیوع مسیح خدائے پاک کی طرف سے گنہگار انسان کی نجات کا واحد وسیلہ ہے یسوع نے کہا راہ حق اور زندگی مَیں ہوں کوئی میرے وسیلے کے بغیر باپ کے پاس نہیں آتا خدا نے اس خلیج کو جس نے ہمیں اس سے جُدا کر رکھا ہے اپنے بیٹے کو اس دنیا میں بھیج کر پُر کیا اور خداوند یسوع نے ہماری جگہ صلیبی موت گوارا کی۔"

ایک اور اصول یہ بتایا ہے :۔

ہمیں شخصی طور پر یسوع مسیح کو اپنا نجات دہندہ اور خداوند قبول کرنا ہے تب ہی ہم اپنی زندگیوں کے لیئے خدائی محبت اور اس کی اعلیٰ تجویز جان سکتے ہیں۔"

آگے چل کر لکھا ہے :۔

"آپ اس دعا کو پڑھیں فوراً مسیح آپ کی زندگی میں آئے گا۔ دعا یہ ہے پیارے خداوند یسوع مسیح مجھے تیری ضرورت ہے میرے گناہ معاف کر میں اپنے دل کا دروازہ کھولتا ہوں اور تجھے اپنا نجات دہندہ اور خداوند قبول کرتا ہوں۔ میں تیرا شکرگذار ہوں کہ تو نے میرے گناہ معاف کر دیئے ہیں۔ میری زندگی پر حکمرانی کر، مجھے ایسا انسان بنا جیسا چاہتا ہے کہ میں ہوں۔"

اور آخر میں یہ دعوت دی گئی ہے کہ :۔

"اگر آپ نے اس کتابچہ کے ذریعہ مسیح یسوع کو قبول کیا ہے تو ہم آپ کو اپنے ساتھ خط و کتابت کی دلی دعوت دیتے ہیں۔"

یہ ایک کتابچہ کے اقتباسات ہیں جو مسیحی مدارس کے طلباء اور طالبات میں برائے نام قیمت پر مفت تقسیم کیا جاتا ہے۔ اب فرمائیے جن بچوں یا دین سے ناواقف لوگوں کے ہاتھوں میں اس قسم کے نہایت خوبصورت طبع شدہ کتابچے پہنچتے ہیں وہ ان کے اثرات سے کس طرح بچ سکتے ہیں۔ جبکہ ان اثرات کو زائل کرنے اور صحیح اسلامی تعلیم ان تک پہنچانے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

بعض اسلامی اخبارات شاید حکومت سے مطالبہ کریں کہ مسیحیوں کی تبلیغی کوششوں پر پابندی عائد کی جائے اور ان کی ایسی کتابوں کو ضبط کیا جائے۔ ہم اس بات کے حامی نہیں۔ ایسے مطالبات احساسِ کمتری کا پتہ دیتے ہیں اس کے بجائے مسلمانوں کو چاہیئے کہ مندرجہ بالا مسیحی تعلیمات کی غلطیوں کو واضح کرنے اور صحیح اسلامی تعلیمات کو فروغ دینے کے لیئے خوبصورت کتابچے شائع کریں۔ جو تمام مسیحی مدارس کے طلباء اور طالبات اور ان کے والدین کے ہاتھوں میں پہنچائے جائیں اور اس طرح ان پر واضح کیا جائے کہ :۔

۱۔ یسوع مسیح خدا کا بیٹا نہیں بلکہ وہ خدا کا ایک رسول تھا جو لوگوں کو اعمالِ بد سے بچنے اور نیک اعمال کی تلقین کرنے کے لئے آیا۔

۲۔ مسیحیت کا یہ عقیدہ بالکل درست نہیں کہ یسوع مسیح نے صلیب پر جان دے کر تمام دنیا کے گناہوں کو

(بقیہ صفحہ ۳۴ پر ملاحظہ فرمادیں)

جماعتی خبریں

حضرت امیر جماعت ایدہ اللہ تعالیٰ بخیریت ہیں تاہم گرمی کی شدت اور کثرت کار کے باعث صحت کچھ متاثر رہتی ہے۔ احباب حضرت ممدوح کی صحت کاملہ اور درازیٔ عمر کے لئے بارگاہ الٰہی میں دعائیں جاری رکھیں

مرکز میں نماز عید الفطر:

مورخہ ، مئی بروز اتوار صبح آٹھ بجے جامع دارالسلام لاہور میں امیر جماعت حضرت ڈاکٹر سعید احمد خاں ایدہ اللہ تعالیٰ کی اقتداء میں نماز عید الفطر ادا کی گئی۔ مکرم و محترم نصیر احمد فاروقی دامت برکاتہٗ نے خطبہ عید ارشاد فرمایا جس میں روزہ کا فلسفہ حکمت اور اس کی افادیت اور غرض وغایت پر تفصیلی روشنی ڈالی۔ اس روحانی تقریب میں مقامی جماعت کے احباب خواتین کے علاوہ پاکستان کے دیگر مقامات سے بھی احباب نے شرکت کی۔ قبل از نماز احباب نے فطرانہ، عید فنڈ اور جامع فنڈ کی مدات میں رقوم جمع کیں۔ بعد از نماز و خطبہ حاضرین نے حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں عید مبارک پیش کی اور ان سے سلام و معانقہ کیا۔

ماہ رمضان میں مرکزی جامع میں نماز تراویح کی ادائیگی کا اہتمام رہا اور حسب معمول دیگر نمازوں کا سلسلہ جاری رہا۔ نماز تراویح محترم قاضی عبد الاحد صاحب کی امامت میں ہوتی رہی۔ خیرات و صدقات کے اس مبارک مہینہ میں اپنے مستحق بہن بھائیوں کی حسب لبن مالی خدمت اور ملبوسات تقسیم کئے گئے تاکہ ہمارے یہ بہن بھائی بھی عید کی خوشیوں میں برابر کے شریک ہوں۔

تنظیم خواتین احمدیہ کا اجلاس:

۱۸ مئی کو شام کے وقت مرکزی جامع احمدیہ لاہور میں مرکزی تنظیم خواتین احمدیہ کا ایک اجلاس حضرت بانیٔ سلسلہ کے یوم وصال کے سلسلہ میں منعقد ہوگا۔ احمدیہ انجمن لاہور سے منسلک دیگر جماعتیں بھی اپنے اپنے پروگرام کے مطابق ایسی ہی تقریبات کا اہتمام کر رہی ہیں۔

کوائف شبان الاحمدیہ

صدر شبان الاحمدیہ عزیز منور احمد صاحب نے جماعت کے شبان سے گذارش کی ہے کہ وہ اپنے کوائف مع تصویر ان کے نام جلد ارسال کریں۔

دارالسلام کالونی - ۵ عثمان بلاک،
نیو گارڈن ٹاؤن - لاہور،

دعائے صحت،

۱۔ محترم میاں فضل احمد صاحب اپنے مکتوب میں فرماتے ہیں:

"میں بیمار ہوں۔ اور پورے چھ ہفتے ہسپتال یا گھر بستر پر رہا ہوں۔ الحمد للہ اب اچھا ہو رہا ہوں احباب سے صحت کاملہ عاجلہ کے لئے دعا کی گذارش ہے۔"

۲۔ ہمارے نہایت قابل احترام بزرگ حضرت مولانا حافظ شیر محمد صاحب خوشابی دامت برکاتہٗ کی صحت ان دنوں کمزور ہے احباب سے درخواست ہے کہ ان کی صحت و تندرستی کے لئے دعا فرمائیں۔

ماہ اپریل کا "لائٹ"

انجمن کے ماہوار انگریزی رسالہ "دی لائٹ" کا اپریل کا شمارہ پیش نظر ہے۔ سرورق پر "ان اللّٰہ معنا" کا موٹو گرام طبع ہے جبکہ اس کے مندرجات میں ملفوظات حضرت بانیٔ جماعت ماہ رمضان پر اداریہ "مسلم کون ہے" از حضرت مولانا شیر محمد خوشابی اور دوسرے ہمارے بارے میں کیا کہتے ہیں، تبصرہ کتب، جماعتی خبریں اور ایڈیٹر کے نام خطوط شامل ہیں۔

اخبارات کی مشاورتی کمیٹی نے اپنے حالیہ اجلاس میں اس رسالہ کے موجودہ سائز کو بڑھا کر انٹرنیشنل سائز پر طبع کرنے کا فیصلہ کیا ہے جس سے اسکی افادیت میں اضافہ ہوگا۔ امید ہے اگلا شمارہ اس سائز میں منظر عام پر آئیگا

عید مبارک

ناظم اخبارات محترم فضل احمد صاحب نے احباب جماعت کی خدمت میں بموقعہ عید الفطر عید کارڈ ارسال کئے ہیں ان کے لئے دعا اور نیک تمناؤں کا اظہار کرتے ہوئے احباب کرام سے گذارش کی ہے کہ قومی خدمت کے پیش نظر ماہنامہ لائٹ اور پندرہ روزہ پیغام صلح کا سالانہ چندہ اور عطیات پہلی فرصت میں ارسال فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

احباب کے نام

احباب کرام! مزاج شریف، امید ہے آپ باہمہ وجوہ خیریت سے ہوں گے۔ میں نے ایک عریضہ پہلے بھی ارسال خدمت کیا تھا جو ملا ہوگا۔ ایک بار پھر حاضر خدمت ہوں۔ اور آپ کی توجہ درج ذیل امور کی طرف کروانا چاہتا ہوں۔ اخبار پیغام صلح اور لائٹ کی اشاعت کی اجازت مل گئی ہے۔ یہ امر جہاں خوشی کا موجب ہے وہاں ہمارے لئے ایک زبردست چیلنج بھی۔ ہم ان دو اخباروں کو اگر بڑے اعلیٰ پیمانہ پر نہ چلا سکے تو افسوس ہوگا۔ اس لئے میری آپ سے دردمندانہ اپیل ہے کہ آپ ان دو اخبارات کو مفید، جاندار اور سلسلہ عالیہ کا صحیح ترجمان بنانے میں ہماری مدد بھی فرمائیں اور رہبری بھی۔ آپ درج ذیل طریقہ سے ہمارا ہاتھ بٹا سکتے ہیں۔

۱۔ خریدار بنیں اور جماعت میں تمام احباب کو خریداری کی تحریک کریں اس سے اخبارات کا خرچ تو شاید پورا نہ ہو سکے تاہم شمولیت ہوگی اور ہر شمارہ کو پڑھنے کا شوق بھی پیدا ہوگا۔

۲۔ آپ مقامی جماعت کی سرگرمیوں اور ان کے حالات و کوائف پر لکھیں اور بطور نامہ نگار ہمیں مفصل رپورٹ دیں۔ ہم آپ کی رپورٹ کا اچھی طرح جائزہ لیکر اخبارات میں شائع کریں گے جس سے تعمیری فکر ابھرے گا۔ اصلاح احوال ہوگی اور سرگرمیاں تیز تر ہوں گی۔

۳: آپ اپنے طور پر اور جماعت کے اہل الرائے حضرات سے مشورہ کر کے چند ایک ایسے عنوان تجویز کریں جن پر ہم اہل قلم سے مضامین لکھوانے کی درخواست کریں۔ عنوان ایسے ہوں جن پر اس دور میں غور و فکر کی ضرورت ہو۔ ہم ان تجاویز کردہ عنوان کی فہرست تیار کر کے ان پر مضامین لکھوانے کی سعی کریں گے تاکہ تازہ امور و معاملات پر مضامین شائع ہوں۔ اور پڑھنے والوں کی دلچسپی کا باعث ہوں۔

میں آپ کے نوٹس میں یہ بات لانا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ انجمن نے ایک معقول خطیر رقم برائے اخبارات منظور کی ہے۔ ہم سب مل کر ہی اس رقم کے مصرف کو مفید و مؤثر اور نتیجہ خیز بنا سکتے ہیں۔

میں امید کرتا ہوں آپ میری درخواست کے ہر پہلو پر توجہ فرمائیں گے اور دستگیری بھی۔ دراصل یہ توجہ اور دستگیری اپنے دین کے اعلیٰ اصولوں کی برتری ثابت کرنے میں ممد و معاون ہوگی۔ خدارا آپ ضرور میرے اس خط کا جواب مثبت انداز میں دیں۔ حوصلہ افزائی فرمائیں تاکہ میری اور میرے ساتھ اخبارات کے ایڈیٹر و عملہ کی ہمت و حوصلہ بڑھے۔ ہم آزمائش کے وقت سے گذر رہے ہیں ایسے مشکل حالات میں انسان کے خفتہ جوہر جاگ جاتے ہیں اور حالات کے مقابلہ کے لئے سینہ سپر ہونے کی قوت حاصل ہو جاتی ہے امید ہے میری گذارش پر اثباتی توجہ دے کر عند اللہ ماجور ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے نفوس و اموال میں برکت ڈالے۔

بندہ فضل احمد (ناظم اخبارات)

ٹیلیفون ڈائری کا تحفہ: جو احباب ۳۰ جون ۱۹۸۹ء تک اخبار پیغام صلح کا چندہ ادا کریں گے ان کو ایک عدد ٹیلیفون ڈائری بطور تحفہ ارسال کی جائیگی احباب سے گذارش ہے کہ وہ جلد از جلد اپنا چندہ ارسال کر کے یہ تحفہ حاصل کریں۔

جماعتی کتب و لٹریچر کی قیمتوں میں خصوصی رعایت:

انجمن نے اپنی جماعت کی صد سالہ تقریبات کے سلسلہ میں جماعتی کتب و لٹریچر کی فروخت پر اصل قیمت میں ۸۰٪ رعایت کا اعلان کیا ہے۔ احباب کرام اس موقعہ اور خصوصی رعایت سے فائدہ اٹھائیں۔

اعتذار

ہم ان احباب و خواتین کا بہ صمیم قلب شکر گذار ہیں جنہوں نے ہماری عاجزانہ گذارش پر اپنے اخبار پیغام صلح کے خصوصی نمبر کے لئے نہایت قیمتی رشحات قلم ارسال فرمائے ہیں جزاھم اللہ تعالیٰ۔ ہم نہایت افسوس سے لکھ رہے ہیں کہ محدود وقت اور مقررہ ضخامت کے باعث ہمارے بعض محترم و مکرم اہل علم و قلم احباب کے مضامین اس خصوصی اشاعت میں شامل نہ ہو سکے۔ اس مجبوری کی وجہ سے ہم ان سے بخلوص دل معذرت خواہ ہیں۔ امید ہے احباب ہماری اس معذوری اور مجبوری پر ملول خاطر نہ ہوں گے اور ہماری معذرت کھلے دل سے قبول فرمائیں گے۔ اخبار کی آئندہ اشاعت میں یہ قابل قدر اور لائق مطالعہ مضامین ہدیہ قارئین کرام ہو رہے ہیں۔ انشاء اللہ العزیز۔

احباب کرام آپ کے اپنے پیغام صلح کی یہ اشاعت خاص آپکے ہاتھوں میں ہے۔ ہم نے تقریب کے موقع و محل کے پیش نظر اسے معنوی اور صوری لحاظ سے پُرافادہ اور دیدہ دل و نظر بنانے کی اپنی استطاعت کے مطابق کوشش کی ہے اللہ کرے ہماری یہ کوشش آپ کو پسند ہو بہرحال اس اشاعت کی خوبیاں صرف اور صرف آپکے حسن نظر و فکر کے باعث ہیں اور اس میں تمام تر ممکن سقم ہماری اپنی کوتاہیوں اور کمزوریوں کیوجہ سے ہیں۔ آپ کی رائے، آپ کی راہنمائی اور آپ کی دعا ہمارا بہترین سرمایۂ کار ہیں۔

آپکے لئے پُرخلوص دعاؤں کیساتھ

ادارہ پیغام صلح

وفات حسرت آیات

ڈاکٹر محمد عبد اللہ مرحوم سابق امام و خطیب ووکنگ مشن لندن و سابق امام برلن مشن (جرمنی) اور انجمن کے سابق جنرل سیکرٹری کی بیگم صاحبہ انتقال فرما گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے نماز جنازہ جامع دارالسلام کالونی لاہور میں حضرت امیر ایدہ اللہ کی اقتداء میں ادا کی گئی۔ مرحومہ کا جسد خاکی قبرستان دارالسلام میں بعد نماز عشاء سپرد خاک کر دیا گیا۔ بیرونی جماعتوں سے نماز جنازہ غائبانہ کی استدعا ہے۔

حضرت بانی سلسلہ کا پیغام
ہمارے نام

اللہ تعالیٰ کسی کی پرواہ نہیں کرتا مگر صالح بندوں کی۔ آپس میں اخوت اور محبت پیدا کرو اور درندگی اور اختلافات چھوڑ دو۔ ہر ایک قسم کے ہزل اور تمسخر سے مطلقاً کنارہ کش ہو جاؤ۔ کیونکہ تمسخر انسان کے دل کو صداقت سے دُور کر کے کہیں کا کہیں پہنچا دیتا ہے۔ پس ایک دوسرے کے ساتھ عزت سے پیش آؤ۔ ہر ایک اپنے آرام پر اپنے بھائی کے آرام کو ترجیح دے۔ اللہ تعالیٰ سے سچی صلح پیدا کر لو اور اس کی اطاعت میں واپس آجاؤ۔ اللہ تعالیٰ کا غضب زمین پر نازل ہو رہا ہے اور اس سے بچنے والے وہی ہیں جو کامل طور پر اپنے سارے گناہوں سے توبہ کر کے اس کے حضور میں آتے ہیں۔

تم یاد رکھو کہ اگر اللہ تعالیٰ کے فرمان میں تم اپنے تئیں لگاؤ گے اور اس کے دین کی حمایت میں مشغول ہو جاؤ گے تو خدا تمام رکاوٹوں کو دور کر دیگا اور تم کامیاب ہو جاؤ گے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ کسان عمدہ پودوں کی خاطر کھیت میں سے ناکارہ چیزوں کو اکھاڑ کر پھینک دیتا ہے اور اپنے کھیت کو خوشنما درختوں اور بارآور پودوں سے آراستہ کرتا اور ان کی حفاظت کرتا۔ اور ہر ایک نقصان اور ضرر سے ان کو بچاتا ہے مگر وہ درخت اور پودے جو پھل نہ لائیں گلنے اور خشک ہونے لگ جائیں ان کی مالک پرواہ نہیں کرتا کہ کوئی مویشی ان کو آکر کھا جائے یا کوئی لکڑہارا ان کو کاٹ کر تنور میں پھینک دے سو ایسا ہی تم یاد رکھو کہ تم اللہ تعالیٰ کے حضور میں صادق ٹھہرو گے تو کسی کی مخالفت تمہیں تکلیف نہ دیگی، پر اگر تم اپنی حالتوں کو درست نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے فرمانبرداری کا ایک سچا عہد نہ باندھو تو پھر اللہ تعالیٰ کو کسی کی پرواہ نہیں، ہزاروں بھیڑیں اور بکریاں روز ذبح ہوتی ہیں اُن پر کوئی رحم نہیں کرتا اور اگر آدمی مارا جائے تو اتنی باز پرس ہوتی ہے۔ سو تم اپنے آپ کو درندوں کے مانند بیکار اور لاپرواہ بناؤ گے تو تمہارا بھی یہی حال ہو گا۔ چاہیئے کہ تم خدا کے عزیزوں میں داخل ہو جاؤ تاکہ کسی وبا یا آفت کو تم پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہ ہو سکے۔ کیونکہ کوئی بات اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر زمین پر نہیں ہو سکتی۔

ہر ایک آپس کے جھگڑے اور جوش و عداوت کو درمیان سے اٹھا دو کہ اب وہ وقت ہے کہ تم ادنیٰ باتوں سے اعراض کر کے اہم اور

عظیم الشّان

کاموں میں مصروف ہو جاؤ۔"

(الحکم ۲۸ رمئی ۱۸۹۸ء)

* * * *

آپس میں محبت کرو
بدخلقی نہ کرو

میں اپنی جماعت کے لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اپنے میں سے کمزور اور کچے لوگوں پر رحم کریں ان کی کمزوری کو دور کرنے کی کوشش کریں ان پر سختی نہ کریں اور کسی کے ساتھ بد اخلاقی سے پیش نہ آئیں بلکہ انکو سمجھائیں، دیکھو صحابہ رضہ کے درمیان بھی بعض منافق آکر مل جاتے تھے پر حضرت نبی کریم صلعم ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرتے چنانچہ عبداللہ بن ابی جس نے کہا تھا کہ غالب لوگ ذلیل لوگوں کو یہاں سے نکال دیں گے چنانچہ سورۃ منافقون میں درج ہے اور اس سے مراد اُس کی یہ تھی کہ کفار مسلمانوں کو نکال دیں گے اس کے مرنے پر حضرت رسول کریمؐ نے اپنا کُرتہ اُس کے لیئے دیا تھا۔

مَیں نے یہ عہد کیا ہوا ہے کہ میں دعا کے ساتھ اپنی جماعت کی مدد کروں دعا کے بغیر کام نہیں چلتا۔ دیکھو صحابہؓ کے درمیان بھی جو لوگ دعا کے زمانہ کے تھے یعنی مکّی زندگی کے جیسی اُنکی شان تھی ویسی دوسروں کی نہ تھی حضرت ابوبکرؓ جب ایمان لائے تھے تو انہوں نے کیا دیکھا تھا انہوں نے کوئی نشان نہ دیکھا تھا لیکن وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے اخلاق اور اندرونی حالات کے واقف تھے اسواسطے نبوت کا دعویٰ سنتے ہی ایمان لے آئے۔ اسی طرح میں کہا کرتا ہوں کہ ہمارے دوست یہاں آیا کریں اور رہا کریں گہرا دوست اور پورا واقف بن جانے سے انسان بہت فائدہ اٹھاتا ہے معجزات اور نشانات سے ایسا فائدہ نہیں ہوتا معجزات سے فرعون کو کیا فائدہ ہوا معجزات کے ہزاروں منکر ہوتے ہیں اخلاق کا منکر کوئی نہیں ہوتا۔ طالب ہو کر اصلی اور جگری حالات کو دریافت کرنا چاہیئے۔ آریہ لوگوں نے آنحضرتؐ پر اس قدر اعتراض کیئے ہیں لیکن اگر ان لوگوں کو آپؐ کے اصلی حالات اور اخلاق کریمہ کی صحیح خبر مل جاتی تو یہ کبھی ایسی جرأت نہ کرتے پیغمبر خدا صلعم نے اخلاق کے دو پہلو دکھائے ایک مکّی زندگی میں جبکہ آپ کے ساتھ صرف چند آدمی تھے اور کچھ قوت نہ تھی دوسرا مدنی زندگی میں جب آپؐ فاتح ہوئے اور وہی کفار جو آپؐ کو تکالیف دیتے تھے اور آپؐ انکی ایذا ہی پر صبر کرتے تھے اب آپؐ کے قابو میں آ گئے ایسا کہ جو چاہتے آپؐ انکو سزا دے سکتے تھے مگر آپؐ نے سبکو چھوڑ دیا اور کچھ سزا نہ دی

چند ناقابلِ فراموش یادیں

حضرت مولانا صدر الدین امیر مرحوم کے قلم سے،

میں نے جس ماحول میں ہوش سنبھالا وہ دینی تھا۔ گھر میں قرآن شریف کی تعلیم کا التزام تھا چنانچہ میں بڑا ہوا تو مجھے بھی قرآن حکیم کی تعلیم دی جانے لگی۔ میں مڈل تک بلا ترجمہ قرآن ذوق و شوق سے پڑھتا رہا جن دنوں تھرڈ مڈل میں تھا حضرت مولانا عبدالکریم کے درس قرآن کا شہر بھر میں شہرہ تھا۔ آپ مسجد حسام الدین میں درس دیتے تھے۔ میں تین چار سال تک حضرت مولانا کے درس میں باقاعدہ شریک ہوتا رہا۔ آپ درس کے دوران حضرت مرزا صاحب کے متعلق بھی فرماتے تھے۔ آپکا طرز بیان سحر کن تھا چنانچہ مجھے حضرت صاحب کی صداقت کا انہی ایام میں کامل یقین ہو گیا۔ اس تمام عرصے میں والدین نے اشارے کنائے سے بھی درس میں شرکت سے نہ روکا اور نہ ہی حضرت صاحب کی صداقت کا اقرار کرنے سے منع کیا محلہ میں ہماری خاندانی پوزیشن ایسی نہ تھی کہ کوئی شخص مجھ پر کوئی اعتراض کر سکتا مولانا موصوف اکثر حضرت صاحب اور حضرت مولانا نورالدین کا ذکر کرتے رہتے اور اس طرح ان ہر دو کی عظمت کا نقش میرے دل میں قائم ہو گیا۔ بی اے کرنے کے بعد میں نے ٹریننگ کالج میں ایس اے وی کلاس میں داخلہ لے لیا ان دنوں بی ٹی کلاس ابھی نہیں جاری ہوئی تھی۔ مسٹر بل ڈائرکٹر تھے۔ وہ بڑے فیاض اور بلند اخلاق بارعب اور عظیم انسان تھے۔ انہوں نے پہلی بار ہمارے لئے بی ٹی کلاس کھول دی اور بعد ازاں پنجاب یونیورسٹی اور گورنر صاحب سے اجازت حاصل کر لی تکمیل کے بعد میں کچھ عرصہ ڈسٹرکٹ انسپکٹر رہا اور کچھ عرصہ ٹریننگ کالج میں انگلش کا پروفیسر رہا۔ حضرت صاحب کے وصال کے بعد حضرت مولانا نورالدین نے وفد بھیجا کہ میں ملازمت چھوڑ کر قادیان خدمت عالی میں حاضر ہو جاؤں۔ وفد میں حضرت مولوی محمد علی صاحب، حضرت خواجہ کمال الدین صاحب، حضرت ڈاکٹر محمد حسین صاحب حضرت ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب اور حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب شامل تھے۔ میں ان کے کہنے پر قادیان جانے پر راضی ہو گیا۔ پھر وفد نے گورنمنٹ سے درخواست کی کہ مجھے قادیان چلے جانے کی اجازت دے۔ چنانچہ میں قادیان چلا آیا اور تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کی ہیڈ ماسٹری کا فریضہ مجھے سونپا گیا۔ ان ہی ایام میں مولانا محمد علی صاحب تفسیر قرآن کے کام میں منہمک تھے چنانچہ انجمن کی اجازت سے وہ سیکرٹری کے عہدے سے الگ ہو گئے اور یہ ذمہ داری میرے کندھوں پر ڈال دی گئی قادیان میں میرا قیام ۵ سال تک رہا۔

یہ سارا عرصہ قادیان میں یہی چرچا رہا کہ حضرت صاحب مجدد ہیں لیکن حضرت مولانا نورالدین کے آخری ایام میں میاں محمود احمد صاحب نے اس امر کی ابتدا کی کہ آپ نبی تھے اس پر حضرت خواجہ صاحب نے یہ لکھا کہ میاں محمود احمد کا لفظ کافر کہنے سے مراد اصطلاحی کافر نہیں بلکہ منکر مراد ہے مگر میاں صاحب نے خواجہ صاحب کے اس وضاحتی اعلان کے بعد صاف لکھا کہ میرا مطلب یہ ہے کہ جو حضرت صاحب کو نبی نہ مانے وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

حضرت مولانا نورالدین نے ایک مرتبہ قادیان میں جس میں میں بھی حاضر تھا خطبہ کے دوران فرمایا کہ بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ نورالدین خطبوں میں مرزا کا نام نہیں لیتا۔ اور فرمایا کہ ایسے لوگوں کا ذکر قرآن کریم میں کیا گیا ہے "جو لوگ قیامت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے سامنے جب اکیلے خدا کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل سکڑ جاتے ہیں" ۔ "اور جب خدا کے سوا ان کے حضرتوں کا ذکر کیا جاتا ہے تو وہ خوش ہو جاتے ہیں"۔ اس میں آپ نے توحید کامل کا ذکر کیا۔ اور فرمایا کہ لوگوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ میں اس عرصہ میں کبھی مرزا کی قبر پر نہیں گیا۔ اس طرح آپ نے توحید کامل کی زوردار طریق سے تلقین فرمائی۔

حضرت مولانا نورالدین نے حضرت صاحب کی موجودگی میں خطبہ ارشاد فرمایا اور کہا کہ مجھ پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ میں خطبے میں مرزا صاحب کا نام نہیں لیتا اس موقعہ پر آپ نے قرآن کریم کی مذکورۃ آیت کا ذکر کیا۔ حضرت صاحب سن رہے تھے۔ آپ کے سکوت کو دیکھ کر میں نے محسوس کیا کہ پیر اور مرید دونوں کا اس بارے میں ایک ہی مذہب ہے۔

حضرت مرزا صاحب کی صداقت معلوم کرنے کیلئے دعائے استخارہ

حضرت مرزا صاحب نے اپنی کتاب تحفہ بغداد میں اپنے مخالفین کو دعوت دی ہے کہ اگر دلائل وغیرہ سے میرے دعوے کی صداقت سمجھ نہیں آتی تو دعائے استخارہ کے ذریعہ سے میرے صدق و کذب کے متعلق جناب الہٰی سے اطلاع حاصل کرنے کی درخواست کی جائے۔ حضرت مرزا صاحب کی یہ دعوت بجائے خود ان کے صدق پر واضح دلیل ہے کسی مفتری کو یہ جرأت نہیں ہو سکتی کہ وہ اس قسم کی دعوت اپنے مخالفین کو دے۔

بہرحال جو دعائے استخارہ آپ نے لکھی وہ حسب ذیل ہے:

"اپنے سینے سے ہر قسم کی بدظنی نکال دے پھر اٹھ اور وضو کر اور دو رکعت نماز ادا کر اور (رسول اللہ صلعم) پر درود و سلام بھیج اور استغفار پڑھ توبہ کرنے والے کے استغفار کی طرح پھر اپنی جائے نماز پر قبلہ رخ ہو کر لیٹ جا اور اپنے مولا کے حضور فریاد کر اور اللہ تعالیٰ سے میرے حال کے منکشف کرنے کا سوال اور میرے قول کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے پوچھ، پھر یہ کہتے ہوئے سو جا۔ یَا خَبِیْرُ اَخْبِرْنِیْ فِیْ اَمْرِ اَحْمَدَ بْنِ غُلَامِ مُرْتَضٰی الْقَادِیَانِیْ اَھُوَ مَرْدُوْدٌ عِنْدَکَ اَوْ مَقْبُوْلٌ اَھُوَ مَلْعُوْنٌ عِنْدَکَ اَوْ مَقْرُوْنٌ اِنَّکَ تَعْلَمُ مَا فِیْ قُلُوْبِ عِبَادِکَ وَلَا تَخْفٰی عَلَیْکَ وَاَنْتَ خَیْرُ الشَّاھِدِیْنَ۔

رَبَّنَا آتِنَا مِنْ لَّدُنْکَ عِلْمًا جَاذِبًا اِلَی الْحَقِّ وَنَظَرًا حَافِظًا مِنْ نَقْلِ الْخُطُوَاتِ اِلٰی خُطَطِ الْخَطِیْئَاتِ وَاَدْخِلْنَا فِی الْمُوَفَّقِیْنَ مَا کَانَ لَنَا اَنْ نَّتَقَدَّمَ بَیْنَ یَدَیْکَ اَوْ نَتَصَرَّفَ فِیْ سَرَائِرِ عِبَادِکَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِیْ اَمْرِنَا وَافْتَحْ عُیُوْنَنَا وَلَا تَجْعَلْنَا مِنَ الَّذِیْنَ یُعَادُوْنَ اَوْلِیَاءَکَ اَوْ یُحِبُّوْنَ الْمُفْسِدِیْنَ، آمین ثم آمین

ترجمہ:

"اے خبیر مجھے احمد بن غلام مرتضٰے قادیانی کے بارے میں مطلع فرما کیا وہ تیری بارگاہ میں مردود ہے یا مقبول ہے کیا وہ تیرے ہاں ملعون ہے یا عزت دیا گیا ہے۔ یقیناً تو جانتا ہے جو تیرے بندوں کے دلوں میں ہے۔ تیری نگاہ خطا نہیں کرتی اور تو سب سے بہتر شاہد ہے۔

اے ہمارے رب اپنے حضور سے ہمیں علم عطا فرما جو حق کی طرف کھینچ لے اور ایسی نگاہ عطا کر جو گناہوں کے راستے کے غلط اقدام سے محفوظ رکھے اور ہمیں موافقت کرنے والے گروہ میں داخل فرما۔ ہم تیرے آگے پر نہیں مار سکتے۔ اور تیرے بندوں کے بھیدوں میں تصرف نہیں کر سکتے اے ہمارے رب ہمارے گناہ بخش اور ہمیں ہمارے معاملات میں تجاوز کرنے سے روک اور ہماری آنکھوں کو کھول اور ہمیں ان لوگوں میں سے نہ بنا جو تیرے اولیاء سے عداوت رکھتے ہیں۔ یا فسادیوں سے دوستی رکھتے ہیں۔ آمین! ثم آمین۔"

اے میرے بھائی ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک استخارہ کر اور ان دو رکعتوں کے علاوہ تہجد بھی ادا کر۔ (تحفہ بغداد)

يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ

احمدیت کے ابتدائی دور کی چند یادیں

امیر جماعت لاہور حضرت ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب ایدہ اللہ کی خود نوشت سوانح کے چند اقتباسات
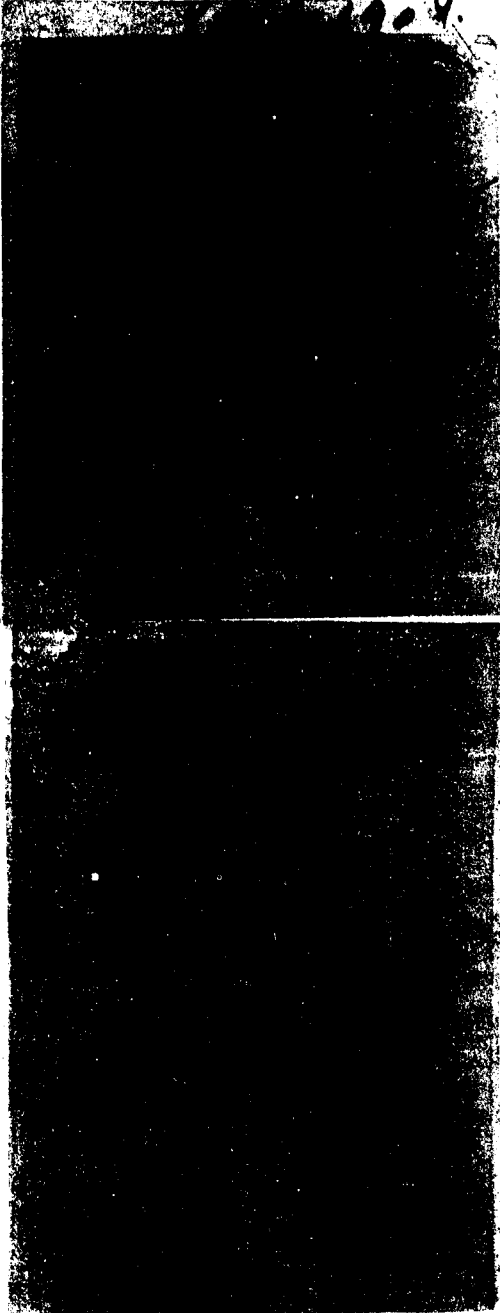
صوبہ سرحد (پاکستان) کے ضلع مانسہرہ کے صدر مقام سے تین میل کے فاصلے پر جانب غرب ایک چھوٹا سا گاؤں دیب گراں ہے۔ اس کا اصل نام تو دیوی گراں یا دیوا گراں تھا، جو بعد میں دیب گراں کے نام سے مشہور ہو گیا۔ یہ گاؤں ایک کھلے میدان میں واقع ہے، جس کے اطراف میں چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں ہیں۔ جانب غرب تقریباً دو کلومیٹر کے فاصلے پر دریائے سیرن بہتا ہے۔ جانب شمال ایک قریبی پہاڑی پر ایک ستون نما پتھر ہے اور ایک قریبی پہاڑی پر کی چوٹی پر ہی ایک راکٹ نما پتھر موجود ہے۔ ہندو لوگ قبل از تقسیم ہندان ہر دو پتھروں کو متبرک سمجھتے تھے، چنانچہ ان "دیوی اور دیو" کے حوالے سے اس گاؤں کا نام دیوی گراں یا دیوگراں پڑ گیا۔ جانب غرب آٹھ ہزار فٹ بلند کوہ بھینگڑہ ہے جس کی بلند چوٹی پر مجھے بھی اپنی علالت کے دوران ٹھہرنے اور کچھ وقت گذارنے کا موقعہ ملا۔ وہاں کی آب و ہوا صحت افزا ہے۔

دیب گراں ایک سرسبز پہاڑی گاؤں ہے جس میں میٹھے پانی کے کنوئیں ہیں۔ یہاں کے اونچے نیچے کھیتوں اور سیڑھی نما کیاریوں میں گندم، گنا، مکئی، مونگ پھلی اور دھان کی فصلیں اس کے قدرتی حسن میں اضافہ کرتی ہیں انار، انگور، اخروٹ، آلوچہ، خوبانی اور سیب و ناشپاتی وغیرہ کے درخت بھی پھل دیتے ہیں۔ موسم گرما و برسات کا موسم دیدنی ہوتا ہے۔

میرے آباؤ اجداد اسی گاؤں سے تعلق رکھتے ہیں۔ میری جائے ولادت بھی یہی ہے۔ میرے عزیز و اقارب اور رشتہ دار دیگراب بھی یہاں پر مقیم ہیں۔ یہاں پر ہماری زمینداری، مکانات اور آبائی قبرستان ہے۔

میرے والد مکرم حضرت مولوی محمد یحییٰ رح اور میرے چچا حضرت محمد یعقوب رح۔ یہ دونوں بزرگ بھی اپنی دینداری علم و فضل، تقویٰ اور طہارت کی وجہ سے نیک نام تھے۔ علاقے میں ان کی عزت کی جاتی تھی مسلمانوں کے علاوہ ہندو لوگ بھی ان کے عقیدت مندوں میں شامل تھے۔ ان ہر دو سے وہ دوا دارو بھی کرواتے، کیونکہ وہ دونوں بزرگ طبیب بھی تھے اور ان کی دعاؤں کے بھی محتاج تھے۔ کہ وہ مستجاب الدعوات بزرگ تھے اور یہ دونوں صاحبانِ کشف والہام تھے۔

ایک عالم فاضل ہندو نے جس کا نام بخشی جمعیت رائے تھا اور وہ ان بزرگوں کے فدائی شیدائی تھے ایک دفعہ اپنے ایک خط میں لکھا کہ دیب گراں اصل میں دیوا گراں ہے اور سنسکرت میں دیوا فرشتے کو کہتے ہیں اور گراں کے معنی ہیں گاؤں یا دیہات، ممکن ہے یہاں پر کبھی دیو یا فرشتے بھی رہتے ہوں مگر حقیقت یہ ہے کہ یہاں پر واقعی دو فرشتے اس زمانہ میں ہم نے دیکھے ہیں اور وہ ہیں حکیم محمد یحییٰ صاحب اور مولوی محمد یعقوب صاحب

خیر یہ تو ان لوگوں کی ان بزرگوں سے محبت، احترام اور عقیدتمندی تھی، جس کا اظہار وہ یوں کرتے تھے۔ یہ حقیقت ہے کہ ان بزرگوں نے علاقہ میں اپنی نیکی، شرافت اور خدمتِ خلق اور دیانت و امانت کے حوالے سے دلوں پر اثر کر رکھا تھا۔ لوگ ان کے پاس اپنی امانتیں رکھتے تھے۔ یہ لوگ اپنے علاقہ کی سماجی حالت سدھارنے کی فکر میں رہتے تھے، دینی اور علمی فروغ کا ذوق رکھتے تھے۔ انہوں نے گاؤں کی مسجد میں ایک کنواں کھدوایا اور ایک حجرہ طلباء کے لئے تعمیر کروایا، جہاں پر ان کی تعلیم و تدریس کا سلسلہ قائم کیا۔

میری ولادت ۹ ؍اکتوبر ۱۹۰۰ء کو دیب گراں میں ہوئی اور علاقہ کے معروف علمی اور مذہبی خاندان میں آنکھ کھولی۔ میری پیدائش پر میرے والد بزرگوار نے حضرت امام زماں کو اطلاع دی اور دعا کے لئے درخواست کی مجھے یاد پڑتا ہے کہ انہوں نے سعید احمد نام تجویز کیا جو حضرت صاحب نے پسند فرمایا۔ میں اکلوتا بیٹا تھا، چنانچہ والدین نے میری نگہداشت اور پرورش بھرپور خواہشوں، فطری تمناؤں اور شب و روز کی دعاؤں کے ساتھ کی۔

حضرت صاحب کی بیعت اور قادیان میں آمد :

میں نے چھ سال کی عمر میں حضرت صاحب کی بیعت بذریعہ خط کی۔ بیعت والا پوسٹ کارڈ اب بھی میرے پاس موجود ہے جس کا عکس یہ ہے :-

قادیان میں پہلی بار آمد :-

جب میری عمر تقریباً آٹھ سال کی ہوئی تو میرے والد مرحوم حضرت صاحب کی زندگی میں آخری بار دسمبر ۱۹۰۷ء میں مجھے بھی اپنے ساتھ قادیان لے گئے۔ دو تین ماہ ہم وہاں مقیم رہے۔ یہ دسمبر ۱۹۰۷ء اور مارچ ۱۹۰۸ء کے درمیان کا عرصہ تھا۔ مجھے روزانہ حضرت صاحب کی خدمت میں پیش ہونے کا والد صاحب کی معیت میں موقعہ ملتا رہا۔

اس وقت میں نے حضرت صاحب کے دست مبارک میں اپنا ہاتھ دے کر بیعت کی۔ اس عرصہ میں میرا معمول رہا کہ میں اس کھڑکی سے لگ کر بیٹھ جاتا جس سے حضرت صاحب مسجد میں داخل ہوا کرتے تھے۔ جونہی آپ تشریف لاتے میں ان کے پیچھے پیچھے ہو لیتا تھا۔ اور آپ کے قریب بیٹھ جاتا تھا۔ ایک دفعہ حضرت صاحب کے ہاتھ میں میں نے ایک روپیہ دیا جو اسی غرض سے والد صاحب نے مجھے دیا تھا تو حضرت صاحب نے بڑی توجہ سے میری طرف دیکھا اور پوچھا کہ یہ بچہ کون ہے تو میرے والد صاحب قبلہ نے عرض کی "حضرت! یہ آپ کا غلام زادہ ہے"۔ مجھے یہ الفاظ اب تک بوجہ عجیب لگنے کے یاد ہیں۔ پھر جب حضرت صاحب نے فرمایا کہ اس کا نام کیا ہے۔ تو میرے والد صاحب قبلہ نے جواب دیا کہ اس کا نام سعید احمد ہے۔ اور یہ نام آپ ہی نے رکھا اور پسند فرمایا ہے۔ اس کے بعد حضرت صاحب نے میرے حق میں کچھ دعائیہ کلمات فرمائے۔ اس زمانہ کی کئی باتیں یاد ہیں۔ وہ دن پھر کہاں آسکتے ہیں حضرت صاحب کی زندگی کے آخری ایام تھے۔ مئی ۱۹۰۸ء میں حضرت صاحب کے وصال کی خبر آئی۔ تو جماعت پر گھٹائیں چھا گئیں مجھے اپنے والد اور چچا کے غم والم کا نقشہ کچھ کچھ یاد پڑتا ہے۔

قادیان میں دوسری بار آمد :

۱۹۱۲ء میں میرے والد صاحب نے اپنے گاؤں کے چند احمدی بزرگوں کے ساتھ مجھے دوبارہ قادیان بھیجا تاکہ وہاں کے مبارک ماحول اور مولوی نور الدین صاحب کی فیض صحبت سے مستفید ہو جاؤں۔ ان دنوں مولوی صاحب بعد از نماز ظہر مسجد مبارک میں بخاری شریف کا درس دیا کرتے تھے اور میں باقاعدگی سے اس مجلس میں شامل ہوتا تھا ایک دفعہ مجھے دیکھ کر حضرت مولانا نے پوچھ ہی لیا کہ یہ بچہ کون ہے۔ میرے گاؤں کے ایک بزرگ امیر اللہ نے میرے والد صاحب کے حوالہ سے میرا تعارف کرایا۔ یہ سنتے ہی حضرت مولانا نے مجھے اپنی طرف کھینچا اور اپنے سینے سے لگایا اور مجھے پیار اور بوسہ دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ تو ہمارے بہت پیارے دوست کا بیٹا ہے اس دوست کا جس نے ہماری بیماری میں چھ ماہ تک ہماری چارپائی سے لگ کر ایسی خدمت کی ہے جو نہ بھائی کر سکتا ہے نہ بہن نہ بیوی نہ اولاد۔

یہ میری خوش قسمتی ہے کہ ایک ولی اللہ نے فرطِ محبت سے مجھے اپنے سینے سے لگایا۔ بہرحال مجھے اپنے دو مرتبہ قادیان میں ورود کی وجہ سے وہاں کا ماحول بہت پسند آیا۔ اور وہاں رہ کر تعلیم جاری کرنے کا شوق طبیعت پر غالب رہا۔ چنانچہ مڈل سکول مانسہرہ سے ساتویں جماعت کا امتحان پاس کرنے کے بعد میں ۱۹۱۳ء میں تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان میں آٹھویں جماعت میں داخل ہو گیا۔ نویں جماعت کا امتحان وہیں سے پاس کیا۔ اس دو سالہ قیام کے دوران میں نے حضرت مولینا نور الدین کے درس قرآن کریم میں شمولیت کی۔ ۱۹۱۴ء میں حضرت مولینا موصوف کی وفات کے بعد میں نے ایبٹ آباد آکر ہائی سکول ایبٹ آباد سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ اور اسلامیہ کالج پشاور میں داخلہ لے لیا۔ الف ایس سی (پری میڈیکل) کا امتحان پاس کرنے کے بعد کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور میں داخل ہو گیا۔ جہاں سے ۱۹۲۴ء میں ایم بی بی ایس پاس کیا۔ اس دوران اللہ تعالیٰ کا خاص فضل شامل حال رہا۔ ۱۹۰۸ء سے جاری شدہ ایک میڈل میں نے ۱۹۲۰ء میں حاصل کیا۔ جو گذشتہ بارہ سال میں کسی مسلمان طالب علم نے حاصل نہیں کیا تھا۔ اور جب آنر بورڈ پر پہلی بار ایک مسلمان نام لکھا گیا تو مسلمانوں نے بڑی خوشی کا اظہار کیا۔ الحمد للہ!

سلسلہ احمدیہ سے لگاؤ :

سلسلہ احمدیہ سے میرا لگاؤ اور دلچسپی پیدائشی ہے۔ میں نے ایک فعال احمدی گھرانے میں آنکھ کھولی تھی۔ والدین نے انہی خطوط پر میری پرورش اور تعلیم و تربیت کے سامان فراہم کئے۔ اوائل عمر میں ہی دو دفعہ قادیان جانے اور حضرت مرزا صاحب کی زیارت اور سلسلہ عالیہ کے مقتدر بزرگوں، حضرت حکیم الامت مولینا نور الدین، حضرت مولانا محمد علی اور دیگر حضرات سید محمد احسن، مولینا غلام حسن صاحب پشاوری، شیخ رحمت اللہ صاحب اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحبان وغیرہم کو قریب سے دیکھنے کا موقعہ ملا۔ قادیان کی فضا میں رہ کر پنج وقتہ نمازوں میں شرکت اور قرآن و حدیث کے درس میں بھی شمولیت نصیب ہوئی۔ اس طرح ان بزرگان دین کی مجالس سے براہ راست فیضیاب ہوا۔ اور دین و جماعت کے بارے میں تعلیم و تربیت سے حصہ پایا۔

ابتدائی تعلیم کے ایام میں مانسہرہ، ایبٹ آباد پھر پشاور میں احباب جماعت کی صحبت میسر رہی۔ ایم بی بی ایس کی تعلیم کے لئے لاہور جانا ہوا تو وہاں بھی احمدی ماحول میسر آیا جس سے میں نے بھرپور استفادہ کیا۔

کالج ہوسٹل میں دوسرے احمدی طلباء کے ساتھ مل کر جن میں ڈاکٹر اللہ بخش صاحب اور ڈاکٹر سعید العزیز صاحب کا نام قابل ذکر ہے۔ ہم نے پنجوقتہ نمازوں کا سلسلہ جاری کیا ہوا تھا۔ اور وہاں پر ہم فعال احمدی طلباء کی حیثیت سے وقت گذارا۔ شام کو ہم حضرت مولینا محمد علی صاحب کا درس قرآن سننے کے لئے اور جمعہ کو نماز جمعہ کے لئے احمدیہ بلڈنگس لاہور جایا کرتے تھے۔ سلسلہ کا تازہ بہ تازہ لٹریچر نہ صرف ہم خود ہی ذوق و شوق سے پڑھتے بلکہ اسے تقسیم بھی کرتے۔

میری مخالفت :

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میرا کسی سے کوئی لڑائی جھگڑا یا تنازعہ نہ تھا۔ نہ رشتہ داری کی بنا پر نہ کسی جائیداد واملاک کے بارے میں اور نہ کسی دیگر معاملہ میں۔ ساری عمر ایسے بکھیڑوں سے آزاد رہا اور اللہ تعالیٰ نے کبھی ایسے فتنہ و آزمائش میں ڈالا۔ اگر کوئی دشمنی و عداوت تھی تو وہ لوگوں کو مجھ سے اس بنا پر تھی کہ میں احمدی ہوں۔ احمدیت کی تبلیغ کرتا اور انہیں احمدی بناتا ہوں۔

اس دشمنی، عداوت اور اس مخالفت میں لوگ کہاں تک بڑھ گئے اس کی تفصیلی روئیداد میں نے اپنے مضمون "تحریک احمدیت کی عام مخالفت اور ہزارہ میں اس کا اثر اور سانحہ ۱۹۷۴ء کی سرگذشت" میں بیان کی ہے۔

میرے علاقہ میں احمدیہ تحریک کا اثر و نفوذ

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ علاقہ ہزارہ اور یہاں کی جماعت ہائے احمدیہ کے بارے میں بھی کچھ ذکر کر دوں۔ تاکہ پس منظر تمام تر حالات کے ساتھ سامنے آجائے۔

علاقہ ہزارہ پاکستان کے شمال مغربی سرحدی صوبہ میں شامل ہے اور یہ پتھروں، پہاڑوں اور پیڑوں کی خوبصورت سرزمین ہے۔ یہاں کی اونچی نیچی بستیوں کے باسیوں کے دل و دماغ پر خوانین اور ملاؤں کا راج ہے اور مخصوص روایات اور قدامت پسندی کے غلام ہیں۔ مذہبی لحاظ سے وہ رسم و رواج اور ظاہری قدروں کے والا و شیدا ہیں۔

اس ماحول و مزاج کی وادی میں تفہیم دین اور تجدید اسلام کی معاملہ بندی جب تک توفیق و تائید الٰہی شامل حال نہ ہو اچھا خاصا مشکل امر ہے۔ پھر یہاں پر پیش آمدہ حالات و واقعات نے ثابت بھی کر دیا ہے تاہم اللہ تعالیٰ امر ربی کن فیکون کے تحت جو کام جہاں اور جس سے لینا چاہے اس کے لئے راہیں استوار اور مشکل آسان کر دیتا ہے۔

جب حضرت امام زمان کی بعثت ہوئی اور آپ نے مہدی معہود ہونے کا دعویٰ کیا تو آپ کے اس دعوے کی بازگشت ہزارہ میں بھی سنائی دی۔ قدیر و حکیم اللہ تعالیٰ نے جو مصرف القلوب ہے اپنے فضل و کرم سے یہاں کی چند پاک باز نفسوں اور سعید روحوں کے دلوں کو اس سچائی کو قبول کرنے پر مائل کیا۔ دیکھتے دیکھتے یہاں کے بعض مقامات پر آپ کی جماعت کھڑی ہو گئی۔

حضرت سید امیرؒ کی پیشگوئی :

انیسویں صدی کے نصف آخر میں عوام الناس ظہور مہدی اور نزول مسیح کے شدت سے منتظر تھے۔ کیونکہ چودھویں صدی ہجری کا آغاز قریب ہے، اور یہ صدی پیشگوئیوں کے مطابق ان امور کے لئے مختص تھی۔ اسی زمانہ میں ضلع ہزارہ کے قصبہ مانسہرہ کے قریب جانب غرب ایک چھوٹے سے گاؤں دبگراں میں ایک صالح بزرگ محمد سعید نامی رہتے تھے۔ جو اپنے علم و تقوے کی وجہ سے کافی شہرت رکھتے تھے اور صاحب خوارق و کمالات ہونے کی وجہ سے مرجع خلائق۔ وہ خود حضرت سید امیر علیہ رحمۃ المعروف ملاں صاحب کوٹھہ کے مرید خاص اور ماذون خلیفہ تھے۔ حضرت سید امیر ان بزرگوں میں سے ہیں جنہوں نے ۱۸۹۲ء میں یہ پیشگوئی کی تھی کہ امام مہدی پیدا ہو چکا ہے۔ ایک روایت کے مطابق یہ بھی فرمایا کہ وہ پنجابی بولتا ہے۔ اور عنقریب ظاہر ہوگا حضرت صاحب کی کتاب "تحفہ گولڑویہ" میں اس واقعہ کا ذکر موجود ہے۔

حضرت مولانا محمد سعید کی زندگی کے دو واقعات :

مولانا محمد سعید اپنے گاؤں کی مسجد میں مغرب کے وقت وضو فرما رہے تھے کہ ان کی نظر چودھویں صدی ہجری کے پہلے ماہ محرم کے ہلال پر پڑی ۔ آپ نے اپنے مسجد کے مؤذن ملاں صفدر کو ہلال کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ آج چودھویں صدی کا پہلا چاند ہے ظہور مہدی کا وقت قریب آگیا ہے شاید ہم بھی اس کا زمانہ پالیں ۔

مگر ان کی یہ آرزو پوری نہ ہوئی ۔ وہ حضرت صاحب کے دعوے سے تھوڑا عرصہ پہلے ہی ۱۳۰۷ھ میں وفات پاگئے ۔ البتہ اپنی وفات سے کچھ عرصہ پہلے ایک دوست کے ذریعہ جو بڑھے تھے اور حویلیاں کے قریب ایک گاؤں ڈھیری کے رہنے والے تھے ان کو یہ اطلاع ملی کہ ایک شخص نے جو پنجاب کا رہنے والا ہے تائید اسلام میں ایک عظیم الشان کتاب "براہینِ احمدیہ" لکھی ہے جس میں تمام مذاہب باطلہ کو مقابلہ کی دعوت دی ہے ۔ آپ نے فرمایا " ایسا انسان نہایت مبارک ہے اس کی زیارت کرنی چاہیئے ۔"

اس سلسلے میں حضرت مولانا محمد سعید کی زندگی کے دو واقعات قابلِ ذکر ہیں ایک مرتبہ انہوں نے اپنے بیٹے محمد یحییٰ کو فرمایا کہ جب تم اپنی مہر بناؤ تو اس کے نگینہ میں یہ الفاظ قرآنی کندہ کروانا " یا یحییٰ خذ الکتاب بقوۃ ۔"

اسی زمانہ میں طبقہ علماء میں ایسی مہریں بنوانے کا رواج عام تھا ۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ اپنی وفات سے ایک دن پہلے ہی خاموشی اختیار کرلی اور ایک گونا دنیا سے انقطاع کر کے اپنی توجہ پیش آمدہ سفر آخرت پر مرکوز کرلی ۔ اور ذکر الٰہی میں مشغول ہوگئے ۔ ان کے دونوں نوجوان بیٹے محمد یحییٰ اور محمد یعقوب ان سے بار بار کچھ پوچھنے اور وصیت کرنے کو کہتے تھے ۔ ان کے بہت اصرار پر فرمایا کہ ایک وعدہ کرو کہ تم مجھے اپنے حال پر چھوڑ دو گے اور باتیں کرنے کے لئے پھر کچھ نہ کہو گے تو ایک بات تم سے کہتا ہوں انہوں نے وعدہ کیا تو فرمایا :-

" میں نے تمہارے حق میں بہت دعائیں کی ہیں مجھے امید ہے اللہ تمہیں ضائع نہ کریگا ۔ قرآن کو مضبوطی سے پکڑے رہنا اور دکانداروں کے پیچھے ہرگز نہ پھرنا ۔ (ان کی مراد پیروں اور سجادہ نشینوں سے تھی ۔) امامِ برحق کا ظہور ہونیوالا ہے ۔ تم اس کے پاس دوڑ کر جانا اور دنیا کے لعن طعن کی پرواہ ہرگز نہ کرنا ۔"

حضرت صاحب کی مولوی محمد یحییٰ صاحب کے نام ارسال کردہ دو کتابیں :

حضرت مرزا صاحب نے جب دعویٰ کیا تو چاروں طرف سلسلہ دعوت شروع ہوگیا ۔ جہاں کہیں کسی شخص کا علم ہوتا کہ وہ دعوت کا خاص طور پر اہل ہے ۔ اسے حضرت صاحب براہ راست تحریک فرماتے ، انہی مولوی محمد یحییٰ اور ان کے بھائی محمد یعقوب کا پتہ مرزا اعظم بیگ صاحب سے ملا ۔ غالباً یہ بزرگ حضرت صاحب سے تعلق قرابت رکھتے تھے اور دورانِ بندوبست ضلع ہزارہ میں نائب مہتمم بندوبست کے عہدے پر متعین رہ چکے تھے ۔ بوجہ ارادت و عقیدت حضرت مولانا محمد سعیدؒ صاحب کے پاس آتے جاتے تھے ۔ اور اس خاندان سے متعارف تھے ۔

حضرت صاحب نے اپنی دو کتابیں مولوی محمد یحییٰ صاحب کو بذریعہ ڈاک بھیجیں ۔ پیکٹ کے باہر یہ الفاظ لکھے :- " یا یحییٰ خذ الکتاب بقوۃ "

یہ تحریر پیکٹ کے موٹے کاغذ پر ہے جس پر ڈاک خانہ کی مہریں ، پتہ اور نیچے یہ الفاظ جلی حروف میں لکھے ہوئے ہیں وہ اب بھی میرے پاس محفوظ ہے جن کا عکس صفحہ دوسرے کالم کے شروع میں ہے :

مولوی صاحب پر ان الفاظ کا گہرا اثر ہوا ۔ اور ان کو اپنے والد مرحوم کی بات یاد آگئی ۔ جب انہوں نے مہر کے سلسلے میں بالکل یہی الفاظ انہیں فرمائے تھے اور ان کو محسوس ہوا کہ ان دونوں واقعات کا آپس میں باطنی تعلق ہے ۔ ابھی یہ کتاب آدھی ہی پڑھی تھی کہ حضرت صاحب کے دعوے کی صداقت کا یقین ہوگیا ۔ وفاتِ مسیح اور نزولِ مسیح کا امتِ محمدیہ کے کسی فرد کا وجود میں ہونا ان کی سمجھ میں آگیا ۔ اور ان کو اطمینانِ قلب نصیب ہوا ۔ فوراً بیعت کی درخواست بھیجی اور اپنی والدہ کی علالت کا ذکر کر کے لکھا کہ انہیں افاقہ ہونے پر وہ حاضری اور زیارت کی سعادت حاصل کریں گے ۔ حضرت صاحب نے قبولیتِ بیعت کے خط

میں یہ بھی فرمایا کہ بیمار والدہ کی خدمت و تیمارداری ہمارے پاس آنے پر مقدم ہے ۔ جب تک ان کی صحت کے متعلق اطمینان نہ ہو سفر قادیان کا عزم نہ کریں ۔

بیماری لمبی ہوگئی ۔ اور مریضہ بالآخر وفات پاگئیں تو ۱۸۹۶ء میں وہ حضرت صاحب کی خدمت میں پہلی بار حاضر ہوئے اور حضرت صاحب کے دستِ مبارک پر مشرف بہ بیعت ہوئے ۔

مولوی محمد یحییٰ صاحب کے چھوٹے بھائی مولوی محمد یعقوب صاحب نے شروع شروع میں بہت مخالفت کی کہ وہ حضرت صاحب کی کتاب غائب کر دیتے اور بڑے بھائی کو دق کرتے ۔ لیکن جب مولوی محمد یحییٰ صاحب قادیان سے واپس آئے تو وہ کوئی ایسا رنگ ساتھ لائے جس کی تاثیر سے مولوی محمد یعقوب صاحب کا دل بھی موم ہوگیا اور اگلے ہی سال یعنی ۱۸۹۸ء میں مع اپنے بیٹے محمد اسحاق حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت سے مشرف ہوئے اور ایسے گداز ہوئے کہ نیا وجود پایا ۔

قادیان سے واپسی پر مولوی محمد یحییٰ صاحب نے ایک خاص جوش و ولولہ کے ساتھ اس تحریک کو دوسروں تک پہنچانے کی جدوجہد تیز کر دی ۔ وہ ایک ایک آدمی کے پاس جن کا تعلق ان کے خاندان سے تھا یا ان کے والد مرحوم کا عقیدت مند یا شاگرد تھا پہنچتے اور سچائی کی دعوت دیتے ۔

ان دونوں بزرگوں کی بدولت علاقہ ہزارہ میں احمدیہ تحریک متعارف ہوئی ۔ اور اس کا بیج بویا گیا ۔ وہ درخت بنا اور پھل لایا ۔ اور مختلف مقامات پر جماعتیں قائم ہوگئیں ۔

حق کا قبول کرنا ہر زمانہ میں مشکل ترین امر رہا ہے ۔ اور اس دور کی مشکلات بھی کچھ کم نہ تھیں ۔ ہر طرف طوفان مخالفت برپا تھا ۔ تاہم مولوی صاحب کی سعی کو اللہ تعالےٰ نے قبول و منظور فرمایا اور چند نفوس سلسلہ عالیہ میں داخل ہوگئے ۔ جو پیش آمدہ مشکلات کا بڑی استقامت سے مقابلہ کرتے رہے ۔ انہوں نے راہ حق میں ہر قربانی کو اپنے اوپر سہل سمجھا ۔

یہ سب کے سب اپنی اپنی زندگی میں ایمان و استقامت دکھا کر لمبی عمریں پاکر اپنے اپنے وقت پر اپنے مولیٰ کریم سے جا ملے اور ان میں سے اکثر آسودہ حال اولادیں چھوڑ گئے ۔ جن میں سے بعض الباقیات الصالحات کا درجہ رکھتے ہیں ۔ راقم الحروف ان سب غیر معمولی انسانوں کو دیکھنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے اور ان میں ایسی خصوصیات کا مشاہدہ ہوا ہے جو ایک انسان کو اپنے ہم جنسوں میں ممتاز کر دیتی ہے ۔ ان لوگوں کی زندگیاں حضرت صاحب کی ایک شہادت کو کس قدر ایمان افروز ثابت کرتی ہیں جو آپ نے فرمایا :-

سے ؛ لوائے ما چند دہر سعید خواہد بود
ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

ابتدائی مشکلات :

ابتدائی زمانہ میں احمدیت قبول کرنا ہاتھ میں انگارہ لینا تھا۔ چاروں طرف فتنہ کی آگ بھڑکی ہوئی تھی لیکن حق میں کچھ ایسی تاثیر ہوتی ہے کہ ہر تلخی شیرینی بن جاتی ہے اور کوئی مشکل مشکل نظر نہیں آتی۔ مامور کی موجودگی تقویت قلب کا موجب تھی۔ کوئی مصیبت پیش آتی تو حضرت صاحب کی خدمت میں خط لکھا جاتا۔ ان کی طرف سے تسلی آمیز جواب آنے پر دلوں کو طمانیت نصیب ہو جاتی تھی اور کوئی خوف یا غم باقی نہ رہتا تھا۔

تائید و نصرت الٰہی کی ضیا باریاں؛

احمدیت کی تاریخ اس قسم کے ہزار ہا واقعات سے بھری پڑی ہے خصوصاً اس کے پہلے دور میں اس قدر نشانات ظاہر ہوئے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کا طاقتور ہاتھ لاکھوں انسانوں نے بار ہا دیکھا ہے اور یہ بات چشم بینا کے لئے روز روشن کی طرح ظاہر ہوئی کہ یہ الٰہی تحریک ہے، دنیا کی کوئی طاقت اسے مٹا نہیں سکتی۔ جو اسے مٹانا چاہتے تھے وہ خود ہی مٹ گئے اور اس تحریک کے سچے حامیوں کی خدا نے خود ہی نصرت فرمائی اور انہیں اور ان کی اولادوں میں ایسی برکت عطا فرمائی کہ وہ دنیا میں خدا کی رحمت کا نشان قرار پائے۔

مولوی محمد یحییٰ صاحب کی سلسلہ عالیہ سے وابستگی کے کچھ حالات :

مولوی محمد یحییٰ صاحب کی زندگی بھی ایک ایسی ہی مثال کی حیثیت رکھتی ہے جب ان کے والد کا انتقال ہوا تو وہ نوجوان تھے۔ باپ کا سایہ سر سے اٹھ جانے پر انہیں اور ان کے چھوٹے بھائی مولوی محمد یعقوب کو بہت سی مشکلات کا سامنا تھا کہ قبولِ احمدیت کی وجہ سے ان پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے لیکن انہوں نے بڑی ثابت قدمی سے مقابلہ کیا اور ہر حال میں اپنے ایمان اور خودداری کو ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ آپس میں دونوں بھائیوں کی محبت یہ عالم تھا کہ اگر کسی دو انسانوں پر یہ مثل صادق آسکتی ہے۔

" دو قالب یک جان " تو ان پر صادق آتی تھی۔ جب تک وہ زندہ رہے تو ایک دوسرے سے کسی بھی رنگ میں جدائی اختیار نہ کی۔

مولوی محمد یحییٰ صاحب بڑے فہیم و مدبر انسان تھے۔ چھ سال کی عمر تھی تو ان کے والد انہیں اپنے پیر حضرت سید امیر صاحب کوٹھہ شریف کی خدمت میں لے گئے۔ حضرت سید صاحب موصوف مراقبہ کرتے اور مریدوں کو توجہ دیا کرتے تھے۔ مولوی محمد سعید صاحب نے اپنے خورد سال بیٹے کو حضرت صاحب کی سامنے بٹھایا تو آپ نے توجہ دی اور پشتو زبان میں فرمایا :

" یحییٰ ڈیر لوئے استعداد لری "

یعنی یحییٰ بڑی استعداد کا مالک ہے۔ بعد کے واقعات نے اس مرد کامل کی اس شہادت کو سچا ثابت کر دیا۔

مولوی محمد یحییٰ صاحب کا ورود قادیان ؛

جب حضرت مسیح موعود کے دعوے سے اطلاع پائی تو اس کی مقبولیت میں ذرا بھی تردد پیش نہ آیا پہلی بار حضرت صاحب کی خدمت میں ۱۸۹۶ء میں حاضر ہوئے اور اس کے بعد بار بار جاتے رہے جب بھی جاتے واپسی کی اجازت چاہتے تو حضرت صاحب مزید قیام کا ارشاد فرماتے۔ فروری ۱۹۰۱ء میں گئے اور دو ماہ رہنے کے بعد واپسی کی اجازت مانگی اور زمینداری کے کاموں کا عذر پیش کیا تو حضرت صاحب نے فرمایا فصل تو لو آئے ہیں کٹائی کب ہوگی ؟ جواب دیا مئی میں تو حضرت صاحب نے فرمایا " مئی تو ابھی دور ہے "
چنانچہ وہ ٹھہر گئے۔

مولوی محمد یحییٰ صاحب کی سیرت و کردار کے چند پہلو

مولوی محمد یحییٰ صاحب کی فطرت میں ہمدردی و وفاداری خدمت گذاری اور مریضوں کی تیمارداری کا ملکہ اللہ تعالیٰ نے خصوصیت سے ودیعت فرمایا ہوا تھا۔ اپنے دوستوں کے لئے ہر قسم کے ایثار کے لئے تیار رہنے، دوسروں کے غموں میں شریک ہونے اور مشکلات میں کام آنے اور صلہ رحمی کے فقید المثال انسان تھے۔ غریب سے غریب آدمی کے ساتھ اس کے کام کے لئے چل پڑتے تھے۔ اور اپنے اثر و رسوخ کو جو بوجہ حکیم حاذق ہونے کے آپ کو میسر تھا حاجت مندوں اور مظلوموں کی حمایت کے لئے استعمال کرتے تھے اور اس میں وہ ہمیشہ مستعد رہتے تھے۔ اپنی جماعت کے علاوہ ان کی ہمدردیاں عالمگیر تھیں بلکہ مصیبت میں دشمن کی مدد کرنے سے بھی دریغ نہ کرتے۔

گاؤں کے ایک شخص سے جو احمدیت کا مخالف تھا، کسی خانگی غیرت کی وجہ سے قتل ہو گیا اور اسے پھانسی کا حکم ملا۔ اس وقت اس کا بھائی اور باپ بھی حوالات میں تھے اور گھر میں کوئی چارہ جوئی کرنے والا نہ تھا۔ مولوی صاحب بغیر کسی سے اظہار کئے پشاور گئے اور مجرم کی طرف سے چیف کمشنر کے پاس رحم کی درخواست دی اور مرزا غلام احمد انی نے جو اس وقت میر منشی تھے اور مولوی صاحب کے مخلص دوست تھے سفارش کر کے درخواست منظور کروائی۔ وہ شخص جب پھانسی سے چھوٹا اور کالے پانی کی میعادِ قید گذارنے کے بعد گھر واپس آیا تو اس نے پھر مخالفت شروع کر دی لیکن مولوی صاحب نے کبھی بھی اپنا رویہ نہ بدلا۔

مولوی محمد یحییٰ صاحب بڑے عابد انسان تھے۔ سفر و حضر میں قرآن کریم پڑھتے رہتے تھے جو انہوں نے پندرہ سال کی لگاتار محنت سے خود حفظ کیا تھا۔ مجھے یاد نہیں کہ انہوں نے کبھی تہجد کی نماز چھوڑی ہو۔ رات کا تھوڑا حصہ سونے پر اکتفا کرتے ہوتے اور گھنٹوں نمازوں میں کھڑے رہتے اور سجدوں میں اس قدر روتے تھے کہ چیخیں نکل جاتیں اور سجدہ کی زمین آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھی آخری لمحہ تک سوائے حالت مرض کے نماز کھڑے ہو کر ہی پڑھتے تھے۔

بعثت مامور الٰہیہ کی غرض و غایت :

مامور من اللہ اور اس کے تجدیدی کام کی غرض و غایت ماحول و معاشرہ کی پاکیزگی اور بندوں کا تعلق اللہ تعالےٰ سے پیدا کرنا اور جوڑنا اور مصلح الٰہی کا سب سے بڑا معجزہ اپنے ساتھیوں کی زندگیوں میں خارق عادت تبدیلی پیدا کرنا ہوتا ہے کہ کس طرح ہوا و حرص اور دنیا داری میں گرفتار لوگوں کو دینداری، اخلاق حسنہ اور قربِ الٰہی کے حصول کا نمونہ بنا دیا جائے جو دین کی سربلندی میں مبتلا ہو جائیں۔ یہی خارق عادت اور معجزنما تبدیلی ہی مامور الٰہی کی صداقت پر سب سے بڑی دلیل ہوا کرتی ہے۔

چنانچہ سنتِ الٰہیہ کے مطابق حضرت صاحب نے اپنے علم لدنی، علم الکلام اور اپنے انفاسِ قدسیہ کے زیر اثر ہزارہ کی سعید روحوں کو اپنی طرف کھینچا۔ ان کی زندگیوں میں صالح انقلاب برپا کیا۔ انہوں نے دین کو دنیا پر مقدم کرتے ہوئے اور اپنی نفسانی اور لومۃ لائم کی چنداں پرواہ نہ کرتے ہوئے خدمتِ دین کے لئے سخنے، قلمے۔ علمے اور قدمے حصہ لیا۔ اور حتی المقدور اپنی تمام تر صلاحیتوں اور وسائل کو بروئے کار لا کر اس ربانی تحریک کی خدمت کی۔ ان میں اہلِ علم بھی تھے اہل اللہ بھی، اہل ثروت بھی تھے اور مقتدر بھی اور انہوں نے ایک عرصہ تک تحریکِ احمدیہ، اشاعتِ دین اور علومِ فرقانیہ کی تائید و حمایت میں ایثار و قربانی اور جرأت و استقلال کے وہ نمونے دکھلائے کہ وہ ہمیشہ یاد رہیں گے۔ حضرت مسیح موعود کے الہام میں " تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا " کے مطابق اللہ تعالےٰ نے ان پر خاص فضل کیا۔ ان کی دستگیری کی۔ ان کو حسنات اول و آخر سے نوازا۔ ان کے نفوس و اموال میں برکت ڈالی۔ الحمد للہ، علاقہ ہزارہ کے چند نفوس کو شناختِ امام زماں کی معرفت نصیب ہوئی جنہوں نے حضرت مسیح موعود سے براہ راست اور بالواسطہ فیض حاصل کر کے اپنے عمل سے دین کو دنیا پر مقدم کیا اور دین کے لئے بیش بہا قربانیاں کر کے دین کو دلائل و معقولیت اور روحانیت کے اعتبار سے تمام مذاہب پر غالب ثابت کرنے میں ممد و معاون ہوئے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ کے من جانب اللہ معجزہ کے طفیل احباب جماعت کی زندگیوں میں باطنی انقلاب کا نمونہ دیکھا گیا۔ وہ خدا کے ہو گئے اور خدا ان کا ہو گیا۔ اپنے ایمان الیقین اور عمل کے لحاظ سے آخرین منہم کے مصداق ثابت ہوئے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ ان بزرگان با کرامت کو اپنی آغوشِ رحمت میں جگہ دے اور ہم سب کو بھی جو اس پاک جماعت کے سابقون والسابقون میں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق دے

———✤✤✤———

از قلم مکرم و محترم نصیر احمد فاروقی ۔ لاہور

کتاب "براہینِ احمدیہ"

ایک تعارفی مضمون

حضرت مرزا غلام احمد صاحب، بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی شہرہ آفاق کتاب "براہینِ احمدیہ"، جو کہ آپ کی شاہکار کتاب کہلانے کی مستحق ہے، علمِ لدنی و معرفتِ دین کا ایک گہرا اور وسیع سمندر ہے جسے کوزہ میں بھرنا ناممکن ہے۔ اس لئے مجھ جیسے کم علم انسان کو یہ خیال آیا کہ شاید اور کچھ احباب بھی اُس سمندر کو عبور نہ کر سکتے ہوں، تو کیوں نہ میں اس سمندر میں سے کچھ چلّو پانی بھر کر اقتباسات کے رنگ میں اپنی جماعت کے اخبار میں چھپواؤں تاکہ وہ عام قارئین کے لئے فائدہ مند ہوں مگر ان اقتباسات کو چھپوانے سے پہلے میں نے مناسب سمجھا کہ اس کتاب کے پسِ منظر کو سامنے لانے کے لئے حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی سوانح عمری موسومہ "مجددِ اعظم"، کے مصنف حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم و مغفور کے الفاظ میں ایک تمہیدی اقتباس اس سوانح عمری سے نقل کر دوں۔

حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم اس سوانح عمری کی جلد اوّل کے صفحات ۹۴ تا ۹۷ پہ لکھتے ہیں:-

"آپ (یعنی حضرت مرزا غلام احمد صاحب) کی غیرتِ دینی

حضرت مرزا صاحب کی زندگی پر نظر ڈالنے سے صاف پتہ چلتا ہے کہ ابتدا ہی سے آپ کو جہاں اللہ تعالیٰ سے عشق اور اس کی عبادت میں انہماک تھا وہاں آنحضرت صلعم اور قرآن کریم سے وہ عشق تھا جس کی نظیر بہت کم ملتی ہے۔ قرآن اور سنّت کی اتباع سے سرِمو تجاوز کرنا بھی آپ بہت بڑا گناہ سمجھتے تھے۔ اور دین کی عزت کے متعلق آپکو اس قدر غیرت تھی کہ قرآن یا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کی ناموس کی حفاظت کے لئے آپ ہر جگہ مجاہدین کی صفِ اول میں نظر آتے ہیں۔ (دین) کی حقّانیت کے اثبات اور قرآنِ مجید کی اعجازی قوتوں کے اظہار کے لئے آپ ایک خارقِ عادت علمی اور عملی جوش رکھتے تھے۔ اور آنحضرت صلعم کے احسانات کا ذکر کرنے کے لئے جو آپ نے نوعِ انسانی پہ کئے کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے۔ اور اس کے لئے اتنی غیرت تھی کہ ایک مرتبہ لدھیانہ میں آپ تشریف رکھتے تھے۔ اُن دنوں نئی نئی ٹمپرنس سوسائیٹی بنی تھی اور ان کے لیکچر جا بجا ہو رہے تھے۔ اور شراب اور نشہ آور چیزوں کے خلاف وعظ اور لیکچر دینے دلانے کے لئے وہ ہر مذہب اور ملّت کے علماء کو مدعو کرتے رہتے تھے۔"

"لدھیانہ میں ان کا جلسہ تھا۔ حضرت مرزا صاحب کو بھی دعوت دی گئی کہ آپ بھی کچھ شراب اور مسکرات کے خلاف وعظ کریں۔ مگر ساتھ ہی یہ شرط لگا دی گئی کہ کسی خاص مذہب یا مذہبی مقتدا کا ذکر درمیان میں نہ آئے، عام اخلاقی وعظ ہو۔ آپ نے فرمایا کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نام نہ لوں جس سے بڑھ کر ٹمپرنس کو قائم کرنے والا دنیا میں کوئی پیدا ہی نہیں ہوا۔ جس کی ایک آواز میں یہ اثر تھا کہ پشتہا پشت کے شراب پینے والوں نے یک مرتبہ شراب کے مٹکے توڑ دیئے اور شراب پینے کے سونے چاندی کے باسن خیرات کر دیے اور پھر کبھی اسے ہاتھ نہ لگایا۔ اتنی بڑی عظیم الشان ٹمپرنس قائم کرنے والی شخصیت کا نام نہ لوں یہ پرلے درجہ کی محسن کُشی ہے۔ چنانچہ آپ نے وہاں جانے اور لیکچر دینے سے انکار کر دیا۔"

"آپ کا حیرت انگیز علمِ لدنی

جس بات سے بے اندازہ حیرت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ ایسے گاؤں میں رہتے تھے جہاں عام واقفیت اور علمی معلومات کے بڑھانے کا کوئی موقعہ اور ذریعہ نہ تھا لیکن آپ کی تحریروں کو دیکھو تو آپ اُن تمام حالات سے باخبر نظر آتے ہیں جو مذہبی دنیا میں پیدا ہو رہے تھے۔ آپ جب قلم اٹھاتے ہیں تو آپ ان تمام اعتراضات کو جو یورپ کا نیا فلسفہ آئے دن مذہب پر کر رہا تھا اس طرح ردّ کرتے چلے جاتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ اُن تمام اعتراضات کا علم رکھتے اور ان پر غور و فکر کر کے ان کا جواب لکھ رہے ہیں حالانکہ وہ کتابیں ابھی (اس وقت کے) ہندوستان میں پہنچی بھی نہ تھیں۔ خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم ایک دفعہ فرماتے تھے کہ انگلستان میں مجھے ایک مرتبہ دہریوں کی ایک بہت بڑی سوسائٹی میں خدا کی ہستی اور معرفت پر لیکچر دینے کا موقعہ ملا۔ لیکچر کے بعد سوال و جواب کا وقت تھا۔ پانچ پانچ منٹ کا وقت سائل اور مجیب (یعنی جواب دینے والے) کے لئے مقرر تھا۔ ظاہر ہے کہ پانچ منٹ میں اعتراض کرنا تو بہت آسان ہوتا ہے مگر جواب دینا بہت مشکل ہوا کرتا ہے۔ مگر خدا کی شان کہ جو اُن دہریوں نے اعتراض کئے میں نے پانچ منٹ میں ایسے برجستہ اور دندان شکن جواب دیے کہ وہ حیران رہ گئے۔ وجہ یہ تھی کہ قریباً قریباً اُن تمام اعتراضات کا جواب میں حضرت صاحب کی کتاب براہینِ احمدیہ میں پڑھ چکا تھا۔"

"براہینِ احمدیہ کی تصنیف کی تحریک"

(دین) پر چاروں طرف سے حملے ہو رہے تھے۔ عیسائی اپنی پوری قوت اور طاقت سے (دین) کو کچل ڈالنا چاہتے تھے۔ یہاں تک کہ پادری عماد الدین نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ اگر ہم مسلمانوں کو عیسائی نہ بنا سکے تو مسلمان بھی نہ رہنے دیں گے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نعوذ باللہ سیاہ سے سیاہ تصویر جو کھینچی جانی ممکن تھی وہ ان پادریوں نے کھینچ رکھی تھی۔ قرآنِ کریم کی آیت آیت پر اعتراض کرتے رہتے تھے۔ آریوں کا فرقہ جو اٹھا تو انہوں نے انہی پادریوں کی کاسہ لیسی کی۔ اُن کے اعتراضات سب بکرا اپنے رنگ میں نہایت طعن و تشنیع کی صورت دیکر شائع کرنے شروع کر دیے جس سے مسلمانوں کے دل چھلنی ہو گئے۔ برہمو سماج اگرچہ بظاہر مرنجان مرنج فرقہ نظر آتا ہے مگر انہوں نے مسئلہ وحی و نبوت کا انکار کر کے دراصل مذہب کی جڑھ پر ہی کلہاڑا رکھ دیا۔ اُدھر اس زمانہ کے علماء کا یہ حال تھا کہ وہ آپس کے جھگڑوں اور باہمی تکفیر بازی میں مصروف تھے۔ روشن خیال مسلمان طبقہ میں سر سیّد احمد خاں صاحب کی تحریک نے دعا سے انکار اور وحی کے محض دل سے اٹھ کر دل پر پڑنے کے عقیدہ سے اسلام کو اس کی روحانیت سے خالی کر دیا تھا۔ (دین) کو ایسی نازک اور خطرہ کی حالت میں پا کر پہلے تو حضرت مرزا صاحب اخبارات کے ذریعہ قلمی جہاد کرتے رہے۔ لیکن اُسے کافی نہ پا کر آپ نے ایک فیصلہ کن جنگ لڑنے کا تہیہ کر لیا اور تمام مذاہبِ باطلہ کی تردید اور (دین) پر ہر قسم کے اعتراضات کے جوابات نہایت معقول اور مدلّل طور پر دینے کیلئے بلکہ تائیدات سماوی اور شواہد آسمانی کے ذریعہ صداقت (دین) ظاہر کرنے کے لئے یہ عزم فرمایا کہ ایک مبسوط کتاب لکھی جاوے۔ یہی براہینِ احمدیہ کی تالیف کی ابتدائی تحریک تھی۔ مگر آپ نے محض ایک کتاب کی تصنیف تک ہی اُسے محدود نہیں رکھا بلکہ چونکہ آپ کا قلب (دین) کی حقانیت پر یقین سے لبریز تھا اور آپ اس پر عمل پیرا ہو کر اس کی صداقت کا مشاہدہ اور تجربہ کر چکے تھے۔ اس لئے آپ نے براہینِ احمدیہ کی اشاعت کے ساتھ دس ہزار روپے انعام کا بھی اعلان کیا کہ یہ اُس شخص کا حق ہوگا جو اس کتاب کے دلائل کو توڑ دکھاوے یا اپنی الہامی کتاب سے اسی قدر دلائل یا اس سے نصف یا ثلث یا اس سے ربع یا اس سے خمس ہی اپنے مذہب کی تائید اور (دین) کی تردید میں نکال کر دکھاوے۔"

"براہینِ احمدیہ کے ساتھ انعامی چیلنج

اس اعلان کے ساتھ اندازہ ہو سکتا ہے کہ آپ نے کس قسم کے دلائل اور براہینِ قاطع قرآن مجید میں سے اپنی تصنیف میں جمع کئے تھے اور کس قدر یقین آپ کو ان براہین اور دلائل کی قوت اور استحکام پر تھا کہ اپنی ساری جائیداد منقولہ و غیر منقولہ ان دلائل کو توڑ دینے والے کو دے دینے کے لئے آپ تیار تھے۔ تمام دنیا میں یہ پُر از تحدّی اشتہار شمال سے جنوب تک اور مشرق سے مغرب تک شائع کیا گیا۔ لیکن اتنے بڑے انعام کے باوجود کسی شخص کو مقابلہ کی جرأت اور قدرت نہ ہوئی اور اس طرح سے یہ کتاب آج تک لاجواب ہے۔ اور آپ کا شعر کس خوبصورتی کے ساتھ یہاں صادق آتا ہے جو آنحضرت صلعم کی تعریف میں آپ نے فرمایا تھا ؎

چہ ہیبت ہا بدادند ایں جواں را
کہ ناید کس بمیدانِ محمّد

براہینِ احمدیہ میں آپ نے آریہ سماج، برہمو سماج، دیو سماج، سناتن دھرم اور ہندوؤں کے دیگر فرقوں اور دہریوں اور عیسائی کو مخاطب کیا ہے اور دلائل قاطعہ کے ساتھ ان کے عقائد کی تردید کرتے ہوئے قرآن کریم کی صداقت کو اظہر من الشمس کیا ہے۔ مگر ان مذاہب میں سے آج تک کسی کو جرأت نہیں ہوئی کہ اس تحدّی کے مقابلہ کے لئے اٹھتا اور انعام کا دعویدار بنتا۔ اور نہ کسی نے ان دلائل میں اپنی کتاب کی مشارکت ثابت کی اور نہ ان دلائل کو توڑنے کی جرأت ہوئی۔

خود مسلمانوں نے اس کتاب کو بہت بڑی خدمت اسلام سمجھا۔ اور ایسے نازک وقت میں جب (دین) تمام مذاہبِ باطلہ کے نرغہ میں آیا ہوا تھا اس تصنیف کو (دین) کی عظیم الشان فتح میں سے قرار دیا۔ مولوی محمد حسین

صاحب بٹالوی (جو بعد میں آپ کے شدید ترین مخالف بن گئے) براہین احمدیہ پر ریویو کرتے ہوئے "اشاعت السنہ" جلد ۶ میں لکھتے ہیں۔

"یہ کتاب اس زمانہ میں موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں شائع نہیں ہوئی۔ اور آئندہ کی خبر نہیں لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرًا ۔۔۔۔ اور اس کا مؤلف بھی اسلام کی مالی وجانی وقلمی ولسانی وحالی وقالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی جاتی ہے۔ ہمارے ان الفاظ کو کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے تو ہم کو کم سے کم ایک ایسی کتاب بتا دے جس میں جملہ فرقہائے مخالفین اسلام خصوصاً آریہ سماج وبرہمو سماج سے اس زور وشور سے مقابلہ پایا جاتا ہو اور دو چار ایسے اشخاص انصار اسلام کی نشاندہی کرے جنھوں نے اسلام کی نصرت مالی وجانی وقلمی ولسانی کے علاوہ حالی نصرت کا بھی بیڑا اٹھا لیا ہو۔ اور مخالفین اسلام او منکرین الہام کے مقابلہ میں مردانہ تحدی کے ساتھ یہ دعویٰ کیا ہو کہ جس کو وجود الہام میں شک ہو وہ ہمارے پاس آکر اس کا تجربہ ومشاہدہ کرے اور اس تجربہ ومشاہدہ کا اقوام غیر کو مزہ بھی چکھا دیا ہو۔" (باقی آئندہ)

جماعت کے واعظ حضرات سے بھی میری گذارش ہے کہ یہ اخبار جماعت کا ترجمان بھی ہے اور خبر رساں بھی۔ کیا ہی اچھا ہو اگر آپ اپنے علاقہ کی جماعت کے متعلق خبروں سے ہمیں آگاہ رکھیں اور اگر خبر کے ہمراہ تصویر بھی ہو تو اور بھی بہتر بات ہے۔ اخبار بغیر جماعت کی خبروں، سرگرمیوں اور اتار چڑھاؤ سے اپنے پڑھنے والوں کو آگاہ نہ رکھے تو اخبار تو نہ ہوا۔ اس لئے آپ سے درخواست ہے کہ آپ ہر پندھواڑہ میں مقامی حالات سے ہمیں آگاہ رکھیں۔ ہم آپ کی اس مدد کے شکر گذار ہونگے۔

اگر آپ پسند کریں گے تو اس سلسلہ میں جملہ اخراجات ڈاک وغیرہ کی ادائیگی بھی کر دی جائیگی۔ امید ہے آپ میری درخواست پر اثباتی توجہ دیں گے +

والسلام
فضل احمد

افاداتِ حضرت مولانا نورالدین

معزز اور محترم بننے کا نسخہ

انسان چاہتا ہے کہ دنیا میں معزز اور محترم بنے لیکن حقیقی عزت اور سچی تکریم خدا کے لئے ہے جس کی شان میں تعز من تشاء وتذل من تشاء آیا ہے۔ پھر حقیقی عزت انبیاء اور رسل اور ان کے اتباع کو دی جاتی ہے۔ فللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین جمیعا ساری کی ساری عزت نبی اللہ اور اس کے رسولوں کے لئے اور مومنین کے لئے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام، اسلام کی وجہ سے دنیا میں مکرم ومعزز ہوئے۔

• اسلام کا مختصر مفہوم

اسلام ایک موت ہے۔ یاد رکھو اسلام ایک قوت ہے جب تک کوئی شخص نفسانی جذبات پر موت وارد کر کے نئی زندگی نہیں پاتا وہ خدا ہی کیساتھ بولتا چلتا پھرتا سنتا دیکھتا نہیں وہ مسلمان نہیں ہوتا اذ قال لہ ربہ اسلم قال اسلمت للہ رب العالمین۔ پھر وہ ابراہیم الذی وفا جس نے خدا تعالیٰ کے ساتھ صدق ووفا کا پورا نمونہ دکھایا۔ پھر وہ ابراھیم الذی اتی بقلب سلیم

ان مذکورہ باتوں کے مدنظر مولوی نورالدین صاحب فرماتے ہیں۔ پس اس سے نتیجہ نکال لو کہ اللہ تعالیٰ تم سے کیا چاہتا ہے۔ سچی فرمانبرداری، صدق ووفاداری اور قلب سلیم، ان باتوں کے ساتھ وہ راضی ہوتا ہے۔ یہی باتیں ہیں جو تم کو اسلام سکھاتا ہے انہیں کے احیاء کے لئے اسوقت خدا تعالیٰ نے تم میں اپنا مہدی نازل کیا ہے ایسے دین میں ہو کر محرومی محرومی کے اسباب سے بچو، ان اسباب کا علم قرآن مجید میں موجود ہے۔ جو قرآن شریف پر تدبر کرنے سے آتا ہے اور اسکے ساتھ تقویٰ کی بھی شرط ہے۔

میں سچ سچ کہتا ہوں یہ باتیں درس وتدریس سے نہیں آتیں یہ علوم جو قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں درس وتدریس سے آہی نہیں سکتے بلکہ وہ تقویٰ اور محض تقویٰ سے ملتے ہیں واتقوا اللہ ویعلمکم اللہ اگر محض درس وتدریس سے آسکتے تو پھر قرآن مجید میں مثل الذین حملوا التوراۃ کیوں آیا۔

پھر مولوی نورالدین صاحب فرماتے ہیں۔

اس بارہ میں مَیں خود تجربہ کار ہوں۔ کتابوں کا جمع کرنے اور ان کے پڑھنے کا شوق جنون کی حد تک پہنچا ہوا ہے میرے مخلص احباب نے بسا اوقات میری حالت صحت کو دیکھ کر مجھے مطالعہ سے باز رہنے کے مشورے دیے مگر میں اس شوق کیوجہ سے ان کے درد مند مشوروں کو عملی طور پر اسکے بارہ میں مان نہیں سکا۔ میں نے دیکھا ہے کہ ہزاروں ہزار کتابیں پڑھ لینے کے بعد بھی وہ راہ جس سے مولیٰ کریم راضی ہو جائے اسکے فضل اور مامور کی اطاعت کے بغیر نہیں ملتی۔ ان کتابوں کے پڑھ لینے اور ان پر ناز کرنیکا آخری ڈپلومہ کیا ہو سکتا ہے فرحوا بما عندھم من العلم۔ میرے ایک شیخ مجھے فرمایا کرتے تھے غایت العلم حیرت ہے۔ غرض وہ بات جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے جس سے وہ راضی ہوتا ہے اور اپنے فضلوں سے انسان کو بہرہ مند کرتا ہے وہ نہ بہت کتابوں کے پڑھنے سے بلکہ وہ بات تعلق رکھتی ہے دل سے وہ اسکی ایک کیفیت ہے جس کو عام الفاظ میں وفاداری اخلاص اور صدق کہہ سکتے ہیں۔ اور یہ کیفیت پیدا ہوتی ہے ماموروں کی اطاعت سے اور سچی پیروی سے۔ خدا تعالیٰ نے خود فیصلہ کر دیا ہے کہ صادقوں کی صحبت اختیار کرو۔ امام الوقت فرماتے ہیں رسم وعادت کی غلامی سے انسان اسی وقت نکل سکتا ہے جبکہ وہ ایک عرصہ دراز تک صادقوں کی صحبت میں رہے اور ان کے نقش قدم پر چلے۔ اس بات کی تائید میں مولوی نورالدین صاحب کا ایک خط درج کیا جاتا ہے جو انہوں نے امام الوقت کو لکھا جس سے اطاعت اور سچی پیروی کا اظہار ہوتا ہے۔

مولٰنا۔ مرشدنا۔ امامنا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، عالیجناب میری دعا یہ ہے کہ ہر وقت حضور کی جناب میں رہوں اور امام زماں سے جس مطلب کے واسطے وہ مجدد کیا گیا ہے وہ مطالب حاصل کروں اگر اجازت ہو تو میں نوکری سے استعفا دیدوں اور دن رات خدمت عالی میں پڑا رہوں اگر حکم ہو تو اس تعلق کو چھوڑ کر دنیا میں پھروں اور لوگوں کو دین حق کی طرف بلاؤں اور اپنی اس راہ میں جان دیدوں۔ میں آپ کی راہ میں قربان ہوں میرا جو کچھ ہے وہ میرا نہیں آپکا ہے۔ حضرت پیر ومرشد میں کمال راستی سے عرض کرتا ہوں کہ میرا سارا مال ودولت اگر دینی اشاعت میں خرچ ہو گیا تو میں مراد کو پہنچ گیا۔

آپکے انہی پر خلوص جذبات اور عملی نمونہ کو دیکھ کر امام زماں نے یہ شعر لکھا ؎

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز امت نور دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پر از نور یقیں بودے

مرتبہ: محترم ملک ظفر اللہ خاں صاحب

ـــــ + + + + ـــــ

جامع برلن (جرمنی) کا ایک منظر

حضرت امیر جماعت ایدہ اللہ کی خواہش

حضرت امیر جماعت ایدہ اللہ تعالیٰ نے احباب کو توجہ دلائی ہے کہ "محترم ڈاکٹر اللہ بخش مرحوم و مغفور ہماری جماعت کی ایک معزز و ممتاز شخصیت تھے۔ ان کی زندگی احمدیہ تحریک سے نہ صرف متاثر تھی بلکہ جماعت کو بھی انہوں نے اپنے علم، اپنے قلم، اپنے مال اور اپنے وقت میں سے بہت کچھ دیا۔ انجمن اور جماعت کے کاموں میں ان کی پرخلوص لگن، بے لوث جدوجہد اور انتھک مساعی مثالی حیثیت رکھتی تھی۔ مرحوم موصوف کی وفات کے موقعہ پر انجمن کے پاس اخبار و رسائل کی جملہ آسانیاں حاصل نہ تھیں اس وجہ سے ان کی زندگی، ان کے کام اور ان کی خدمات کو خراج تحسین پیش کر کے مرحوم کی مغفرت کے لئے اپنی دعاؤں اور ان سے محبت کا رسمی اظہار نہ کر سکے، اب جبکہ ہمارے اردو انگریزی اخبار و رسائل کا اجراء ہو چکا ہے۔ میری خواہش ہے کہ احباب جماعت اور دیگر متعلقین حضرات کچھ وقت کی قربانی دے کر مرحوم ڈاکٹر صاحب کے بارے میں مضامین و تاثرات لکھیں اور جماعتی اخبارات میں شائع ہوں تاکہ جماعت کو بالخصوص نوجوانوں کو ڈاکٹر صاحب کے بارے تعارف ہو اور ان کی زندگی سے اپنے لئے کچھ زادِ راہ حاصل کریں۔"

(ادارہ پیغام صلح حضرت امیر جماعت ایدہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے حوالہ سے احباب و خواتین سے گذارش کرتا ہے کہ وہ مکرم ڈاکٹر اللہ بخش مرحوم و مغفور کے بارے میں مضامین ارسال فرمادیں جو شکریہ کے ساتھ اخبار میں شائع ہوں گے)

وفات حسرت آیات

ٹرینیڈاڈ (جزائر غرب الہند) سے یہ افسوسناک خبر موصول ہوئی ہے کہ ہمارے نہایت عزیز بھائی اور بزرگ محترم امام محمد رفیق وفات پا گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم ٹرینیڈاڈ جماعت کے بانی ممبروں میں سے تھے۔ قرآن مجید نہایت خوش الحانی سے پڑھتے تھے اور بڑے پرجوش انداز میں اس کی تفسیر بیان کرتے تھے انہوں نے اپنے بچوں میں بھی دین کے جذبہ خدمت کو کوٹ کوٹ کر بھر دیا ہے۔ ڈاکٹر حمزہ رفیق ان کے فرزند ارجمند ہیں جو احمدیہ انجمن ٹرینیڈاڈ کے خزانچی اور فائر برن جماعت کے صدر ہیں۔ فائر برن میں بچوں کو اُردو اور عربی سکھاتے ہیں۔ امام محمد رفیق کی ایک بیٹی فریماہ کمال محترم مصطفےٰ کمال ہاشیڈل کی بیوی ہیں اور مختلف مجالس میں تقاریر کرتیں اور نعتیں پڑھتی ہیں۔ آجکل تنظیم خواتین ٹرینیڈاڈ کی صدر ہیں۔ اسی طرح امام مرحوم کی ایک اور بیٹی شاہدہ رفیق جماعت کی خط و کتابت اور رابطہ سیکرٹری ہیں۔ غرضیکہ امام محمد رفیق مرحوم ایک نہایت فعال ممبر تھے۔ خدا مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور وہ ان کی اولاد کو خدمت دین کرنے کی توفیق فرماتا ہے۔

ادارہ ڈاکٹر حمزہ رفیق اور مولانا مصطفےٰ کمال ہاشیڈل سے اظہار ہمدردی کرتا ہے۔ تمام جماعتوں سے درخواست ہے کہ مرحوم کے لئے جنازہ غائبانہ پڑھی جائے۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیجئے،

محترم میاں رحیم بخش صاحب کے قلم سے

مجددِ اعظمؒ

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی چودھویں صدی ہجری کی عظیم شخصیت تھے۔ آپ اس صدی کے مجدد تھے اور آپ کو مجددِ اعظم کے لقب سے نوازا گیا۔ اس حیثیت سے آپنے ایک ایسا عظیم الشان روحانی انقلاب پیدا کیا، جس کی نظیر زمانۂ حاضرہ میں ملنی مشکل ہے۔ آپ نے اپنی تمام زندگی جہاد بالقرآن اور صداقتِ دین کو دنیا میں روشن کرنے میں صرف کی۔ آج کل کی دنیا محض دنیاوی اور مادی ترقیات کے حصول میں ملوث ہے اور روحانی اقدار کو یکسر پسِ پشت ڈال دیا ہے، دین کی روحانی اقدار سے روشناس کرایا اور اپنی جماعت میں آمنوا وعملوا الصٰلحٰت کا نمونہ پیش کیا

عہد حاضر علمی تحقیقات کا دور ہے۔ اور دین اور آنحضرت رسول کریمؐ کی صداقت کو بذریعہ دلائل ہی ثابت کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اس غرض کے لئے حضرت مرزا صاحب نے مختلف مباحث تقاریر اور تحریروں سے ایسے بیّن ثبوت پیش کئے جن کو تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ اپنے معترضین اور منکرین پر دین کی صداقت کا اتمام حجت کیا۔ قرآن مجید کی عظمت اور دین کی صداقت کا اظہار جلسہ مذاہب میں اسی شاہکار تقریر کا سے ہوتا ہے جو حضرت اقدس مرزا صاحب نے رقم فرمائی تھی۔ اور اس جلسہ میں پڑھ کر سُنائی گئی جس پر تمام اراکین جلسہ نے ہدیہ تحسین پیش کیا اور دین کی صداقت کا اقرار کیا۔ یہ تھی وہ ہستی جس نے دنیا پر دین اور آنحضرت رسول کریمؐ کی صداقت کا سکہ بٹھا دیا۔ آپ کی اس جلسہ میں کی گئی تقریر "اسلامی اصول کی فلاسفی" میں مندرج ہے جس کے مطالعہ سے حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ مجددیت کا ثبوت ملتا ہے۔

الغرض حضرت اقدس مرزا صاحب کا جذبہ دین اور آپ کی خدمات عالیہ دربارہ صداقت و احیائے دین ایک بحرِ بیکراں ہے جس کو ایک مقالے کے کوزہ میں بند کرنا ممکن نہیں، آپ کی زندگی کے مطالعہ سے ہی یہ واضح ہو سکتا ہے کہ آپ کو دین کی صداقت پر کتنا یقین تھا۔ اور آپ کو آنحضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کس قدر والہانہ عقیدت اور قرآن کریم سے کتنا عشق تھا جس کی مدح میں آپ نے وہ گن گائے جس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ حضرت اقدسؑ کی سیرت کے حوالے سے مجددِ اعظم حصہ دوم کے صفحات 1241 تا 1392 کا اختتامی حصہ ہدیہ قارئین ہے

"اب میں تمام اربابِ بصیرت اور اہلِ انصاف بزرگوں سے سوال کرتا ہوں۔ کہ اس قدر خدمتِ قرآن کرنے والا انسان تزکیہ نفس کو مقدم کرنے والا انسان۔ جہاد بالقرآن کرنے والا انسان۔ اظہار محبت و عشق کے لئے قرآن مجید اور آنحضرت رسول کریمؐ کی ذات و الا صفات اور ختم نبوت کے مجاز کو چن لینے والا انسان۔ دینی و دنیاوی مشکلات کے لئے قرآن کو مشعلِ راہ بنانے والا انسان۔ قرآن کی اُس عظمت کو ظاہر کرنے والا انسان جس کے مقابلہ سے تمام دنیا کی قومیں عاجز ہیں۔ درس قرآن کا سلسلہ جاری کرنے والا انسان کیا یہ عاشق قرآن ہے یا دشمن قرآن! کیا اُن لوگوں کے متعلق آپ کے دلوں میں نفرین کا جذبہ پیدا نہیں ہوتا جو ایسے عاشق قرآن اور خادم دین کو کافر اور کذاب قرار دیتے ہیں اور استہزا کرتے ہیں

مئی ۱۹۸۹ء کا "لائٹ"

ماہنامہ لائٹ ماہ مئی ۱۹۸۹ء کا شمارہ شائع ہو گیا ہے سرورق دیدہ زیب ہے جس پر جامع مسجد سرینام (جنوبی امریکہ) کی خوبصورت تصویر ہے۔ ۴۸ صفحات پر مشتمل اس شمارے میں لائق مطالعہ مضامین شامل ہیں۔

محترم و مکرم فتح محمد عزیز۔ ایڈووکیٹ سپریم کورٹ، گجرات

اِنسانی بنیادی حقوق

اللہ تعالیٰ کی جملہ مخلوق میں انسان ہی صرف ایک ایسی مخلوق ہے جس کو صاحبِ اختیار و ارادہ پیدا کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ۔

ہم نے بنی آدم کو واجب التکریم پیدا کیا ہے انسان صرف انسان ہونے کے ناطے سے بھی عزت و تکریم کا حقدار ہے۔ اس کو ضمیر عطا کی گئی ہے۔ انسان کی ہدایت کے لئے قرآن شریف میں مکمل جامع سامان مہیا کیا گیا ہے۔ اور اُسے یہ بھی اختیار دیا گیا ہے کہ وُہ چاہے تو اس کے مطابق زندگی بسر کرے اور چاہے تو اُسے چھوڑ کر کوئی اور راستہ اختیار کرے۔ انسان پر کوئی جبر نہیں کہ وُہ کونسی راہ اختیار کرے۔ انسان کی سرشت میں کچھ ایسے خواص رکھ دیئے گئے ہیں جو اس کی زندگی کی کامیابی کے لئے ضروری ہیں اور ایسے سارے جذبات صفات اس کی پیدائش کے ساتھ ہی اُسے عطا کئے گئے ہیں۔ یہ ایسے حقوق ہیں جن کا اُس کے پاس رہنا اس کی سیرت کی تکمیل کے لئے ازبس ضروری ہے۔

دنیا کے ہر مہذب ملک کے آئین میں ایسے حقوق کو بنیادی حقوق کہہ کر پکارا گیا ہے۔ چونکہ دیگر ملکی قوانین ان ہی کی بنیاد پر استوار کئے جاتے ہیں۔ یہ انسان کا بنیادی حق ہے کہ اس کی جان جسم مال و عزّت کی حفاظت کی جائے اس کی عظمت بحال رہے۔ اُس کے مکان کی خلوت میں دخل اندازی نہ ہو۔ اُس کو تقریر اور تحریر کی آزادی ہو دین کے اختیار میں آزادی ہو۔ اُس کی ضمیر کی آزادی اُسے حاصل رہے۔ اور ایسے حقوق اُس سے کسی صورت میں بھی نہ چھینے جائیں۔

آئین پاکستان 1973ء کی رُو سے پاکستان کے شہریوں کو قریباً 21 بنیادی حقوق کی ضمانت دی گئی ہے جن میں سے چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے۔

آئین پاکستان کے آرٹیکل 9 میں فرد کی سلامتی کی ضمانت دی گئی ہے۔ یعنی کسی شخص کو بجز بمطابق قانون زندگی یا آزادی سے محروم نہیں کیا جائے گا۔ آرٹیکل ۱۰ میں گرفتاری اور نظربندی سے تحفظ دیا گیا ہے آرٹیکل ۱۱ میں غلامی، بیگار وغیرہ کی ممانعت کی گئی ہے۔ یعنی پاکستان میں غلامی معدوم اور ممنوع ہے اور کوئی قانون اسے کسی صورت میں رواج دینے کی اجازت یا سہولت بہم نہیں پہنچائے گا۔ بیگار کی تمام صورتیں اور انسان کی خرید و فروخت کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ آرٹیکل 14 کی رُو سے انسان کی حُرمت ناقابلِ انفساخ دی گئی ہے یعنی انسان کی عظمت اور قانون کے تابع مکان کی خلوت ناقابلِ انفساخ ہوگی اور کسی شخص کو شہادت حاصل کرنے کی غرض سے ایذا نہیں دی جائیگی۔ آرٹیکل 15 کی رُو سے ہر شہری کو نقل و حرکت وغیرہ کی آزادی دی گئی ہے۔ اور آرٹیکل 16 کے ذریعے اجتماع کی آزادی کا حق یعنی امن عامہ کے مفاد ۔ قانون کے ذریعے عائد کردہ پابندیوں کے تابع ہر شہری کو پُرامن طور پر اسلحہ کے بغیر جمع ہونے کا حق حاصل ہوگا۔ اسی طرح آرٹیکل 17 کے تحت انجمن سازی کی آزادی کا حق تسلیم کیا گیا ہے آرٹیکل 18 میں، تجارت، کاروبار، پیشہ کی آزادی دی گئی ہے۔ اور آرٹیکل 19 کے تحت تقریر اظہار خیال اور پریس کی آزادی دی گئی ہے۔ آرٹیکل 20 کے ذریعہ مذہب کو ماننے، مذہبی اداروں کے قیام۔ انتظام کی آزادی بدیں صورت دی گئی ہے۔ کہ قانون ۔ امن عامہ اور اخلاق کے تابع (الف) ہر شہری کو اپنے مذہب کو ماننے اسی پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کا حق ہوگا۔ (ب) ہر مذہبی گروہ اور فرقے کو اپنے مذہبی ادارے قائم کرنے، چلانے اور اُن کا انتظام کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ آرٹیکل 25 کے تحت پاکستانی شہریوں میں مساوات کا اصول تسلیم کیا گیا ہے جس کی رُو سے تمام شہری قانون کی نظر میں برابر اور قانون کے مساوی تحفظ کے مستحق ہیں۔ محض جنس کی بنا پر کوئی امتیاز نہیں کیا جائے گا۔ وغیرہ شامل ہیں۔ آرٹیکل 27 میں ملازمتوں میں امتیاز کے خلاف تحفظ دیا گیا ہے۔ یعنی کسی شہری کیساتھ جو بہ اعتبار دیگر پاکستان کی ملازمت میں تقرر کا اہل ہو کسی ایسے تقرر کے سلسلے میں محض نسل مذہب۔ ذات جنس۔ سکونت یا مقام پیدائش کی بنا پر امتیاز روا نہ رکھا جائے گا۔

اس سلسلہ میں قابلِ غور یہ بات ہے کہ آرٹیکل 8 کے تحت جتنے بھی بنیادی حقوق تسلیم کئے گئے ہیں۔ ان کے متناقض یا منافی قوانین کالعدم ہوں گے۔

(۱) کوئی قانون یا رواج جو بمنزلہ قانون ہو اِس تناقض کی حد تک جس حد تک وہ اس باب میں عطا کردہ حقوق کے متناقض ہو، کالعدم ہوگا۔

(2) مملکت کوئی ایسا قانون وضع نہیں کریگی جو اس طرح عطا کردہ حقوق کو سلب کرے یا کم کرے اور ہر وُہ قانون جو اس شق کی خلاف ورزی میں وضع کیا گیا ہو اُس خلاف ورزی کی حد تک کالعدم ہوگا

اس آرٹیکل 8 کے نتیجہ میں حکومت پاکستان ایسا کوئی قانون وضع نہیں کرے گی جو ان حقوق کی تنقیص ہوگا۔ نہ کسی ایسے قانون سے بنیادی حقوق کم یا ہبت ہوسکیں گے مطلب یہ ہوا کہ بنیادی حقوق اعلیٰ سطح پر ہیں۔ مقدم ہیں۔ انہیں ترجیح حاصل ہوگی۔ دیگر قانون ان کے تابع ہیں۔ اگر عام قانون میں اور بنیادی حقوق میں کوئی تضاد کی صورت پیدا ہو جائے، تو بنیادی حقوق کو ترجیح حاصل ہوگی۔ وہ قائم و دائم رہیں گے۔ اور متناقض قانون تناقض کی حد تک باطل ہو جائیں گے۔

بنیادی حقوق میں کمی کرنے یا سلب کرنے کے سلسلہ میں ابھی گذشتہ سال سپریم کورٹ آف پاکستان نے ایک تاریخی اہمیت کا فیصلہ دیا ہے۔ جس کا نہایت اختصار سے ذکر کیا جاتا ہے۔

پولیٹیکل پارٹیز ایکٹ 1962ء سے چلا آرہا تھا۔ اِس سیاسی جماعتوں کے ایکٹ 1962ء میں جنرل ضیاء الحق نے مارشل لاء کے دور میں کچھ ترمیمات کیں۔ اُن ترمیمات کو سپریم کورٹ میں مس بے نظیر بھٹو نے اس بنا پر چیلنج کر دیا کہ مذکورہ ترمیمات سے آئین پاکستان کے آرٹیکل 17 میں دیئے گئے بنیادی حق کی خلاف ورزی کی گئی ہے۔ لہٰذا وُہ ترمیمات جس حد تک بنیادی حقوق کے خلاف ہیں باطل ہیں۔ آرٹیکل 17 کا مضمون کچھ یوں ہے۔

انجمن سازی کی آزادی۔

(۱) اخلاق یا امن عامہ کے مفاد میں قانون کے ذریعہ عائد کردہ مناسب پابندیوں کے تابع ہر شہری کو انجمن یا یونین بنانے کا حق حاصل ہوگا۔

(۲) ہر اُس شہری کو، جو پاکستان کی ملازمت میں نہ ہو، یہ حق ہوگا کہ وُہ کوئی سیاسی جماعت بنائے یا اُس کا رکن بنے۔ ہر سیاسی جماعت قانون کے مطابق اپنے ذرائع آمدن کا حساب دے گی۔

مس بے نظیر بھٹو کی یہ آئینی درخواست سپریم کورٹ کی فل کورٹ مشتمل بر 11 فاضل جج صاحبان نے سماعت کی۔ اور ایک مضبوط فیصلہ میں بنیادی حقوق کی اہمیت و نوعیت پر بحث کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ :۔

" آئین پاکستان 1973ء کی تدوین کرنے والوں کی یہ غرض واضح طور پر عیاں ہوتی ہے کہ بنیادی حقوق کو ایک اونچے اعلیٰ مقام پر رکھا گیا ہے اور دیگر ملکی قوانین کو کسی طور بھی اجازت نہیں دی گئی کہ وُہ بنیادی حقوق کو سلب کریں یا اُن میں کسی طرح کوئی کمی کریں۔ اگر ایسا قانون، بنیادی حقوق سے متصادم بنایا گیا تو وُہ جس حد تک متصادم ہوگا باطل قرار دیا جائے گا۔ آرٹیکل 8 (۱) کے تحت کوئی ایسا قانون وضع ہی نہیں کیا جائے گا جس کی زد بنیادی حق پر پڑتی ہو اور اگر کوئی ایسا قانون وضع بھی ہو جائے تو جو حصّہ متناقض بنیادی حقوق کے ہوگا باطل ہوگا۔

آرٹیکل (۲)(۱) 199 کے ذریعے کسی فریق دادخواہ کی درخواست پر عدالت عالیہ کو اختیار دیا گیا ہے کہ وُہ سائل کی درخواست پر ایسا قانون باطل قرار دے اور بنیادی حق کا نفاذ کرائے۔"

فاضل جج صاحبان نے متفقہ طور پر قرار دیا کہ پولیٹیکل پارٹیز ایکٹ 1962 میں ترامیم کا کچھ حصّہ بنیادی حقوق متعلقہ انجمن سازی کی نفی کرتا ہے۔ لہٰذا باطل ہے۔ یہ فیصلہ رسالہ پی ایل ڈی 1988 سپریم کورٹ کے صفحات 416 تا 620 میں شائع شدہ ہے

بانی تحریک احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی

حضرت مولینا نورالدین جانشین حضرت بانی سلسلہ

حضرت مولانا
محمد علی مرحوم
امیر جماعت لاہور

حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب موجودہ امیر جماعت احمدیہ لاہور

حضرت مولانا
صدر الدین مرحوم
امیر جماعت لاہور

حضرت خواجہ کمال الدین مرحوم

حضرت مولینا محمد علی مرحوم

حضرت شیخ رحمت اللہ مرحوم

حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ مرحوم

حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ مرحوم

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد مرحوم

Así que éste se dividió y cada parte fue como un montículo.[15]

64 Y ahí Nosotros atrajimos a los otros.

65 Y salvamos a Moisés y a los que lo acompañaban, todos.

66 Entonces ahogamos a los otros.

67 Ciertamente hay una señal en esto; sin embargo, la mayoría de ellos no creen.

68 Y ciertamente tu Señor es el Poderoso, el Misericordioso.

الْبَحْرَ ۖ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيمِ ﴿٦٣﴾ وَأَزْلَفْنَا ثَمَّ الْآخَرِينَ ﴿٦٤﴾ وَأَنْجَيْنَا مُوسَىٰ وَمَنْ مَعَهُ أَجْمَعِينَ ﴿٦٥﴾ ثُمَّ أَغْرَقْنَا الْآخَرِينَ ﴿٦٦﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿٦٧﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿٦٨﴾

SECCIÓN 5: **Historia de Abraham**

69 Y recítales la historia de Abraham.

70 Cuando él dijo a su padre y a su pueblo: ¿Qué adoráis vosotros?

71 Ellos dijeron: Adoramos ídolos, y seguiremos devotos a ellos.

72 Él dijo: ¿Os escuchan cuando (los) llamáis?

73 ¿U os traen algún beneficio u os perjudican?

74 Ellos dijeron: No, encontramos a nuestros padres haciendo eso.

75 Él dijo: ¿Veis, pues, lo que adoráis. . .

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ إِبْرَاهِيمَ ﴿٦٩﴾ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا تَعْبُدُونَ ﴿٧٠﴾ قَالُوا نَعْبُدُ أَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عَاكِفِينَ ﴿٧١﴾ قَالَ هَلْ يَسْمَعُونَكُمْ إِذْ تَدْعُونَ ﴿٧٢﴾ أَوْ يَنْفَعُونَكُمْ أَوْ يَضُرُّونَ ﴿٧٣﴾ قَالُوا بَلْ وَجَدْنَا آبَاءَنَا كَذَٰلِكَ يَفْعَلُونَ ﴿٧٤﴾ قَالَ أَفَرَأَيْتُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ ﴿٧٥﴾

15 El mar se había replegado, dejando un *camino seco* (v. 20:77) para los israelitas. El significado puede ser que cada una de las olas, conforme se replegaba, parecía un enorme montículo. Debe hacerce notar que la palabra *taud* significa una *montaña*, al igual que una *extensión de tierra elevada* o *sobresaliente* (LL); incluso ha sido aplicada por un poeta con respecto a la *joroba de un camello* (LL).

76 Vosotros y vuestros antepasados?

77 Ciertamente son enemigos para mí, mas no (así) el Señor de los mundos.

78 Quien me creó, y luego me muestra el sendero.

79 Y Quien me da de comer y de beber.

80 Y cuando estoy enfermo me sana.

81 Y Quien me hará morir, y luego me dará vida.

82 Y Quien, espero, me perdonará mis errores en el día del Juicio.[16]

83 Señor mío, otórgame sabiduría, y úneme con los rectos.

84 Y ordena para mí una buena mención entre las generaciones posteriores.

85 Y hazme de los herederos del Jardín de la dicha.

86 Y perdona a mi padre, que ciertamente es de los errados.

87 Y no me deshonres en el día que se les levante. . .

88 El día cuando la riqueza no ayudará, ni los hijos;

89 Salvo al que llegue a Allâh con un buen corazón.

90 Y el Jardín se acerca a quienes observan su deber.

أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمُ الْأَقْدَمُونَ ﴿٧٦﴾ فَإِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِي إِلَّا رَبَّ الْعَالَمِينَ ﴿٧٧﴾ الَّذِي خَلَقَنِي فَهُوَ يَهْدِينِ ﴿٧٨﴾ وَالَّذِي هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِ ﴿٧٩﴾ وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ ﴿٨٠﴾ وَالَّذِي يُمِيتُنِي ثُمَّ يُحْيِينِ ﴿٨١﴾ وَالَّذِي أَطْمَعُ أَنْ يَغْفِرَ لِي خَطِيئَتِي يَوْمَ الدِّينِ ﴿٨٢﴾ رَبِّ هَبْ لِي حُكْمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ ﴿٨٣﴾ وَاجْعَلْ لِي لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِينَ ﴿٨٤﴾ وَاجْعَلْنِي مِنْ وَرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيمِ ﴿٨٥﴾ وَاغْفِرْ لِأَبِي إِنَّهُ كَانَ مِنَ الضَّالِّينَ ﴿٨٦﴾ وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ ﴿٨٧﴾ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ ﴿٨٨﴾ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ﴿٨٩﴾ وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴿٩٠﴾

16 Como los profetas siempre están conscientes de su debilidad, buscan la protección de Allâh. Las expresiones como ésta invariablemente indican la debilidad humana frente a la perfección Divina, y no constituyen prueba alguna de pecado. Compárese la confesión de Jesús con respecto a su debilidad en un momento de tensión parecido: "¿Por qué me llamas bueno? No hay nadie bueno más que Uno, es decir, Dios" (Mateo 19:17).

حضرت مولانا محمد علی مرحوم کا قرآن مجید کا انگریزی زبان میں ترجمہ و تفسیر پہلی مرتبہ ۱۹۱۷ء میں شائع ہوا جو دنیا کی بڑی بڑی زبانوں میں آئندہ تراجم کی بنیاد بنی۔ ۱۹۸۶ء میں مکرم میجر جنرل (ریٹائرڈ) عبداللہ سعید مرحوم کی مساعی جمیلہ سے ہسپانوی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ میکسیکو سے ۱۹۸۶ء میں شائع ہوا جس کے دو صفحات کا عکس شائع کیا جا رہا ہے۔

مسیح وقت کا جس دم زمانہ یاد آتا ہے

(حضرت مولینا مرتضیٰ خان حسن)

مسیح وقت کا جس دم زمانہ یاد آتا ہے

کہاں ہے اے مسیحا! تو ہمیں ماں باپ سے پیارے

محبت سے ہمیں تیرا بلانا یاد آتا ہے

ہمیں پہلو میں اے حضرت! بٹھانا یاد آتا ہے

خدا کے عشق کی باتیں سنانا یاد آتا ہے

مسیحا! وہ تری پیاری ادائیں یاد آتی ہیں

وہ آنا حضرت والا کا مسجد میں دریچے سے

اذاں سن کر وہ لانا آپ کا تشریف جلدی سے

دلوں میں لہر اٹھتی تھی خوشی کی اور راحت کی

یہی دل چاہتا تھا آپ پر قربان ہو جائیں

جب آتے آپ (جامع) نور سے معمور ہو جاتی

ہیں یاد آتے ہم کو مولوی عبد الکریم اے دل

تلاوت کیا تھی گویا سحر تھا اعجاز تھا ہمدم

نمازیں ختم ہو جاتیں تو پھر دربار لگتا تھا

عجب شان و شکوہ سے مہدی ذیشان بیٹھے ہیں

یہی معلوم ہوتا باغ کو گھیرا بہاروں نے

جو باتیں دین کی اے دوستو! حضرت سناتے تھے

کلام پاک حضرت میں کچھ ایسا درد تھا ہمدم

ہمیں شوق نماز اے دوستو! اتنا زیادہ تھا

جو آدھی رات کو بھی (جامع) میں ہم چلے جاتے

بہت مشکل سے قابو میں دل ناشاد آتا ہے؛

کہاں ہیں اے مسیحا! وہ تری شفقت کے نظارے

نگاہیں نیچی اور وہ مسکرانا یاد آتا ہے

خدا کے نور کا جلوہ دکھانا یاد آتا ہے

بوقت گفتگو موتی لٹانا یاد آتا ہے

لب شیریں کی وہ پیاری صدائیں یاد آتی ہیں

تعال اللہ! رخ تاباں دکھانا وہ دریچے سے

نکل آیا ہے گویا چودھویں کا چاند بدلی سے

نہ تھی کچھ انتہا اس دم محبت کی مسرت کی

نثار مہدیؑ والا گہر ذی شان ہو جائیں۔

خدائے پاک کے افضال سے بھرپور ہو جاتی

تلاوت کا سبھی پر ان کا وہ لطف عمیم اے دل

خدا کے عشق کا پوشیدہ اس میں راز تھا ہمدم

خوشی کی مے سے پھر ہر جام دل گویا چھلکتا تھا

حلقہ میں حضرت والا کے نکتہ دان بیٹھے ہیں۔

مہ انور کو جیسے گھیر رکھا ہو ستاروں نے

تو دریا اک حقائق اور معارف کا بہاتے تھے

کہ سننے والے سنتے اور روتے جاتے تھے پیہم

کہ (جامع) اوڑھنا تھا اور (جامع) ہی بچھونا تھا

سبھی کو سجدۂ پیہم میں مصروف دعا پاتے

غرض رہ رہ کے حضرت کا زمانہ یاد آتا ہے

ہمیں گذرا ہوا پیارا فسانہ یاد آتا ہے

اقتباسات خطوط بنام حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

حضرت امیر جماعت ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب دامت برکاتہ، کی اجازت سے ادارہ ان کی ڈاک سے کچھ اقتباس پیش کر رہا ہے۔

بگرامی خدمت حضرت امیر قوم ایدہ اللہ تعالیٰ
و دیگر بزرگان جماعت !

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

اخبار پیغام صلح پندرہ روزہ اور ماہنامہ دی لائیٹ کے دوبارہ اجراء پر اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور احسان کا شکر کرتا ہوں۔ آج تک تین پرچے اخبار پیغام صلح کے ملے ہم تو عید کے چاند کی طرح اس کے منتظر رہتے ہیں۔

نیز التماس ہے کہ احمدیہ انجمن (لاہور) ہند کا سالانہ جلسہ جو کہ بصورت (صد سالہ تقریبات) اجلاس سہ روزہ انشاء اللہ ۱۳، ۱۴، ۱۵ اگست ۱۹۸۹ء کو منعقد ہوگا اس کے لئے قبل از وقت اپنا اور دیگر بزرگان جماعت کے تحریری پیغامات بھیجکر مشکور وممنون فرماویں۔ علاوہ اس کے اگر کوئی بزرگ مرکز سے باقاعدہ ویزا پر ماہ اگست ۸۹ء میں اس اجلاس میں آجائے تو نور علیٰ نور ہوگا۔ مرکز کے علاوہ اگر کوئی بیرونی جماعت سے بھی آسکتا ہے تو اس کے متعلق جملہ جماعتوں کو ہدایات جاری فرماویں بیکرر التماس ہے کہ ہم نے تراجم اور تفاسیر قرآن کی نمائش کا بھی اعلان کر دیا ہے۔ اس کے لئے ان زبانوں میں قرآن مجید کی کم از کم دو دو جلدوں کی ضرورت ہوگی لیکن ہمارے پاس بیان القرآن اردو اور انگریزی کے سوا اور کسی زبان میں قرآن مجید موجود نہیں ہے۔ براہ کرم اس کا انتظام جیسے بھی ہو سکے فرماویں۔ ہم کو یہ احساس ہے کہ آپ کو مشکلات ہیں لیکن اس کے لئے کوئی بھی صورت آپ نکال سکتے ہیں۔ ورنہ اعلان کرنے کے بعد ہمیں شرمندگی اٹھانی پڑے گی۔ اس پر بھی فوری توجہ کی ضرورت ہے۔

جملہ احباب جماعت خصوصاً دارالسلام اور احمدیہ بلڈنگس اور مسلم ٹاؤن کے مکینوں کو دعا وسلام۔

آپ نے پیغام صلح میں جو جماعتی اتحاد کے لئے اپیل کی ہے وہ یقیناً آپ کی بزرگی اور خلوص کی نشاندہی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام سعید روحوں کو اس اپیل پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا کرے۔ آمین! اللہ تعالیٰ آپ کو صحت والی لمبی عمر عطا کرے اور آپ کی زندگی میں ہی غلبہ دین اس جماعت کے ذریعہ ہو۔ جماعت اتحاد واتفاق سے حضرت بانی سلسلہ کی ہدایات پر گامزن ہوجائے۔ آمین! بواپسی اپنی خیر وخیریت اور دیگر حالات وکوائف سے مطلع کریں۔ خدا حافظ۔

آپکا خادم، محمد یوسف ناشر۔ کشمیر

محترم المقام حضرت امیر ایدہ اللہ

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

آپ کا نوازش نامہ بدیر ہی سہی لیکن مل ہی گیا۔ نسائی اور ابوداؤد دونوں کتابیں ملیں۔ جزاکم اللہ عنا خیر الجزا۔ پیغام صلح کے تین اور لائٹ کے دو شمارے بھی مل گئے۔ الحمد للہ!

ان سب نوازشات کے مقابل مجھ سے خط ارسال کرنے میں دیر ہوگئی۔ اس کی وجہ تساہل ہے نہ تغافل، صرف مصروفیات بعض خوشکن اور بعض دگرگوں۔ خوشکن مصروفیات میں یہ باتیں شامل ہیں۔

سب بچے مختلف امتحانات میں کامیاب ہوگئے۔ الحمد للہ میرے اپنے بچے اور احباب جماعت کے بچے، سب کامیاب ہوگئے۔ ایک دوست (محترم نعیم صاحب) کی بچی کو ایم بی بی ایس کورس میں داخلہ مل گیا۔ الحمد للہ

مجھے ترقی ملی۔ پروفیسری سے پرنسپل کا عہدہ مل گیا اس کے لئے گزشتہ دسمبر میں انٹرویو لیا گیا تھا۔ ۷ مارچ ۱۹۸۹ء کو آرڈر جاری ہوا۔ اس کے مطابق چھ سو پروفیسر صاحبان میں سے صرف سترہ افراد چن لیے گئے الحمد للہ ان سترہ افراد میں راقم گیارہویں نمبر پر ہے۔

آپ میرے لئے خصوصی دعا کریں کہ نیا عہدہ میرے لئے بابرکت ثابت ہو۔ مجھے پوری دیانت، امانت داری اور خلوص کے ساتھ کسی تعصب، تنگ دلی یا خود غرضی کے بغیر اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کی توفیق مل جائے۔ میرے ہاتھ یا میری زبان سے کسی بھی انسان کو کوئی تکلیف نہ پہنچے میرا وجود ہر طالب علم، ہر شریک کار اور ہر ماتحت کے لئے باعث نفع بن جائے۔ آمین!

رسالہ اشاعت الحق میں مضامین پڑھ کر آپ نے پسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے۔ یہ میرے لئے سرمایہ فخر ہے انشاء اللہ کوشش جاری رہیگی۔ آجکل عورت کی سربراہی کا مسئلہ موضوع بحث بن گیا ہے۔ چاہتا ہوں میں بھی اس مسئلے پر کچھ لکھوں۔ اس سلسلے میں آپ کسی ذی علم وذی فہم دوست کو رسائل وکتب سے متعلقہ مواد جمع کرنے کا حکم دیں تو اس موضوع پر سیر حاصل مقالہ مرتب ہوسکتا ہے۔

مرکز نے اس سال کو صد سالہ جوبلی سال برائے تعلیم وتربیت منانے کا فیصلہ کیا ہے۔ بندہ نے اس سلسلہ میں ایک مقالہ سپرد قلم کیا ہے۔ اس کا نام ہے "اخلاق وآداب" اس وقت زیر طباعت ہے۔ انشاء اللہ چند نسخے آپ کی خدمت میں مزید بھیجوں گا۔

پندرہ روزہ پیغام صلح اور ماہوار لائیٹ کے فاضل مدیران تحسین وتبریک کے مستحق ہیں پیغام صلح کی آن بان اور شان دیکھ کر ہم محظوظ ہوئے مضامین کا تنوع بہت ہی اچھا ہے۔ اخبار وافکار، کتابوں پر تبصرہ، آپکے خطوط، وغیرہ مختلف کالم اور سلسلہ کی بلند پایہ تصنیفات کا اشتہار وغیرہ قابل تعریف ہے۔ ایسی مندرجات سے پرچہ دلچسپ بن جاتا ہے۔

مدیر پیغام صلح نے اشاعت الحق سے اقتباسات نقل کئے ہیں۔ شکریہ! یہ سلسلہ جاری رہنا چاہیئے اس سے بھی کچھ فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

آپ کی بیگم کی وفات کی اطلاع ہمیں پیغام صلح کے ذریعہ ہی ملی۔ جامع احمدیہ سرینگر میں راقم کی اقتداء میں نماز جنازہ غائبانہ ادا کی گئی۔ اور مرحومہ کے لئے مغفرت اور رفع درجات کی دعا کی گئی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے آمین!

والدین کریمین بقید حیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا سایہ سر پر تادیر قائم رکھے والدہ کی صحت روز بروز خراب ہو رہی ہے آپ ان کی صحت کے لئے بھی دعا کریں۔

ہندی ترجمہ وتفسیر اور کشمیری ترجمہ وتفسیر دونوں اہم کام ہیں۔ جو جاری ہیں۔ بسلسلہ جوبلی تقریبات حضرت مولانا صدرالدین صاحب کے دو مضامین شائع کرنے کا فیصلہ ہوا تھا۔ دونوں مضامین ان کی اردو تالیف "محمد مصطفیٰ ؐ زمانہ حال کے پیغمبر" سے لئے گئے ہیں۔ ایک مضمون محترم ڈاکٹر صاحب نے ہندی میں ترجمہ کر کے شائع کیا ہے ہندی زبان کے پروفیسر صاحبان نے ترجمہ اور مضمون دونوں کو سراہا دوسرا مضمون اصل اردو میں ہے اور ابھی زیر طباعت ہے انشاء اللہ بہت جلد شائع ہوگا۔ دعا کریں اللہ تعالیٰ ہماری اس حقیر کوشش کو قبول فرمائے اور ان اوراق کو ذریعہ ہدایت فرمائے۔ باقی والسلام۔ ۱۶-اپریل ۱۹۸۹ء

بحرفے مے تواں گفتن تمنائے جہانے را
من از ذوق حضوری طول دادم داستانے را

آپکا ایک مخلص حلقہ بگوش
نورالدین زاہد، سرینگر کشمیر

بخدمت جناب محترم المقام حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ،

بعد از سلام عرض ہے کہ ہم سب باری پورہ، صوفی پورہ سرینگر، جموں، بھدرواہ کے جماعتوں کے ممبران جناب کی دعا سے بخیریت ہیں۔ امید قوی ہے کہ مرکز کے اور دوسری جماعتوں کے ممبران حضرات بھی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے خیریت سے ہونگے اخبار پیغام صلح پھر جاری ہونے کے لئے ہم تمام دوست احباب کو مبارکباد دیتے ہیں۔ اور امید رکھتے ہیں کہ جناب کی دعاؤں سے انشاء اللہ تمام مشکلات دور ہو جائیں گی۔ خاکسار کی طرف سے جناب سیکرٹری صاحب و باقی معزز ممبران حضرات کو اس لئے مبارک ہے کہ اخبار پھر سے شروع ہوا۔ اب تمام حالات سے آگاہی ہو جاتی ہے۔

خاکسار اور باقی ممبران حضرات بھی ہمیشہ ہمیشہ دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جناب کو عمر درازی عطا فرمائے اور تمام جماعتوں کے ممبران کو بھی صحت وسلامتی اور درازیٔ عمر عطا فرمائے۔

جناب کا تابعدار وفادار خاکسار
محمد صادق بٹ بھدرواہ

کچھ عرصہ ہوا میں نے اخبار پیغام صلح کے لئے ایک مضمون ارسال خدمت کیا تھا (جو بغرض مشورہ محترم مشیر قانون کو ارسال کیا گیا جو تاحال زیر غور ہے۔ مدیر۔) اور درخواست کی تھی کہ اس کا تجزیہ کر کے اسے اخبار میں شائع کیا جائے۔ اس مضمون میں میں نے اپنی جماعت کے عقائد کے بارے میں توضیح کرتے ہوئے کہا تھا۔ کہ ہماری جماعت کو خارج از اسلام قرار نہیں دیا جاسکتا اور اب جبکہ حکومت کی طرف سے بنیادی حقوق کی بحالی کا اعلان ہو چکا ہے ہمیں بذریعہ اپنے اخبار اپنے معتقدات کے اعلان واظہار کرنے میں کسی طرح کی ممانعت نہیں ہونی چاہیئے۔ مگر یہ مضمون ابھی تک شائع نہیں ہوا۔ معلوم نہیں یہ معاملہ ابھی زیر غور ہے یا اس مسئلہ کو ابھی اٹھانے کی ضرورت نہیں۔ بہرحال میں اب بھی اس بات پر قائم ہوں کہ اگر یہ امر مشکوک ہے کہ ہمیں یہ آزادی قانوناً حاصل نہیں تو یہ معاملہ گورنمنٹ کے نوٹس میں لایا جائے کہ ہمیں اپنے عتقادات کے اظہار وبیان کی مکمل آزادی ہونی چاہیئے۔ اس ضمن میں اگر ضرورت پڑے تو وفد کی صورت میں مل کر متعلقہ شعبہ کو ہمیں اپنی پوزیشن واضح کرنی چاہیئے۔

(محترم رحیم بخش صاحب، راولپنڈی چھاؤنی)

محترم مولینا حافظ شیر محمّد خوشابی ۔

جماعت احمدیہ لاہور کے نزدیک

حضرتِ مرزا صاحب کے مدّعی نبوّت نہ ہونے کے دلائل

پہلی دلیل :۔

حضرت مرزا صاحب نے ساری زندگی دعویٰ نبوت سے انکار کیا ہے۔ اگر آپ نبوت کے مدّعی ہوتے تو دعوے نبوت سے کبھی انکار نہ کرتے جیسا کہ آپ لکھتے ہیں :۔

۱۔ "نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے"۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۴۲۱)

۲۔ "غرض جبکہ نبوت کا دعویٰ اس طرف بھی نہیں صرف ولایت اور مجددیت کا دعویٰ ہے"۔ مجموعہ اشتہار جلد دوم

۳۔ "افترا کے طور پر ہم پر یہ تہمت لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے ۔۔۔ ہمارا ایمان ہے کہ ہمارے سید و مولا آنحضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور ہم فرشتوں اور معجزات اور تمام عقائد اہلِ سنت کے قائل ہیں"۔ (کتاب البریہ حاشیہ صفحہ ۱۸۲)

۴۔ "اس عاجز نے ان موجودہ علماء کے مقابل پر ۔۔۔ کئی مرتبہ خدا تعالیٰ کی قسمیں کھا کر کہا کہ میں کسی نبوت کا مدعی نہیں مگر پھر بھی یہ لوگ تکفیر سے باز نہیں آتے"۔

(مکتوب بنام مولوی احمد اللہ امرتسری الحکم صفحہ ۱۹۰۸ء)

دوسری دلیل :۔

قرآن مجید کی وہ آیت جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کو خاتم النبیین کا لقب عطا کیا گیا ہے اس کے جو معنے اور مطلب حضرت مرزا صاحب نے بتلائے (اگر آپ مدعی نبوت ہوتے تو خاتم النبیین کا ایسا مفہوم ہرگز نہ بتلاتے چنانچہ آپ لکھتے ہیں۔

۱۔ ترجمہ آیت :۔ "یعنی محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں مگر وہ رسُول اللہ ہے اور ختم کرنے والا نبیوں کا"۔

"یہ آیت بھی صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئے گا"۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۶۱۴)

۲۔ "قرآن شریف جس کا لفظ لفظ قطعی ہے اپنی آیت کریمہ وَلٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ سے بھی تصدیق کرتا تھا کہ فی الحقیقت ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی ہے"۔ کتاب البریہ حاشیہ صفحہ ۱۹۹

۳۔ "اللہ وہ ذات ہے جو رب العالمین ہے اور رحمٰن اور رحیم ہے جس نے زمین اور آسمان کو چھ دن میں بنایا اور آدمؑ کو پیدا کیا اور رسول بھیجے اور کتابیں بھیجیں اور سب کے آخر میں حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلّم کو پیدا کیا جو خاتم الانبیاء اور خیر الرسل ہے"۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۱)

تیسری دلیل :

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وہ احادیث جن میں آپؐ کے متعلق لانبی بعدی کے الفاظ آئے ہیں اور ان کے جو معنے حضرت مرزا صاحب نے اپنی کتابوں میں لکھے ہیں۔ اگر مرزا صاحب مدعی نبوت ہوتے تو حدیث لانبی بعدی کے ایسے معنے ہرگز نہ لکھتے جیسا کہ آپ لکھتے ہیں :۔

۱۔ "آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم نے بار بار فرمایا تھا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور حدیث لانبی بعدی ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اس کی صحت میں کلام نہ تھا"۔

(کتاب البریہ حاشیہ صفحہ ۱۸۴)

۲۔ "ایسا ہی آنحضرتؐ نے لانبی بعدی کہہ کر کسی نئے نبی یا دوبارہ آنے والے نبی کا قطعاً دروازہ بند کر دیا"۔ ایام الصلح

چوتھی دلیل

اگر حضرت مرزا صاحب مدعی نبوت ہوتے تو یہ کبھی نہ لکھتے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کے بعد وحی نبوت منقطع ہو چکی ہے جیسا کہ آپ لکھتے ہیں۔

۱۔ "مبرالیقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی"۔

(مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ ۲۳۰)

۲۔ "آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور وحی نبوت نہیں بلکہ وحی ولایت جو زیر سایہ نبوت محمدیہ اور بہ اتباع آنجناب صلعم اولیاء اللہ کو ملتی ہے اس کے ہم قائل ہیں۔ اور اس سے زیادہ جو شخص ہم پر الزام لگاوے وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑتا ہے"۔

(مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ ۱۵۱)

پانچویں دلیل

اگر حضرت مرزا صاحب مدعی نبوت ہوتے تو یہ کبھی نہ لکھتے کہ آنحضرتؐ کے بعد حضرت جبرئیلؑ کا وحی نبوت لیکر آنا ممتنع ہے جیسا کہ آپ لکھتے ہیں :۔

"ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ صادق الوعد ہے اور جو آیت خاتم النبیین میں وعدہ دیا گیا ہے اور جو حدیثوں میں بتصریح بیان کیا گیا ہے کہ اب جبرائیلؑ بعد وفات رسُول اللہ ہمیشہ کے لئے وحی نبوت لانے سے منع کیا گیا ہے۔ یہ تمام باتیں سچ اور صحیح ہیں تو پھر کوئی شخص بحیثیت رسالت ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلّم کے بعد ہرگز نہیں آسکتا"۔

چھٹی دلیل :

اگر حضرت مرزا صاحب مدعی نبوت ہوتے تو ایسا کبھی نہ لکھتے کہ مجھے وحی ولایت یا وحی محدثیت ہوتی ہے۔ جیسا کہ آپ لکھتے ہیں :۔

"کبھی دنیا میں یہ ہوا ہے کہ کاذب کی خدا تعالیٰ نے ایسی مدد کی ہو کہ وہ گیارہ برس سے خدا تعالیٰ پر افترا کر رہا ہو کہ اسکی وحی ولایت اور وحی محدثیت میرے پر نازل ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ اس کی رگ جان نہ کاٹے"۔ (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۲۳)

۲۔ "میں نے دیکھا ہے کہ اس وحی کے وقت جو برنگ وحی ولایت میرے پر نازل ہوتا ہے"۔ برکات الدعا

۳۔ "اور یہ کہنا کہ اب وحی ولایت کی راہ مسدود ہے اور نشان ظاہر نہیں ہو سکتے اور دعائیں قبول نہیں ہوتیں یہ ہلاکت کی راہ ہے نہ سلامتی کی۔ خدا تعالےٰ کے فضل کو رد مت کرو آزماؤ اور پرکھو"۔

(برکات الدعا)

ساتویں دلیل

اگر حضرت مرزا صاحب مدعی نبوت ہوتے تو اپنی وحی کو قرآن مجید پر کبھی پیش نہ کرتے حالانکہ آپ نے اپنی وحی کو اسوقت تک قبول نہیں کیا جب تک اسے قرآن مجید کے مطابق نہیں پایا۔ کیونکہ وحی نبوت تصدیق کی محتاج نہیں ہے۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں :۔

۱۔ "اور میں اپنے الہاموں میں سے کسی الہام کی تصدیق نہیں کرتا مگر بعد اس کے کہ اس کو کتاب اللہ پر پیش کر لوں اور میں جانتا ہوں کہ ہر وہ چیز جو مخالف ہے قرآن کی وہ کذب اور الحاد اور زندقہ ہے"۔ آئینہ کمالات اسلام

۲۔ "جب تک الہامات کو قرآن کریم اور احادیث صحیحہ پر عرض نہیں کیا اور جب تک بدرگاہِ رب العالمین استخارہ اور تضرع اور زاری نہیں کی اس امر کو زبان پر نہیں لایا"۔ (حمامۃ البشریٰ اردو ترجمہ)

۳۔ "میں نے یہ التزام رکھا ہے کہ میں اپنے کشوف یا الہامات پر عمل نہیں کرتا جب تک قرآن اور سنت اور صحیح حدیث اس کے ساتھ نہ ہو"۔ ملفوظات جلد چہارم

۴۔ "الہام ولایت یا الہام عام مومنین بجز موافقت اور مطابقت قرآن کریم کے حجت بھی نہیں"۔ ازالہ اوہام

آٹھویں دلیل

اگر حضرت مرزا صاحب مدعی نبوت ہوتے تو اپنے آپ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کا متبع اور مطیع کبھی نہ کہتے جیسا کہ حضرت مرزا صاحب نے لکھا ہے :۔

۱۔ "اللہ جلّ شانہٗ فرماتا ہے (ترجمہ آیت) "یعنی ہر ایک رسول مطاع اور امام بنانے کے لئے بھیجا جاتا ہے اس غرض سے نہیں بھیجا جاتا کہ کسی دوسرے کا مطیع اور تابع ہو"۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۵۶۹)

۲۔ "کوئی رسول دنیا میں مطیع اور محکوم ہو کر نہیں آتا بلکہ وہ مطاع اور صرف اپنی اس وحی کا متبع ہوتا ہے جو اس پر بذریعہ جبرائیل علیہ السلام نازل ہوتی ہے"۔

۳۔ "میرا نبوت کا کوئی دعویٰ نہیں یہ آپ کی غلطی ہے یا آپ کسی خیال سے کہہ رہے ہیں کیا یہ ضروری ہے کہ جو الہام کا دعوےٰ کرتا ہے وہ نبی بھی ہو جائے میں تو محمدی اور کامل طور پر اللہ اور رسول کا متبع ہوں"۔

(جنگِ مقدس صفحہ ۶۷)

نویں دلیل :-

اگر حضرت مرزا صاحب مدعی نبوت ہوتے تو یہ ہرگز نہ لکھتے کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام چونکہ خدا تعالےٰ کے نبی ہیں اس واسطے وہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں آ سکتے جیسا کہ آپ لکھتے ہیں :

۱۔ " علاوہ ازیں ان باتوں کے کہ مسیح ابن مریم کے دوبارہ آنے کو یہ آیت بھی رد کرتی ہے ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اور ایسا ہی یہ حدیث بھی لا نبی بعدی ۔ یہ کیونکر جائز ہو سکتا ہے کہ باوجودیکہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں پھر کسی وقت دوسرا نبی آ جائے اور وحی نبوت شروع ہو جائے "

(ایام الصلح ص۴۶)

۲۔ " الیوم اکملت لکم دینکم اور آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں صریح نبوت کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم کر چکا ہے ۔ اور صریح لفظوں میں فرما چکا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ لیکن وہ لوگ جو حضرت عیسٰی علیہ السلام کو دوبارہ دنیا میں واپس لانے ہیں اُن کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ بدستور اپنی نبوت کے ساتھ دنیا میں آئیں گے اور برابر پینتالیس برس تک ان پر جبرائیل علیہ السلام وحی نبوت لے کر نازل ہوتا رہے گا اب بتلاؤ کہ ان کے عقیدہ کے موافق ختم نبوت اور ختم وحی نبوت کہاں باقی رہا بلکہ ماننا پڑا کہ خاتم الانبیاء حضرت عیسٰے علیہ السلام ہیں "

(تحفہ گولڑویہ ص۸۳)

۳۔ ہمارے ظالم مخالف ختم نبوت کے دروازوں کو پورے طور پر بند نہیں سمجھتے بلکہ ان کے نزدیک مسیح اسرائیلی نبی کے واپس آنے کے لئے ابھی ایک کھڑکی کھلی ہے پس جب قرآن کے بعد بھی ایک حقیقی نبی آ گیا اور وحی نبوت کا سلسلہ شروع ہوا تو کہو کہ ختم نبوت کیونکر اور کیا ہوا کیا نبی کی وحی وحی نبوت کہلائے گی یا کچھ اور " (سراج منیر ص۳۳)

دسویں دلیل :

اگر حضرت مرزا صاحب مدعی نبوت ہوتے تو ایسا ہرگز نہ لکھتے کہ چونکہ قرآن مجید نے شریعت کی ضرورت کو کمال تک پہنچا دیا ہے ۔ اس واسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اب کسی نبی کے آنے کی ضرورت ہی نہیں جیسا کہ آپ لکھتے ہیں :

" اس امت میں اللہ تعالےٰ کے لئے اپنے اولیاء کے ساتھ مکالمات اور مخاطبات ہیں اور ان کو رنگ انبیاء دیا جاتا ہے مگر وہ درحقیقت نبی نہیں ہوتے اس لئے کہ قرآن نے حاجت شریعت کو کمال تک پہنچا دیا ہے ۔ اور ان کو نہیں دیا جاتا مگر فہم قرآن اور وہ نہ قرآن پر زیادہ کرتے ہیں اور نہ کم کرتے ہیں " (مواہب الرحمٰن ص۶۶/۶۷)

گیارھویں دلیل :

اگر حضرت مرزا صاحب مدعی نبوت ہوتے تو مجدد طریقت ہونے کی وجہ سے آپ کے الہام ولایت یا وحی ولایت میں جو نبی اور رسول آ گئے تھے تو اُن کی تاویل ہرگز نہ کرتے کہ یہ مجازاً اور استعارہ کے طور پر ہیں لغوی معنوں میں ہیں حقیقی معنوں میں نہیں ہیں جیسا کہ آپ لکھتے ہیں :

۱۔ " جھوٹے الزام مجھ پر مت لگاؤ کہ حقیقی طور پر نبوت کا دعویٰ کیا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ یہ سچ ہے کہ وہ الہام جو خدا نے اپنے اس بندہ پر نازل فرمایا اس میں اس بندہ کی نسبت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بکثرت موجود ہیں سو یہ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں ۔ ولکل ان یصطلح سو خدا کی اصطلاح ہے جو اس نے ایسے لفظ استعمال کئے ۔ ہم اس بات کے قائل اور معترف ہیں کہ نبوت کے حقیقی معنوں کی رُو سے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نہ کوئی نیا نبی آ سکتا ہے اور نہ پرانا قرآن ایسے نبیوں کے ظہور سے مانع ہے مگر مجازی معنوں کی رُو سے خدا کا اختیار ہے کہ کسی ملہم کو نبی کے لفظ سے یا مرسل کے لفظ سے یاد کرے کیا تم نے وہ حدیثیں نہیں پڑھیں جن میں رسول رسول اللہ آیا ہے ۔ عرب کے لوگ تو اب تک انسان کے فرستادہ کو بھی رسول کہتے ہیں ۔ پھر خدا کو کیوں یہ حرام ہو گیا کہ مرسل کا لفظ مجازی معنوں پر بھی استعمال کرے کیا قرآن میں سے فقالوا انا الیکم مرسلون بھی یاد نہیں رہا ۔ انصافاً دیکھو کیا یہی تکفیر کی بنا ہے اگر خدا کے حضور میں پوچھے جاؤ تو بتاؤ کہ میرے کافر ٹھہرانے کے لئے تمہارے ہاتھ میں کون سی دلیل ہے ۔ بار بار کہتا ہوں کہ یہ الفاظ رسول اور مرسل اور نبی کے میرے الہام میں میری نسبت خدا تعالےٰ کی طرف سے بے شک ہیں لیکن اپنے حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں "

(سراج منیر ص۳)

۲۔ " وہ مکالمات اور مخاطبات جو اللہ جل شانہٗ کی طرف سے مجھ کو ملے ہیں یہ لفظ نبوت اور رسالت کا بکثرت آیا ہے ان کو بوجہ مامور ہونے کے مخفی نہیں رکھ سکتا لیکن بار بار کہتا ہوں کہ ان الہامات میں جو لفظ مرسل یا رسول یا نبی کا میری نسبت آیا ہے (نوٹ حاشیہ) ایسے الفاظ نہ اب بلکہ سولہ برس سے میرے الہامات میں درج ہیں ۔ چنانچہ براہین احمدیہ میں ایسے کئی مخاطبات الٰہیہ میری نسبت پاؤ گے ۔ منہ) وہ اپنے حقیقی معنوں پر مستعمل نہیں ہے ۔ اور اصل حقیقت جس میں علیٰ رؤس الاشہاد گواہی دیتا ہوں یہی ہے ۔ جو ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ کوئی پرانا اور نہ کوئی نیا ۔ ۔ ۔ ۔ لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ جیسا کہ ابھی ہم نے بیان کیا ہے بعض اوقات خدا تعالےٰ کے الہامات میں ایسے الفاظ استعارہ اور مجاز کے طور پر اس کے بعض اولیاء کی نسبت استعمال ہو جاتے ہیں اور وہ حقیقت پر محمول نہیں ہوتے " (انجام آتھم حاشیہ ص۲۷)

بارھویں دلیل :

اگر حضرت مرزا صاحب مدعی نبوت ہوتے تو اپنی تحریرات اور تقاریر میں حقیقی نبوت کا کبھی انکار نہ کرتے اور نبی اور رسول کے الفاظ کا لغوی اور مجازی مفہوم ہرگز مراد نہ لیتے کیونکہ جو مجاز ہوتا ہے وہ حقیقی نہیں ہوتا ۔ جیسا کہ حضرت مرزا صاحب نے لکھا ہے :-

۱۔ " اس عاجز نے کبھی اور کسی وقت حقیقی طور پر نبوت یا رسالت کا دعویٰ نہیں کیا ۔ اور غیر حقیقی طور پر کسی لفظ کو استعمال کرنا اور لغت کے عام معنوں کے لحاظ سے اس کو بول چال میں لانا مستلزم کفر نہیں " (انجام آتھم حاشیہ ص۲۷)

۲۔ " جب خدا کسی سے بکثرت ہمکلام ہو اور اپنے غیب کی باتیں بکثرت اس پر ظاہر کرے تو یہ نبوت ہے مگر حقیقی نبوت نہیں "

(ملفوظات احمدیہ جلد دہم ص۱۴۲)

۳۔ " میرا نام اللہ تعالےٰ کی طرف سے نبی رکھا گیا مجاز کے طریق پر نہ علیٰ وجہ الحقیقت "

(الاستفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی ص۶۴)

تیرھویں دلیل :

اگر حضرت مرزا صاحب مدعی نبوت ہوتے تو مسلم شریف میں جو نواس بن سمعان کی روایت میں آنے والے مسیح موعود کی پیشگوئی میں " نبی اللہ " کے الفاظ ہیں ان کی تاویل کر کے ان سے مراد لغوی اور مجازی معنے ہرگز مراد نہ لیتے جیسا کہ آپ لکھتے ہیں :-

۱۔ " آنے والے مسیح موعود کا نام جو صحیح مسلم وغیرہ میں زبان مقدس حضرت نبی کریمؐ سے نبی اللہ نکلا ہے وہ انہی مجازی معنوں کے رُو سے ہے جو صوفیائے کرام کی کتابوں میں مسلم اور ایک معمولی محاورہ مکالمات الٰہیہ ہے ورنہ خاتم الانبیاء کے بعد نبی کیسا ؟ "

(انجام آتھم ص۲۷)

۲۔ " اور یہ بھی یاد رہے کہ مسلم میں مسیح موعود کے حق میں نبی کا لفظ بھی آیا ہے یعنی بطور مجاز اور استعارہ کے "

(ایام الصلح ص۷۵)

۳۔ " یہ الفاظ بطور استعارہ ہیں جیسا کہ حدیث میں بھی مسیح موعود کے لئے نبی کا لفظ آیا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ اور جو غیب کی خبر خدا سے پا کر دیوے اس کو عربی میں نبی کہتے ہیں ۔ اسلامی اصطلاح کے معنے الگ ہیں ۔ اس جگہ محض لغوی معنے مراد ہیں "

(اربعین ۲ ص۱۹ حاشیہ)

۴۔ " ایسے ہی وہ نبی کر کے پکارنا جو حدیثوں میں مسیح موعود کے لئے آیا ہے وہ بھی اپنے حقیقی معنوں پر اطلاق نہیں پاتا ۔ یہ وہ علم ہے جو خدا نے مجھے دیا ہے جس نے سمجھنا ہو سمجھ لے میرے پر یہی کھولا گیا ہے کہ حقیقی نبوت کے دروازے خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد بکلی بند ہیں ۔ اب نہ کوئی جدید نبی حقیقی معنوں کے رُو سے آ سکتا ہے اور نہ کوئی قدیم نبی " (سراج منیر ص۳)

چودھویں دلیل :

اگر حضرت مرزا صاحب مدعی نبوت ہوتے تو اپنے آپ کو محدثین میں جو غیر نبی ہوتے ہیں شمار نہ کرتے اور اپنے متعلق استعمال کردہ نبی کا مفہوم صرف محدثیت تک کبھی محدود نہ کرتے جیسا کہ آپ لکھتے ہیں :-

۱۔ " اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلعم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد اُمت کے لئے کوئی نبی نہیں آئے گا نیا ہو یا پرانا ہو اور قرآن کریم کا ایک شعشہ یا نقطہ منسوخ نہیں ہو گا ۔ ہاں محدث آئیں گے جو اللہ جل شانہٗ سے ہمکلام ہوتے ہیں ۔

اور نبوت تامہ کی بعض صفات ظلی طور پر اپنے اندر رکھتے ہیں اور بلحاظ بعض وجوہ شان نبوت کے رنگ سے رنگین کئے جاتے ہیں اور ان میں سے ایک میں ہوں۔"

(نشان آسمانی صفحہ ۳۲)

۲۔ "اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ عاجز خدا تعالیٰ کی طرف سے اس امت کیلئے محدث ہو کر آیا ہے۔"

(توضیح مرام صفحہ ۱۸)

۳۔ "محدث وہ لوگ ہیں جو شرف مکالمہ الٰہی سے مشرف ہوتے ہیں اور ان کا جوہر نفس انبیاء کے جوہر نفس سے اشد مشابہت رکھتا ہے اور وہ خواص عجیبہ نبوت کے لئے بطور آیات باقیہ کے ہوتے ہیں تا یہ دقیق مسئلہ نزول وحی کا کسی زمانہ میں بے ثبوت ہو کر صرف قصہ کے نہ ہو جائے۔"

(برکات الدعا صفحہ ۱۸)

۴۔ "چونکہ ہمارے سید و رسول صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور بعد آنحضرت صلعم کوئی نبی نہیں آسکتا اس لئے اس شریعت میں نبی کے قائم مقام محدث رکھے گئے ہیں۔" شہادۃ القرآن صفحہ ۲۴

پندرھویں دلیل

اگر حضرت مرزا صاحب مدعی نبوت ہوتے تو اپنے آپکو امتی اور نبی یا ایک پہلو سے امتی اور ایک پہلو سے نبی کبھی نہ لکھتے کیونکہ یہ دو شانیں امتیت اور نبوت کی محدث میں پائی جاتی ہیں۔ اور جو نبی ہوتا ہے وہ تو اپنے اندر صرف ایک شان نبوت ہی رکھتا ہے جیسا کہ حضرت مرزا صاحب لکھتے ہیں:۔

۱۔ "یہ بات کہ اس کو امتی بھی کہا اور نبی بھی اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دونوں شانیں امتیت اور نبوت کی اس میں پائی جائیں گی جیسا کہ محدث میں ان دونوں کا پایا جانا ضروری ہے لیکن صاحب نبوت تامہ تو صرف ایک شان نبوت ہی رکھتا ہے غرض محدثیت دونوں رنگوں سے رنگین ہوتی ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۵۳۳)

۲۔ "میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی۔" (حقیقۃ الوحی حاشیہ صفحہ ۱۵۰)

۳۔ "اس کا کامل پیرو صرف نبی نہیں کہلا سکتا کیونکہ نبوت تامہ کاملہ تامہ محمدیہ کی اس میں ہتک ہے ہاں امتی اور نبی دونوں لفظ اجتماعی حالت میں اس پر صادق آسکتے ہیں کیونکہ اس میں نبوت تامہ کاملہ محمدیہ کی ہتک نہیں۔" (الوصیت)

۴۔ "دنیا میں صرف اسلام ہی یہ خوبی اپنے اندر رکھتا ہے کہ وہ بشرطیکہ سچی اور کامل اتباع ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مکالمات الٰہیہ سے مشرف کرتا ہے اسی وجہ سے تو حدیث میں آیا ہے کہ .... یعنے میری امت کے علماء ربانی بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں اس حدیث میں بھی علماء ربانی کو ایک طرف امتی اور دوسری طرف نبیوں سے مشابہت دی۔" (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۸۳/۱۸۲)

سولھویں دلیل

اگر حضرت مرزا صاحب مدعی نبوت ہوتے تو ایسا کبھی نہ لکھتے کہ رسول کا لفظ عام ہے یہ صرف نبیوں کے لئے ہی نہیں استعمال کیا جاتا بلکہ اس میں محدث اور مجدد سب شامل ہیں۔ جیسا کہ آپ لکھتے ہیں،

۱۔ "رسول کا لفظ عام ہے جس میں رسول اور نبی اور محدث داخل ہیں۔" آئینہ کمالات اسلام

۲۔ "رسولوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجے جاتے ہیں خواہ وہ نبی ہوں یا رسول یا محدث یا مجدد ہوں۔"

(ایام الصلح حاشیہ صفحہ ۱۷۱)

۳۔ "رسل سے مراد مرسل ہیں خواہ وہ رسول ہوں یا نبی ہوں یا محدث ہوں۔" شہادۃ القرآن

۴۔ "مرسل ہونے میں نبی اور محدث ایک ہی منصب رکھتے ہیں۔ اور جیسا کہ خدا تعالیٰ نے نبیوں کا نام مرسل رکھا ایسا ہی محدثین کا نام بھی مرسل رکھا۔"

(شہادۃ القرآن صفحہ ۲۷)

۵۔ "نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعوےٰ ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے۔"

(ازالہ اوہام صفحہ ۴۲۱)

۶۔ "جس حالت میں ابتداء سے میری نیت میں جس کو اللہ جل شانہٗ خوب جانتا ہے اس لفظ نبی سے مراد حقیقی نبوت نہیں ہے بلکہ صرف محدث مراد ہے۔"

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ ۹۷)

سترھویں دلیل

اگر حضرت مرزا صاحب مدعی نبوت ہوتے تو اپنے آپ کو ظلی نبی نہ کہتے کیونکہ جو ظل ہوتا ہے وہ اصل نہیں ہوتا۔ جیسا کہ حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں:

۱۔ "میری نبوت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ظل ہے نہ کہ اصلی نبوت۔" (حقیقۃ الوحی حاشیہ صفحہ ۱۵۰)

۲۔ "اور ظلی طور پر نہ اصلی طور پر مجھے یہ نام دیا گیا ہے۔"

(چشمہ معرفت حاشیہ صفحہ ۳۲۴)

۳۔ "یقیناً یاد رکھو کہ کامل اتباع کے ثمرات ضائع نہیں ہو سکتے یہ تصوف کا مسئلہ ہے اگر ظلی مرتبہ نہ ہوتا تو اولیائے امت مر جاتے یہی کامل اتباع اور بروزی اور ظلی مرتبہ ہی تو تھا جس سے بایزید نے محمد کہلایا اور اس کے کہنے پر ستر مرتبہ کفر کا فتویٰ اس کے خلاف دیا گیا۔ اور انہیں شہر بدر کیا گیا مختصر یہ کہ لوگ جو ہماری مخالفت کرتے ہیں انہیں اس بات کا علم نہیں اور وہ اس حقیقت سے بے خبر ہیں۔" (اخبار بدر ۲۷ اکتوبر ۱۹۰۵ء)

۴۔ "ہاں سایہ اپنی ذات میں قائم نہیں اور حقیقی طور پر کوئی فضیلت اس میں موجود نہیں بلکہ جو کچھ اس میں موجود ہے وہ اس کے شخص اصلی کی ایک تصویر ہے جو اس میں نمودار اور نمایاں ہے۔"

(براہین احمدیہ حصہ سوم حاشیہ در حاشیہ صفحہ ۲۴۳)

۵۔ "تم جب آئینہ میں اپنی شکل دیکھو تو تم دو نہیں ہو سکتے۔ بلکہ ایک ہی ہوا گرچہ بظاہر دو نظر آتے ہیں۔ صرف ظل اور اصل کا فرق ہے۔"

(کشتی نوح صفحہ ۱۵)

۶۔ "ولایت کامل طور پر ظل نبوت ہے۔"

(حجۃ اللہ صفحہ ۲۴)

۷۔ "نبی مثل اصل کے ہوتا ہے ولی مثل ظل کے۔"

(لجۃ النور صفحہ ۳۸)

اٹھارھویں دلیل:

اگر حضرت مرزا صاحب مدعی نبوت ہوتے تو اپنے آپ کو بروزی نبی نہ کہتے کیونکہ اہل طریقت کے نزدیک جو مورد بروز ہوتا ہے وہ حکم نفی وجود کا رکھتا ہے۔ جیسا کہ حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں،

۱۔ "تمام نبی اس بات کو مانتے چلے آئے ہیں کہ وجود بروزی اپنے اصل کی پوری تصویر ہوتی ہے یہاں تک کہ نام بھی ایک ہو جاتا ہے۔" ایک غلطی کا ازالہ

۲۔ "صوفیائے کرام اس کو مانتے ہیں کہ کسی گذرے ہوئے انسان کی طبیعت، خو، اخلاق ایک اور میں آتے ہیں ان کی اصطلاح میں یہ کہتے ہیں کہ فلاں شخص قدم آدم پر ہے یا قدم نوح پر ہے اس کو بعض بروز بھی بولتے ہیں۔"

(ملفوظات احمدیہ)

۳۔ "علمائے اسلام کی یہ عادت جاریہ ہو گئی ہے کہ بروز کا نام قدم رکھتے ہیں اور کہتے ہیں جیسے یہ آدمی موسیٰ کے قدم پر ہے اور یہ ابراہیم کے قدم پر۔"

(لجۃ النور صفحہ ۱)

۴۔ "تمام امت کا اس پر اتفاق ہے کہ غیر نبی بروز کے طور پر قائم مقام نبی ہو جاتا ہے یہی معنے اس حدیث کے ہیں علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل یعنے میری امت کے علماء مثل انبیاء ہیں۔ دیکھو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے علماء کو انبیاء قرار دیا۔" (ایام الصلح صفحہ ۱۶۳)

۵۔ "مورد بروز حکم نفی وجود کا رکھتا ہے اس لئے بروزی نبوت اور رسالت سے مہر ختمیت نہیں ٹوٹتی۔"

(ایک غلطی کا ازالہ)

۶۔ "جیسے شیشہ میں انسان کی شکل نظر آتی ہے حالانکہ وہ شکل بذات خود الگ قائم ہوتی ہے اس کا نام بروز ہے۔" (تفسیر سورۃ فاتحہ صفحہ ۳۳)

انیسویں دلیل:

حضرت مرزا صاحب کی وفات کے بعد ان کی قبر کے کتبہ پر جو الفاظ لکھے گئے تھے وہ حسب ذیل تھے۔

"جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی
رئیس قادیان مسیح موعود مجدد صد چہاردہم
تاریخ وفات ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء"

اگر حضرت مرزا صاحب مدعی نبوت ہوتے تو قبر کے کتبہ میں مجدد صد چہاردہم کے الفاظ قطعاً نہ لکھے جاتے کیونکہ جو کسی کا عہدہ ہو مرنے کے بعد اس کی قبر پر وہی لکھا جاتا ہے اگر حضرت مرزا صاحب فی الواقع نبی تھے تو ان کی قبر کے کتبہ میں ایسے الفاظ کیوں لکھے گئے جو سالہا سال تک لکھے رہے کئی سال بعد کتبہ سے "مجدد صد چہاردہم" کے الفاظ کاٹ دیئے گئے مگر نبی کے الفاظ پھر بھی نہ لکھے گئے۔

بیسویں دلیل:

اگر حضرت مرزا صاحب مدعی نبوت ہوتے تو اپنے مریدوں کو ہرگز یہ نہ کہتے کہ میرے لئے نبی کا لفظ استعمال نہ کیا جائے۔ یا اسے کاٹا ہوا خیال کیا جائے جیسا کہ حضرت مرزا صاحب نے لکھا ہے،

"میں تمام مسلمان بھائیوں کی خدمت میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ ان الفاظ سے ناراض ہیں اور ان کے دلوں پر یہ الفاظ شاق ہیں تو وہ ان الفاظ کو ترمیم شدہ تصور فرما کر ...... بجائے لفظ نبی کے محدث کا لفظ ہر جگہ سمجھ لیں اور اسکو (یعنی لفظ نبی کو) کاٹا ہوا خیال فرمالیں۔"

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ ۳۱۳)

اظہارِ خیال

"اظہارِ خیال" کے یہ کالم ایسی سنجیدہ بحث کے لئے مخصوص ہیں جن کا تعلق ہماری زندگی کے مسائل سے ہے۔ ہمارے گرد و پیش مختلف النوع مسائل موجود ہیں۔ ذاتیات میں اُلجھے بغیر ہم اہلِ علم و قلم حضرات کو ان کالموں میں اظہارِ خیال کی دعوت دیتے ہیں۔ آپ کے نقطۂ نظر سے ہمارا اتفاق ضروری نہیں لیکن ہر سنجیدہ اور معیاری تحریر کے لئے یہ کالم حاضر ہیں۔ ادارہ

ارسطو نے کہا تھا بلا شبہ افلاطون مجھے عزیز ہے مگر سچائی عزیز تر ہے۔ بغیر جراتِ اظہار کے سچائی ممکن نہیں اور سچائی کے بغیر نیکی کا تصور محال ہے۔

اہلِ ایمان کا وہ فطری ردِ عمل کہ جہاں بھی جبر یا بے انصافی دیکھیں برداشت نہ کر سکیں اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ "سچے مومن حق بات کہنے میں کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہیں کرتے"، یا قرآن پاک کی یہ واضح ہدایت کہ "کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس سے ناانصافی پر آمادہ نہ کر سکے (ہر حال میں) انصاف کرو اور یہی تقویٰ سے زیادہ قریب ہے"۔ یہ سب باتیں ہمیں (سوائے چند نفوسِ قدسیہ کے) من حیث القوم کیوں بھولتی جا رہی ہیں اور ہم اپنی بزدلانہ خاموشی سے کتنے ہی غلط رویوں کو کیوں تقویت دے رہے ہیں۔؟ جناب اکبر الٰہ آبادی نے فرمایا تھا ؎

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اِس زمانے میں

اس زمانے میں یہ شعر شاید شاعرانہ مبالغہ ہوگا۔ کافر انگریز کی حکومت میں خدا کا نام لینے پر کسی نے کوئی پابندی عائد نہیں کی تھی۔ کوئی رپٹ نہیں لکھوائی تھی۔ یہ سعادت صرف موجودہ اسلامی دور کو نصیب ہوئی ہے کہ غیر مسلموں کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی معبودیت کے اقرار کی اجازت نہیں یہ جرم قابلِ دست اندازی پولیس ہے۔ خلاف ورزی کی صورت میں آپ گرفتار ہو سکتے ہیں۔ سزایاب ہو سکتے ہیں ہو کیا سکتے ہیں ہو رہے ہیں۔ پاکستان کی عدالتوں میں ایسے بے شمار مقدمات چل رہے ہیں جن میں کلمہ طیبہ پڑھنے کلمے کا بیج لگانے، درود شریف پڑھنے، اذان دینے اور نمازِ جمعہ کی تیاری کے لئے وضو کرنے کے الزامات میں گرفتاریاں ہوئیں اور ثبوتِ جرم کے بعد عدالتوں سے باقاعدہ سزائیں دی گئیں۔ ایسے بے شمار واقعات میں سے ۲۵ جون ۸۷ء کے روزنامہ جنگ لاہور سے ایک چھوٹی سی خبر ملاحظہ ہو۔ عنوان یہ ہے:-

"اذان دینے پر قادیانی کو ۲ سال قید"

بدوملہی (نامہ نگار) سول جج باختیارات دفعہ ۳۰ ضابطہ فوجداری نارو وال نے بدوملہی کے ایک قادیانی نوجوان مسعود احمد بٹ کو ۲ سال قید اور ۲ ہزار روپے جرمانہ کی سزا دی ہے۔ مسعود احمد بٹ نے ایک سال قبل اینٹی احمدیہ آرڈی نینس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے "اذان" دی تھی۔ ایک تحریری درخواست پر مقامی پولیس نے اس کے خلاف مقدمہ درج کر کے گرفتار کر لیا تھا۔ تفصیل اس جرم کی یہ ہے کہ قادیانی نوجوان نے بآوازِ بلند کہا تھا:-

"اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔
میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں — میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔
میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں
میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں
نماز کی طرف آؤ، نماز کی طرف آؤ
بھلائی کی طرف آؤ، بھلائی کی طرف آؤ
اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے
اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

اس معروضی صورتحال سے چند سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ کیا اس اسلامی مملکت میں رب العالمین فقط رب المسلمین ہے؟ اور کیا اب:-

۱۔ غیر مسلموں کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے اقرار کی اجازت نہیں۔

۲۔ غیر مسلموں کو محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا رسول تسلیم کرنے کی اجازت نہیں؟

۳۔ غیر مسلموں کو اجازت نہیں کہ وہ قرآن پاک کو نظامِ حیات کے لئے بہترین کتاب ھُدیٰ قرار دیں اور کیا ان کو قرآن پاک کی صداقتوں اور احکام پر عمل پیرا ہونے کی اجازت نہیں۔

ان سوالات کے "ہاں" میں جوابات کے لئے قرآن پاک سے کیا جواز ہے، اور نفی میں جواب کی صورت میں کلمہ طیبہ پڑھنے پر پکڑ دھکڑ اور قید و بند کیوں ہے؟

انٹی احمدیہ آرڈی نینس کو زیرِ بحث لانا یا اس پر مفصل تبصرہ میرے موضوع سے خارج ہے ویسے بھی اس آرڈی نینس پر صحیح تبصرہ تاریخ ہی کرے گی البتہ اس کے نفاذ کے بعد سپریم کورٹ اور ہائی کورٹوں کے نصف درجن جج صاحبان نے ایک مشترکہ بیان میں یہ مطالبہ کیا تھا کہ "پاکستان میں سب کو اپنی پسند کے مذہب پر عمل کرنے کی اجازت ہونی چاہیئے۔ انہوں نے کہا۔ احمدیہ فرقہ یا کسی اور فرقہ کے افراد پر طریقۂ عبادت اور کلمہ پڑھنے پر موجودہ پابندیاں، ان حقوق کی شدید خلاف ورزی ہے جن کی ضمانت مملکت کے تمام شہریوں کو دی گئی ہے۔ نیز یہ بنیادی انسانی حقوق کے تصور کی بھی نفی ہے اس بیان پر دستخط کرنے والوں نے قائدِ اعظمؒ کی پہلی دستور ساز اسمبلی میں اس تقریر کا حوالہ دیا جس میں انہوں نے کہا تھا کہ تم آزاد ہو۔ تم اپنے مندروں میں جانے پر آزاد ہو۔ تم اپنی مسجدوں اور دیگر عبادت گاہوں میں آزادی سے جا سکتے ہو۔ پاکستان میں تم کسی بھی مذہب یا ذات یا عقیدہ سے تعلق رکھ سکتے ہو۔ کاروبارِ مملکت سے اس کا کوئی سروکار نہ ہوگا۔

ذیل کے اصحاب نے اس مشترکہ بیان پر دستخط فرمائے تھے:

سپریم کورٹ آف پاکستان کے سابق جج جناب فخر الدین جی ابراہیم مغربی پاکستان ہائی کورٹ کے سابق جج مسٹر علی سعید، مسٹر فضل غنی، سندھ ہائی کورٹ کے جناب عبد الحفیظ میمن، اے کیو حالے پوتہ اور مسٹر جی ایم شاہ۔

اسلام کی ڈیڑھ ہزار سالہ تاریخ کے مختلف ادوار میں یہ الزام تو لگتا رہا کہ مسلمانوں نے زبردستی کافروں کو کلمہ پڑھوایا۔ البتہ کلمہ پڑھنے والوں کو نوکِ شمشیر اس سے باز رکھنے کی کوئی مثال پہلے نہیں تھی۔

مگر اس آرڈی نینس کے تحت جرائم کی یہ فہرست یہیں تک محدود نہیں رہے گی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ملّا کے مطالبات اور آرڈی نینس کے دائرے وسیع ہوتے جائیں گے۔ غیر مسلموں کے تمام اعمال "جو مشابہ بالاسلام" ہونے کا احتمال ہے قابلِ دست اندازی پولیس جرائم کی ذیل میں آ سکتے ہیں مثلاً:-

۱۔ احمدیوں کا اپنے نومولود بچوں کے کانوں میں اذان دینا حالانکہ ہر بچہ فطرتِ سلیم لے کر پیدا ہوتا ہے اور ہمارے عقیدے کے مطابق وہ "مسلم" ہوتا ہے۔

۲۔ رمضان المبارک میں مسلمانوں کی طرح روزہ رکھنا، روزہ رکھنے کی تیاری کرنا اور روزے کی افطاری (احمدیوں کو دن کے وقت کھانا کھلوا کر پولیس باقاعدہ ٹیسٹ لیا کرے گی کہ کہیں چوری چھپے روزہ تو نہیں رکھ لیا)

۳۔ ختنہ کروانے پر (یہ عذر مسموع نہیں ہوگا کہ یہودی اور بعض دیگر اقوام میں ختنہ رائج ہے!)

۴۔ مسلمانوں کے سے نام رکھنے پر (حالانکہ بیشتر نام مسلمانوں عیسائیوں اور یہودیوں تک میں مشترک ہیں بلکہ با دنیٰ تصرف ہندوؤں اور سکھوں کے بھی وہی نام ہیں۔

۵۔ مسلمانوں کا سا لباس پہننے اور مسلمانوں کی سی داڑھی رکھنے پر،

۶۔ وضو کرنے مسلمانوں کی طرح نماز پڑھنے، گھر میں لوٹا یا مصلّہ رکھنے پر،

۷۔ قرآن پاک کا پڑھنا اور کتاب اللہ کو گھر میں رکھنا ممنوع ہوگا۔ بلکہ قرآن پاک کے نسخے کی برآمدگی کی صورت میں منشیات اور ناجائز اسلحہ سے زیادہ سزا کا مستحق ہوگا۔ (میں نے اگلے دن ایک ساٹھ سالہ احمدی خاتون کو قرآن پاک حفظ کرتے دیکھا ہے۔ وجہ پوچھی تو کہنے لگیں جب مولوی لوگ یہ خزانہ میرے گھر سے اٹھا کر لے جائیں گے تو تلاوت کیسے کروں گی اور یہ کہتے ہوئے اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کے موتی جھڑ رہے تھے!)

۸۔ ان پر مسلمانوں کی طرح ذبیحہ اور حلال گوشت کھانے پر پابندی لگ سکتی ہے۔ اور "کافری" کی تصدیق و توثیق کے لئے ان کو حرام گوشت کھانے پر مجبور کیا جا سکتا ہے۔

یہ دائرہ پھیلتا ہی جا رہا ہے مگر کیا آپ اسے مذاق سمجھ رہے ہیں۔ جب پہلے دن میں نے یہ خبر پڑھی تھی کہ کلمہ پڑھنے پر یا کلمہ کے بیج لگانے پر چند نوجوانوں کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ تو میں نے بھی اسے مذاق ہی سمجھا تھا کہ رب العالمین اور رحمت اللعالمین کا نام لینے پر پابندی کیسے لگ سکتی ہے جسٹس ایم آر کیانی مرحوم نے فرمایا تھا کہ بعض انسانی حقوق اتنے بنیادی ہوتے ہیں کہ ان پر پابندی لگائے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا مگر اب وہ زمانہ بھی بیت گیا۔ اب شاعر یہ کہنے کی جسارت نہیں کر سکتا کہ

س تجھے کیا پڑی ہے زاہد مری طرز زندگی سے
نہ حرم تیری وراثت نہ خدا تیرا اجارہ

پرانے زمانے کے بادشاہ بعض مخالفین کو بھوکے شیروں کے پنجروں میں پھینک کر تماشا دیکھا کرتے تھے اور محظوظ ہوتے تھے۔ پاکستان کے بادشاہ لوگ اس شاندار روایت کو پھر زندہ کریں۔

"خدا"، پر اجارے کی صورت میں خدا کی زمین، سورج، ہوا، پانی، رزق سب پر اجارہ داری قائم ہوتی ہے اور غیر مسلموں کو ان سے محروم رکھا جا سکتا ہے۔

ایک مولوی صاحب گلہ کر رہے تھے کہ احمدیوں نے اقوام متحدہ میں بلکہ ساری دنیا میں پاکستان کی ساکھ کو جو نقصان پہنچایا ہے وہ پاکستان میں احمدیوں پر مظالم کے سچے جھوٹے افسانوں کی مسلسل اشاعت کرتے رہتے ہیں اور ان کے پاس پبلسٹی کے ذرائع ہیں۔ دوسرے ملکوں کے لوگ ہمیں غیر مہذب جاہل اور متعصب خیال کرتے ہیں۔ میں نے کہا۔ مولوی صاحب! یہ صرف احمدیوں پر ہی منحصر نہیں ہے زمانہ ہی ایسا آگیا ہے اور لوگ اتنے بے مروت ہو گئے ہیں کہ جس شخص کا بھی گلا زور سے دبانے کی کوشش کرو وہی آگے سے لال لال آنکھیں نکالتا ہے اور جس شخص کی چارپائی کے نیچے آگ جلائیں وہی ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھتا ہے اور بدتمیزی پر اتر آتا ہے۔

علامہ اقبال کو ۱۹۲۸ء میں یہ احساس ہو گیا تھا کہ پیشہ ور مولوی کو شہ دینا کتنا خطرناک ہے ایک مطبوعہ خط میں لکھتے ہیں:۔

"آپ نے ٹھیک فرمایا ہے کہ پیشہ ور مولویوں کا اثر سرسید احمد خان کی تحریک سے بہت کم ہو گیا تھا۔ مگر خلافت کمیٹی نے اپنے پولیٹیکل فتوؤں کی خاطر ان کا اقتدار ہندی مسلمانوں میں پھر قائم کر دیا ہے یہ ایک بہت بڑی غلطی تھی جس کا احساس ابھی تک کسی کو نہیں ہوا۔ مجھ کو حال ہی میں اس کا تجربہ ہوا ہے کچھ مدت ہوئی ہے میں نے اجتہاد پر انگریزی مضمون لکھا تھا جو یہاں ایک جلسے میں پڑھا گیا تھا مگر بعض مولویوں نے مجھے کافر کہا۔" (انوار اقبال)

مارشل لاء حکومت نے اپنے مفاد کی خاطر مولوی کو شہ دے کر اس غلطی کو دہرایا ہے اور مولوی نے خلق خدا کو پریشان کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی بلکہ وہ جہالت اور عقل دشمنی کے مستقل جذبہ کی کئی سکیمیں سوچتا رہتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ عامۃ المسلمین نے ملّا کو کبھی درخور اعتنا نہیں سمجھا۔ مولوی حکومت کی سرپرستی کے باوجود معاشرے میں کوئی معتبر مقام حاصل نہیں کر سکا۔

نفاذ شریعت بل کے معرکے میں تقلید پرستی اور جہالت پسندی کو اجتہادی سوچ اور روشن خیالی کے ہاتھوں ایسی شکست اٹھانا پڑی ہے کہ مولوی کا رہا سہا اثر و رسوخ بھی رو بہ زوال ہے۔

گزشتہ دنوں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد گجرات تشریف لائے۔ گجرات بار سے خطاب کیا۔ مقامی صحافیوں نے ان سے خصوصی انٹرویو کیا جو مقامی ہفت روزہ "جذبہ" میں شائع بھی ہوا۔ ڈاکٹر اسرار احمد نفاذ شریعت بل کے زبردست حامی ہیں۔ بلکہ ترمیم شدہ دوسرے شریعت بل پر جن نصف درجن مذہبی راہنماؤں کے دستخط ثبت ہیں ان میں ڈاکٹر اسرار احمد بھی شامل ہیں ان کے خیالات سے مبینہ شریعت بل کی ایک جھلک سامنے آجاتی ہے۔

سوال: اگر آپ کے مؤقف کے مطابق غیر مسلموں کو قانون سازی کے عمل میں شامل نہ کیا جائے تو کیا وہ مملکت کے دوسرے درجے کے شہری نہیں کر رہ جائیں گے۔

جواب: میں آپ کی اس تجویز کو قبول کرتا ہوں اسلامی ریاست میں غیر مسلم فی الواقعہ دوسرے کا شہری ہوتا ہے۔

سوال: لیکن قرار داد مقاصد میں تو کوئی ایسا اشارہ نہیں ملتا۔

جواب: قرار داد مقاصد میں سارا قانون تو نہیں تھا

سوال: پاکستان بنانے والوں نے کبھی تو اس طرف کوئی اشارہ نہیں کیا تھا بلکہ ۔۔۔

ڈاکٹر صاحب: یہ کوئی ضروری نہیں تھا۔ یہ تو کہ پاکستان میں اسلام ہوگا۔ قرآن کا دستور ہوگا۔

اخبار نویس: لیکن اس کی تشریح قرار داد مقاصد میں کر دی گئی ہے اور جہاں تک شہری حقوق کا تعلق ہے وہ بلالحاظ مذہب، جنس، نسل و رنگ برابر کے دیئے گئے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب! اگر اس ملک کی اکثریت (امتیازی) قوانین بناتی ہے اور وہ قرآن و سنت کے منافی نہیں ہیں۔ تو کون ہمارا ہاتھ روک سکتا ہے۔

صحافی: کیا آپ بھارت کی اکثریت کو بھی ایسا ہی حق دینے کے لئے تیار ہیں کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرے۔؟

ڈاکٹر صاحب: وہاں مسلمان پہلے ہی دوسرے درجے کے شہری ہیں۔

صحافی: یہ جو سید شہاب الدین کے انٹرویو پروفیسر وارث میر "جنگ" میں شائع کر رہے ہیں وہ لوگ ہندوستان میں بیٹھ کر کس جرأت اور بے باکی سے باتیں کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب: باتیں تو کر سکتے ہیں مگر کیا قانون سازی میں ان کا کوئی حصہ ہے۔

صحافی: کیوں نہیں ہے وہ پارلیمنٹ کا معزز رکن ہے اور قانون سازی میں باقاعدہ حصہ لیتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب! بے شک رکن ہے۔ مگر کیا وہ مؤثر ہے۔؟

صحافی: اگر چند غیر مسلم یہاں بھی پارلیمنٹ کے رکن بن جائیں گے تو اسلام کو کیا خطرہ لاحق ہو سکتا ہے؟ نیز یہ تو فرمائیے کہ قیام پاکستان کے وقت کیا کسی مسلمان نے یہ مطالبہ کیا تھا کہ احمدیوں کو مسلمانوں میں شمار نہ کرو۔ برصغیر مسلم اور غیر مسلم کی بنیاد پر تقسیم ہوا اور احمدی تحریک پاکستان میں پیش پیش تھے انہوں نے بھی ہجرت اور ترک وطن کی صعوبتیں برداشت کیں جبکہ مولوی لوگ (باستثنیٰ چند) من حیث الجماعت تحریک پاکستان کی مخالفت کر رہے تھے۔ اور قائداعظم کے خلاف "کفر" کے فتوے جاری کر رہے تھے۔ قائداعظم نے سر ظفر اللہ خان کو وزیر خارجہ بنا کر احمدیوں یا قادیانیوں کے ساتھ سلوک کا ایک عملی نمونہ پیش کر دیا تھا آج ان کے خلاف ۔۔۔۔!

ڈاکٹر صاحب! لیکن ہم نے انہیں ملک سے تو نہیں نکال دیا۔ پھر ان کی تعداد ہی کتنی ہے اگر وہ ووٹ نہ بھی دیتے پاکستان تو پھر بھی معرض وجود میں آ ہی جاتا۔

صحافی: ڈاکٹر صاحب! مسلمانوں میں ایک فرقہ ایسا ہے جس کا کلمہ الگ ہے جس کی اذان مختلف ہے حتیٰ کہ ہماری نماز سے ان کی نماز الگ ہے وہ سٹیٹ کو زکوٰۃ دینے کے روادار نہیں اسکی کیا گارنٹی ہے کہ کسی اندرونی انگیخت پر یا کسی بیرونی اشارے پر) کل ان کے خلاف "کفر" کی ایسی ہی مہم نہیں چلائی جائے گی؟ یا یہ عمل دیگر فرقوں کے ساتھ نہیں دہرایا جائے گا۔

ڈاکٹر صاحب! گارنٹی تو میرے پاس نہیں ہے البتہ ان کا معاملہ مختلف ہے!!

۴ راگست ۱۹۸۷ء کو پنجاب پریس بار کے زیر اہتمام پروفیسرین مرحومین (پروفیسر وارث میر اور پروفیسر محمد عثمان) پر ایک ریفرنس ورل کانٹی نینٹل میں ہوا۔ آخری مقرر چوہدری اعتزاز احسن نے اپنی تقریر ایک ایسے جملے پر ختم کی جو پروفیسر وارث میر نے ان کے ساتھ آخری ملاقات میں (جو وفات سے چند ہفتے قبل ہوئی) ان کو ایک انگریزی کتاب سے پڑھ کر سنایا تھا۔ وہ جملہ موجودہ صورت حال کا بھی ترجمان ہے اس کا آزاد ترجمہ کچھ یوں ہے:۔

"پہلے وہ یہودیوں کے لئے آئے میں نے
سوچا میں تو یہودی نہیں ہوں۔ پھر وہ
کمیونسٹوں کا صفایا کرنے آگئے میں خوش
تھا کہ میں کمیونسٹ نہیں ہوں۔ پھر وہ
ٹریڈ یونین والوں کا قلع قمع کرنے آئے
مجھے یہ اطمینان تھا کہ میں ٹریڈ یونینسٹ
بھی نہیں ہوں۔ اب کی بار وہ میرا سر لینے
آئے ہیں مگر کوئی بھی تو باقی نہیں ہے
جو میری مدد کو آئے۔"

آگے بڑھے تو تیرگیٔ شب نے آلیا
گھر سے چلے تھے صبح کے آثار دیکھ کر

(اصغر علی گھرال۔ ایڈووکیٹ)

ادارہ پیغام صلح ایک مدت کے بعد اپنے قارئین کرام کی خدمت میں پیغام صلح کا "خصوصی نمبر" پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے ہمیں اپنی کوتاہیوں اور کمزوریوں کا احساس ہے جن کی وجہ سے ہم اسے ایک مثالی اور حضرت بانیٔ سلسلہ کی شان کے شایان نمبر بنانے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ لیکن ہمیں امید ہے کہ ہماری بہنیں اور بھائی، ہمارے بچے اور نوجوان ان خامیوں کو صرف نظر کرتے ہوئے ہمارے اس جذبہ اور شوق کی جستجو کریں گے جس حالت میں یہ شائع کیا جا رہا ہے اس کے ہر لفظ اور سطر میں اس پیار اور محبت کی تلاش کریں گے جس کی بے داغ لڑی میں یہ پروئے گئے ہیں۔ اور اس دکھ اور درد کو ڈھونڈیں گے جس کی ٹیسیں آچکے

دل ہمارے بجھے بجھے دل میں اُمڈ رہی ہیں اور جو ہماری اس کائنات کے وسیع خلاؤں میں بھٹکتی ہوئی ویران ویران سی اور بے نور سی آنکھوں سے ٹپک رہا ہے۔ قلم اپنے بچھڑے ہوئے محبوب کے حسن و جمال کی تصویر کشی کے لیئے اُٹھے اور دل فگار اور آنکھیں اشکبار نہ ہوں یہ ممکن ہی نہیں

ٹھیک ۸۱ سال پہلے اس ماہ یعنی ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو چودہویں صدی کی وہ بے نظیر و بے مثال شخصیت جسے نہ صرف برصغیر بلکہ ساری مذہبی دنیا مرزا غلام احمد قادیانی کے نام سے جانتی ہے تیس سال تک میدانِ کارزار میں مخالفین دین سے برد آزما رہنے اور تمام مذاہب پر دین کو دلائل و براہین کی تلوار سے غالب کرنے کے بعد اپنے پیاروں اور جاں نثاروں کو غم واندوہ کے تلاطم میں سوگوار چھوڑ کر اپنے رفیقِ اعلےٰ سے جا ملی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہماری چشم تصور اس المناک منظر کی تاب نہیں لا سکتی وہ جھکی جھکی اور خواب آلود آنکھیں جو کبھی اُوپر کو اٹھتیں تو قلب و جگر کی دنیا بدل جاتی ہمیشہ کے لئے بند ہو چکی تھیں۔ وہ ہونٹ جو ایک عرصہ تک مردہ دلوں کو پیغام حیات دیتے رہے آج خاموش تھے اور وہ ہاتھ جس سے نکلی ہوئی تحریروں نے دنیا میں ایک تہلکہ مچا دیا آج اس میں کوئی جنبش نہیں تھی۔ اور وہ نور میں ڈھلا ہوا چاند سا چہرہ جس پر ایک نظر سے دل کی دنیا سارے ہموم و غموم سے پاک ہو جاتی تھی اور جس کی کشش سے بڑے طویل اور کٹھن پہاڑی فاصلے چشم زدن میں طے ہو جاتے تھے آج آخری دیدار کے لئے اپنے پروانوں کے سامنے تھا۔ ہر آنکھ سے سیلاب اشک رواں تھا۔ دبی دبی سی سسکیاں ہیں۔ لڑکھڑاتے قدم ہیں ساری فضا پہ غم کی تاریک گھٹائیں چھائی ہیں۔ ایسا کیوں نہ ہو کہ اس نے ان کو زندگی اور روشنی بخشی۔ مایوسیوں میں اُمیدوں کے چراغ روشن کئے۔ خطرات میں ان کا ہاتھ تھاما۔ اُن کی ڈولتی نیّا کو ساحل سے ہمکنار کیا۔ وہ ان کا محبوب بھی تھا اور پیشوا بھی۔ ان کا سچا دوست بھی تھا اور ہمدرد و غمخوار بھی۔ وہ ان کی ساری اُمیدوں اور خوشیوں کا مرکز تھا انہوں نے ساری دنیا سے تعلق توڑ کر اس سے رشتہ جوڑا تھا۔ وہ بھی بڑا باوفا تھا۔ اس کی راتیں ان کے لیئے دعاؤں میں گذرتیں اور دن ان سے غمگساری میں۔ وہ بے چینی اور اضطراب میں اپنے بھائیوں کے دروازوں پر راتوں کو بھی دستک دیتا کہ کوئی تکلیف تو نہیں۔ وہ اپنے ماں باپ سے بھی کہیں زیادہ پیارا تھا اور وہ اسے اپنے بچوں سے بھی زیادہ محبوب۔ اگر قانون قدرت کا بدلنا ممکن ہوتا تو یہ سارے اس کی خاطر اپنی جانیں پیش کر دیتے۔ لیکن اگر ایسا ہو سکتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی اس دُنیا سے کبھی رخصت نہ ہوتے۔

مگر جماعت زندہ تھی یہ غم سہہ گئی خدا کے ساتھ تعلق کی جو راہیں اُس نے ان کو دکھائی تھیں وہ ان کے سامنے تھیں وہ خلوص اور جذبہ جو وُہ اُن میں پیدا کر گیا تھا وہ ابھی سرد نہیں پڑا تھا جس منزل کی نشاندہی اس نے کی تھی وہ اُسے دیکھ رہے تھے۔ خدمتِ دین کی جو چنگاری وہ ان کے دلوں میں روشن کر گیا تھا اس کی حرارت ابھی باقی تھی۔ وہ اس نکتہ کو پا گئی کہ ان کا مسیحا تو صرف ایک بیج بونے آیا تھا اس کی آبیاری جماعت کے ذمّے ہے۔ آندھیوں اور طوفانوں میں اس کی حفاظت کا بیڑہ انہوں نے اٹھانا ہے۔ اور جب یہ بار آور ہو تو اس کے اثمار سے بہرہ ور ہونا ہے۔ یہ اُس کی امانت تھی۔

جماعت اس امانت کو سینے سے لگا کر اپنا سارا غم بھلانے کی کوششوں میں مصروف ہو گئی۔ آپ کے ہاتھوں قائم کردہ سلسلہ بڑی کامیابی سے اپنی منزلیں طے کرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا کہ اس کی کشتی پھر سے ڈولنے لگی۔ حقائق پر خود پسندی اور خود غرضی کے مہیب دبابیک سائے چھانے لگے خطرات وخدشات نے آگھیرا۔ ایسے میں چند ایک مردانِ حق آگاہ آگے بڑھے اور اس کشتی کو ڈوبنے سے بچا لیا۔ انہوں نے اپنے آقا کی تعلیم پر مبنی خطوط و حدود مقرر کیں اور ایک نئے عزم نئے ارادے اور نئے ولولے کے ساتھ اس کام کو جاری رکھنے کا بوجھ اپنے نحیف وناتواں کندھوں پر اٹھا لیا جو اُن کا رہنما ان کے سپرد کر گیا تھا۔

۱۹۰۸ء اور ۱۹۸۹ء کے درمیان ۸۱ سال کی ایک وسیع خلیج حائل ہے ہمیں یہ احساس ہونا چاہیئے کہ یہاں تک پہنچتے پہنچتے ہم اپنے ماضی سے کہیں کٹ تو نہیں گئے۔ وہ نقوشِ پا جن پر ہمارا یہ مختصر سا قافلہ رواں دواں تھا کہیں دُھندلا تو نہیں گئے۔ اور اس کے ساتھ ہمیں یہ بھی یاد رکھنا ہے کہ کوئی جماعت اور تحریک اپنے ماضی سے کٹ کر اور اپنے حال کو فراموش کر کے صرف مستقبل کے سہانے خوابوں کے سہارے زندہ نہیں رہ سکتی۔ زندہ تحریکیں ماضی کی روشنی میں اپنے حال کو سنوارتی اور مستقبل کے لئے سوچتی ہیں۔ دُنیا اپنی مادی ترقی اور اس سے جنم لینے والی نئی تہذیب کے نقطۂ عروج کو پا لینے کے باوجود اس سے مایوس ہو چکی ہے اور وہ امن وآشتی کی تلاش میں اندھیروں میں سرگرداں اور حیران بھٹک رہی ہے وہ کسی ایسی روشنی کی جستجو میں ہے جو اسے تباہی و بربادی کے راستوں سے واپس لوٹا کر سلامتی کی راہوں پہ ڈال دے۔ عالم دین ایک نئی کروٹ لے رہا ہے اس کے زاویہ نگاہ میں ایک نمایاں تبدیلی واقع ہو رہی ہے اسے یہ احساس ہو چکا ہے کہ دین نسلِ انسانی کی فلاح کے لئے ربّ العالمین کی طرف سے رحمۃ للعالمین کو عطا ہوا۔ جو ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ یہ کسی ایک فرد فرقے جماعت یا ملک کا دین نہیں۔ ممالک غیر میں مختلف مذاہب کی مشترکہ کانفرنسیں ایک دوسرے کے مذہب کے بنیادی اصولوں کو سمجھنے اور اُن کی بنیاد پہ مفاہمت کی راہیں ڈھونڈنے کی سعی یہ سب ایسے واقعات ہیں جو ایک واضح سوال کی صورت میں اور بھی نمایاں طور پر ابھر کر ہمارے سامنے آتے ہیں کہ ان میں ہمارا کیا مقام اور کیا کردار ہے۔ آج سے چند سال قبل کوئی ایسی مذہبی تقریب نہ ہوتی جس میں ہم نمایاں نہ ہوتے کوئی کانفرنس ایسی نہ ہوتی جس میں ہمارا نمائندہ ایک باعزت حیثیت میں شامل نہ ہوتا جہاں غیروں کے خلاف دین کے دفاع کا سوال پیش ہوتا تو اس کے لئے ہم ہی سے درخواست کی جاتی اور ہم حضرت بانیٔ سلسلہ کے عطا کئے ہوئے براہین کے تیغ وسناں سونت کر بلا خوف وخطر میدانِ کارزار میں کود پڑتے۔ دشمن کو بھاگنا ہی پڑتا۔ ہمارے مخالف بھائی ہمیں اپنے کندھوں پر اٹھا کر جلوس کی شکل میں جشنِ فتح مناتے یہ ہمارا قابلِ فخر مقام کس حال میں ہے کیا یہ ہم نے سوچنے کی کبھی زحمت گوارا کی ہے؟!

کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم نے اِس چشمۂ حیات سے منہ موڑ لیا ہے جس نے ہمیں زندگی بخشی تھی جس نے ہمارے مردہ جسموں میں ایک نئی روح پھونک کر آندھیوں۔ طوفانوں اور چٹانوں سے ٹکرا جانے کا عزم وحوصلہ عطا کیا تھا۔ خطرات کو آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنے کی جرأت عنایت کی تھی۔ متاعِ بے بہا کو اپنی آنکھوں کے سامنے جلتا اور لٹتا دیکھ کر صبر واستقامت کی نصیحت کی تھی۔ اس نے اپنی خاطر ہم سے کبھی کچھ نہ مانگا۔ وہ ہمارے ایمان کے غم میں تڑپا۔ دن رات اپنے خدا کو پکارتا رہا۔ اپنے آپ کو کافر، ملحد و دجال کہلوایا۔ گالیاں سنیں صرف اس لیے کہ ہم رضوان من اللہ اکبر کے راز سے آشنا ہو جائیں لیکن افسوس ہم کیسے ہیں کہ اس نے ہمیں خدا سے تعلق جوڑنے کو کہا اور ہم طاغوتی طاقتوں کے سامنے جھک گئے۔ اس نے ہمیں دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا درس دیا اور ہم نے دنیا کے سومنات اپنے من میں تعمیر کر لیئے۔ اس نے ہمیں عجز وانکسار تواضع اور تذلل کی تعلیم دی اور ہم غرور و تکبّر کے سامنے جھک گئے۔

اس نے ہمیں پیار ومحبت کا سبق سکھایا اور ہم نے نفرتوں کے بیج بونے شروع کر دیے اس نے ہمیں وسیع القلبی اور فراخ حوصلگی اختیار کرنے کو کہا ہم نے کینہ اور بغض وحسد کے سانپ پالنے شروع کر دیے ہمارا قدم اس ڈگر سے ہٹ گیا ہے جس پر ہمارے امام نے ہمیں ڈالا تھا۔!

آیئے! اپنے کانوں پر سے خود فریبی اور خود پسندی کے پردے ہٹا کر سنیں کہ حضرت بانیٔ سلسلہ ہمیں واپس پکار رہے ہیں۔

"تم اے میرے عزیزو! میرے پیارو!
میرے درختِ وجود کی سرسبز شاخو!
ہاں۔ میرا دوست کون ہے اور میرا عزیز
کون؟ وہی جو مجھے پہچانتا ہے۔
ـــــ میرے ہاتھ میں
ایک چراغ ہے جو شخص میرے پاس آتا ہے
وہ اس روشنی سے حصہ لے گا۔۔۔ ـــ
جو مجھ میں داخل ہوتا ہے وہ چوروں اور
قزاقوں اور درندوں سے اپنی جان بچائے
گا۔ مجھ میں کون داخل ہوتا ہے وہی جو
بدی کو چھوڑتا اور نیکی کو اختیار کرتا ہے
کجی کو چھوڑتا اور راستبازی پر قدم مارتا ہے،
اور شیطان کی غلامی سے آزاد ہوتا اور خدا
کا ایک بندۂ مطیع بن جاتا ہے۔ ہر ایک
جو ایسا کرتا ہے وہ مجھ میں ہے اور میں
اس میں ہوں۔"

آیئے! آج کے دن ہم بحیثیت جماعت اپنے دلوں میں جھانک کر دیکھیں کہ ہم حضرت صاحب کے مذکورہ ارشاد کے مطابق ہیں کہ نہیں۔

محترم میاں فضل احمد

ہمارے کرنے کے کچھ کام

اپنے جماعتی اخبار پیغام صلح کی خصوصی اشاعت بسلسلہ یوم وصال حضرت بانی سلسلہ کے موقع پر میں انجمن انتظامیہ، پیغام صلح کے ادارہ اور اس کے قلمی و مالی معاونین حضرات کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ ایک لمبے عرصے کے بعد اس خصوصی اشاعت کا منظر عام پر آنا ہم سب کے لئے یقیناً خوشی و مسرت کا موجب ہے۔

حضرت صاحب کی برسی یا یوم وصال کے موقع پر تحریری اور تقریری رنگ میں آپ کی دینی خدمات کے اعتراف میں آپ کے حضور نذرانۂ عقیدت پیش کرنا ہی اس تقریب کا اول و آخر مقصد نہیں بلکہ آپ کے کام کو آگے بڑھانے کے بارے میں تعمیری تدبیر کرنا ہے۔ آپ کا کام ہے دین متین کی فتح اور مذاہب باطلہ پر اس کا غلبہ، لہٰذا ہمیں اس کام کی کامرانی کے لئے اپنے زیر عمل اقدامات کا جائزہ لینا اور مناسب حال مزید مثبت اور تعمیری اقدامات کرنا ہیں۔

حضرت بانی سلسلہ نے دین متین کی فتح و نصرت کے لئے حسب ذیل پانچ شاخیں تجویز کیں اور ان پر عمل فرمایا:

۱۔ تصنیف و تالیفات کا سلسلہ
۲۔ اشتہارات کا اجراء
۳۔ مہمان خانہ
۴۔ سلسلہ خط و کتابت
۵۔ جماعتی تنظیم و استحکام

یہ پانچ عناصر یا ارکان حضرت صاحب کے کام کی ترقی اور کامیابی کے ضامن بنے۔ حضرت صاحب کی زندگی میں اور آپ کے بعد جماعت کا ان پر عمل رہا۔ تصنیف و تالیف میں حضرت صاحب نے خود جو بیش قیمت علم الکلام پیدا کیا اور ۸۰ سے زائد کتابوں میں دین متین کی شان اور عظمت کا جو نقشہ دنیا کو دکھایا؛ وہ بجائے خود ایک بڑا کارنامہ ہے، جس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ یہ شاندار علم الکلام اس قابل ہے کہ یہ اصل اور اس کے معروف زبانوں میں تراجم دنیا کے ان حصوں میں، جہاں ان کی تقسیم پر متعینہ پابندی نہیں ہے۔ کثرت کے ساتھ پھیلایا جائے کیونکہ ان کے مطالعہ سے دل (بشرطیکہ وہ بغض و تعصب سے خالی ہوں) خود بخود دین حنیفی کی طرف کھنچے چلے آتے ہیں۔ ہمیں یہ حقیقت بڑے کھلے دل کے ساتھ مان لینا چاہیئے کہ اس علم الکلام کی اشاعت و تقسیم کا کام کما حقہٗ طور پر ادا نہیں ہو سکا ہے۔ ہماری جماعت نے اپنے مالی ذرائع و وسائل کے استعمال سے حضرت صاحب کی متعدد تصانیف شائع کیں اور ہمارے بعض احباب نے بھی ان کی اشاعت و تقسیم پر کام کیا جو بظاہر اب بند ہوا نظر آتا ہے لیکن جس بڑے پیمانہ پر اس منصوبہ پر فکر و عمل کی ضرورت تھی اور بالخصوص اب ہے، کہ یہ جماعت کے باہر بھی (جہاں انکی اشاعت و تقسیم کی سہولت حاصل ہے) شہر شہر، قریہ قریہ اور گاؤں گاؤں پہنچائی جائیں، وہ اب تک محتاج تکمیل ہے۔ اس علم الکلام میں ایک نور ہے، قرآن کریم اور حضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم اور دین حقہ کی ایسی شان اور عظمت بیان کی گئی ہے جو دلوں کو گرویدہ کرنے والی ہے، اس کے علاوہ آپ کے مقام کے بارے میں زبردست دلائل و براہین ان کے اندر موجود ہیں۔ اور مذاہب باطلہ پر دین حقہ کے غلبہ کے حقائق و معارف درج ہیں۔ ان میں اردو کتابیں بھی ہیں اور فارسی اور عربی بھی ان میں دلنشیں نثر کے ساتھ ساتھ دلگداز نظم بھی ہے۔ ضرورت ہے کہ ان سچے موتیوں کو ان کے متلاشی جوہریوں کے ہاتھوں تک پہنچانے کے لئے اب حاصل ذرائع کو کام لاتے ہوئے مناسب حال اقدامات کئے جائیں۔ دنیا کے ممالک کے سربراہوں کو ان کتب کے سیٹ بھجوائے جائیں تاکہ حضرت صاحب کے متعلق جو پیدا کردہ غلط فہمیاں ہیں ان کا ازالہ ہو سکے اور لاُبلّغ ہنّ ملک من المخزمایات شیئاً کا وعدہ پورا ہو۔

حضرت صاحب کے پُر نور و حکمت علم الکلام کے علاوہ ہماری جماعت کے ائمہ کرام اور بزرگوں بالخصوص حضرت مولانا نورالدین، حضرت مولانا محمد علی، حضرت خواجہ کمال الدین، حضرت ڈاکٹر بشارت احمد، حضرت مولینا صدرالدین، حضرت مولینا عبدالحق ودیارتھی اور دیگر اہل علم و قلم احباب و اصحاب نے بصیرت افروز عالمانہ تحقیقی کتب تصنیف فرمائی ہیں اور ہماری انجمن نے ان کو چھپوایا ہے۔ ان کی تقسیم بھی محدود پیمانہ پر ہو سکی ہے جس کی وجہ صرف یہی ہے کہ اس کثرت کے ساتھ انہیں چھپوایا نہیں جا سکا کہ ان کی تقسیم عام ہو سکے۔ ضرورت ہے کہ ان کی کثرت سے اشاعت کا بندوبست کیا جائے تاکہ دین حقیقی کا نور پھیل سکے۔ انجمن نے صد سالہ تقریبات کے سلسلہ میں اپنی کتب میں ۸۰٪ رعایت کا اعلان کیا ہے یعنی ایک سو روپے کی قیمت پر صرف ۲۰/ روپے ادا کرنا ہوں گے۔ احباب اس خصوصی رعایت سے فائدہ اٹھائیں۔

ایسی ضخیم کتب کے علاوہ سلسلہ اشتہارات کے اجراء کو بھی حضرت بانی سلسلہ نے دین کی ایک ضروری شاخ قرار دیا ہے۔ اور خود اپنی زندگی میں" دینی حجتوں کو لوگوں پر پورا کرنے کے لئے ہزارہا اشتہارات آپ نے شائع کئے۔ اگرچہ ہمارے سامنے اس راہ میں مختلف قسم کی مشکلات ہمارے ملک میں حائل ہیں تاہم دیگر ممالک کی جماعتیں جہاں ہماری طرح مشکلات سے واسطہ نہیں ہے اس پروگرام پر احسن طریق پر عمل پیرا ہو سکتی ہیں اور اس کام کو جاری رکھ سکتی ہیں، اگر وہ بیرونی جماعتیں اس سلسلہ میں مختلف موضوعات پر چھوٹے چھوٹے ہینڈ بل کثیر تعداد میں طبع کر کے انہیں خواص و عوام کے ہاتھوں تک پہنچائیں تو اس سے بہت بڑے فوائد حاصل ہو سکتے ہیں اور بے شمار لوگوں کو ہدایت حاصل ہو سکتی ہے۔ یہ کام کتابوں کی طباعت و اشاعت کی نسبت بہت سستا اور آسان ہے بشرطیکہ بیرون پاکستان جماعتوں کے نمائندہ و رہنمایان اس مفید و مؤثر کام کی انجام دہی کا اہتمام کرنے اور احباب جماعت ہائے ان ہینڈ بلوں کی تقسیم عام کا ذمہ لینے کے لئے تیار ہوں۔

دین کی نصرت کا تیسرا عنصر مہمان خانہ ہے جو بفضلہ تعالےٰ ہمیشہ سے قائم ہے اور حسب حال مصروف کار ہے۔ مہمان خانہ کی اصل غرض تلاش حق کے لئے سفر کرنے والے لوگوں کے قیام کے لئے سہولت فراہم کرنا ہے۔ ضرورت ہے کہ اس طرف خصوصی توجہ دی جائے۔ اور مہمان خانہ کی اصل غرض کو پورا کرنے کے لئے پوری پوری کوشش کی جائے۔ مہمان خانہ کے قیام کی اس غرض کی تکمیل کے لئے یہاں کافی توجہ اور انصراف و انتظام میں اصلاح کی اچھی خاصی ضرورت ہے۔ مہمان خانہ اور اس کا عملہ داہل کار جماعتی پہچان کا ایک نمایاں ذریعہ ہوتے ہیں۔ بنا بریں جماعتی مقام کے مناسب حال مہمان خانہ کا ماحول خصوصی توجہ کا محتاج ہے۔ جماعتی خلوص و لگن رکھنے والی اور جماعتی عزّ و وقار کا احترام ملحوظ خاطر رکھنے والی نمائندہ انتظامیہ کا ہونا از بس ضروری ہے۔

تحریک دین کی چوتھی شاخ جماعتی خط و کتابت کا سلسلہ ہے۔ اگرچہ ہماری انجمن میں ایسی خط و کتابت حسب ضرورت ہوتی رہتی ہے تاہم اس سلسلہ کو منظم و مربوط سطح پر زیادہ وسیع اور باقاعدہ کرنے کی ضرورت ہے جس میں نہ صرف ان خطوط کا جواب دیا جائے جن میں دینی امور کے متعلق سوالات کئے جاتے ہیں بلکہ عام طور پر جماعتی خط و کتابت اور رابطہ باہمی کو مزید فعال و مؤثر بنایا جائے جماعتی مفاد کے لئے اس کی طرف خصوصی توجہ وقت کا اہم تقاضا ہے۔ اس مقصد کے لئے جماعت کے اہل قلم و علم اصحاب کو تحریک کی جائے اور ان کی خدمات سے فائدہ اٹھایا جائے۔

دین کی بھلائی کا پانچواں رکن تنظیم و استحکام جماعت ہے۔ اس میدان میں کام کرنے کی جس قدر آج شدید ضرورت ہے شاید اس سے پہلے کبھی نہ تھی۔ اس طرف انجمن کو، انتظامیہ کو اور جماعت کے ایک ایک فرد کو خاص طور پر توجہ دینا چاہیئے۔ اور ممکن ذرائع سے جماعتی تنظیم کی جائے۔

آجکل ہم جن حالات و ماحول سے گذر رہے ہیں ان کے پیش نظر ضروری ہے کہ اس شعبہ کی طرف بڑی فکر مندی کے ساتھ توجہ دیں اور تعمیری اقدامات کریں۔ جماعت افراد کے مجموعے کا نام ہے۔ افراد پر انفرادی توجہ دینے کی اشد ضرورت ہے۔ جماعت کے باہمی رابطہ کے نظام کو ترجیحی بنیادوں پر استوار کیا جائے تاکہ جس راہ ہدایت کو بزرگوں نے اختیار کئے رکھا اولادیں بھی اس پر چلتی رہیں۔ اور خدمت دین کے لئے جو قربانیاں ان کے وجود سے صادر ہوئی ہیں ان کا سلسلہ جاری و ساری رہے۔ یہ گویا صدقہ جاریہ ہے جس کا ثواب انہیں ملتا رہے گا۔ امید ہے جماعت کے تمام ممبران اس امر کی طرف پوری توجہ دے کر حضرت بانی جماعت اور آپ کی جماعت کی اصل غرض کو پورا کرنے کی کوشش کریں گے۔

انجمن کی ذیلی تنظیمیں — شبان الاحمدیہ، خواتین الاحمدیہ

(بقیہ صفحہ ۲۸ پر ملاحظہ کریں)

محترمہ رضیہ فاروقی، کراچی

زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا

زہے نصیب کہ ایک عرصہ دراز کے بعد میرے نام اپنے عزیز میاں فضل احمد صاحب کا نامہ یہ یاد دہانی لیکر آیا کہ حضرت بانیٔ سلسلہ کے یوم وصال کی یاد میں اخبار پیغام صلح کا خاص نمبر شائع ہو رہا ہے اور مجھ جیسی حقیر ہستی کو انہوں نے یاد کیا کہ اس سلسلہ میں میں کچھ لکھوں۔ کچھ تو قلم اور زبان کی بندش، پیغام صلح کی ماضی میں اشاعت میں عبوری التوا کی وجہ سے ہوئی اور کچھ اس عرصہ میں متواتر خرابیٔ صحت اور دیگر پریشانیوں نے دل و دماغ کو ایسا کند کر دیا کہ قلم اٹھانے کی نہ ہی نوبت آئی اور نہ ہی وہ روانیٔ خیال و فکر رہی دماغ جسمانی بیماریوں سے کمزور ہو گیا۔ یادداشت بھی ہو گئی۔ معذرت کا عریضہ تحریر کرنے کا سوچ رہی تھی کہ اپنے پیارے بھائی نصیر احمد فاروقی صاحب سے فون پہ بات ہوئی تو انہوں نے بھی ارشاد فرمایا کہ ”ضرور کچھ لکھو۔ کوشش کرو گی تو قلم اور خیالات چالو ہو جائیں گے“، اور خود اپنے متعلق فرمایا کہ میں نے تو لکھنا شروع کر دیا ہے۔ بھلا کہاں ان کا روحانی اور دماغی علم کا دریا اور کہاں میری ٹوٹی پھوٹی یادیں پھر بھی ان دو بلند پایہ ہستیوں کی اس عزت افزائی اور یاد نے میرے دل میں کچھ ایسا جذبہ پیدا کر دیا کہ میں بے اختیار قلم کاغذ لے کر بیٹھ گئی۔

ذہن پر زور ڈالا تو ہمیں بچپن کی سنی ہوئی کچھ کچھ باتیں یاد آئیں۔ ویسے بھی حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی عظیم الشان ہستی جس نے عیسائیت اور دوسرے دشمنان دین کو للکارا اور پچھاڑا۔ اس پر تو بڑے بڑے بزرگ علماء جماعت نے سیر حاصل روشنی ڈالی ہے۔ اور آپ کے دعاوی و مقام کی سچائی اور کامیابی کو پرزور دلائل سے ثابت کیا ہے مجھے تو اس وقت یہاں اس مامور من اللہ کی سیدھی سادہ گھریلو زندگی اور قادیان کی اس چھوٹی سی بستی کا نقشہ یاد آ رہا ہے جہاں باقی دنیا کی دوڑ اور ہاؤ ہو سے دور یہ چھوٹا سا گمنام گاؤں آباد تھا جس کی قسمت میں یہ سربلندی مقدر تھی کہ اسے چودہویں صدی کے مجدد و مامور کا وطن مالوف بننے کا فخر نصیب ہونا تھا۔ قادیان جہاں ابھی ریل گاڑی، روشنی، پانی وغیرہ کی کوئی سہولت میسر نہ تھی اور بٹالہ کے ریلوے سٹیشن سے ریل سے اتر کر کئی میل کچے راستہ پر یکے چلتے تھے اور اگرچہ حضرت صاحب وہاں کے زمیندار کے صاحبزادے تھے مگر وہ زمینداری فرعون نما رئیسوں والی نہ تھی کہ گاؤں میں بھی محل اور ماڑیاں کھڑی ہیں۔ بڑے بڑے احاطے والے باغوں کے پھاٹک بند ہوں جن پر بندوقیں لئے چوکیدار متعین ہوں۔ وہاں تو اندھیری کچی گلیاں تھیں اور جب میرے ابا جان مرحوم و مغفور کو ان کی تقدیر کی خوبی حضرت صاحب کے مبارک در پر باریابی کے لئے لے کر پہنچی تو ان کے ساتھی کا ہاتھ رات کے اندھیرے میں ایک لکڑی کے معمولی دروازے پر پڑا جو دھکے سے کھل گیا۔ اور خود حضرت صاحب نے دروازے پر آکر دریافت فرمایا کہ کون ہے۔ آپ اسوقت نماز تہجد پڑھ رہے تھے۔ یہ تھا وہ سادہ انسان جو ایک نیم مردہ قوم کو دوبارہ زندگی بخشنے کے لئے مامور کیا گیا تھا۔ اور جب ابا جان مرحوم نے خلوت میں ملاقات کی خواہش کی تو آپ کا وہ خلوت خانہ کوئی آراستہ پیراستہ ڈرائنگ روم نہ تھا۔ ایک معمولی کمرہ تھا۔ جس میں چارپائیوں پر ادھر ادھر بچے سو رہے تھے اور وہاں آپ بان کی چارپائی پر تشریف رکھتے تھے اور آپ نے خود چارپائی کی ادوائن کی طرف ہو کر ابا جان کو ہاتھ پکڑ کر سرہانے کی طرف بٹھا دیا۔

چونکہ یہ داستان ابھی حال ہی میں اخبار پیغام صلح میں ابا جان مرحوم کی یاد میں آئی ہے اس لئے میں اس کی تفصیل میں نہیں جاتی۔ بعد ازاں جب ابا جان مرحوم کے دل میں صداقت دین کی شمع روشن ہو گئی اور ایک مامور کے ظہور کے وقت آسمانی باران رحمت باجو صفا بندگان خدا پر برستا ہے اس سے آپ اور آپکا خاندان سیراب ہو گیا تو اس گاؤں قادیان کی کشش اور حضور کی خدمت میں پہنچنے کی تمنا آپ کو بے تاب رکھنے لگی۔ اور کچھ عرصہ بعد آپ رخصت لیکر مع اہل و عیال قادیان حضرت صاحب کے بلانے پر تشریف لے گئے۔ یہاں یہ عرض کر دوں کہ حضرت صاحب کو اپنے مریدوں سے اپنے بچوں کی طرح انس و محبت ہوتی تھی۔ اور آپ چاہتے تھے کہ وہ سب آپ کے پاس آکر رہیں۔ چنانچہ ابا جان مرحوم اپنے اہل و عیال سمیت رات گئے قادیان پہنچے تو حضرت صاحب کی سادہ مگر کشادہ حویلی کا ایک مختصر گوشہ آپ کے لئے مخصوص تھا اس وقت تک ابا جان کی اولاد میں میری بڑی ہمشیرہ مہر النساء بیگم، بڑے بھائی جان ممتاز احمد فاروقی اور آپا جان زبیدہ و صالحہ تھیں۔ اور یہ سب بچے چھوٹے چھوٹے تھے۔ اپنی جائے قیام پہ پہنچتے ہی اماں جان نے ابا جان کو کہا کہ ہو سکے تو بازار سے بچوں کے لئے دودھ لے آئیں کہ یہ سب بھوکے ہیں رات کا وقت، قادیان کے معمولی و مختصر بازار میں صرف ایک حلوائی تھا جس کے ہاں سے دودھ مل جاتا تھا۔ ابا جان اسی وقت اس کی دوکان پہ گئے تو اس نے دودھ والا خالی کڑھاؤ دکھا کر کہا کہ ذرا دیر پہلے حضرت صاحب کے ہاں کی ایک ملازمہ آکر سارا دودھ لے گئی ہے یہ مایوس واپس لوٹے اور دیکھا کہ ان کی قیام گاہ پر وہی خادمہ دودھ کا بھرا ہوا برتن لئے موجود ہے کہہ رہی ہے کہ حضرت صاحب نے سلام و دعا کے بعد یہ دودھ بچوں کے لئے بھیجا ہے کہ وہ بھوکے ہوں گے اور ان کے دودھ پی کر سونے کا وقت ہو گا۔

دوسروں کی اتنی اتنی سی فکر رکھنے والا وہ عظیم انسان تھا جس کے کندھوں پر ساری قوم بلکہ دنیا کو دوبارہ راہ دین و قرآن دکھلانے کا عظیم الشان بار تھا۔

نماز فجر کے بعد آپ پیدل سیر کے لئے تشریف لے جاتے تھے تو آپ کے ہمراہ آپ کے چاہنے والے مرید و احباب کا ایک گروہ ہوتا تھا۔ قادیان کی کچی سڑک پر سب کے قدموں سے خوب دھول اڑتی تھی اور کبھی حضرت صاحب کے پاؤں میں دیسی جوتی کی ایڑی پر کسی کا پاؤں پڑ جاتا تو آپ کبھی مڑ کر نہ دیکھتے اور نہ ملامت کرتے۔ نہ گرد و مٹی سے گھبراتے تھے۔ بلکہ اپنی لگن میں خدمت دین و قرآن کی باتوں میں مصروف چلتے رہتے تھے۔

اب ذرا آپ کے طرز تصنیف پر بھی نظر ڈالیے کہ نہ تو کوئی بہت شاندار دفتر فرنیچر سے آراستہ تھا نہ کوئی اور اہتمام۔ آپ کے صحن میں آمنے سامنے دیواروں پر دو طاق تھے جن میں دو سیاہی کی دواتیں رکھی رہتی تھیں۔ آپ ڈوبا لیکر لکھتے ہوئے دوسرے طاق تک پہنچتے تو دوسرا ڈوبا لے لیتے۔

اللہ اکبر، کیا شان کبریائی اور اعجاز مسیحائی تھا کہ

کہ اسی سادہ درویش صفت انسان کے قلم سے "براہین احمدیہ" جیسی معرکۃ الآراء ضخیم کتاب تصنیف ہوئی جس نے کیا خواص وعام اور کیا کافر و مسلمان ایک عالم کو چونکا کر رکھ دیا۔ اور پھر تو ایک ایسا عالمانہ اور پرکشش سلسلہ کتب و مضامین کا چل پڑا کہ دنیا حیران و ششدر رہ گئی۔ کہ قادیان ایسے گمنام گاؤں کا ایک انسان جس کے پاس نہ بڑی بڑی عالمانہ ڈگریاں نہ غیر ملکی تعلیم کا تمغۂ امتیاز، اور پُرفیض روحانی اور پرکشش و پراثر تحریریں۔ اور پھر کیا اردو، کیا فارسی، عربی سب تحریروں میں وہی زور دار روانی تھی کہ پڑھنے والے مسحور ہو جاتے تھے علاوہ ان کتب و مضامین کے آپ کی سوچ و فکر نے عملی طور پر بھی انمول تجاویز اشاعت قرآن و دین کے لئے اختیار کیں آپ نے ہی سوچا کہ قرآن کریم کا بین الاقوامی زبان انگریزی میں ترجمہ کر کے اقوام مغرب تک پہنچایا جائے اور یہ کارنامہ آپکے ہی قابل فخر مرید حضرت مولانا محمد علی مرحوم و مغفور کے مبارک ہاتھوں سے پایۂ تکمیل کو پہنچا اور جو بین الاقوامی شہرت و کامیابی اسے نصیب ہوئی واظہر من الشمس ہے۔ ہزاروں متلاشیان حق پیاسے انسانوں کو اس ترجمۃ القرآن نے راہِ حق دکھائی۔ اور آج دنیا کی چوٹی کی زبانوں میں اس کلام اللہ کے ترجمے ہو رہے ہیں۔ اسی مسیحائے زمان کے دو ناداں غلاموں کے ہاتھوں اور کوششوں سے۔ غرض کہاں تک میں یہ کرشمے بیان کروں، یہ جگمگاتے جواہر ریزے جو قادیان کی سنہری ریت اور گرد و غبار میں چمکے اب ایک دنیا کی نگاہوں کو خیرہ کر رہے ہیں جس کو اللہ توفیق دے اپنے شوق اور لگن کے دامن میں انہیں بھر کر اپنی اور دوسرے دنیا والوں کا بھی دین اور دنیا سنوار لے۔

حضرت مسیحِ موعود کی مماثلت امت کے مجددین اور ماموریں میں چودھویں صدی کی مناسبت سے چودھویں رات کے چاند سے ہے۔ سو یہ بدر کامل جو آسمان صداقت پر روشن ہے اگر دنیا کے آسمانی بدرِ کامل کی طرح بدر سے ہلال اور ہلال سے پھر کامل بدر بنے یا عارضی طور پر کوئی ابتلا کی بدلی اسکے رُخِ روشن پر آ جائے تو ہمیں مایوس اور دل شکستہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں کہ یہ سب تو ہمارے اعتقاد اور ایمان کی جانچ ہے۔ ہم نے تو اپنی خوش قسمتی سے اور اپنے بزرگوں کے توسط سے اس مجدد اعظم کا دامن تھاما ہے جس کے زمانے کو پانے کے لئے بڑے بڑے اولیاء اور بزرگوں نے حسرت کی تھی۔ سو میں پھر یہی کہوں گی کہ "زہے نصیب" کہ ہم خدمت دین و قرآن کے لئے اس سلسلہ کے اس راستہ پر گامزن ہیں جو آخر اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی رضا پانے کی طرف ہمیں لے جائیگا۔ انشاء اللہ العزیز۔

بقیہ: ہمارے کرنے کے کچھ کام

اطفال الاحمدیہ اور بنات الاحمدیہ کے عہدیداران اور ممبران سے گذارش ہے کہ وہ اپنی تنظیموں کو منظم و فعال بنائیں تنظیم و تربیت کے پروگرام وضع کریں اور ان پر عمل درآمد کو یقینی بنائیں جماعتوں کے واعظ حضرات اور صدر و سیکرٹری صاحبان بھی دین کو دنیا پر مقدم کرتے ہوئے جماعتی فلاح و صلاح کے کاموں میں للّٰہ فی اللہ ذوق و شوق سے حصہ لیں رابطہ احباب کو موثر بنائیں جماعتی اخبار و رسائل اور کتب و لٹریچر کے مطالعہ کا مناسب انتظام کریں جماعتی کاموں کی روئیداد وغیرہ جماعتی اخبارں کو بغرض اشاعت بھجوائیں۔ اس طرح اہل علم و قلم حضرات اپنے رشحات قلم ارسال فرما کر قلمی جہاد میں حصہ لیں۔ اہل ثروت احباب مالی جہاد کے غنیمت موقعہ کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ ہماری جماعتی تاریخ قربانیوں سے معمور ہے۔ بڑا چھوٹا مرد اور عورت ایک ایک فرد بڑھ چڑھ کر مالی ایثار کا قابل رشک نمونہ پیش کرتا رہا ہے۔ یہ ہماری جماعت کی ایک روایت اور پہچان ہے، مروجہ قائم ماہوار چندہ کے علاوہ ماضی میں انجمن کی جاری کردہ مختلف مالی مدات مثلاً خواتین فنڈ، بچت فنڈ، بچوں کا فنڈ وغیرہ کی بحالی کی بھی ضرورت ہے۔ ان فنڈوں کے قیام سے افراد جماعت کو جماعتی کاموں میں بالفعل شرکت کی تحریک ہوتی ہے۔

فی الآخر جماعت کے باہمی رشتہ شادی بیاہ کے نظام کو بحال کرنے کی ضرورت کی طرف توجہ دلاؤں گا۔ اس پہلو میں جماعت کے خانگی حالات کو کافی فکر مندیوں کا سامنا ہے اس ضمن میں جماعتی بھائی چارے اور باہمی اخوت و مودت کے جذبات کو تحریک کرنے کی سعی کرنی چاہیئے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو اور خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔

جامع سرینام (جنوبی امریکہ) کا ایک حسین منظر جہاں ۲۸ تا ۳۱ جولائی ۱۹۸۹ء احمدیہ تاریخ کی صد سالہ افتتاحی تقاریب ہو رہی ہیں۔

مرکزی جامع دارالسلام لاہور کا ایک حصہ

عزیزی جواد احمد ابن ناصر احمد صاحب،

آرہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج

کوئی نظریہ جس کی بنیاد حقیقت اور ٹھوس دلائل پر ہو وہ ذہنوں میں انقلاب پیدا کرنے کی قوت رکھتا ہے۔ نیوٹن کے نظریہ کشش ثقل نے جدید سائنسی دور کی ابتدا کی اور آئن سٹائن کے نظریہ نے کہ ایٹم کو پھاڑ کر طاقت حاصل کی جا سکتی ہے انسان کی قوت تسخیر کے دائرے کو زمین کے کناروں سے نکال کر فضا کی وسعتوں تک پھیلا دیا۔

اسی طرح قوموں کی سیاسی، تمدنی اور مذہبی دنیا میں کئی نظریات انفرادی اور قومی سطح پر فکر و عمل کی نئی راہیں کھول دیتے ہیں۔ دور جانے کی ضرورت نہیں ہمارا مشاہدہ ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں دو قومی نظریہ نے مذہب کی تاریخ میں ایک ایسی مملکت کو جنم دیا جو ایک معجزہ سے کم نہیں ہے۔

اسی طرح بانیٔ سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے متعلق دو ہزار سال کے سربستہ راز کو الجھنوں کی دلدل سے نکال کر، دلائل، براہین اور شواہد کے ساتھ ایک مذہبی اور تاریخی حقیقت کے طور پر پیش کیا کہ عیسائی دنیا میں حضرت عیسےٰ کی شخصیت اور ان پر بنا کردہ معتقدات کے متعلق سوچ نے نئی کروٹیں لینا شروع کر دی ہیں۔

حالیہ چند سالوں میں انگلستان کے ٹیلی ویژن پر

JESUS THE EVIDENCE

WHO WAS JESUS

اور HOLY SHROUD

یعنی حضرت عیسےٰ علیہ السلام کون تھے۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی حقیقت اور مقدس کفن جس میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو صلیب سے اتارنے کے بعد لپیٹا گیا تھا۔ اس جیسے کئی فکر انگیز پروگرام پیش ہونے شروع ہو گئے ہیں۔

چنانچہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے دین کے دفاع اور عیسائیت کے رد میں وفاتِ مسیحؑ کا نظریہ پیش کر کے مذہبی دنیا میں جس انقلاب کی بنیاد رکھی تھی اس کے اثرات اب واضح طور پر نظر آنے لگے ہیں۔ مسلمانوں نے تو شروع سے ہی اس کی شدت سے مخالفت کی حالانکہ

اس نظریہ نے نہ صرف قرآن مجید کی حقانیت اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی افضلیت کو ثابت کیا بلکہ عیسائی دنیا کی اصلاح کے لئے ایک ایسے انقلابی اقدام کا آغاز کیا جس نے عیسائیت کے مذہبی اعتقادات اور طرزِ فکر پر گہرے اثرات مرتب کئے ہیں۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں (تصنیف کردہ ۱۸۸۹ء) یہ ثابت کیا کہ حضرت مسیحؑ صلیب پر فوت نہ ہوئے اور مسیحؑ کے آسمان پر زندہ اٹھائے جانے کا نظریہ سراسر قرآن مجید اور بائیبل کی تعلیمات کے خلاف ہے اس بات کو آج سو سال ہونے کو آئے ہیں لیکن اب تک اس نظریہ کی بڑی شدت سے مخالفت کی جا رہی ہے اور اس کی شدت میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے لیکن کیا عیسائی دنیا میں بھی یہی کچھ ہوا۔ اگر سو سال گذرنے کے بعد بھی حضرت بانی سلسلہ کے وفاتِ مسیحؑ کے نظریہ نے عیسائی دنیا میں کوئی خاطر خواہ تبدیلی پیدا نہیں کی تو حضرت بانی سلسلہ کی مخالفت کا جواز پیدا ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق آنے والے مسیح نے صلیب کو توڑنا تھا اور خنزیر کو قتل کرنا تھا۔ اب ظاہر ہے کہ لوگوں کے پاس نہ تو صلیبیں ہیں اور نہ ہی ان کا خنزیر سے کوئی دور کا بھی واسطہ ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ لوگوں کے لئے حیات و وفاتِ مسیح کے مسائل مذہبی بحث و تمحیص کا موضوع تو ہیں اور اس کی وجہ سے ختم نبوت کے مفہوم میں کئی الجھنیں بھی پیدا ہوئی ہیں لیکن ان کا بنیادی ایمانیات سے کوئی تعلق نہیں۔ گو بدقسمتی سے احمدیوں کو دائرہ اسلام سے خارج کرنے کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے لیکن عیسائیت میں حضرت مسیح علیہ السلام کی شخصیت کی وجہ سے ان کی صلیب پر وفات اور پھر زندہ ہو کر آسمان کی طرف چلے جانا اور گناہوں کا کفارہ بن جانا وغیرہ ایمانیات کی بنیاد ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ وفاتِ مسیح کے متعلق احمدی نظریہ کے اثرات اسلامی دنیا کی بجائے عیسائی دنیا میں اب زیادہ واضح طور پر نظر آنے لگے ہیں اور ہونا بھی یہی چاہیئے تھا اس وقت اس کی تفصیلات میں جانے کا موقعہ نہیں اس لئے میں یہاں عیسائی مصنفین کی صرف دو کتابوں کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ جو مغربی دنیا میں حضرت مسیحؑ کے متعلق پیدا ہونے والی نئی سوچ اور طرز فکر کی غمازی و ترجمانی کرتی ہیں۔

پہلی کتاب کا نام :-

JESUS DIED IN KASHMIR

" حضرت مسیحؑ کشمیر میں فوت ہوئے "

اس کے مصنف جرمن نژاد ہسپانوی صحافی ہیں جنہوں نے بائبل اور دیگر تاریخی شواہد کی روشنی میں مسیحؑ کے صلیب سے بچ نکلنے اور کشمیر کی طرف سفر اور وفات پر بحث کی ہے اور اس مسئلہ پر احمدی نقطۂ نگاہ کو نہ صرف صحیح مانا ہے بلکہ یہ حلفیہ شہادت دی ہے کہ یہ نظریات درست ہیں اس کتاب کے اردو اور انگریزی زبانوں کے علاوہ فرانسیسی، اطالوی پرتگالی اور ہسپانوی زبانوں میں تراجم شائع ہو چکے ہیں۔

اس حلفیہ بیان کے آخر میں مصنف حضرت مسیح کے متعلق ان نظریات کی بڑے وسیع پیمانہ پر تشہیر پر زور دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

" اس کتاب کا مقصد یہ ہے کہ جس قدر وسیع پیمانہ پر ممکن ہو پڑھے لکھے لوگوں تک ان باتوں کو پہنچایا جائے جن کا انہیں علم نہیں۔ یہ اس لئے بھی ضروری ہے کیونکہ ان باتوں کا مسیحؑ کے متعلق معتقدات سے نہایت اہم اور گہرا تعلق ہے۔ اور پھر مسیح ہی وہ مسلّمہ شخصیت ہیں جو کہ عیسائیت کی مختلف صورتیں اختیار کرنے کے باوجود مغربی تہذیب و تمدن کے ارتقاء میں سب سے زیادہ مؤثر اور غالب عنصر ہیں " ص۱۲۷

پھر اسی کتاب میں ایک اور جگہ لکھتے ہیں :-

" میں محسوس کرتا ہوں کہ اب وقت آ گیا ہے کہ دنیا کو بڑے پیمانے پر یہ بتایا جائے کہ یہی اغلب ہے کہ مسیحؑ صلیب پر فوت نہیں ہوئے بلکہ انہوں نے فلسطین سے مشرق کی طرف سفر اختیار کیا۔ اور کشمیر میں بنی اسرائیل کے گمشدہ قبائل میں رشد و ہدایت کا کام کرنے کے بعد ایک لمبی عمر پائی اور طبعی عمر کو پہنچ کر اس دنیا سے رخصت ہوئے۔"

ایک جگہ مصنف اس امر پر تعجب کا اظہار کرتا ہے کہ اتنے واضح تاریخی شواہد کے باوجود عوام الناس اس بارے میں تحقیقات کی طرف توجہ نہیں دیتے مصنف لکھتا ہے :-

" حیرانی تو اس بات کی ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد اور روسی سیاح نوٹووچ کی تمام تحقیقات پر اتنا لمبا عرصہ گذرنے اور ان مذکورہ مضامین کے شائع ہونے کے باوجود ابھی تک یہ مسائل عام بحث و تمحیص کا موضوع نہیں بنے۔" (ص۱۲۴)

مصنف لکھتا ہے :-

" احمدیہ تحریک کا پیغام اس کے نام سے ظاہر ہے مسلمانوں کے لئے اس کا پیغام یہ ہے کہ وہ دو عظیم روحانی قوتوں قرآن کریم اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دنیا کو فتح کر سکتے ہیں۔ غیر مسلموں اور خاص طور پر مغربی دنیا کے لئے جو تہذیب کی ترقی کے ساتھ مادیت کے گڑھے میں گر چکی ہے اس کا پیغام یہ ہے کہ اب صرف (دین) کی روحانی قوت کے ذریعہ سے ہی انسان امن و سکون سے ہمکنار ہو سکتا ہے۔" (ص۱۱۴)

دوسری کتاب "JESUS IN INDIA" یعنی حضرت مسیحؑ نے ہندوستان میں زندگی بسر کی۔ پہلی بار جرمن زبان میں ۱۹۸۳ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ اب تک اس کے چھ ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اور حال ہی میں اس کا انگریزی زبان میں ترجمہ انگلستان سے شائع ہوا ہے جس کی ایک کاپی ہمارے احمدی بھائی عبدالرزاق صاحب نے بمبئی ہندوستان سے ارسال کی ہے۔ اس وقت اس کتاب کے تفصیلی تعارف کا وقت نہیں ہے صرف اس میں سے ایک اقتباس پیش کرتا ہوں جس میں اس جرمن مصنف نے وفاتِ مسیحؑ کے مسئلہ پر حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی علمی خدمات کو شاندار الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ مصنف لکھتا ہے :

"حضرت مرزا غلام احمد ہندوستان میں ۱۸۳۵ء میں پیدا ہوئے یہ وہ (شخص) ہیں جنہوں نے احمدیہ فرقہ کی بنیاد رکھی اس فرقہ کا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن مجید بڑے واضح الفاظ میں اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ حضرت مسیح صلیب پر موت سے بچا لئے گئے تھے کیونکہ ایسی موت ان کی شان کے خلاف تھی۔ بائبل کے حوالوں سے بھی اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ حضرت مسیح صلیب پر کی موت سے بچ گئے تھے نیز جب ہم حضرت مسیح کی اس تمثیل پر غور کریں جس میں انہوں نے اپنے آپ کو حضرت یونس کے مشابہ قرار دیا ہے جو وہیل مچھلی کے پیٹ میں فوت نہ ہوئے تھے بلکہ زندہ نمودار ہوئے تھے اس لئے اگر حضرت مسیح قبر میں مردہ حالت میں رہے تو پھر اس مماثلت کے کیا معنی؟ جیسا کہ متی کی بائبل کے باب ۱۲ آیت ۴۰ میں ہے:-

"مگر یوناہ نبی کے نشان کے سوا کوئی اور نشان ان کو نہ دیا جائیگا کیونکہ جیسے یوناہ تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہا ویسے ہی ابن آدم تین رات دن زمین میں رہے گا۔"

احمدیوں کے نزدیک حضرت مسیح کے صلیب کی تکالیف سے بچ نکلنے سے ہی وہ پیشگوئیاں پوری ہو سکیں گی جو آن کے متعلق بائبل میں درج ہیں۔

مرزا غلام احمد صاحب کا خیال ہے کہ شاید عیسائیوں کو بائبل کے ان الفاظ کا کہ:-

"لکڑی کی صلیب پر ملعون ہوا۔"

صحیح مفہوم سمجھ میں ہی نہیں آیا۔ ورنہ وہ کبھی بھی اپنی تعلیمات میں حضرت مسیح جیسے نیک اور پارسا کے متعلق یہ خیالات نہ رکھتے۔ ص ۱۹۳

دوسرے لفظوں میں عیسائی مصنف اس بات کو بیان کرنا چاہتا ہے کہ عیسائیوں کو دو ہزار سال سے یہ بات سمجھ میں ہی نہیں آئی کہ بائبل میں تو لکھا ہے کہ جو صلیب پر مرا وہ لعنتی موت مرا۔ لیکن اس کے باوجود عیسائیوں کا سارا زور اس امر پر ہے کہ حضرت مسیح نے صلیب کی لعنتی موت کو اس لئے قبول کیا تاکہ وہ تمام انسانیت کے گناہوں کا کفارہ بن سکیں۔ اگر بائبل کی بات درست ہے تو پھر حضرت مسیح کی صلیب پر موت صحیح نہیں اور اگر حضرت مسیح کی صلیب پر موت کو درست تسلیم کر لیا جائے تو پھر بائبل کی بات غلط ٹھہرتی ہے۔

اب اس میں کوئی شبہ باقی نہیں رہا کہ حضرت مسیح کی صلیب پر وفات جس پر عیسائی معتقدات کی عمارت استوار کی گئی ہے اس میں اب دراڑیں پڑنی شروع ہو گئی ہیں اور امید ہے کہ اہل علم جلد یا بدیر اپنی تحقیق کے ذریعہ قدم بہ قدم اس حقیقت کو پالیں گے جس کو قرآن مجید نے آج سے چودہ سو سال پہلے پیش کیا تھا۔

حضرت مجدد زماں نے کیا خوب کہا:-

آرہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں میں ناگاہ زندہ وار

تحریک احمدیت نے دور حاضر میں جدید علوم سے بہرہ ور ہو کر ایک مرتبہ پھر دینی تعلیمات کی آفاقیت کو دنیا پر ثابت کر دیا ہے۔

نوجوان احمدی بھائیوں کے نام

عزیز احمدی بھائیو!

سلام مسنون!

جیسا کہ آپ کو معلوم ہے ہمارا پندرہ روزہ اخبار پیغام صلح جاری ہو گیا ہے۔ اس میں ایک صفحہ شبان الاحمدیہ کے لئے مختص کیا گیا ہے جس میں شبان الاحمدیہ مضامین لکھ سکتے ہیں۔ آپ کسی بھی موضوع پر لکھ کر ذیل کے پتہ پر ارسال کریں۔

منور احمد
صدر شبان الاحمدیہ

عامر عزیز نائب صدر
دار السلام کالونی، ۵ عثمان بلاک
نیو گارڈن ٹاؤن ۔ لاہور

بقیہ: اداریہ

اٹھا لیا حالانکہ نہ صلیب پر ان کی موت ہوئی۔ (جیسا کہ حالیہ تحقیقات سے ثابت ہو چکا ہے کہ وہ صلیب پر سے زندہ اتارے گئے) اور نہ ہی گناہ یا گناہ کی سزا دنیا سے زائل ہوئی۔ دنیا میں چوری، ڈکیتی، قتل، مقاتلہ اور زنا کاری وغیرہ جرائم پورے زور سے جاری ہیں اور ان کی سزائیں بھی مل رہی ہیں۔ پھر کیس طرح صحیح ہو سکتا ہے کہ مسیح نے صلیب پر مر کر دنیا کے گناہوں کو اٹھا لیا۔

۳۔ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ صرف تقوے اور نیکی کی راہ اختیار کر کے انسان گناہوں سے بچ سکتا ہے اور نیک اعمال ہی اس کے لئے نجات کا موجب ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو جو گناہوں کے عمیق غار میں پھنسے ہوئے تھے قرآن کریم کی پاک تعلیم اور اپنے اسوۂ حسنہ سے اس غار میں سے انہیں نکالا اور نیکی اور تقوے کے اس بلند معیار پر پہنچایا کہ ان کی روشنی سے دنیا منور ہو گئی۔ یہ ہے گناہوں کا اٹھایا جانا جس کی ایک دنیا معترف ہے اور ہر عقلمند اور روشن خیال انسان اس کی معقولیت کا دل سے معترف ہے۔

ضرورت ہے کہ ان تعلیمات کو عام طور پر پھیلایا جائے اور ان لوگوں کے ہاتھوں میں کثرت سے پہنچایا جائے جو کسی نہ کسی صورت میں مسیحی ادارہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

جماعت احمدیہ لاہور جسے ملک کے موجودہ آئین میں غیر مسلم قرار دیا ہے بالخصوص اس کام کے لئے مکلف ہے کیونکہ اس کے بانی نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق کسر صلیب کا بیڑہ اٹھایا اور مسیحی عقیدہ کو غلط ثابت کر کے کسر صلیب کر کے دکھا دی۔

اس "غیر مسلم" جماعت کے پاس اس عنوان و موضوع پر نہایت مدلل و مسکت عقلی نقلی علم الکلام موجود ہے جس کا مسیحی طبقہ کے پاس کوئی جواب نہیں۔ اگر پاکستان کی اسلامی حکومت اسلام کی تعلیم لا اکراہ فی الدین کے مطابق اس پابند جماعت کے لئے بھی اظہار ضمیر و بیان وغیرہ کی آزادی کے انسانی حقوق بحال کر دے تو یہ جماعت اپنی روایتی علمی جدوجہد سے پاکستان میں بپھرے مسیحی سیلاب کے آگے کامیابی کے ساتھ بند باندھ سکتی ہے اور باطل کی فزوں تر شعلہ زن آگ کو ٹھنڈا کر سکتی ہے۔

برسبین (آسٹریلیا) میں جماعت کا قیام

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آسٹریلیا کے مقام برسبین میں جماعت کے قیام کے سلسلہ میں ابتدائی کام شروع ہو گیا ہے نوگنی سے واپسی پر محترم امین ساہو خاں نے آسٹریلیا میں مقیم احمدی احباب کی ایک میٹنگ محترم ڈاکٹر عبدالحمید ساہو خاں کے ہاں بلائی وقت کی کمی کے باعث آسٹریلیا کے مختلف دور دراز علاقوں کے بیشتر احباب اس میٹنگ میں شریک نہ ہو سکے اسلئے فیصلہ کیا گیا کہ سردست عبوری صدر بنا لیا جائے جو باقاعدہ انتخاب تک کام جاری رکھیں چنانچہ محترم ڈاکٹر عبدالحمید ساہو کو عبوری صدر مقرر کیا گیا ہے۔ ماہ مئی میں امریکہ کینیڈا اور دوسرے ممالک کے نمائندوں پر مشتمل ایک وفد فجی اور انڈونیشیا کا دورہ کرنیوالا ہے یہ وفد برسبین بھی جائیگا تاکہ وہاں باقاعدہ جماعت کے قیام کے سلسلہ میں متعلقہ اقدامات کو آخری شکل دی جائے۔

شیخ میاں محمد مرحوم کی سوانح حیات

والد مکرم حضرت شیخ میاں محمد مرحوم و مغفور جماعت احمدیہ لاہور کے ایک معزز ممبر، میاں محمد ہسپتال کے بانی تھے اور ملک کے صنعتی شعبہ کی ایک ممتاز شخصیت تھے ان کے سوانح حیات کی تدوین و ترتیب پیش نظر ہے۔

وہ احباب جن کا مرحوم کے ساتھ کسی نہ کسی طور تعلق رہا ہے وہ کسی نہ کسی طور ان سے ضرور متاثر ہوئے ہونگے ان کی پسند و ناپسند کا پتہ ہوگا، ان کے قول و فعل سے واقف ہوں گے۔ ان کی کچھ یادیں اور یادداشتیں ہوں گی۔ ان سے ملاقات و مراسلت کے مواقع پیدا ہوئے ہوں گے اور مرحوم کے خطوط و تصاویر وغیرہ ان کے پاس ہوں گے، جو مرحوم کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کی نشاندہی کرتے ہوں گے اور ہم لوگوں اور قارئین کے فائدے کے ہونگے ایسے سب حضرات و احباب سے گذارش ہے کہ وہ اپنی یادداشتیں رقم فرما کر بھجوا دیں خطوط و تصاویر وغیرہ دستاویزات شکریہ کے ساتھ واپس ارسال خدمت کر دی جائیں گی۔

اس مجوزہ کتاب کا کام تقریباً اپنے آخری مرحلہ میں ہے میں نے فرداً فرداً بھی احباب کی خدمت میں عرض داشتیں بھیجی ہیں اب پھر باعث زحمت ہوں کہ میری گذارش پر انتہائی توجہ فرماتے ہوئے اپنے نتائج قلم ارسال فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

والسلام
فضل احمد
ا/ ای ۔ ۱۲۱ ۔ گلبرگ III ۔ لاہور ۱۱

چشم روشن کن ز خاکِ اولیاء

مقام اولیاءؒ سے متعلّق مولانا رُومؒ کے چند اشعار

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خُدا ❊ او نشیند در حضورِ اولیاء

جو شخص خُدا کے دربار میں باریابی چاہتا ہے وہ اولیاء اللہ کی صحبت میں بیٹھتا ہے

خاک شو در پیشِ شیخ باصفا ❊ تاز خاکِ تو بروید کیمیا

باصفا شیخ کے سامنے خاک کی مانند عاجز بن جا۔ تاکہ تیری خاک کیمیا کا اثر پیدا کرلے

گر تُو سنگِ خارۂ مَرمَر شوی ❊ چُوں بصاحب دل رسی گوہر شوی

تُو سخت سنگِ مَرمَر ہی کیوں نہ ہو۔ جب کسی اہلِ دل کی خدمت میں پہنچے گا تو گوھر بن جائے گا

پیرِ کامل صورتِ ظلّ الٰہ ❊ یعنی دیدِ پیر دیدِ کبریا

کامل مُرشد ظلِّ الٰہی ہوتا ہے۔ یعنی پیر کے دیدار میں صفاتِ خداوندی کا عکس ہے

پیر را بگزیں کہ بے پیرے سفر ❊ ہست بس پُر آفت و خوف و خطر

کسی مُرشد کا دامن پکڑ کیونکہ کسی آسمانی راہنما کے بغیر سفر خطرات سے بھرا ہوا ہے

ہر کہ او بے مرشدے در راہِ شد ❊ او ز غولاں گمرہ و در چاہ شد

جو مُرشد کے بغیر راستے پر چل پڑا، اُسے شیاطین گمراہ و ہلاک کر دیتے ہیں۔

گر نہ باشد سایۂ پیر اے فضول ❊ پس ترا سرگشتہ دارد بانگِ غول

اے ناقص عقل انسان اگر تجھ پر مرشد کامل کا ہاتھ نہ ہوگا تو باطل کی طاقتیں تجھے غلط راہ پر ڈال دیں گی

چُوں تو کردی صُورتِ مرشد قبول ❊ ہم خدا آمد بذاتش ہم رسولؐ

جب تُو نے مرشد کا رنگ و روپ اختیار کر لیا تو خُدا اور رسُولؐ کے رنگ میں رنگا گیا

پیر باشد معدنِ علمِ لدن ❊ پیر باشد قادر بر لفظِ کن

مُرشد علمِ لدنی کی کان ہوتا ہے۔ مُرشد لفظ کُن پر قدرت رکھتا ہے

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود ❊ گرچہ از حلقومِ عبداللہ بود

اس کی بات دراصل اللہ کی بات ہوتی ہے۔ گو وہ بظاہر انسان کی زبان سے ادا ہوتی ہے

یک زمانہ صحبت با اولیاء ❊ بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

اللہ کے ولیوں کی صحبت میں گذرا ہوا مختصر زمانہ سو سال کی مخلصانہ عبادت سے بہتر ہے

چشم روشن کن خاکِ اولیاء ❊ تا بہ بینی ز ابتداء تا انتہاء

اولیاء کے پاؤں کی خاک سے آنکھوں کا نور حاصل کر تاکہ تجھ پر ابتدا سے انتہا تک کے بھید آشکار ہو جائیں

ہر ولی را نوحؑ کشتی باں شناس ❊ صحبت ایں خلق را طوفاں شناس

دُنیا کی محبت کو طوفان سمجھ اور ہر ولی کو اس طوفان میں حضرت نوحؑ کی طرح ناخدا یقین کر

چُوں شوی دور از حضور اولیاء ❊ در حقیقت گشتۂ دور از خُدا

جب تو اولیاء کے حضور سے دُور ہو گیا۔ تو دراصل تُو خدا کے حضور سے دُور جا پڑا

انبیاء و اولیاء را حق بداں ❊ سِرّ پنہانی بتو گفتم عیاں

میں تمہیں یہ راز کھول کر بتا رہا ہوں کہ انبیاء و اولیاء کو حق ہی سمجھو

تا توانی ز اولیاء رو بر متاب

جہاں تک ہو سکے اولیاء اللہ سے منہ نہ موڑ

جہد کن واللہ اعلم بالصّواب

کوشش کئے جا اللہ تعالیٰ حقیقتِ حال سے آگاہ ہے۔

* * * * * * *

اس باخدا کے دستِ مبارک میں ہاتھ دیں

اعظم علوی

★

آیا خیالِ یار ہوئے زخمِ دل ہرے — اب نقشِ ماسوا کا بھلا کون دم بھرے
ہوں آستانِ یار کے پہلو میں سر دھرے — فکرِ سخن ہے اور مضامین کے پرے
کیوں کام دے نہ مجھ کو قلم ذوالفقار کا
لکھنے لگا ہوں حال میں اک شہسوار کا

وہ شہسوارِ عرصۂ دینِ (آخری) — سرچشمۂ صداقت و عرفان و آگہی
لایا تھا اپنے ساتھ جو افضالِ ایزدی — آیا تھا بن کے مظہرِ انوارِ احمدی
جو شہسوار، شاہِ اُمم کا غلام ہے
ہاں! وہ مسیحِ وقت ہمارا امام ہے

وہ دورِ یاس و بیم کا غیروں کا شور و شر — کاشانۂ حبیب سے بھٹکی ہوئی نظر
قرآں کو رکھ کے طاق میں (مومن) تھا بیخبر — اُف بے کسی کہ حاملِ جنت ہو در بدر
ایسے میں لایا سطوتِ (ایمان) کا پیام
فرمایا دین کا ہوں مجدّد یہی لا کلام

آیا ہوں دینِ حق کی حفاظت کے واسطے — قرآں کی جہاں میں اشاعت کے واسطے
فرمانِ مصطفٰی کی صداقت کے واسطے — محبوبِ کبریا کی نیابت کے واسطے
خادم ہوں میں اسی کا جو ہے رسالت کا آفتاب
"من نیستم رسول نے آوردہ ام کتاب"

اسرارِ بے خودی کو کیا جس نے واشگاف — اور تار تار کر دیے ظلمت کے سب غلاف
غیروں کا ذکر کیا ہوئے اپنے بھی سب خلاف — وہ شیر مرد کہتا رہا پھر بھی صاف صاف
"بعد از خدا بعشقِ محمدؐ مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم"

قلب و نظر میں نورِ بصیرت لیئے ہوئے — اپنے جگر میں جوشِ ارادت لیئے ہوئے
جذبِ فلاح و شوکتِ ملّت لیئے ہوئے — سینے میں آسمانِ محبّت لیئے ہوئے
قرآن لے کے ہاتھ میں جب وقت آگیا
حق پورے اہتمام سے باطل پہ چھا گیا

وہ انتہائے شوق میں ڈوبی ہوئی نظر — تسکینِ قلب و نورِ ارادت سے بہرہ ور
لے کر پیامِ شوق جو پہنچی اِدھر اُدھر — ہر باخبر جو ساتھ ہوا اس کے ہم سفر
اس کو خیالِ دوریٔ منزل نہ رہ سکا
مومن بنا وہ حائلِ باطل نہ رہ سکا

اے (علوی) آکہ نورِ صداقت کا ساتھ دیں — اس باخدا کے دستِ مبارک میں ہاتھ دیں

★

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس عقب وٹرنری کالج کچار شید روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغامِ صلح دارالسلام ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا۔

FOR RECORD

جلد: ۷۲ | بتاریخ ۲۶ شوال المکرم ۱۴۰۹ھ بمطابق یکم جون ۱۹۸۹ء | شمارہ: (۸)

ارشادات حضرت مجدد صد چہاردہم

اُن دوستوں کے لئے جو سلسلۂ بیعت میں داخل ہیں

عزیزان بے خلوص و صدق نکشائند راہے را ؁ مصفا قطرۂ باید کہ تا گوہر شود پیدا

"اے میرے دوستو جو میرے سلسلۂ بیعت میں داخل ہو خدا ہمیں اور تمہیں ان باتوں کی توفیق دے جن سے وہ راضی ہو جائے آج تم تھوڑے ہو اور تحقیر کی نظر سے دیکھے گئے ہو اور ایک ابتلاء کا وقت تم پر ہے اُس سنت اللہ کے موافق جو قدیم سے جاری ہے ہر یک طرف سے کوشش ہو گی کہ تم ٹھوکر کھاؤ اور تم ہر طرح سے ستائے جاؤ گے اور طرح طرح کی باتیں تمہیں سننی پڑیں گی اور ہر یک جو تمہیں زبان یا ہاتھ سے دُکھ دے گا وہ خیال کرے گا کہ اسلام کی حمایت کر رہا ہے اور کچھ آسمانی ابتلاء بھی تم پر آئیں گے تا تم ہر طرح سے آزمائے جاؤ سو تم اسوقت سن رکھو کہ تمہارے فتحمند اور غالب ہو جانے کی یہ راہ نہیں کہ تم اپنی خشک منطق سے کام لو یا تمسخر کے مقابل پر تمسخر کی باتیں کرو یا گالی کے مقابل پر گالی دو کیونکہ اگر تم نے یہی راہیں اختیار کیں تو تمہارے دل سخت ہو جائیں گے اور تم میں صرف باتیں ہی باتیں ہونگی جن سے خدا تعالیٰ نفرت کرتا ہے اور کراہت کی نظر سے دیکھتا ہے سو تم ایسا نہ کرو کہ اپنے پر دو لعنتیں جمع کر لو ایک خلقت کی اور دوسری خدا کی بھی ——— یقیناً یاد رکھو کہ لوگوں کی لعنت اگر خدا تعالیٰ کی لعنت ساتھ نہ ہو کچھ بھی چیز نہیں اگر خدا ہمیں نابود نہ کرنا چاہے تو ہم کسی سے نابود نہیں ہو سکتے لیکن اگر وہی ہمارا دشمن ہو جائے تو کوئی ہمیں پناہ نہیں دے سکتا ہم کیونکر خدا تعالیٰ کو راضی کریں اور وہ ہمارے ساتھ ہو اس کا اس نے مجھے بار بار یہی جواب دیا کہ تقویٰ سے سو اے میرے پیارے بھائیو کوشش کرو تا متقی بن جاؤ بغیر عمل کے سب باتیں ہیچ ہیں اور بغیر اخلاص کے کوئی عمل مقبول نہیں سو تقویٰ یہی ہے کہ ان تمام نقصانوں سے بچ کر خدا تعالیٰ کی طرف قدم اٹھاؤ اور پرہیزگاری کی باریک راہوں کی رعایت رکھو"

(ازالہ اوہام ۸۲۵/۸۲۶)

حضرت بانیٔ سلسلہ کے چند مکتوبات
امیر مرحوم حضرت مولانا محمد علی کے نام

۱۸۹۹ء میں حضرت مولانا محمد علی مرحوم نے وکالت کا آخری کا امتحان پاس کیا اور چند ملازمت چھوڑ کر پریکٹس کرنی کا یہ سب سے بڑا مقابلہ کا امتحان ہوتا تھا۔ ان دو سالوں میں یعنی ۱۸۹۷ء تا ۱۸۹۹ء حضرت مولانا محمد علی مرحوم اور حضرت مرزا صاحب کے درمیان مسلسل خط و کتابت بھی رہتی تھی اور حضرت صاحب کے کثیر تعداد میں خطوط حضرت مولانا محمد علی مرحوم کے کاغذات میں محفوظ ہیں جن میں سے بطور نمونہ چند ایک ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ درج ذیل ہے:۔ (ادارہ)

★ خط نمبر (۱)

محبی اخویم مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے سلمہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عنایت نامہ پہنچا۔ میں آپ کے لئے بدل و جان دعا میں مشغول ہوں اللہ تعالےٰ خدائے غفور الرحیم آپ کو کامیاب فرمائے۔ اُمید ہے خدا تعالےٰ پر بھروسہ کر کے تامل اور توقف اور آہستگی سے جوابات لکھیں گے۔ آپ بھی بہت دُعا کرتے رہیں۔ خدا تعالیٰ آپ پر فضل کرے آمین ثم آمین ڈاکٹر صاحب کا ابھی تک خط نہیں آیا انتظار ہے۔

راقم خاکسار غلام احمد از قادیان ۵ دسمبر ۱۸۹۸ء

★ خط نمبر (۲)

محبی اخویم مولوی محمد علی صاحب سلمہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جس قدر آپ محنت اور کوشش محض خالصاً للہ کر رہے ہیں دل سے دعا نکلتی ہے کہ اللہ تعالےٰ دنیا و آخرت میں اس کی نیک جزا آپ کو بخشے۔ آمین اسوقت سولہ صفحہ کتاب کے آپ کی خدمت میں مرسل ہیں اور بھی جیسا کہ چھپتا جائے گا بھیجا جائے گا اور آپ نے جو دریافت کیا تھا وہ بہت مناسب ہے جس قدر آپ چاہیں کم کرائیں اور جس قدر چاہیں سوانح میں زیادہ کرائیں۔ یہ آپ کا اختیار ہے

خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہٗ ۳ جنوری ۹۹ء

★ خط نمبر (۳)

محبی اخویم مولوی محمد علی صاحب سلمہٗ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ب رسالہ آج بوجہ ڈیفنس پر چھپوانے لاہور گیا ہے [illegible]۔ بالفعل مبلغ [illegible] اس کی اجرت بھیجے گئے ہیں اگر زیادہ خرچ ہو تو اخویم بابو تاج الدین صاحب سے لے لیں اور آپ خوب یاد رکھیں کہ اس ڈیفنس میں انگریزی میں بہت تصریح سے یہ تحریر ہونا چاہیئے کہ وہ پیشگوئی جو ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کے اشتہار مباہلہ میں شائع کی گئی تھی وہ پوری ہو گئی اور اس جگہ اشتہارات کا حوالہ دیا جائے کہ فلاں فلاں اشتہار دیکھا جائے اگر اس مضمون میں مجھ سے کچھ فروگذاشت ہو گئی ہو تو آپ اس کو پورا کر دیں بالآخر دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ آپ کو پاس کرے اور آپ کو ان خدمات کا اجر بخشے۔ آمین! ثم آمین

” خاکسار مرزا غلام احمد، ۱۰ جنوری ۹۹ء“

★ خط نمبر (۴)

محبی اخویم مولوی محمد علی صاحب سلمہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کو امتحان پاس ہونا مبارک ہو۔ ان دنوں میں جو دن خبر نکلنے کے بہت نزدیک تھے مجھ کو بہت اندیشہ اور از حد خیال تھا۔ الحمد للہ کہ آپ کو اس نے پاس کیا۔ ڈیفنس جو چھاپا جائے گا اگر اس خط کے پہنچنے تک گنجائش ہو تو کسی مناسب موقع پر اس کارروائی کا بھی ذکر کر دیں جو جلسہ طاعون کر کے کی گئی تھی۔

خاکسار مرزا غلام احمد، ۸ فروری ۱۸۹۹ء

★ خط نمبر ۵

محبی اخویم مولوی محمد علی صاحب سلمہٗ،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ،

اس وقت ۸ فروری ۱۸۹۹ء کو آپ کا عنایت نامہ پہنچا آپ نے جس قدر اپنے جوش اخلاص سے محنت شروع کی ہے اللہ تعالےٰ آپ کو اس کی جزائے خیر بخشے۔ آمین ثم آمین!

خاکسار مرزا غلام احمد، ۸ فروری ۱۸۹۹ء

★ خط نمبر ۶

[illegible] محبی اخویم مولوی محمد علی صاحب سلمہٗ [illegible]

آٹھ دن رہنے کے لئے اس جگہ تشریف لاویں گے میں نے وہ کتاب لکھنی شروع کر دی ہے جس کا ترجمہ آپ کریں گے اور اخویم شیخ رحمت اللہ صاحب لندن جانے کے لئے تیار ہیں تا یورپ میں اس کو شائع کریں مناسب ہے کہ آپ پہلی فرصت نکال رکھیں کہ عید کے موقع پر یہیں نماز پڑھیں غالباً اور بعض دوست بھی آئیں گے۔ والسلام

خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہٗ ۹ مارچ ۹۹ء

★ خط نمبر ۷

محبی اخویم مولوی محمد علی صاحب سلمہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عنایت نامہ پہنچا۔ مجھ کو تو اس بات سے بہت خوشی ہوئی کہ خدا تعالےٰ نے اپنی حکمت کاملہ سے آپ کے لئے قادیان میں رہنے کے لئے تقریب پیدا کر دی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے آپ کے لئے بہت کچھ فضل اور رحمت کا ارادہ فرمایا ہے کہ یہ تقریب قائم ہوگی۔ میرے نزدیک تو بہتر ہے تمام گرمی کے دن اکتوبر کے مہینے تک آپ اسی جگہ قادیان میں رہیں اور جوانمردی سے دینی امور سرانجام دیں اور اس عرصہ میں مولوی صاحب (مولانا نور الدین صاحب) سے قرآن شریف بھی سنیں۔ پھر اکتوبر جو ابتداء سردی کا ہوتا ہے آپ کو اختیار ہوگا کہ اپنے کام میں مشغول ہوں۔ یہ مدت آپ کے لئے انشاء اللہ دینی امور کی تکمیل کے لئے اکسیر کا کام دے گی مجھے آپ پر نہایت نیک ظن ہے اور میں خیال کرتا ہوں کہ آپ اس عرصہ میں بہت ترقیات کریں گے میرا مدت سے ارادہ ہے کہ اپنی جماعت کو دو گروہوں میں تقسیم کروں۔ ایک وہ گروہ جو کچھ دنیا کے ہیں اور کچھ دین کے اور بڑے بڑے امتحانوں کی برداشت نہیں کر سکتے اور دین میں بڑے کام نہیں کر سکتے۔ دوسرا گروہ جو پورے صدق اور پوری وفاداری سے اس دروازے میں داخل ہوتے ہیں اور درحقیقت اپنے تئیں اس راہ میں بیچتے ہیں سو میں چاہتا ہوں کہ خدا تعالےٰ آپ کو دوسرے گروہ میں سے کرے آپ ۵ امئی ۹۹ء کے گذرنے کے بعد اس لمبی رہائش کے ارادہ سے تشریف لے آویں مجھے یقین ہے کہ آپ کو بہت ثواب ہوگا۔ اس عرصہ میں اگر کسی امتحان کا ارادہ ہوگا تو اس گوشہ تنہائی میں وہ ارادہ بھی پورا ہو سکتا [illegible]

(۸ مئی ۱۸۹۹ء)

(اُوپر والا آخری خط مولانا محمد علی صاحب کو اسوقت ملا جبکہ آپ اورنٹیل کالج کی ملازمت کو چھوڑ رہے تھے اور وکالت کی پریکٹس کرنے کا ارادہ کر چکے تھے۔ چنانچہ اس مطلب کے لئے آپ گورداسپور میں کوٹھی کرایہ پر لے چکے تھے اور کتب اور فرنیچر بھی خرید لیا تھا اور ایک منشی نوکر رکھ چکے تھے۔ وکالت کی پریکٹس شروع کرنے سے پہلے آپ نے قادیان حضرت صاحب کے پاس کچھ عرصہ رہنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا اور ۱۵ مئی کے لگ بھگ آپ کا لاہور سے روانہ ہونے کا ارادہ تھا۔ اس تاریخ کے ساتھ آپ کی زندگی کا پہلا دور ختم ہوتا ہے۔ جو پچیس سال پر مشتمل تھا۔ ادارہ)

★ خط نمبر ۸

محبی اخویم مولوی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مجھ کو اس وقت آپ کے خط کے پانے سے بہت ہی خوشی ہوئی کہ اندازہ سے باہر ہے۔ خدا تعالےٰ آپ کو مرادات دارین تک پہنچائے میں مکان کی تجویز میں ہر وقت لگا ہوں امید ہے خاطر خواہ مکانات بہت قریب مل جائیں گے۔ مگر بالفعل آپ کے لئے یہ مکان کافی ہوگا اور میں نے محض آپ کی نیت سے اس مکان کو بنوایا تھا اور کوئی غرض نہ تھی مگر چونکہ زنانہ مکان کے لئے کچھ وسعت کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ تمام لوازم پورے ہو سکیں سو اسی فکر میں ہوں امید ہے اللہ تعالےٰ تمام افکار رفع کر کے مرادات تک پہنچا دے گا کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ والسلام

خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہٗ ۲۴ مارچ ۱۹۰۰ء

(غرضیکہ ۲۵ سال کی عمر میں جبکہ ایک زریں دنیاوی مستقبل مولانا محمد علی صاحب کے سامنے تھا انہوں نے امام وقت کے ارشاد پر لبیک کہا اور سب کچھ چھوڑ کر امام وقت کے قدموں میں جا بیٹھے۔

پندرہ روزہ پیغام صلح لاہور مؤرخہ یکم جون ۸۹ء

پاکستان، جنت نشان

ہم نے ان صفحات میں پہلے بھی اس بات پر تشویش کا اظہار کیا تھا جو پاکستان بالخصوص سندھ میں ایک وقت سے باعث پریشانی ہے اور اب یہ پریشانی فکرمندی کی حیثیت اختیار کر گئی ہے۔ وہاں کے خرابے نے ملک کی دو متحارب سیاسی پارٹیوں کی باہمی آویزش، کشمکش اور محاذ آرائی سے مزید فائدہ اٹھایا ہے۔ شرپسند اور ملک دشمن عناصر کو کھل کھیلنے کا موقعہ مل رہا ہے۔

ملک کے بعض دردمند لوگ نے سیاست دانوں نے سندھ کی صورتحال کو مشرقی پاکستان سے زیادہ سنگین قرار دیا ہے۔ کئی دوسرے رہنما بھی سندھ کے حالات پر گہری تشویش کا اظہار کر چکے ہیں۔ خود وزیر اعظم محترمہ بینظیر بھٹو ان حالات کو ایک قسم کی چھاپہ مار جنگ قرار دے چکی ہیں۔ عالمی مبصرین و سیاسی ماہرین بھی سندھ کے بارے میں کوئی کلمہ خیر منہ سے نہیں نکال رہے۔

اندرون ملک حالات کو بگاڑنے میں نسلی، علاقائی، لسانی، گروہی، قومی اور فرقہ وارانہ گروہوں کا کردار بڑا افسوس ناک رہا ہے اور یہاں کی ایک آبادی بھی مشرقی پاکستان کی غیر مسلم آبادی اب منفی کردار ادا کر رہی ہے علیحدگی پسندوں کے بدعزائم بھی واضح ہیں جو کھلم کھلا پاکستان توڑنے کی دھمکیاں دیتے رہتے ہیں۔ اور یہاں کے بعض رہنما بھی سندھ کے بارے میں بدخواہی کا اظہار کرتے ہیں۔

پھر پاکستان دشمن ممالک کی خفیہ اور تخریب کار ایجنسیاں بھی پورے زور و شور سے یہاں سرگرم عمل ہیں اور پھر قومیت و علاقائیت کے حالیہ تازہ نعرے نے بھی ملک کی سیاست میں جو زہر گھولا ہے اس کے مہلک اثرات ظاہر ہو رہے ہیں۔ آئے دن شہروں میں قتل عام، کرفیو کا نفاذ اور فوجی گشت سے حالات کے تیور اچھے نظر نہیں آتے۔ صوبائی حکومت اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود حالات پر قابو نہیں پا سکی۔

یہ فکر انگیز اور مخدوش صورت حال متقاضی ہے کہ سدھار کی کوئی راہ نکالی جائے تاکہ یہ خطہ آتش بداماں بننے کی بجائے امن و سکون کا خطہ و گہوارہ بن سکے۔ بعض مصلحین ملک و قوم اس سدھار کے لئے ملک کی سیاسی جماعتوں کے تعاون اور یکجہتی کو لابدی قرار دے رہے ہیں۔ وہ پاکستان کے بہی خواہ طبقہ خواص و عام سے استدعا کرتے ہیں کہ وہ کسی نادیدہ اور غیر محسوس حادثہ سے پہلے پہلے ہی سندھ کے حالات بالخصوص اور پاکستان کے دیگر علاقوں کی صورتحال بالعموم درست کرنے کی کوشش کریں اپنی مبینہ کشمکش اور بظاہر باہمی آویزش کو تیاگ کر اصلاح احوال کے لئے مفاہمت تعاون اور یکجہتی کے جذبہ کو بیدار کریں۔

ہمارے نزدیک اصلاح سدھار کا یہ ایک طریق تو ہے لیکن یہ کوئی حتمی اور پائیدار نہیں ہے حقیقی سدھار کی راہ تو یہ ہے کہ لسانی، لونی، علاقائی، قومی عصبیت اور مذہبی و فرقہ وارانہ تشدد پسندی کے رجحانات کو ختم کیا جائے۔ اور ان منفی رجحانات کا کلیتہً خاتمہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک پاکستان کی غالب آبادی دل و جان سے اور شعوری و غیر شعوری طور پر اپنے آپ کو صرف اور صرف "حقیقی مسلم" قرار نہیں دے لیتی۔ ایک زندہ خدا، ایک زندہ رسولؐ اور ایک زندہ کتاب پر علی وجہ البصیرت زندہ ایمان پیدا نہیں کر لیتی۔ ان کے اوامر و نواہی کا بالفعل لحاظ نہیں رکھتی۔ اور علاقہ، قوم، زبان، ذات، اور مذہبی تنفر وغیرہ قسم کے نعرے چھوڑ چھاڑ کر اس نعرے کی جیتی جاگتی اور چلتی پھرتی تصویر نہیں بن جاتے۔ جو حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اللہ تعالےٰ نے کہلوایا۔ ارشاد الٰہی ہے کہ :-

"کہہ دے کہ میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا مرنا اللہ تعالےٰ کے لئے ہے جو سارے جہان کا پالنے والا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور یہی مجھ کو حکم ہوا اور میں سب سے پہلے فرمانبردار ہوں"

اور جب تک اس دعا کی فعلی تصویر نہیں بن جاتے کہ :-

"اے میرے اللہ! مجھے اپنے نبیؐ کے طریقے پر کاربند رکھ اور اس پر عمل کرتے ہوئے مجھے اپنے پاس بلا لے اور نفسانی لغزشوں سے مجھے محفوظ فرمائے"

حب الوطن من الایمان (وطن سے محبت جزو ایمان ہے) ارشاد نبویؐ کا لحاظ اور پاسداری مسلم بننے مسلم بن کر رہنے اور مسلم قدروں کی بحالی سے ہی ممکن ہے۔ اور اگر یہ قدریں بحال ہو جائیں اور اللہ کرے بحال ہو جائیں تو یہ خطہ ارض پاکستان، جنت نشان اور امن و سکون کا جہان بن سکتا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ پاکستان کے پنجابی، سندھی، بلوچی، پٹھان، مہاجر و مقامی، ہندوستانی و پاکستانی اپنی ان غیر حقیقی حیثیتوں سے کنارہ کش ہو کر اور مذہبی فرقہ واریت کی تنگ دلی سے دامن چھوڑ کر سچے کھرے مسلم بن جائیں۔ اپنے قول میں بھی اور اپنے عمل میں بھی۔ یہ ان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں خاتم النبیین محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی اپنی تمام تر تفہیم و توضیح کے ساتھ کارگر نظر آتا ہو کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہوتا ہے۔ نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ ہی اسے ظالموں کے سپرد کرتا ہے۔ اور جو بھائی اپنے بھائی کی ضرورت میں لگا ہو اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت میں لگا ہوتا ہے۔ اور جس نے مسلمان سے ایک تکلیف دور کر دی اللہ تعالیٰ قیامت کے تکالیف میں سے اس کی ایک تکلیف دور کر دیگا اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ داری کی اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کی پردہ داری کریگا۔

کوئی ہے، جس کو ہم قرآن و رسول صلعم کے مندرجہ ذیل فرمان و ارشاد سنائیں اور وہ ان پر کان دھرے، ان پر عمل کرے، اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ :

- سب مل کر اللہ کی رسی (دین) کو مضبوطی سے پکڑ لو اور پھوٹ نہ ڈالو
- تم میں سب سے معزز قوم وہی ہے جو تم میں سب سے بڑھ کر خدا خوف ہے،
- اللہ انصاف اور بھلائی کرنے کا حکم دیتا ہے۔

حضور صلعم فرماتے ہیں کہ :

- تم میں سے کوئی اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی (مسلم و مومن) کے لئے وہ چیز پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔
- مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔
- اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں فرماتے جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔
- ہر مسلمان کا خون، اس کا مال اور اس کی عزت دوسرے مسلمان پر یہ سب کچھ حرام ہے۔
- ہر مومن دوسرے مومن کا بھائی ہے۔ جیسے ایک جسم، اگر اس جسم کا کوئی حصہ بھی تکلیف میں مبتلا ہو تو وہ سارے جسم میں تکلیف محسوس کریگا۔

مذہب، بندے اور خدا کے درمیان معاملہ

روزنامہ جنگ مجریہ ۱۹ مئی کے مطابق وزیر قانون سید افتخار گیلانی نے کہا ہے کہ اسلام کی ٹھیکیداری کے رجحان کو اب ختم ہونا چاہیئے۔ اسلام کے لئے کسی سے چٹ یا سرٹیفکیٹ لینے کی ضرورت نہیں رہی۔ نماز روزہ حج کے لئے کسی قانون کی ضرورت نہیں۔ انہوں نے کہا کہ اسلام میں راہب اور پوپ کا تصور نہیں ہے۔ انہوں نے یہ باتیں جمعرات کے روز سینیٹ میں ذاتی نکتہ وضاحت پر کہی۔ وزیر قانون نے کہا کہ پاکستان ایک چھوٹا ملک ہے یہاں پر ہر کوئی ایک دوسرے سے شناسا ہے۔ یہاں کوئی شخص اپنے عقیدے کو دوسرے شہری سے مخفی نہیں رکھ سکتا۔ لہٰذا یہاں اپنے عقیدے کے لئے کسی سے سرٹیفکیٹ یا چٹ لینے کی ضرورت نہیں۔ انہوں نے کہا کہ ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ آٹھویں ترمیم میں کون سی ایسی فاضل شق ہے جس کو اسلامی کہا جاتا ہے لیکن ۱۹۷۳ء کا آئین جس کو علماء کرام نے اسلامی قرار دیا تھا۔ اس پر کیا اعتراض ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان میں کسی کو راہب یا پوپ کا کردار ادا کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ انہوں نے کہا کہ مذہب بندے اور خدا کے درمیان معاملہ ہوتا ہے۔ اسلام پاپائیت کے خلاف ہے۔ انہوں نے کہا کہ شریعت کورٹ کے بارہ میں ان کی اپنی رائے ہے جس کا اظہار وہ ایوان میں کریں گے۔

ہمیں یقین ہے کہ محترم وزیر موصوف کی یہ اسلامی باتیں بہتوں کو بھلی نہیں لگیں گی اور اگر ہم نے ان سچی کھری

جماعتی خبریں

• حضرت امیر جماعت ایدہ اللہ تعالیٰ بخیریت ہیں تاہم گرمی کی شدت اور کثرت کار کے باعث صحت، کچھ متاثر رہتی ہے۔ احباب حضرت ممدوح کی صحت کاملہ اور درازی عمر کے لئے بارگاہ الٰہی میں دعائیں جاری رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ہم پر ان کا سایہ دراز رکھے اور انہیں کام والی عمر سعید عطا فرمائے۔

• تنظیم خواتین احمدیہ کا اجلاس

تنظیم خواتین الاحمدیہ کے زیر اہتمام ۱۸ رمئی جمعرات کو بعد نماز عصر جامع احمدیہ دارالسلام کالونی لاہور میں بسلسلہ تقریب یوم وصال حضرت بانی سلسلہ منعقد ہوئی جس میں تنظیم کی رکن خواتین اور بنات الاحمدیہ کی عہدیداران و ممبران نے شرکت کی۔ یہ تقریب مکرمہ محترمہ بیگم صاحبہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کی صدارت میں ہوئی۔ حمد و نعت کے بعد تقاریر کی گئیں اور مقالے و مضامین پڑھنے والوں میں آنسہ زاہدہ جنجوعہ، قدیرہ سیف، جمیلہ اسلام، آصمہ ریاض، طیبہ انوار، سعدیہ سیف، مسز زبیدہ احمد۔ اور پروفیسر رضیہ مدد علی شامل ہیں آخر میں صدر صاحبہ نے اختتامی خطاب فرمایا اور اجتماعی دعا کی۔ بعد ازاں حاضرات کی تواضع مشروبات سے کی گئی۔

• تقریب یوم وصال:

۲۵ مئی بروز جمعرات بعد نماز عصر جامع دارالسلام کالونی لاہور میں مرکز و مقامی جماعت کے تعاون سے حضرت بانی سلسلہ کے یوم وصال کے موقعہ پر ایک تقریب ہوئی جس میں مقامی احباب و خواتین کے علاوہ لاہور سے باہر کے آمدہ احباب نے شرکت کی محترم قاضی عبدالاحد نے قرآن کریم کی تلاوت کی جبکہ محترم عبدالعزیز ازکمی نے منظوم کلام ترنم سے پڑھا محترم فتح محمد عزیز صاحب اور مکرم مولٰنا حافظ شیر محمد خوشابی نے تقاریر کیں اسٹیج سیکریٹری کے فرائض محترم مرزا محمد لطیف صاحب نے ادا کئے۔ اختتام تقریب پر حاضرین نے عشائیہ میں شرکت کی۔

• مکرم میاں نصیر احمد فاروقی بنام میاں فضل احمد

مکرم و معظم جناب میاں صاحب

السلام علیکم! آپ کے حکم کی تعمیل میں میں نے "لگا ہے گا ہے باز خواں ـ ـ ـ ـ" کے سلسلہ کا پہلا مضمون لکھا ہے جو ارسال خدمت ہے اگر مناسب سمجھیں تو چھپنے کو دے دیں ورنہ اسے مجھے واپس کر دیں تو میں مجدد اعظم میں سے کچھ نکال کر پیش کروں۔

آپ کو یاد ہوگا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ جون کے مہینہ سے اس سلسلہ کو شروع کرنے کا آپ کا ارادہ ہے اور مہینہ میں ایک دفعہ اس قسم کا مضمون شائع ہوا کریگا۔ میں اسی حساب سے انشاء اللہ لکھنے کی کوشش کروں۔ مگر اگر میں غلط سمجھا ہوں تو مہربانی فرما کر میری تصحیح کر دیں کہ آپ کیا چاہتے ہیں۔

خاکسار نصیر احمد فاروقی۔

• کشمیر سے ایک مکتوب

روزنامہ روشنی سرینگر کے مدیر محترم عزیز کاشمیری مدیر پیغام صلح کو اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں۔

مزاج گرامی۔ عید مبارک قبول فرمادیں روشنی کے بارے میں ریویو کرنے کا بہت بہت شکریہ۔ مسیح موعود نمبر سے متعلق مضمون کی چٹھی تاخیر سے ملی۔ عجلت میں مختصر سا مضمون منسلک ہے۔ ہو سکے تو درستی کر کے شائع فرمادیں۔ ان دنوں گو ناگوں مصروفیات لاحق ہیں۔ وقت نہیں تھا کہ تفصیلی خط لکھتا۔ کرائسٹ ان کشمیر کی دو کاپیاں عنقریب ہی ارسال خدمت کروں گا تاکہ آپ اس پر کچھ وضاحت سے لکھ سکیں متعلقین کو خلوص بھرا السلام علیکم قبول ہو۔ والسلام

(عزیز کاشمیری)

• قرار دادہائے تعزیت،

تنظیم خواتین الاحمدیہ کی صدر صاحبہ، جملہ عہدیداران اور ممبران کی طرف سے محترمہ بیگم صاحبہ حضرت امیر ایدہ اللہ کی والدہ مکرمہ مرحومہ، مکرم ڈاکٹر محمد عبداللہ مرحوم کی بیگم صاحبہ اور عزیزہ بیگم بشریٰ علوی کی والدہ صاحبہ کی وفات پر درج ذیل تعزیتی قرار دادیں حالیہ اجلاس میں پاس ہوئیں۔

• محترمہ بیگم صاحبہ حضرت امیر ایدہ اللہ واہل خانہ کے نام

یہ اجلاس آپ کی والدہ صاحبہ کی وفات پر گہرے غم کا اظہار کرتا ہے۔ محترمہ ایک نہایت مخلص اور نیک خاتون تھیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور آپ سب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ ہم سب آپ کے اس غم میں برابر کے شریک ہیں۔ اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالےٰ آپ سب کو صبر و ہمت سے اس صدمہ کو برداشت کرنے کی توفیق دے۔ آمین!

• محترم عبدالغفور ثاقب صاحب واہل خانہ کے نام

یہ اجلاس آپ کی والدہ محترمہ کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتا ہے۔ محترمہ نہایت مخلص اور نیک خاتون تھیں ان کی وفات آپ کے لئے بہت دکھ کا باعث ہے ہم سب آپ کے اس دکھ میں برابر کے شریک ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ مرحومہ کو جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے اور آپ سب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

• محترمہ بیگم رشید سلیم صاحبہ کے نام

یہ اجلاس آپ کی والدہ محترمہ کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتا ہے محترمہ جماعت احمدیہ کی ایک نہایت نیک اور مخلص رکن تھیں اور بزرگ ہونے کی حیثیت سے جماعت کا ایک قیمتی سرمایہ تھیں ان کی وفات سے جماعت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے اور آپ کو اس صدمہ کو برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

• محترمہ بیگم بشریٰ علوی صاحبہ کے نام:

السلام علیکم! تنظیم خواتین احمدیہ آپ کی والدہ کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتی ہے مرحومہ انتہائی صابرہ، شفیق اور ملنسار خاتون تھیں ان کی وفات آپ سب بہن بھائیوں کے لئے بہت دکھ اور غم کی بات ہے اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے۔ اور آپ سب کو اس صدمہ کو سہنے کی ہمت اور طاقت عطا فرمائے آمین!

• ہمارے نہایت قابل احترام بزرگ حضرت مولٰنا حافظ شیر محمد خوشابی دامت برکاتہ کی صحت ان دنوں کمزور ہے۔ احباب سے درخواست ہے کہ آن کی صحت و تندرستی کے لئے دعا فرمادیں۔

• عطیہ بر خوشی ختم قرآن کریم

محترم راجہ محمد افضل جنجوعہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کے نام اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں۔

عزیزہ طیبہ بنت انوار احمد صاحب نے مؤرخہ ۳ / ۵ / ۸۹ (۲۶ رمضان المبارک) کو ختم قرآن کریم کیا۔ رات ۲۷ رمضان المبارک ہوگی قرآن کریم پڑھنے والوں کو علم ہے کہ یہ رات ایک ہزار مہینہ سے بہتر ہے میں خود حیران ہوں کہ یہ کتنی بڑی برکت ہے اور اس بچی سے پہلے چالیس بچے قرآن کریم ختم کر چکے ہیں۔ آپ دعا فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ ان بچوں کو نیک بنائے اور میرے جیسے کمزور انسان کی دستگیری فرمائے۔"

(اس موقعہ پر عزیزہ طیبہ انوار احمد کی طرف سے ۵۰/ روپے بطور عطیہ انجمن کے خزانہ میں جمع کرائے گئے۔ جزاھم اللہ)

اس مکتوب پر حضرت امیر ایدہ اللہ نے رقم فرمایا:

"محترم راجہ صاحب۔ آپ کو مبارک ہو۔ اور اس بابرکت خدمت دین کا اجر آپ کو نصیب فرمائے۔ اور مزید عمر صحت اور مہلت عطا کرے۔ شکریہ

دستخط: حضرت امیر ایدہ اللہ

• مرکز سے وفد کی روانگی:

مرکز سے ایک سہ رکنی وفد غیر ملکی دورے پر اس ماہ روانہ ہو رہا ہے اس وفد میں محترم چوہدری عزیز احمد محترمہ ذکیہ بیگم صاحبہ اور محترمہ رضیہ مدد علی صاحبہ شامل ہیں۔ یہ وفد جولائی اگست کے دو ماہ میں جماعتوں کے احباب سے ملاقاتیں کریں گے اور مختلف کانفرنسوں میں شریک ہوں گے۔

• اعتذار

قارئین کرام کی طرف سے ہمیں شکایات پہنچ رہی ہیں کہ پیغام صلح ان کو تاخیر سے ملتا ہے یا ملتا ہی نہیں ان کی یہ شکایات بجا ہیں۔ اور ہم ان سے معذرت خواہ ہیں ادارہ کو دراصل فی الحال کتابت و طباعت اور تقسیم کے جملہ مراحل میں عارضی رکاوٹیں لاحق ہیں۔ جن کو دور کرنے کی طرف خصوصی توجہ دی جا رہی ہے۔ اُمید ہے ہماری یہ معذرت قبول فرما کر شکر گذاری کا موقعہ دیں گے۔

علاوہ ازیں احباب کرام اخبار میں کی گئی ہماری اپنی گذارش پر اپنے قیمتی مضامین وغیرہ بغرض اشاعت بھیج رہے ہیں ہم ان سب کے نہایت ممنون و مشکور ہیں۔ تاہم جس دور سے ہماری جماعت گذر رہی ہے اس کے پیش نظر بعض مضامین کو التوا میں رکھنا پڑتا ہے بعض کی ضرورت سے زیادہ کانٹ چھانٹ کرنی پڑتی ہے۔ اور بعض کو قانونی تقاضوں کے تحت ناقابل اشاعت پاکر اخبار میں نہیں دیا جاتا۔ اُمید ہے ان مخصوص حالات میں ہماری یہ مجبوریاں احباب کے سامنے رہیں گی۔ اور ہماری معذوری کو شرف قبولیت سے نوازیں گے۔ (بقیہ صفحہ ۱۵ پر)

از ممتاز احمد فاروقی مرحوم

حضرت بانیٔ سلسلہ کی سیرت کی ایک جھلک

۱۹۰۷ء کے موسم گرما میں قبلہ والد ڈاکٹر بشارت احمد مرحوم و مغفور نے لمبی رخصت لی اور بجائے رشتہ داروں سے ملنے ملانے کے بمع اہل و عیال قادیان کا رخ کیا۔ تاکہ حضرت صاحب کی صحبت میں کچھ دن گذارنے کا موقع مل سکے۔ اپنے آنے کی اطلاع والد صاحب نے حضرت صاحب کو پہلے سے کر دی تھی۔ مگر جب ہم ریل سے بٹالہ اسٹیشن پر پہنچے تو یہ معلوم کر کے حیرت اور خوشی بھی ہوئی کہ حضرت صاحب نے ہم لوگوں کے آرام کا خیال کرتے ہوئے اپنی بہلی (یعنی دو بیلوں والی رتھ کی قسم کی گاڑی) بٹالہ بھیجدی تاکہ ہم سب اس میں آرام سے سفر کر سکیں کیونکہ ۱۱ میل کی کچی سڑک پر ویسے کافی ہچکولے لگتے تھے اور گرد و غبار سے تکلیف ہوتی تھی۔ میری عمر اس وقت تقریباً ساڑھے آٹھ سال کی تھی۔ گرمی کی وجہ سے ہم لوگ سہ پہر کے بعد بٹالہ سے روانہ ہوئے اور جب قادیان پہنچے تو شام کا اندھیرا ہو چکا تھا۔

جب حضرت صاحب کو ہم لوگوں کے پہنچ جانے کی اطلاع ہوئی تو ہمیں اپنے مکان کے حصہ "دارالبرکات" میں اتارا۔ خود حضرت صاحب ہاتھ میں لالٹین لیے ایک کمرے میں سے چارپائیاں نکلوا رہے تھے۔ بلکہ ملازم کی مدد بھی کرتے جاتے تھے۔ اگرچہ والد صاحب خود آگے بڑھ کر ملازم سے مل کر تمام کام کر رہے تھے اور بہ ادب حضرت صاحب کو خود تکلیف نہ اٹھانے کے لئے کہتے جاتے تھے مگر حضرت صاحب نے تمام چارپائیاں خود اپنے سامنے آنگن میں بچھوائیں۔ پینے کے لئے پانی کے گھڑے رکھوائے اور ساتھ ہی لوٹے اور گلاس بھی۔ پھر ملازم کو مہمان خانے کے لنگر سے کھانا لانے کے لئے بھیجدیا جو کہ جلدی لایا گیا اور ہم لوگوں نے کھایا۔

میری ایک چھوٹی شیر خوار بہن تھی۔ میری والدہ مرحومہ نے والد صاحب سے کہا کہ خود جا کر بازار سے اس کے لئے دودھ لے آئیں۔ جب والد صاحب ایک احمدی شیر فروش کی دوکان پر پہنچے تو دیکھا کہ دودھ کی کڑاہی میں آدھ سیر دودھ باقی ہے اور وہ بھی اس نے ایک اور شخص کو برتن میں ڈال کر دے دیا۔ اور افسوس ظاہر کیا کہ والد صاحب کے لئے کچھ نہ بچا۔ والد صاحب افسوس کرتے اور فکر کی حالت میں گھر واپس آ گئے اور والدہ سے یہ تمام واقعہ بیان کر دیا۔ ابھی زیادہ دیر نہ ہونے پائی تھی کہ "دادی" حضرت صاحب کی ایک بوڑھی ملازمہ دستک دے کر اندر آئی اور ایک پیالہ دودھ سے بھرا ہوا دے کر کہنے لگی کہ حضرت صاحب نے آدمی بھیج کر دودھ منگوا کر بھیجا ہے۔ کیونکہ شیر خوار بچی کے لئے ضرورت ہوگی۔ وہ آدمی حضرت صاحب کا ہی بھیجا ہوا تھا جو شیر فروش سے دودھ ہمارے لیئے ہی لے رہا تھا۔

اللہ۔ اللہ یہ خدا تعالیٰ کے فرستادہ لوگ کیسے خوش اخلاق۔ منکسر المزاج۔ با مروت اور مہمان نواز ہوتے تھے۔ کہ امیر اور غریب مریدان کی نظروں میں ایک ہی تھا اگر کسی کی زیادہ قدر کرتے تھے تو اس لیئے کہ وہ مرید زیادہ متقی۔ پرہیزگار اور خادم دین ہوتا تھا۔ ان کا ہر کام لوجہ اللہ ہوتا تھا۔ اور خدا تعالیٰ بھی انکا یار و مددگار ہوتا تھا۔ ان خدا کے پاک بندوں کی حکومت لوگوں کے دلوں پر ہوتی تھی۔ اور لوگ ان پر اپنی جانیں بھی فدا کرنے کو تیار ہوتے تھے۔

کسی قاعدے قانون اور جوڑ توڑ اور چالبازی کی ان مقدس لوگوں کو قطعی ضرورت نہ ہوتی تھی۔ ان کا فرمان جو کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے مطابق ہوتا تھا۔ وہ ان کے مریدین کے لیئے ایک حکم کا درجہ رکھتا تھا۔ جو وہ بخوشی بجا لاتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ یہ سب کچھ مرضات اللہ اور خدمت دین و خلق کے لیئے ہو رہا ہے۔ اور اس میں دنیا کی ملونی نہیں ہے میں اپنے آپ کو خوش نصیب سمجھتا ہوں کہ میں نے اپنے ہوش میں حضرت صاحب کی اور ان کے زمانے کی ایک جھلک دیکھی۔

❖ ❖ ❖ ❖

مشاہیر سے ملاقات

حضرت بانیٔ سلسلہ کے عشق رسولؐ پر ایک شہادت

مرزا فرحت اللہ بیگ ——————

کی ایک تقریر "مشاہیر سے ملاقات"، دکن ریڈیو کے رسالہ نوا ۱۶ مئی ۴۴ء کے پرچہ میں شائع ہوئی اس تقریر کے جس حصہ میں حضرت بانیٔ سلسلہ کا ذکر ہے ہم اسے درج ذیل کرتے ہیں۔ (ادارہ)

جناب مرزا غلام احمد صاحب مرحوم قادیانی بانی فرقہ احمدیہ ان سے میرا یہ رشتہ ہے کہ میری خالہ زاد بہن ان سے منسوب تھیں۔ اس لئے یہ جب کبھی دلی آتے تو مجھے ضرور بلا لیتے اور پانچ روپیہ دیتے۔ چنانچہ دو تین دفعہ ان سے میرا ملنا ہوا۔ مگر میں یقین دلاتا ہوں کہ انھوں نے کبھی مجھ سے ایسی گفتگو نہیں کی جکو تبلیغ کہا جا سکے میں اس زمانے میں ایف اے میں پڑھتا تھا۔ زیادہ تر مسلمانوں کی تعلیم کا ذکر ہوتا تھا۔ اور اس پر وہ افسوس ظاہر کیا کرتے تھے کہ مسلمان اپنی مذہبی تعلیم سے بالکل بے خبر ہیں اور جب تک مذہبی تعلیم عام نہ ہوگی اس وقت تک مسلمان ترقی کی راہ سے ہمیشہ ہٹے رہیں گے۔ میرے ایک چچا تھے جن کا نام مرزا عنایت اللہ بیگ (مرحوم) تھا۔ یہ بڑے فقیر دوست تھے۔ تمام ہندوستان کا سفر فقیروں سے ملنے کے لئے کیا۔ بڑی بڑی سخت ریاضتیں کیں۔ چنانچہ اس سے ان کی محبت کا اندازہ کر لیجئے کہ تقریباً چالیس سال تک یہ رات کو نہیں سوئے صبح کی نماز پڑھ کر دو اڑھائی گھنٹے کے لئے سو جاتے۔ ورنہ سارا وقت یاد الٰہی میں گذارتے۔ ایک دن میں جو مرزا غلام احمد صاحب کے ہاں جانے لگا تو چچا صاحب قبلہ نے مجھ سے کہا "بیٹا میرا ایک کام ہے۔ وہ کر دو۔ اور وہ یہ ہے کہ جن صاحب سے ملنے تم جا رہے ہو ان کی آنکھوں کو دیکھو کہ کس رنگ کی ہے"۔ میں سمجھا ہی نہیں ان کا مطلب کیا ہے مگر جب مرزا صاحب کے پاس گیا تو بڑے غور سے ان کی آنکھوں کو دیکھتا رہا میں نے دیکھا کہ انکی آنکھوں میں سبز رنگ کا پانی گردش کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے اسی سلسلہ میں میں نے بھی خود ان کو ذرا غور سے دیکھا کیونکہ اس سے پہلے جو میں ان کے پاس جاتا تھا تو ہمیشہ نیچی آنکھیں کر کے بیٹھتا تھا۔ اس دفعہ میں نے دیکھا ان کا چہرہ بہت بارونق ہے سر پر کوئی دو دو انگل کے بال ہیں۔ ڈاڑھی خاصی نیچی ہے آنکھیں جھکی جھکی ہیں۔ بات کرتے ہیں تو بہت متانت سے کرتے ہیں۔

بہرحال وہاں سے واپس آنے کے بعد میں نے چچا صاحب قبلہ سے تمام واقعات بیان کیے انہوں نے کہا "فرحت دیکھو اس شخص کو برا کبھی نہ کہنا۔ فقیر ہے اور یہ حضرت رسول اکرم صلعم کے عاشق ہیں"۔

میں نے کہا یہ آپ نے کیونکر جانا۔ فرمایا جو اہل دل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خیال میں ہر وقت غرق رہتے ہیں ان کی آنکھوں میں سبزی آ جاتی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ سبز رنگ کے پانی کی ایک لہر ان میں دوڑ رہی ہے۔ میں نے اس وقت تو ان سے اس کی وجہ نہیں پوچھی مگر بعد میں معلوم ہوا کہ سب فقراء اور اہل طریقت اس پر متفق ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ سبز ہے۔ اسی کا عکس آپ کا زیادہ خیال کرنے سے آنکھوں میں جم جاتا ہے"۔

"نوا"

(۱۶ تا ختم مئی ۱۹۴۴ء)۔

مدیر محترم!

احمدیت کیا ہے؟ حضرت مرزا صاحب کیا لے کر آئے؟ اور کس بات کی تعلیم دی؟ کس مذہب کی خدمت ان کے ذریعہ دنیا میں ہوئی ہے؟ ہمارے مخالفین بار بار اس بات پر زور دیتے ہیں کہ احمدی مشنوں کے ذریعہ "مرزائیت" کی اشاعت کی جاتی ہے۔ ہم یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ مرزائیت کیا ہے؟ مرزا صاحب نے تو مرزائیت کے نام سے کوئی عقیدہ پیش نہیں کیا جو تعلیم انہوں نے دی ہے وہ وہی ہے جو رسول کریم صلعم کے ذریعہ دنیا کو ملی۔ وہی پنج بنائے دین ہیں جن پر دین کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ اور آپ دیکھتے ہیں کہ مرزا صاحب کا کوئی مرید ایسا نہیں جس کا عمل ان پنج بنائے اسلام پر نہ ہو۔ پھر وہ کون سی نئی بات ہے جو احمدیت میں پائی جاتی ہے۔ کیا ختم نبوت کا انکار اور نئی نبوت کا اجراء۔ یہ وہ اتہام ہے جس کی حضرت مرزا صاحب نے بار بار تردید فرمائی۔ اور صاف طور پر اعلان کیا:۔

"میں ان سب باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن اور حدیث کی رو سے مسلم الثبوت ہیں اور سیدنا و مولانا حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت و رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں، میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی۔"

(اشتہار مورخہ ۲ راکتوبر ۱۸۹۱ء)

اور اپنی آخری کتاب حقیقۃ الوحی میں بھی صاف طور پر لکھا ہے کہ:۔

"یعنے نبوت ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر منقطع ہو گئی پس آپ کے بعد نہ کوئی نبی آسکتا ہے اور نہ رسول۔"

(الاستفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۴)

فرمائیے اس سے بڑھ کر اور کیا وضاحت ہو سکتی ہے؟ پھر وہ کون سی بات ہے جو احمدیت میں پائی جاتی ہے۔ کیا وفات مسیح کا عقیدہ۔ یہ وہ مسئلہ ہے جس پر پہلے سے اختلاف چلا آتا ہے۔ حضرت امام بخاریؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے انی متوفیک کی بہ تفسیر نقل کی ہے انی ممیتک یعنے متوفیک کے معنے ہیں میں تجھے مارنے والا ہوں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے موقعہ پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آیہ کریمہ ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل پڑھ کر اس بات کی وضاحت کی کہ آپ سے پہلے تمام رسول فوت ہو چکے ہیں اور صحابہ رضا میں سے کسی نے اٹھ کر نہ کہا کہ حضرت عیسےٰؑ فوت نہیں ہوئے۔ گویا صحابہ رضا کا وفات مسیحؑ پر اجماع تھا۔ خود حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ قیامت کے دن کچھ مسلمانوں کو دوزخ کی طرف لے جایا جائیگا تو میں کہوں گا اصیحابی اصیحابی یہ تو میرے ساتھی تھے تو مجھے کہا جائیگا کہ تو نہیں جانتا کہ تیرے بعد ان لوگوں نے کیا کیا۔ تو میں وہی بات کہوں گا جو میرے بھائی عیسیٰؑ نے کہی۔

فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم

جب تو نے مجھے وفات دے دی تو تو ہی ان پر نگہبان تھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم بھی حضرت عیسےٰؑ کے قول فلما توفیتنی کے معنے یہی سمجھتے تھے کہ "جب تو نے مجھے وفات دی" اور یہ حضرت عیسیٰؑ کی وفات پر نص صریح ہے پھر شب معراج کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسےٰؑ کو وفات یافتہ رسولوںؑ میں ہی دیکھا ایسا ہی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق یہ مروی ہے، قال مالک مات حضرت امام مالکؒ نے کہا ہے کہ وہ (حضرت عیسےٰؑ) وفات پا گئے۔

اس قدر واضح شہادتوں کے ہوتے ہوئے کون کہہ سکتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے حضرت عیسےٰؑ کو وفات یافتہ قرار دے کر کوئی نئی بات کہی جو دین کے مخالف ہے۔ مخالف کہاں وہ تو دین کے عین مطابق اور اس کے زندہ مذہب ہونے کا ثبوت ہے۔ عیسائی پادری عقیدہ حیات مسیحؑ کو پیش کرکے اور یہ کہہ کر کہ تمہارا رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے تمام رسولؑ اسی دنیا میں ایک فانی انسان کی طرح وفات پا گئے لیکن حضرت عیسےٰؑ دو ہزار سال سے زندہ آسمان پر بیٹھا ہے اور دوبارہ امت محمدیہ کی اصلاح کے لئے آئے گا جو ان کی الوہیت کا ثبوت ہے ہزارہا مسلمانوں کو مرتد بنا رہے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں حضرت مرزا صاحبؒ نے فرمایا کہ حضرت عیسےٰؑ "فوت ہو چکے ہیں۔ اور دوبارہ نہیں آسکتے حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فیض جاری ہے جس سے فیضیاب ہو کر اس امت کے اولیا اور مجدد دین اصلاح خلق کرتے رہے اور آج میں آپ ہی کے فیض سے حصہ پاکر عیسائیت اور دوسرے مذاہب کی اصلاح اور دین کی تائید و خدمت کے لئے مبعوث ہوا۔ فرمائیے اس سے دین کی تائید ہوتی ہے یا تردید؟ کیا اس میں دین کی زندگی اور عیسائیت کی موت نہیں اور کیا اعتقاد دوبارہ حیات مسیحؑ سے دین پر زد نہیں پڑتی اور کفر و ارتداد کا دروازہ نہیں کھل گیا۔

غور کریں کہ یہی وہ تعلیم ہے جس کو حضرت مرزا صاحب کی جماعت دنیا کے مختلف حصوں میں پیش کر رہی ہے کیا اس کو آپ "مرزائیت" کا نام دیں گے۔ یہی وہ احمدیت ہے جو زندہ دین پیش کرتی ہے اس کو کفر قرار دینا کہاں تک مناسب ہے۔؟

آیئے ہم حضرت مرزا صاحب کے اپنے الفاظ میں آپ کو بتائیں کہ وہ کیا لے کر آئے اور جو سلوک ان کیا تھ ہوا وہ کہاں تک حق بجانب ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

"... (دین) کے واسطے ایک انحطاط کا وقت ہے۔ اگر ہمارا طریق ان لوگوں کو پسند نہیں تو فتح (دین) کے واسطے کوئی پہلو یہ لوگ ہم کو بتلائیں ہم قبول کریں گے اب تو ہر ایک عقلمند نے شہادت دے دی ہے کہ اگر (دین) کی فتح کسی بات سے ہو سکتی ہے تو وہ یہی بات ہے، یہاں تک کہ عیسائی خود قائل ہیں کہ وفات مسیحؑ کا یہی ایک پہلو ہے جس سے عیسوی مذہب بیخ و بن سے اکھڑ جاتا ہے اگر یہ لوگ عیسائیت کو چھوڑ دیں گے تو پھر ان کے واسطے بجز اس کے اور کوئی دروازہ نہیں کہ (دین) کو قبول کریں اور اس میں داخل ہو جائیں۔ یہی ایک راہ ہے اگر کوئی دوسری راہ کسی کو معلوم ہے تو اس پر فرض ہے کہ اسکو پیش کرے بلکہ اس پر کھانا پینا حرام ہے جب تک کہ اس پہلو کو پیش نہ کرے۔ ... سوچو اس میں تمھارا کیا حرج ہے کہ عیسیٰؑ فوت ہو گیا۔ کیا تمہارا پیارا نبیؐ فوت نہیں ہو گیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے نام پر تمھیں غصہ نہیں آتا عیسےٰؑ کی وفات کا نام سن کر تمہیں کیوں غصہ آتا ہے؟

میرا مطلب نفسانیت کا نہیں۔ میں کوئی شہرت نہیں چاہتا میں تو صرف (دین) کی ترقی چاہتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ میرے دل کو خوب جانتا ہے اسی نے میرے دل میں یہ جوش ڈال دیا... خدا تعالےٰ چاہتا ہے کہ مجرم علیحدہ ہو جائیں اور راستباز علیحدہ ہو جائیں۔ میرے پر حملہ کرنیکا کچھ فائدہ نہیں بصیرت والا اپنی بصیرت کو نہیں چھوڑ سکتا میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر کوئی صادق طالب ہے تو میرے پاس آوے میں تازہ نشان دکھلاؤں گا۔"

مکرمی! سلام مسنون!

مزاج شریف! پہلے تو اخبار پیغام صلح کے اجراء کی مبارکباد قبول فرمادیں۔ دوسرے دیوبند علماء کی ایک فتوے کے متعلق فوٹو سٹیٹ کاپی ارسال کر رہا ہوں۔ اگر مفید ہو تو شائع فرما کر اپنا تبصرہ بھی کر سکتے ہیں۔ (جو لائق اشاعت و تبصرہ نہیں۔ مدیر) تیسرے آپ نے جماعت کے بزرگوں کے حالات زندگی بھی شائع کرنے کا عزم ظاہر کرکے پہلے نمبر پر آپنے حضرت شیخ میاں محمد صاحب لائلپوری کے حالات بھی رقم فرمائے ہیں براہ کرم آئندہ بھی یہ سلسلہ جاری رکھیں لائلپور میں اور بھی بزرگان سلسلہ رہتے تھے اگر ہو سکے تو پہلے لاہور کے بزرگان کے حالات تحریر فرمادیں مثلاً حضرت ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب حضرت الطاف حسین شاہ بخاری حضرت چوہدری منظور الٰہی صاحب اسی طرح اور بھی بزرگ ہیں جو حضرت بانی سلسلہ اور حضرت مولینا محمد علی صاحب کے دست راست اور انجمن کے بانی حضرات میں سے تھے جہلم، راولپنڈی، پشاور اور دیگر شہروں میں جنھوں نے اپنی زندگیاں جماعت کے لئے وقف کی تھیں اور جماعتوں میں ترقی کے شہسوار تھے ان کے حالات زندگی اور بعد میں ان کی اولادوں کا بھی تفصیل سے ذکر فرمادیں اور یہ بھی لکھیں اب ان کی اولادیں جماعت سے وابستہ ہیں کہ نہیں۔ اگر نہیں تو ان کی وجوہات بھی تحریر کریں تاکہ آئندہ جماعت کی

(بقیہ صفحہ ۔۔ پر ملاحظہ فرمادیں)

گاہے گاہے باز خواں ...... ،

از قلم نصیر احمد فاروقی صاحب، لاہور

کون روتا ہے کہ جس سے آسماں بھی رو پڑا

اس عنوان سے جو سلسلہ مضامین اخبار پیغام صلح میں کچھ عرصہ سے نکل رہا ہے اس کی تعریف میں نے محترم جناب میاں فضل احمد صاحب سے (جو اخبارات کے شعبہ کے افسر اعلیٰ ہیں) اگلے روز کی تو انہوں نے فرمائش کی کہ میں بھی اس سلسلہ مضامین میں کچھ لکھوں جو دلوں کو گرما کر جماعت کے لوگوں میں مزید قوت عمل پیدا کرے انہوں نے فرمایا کہ یہ خصوصاً ضروری ہے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی زندگی کے حالات میں سے اقتباسات آپ کی سوانح عمری موسومہ بہ "مجدّد اعظم" سے اخذ کر کے پیغام صلح میں شائع کئے جائیں تاکہ وہ لوگوں کے ایمان کو تر و تازہ کر کے ان کی اخلاقی اور روحانی ترقی کا باعث بنیں۔

اگرچہ میری صحت ابھی نارمل نہیں ہوئی مگر میں جناب میاں صاحب کو "نہ" کبھی کہہ نہ سکا ہوں اس لئے میں نے آپ کی فرمائش پورا کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ میں کہاں تک اس ارادہ کو پورا کر سکوں گا یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے اختیار میں ہے ھو نعم المولیٰ و نعم النصیر۔ بہرحال اس کام کو شروع کرنے کے لئے میں اپنے "دفتر پارینہ" کے ورق الٹ رہا تھا تو مجھے حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی کی ایک دعا کا متن نظر پڑا۔ اس کو پڑھ کر میرے دل کی جو حالت ہوئی وہ میں بیان نہیں کر سکتا، میرے دل سے بے اختیار آواز آئی کہ تو اس دعا کو شائع کر کے اس سلسلہ مضامین کی ابتدا کر۔ یاد رہے کہ یہ دعا آج سے نصف صدی اوپر گذر چکی ہے کہ حضرت امیر مرحوم نے لکھ کر اپنے احباب میں سے ایک بزرگ کو دی تھی جو حج پر جا رہے تھے۔ حضرت امیر مرحوم نے یہ دعا ان بزرگ کو ان کی فرمائش پر لکھ کر دی تھی تاکہ وہ خانہ کعبہ اور روضۂ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر اس کو پڑھ کر جناب باری اور اس کے محبوب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے آگے وہ گریہ وزاری کریں کہ جس کا نقشہ ایک اور فنا فی اللہ اور فنا فی الرسول نے اپنی گریہ وزاری کے بارہ میں یوں کھینچا تھا کہ ؎

کون روتا ہے کہ جس سے آسماں بھی رو پڑا

اور ؎

کچھ خبر لے تیرے کوچہ میں یہ کس کا شور ہے　　خوں نہ ہو جائے کسی دیوانہ مجنوں وار کا

وہ رونے والا اور اللہ تعالےٰ کی جناب میں آہ و بکا کرنے والا حضرت مرزا غلام احمد بانیٔ سلسلہ احمدیہ تھے۔ حضرت مولانا محمد علی مرحوم و مغفور انہی کے شاگرد رشید تھے اور انہی کے رنگ میں رنگین تھے۔

مزید برآں یہ بھی بتاتا چلوں کہ آج سے قریباً نصف صدی قبل جب یہ دعا حضرت امیر مرحوم نے لکھ کر دی تھی تو اس وقت دین حقہ کی جو خدمت حضرت مرحوم چاہتے تھے اسے کرنے والے کم لوگ تھے آج اللہ تعالےٰ کے فضل سے حالت کچھ بہتر ہے مگر پھر بھی میں اس دعا کو اس نیت سے شائع کروا رہا ہوں کہ اس دعا کو آج پڑھ کر میرا دل پگھل کر میری آنکھوں میں آنسو لے آیا، تو اسے احباب کی توجہ میں لا کر شاید وہ مقصد جو محترم میاں فضل احمد چاہتے تھے حاصل ہو جائے۔ حضرت امیر مرحوم و مغفور کی جناب باری میں التجا یوں تھی:

ایک دردبھرے دل کی دعا

"اے خدا تیرا دین نہایت بے کسی کی حالت میں ہے۔ دنیا تیری نعمتوں سے بھری ہوئی ہے۔ سونے اور چاندی کے پہاڑ بھی دنیا میں موجود ہیں۔ مگر اے مالک تیرے دین کو، ہاں اُس دین کو جس کے متعلق تو نے وعدہ فرمایا ہے کہ اُسے تمام ادیان پر غالب کر دوں گا، جس کے متعلق تیرا حکم تھا کہ اسے دنیا کے کناروں تک پہنچایا جائے، دنیا میں پہنچانے کے لئے سامان نہیں ملتا۔ اے خُدا تثلیث اور کفارہ کے پھیلانے کے لئے دنیا کا مال پانی کی طرح بہہ رہا ہے اور دنیا کی طاقت اس کی پشت پر ہے مگر تیرا دین حق اس بے کسی کی حالت میں ہے کہ ...... (لوگوں) کے دل بھی اس کے لئے نرم نہیں ہوتے۔ تیرے پیغمبرؐ کے پروانے تو بہت ہیں مگر اس کی محبت کی آگ میں اپنے آپ کو جلا دینے والے نظر نہیں آتے۔ اے خدا تیرے مامورؑ نے ایک قوم تیار کی تھی کہ وہ تیرے دین کو دنیا میں پہنچائے اور تیرے وعدوں کے پورا ہونے کا نظارہ دیکھے مگر آہ وہ قوم بھی سیاست میں بہہ گئی۔ اور ایک چھوٹا سا گروہ جو دنیا کی نظر میں حقیر ہے باقی رہ گیا ہے۔ مگر اے خدا وہ بھی کمزور ہے اور تیری امانت کا حق ادا کرنے سے قاصر ہے۔ اے خدا تو اُن کے سینوں میں وہ درد اپنے دین کا پیدا کر جو تُو نے اپنے پاک رسول صلعم کے سینے میں پیدا کیا تھا۔ اور اپنے دین کے غم میں ان کی وہ حالت پیدا کر دے جو تُو نے اپنے پاک رسولؐ کی کی تھی کہ لعلک باخع نفسک الا یکونوا مؤمنین۔ اے خدا تو اُن کی دنیا کی محبت کو ٹھنڈا کر دے اور اپنی محبت کی ایسی آگ ان کے دلوں میں جلا کہ وہ سب خس و خاشاک کو جلا دے اور اس کی حرارت سے مُردہ دلوں کے اندر زندگی پیدا ہو جائے۔ اے خدا تو اپنی نصرتوں کی ہوائیں اس گروہ پر چلا اور اپنے فضلوں کی بارش ان پر برسا اور اپنی رحمتوں کے دروازے ان پر کھول دے۔ اے خدا تو اس گروہ کو توفیق دے کہ تیرے کلام کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دے۔ اے خدا تو ہماری زندگیوں میں یہ نظارہ دکھا کہ دجّال کی مملکت میں اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہوں اور ...... (جامعات) میں۔ اور تیرا نام فضا میں گونجنے لگے۔ اے خدا ہمیں وہ نظارہ دکھا جو تو نے اپنے رسولؐ اور اس کے سچے نام لیواؤں کو دکھایا تھا کہ ان کے ہاتھوں پر فوج در فوج لوگ ...... (دین اللہ) میں داخل ہوئے۔

آمین ثم آمین۔"

بقیہ:۔ آپ کے خطوط

ترقی کے لئے راہیں تلاش کی جاسکیں۔ لاہور میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب جن کے متعلق کہتے تھے ہاتھی پھرے گراں گراں جس کا ہاتھی اس کا نام، پشاور میں حضرت میر مدثر شاہ صاحب گیلانی سمیت اور بھی کئی روحانی شخصیات تھیں۔

مجھے امید ہے آپ ہر اخبار میں کسی نہ کسی بزرگ کے حالات اور ان کی اولاد کی تفصیل بھی تحریر کیا کریں گے آپ نے حضرت شیخ میاں محمد صاحب کے حالات میں ان کی اولاد کا ذکر نہیں کیا جو اب تک سلسلہ میں خدمت کے لئے پیش پیش ہیں۔ تمام کوائف لکھنے سے ایمان کو تقویت ملتی ہے۔　　والسلام

محمد عبداللہ، وزیر آباد

بیان القرآن (عکسی ایڈیشن)

مستند اردو ترجمۃ القرآن مع مبسوط تفسیری نوٹ اور عربی متن؛

۱۹۱۷ء میں انگریزی ترجمہ و تفسیر کی اشاعت کے بعد لوگوں کے اصرار اور ضرورت کے پیش نظر حضرت مولانا محمد علیؒ نے اردو ترجمہ و تفسیر کا کام شروع کیا جو بیان القرآن کے نام سے ۱۹۲۳ء میں زیور طبع سے آراستہ ہوئی اپنی گوناگوں خصوصیات کی بدولت یہ منفرد تفسیر ہے۔ مشکل الفاظ کی تشریحات لغت کی مستند کتب مفردات امام راغب لسان العرب تاج العروس سے کی گئی ہے جہاں کہیں بھی مولانا نے اختلاف کیا وہاں مشہور تفاسیر احادیث صحیحہ اور آئمہ کرام کے اقوال کی سند پیش کی ہے قرآن مجید کے ایک مقام کو دوسرے مقام سے حل کیا ہے اسی طرح سے رکوعات اور سورتوں کے مضامین میں تسلسل اور ربط کو واضح کیا ہے ترجمہ و تفسیر عام فہم اور سلیس ہے

دار الکتب علمیہ، گارڈن ٹاؤن۔ لاہور

المکتوم کے قلم سے،

۱ —— سحر کے حسن میں یا رات کی سیاہی میں
خزاں کے رُوپ میں پھولوں کی رونمائی میں
فلک کی اوج میں یا بحر کی اتھائی میں
یہ کس کا امر ہویدا ہے کبریائی میں

۲ —— یہ کائنات کہ جس کی حدوں کو پا نہ سکیں
مقام و وقت میں کیا بھید ہے بتا نہ سکیں
مگر یہ ذوقِ تجسس کہ رکھ لیا سر پر
وہ بار جس کو زمین آسماں اٹھا نہ سکیں

۳ —— یہ حُسن و عشق کا اک دائمی تعلق ہے
وہاں پہ ناز یہاں پہ نیاز لاحق ہے
حجاب اُٹھتے ہیں جب دل دھڑک اٹھیں باہم
قبول شوقِ حضوری ہے نہ تملق ہے

۴ —— وہ خلق و امر کا مالک وہ صاحب اسرار
میں ایک بندہ و سالک تحیّروں کا شکار
نصیبہ جاگ اُٹھے میرا گر نصیب رہے
مجھے اسی کی ستائش جہاں میں لیل و نہار

۵ —— میں اس کی حمد کروں اس کے گیت گاتا رہوں
اسی کی یاد سے تنہائیاں سجاتا رہوں
وہ میرے مسکنِ دل میں اگر اُتر آئے
میں اُس کے ناز اُٹھاؤں اُسے مناتا رہوں

۶ —— رفیقِ زیست وہ محبوب غم شناس بھی ہے
اسے تڑپتے مجنوں کے دُکھ کا پاس بھی ہے
وہ پونچھ دیتا ہے اشکوں کے آتشیں دھارے
وہ شناسائے دردِ دل اُداس بھی ہے

۷ —— مگن ہے یاد میں اُسکے ہوا نگ ہو کی نسیم
وہ جس کی گونج ہے گنگا کی وادیوں میں ندیم
ترانے جس کے سنے نیل کے کناروں نے
جو انتہا سے وراء ہے قدیم سے قدیم

۸ —— خزاں بہار میں اس بارگہ کے دیوانے
گذارتی ہے جہاں کائنات نذرانے
خرام باد جہاں سرتاپا مؤدب ہے،
وہاں کی عالی مقامی کو کوئی کیا جانے

۹ —— میں اُس خدا کا پجاری ہوں اس خدا کا غلام
جسے اندھیرے اُجالے بھی کرتے ہیں سلام
کڑکتی بجلی ہو یا خوفناک بادل ہوں
سب اس کے ایک اشارے کے منتظر ہیں مدام

۱۰ —— خدا ہے سنبل و ریحان کی مستیوں سے لطیف
سراپا لطف و عنایت نزاکتوں سے نظیف
بلند و بالا پہاڑوں کو اس سے کیا نسبت
جہاں میں کوئی نہیں اس کا ہو سکے جو حریف،

۱۱ —— وہ جس کا ذکر ہے زرتشت کے صحیفوں میں
زبور و ویدا و انجیل وا یکر یفوں میں
وہ جس کی حمد سے قرآں کے بھر گئے اوراق
جو ڈھال بن کے ہمیشہ رہا ضعیفوں میں

۱۲ —— وہ خدا جسے موسیٰ نے طور پر دیکھا
دمِ صلیب مسیحا پہ بن گئی سایہ
وہی خُدا جو محمدؐ سے ہم کلام ہوا
وہ جس نے عیسیٰ موعود سے خطاب کیا

۱۳ —— وہی خُدا میری تاریکیوں کی مشعل ہے
اُسی خدا پہ میرا ہر گھڑی توکّل ہے
زمیں کی ہر صبح شام میں بدلتی ہے
میرے خدا کی سحر لازوال و اجمل ہے،

۱۴ —— کھلے جو پھول تو مرجھائے اور جھڑ بھی گئے
مہکتی گھاس ہوئی خشک اور افگندہ
شباب و شیب سبھی کا یہی مقدر ہے
کلامِ ربّی مگر تا ابد ہے پائندہ

۱۵ —— وہ جس نے ضعف میں انسان کو کیا پیدا
بدل کے ضعف جوانی کا تاج پہنایا
حسیں جوان کو پیری سے ہمکنار کیا
جو اُس نے چاہا کیا جو کہا کہ ہو سو ہوا

۱۶ —— کہا جو اس نے کہ ادعونی استجب لکم
عطا کیا غمِ دل کو قرار کا مرہم
بصد نیاز بدرگاہ خالقِ عالم
یہ خاکسار ہے طالب عفو و جود و کرم

۱۷ —— میں بے نوا ہوں مجھے صاحب نوا کر دے
بکھر چکا ہوں مجھے پھر سے ایک جا کر دے
غبارِ زیست نے آشوب فکر سونپا ہے
نظر کو نور پھر سے جلد عطا کر دے

۱۸ —— میں کفر و شرک کی گمراہیوں سے دُور رہوں
میں تیرا بندہ بنوں اور تیرے حضور رہوں
تیری ثنا میری نَے اور میرا نغمہ ہو
میں تیری حمد میں سرشار و پُر سرور رہوں،

محترمہ پروفیسر رضیہ مدد علی کے قلم سے

کافۃ للناس

کل انبیاء علیہم السلام کے معجزے وقتی تھے لیکن خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کا معجزہ ابدی قرآن کریم ہے اور اس کا ابدی چیلنج کہ سب حمایتی بلا کر لے آؤ۔ اس کی مثل ایک سورۃ بھی لے آؤ تو جانیں۔ آج تک اپنے جلال سے قائم ہے۔ اور پھر خالق کائنات کا وعدہ کہ ہم نے ہی اسے اتارا ہے اور ہم ہی بہ نفس نفیس اس کی حفاظت کریں گے تو آپ نے دیکھا کہ بڑے سے بڑا دشمن دین آج بھی مانتا ہے کہ اس میں کسی قسم کی لفظی تحریف تو کیا زیر وزبر کا بھی فرق نہیں ہوا۔

ہر صدی کے سر پر اللہ تعالےٰ نے مجدد تجدید دین کے لئے بھیجے مگر اب سلسلہ نبوت بند ہو چکا ہے۔ البتہ امت کے اندر خلفاء آئیں گے۔ یہ خلفاء گویا اصلاح خلق و رشد و ہدایت کا کام کریں گے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لہٰذا بشارت دی کہ رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء،، ایسے لوگ جو نبی تو نہیں ہونگے مگر خدا سے ہمکلامی کا شرف ان کو حاصل ہوگا۔

حضرت مرزا غلام احمد مجدد صدی چہاردہم نے حفاظت قرآن و دین مبین کو اپنا سرمایۂ حیات بنایا۔ "نشان آسمانی" اپنی کتاب میں فرمایا

"ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں
آنجناب کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نیا ہو یا پرانا
اور قرآن کریم کا ایک شوشہ یا نقطہ منسوخ
نہیں ہوگا۔،،

یہ اعلان اس زمانہ میں کیا جب مسلم اقوام عالم پر سیاسی، اخلاقی و مذہبی دور انحطاط تھا۔ حفاظت و اشاعت دین کا جذبہ دلوں میں خوابیدہ ہو چکا تھا۔ تحریک احمدیت کے بانی نے حفاظت و اشاعت دین کے لئے ایک جماعت تیار کی جس نے بیعت لیتے ہوئے اپنی ذات سے وابستگی کا اقرار نہیں لیا۔ بلکہ اس بیعت کے دس شرائط میں سے پہلی یہ ہے کہ "بیعت کنندہ سچے دل سے عہد کرے کہ آخر دم تک شرک سے باز رہے گا دوئم یہ کہ جھوٹ، زنا۔ بدنظری۔ فسق و فجور، خیانت فساد و بغاوت و نفسانی خواہشات سے بچتا رہے گا۔ سوئم ایہ کہ بلا ناغہ پنج وقتہ نماز موافق حکم خدا و رسولؐ ادا کرتا رہے گا حتی الوسع نماز تہجد پڑھنے، حضورؐ پر درود بھیجنے، گناہوں سے معافی و استغفار میں مداومت اختیار کریگا۔ اللہ سے دلی محبت اس کے احسانوں کو یاد کر کے حمد و تعریف کا ورد ہر روز کرے گا۔ چھٹی شرط، اتباع رسوم و ہوا و ہوس سے باز رہے گا۔ قرآن شریف کی حکومت کو بکلی اپنے پر قبول کریگا۔ اور قال اللہ وقال الرسول کو اپنی ہر ایک راہ میں دستور العمل بنائے گا۔

آٹھویں شرط: دین و دین کی عزت ہمدردیٔ دین کو اپنی جان، اپنے مال، اپنی عزت اور اپنی اولاد ہر ایک عزیز شئے سے عزیز تر رکھے گا۔ تو اس طرح ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر کے حکم کے تحت ایک جماعت تیار کی حفاظت و اشاعت (دین) کے لئے۔ ایسی جماعت جس کے افراد بفضل تعالیٰ وہ ہیں "جن سے اللہ نے ان کے مالوں اور جانوں کو خرید لیا۔،،

حضرت مرزا صاحب نے اللہ تعالےٰ کے حکم لتبیننہ للناس کے تحت کتاب تریاق القلوب میں تمام عالم کو دعوت (دین) دی۔ فرمایا۔

"اے مشرق و مغرب میں بسنے والے انسانو! میں تمہیں دعوت دیتا ہوں زمین پر سچا مذہب صرف (دین) ہے۔ سچا خدا وہی ہے جو قرآن نے بیان کیا ابدی روحانی زندگی والا نبیؐ جلال و تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا محمد مصطفےٰؐ ہے۔

لہٰذا تحریک احمدیت نے حضورؐ کا پیغام ۔ ۔ "سرخ و سفید خزانوں،، کو پہنچایا قرآن کے تراجم چینی، روسی، فرانسیسی، سپینش، جاپانی تراجم حال ہی میں ادا انگریزی ترجمہ قرآن مولفہ حضرت مولانا محمد علی صاحب تو نصف صدی سے زائد عرصہ سے لاکھوں انسانوں کو حلقہ بگوش دین کر چکا ہے۔

حضرت مرزا صاحب کا علم کلام اور حضرت مولانا محمد علی صاحب سمیت اکابرین و مبلغین جماعت کا علم و قلم جو اللہ کے حکم کے تحت دنیا کے حق پرستوں سے خراج تحسین حاصل کر چکا ہے۔ مُردوں کیا تھ

(بقیہ صفحہ ۱۵ پر ملاحظہ فرمائیں)

محترم چوہدری عبدالغفور صاحب کے قلم سے

خاتم النبیینؐ

قرآن کریم میں حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین قرار دیا گیا ہے اسی طرح حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی لا نبی بعدی بھی فرما دیا۔ وجہ یہ ہے کہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا کے مطابق جب دین کامل ہو گیا۔ اور نعمتیں مکمل ہو گئیں تو پھر اس کی حفاظت کی خوشخبری بھی دیدی گئی۔ کہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون

حقیقت یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جس قدر انبیاءؑ تشریف لائے محدود دائرہ، محدود وقت اور محدود تعلیم لے کر آئے کیوں کہ ضرورت بھی اسی قدر تھی اسی لئے فرمایا کہ لکل قوم ھاد۔ ہر قوم کی طرف ہادی آئے۔

جس چیز کی ابتدا ہوتی ہے اس کی انتہا بھی ہوتی ہے چنانچہ نبوۃ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوئی۔ اب تعلیم مکمل ہو چکی ہے اور ہر پہلو سے دین مکمل ہو چکا ہے اب قیامت تک یہی تعلیم رہے گی جو کسی پہلو سے تشنہ نہیں ہے اس لئے ضرورت نبوۃ نہ رہی تاہم یہ قدرتی امر ہے کہ جب کسی بات پر زیادہ عرصہ گذر جاتا ہے تو لوگوں کے تغول اور خود فکریوں کی وجہ سے حقیقی صورتحال پر پردے پڑتے چلے جاتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ان پردوں کو ہٹانے کا کیا بندوبست ہے۔ قرآن مجید یہی یہاں مومنین میں سے خلفاء فی الارض بنانے کا وعدہ کرتا ہے وہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی کہ اللہ تعالےٰ ہر صدی کے سر پر کسی نہ کسی کو اس امت میں سے مبعوث فرماتا رہیگا جو دین کی تجدید کرتا رہیگا اور جس طرح پہلے انبیاءؑ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے بشارت دیتے رہے اسی طرح حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چودھویں صدی کے مجدد اعظم کے لئے بشارت دی اور نشانیاں بتلائیں۔ حضرت امام زماں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے مجددیت کا اعلےٰ مقام حاصل کیا۔ اور ایک جماعت تیار کی اور ایک ایک فرد سے عہد لیا کہ "میں دین کو دنیا پر مقدم کرونگا،،

جماعت تیار نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس میں اپنے امام کی اطاعت اور اتباع کے لئے جوش اخلاص اور وفا نہ ہو۔ چنانچہ حضرت صاحب فرماتے ہیں:

"اپنی جماعت کی خیر خواہی کے لئے زیادہ ضروری
بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ تقویٰ کی بابت
نصیحت کی جائے۔ بجز تقویٰ کے اور کسی
بات سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوتا۔ ہماری
جماعت کے لئے خاص کر تقویٰ کی ضرورت ہے،
خصوصاً اس خیال سے بھی کہ وہ ایک ایسے شخص
سے تعلق رکھتے ہیں اور اس کے سلسلہ بیعت میں
ہیں جس کا دعویٰ مجددیت ہے تا وہ لوگ
جو خواہ کسی قسم کے بغضوں، کینوں یا شرکوں
میں مبتلا تھے یا کیسے ہی روبہ دنیا تھے ان
تمام آفات سے نجات پاویں۔،،

اگر ہماری جماعت بھی خدانخواستہ ایسی ہے کہ اس کی زبان پر کچھ ہے اور دل میں کچھ ہے۔ اللہ تعالیٰ جب دیکھتا ہے کہ ایک جماعت جو دل سے خالی ہے اور زبانی دعوے کرتی ہے وہ پرواہ نہیں کرتا۔ بدر کی فتح کی پیشگوئی ہو چکی تھی ہر طرح فتح کی امید تھی پھر بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم رو رو کر دعا مانگتے تھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ جب ہر طرح فتح کا وعدہ ہے تو پھر ضرورت الحاح کیا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ذات غنی ہے یعنی ممکن ہے کہ وعدۂ الٰہی میں کوئی مخفی شرائط ہوں۔ پس ہمیشہ دیکھنا چاہیئے کہ ہم نے تقویٰ اور طہارت میں کہاں تک ترقی کی ہے۔،

آپ فرماتے ہیں:

"اب آپ سوچ لیں کہ جو میرے ساتھ تعلق رکھ کر اس وعدہ عظیم اور بشارت عظیم میں شامل ہونا چاہتے ہیں کیا وہ وہ لوگ ہو سکتے ہیں جو امارہ کے درجہ میں پڑے ہوئے فسق و فجور کی راہوں پر کاربند ہیں۔ نہیں ہرگز نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ پس ایسی صورت اور حالت میں تم خوب دھیان دے کر سن رکھو کہ اگر اس بشارت سے حصہ لینا چاہتے ہو اور اس کے مصداق ہونے

(بقیہ صفحہ ۱۵ پر ملاحظہ فرمائیں)

" اظہارِ خیال کے یہ کالم ایسی سنجیدہ بحث کے لئے مخصوص ہیں جن کا تعلق ہماری زندگی کے مسائل سے ہے۔ ہمارے گرد و پیش مختلف النوع مسائل موجود ہیں۔ ذاتیات اور فروعی مسائل میں اُلجھے بغیر ہم اہلِ علم و قلم حضرات کو ان کالموں میں اظہارِ خیال کی دعوت دیتے ہیں۔ آپ کے نقطۂ نظر سے ہمارا اتفاق ضروری نہیں لیکن ہر سنجیدہ اور معیاری تحریر کے لئے یہ کالم حاضر ہیں۔ (ادارہ)

احمدیہ جماعت کو قائم ہوئے ایک صدی پوری ہو گئی ہے جس میں راقم نے بھی زائد از نصف صدی گذاری ہے۔ وہ جو کہا جاتا ہے کہ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے میری زندگی کے واقعات بھی فلم کے سین کی طرح گذر رہے ہیں۔ جن کا جب میں جائزہ لے رہا ہوں تو لگتا ایسا ہے کہ کچھ کھویا نہیں بلکہ بہت کچھ پا ہی لیا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ مصائب و مشکلات اور صعوبتیں برداشت کرنی پڑیں۔ لیکن ان سے کون بچا رہا ہے؟ نبیوں اور رسولوں کا ذکر کرنا ضروری نہیں۔ جتنے بھی اولیاء، محدث اور مجتہد آئے یا جو مقدس ہستیاں ہو گذری ہیں اُن کے ساتھ کیا سلوک ہوا؟ کیا اب بھی ایسے لوگ موجود نہیں جو مدح اور قدح صحابہؓ پر عمل پیرا ہو کر خلفائے اسلام کے خلاف دشنام بازیاں کر کے ذرا بھر نہیں شرماتے۔ کیا حضرت علیؓ کے خلاف خارجیوں نے کفر کا فتوے جاری نہیں کیا تھا۔ سیدنا امام حسینؓ کو شہید کرنے والے کیا اپنے ہی نہیں تھے۔ کیا حضرت امام ابوحنیفہ رحؒ کے ساتھ ایسا ظالمانہ سلوک نہیں کیا گیا جس کے تحریر کرنے سے قلم کا سینہ چاک ہو جاتا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ حضرت امام شافعی رحؒ کو قید کر کے یمن سے بغداد بھیجا گیا اور راستے میں اوباش لوگ گالیاں دیتے رہے۔ حضرت امام مالک کو قید کیا گیا بے رحمی کے ساتھ لوگوں نے ان کی مشکیں اس زور سے کسیں کہ ہاتھ بازو سے اکھڑ گیا۔ اور ستر کوڑے رسید کئے۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحؒ کو بھی قید کیا گیا اور پوری قوت سے درّے مارے گئے۔ حضرت شیخ شبلی اور حضرت محی الدین ابن عربی کو کافر کہا گیا۔ حضرت محمد بن اسماعیل بخاری جلاوطن کئے گئے۔ اور انہیں زندیق ہونے کا فتوے دیا گیا۔ حضرت امام محمد غزالی رحؒ کی ساری کی ساری تصانیف جمع کر کے نذرِ آتش کر دی گئیں اور آپ کے عقائد کو زندیقانہ اور ملحدانہ قرار دیا گیا۔ حضرت سرمد کو کافر قرار دے کر شہید کیا گیا۔ حضرت غوث اعظم سید عبدالقادرؒ کے برخلاف علامہ عبدالرحمٰن ابن جوزی نے کتاب لکھ کر آپ پر ہر قسم کے الزامات لگائے اور کتاب تلبیس ابلیس میں طائفہ صوفیاء کو جاہل مجنون اور احمق قرار دیا گیا ہے۔ مجدد الف ثانی دو سال تک قید کئے گئے۔ کیا اب بھی مختلف فریق بریلوی دیوبندی، اہلحدیث، اہل تشیع اور جماعت اسلامی فتوئ کفر سے بچ گئے ہیں۔ پس اگر مجدد صدی چہاردہم اور آپ کی جماعت کو مورد طعن بنایا گیا تو کوئی تعجب کی بات نہیں بالخصوص جب مخالفوں کے ہاں قادیانی جماعت کے غالی عقائد کا ثبوت برائے بہانہ موجود ہے جو مرزا غلام احمد صاحب کو حضرت احمد مجتبےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا غلام اور کفش بردار ہونے کے باوجود نبی اور آپ کے منکرین کو کافر قرار دیتے رہے اور اس طرح نادان دوست بن کر آپ کی پوزیشن کو مخدوش بناتے رہے۔ صرف اس لئے کہ خاندانیت اور موروثیت کی گدی قائم رکھ سکیں اور اس طرح سے تفرقہ اور انتشار کو ہوا دیتے گئے جس کا خمیازہ اب بُری طرح سے بھگت رہے ہیں حالانکہ بانئ سلسلہ احمدیہ کا دعوےٰ صرف مجدد اور محدث ہونے کا تھا چنانچہ فرمایا ہے:

"اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نیا ہو یا پرانا۔"

"میں سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کافر اور کاذب جانتا ہوں۔"

(مجموعہ اشتہارات صفحہ ۲۳۳)

"یاد رکھنا چاہیئے کہ ہمیں بجز خادم اسلام ہونے کے اور کوئی دعویٰ نہیں۔"

(الحکم ۱۷؍ اگست ۱۸۹۹ء)

قادیانی جماعت کے غلو اور تبدیلی عقیدہ سے ۱۹۱۴ء میں احمدیہ جماعت دو حصوں میں بٹ گئی۔ لاہوری اور قادیانی۔ جماعت لاہور بانئ سلسلہ کے صحیح مسلک پر قائم رہ کر تبلیغ و اشاعت دین کے کام میں جُٹ گئی۔ اور اتحاد المسلمین کی خاطر بھی سرگرم ہو گئی۔ وہ ہر کلمہ گو کو مسلمان مانتی ہے اور ہر آئمہ کا عزت و احترام کرنا اپنا اصول قرار دیتی ہے کورانہ تقلید سے بچ کر رہتی ہے۔ ختم نبوت کی حقیقی معنوں میں قائل ہے۔ اور حضور اکرم محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی بھی پرانے یا نئے نبی کے آنے کی قائل نہیں ہے۔ قرآن پاک کے تراجم اُردو، انگریزی، جرمن ہسپینی ولندیزی اور جاوی زبانوں میں شائع کر چکی ہے اور روسی جاپانی چینی اور فرانسیسی زبانوں میں شائع کرنے کو ہے۔ اسی جماعت نے دنیا بھر میں مشنوں کا جال قائم کر دیا ہے۔ اور خواجہ کمال الدین مرحوم و مغفور بانئ ووکنگ مسلم مشن لندن اسی جماعت کے سرگرم کارکن تھے۔ انہوں نے لارڈ ہیڈلی، لارڈ ہملٹن اور دوسرے کثیر التعداد عیسائیوں کو آغوش دین میں لانے کا شرف حاصل کیا ہے۔ اسی جماعت احمدیہ کے امیر حضرت مولانا محمد علی مرحوم و مغفور نے قرآن پاک کے اردو و انگریزی مستند تراجم اور صحیح تفسیر کر کے غیر مسلمین و معاندین کے اعتراضات کا صفایا کر کے رکھ دیا۔ اور سیرت اور دینیات سے متعلق شاندار اسلامی لٹریچر پیدا کر کے دنیا بھر کی لائبریریوں میں پہنچا دیا ہے۔ مسیح علیہ السلام کی وفات اور آپ کے مقبرہ کی نشاندہی سے متعلق بھی حضرت بانئ سلسلہ نے مدلل کتب تحریر کیں۔ جن کی صداقت دنیا تسلیم کر چکی ہے۔ عام ملاں اور مولوی ہتھیار چھوڑ چکے ہیں جو کل تک بڑھ چڑھ کر مسیح علیہ السلام کی جسمانی طور پر حیات کے قائل تھے اور آپ کو الوہیت کا درجہ دیا کرتے تھے۔ اس طرح کسر صلیب کا نظارہ آج دنیا والے بچشم حال دیکھ سکتے ہیں۔ جماعت کا لٹریچر عام لوگوں کے لئے شرح صدر کا باعث بن رہا ہے خود ہمارے لئے سکون و اطمینان کا باعث ہے اور ہمیں فخر حاصل ہے کہ ہمارے علم کلام کے سامنے نہ کوئی غیر مسلم ٹھہرتا ہے اور نہ کوئی دوسرا فریق۔ اس سے بڑھ کر اور کیا سعادت ہو سکتی ہے۔ ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

یہ الگ بات ہے کہ زندگی بھر مخالفین ہمیں دُکھ دیتے رہے گالی گلوچ کرتے اور بدظنیاں پھیلاتے رہے بسا اوقات ہاتھ بھی اٹھاتے رہے آوازے کستے رہے۔ انگشت نمائی کرتے رہے نقصان پہنچاتے اور دنیاوی فوائد سے محروم کرتے رہے بقول کسے ؎

کیا کیا نہ دکھ عدو دیا کئے
کس روز ہمارے سر پہ آرے چلا کئے

لیکن ہمیں ہمیشہ زندہ خدا پر ایمان رہا۔ شرک و بدعت سے بیزار رہے۔ کفر کے فتویٰ کو پاؤں تلے روندتے رہے دین کو دنیا پر مقدم کرتے رہے اور مخلوق کی خدمت دین کی اشاعت اور اتحادِ ملت کو نصب العین بناتے رہے۔

اس لحاظ سے دیکھا جائے تو ہم نے کچھ کھویا نہیں ہے بلکہ بہت کچھ پا ہی لیا ہے۔ ہم انشاءاللہ آخر دم تک اشاعت حق اور انسانیت کی فلاح و بہتری کے لئے کوشاں رہیں گے اور کس و ناکس کی پرواہ کئے بغیر اپنے نیک اور مقدس کام میں سرگرم حصہ لیتے رہیں گے۔ اور نیک کاموں میں تعاون اور خراب کاموں میں عدم تعاون کا طریقہ اختیار کرتے رہیں گے۔ ؎

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں
کرگس کا جہاں اور ہے شاہین کا جہاں اور

عزیز کاشمیری
ایڈیٹر روزنامہ روشنی سرینگر کشمیر

وفات حسرت آیات

یہ خبر احباب کے لئے موجب غم و الم ہوگی کہ مولوی عزیز الرحمٰن سابق واعظ آف جھنگ مورخہ ۲۴/۵/۸۹ بوقت ۴ بجے شام بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جمعہ کو جامع احمدیہ عثمان میں نماز جنازہ غائبانہ ادا کی گئی۔

دعا ہے اللہ تعالےٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا کرے۔

کاہ ،،

احمدیہ انجمن (لاہور) ہند کے شب و روز

احمدیہ انجمن (لاہور) ہند کی مجلسِ عاملہ و معمدین کا ایک خصوصی اجلاس جناب شیخ الحاج عبدالصمد صاحب نائب صدر احمدیہ انجمن ہند کی صدارت میں بمقام جامع احمدیہ قلمدان پورہ سرینگر منعقد ہوا۔ اجلاس کی کارروائی محترم محمد منور میر صاحب صدر جماعت یاری پورہ کی تلاوتِ قرآن سے شروع ہوئی۔ اس کے بعد حسبِ ذیل کارروائی بالاتفاق رائے عمل میں لائی گئی۔

۱۔ جماعتِ احمدیہ کا صد سالہ دور اختتام پذیر ہو کر تحریک نے نئی صدی میں قدم رکھ دیا ہے۔ مرکزی احمدیہ انجمن لاہور نے سال ۱۹۸۹ء کو تعلیم و تربیت کا سال قرار دیا ہے مختلف مقامات خصوصاً سرینگر میں صد سالہ تقریبات عظیم الشان طریقہ پر منعقد ہونگی۔ اجلاس میں تمام حالات کا جائزہ لے کر یہ فیصلہ ہوا کہ ان شاء اللہ امسال ماہ اگست کے دوسرے ہفتہ یعنی ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ اگست ۱۹۸۹ء سہ روزہ سالانہ جلسہ بصورت صد سالہ احمدیہ جوبلی منعقد ہوگا۔

۲۔ جامع دارالسلام یاری پورہ "حضرت مولٰنا محمد علی میموریل ہال یاری پورہ کشمیر" میں سلسلہ کی کتب خصوصاً دنیا کی مختلف زبانوں میں تراجم و تفاسیر قرآن کی نمائش ہوگی۔

۳۔ جملہ جماعت ہائے ہند کی جامعات اور دیگر مرکزی مقامات پر ماٹو، چارٹ وغیرہ سے "صد سالہ جوبلی" کے اغراض و مقاصد کو اُجاگر کیا جائیگا۔ دوستوں کے نام بذریعہ ڈاک یا دستی مفت لٹریچر بھیجنے کا انتظام کیا جائیگا۔

۴۔ ماہنامہ "اشاعت الحق" کا ضخیم خصوصی نمبر "صد سالہ جوبلی جماعت احمدیہ" یکم اگست ۱۹۸۹ء کو شائع ہوگا۔ اس خصوصی نمبر کے عنوانات مقرر کرنے، دیدہ زیب بنانے وقت پر شائع کرنے کے لئے حسبِ ذیل کمیٹی تشکیل دی گئی۔

۱۔ خاکسار (ایم وائی ناثیر) جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن ہند
۲۔ محترم پروفیسر نور الدین زاہد صاحب، نمائندہ اشاعت الحق
۳۔ ڈاکٹر خورشید عالم زین صاحب، نمائندہ اشاعت الحق،
۴۔ جناب عزیز کاشمیری ایڈیٹر روزنامہ روشنی سرینگر کشمیر،

اس کمیٹی کو اختیار دیا گیا کہ اگر کمیٹی مناسب خیال کریگی تو یہ خصوصی نمبر یا کتابچہ علیحدہ نام سے بھی شائع کرنے کی مجاز ہوگی۔ تمام جماعتوں کے اہلِ قلم حضرات اور شعراء سے گذارش ہے کہ وہ اس خاص نمبر کے لئے مناسب مضمون تیار کر کے اس کے ہمراہ اپنا فوٹو بھی بھیج دیں۔ تاکہ وقت پر شائع ہونے کا انتظام ہو سکے۔

۵۔ جملہ جماعتوں کے صدر و سیکرٹری صاحبان سے گذارش کی گئی کہ وہ اپنی جماعتوں کے متعلق حسبِ ذیل فہرست تیار کر کے ــــــ

مئی ۱۹۸۹ء تک (جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن ہند) خاکسار کے یاری پورہ سب آفس کے ایڈریس پر بھیج دیں۔

ا: اپنی اپنی جماعت کی مردم شماری (مرد، خواتین، بچے)

ب: جماعت کے بالغ ممبران کی فہرست،

چندہ دہندہ کا نام، رقم چندہ ماہوار، نام نادہندہ، وجوہات،

ج۔ جماعت کی جائیداد کی فہرست اور چندہ ماہوار کے علاوہ دیگر آمدنی ماہوار یا سالانہ کی فہرست۔

د۔ جماعت کے اطفال الاحمدیہ کی فہرست، جماعت کے شبان الاحمدیہ کی فہرست، جماعت سے وفات یافتگان کی فہرست، جلسہ سالانہ ۱۹۸۸ء منعقدہ بمقام بھدرواہ اور اس سے قبل رابطہ کمیٹی نے بھی اس کا فیصلہ کیا تھا۔

۶۔ حضرت امیر جماعت ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ کی بیگم صاحبہ کی وفات کی خبر تمام جماعتوں میں انتہائی دکھ اور رنج و غم کے ساتھ سنی گئی ہے اور تمام جماعتوں یاری پورہ، صوفی پورہ، سرینگر جموں اور بھدرواہ میں جنازہ غائبانہ ادا کیا گیا ہے۔ اس لئے آج بیگم صاحبہ اور ان کے نامور فرزند جناب عبداللہ سعید ۔۔۔۔ مرحوم کی بلندی درجات کی دعا کی گئی۔ نیز آپ کے لواحقین خصوصاً حضرت امیر جماعت ایدہ اللہ تعالیٰ کے اس غم میں برابر کے شریک ہیں۔ اللہ تعالیٰ پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے آمین

۷۔ آخر پر اجلاس میں یہ عہد کیا گیا کہ حضرت امام العصر نے جو خدمتِ قرآن کا کام ہمیں سپرد کیا ہے اسکو دنیا کے کناروں تک پہنچانے میں ہم حسبِ طاقت فریضہ انجام دینگے۔

(خاکسار ایم وائی ناثیر، یاری پورہ کشمیر)

محمد صالح نور۔ کراچی

ہرا بھرا اس شجر کو رکھیو

خدا کی حمد و ثنا ہی گاتے ہمیں تو سو سال ہو گئے ہیں
حقیقتوں کی راہیں دکھاتے ہمیں تو سو سال ہو گئے ہیں

ان بہاروں کا کیا ہی کہنا، خدا ہو جن کے چمن کا مالی
اسی کے سائے میں لہلہاتے ہمیں تو سو سال ہو گئے ہیں

خدا کی توحید کے ترانے ہیں گونجے صحراؤں وادیوں میں
حدیث و قرآن کو سناتے ہمیں تو سو سال ہو گئے ہیں

رسولِ اکرمؐ کی ذاتِ اقدس سے اک تعلق سوا ہے ہم کو
انہی کی نعمتوں کو گنگناتے ہمیں تو سو سال ہو گئے ہیں

خدا کے منکر، نبیؐ کے دشمن ٹھہر سکے نہ کبھی مقابل
اکیلے میداں میں دندناتے ہمیں تو سو سال ہو گئے ہیں

وہ آریہ ہوں کہ ہوں نصاریٰ شکست ان کا بنی مقدر
حقیقتوں کو کھلے سناتے ہمیں تو سو سال ہو گئے ہیں

نبی کا آنا نہیں ہے ممکن جدید ہو یا قدیم کوئی
خدا کے احمدؑ پہ جاں لٹاتے ہمیں تو سو سال ہو گئے ہیں

دعا ہے اے آسمان والے، ہرا بھرا اس شجر کو رکھیو!
جنم جنم سے جسے سجاتے ہمیں تو سو سال ہو گئے ہیں

●

حضرت ڈاکٹر
مرزا یعقوب بیگ صاحب (مرحوم)

حضرت اقدس مرزا صاحب کے ایک اور مخلص مرید ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب تھے، انہوں نے اپنے قبول احمدیت اور بعد کے حالات جو ۱۹۲۳ء میں پیغام صلح میں لکھے ذیل میں درج ہیں۔

میری عمر قریباً ۱۸، ۱۹ سال کی تھی یعنی ۱۸۹۲ء میں جب میں میڈیکل کالج کی سیکنڈ ائر کلاس میں پڑھتا تھا کہ حضرت اقدس مرزا صاحب لاہور تشریف لائے۔ ڈاکٹر عبدالحکیم خاں (مرحوم) نے جو اسوقت تیسرے سال میں پڑھتے تھے مجھے اطلاع دی میں ان کے ساتھ ان کی زیارت کے لئے گیا۔ آپ "محبوب رایوں" کے مکان میں مقیم تھے، مکان کا بڑا سپھاٹک تھا جو بند تھا آمد و رفت کے لئے کھڑکی کھلی رہتی تھی۔ میں اس کے راستے سے اندر داخل ہوا تو صحن میں چند اشخاص دیکھے حضرت مولانا نورالدین صاحب سے میرا تعارف کرایا گیا میں نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا آپ نے فرمایا کہ اس طرح سے ملاقات میں لطف نہیں آتا۔ آپ نے محبت سے مجھے بغلگیر کیا جس سے مجھے ایک قسم کا سرور حاصل ہوا میرا سینہ سرد ہو گیا اور ایسا معلوم ہوا کہ گویا ایک بجلی کی رو نے میرے اندر داخل ہو کر خاص قسم کی طمانیت اور سرور سے سینہ بھر دیا وہ کیفیت تھی کہ اس سے پہلے میں اس سے آشنا نہ تھا۔ پھر جب ہم بیٹھک میں گئے تو حضرت مرزا صاحب کو وہاں بیٹھا ہوا پایا۔ آپ نہایت کشادہ پیشانی سے لوگوں کے ساتھ بالکل بے تکلف ہو کر بات چیت کر رہے تھے لوگ سوالات کرتے تھے اور آپ جواب دیتے تھے، یہاں تک کہ ایک شخص وارد ہوا اس نے حضرت صاحب کو اُن کے منہ پر بہت سی بے نقط گالیاں دینی شروع کیں۔ حضرت صاحب سر نیچا کر کے اس کی گالیاں سنتے رہے جب وہ گالیاں دیتے دیتے تھک گیا تو حضرت صاحب نے فرمایا "بھائی کچھ اور کہہ لے"۔ اس سے وہ بہت شرمندہ ہوا اور حضرت صاحب سے معافی مانگنے لگا اور کہا کہ مجھے معاف کریں میں نے آپ کو پہچانا نہ تھا۔ اتفاق سے سامعین میں ایک تعلیم یافتہ ہندو بھی تھا اس نے کہا کہ حضرت مسیحؑ کے تحمل اور بردباری کا قصہ تو کتابوں میں پڑھا ہے مگر اس رنگ میں رنگین کوئی شخص دیکھنے میں نہ آیا تھا۔ مرزا صاحب کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ان کو اس رنگ میں رنگین پایا ہے اس نے یہ بھی کہا کہ یہ شخص کامیاب ہو جائے گا۔

حضرت صاحب کی شکل دیکھ کر اور ان کا رویہ دیکھ کر میرے دل میں پکا یقین ہو گیا کہ یہ شخص صادق ہے جھوٹا نہیں مسئلہ مسائل کی تو ہم کو اسوقت کوئی واقفیت نہ تھی اور نہ ہی ان کی ضرورت تھی۔ حضرت صاحب غالباً مغرب کا وقت قریب آنے کی وجہ سے اُٹھ کر اوپر تشریف لے گئے۔ عبدالحکیم خاں صاحب نے مجھے کہا کہ چلو گھر چلیں، میں نے کہا کہ نہیں میں تو بیعت کر کے جاؤں گا۔ چنانچہ انہوں نے حضرت صاحب کو حامد علی مرحوم ملازم کی معرفت اطلاع کی۔ حضرت صاحب نے ہم کو بالاخانہ پر بلا لیا اور مجھ سے بیعت لی۔ اس زمانہ میں پوری دس شرائط بیعت کا اعادہ کروا کر آپ بیعت لیتے تھے۔ چنانچہ مجھ سے بھی اس طریق پر بیعت لی۔

اگلے روز میرے چھوٹے بھائی مرزا ایوب بیگ مرحوم بھی اتفاق سے حضرت صاحب کے ہاں جا پہنچے، انہوں نے بھی پہلی ملاقات میں حضرت صاحب کی بیعت کر لی جس سے حضرت صاحب بہت خوش ہوئے مگر اس زمانہ میں مخالفت کی شدت کی وجہ سے عوام پر بیعت کا اظہار نہ کیا جاتا تھا اس لئے نہ ایک دوسرے کی بیعت کا اُن کو علم ہوا اور نہ ہی ان کی بیعت کا مجھے علم ہوا۔ بعد میں یہ حقیقت کھل گئی۔

بیعت کے بعد ہم دونوں میں ایک خاص تبدیلی پیدا ہوئی یعنی اس سے پہلے صوم و صلوٰۃ و دیگر شرعی احکام کی ہم کو آگاہی نہ تھی اور عام نوجوانوں کی طرح شعائر اسلامی کی کوئی خاص اہمیت و عزت دل میں نہ تھی مگر بیعت کے بعد پنجوقتہ نماز بلکہ تہجد پر بھی قائم ہو گئے اور نماز میں خاص رقت اور دلسوزی پیدا ہو گئی۔ اور سچی خوابیں آنی شروع ہوئیں جو کہ بالکل ایک نئی اور دلکش کیفیت اپنے اندر رکھتی تھیں۔ اسوقت تک میں نے قرآن مجید سوائے ایک آدھ سیپارہ کے نہ پڑھا تھا۔ میں نے قرآن شریف پڑھنا شروع کیا۔ حضرت مولانا رحیم اللہ صاحب ہماری جماعت کے ایک صوفی منش انسان تھے وہ ہم سے بہت محبت اور قرآن شریف پڑھاتے۔ چنانچہ میں نے سیکنڈ ائیر کلاس میں تمام قرآن مجید ختم کر لیا۔

میرے والد صاحب مرحوم مرزا نیاز بیگ صاحب رئیس کلانور ضلع گورداسپور نہایت ہی خدا پرست اور صوفی منش انسان تھے۔ آپ نہر میں ضلعدار تھے۔ جن ایام میں ہم نے بیعت کی آپ ککڑ ہٹہ ضلع ملتان میں تشریف رکھتے تھے۔ ہماری دینی بے رغبتی کو دیکھ کر اُنہوں نے بعد میں ہم سے فرمایا کہ ان کا خیال تھا کہ اعلےٰ تعلیم دینے کے بجائے اگر وہ صرف دینیات کی تعلیم دیتے اور ہم زمیندار ہوتے تو اس کو وہ زیادہ پسند کرتے مگر حضرت صاحب کی بیعت کے بعد جب ہم دونوں ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے ہمارا رنگ بالکل بدلا ہوا دیکھا۔ ہم باوقت نماز پنجگانہ ادا کرتے اور نمازوں میں روتے اور بہت خشوع و خضوع سے دُعائیں کرتے اور نماز تہجد ادا کرتے قرآن شریف باقاعدہ پڑھتے اس حالت کو دیکھ کر ان کو سخت تعجب ہوا کہ یہ تبدیلی کس طرح پیدا ہوئی۔ ہم نے ابھی ان پر اپنی بیعت کا اظہار نہیں کیا تھا۔ بیعت کے تقریباً ایک سال بعد مجھے قادیان جانے کا اتفاق ہوا وہاں پر حضرت اقدس مولانا عبدالکریم اور دیگر احباب سے ملاقات ہوئی وہاں پر میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ حضرت قبلہ والد صاحب کو بھی تشریف کے لئے دعوت دوں، چنانچہ قادیان ہی سے میں نے ان کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا جو کہ ۱۶ سولہ صفحات پر مشتمل تھا۔ والد صاحب قبلہ کے کرم اور مہربانی کے عوض میں بھی ان کے ساتھ یہ نیکی کرنا چاہتا تھا کہ ان کو حضرت اقدس کی بشارت پہنچائی جائے۔ اور سلسلہ میں شامل ہونے کی دعوت دی جائے۔

میں نے یہ خط حضرت اقدس کی مجلس میں سنایا حضرت اقدس نہایت خوش ہوئے اور فرمایا کاش ہمارے لڑکے بھی ایسے ہوتے حضرت قبلہ والد صاحب خود ایک صوفی تارک الدنیا ہو گئے تھے اور حضرت امام علی شاہ صاحب سجادہ نشین رتڑ چھتڑ ضلع گورداسپور کی خدمت میں دو سال نہایت ہی سادہ اور فقیرانہ زندگی بسر کر چکے تھے۔ اور دادا صاحب مرحوم کی وفات پر گھر واپس تشریف لائے تھے۔ ان کو یہ خیال ہوا کہ میں بھی ان کی طرح پڑھائی چھوڑ چھاڑ کر فقیری چادر نہ پہن لوں۔ انہوں نے مجھ کو نصیحت کی کہ اس میں جلد بازی نہ کی جائے۔ اور جب وہ خود تشریف لائیں گے تو

حضرت مرزا صاحب سے مل کر مجھے ان کے متعلق سمجھائیں گے۔ قبلہ والد صاحب چونکہ مدت تک تصوف کے جادہ میں رہے تھے ان کو صوفیائے کرام کی شناخت تھی ان کو صوفیا سے ایک قسم کی خوشبو آتی تھی جس سے وہ اس کا مقام پہچان سکتے تھے ....

جن دنوں امرتسر میں حضرت اقدس کا عبداللہ آتھم سے مباحثہ ہو رہا تھا۔ والد صاحب انہی دنوں حضرت اقدس کی ملاقات کے لئے امرتسر تشریف لائے۔ میں اور ایوب بیگ مرحوم بھی مباحثہ میں اکثر شامل ہوتے تھے۔ حضرت صاحب سے پہلی ملاقات میں ہی انہیں حضرت اقدس کے تقدس اور بزرگی کا یقین ہو گیا۔ انہوں نے فرمایا کہ مجھے ان سے اس قدر خوشبو آتی ہے گویا ان کا تمام جسم عطر سے بھرا ہوا ہے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت صاحب کی بیعت کر لی۔ اور حضرت مولانا نورالدین صاحب نے والد صاحب کی عزت کو ملحوظ رکھتے ہوئے خود بھی ان کے ساتھ تجدید بیعت کی۔ ......

حضرت اقدس بہت کشادہ پیشانی تھے اور آپ کا چہرہ چمکتا تھا جیسا کہ احادیث میں ہے گویا کہ ابھی غسل کر کے نکل رہے ہیں داڑھی اور سر کے بالوں میں مہندی کا خضاب کیا کرتے تھے۔ سر کے بال بالکل ایک دوسرے سے جدا معلوم ہوتے تھے۔ آپ کا چہرہ ہمیشہ مسکراتا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ آپ کے ہر لفظ سے اور آپ کے بشرے سے صداقت ٹپکتی تھی۔ جو شخص آپ کو ایک بار دیکھ لیتا وہ آپ کا گرویدہ ہو جاتا تھا بشرطیکہ اس کے اندر خود سعادت کا مادہ موجود ہو۔ دور دراز کے ممالک سے لوگ آپ کی زیارت کے لئے اکثر تشریف لاتے تھے آپ کی زندگی کے آخری ایام کا واقعہ ہے کہ ایک عیسائی سیاح لاہور میں وارد ہوا جو حضرت مسیح کی زندگی کے حالات پر بذریعہ بائیسکوپ لیکچر دیتا تھا۔ مفتی محمد صادق صاحب اس کو حضرت کی ملاقات کیلئے لے آئے۔ اس کو جب معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ حضرت صاحب سے ہمکلام ہوتے ہیں۔ اس پر آپ کی شخصیت کا خاص اثر ہوا۔ اس نے کہا میں تمام دنیا میں پھرا ہوں مگر میں نے اس قسم کی شخصیت کا کوئی انسان نہیں دیکھا۔ چنانچہ حضرت صاحب کی ملاقات کے بعد اس نے مختلف مقامات پر کئی لیکچر دیئے۔ اور اگرچہ وہ پہلے حضرت مسیح کو خدا اور خدا کے بیٹے کی حیثیت میں پیش کرتا تھا۔ لیکن بعد میں اس نے ان کو ایک عظیم الشان انسان اور مصلح کی حیثیت میں پیش کیا ...

جب میں نے اور عزیزی ایوب بیگ مرحوم نے بیعت کی تو ہم دونوں جماعت میں سب سے چھوٹے تھے اور جملہ اکابر ہمارے ساتھ خصوصیت سے محبت کرتے تھے۔ کیونکہ ایک دن کی اگر کالج سے رخصت ہوتی تو وہ تمام دن ہم قادیان میں گذارتے علی الصبح گاڑی سے جاتے اور رات بٹالہ سے قادیان پہنچتے اور اگلے دن شام کی گاڑی میں واپس لاہور ہوتے، بعض اوقات پچھلی رات میں واپسی کی گاڑی ملتی۔ ایسے ہی حضرت مولانا نورالدین صاحب جب جموں سے لاہور تشریف لاتے تو ہم تقریباً تمام فرصت کا وقت ان کی صحبت میں گذارتے، یعنی صبح کی اذان کے وقت ہم ان کی قیامگاہ پر پہنچتے بعض اوقات وہ سوئے ہوئے ہوتے تھے کہ ہم ان کے ساتھ جا کر لیٹ جاتے تھے وہ ہم کو دعا اور الحمد شریف کے معنی سمجھاتے۔ پھر ہم ان کے ساتھ نماز ادا کرتے اور کالج کے وقت تک ان کے پاس بیٹھتے۔ کالج سے فارغ ہو کر پھر ان کی خدمت میں حاضر ہو جاتے جب وہ سوتے تب ہم اپنے مکان کو چلے جاتے حضرت مولٰنا کو ہمارے ساتھ خاص محبت ہو گئی اگرچہ ان کے بہت سے دوست شہر میں تھے اور پہلے ان کے ہاں ٹھہرا کرتے تھے مگر بعض اوقات ہمارے مکان پر ٹھہرتے اور کبھی صرف چند گھنٹوں کے لئے لاہور آتے تو ہمیں کالج میں جا کر ملتے اس خصوصی محبت کی وجہ سے وہ ہمیشہ ہم کو بیٹا کر کے خطاب کرتے، ایام خلافت میں بھی وہ مجھ کو کبھی بیٹا اور کبھی بھائی کر کے خطاب کرتے تھے۔

حضرت اقدس ہم کو ہمیشہ اپنے بیٹوں کی طرح سمجھتے اور سلوک کرتے، چنانچہ جب میں نے ڈاکٹری کا امتحان دیا تو حضرت اقدس کو الہام ہوا کہ تم پاس ہو گئے اس کی تشریح حضرت اقدس نے حقیقۃ الوحی میں یوں فرمائی ہے :-

" میں نے یعقوب بیگ کے لئے دعا کی تھی چونکہ مجھ میں اور اس میں یگانگت ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے مجھے مخاطب کیا ہے لیکن مراد اس سے یعقوب بیگ کی تھی۔"

حضرت اقدس مجھے اپنی بیماری کے علاج کے لئے یا اپنی اہلیہ محترمہ و دیگر اہل بیت کے علاج کے لئے اکثر لاہور سے بلا لیتے تھے ایک دفعہ کا واقعہ مجھے یاد ہے کہ حضرت اُم المومنین کی بیماری کے لئے مجھے بلایا جب میں انہیں دیکھ کر نئے مکان کی سیڑھیوں سے اترنے لگا تو مجھے فرمایا کہ آپ ان کے لئے بھی دعا کریں پھر فرمایا بھائی کی بھائی کے حق میں دعا قبول ہوتی ہے۔ حضرت صاحب کے مرض الموت کے ایام میں میں گئی بازار لاہور میں رہتا تھا رات کے دو بجے خاص طور پر مجھے وہاں سے بلایا جب میں حاضر ہوا تو فرمایا دوا بھی کریں اور دعا بھی کریں اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ حقیقت میں دوا تو آسمان پر ہے۔

حضرت اقدس کے زمانے میں قادیان اپنے اندر ایک خصوصیت اور کشش رکھتا تھا۔ یعنی اس جگہ سوائے قال اللہ اور قال الرسول کے کوئی ذکر اور فکر نہ تھا۔ حضرت اقدس کا اکثر وقت خدمت دین اور کتابیں لکھنے میں صرف ہوتا تھا۔ صبح کی نماز کے بعد اکثر سیر کیلئے تشریف لے جاتے تھے جو مہمان وہاں موجود ہوتے آپ کے ساتھ سیر کو جاتے تمام راستے لوگ سوالات کرتے اور آپ جواب دیتے تھے، ڈائری نویس آپ کے ملفوظات لکھتے جاتے۔ باایں ہمہ سب سے تیز رفتار تھے اور تمام جماعت میں آگے چلتے تھے۔ جوتا اکثر ٹوٹا اور پھٹا ہوتا تھا۔ یعنی جیسا ملا پہن لیا۔ بعض اوقات سلیپر میں آپ کے پاؤں پہ دوسرے لوگوں کا پاؤں پڑ جاتا تھا مگر مڑ کر پیچھے نہیں دیکھتے تھے ظہر کی نماز سے عصر تک باہر مسجد میں بیٹھتے تھے اور تمام وقت مختلف مسائل دینی پر گفتگو میں گذرتا تھا۔ ایسے ہی مغرب اور عشاء کے درمیان آپ مسجد میں بیٹھتے اور اسوقت بھی اکثر سائلین کے جوابات دیتے اور دینی مسائل پر گفتگو ہوتی رہتی تھی۔

حضرت مولٰنا نورالدین صاحب تقریباً تمام وقت گھر سے باہر مطب میں گذارتے تھے، صبح و شام مریض آتے تھے جن کو مشورہ دیتے تھے باقی تمام وقت قرآن و حدیث، فقہ و منطق وغیرہ علوم کے درس و تدریس میں گذرتا تھا۔ عصر کی نماز کے بعد جامع مسجد میں آپ ایک رکوع قرآن مجید کا درس دیتے تھے۔ جس میں تمام جماعت کے احباب اور سکول کے طالب علم اور مہمان شامل ہوتے تھے۔ ایسے ہی دیگر اکابر دین کی صحبت میں دین ہی کا چرچا ہوتا تھا۔ ہم اس زمانہ میں کہا کرتے تھے کہ قادیان کا زمین اور آسمان جدا ہے۔ کیونکہ وہاں دنیا داری کے دھندوں کا ذکر نہ ہوتا تھا۔ اور سوائے قال اللہ اور قال الرسول اور خدمت دین کے اور کوئی چرچا نہ تھا۔ یہ کیفیت حضرت اقدس کے وقت اور حضرت مولانا نورالدین صاحب کے وقت میں بھی بہت حد تک قائم رہی۔

میں نے مختصراً اپنی قبول احمدیت کا تذکرہ اور اس کے تأثرات اور اس زمانہ کے حالات کا ذکر کر دیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اپنے پیشہ طبابت میں عدیم النظیر کامیابی اور قبولیت عطا فرمائی یہ اسی سلسلہ میں منسلک ہونے کا نتیجہ تھا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے جو اعلیٰ درجہ کا چال چلن اور نمونہ عطا کیا جس کا اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر ایک دوست دشمن ہمیشہ معترف رہا ہے۔ یہ حضرت اقدس بانئے سلسلہ احمدیہ اور دیگر اکابر ہی کی خدمت اور صحبت کا نتیجہ تھا ......

---- ***** ----

حدیث نبوی

" اپنے عہد کو پورا کرو کیونکہ قیامت کے دن اس کے متعلق تم سے ضرور پرسش ہو گی "

محترم فتح محمد عزیز، ایڈووکیٹ سپریم کورٹ، گجرات

اخبار و افکار

شریعت بل
اور حائل رکاوٹوں کا حل

۱۱ مئی ۱۹۸۹ء کے ذرائع ابلاغ سے خبر نشر کی گئی ہے کہ ۱۰ مئی کو قومی اسمبلی کی سب کمیٹی نے شریعت بل پر شق وار غور شروع کر دیا ہے حکومت کا ارادہ ہے کہ جملہ مکاتب فکر کی رضامندی اور مشورہ سے یہ بل قومی اسمبلی میں پیش و منظور ہو۔ اس غرض کے لئے مولانا عبدالستار نیازی سیکرٹری جنرل جمعیت علمائے پاکستان اور نمائندہ فرقہ جعفریہ کو بھی اس اجلاس میں شرکت کے لئے دعوت دی گئی تھی۔ گو مذکورہ ہر دو اصحاب اس مجلس میں باوجود وعدہ کے تشریف نہ لائے مگر سب کمیٹی کو امید ہے کہ وہ سب کمیٹی کے آئندہ اجلاسوں میں شریک ہوں گے۔

کئی سالوں سے علماء کی طرف سے حکومت پاکستان سے شریعت اسلامیہ کے فوری نفاذ کا مطالبہ کیا جا رہا ہے گذشتہ چار پانچ سال سے اس سلسلہ میں کچھ عملی اقدام بھی کئے گئے ہیں۔ لیکن تا حال کوئی ٹھوس شکل نفاذ شریعت کی سامنے نہیں آئی۔

کہا جاتا ہے کہ یہاں مسلمانوں کے جملہ مختلف فرقوں میں شریعت کے معاملہ میں اتفاق رائے نہیں ہے جس کی بڑی وجہ ان فرقوں میں شریعت کے ماخذ اور ان کی تعبیر میں اختلاف ہے۔ گو جہاں تک زبانی اعلان کا تعلق ہے ہر فرقہ قرآن مجید اور سنت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا اپنے آپ کو پابند و مطیع قرار دیتا ہے۔ مگر ان کی تعبیر میں وہ صرف اپنے اپنے اماموں اور مجتہدین کے اپنے زمانہ کے حالات میں کئے گئے فیصلوں یا آراء کا پابند رہتا ہے۔

حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ڈیڑھ سو سال بعد احادیث کی جمع و تدوین کی گئی۔ اور ابتدائی دور میں چونکہ کتابت و طباعت اور تشہیر کی سہولتیں میسر نہ تھیں اور صرف خاص خاص علماء یا محققین کی رسائی احادیث تک تھی اور اس زمانہ کے علماء نے اپنے اپنے علم اور حالات زمانہ کے مطابق شریعت کے اصول وضع کئے امام مالکؒ، امام ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ، اور امام حنبلؒ ان مجتہدین میں سے ہیں۔ ان کے اپنے اپنے پیروکار تھے۔ جو ان کے مرتب شدہ فقہ پر ہی مطمئن و راضی تھے۔ جیسے جیسے وقت گذرتا گیا۔ حدیث کی کتب کی اشاعت ہوئی تو بعض محققین کو ایسی احادیث بھی مل گئیں جو ان آئمہ مجتہدین کے اجتہادات سے مختلف تھیں۔ پس انہوں نے آئمہ کی تقلید کو ترک کر کے احادیث کی پیروی کو مقدم کر لیا اور احادیث کے سامنے اجتہاد شخصی کی پابندی سے انکار کر دیا۔ یہ لوگ غیر مقلد یا اہل حدیث کہلائے۔

آئمہ مجتہدین مذکورہ کے پیروکار جو جدید اجتہاد کے قائل نہ تھے اور صرف اپنے اپنے ہی امام کی فقہ کو درست و قطعی خیال کرتے تھے وہ مقلد کہلائے مقلدین حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی کے نام سے مشہور ہوئے۔ اسی طرح اہل تشیع کے نزدیک فقہ جعفریہ ہی لائق اتباع ہے ....

اہل حدیث کے نزدیک یہ دلیل تھی کہ قرآن مجید قول خدا ہے۔ جو حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ حضورؐ کے ذمہ ہی اس کی تبلیغ اور اس کے مطابق تعلیم و تربیت تھی اور حدیث چونکہ قول رسولؐ ہے لہٰذا قرآن مجید کی تعبیر صرف وہی درست قرار دی جا سکتی ہے جو حدیث کے مطابق ہو۔ بظاہر یہ دلیل بڑی قوی نظر آتی ہے اور اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا مگر اصل سوال تو یہ ہے کہ حدیث کا اپنا مقام کیا ہے۔ کیا حدیث فی الواقع جو ہم تک پہنچی ہے اس کی ترسیل اتنی ہی محفوظ اور یقینی ہے جتنی کہ قرآن مجید کی۔ احادیث تو سو ڈیڑھ سو سال بعد جا کر مختلف ملکوں اور دور افتادہ علاقوں کے تکلیف دہ اور دشوار گذار سفر کر کے اور ان کی صحت کی پڑتال کر کے جمع کی گئیں

- - - - - - - - - - - -

اس وقت حکومت پاکستان کے سامنے تین بڑے فرقے حنفی، اہلحدیث اور شیعہ ہیں۔ سب کا خدا ایک سب کا رسولؐ ایک اور سب کا قرآن کریم ایک ہے اور قرآن کریم کی اتباع و اطاعت سب پر واجب ہے، مگر جہاں تک سنت اور احادیث کا تعلق ہے۔ اس کے مضمون اور اس کے مفہوم میں وہ سب متفق نہیں ہیں۔ اور اس باب میں وہ صرف اور صرف اپنے اپنے اماموں اور مجتہدین کے ہی پابند ہیں۔

یہ تنازعات تقریباً عرصہ سے چلے آ رہے ہیں۔ پہلے تو صرف مقلدین اور غیر مقلدین میں تھے اور حال ہی میں ایک اور فرقہ نے جنم لے لیا ہے جو اہل قرآن کہلاتا ہے۔ اہل حدیث کا اس سے سخت مقابلہ ہوا چونکہ اہل قرآن کہلانے والے احادیث کے پابند نہیں ہیں۔ آج سے قریباً ۹۰ سال قبل اہل حدیث فرقہ کے سربراہ مولوی محمد حسین بٹالوی اور اہل قرآن کے سربراہ مولوی عبداللہ چکڑالوی کے درمیان "مقام حدیث کیا ہے" کے موضوع پر مناظرہ ہوا اس مباحثہ پر حضرت مرزا غلام احمد نے عامہ راہنمائی کے لئے ایک محاکمہ بذریعہ اشتہار شائع کیا اور وہ سوال جو آجکل شریعت بل کے ضمن میں حکومت پاکستان کو درپیش ہے اس کے حل کا طریقہ بتایا۔ یہ محاکمہ نہایت خوبصورت انداز میں جچے تلے الفاظ میں قول فیصل کا درجہ رکھتا ہے اور اس قابل ہے کہ سارے کا سارا غور سے مطالعہ کیا جائے۔ چونکہ موجودہ مضمون میں اس سارے محاکمہ کو نقل کرنا مشکل ہے اس لئے اس سے اقتباسات درج کرتا ہوں۔ آپ لکھتے ہیں :-

" ...... اصل بات یہ ہے کہ ان دو فریق میں سے ایک فریق نے افراط کی راہ اختیار کر رکھی ہے اور دوسرے نے تفریط کی۔ فریق اول یعنی مولوی محمد حسین اگرچہ اس بات میں سچے ہیں کہ احادیث نبویہ مرفوعہ متصلہ ایسی چیز نہیں ہیں کہ ان کو ردی اور لغو سمجھا جائے لیکن وہ حفظ مراتب کے قاعدہ کو فراموش کر کے احادیث کے مرتبہ کو اس بلند مینار پر چڑھاتے ہیں جس سے قرآن شریف کی ہتک لازم آتی ہے اور اس سے انکار کرنا پڑتا ہے اور کتاب اللہ کی مخالفت اور معارضت کی وہ کچھ بھی پرواہ نہیں کرتے اور حدیث کے بیان کو کلام اللہ کے بیان پر بہرحالت میں مقدم سمجھتے ہیں اور یہ صریح غلطی ہے اور جادہ انصاف سے تجاوز ہے۔ اللہ جل شانہ قرآن شریف میں فرماتا ہے

- - - - - - - - - - - -

یعنی خدا اور اس کی آیتوں کے بعد کس حدیث پر ایمان لائیں گے۔ اس جگہ حدیث کے لفظ کی تنکیر جو فائدہ عموم کا دیتی ہے صاف بتلا رہی ہے کہ جو حدیث قرآن کے معارض اور مخالف پڑے اور کوئی راہ تطبیق کی پیدا نہ ہو اس کو رد کر دو۔ اور اس لفظ حدیث میں ایک پیشگوئی بھی ہے جو بطور اشارۃً اس آیت سے مترشح ہے اور وہ یہ کہ خدا تعالیٰ آیت ممدوحہ میں اس بات کی طرف اشارہ فرماتا ہے کہ ایک ایسا زمانہ بھی اس امت پر آنے والا ہے کہ جب بعض افراد اس امت کے قرآن شریف کو چھوڑ کر ایسی حدیثوں پر عمل کریں گے جن کے بیان کردہ قصے قرآن مجید کے بیانات سے مخالف اور معارض ہونگے غرض یہ فرقہ اہل حدیث اس بات میں افراط کی راہ پر قدم مار رہا ہے کہ قرآنی شہادت پر حدیث کے بیان کو مقدم سمجھتے ہیں۔ اگر وہ انصاف اور خدا ترسی سے کام لیں تو ایسی حدیثوں کی تطبیق قرآن شریف سے کر سکتے تھے۔ یہ وہ افراط کی راہ ہے جو مولوی محمد حسین نے اختیار کر رکھی ہے اور ان کے مخالف مولوی عبداللہ نے تفریط کی راہ پر قدم مارا ہے۔ جو سرے سے احادیث سے انکار کر دیا ہے۔ اور احادیث سے ایسا انکار ایک طور سے قرآن شریف کا بھی انکار ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ قل ان کنتم تحبّون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ جبکہ خدا تعالیٰ کی محبت آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اتباع سے وابستہ ہے۔ آنجنابؐ کے عملی نمونوں کے دریافت کے لئے جن پر اتباع موقوف ہے، حدیث بھی ایک ذریعہ ہے مولوی عبداللہ صاحب کا یہ قول کہ تمام حدیثیں محض شکوک اور ظنوں کا ذخیرہ ہیں یہ قلت تدبر کی وجہ سے خیال پیدا ہوا ہے اور اس خیال کی اصل جڑ محدثین کی ایک ... ناکمل تقسیم ہے جس نے بہت سے لوگوں کو دھوکا دیا ہے کیونکہ وہ یوں تقسیم کرتے ہیں کہ ہمارے ہاتھ ایک تو کتاب اللہ ہے اور دوسرے حدیث اور حدیث کتاب اللہ پر قاضی ہے گویا احادیث ایک قاضی یا جج کی طرح کرسی پر بیٹھی ہیں اور قرآن ان کے سامنے ایک

مستفیض کی طرح کھڑا ہے اور حدیث کے حکم کے تابع ہے ایسی تقریر سے بے شک ہر ایک کو دھوکا لگے گا کہ جبکہ حدیثیں سو ڈیڑھ سو سال آنحضرت صلعم کے بعد جمع کی گئی ہیں اور انسانی ہاتھوں کے مس سے وہ خالی نہیں ہیں اور با ایں ہمہ وہ احاد کا ذخیرہ اور ظنی ہیں اور ان میں قسم متواترات شاذ و نادر ہیں جو حکم معدوم کا رکھتی ہیں اور پھر وہی قرآن شریف پر قاضی بھی ہیں تو اس سے لازم آتا ہے کہ تمام دین اسلام ظنیات کا ایک تودہ انبار ہے اور ظاہر ہے کہ ظن کوئی چیز نہیں ہے۔ اور جو شخص محض ظن کو پنجہ مارتا ہے وہ مقام بلند حق سے بہت نیچے گرا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ----- ----- یعنی ظن حق الیقین کے مقابلہ پر کچھ چیز نہیں۔

صراط مستقیم جس کو ظاہر کرنے کے لئے میں نے یہ مضمون لکھا ہے یہ ہے کہ مسلمانوں کے ہاتھ میں اسلامی ہدایتوں پر قائم ہونے کے لئے تین چیزیں ہیں:

۱۔ قرآن شریف جو کتاب اللہ ہے جس سے بڑھ کر ہمارے ہاتھ میں کوئی کلام قطعی اور یقینی نہیں۔ وہ خدا کا کلام ہے وہ شک اور ظن کی آلائشوں سے پاک ہے

۲۔ دوسری سنت اور اس جگہ ہم اہل حدیث کی اصطلاحات سے الگ ہو کر بات کرتے ہیں یعنی ہم حدیث اور سنت کو ایک چیز قرار نہیں دیتے جیسا کہ رسمی محدثین کا طریق ہے بلکہ حدیث الگ چیز ہے اور سنت الگ چیز۔ سنت سے ہماری مراد صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی فعلی روش ہے جو اپنے اندر تواتر رکھتی ہے اور ابتدا سے قرآن کے ساتھ ہی ظاہر ہوئی ہے اور ہمیشہ ساتھ رہے گی یا بہ تبدیل الفاظ یوں کہہ سکتے ہیں کہ قرآن شریف خدا کا قول ہے اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل، تاہم یہ بھی غلطی ہے کہ ایسا خیال کیا جائے کہ جب تک حدیثیں جمع نہیں ہوئی تھیں اسوقت تک لوگ نمازوں کی رکعت سے بے خبر تھے یا حج کرنے کے طریق سے ناآشنا تھے کیونکہ سلسلہ تعامل جو سنت کے ذریعہ ان میں پیدا ہو گیا تھا تمام حدود و فرائض اسلام ان کو سکھلا دیتے تھے اس لئے یہ بات بالکل صحیح ہے کہ ان حدیثوں کا دنیا میں اگر وجود نہ بھی ہوتا جو مدت دراز کے بعد جمع کی گئیں تو اسلام کی اول تعلیم کا کچھ بھی حرج نہ تھا کیونکہ قرآن اور سلسلہ تعامل نے ان ضرورتوں کو پورا کر دیا تھا۔

پس مذہب ... یہی ہے کہ نہ تو اس زمانہ کے اہل حدیث کی طرح حدیثوں کی نسبت یہ اعتقاد رکھا جائے کہ قرآن پر وہ مقدم ہیں اور قرآن کو چھوڑ دیا جائے اور نہ حدیثوں کو مولوی عبداللہ چکڑالوی کے عقیدہ کی طرح محض لغو اور باطل ٹھہرایا جائے۔ ہماری جماعت کا یہ فرض ہونا چاہیئے کہ اگر کوئی حدیث معارض اور مخالف قرآن و سنت نہ ہو تو خواہ وہ کیسی ہی ادنیٰ درجہ کی حدیث ہو اس پر وہ عمل کریں اور انسان کی بنائی ہوئی فقہ پر اسے ترجیح دیں۔"

حضرت صاحب کی مذکورہ تحریر کا خلاصہ یہ ہوا کہ اصل معیار صداقت حدیث قرآن مجید ہی ہے یا بالفاظ دیگر جب جملہ فرقہ ہائے اسلام قرآن مجید کو خدا کی طرف سے انسانیت کے لئے آخری سرچشمہ ہدایت یقین کرتے ہیں تو بصورت اختلاف عقیدہ دوبارہ سنت یا حدیث یا اجتہاد مجتہدین یا امام وہی تعبیر درست تسلیم کی جائے گی جو قرآن مجید کے ماتحت ہوگی۔ اور اس سلسلہ میں آخری اتھارٹی یا کسوٹی صرف قرآن مجید ہوگا۔ یہی ایک طریقہ ہے جس سے اختلاف مٹائے جا سکتے ہیں۔ اور شریعت کا نفاذ کیا جا سکتا ہے۔ یہ طریق فیصلہ حضرت بانی سلسلہ نے آج سے قریباً ۹۰ سال قبل بتا دیا تھا۔ اور جس کی اسی زمانہ میں اشد ضرورت ہے۔

بقیہ :- خاتم النبیین

کی آرزو رکھتے ہو اور اتنی بڑی کامیابی (کہ مکفرین پر قیامت تک غالب رہو گے) کی سچی پیاس تمہارے اندر ہے تو پھر اتنا ہی میں کہتا ہوں کہ یہ کامیابی اسوقت تک حاصل نہ ہوگی جب تک لوامہ کے درجہ سے گذر کر مطمئنہ کے مینار تک نہ پہنچ جائے۔"

اور فرماتے ہیں:

"میں دعا کرتا ہوں اور جب تک مجھ میں دم زندگی ہے کئے جاؤں گا اور دعا یہی ہے کہ خدا تعالیٰ میری اس جماعت کے دلوں کو پاک کرے اور اپنی رحمت کا ہاتھ لمبا کر کے ان کے دل اپنی طرف پھیر دے۔ اور تمام شرارتیں اور کینے ان کے دلوں سے اٹھا دے اور باہمی سچی محبت عطا کر دے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ دعا کسی وقت قبول ہوگی اور خدا میری دعاؤں کو ضائع نہیں کریگا۔"

حضرت صاحب مزید فرماتے ہیں:

"بار بار کے الہامات اور مکاشفات سے جو ہزارہا تک پہنچ گئے ہیں اور آفتاب کی طرح روشن ہیں خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا کہ میں آخرکار تجھے فتح دوں گا اور ہر ایک الزام سے تیری بریت ظاہر کروں گا .... اور یاد رہے کہ یہ الہامات اس واسطے نہیں لکھے گئے کہ ابھی کوئی ان کو قبول کرے بلکہ اس واسطے کہ ہر ایک چیز کے لئے ایک موسم اور وقت ہے پس جب ان الہامات کے ظہور کا وقت آئیگا تو اسوقت یہ تحریر مستعد دلوں کے لئے زیادہ تر ایمان اور تسلی اور یقین کا موجب ہوگی۔"

بقیہ: کافۃ للناس

ساتھ خواتین بھی اس جہاد میں پیش پیش رہی ہیں۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔ آپکے سالانہ اجتماع میں ہر تحریک پر غور ہوا ہو۔ یا مفت تقسیم و اشاعت قرآن ہو یا پھر قرآن کا تراجم فنڈ، دیکھیئے کس طرح زیورات اور مال اللہ اور رسول کے نام پر نچھاور کرتی ہیں۔ ہماری لندن و کینیڈا کی جماعتوں کی صدر خواتین ہیں۔ بین الاقوامی اجلاس بلاد مغرب میں جہاں مرکزی جماعت بلکہ مرد حضرات بحیثیت مبلغ دین جاتے ہیں۔ خواتین بھی بہت اہم و فعال کردار ادا کرتی ہیں۔

ہمارے مشن دنیا کے ہر کونے میں بفضلہ تعالیٰ بہت اہم دینی خدمات انجام دے رہے ہیں حضور کا مشن کافۃ للناس کے بطور خدام قرآن کا پیغام دنیا تک پہنچانے کے لئے سرگرم عمل ہیں۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:

نور فرقاں ہے جو سب نوروں سے اجلیٰ نکلا
پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا
یاالٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو "کنتم خیر امۃ" کا مصداق بنائے۔

بقیہ: جماعتی خبریں:

• ملتان میں تقریب یوم وصال:

مورخہ ۲۶ مئی بروز جمعۃ المبارک بعد نماز جمعہ جامع احمدیہ ملتان میں زیر صدارت محترم میاں عمر فاروق صاحب جلسہ وصال حضرت بانی سلسلہ منعقد ہوا خطبہ جمعہ محترم حافظ عبدالرؤف صاحب نے دیا ملفوظات حضرت بانی سلسلہ محترم احمد نواز نے پڑھ کر سنائے۔ ڈاکٹر کرنل آفتاب احمد صاحب نے مقام حضرت مسیح موعود کے موضوع پر تقریر کی اور کہا کہ ہمیں حضرت مرزا صاحب کی تمام کتب کا بلاناغہ مطالعہ کرنا چاہیئے۔ اس کے بعد عزیزم حسین احمد صاحب (صاحبزادہ میاں عمر فاروق صاحب) نے سیرت حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کے موضوع پر اور قاضی ظہور احمد صاحب نے سیرت مسیح موعود کے موضوع پر تقریر کی آپ نے حضرت خواجہ غلام فریدؒ کے بارہ میں بتایا کہ حضرت خواجہ صاحب حضرت مرزا صاحب کے بڑے معتقد تھے آخر میں مکرم میاں عمر فاروق صاحب نے حضرت مرزا صاحب کے اشعار بڑے درد اور رقت کے ساتھ پڑھے۔ قرآنی دعاؤں پر اس مختصر سی تقریب کا اختتام ہوا اور حاضرین کو ٹھنڈا مشروب پیش کیا گیا۔

شبّان الاحمدیہ کا صفحہ

محمد صالح نور، کراچی

خدمت دین کا کام

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ یہ دنیا کبھی نیکی اور راستبازی کی طرف دعوت دینے والوں سے خالی نہیں رہی اور مشیت ایزدی اور منشا الٰہی کے تحت ہر اس دور میں جب ہمارا معاشرہ برائیوں اور بدیوں سے لبریز ہو جاتا ہے ضرور ایسے لوگوں کو پیدا کیا جاتا رہا ہے جو اہل دنیا کو سیدھے راستہ کی طرف قدم زن ہونے کی دعوت دیتے چلے آئے ہیں قرآن مجید نے اس سنت خداوندی کو بہت وضاحت کے ساتھ ہر دور کا ذکر کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے کہ جب بھی شیطانی قوتیں ابھر کر اس امر کیلئے کوشاں ہو جاتی رہی ہیں کہ حق و صداقت کی مشعل کو بجھا دیا جائے تب ہی خدا نے اپنی رحمت اور فضل سے ایسے لوگوں کو مستعد و متحرک کیا جو بظاہر بہت کم تعداد میں، قلیل طاقت میں اور دنیاوی سامان سے محروم نظر آتے ہیں مگر نصرت خداوندی کیوجہ سے صلہ ہمیشہ انہی کو ملتا رہا ہے۔

اس امر کی بہت واضح مثال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی بعثت سے قبل کے دور میں نظر آتی ہے جب معاشرہ پوری طرح مادیّت کی دلدل میں دھنس چکا تھا اور روحانیت کا نشان برائے نام رہ گیا تھا۔ ایسے حالات میں جب دنیا کی ہر برائی اہل عرب کی رگ رگ میں پوری طرح سرایت کر چکی تھی اور کوئی ایسا عیب نہ تھا جو ان کے ظاہر و باطن کا حصّہ نہ بن گیا ہو۔ اور کوئی، دنیاوی برائی ایسی نہ تھی جس پر عمل کر کے اہل عرب فخر نہ کرتے ہوں اور ان کی بیشتر آبادی نے عقل سے کام لینا چھوڑ دیا تھا جبھی تو وہ ہر قسم کے نجس میں گرفتار تھے اور عقل سے کام نہ لینے والی اقوام کا یہی حال ہوتا ہے جیسے قرآن کریم نے یوں بیان فرمایا ہے:۔

”اور کسی شخص کو توفیق نہیں ملتی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر ایمان کی نعمت حاصل کر سکے اور اللہ تعالیٰ گندگی اور پلیدی کو انہیں لوگوں پر ڈالتا ہے جو عقل سے کام نہیں لیتے۔“

(سورۃ یونس آیت ۱۰۰)

اس گندگی اور پلیدی کو دور کرنے کے لئے جب خداتعالیٰ کی رحمت جوش مارتی ہے تو وہ ایسے لوگوں کو چن لیتی ہے جو گو اہل دنیا کی نظر میں کمتر اور کمزور نظر آتے ہیں مگر خدا کے ہاں ان کی قبولیت مسلم ہوتی ہے۔ کہ ان کے اعمال پسندیدہ اور ان کی اغراض بے لوث ہوتی ہیں یہ لوگ جب اہل دنیا کو نیکی کی تعلیم دیتے ہیں تو ان کا مقصد محض اعلائے کلمۃ اللہ اور صراط مستقیم کی نشاندہی ہوتی ہے کوئی دنیاوی غرض اور منفعت اس سے مراد نہیں ہوتی کہ ان کا مقصد وحید لوگوں کو شیطان کی راہوں سے ہٹا کر رحمان کی راہوں پر چلانا ہوتا ہے اور اس میں عامۃ الناس کی بہبودی کا راز پنہاں ہوتا ہے۔ گو دعوت الی الخیر کا کام تمام افراد پر فرض کیا جاتا ہے تاہم تمام کے تمام اس عظیم الشان کام کے لیئے اپنے آپ کو وقف نہیں کر سکتے اسی لیئے اللہ تعالیٰ نے چند درد مند دل رکھنے والوں اور ہمت و استقلال اور ایثار و قربانی سے کام لینے والوں کو اس عظیم کام کے لیئے آگے آنے کی طرف دعوت دی ہے کہ وہ صرف اسی غرض کیلئے اپنی زندگیوں کو وقف کر دیں جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

”اور مومنوں کو یہ کبھی مناسب نہیں ہے کہ سب کے سب نکل پڑیں بلکہ ایسا ہو کہ ان کی ہر ایک شاخ سے ایک گروہ نکلے تاکہ وہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور اپنی قوم کو ڈرانے کا فرض بجا لائیں تاکہ جب وہ ان کی طرف لوٹ کر جائیں تو وہ بھی بچیں۔“ (التوبہ آیت ۱۲۲)

اس گروہ کے ذمہ جو خدمت دین کا کام انجام دے بہت عظیم فرائض سپرد کئے گئے ہیں اول تو دعوت الی الخیر فی نفسہٖ ایک بہت عظیم کام ہے اور جب انسان خداتعالیٰ کے احکامات کی طرف دعوت دیتا ہے تو اس کی ذمہ داریاں اس لحاظ سے بہت بڑھ جاتی ہیں کہ اس کا عمل بھی اس تعلیم کے مطابق ہونا چاہیئے جو تعلیم وہ دوسروں تک پہنچاتا ہے اور اگر کہیں بھی قول و فعل میں تضاد پیدا ہو تو وہ اچھے ثمرات پیدا نہیں کر سکتا۔ اور یقیناً ایسے لوگ اپنے اقوال میں وہ تاثیر نہیں رکھتے جو ان لوگوں کو حاصل ہے جن کے قول و فعل ایک جیسے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دعوت الی الخیر کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے ان لوگوں کو جو یہ جوا اپنی گردن پر لیتے ہیں فلاح کی بشارت بھی دی ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے۔

”اور چاہیئے کہ تم میں سے ایک جماعت ہو جو بھلائی کی طرف دعوت دے اور اچھے کاموں کا حکم دے اور برے کاموں سے روکیں اور یہی لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔“ (آل عمران آیت ۱۰۴)

خدا کے فرمودہ کے عین مطابق ساری کی ساری جماعت اس کام کے لیئے اپنے اوقات کی قربانی نہیں دے سکتی۔ ضرورت ہے کہ جماعت کے درد مند نوجوان آگے آئیں اور مرکز میں آ کر علم دین سے واقفیت حاصل کریں۔

آج دنیا کی نجات اور فلاح و بہبود کا راز صرف اور صرف قرآن کریم کے چشمۂ صافی میں مضمر ہے کوئی چیز آج انسانیت کو مصائب و آلام سے نجات نہیں دے سکتی مگر قرآن کریم اور کوئی چیز اس وقت مادیت کی دلدل سے نکال کر روحانیت کے اعلیٰ مدارج تک کسی کو نہیں لے جا سکتی بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہؐ اور سنت مبارکہ، یہ مفت کا ثواب ہے لیکن خداتعالیٰ کی مرضی تو بہرحال پوری ہوتی ہے بقول حضرت بانیٔ سلسلہ کہ:۔ ؎

بمفت ایں اجر نصرت را دہندت اے اخی ورنہ
قضائے آسمان است ایں بہرحالت شود پیدا

موجودہ حالات میں اس راہ کی مشکلات پر نظر جانا لازمی امر ہے۔ یہ یاد رکھیں کہ حق و صداقت کا نام لینے والوں کے ساتھ ازل سے یہی ہوتا آیا ہے بظاہر نظر میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام کرنے والوں کے لیئے ہی حالات ہوتے ہیں مگر جب انسان خداتعالیٰ کی رضا کی خاطر اور محض اس کے مقاصد کو پورا کرنے کے لیئے میدان میں آ جاتا ہے تو اس میں غیرت خداوندی شامل ہو کر نصرت فرماتی ہے۔ اور یہ کام ہمیشہ سے وہی لوگ سرانجام دیتے چلے آئے ہیں جو بادی النظر میں قلیل اور کمزور نظر آتے ہیں۔ مگر جب خدا کی مدد شامل حال ہو جاتی ہے تو یہی حقیر کوششیں مثمر ثمرات حسنہ ہو کر سامنے آتی ہیں۔ ایسے ہی کمزور اور قلیل گروہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

”ان لوگوں نے کہا جو یقین رکھتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ملنے والے ہیں کہ بسا اوقات چھوٹا گروہ محض اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی نصرت سے بڑے گروہ پر غالب آ جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔“

(سورۃ البقرۃ آیت ۲۴۹)

اللہ تعالیٰ کی اس یقین دہانی کے بعد آیئے ہم عزم کریں کہ ہم خدمت دین کے لیئے اپنا تن من دھن قربان کرنے سے کبھی دریغ نہیں کریں گے۔ جب یہ خداتعالیٰ کا کام ہے تو وہ یقیناً ہمارا حافظ و ناصر ہو گا اور ہماری استعانت فرمائے گا کہ ہم محض اس کے نام کو اور کام کو کرنے کے لیئے اس راہ پر چلے ہیں اور خداتعالیٰ کی رضا کی راہوں پر چلنے والے کبھی ناکام نہیں ہوتے۔

خدمت دین کی اہمیّت کا ذکر کرنے کے بعد اور نصرت خداوندی کے ہر حالت میں ساتھ دینے کے تذکرہ کے بعد جماعت کے احباب سے یہ گذارش کرنا مقصود ہے کہ وہ اپنے نوجوانوں کو خدمت دین کے لئے آگے لائیں اور تعلیم و تربیت اور اعلائے کلمۃ اللہ کے آداب سے آشنائی کے لئے مرکز میں بھجوائیں۔ ہمارا کام کوشش کرنا ہے برکت ڈالنا اللہ تعالیٰ کی رضا پر منحصر ہے حضرت مرزا صاحب اس غرض کے لئے بلاتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:۔ ؎

بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا
بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس، عقب ویٹرنری کالج، کچا رشید روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح دار السلام ۵ عثمان بلاک نیوگارڈن ٹاؤن لاہور ۱۶ سے شائع کیا ۔ چیف ایڈیٹر: چوہدری ریاض احمد

پندرہ روزہ پیغام صلح لاہور مورخہ یکم جون ۱۹۸۹ء، جلد ۷۲، شمارہ ۸

FOR RECORD

جلد: ۷۲ | بتاریخ ۱۰ ذوالقعدہ ۱۴۰۹ھ بمطابق ۱۵ جون ۱۹۸۹ء | شمارہ: ۹

ارشادات حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ

صرف اقرار کافی نہیں عملی رنگ سے اپنے آپ کو رنگین کرنا چاہیئے

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آزمائشوں کا سلسلہ رکھا ہے تا اس ذریعہ سے مومن کا امتحان لے

"میں نصیحت کرتا ہوں کہ آپ نے جو تعلق مجھ سے پیدا کیا ہے (خدا تعالیٰ اس میں برکت ڈالے) اس کو بڑھانے اور مضبوط کرنے کی فکر میں۔ ہر وقت لگے رہیں۔ لیکن یاد رہے کہ صرف اقرار ہی کافی نہیں جب تک عملی رنگ سے اپنے آپ کو رنگین نہ کیا جاوے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ أحسب الناس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنّا وھم لا یفتنون ———

★ ——— یعنی کیا انسانوں نے گمان کر لیا ہے کہ ہم اٰمنّا ہی کہہ کر چھٹکارا پالیں گے اور کیا وہ آزمائش میں نہ ڈالے جائیں گے سو اصل مطلب یہ ہے کہ یہ آزمائش اسی لئے ہے کہ خدا تعالیٰ دیکھنا چاہتا ہے کہ آیا ایمان لانے والے نے دین کو ابھی دنیا پر مقدم کیا ہے یا نہیں۔ آج کل اس زمانہ میں جب لوگ خدا تعالیٰ کو اپنے مصالح کے خلاف پاتے ہیں یا بعض جگہ حکام سے اُن کو کچھ خطرہ ہوتا ہے تو وہ خدا کی راہ سے انکار کر بیٹھتے ہیں ایسے لوگ بے ایمان ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ فی الواقعہ خدا ہی قادرِ مطلق ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ خدا تعالیٰ کی راہ بہت دشوار گذار ہے اور یہ بالکل سچ ہے کہ جب تک انسان خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنی کھال اپنے ہاتھ سے نہ اتار لے تب تک وہ خدا تعالیٰ کی نگاہ میں مقبول نہیں ہوتا ———

★ ——— ہمارے نزدیک بھی ایک بے وفا نوکر کسی قدر و منزلت کے قابل نہیں۔ جو نوکر صدق اور وفا نہیں دکھلاتا وہ کبھی قبولیت نہیں پاتا۔ اسی طرح جناب الٰہی میں وہ شخص پرلے درجے کا بے ادب ہے جو چند روزہ دنیوی منافع پر نگاہ رکھ کر خدا تعالیٰ کو چھوڑتا ہے۔"

(ملفوظات جلد ہفتم ص ۲۹)

محترم عبدالعزیز از کیمپی کے قلم سے،

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت بانیٔ سلسلہ کی نظر میں

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے نزدیک خاتم الانبیاء سرورِ کونین حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا کیا مقام تھا ان کی اپنی تحریروں سے کچھ اقتباسات قارئین پیغام صلح کی نذر کرتا ہوں۔

"اس کریم و رحیم خدا کا ہزار ہزار شکر ہے جس نے قرآن مجید جیسی پاک کتاب بھیجکر اور خاتم الانبیاء سید الاولین والآخرین کو دنیا کی اصلاح کے لئے مبعوث فرما کر وحشی انسانوں کو پھر نئے سرے سے انسانیت سکھائی اور کروڑ ہا دلوں کو ایمان و عملِ صالح سے منور کیا۔" (آریہ دھرم)

"تمام نبوتیں اور تمام کتابیں جو پہلے گذر چکی ہیں اب ان کی الگ طور پر پیروی کی حاجت نہیں رہی۔ کیونکہ نبوت محمدیہ ان سب پر حاوی اور مشتمل ہے اور بجز اس کے سب راہیں بند ہیں تمام سچائیاں جو خدا تک پہنچاتی ہیں اسی کے اندر ہیں نہ اس کے بعد کوئی نئی سچائی آئے گی اور نہ اس سے پہلے کوئی سچائی تھی جو اس میں موجود نہیں۔ اس لئے اس نبوت پر سب نبوتوں کا خاتمہ ہے لیکن یہ نبوت محمدیہ اپنی ذاتی فیض رسانی سے قاصر نہیں ۔۔۔ بلکہ سب نبوتوں سے زیادہ اس میں فیض ہے اس نبوت کی پیروی خدا تک بہت سہل طریق سے پہنچا دیتی ہے۔ اور اس کی پیروی سے خدا کی محبت اور اس کا مکالمہ مخاطبہ کا اس سے بڑھ کر انعام مل سکتا ہے جو پہلے ملتا تھا۔" (الوصیت)

"خدا اس شخص سے پیار کرتا ہے جو اس کی کتاب قرآن شریف کو اپنا دستور العمل قرار دیتا ہے اور اس کے رسول محمدؐ کو درحقیقت خاتم الانبیاء سمجھتا ہے۔ اور اس کے فیض کا اپنے تئیں محتاج جانتا ہے پس ایسا شخص خدا کی جناب میں پیارا ہو جاتا ہے اور خدا کا پیار یہ ہے کہ اس کو مکالمہ مخاطبہ سے مشرف کرتا ہے اور اس کی حمایت میں اپنے نشان ظاہر کرتا ہے۔" (چشمۂ معرفت)

"میرا مذہب یہ ہے کہ اگر رسول اللہ کو الگ کیا جاتا اور کل نبی جو اس وقت تک گذر چکے تھے سب کے سب اکٹھے ہو کر وہ کام اور اصلاح کرنا چاہتے جو رسول اللہ نے کی ہرگز نہ کر سکتے۔ ان میں وہ دل اور قوت نہ تھی جو ہمارے نبیؐ کو ملی تھی۔ اگر کوئی کہے کہ یہ نبیوں کی معاذ اللہ سوءِ ادبی ہے تو وہ نادان مجھ پر افترا کریگا۔ پس نبیوں کی عزت و حرمت کرنا اپنے ایمان کا جزو سمجھتا ہوں لیکن نبی کریمؐ کی فضیلت کل انبیاء پر میرے ایمان کا جزو اعظم اور میرے رگ و ریشہ میں ملی ہوئی ہے۔ یہ میرے اختیار میں نہیں کہ میں اسکو نکال دوں۔ بدنصیب اور آنکھ نہ رکھنے والا مخالف جو چاہے سو کہے۔ ہمارے نبی کریمؐ نے وہ کام کیا ہے جو نہ الگ الگ اور نہ مل کر کسی سے ہو سکتا تھا اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔" (الحکم ۱۷ جنوری ۱۹۰۱ء)

"ہمارے سید و مولیٰ سب سے اعلیٰ مرتبہ پر آسمان میں جس سے بڑھ کر اور کوئی مرتبہ نہیں تشریف فرما ہیں۔ عند سدرۃ المنتہیٰ بالرفیق الاعلیٰ اور امت کے صلاۃ و سلام برابر آنحضرتؐ کے حضور میں پہنچائے جاتے ہیں۔" (ازالہ اوہام)

"نجات یافتہ کون ہے وہ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے۔ اور محمدؐ اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے۔ اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم مرتبہ کوئی اور کتاب ہے۔ اور کسی کے لئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ زندہ ہے۔" (کشتی نوح)

"سید الانبیاء و خیر الوریٰ مولانا و سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ ایک عظیم الشان حسن لے کر آئے ہیں جس کی تعریف میں یہی آیت کریمہ کافی ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔ یعنی وہ نبیؐ جناب الٰہی کے بہت قریب چلا گیا اور پھر مخلوق کی طرف جھکا اور اس طرح پر دونوں حقوق کو جو حق اللہ اور حق العباد ہیں ادا کر دیا اور دونوں قسم کا حسن روحانی ظاہر کیا۔ اور دونوں قوسوں میں وتر کی طرح ہو گیا۔" (براہین احمدیہ حصہ پنجم)

"جناب سیدنا و مولانا سید الکل و افضل الرسل حضرت خاتم النبیین محمد مصطفےٰ کے لئے ایک اعلیٰ مقام اور برتر مرتبہ ہے جو اس ذات کامل الصفات پر ختم ہو گیا جس کی کیفیت کو پہنچنا بھی کسی دوسرے کا کام نہیں چہ جائیکہ وہ کسی اور کو حاصل ہو سکے۔" (توضیح مرام)

"وہ اعلیٰ درجہ کا نور جو انسان کو دیا گیا یعنی انسانِ کامل کو وہ ملائک میں نہیں تھا نجوم میں نہیں تھا۔ قمر میں نہیں تھا آفتاب میں بھی نہیں تھا۔ وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں بھی نہیں تھا۔ وہ لعل و یاقوت اور زمرد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا۔ غرض وہ کسی چیز ارضی و سماوی میں نہیں تھا صرف انسان میں تھا۔ یعنی انسانِ کامل میں جس کا اتم اور اکمل اور اعلیٰ و ارفع فرد ہمارے سید و مولیٰ سید الانبیاء سید الاحیاء محمد مصطفےٰ ہیں۔" (آئینہ کمالات اسلام)

"ہم جب انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں تو تمام سلسلہ نبوت میں اعلیٰ درجہ کا جواں مرد نبیؐ اور زندہ نبیؐ اور خدا کا اعلیٰ درجہ کا پیارا نبیؐ صرف ایک مرد کو جانتے ہیں یعنی وہی نبیوں کا سردار رسولوں کا فخر تمام مرسلوں کا سرتاج جس کا نام محمد مصطفےٰ و احمد مجتبےٰ ہے جس کے زیر سایہ دس دن چلنے سے وہ روشنی ملتی ہے جو پہلے اس سے ہزاروں برس تک نہ مل سکتی تھی۔" (سراج منیر)

"چونکہ آنحضرتؐ اپنی پاک باطنی و انشراح صدری و عصمت و حیا و صدق و صفا و توکل و وفا و عشق الٰہی کے تمام لوازم میں سب انبیاء سے بڑھ کر ۔ اور سب سے افضل و اعلیٰ واکمل و ارفع و اجلیٰ و اصفیٰ تھے اس لئے خدائے جل شانہ نے ان کو عطر کمالات خاصہ سے سب سے زیادہ معطر کیا۔ اور وہ سینہ و دل جو تمام اولین و آخرین کے سینہ و دل سے فراخ تر و پاک تر و معصوم تر و روشن تر و عاشق تر تھا اسی لائق ٹھہرا کہ اس پر ایسی وحی نازل ہو کہ جو تمام اولین و آخرین کی وحیوں سے اقویٰ و اکمل و ارفع و اتم ہو کر صفات الٰہیہ کے دکھلانے کے لئے ایک نہایت صاف و کشادہ اور وسیع آئینہ ہو۔ سو یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف ایسے کمالاتِ عالیہ رکھتا ہے جو اس کی تیز شعاعوں اور شوخ کرنوں کے آگے تمام صحف سابقہ کی چمک کالعدم ہو رہی ہے۔" (سرمہ چشم آریہ)

"ہاں جو اخلاقِ فاضلہ حضرت خاتم الانبیاءؐ کا قرآن شریف میں ذکر ہے وہ حضرت موسیٰؑ سے ہزارہا درجہ بڑھ کر ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ نے فرما دیا ہے کہ حضرت خاتم الانبیاءؐ تمام ان اخلاقِ فاضلہ کا جامع ہے جو نبیوں میں متفرق طور پر پائے جاتے تھے اور نیز آنحضرتؐ کے حق میں فرمایا انک لعلیٰ خلقٍ عظیم تو خلق عظیم پر ہے اور عظیم کے لفظ کے ساتھ جس چیز کی تعریف کی جائے وہ عرب کے محاورہ میں اس چیز کے انتہائے کمال کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔" (براہین احمدیہ)

"عقیدہ کی رُو سے جو خدا تم سے چاہتا ہے وہ یہی ہے کہ خدا ایک ہے اور محمدؐ اس کا نبی ہے اور وہ خاتم الانبیاء ہے اور سب سے بڑھ کر ہے۔ اب بعد اس کے کوئی نبی نہیں۔" (کشتی نوح)

پیغامِ صلح — لاہور — مورخہ ۱۵ جون ۱۹۸۹ء

معیارِ صداقت

کثرتِ تعداد یا دلائل و براہین

مذاہب کی تاریخ کے عمیق مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ فتح اور شکست کا معیار قلت اور کثرت نہیں رہا ہے یعنی دینی جمہوریت میں صداقت اور حقانیت کو پرکھنے کے لئے انسانی سروں کو شمار نہیں کیا جاتا بلکہ معیارِ صداقت کے لئے دلائل اور براہین کو معیار سمجھا جاتا ہے اور جو لوگ اپنے ساتھ مضبوط دلائل رکھتے ہوں اور جنہیں کلامِ الٰہی پر پیش کر کے پرکھا جا سکتا ہو وہی لوگ اچھے اور سچے مانے جاتے ہیں اور فریقِ ثانی خواہ لاکھوں کی تعداد میں ہوں مگر وہ اپنے ساتھ مضبوط دلائل نہ رکھتے ہوں انہیں کسی طور پر بھی صداقت کا سرٹیفکیٹ نہیں دیا جا سکتا۔ یہی معیار قرآن کریم نے پیش کیا ہے اور کبھی کبھی اللہ والوں کے دلائل سے آراستہ ہونے کی وجہ سے انہیں زندہ قوم کا لقب دیا گیا ہے اور روحانی طور پر زندگی کا معیار واضح دلیل کو رکھا گیا ہے سورۃ انفال میں خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے جس کا اردو ترجمہ یہ ہے :-

"یہ ضروری ہے کہ جو ہلاک ہو وہ کھلی دلیل کے ذریعہ ہلاک ہو اور جو زندہ ہوتا ہے وہ بھی کھلی دلیل کے ذریعہ زندہ ہو یقیناً اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے۔" (انفال ۴۲)

اور یہی باعث ہے ان فتوحات کا جو ابتداء میں حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو نصیب ہوتی رہیں جبکہ قریباً قریباً ہر معرکہ اور کارزار میں وہ بہت معمولی تعداد میں ہوتے تھے اور ان کے مقابل دشمنان کی تعداد بہت زیادہ ہوتی رہی ہے۔ چونکہ خدا تعالیٰ کے وعدے اور معیتِ خداوندی کے مواعید قبل از وقت بتلا دیئے گئے تھے اور حق و صداقت اور دلائل و براہین کے لحاظ سے بھی اور خدا تعالیٰ کی طرف سے آمدہ پیشگوئیوں میں دین کی فتح و نصرت کا ذکر موجود تھا۔ دین کا پرچم ہمیشہ ہی اکثریت کے مقابل پر اونچا لہلہاتا رہا۔ اور اس امر کو بہت وضاحت کے ساتھ قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے کہ دینی جمہوریت میں انسانی سروں کا شمار نہیں ہوتا بلکہ صاف اور پاک دلوں اور ذکرِ الٰہی سے معمور مجلسوں اور مقدس اور پاک وجودوں کا خواہ وہ تعداد میں کس قدر بھی قلیل ہوں شمار کیا جاتا ہے۔ اور وہ لوگ جو تعلق باللہ میں کامل ہوں اور ہر قدم پر صبر و استقلال کا نمونہ پیش کریں انہیں ہر میدان میں سرخرو کیا جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کی نصرت ہر جگہ اور ہر مقام پر ان کے قدم چومتی ہے۔ بہت مختصر الفاظ میں اس کا ذکر سورۃ البقرۃ میں اللہ تعالیٰ نے شاہ طالوت کے ذکر میں فرمایا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے :

"بہت دفعہ ایسا ہوا ہے کہ چھوٹا گروہ بڑے گروہ پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے غالب آ گیا ہے (کیونکہ) اللہ تعالیٰ ہمیشہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔" (البقرۃ ۲۴۹)

جب ہم ان انبیاء کے قصص پر غور کرتے ہیں جن کا قرآن کریم کے بعض مقامات پر تذکرہ کیا گیا ہے تو ہمیں یہ بات واضح طور پر نظر آتی ہے کہ حق اور صداقت کا ساتھ دینے والے ہمیشہ قلیل تعداد میں رہے ہیں اور باوجود ان کی قلتِ تعداد کے اور ان کے مدِ مقابل گروہ در گروہ اور کثرت کے سچائی کو ہمیشہ فتح نصیب ہوتی رہی ہے۔ اور انسانوں کے بڑے بڑے ہجوم، ان کے آلاتِ حرب، ہاتھی، گھوڑے اور نوجوان کچھ کام نہیں آ سکے قانونِ خداوندی کے تحت الحق یعلو ولا یعلیٰ کے موجب صداقت کو ہر میدان میں فتح حاصل ہوتی رہی ہے مگر یہ ضروری ہے کہ اس راہ میں بہت بڑی بڑی قربانیاں اور صبر و استقلال کے بڑے بڑے امتحانات سے مومنین کو گذرنا پڑا ہے اور امتحانوں میں سے ہو کر گذرنا سونے کو ہمیشہ کندن بنانے کے لئے ضروری ٹھہرایا گیا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے مومنین کو یہ دعا سکھلائی ہے کہ :-

"اور جب وہ جالوت اور اس کی فوجوں کے سامنے نکلے تو انہوں نے کہا کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو صبر عطا فرما اور ہمارے قدموں کو مضبوط رکھ اور ہمیں کافر قوم پر فتح و نصرت عطا فرما۔" (البقرۃ آیت ۲۵۰)

بہتوں کے مقابلہ پر تھوڑوں کے ساتھ خدا تعالیٰ کی معیت اور نصرتِ خداوندی کے مظاہروں کی ذیل میں چند انبیاء کا ذکر قرآن کریم سے نقل کیا جاتا ہے جس سے یہ امر واضح کرنا مقصود ہے کہ دلائل اور براہین سے لیس اگر کوئی قوم تعداد میں قلیل ہے اور بظاہر کمزور اور ناتواں نظر آتی ہے اور ان کے مدِ مقابل دلائل نہ رکھتے ہوئے بھی افرادی قوت سے مالا مال ہیں اور نہ صرف یہ کہ عددی اعتبار سے وہ زیادہ ہیں وہ ایسے حالات بھی پیدا کرتے ہیں جن کے مقابلے میں سوائے صبر اور استقامت کے اور کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ ان کے لئے اس میں روشنی کے سامان ہیں۔ اور یہ بات یقین کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ اگر قوتِ ایمانی کا جذبہ دلوں میں موجود ہو اور صبر کی نعمت سے دل مالا مال ہوں تو کوئی وجہ نہیں کہ جلد یا بدیر خدا تعالیٰ کی نصرت ان کے شاملِ حال نہ ہو کہ یہی سنتِ خداوندی ہے اور جس بات کو خدا تعالیٰ ایک بار کہہ دے کہ یہ بات ہو کر رہے گی تو دنیا ٹل جائے تو ٹل جائے مگر گفتۂ خداوندی نہیں ٹل سکتا۔

قرآن کریم کی زبان میں حق و صداقت کو شجرۂ طیبہ سے مثال دی گئی ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے اپنے ماننے والوں کی جماعت کو ایک پاکیزہ درخت سے مثال دینا کس قدر معانی اپنے اندر پوشیدہ رکھتا ہے یہ امر کسی دُور بین نگاہ اور دور رس دل سے مخفی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

"کیا تم غور نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے اچھی اور سچی بات کی مثال ایک پاکیزہ درخت سے دی ہے جس کی جڑ مضبوط ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں پھیلی ہوئی ہیں اور وہ اپنے رب کے حکم سے اپنا پھل ہر موسم میں دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے مثالیں اس لئے بیان فرماتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کر سکیں۔"

(سورۃ ابراہیم آیت ۲۴، ۲۵)

اور اسی تسلسل میں یہ بات بھی فراموش نہیں کرنی چاہیئے کہ پاکیزہ اور ناپاک چیزوں میں اس قدر بُعد ہے کہ صرف پاکیزہ اشیاء ہی خواہ وہ مقدار میں کس قدر ہی قلیل کیوں نہ ہوں وہی خدا تعالیٰ کے ہاں شرفِ باریابی حاصل کر سکتی ہیں اور اس کے دربار میں صرف پاکیزہ لوگ ہی قبول کئے جاتے ہیں۔ اس امر کا ذکر نہایت اختصار کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اشارۃً یوں فرمایا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے :-

"ان سے کہہ دے کہ پاکیزہ اور ناپاک کبھی ایک جیسے نہیں ہو سکتے خواہ تم کو ناپاک چیزوں کی بہتات تعجب میں ہی ڈال دے سو اے عقل والو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔" (المائدہ آیت ۱۰۰)

خدا تعالیٰ کے بعض فرمودات اس قسم کے ہوتے ہیں کہ ان کی شرح کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی اور اس قدر عام فہم ہوتے ہیں کہ معمولی عقل و فہم رکھنے والا انسان بھی اسے بخوبی اخذ کر سکتا ہے۔ جیسا کہ اوپر کی آیت میں بیان کیا گیا ہے۔

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے جب تن تنہا بُت پرستی کے خلاف علمِ بغاوت بلند کیا تو ان کے مقابل اس قدر واضح اکثریت تھی کہ انہوں نے اس پیغامِ خداوندی کو ذرہ برابر بھی قابلِ اعتنا نہ جانا اور اس پیغام کے مقابل آپ کو دھمکی دی اور کہا کہ :-

"اے ابراہیم کیا تو میرے معبودوں سے منہ موڑتا ہے اگر تو اس تبلیغ سے باز نہ آئیگا تو میں تجھے سنگسار کر دوں گا اور تو کچھ عرصہ کے لئے مجھ سے دور ہو جا۔" (مریم آیت ۴۷)

اور فرمایا کہ :-

"انہوں نے فیصلہ کیا کہ اسے آگ میں جلا دو اس طرح اپنے معبودوں کی مدد کرو اگر تم کچھ کرنے والے ہو مگر ہم نے کہا کہ اے آگ ابراہیمؑ پر سرد ہو جا اور سلامتی کا باعث بن اور انہوں نے آپ کے ساتھ برائی کرنے کا ارادہ کیا اور ہم نے انہی کو نقصان اٹھانے والے کر دیا۔" (الانبیاء ۶۸ — ۷۰)

جب حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے مٹھی بھر ساتھیوں کے ساتھ توحید کا سبق اپنی قوم کو دیا اور انہیں کہا کہ ایک اللہ کی عبادت کرو اور معبودانِ باطلہ کو چھوڑ دو تو قوم نے ان کا مذاق اڑایا جیسے یوں بیان کیا گیا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا :

"اے میری قوم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو تمہارے لئے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے میں تم کو بڑے دن کے عذاب سے ڈراتا ہوں تو اس قوم کے لیڈروں نے کہا کہ تجھے ہم کھلی گمراہی میں پاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے کسی قسم کی گمراہی نہیں ہے بلکہ میں تو رب العالمین کا رسول ہوں۔ ... لیکن انہوں نے اسے جھٹلایا سو ہم نے اُسے اور اس کے ساتھ ایمان

(بقیہ صفحہ ۱۲ پر)

جماعتی خبریں

● حضرت امیر جماعت ایدہ اللہ تعالیٰ بخیریت ہیں تاہم گرمی کی شدت اور کثرتِ کار کے باعث صحت کچھ متاثر رہتی ہے۔ احباب حضرت ممدوح کی صحت کاملہ اور درازی عمر کے لئے بارگاہِ الٰہی میں دعائیں جاری رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ہم پر ان کا سایہ دراز رکھے اور انہیں کام والی عمرِ سعید عطا فرمائے۔

● ہمارے نہایت ہی قابلِ احترام بزرگ محترم حافظ مولٰنا شیر محمد صاحب خوشابی دامت برکاتہ کی صحت ان دنوں کمزور ہے۔ آج کل بسلسلہ علاج مرکز میں فروکش ہیں۔ احباب سے درخواست ہے کہ وہ دردِ دل سے حضرت مولٰنا کی صحت کاملہ عاجلہ کے لئے دعا کریں۔

● ناظم صاحب اخبارات محترم میاں فضل احمد صاحب نجی دورے پر ایک ماہ کے لئے امریکہ تشریف لے جا رہے ہیں دعا ہے اس سفر میں اللہ تعالیٰ ان کا حامی و ناصر رہے اور اپنی حفظ و امان میں رکھے۔

● کراچی میں ایک تقریب:

کراچی سے محترم راجہ محمد بیدار صاحب رقمطراز ہیں:-

۲۶ رمئی کو کراچی میں یومِ وصال حضرت مجدد اعظم منایا گیا۔ تلاوتِ قرآن مجید علیم الدین صاحب نے کی حضرت امامِ زماں کے ملفوظات عبدالقیوم صاحب نے سنائے جن میں حضرت صاحب نے اس بات پر زور دیا ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ متقین کی ایک جماعت قائم ہو اور اس کی غرض و غایت صرف تقویٰ ہو۔ جلیبہ سعید صاحبہ نے حضرت بانیٔ سلسلہ کا منظوم کلام پڑھ کر سنایا۔ اللہ تعالیٰ اس سعید بچی کو عمر دراز عطا فرمائے اور علم و حکمت عطا فرمائے۔ خاکسار نے "امام زماں ہمارے مسیحا" کے موضوع پر تقریر کی۔ خطبہ محترم پروفیسر خلیل الرحمٰن صاحب نے دیا۔

● راولپنڈی میں تقریب:

راولپنڈی میں ہمارے نامہ نگار نے اطلاع دی ہے کہ جامع مبارک راولپنڈی میں نماز تراویح باقاعدگی سے ادا ہوتی رہی حافظ انس حمید نماز تراویح کی امامت کرتے رہے احباب باقاعدگی سے شریک ہوتے رہے۔ ۲۷ ررمضان کو ختم قرآن کریم کی تقریب ہوئی احباب کی خدمت میں افطاری اور پرتکلف کھانا پیش کیا گیا اور حافظ انس حمید کو مبارکباد دی گئی۔ عید الفطر کے مبارک دن ساڑھے آٹھ بجے نماز عید ادا کی گئی جس میں احباب و خواتین نے ذوق و شوق سے شرکت کی۔ چوہدری عبدالحمید صاحب نے نماز عید کی امامت کی اور خطبہ عید دیا۔ ازاں بعد احباب نے ایک دوسرے کو عید مبارک کہی۔

● فیصل آباد میں تقریب:

فیصل آباد سے ہمارے نامہ نگار نے اطلاع دی ہے کہ مؤرخہ ۷/۵/۸۹ بعد نماز جمعہ جلسہ منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن مجید مقامی واعظ مرزا حنیف صاحب اور فیصل حسین صاحب نے کی منظوم کلام عبدالعزیز صاحب آف کھی ہزارہ اور اطہر رسول فیصل آباد نے پیش کیا۔ جبکہ اطہر رسول نے ملفوظات پڑھ کر سنائے۔ عادل حسین صاحب نے سیرت طیبہ حضرت بانیٔ سلسلہ پڑھی۔ استقبالیہ تقریر محترم سیکرٹری مقامی جماعت مرزا مجید سلطان نے کی۔ چک ۸ جنوبی سرگودھا کے مولوی محمد علی صاحب، محترم ملک ظفر اللہ صاحب، شبان الاحمدیہ مرکزیہ لاہور کے عامر عزیز صاحب اور محترم مرزا محمد لطیف صاحب نے نہایت مؤثر و مدلل تقاریر کیں آخر میں صاحب صدر جناب میاں مسعود احمد صاحب نے اختتامی کلمات سے نوازا۔ دعائے خیر کے ساتھ جلسہ کا اختتام ہوا۔ اس تقریب میں فیصل آباد، لاہور، چک ۸ سرگودھا اور جھنگ کے احباب نے شرکت فرمائی۔

حاضرین کو دوپہر کا کھانا مشروبات سے تواضع کی گئی۔

● معذرت: گذشتہ شمارے میں محترم محمد صالح نور کی ایک نظم بعنوان "ہر ابھر اس شجر کو رکھیو"، بعض قانونی مجبوریوں کے تحت شعری سقم کا شکار ہوگئی۔ ادارہ پیغام صلح ان ناگزیر تبدیلیوں پر ان سے اور قارئین سے معذرت خواہ ہے۔

● ایک گذارش

پیغام صلح "راہِ وفا کے مسافر" کے عنوان سے ان بزرگان جماعت کے حالات باقاعدگی سے پیش کر رہا ہے جو راہیٔ ملک عدم ہو چکے ہیں۔ ان حالات کے تذکرہ سے ہمارا مقصد یہی ہے کہ ایک تو جدا ہو جانے والے احباب اور بزرگوں کا تذکرہ ہوتا ہے دوسرے احباب جماعت ان کے نیک نمونہ سے نصیحت حاصل کر سکیں۔ ادارہ اس بات کو کہنے میں فخر محسوس کرتا ہے کہ تمام بزرگانِ جماعت کے حالات زندگی ہمارے لئے مشعلِ راہ ہیں اور ہمیں ان کے اقوال اور کردار کی جھلکیاں پیش کرنے سے خوشی ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں احباب کے مشوروں اور مفید مواد کی فراہمی پر ہم پیشگی شکریہ ادا کرتے ہیں۔

اخبارات کا چندہ بروقت ادا کرنا آپکا اخلاقی فرض ہے۔

مکتوبات بلاد غیر

● ہیورڈ، کیلیفورنیا، امریکہ سے محترم محمد عبداللہ صاحب مکرم سیکرٹری صاحب انجمن کے نام اپنے خط میں رقمطراز ہیں:-

ہفتہ وار اخبار مسلم جرنل میں سے ایک تراشہ جو مرحومہ نصرت بٹ کی تعزیت کے بارے میں جرنل مذکورہ میں شائع ہوا ہے ارسالِ خدمت ہے۔

مرحومہ نصرت بٹ عزیزی جلال الدین محمد اکبر کی اہلیہ صاحبہ کی بہن ہیں آپکے والد جناب احمد دین بٹ ہیڈماسٹر ہائی سکول کوئٹہ ہماری جماعت کے مخلص ممبر تھے دس سال قبل مرحومہ نصرت بٹ عزیزی جلال الدین محمد اکبر کی امداد سے امریکہ میں امیگرنٹ کی صورت میں داخل ہوگئی تھی اور شکاگو پہنچتے ہی ان کو کلیئر محمد مسلم سکول میں عربی اور دینیات کی تعلیم دینے کا کام مل گیا تھا۔

مرحومہ اپنی خداداد قابلیت خلوص اور محنت کی وجہ سے چند ماہ سکول میں کام کرنے کے دوران طلبہ طالبات اور ان کے والدین میں پاپولر ہوگئیں ہر مجلس کے پروگرام میں مرحومہ کے شاگرد حصہ لینے لگے آپکے شاگردوں نے اسلامی ممالک کے وزیٹروں پر اپنی اسلامی قابلیت اور علمی قابلیت کا اثر ڈالنا شروع کیا اور سکول صحیح معنوں میں اسلامی سکول شمار ہونے لگا۔ تعزیت کے الفاظ میں مبالغہ نہیں ہے ایک پرائیویٹ سکول میں دس برس تک متواتر خدمات سرانجام دینا معمولی بات نہیں ہے کہ سرینام کی کونشن میں چھ آدمیوں نے اٹرلین میں ریزرویشن کرائی ہے جولائی کے مہینے میں کئی ایک مقامات پر کونشن ہونے کی وجہ سے ہوائی جہازوں میں سیٹ ملنی مشکل ہوتی ہے اس کونشن میں شامل ہونے والے لوگ تین چار ماہ قبل ٹکٹ خرید لیتے ہیں یامی سے سرینام کی فلائیٹ ہفتہ میں ایک بار ہے پاکستان سے سرینام جانے والوں کو ابھی ٹکٹ لے لینا چاہیئے۔

فیجی سے آمدہ خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعت کے ممبر مولٰنا شفقت رسول خاں صاحب کے کام سے خوش ہیں امید ہے مولٰنا صاحب موصوف بھی سرینام کی کونشن میں شریک ہوں گے ان کے علاوہ تین اور ڈیلی گیٹ فیجی سے انشاء اللہ جائیں گے پاکستان سے کافی تعداد شریک جلسہ ہونی چاہیئے۔ دیگر خیریت ہے حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں سلام عرض کر دیں۔

پیغام صلح اور لائیٹ کے لئے ۲۵ ڈالر معرفت بیگم صاحبہ چوہدری سعید احمد صاحب بھیجے ہیں امید ہے ان سے منی آرڈر مل گیا ہوگا انشاء اللہ حتی المقدور اور رقم بھی سلسلہ کے اخباروں کے لئے بھیجوں گا۔ دونوں اخباروں کا معیار بلند ہوگیا ہے مضامین دلچسپ اور ضرورتِ وقت کے مطابق ہوتے ہیں محمد صالح نور کی نظمیں اور مضامین کافی مؤثر ہیں۔ والسلام خاکسار محمد عبداللہ

● محترم محمد عبداللہ موصوف اپنے ایک مکتوب میں مکرم میاں فضل احمد صاحب کو لکھتے ہیں:

"آپ کا گرامی نامہ مرسلہ ۵ امئی کل موصول ہوا معلوم کر کے کہ آپ کی طبیعت روبصحت ہے خوشی حاصل ہوئی۔ ہماری دعائیں انشاء اللہ تعالیٰ آپکے لئے جاری رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو شفائے کاملہ عطا فرمائے اور آپ دینی اور دنیاوی امور کی سرانجام دہی کے لئے ہمیشہ مستعد نظر آئیں۔ آپ کے عید کارڈ اور اخبارات کی خریداری کے لئے خطوط مختلف احباب کو مل چکے ہیں مولوی عبدالجلیل پریذیڈنٹ احمدیہ انجمن اوکلینڈ نے ۲۰ ڈالر دونوں اخبار دں کے لئے چندہ ادا کیا ہے۔ ایک اور دوست نے ٹیلی فون کے ذریعہ ۲۰ ڈالر ادا کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ ہر دو رقوم کا منی آرڈر انشاء اللہ جلد بھیجوا یا جائیگا۔

اخبارات پیغام صلح اور لائٹ کا معیار بلند ہوگیا ہے مضامین دلچسپ ہوتے ہیں اگر پیغام صلح کے مضامین کی کتابت ذرا موٹی ہو تو مجھ جیسے کمزور نظر آدمیوں کے لئے اخبار پڑھنا آسان ہو جائے۔ مولوی عبدالجلیل پریذیڈنٹ احمدیہ انجمن اوکلینڈ، کیلیفورنیا اپنے صاحبزادہ مسٹر ناظم جلیل سیکرٹری انجمن ماہِ رمضان میں ایک رشتہ دار کے جنازے کے لئے لندن گئے تھے لندن پہنچ کر دونوں اپنے رشتہ داروں کے ساتھ انجمن کے مشن واقع ومبلے بھی گئے تھے۔ اور جنازہ پڑھانے کے لئے انہوں نے امام شیخ شریف احمد سے جنازہ پڑھانے کی درخواست کی۔ چنانچہ شیخ صاحب موصوف نے مولوی عبدالجلیل کی مرحومہ بیوی کی بہن کا جنازہ پڑھا اور مختصر تقریر بھی کی۔ جنازے میں مرحومہ کے رشتہ دار اور دیگر لوگ شامل ہوئے۔

مولوی عبدالجلیل صاحب امام شیخ شریف احمد کی علمی قابلیت، اخلاق اور مہمان نوازی سے نہایت متاثر ہوئے ہیں۔ آپ نے مشن کی امداد کے لئے شیخ صاحب کو چندہ ادا کیا اور اب زیادہ رقم بھیجنے کا ارادہ کر رہے ہیں یہی سپرٹ قربانی مولوی عبدالجلیل کے صاحبزادہ ناظم جلیل صاحب نے امام شیخ شریف احمد صاحب کو دکھائی ہے۔ خدا حافظ!

والسلام۔ خاکسار محمد عبداللہ

. اخبارات کا چندہ ارسال فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

از قلم مکرم نصیر احمد فاروقی ـ لاہور

اقتباسات از کتاب براہین احمدیہ

تمہیدی نوٹ:

حضرت مرزا غلام احمد بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی کتاب براہین احمدیہؒ کے متعلق تعارفی مضمون تو میں اس سے قبل لکھ چکا ہوں اب میں اس معرکتہ الآراء کتاب سے ایک سلسلۂ اقتباسات لکھنے کی ابتداء اس مضمون سے کرتا ہوں مگر اس سلسلۂ اقتباسات کو شروع کرنے سے پہلے میں یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ جو بات اصل کتاب کی ہے وہ ان اقتباسات میں ہرگز نہیں آسکتی۔ اس لئے علم و معرفت کے پیاسے کو تو اصل کتاب کے مطالعہ سے ہی اپنی پیاس بجھانی چاہیئے۔ یہ اقتباسات میں زیادہ تر آجکل کے نوجوانوں اور خواتین کے فائدہ کے لئے چھپوا رہا ہوں جو اصل کتاب کے مطالعہ کے لئے وقت نہیں نکال سکتے۔ اس کے علاوہ جن وجوہ نے مجھے یہ اقتباسات ان کے اصل متن سے الگ کر کے چھپوانے پر آمادہ کیا وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ کتاب براہین احمدیہ علم و معرفت کا ایک سمندر ہے۔ مگر اس کتاب کو جب میں نے کسی کو پڑھنے کو دیا یا اس کتاب کا کسی سے ذکر آیا تو عام شکایت یہ سننے میں آئی کہ اس کتاب کی زبان ثقیل ہے اور عربی و فارسی کے ایسے الفاظ اس میں بکثرت آتے ہیں جنہیں ایک عام آدمی سمجھ نہیں سکتا۔ عالم اور فاضل لوگ جو ایسی عبارت کو سمجھ سکتے ہیں وہ آجکل آٹے میں نمک کے برابر ہیں۔ پھر اس کتاب کے بعض دلائل اس قدر عمیق اور دقیق ہیں کہ انہیں عوام الناس سمجھنے میں دقت محسوس کرتے ہیں۔

۲۔ کتاب کی زبان کے متعلق شکایت یوں پیدا ہوئی کہ جس زمانہ میں یہ کتاب لکھی گئی تھی تب تمام علمی کتابوں کی زبان ایسی ہی ہوتی تھی۔ اس زمانہ میں اکثر عوام الناس بالخصوص نوجوان عربی و فارسی کے الفاظ کی جگہ انگریزی زبان کے الفاظ سے زیادہ مانوس ہیں۔

۳۔ اس کتاب کے دلائل عمیق محسوس کئے جانے کی وجہ یہ ہوگی کہ اول تو ان کی زبان عالمانہ و فاضلانہ ہے جو عام اردو بول چال سے مشکل تر ہے۔ دوسرے حضرت مرزا صاحب ہر مسئلہ کی گہرائیوں میں اتر کر وہ ہیرے اور موتی نکال کر لائے کہ وہ لاجواب تھے۔ ہر شخص کو معلوم ہے کہ اصلی یا سچے موتی سمندر کی گہرائیوں میں ہوتے ہیں اور ان کو نکالنے کے لئے غوطہ خوروں کو سمندر کی گہرائیوں بلکہ سمندر کی تہہ تک اترنا پڑتا ہے۔

۴۔ براہین احمدیہ میں اصل عبارت کے نیچے اکثر صفحات پر حاشیہ جات ہیں بعض صفحوں پر تو دو دو تین تین حاشیہ جات چلتے ہیں۔ حاشیہ ۱۱ تو بذات خود ایک کتاب ہے۔ بدقسمتی سے آجکل کے لوگوں خصوصاً نوجوانوں یا خواتین کا مطالعہ اخبارات یا ایک دو رسالوں تک اکثر محدود ہوتا ہے جس میں اس طرح کے حاشیے یا حاشیے در حاشیے نہیں ہوتے اس لئے آجکل کا سطحی عبارت پڑھنے کا عادی انسان اس کتاب کے حاشیہ در حاشیہ جات میں الجھ کر کھویا جاتا ہے۔ تو عام لوگوں کی سہولت کے لئے میں نے کوشش کی ہے کہ ہر حاشیہ میں جو علمی نکات ہیں ان کو علیحدہ علیحدہ اقتباسات کے رنگ میں قارئین کی خدمت میں پیش کروں

وما توفیقی الا باللّٰہ العلی العظیم

۵۔ براہین احمدیہ کی زبان اور مشکل ترکیبات کی جو شکایت عوام الناس کے دل میں پیدا ہوتی ہے اس کو دور کرنے کے لئے میں نے یہ عبارت کی ہے کہ جہاں اس قسم کی عبارت ہو اسے پیرا فریز کر کے یعنی آسان زبان میں ترجمہ کر کے (گویا اپنی زبان میں) پیش کیا ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ اس اقتباس کی زبان میری ہوگی۔ اگرچہ خیالات کو میں نے براہین احمدیہ سے ہی لیا ہوگا۔ اس بات کو ذہن نشین کرنا نہایت ضروری ہے ورنہ یہ غلط فہمی پیدا ہوگی کہ اقتباس کو میں نے اصل زبان یا عبارت میں پیش نہیں کیا۔ جہاں حضرت مرزا صاحب کی اپنی زبان کو نقل کیا ہے وہاں میں نے (" ـــــ ") ـــــ میں وہ عبارت نقل کی ہے۔ اور بغیر اس علامت کے جو زبان ان اقتباسات کی ہوگی وہ میری ہوگی۔ اللہ تعالیٰ میری اس عبارت کو معاف فرمائے۔ مگر یہ فعل میری نیک نیتی پر مبنی ہے۔ کہ ان اقتباسات کی عبارت کو میں عام فہم زبان میں عوام الناس کے فائدہ کے لئے پیش کر دوں۔ اگر ایسا کرنے میں مجھ سے کوئی غلطی ہو جائے تو امید ہے کہ قارئین مجھے معاف فرمائیں گے۔

اقتباس نمبر ۱

"عرض ضروری بحالت مجبوری"، کے عنوان سے شروع کتاب میں حضرت مرزا صاحب نے لوگوں سے اپیل کی تھی کہ کتاب کے چھپوانے کے اخراجات کو (جو حضرت ممدوح کے لئے ناقابل برداشت تھے) پورا کرنے کے لئے خریدار کتاب کی قیمت پہلے ادا کر دیں یا اگر بطور عطیہ کچھ انفاق فی سبیل اللہ کے طور پر دے سکیں تو کتاب کو چھپوانے میں مدد ملے گی۔ اس معرکتہ الآراء کتاب کی قیمت صرف پانچ روپے رکھی گئی تھی جو بعد میں اخراجات کی زیادتی کی وجہ سے دس روپے کر دی گئی تھی حالانکہ اس چار جلدوں کی علم و معرفت سے بھری کتاب کی جو کہ ایک شاہکار تھی جو بھی قیمت ڈالی جاتی وہ کم ہوتی مگر پھر بھی سوائے چند اہل دل لوگوں کے کسی کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ تو اس اپیل کے شروع میں حضرت مرزا صاحب نے تعاون کے مضمون پر ایک نہایت اعلیٰ نوٹ لکھا تھا جس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

حضرت مرزا صاحب نے فرمایا کہ انسان کی کمزوریاں جو اس کی فطرت کے ساتھ لگی ہوئی ہیں ہمیشہ اس کو تعاون کا محتاج رکھتی ہیں۔ انسان اپنے جسم کو ہی دیکھے کہ وہ ایسا بنا ہوا ہے کہ اس کے تمام اعضاء خواہ وہ اندرونی ہوں یا بیرونی جب تک وہ آپس میں تعاون نہ کریں انسان کوئی کام بھی خاطر خواہ طور پر نہیں کر سکتا۔ جو کام دو ہاتھ ملکر کرتے ہیں وہ ایک ہاتھ نہیں کر سکتا۔ جس راہ کو دو پاؤں مل کر طے کرتے ہیں وہ فقط ایک ہی پاؤں سے طے نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح کوئی کام خواہ وہ دینی ہو یا دنیوی وہ بغیر تعاون کے چل ہی نہیں سکتا۔ بالخصوص جس قدر بڑا کام ہوگا اسی قدر اس کے لئے دوسروں کے تعاون کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور صرف اکیلا شخص اسکو پورا نہیں کر سکتا۔ انبیاء علیہم السلام جن سے بڑھ کر کوئی محنت اور سعی نہیں کر سکتا تھا وہ اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کے لئے بے اختیار من انصاری الی اللّٰہ (یعنے کون ہے جو اللہ کے کام کے لئے میری مدد کرتا ہے) پکار اٹھتے تھے۔ اور اسی لئے خدا تعالیٰ نے بھی تعاونوا علی البرّ والتقویٰ کا حکم دیا۔ کہ نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔ افسوس ہے کہ غیر مسلم اقوام نے (جن کی الہامی کتابوں میں ایسا کوئی حکم نہیں) تو اس مفید اصول کو اپنا لیا اور وہ ایسی تحریکوں میں لاکھوں کروڑوں روپے دل کھول کر خرچ کرتے ہیں اور رفاہ عام کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں مگر ہماری قوم میں آجکل ایسی درخشندہ مثالیں کم نظر آتی ہیں حالانکہ ہمارے سلف نے بڑے بڑے اعلیٰ نمونے قائم کئے تھے۔

اقتباس نمبر ۲

آریہ سماج پر حضرت مرزا صاحب نے بہت کچھ لکھا ہے۔ مگر کتاب براہین احمدیہ میں پہلے حاشیہ میں یوں اس فرقہ پر تبصرہ فرمایا:

" یہ ایک نیا فرقہ ہے جو ہندوؤں میں پیدا ہوا ہے جو اپنی مذہبی مجلس کو آریہ سماج (کے نام) سے موسوم کرتے ہیں۔ ان دنوں میں سرپرست بلکہ بانی مبانی اس فرقہ کے ایک پنڈت ہیں جن کا نام دیانند ہے اور ہم اس وجہ سے اس فرقہ کو نیا فرقہ کہتے ہیں کہ وہ تمام اصول کہ جن کا یہ فرقہ پابند ہے اور وہ تمام خیالات و تاویلات جو کہ اس فرقہ نے وید (ہندوؤں کی مذہبی کتاب) کی نسبت پیدا کی ہیں وہ مجموعی طور پر کسی قدیم ہندو مذہب میں نہیں پائی جاتیں۔ اور نہ کسی وید بھاش اور نہ کسی شاستر (ہندو مذہبی کتابوں ـ ناقل) میں یکجا اُن کا پتہ ملتا ہے۔"

پھر یہ لکھتے ہوئے کہ اس فرقہ نے جہاں سے مطلب کی بات ملی وہ جوڑ جاڑ کر اپنے عقائد کو گھڑا ہے حضرت مرزا صاحب مزید فرماتے ہیں:

"اور پہلا اصول اس فرقہ کا یہی ہے جو پرمیشر روحوں اور جسموں کا خالق نہیں بلکہ یہ سب چیزیں پرمیشر کی طرح قدیم اور انادی ہیں اور اپنے وجود کی آپ ہی پرمیشر ہیں۔ اور پرمیشر ایک ایسا شخص ہے جو اپنی بہادری سے یا اتفاق سے سلطنت (یعنے روح اور مادہ پر حکومت ـ ناقل) کو پہنچ گیا ہے۔ اور اپنی جیسی چیزوں پر حکومت کرتا ہے اور انہی کے سہارے اور آسرے سے اس کی پرمیشری بنی ہوئی ہے۔ ورنہ اگر وہ چیزیں نہ ہوتیں تو پھر خیر نہ تھی اور وہ سب چیزیں ـ ـ ـ ـ ایسی ہیں کہ اپنے وجود اور بقا میں بالکل پرمیشر سے لاتعلق ہیں۔ یہاں تک کہ اگر پرمیشر کا مرنا بھی فرض کیا جائے تو اُن کا (یعنے روحوں اور جسموں کا ـ ناقل) کچھ بھی حرج نہیں۔"

ان غلط خیالات کا قلع قمع کرنے کے لئے آگے اسی کتاب براہین احمدیہ میں تبصرہ آتا ہے اور حضرت صاحب نے علیحدہ کتابچوں اور رسائل میں بھی ان غلط خیالات کا بھانڈا پھوڑا ہے حضرت مرزا صاحب کے شاگرد رشید حضرت مولانا محمد علی صاحب نے بھی اپنے [illegible] (باقی آئندہ)

حضرت مولانا حافظ شیر محمد خوشابی

پیشگوئیاں کیسے پوری ہوتی ہیں؟

اگر معترضین حضرات کو (دین) کی پیشگوئیوں کی فلاسفی اور ان کی بیان کردہ حقیقت کا ذرہ بھر بھی علم ہوتا اور انہیں خدا تعالیٰ کا خوف اور ان باتوں کا یقین ہوتا کہ انسان کے منہ سے نکلی ہوئی ہر بات محفوظ ہو جاتی ہے اور ایک دن ضرور آنے والا ہے کہ ان تمام باتوں کے متعلق جو انسان کے منہ سے نکلتی ہیں بازپرس ہوگی تو کوئی انسان بھی بغیر سوچے سمجھے گفتگو نہ کرتا۔

جماعت احمدیہ لاہور کی طرف سے مخالفین کے اس اعتراض کا کئی بار جواب دیا جا چکا ہے لیکن بدظنی سے بچنے کے لئے کہ ہو سکتا ہے کہ معترضین واقعی پیشگوئیوں کی اصل حقیقت سے بے خبر ہی ہوں اور دین کے مخفی اور باریک حقائق ابھی تک ان کے سامنے نہ آئے ہوں۔ اس لئے اتمام حجت کی خاطر ان کے سامنے دینی پیشگوئیوں کے متعلق اصل حقیقت کی وضاحت کر دینا ضروری ہے تاکہ بعد میں ان کا یہ عذر قابل پذیرائی نہ ہو کہ ہمیں تو ان باریک علوم کے متعلق کسی نے بتلایا بھی نہ تھا۔ پیشگوئی اور اس کی حقیقت کے بارے میں یہ بتلانا ضروری ہے کہ وہ کس طرح پوری ہوتی ہے

پیشگوئی فارسی کا لفظ ہے اس کے معنی ہیں آئندہ وقت میں واقع ہونے والے امر کی اس کے وقوع سے پہلے خبر دینا عربی میں اسے نبأ کہتے ہیں۔

پیشگوئیاں دو قسم کی ہوتی ہیں۔

۱۔ انذاری

۲۔ تبشیری

جو حصہ بشارتوں پر مشتمل ہو وہ وعدہ کہلاتا ہے اور جو حصہ انذار پر مبنی ہو وہ وعید کہلاتا ہے۔

وعدہ میں خوشخبری کے ذریعہ ایمان پر وری کی جاتی ہے۔ اور وعید میں منکرین کو خوف دلا کر رجوع اللہ کے لئے متوجہ کیا جاتا ہے۔ اور پیشگوئیوں کی غرض خدا تعالیٰ پر

[illegible]

ان مادی اور جسمانی آنکھوں سے نہیں ہوتا بلکہ وہ امور روحانی آنکھ سے رؤیا اور کشوف میں ہی نظر آتے ہیں۔ تمام آسمانی کتابیں اور بزرگان دین حضرات اس بات پر متفق ہیں کہ اکثر رؤیا اور کشوف تعبیر طلب ہوتے ہیں بیسیوں پیشگوئیوں میں سے کوئی ایسی پیشگوئی ہوتی ہوگی جو ظاہری رنگ میں پوری ہو ورنہ کوئی نہ کوئی پہلو اس پیشگوئی کا ضرور مخفی ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں تین آدمیوں کے خوابوں کا جو پیشگوئیوں پر مشتمل ہیں ذکر ہے حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب کا ذکر، ایک قیدی کا خواب، اور ایک بادشاہ کا خواب۔

۱۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب اس طرح ہے کہ "میں نے گیارہ تاروں اور سورج اور چاند کو دیکھا ہے میں نے انہیں اپنے آپ کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔" ۱۲/۴

اس پیشگوئی کی حقیقت حضرت یوسف علیہ السلام کے کمال اور کامیابی پر دلالت کرتی تھی اس وقت تک نہیں کھلی جب تک وہ مصر میں جا کر امین اور خزانوں کے افسر اعلیٰ نہیں ہوئے۔ اور جب یہ واقع ہو گئی تو انہوں نے کہا کہ "یہ میرے پہلے خواب کی تعبیر ہے میرے رب نے اسے سچ کر دکھایا۔" ۱۲/۱۰۰۔ تو اس سے مراد کسی بادشاہ، امیر اور رؤسا کا آپ کی اطاعت کرنا ہے نہ کہ حقیقتاً ان کا سجدہ۔

۲۔ قیدی کے خواب کا تذکرہ قرآن مجید میں اس طرح لکھا ہے:

"میں دیکھتا ہوں کہ میں اپنے سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں جن میں سے پرندے کھا رہے ہیں۔" ۱۲/۳۶

حضرت یوسف علیہ السلام اس کی تعبیر اس طرح فرماتے ہیں:

"صلیب دیا جائے گا تو پرندے اس کے سر سے نوچ کر کھائیں گے۔"

۳۔ بادشاہ کا خواب قرآن مجید میں اس طرح لکھا ہے

"اور بادشاہ نے کہا میں نے سات موٹی گائیں دیکھی ہیں انہیں سات دُبلی گائیں

[illegible]

عدے اور سبع سنبلات سے کل ملک مصر کی سا سالہ زراعت مراد لی گئی ہے۔

ان ہر سہ امثلہ سے آپ پر اچھی طرح واضح ہو گیا ہوگا کہ پیشگوئی کے بظاہر کچھ اور الفاظ ہوتے ہیں اور فی الواقعہ مراد ان سے کچھ اور لی جاتی ہے۔ نیز اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ گنہگاروں اور کافروں کو بھی سچے خواب آ جاتے ہیں۔ دوسرا یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کو بظاہر تھوڑا دکھلا کر ایک بہت بڑی تعداد بھی مراد لے لیتا ہے۔ جیسے سات بالوں سے مراد سات سال کی زراعت لی گئی ہے۔

قرآن مجید کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں رؤیا اور کشوف کے تعبیر طلب ہونے کی بے شمار مثالیں ہیں ذیل میں چند کا ذکر کیا جاتا ہے

۱۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں سو رہا تھا کہ میرے پاس ایک دودھ کا پیالہ لایا گیا۔ میں نے پی لیا یہاں تک کہ میں دیکھتا تھا کہ تازگی میرے ناخنوں سے ظاہر ہو رہی ہے پھر مجھ سے بچ رہا میں نے عمر ابن خطاب کو دیدیا۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ آپ نے اس کی کیا تعبیر فرمائی۔ فرمایا۔ علم۔

(بخاری جلد سوم کتاب الرؤیا فقہ، ص ۱۱۷)

۲۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں سو رہا تھا میں نے لوگوں کو دیکھا کہ میرے سامنے لائے جاتے ہیں اور ان پر قمیصیں ہیں بعض ان میں سے چھاتیوں تک پہنچتی ہیں اور بعض اس سے کم اور عمر ابن الخطاب میرے سامنے لائے گئے اور ان پر قمیص تھی جسے وہ گھسیٹتے تھے لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ نے اس کی کیا تعبیر فرمائی۔ فرمایا۔ دین۔

(بخاری جلد سوم ص ۱۱۷ و ص ۱۲۷)

۴۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں سویا ہوا تھا تو اپنے ہاتھوں میں میں نے سونے کے دو کنگن دیکھے مجھے ان کی نسبت فکر ہوئی تو مجھے خواب ہی میں وحی ہوئی کہ ان پر پھونک مار میں نے ان پر پھونک ماری تو وہ اڑ گئے تو میں نے اس کی تعبیر ان دو کذابوں سے کی [illegible]

نے خواب میں دیکھا کہ میں نے اپنی تلوار کو حرکت دی تو اس کے سامنے کا حصہ ٹوٹ گیا تو یہ وہ تکلیف تھی جو مسلمانوں کو اُحد کے دن پہنچی۔

(بخاری جلد سوم کتاب الرؤیا ص ۲۳)

۵۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے حالت خواب میں گائیاں ذبح ہوتے دیکھیں تو اس کی تعبیر وہ مسلمان تھے جو اُحد کے دن شہید ہوئے۔

۶۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے دیکھا گویا ایک کالی عورت پراگندہ سر مدینہ سے نکلی یہاں تک کہ مھیعہ میں جا ٹھہری اور مھیعہ جحفہ کا نام ہے میں نے تعبیر کی کہ وبا اس کی طرف منتقل کی گئی ہے

(بخاری جلد سوم ص ۲۲)

۷۔ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ ایک کبڑا کتا میرے اہل بیت کے خون میں منہ ڈالتا ہے اس کی تعبیر یہ کی گئی کہ اس سے مراد شمر ہے جس نے حضرت امام حسین رض کو شہید کیا اس کے بدن پر برص کے داغ تھے۔

۸۔ امام حسین رض نے فرمایا کہ میں نے اپنے والد علی رض کو کہتے ہوئے سنا کہ وہ کہتے تھے کہ سنا میں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ مینڈھے کی وجہ سے کعبہ کی بے حرمتی ہوگی سو کہیں وہ مینڈھا میں نہ ہوں۔ شارحین حدیث نے لکھا ہے کہ اس حدیث کے مصداق حضرت عبداللہ ابن زبیر ہوئے۔

۹۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے خواب میں تو دو بار دکھائی گئی۔ کہ ایک شخص ریشمی کپڑے میں تجھے اٹھائے ہوئے ہے اور کہہ رہا ہے کہ یہ تمہاری بیوی ہے تم اس کا چہرہ کھولو۔ میں نے جب کھولا تو تم تھیں۔ میں نے کہا کہ اگر یہ بات اللہ کی طرف سے

ہے تو ضرور پوری ہوگی۔

غرض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ان احادیث سے معلوم ہوا کہ رویا اور کشوف اکثر تعبیر طلب ہوتے ہیں۔

ب: بعض اوقات پیشگوئی کے وقتِ ظہور اور کئی دوسرے امور کے سمجھنے میں غلطی ہو جاتی ہے۔ مثلاً:-

۱۔ "یقیناً اللہ نے اپنے رسول کے خواب کو سچ کر دکھایا تم ضرور اگر اللہ نے چاہا تو مسجد حرام میں امن کے ساتھ داخل ہو گے اپنے سر منڈوانے والے اور بال کتروانے والے کچھ خوف نہ کرو گے۔"

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تھے کہ آپ نے خواب میں دیکھا کہ آپ مکہ میں داخل ہوئے ہیں اور خانہ کعبہ کا طواف کیا ہے پس آپ اپنے صحابہ رضہ کے ساتھ نکلے تو ان میں سے کسی کو شک نہ تھا کہ رؤیا اس سال پوری ہوگی لیکن جب صلح حدیبیہ ہو گئی اور آپ لوٹ آئے تو چند صحابہ کے دلوں میں خیال گذرا کہ اب کیوں ہوا یہاں تک کہ حضرت عمر رضہ نے اس بارہ میں سوال کیا کہ آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم خانہ کعبہ میں جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے۔ آپ نے فرمایا ہاں لیکن کیا میں نے یہ بھی کہا تھا کہ اسی سال حج کریں گے۔ تو انہوں نے عرض کیا کہ نہیں تب فرمایا کہ یقیناً تم خانہ کعبہ میں پہنچو گے اور اس کا طواف کرو گے۔ اس سے تین باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

۱۔ جو خواب یا الہامات بطور پیشگوئی ہوں ان میں سب کی تفصیلات پر نبی اور مامور کو مطلع نہیں کیا جاتا

۲۔ خواب اور پیشگوئی کے سمجھنے میں اجتہادی غلطی ہو سکتی ہے۔

۳۔ ملہم کا اپنے اجتہاد کو صحیح یقین کر کے کسی فعل کا کر لینا جائز ہے۔

۲۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مکہ سے ایسی زمین کی طرف ہجرت کر رہا ہوں جہاں کھجور کے درخت ہیں تو میرا خیال اس طرف گیا کہ وہ یمامہ یا ہجر ہے تو وہ مدینہ یثرب نکلا۔" (بخاری جلد سوم کتاب الرویا ص ۲۷۱)

۳۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات سے فرمایا تم میں سے سب سے پہلے میری وفات کے بعد جو آکر دوسرے جہان میں ملے گی وہ وہ ہے جس کے ہاتھ تم سب سے زیادہ لمبے ہیں۔ بیویوں نے حضور کے سامنے ہی اپنے ہاتھ ناپے تو لمبے ہاتھ حضرت سودہ رضہ کے تھے مگر وفات سب سے پہلے حضرت زینب رضہ نے پائی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ لمبے ہاتھ سے مراد ظاہری ہاتھوں کا لمبا ہونا نہ تھا بلکہ سخاوت کرنے والی مراد تھی۔

ح۔ بعض اوقات ایک خدا رسیدہ انسان پیشگوئی کرتا ہے لیکن پوری وہ دوسرے کے ہاتھوں ہوتی ہے مثلاً:-

۱۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں سو رہا تھا تو میرے پاس زمین کے خزانوں کی چابیاں لائی گئیں یہاں تک کہ وہ میرے ہاتھ میں دے دی گئیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضہ کہتے ہیں کہ حضور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم تو رخصت ہو گئے اور اب تم یہ خزانے نکال رہے ہو۔

۲۔ [illegible] اسماعیلی نے کہا کہ اہل تعبیر نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خواب میں اُسید بن العیص کو مسلمان ہونے کی حالت میں مکہ کا والی دیکھا وہ تو کفر پر مر گیا اور رویا اس کے بیٹے عتاب کے حق میں پوری ہوئی جو مسلمان ہو گیا۔

د: انبیاء اور مامورین کی ساری پیشگوئیوں کا ان کی زندگی میں پورا ہونا ضروری نہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

"سو اگر ہم تجھے بعض وہ باتیں دکھائیں جن کا ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں یا تجھے وفات دے دیں تو ہماری طرف ہی وہ لوٹائے جائیں گے۔" (۴۰/۷۷)

چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بے شمار ان گنت پیشگوئیاں آپ کے وصال کے بعد سے آج تک پوری ہو رہی ہیں اور قیامت تک پوری ہوتی رہیں گی۔

ھ: بعض اوقات پیشگوئی منسوخ بھی ہو جاتی ہے مثلاً:

"اور کسی رسول کے لئے نہ تھا کہ سوائے اللہ کے حکم کے نشان لاتا۔ ہر پیشگوئی کی میعاد کے لئے ایک حکم معین ہے اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے قائم رکھتا ہے۔ (۱۳/۳۸-۳۹)

و: وعید کی جو پیشگوئیاں ہوتی ہیں جن میں کسی کی موت یا عذاب یا تکلیف کے متعلق اطلاع دی جاتی ہے ان میں تخلّف جائز ہے۔ یہ اُس انسان پر موقوف ہے جس کے متعلق پیشگوئی ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں تین طرح کی مثالیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ ایسے لوگ جو عذاب کی پیشگوئی سن کر بھی پرواہ نہ کریں تو وہ سزا سے نہیں بچ سکتے جیسا کہ حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو مخاطب کر کے فرمایا

"یہ اللہ کی اونٹنی ہے تمہارے لئے نشان ہے سو اس کو چھوڑ دو اللہ کی زمین میں چرے اور اس کو کوئی دکھ نہ پہنچاؤ ورنہ تمہیں دردناک عذاب آپکڑے گا۔" (۷/۷۳)

پس انہوں نے اونٹنی کو مار ڈالا اور اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی اور کہا اے صالح وہ عذاب لے آ جس سے تو ہم کو ڈراتا تھا اگر تو مرسلوں میں سے ہے تب ان کو زلزلہ نے آن پکڑا سو وہ اپنے گھروں میں پڑے کے پڑے رہ گئے گویا کہ ان میں بسے ہی نہ تھے۔ (۷/۷۷/۷۸)

۲۔ ایسے لوگ جو پیشگوئی سن کر پورے طور پر تائب نہیں ہوتے بلکہ ذہنی اور عارضی طور پر ڈر جاتے ہیں بظاہر اگر نہ بھی وہ اعلان کریں پھر بھی اللہ تعالیٰ انہیں مہلت دے دیتا ہے اور ادنیٰ رجوع سے بھی عذاب ٹل سکتا ہے اگر اس مہلت سے فائدہ اٹھا کر پھر مخالفت شروع کر دیں تو خدا تعالیٰ پھر عذاب نازل کر کے انہیں سزا دیتا ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام قوم کی سرکشی پر ان کو عذاب کی اطلاع دیتے ہیں جب عذاب آ جاتا ہے تو وہ صرف موسیٰ علیہ السلام کے پاس آ جاتے ہیں اور کہتے ہیں۔ اے جادوگر ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کر جیسا اس نے تجھ سے عہد کیا ہے ہم ضرور ہدایت پانے والے ہیں

پس جب ہم نے ان سے عذاب دور کر دیا تو وہ عہد شکنی کرنے لگے۔ پھر جب عذاب آیا تو وہ خدا کے حضور دعا کرتے ہیں۔ ($\frac{۴۳}{۵۰}$)

ہمارے رب ہم سے عذاب دور کر ہم ایمان لانے والے ہیں۔

ہم عذاب کو تھوڑی دیر کے لئے دور کر دیں گے تو پھر دوبارہ کرتوت کرنے لگ جائیں گے۔ ($\frac{۴۴}{۱۵}$)

۳۔ ایسے لوگ جو پیشگوئی سن کر خدا تعالیٰ سے ڈر جاتے ہیں اور توبہ اور استغفار میں لگ جاتے ہیں خدا تعالیٰ انہیں عذاب سے بچا لیتا ہے۔ جیسے حضرت یونس علیہ السلام کے واقعہ میں لکھا ہے:

کیوں کوئی ایسی بستی نہ ہوئی کہ ایمان لاتی تو اس کا ایمان نفع دیتا سوائے یونس کی قوم کے جب وہ ایمان لائے تو ہم نے دنیا کی زندگی میں ان سے ذلت کا عذاب دور کر دیا۔ ($\frac{۱۰}{۹۸}$)

حضرت ابن مسعود رضہ وغیرہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے علاقہ موصل کے شہر نینوی کی طرف حضرت یونس ع کو بھیجا اہل قریہ نے ان کو جھٹلایا۔ تب یونس نے انہیں معین وقت میں نزول عذاب کا وعید کیا اور ناراض ہو کر چلے گئے۔

۱۔ حضرت یونس نے ان سے کہا کہ تمہاری میعاد چالیس راتوں تک ہے انہوں نے کہا اگر ہم ہلاکت کی علامات دیکھیں گے تو تجھ پر ایمان لے آئیں گے۔ (تفسیر کشاف ص ۱۵۹۹)

۲۔ حضرت یونس علیہ السلام کو موصل سے نینوا بھیجا گیا۔ اہل شہر نے ان کی تکذیب کی اور اس پر اصرار کیا تب یونس نے ان سے تیس یا چالیس راتوں میں عذاب آنے کا وعدہ کیا۔ (فتوحات علی البیضاوی)

۳۔ حضرت یونس نے ان سے کہا کہ تمہاری میعاد چالیس رات تک ہے۔ (تفسیر کبیر جلد ۵)

۴۔ جب ۳۵ دن گذر گئے اور سخت خوفناک سیاہ دھواں دھار بادل آیا اور اس نے ان کے شہر کو ڈھانپ لیا اور ان کی ظاہری سطح کو سیاہ کر دیا تب انہوں نے ٹاٹ پہنے اور عورتوں اور بچوں سمیت میدان میں نکلے۔ ... اور انہوں نے ایمان و توبہ کا اظہار کیا تب اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم کیا اور اس عذاب کو ٹال دیا۔ یہ واقعہ بروز جمعہ عاشورا کے دن ہوا۔

۵۔ حضرت عیسیٰ ع اور حواریوں کی جماعت کے پاس سے ایک دھوبی گذرا۔ حضرت مسیح نے کہا کہ آج ظہر کے وقت اس کے جنازہ پر حاضر ہو جاؤ لیکن وہ دھوبی نہ مرا جب جبرئیل آئے تو حضرت مسیح نے پوچھا کہ کیا تو نے مجھے اس دھوبی کی موت کی خبر نہ دی تھی اس نے کہا کہ خبر تو دی تھی لیکن اس نے بعد ازاں تین روٹیاں صدقہ کر دیں اور موت سے نجات پا گیا۔ (روح البیان ص ۲۵۷)

معترضین کا یہ خیال ہی غلط ہے کہ معین وقت والی پیشگوئی میں التوا نہیں ہوتا پس صحیح معیار یہی ہے کہ توبہ اور صدقات اور رجوع سے عذاب ٹل جاتا ہے۔

مکرم ملک ظفر اللہ خان کے قلم سے،

آنکھ کے پانی سے یارو کچھ کرو اس کا علاج
آسماں اے غافلو اب آگ برسانے کو ہے

مذکورہ شعر کے مصرعہ ثانی میں ایک آنے والے عذاب کا ذکر کیا گیا ہے اور مصرعہ اول میں اس کا علاج بتایا گیا ہے اب غور کرنا چاہیئے کہ ایسا کیوں ہونے والا ہے یا ہو رہا ہے

حضرت بانی سلسلہ فرماتے ہیں:

"مگر میں بار بار لکھ چکا ہوں کہ یہ شدید آفت جس کو خدا تعالیٰ نے زلزلہ کے لفظ سے تعبیر کیا ہے صرف اختلاف مذہب پر کوئی اثر نہیں رکھتی اور نہ ہندو یا عیسائی ہونے کی وجہ سے کسی پر عذاب آسکتا ہے اور نہ اس وجہ سے آسکتا ہے کہ کوئی میری بیعت میں داخل نہیں یہ سب لوگ اس تشویش سے محفوظ ہیں۔ ہاں جو شخص خواہ کسی مذہب کا پابند ہو جرائم پیشہ ہونا اپنی عادت رکھے اور فسق و فجور میں غرق ہو اور زانی، خونی، چور، ظالم اور ناحق طور پر بداندیش بدزبان اور بدچلن ہو اسکو ڈرنا چاہیئے اگر توبہ کر لے تو اس کو بھی غم نہیں اور مخلوق کے نیک کردار اور نیک چلن ہونے سے یہ عذاب ٹل سکتا ہے قطعی نہیں۔" ؎

ہے سر راہ پر کھڑا نیکوں کی وہ مولا کریم
نیک کو کچھ غم نہیں ہے گو بڑا گرداب ہے

آیئے دیکھتے ہیں اس وقت ہماری قوم کا کیا حال ہے۔

۱- روزنامہ جنگ ۴ مئی ۸۸ء میں اندروبینہ بشیر لکھتی ہیں :-

۱- ہم کہاں بستے ہیں؟

۱- دس روپے کی خاطر بیٹے نے باپ کو قتل کر دیا۔

۲- جائیداد کے تنازعہ پر دو بھائیوں کی لڑائی۔ ایک بھائی موقعہ پر ہی ہلاک ہو گیا۔

۳- کم جہیز لانے پر ساس نے بہو پر مٹی کا تیل چھڑک کر آگ لگا دی۔

۴- چار بچوں کی ماں اپنے آشنا کے ساتھ فرار ہو گئی۔

۵- چوری کی مختلف وارداتوں میں دو لاکھ سے زائد کی اشیاء چوری ہو گئیں۔

یہ سب واقعات ایسے ہیں جنہیں پڑھ کر ہر ذی حس اور باشعور انسان یہ سوچے بنا نہیں رہ سکتا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے کیوں ہو رہا ہے۔

ہم کہاں بستے ہیں؟

کیا انسانوں میں یا درندوں میں؟ شہروں میں یا جنگلوں میں۔۔۔ اگر یہ شہر ہیں جہاں ہر روز عورتوں پر مجرمانہ حملے کیے جاتے ہیں، قتل ہوتے ہیں ڈاکے ڈالے جاتے ہیں معصوم بچوں کے اغوا ہوتے ہیں تو پھر جنگلوں میں کیا ہوتا ہے۔ درندے کسے کہتے ہیں درحقیقت ہم انسان نہیں درندے ہیں۔ اگرچہ ہماری شکلیں انسانوں جیسی ہیں لیکن شکلوں سے کیا ہوتا ہے شکلیں تو جھوٹ بولتی ہیں۔ ہر چہرے پر کئی کئی نقاب ہیں ان نقابوں کو اٹھاتے جاؤ لیکن اصل شکل پھر بھی نظر نہیں آتی کبھی اصل شکل انسان کو خود اس کا ضمیر دکھاتا تھا لیکن اب ضمیر بھی ختم ہو چکا ہے تبھی تو آج کا انسان جو شکل چاہتا ہے اس کا خول اپنے اوپر چڑھا لیتا ہے بلکہ یوں کہنا چاہیئے ایک چہرے پر کئی چہرے سجا لیتے ہیں لوگ۔

۲- اب دیکھتے ہیں کہ جنرل محمد ضیاء الحق نے کیا فرمایا تھا۔

• تعصب کے خلاف جہاد کی ضرورت:

صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے نسلی گروہی اور لسانی بنیادوں پر پھیلائے جانے والے تعصبات کو قوم کا سب سے بڑا دشمن قرار دیتے ہوئے ان تعصبات کے خاتمہ کی ذمہ داری علماء و مشائخ پر ڈالی ہے۔ اوکاڑہ میں دارالعلوم اشرف المدارس کے زیر اہتمام ایک سیرت کانفرنس سے خطاب کے دوران کراچی کے واقعات کا حوالہ دیتے ہوئے صدر نے کہا کہ کراچی میں گروہی، لسانی اور صوبائیت کی جنگ تعصب کا نتیجہ ہے۔

صدر نے دلی افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ آج چودہ سو سال گذر جانے کے بعد ہم نہ مسلمان رہے ہیں نہ پاکستانی اور نہ انسان۔ صدر نے علماء کرام سے اپیل کی کہ وہ ذکر رسولؐ کے ذریعہ معاشرہ کو اسلام کی تعلیمات کی طرف لائیں۔ (روزنامہ جنگ ۹ فروری ۸۸ء)

جناب مولانا طاہر القادری کیا فرماتے ہیں

انہوں نے کہا کہ الحادی فکر اشتراکیت، مادہ پرستیت اور دہریت کے حملے نوجوانوں کو ذہنی طور پر اسلام سے دور لے جا رہے ہیں جس کی وجہ سے وہ اب مذہب کا انکار کرنے لگے ہیں۔ اور قرآن نبوت رسالت اور توحید کے تصورات مٹتے جا رہے ہیں انہوں نے کہا کہ مغربی مادی تہذیب نے اس طرح کیا کہ لڑکیاں نیم عریاں لباس میں بزرگوں کے سامنے بیٹھنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتیں ہماری سوچ کے دھارے بدل چکے ہیں نتیجتاً اسلام کے اعمال کی گرفت کمزور ہو گئی ہے۔ اور ہماری زندگی سے اسلامیت نکل گئی ہے۔ اور ہم صرف نام کے مسلمان رہ گئے ہیں جبکہ ہماری مسلمانی مر گئی ہے انہوں نے کہا کہ جذباتیت کے حملے کے ذریعے نفسانی و شہوانی سازشوں اور نفس پرستی کے مشاغل کو فروغ مل رہا ہے شراب نوشی اور بدکاریوں کے اڈے کھل گئے ہیں انہوں نے کہا کہ اگر ہم اپنے ارادہ اور جذبہ کو صحیح طور پر استوار کریں تو منافقت، ریاکاری دجل و فریب کے تصورات ختم ہو سکتے ہیں۔ (اخبار جنگ)

میاں نواز شریف صاحب وزیر اعلیٰ پنجاب کیا فرماتے ہیں :-

جب ہم عام آدمی کے حالات میں بہتری پیدا کرنے کی بات کرتے ہیں تو اس کا تعلق بلاشبہ مہنگائی سے ہے۔ اشیاء ضرورت کی قیمتیں اتنی بڑھ چکی ہیں چنانچہ جہاں ہم تنخواہیں بڑھانے کی بات کرتے ہیں وہاں مہنگائی پیدا کرنے والے طبقے کو بھی چاہیئے کہ وہ اپنا کردار ایک سچے مسلمان کے طور پر ادا کرے ہم بات تو نظام اسلام کی کرتے ہیں لیکن قرآن اور حدیث پر عمل نہیں کرتے ہم مقابلہ کرنا چاہتے ہیں ان مغربی اقوام سے جنہیں ہم کافر کہتے ہیں لیکن اگر دیکھا جائے تو آج ان میں اتنی برائیاں نہیں جتنی پہلے تھیں اور یہی وجہ ہے کہ وہ آج ہم سے آگے ہیں لیکن دوسری طرف ہم جھوٹ بولتے ہیں۔ کم تولتے ہیں۔ منافقت ہمارا شیوہ ہے ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا گلا کاٹ رہا ہے۔ اگر ہم ان برائیوں کو ختم نہیں کرتے تو قرآن پاک اور نماز پڑھنے کا کیا فائدہ؟ میں سمجھتا ہوں کہ ہم جب تک ان عناصر کو صاف نہیں کریں گے جو ان برائیوں کے ذمہ دار ہیں تب تک ہم آگے نہیں بڑھ سکتے۔ (۸ مئی جنگ)

ڈاکٹر اقبال مرحوم کیا کہہ گئے ہیں ؎

شور ہے ہو گئے دنیا سے مسلماں نابود
ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

حضرت بانی سلسلہ فرماتے ہیں:

"یہ زمانہ جس میں ہم لوگ زندگی بسر کر رہے ہیں یہ ایک ایسا تاریک زمانہ ہے کہ کیا ایمانی اور کیا عملی جس قدر امور ہیں سب میں سخت فساد واقع ہو گیا ہے۔ اور ایک تیز آندھی ضلالت اور گمراہی کی ہر طرف سے چل رہی ہے۔ وہ چیز جس کو ایمان کہتے ہیں اس کی جگہ چند لفظوں نے لے لی ہے جن کا محض زبان سے اقرار کیا جاتا ہے۔ اور وہ امور جن کا نام اعمال صالحہ ہے ان کا مصداق چند رسوم یا اسراف اور ریاکاری سمجھے گئے ہیں جو حقیقی نیکی ہے اس سے بکلی بے خبری ہے جو لوگ کالجوں میں پڑھتے ہیں اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ ہنوز وہ اپنے علوم ضروریہ کی تحصیل سے فارغ نہیں ہوتے کہ دین اور دین کی ہمدردی سے پہلے ہی فارغ اور مستغنی ہو چکتے ہیں پھر عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ دنیا سے امانت اور دیانت ایسی اٹھ گئی ہے کہ گویا بکلی مفقود ہو گئی ہے دنیا کمانے کے مکر اور فریب حد سے بڑھ گئے ہیں جو شخص سب سے زیادہ شریر ہو وہی سب سے زیادہ لائق سمجھا جاتا ہے۔" بانی سلسلہ فرماتے ہیں۔

"یہ زمانہ جامع اخیار اور کمالات اشرار ہے اور خدا تعالیٰ رحم کرے تو اس زمانہ میں تمام گذشتہ عذاب جمع ہو چکے ہیں اور جیسا کہ پہلی امتوں میں کوئی قوم زلزلہ سے اور کوئی قوم پانی کے طوفان سے اور کوئی قوم آندھی کے طوفان سے اور کوئی قوم صاعقہ سے اسی طرح اس زمانہ کے لوگوں کو ایسے عذابوں سے ڈرنا چاہیئے کیونکہ اکثر لوگوں میں یہ عام مواد موجود ہے اگر وہ اپنی اصلاح

نہ کریں محض حلم الٰہی نے مہلت دے رکھی ہے۔

ایک جگہ مولانا نورالدین فرماتے ہیں:

یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ کئی ایسی جگہوں میں عذاب کیوں آجاتا ہے۔ جہاں اس وقت کے رسول کی اطلاع تک نہیں پہنچتی ہم کہتے ہیں وہ وقت رسالت کے پہنچانے کا نہیں وہ تو مجرموں کی گرفتاری کا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی سنت:

"اور بلاشبہ ہم نے تجھ سے پہلے قوموں کی طرف رسول بھیجے تب ہم نے ان کو تکلیف اور دکھ میں مبتلا کیا تاکہ وہ عاجزی اختیار کیا تو جب ان پر ہمارا عذاب آیا کیوں نہ انہوں نے عاجزی اختیار کی لیکن ان کے دل سخت ہو گئے اور شیطان نے اسے ان کے لئے خوبصورت کر دکھایا جو وہ کرتے تھے۔"

یہاں ایک عام قانون بیان فرمایا ہے کہ دکھوں اور تکلیفوں کے بھیجنے سے اللہ تعالیٰ کی غرض صرف یہ ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں اور تکبر کو چھوڑ کر خدا کے حضور عاجزی کا اظہار کریں پس دکھ اور تکلیف کے آنے سے انسان کو یہ فائدہ اٹھانا چاہئے کہ خدا کی طرف جھکے اور دنیوی زندگی کی ظاہری نمائشوں پر فریفتہ نہ رہے یہ وہ دکھ اور تکلیفیں ہیں جو عذاب استیصال سے پہلے آتی ہیں حکیم الامت مولٰنا نورالدین فرماتے ہیں:

یہاں قادیان میں پچھلے دنوں طاعون پھیلنے لگا۔ میں نے خدا کی جناب میں نہایت تضرع سے دعا کی الٰہی تیری چھوٹی سی جماعت ہے اب تو اس جماعت میں اس درجہ کا دعا کرنے والا بھی نہیں۔ تو اپنا فضل کر۔ میں دیکھتا ہوں کہ طاعون معاً چلا گیا جو بیمار تھا وہ بھی اچھا ہو گیا۔ یہ تضرع کا نتیجہ ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ دعا کرنے میں صرف تضرع ہی کافی نہیں بلکہ تقویٰ اور طہارت اور راست گوئی اور کامل یقین، کامل محبت اور کامل توجہ کی بھی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اپنے رب کو عاجزی سے اور چھپ کر پکارو وہ حد سے بڑھنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔ تضرع کی دعا وہ دعا ہے جس میں انسان خدا کے حضور گڑگڑاتا ہے اور زور سے دعا کرتا ہے۔ خفیہ اور چھپ کر دعا کرنا بھی اچھا ہے۔ مگر دعا میں تضرع سے ایک خاص کیفیت انسان کے قلب پر پیدا ہوتی ہے۔

دین پر مصائب کا زمانہ ہے اس لئے دعا کی طرف متوجہ کیا اب بھی لوگ دعا کی طرف متوجہ ہوں تو مصائب سے نکلیں۔ کہ جو لوگ خدا کے حضور عاجزی سے دعا نہیں کرتے وہ دنیا میں ظلم اور زیادتی کرنے لگ جاتے ہیں مگر زیادتی کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔ اس لئے تم بہ تن دعا کی طرف متوجہ ہو جاؤ تاکہ کامیاب ہو کر ظلم اور زیادتی سے بچو اور اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے۔ حضرت بانی سلسلہ فرماتے ہیں:

"مذہب کی اصلی غرض اس سچے خدا کا پہچاننا ہے جس نے اس تمام عالم کو پیدا کیا اور اس کی محبت میں اس مقام تک پہنچنا ہے جو غیر کی محبت کو جلا دیتا ہے اور اس کی مخلوق سے ہمدردی کرنا ہے اور حقیقی پاکیزگی کا جامہ پہننا ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ یہ غرض اس زمانہ میں بالائے طاق ہے اور اکثر لوگ دہریہ مذہب کی کسی شاخ کو اپنے ہاتھ میں لئے بیٹھے ہیں اور خدا تعالیٰ کی شناخت بہت کم ہو گئی ہے اس وجہ سے زمین پر دن بدن گناہ کرنے کی دلیری بڑھتی جاتی ہے کیونکہ یہ بدیہی بات ہے کہ جس چیز کی شناخت نہ ہو اس کا قدر دل میں ہوتا ہے اور نہ اس کی محبت ہوتی ہے اور نہ اس کا خوف ہوتا ہے۔ یہ تمام اقسام خوف اور محبت اور قدردانی کے شناخت کے بعد پیدا ہوتے ہیں۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ آجکل دنیا میں گناہ کی کثرت بوجہ کمی معرفت ہے۔"

یہ سچی بات ہے کہ گناہ سے بچنا اور خدا تعالیٰ کی محبت میں محو ہو جانا انسان کے لئے ایک مقصود ہے اور یہی وہ راحت حقیقی ہے جس کو ہم بہشتی زندگی سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ تمام خواہشیں جو خدا کی رضامندی کے مخالف ہیں دوزخ کی آگ ہیں۔ اور ان خواہشوں کی پیروی میں عمر بسر کرنا جہنمی زندگی ہے۔ مگر اس جگہ سوال یہ ہے کہ جہنمی زندگی سے نجات کیونکر حاصل ہو؟ اس آتش خانہ سے نجات ایسی معرفت الٰہی پر موقوف ہے جو حقیقی اور کامل ہو۔ کیونکہ نفسانی جذبات جو اپنی طرف کھینچ رہے ہیں۔ وہ ایک کامل درجہ کا سیلاب ہے جو ایمان کو تباہ کرنے کے لئے بڑے زور سے بہہ رہا ہے۔ اور کامل کا تدارک بجز کامل کے غیر ممکن ہے پس اسی وجہ سے نجات حاصل کرنے کے لئے صرف معرفت ہی کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ پُر درد دعاؤں کا سلسلہ جاری رہنا ضروری ہے کیونکہ خدا تعالیٰ غنی بے نیاز ہے۔ اس کے فیض کو اپنی طرف کھینچنے کے لئے ایسی دعاؤں کی سخت ضرورت ہے۔ جو گریہ اور بکا، صدق و صفا اور درد دل سے پُر ہوں تم دیکھتے ہو کہ بچہ شیر خوار اگرچہ اپنی ماں کو شناخت کرتا ہے اور اس سے محبت بھی رکھتا ہے اور ماں بھی اس سے محبت رکھتی ہے۔ مگر پھر بھی ماں کا دودھ اترنے کے لئے شیر خوار بچوں کا رونا بہت دخل رکھتا ہے۔ ایک طرف بچہ دردناک طور پر بھوک سے روتا ہے اور دوسری طرف اس کے رونے کا ماں کے دل پر اثر پڑتا ہے۔ اور دودھ اتر آتا ہے پس اسی طرح سے خدا تعالیٰ کے سامنے ہر طالب کو اپنی گریہ زاری سے اپنی روحانی بھوک پیاس کا ثبوت دینا چاہیئے تا وہ روحانی دودھ اترے اور اسے سیراب کرے غرض پاک صاف ہونے کے لئے صرف معرفت کافی نہیں بلکہ بچوں کی طرح دردناک گریہ وزاری بھی ضروری ہے۔ اور نا امید مت ہو اور یہ خیال مت کرو کہ ہمارا نفس گناہوں سے بہت آلودہ ہے ہماری دعائیں کیا چیز ہیں۔ اور کیا اثر رکھتی ہیں کیونکہ نفس انسانی جو دراصل محبت الٰہی کے لئے پیدا کیا گیا ہے وہ اگرچہ گناہ کی آگ سے سخت مشتعل ہو جائے پھر بھی اس میں ایک ایسی قوت توبہ ہے کہ وہ اس آگ کو بجھا سکتی ہے جیسا تم دیکھتے ہو کہ پانی کو کیسا ہی آگ سے گرم کیا جائے مگر جب آگ پر ڈالا جائے تو وہ آگ کو بجھا دیگا یہی ایک طریق ہے کہ جب سے خدا تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کیا اسی طریق سے ان کے دل پاک و صاف ہوتے رہے بغیر اس کے جو زندہ خدا خود اپنی تجلی قولی و فعلی سے اپنی ہستی اور اپنی طاقت اور اپنی خدائی ظاہر کرے اور اپنا رعب چمکتا ہوا دکھا دے کسی طریق سے انسان گناہ سے پاک نہیں ہو سکتا حقیقی پاکی تب حاصل ہوتی ہے جب انسان گندی زندگی سے توبہ کر کے ایک پاک زندگی کا خواہاں ہو اور اس کے حصول کے لئے صرف تین باتیں ضروری ہیں۔

۱۔ ایک تدبیر اور مجاہدہ کہ جہاں تک ممکن ہو گندی زندگی سے باہر آنے کی کوشش کرے۔

۲۔ اور دوسری دعا کہ ہر وقت جناب الٰہی میں نالاں رہے تا کہ گندی زندگی سے اپنے ہاتھ سے اس کو باہر نکالے اور ایک ایسی آگ اس میں پیدا کرے جو بدی کے خس و خاشاک کو بھسم کر دے اور ایک ایسی قوت عنایت کرے جو نفسانی جذبات پر غالب آجاوے اور چاہیئے کہ اس طرح دعا میں لگا رہے۔ جب تک کہ وہ وقت آجاوے کہ ایک الٰہی نور اس کے دل پر نازل ہو اور ایک چمکتا ہوا شعاع اس کے نفس پر گرے کہ تمام تاریکیوں کو دور کر دے اور اس کی کمزوریاں دور فرمائے اور اس میں پاک تبدیلی پیدا کرے کیونکہ دعاؤں میں بلاشبہ تاثیر ہے۔ اگر مردے زندہ ہو سکتے ہیں تو دعاؤں سے اگر اسیر رہائی پا سکتے ہیں تو دعاؤں سے اور اگر گندے پاک ہو سکتے ہیں تو دعاؤں سے مگر دعا کرنا اور مرنا قریب قریب ایک ہے۔

۳۔ تیسرا طریق صحبت کاملین اور صالحین ہے کیونکہ ایک چراغ کے ذریعہ سے دوسرا چراغ روشن ہو سکتا ہے۔ غرض یہ تین طریق ہی گناہوں سے نجات پانے کے ہیں جن کے اجتماع سے آخر کار فضل شامل حال ہو جاتا ہے۔

حکیم الامت مولٰنا نورالدین فرماتے ہیں:

"میری نصیحت جماعت کے لئے یہ ہے کہ یہ دن بڑے سخت اور ہولناک ہیں اسلئے جہاں تک ہو سکے اپنے دلوں کو اور اپنی آنکھوں کو بُرے جذبات سے روکے رکھو اور اپنے اعمال اور چال چلن میں پاک تبدیلی کرو کیونکہ یہ وقت اپنے اندر خاص تبدیلی پیدا کرنے اور اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعائیں مانگنے کا ہے۔ گناہوں سے بچنے کا ایک ذریعہ یہ بھی ہے کہ ہم نے جو نصائح اپنی کتاب کشتی نوح میں لکھی ہیں ان کو ایک بار ہر روز پڑھ لیا کرو۔"

مسافر رہِ وفا کے :

صاحبزادہ عبداللطیف شہیدؒ

صاحبزادہ عبداللطیف شہید کی قربانی اور ثبات حق جماعت احمدیہ کی تاریخ کا ایک نمایاں باب ہے جس پر حضرت بانیٔ سلسلہ نے اپنی کتاب تذکرۃ الشہادتین میں تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ متعدد مضامین اس شہید اعظم کے متعلق سلسلہ کے اخبارات میں بھی شائع ہوتے رہے ہیں۔ اسی سلسلہ میں بشیر احمد خاں کا ایک مضمون قارئین پیغام صلح کے استفادہ کے لئے درج ذیل ہے۔ (ادارہ)

۱۴ر جولائی ۱۹۰۳ء کا دن اس اعتبار سے دنیا کی تاریخ میں یادگار رہے گا کہ اس دن اللہ تعالیٰ کے ایک پیارے نے دنیا اور دنیا کی محبت پر لات مار کر اپنے مالکِ حقیقی مولائے واحد و یگانہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے عظیم قربانی دی۔ بے شک یہ دن اس عاشق رسول مدنی صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت امام وقت کے مرید باصفا کے لئے روحانی خوشیوں کا دن تھا کہ آج ان کی اپنے محبوب و معشوقِ حقیقی سے آسمان کی وسعتوں میں بالمشافہ ملاقات ہونے والی تھی۔

حضرت صاحبزادہ صاحب کو ایک جلوس کی صورت میں پرانے قبرستان کی طرف لے جایا گیا۔ ہزارہا افراد کا ہجوم ساتھ ساتھ تھا۔ بادشاہ اور علماء سر جلوس تھے۔ آپ کے گلے میں علماء نے فتوے کفر لٹکا رکھا تھا۔ ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں تھیں۔

عصر کے بعد آپ کو ایک ½۴ فٹ گہرے گڑھے میں گاڑ دیا گیا چاروں طرف عوام کا ہجوم مولویوں کی قیادت میں اپنے ہاتھوں میں بڑے بڑے پتھر اٹھائے ہوئے تھا اور سب اس اللہ کے برگزیدہ بندے کو شہید کرنے کے لئے بے چین تھے جو ایک خدا کا قائل تھا۔ جو ان کی طرح نماز پڑھتا تھا ان کے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا تھا جو ان کا ذبیحہ کھاتا تھا اور ہادی برحق سرور کائنات وجہ تخلیق کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا جس کا روز و شب کا وظیفہ تھا۔ گڑھے میں گاڑ دینے کے بعد بادشاہ اتمام حجت کے طور پر آپ کے پاس آیا اور حضرت امام وقت کی بیعت سے تائب ہونے کی درخواست دوہرائی لیکن آپ نے راہِ حق پر قربان ہو جانے کو ترجیح دی۔ اس پر بادشاہ نے قاضی شہر سے کہا کہ پتھر چلائے۔ اس نے کہا۔

"آپ بادشاہ ہیں آپ پہلا پتھر چلائیں۔"

بادشاہ نے کہا :

"تم امیر شریعت ہو اور تمہارے ہی فتوے کے مطابق یہ سنگساری عمل میں لائی جا رہی ہے اس لئے تم ہی پہلا پتھر چلاؤ۔"

چنانچہ قاضی شہر عبدالرزاق نے پہلا پتھر چلایا۔ بعض لوگوں نے یہ بھی کہا کہ یہ نحوست سردار نصر اللہ خاں کے حصہ میں آئی۔ پتھر کو اپنی طرف آتے دیکھ کر آپ نے بآواز بلند کلمہ شہادت پڑھا۔ جب پہلا پتھر پیشانی مبارک سے ٹکرایا تو آپ نے اپنا سر مبارک قبلہ رُخ جھکا دیا اور کلام پاک کی یہ آیت زور زور سے پڑھنی شروع کی۔

انت ولی فی الدنیا والاٰخرۃ توفنی

مسلما والحقنی بالصالحین

چند ہی ساعتوں میں وہاں پتھروں کا ایک بلند ٹیلا نمودار ہو چکا تھا اور آپ کا جسدِ مبارک نگاہوں سے کاملاً اوجھل ہو چکا تھا۔ اور یوں کابل کی سرزمین پر ایک بے گناہ عاشقِ توحید و رسالتؐ کا خون بہتے ہی اس خونی سانحہ میں حصہ لینے والوں کے قہقہے اور نعرے بلند ہو گئے۔

چند ہفتوں کے بعد جب اس ناشدنی کی بھنک اہل ہندوستان کے کانوں میں پڑی تو آپ کے ایک مرید خاص سید احمد نور کابلی فوراً خوست پہنچے اور وہاں سے کابل روانہ ہو گئے۔ سنگساری پر چالیس دن گذر چکے تھے۔ سید احمد نور نے رات کی تاریکی میں حضرت صاحبزادہ صاحب کا جسمِ اطہر پتھروں کے نیچے سے نکالا لیکن جب نعش کو تابوت میں بند کر کے اٹھانے کی کوشش کی تو بوجہ بوجھ اٹھا نہ سکے اور کہا

"جناب یہ بھاری ہونے کا وقت نہیں ہے۔"

چنانچہ یہ کہنے کے بعد جب دوبارہ تابوت کو اٹھانے کی کوشش کی تو وہ اب اتنا ہلکا ہو چکا تھا کہ وہ اسے اکیلے بہ آسانی اٹھا سکتے تھے انہوں نے نعش کو تابوت میں بند کر کے کسی قریبی قبرستان میں جا دفن کیا۔ چند دن بعد رات ہی کی تاریکی میں وہاں سے تابوت کو نکالا اور خچر پر رکھ کر اسے حضرت صاحبزادہ کے آبائی گاؤں سید گاہ میں لے آئے۔ کچھ عرصہ بعد زیدہ ضلع پشاور کے محمد قلب خاں کو جب صاحبزادہ صاحب کے اس مدفن کا علم ہوا تو انہوں نے زرِ کثیر صرف کر کے آپ کے مزار کو پختہ تعمیر کرایا اور پھر جوں جوں عوام کو علم ہوتا گیا روضہ کی زیارت کے لئے آنے والوں کی تعداد بڑھتی چلی گئی۔ اور چند ہی دنوں میں آپ کا مزار مرجع خلائق بن گیا۔ سردار نصر اللہ کو جب اس کا علم ہوا تو وہ ایک دفعہ پھر غیظ و غضب کی آگ میں پھنکنے لگا اب اسے یہ خدشہ لاحق تھا کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کی بعد از موت مقبولیت کہیں اس کی رہی سہی شان و شوکت کا بھی خاتمہ نہ کر دے۔ چنانچہ اس نے حاکم خوست کو حکم بھیجا کہ :

"مزار سے تابوت نکال کر کسی غیر معروف جگہ پر دفن کر دیا جائے۔"

گویا یوں اللہ کے اس موحد بندے کی قبر کو بھی اس کے رب نے شرک کے احتمال سے بچا لیا۔

قارئین کرام! انسانی جور و تشدد کی روح فرسا داستان ختم ہو گئی۔ اب تصویر کا دوسرا رُخ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت صاحبزادہ صاحب کی شہادت کے دوسرے ہی دن یعنی ۱۵ر جولائی ۱۹۰۳ء کو افغانستان میں ہیضہ کی خطرناک وبا پھوٹ پڑی جس میں دوسرے ہزاروں افراد کے علاوہ سردار نصر اللہ خاں کی بیوی اور ایک جوان بچہ بھی ہیضہ کا لقمہ بن گئے۔ اور خود وہ بھی ہر وقت خوف سے دہشت زدہ رہنے لگا۔ اس کی اس حالت کے بارے میں مسٹر ایف اے مارٹن اپنی کتاب "انڈر دی ابسولیوٹ امیر" میں لکھتے ہیں :

"سردار نصر اللہ خاں جو امیر کابل ہونے کے باعث اپنے شہر کے محل میں رہنے پر مجبور تھا اب اپنے وقت کا اکثر حصہ جائے نماز پر گذارتا تھا۔ اس کے اس خوف کی وجہ ہیضہ کی وبا تھی۔ جس نے اس کی محبوب بیوی چھین لی تھی اور سردار کو ہر وقت یہ غم رہتا تھا کہ کہیں وہ بھی اس کا شکار نہ ہو جائے۔ بیوی کے غم سے وہ قریباً مجنوں ہو گیا تھا۔"

آگے چل کر اپنی اس کتاب میں مسٹر مارٹن حضرت صاحبزادہ صاحب کی ایک عظیم پیشگوئی اور اس کے پورا ہونے کا ان لفظوں میں ذکر کرتے ہیں :-

"اکبر دربار سے رخصت ہونے سے پہلے ملاں صاحب (حضرت صاحبزادہ صاحب کو علمی مرتبہ کے اعتبار سے سارے افغانستان میں ملا صاحب اور بڑے ملا صاحب کے نام سے یاد کیا جاتا تھا) نے پیشگوئی کی کہ ان کی شہادت کے بعد

بائیں جانب سے چوتھے نمبر پر عمامہ پہنے ہوئے حضرت صاحبزادہ عبداللطیف کھڑے ہیں جنہوں نے راہِ خدا میں اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

ملک پر ایک زبردست تباہی آئے گی جس کا خود امیر اور سردار نصر اللہ خاں کو بھی سامنا کرنا پڑے گا جس دن انہیں شہید کیا گیا اسی رات نو بجے کے قریب ایک زبردست طوفان باد و باراں آیا جو آدھ گھنٹہ تک جاری رہا۔ آدھ گھنٹہ کے بعد یکایک بند ہو گیا۔ اس طوفان کو لوگوں نے پیشگوئی کے ایک حصہ کے پورا ہونے پر محمول کیا۔ اور کہا کہ اس موسم میں ملا صاحب کی روح آسمانوں کی طرف پرواز کر رہی تھی۔ اس کے بعد ہیضہ پھوٹ پڑا (جبکہ عام اندازہ کے مطابق ابھی مزید چار سال تک وبا کے آنے کا کوئی امکان نہ تھا) اس کو بھی ملا صاحب (حضرت صاحبزادہ صاحب) کی پیشگوئی کا پورا ہونا قرار دیا گیا۔ اور اسی وجہ سے امیر اور سردار نصر اللہ خاں کو اپنی موت قریب دکھائی دینے لگی اور سردار نصر اللہ خاں اپنی بیوی کے مر جانے سے بے حد خوفزدہ تھا۔"

مسٹر ہملٹن اپنی کتاب "افغانستان" کے صفحہ نمبر ۵۰ ۴ پر لکھتے ہیں کہ :-

"۱۹۰۳ء میں افغانستان کے شہر کابل اور شمالی و مشرقی صوبہ جات میں زور شور سے ہیضہ پھوٹ پڑا جو اپنی شدت کے سبب سے ۱۸۷۹ء کی وبائے ہیضہ سے بلند تھا سردار نصر اللہ خاں کی بیوی اور ایک بیٹا اور خاندان شاہی کے کئی افراد اور ہزارہا باشندگان کابل اس وبا کے ذریعہ لقمۂ اجل ہو گئے اور شہر میں افراتفری پڑ گئی، ہر شخص کو اپنی جان کا فکر لاحق ہو گیا۔"

سردار نصر اللہ خاں کو اس کی محبوب بیوی اور لڑکے کے مر جانے کی سزا تو دراصل قہر الٰہی کا حرف آغاز تھا۔ ان دونوں صدمات نے اس کے دماغ کو بہت متاثر کیا۔ اس کی حالت ایک زمانہ تک مجنونوں کی سی رہی لیکن ابھی قدرت کا بہت بڑا انتقام باقی تھا۔ جو اس طرح پورا ہوا کہ ۱۹۱۹ء میں امیر حبیب اللہ کے قتل کے بعد کچھ عرصے کے لئے سردار نصر اللہ خاں نے بادشاہی کا دعوٰے کئے رکھا لیکن جلد ہی امیر امان اللہ خاں نے بادشاہ ہو کر لوگوں سے بیعت لی اور سردار نصر اللہ خاں کو گرفتار کر لیا اور پا بجولاں اپنے سامنے پیش کرایا۔ امیر امان اللہ خاں نے اس کو ایک برج میں قید تنہائی کی سزا دی۔ جہاں اس کا دماغی توازن بگڑ گیا۔ اور کچھ عرصہ بعد حبس دم کر کے مار دیا گیا! اور جس طرح اس نے حضرت صاحبزادہ صاحب کی قبر کو معدوم کرایا تھا اسی طرح اللہ تعالٰے نے اس کی قبر کو بھی معدوم کر دیا اور آج تک کسی کو معلوم نہیں کہ وہ کہاں دفن ہے۔

اس کی نسل سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی رہ گئے تھے۔ لڑکے کو امیر امان اللہ خان نے قتل کروا دیا تھا۔ اور لڑکی سے خفیہ شادی کر لی۔ لیکن بچہ سقہ سے شکست کھا کر جب امیر امان اللہ خان نے راہ فرار اختیار کی۔ تو سردار نصر اللہ خاں کی بیٹی کو دشمن کے آسرے پر چھوڑ گیا گویا سردار نصر اللہ خاں کے ظلم کے پاداش میں اللہ تعالٰی نے اسے ابتر کر دیا۔ اور اس کا نام و نشان تک مٹا دیا۔

اسی طرح ایک دن امیر حبیب اللہ خاں سیر و شکار کے لئے گیا ہوا تھا کہ ایک رات اس کی فوج اور ذاتی پہرہ داروں کی موجودگی میں کسی نے پستول کی گولی اس کے دماغ کے پار کر دی۔ صبح کو بادشاہ اپنے خیمہ میں مرا ہوا پایا گیا۔ قاتل آج تک نہ مل سکا یہ واقعہ ۲۰ر فروری ۱۹۱۹ء کو ہوا۔

جیسا کہ اُوپر بیان کیا جا چکا ہے حضرت صاحبزادہ کی شہادت میں صدر مباحثہ ڈاکٹر عبدالغنی کا بڑا ہاتھ تھا ڈاکٹر عبدالغنی بادشاہ کے مقربین میں سے تھا اور دربار میں بے حد اثر و رسوخ کا مالک تھا۔ شہادت کے کچھ عرصہ بعد وہ بادشاہ کی ناراضگی کا مستوجب ہوا اور اسے اپنے تمام عہدوں سے موقوف کر دیا گیا۔ اور گیارہ سال کے لئے قید کی سزا دی گئی۔ قید کے دوران ہی اس کی بیوی بھی لنڈی کوتل میں مر گئی۔ چونکہ اس کا کوئی والی وارث نہ تھا۔ اس لئے اس کی تجہیز و تکفین بھی عوام نے چندہ کر کے کی۔ پھر اس کا جواں سال لڑکا عبدالجبار ایک دن بازار میں ایک دوکان پر کھڑا سودا خرید رہا تھا کہ کسی نے تلوار کے ایک ہی وار سے اس کا سر تن سے جدا کر دیا ڈاکٹر عبدالغنی کو جیل میں پے در پے مصیبتوں کا تختۂ مشق بننا پڑا اور پورے گیارہ سال کی قید کاٹنے کے بعد جب رہا ہوا تو حکومتِ افغانستان کے حکم سے ہندوستان جلاوطن کر دیا گیا۔ اس کا ایک ہی لڑکا زندہ رہا جو گجرات میں ٹم ٹم چلایا کرتا تھا۔ ڈاکٹر عبدالغنی کچھ عرصہ بعد نہایت غربت اور کس مپرسی کی حالت میں اس دنیا سے چل بسا اور حضرت صاحبزادہ صاحب کی شہادت کے جرم میں حصہ لینے کے لئے آسمانی عدالت میں جا حاضر ہوا۔

قاضی عبدالرزاق وہ شخص ہے جس نے حضرت صاحبزادہ صاحب پر کفر کا فتوٰے لگایا تھا اور بعض روایات کی بنا پر پہلا پتھر حضرت صاحبزادہ صاحب پر چلایا تھا۔ ۱۹۱۷ء میں بادشاہ نے اس سے ناراض ہو کر اسے تمام عہدوں سے سبکدوش کر دیا اور اسے سر دربار کوڑے لگوائے گئے۔ اس کے بعد یہ ایسا غائب ہوا کہ آج تک کسی کو اس کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہ ہو سکا۔ یا تو وہ عالم تھا کہ دربار شاہی میں اس کا طوطی بولتا تھا اور بادشاہ تک کو اس کی رائے پر چون و چرا کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی یا ایسی مار پڑی کہ نام و نشان تک باقی نہ رہا۔

زندگی میں کبھی امیر حبیب اللہ کو خوشی نصیب نہ ہو سکی اور مرنے کے بعد بھی اللہ تعالٰے نے اسے ایسی سزا دی جو شاید ہی کسی کو ملی ہو۔ اسی طرح کہ جس طرح اس نے حضرت صاحبزادہ صاحب کو سنگسار کرایا اور علاقہ شنوار کے باغیوں نے بہ دوران بغاوت جلال آباد پر حملہ کر کے اس کی قبر پر پتھروں کی بارش کی اور اس کی قبر کا تعویذ تک توڑ پھوڑ دیا۔

ان پے در پے حملوں کے بعد اواخر ۱۹۲۹ء میں بچہ سقہ کے ذریعہ اللہ تعالٰے نے اس خاندان سے حکومت لے لی اور جس حکومت کو بچانے کے لئے انہوں نے ظلم و تعدی پر کمر باندھی تھی اسی پر اللہ تعالٰے نے ایک ڈاکو اور بد احوال شخص کو مقرر کر کے بادشاہانِ افغانستان کو یہ سبق دیا کہ عزت اللہ تعالٰے کے اختیار میں ہے۔

تاریخ بتاتی ہے کہ جب ہارون الرشید سریر آرائے حکومت ہوئے تو انہوں نے ایک بدصورت حبشی غلام کو دیکھا اور اسے بلا کر حاکم مصر بنا دیا لوگوں نے وجہ دریافت کی تو کہا کہ مصر کی حکومت نے فراعنہ کا دماغ اتنا خراب کر دیا تھا کہ انہوں نے خدائی کا دعوٰے کرنے میں بھی کوئی تامل نہ کیا اس لئے میں نے ایک بدصورت حبشی غلام کو مصر کا حاکم بنا کر فراعنہ مصر کی ذلت کی ہے۔ یہاں بھی خدا تعالٰے نے ایسے شخص کو فتح دے کر امیر حبیب اللہ خان کے خاندان کی تذلیل کی۔

افغانستان کا بادشاہ اور اس کے نادان عوام یہ سمجھتے تھے کہ انہوں نے حضرت صاحبزادہ صاحب کو سنگسار کر کے ان کا نام مٹا دیا ہے۔ حالانکہ حضرت صاحبزادہ صاحب تو زندہ جاوید ہو گئے اور جب تک یہ دنیا قائم ہے ان کے درجات کی بلندی کے لئے دعائیں ہوتی رہیں گی اور ایک نسل کے بعد دوسری نسل اللہ کے اس نیک بندے کے ذکر و اذکار سے اپنی روحوں کو سیراب و منور کرتی رہے گی۔ کیا یزید پلید حضرت امام حسین رضہ کا نام مٹا سکا۔ نہیں! ہرگز نہیں!! — ۴۴

ریاض احمد کے قلم سے :

عظمت خانے

حضرت ڈاکٹر اللہ بخش مرحوم پاک طینت، راسخ العقیدہ، با اصول، پرہیزگار اور متقی احمدی تھے مرحوم کی زندگی دنیاوی آلائشوں سے پاک اور مومنانہ شان کی حامل تھی۔ ان کی روزمرہ زندگی کے جملہ واقعات میں سے ایک واقعہ بیان کرتا ہوں۔

میانوالی کہ شہر کی ایک بڑی شخصیت کے صاحبزادے سے قتل کی واردات ہو گئی۔ آلۂ قتل اور خون آلود کپڑے پولیس کی طرف سے بطور ثبوت پیش کئے گئے اب اس شہادت کا تمام تر دارو مدار کیمیکل اگزامنر کی رپورٹ پر منحصر تھا۔ اتفاق سے ڈاکٹر صاحب مرحوم کیمیکلز اگزامنر تھے۔

ملزم چونکہ بہت با اثر اور صاحب ثروت تھا چنانچہ ان کے ساتھیوں کو اپنی دولت پر گھمنڈ تھا کہ وہ ڈاکٹر صاحب کو خرید لیں گے چنانچہ ایک روز وہ ملزم ڈاکٹر صاحب کے گھر جا پہنچا۔ اپنی آمد کا مدعا بیان کیا۔ اور بڑی دلیری کے ساتھ ڈاکٹر صاحب کو ایک بڑی رقم بطور رشوت پیش کرنا چاہی اور اس غرض کے لئے ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں ایک بلینک چیک پیش کیا۔ کہ آپ جتنی رقم چاہیں اس پر درج کر لیں ہمیں کوئی عذر نہ ہوگا۔

مرحوم بڑے تحمل سے سب باتیں سنتے رہے اور پھر اپنی مخصوص مسکراہٹ کے انداز میں ان سے دریافت کیا کہ اس کے بدلے انہیں کرنا کیا ہوگا۔ ملزمان بہت خوش ہوئے کہ ہمارا کام بن گیا۔ اور کہا کہ بس جناب! آپ نے صرف یہ لکھنا ہے کہ آلات اور کپڑوں پر جو خون کے نشانات ہیں وہ انسانی خون کے نہیں بلکہ کسی جانور کے خون کے ہیں۔ اس پر مرحوم نے بڑی سادگی سے جواب دیا کہ میں نے ابھی تک کسی کتاب میں یہ نہیں پڑھا کہ انسانی خون کسی طور پر جانور کے خون میں تبدیل ہو سکتا ہے اور یہ کہہ کر انہوں نے وہ چیک واپس کر دیا اس ایک واقعہ سے آپ ان کے کردار کی عظمت کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

—— ✤ ——

۴۴ ع

ہرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق

اے عبداللطیف! تجھ پر اللہ تعالٰے کی ہزاروں رحمتیں کہ تو نے اپنے امام و مرشد کی زندگی ہی میں صدق و تسلیم و رضا کا عدیم المثال نمونہ دکھایا۔

—— ✤ ✤ ——

اڈیٹر لائٹ محترم ناصر احمد صاحب نے جامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور میں گذشتہ عید الفطر کی تقریب سعید پر خطبہ عید میں اپنے جن خیالات کا اظہار فرمایا ہم انہیں ہدیہ قارئین کرام کرتے ہیں۔
(ادارہ)

عید الفطر اور ہم

آج ہم ماہِ رمضان کے اختتام پر عید کی مبارک تقریب منانے کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں۔ تاریخ عالم میں ہمارا دین وہ واحد دین ہے جس کے تہوار اس کے بانی کی پیدائش یا قومی عظمت یا کسی فتح کی یاد کو منانے کے لئے منعقد نہیں کئے جاتے بلکہ ان کا مقصد انسان کے فکر و عمل میں پاکیزگی، اور انفرادی و اجتماعی خیر و فلاح کو کردار کا ایک حصہ بنانا ہوتا ہے۔ ہمارا دین خوشی و مسرت کے موقع پر بھی زندگی کے مقصد کی طرف توجہ دلاتا ہے تاکہ خوشیوں کے اچھے ماحول میں وہ اس کو نظر انداز نہ کرے۔

ماہِ رمضان میں روزوں کا مقصد صرف بھوکا اور پیاسا رہنا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر عمل کرنا ہے جس سے انسانی فکر و عمل کو ایک ایسی تربیت دینا ہے کہ وہ زندگی کا ہر قدم و لمحہ اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی ہدایت کے مطابق گذارے۔ اسی لئے قرآن مجید فرماتا ہے کہ رمضان کے مہینہ میں قرآن نازل کیا گیا جس میں لوگوں کے لئے ہدایت اور ہدایت اور حق و باطل کو الگ کر دینے کی کھلی دلیلیں ہیں'' اس لحاظ سے قرآن مجید نے اس مہینہ کی عظمت اور فضیلت کی وجہ روزوں سے کہیں زیادہ نزول قرآن کو قرار دیا ہے وجہ صاف ظاہر ہے کہ قرآن مجید سرچشمہ رشد و ہدایت ہے، اور روزہ اس رشد و ہدایت کے حصول کا ایک ذریعہ، یاد رہے کہ ہمارا دین جملہ ارکان دین کی ادائیگی کا ایک مقصد متعین کرتا ہے جس کے حصول کے بغیر محض اس رکن کی ادائیگی ایک رسم کی حیثیت رکھتی ہے۔

مثال کے طور پر نماز کے متعلق اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں: ترجمہ آیت:

• (اسے) پڑھتا رہ جو تیری طرف کتاب سے وحی کیا جاتا ہے اور نماز کو قائم رکھو، نماز بے حیائی اور برائی سے روک دیتی ہے اور اللہ کا یاد کرنا یقیناً سب سے بڑھ کر ہے اور اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو''

اسی طرح نیکی کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''بڑی نیکی یہ نہیں کہ تم اپنے مونہوں کو شرق اور مغرب کی طرف پھیرو، لیکن بڑا نیک وہ ہے جو اللہ اور آخرت کے دن اور فرشتوں اور کتاب اور نبیوں پر ایمان لائے اور اس کی محبت کے لئے قریبیوں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور سوالیوں کو اور غلام آزاد کرنے میں مال دے اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے اور اپنے اقرار کو پورا کرنے والے جب وہ اقرار کریں۔ اور صبر کرنے والے تنگی اور تکلیف میں اور مقابلہ کے وقت، یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے سچ کر دکھایا اور یہی متقی ہیں۔''

دین کی غرض و غایت کو بیان کرتے ہوئے رب العالمین قرآن مجید میں فرماتے ہیں۔

''کیا تو نے اس شخص کی حالت پر غور کیا جو دین کو جھٹلاتا ہے یہ وہی ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا۔ پس ان نمازیوں کے لئے تباہی ہے جو اپنی نماز سے غافل ہیں جو دکھاوا کرتے ہیں اور خیرات کو روکتے ہیں۔''

اب اگر ایک نمازی نماز پڑھنے کے باوجود بے حیائی اور برائی سے نہیں رکتا تو صاف ظاہر ہے کہ نماز کا اس کی عملی زندگی پر کوئی اثر نہیں اسی طرح اگر ایک شخص نیک ہونے کا دعویٰ کرے لیکن عہد و پیمان کو پورا نہ کرے، عزیز و اقارب اور محروم لوگوں کے لئے مال ہونے کے باوجود مال خرچ نہ کرے اور ان سے حسن سلوک نہ کرے تو اس کی نیکی کا دعویٰ محض دکھاوا ہوگا۔

اسی طرح اگر کوئی شخص نماز تو ادا کرے لیکن اس کا دل خوفِ خدا اور انسانی ہمدردی سے خالی ہو تو اس نے اپنے عمل سے گویا دین کو جھٹلایا اور ان مقاصد کو حاصل کرنے کی کوشش نہ کی جن کا حصول نماز کے قیام سے مشروط تھا۔

ہمارے دین کی سب سے بڑی خوبی جس نے اس کو دیگر ادیان کے مقابل میں ایک خاص فضیلت دی ہے یہ ہے کہ یہ عقاید دین کو منوانے اور ارکانِ دین پر عمل کرنے کے لئے دلائل و براہین پیش کرتا ہے۔ اور ان مقاصد کی نشاندہی بھی کرتا ہے جن کا حصول ہماری زندگی کا مقصد ہونا چاہیئے۔ چنانچہ روزہ کے متعلق چند ابتدائی اور بنیادی تفصیلات کے بعد روزہ کے مقصد کی نشاندہی کرتے ہوئے قرآن مجید فرماتا ہے کہ:

''یہ اللہ کی حدیں ہیں تم ان کے قریب نہ جاؤ اس طرح اللہ اپنی باتیں لوگوں کے لئے کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ وہ تقویٰ اختیار کریں۔''

دوسرے لفظوں میں اللہ تعالیٰ کی خاطر بھوک اور پیاس اختیار کرنے کی غرض انسانی سوچ اور عمل میں پاکیزگی اور نیکی کو غالب کرنا ہے۔ کیونکہ ایک غلط سوچ ایک ایسے عمل کو جنم دیتی ہے جو انفرادی اور اجتماعی فساد کا موجب بن سکتا ہے اسی لئے حضرت امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں سب سے پہلے یہ حدیث درج کی ہے۔ الاعمال بالنیات کہ انسان جو کچھ سوچتا ہے اعمال اسی کی تصویر ہوتے ہیں۔ انسان کا ایک خیال سوچ و فکر نیوٹن کے کشش ثقل کی صورت میں نمودار ہوا تو سائنس کی دنیا میں انقلاب برپا ہو گیا۔ انسان کے ایک خیال نے ایٹم کو پھاڑا تو ایٹم بم تیار ہوا۔ جو چند لمحوں میں لاکھوں انسانوں کو موت کی نیند سلا دیتا ہے اور لاکھوں کو اذیت و اضطراب کی زندگی میں مبتلا کر دیتا ہے۔ لیکن غارِ حرا کی تنگ و تاریک غار سے ایک خیال، ایک تڑپ آسمان کی طرف اٹھی تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا جمال ظاہر ہوا اور قرآن مجید جیسی نعمت عظمیٰ کا نزول ہوا۔ جو ذکریٰ للعالمین یعنی تمام قوموں کے لئے رشد و ہدایت کا سرچشمہ بنی۔

پس اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ انفرادی سوچ اور عمل اجتماعی فکر و عمل پر گہرے اثرات مرتب کرتا ہے تمام ارکانِ دین میں سے روزہ وہ واحد رکن ہے جو فرد کے ذہن اور انفرادی رویہ کی تربیت کا مؤثر ذریعہ ہے جس میں فرد صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہ ہوتا ہے۔ کوئی دنیاوی محاسبہ اس کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ شاید اسی لئے یہ حدیث قدسی ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزہ میرے اور بندے کے درمیان ہے اور میں ہی اس کا اجر دوں گا۔ یہ بات اس لئے بھی درست ہے کہ ظاہر سے باطن کا صحیح علم تو صرف خداوند علیم ہی لگا سکتا ہے جو تمام دلوں کے بھید جاننے والا ہے اس لحاظ سے روزہ انسانی فکر و عمل کی تربیت میں ایک امتیازی مقام رکھتا ہے۔ روزہ بھوک، پیاس اور محرومیوں کی تکلیف دہ کیفیات سے آگاہی کا نہایت مؤثر ذریعہ ہے جن کا عام زندگی میں میسر آنا ممکن نہیں۔ معاشرتی اور معاشی ناہمواری اور محرومیوں کو ختم کرنے کے لئے سوشلزم کا سہارا لینے والے اہل ایمان کاش روزہ، زکوٰۃ اور فطرانہ کی روح کو سمجھتے اور نئے حالات کے تقاضوں کے پیشِ نظر معاشرہ کو اس طبقاتی جنگ سے نجات دلانے کے لئے متوازن معیشت کی ایسی راہیں متعین کرتے جو دوسروں کے لئے قابلِ تقلید ہوتیں۔

آج کے اس مبارک موقع پر میں اپنی بہنوں، ماؤں اور بیٹیوں سے اور پھر تمام احباب اور نوجوانوں سے بالخصوص اپیل کروں گا کہ وہ رمضان کے پورے مہینہ کے دوران حاصل کردہ باطنی پاکیزگی، انسانی ہمدردی، خیر خواہی اور اپنے جذبات پر قابو پانے کی تربیت اور پھر زندگی کے اعلیٰ مقاصد کے حاصل کرنے کے لئے صبر اور استقامت کے سبق کو بھول نہ جائیں بلکہ ان کو اپنی عملی زندگی کا جزو بنا لیں۔

پانی کا ایک معمولی قطرہ اگر مسلسل گرتا ہے تو وہ بھی پتھر میں سوراخ کر دیتا ہے اگر آپ میں سے ہر ایک مرد و زن ارادہ کرلے کہ وہ نیک خیال، ایک نیک عمل اور ایک نیک جذبہ کی آبیاری اسی لگن اور قربانی کے جذبہ سے کریگا جس کا اظہار اس نے ماہِ رمضان کے دوران کیا ہے تو یقین جانیے ہم نے روزوں کے مقصد کو پا لیا۔ خدا تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ ہم اس کی رضا کی راہوں پر چلیں اور اس کے انعامات اور رحمتوں کے وارث بنیں۔

آخر میں تمام خواتین، حضرات، نوجوانوں اور بچوں کو نہایت پُرخلوص عید مبارک پیش کرتا ہوں۔

محترمہ زکیہ شیخ کے قلم سے

خواتین کا صفحہ

آہ! بیگم محمودہ عبداللہ

یہ مرحومہ خاتون پروفیسر ڈاکٹر محمد عبداللہ مرحوم و مغفور برلن مشن و ووکنگ مشن کے خطیب و امام کی رفیقہ حیات تھیں وہ مؤرخہ ۹ مئی ۱۹۸۹ء کو اس جہانِ فانی سے کوچ کر کے اپنے مولائے حقیقی سے جا ملیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، ان کے درجات کو بلند کرے اور جنت میں اعلےٰ وارفع مقام عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

ہماری نوجوان نسل شاید ان کی دینی اور جماعتی خدمات سے کوئی زیادہ واقفیت نہ رکھتی ہو گی کیونکہ وہ کوئی عرصہ دس بارہ سال سے بوجہ علالت ریٹائرڈ زندگی بسر کر رہی تھیں تاہم جب کبھی کبھی وہ ہمت پاتیں اور لاہور میں ہوتی تھیں تو جمعہ کی نماز کے لئے تشریف لے آتی تھیں وہ چند شناسا چہروں اور حضرت امیر ایدہ اللہ سے مل کر ایک گونہ خوشی محسوس کرتی تھیں۔ ان کی وہ خدمات دینی اور تبلیغی جو انہوں نے مذکورہ لندن و برلن میں سرانجام دیں وہ جماعت بالخصوص خواتین کے لئے ایک نمونہ اور قابلِ تقلید مثال ہے انہوں نے اپنے عمل سے بتا دیا کہ ہمت اور لگن ہو تو کوئی کام مشکل نہیں ہوتا۔ وہ اپنے شوہر نامدار کے ہمراہ اس وقت بلادِ غیر گئیں جب کسی خاتون کا بیرونِ ملک جانا شاذ بات سمجھی جاتی تھی اور وہ تو شادی کے فوراً بعد ہی دینی و جماعتی خدمات کے لئے وطن اور عزیز و اقارب چھوڑ کر بلادِ غیر تشریف لے گئی تھیں۔

۹ مئی کو جب ان کی وفات کی خبر ملی تو میں ان کے فرزند محترم طارق عبداللہ کی رہائش گاہ پر گئی جہاں ان کا جسدِ خاکی آرام فرما تھا اس وقت جو پارینہ یادیں میرے ذہن میں ابھر رہی تھیں وہ سپردِ قلم کر رہی ہوں۔

عرصے کی بات ہے میں اس وقت غالباً فسٹ ایئر کی طالبہ تھی میری والدہ نے گھر کی نشست گاہ میں مجھے بلایا اور فرمایا کہ یہ بیگم عبداللہ ہیں۔ اپنے شوہر کے ساتھ جو برلن میں ہمارے مشن کے امام ہیں برلن جا رہی ہیں اور ملنے کے لئے تشریف لائی ہیں۔ میں نے ان کی طرف دیکھا ایک مسکراتا چمکتا ہوا باحیا چہرہ تھا اور آنکھوں سے ایک خاص ذہانت ٹپک رہی تھی۔ میں اس وقت ان کی شخصیت سے بہت متاثر ہوئی۔ انہوں نے سلام کا جواب دے کر نہایت شفقت اور محبت کے ساتھ اپنے پاس بٹھا لیا۔ مجھے ابھی تک یہ علم نہیں ہے کہ ان کا تعلیمی بیک گراؤنڈ کیا تھا مگر وہ ایک نہایت باوقار سنجیدہ اور متانت سے بھرپور شخصیت کی مالک تھیں اور بات کرنے کا انداز شستہ اور دھیما تھا۔

اس کے بعد جب بھی وہ برلن سے تشریف لاتیں تو میری والدہ اور والد حضرت مولانا محمد علی مرحوم سے ملنے کے لئے تشریف لاتیں۔ انہوں نے برلن میں دینی کاموں میں اپنے شوہر کی راہنمائی میں ایک خاص مقام حاصل کر لیا تھا جرمن زبان پر عبور حاصل تھا اور اپنے بچوں کے ساتھ جرمن زبان میں گفتگو کرتیں ان کا یہ جذبہ کس قدر قابلِ ستائش ہے کہ دین کی خدمت کے لئے کتنی جلدی جرمن زبان سیکھ لی اور جماعتی کاموں میں شوہر کی برابر کی معاون بن گئی تھیں۔ تیرہ چودہ سال برلن میں رہنے کے بعد ۱۹۴۶ء میں ڈاکٹر عبداللہ مرحوم ووکنگ مشن کے امام بن کر انگلستان آ گئے اس وقت ووکنگ مشن اور شاہجہان مسجد ایک بارونق ادارہ تھا۔ دینی سرگرمیاں اپنے جوبن پر تھیں بے شمار سعید روحیں یہاں سے فیضیاب ہوتی تھیں۔ اسلامی ممالک کے سفیر اور ممتاز شخصیتیں جب انگلستان آتیں اور یونیورسٹیوں کے طلبا عیدین اور جمعے کی نمازوں کے لئے تشریف لاتے اور یہ اسوقت کی روایت تھی کہ سب مہمانوں کو لنچ اور چائے وغیرہ پیش کی جاتی۔ یہ مجمع خاصی تعداد میں ہوتا تھا اور اس کا تمام انتظام بیگم عبداللہ خود کرتیں۔ خاطر مدارات کے علاوہ اکثر سوالات کے جوابات بھی دیتی تھیں۔ یہ معزز ملاقاتی ان کی مہمان نوازی اور علمی قابلیت کے معترف تھے۔ اکثر اوقات طلبہ قرآن شریف پڑھنے کے لئے مسجد میں آ جاتے تھے اور قرآن کریم کا علم حاصل کرتے تھے۔ غرض یہ ایک زندہ دینی ادارہ تھا۔

پھر ایک وہ وقت آیا جب ان کے شوہر ۱۹۵۶ء میں ووکنگ میں ہی ان کو داغِ مفارقت دے گئے مگر اس باہمت خاتون نے اپنے بچوں کے ساتھ وہاں رہ کر مشن کا نظم و نسق سنبھالے رکھا۔ یہ دور ان کے لئے بہت آزمائش کا تھا مگر وہ اس میں پوری اتریں وہ ایک تقویٰ شعار خاتون تھیں ان کی طبیعت میں عاجزی اور انکساری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ خدمت دین کے لئے جن صفات کا حامل ہونا چاہیئے وہ ان میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ گفتگو میں نرمی آہستگی اور دھیما لہجہ، یہ ان کا خاص انداز تھا۔

۱۹۷۶ء میں میری ملاقات ان سے لندن کنونشن کے موقع پر ہوئی۔ اس وقت شاہ جہان مسجد اور ووکنگ مشن ہماری جماعتی عملداری میں نہ رہا تھا چنانچہ لندن میں ایک اور مقام پر کنونشن کا پہلا اجلاس ہوا۔ میں بھی طور پر انگلستان گئی ہوئی تھی اور بیگم عبداللہ ویلز (WALES) میں اپنے صاحبزادے کے پاس مقیم تھیں۔ دوسرے دن مشن کا اجلاس سرے (SURREY) میں ہوا۔ میری خواہش پر وہ میرے ساتھ شاہ جہان مسجد ووکنگ گئیں۔ میں نے اس مشن کا اس قدر ذکر سنا ہوا تھا کہ یہ جگہ بغیر دیکھے واپس آنے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ شاہ جہان مسجد بالکل بے آباد نظر آ رہی تھی۔ لان میں کافی لمبا لمبا گھاس تھا بیگم عبداللہ نہایت دل برداشتہ تھیں۔ بتانے لگیں کہ یہ ایک بہت بارونق سنٹر ہوا کرتا تھا۔ اکثر اوقات طالبعلم چھٹیوں میں آ جایا کرتے تھے اور دین سے واقفیت حاصل کرتے تھے مسلمان طلباء کے علاوہ غیر مسلم طلباء اور دیگر اشخاص بھی آتے تھے۔ یہ ناممکن تھا کہ اسلامی ممالک سے لوگ انگلستان آئیں تو ووکنگ مشن نہ آئیں۔ اسوقت کی موجودہ صورت دیکھ کر ہماری طبیعتیں افسردہ ہو چکی تھیں۔ بعد ازاں ہم پروفیسر ڈاکٹر عبداللہ کی قبر پر فاتحہ پڑھ کر واپس آ گئے۔

بیگم محمودہ عبداللہ کافی عرصہ انگلستان رہیں ان کے صاحبزادے وہاں زیرِ ملازمت تھے۔ اب وہ وطن واپس تشریف لے آئی تھیں۔ ان کی صحت کمزور ہو چکی تھی۔ عرصہ دس سال سے تقریباً وہ سیالکوٹ، پنڈی اور لاہور میں رہائش پذیر رہیں مرض کافی غلبہ پا چکا تھا۔ جہاں بھی رہیں اور جب بھی ملیں تو مرکز سے اور دین سے اپنی وابستگی کا اظہار کرتی رہیں۔ بیماری کے ایام میں بھی مشن وغیرہ کا ذکر کرتی رہتی تھیں۔ ان کے بھائی نے بتایا کہ اکثر کہتی تھیں کہ مجھے یہ خواب بہت دفعہ آیا ہے کہ مسجد ہمیں واپس مل گئی ہے اور میرا بیٹا اپنی ملازمت چھوڑ کر وہاں کا امام ہے، واللہ اعلم بالصواب چند سال کی بات ہے کہ تنظیم خواتین احمدیہ لاہور نے اپنے جلسہ سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی صدارت کیلئے ان سے کہا۔ اگرچہ وہ صاحبِ فراش تھیں جب میں ان سے پوچھنے گئی تو ان کی صاحبزادی رشیدہ سلیم نے بتایا کہ اسوقت وہ دوائی کے زیر اثر نیند میں ہیں مگر وہ جلسے میں خوشی سے آئیں گی کیونکہ جب بھی کوئی ایسا موقع ہو تو وہ شمولیت کے لئے اصرار کرتی ہیں چنانچہ انہوں نے صدارت فرمائی لیکن کمزوری کے باعث چند الفاظ کہنے پر اکتفا کیا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ وہ سلسلے کے قریب سے قریب تر رہنا چاہتی تھیں۔ اپنے بچوں کو وصیت کی کہ بجائے آبائی وطن کے ان کی تدفین دارالسلام میں کی جائے۔ دسمبر جنوری میں انہوں نے جمعہ کی نماز جامع دارالسلام میں ادا کی۔ اگرچہ حد درجہ نقاہت تھی لیکن خطبے کے دوران تندرستوں کی طرح بیٹھی رہیں۔

دین کی خدمت ان کی دلی تڑپ اور خواہش تھی اگرچہ آج یہ خاموش طبع عظیم خاتون اس دنیا میں نہیں ہے لیکن ان کی خدمات جماعت اور دین کی تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھی جائیں گی اور یہی حیاتِ جاوداں ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ان کی اولاد کو والدین کے نقشِ قدم پر چلائے اور وہ اسی خلوص اور جذبے کے مالک ہوں جن کے مالک ان کے عظیم والدین تھے۔ آمین۔

اسلامی اصول کی فلاسفی

یہ کتاب اس مقالہ پر مشتمل ہے جو جلسۂ اعظم مذاہب لاہور میں ذیل کے پانچ سوالوں کے جواب میں پڑھا گیا۔

۱۔ انسان کی جسمانی، روحانی اور اخلاقی حالتیں

۲۔ انسان کی زندگی کے بعد کی حالت یعنی عقبیٰ

۳۔ دنیا میں انسان کی ہستی کی اصل غرض کیا ہے۔ اور وہ کس طرح پوری ہو سکتی ہے

۴۔ کرم یعنی اعمال کا اثر دنیا اور عاقبت میں کیا ہوتا ہے۔

۵۔ علم یعنی گیان و معرفت کے ذرائع کیا کیا ہیں۔

اس مقالہ کے شروع میں بانی تحریک احمدیت نے یہ شرط پیش کی کہ ان سوالوں کے جوابات میں دلائل صرف اپنی اپنی کتب مقدسہ سے پیش کیے جائیں تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ کونسی مذہبی کتاب زندگی کے ان اہم مسائل پر کس حد تک روشنی ڈالتی ہے۔ خدا نے پیش از وقت حضرت مرزا صاحب کو اطلاع دی کہ ان کا مضمون بالا رہے گا اور بعد میں ایسا ہی ہوا۔

ملنے کا پتہ

دارالکتب علمیہ ۵ عثمانی بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور

بقیہ: اداریہ

لانے والوں کو بچا لیا اور جن لوگوں نے ہماری نشانیوں کی تکذیب کی تھی انہیں غرق کر دیا یقیناً وہ اندھی قوم تھی "۔ (الاعراف ۵۹، ۶۴)

حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا:

"اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو تمہارے لئے اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے تم کیوں تقویٰ اختیار نہیں کرتے تو کافروں کے لیڈروں نے کہا کہ ہم تجھے بے وقوف سمجھتے ہیں اور تجھے ہم جھوٹوں میں سے گمان کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ اے میری قوم میں بے وقوف نہیں ہوں بلکہ میں رب العالمین کی طرف سے رسول ہوں "۔ (الاعراف ۶۶ - ۶۷)

اور پھر ان کثرت پر بھروسہ کرکے خدا تعالےٰ کے پیغام کا انکار کرنے والوں اور بندگان خدا کو ایذائیں دینے والوں کا جو انجام ہوا وہ کس سے پوشیدہ ہے؟ اور وہ یوں مذکور ہے:

"سو ہم نے اس کو اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ تھے اپنی رحمت سے بچا لیا اور ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور ایمان لانے والے نہ بن سکے "۔

(الاعراف ۷۲)

حضرت شعیب علیہ السلام کا واقعہ:

حضرت شعیب علیہ السلام کا تعلق قوم کے بہت معزز قبیلہ سے تھا جب آپ نے پیغام خداوندی قوم کو دیا اور توحید کی تعلیم دی تو قوم نے بے پرواہی برتی اور دھمکیاں دیں مگر آخر اپنے انجام کو پہنچی۔ اس کا تذکرہ یوں ہے ترجمہ آیت:۔

(حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا)

اے میری قوم میری دشمنی تم سے ایسا نہ کروائے کہ تم پر ویسی ہی مصیبت آن پڑے جیسی نوحؑ ہودؑ، یا صالحؑ کی قوم پر پڑی اور لوطؑ کی قوم تو تم سے زیادہ عرصہ پہلے نہ تھی۔ اپنے رب کی بخشش مانگو اور توبہ کرو میرا رب رحمت والا اور محبت کرنیوالا ہے تو انہوں نے کہا کہ جو تو کہتا ہے ان میں سے بہت سی باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں اور تجھے ہم اپنے اندر بہت کمزور حالت میں پاتے ہیں۔ اگر تیرے قبیلے کا خیال نہ ہوتا تو ہم تجھے سنگسار کر دیتے اور تو ہم پر غالب بھی نہیں ہے "۔ ہود آیت ۹۱-۹۲)

جب قوم شعیب نے انکار کیا اور اپنی تعداد دولت، مال اور اسباب پر تکیہ کرکے کفر کا راستہ اپنایا تو ان کا کیا حشر ہوا ایسا عذاب آیا کہ ترجمہ آیت:

" اور جب ہمارا حکم آیا تو ہم نے شعیب اور اس کی جماعت کو اپنی رحمت سے بچا لیا اور جنہوں نے ظلم کیا انہیں عذاب نے پکڑ لیا اور وہ اپنے گھروں میں ایسے اوندھے پڑے رہ گئے گویا ان میں وہ بسنے ہی نہ تھے اور مدین پر ایسے ہی پھٹکار ہے جیسے قوم ثمود پر پھٹکار پڑی تھی "۔ ہود آیت ۹۴-۹۵

گو یہ بطور نمونہ از خروارے بعض انبیاء کرامؑ، ان کی تعلیم، ان کی تعداد، ان کی قوموں کا ان سے سلوک اور قوموں کا انجام ذکر کیا گیا ہے اسی طرح ہی تمام انبیاءؑ کا ذکر قرآن مجید میں آتا ہے جو ہمارے لئے سامان عبرت مہیا کرتا ہے جہاں کثرت والوں کے لئے یہ سبق ہے کہ دلائل و براہین کے بغیر عددی کثرت کچھ مفہوم نہیں رکھتی وہاں اقلیت والوں کے لئے بھی سبق ہے کہ خدا تعالےٰ کی نصرت کو جذب کرنے کے لئے تعلق باللہ اور صبر و استقلال اور مسلسل اس کے در پر جھکے رہنا بہت ضروری ہے اسی لئے قرآن کریم میں قصص الانبیاء بیان کئے گئے ہیں وہ اس لئے کہ آیندہ آنے والی اقوام اس سے نصیحت حاصل کر سکیں۔ اس ضمن میں فرمایا۔

" ہاں جس نے اپنے آپ کو اللہ تعالےٰ کا فرمانبردار بنایا اور وہ احسان کرنیوالا ہے تو اس کا اجر اس کے رب کے پاس محفوظ ہے ان کو کوئی خوف نہیں ہے اور نہ ہی وہ غمزدہ ہوں گے "۔ (۲ : ۱۱۲)

(محمد صالح نور)

اخبار کا چندہ ارسال فرما کر
مالی جہاد
میں حصہ لیں

یہ آپ کا اپنا اخبار ہے خود بھی پڑھیں عزیزوں کو بھی تحریک کریں۔

محمد صالح نور۔ کراچی

"پیغامِ صلح" سے خطاب

تو آیا ہے تو پُر رونق ہوئی ہے زندگی اپنی
کہ تیرے ہجر میں سُونی رہی ہے زندگی اپنی

کبھی تجھ میں لکھوں گا ہم پہ ماضی میں جو گذری ہے
ترے صفحات سے روشن رہی ہے زندگی اپنی

ہزاروں آندھیاں آئیں بہت طوفان گذرے ہیں
دعاؤں سے ہمیں واپس ملی ہے زندگی اپنی

ہم اپنے آپ کو ہر رنگ میں خوش بخت سمجھیں گے
تجھے ہم زندگی دیدیں یہی ہے زندگی اپنی

جہاں تجھ کو ضرورت ہو وہاں یہ جان حاضر ہے
بھلا تجھ سے کوئی ہم کو بھلی ہے زندگی اپنی

نہ آنے دیں گے اپنے پائے استقلال میں لرزش
کہ اک جہدِ مسلسل میں کٹی ہے زندگی اپنی

ہمارے دن بسر ہوں گر تیری خدمت گذاری میں
تو سمجھیں گے کہ جنت میں کٹی ہے زندگی اپنی

اگر کچھ روز باقی ہیں سو تیرے نام کرتا ہوں
تجھے لگ جائے جتنی بھی رہی ہے زندگی اپنی

مرے احباب کو یہ میرا اک پیغام دیدینا
دعاؤں میں جو گذرے بس وہی ہے زندگی اپنی

آنسہ ناہدہ بشیر

احمدیہ تحریک کا تاریخی جائزہ (۲)

صد سالہ تقریبات کے لئے خصوصی فیچر

ان دنوں میں جبکہ خواجہ کمال الدین صاحب پنجاب و ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں میں لیکچر دیا کرتے تھے تو اس سے ان کی شہرت ملک بھر میں پھیل چکی تھی۔

جھنگ کے ایک جلسہ عام میں خواجہ کمال الدین صاحب نے جو اعلان کیا کہ ہم ہر کلمہ گو کو مسلمان کہتے ہیں تو میاں محمود احمد صاحب نے اس کی تردید میں رسالہ تشحیذ الاذہان میں اپریل ۱۹۱۱ء میں وہ مضمون تکفیر مسلمانان پر لکھا جس کے ذریعے تمام دنیا کے مسلمانوں کو خواہ انہوں نے حضرت صاحب کا نام بھی نہ سنا ہو یا آپ کو دل سے مانتے بھی ہوں مگر بیعت نہ کی ہو کافر، خارج از اسلام قرار دے دیا۔ سچ پوچھو تو یہی مضمون تھا جس نے جماعت کی جڑ پر کلہاڑا رکھ دیا اور اس کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا مگر خلافت کے حصول کے لئے ایک مضمون لکھ دینا کافی نہ تھا میاں صاحب نے فوراً ایک پارٹی بنائی جس کا نام "انصار اللہ" رکھا اور جس کے لیڈر خود بنے اور پروپیگنڈہ جاری رکھا اس فتنہ نے یہاں تک زور پکڑا کہ مولانا نور الدین صاحب نے بستر علالت پر بہت سے لوگوں کے سامنے یہ اعلان فرمایا کہ مسئلہ کفر و اسلام کو میاں محمود احمد صاحب نے نہیں سمجھا اور اس مسئلہ کو صاف کرنے کی خدمت مولانا محمد علی صاحب کو تفویض فرمائی۔ تو میاں صاحب نے غضبناک ہو کر ۲۵ فروری ۱۹۱۴ء کے الفضل میں ایک مضمون لکھا کہ خلیفہ کا فتویٰ کیا چیز ہے جس کو فتوے کی ضرورت ہو ہمیں ایک پیسے کا کارڈ لکھ دے ہم حضرت صاحب کی کتب سے اسے فتویٰ نکال کر بھیج دیا کریں گے۔ یہی انصار اللہ پارٹی تھی جسے حضرت مولانا نور الدین صاحب کی وفات سے پہلے قادیان میں جمع کیا گیا تاکہ خلافت کے حصول کے لئے ان سے پوری پوری مدد لی جائے۔

حضرت مولانا نور الدین صاحب نے اپنے بستر علالت پر بہت سے لوگوں کے سامنے فرمایا تھا "مسئلہ کفر و اسلام کو ہمارے میاں نے بھی نہیں سمجھا" اور مولانا محمد علی صاحب کو اس کی وضاحت کرنے کے متعلق ارشاد فرمایا تھا چنانچہ مولانا محمد علی صاحب نے اس پر ایک مضمون تصنیف فرمایا جو کہ ۱۳ مارچ ۱۹۱۴ء کو قادیان میں ہی چھپ کر شائع ہوا اس میں میاں محمود احمد صاحب کے غلط عقیدہ کی تردید کی گئی ہے۔

حضرت مولانا محمد علی صاحب نے ایک ٹریکٹ "ایک نہایت ضروری اعلان" شائع فرمایا اس میں آپ نے لکھا:۔

> مجلس معتمدین صدر انجمن احمدیہ ہی حضرت صاحب کی صحیح جانشین ہے اور یہ کہ مسئلہ کفر و اسلام میں خدا سے ڈر کر منہ سے لفظ نکالو۔ اور حضرت صاحب کے صحیح عقیدہ کو پہچانو جنہوں نے اپنے دعویٰ کا انکار کرنے والوں کو کبھی کافر نہیں ٹھہرایا اور حضرت مولانا نور الدین کی جانشینی کے مسئلہ کو سوچ سمجھ کر باہمی مشورے سے طے کرو۔

حضرت مولانا نور الدین ۱۳ مارچ ۱۹۱۴ء جمعہ کے دن وفات پا گئے تھے اسی دن بعد نماز عصر مولانا محمد علی صاحب نے میاں صاحب سے کہا کہ اس وقت جماعت میں مسئلہ کفر و اسلام کی وجہ سے دو فریق علی الاعلان ہو چکے ہیں اس لئے آئندہ کے لئے جو نظام ہو گا وہ غور طلب ہے کوئی ایسی صورت سوچنی چاہیئے کہ جماعت کا اتحاد قائم رہے میاں صاحب نے میری باتوں کا جواب یہ دیا کہ ایک خلیفہ منتخب کر لیا جائے جس کے ہاتھ پر دونوں فریق بیعت کر لیں اور جو وہ کہے مانیں اسی صورت میں اتحاد رہ سکتا ہے۔ جواباً میں نے کہا کہ یہی تو دقت ہے کہ دونوں فریق ایک آدمی کے ہاتھ پر بیعت نہیں کر سکتے۔ اس لئے کہ میں کم از کم ایسے شخص کو اپنا مرشد نہیں مان سکتا جو اہل اسلام کی تکفیر کا فتویٰ دیتا ہو علیٰ ہذا القیاس دوسرا فریق کسی ایسے شخص کے ہاتھ پر کس طرح بیعت کر سکتا ہے جو ان کے نزدیک اتنے اہم معاملہ میں غلطی پر ہے۔ باتوں باتوں میں میں نے میاں صاحب کو کہا کہ اس مشکل کا حل دو طرح پر ہو سکتا ہے اول یہ کہ اس وقت ایک امیر کا انتخاب کر لیا جائے اور بیعت کو لازمی قرار نہ دیا جائے۔ جو شخص چاہے بیعت کرے جو نہ چاہے نہ کرے۔ جب اس واقعہ پر کچھ وقت گذر جائے تو مسئلہ کفر و اسلام پر فریقین اپنی اپنی دلیلیں پیش کریں اس طرح سے ممکن ہے کہ دلائل کا غلبہ ایک طرف دیکھ کر ساری جماعت ایک ہی مسلک اختیار کرے اس کا جواب میاں صاحب نے یہ دیا کہ جو شخص خلیفہ کی بیعت نہ کرے وہ سلسلہ میں نہیں رہ سکتا اس لئے یہ ناممکن العمل ہے۔

نماز عصر کے بعد یہ اجتماع مسجد نور میں ہوا تھا اور جب مولوی محمد علی صاحب نے کچھ بولنے کی کوشش کی تو حافظ روشن علی سیکرٹری انصار اللہ پارٹی اور شیخ یعقوب علی تراب نے جو اس موقع کے منتظر تھے چلا کر کہا کہ ہم نہیں سننا چاہتے اور یکدم میاں صاحب کے ہاتھ پر بیعت کے لئے ٹوٹ پڑے اور ساتھ ہی اس قدر اچھل کود مچی کہ الاماں۔ اور تخت خلافت مبارک اور ایوان خلافت مبارک کے نعرے لگنے لگے۔

اس کے بعد گورنمنٹ اور باہر کی جماعتوں کو غلط تاریں دی گئیں کہ میاں محمود احمد صاحب بالاتفاق خلیفہ چن لئے گئے ہیں اور تمام اطراف میں کثرت سے آدمی بھیجے گئے جنہوں نے دور افتادہ ناواقف احمدیوں سے تحریری بیعت پر دستخط کروا کے قادیان کو روانہ کیا۔ اور جس غلط پروپیگنڈے سے جماعت کو مغالطے میں ڈال ڈال کر سمیٹا گیا وہ ایک لمبی داستان ہے۔

معلوم ہوا کہ دونوں جماعتوں میں اختلاف دراصل میاں صاحب کے عقیدہ تکفیر کی وجہ سے ہوا۔ پھر میاں صاحب نے حضرت صاحب کی طرف دعویٰ نبوت منسوب کیا۔ اور اسمہٗ احمد والی آیت قرآن کو حضرت صاحب پر چسپاں کرنے کی کوشش کی۔ ان تمام باتوں کی تردید مولانا محمد علی صاحب کی طرف سے بار بار کی گئی۔ تحریری تقریری مباحثہ، مناظرہ اور مباہلہ تک کی دعوتیں دی گئیں۔ مگر جماعت قادیان اس وقت پیر پرستی کی ایک ایسی رو میں بہہ چکی تھی کہ اس کی اصلاح ناممکن ہو گئی۔ جماعت لاہور کی طرف سے ۷۰ احمدیوں کی جنہوں نے ۱۹۰۱ء سے پہلے حضرت صاحب کی بیعت کی تھی۔ حلفیہ شہادتیں شائع کی گئیں کہ حضرت صاحب نے ۱۹۰۱ء میں اپنے عقیدہ درباره نبوت میں کوئی تبدیلی نہیں کی مگر اس کے مقابل پر میاں صاحب ایک آدمی کی بھی شہادت اس کے خلاف پیش نہ کر سکے۔

میاں صاحب تکفیر اہل اسلام پر بحث سے کتراتے تھے جبکہ اصل اختلاف دونوں جماعتوں کا تکفیر کے مسئلہ پر ہوا تھا۔ اور میاں محمود احمد صاحب کا مشہور مضمون "مسلمان وہ ہے جو خدا کے سب ماموروں کو مانے" اس اختلاف کی بنیاد تھی۔ احباب لاہور کی میاں صاحب کی بیعت نہ کرنے کی وجہ یہی تھی کہ انہوں نے تکفیر اسلام کا عقیدہ ایجاد کر لیا تھا۔ میاں صاحب نے اپنی کتاب آئینہ صداقت کے صفحہ ۳۵ پر لکھا تھا کہ کل مسلمان جو حضرت مرزا صاحب کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مرزا صاحب کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔"

میاں صاحب کے "قیام خلافت" کے بعد مولانا محمد علی مزید کچھ عرصہ قادیان میں رہے۔ ۷ مارچ ۱۹۱۴ء کو آپ نے پیغام صلح میں اعلان شائع فرمایا کہ دین ایمان کا معاملہ ایسا نہیں جس میں جلد بازی سے کام لیا جائے لیکن ہمارا مسلک مسلمانوں کی تکفیر پر صحیح نہیں ہو سکتا۔ حضرت مرزا صاحب نے کبھی اپنے نہ ماننے والوں کو اپنے دعویٰ کے انکار کی وجہ سے کافر قرار نہیں دیا۔ اور یہی مذہب حضرت مولانا نور الدین کا تھا جنہوں نے اپنے آخری ایام میں میاں محمود احمد صاحب کو صاف کہہ دیا تھا کہ وہ اس مسئلہ کو نہیں سمجھے اس لئے ہم ایسے شخص کی بیعت نہیں کر سکتے جو مسلمانوں کو کافر کہتا ہو اور ۱۹ مارچ کے اخبار میں آپ نے فرمایا:۔

> "اہل قبلہ کی تکفیر وہ امر ہے جس کے لئے حضرت صاحب نے اپنے مخالف مولویوں کو سخت ملزم قرار دیا ہے۔ آہ! آج وہ بات جس کے لئے دوسروں کو ملزم قرار دیا گیا تھا اس کا ارتکاب ہم خود کر رہے ہیں۔"

چنانچہ حضرت مولانا محمد علی ۲۰ اپریل ۱۹۱۴ء کو قادیان چھوڑ کر لاہور آ گئے۔

جماعت احمدیہ کے علاوہ دیگر اسلامی دنیا اور ملک ہندوستان نے بھی اس اختلاف کو محسوس کیا اور چند لوگوں کی جرأت ایمانی کی وجہ سے جماعت کے ایک حصہ کو غلو اور مسلمانوں کی تکفیر کی لعنت سے جو نجات ملی اس کے متعلق مولانا ابوالکلام آزاد اپنے اخبار الہلال مورخہ ۲۵ مارچ ۱۹۱۴ء میں لکھتے ہیں:

> "ایک عرصے سے اس جماعت میں مسئلہ تکفیر کی بنا پر دو جماعتیں پیدا ہو گئی تھیں ایک گروہ کا یہ اعتقاد تھا کہ غیر احمدی مسلمان بھی مسلمان ہیں گو وہ مرزا صاحب کے دعویٰ پر ایمان نہ لائے ہوں لیکن دوسرا گروہ صاف صاف کہتا تھا کہ جو لوگ مرزا صاحب پر ایمان نہ لائیں وہ قطعی کافر ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آخری جماعت کے رئیس صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود ہیں اس گروہ نے اب انہیں اپنا خلیفہ قرار دیا ہے مگر پہلا گروہ تسلیم نہیں کرتا۔"

(جاری ہے)

اطفال الاحمدیہ کا صفحہ

محترم حفیظ الرحمٰن شیخ ، ایم ، اے تعلیم

عزیز بچو! ۱۸۷۶ء کا ایک روشن دن ہے سورج پوری آب وتاب سے اپنا نور ہر سو بکھیر رہا ہے ۔ درختوں کی شاخوں پر ننھے منے پرندے چہچہا رہے ہیں ۔ قادیان کے قصبے میں ہر طرف حسب معمول سادگی اور امن کی فضا رہی زندگی رواں دواں ہے لوگ کھیتوں کھلیانوں میں معمول کے مطابق اپنے اپنے کام میں مصروف ہیں لیکن رئیس قادیان مرزا غلام مرتضیٰ کی حویلی پر ایک خاموشی طاری ہے حویلی میں رہنے والے ہر شخص کے لبوں پر سکوت طاری ہے جو کوئی ادھر ادھر آجا رہے ہیں چپ چاپ ایک دوسرے کے قریب سے گذر جاتے ہیں ۔ جیسے آپس میں بات چیت کرنے کے لئے ان کے پاس کوئی موضوع ہی نہ ہو ۔ حویلی کے ایک کمرے میں مرزا غلام مرتضیٰ پلنگ پر بیمار پڑے ہیں ۔ ان کے قریب ان کے اہل خانہ فرش پر خاموش سر جھکائے بیٹھے ہیں ۔ حضرت مرزا غلام مرتضیٰ کو اپنے سب سے چھوٹے بیٹے حضرت مرزا غلام احمد سے بے حد محبت تھی اس لئے اس وقت وہ اپنے والد بزرگوار کے بہت ہی قریب بیٹھے ہوتے ہیں ۔ حضرت مرزا غلام مرتضیٰ کو احساس ہو گیا ہے کہ ان کا دم واپسیں قریب ہے اور تھوڑی ہی دیر میں وہ اپنے خالق کے حضور پیش ہونے والے ہیں ۔

مرزا غلام مرتضیٰ نہایت متقی اور خدا ترس انسان تھے ۔ آپ نے اپنی تمام زندگی زہد و تقویٰ میں گذار دی تھی آپ ہر وقت اپنے پروردگار کی عبادت میں مصروف رہا کرتے تھے ۔ غریب غربا کی مدد کرتے رہنا آپ کی زندگی کا شعار تھا ۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ اپنی جاگیر کے کاموں میں بھی مصروف رہا کرتے تھے ۔ اب جو آپ کے سفر آخرت کی تیاری مکمل ہو چکی ہے رخت سفر باندھا جا چکا ہے اور چند ہی لمحے بعد آپ اس دار فانی سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہونے والے ہیں تو آپ کی ساری زندگی کے اعمال آپ کی نگاہوں میں ہیں اور آپ اس سوچ میں محو ہیں کہ اس حیات فانی میں کیا کھویا اور کیا پایا ؟

انہی خیالوں میں گم آپ دیر سے خاموش لیٹے تھے پھر اچانک اپنے پیارے بیٹے حضرت مرزا غلام احمد کی طرف دیکھا اور کہنے لگے :

" بیٹا زندگی انسان کے پاس خدا کی دی ہوئی امانت ہے ۔ انسان کو لازم ہے کہ اپنی تمام زندگی اپنے خدا کی اطاعت و فرمانبرداری میں گذار دے ۔ میں دیکھتا ہوں کہ میں یہ حق ادا نہیں کر سکا ۔ کاش میری زندگی کا وہ وقت جو جاگیرداری کے انتظامات میں گذرا اللہ کی راہ میں صرف ہو جاتا تو آج میری نیکیوں کا پلڑا ابھرا ہوا ہوتا اور دنیاداری کا پلڑا خالی ہوتا ۔ اس وقت میرے دل کو یہ احساس بڑی تکلیف دے رہا ہے کہ جاگیر کے کاموں میں مصروف رہ کر میں نے بڑا گھاٹا اٹھایا ہے دوسرے پلڑے میں اعمال گو کم ہیں تاہم انھیں دیکھ کر مجھے ندامت محسوس ہو رہی ہے ۔ "

یہی باتیں کرتے کرتے حضرت مرزا غلام مرتضیٰ نے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی باپ کی ان باتوں کا حضرت مرزا غلام احمد کے دل پر بڑا گہرا اثر پڑا اور آپ نے یہ فیصلہ کر لیا کہ زندگی بھر ایسے اعمال میں مصروف رہا جائے کہ مرتے دم دل میں زندگی کے بے مقصد ضائع گذرنے کے دکھ کا احساس نہ ہونے پائے اور وہ دکھ اور کرب محسوس نہ ہو جس کا احساس مرتے دم والد بزرگوار کو ہوا تھا ۔ چنانچہ حضرت مرزا غلام احمد کے دل سے دنیا کی محبت ختم ہو گئی ۔ باپ کی جاگیر سے آپ کو کوئی دلچسپی نہ رہی ۔ میلان طبع ایسا ہو گیا کہ دنیا اور دنیا کی چیزوں سے کوئی لگاؤ نہ رہا آپ ہر وقت غور و فکر کی حالت میں مستغرق رہنے لگے ۔ گویا کسی عظیم الشان کام کی تیاری میں مصروف ہو گئے ہوں ۔ آپ نے دینی کتب کے مطالعہ کو اپنا شعار بنا لیا ۔ قرآن شریف ، صحیح بخاری ، فتوح الغیب مثنوی مولانا روم ، تذکرۃ الاولیاء اور سفر السعادت جیسی دینی کتب کو پڑھنے میں آپ بے حد مصروف رہنے لگے ۔ آپ بہت زیادہ خلوت پسند ہو گئے اور حویلی کے بالاخانے پر سب سے الگ تھلگ جا بیٹھتے اور کئی کئی گھنٹے بلکہ سارا سارا دن وہیں پڑے رہا کرتے ۔ کھانے میں سے اپنے لئے صرف ایک روٹی اور تھوڑا سا سالن رکھ لیتے اور باقی کھانا بچوں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے بس کم خوراکی اور مجاہدے کے سبب آپ کو اپنے نفس پر اس قدر قابو حاصل ہو گیا کہ وقت ضرورت آپ بے پناہ صبر و استقامت کا مظاہرہ کر سکتے تھے ۔ کئی کئی دن کھانے کی حاجت محسوس نہ کرتے ۔

آپ کو قرآن شریف سے بے پناہ محبت تھی دن رات اس کی تلاوت میں مصروف رہتے ۔ رات کو دیر دیر تک قرآن شریف پڑھتے رہنا آپ نے اپنی زندگی کا معمول بنا لیا ۔ جس وقت کلام پاک کی تلاوت کر رہے ہوتے تو آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہنے لگتے ۔ روایت ہے کہ آپ نے زندگی میں ایک ہزار بار قرآن شریف ختم کیا ۔

تسلسل کے ساتھ اس مجاہدے پر کاربند رہنے سے حضرت مرزا غلام احمد کی ذات میں تین خوبیاں نمایاں طور سے اجاگر ہو گئیں ۔ ایک یہ کہ آپ کے دل میں قرآن سے اس قدر عشق پیدا ہوا کہ اس کی تلاوت کرتے کرتے تھکتے ہی نہیں تھے ۔ دوسری یہ کہ رات بھر عبادت میں لگے رہتے ۔ یہاں تک کہ صبح طلوع ہو جاتی اور نیند کا خیال تک نہ آتا تھا ۔ تیسری یہ کہ دنیاوی لالچ ختم ہو گیا ۔ اور آپ صرف خدا ہی کے ہو کر رہ گئے ۔

مولانا سید میر حسن صاحب ایک پارسا بزرگ گزرے ہیں ۔ آپ علامہ اقبال مرحوم کے استاد تھے آپ کے علم دینی اور زہد و تقویٰ کا دور دور تک چرچا تھا ۔ علامہ اقبال کو اپنے اس استاد پر بڑا فخر تھا مولانا سید میر حسن صاحب حضرت مرزا غلام احمد کی بڑی تعریف کیا کرتے تھے ۔ حضرت مرزا غلام احمد جب بسلسلہ ملازمت سیالکوٹ تشریف لائے تو مولوی میر حسن صاحب سے بھی آپ کا قریبی تعلق قائم ہوا ۔ مولانا حضرت مرزا غلام احمد کو بے حد پسند فرمایا کرتے تھے اور آپ کی عزلت پسندی اور پارسائی کا ذکر بلا تکلف اپنے احباب سے کیا کرتے تھے ۔ احباب کے ساتھ اپنی خط و کتابت میں بھی مولانا سید میر حسن صاحب حضرت مرزا غلام احمد کی دنیاوی علمی قابلیت ، ذکر الٰہی میں مشغولیت اور قرآن معرفت کا تذکرہ کیا کرتے تھے ۔

اس مسلسل مجاہدے کے نتیجہ سے کئی برس بیت گئے اور جو تمنا باپ کی مرتے دم ادھوری رہ گئی تھی اپنی پوری کی پوری زندگی کو راہ مولا میں وقف کر کے سعادت مند بیٹے نے اس تمنا کو نہایت اعلیٰ طریقے سے پورا کر دیا ۔ ہمیں فخر ہے کہ ہم اس پاک فطرت ہستی کی قائم کردہ جماعت میں شامل ہیں ۔ الحمدللہ ! ✤

سوانح حیات حضرت شیخ میاں محمد صاحب مرحوم

حضرت شیخ میاں محمد مرحوم و مغفور کی سوانح حیات (مرد حق) کا کام آخری مراحل میں ہے ۔ جیسا کہ احباب سے پہلے بھی گذارش کی گئی ہے اس سلسلہ میں مفید معلومات تصاویر اور روایات کے بھجوانے پر احباب کی مساعی قابل ستائش ہوں گی ۔ جلد توجہ کرنے پر ایسے رشحات کو شامل کتاب کیا جا سکے گا ۔

محمد صالح نور
" دار السلام "
۵ رعثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن
لاہور ۱۶

✤

[illegible]
[illegible]
پیغام صلح لاہور مورخہ ۱۵ جون ۱۹۸۹ء جلد ۷۲ ، شمارہ ۹

FOR RECORD

جلد ۷۲ | بتاریخ ۲۶ ذوالقعدہ ۱۴۰۹ھ، بمطابق یکم جولائی ۱۹۸۹ء | شمارہ ۱۰

ارشاداتِ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ

صدق اور اطاعت ہی کامیابی کا اصل ذریعہ ہے

متقی کے ساتھ چونکہ اللہ تعالیٰ کی معیت ہوتی ہے اس لئے دشمن پر بھی متقی کا رعب ہوتا ہے مگر یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ سچا تقویٰ کبھی حاصل نہیں ہو سکتا جب تک انسان صادقوں اور مردانِ خدا کی صحبت اختیار نہیں کرتا اور خدا تعالیٰ کے فرستادوں کی اطاعت میں ایک فنا اپنے اوپر طاری نہیں کر لیتا۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

— — — — — — — — ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو اور صادقوں کے ساتھ رہو۔ ان کی معیت سے قوت پکڑو۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ایمان کی پوری حقیقت متقی ہونے کے بعد کھلتی ہے اور تقویٰ اللہ کی حقیقت اس وقت تک متحقق نہیں ہو سکتی جب تک ایک فانی مرد کی پاک صحبت میں رہ کر فائدہ نہ اٹھایا جائے۔ اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ صرف صحبت میں رہنا ہی چنداں مفید اور کارگر نہیں ہوتا بلکہ صادقوں کی صحبت اختیار کرنے میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ ان کی اطاعت اختیار کی جائے۔ چنانچہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے۔

— — — — — — — — یعنی اللہ اور اس کے رسول اور ملوک کی اطاعت اختیار کرو۔ اطاعت ایک ایسی چیز ہے کہ اگر سچے دل سے اختیار کی جائے تو دل میں ایک نور اور روح میں ایک لذت اور روشنی آتی ہے۔ مجاہدات کی اس قدر ضرورت نہیں ہے جس قدر اطاعت کی ضرورت ہے مگر ہاں یہ شرط ہے کہ سچی اطاعت ہو اور یہی ایک مشکل امر ہے۔ اطاعت میں اپنے ہوائے نفس کو ذبح کر دینا ضروری ہوتا ہے۔ بدوں اس کے اطاعت ہو نہیں سکتی اور ہوائے نفس ہی ایک ایسی چیز ہے جو بڑے بڑے موحدوں کے قلب میں بھی بت بن سکتی ہے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر کیسا فضل تھا اور وہ کس قدر رسول اللہ صلعم کی اطاعت میں فنا شدہ قوم تھی۔ یہ سچی بات ہے کہ کوئی قوم قوم نہیں کہلا سکتی اور ان میں ملیت اور یگانگت کی روح نہیں پھونکی جا سکتی جب تک کہ وہ فرمانبرداری کے اصول کو اختیار نہ کرے۔ اور اگر اختلافِ رائے اور پھوٹ رہے تو پھر سمجھ لو کہ یہ ادبار اور تنزّل کے نشانات ہیں۔ مسلمانوں کے ضعف اور تنزّل کے منجملہ دیگر اسباب کے باہم اختلاف اور اندرونی تنازعات بھی ہیں۔ پس اگر اختلافِ رائے کو چھوڑ دیں اور ایک کی اطاعت کریں جس کی اطاعت کا اللہ نے حکم دیا ہے پھر جس کام کو چاہتے ہیں وہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے اس میں یہی تو سرّ ہے اللہ تعالیٰ توحید کو پسند فرماتا ہے اور یہ وحدت قائم نہیں ہو سکتی جب تک اطاعت نہ کی جائے۔ پیغمبر خدا رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں صحابہ بڑے بڑے اہل الرائے تھے خدا نے ان کی بناوٹ ایسی ہی رکھی تھی وہ اصولِ سیاست سے بھی خوب واقف تھے کیونکہ آخر جب حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہ کرام خلیفہ ہوئے اور ان میں سلطنت آئی تو انہوں نے جس خوبی اور انتظام کے ساتھ سلطنت کے بارِ گراں کو سنبھالا ہے اس سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے کہ ان میں اہل الرائے ہونے کی کیسی قابلیت تھی مگر رسول کریمؐ کے حضور ان کا یہ حال تھا کہ جہاں آپ نے کچھ فرمایا اپنی تمام رائیوں کو اس کے سامنے حقیر سمجھا اور جو کچھ پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا اسی کو واجب العمل قرار دیا۔ ان کی اطاعت میں گمشدگی کا یہ عالم تھا کہ آپ کے وضو کے بقیہ پانی میں برکت ڈھونڈتے تھے آپ کے لب مبارک کو متبرک سمجھتے تھے اگر ان میں یہ اطاعت تسلیم کا مادہ نہ ہوتا تو وہ اس قدر مراتبِ عالیہ کو نہ پاتے۔ ٭٭٭

عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر

امیر جماعت احمدیہ حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان ایدہ اللہ تعالیٰ

کا پیغام

احباب وخواتینِ جماعت!

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

چند دنوں کے بعد ایام حج اور عیدالاضحیٰ کی تقریبات ہورہی ہیں۔ میں اپنی جماعت کے تمام احباب وخواتین اور بچے بچیوں کو عید مبارک پیش کرتا ہوں ہماری جماعت ان مخصوص ایام کے کچھ فرائض کی ادائیگی کچھ مجبوریوں کے باعث نہیں کرسکتی۔ ان جبری ممانعات کیوجہ سے یہ فرائض بھی حکم ساقط کا درجہ رکھتے ہیں اور ہم سردست ان کے مکلف نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی رسمی قربانی کے ساتھ ساتھ اس مخصوص قربانی کو بھی قبول فرمائے۔ ہماری جماعت ایثار وقربانی کی جماعت ہے اس کی راہ میں ایک ایک قدم پر قربان گاہ نظر آتی ہے۔ ان حالات میں بھی الحمد للہ بڑے صبر واستقامت کے ساتھ ہم اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہیں۔ اس اعتماد اور اس یقین کے ساتھ کہ ہمارے سامنے وہ منزل ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو کھڑا کرتا رہا ہے اور اس کے ایک ایسے ہی بندے حضرت مسیح موعود نے ہمیں اس منزل کی نشاندہی کی ہے۔ چنانچہ ہمارے سامنے ایک بلند کام ہے اللہ تعالیٰ کی تائید اور اس کی نصرت وحمایت ہی کے ذریعہ اس کام میں کامیابی ہوتی ہے۔ لہٰذا ہمیں بظاہر مشکل حالات میں دنیوی بھروسوں کے بجائے صرف اور صرف اللہ علیم وقدیر کی نصرت ومدد پر تکیہ کرنا اور رکھنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔ آپ پر اپنے افضال وبرکات کی بارش کرے۔

ایام حج اور عیدالاضحیٰ کے موقع پر آپ من حیث الجماعت بارگاہ الٰہی میں دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کے غلبہ کے سامان کرے۔ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والوں کو سرفرازی عطا کرے اور ان کو غم وہم سے نجات بخشے۔ اُمتِ مسلمہ کی مشکلات دور فرمائے۔ ممالکِ اسلامیہ کے مسائل میں دستگیری کرے۔ میں جماعت کے ایک ایک مرد وزن کے لئے بارگاہ الٰہی میں دعاگو رہتا ہوں۔ آپ بھی میرے لئے دعا کریں ان دنوں میری طبیعت اچھی نہیں رہتی گرم موسم ہے موسمی شدت کے باعث کچھ نقاہت محسوس کرتا ہوں۔ والسّلام والدعا

اللہ کی راہ میں آپ کا ساتھی

سعید احمد

دارالسلام - لاہور

محمد صالح نور

...... گلستاں رہ جائے گا

ہم چلے جائیں گے قدموں کا نشاں رہ جائیگا
ساتھ کچھ نہ لے سکیں گے سب یہاں رہ جائیگا

ختم ہوجائے گا سب دُنیا کا یہ جاہ وجلال
جب بچھڑ جائیں گے سُونا گلِستاں رہ جائیگا

جب قیامت کو کھلے گی اپنے عملوں کی کتاب
امتیازِ مَا وتُو یہ پھر کہاں رہ جائیگا

حشر کے دن جب مجھے مومن پکارا جائے گا
کُفر کا فتوے یہ سارا رائیگاں رہ جائیگا

آؤ کرنا سیکھ لیں اِک دوسرے کا احترام
یہ ہے اِک موقعہ غنیمت پھر کہاں رہ جائیگا

لے چلیں اپنے سفینے کو بھنوّر سے کھینچ کر
ساتھیو جلدی، وگرنہ درمیاں رہ جائیگا

گر نہ سنبھلو گے تو کیا دو گے اُسے جا کر جواب
کون سا امکان توبہ کا وہاں رہ جائے گا

پندرہ روزہ پیغام صلح —— لاہور —— مورخہ یکم جولائی ۱۹۸۹ء

عید الاضحیٰ

باہمی اخوت اور بین الاقوامی اتحاد کا عملی مظاہرہ

اللہ تعالیٰ کے دین نے اخوت اور بین الاقوامی اتحاد کی جو تعلیم دنیا کو دی ہے اس کا دلنشیں عملی مظاہرہ ہر سال اس وادی غیر ذی زرع میں دیکھنے میں آتا ہے جہاں کسی قسم کا سامانِ کشش موجود نہ ہونے کے باوجود دنیا کے چاروں کناروں سے امیر اور غریب علماء و فضلاء اور جاہل و نادان جوق در جوق پہنچتے اور بلا امتیاز ایک دوسرے کے ہم آواز ہو کر لبیک اللھم لبیک لا شریک لک لبیک کہتے ہوئے اس میدان میں جمع ہوتے ہیں جس کو عرفات (شناخت الٰہی) کا نام دیا گیا ہے فی الواقع وہ جگہ اللہ تعالیٰ کے عرفان اور شناخت کا حقیقی مقام ہے جہاں تمام قسم کے قومی اور مرتبہ و فضیلت کے امتیازات مٹ جاتے اور مختلف اقوام کے جاہ و مرتبہ کے لوگ ایک ہی لباس میں خدائے واحد کے حضور حاضر ہو کر مساوات انسانی کا عملی نقشہ پیش کرتے اور دنیا کو یہ سبق دیتے ہیں کہ رنگ و نسل اور جاہ و مرتبہ کے امتیازات خدا تعالیٰ کی جناب میں کوئی وقعت نہیں رکھتے اس کے نزدیک تمام انسان یکسانیت مساوات اور وحدت کا رنگ رکھتے ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ واحد ہے انسانیت بھی ایک ہے قوموں کا ایک دوسرے کو حقارت کی نظر سے دیکھنا، ایک دوسرے پر چڑھائی کرنا، افراد کی باہمی چپقلش یا جاہ و مرتبہ کی فوقیت خدا تعالیٰ کی نظر میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ اس کے حضور اگر کوئی چیز کام آنے ہے تو وہ اس کا تقویٰ، اس کے آگے گرنا اور اس کی مخلوق کے ساتھ ہمدردی اور نیکی کا برتاؤ کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صاحب اکرام وہی شخص اور وہی قوم ہو سکتی ہے جو نیکیوں اور تقویٰ میں سب سے بڑھ کر ہو۔

یہ وہ سبق ہے جو حج کے موقعہ پر عملی طور پر سکھایا جاتا ہے۔ اور اللہ کے دین کا یہ کمال ہے کہ اس نے وحدت نسل انسانی کی تعلیم دنیا کو دی ہے۔ اخوت و مساوات کا جو سبق پڑھایا ہے اس کو حج کے موقعہ پر عملی رنگ میں دکھا کر دنیا کو ایک کرنا چاہتا ہے۔ کس قدر دلنشیں نظارہ ہے کہ مختلف رنگوں مختلف قوموں اور مختلف جاہ و مرتبہ اور مختلف نظریات و عقائد رکھنے والے لوگ ایک ہی لباس میں اکٹھے ہو کر لبیک اللّٰھم لبیک کہتے ہوئے توحید الٰہی کا اقرار اور وحدت نسل انسانی کا نقشہ پیش کرتے ہیں۔ کاش یہ نظارہ اور یہ سبق عام زندگی میں بھی دکھائی دے اور وہ ایک دوسرے کو بھائی بھائی سمجھتے ہوئے اتحاد و اتفاق کے ساتھ زندگی بسر کریں کہ یہی وہ سبق ہے جو حج کے موقعہ پر ہمیں ملتا ہے اور پتہ لگتا ہے کہ صرف کلمہ ہی ایک امتیازی نشان ہے جس کے ہوتے ہوئے دین کی تفصیلات میں فروعی اختلافات پر ایک دوسرے کو کافر قرار دینا کسی طرح جائز نہیں کیا حج کے موقعہ پر فروعی اختلافات کا کوئی اثر دکھائی دیتا ہے کیا اس موقعہ پر سنّی و حنفی، اہل حدیث اور اہل قرآن، دیوبندی اور بریلوی وغیرہ کی کوئی تمیز پائی جاتی ہے۔ کیا یہ سب کے سب فرقے بلا امتیاز خیالات و نظریات کلمہ واحد پر وہاں اکٹھے نہیں ہو جاتے۔ پھر کیوں عام زندگی میں یہی کلمہ طیبہ اتحاد و اتفاق کا ذریعہ یا نشان نہیں سمجھا جاتا اور فروعی اختلافات پر کفر کے فتوے صادر کر کے عملاً اس کلمہ کی تکذیب اور عملاً حج کو ناکارہ قرار دے دیا جاتا ہے۔ افسوس ہے کہ وہ چیز جو تمام دنیا کو متحد کرنے اور خدائے واحد کے آگے جھکانے کا موجب ہو سکتی ہے اور جس میں اللہ کے دین کا حقیقی کمال ہے اس کو آج ہم اپنی کرتوتوں سے غلط قرار دے رہے ہیں اس سے بڑھ کر غلط روی اور حق ناشناسی کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔؟!

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر جو نصیحت کی اسی کو اگر اپنا نصب العین بنالیں تو تمام باہمی آویزشیں ختم ہو سکتی ہیں حضور صلعم نے فرمایا: میں دو چیزیں تمہارے لئے پیچھے چھوڑتا ہوں کتاب الٰہی یعنی قرآن کریم اور میرا عملی نمونہ، یہی دو چیزیں ہیں جن پر عمل کر کے کامیابی کی زندگی میسر آسکتی ہے۔ قرآن کریم ہی ایک کتاب ہے جو دنیا کو وحدت اور اتحاد کا سبق سکھاتی ہے دوسری آسمانی کتابوں میں وحدت و اتحاد اور قومی تفریقات کا سبق دیا گیا ہے توریت کا حکم ہے کہ بنی اسرائیل کے سوائے دوسری تمام اقوام راندہ درگاہ الٰہی ہیں۔ انجیل کا فرمان ہے کہ بچوں کی روٹی سؤروں کے آگے نہ پھینکو یعنی اسرائیلیوں کے لوگ کے سوا دوسرے لوگ سؤر ہیں اور انجیل کی تعلیم ان کے لئے نہیں۔ ایسا ہی ہندؤں کا عقیدہ ہے کہ شرتی اگر شودر کے کان میں پڑ جائے تو سیسہ پگھلا کر اس کے کان میں ڈالا جائے۔ ان سب تعلیمات کے مقابلہ میں قرآن کریم کا ارشاد ہے "اے دنیا جہان کے لوگو میں تم سب کی طرف رسول ہو کر آیا ہوں" اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلّم کا عملی نمونہ اسی رحمت و رافت اور تمام نسل انسانی کے ساتھ عملی ہمدردی کو پیش کرتا ہے اگر اس پاک کتاب اور اس مقدس رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کے نمونہ کو اپنا شعار بنالیا جائے۔ تو ہر قسم کی نفرت اور تشتت و افتراق سے نکل کر دنیا کے لئے رحمت بن جائیں۔

ایک اور بہت بڑا سبق جو حج کے دن ملتا ہے وہ قربانی کا سبق ہے جس سے عزت و عظمت کی بلندیاں حاصل ہوتی ہیں آج سے ہزاروں سال پہلے اسی وادی غیر ذی زرع میں جب وہاں نہ کوئی انسان آباد تھا نہ سامان معیشت موجود تھا ایک خدا کا بندہ حضرت ابراہیمؑ اپنے اکلوتے بیٹے اور بیوی کو خدا کے حکم کے ماتحت وہاں لے جا کر چھوڑ آیا اور ان کی بیوی نے یہ ایمان رکھتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ضائع نہیں کریگا وہاں بخوشی رہنا قبول کر لیا بچہ کمسن تھا۔ اسے جب پیاس لگی تو ماں پانی کی تلاش میں کبھی ایک پہاڑی پر چڑھ کر نظر دوڑاتی کہ کہیں پانی کا کوئی نشان نظر آجائے اور کبھی دوسری پہاڑی پر چڑھ جاتی اس کا اس طرح بے تابانہ چڑھنا اور اترنا اللہ تعالیٰ کو پسند آیا اور نہ صرف وہاں اسی وقت پانی کا ایک چشمہ پھوٹ پڑا جو آج تک تشنہ لبوں کی سیرابی کا موجب ہو رہا ہے بلکہ اس خاتون کے اس فعل کی یاد میں اس کے نقش قدم پر ان پہاڑیوں پر تمام حاجیوں کو سعی کرنے کا حکم دیا گیا ہے یہ وہ اجر ہے جو اللہ تعالیٰ نے ایک خاتون کو اس کے ایمان اور عمل کے صلہ میں عطا فرمایا ہے۔

اس کے بعد جب وہ بچہ جوان ہو گیا تو حضرت ابراہیمؑ کو اس کی قربانی دینے کا حکم ہوتا ہے وہ بیٹے کو مخاطب کر کے کہتے ہیں میرے پیارے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں بیٹے کا ایمان دیکھئے وہ کہتا ہے اے میرے پیارے باپ! جس بات کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اسے کر گذریں ان شاء اللہ آپ مجھے صابر پائیں گے۔ اور باپ بیٹے کی گردن پر چھری رکھ دیتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوتا ہے اے ابراہیمؑ تو نے خواب کو سچا کر دکھایا اس کے بجائے ایک بھاری قربانی کا فدیہ ہم نے منظور کر دیا ہے۔

آج عید الاضحیٰ اور حج کے موقعہ پر جو قربانی دی جاتی ہے وہ اسی فدیہ کا عملی اقدام ہے۔ جو حضرت ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ نے پیش کی اور نہ صرف قربانی پیش کی بلکہ حضرت ابراہیمؑ نے جناب الٰہی میں یہ دعا بھی کی میرے رب اس جگہ کو امن والا شہر بنائے اور اس کے رہنے والوں کو پھلوں سے رزق عطا فرما۔ آج وہی مقام نہ صرف ایک پُر امن شہر کی صورت پیش کر رہا ہے جہاں نہ چوری اور ڈکیتی ہے نہ جھگڑا اور گالی گلوچ وغیرہ۔ بلکہ وہاں ہر قسم کے پھل اور سامانِ معیشت کی ایسی فراوانی ہے جو دوسری جگہ میسر نہیں۔ اور سب سے بڑھ کر حضرت ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ کی اس دعا کی قبولیت ہمارے سامنے ہے جو انہوں نے خانہ کعبہ کی بنیادوں کو استوار کرتے ہوئے جناب الٰہی میں کی کہ اے ہمارے رب ان لوگوں میں انہی میں سے ایک عظیم الشان رسولؐ مبعوث فرما جو تیری آیتیں انہیں پڑھ کر سنائے اور انہیں کتاب و حکمت کا سبق دے اور انہیں پاک کرے تو غالب حکمت والا ہے۔ یہ ہے وہ دعا جس کی قبولیت رسول کریمؐ کی بعثت کی صورت میں ہوئی اور اس پاک رسول صلعم کی تعلیم اور حکمت اور تزکیہ نفوس نے دنیا کو امن و عافیت کا وہ سبق پڑھایا جس کی نظیر کسی مذہب اور کسی قوم اور کسی ملک قانون میں نظر نہیں آتی۔

قربانی اور عید الاضحیٰ کے مسائل

۱۔ خدا کی راہ میں جو قربانی ہو وہ جس قدر اعلےٰ درجہ کی ہو اتنی ہی افضل ہے نکمی یا ناقص قربانی قابلِ قدر نہیں۔ اسلئے بکرا یا بھیڑ یا دنبہ عمدہ اور تندرست ہونا چاہیئے کوئی عیب نہ ہو لُولا لنگڑا، کانا یا سینگ جڑ سے کٹا ہوا نہ ہو خصی ہونے کا کوئی حرج نہیں۔ گائے میں سات آدمی اور اونٹ میں دس آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔

۲۔ قربانی کا وقت ۱۰ ذی الحجہ یعنی عید کے دن نمازِ عید و خطبہ کے بعد سے لیکر ۱۲ ذی الحجہ عصر تک ہے ایک کنبہ کی طرف سے ایک بھیڑ یا بکرا کافی ہے۔

۳۔ قربانی کرتے وقت خدا کا نام لینا اور تکبیر کہنا چاہیئے بعض قصاب پیر کا نام لیکر کرتے ہیں جن سے بچنے کا انتظام پہلے سے کر لینا چاہیئے۔

۴۔ قربانی کا گوشت اور خون خدا کو نہیں پہنچتا بلکہ تقویٰ

(بقیہ صفحہ ۱۶ کالم نمبر ۱ پر)

جماعتی خبریں

● موسم گرما کی شدت کے باعث حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی طبیعت قدرے ناساز ہے تاہم وہ کاروینیہ میں معروف رہتے ہیں جون کے پہلے ہفتہ میں ہونے والی جنرل کونسل کی آپ نے صدارت فرمائی جس میں سالانہ بجٹ پر غور کیا گیا۔ اور بلاد غیر کے مشنوں اور جولائی کے آخری ہفتہ میں ہونے والی سرینام احمدیہ کنونشن کے بارے میں اہم معاملات نمٹائے گئے احباب سے التماس ہے کہ وہ اپنی نیم شبی دعاؤں میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت و سلامتی کے لئے خاص طور پر دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کا سایہ ہم پر دراز کرے۔

● سرینام (جنوبی امریکہ) میں پارا ماری بو کے مقام پر ہونے والے صد سالہ احمدیہ کنونشن کے موقع پر امیر جماعت حضرت ڈاکٹر سعید احمد خاں ایدہ اللہ نے جماعت کے نام پیغام بھیجا ہے جس میں کنونشن کے لئے اپنی نیک تمناؤں کا اظہار اور اجتماع کی کامیابی کے لئے دعا کی ہے ایسا ہی پیغام محترم میاں فضل احمد نے بھی ارسال کیا ہے۔

● یو ایس اے احمدیہ انجمن کے صدر مسٹر ظفر عبداللہ کار کے حادثہ میں زخمی ہو گئے۔ اور ان کی ٹانگ پر چوٹ آئی ہے احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس مخلص و مستعد رکن جماعت کو صحت عاجلہ کاملہ عطا فرمائے۔

● حضرت مولانا حافظ شیر محمد خوشابی کی طبیعت ٹھیک نہیں رہتی بعارضہ قلب ان کو کمزوری لاحق ہے کچھ دنوں مرکز میں رہ کر وہ اپنے گھر چلے گئے ہیں بیماری کے دوران بھی وہ علمی و قلمی کام میں مصروف رہتے ہیں ان دنوں وہ احمدیہ تحریک کے دو فرقوں۔ لاہوری اور قادیانی کے اختلاف پر علمی اور تحقیقاتی کام کر رہے ہیں انہوں نے مرکز میں ہونے والی حالیہ جنرل کونسل کی میٹنگ میں بھی شرکت فرمائی احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس مجاہد جماعت اور مبلغ دین کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے اور خدمات دینیہ کا زیادہ سے زیادہ موقع دے۔

● ریلیجن آف اسلام کا چینی زبان میں ترجمہ:
بیگم ثمینہ ساہو خان صدر احمدیہ انجمن کینیڈا کی کوشش سے ریلیجن آف اسلام کا چینی زبان میں ترجمہ کا انتظام ہو گیا ہے۔ محترم ڈیوڈ شیو ننگ نے جو کہ ایک لائق چینی عالم ہیں کتاب پر کام کرنے کی ذمہ داری ظاہر کی ہے۔ اور وہ اس کا کوئی معاوضہ نہیں لیں گے۔

● مینول آف حدیث کا ڈچ ترجمہ
سرینام سے یہ خوشخبری موصول ہوئی ہے کہ مینول آف حدیث کا ڈچ ترجمہ مکمل ہو گیا ہے۔ اس کا ایک حصہ شائع بھی ہو چکا ہے۔

● مولانا شفقت رسول صاحب کے فیجی پہنچنے پر انجمن کی سرگرمیوں میں کافی اضافہ ہو گیا ہے۔ ماہ رمضان میں جامع نوری میں نماز تراویح کے علاوہ درس قرآن و حدیث باقاعدہ دیتے رہے ہیں علاوہ ازیں مولانا منگل و بدھ چھوڑ کر ہر روز اردو عربی کی کلاسیں لیتے ہیں اب تک دین کے مختلف موضوعات سے متعلق مولانا کی تین تقاریر فیجی لوکل ریڈیو پر نشر ہو چکی ہیں۔

● حضرت امیر ایدہ اللہ کے نام ایک مکتوب میں ایک ہونہار قانون دان احمدی نوجوان مسٹر اے ایس حسینی نے لکھا ہے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی تصانیف کا ڈچ زبان میں ترجمہ کرنے کے لئے ۱۰ اپریل ۸۹ء کو المیرا (ہالینڈ) میں ایک احمدیہ تراجم ٹرسٹ قائم کیا گیا ہے اس ٹرسٹ کے سات رکن ہیں جبکہ نوجوان موصوف اس کے صدر ہیں۔ اس ٹرسٹ کی غرض و غایت حضرت بانی سلسلہ کی تصانیف کے ڈچ زبان میں تراجم اور ان کی طباعت کے سلسلہ میں مرکزی انجمن سے تعاون اور مدد ہے۔

اے ایس حسینی کے مطابق المیرا جماعت کے زیر اہتمام ہفتہ وار دو رسالے اسلامک یوتھ پیپر اور اقراء شائع ہوتے ہیں۔ ماہ رمضان کے دوران مسٹر عطاء اللہ ڈچ زبان میں تعلیمات دینیہ پر ہر جمعہ کو نوجوان بچوں کو خطبات دیتے رہے ہیں اور یہ پروگرام بڑا سود مند ثابت ہوا ہے۔ ان خطبات کے اختتام پر ایک تقریب منعقد ہوئی۔ تقریب میں والدین بھی شریک تھے تاکہ وہ بنفس خود بچوں کی حوصلہ افزائی کریں۔

احمدیہ ٹرانسلیشن ٹرسٹ کے زیر اہتمام ۶ مئی کو مقامی سپورٹس ہال میں عید الفطر کا اجتماع ہوا۔ ۱۳ مئی کو یہ ٹرسٹ بلجیم کے مقام جنیٹ میں تبلیغی دورے پر گیا۔ وہاں احباب سے مالی امداد حاصل کرنا تھا۔ ہم نے المیرا کے احمدی احباب کو مبارکباد دی اور دعا کی کہ سرینام المقلم ٹرسٹ کی شراکت سے تراجم کے اس کار خیر میں حصہ لینے کی اللہ تعالیٰ انہیں توفیق دے۔

● احباب یہ پڑھ کر خوش ہوں گے کہ سڈنی (آسٹریلیا) میں ہماری جماعت کی باقاعدہ تشکیل ہو گئی ہے الحمد للہ۔ جماعت کا دستور بن چکا ہے اور عہدیداران کا انتخاب بھی ہو چکا ہے قائمقام صدر ڈاکٹر اے ایچ ساہو خان پہلے صدر ہیں۔ ملکی ٹرسٹ قوانین کے تحت جماعت کی رجسٹریشن کے لئے کارروائی ہو رہی ہے۔

● ماہوار دی لائٹ

انجمن کے زیر اہتمام شائع ہونے والے ماہوار انگریزی رسالہ دی لائٹ کا جون ۱۹۸۹ء کا شمارہ پیش نظر ہے سبز رنگ کے سرورق پر ان اللہ معنا کا دیدہ زیب مونوگرام ہے ۴۴ صفحات پر مشتمل ماہنامہ میں اداریہ، ہماری جوان صالح نسل، ایک متوازن مذہب، اللہ تعالیٰ کا عدیم المثال رسول بے مثل پیغام کے ساتھ، مسلمان کون ہے، مستند مسلم اکابرین کے افکار و نظریات، تبصرہ کتب، ایڈیٹر کے نام خطوط پاکستان و بیرون پاکستان کی خبریں۔ امریکہ سے ایک خط وغیرہ ایسے لائق مطالعہ مضامین شامل ہیں۔

قربانی کی کھالیں

عید الاضحیٰ پر قربانی کی کھالوں کی قیمت خزانہ انجمن میں داخل کی جائے تاکہ آپ کی اس مالی مدد سے خدمات دینیہ کا کام ہو سکے۔

مقامی احباب مرکزی دفتر میں اطلاع دیں تو ہمارے کارکن کھالوں کی وصولی کے لئے دیئے گئے پتہ پر پہنچ سکیں گے اس مقصد کے لئے احباب پتہ جات لکھوا دیں یا فون نمبر ۸۶۲۹۵۶ یا ۸۶۲۳۶۰ پر اطلاع دیں۔

انچارج المکفیل دارالسلام ۵ عثمان بلاک
نیو گارڈن ٹاؤن لاہور

● عید الاضحیٰ کی تقریب نزدیک ہے اور پیغام صلح اس مبارک موقع پر احباب کو پیشگی عید مبارک کہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی قربانیاں قبول فرمائے اور آپ کی عبادات کو اپنی جناب میں شرف قبولیت بخشے۔

اوقات نماز عید الاضحیہ

جامع دارالسلام لاہور
صبح ۸ بجے

جامع احمدیہ بلڈنگس نسبت روڈ
۸ بجے صبح

اخبارات کا چندہ بروقت ادا کریں! شکریہ

بلاد غیر میں

● سڈنی آسٹریلیا میں جماعت کا قیام:

گذشتہ فروری میں محترم امین ساہو خاں جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن فجی ایک بین المذاہب کانفرنس میں شرکت کی غرض سے نیوگنی تشریف لے گئے۔ واپسی پر انہوں نے برسبین میں تمام احمدی خواتین اور حضرات کی میٹنگ بلائی مسافت کی کمی کے باعث آسٹریلیا کے دیگر علاقوں سے لوگ نہ پہنچ سکے۔ تاہم وقتی طور پر محترم ڈاکٹر اے ایچ ساہو خاں صاحب کو قائمقام صدر نامزد کیا گیا تاکہ وہ جماعت کی داغ بیل ڈالنے کے سلسلہ میں ابتدائی کارروائی کریں۔ محترم ڈاکٹر ساہو خاں نے جنرل سیکرٹری صاحب کے نام اپنے تازہ خط میں یہ خوشکن خبر دی ہے کہ مقامی احباب کا ایک اجلاس ۲۲ اپریل ۸۹ء کو منعقد ہوا جس میں جماعت کی تشکیل کے لئے متفقہ طور پر فیصلہ کیا گیا اور اس کا نام احمدیہ انجمن (لاہور) سڈنی رکھنا منظور کیا گیا۔ جماعت کا آئین بھی منظور کیا گیا اور عہدیداران کا انتخاب بھی ہوا۔ اے ایچ ساہو خاں صاحب کو باقاعدہ طور پر صدر منتخب کیا گیا۔ جماعت کو ملکی قانون کے ماتحت رجسٹرڈ کرانے کی کارروائی ہو رہی ہے۔

● امین ساہو خاں صاحب کا اعزاز:

امین ساہو خاں صاحب جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن فجی کی پولیس سروس میں ایگزیکٹیو آفیسر ہیں۔ تعلیم اور پولیس کے لئے ان کے فلاحی کارناموں کے صلہ میں ان کو قومی صدارتی ایوارڈ دیا گیا ہے۔ انہیں یہ اعزاز اور قابلیت کی سند ایک رنگارنگ تقریب میں دیا گیا جو ۴ جنوری کو گرینڈ پیسفک ہوٹل میں منعقد ہوئی جس میں امریکی سفیر بطور مہمان خصوصی تھے۔

● امریکہ:

ہمارے بھائی عمر البیرونی بینو مانٹو ریڈیو میں لورو گوا یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں۔ اور جماعت میں شامل ہیں۔ وہ لورو گوا میں اسلامک سنڈے سکول چلا رہے ہیں محترم مسعود اختر صاحب سیکرٹری احمدیہ انجمن امریکہ سے ان کی تقریباً دو سال خط و کتابت رہی۔

● سپریم مسلم یونیٹی سوسائٹی نائیجیریا۔

محترم مسعود اختر صاحب جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن امریکہ اور سپریم مسلم یونیٹی سوسائٹی نائیجیریا کے مابین کچھ عرصہ سے خط و کتابت جاری تھی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سوسائٹی نے بالآخر ہمارے ساتھ الحاق کا فیصلہ کر لیا ہے۔

مفسر قرآن حضرت [illegible]

قسط 1

اجتہاد تیسرا ماخذ ہے جس سے اسلامی قوانین اخذ کئے جاتے ہیں۔ اس لفظ کا مادہ جہد ہے جس کے معنی ہیں ایک شخص کا انتہائی درجہ تک یا حتی الوسع سعی کرنا اور اجتہاد کے لغوی طور پر یہی معنی ہیں مگر اصطلاحاً ایک متعلق کا کسی قانونی معاملہ میں کسی مشکوک یا ادق مسئلے کے متعلق رائے قائم کرنے کے لئے قوائے ذہنیہ عقلیہ کو غایت درجے تک کام میں لانا اجتہاد کہلاتا ہے۔

(لینز عربک انگلش ڈکشنری)

دینی اور قانونی معاملات میں عقل سے کام لینا یا قوت فیصلہ کا استعمال مذہب اسلام میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔ قرآن مجید نے واضح الفاظ میں عقل کو بہت بڑی اہمیت دی ہے اپیل کرتا ہے اور اس قسم کی نصائح سے پر ہے:۔

کیا تم نہیں سوچتے؟ کیا تم نہیں سمجھتے؟ کیا تم کو عقل نہیں ہے؟" ان میں ان لوگوں کے لئے نشانات ہیں جو غور کرتے ہیں۔ ان میں ان لوگوں کے لئے نشانات ہیں جو سمجھتے ہیں۔

اور علیٰ ہذا القیاس وہ جو اپنے قوائے عقلیہ کو استعمال نہیں کرتے انہیں حیوانات سے تشبیہ دی ہے۔ اور انہیں بہرے گونگے اور اندھے کہا گیا ہے۔ فرمایا:۔

"اور ان لوگوں کی مثال جو کافر ہوئے ایک شخص کی مثال کی طرح ہے کہ وہ اسے آواز دے رہا ہو جو بجز پکار اور آواز کے کچھ نہیں سنتا بہرے گونگے اور اندھے ہیں سو وہ عقل سے کام نہیں لیتے۔" پھر فرمایا

"ان کے دل ہیں جن سے وہ سمجھتے نہیں۔ ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے نہیں۔ اور ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے نہیں وہ چارپایوں کی طرح ہیں بلکہ زیادہ گمراہ۔"

پھر فرمایا:

"اللہ کے نزدیک سب جانداروں سے بدتر وہ بہرے گونگے ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے۔" (۸ - ۲۲)

پھر فرمایا:۔

"کیا تو خیال کرتا ہے کہ ان میں سے اکثر سنتے ہیں یا عقل سے کام لیتے ہیں وہ صرف چارپایوں کی طرح ہیں بلکہ وہ رستے سے اور بھی دور بھٹکے ہوئے ہیں"

اور جو لوگ عقل سے کام نہیں لیتے یا اپنی قوت فیصلہ کو استعمال نہیں کرتے ان کو زجر و توبیخ کی گئی ہے۔ اور جو ایسا کرتے ہیں ان کی تعریف کی گئی ہے۔

"یقیناً آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے اختلاف میں عقل والوں کے لئے نشان ہیں جو اللہ کو کھڑے بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر یاد کرتے رہتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے رہتے ہیں۔"

قرآن وحی کو علم کا سرچشمہ ہونے کی حیثیت میں عقل سے بالاتر قرار دیتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی اجازت دیتا ہے کہ وحی الٰہیہ سے قائم کردہ اصول صداقت کو عقل سے جانچا جائے اور یہی وجہ ہے کہ وہ عقل کو بار بار اپیل کرتا ہے اور جو اپنے قوائے عقلیہ سے کام نہیں لیتے ان کو ملامت کرتا ہے نیز کسی فیصلے پر پہنچنے کے لئے قوت فیصلہ کے استعمال کی ضرورت کو تسلیم کرتا ہے۔ فرمایا:

"اور جب کوئی امن یا خوف کی بات ان کو پہنچتی ہے تو اس کو پھیلانے میں لگ جاتے ہیں اور اگر وہ اسے رسول اور اپنے میں سے صاحبان امر کی طرف لوٹاتے تو اسے وہ جان لیتے جو ان میں سے کسی بات کی تہہ تک پہنچتے ہیں۔" لفظ یستنبطونہ استنباط سے ہے جو نبات البیر سے مشتق ہے یعنی اس نے کنویں کو کھودا اور پانی نکالا۔ فقہاء کا استنباط اسی سے نکلا ہے اور اس کے معنی ہیں اجتہاد سے چھپے ہوئے معنوں کو تلاش کرنا اور اسی کو استخراج کہتے ہیں یعنی ایک بات کا نکالنا یا پیدا کرنا۔ (تاج العروس)

اس لئے آیت بالا قوت فیصلہ کے استعمال کو تسلیم کرتی

حضرت رسول کریم نے گورنمنٹ ہی کی اجتہاد کی اجازت دی ہے۔

جب قرآن و حدیث میں کسی امر کے متعلق فیصلہ نہ ملے تو اس کے لئے حدیث نے صریح لفظوں میں اجتہاد یا قوت فیصلہ کے استعمال کو تسلیم کیا ہے۔ مندرجہ ذیل حدیث اسلام میں اجتہاد کی اساس سمجھی جاتی ہے۔

"یمن کا گورنر مقرر کرتے وقت حضرت رسول کریمؐ نے معاذ رضؓ سے پوچھا کہ وہ کس قانون کی پابندی کریگا انہوں نے جواب دیا قرآن مجید کے قانون کی۔ اس پر آنحضرتؐ نے پوچھا اگر تم کو وہاں سے کچھ ہدایت نہ ملے تو پھر کیا کرو گے؟ اس پر معاذ رضؓ نے جواب دیا کہ میں نبی کریمؐ کی سنت پر عمل کروں گا۔ اس پر حضرت رسول کریمؐ نے پھر پوچھا کہ اگر سنت میں بھی تم کو کچھ نہ ملے تو پھر اس پر معاذ رضؓ نے کہا کہ میں اپنی قوت فیصلہ کو استعمال کروں گا اور اس کے مطابق عمل کروں گا۔ اس پر نبی کریمؐ نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا خدا کی تعریف ہے جس طرح وہ چاہتا ہے اپنے پیغام کی ہدایت کرتا ہے۔"

(سنن ابی داؤد ۲۳ : ۱۱)

اس حدیث سے صرف یہی واضح نہیں ہوتا کہ رسول کریمؐ نے قوت فیصلہ کے استعمال کو پسند فرمایا بلکہ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ کے صحابہ رضؓ بھی اس اصول سے واقف تھے اور خود حضرت نبی کریمؐ کے علاوہ دوسرے لوگ بھی آزادی سے اجتہاد کرتے تھے۔

صحابہؓ کا قوت فیصلہ کا استعمال یا اجتہاد کرنا:۔

یہ خیال غلط ہے کہ نئے حالات کی مقتضیات کو پورا کرنے کے لئے اجتہاد صرف ان چار آئمہ کے ذریعے معرض ظہور میں آیا جن کی فقہ دنیائے اسلام میں مانی جاتی ہے۔ یہ کام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہی شروع ہو گیا تھا کیونکہ ہر معاملے کو آپؐ کی طرف لے جانا ناممکن تھا۔ حضور صلعم کی وفات کے بعد اصول اجتہاد کو زیادہ عمومیت حاصل ہو گئی اور چونکہ نبی تھا اس کے ساتھ ایک مجلس ہوتی تھی جس میں ہر ضروری مسئلہ پیش ہوتا تھا اور کثرت رائے سے جو فیصلہ ہوتا وہ تمام مسلمان پبلک کے لئے اور خود خلیفہ کے لئے واجب التعمیل ہوتا تھا۔

علامہ سیوطیؒ نے اپنی کتاب تاریخ الخلفاء کے باب ابوبکرؓ کے اس حصے میں جس میں ان کے علم کا ذکر ہے ابوالقاسم بغوی کی سند سے میمون ابن مہران کی روایت بیان کی ہے کہ جب کبھی کوئی معاملہ حضرت ابوبکرؓ کے سامنے آتا کتاب اللہ کی طرف رجوع فرماتے اگر اس سے ان کو فیصلہ مل جاتا تو اس کے مطابق عمل فرماتے اگر نہ ملتا تو سنت رسول صلعم کے مطابق جس کا ان کو علم ہوتا فیصلہ دیتے۔ اور اگر وہاں سے بھی ان کو کچھ چیز نہ ملتی تو مسلمانوں سے دریافت کرتے کہ کیا اس قسم کے معاملے میں ان کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی فیصلے کا علم ہے؟ اس طرح سے لوگوں کی ایک جماعت آپ کے اردگرد جمع ہو جاتی اور ہر شخص جو کچھ اس کو رسول اللہ صلعم سے معلوم ہوتا بیان کرتا اور حضرت ابوبکر رضؓ فرماتے "خدا کا شکر ہے اور اس کی تعریف ہے کہ اس نے ایسے لوگوں کو ہمارے درمیان رکھا ہے جو رسول اللہ صلعم کی باتوں کو یاد رکھتے ہیں۔ لیکن اگر پھر بھی ان کو سنت رسول اللہ سے فیصلہ نہ ملتا تو لوگوں کے سرداروں سے اور ان میں سے بہترین اشخاص کو جمع کرتے اور ان سے استصواب کرتے اور اگر وہ کثرت رائے سے ایک بات پر اتفاق کرتے تو آپ اس کے مطابق فیصلہ کرتے"

(تاریخ الخلفاء صفحہ ۶۹)

یہ سچ ہے کہ موجودہ زمانے کی قانون ساز اسمبلی نہ تھی لیکن اس مجلس میں قانون ساز اسمبلی کی روح آسانی سے دیکھی جا سکتی ہے۔ یہ تمام ضروری مقدمات کا فیصلہ کرتی تھی اور جب کبھی ضرورت ہوتی تو قوانین بھی وضع کرتی اور حسب ضرورت ان کو نافذ کرتی۔ یہ مذہبی اور دنیوی تمام امور میں فیصلے صادر کرتی تھی۔ حضرت عمرؓ بھی اسی قاعدے کے پابند تھے۔ اکثر اجتہاد میں رجوع کرتے تھے مگر جید اور صاحب علم صحابہ رضؓ کو جمع کرتے اور ان سے مشورہ کرنے میں پوری پوری احتیاط کرتے تھے جب کبھی کسی بات میں اختلاف رائے ہوتا تو کثرت پر فیصلہ کیا جاتا تھا علاوہ اس مجلس کے انفرادی طور پر اور بھی صاحبان علم اساتذہ موجود تھے جیسا کہ

حضرت عائشہ صدیقہ رض، ابن عباس رض، ابن عمر رض اور دوسرے اس زمانہ کے مجتہد جن کے اجتہاد اور رائے کو بڑی وقعت سے دیکھا جاتا تھا فیصلہ جات دیے جاتے تھے قوانین بنائے جاتے اور ان کو شہر لوز نافذ کیا جاتا تھا اور وہ صرف ایک شرط سے مشروط تھے کہ نہ تو وہ قرآن کے خلاف ہوں نہ سنت رسول اللہ صلعم کے اور بعد کے آنے والے فقہاء بھی ان ابتدائی فقہا کے اجتہادات کی اگر وہ قرآن و سنت کے خلاف نہ پائے جائیں اتباع کرتے تھے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رح

دوسری صدی ہجری میں بڑے فقہا پیدا ہوئے جنہوں نے اپنے زمانے کی ضرورت کے مطابق اسلامی قوانین کا ضابطہ تیار کیا۔ ان میں سب سے پہلے اور وہ جس کی دنیائے اسلام کا بیشتر حصہ اتباع کرتا ہے امام ابوحنیفہ نعمان ابن ثابت تھے جو ۸۰ھ مطابق ۶۹۹ء میں بصرہ میں پیدا ہوئے آپ نسلاً فارسی تھے مگر آپ کی سرگرمیوں کا مرکز کوفہ تھا اور آپ ۱۵۰ھ مطابق ۷۶۷ء میں رہگرائے عالم بقا ہوئے۔ آپ کے قیاس کی اساس قرآن مجید تھا اور آپ حدیث کو صرف اسی وقت تسلیم کرتے تھے جبکہ اس کی صحت کے متعلق آپ کو یقین کلی حاصل ہو جاتا اور چونکہ حدیث کے جامعین نے ابھی حدیث جمع کرنیکا کام شروع نہیں کیا تھا اور خود کوفہ اس علم کا مرکز نہ تھا قدرتی طور پر حضرت امام صاحب مروجہ حدیث کا استعمال کم کرتے تھے اور اپنی فقہ کے لئے ہمیشہ قرآن مجید کی طرف رجوع کرتے تھے اس کے بعد جب حدیث جمع ہو گئی اور زیادہ اشاعت پذیر ہو گئی تو حنفی فقہ کے ماننے والوں نے اس فقہ میں زیادہ تعداد میں حدیث کو داخل کر دیا۔ امام صاحب کے دو بڑے شاگرد تھے امام محمد اور امام ابو یوسف اور اب حنفی نظام فقہ کی بنیاد انہی دو بزرگوں کی آراء پر ہے جو انہوں نے اپنے استاد سے حاصل کیں امام ابوحنیفہ بلند پایہ حریت اور کمال آزادانہ روش کے بزرگ تھے اور جب اسوقت کی مسلمان حکومت نے ان کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی تو انہوں نے قید و بند کی سلاسل کو منظور کر لیا مگر اس عہدہ کو ٹھکرا دیا جو ان کی حریت فکر میں مخل ہوتا تھا۔ ایک دفعہ پر آپ کو متواتر گیارہ دن کوڑے لگتے رہے ہر روز دس کوڑے لگتے تھے۔ آپ کا نظام فقہ نہ صرف زمانے کے لحاظ سے اول ہے بلکہ اس کو اس لحاظ سے بھی اولیت حاصل ہے کہ مسلمانوں کی کثیر تعداد اس کو تسلیم کرتی ہے اور اگر اس کو صحیح طور پر ترقی دی جاتی تو وہ مسلمانوں کے لئے بعید فائدہ مند ثابت ہوتا۔ یہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے اپنی توجہ قیاس یعنی وضع قوانین میں امور عقلیہ کی اہمیت کی طرف مبذول کی۔ نیز آپ نے اصول عدالت کو قائم کیا جس کے ذریعے نہ صرف جدید قوانین بنائے جا سکتے تھے بلکہ منطقیانہ نتائج بھی اگر وہ خلاف عقل ثابت ہوں مسترد کئے جا سکتے تھے انہوں نے رسوم و رواج کی طاقت اور سند کو بھی تسلیم کیا ہے آپ اور آپ کے متبعین خود بھی حریت فکر کے مالک اور دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دیتے تھے اور اس میں ان کو یہاں تک کمال حاصل تھا کہ دوسرے مدارس فکر کے پیروان کو اہل الرائے کے خطاب سے مخاطب کرتے تھے۔

حضرت امام مالک رح

حضرت امام مالک ابن انس مدینہ میں ۹۳ھ مطابق ۷۱۲ء میں تولد ہوئے وہاں ہی انہوں نے کام کیا اور وہاں ہی ۸۲ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ آپکا دائرہ عمل حدیث تک ہی محدود تھا جو انہیں مدینہ میں ملیں اور جن کا عمل وہاں کی روزمرہ زندگی میں جاری و ساری رہا۔ ان کا نظام فقہ کلیتہً حدیث اور اہالی مدینہ کے اعمال پر مبنی ہے آپ فیصلہ دینے میں بڑی احتیاط برتتے تھے اور جب کبھی ان کو اپنے فیصلہ کے متعلق ذرا سا شک بھی ہوا تو صاف فرما دیتے لا ادری میں نہیں جانتا۔ آپ کی کتاب "موطا" جو مقابلتہً احادیث کا چھوٹا سا مجموعہ اور مدینہ کے لوگوں کے اعمال و افعال اور حدیثوں تک محدود ہے اپنی قسم کی پہلی کتاب ہے اور مستند کتابوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔

حضرت امام شافعی رح

تیسرے امام ابو عبداللہ محمد ابن ادریس الشافعی فلسطین میں ۱۵۰ھ مطابق ۷۶۷ء میں پیدا ہوئے آپ کا شباب مکہ میں بسر ہوا مگر زیادہ تر کام آپ نے مصر میں کیا جہاں آپ نے ۲۰۴ھ میں انتقال فرمایا۔ اپنے زمانے میں علم قرآن میں بے نظیر تھے اور سنت کے مطالعے کے لئے بڑی جانفشانی کرتے تھے۔ حدیث کی تلاش میں مختلف مقامات کا سفر کرتے رہتے تھے آپ حنفی اور مالکی نظام فقہ سے خوب واقف تھے لیکن جو سلسلہ آپ نے جاری کیا اس کی بنیاد زیادہ تر حدیث پر تھی۔ برخلاف سلسلہ حنفیہ کے کہ اس کی بنیاد زیادہ تر قرآن پر تھی اور حدیث کا استعمال بہت کم کیا گیا تھا مالکی سلسلے پر کہ وہ بھی حدیث پر مبنی ہے شافعی سلسلے کو یہ فوقیت حاصل ہے کہ اس نے حدیث کا استعمال زیادہ وسیع طور سے کیا ہے اور مختلف مراکز سے اس کو جمع کیا ہے اور امام مالک رح نے تو انہی احادیث پر ہی اکتفا کیا ہے جو انہیں مدینہ میں دستیاب ہوئیں۔

حضرت امام احمد رح بن حنبل رح

سب سے آخر میں امام احمد بن حنبل رح آتے ہیں آپ بغداد میں ۱۶۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۴۱ھ میں وہاں ہی وفات پائی آپ نے بھی علم حدیث کا بڑے وسیع پیمانے پر مطالعہ کیا ہے آپ کی مشہور کتاب مسند احمد ابن حنبل میں تقریباً تیس ہزار احادیث ہیں یہ یادگار تالیف جو آپ کے صاحبزادہ نے مرتب کی۔ اس مواد پر مبنی ہے جو امام صاحب نے خود اکٹھا کیا تھا مگر مسند میں جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے احادیث کو نفس مضمون کے لحاظ سے مرتب نہیں کیا گیا۔ بلکہ اس صحابی رض کے نام کے نیچے درج کیا ہے جس تک وہ حدیث بالآخر پہنچتی ہے اگرچہ مسند احمد میں احادیث کی ایک کثیر تعداد ملتی ہے مگر اس میں ان اصول تنقید کو نظر نہیں رکھا گیا جن کی بخاری اور مسلم ایسے محدثین نے پابندی کی ہے احادیث پر تنقید کا امکان صرف ان کو نفس مضمون کے اعتبار سے ترتیب دینے سے ہی پیدا ہوا لیکن مسندات میں ایک ہی معاملے کے متعلق احادیث ساری کتاب میں پھیلی ہوئی ہیں نفس مضمون کی طرف چنداں توجہ مبذول نہ ہو سکی بلکہ راویوں کے سلسلے کے تفحص میں بھی زیادہ سختی سے کام نہ لیا گیا۔ بدیں وجہ مسند احمد کو بہ لحاظ مضامین مندرجہ کے وہ پایۂ اعتماد حاصل نہ تھا جو دوسرے محدثین کی تصانیف کو حاصل ہے۔ آپ کی تصانیف کی نوعیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ عقلی دلائل کا بہت کم استعمال کرتے تھے اور چونکہ آپ زیادہ تر حدیث پر انحصار کرتے تھے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ نے ضعیف سے ضعیف حدیث کو بھی لے لیا۔ ظاہر ہے کہ امام ابوحنیفہ اور امام احمد کے سلسلوں میں ایک بیّن فرق ہے اور وہ یہ کہ امام ابوحنیفہ نے عقلی دلائل کو آزادی سے استعمال کیا ہے اور عقل کے ذریعے تمام مسائل کا قرآن مجید سے استنباط کیا ہے۔ مگر امام احمد کے ہاں عقلی دلائل کا بہت ہی کم استعمال کیا گیا ہے۔ اور اس طرح سے جہاں تک امور مذہبی میں عقل استعمال کرنے کا سوال ہے ان آئمہ اربعہ میں سے سب سے آخری ایام میں پہلے امام کی وسعت فکر بیّن طور پر مفقود ہو گئی ہے۔ خود امام ابوحنیفہ کا سلسلہ بعد کے فقہا کی عدم توجہی سے جنہوں نے اپنے استاد کے بلند تخیل کو ہی ترقی نہ دی زوال پذیر ہو گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دنیائے اسلام نے اپنے پر اجتہاد کا دروازہ بند کر دیا اور بجائے ترقی کے تنزل اور انحطاط نے راہ پالی۔

(جاری ہے)

بقیہ: مامورمن اللہ کی تکذیب ۔۔۔۔

جو دنیا ایک مرے ہوئے کیڑے سے بھی حقیر اور ذلیل نظر آوے لو اللہ تعالٰے ہی ہر قول و فعل میں مقصود ہو اس مقام پر قدم نہیں پڑ سکتا جہاں پہنچ کر انسان اپنے اللہ کی آواز سنتا ہے اور وہ آواز حقیقت میں اس کی ہوتی ہے کیونکہ اسوقت یہ تمام نجاستوں سے پاک ہو گیا ہوتا ہے۔

غرض نری آوازیں اور چند رسمی کتابوں کے پڑھ لینے سے فیصلہ نہیں ہوتا بلکہ فیصلہ کی اصل اور سچی راہ وہی ہے جس کو تائیدات الہٰیہ کہتے ہیں ان سے ہی فیصلہ ہوتا ہے اور اللہ ہی کا حکم یہ فیصلہ کرتا ہے جو شخص خدا تعالٰی کے حضور اپنے مقام پر کھڑا ہے جو نجاست سے بالکل الگ ہے وہ وہی پاک آوازیں سنتا ہے۔ جو حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ حضرت نوح حضرت ابراہیم اور دوسرے انبیاء علیہم السلام نے سنیں اور ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جن کو سنا تھا ہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ ان آوازوں کی صداقت اور عمل ظہور کے لئے انسانی ہاتھوں کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ خود اللہ تعالٰے ان کی چمک دکھاتا ہے اگر یہ بہت ہی باریک باتیں ہیں جو معرفت کے اسرار میں داخل ہیں تاہم خوشبو اور بدبو اپنے مختلف نظاروں سے شناخت کی جا سکتی ہے اچھے درخت کو کئی طرح پہچان لیتے ہیں کئی طرح شناخت کر لیتے ہیں میں نے ایک بار الائچی کا درخت انبالہ میں دیکھا اور ایک پتہ اس کا لیکر سونگھا تو اس میں الائچی کی خوشبو موجود تھی۔ اگرچہ ابھی اس کے تین درجے باقی تھے مگر خوشبو موجود تھی۔ دانشمند انسان بہت سے قرائن سے امر واقعی کو معلوم کر لیتا ہے۔ خباثت بھی ہزاروں پردوں میں چھپی رہتی ہے۔ اور تقویٰ بھی ہزاروں پردوں میں مخفی رہتا ہے مگر ان کے آثار اور قرائن سے بخوبی پتہ لگ سکتا ہے۔

سوانح حیات حضرت شیخ میاں محمد صاحب مرحوم

حضرت شیخ میاں محمد مرحوم و مغفور کی سوانح حیات (مرد حق) کا کام آخری مراحل میں ہے۔ جیسا کہ احباب سے پہلے بھی گذارش کی گئی ہے اس سلسلہ میں مفید معلومات تصاویر اور روایات کے بھجوانے پر احباب کی مساعی قابل ستائش ہوں گی۔ جلد توجہ کرنے پر ایسے رشحات کو شامل کتاب کیا جا سکے گا۔

محمد صالح نور
دارالسلام ۶ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور ۱۶

رہِ وفا کے مسافر

حضرت شیخ رحمت اللہ مرحوم و مغفور

حضرت شیخ رحمت اللہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے ان قدیم رفقاء میں سے تھے جنہوں نے ابتدائے دعویٰ میں ہی آپ کا ساتھ دینے میں سبقت کی اور مدت العمر ہر قسم کی مشکلات برداشت کر کے آپ کی اور سلسلہ احمدیہ کی خدمت میں قربانیاں دیتے رہے۔ حضرت شیخ رحمت اللہ کا اسم گرامی ان میں سرفہرست ہے آپ گجرات کے معزز قانون گو خاندان اور لاہور کے نامور تاجروں میں سے تھے ابتداء میں آپ دس روپیہ ماہوار پر سرکاری ملازم ہوئے اس کے بعد ایک چھوٹی سی دوکان لاہور کے انارکلی بازار میں کھولی جس نے بعد میں کسی قدر وسعت اختیار کی اور بمبئی ہاؤس کے نام سے مشہور ہو گئی اس کے بعد ان کی نیک نیتی اور حسن معاملت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اور بھی برکت ڈالی اور مال روڈ پر ایک کوٹھی کرایہ پر لے کر انگلش ویر ہاؤس کے نام سے دوکان کھولی اس دوکان نے یہاں تک ترقی کی کہ تھوڑے عرصہ میں مال روڈ پر انہوں نے زمین خرید کر بہت بڑی عمارت تعمیر کی اور وہاں دوکان کو منتقل کر لیا۔ حضرت بانیٔ سلسلہ نے شیخ صاحب سے وعدہ کیا تھا کہ وہ خود اس عمارت کا سنگِ بنیاد رکھیں گے لیکن آپ کی زندگی نے وفا نہ کی۔ اس لئے ۱۹۰۲ء میں اس عمارت کا سنگِ بنیاد حضرت مولانا نورالدین نے تمام جماعت کی موجودگی میں رکھا اور بڑی بڑی دعائیں کیں۔ آپ نے اس موقع پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"اس عمارت کے اردگرد اور بھی تازہ عمارتیں بنی ہوئی ہیں اور بن رہی ہیں مگر اس عمارت کے ساتھ ہمارا ایک خاص تعلق ہے اور یہ تعلق شخصی بھی ہے اور قومی بھی شخصی تو یہ کہ حضرت صاحب نے وعدہ فرمایا تھا کہ اس عمارت کی بنیاد رکھیں گے اور اب حضرت صاحب کا ایک خادم اس وعدہ کو پورا کر رہا ہے قومی تعلق یہ ہے کہ اس عمارت میں ہماری قوم کا بھی ایک حصہ ہے اس لئے قوم کو چاہئیے کہ درد دل سے دعا کرے کہ انجام بخیر ہو اور اس مکان میں جو لینے والے ہیں جو اس کے مہتمم ہوں وہ راستباز ہوں اور نیکی سے پیار کریں۔ اگر اس مکان کے رہنے والے سچے راستباز اور متقی و مومن ہوں گے تو انہیں اللہ تعالیٰ بڑھائیگا اور پھیلائے گا اور جس قدر یہ عمارت بڑھے گی اسی قدر ہماری قوم متمتع ہو گی کیونکہ اس سے اس کا تعلق ہے۔"

(اخبار بدر قادیان ۲۷ جون ۱۹۱۲ء)

اور فی الحقیقت یہ عمارت قوم کے لئے بہت بڑے فوائد کا موجب ہوئی

حضرت شیخ صاحب نے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی بیعت نہایت ابتدائی زمانہ میں کی تھی جس کے بعد آپ ہمیشہ سلسلہ کی خدمت اپنے اموال سے کرتے رہے علاوہ ان قربانیوں کے جو وقتاً فوقتاً ضروریات سلسلہ کے لئے آپ نے ہمیشہ انشراح صدر کے ساتھ کیں سو روپیہ ماہوار آپ حضرت صاحب کی خدمت میں ہمیشہ ارسال کرتے رہے اور اس کے ساتھ ہر عید پر اور دوسرے وقتوں پر بھی آپ کے لئے نیا جوڑا بنا کر بھیجتے تھے۔ حضرت صاحب کی وفات کے بعد آپ کے خاندان نے بھی اس طریق کو جاری رکھا یہاں تک کہ اختلاف سلسلہ کے بعد بھی آپ کچھ رقم حضرت کے گھر میں ارسال کرتے رہے مگر چند سال بعد میاں محمود احمد صاحب نے اس کا لینا بند کر دیا۔

۱۹۰۳ء میں قادیان میں جو "بیت الدعا" حضرت صاحب نے بنوایا اس کے تمام اخراجات حضرت شیخ صاحب نے ہی ادا کئے اور بھی جو جو ضروریات سلسلہ کے متعلق پیش آئیں آپ نے ان میں معتدبہ رقوم صرف کیں۔ یہاں تک کہ بعض اوقات ہزار ہزار روپیہ بھی آپ نے دیا اور ایک اندازہ کے مطابق کہ آپ کی مالی قربانیاں جو آپ نے سلسلہ کے لئے کیں ایک لاکھ روپیہ تک پہنچتی ہیں۔

حضرت صاحب شیخ صاحب مرحوم کو نہایت عزت و احترام کے ساتھ ملا کرتے تھے۔ جب آپ قادیان جاتے تو حضرت صاحب کھڑے ہو کر آپ سے ملا کرتے۔ ایک جگہ حضرت شیخ صاحب کے جوانی کے وقت کے اخلاص اور نیکی کا ذکر کرتے ہوئے حضرت صاحب لکھتے ہیں:

"شیخ رحمت اللہ جوان، صالح، یک رنگ آدمی ہے ان میں فطرتی طور پر مادہ اطاعت اخلاص اور حسن ظن اس قدر ہے جس کی برکت سے وہ بہت سی ترقیات اس راہ میں کر سکتے ہیں۔ ان کی مزاج میں غربت اور ادب بھی از حد ہے اور ان کے بشرہ سے علامات سعادت ظاہر ہیں۔ حتی الوسع وہ خدمت میں لگے رہتے ہیں خدا تعالیٰ کشاکش مکروہات سے انہیں بچا کر اپنی محبت کی حلاوت سے حصہ وافر بخشے۔ آمین ثم آمین۔"

(ازالہ اوہام ص ۸۰۵)

۱۹۰۵ء میں جب حضرت صاحب نے "الوصیت" لکھی اور صدر انجمن احمدیہ قادیان کی بنیاد رکھی گئی تو اس کی مجلس معتمدین میں حضرت صاحب نے آپ کو بھی شامل کیا اور اس وقت کے بعد آپ ہمیشہ انجمن کے نظم و نسق میں عملاً امداد دیتے رہے یہاں تک کہ حضرت مولانا نورالدین کی وفات کے بعد انجمن پر میاں صاحب کا تصرف ہو جانے کے باعث آپ کو بھی علیحدگی اختیار کرنی پڑی اور لاہور میں احمدیہ انجمن بنائی گئی جس میں آپ کو وائس پریذیڈنٹ مقرر کیا گیا۔

اس دانائی اور تجربہ کی وجہ سے جو آپ کو اللہ تعالیٰ نے امور دنیوی میں عطا فرمایا آپ کا وجود انجمن کے لئے بہت سی برکات کا موجب تھا اور آپ بہت جلد بات کی تہہ کو پہنچ جاتے اور نہایت پیچیدہ معاملات کو خوش اسلوبی سے سلجھا دیتے تھے۔

حضرت شیخ صاحب کا زہد و تقویٰ اس درجہ بڑھا ہوا تھا کہ رنج و راحت اور عسر و یسر میں کبھی بھی آپ نے اللہ تعالیٰ کو نہیں بھلایا۔ فرض نمازوں کے تو پابند آپ تھے ہی نوافل بھی آپ کثرت سے ادا کرتے تھے۔ اور نماز تہجد اور اشراق خصوصیت سے پڑھتے تھے۔ آپ خدا تعالیٰ کو بہت یاد کرتے اور اس کی جناب میں ہمیشہ آپ کا دل جھکا رہتا تھا۔

اللہ تعالیٰ پر آپ کو بہت بڑا ایمان تھا۔ اور یہ اسی ایمان ہی کی بدولت ہے کہ باوجود اس قدر امارت اور روپیہ کے خدا تعالیٰ کو کبھی بھولے نہیں بلکہ آپ کا ایمان دن بدن بڑھتا گیا۔

دعاؤں پر آپ بہت زور دیتے تھے اور سلسلہ کے بہت سے افراد کے لئے نام لے لے کر روزانہ دعائیں کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ان لوگوں کے لئے بھی جنہوں نے اپنے آپ کو پیر پرستی کے گڑھے میں جا گرایا --- آپ برابر دعائیں کرتے رہے اور واقعات شاہد ہیں کہ آپ کی بہت سی دعائیں مستجاب بھی ہوئی ہیں۔

— — — — — — —

—— ✤ ——

محمد صالح نور۔ کراچی

قرآن میں عورت کا بلند مقام

تعلیماتِ قرآنی اور معارفِ الٰہیہ سے عدمِ آگہی کے باعث مغرب کے بعض متعصب طنز نگاروں نے اسلامی معاشرہ سے متعلق جہاں اور بہت سی غلط فہمیوں کو رواج دیا ہے وہاں ایک اعتراض اسلام میں عورت کے مقام کے متعلق بھی کیا جاتا رہا ہے ان اعتراضات کے بالکل برعکس جب ہم اپنے دینِ حنیف کے بنیادی احکامات اور عورت اور مرد کے مساویانہ ارشادات کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ قرآن کریم کی جامع تعلیم میں زندگی کے ہر مرحلہ میں اور ہر شعبہ ہائے زندگی میں عورت کا مقام کہیں بھی مرد سے کم تر بیان نہیں کیا گیا۔ اس دنیوی زندگی میں اعمالِ صالحہ اور افعالِ حسنہ کی بجاآوری کا سوال ہو یا اپنی سیرت کی خوبصورتی سے دوسروں کے لئے نیک نمونہ بننے کا سوال ہو؟ بہترین تربیت سے ایک بے مثال قیادت کو اچھے رنگ میں ابھارنے کا سوال ہو، چار دیواری اور اس سے باہر کے اعمال میں اولاد کی نمو اور پرورش کا سوال ہو اور آئندہ نسل کو آخروی زندگی کو اچھے ثمرات عطا کرنے کا سوال ہو آپ جس رنگ میں بھی اسلامی معاشرہ میں عورت کے مقام کا مطالعہ کریں گے اسے ایک بے مثال اور بے نظیر پائیں گے۔

اس موضوع پر بہت سے مکاتبِ فکر نے اپنے اپنے رنگ میں اس امر کا تجزیہ کیا ہے اور دورِ حاضر میں جہاں نسوانی حقوق کی بہت بات ہو رہی ہے وہاں مختلف انداز سے اس بارے میں خیال آرائی بھی کی جا رہی ہے ہمارا موضوع چونکہ قرآنی تعلیمات ہے اس لئے اسے قرآن آیات کی روشنی میں ہی بیان کیا جا رہا ہے۔ لہٰذا ذیل میں اختصار سے اسلام میں عورت کے ان چند عالی مقامات اور مردوں کے مساوی دنیوی اور آخروی درجات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

• عورت کے قدموں کو فریضۂ حج کا جزو قرار دیا گیا:

اسلام کی خاتون اول حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو آپ کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ جب حضرت ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کے مقام پر خدا تعالیٰ کے فرمان پر تنہا چھوڑ دیا تو حضرت ہاجرہؑ نے پانی کی تلاش اور کسی قافلہ کے آثار معلوم کرنے کے لئے کوہِ صفا اور کوہ مروہ کے چکر لگائے اور اپنی پاک قدموں پر حج بیت اللہ سے مشرف ہونے والا ہر خوش نصیب آج تک سعی کرتا چلا آیا ہے اور جب تک یہ دنیا قائم ہے۔ یہ قدموں کے نشانات اسی طرح روشن رہیں گے اور ہماری اس عظیم ماں کے قدموں پر سعی کرنے کے عوض میں حج کی قبولیت پر جنت کا مژدہ ہر خوش قسمت کو عطا ہوتا رہے گا۔ قرآن کریم میں جنت کی اس راہنما خاتون کی اس سعی کا ذکر اور اس کے پاک قدموں پر سعی کرنے کا حکم یوں وارد ہوا ہے:

> "یقیناً صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کے
> نشانوں (شعائر اللہ) میں سے ہیں
> پس جو شخص خانہ کعبہ کا حج یا عمرہ کرے
> تو اس پر کوئی حرج نہیں کہ وہ ان دونوں
> کا بھی طواف کرے اور جو کوئی شوق
> سے نیکی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بڑا قدردان
> اور جاننے والا ہے۔"
>
> (البقرۃ: ۱۵۸)

یہاں پر اس بلند رتبہ خاتون کے اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان اور الیقان کا ذکر کر دینا بھی ہر دور کی خاتون کی راہنمائی کے لئے ضروری ہوگا کہ جب حضرت ابراہیمؑ نے حضرت ہاجرہؑ کو اس بے آب و گیاہ جگہ پر چھوڑا تو آپ نے صرف اس قدر دریافت فرمایا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ ہمیں یہاں تن تنہا چھوڑ جائیں؟ تو حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا ہاں۔ تو حضرت ہاجرہؑ نے انتہائی اطمینان اور تسکینِ قلب سے جواب دیا کہ "پھر اللہ تعالیٰ ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔"

• عورت پر وحی الٰہی کا نزول:

قرآن کریم میں دو ایسی مقدس اور بلند مرتبہ عورتوں کا ذکر ہے جن پر خدا تعالیٰ کا کلام فرشتوں کے ذریعہ وحی کے رنگ میں نازل کیا گیا۔ اور انہیں اس ذریعہ سے خدا تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا۔ جیسا کہ یہ بات اسلامیات سے شغف رکھنے والوں سے پوشیدہ نہیں ہے کہ ملائکہ کا نزول ایک بہت ہی بلند اور اعلیٰ مقام ہے جو اعمالِ صالحہ کی بجا آوری، صبر و استقلال اور پاکیزہ زندگی گذارنے کے بعد ہی حاصل ہوتا ہے اس کا ذکر قرآن کریم کے مندرجہ ذیل مقامات پر آیا ہے۔

۱۔ "اور ہم نے موسیٰؑ کی ماں کی طرف وحی کی کہ اسے دودھ پلا۔ پھر جب تجھے اس کے متعلق خوف ہو تو اسے دریا میں ڈال دے اور نہ ڈرنا اور نہ غم کرنا ہم اسے تیری طرف واپس لے آئیں گے اور اسے رسولوں میں سے بنائیں گے۔" (القصص۔ ۷)

۲۔ جب ہم نے تیری ماں کی طرف وحی کی جیسے وحی کی جاتی ہے کہ اسے صندوق میں ڈال دے اور پھر اس صندوق کو دریا میں ڈال دے تاکہ میرا اور اس کا دشمن اسے لے لے اور میں نے تجھ پر اپنی طرف سے محبت ڈال دی اور تاکہ میرے روبرو تیری تربیت کی جائے۔" (طٰہٰ۔ ۳۸۔ ۳۹)

۳۔ "جب فرشتوں نے کہا کہ اے مریمؑ اللہ تعالیٰ تجھے اپنی طرف سے ایک کلام کے ساتھ خوشخبری دیتا ہے اس کا نام مسیح ابن مریم ہے جو دنیا اور آخرت میں وجاہت والا اور مقربوں میں سے ہوگا۔"

(آل عمران، ۴۵)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ نبی نہ تھیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پاکبازی کی زندگی گذارنے والا اگرچہ نبی نہ بھی ہو تو بھی اس پر خدا تعالیٰ کا کلام اور وحی الٰہی کا نزول ممکن ہے اور مردوں کے ساتھ ساتھ عورتیں بھی خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں وہ درجہ پا سکتی ہیں جس کے نتیجہ میں ان پر فرشتوں کا نزول اور کلام الٰہی کا نازل ہونا ممکن ہے۔ اب اسلام میں عورت کے لئے یہ مقام کس قدر اعلیٰ اور ارفع رتبہ کی نشاندہی کرتا ہے اور مقامِ غور و فکر یہ بات ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ پر نازل ہونے والی وحی کس قدر قطعی اور یقینی تھی کہ ایک تو انہوں نے اس پر فوراً عمل کیا اور دوسرے جیسے اللہ تعالیٰ نے خبر دی تھی بعینہٖ ویسے ہی ظہور میں آیا۔

• عورت کا تذکرہ انبیاء کی طرح:

قرآن کریم میں متعدد مقامات پر انبیاء کے قصص بیان کرنے کے بعد ان سے نصیحت حاصل کرنے اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی تاکید کی گئی ہے۔ اور تمام انبیاء کے ذکر میں مختلف رنگوں میں اسوۂ حسنہ بیان کئے گئے ہیں تاکہ قیامت تک کے لئے یہ قصص مشعلِ راہ کا کام دے سکیں جیسا کہ فرمایا:

۱۔ "اور اس کتاب میں ابراہیمؑ کا ذکر کر، وہ صدیق نبی تھا جب اس نے اپنے باپ سے کہا اے میرے باپ تو کیوں اس کی عبادت کرتا ہے جو نہ سنتا ہے اور نہ دیکھتا ہے اور نہ تیرے کچھ کام آ سکتا ہے۔" (مریم: ۴۱۔ ۴۲)

۲۔ "اور اس کتاب میں موسیٰ کا ذکر کر وہ ہر کھوٹ سے پاک اور رسول نبی تھا اور ہم نے اسے پہاڑ کی بابرکت جانب سے پکارا اور اسے اپنے راز بتانے کے لئے مقرب بنایا۔"

(مریم ۵۱۔ ۵۲)

ایسے ہی اور بہت سے انبیاء کا ذکر اور ان کی تعلیمات کا بیان متعدد مقامات پر آتا ہے۔ بالکل ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے غیر انبیاء میں حضرت مریمؑ کا ذکر یوں فرمایا ہے:

"اور اس کتاب میں مریمؑ کا ذکر کر کہ جب وہ اپنے لوگوں سے الگ ہو کر ایک مشرقی مکان میں چلی گئی۔ پس اس نے ان سے پردہ کر لیا۔ پس ہم نے اس کی طرف اپنے فرشتے کو بھیجا جو اس کے روبرو پورے انسان کی شکل میں آیا۔"

(مریم ۱۶۔ ۱۷)

انبیاء کی طرح سے قرآن کریم نے عورت کا ذکر کر کے یہ امر واضح کر دیا ہے کہ گو اللہ تعالیٰ نے عورت کے لئے مقامِ نبوت نہیں رکھا تاہم اسے خدا تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل کرنے میں مردوں کے ساتھ مساویانہ حقوق عطا کئے گئے ہیں۔ اور یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔

• دنیاوی زندگی میں قربانیاں دینے اور حصولِ جنت میں مساویانہ حقوق:

ابتدائے اسلام میں شجرِ اسلام کی پرورش کے لئے جہاں مردوں نے بے پناہ قربانیاں دی تھیں وہاں عورتوں نے بھی مقدور بھر کوششیں اس راہ میں کی ہیں۔ اور قبولِ اسلام پر مختلف النوع مشکلات اور مصائب سے انہیں دوچار ہونا پڑتا ہے۔ سفر اور حضر میں۔ امن اور جنگ میں، ہر دو میں عورتیں مردوں کے شانہ بشانہ قربانیوں میں شریک رہی ہیں اس کا ذکر اور اس کے بدلے میں خدا تعالیٰ کی طرف سے انعامات کا ذکر بعینہٖ مردوں کی طرح قرآن کریم نے یوں بیان فرمایا ہے:

"ان کے رب نے ان کی دعا قبول کی کہ میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں

سوم آئندہ جنم لینے والی نسل کے لئے اپنے نقوش قدم سے رہبری اور راہنمائی کا سوال ہے۔

کرتا خواہ وہ مرد ہو یا عورت، تم سب ایک دوسرے کے ساتھی ہو لیس جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں ستائے گئے اور جنگ کی اور مارے گئے۔ میں ضرور ان کی تکلیفوں کو ان سے دور کردوں گا اور میں ضرور ان کو ایسے باغوں میں (جنت) میں داخل کروں گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس اچھا انعام ہے۔"

(آل عمران، ۱۹۵)

تاریخ اسلام کے ہر صفحہ پر عورتوں کی بے پناہ قربانیوں کا ذکر موجود ہے جب وہ اپنی جان ہتھیلیوں پر رکھ کر مردوں کے شانہ بشانہ اسلام کے فروغ کے لئے اور دین حقہ کی اشاعت کے لئے ہر میدان میں پیش پیش رہی ہیں اس وجہ سے وہ بلند مقام کی مستحق ٹھہرتی ہیں:

اعمال صالحہ اور اس کی جزا میں

مساوی مقام:

قرآن کریم نے جہاں بھی اُخروی انعامات کا ذکر فرمایا ہے وہاں صرف نیک اعمال اور ایمان کو لازمی شرط قرار دیا ہے۔ اور خاص طور پر اس کا تذکرہ کر دیا ہے کہ نیک اعمال کا بجا لانے والا اور ایمان کی لازوال نعمت سے مالا مال فرد خواہ عورت یا مرد ہو اس کو اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائیگا وہ بدلہ اس دنیا میں ایک نیک اور پاک زندگی کا عطا کیا جانا ہو یا اس زندگی کے بعد اخروی زندگی میں مقامات عالیہ ہوں دونوں لحاظ سے کسی کو دوسرے پر فضیلت نہیں ہو سکتی اور ایک سا مساویانہ سلوک روا رکھا جائیگا۔ مندرجہ ذیل مقامات اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں۔

۱۔ "اور جو بھی اعمال صالحہ بجا لائے خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو تو یہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان سے ذرہ برابر بھی زیادتی نہیں کی جائے گی۔" (النساء۔ ۱۲۴)

۲۔ "اور جو کوئی بھی اچھا عمل کرتا ہے مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہے، ہم یقیناً اسے پاک زندگی میں زندہ رکھیں گے اور ہم انہیں بہترین اعمال کا جو وہ کرتے تھے اجر دیں گے۔" (النحل، ۹۷)

۳۔ "اور جو نیکی کرتا ہے مرد ہو یا عورت، اور وہ مومن ہو تو وہی بہشت میں داخل ہوں گے اور اس میں بے حساب رزق دیئے جائیں گے۔"

(المومن ۴۰)

مذکورہ بالا آیات میں کس وضاحت سے اس امر کو بیان فرمایا گیا ہے کہ اعمال حسنہ کی جزا میں عورتوں اور مردوں میں کوئی فرق نہیں ہے اور نہ صرف یہ کہ آخرت میں بلند مرتبہ عطا کیا جانے کا ذکر ہے بلکہ اس زندگی میں ایسے مقامات دینے کا ذکر فرمایا ہے جسے حیات طیبہ کے نام سے موسوم کیا جا سکے گا اور تاریخ اس امر پر شاہد ہے کہ مسلم خواتین نے اپنے اعمال حسنہ سے ایسے ایسے بلند مقامات اور درجات حاصل کئے ہیں جو بعض لحاظ سے مردوں کے لئے بھی مشعل راہ ثابت ہوتے ہیں۔

صفات حسنہ کے حامل مرد اور عورت خدا کی نظر میں ایک ہیں

جو اعلیٰ صفات اللہ تعالیٰ کے نزدیک مردوں کو بلند مقام اور قرب پر پہنچا سکتی ہیں قرآن کریم نے عورتوں کو بھی اس میں شریک بنایا ہے اور یہ بتلانا مقصود ہے کہ عورتیں بھی مقامات عالیہ کے حصول میں کسی طرح بھی مردوں سے کم نہیں ہیں اور ان کے اجر کے طور پر جو کچھ اس دنیا میں اور بعد میں آخرت میں ملنے والا ہے ان میں دونوں برابر کا مقام رکھتے ہیں۔ مندرجہ ذیل مقام پر قرآن کریم نے بہت وضاحت سے اس کو بیان فرمایا ہے:

"مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، اور مومن مرد اور مومن عورتیں۔ اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں اور صدق دکھانے والے مرد اور صدق دکھانے والی عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں۔ اور خدا کا خوف رکھنے والے مرد اور خدا کا خوف رکھنے والی عورتیں اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور پاکدامنی اختیار کرنے والے مرد اور پاکدامنی اختیار کرنے والی عورتیں اور اللہ تعالیٰ کا بہت ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور بہت بڑا اجر تیار کیا ہے۔"

(الاحزاب ۳۵)

کس قدر حیرت کی بات ہے کہ باوجود قرآن کریم کی اس درجہ واضح اور صریح تعلیم کے بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ عورتیں مقامات عالیہ کے حصول میں مردوں کے ہم پایہ نہیں ہو سکتیں جب کہ کلام الٰہی اس خیال کی پُرزور تردید کرتا نظر آتا ہے۔ اور تمام امور اور صفات میں مردوں کے برابر مقام عنایت فرمانے کا وعدہ فرماتا ہے۔

● دینی اور دنیاوی ترقیات میں مساوات مرد و زن:

اسلام میں دینی اور دنیاوی دونوں میدانوں میں مردوں اور عورتوں کے لئے مساوی حقوق رکھے ہیں۔ جو بھی جس قدر محنت کرتا ہے اسے اس کے مطابق اس کا بدلہ عطا کیا جاتا ہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت یعنی اکتساب کی راہیں کھلی ہیں جنس کی وجہ سے کسی قسم کی رکاوٹ روا نہیں رکھی گئی۔ اور ہر کسی کی سعی و کاوش کا اسے بدلہ دیا جائے گا۔ سوال صرف محنت، کوشش، مستقل مزاجی اور لگن کا ہے اس مضمون کو قرآن کریم میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

"اور اس کی آرزو نہ کرو جس سے اللہ تعالیٰ نے تم کو ایک دوسرے پر فضیلت دی ہے مردوں کا حصہ وہ ہے جو وہ کمائیں اور عورتوں کا حصہ وہ ہے جو وہ کمائیں اور اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگتے رہو اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔"

(النساء ۳۲)

اس مقام پر ایک حدیث کا تذکرہ بھی فائدے سے خالی نہ ہوگا جس سے عورتوں کے مخصوص و مختلف حالات کی وجہ سے خدا تعالیٰ کی طرف سے مزید اجر عنایت کئے جانے کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔

"ایک موقعہ پر عورتوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مردوں کو جہاد کا موقعہ ملتا ہے اس طرح وہ ہم پر سبقت لے جا کر بہت سارے ثواب حاصل کر لیتے ہیں اور راہ خدا میں بڑے کام کر سکتے ہیں تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے حاملہ عورت کے لئے اس شخص کا اجر ہے جو دن کو روزے رکھتا ہے اور رات کو ذکر الٰہی میں قیام کرتا ہے پھر جب عورت بچہ جنتی ہے تو کوئی نہیں جانتا کہ اس کے لئے کس قدر اجر ہے۔ پھر جب وہ دودھ پلاتی ہے تو ہر ایک مرتبہ جب بچہ دودھ پیتا ہے تو اسے ایک جان کو زندگی دینے کا اجر عطا کیا جاتا ہے۔"

● ترکہ میں مردوں اور عورتوں کو حصہ دار بنایا گیا ہے:

زمانہ ما قبل اسلام میں عورت کا کوئی مقام نہ تھا۔ اول تو جاہلیت کے زیر اثر بچیوں کو زندہ درگور کر دیا جاتا تھا اور پھر عورتوں کو سربازار نیلام کیا جاتا تھا اور جب کوئی مر جاتا تو عورتوں کو گھر کے سامان کی طرح تقسیم کر دیا جاتا تھا اسلام نے عورت کو ایک مقام عطا کیا اور اسے عزت اور توقیر عطا کی اور ماؤں۔ بہنوں۔ بیٹیوں کی عزت کی تعلیم دی اور خود حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا طریق تھا کہ جب آپ کی بیٹی فاطمہ آپ کے پاس تشریف لاتیں تو آپ اس کے احترام میں کھڑے ہو جاتے اور چادر بچھا کر انہیں بٹھاتے۔ ایک غزوہ میں آپ کی دودھ بہن شیما عورتوں کے ساتھ گرفتار ہو کر آئیں تو ان کا احترام کیا اور تمام مستورات کو باعزت طریق سے واپس ان کے قبیلے میں بھجوا دیا۔ ایسے ہی غزوات میں عورتوں کے احترام کا سبق دیا۔

اسلام نے ترکہ میں جیسے مردوں کے حصص مقرر کئے ہیں ایسے ہی عورتوں کے حصے بھی مقرر فرمائے ہیں اور انہیں اس حق سے محروم نہیں رکھا۔ جیسے قرآن کریم میں فرمایا ہے:

"مردوں کے لئے اس میں سے ایک حصہ ہے جو ان کے والدین رشتہ دار چھوڑیں اور عورتوں کے لئے بھی ایک حصہ ہے جو ان کے ماں باپ اور رشتہ دار چھوڑیں خواہ وہ تھوڑا ہو یا بہت ایک مقررشدہ حصہ۔" (النساء۔ ۷)

مردوں اور عورتوں کو پردہ کا مساوی حکم ہے:

اسلام نے اپنی تعلیمات میں پاکدامنی اور عفت پر بہت زور دیا ہے کہ یہی معاشرہ کو تمام انواع کے عیوب سے پاک رکھنے کے لئے شرط اوّل ہے۔ اور یہ طریق اختیار کرنے میں مردوں اور عورتوں کو برابر کا رویہ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور جہاں شرم و حیا کا شیوہ اپنانے کے لئے عورتوں کو کہا گیا ہے وہاں مردوں کو بھی اسی انداز کو اپنانے کی تعلیم دی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"مومنوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لئے زیادہ پاکیزہ ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے خبردار ہے جو وہ کرتے ہیں اور (ایسے ہی) مومن عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو عادتاً کھلا رہتا ہے اور چاہیئے کہ اپنی اوڑھنیاں اپنے سینوں

(بقیہ صفحہ ۱۵ پر)

از قلم نصیر احمد فاروقی، لاہور

گاہے گاہے باز خواں ایں قصہ پارینہ را

جیسا کہ میں قسط اول میں لکھ چکا ہوں یہ سلسلہ مضامین مَیں جناب میاں فضل احمد صاحب افسر اعلیٰ اخبارات کی فرمائش پر لکھ رہا ہوں جنھوں نے مجھے ارشاد فرمایا تھا کہ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی سوانحعمری موسومہ بہ "مجدد اعظم" سے ایسے اقتباسات اخذ کر کے لکھوں جو احباب جماعت کے دلوں کو گرما دیں اور انہیں حضرت بانیٔ سلسلہ کے نقش قدم پر چلنے کی تحریک کریں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ میں اس کام میں کہاں تک کامیاب ہوں گا مگر تعمیلِ حکم میں مَیں قسط اول میں حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی صاحب کی "ایک درد بھری دُعا" نقل کر کے بھیج چکا ہوں۔ اگر اس دعا نے دلوں کو نہیں پگھلایا تو میں کیا امید کر سکتا ہوں کہ اگلی قسطیں زیادہ مؤثر ہوں گی؟ اصل میں دلوں پر اللہ تبارک و تعالیٰ کا فضل ہو تو ہی خاطر خواہ اثر ہوتا ہے ورنہ نہیں۔ سو اسی مقلب القلوب کے پاک نام سے میں اس سلسلہ کو جاری رکھتا ہوں۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

میں نے کتاب "مجدد اعظم" کو کھول کر پڑھنا شروع کیا تو میری نظر کتاب مذکور کے مصنف حضرت ڈاکٹر بشارت احمد مرحوم و مغفور کی لکھی ہوئی تمہید پر پڑی۔ اس کتاب کو مَیں کئی دفعہ پہلے پڑھ چکا ہوں مگر اس بار کتاب کی تمہید کے الفاظ نے میرے دل پر خاص اثر ڈالا۔ اسی لئے میں اس تمہید کے کچھ حصے نقل کر کے بھیج رہا ہوں کیونکہ ان کا بھی دل پہ وہی اثر ہوتا ہے جو ادارۂ پیغام صلح چاہتا ہے۔ میرے ان ابتدائی کلمات کے بعد کی عبارت حضرت ڈاکٹر بشارت احمد مرحوم کی زبان سے ہے۔

حضرت ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے کتابوں اور رسولوں کو بھیجا اور سب سے آخر میں ہمارے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بھیجا اور قرآن جیسی کامل کتاب ہمیں عطا فرمائی۔ اور اس خاتم الانبیاء صلعم کے دین کی حفاظت اور اشاعت اور خدمت کے لئے مجددین امت کا سلسلہ چلایا جن میں سے ایک ۔۔۔ مجدد حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی تھے ۔۔۔۔"

حضرت مرزا صاحب کے زمانہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب مرحوم لکھتے ہیں:

"خدا پر زندہ ایمان، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق۔ قرآن کریم سے محبت اور دین کی خدمت و حفاظت و اشاعت میں بے انتہا جوش کا جو نظارہ ہماری آنکھوں نے دیکھا ہے ناممکن ہے کہ کوئی قلم اس کو دکھا سکے لیکن جب مَیں نے دیکھا کہ وہ مقدس زمانہ تاریخ کے لحاظ سے ہم سے دور ہوتا چلا جاتا ہے اور اس کو دیکھنے والے بھی سفر کرتے جاتے ہیں اور دشمنوں ۔۔۔۔ اور غالی دوستوں نے بوجہ غلو اور خوش عقیدگی اس راستباز انسان کی تصویر اس قدر غلط ۔۔۔ بنا کر پیش کی ہے جس سے ایک حق پرست انسان کا دل غم اور رنج سے خون ہو جاتا ہے اور آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہہ نکلتے ہیں تو میں نے مناسب سمجھا کہ اس برگزیدۂ الٰہی کی صحیح تصویر اس کتاب کے ذریعہ جس کا نام "مجدد اعظم" ہے پیش کر دوں۔"

اس کتاب کی تالیف پر جناب الٰہی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے حضرت ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

"میرے پاس اللہ تعالیٰ کے اس انعام و احسان کا شکر کرنے کے لئے الفاظ نہیں ہیں کہ باوجود میری خرابیٔ صحت و ضعف اور میری بے مائگی و کم علمی کے اس سوانحعمری کی تالیف کے اوقات میں جناب الٰہی نے اپنے فضل اور رحمت سے مجھے قوت اور روشنی بخشی یہاں تک کہ میں گھنٹوں لکھتا تھا اور تکان بہت کم محسوس کرتا تھا۔ بلکہ مجھے ایک قسم کی فرحت ہوتی تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ رُوحانیت کا ایک چمن ہے جس کے اندر میں گلگشت میں مصروف ہوں یا علم و حکمت کے موتی ہیں جنہیں میں لوٹ رہا ہوں۔ حضرت اقدس مرزا صاحب کے قادیان کے اس نقشہ کو جو کبھی جیتا جاگتا ہوتا چلتا پیش نظر ہوا کرتا تھا اس سوانح کے ذریعہ باطن کی آنکھ نے دوبارہ ایک رُوحانی فلم کی طرح سامنے سے گذرتا دیکھا۔ دل کی آنکھ نے ان مقدس بزرگوں کی پھر زیارت کی جو اس تحریک کے رُوح رواں تھے۔ ان کی علم و معرفت سے پُر باتیں دل کے کانوں نے پھر سنیں۔ خواب کی طرح اس فلم کے دیکھنے میں مَیں مصروف تھا جو ڈراپ سین گرا اور مجھے پتہ لگا کہ وہ پیکرِ قدس پھر چلا گیا جس کو میرے دل کی آنکھ دیکھ رہی تھی اور جس کی توحید و حکمت کی باتیں میرے دل کے کان سُن رہے تھے یعنی کتاب ختم ہو گئی اور اس کے ساتھ ہی میرے دل کا وہ زخم جو حضرت اقدس کے اس دنیا سے رخصت ہونے پر لگا تھا پھر لہرا ہو گیا اور بے اختیار ایک آہ کے ساتھ وہ شعر پھر زبان سے نکل گیا جو میں اکثر زبان حال سے پڑھتا رہتا ہوں ؎

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

حضرت اقدس کا زمانہ روح افزا اور دلکش سما ایسا نہ تھا جس پر اس قدر ڈراپ سین گر جاتا مگر ہماری محرومیٔ قسمت کہ ہمیں پتہ نہ لگا اور وہ خدا کا پیارا چل دیا۔ گو اس نے پہلے سے اعلان کر دیا تھا کہ میں جانے والا ہوں مگر ہمیں کب یقین آتا تھا۔ اب جو سوانحعمری ختم ہوئی تو پھر وہی رنج تازہ ہو گیا لیکن ساتھ ہی اس فرض کی ادائیگی پر میری روح نے یہ عرض کرتے ہوئے سجدۂ شکر ادا کیا کہ مولا تیرا یہ فضل تھا جو یہ کتاب لکھی گئی اور اب تو ہی ہے جو اپنے دربار میں اسے قبول فرما کر محض اپنے فضل سے اس کی قبولیت اور نیک اثر کو لوگوں کے دل میں ڈال دے اور حق کو واضح کر دے اور دین کی خدمت کے لئے (لوگوں) کے دلوں کو گرما دے ۔۔۔۔"

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے جس جذبہ اور درد بھرے دل سے اُوپر کا نوٹ لکھا ہے اس نے میرے دل پر بہت اثر کیا اور اسی لئے میں نے اس یادِ رفتگاں کے سلسلۂ مضامین کو اس تمہیدی نوٹ سے محروم نہ رکھنا چاہا۔ میں نے اس لئے بھی اس تمہیدی نوٹ کو نقل کیا ہے تا قارئین دیکھیں کہ وہ کیا مبارک زندگی تھی جسے حضرت ڈاکٹر صاحب نے اپنی کتاب میں سمو کر اَمر کر دیا ہے۔ اور جس خلوص اور قابلیت سے حضرت ڈاکٹر صاحب نے اس سوانحعمری کو لکھا ہے اس کو کیا قبولیت نصیب ہوئی اس کا مختصراً ذکر کر کے میں اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔

اگرچہ میں نے کئی ایک سوانح عمریاں اردو اور انگریزی زبانوں میں لکھی ہوئی پڑھی ہیں مگر میری حقیر رائے میں حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی لکھی ہوئی سوانحعمری "مجدد اعظم" نامی سب سے نمبر لے گئی ہے۔ مگر لوگ مجھے کہہ سکتے ہیں کہ تم تو حضرت ڈاکٹر صاحب کے فرزند ہو اس لئے تمہاری رائے طرفداری پر مبنی ہو سکتی ہے۔ اس لئے میں دو نہایت ثقہ بزرگوں کی رائے لکھتا ہوں جو حضرت ڈاکٹر صاحب کے دور کے بھی رشتہ دار نہ تھے۔

پہلی رائے تو مجھے اتفاقیہ طور پر یوں معلوم ہوئی کہ چند سال ہوئے ہمارے سالانہ اجتماع پر جو اُن دنوں احمدیہ بلڈنگس لاہور میں ہوتا تھا میں دارالکتب کے بک سٹال پر کھڑا کتابوں کی ورق گردانی کر رہا تھا کہ میرے پیچھے سے کچھ مانوس سی آواز آئی۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو ایک صاحب ایک اور شخص کو جو اسی بک سٹال سے کتاب "مجدد اعظم" خرید کر اپنے ہاتھ میں لئے کھڑے تھے یوں لبے:

"ڈاکٹر صاحب نے یہ سوانحعمری لکھ کر قلم توڑ دی ہے۔ اب کیا کوئی اور حضرت اقدس کی سوانحعمری لکھے گا؟!"

اس رائے کا اظہار کرنے والے بزرگ حضرت مولانا صدرالدین صاحب تھے جو اُن دنوں ہماری انجمن کے سینیئر وائس پریذیڈنٹ تھے۔ حضرت مولانا سے بڑھ کر غیر جانبدار رائے کس کی ہو سکتی ہے؟

دوسری رائے مجھے یوں ملی۔ چند سال ہوئے میں اپنے مکان میں بیٹھا ٹیلی فون کر رہا تھا کہ باہر کے دروازہ سے بجلی کی گھنٹی آئی۔ میرے ملازم نے جا کر دروازہ کھولا اور ایک اجنبی صاحب کو اندر لا کر میرے ڈائننگ روم میں بٹھا دیا۔ میں ٹیلی فون سے فارغ ہوا تو ان صاحب سے ملنے اپنے ڈرائنگ روم میں گیا۔ مجھ کو دیکھ کر وہ صاحب کھڑے ہو گئے۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر مصافحہ کیا اور ہم بیٹھ گئے تو میں نے کہا: "معاف کیجئے گا میں نے آپ کو پہچانا نہیں"۔ ان صاحب نے جب اپنا تعارف کرایا تو معلوم ہوا کہ وہ قادیانی جماعت کے ایک بلند پایہ ممبر ہیں (میں ان صاحب کا نام یہاں لکھنا پسند نہیں کرتا ہوں کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ قادیانی جماعت کو جو ہم سے مخالفت ہے اس کی وجہ سے ممکن ہے کہ ان خیالات کے اظہار کی وجہ سے جو میں آگے لکھوں گا ان صاحب کی پوزیشن خراب ہو جائے)۔ اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے میں نے پوچھا "فرمائیے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں"

(بقیہ صفحہ ۱۵ کالم ۲ پر)

آمنہ زاہدہ بشیر

احمدیہ تحریک کا تاریخی جائزہ

قسط نمبر (3)

لاہور آنے کے بعد حضرت مولانا محمد علی نے احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ (حال نشتر روڈ) میں قیام کیا یہیں پر احمدیہ انجمن لاہور کی بنیاد رکھی۔ انہوں نے ۲۲ اپریل ۱۹۱۴ء کے اخبار پیغام صلح میں لکھا:-

"اس خیال سے تا قوم کی طاقت کو اپنے اصل مقصد کی طرف لگایا جائے اور اس خیال سے کہ اہل قبلہ کے کفر کا مسئلہ اشاعت (دین) اور سلسلہ کی ترقی میں خطوہ ہے اور جو کام اشاعت (دین) کا اس وقت یورپ میں شروع کیا گیا ہے اس میں حرج واقع نہ ہو۔ یہ مناسب سمجھا گیا ہے کہ علاوہ اس کام کے جو صدر انجمن احمدیہ کے تحت مل کر افراد سلسلہ کر رہے ہیں ایک انجمن لاہور میں اشاعت (دین) کی غرض سے بنائی جائے جس کا مقصد سلسلہ کی اصل غرض کو جو اشاعت (دین) ہے قوت دینا ہو اور اس کام کو ایک مستحکم بنیاد پر رکھ کر نئے جوش کے ساتھ اس میں وہ سب احباب شریک ہوں جو عام اہل اسلام اہل قبلہ کلمہ گوؤں کو کافر نہیں کہتے ۔۔۔۔ چنانچہ اسی بنیاد پر توکلاً علی اللہ ایک انجمن کی بنیاد رکھ دی گئی ہے۔۔

۔۔ جس صورت میں اصل غرض ہمارے سلسلہ کی جو بار بار ہمارے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرما چکے ہیں اشاعت (دین) ہی ہے اس لئے ہم جس قدر بھی زور اشاعت (دین) پر لگا سکیں اور جس قدر بھی اپنے مالوں اور جانوں کو اس کام کے لئے وقف کر سکیں تھوڑا ہے میرے دوستو! (دین) سخت مصائب کے نیچے ہے اس کی اشاعت کرنا یہ ایک ایسا عظیم الشان کام ہے کہ ابھی تک جو تم نے اس بارے میں کیا وہ درحقیقت ایک پہلا قدم ہے اگر دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد میں سچے ہو تو آؤ اور پورا زور اس رسّی کے کھینچنے میں لگاؤ ۔۔۔۔ یہ مت خیال کرو کہ تم تھوڑے ہو۔ ہمت رکھو ہے تعداد بیکار نہیں ۔۔۔۔۔ اللہ کا اذن تبھی ہوگا جب تم اپنی طرف سے کوئی کمی نہ رکھو ۔۔۔ ظاہری کوشش بھی کرو اور باطنی بھی یعنی دعاؤں میں مصروف ہو جاؤ۔"

۱۲ اپریل ۱۹۱۴ء کو میاں صاحب نے چند خاص آدمیوں کے ایک اجلاس میں صدر انجمن احمدیہ پر وہ زہر چلایا جس سے اس کی جڑیں کٹ جاتی تھیں یعنی انجمن کے قاعدہ ۱۸ میں جو کہ حسب ذیل تھا:-

"ہر ایک معاملہ میں مجلس معتمدین ۔۔۔۔ اور صدر انجمن احمدیہ اور اس کی کل شاخہائے کے لئے حضرت بانی سلسلہ کا حکم قطعی اور ناطق ہوگا۔"

یہ تجویز کی گئی کہ حضرت مرزا صاحب کی جگہ "حضرت خلیفۃ المسیح مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفہ ثانی" کے الفاظ درج کئے جائیں۔ اس بات کی اطلاع حضرت مولانا محمد علی کو پہنچی تو آپ نے ۱۲ اپریل کے پیغام صلح میں ایک کھلا اعلان شائع کیا جس کا عنوان تھا:

"صدر انجمن احمدیہ قادیان

انا للہ وانا الیہ راجعون

اور بتایا کہ کس طرح اس تبدیلی سے اس انجمن کا جو حضرت صاحب نے بنائی تھی وجود ختم ہو جائے گا لیکن میاں محمود احمد صاحب نے اپنی تجویز کو ۲۶ اپریل کے اجلاس معتمدین میں اپنے بیعت کردہ ممبران کی کثرت رائے سے پاس کروا لیا جس پر ۵ مئی ۱۹۱۴ء کے پیغام صلح میں مولانا محمد علی صاحب، ڈاکٹر مرزا صاحب، ڈاکٹر شاہ صاحب وغیرہم کی طرف سے ایک اعلان شائع ہوا جس میں تمام معاملے کی پوری وضاحت کی گئی اور اس اعلان کو ان الفاظ پر ختم کیا گیا۔

"اب صدر انجمن ٹوٹ گئی ہے جس کے قواعد کی بے حرمتی کی گئی ہے اور ایک غیر مامور کو مامور کا رتبہ دے دیا گیا ہے اور پھر زکوٰۃ اور اشاعت (دین) کے فنڈ جو حضرت مرزا صاحب کی زندگی میں بھی کلیۃً انجمن کے تصرف میں تھے اب میاں محمود احمد صاحب کے تصرف میں چلے گئے ہیں۔ چونکہ ہم قانونی چارہ جوئی کر کے قوم کی طاقت اور روپیہ کو برباد کرنا نہیں چاہتے اس لئے ہم اپنی بیزاری کا اعلان شائع کرتے ہیں اور اس اعلان کے ذریعے اپنے فرض سے سبکدوش ہوتے ہیں اور خدا کے نزدیک بری الذمہ ہیں کیونکہ کسی قانونی صورت کو اختیار کرنے میں بجائے فائدہ کے نقصان زیادہ نظر آتا ہے۔"

ان حالات کے اندر مورخہ ۳ مئی ۱۹۱۴ء کو احمدیہ انجمن ۔۔۔ لاہور کا باقاعدہ قیام ہوا اور ۳ مئی ۱۹۱۴ء کو ہی اس کی معتمدین کا پہلا اجلاس ہوا۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے قواعد انجمن پیش کئے جو پاس ہوئے مولانا محمد علی صاحب کو امیر قوم اور پریذیڈنٹ منتخب کیا گیا۔

ان تمام حالات سے واضح ہو گیا کہ اختلاف کے ڈیڑھ ماہ بعد تک مولانا محمد علی صاحب اور آپ کے رفقاء کی یہی کوشش رہی کہ کسی طریق پر جماعت کی سالمیت برقرار رہے حتیٰ کہ میاں محمود احمد صاحب کو امیر جماعت ماننے کی پیشکش بھی کی گئی مگر اس شرط پر کہ وہ حضرت مرزا صاحب کے ارشادات کے خلاف مختار کل خلیفہ نہ بن جائیں کیونکہ ایک تو یہ الوصیت کے خلاف تھا اور دوسرے میاں صاحب نے ایک خطرناک عقیدہ تمام مسلمانوں کے کفر کا گھڑ لیا تھا مگر جب میاں صاحب نے انجمن کے قواعد کو بدل کر مختار کل خلیفہ کی حیثیت اختیار کی تو مجبوراً صدر انجمن احمدیہ سے علیحدہ احمدیہ انجمن ۔۔۔ لاہور کو قائم کیا گیا۔

باقی یہ سوال رہ جاتا ہے کہ جب حضرت صاحب نے انجمن کے فیصلوں کو قطعی قرار دیا اور اسی انجمن نے میاں محمود احمد صاحب کو ایک مختار کل خلیفہ بنا لیا تو اس سے ان کا ماننا ضروری ہو گیا۔ اس بات کا جواب ۵ مئی ۱۹۱۴ء والے اعلان میں وضاحت سے دیا جا چکا ہے اور یہ ثابت کر دیا گیا ہے کہ چونکہ حضرت صاحب نے یہ حدود رکھ کر اس انجمن کو قائم کیا تھا کہ آپ کے بعد کوئی شخص واحد آپ کا جانشین نہ ہوگا اس لئے انجمن خود اپنے قواعد کے ہی مطابق حضرت صاحب کے فیصلہ کے خلاف نہ کر سکتی تھی۔ اور آپ کی مقرر کردہ حدود کو توڑنے کی مجاز نہ تھی۔

میاں صاحب کے من گھڑت عقائد جو حضرت صاحب کے عقائد کے سراسر خلاف تھے کی نشر و اشاعت کی وجہ سے خود حضرت صاحب کی پوزیشن مشتبہ ہو رہی تھی۔ اور اشاعت دین کے راستے میں قادیانی غلو اس طرح حائل ہو رہا تھا کہ بہت سے غیر از جماعت لوگ جماعت احمدیہ میں شامل ہونے یا اس کی کسی رنگ میں امداد کرنے سے اس لئے ہچکچاتے تھے کہ ان کو یقین نہ ہوتا تھا کہ حضرت بانی سلسلہ کی تعلیم وہ ہے جو جماعت لاہور پیش کر رہی ہے۔ اپریل ۱۹۱۴ء میں حضرت مولانا محمد علی نے میاں صاحب کو چیلنج دیا کہ وہ ان تین مسائل کے متعلق جس طرح چاہیں ثالثوں کو رکھ کر یا بغیر ثالثوں کے یہ بحث کر لیں کہ ہم دونوں میں سے کس کا مسلک حضرت مرزا صاحب کے مسلک کے خلاف ہے یعنی ۱۔ کفر و اسلام، ۲۔ نبوت اور ۳۔ خلافت۔ لیکن بحث تحریری ہو میں خود اکیلا لکھوں گا۔ میاں صاحب اپنے ساتھ جتنے آدمی چاہیں رکھ لیں۔ مئی ۱۹۱۴ء میں پھر اس کو دوہرایا لیکن میاں صاحب نے کوئی توجہ نہ دی اور الفضل کی ۲۴ جولائی ۴۰ء کی اشاعت میں لکھا:-

"جہاں تک مجھے یاد ہے وہ (مولانا محمد علی صاحب) غالباً ۱۵ء سے یہ طریق پیش کر رہے ہیں۔ اور اس طرح ۲۴ سال ان کی اس تجویز پر گذر چکے ہیں۔ اور میں نے اس ۲۴ سال کے عرصے میں قبول نہیں کیا۔ اور اس پر دلیل یہ دی۔ مذہبی عقائد کے بارے میں میں اپنی بیوی۔ بیٹیوں اور بھائیوں کا فیصلہ بھی منظور کرنے کو تیار نہیں ۔۔۔۔ میرے عقیدے کا سوال میرے لئے ہے اور میں اس میں کسی دوسرے کا فیصلہ کیوں قبول کروں۔"

قادیانی عقیدہ دوبارہ نبوت حضرت مرزا صاحب قادیانی کب بنایا گیا؟ ان مسائل پر جماعت کے ادوار ماضی میں بہت مفصل بحث ہو چکی ہے اور اس مضمون پر سب سے جامع کتاب مولانا محمد علی صاحب کی النبوۃ فی الاسلام ہے جس کا کوئی جواب جماعت قادیان کی طرف سے نہیں نکلا لیکن حضرت مولانا محمد علی کی زندگی میں جماعت قادیان کے ساتھ بحث و دعوت مقابلہ کے لئے بار بار تحریک کی گئی جو ایک الگ مستقل مضمون ہے۔ تفصیلی ذکر آئندہ آئے گا۔ اس لئے ان قارئین کی اطلاع کے لئے جو سب کتابوں کو نہیں پڑھ سکتے مختصراً اتنا بیان کر دینا ضروری ہے کہ بانی سلسلہ احمدیہ نے جب مامور ہونے کا دعویٰ کیا تو اس کے ساتھ ہی نبوت کے دعوے سے انکار بھی کیا ہے اور یہاں تک لفظاً اپنے قلم سے لکھ دیا کہ "ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں۔" آپ کی تحریروں میں

بعض لفظ ایسے آئے ہیں جن سے مخالف مولویوں نے مراد دعوٰئے نبوت لیا اور اس وجہ سے آپ پر کفر کے فتوے لگائے گئے جن کے جوابات حضرت مرزا صاحب نے نہایت صفائی سے اور بار بار واضح کر کے دیئے اور جو جوابات دیئے ہیں ان میں سے چند مثالیں یہ ہیں:

"نبوت کا دعوٰی نہیں بلکہ محدثیت کا دعوٰی ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے۔"

(ازالہ اوہام ص ۴۲۱)

"ان لوگوں نے مجھ پر افترا کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبوت کا دعوٰی کرتا ہے۔"

(حمامۃ البشریٰ ص ۸)

"میرا نبوت کا کوئی دعوٰے نہیں یہ آپ کی غلطی ہے۔" (جنگ مقدس ص ۶۷)

"اگر یہ اعتراض ہے کہ میں نے نبوت کا دعوٰی کیا ہے ۔۔۔۔ تو بغیر اس کے کیا کہیں کہ لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین المفترین"

(انوار الاسلام ص ۳۴)

"افترا کے طور پر ہم پر یہ تہمت لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے نبوت کا دعوٰے کیا ہے۔"

(کتاب البریہ ص ۱۸۱)

مکفرین کے اعتراضوں میں سے ایک اعتراض یہ ہے کہ یہ شخص نبوت کا مدعی ہے ۔۔۔۔ اللہ جانتا ہے کہ ان کا یہ قول صریح کذب ہے

(حمامۃ البشریٰ ص ۷۹-۸۱)

"میں ۔۔۔۔ صاف صاف اقرار ۔۔۔۔ اس ۔۔۔۔ میں کرتا ہوں کہ جناب خاتم الانبیاء صلعم کی ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بے دین اور دائرۂ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔"

(مجموعہ اشتہارات جلد ۲ ص ۲۳۳)

"سو حقیقت جس کی میں علےٰ رؤس الاشہاد گواہی دیتا ہوں یہی ہے جو ہمارے نبی صلعم خاتم الانبیاء ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ کوئی پرانا اور نہ کوئی نیا۔"

(انجام آتھم حاشیہ ص ۲۷)

"کیونکہ قرآن شریف میں خدا تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام خاتم النبیین رکھ کر اور حدیث میں خود آنحضرت صلعم نے لا نبی بعدی فرما کر اس امر کا فیصلہ فرما دیا کہ کوئی نبی نبوت کے حقیقی معنوں کی رو سے آنحضرتؐ کے بعد نہیں آسکتا۔"

(کتاب البریہ حاشیہ ص ۱۸۴)

چونکہ حضرت مرزا صاحب مدعی نبوت نہیں تھے اس لئے انہوں نے واضح الفاظ میں تحریر فرما دیا کہ:۔

"ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوٰی کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا اس لئے میں کسی کلمہ گو کا نام کافر نہیں رکھتا۔"

(تریاق القلوب)

"پھر اس جھوٹ کو تو دیکھو کہ ہمارے ذمے یہ الزام لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے بیس کروڑ مسلمانوں اور کلمہ گوؤں کو کافر ٹھہرایا ہے۔ حالانکہ ہماری طرف سے تکفیر میں سبقت نہیں ہوئی۔ خود ان کے علماء نے ہم پر کفر کے فتوے لکھے اور شور ڈالا کہ یہ لوگ کافر ہیں ۔۔۔۔ کیا کوئی مولوی یہ ثبوت دے سکتا ہے کہ کوئی اشتہار یا رسالہ ان لوگوں کے فتوٰی کفر سے پہلے ہماری طرف سے شائع ہوا جس میں ہم نے مخالف مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا ہو ۔۔۔۔ یہ کس قدر خیانت ہے کہ کافر ٹھہرائیں آپ اور پھر ہم پر یہ الزام لگائیں کہ ہم نے تمام مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا ہے۔"

(حقیقۃ الوحی ص ۱۲۰)

"ڈاکٹر عبدالحکیم ۔۔۔۔ میرے پر یہ الزام لگاتا ہے کہ گویا میں نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ جو شخص مجھ پر ایمان نہیں لائے گا گو وہ میرے نام سے بے خبر ہوگا اور ایسے ملک میں ہوگا جہاں میری دعوت نہیں پہنچی تب بھی وہ کافر ہو جائے گا ۔۔۔۔ یہ ڈاکٹر صاحب کا سراسر افترا ہے میں نے کسی کتاب یا اشتہار میں ایسا نہیں لکھا ہے۔"

(حقیقۃ الوحی ص ۱۷۸)

"اگر کوئی اور نبی نیا یا پرانا آوے تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیونکر خاتم الانبیاء ہیں۔"

(ایام الصلح ص ۴۷)

حضرت بانیٔ سلسلہ کے عقائد کے بارے میں بعض حوالجات مذکورہ مشتے نمونہ از خروارے قارئین کرام کے مطالعہ میں آئے۔ یہی عقائد آپ کے اصل متبعین ممبران احمدیہ انجمن لاہور کے ہیں۔ خود اکابرین قادیان کے بھی یہی عقائد تھے اور تو اور خود میاں محمود احمد صاحب کے اپنے عقائد بھی شروعات میں ایسے ہی تھے الحکم ۱۱ر مارچ ۱۹۱۱ء میں میاں صاحب لکھتے ہیں:

"اللہ تعالےٰ نے آپ کو (آنحضرت صلعم) خاتم النبیین کے مرتبہ پر قائم کر کے آپؐ پر ہر قسم کی نبوتوں کا خاتمہ کر دیا۔"

اور پھر اپریل ۱۹۱۰ء کے تشحیذ الاذہان میں لکھا:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوٰے کے بعد تیرہ سو برس گذر گئے ہیں کہ کسی نے آج تک نبوت کا دعوٰے کر کے کامیابی حاصل نہیں کی۔"

معلوم ہوا کہ جب تک میاں محمود احمد صاحب نے تکفیر مسلمانان کا عقیدہ بعض مصلحتوں کی بنا پر ایجاد نہیں کیا تھا تب تک جماعت احمدیہ کے کسی فرد کے دل میں حضرت صاحب کے دعوٰی نبوت کے متعلق کوئی وہم تک بھی نہ تھا اور حضرت صاحب کی تحریرات میں جو لفظ نبی استعمال ہوا ہے وہ خود حضرت صاحب کی ہی بیان کردہ توجیہہ کے مطابق لغوی معنوں میں خدا سے خبر پا کر پیشگوئی کرنے والے کے معنوں میں استعمال ہوا ہے اور حضرت صاحب خود فرما چکے ہیں کہ اس سے مراد محدث ہے۔

لیکن ایک وقت آیا کہ "خلافت" کا جواز پیدا کرنے کے لئے قادیان سے ایسے عقائد کا بیان شروع ہوا جو حضرت صاحب کے عقائد کے سراسر خلاف تھے۔ چنانچہ اعلان کیا گیا کہ:۔

۱۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو کافر سمجھیں اور ان کا فرض ہے کہ ہمیں کافر سمجھیں۔

۲۔ جیسے ایک غیر احمدی کا فرض ہے کہ جب تک وہ بیعت میں داخل نہ ہو مسیح موعود اور اس کے متبعین کو مسلمان نہ سمجھے ایسے ہی ایک احمدی کا فرض ہے کہ جو مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں اسے مسلمان نہ سمجھے

(تقریر خلیفہ بحوالہ الفاروق ۱۶ر جنوری ۱۹۱۷ء)

۳۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں ۔۔۔۔ کیونکہ ہمارے نزدیک وہ خدا تعالےٰ کے ایک نبی کے منکر ہیں۔ یہ دین کا معاملہ ہے اس میں کسی کا اپنا اختیار نہیں۔ (انوار خلافت ص ۹)

۴۔ کیونکہ میرا تو یہ عقیدہ ہے کہ دنیا میں دو گروہ ہیں ایک مومن دوسرے کافر پس جو مسیح موعود پر ایمان لانے والے ہیں وہ مومن ہیں جو ایمان نہیں لائے خواہ ان کے ایمان نہ لانے کی کوئی وجہ ہو وہ کافر ہیں

(ذکر الٰہی ص ۲۲)

۵۔ جن پر تبلیغ نہیں ہوئی ان کا حساب کتاب خدا کے ساتھ ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ تبلیغ ان کو ہو چکی یا نہیں ۔۔۔۔ چونکہ شریعت کی بنا ظاہر پر ہے ہم ان کو کافر ہی کہیں گے

(تشحیذ الاذہان ص ۱۳۹)

۶۔ پس نہ صرف اس کو جو آپ کو عین مسیح موعود کو کافر نہیں کہتا مگر آپ کے دعوے کو نہیں مانتا کافر قرار دیتا ہے بلکہ وہ بھی جو آپ کو دل سے سچا قرار دیتا ہے اور زبانی بھی انکار نہیں کرتا لیکن بیعت میں اسے کچھ توقف ہے کافر قرار دیا ہے۔

(تشحیذ الاذہان ص ۱۴۰)

۷۔ کل مسلمان جنہوں نے مرزا غلام احمد کی بیعت نہیں کی خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہ سنا ہو وہ کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔

(آئینہ صداقت ص ۳۵)

۸۔ رہا وہ شخص جو حضرت اقدس کو سچا مانتا ہے لیکن اس نے ابھی بیعت نہیں کی اس کے متعلق بھی یہی کرنا چاہیئے کہ اس کا جنازہ نہ پڑھیں۔

(انوار خلافت ص ۹۳)

۹۔ یہ طرز عمل جس قانون پر مبنی ہے ۔۔۔۔ یہ ہے کہ جو شخص مرزا صاحب کا انکار کرتا ہے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے اور اس کے لئے دعا جائز نہیں۔

(الفضل ۱۷ر اکتوبر ۱۹۲۲ء)

(جاری ہے۔ بقیہ اگلے شمارے میں ملاحظہ فرمائیں)

"اظہار خیال" کے یہ کالم ایسی سنجیدہ بحث کے لئے مخصوص ہیں جن کا تعلق ہماری زندگی کے مسائل سے ہے ہمارے گرد و پیش مختلف النوع مسائل موجود ہیں۔ ذاتیات اور فروعی مسائل میں الجھے بغیر ہم اہل علم و قلم حضرات کو ان کالموں میں اظہار خیال کی دعوت دیتے ہیں۔ آپکے نقطہ نظر سے ہمارا اتفاق ضروری نہیں لیکن ہر سنجیدہ اور معیاری تحریر کے لئے یہ کالم حاضر ہیں۔ (ادارہ)

کعبۃ اللہ کی حفاظت میں قدرتِ الٰہی کا معجزانہ ظہور

خانہ کعبہ وہ مقام ہے جو قدیم زمانہ سے عبادت الٰہی کے لئے مخصوص چلا آتا ہے اس کی قدامت کی تاریخ مقرر نہیں کی جاسکتی۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے کہ سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی بھلائی کے لئے مقرر کیا گیا وہی ہے جو مکہ میں ہے وہ بابرکت ہے اور دُنیا جہان کی ہدایت کی جگہ ہے۔

اس سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں،

۱۔ سب سے پہلے جو گھر عبادتِ الٰہی کے لئے مقرر کیا گیا وہ خانہ کعبہ ہے۔

۲۔ یہ نہایت مقدس اور بابرکت گھر ہے جس سے دُنیا کو ہدایت حاصل ہو سکتی ہے۔

یہی بات مشہور مخالف اسلام عیسائی مصنف سر ولیم میور نے لکھی ہے وہ لکھتا ہے:۔

"مکہ کے مذہب کی نمایاں خصوصیات کے لئے ایک نہایت ہی قدیم زمانہ تجویز کرنا پڑتا ہے ڈائیڈ لاک سکولس سنہ عیسوی سے نصف صدی پیشتر عرب کے ذکر میں لکھتا ہے کہ اس ملک میں ایک معبد ہے جس کی عرب لوگ بہت ہی عزت کرتے ہیں۔ ان الفاظ میں یقیناً خانہ کعبہ کا جو مکہ میں ہے ذکر کیا گیا ہے کیونکہ اور کسی معبد کا عرب میں نام بھی نہیں جس کی عزت عرب میں عام طور پر ہوتی ہو زبانی روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ قدیم ترین زمانہ سے خانہ کعبہ کا حج عرب کے ہر گوشہ کے لوگ کرتے ہیں۔ یمن اور حضرموت سے، خلیج فارس کے کنارہ سے، شام کے بادیہ سے، حیرہ اور عراق عرب سے لوگ ہر سال مکہ میں جمع ہونے ہوئے پائے جاتے ہیں اس قدر عام طور پر سارے ملک میں اس عزت کا حاصل ہونا یقیناً ایک ایسے قدیم زمانہ سے ہونا چاہیئے جس کے پرے اور کوئی قدیم زمانہ تجویز نہیں ہو سکتا۔"

یہ ایک دشمن اسلام کی شہادت ہے جس سے خانہ کعبہ کی قدامت اور تقدیس کا پتہ چلتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ کا حج نہ صرف عرب بلکہ اس کے تمام اطراف کے لوگ ہمیشہ سے کرتے چلے آتے ہیں۔

اس تقدیس اور اطراف عرب کے لوگوں کا خانہ کعبہ کی طرف رجوع حضرت نبی کریمؐ کی پیدائش کے قریب یمن کے ابرہہ نامی ایک عیسائی حاکم کو ایک آنکھ نہ بھایا اور اس نے صنعا میں ایک عظیم الشان گرجا تعمیر کیا تاکہ اہل عرب اور دوسرے ممالک کے لوگ خانہ کعبہ کے بجائے اس گرجا میں حج ہوا کریں اور اس طرح خانہ کعبہ کی تقدیس کم ہو جائے اور آہستہ آہستہ تمام عرب کو عیسائی بنالیا جائے۔ لیکن خدا کی شان اہل عرب نے اس گرجا کی کوئی پرواہ نہ کی اور خانہ کعبہ کی تقدیس اور اس کا حج بدستور قائم رہا۔ اس صورتحال کے پیش نظر ابرہہ کو سوائے اس کے کوئی چارہ نظر نہ آیا کہ مکہ پر حملہ کر کے خانہ کعبہ کو گرادیا جائے۔

وہ ہاتھیوں کا ایک لشکر لے کر مکہ پر چڑھ آیا ان ہاتھیوں میں ابرہہ کا ایک خاص ہاتھی بھی تھا جس کا نام محمود تھا۔

ابرہہ نے مکہ پہنچ کر حضرت نبی کریمؐ کے دادا حضرت عبدالمطلب کے کچھ اونٹ پکڑ لیے جن کی واپسی کے لئے عبدالمطلب ابرہہ کے پاس پہنچے ابرہہ نے متعجب ہو کر ان سے کہا کہ میں تو خانہ کعبہ کو گرانے کے لئے آیا ہوں اس کا تو تمہیں فکر نہیں اپنے اونٹ لینے کے لئے تم آ گئے ہو۔ اس کے جواب میں عبدالمطلب نے کہا کہ انی

انا رب الابل وان للبیت ربا یمنعه

میں تو صرف اونٹوں کا مالک ہوں اور خانہ کعبہ کا بھی ایک مالک ہے وہ اس کی خود حفاظت کرلے گا۔ پھر انہوں نے خانہ کعبہ کی کنڈی کو پکڑ کر یہ دعا کی لاھم

ان المرء یمنع رحله فامنع رحالك

لا یغلبن صلیبھم ومحالھم ابداً محالك

کوئی فکر کی بات نہیں ہے۔ انسان اپنے گھر کی حفاظت کرتا ہے سو تو بھی اپنے گھر کی حفاظت فرما ان کی صلیب اور ان کی طاقت تیری طاقت پر کبھی غالب نہیں آسکتی۔

چنانچہ قبل اس کے کہ ابرہہ خانہ کعبہ تک پہنچ سکے اس لشکر میں وبا پھیل گئی اور ابرہہ خود بھی بیمار ہو گیا اور سخت ناکامی کی حالت میں واپس یمن پہنچا جہاں جاکر وہ مر گیا یہ تباہی کس طرح آئی قرآن کریم نے سورۃ الفیل میں اس کا ذکر کیا ہے۔

"یعنے کیا تم نے غور نہیں کیا کہ تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ کیا ان کی تدبیر کو برباد نہیں کر دیا۔ اُن پر جھنڈ کے جھنڈ پرندے بھیجے جو انہیں سخت پتھروں پر پتھر مارتے تھے سو انہیں کھائے ہوئے بھُس کی طرح کر دیا۔"

ان آیات - - - - - - - - - - - - - - کی تفسیر کرتے ہوئے عام مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ پرندے اپنی چونچوں میں سنگریزے لے کر آئے اور وہ ابرہہ کے لشکر پر پھینکتے تھے اور جس پر سنگریزہ گرتا تھا وہ مر جاتا تھا لیکن محقق مفسرین کا بیان ہے کہ ان سنگریزوں میں کوئی ایسا زہریلا مادہ تھا جس کی وجہ سے اس لشکر میں چیچک کی وبا پھیل گئی۔ اور تمام لشکر معہ ابرہہ اس مرض میں مبتلا ہو گیا۔ کچھ بھی ہو اصل بات جس کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے یہ ہے کہ اہل عرب کی کمزوری اور ابرہہ کی طاقت اور لشکر کشی کے باوجود اللہ تعالےٰ نے خانہ کعبہ کی حفاظت کا سامان پرندوں جیسے کمزور ترین جانوروں کے ذریعے کر دیا جنہوں نے سنگریزوں سے تمام ہاتھیوں کو اور سارے لشکر کو تباہ کر دیا۔

یہ ہے خانہ کعبہ کے متعلق قدرتِ الٰہی کا ظہور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مقدس گھر اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس قدر عظمت رکھتا ہے کہ اس کے مقابلہ میں کوئی دوسری عبادت گاہ خواہ وہ کتنی بڑی شان و شوکت رکھتی ہو لوگوں کی کشش کا موجب نہیں ہو سکتی اور کوئی بڑے سے بڑا لشکر بھی جو اس کی تباہی کے ارادے سے آئیگا خود تباہ ہو کر رہ جائیگا۔

یہ پہلا واقعہ ہے جس میں خانہ کعبہ کی حفاظت کے لئے معجزانہ طور پر قدرتِ الٰہی کا ظہور ہوا اسی طرح ہمارے اس زمانہ میں امریکہ میں ڈوئی نامی ایک شخص پیدا ہوا جس نے عیسائیت کی حمایت میں اسلام اور خانہ کعبہ کی تباہی کی پیشگوئی کی یہ شخص اپنی دنیوی حیثیت کے لحاظ سے عظیم الشان نوابوں اور شہزادوں کی طرح مانا جاتا تھا اور تمام دنیا سے اوّل درجہ کا حامی صلیب تھا اس نے پیغمبر ہونیکا دعوٰی کیا اور یہ بھی کہتا تھا کہ میری دعا سے تمام مسلمان ہلاک ہو جائیں گے اور اسلام نیست و نابود ہو جائیگا اور خانہ کعبہ ویران ہو جائیگا۔ اس کے ان دعاوی کے جواب میں حضرت مرزا صاحب نے اسے مباہلہ کا چیلنج دیا اور اس کی ہلاکت کی پیشگوئی کی جو نہایت صفائی سے پوری ہوئی اور وہ شخص جو تمام امریکہ میں نہایت باعظمت سمجھا جاتا تھا فالج جیسی خبیث مرض میں مبتلا ہو کر ذلت کی موت مر گیا جس کا اعتراف امریکہ کے اخبارات نے کھلے الفاظ میں کیا یہ ۱۹۰۷ء کا واقعہ ہے جس میں اسلام اور خانہ کعبہ کی حفاظت کے لئے قدرت کا معجزانہ اظہار پایا جاتا ہے۔

اس کے بعد ایک اور فرعون انگلستان میں لارڈ کچنر کے نام سے اٹھا اور اس نے دُوسری جنگ عظیم کے دوران یہ اعلان کیا کہ ہم خانہ کعبہ کو اصطبل بنادیں گے خدا کی شان وہ ایک نہایت مضبوط بحری جہاز میں روس کی طرف جا رہا تھا کہ وہ جہاز بیچ سمندر کے غرق ہو گیا۔ اس واقعہ نے ہمارے ایمان کو تازہ کر دیا کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے مقدس گھر کی توہین کرنیوالے فرعون مزاج کو غرق کر کے اپنی قدرت کا ایک اور نشان دکھا دیا۔

پھر ایک اور نشان ہماری آنکھوں کے سامنے ظہور پذیر ہوا حضرت مرزا صاحب کے فرزند میاں محمود احمد صاحب نے خلافت کی گدی پر بیٹھ کر جہاں اور بہت سی لن ترانیاں کیں وہاں یہ بھی اعلان کیا کہ خانہ کعبہ کی چھاتیوں کا دُودھ خشک ہو چکا ہے اس لئے وہاں پر جانا بے نفع ہو چکا ہے اس اعلان کا مقصد سوائے اس کے کیا ہو سکتا ہے کہ لوگوں کو خانہ کعبہ کی طرف سے برگشتہ کر کے اپنی طرف متوجہ کیا جائے۔ ابرہہ اور چرچل نے تو صرف کعبۃ اللہ کو گرانے کا ارادہ کیا تھا اور ظاہر ہے اینٹ اور پتھر کی عمارت گر جاتی تو پھر بن سکتی ہے لیکن میاں صاحب کے بیان کے مطابق اگر اس کا دودھ خشک ہو جائے تو وہ نعوذ باللہ ہمیشہ کے لئے ویران ہو گیا اور یہ خیال ابرہہ اور چرچل وغیرہ کے ارادہ سے زیادہ خطرناک تھا لیکن خدا نے اس خطرناک بیان دینے والے کو نہس نہس کر دیا کعبہ کی چھاتیوں کا دودھ تو بفضلہ تعالےٰ اسی طرح جاری ہے جیسے روز اول سے شروع ہوا تھا اور قیامت تک اقوام عالم اس سے سیراب ہوتی رہیں گی لیکن وہ شخص جس نے اس کا دودھ کے خشک ہونیکا اعلان کر کے کعبہ کی ویرانی اور بربادی کا تہیہ کیا تھا چند ہی سال بعد ڈوئی کی طرح فالج کے خبیث مرض میں مبتلا ہو کر نہایت دُکھ کے ساتھ فوت ہو گیا۔

غلام حسین لاہور

خواتین کا صفحہ

محترمہ زمرد رمضان کے قلم سے،

بیگم عبداللہ مرحومہ

میری پیاری بہن جو صبر و تحمل اور شکر کا پیکر تھیں۔ اور جس سے زندگی بھر میں نے کبھی کسی کی شکایت نہ سنی وہ ۹ رمئی ۱۹۸۹ء کو ۷۵ سال کی عمر پا کر اس دار فانی سے کوچ کر گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔

میں نے عنوان بیگم عبداللہ مرحومہ اس لئے باندھا ہے کہ وہ اس نام سے انگلینڈ، جرمنی، انڈیا، پاکستان غرض جہاں جہاں ان کے مرحوم شوہر کے جاننے والے تھے وہ انہیں اس نام سے زیادہ پہچانتے تھے۔

مجھے اپنی مرحومہ بہن کی شادی کے حالات و واقعات بالکل یاد نہیں۔ میرے اندازے کے مطابق شاید ۱۹۳۲ء یا ۱۹۳۴ء میں ان کی شادی ہوئی ۱۸ سالہ یہ لڑکی میٹرک کا امتحان وظیفے کے ساتھ اعلےٰ درجہ میں پاس کرنے کے فوراً بعد ڈاکٹر عبداللہ مرحوم کے ساتھ شادی ہو جانے کے باعث عازم جرمنی ہوئی۔ غیر ملک، غیر زبان، غیر کلچر میں خدمت دین کے سلسلہ میں اپنے شوہر کا ہاتھ اس طرح بٹایا کہ اپنے کلچر کو بھی نہیں چھوڑا اور سب غیر ملکیوں سے عزت و وقار کے ساتھ وقت گذارا۔ میرے خیال میں ہماری جماعت کی یہ پہلی خاتون ہونگی جو اس نوعمری میں غیر ملک میں اپنے شوہر کے ساتھ خدمت دین کے لئے گئیں۔ غالباً ان دنوں ہوائی جہاز کا سفر ابھی عام نہیں تھا بحری جہاز کے ذریعے سفر ہوتا تھا جو ہفتوں میں ایک ملک سے دوسرے ملک جایا جاتا تھا۔

دوسری جنگ عظیم کے دوران آپ اپنے شوہر اور دو بچوں کے ساتھ چھپتے چھپاتے بمبئی کے ذریعے وطن لوٹیں جو خوشی ہمارے خاندان کو ہوئی اس کو صرف ہم ہی محسوس کر سکتے ہیں۔ یہ چھوٹے سے دھان پان جسم کی مالک اور معصوم چہرہ والی مجھے نظر آئیں۔ میں نے ان کو پہلی دفعہ اپنی سمجھ کی عمر میں دیکھا تھا ہم سب سے ہٹ کر نظر آتی تھیں ان میں مشرق و مغرب کی آب و ہوا کا امتزاج تو نظر آتا تھا مگر لباس میں وہی سادگی پورے بازو کی قمیص اور سر پر ہر وقت دوپٹہ۔ دوپٹہ کبھی ان کے سر سے نہ ہٹتا تھا۔

پھر وقت گذرتا گیا۔ مختلف حالات سے گذرتے گذرتے کبھی ووکنگ مشن میں اپنے شوہر کے ساتھ چلی جاتیں تو کبھی پاکستان قیام پذیر ہوتیں۔ مشن کے لوگوں کی خدمت میں ہر وقت مصروف رہتیں۔ جو کبھی کسی وقت اُن سے کہیں بھی ملا وہ انہیں بھول نہیں پاتا تھا۔ ان کی بے لوث خدمت، پیار و محبت کا برتاؤ، خوش مزاجی سے ہر مسلم و غیر مسلم کا استقبال، مہمان کے آرام و راحت کا بھرپور خیال، ووکنگ مشن میں عیدین کے موقع پر ایک جم غفیر کی دعوت کا انتظام اور سب سے مل کر کام کو نپٹا لینا، ہر عورت جانتی ہے گھریلو دعوتوں میں عموماً عورت کی ذمہ داری زیادہ ہوتی ہے۔ سو اس کو انہوں نے بڑی خوش اسلوبی سے نبھایا۔ نماز روزہ زکوٰۃ کی ادائیگی پابندی سے کرتی تھیں۔ غرض جہاں تک لکھوں کم ہے جو انہیں جانتے ہیں وہ میرے سے بھی زیادہ جانتے ہوں گے میں تو ایک اندازے سے لکھ رہی ہوں کیونکہ زیادہ وقت وہ ہم سے دور رہیں۔ انگلینڈ اور جرمنی کے حالات تو وہ لوگ زیادہ جانتے ہوں گے جو اُن کے ساتھ وہاں رہے۔ کچھ عرصہ سے وہ بیمار تھیں۔ اپنی بہنوں کے ساتھ پاکستان میں قیام پذیر تھیں۔ خاص طور پر سیالکوٹ انہیں بہت پسند تھا جہاں تھیں اپنی ہم عمر بہنوں کے ساتھ اور کھلی جگہ پر رہنا بہت پسند تھا وہ ہماری ماں کی جگہ تھیں چھوٹے بیٹے طارق عبداللہ اور بڑی بیٹی رشیدہ عبداللہ بھائی یوسف احمد اور بہن مسعودہ عبداللہ، بہن سعیدہ حمید اور بہن انور رحمت اللہ تو شریک جنازہ ہو سکے ہم یعنی ان کے بیٹے فاروق عبداللہ خالد عبداللہ اور میں شریک جنازہ نہ ہو سکے۔

بھائی بہنوں کے خطوط سے معلوم ہوا ہے کہ جماعت کے لوگوں نے بہت محبت اور عزت کے ساتھ تجہیز و تکفین کی ہے۔ اور مہمانوں کے لئے کھانے کا انتظام بھی جماعت نے کیا ہے اور ہمارے امیر ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی ہے اور ہمارے سابق امیر جماعت حضرت مولانا صدر الدین مرحوم کے ساتھ دارالسلام میں میری بہن کو قبر نصیب ہوئی ہے۔ میں اس اخبار کے ذریعہ ہر ایک کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ اور مرحومہ کے لئے دعائے مغفرت کرتی ہوں؟

✣

شیخ اللہ بخش صاحب سیکرٹری جماعت بدوملہی کے قلم سے،

آہ نذیر بیگم صاحبہ!

ہمارے ہاں جماعت کی ایک اہم رکن نذیر بیگم صاحبہ اہلیہ چوہدری محمد شفیع فوت ہو گئی ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میں ان کے کچھ حالات زندگی لکھ رہا ہوں۔

چوہدری محمد سرفراز خاں مرحوم جو حضرت بانیٔ سلسلہ کے اصحاب میں سے تھے اس خاندان سے ان کا تعلق ہے جن کے تقویٰ اور طہارت کو دیکھ کر بہت سے لوگوں نے بیعت کی۔ اور ان کے پانچ بھائی بھی جماعت میں شامل تھے۔ میں نے تو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ ہم گھروں سے باہر طاعون کے دنوں میں مسلم ہائی سکول میں جا ٹھہرے تھے اور وہ اپنے گھر کوٹ دین محمد میں تھے طاعون کے دنوں میں وہاں بہت سی موتیں ہوتی تھیں وہ ان کو نہلا دھلا کر قبرستان میں دفن کرتے اور فرماتے تھے کہ مجھ پر اگر طاعون کا کیڑا بھی آ جائے گا تو خدا مجھے محفوظ رکھے گا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس وبا سے بالکل محفوظ رکھا اور جب وہ خدا کو پیارے ہو گئے تو میری اہلیہ نے ان کو بہشت میں دیکھا کہ وہاں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا گڑا ہوا ہے اور وہ اس کے نیچے بیٹھے ہوئے ہیں اور میری اہلیہ کو فرماتے ہیں بچہ اسی طرف کی خدمت کرو خدا کا وعدہ سچا ہے وہ کہتی ہے کہ باباجی کس طرف کی؟ جواب ملا جس طرف آپ ہیں۔ وہ کہتی ہے کہ وہاں چاولوں کے طباق تقسیم کے نازل ہوتے ہیں کہ دنیا میں اس کی نظیر نہیں پائی جاتی

نذیراں بیگم مرحومہ اہلیہ چوہدری محمد شفیع مرحوم نے ان کے ذریعہ سے ہی جماعت میں شمولیت اختیار کی اور عمر بھر بے شمار لڑکیوں کو قرآن شریف پڑھایا۔ جب ہم پر قانون جاری ہوا تو چوہدری محمد شفیع صاحب جماعت سے لاتعلق ہو گئے۔ لیکن وہ خاتون اپنے موقف پر قائم رہی۔ چوہدری محمد شفیع صاحب نے ان کو کہا کہ اگر تم جماعت نہیں چھوڑو گی تو میں تمہارے ہاتھ کی روٹی نہیں کھاؤں گا۔ انہوں نے جواب دیا کہ بے شک نہ کھاؤ۔ میں جماعت نہیں چھوڑوں گی۔ وہ کہنے لگے کہ تمہارا جنازہ کوئی نہیں پڑھے گا۔ انہوں نے ان کو جواب دیا کہ میرا بھتیجا عبدالحق میرا جنازہ پڑھے گا۔ اور اس کی جماعت بھی جہاں کہیں بھی ہے وہ پڑھے گی۔ وہ صوم و صلوٰۃ کی پابند تھی

وہ لاہور میں اپنے لڑکوں کے پاس چلی گئی تھی اور فوت ہونے سے کچھ دن پہلے بدوملہی آ گئی تھی۔ انہوں نے مجھے بلایا۔ پچاس روپے دیئے اور کہا کہ دس روپے تم رکھ لو اور چار ماہ کا چندہ جنوری فروری مارچ، اپریل کا جمع کر لو میں نے ان کو عرض کیا کہ خدا نے مجھے بہت دیا ہوا ہے۔ آپ کے پانچ مہینے کا چندہ ابھی جمع کروا دوں گا۔ آپ کو رسید چندہ دے دی جائے گی۔

وہ ایک بابرکت گھر ہے جس میں وہ رہتی تھی قرآن شریف ہر وقت اس میں پڑھا جاتا ہے۔ چوہدری عبدالحق صاحب نے ان کی نماز جنازہ جمعہ کو پڑھائی۔ اور چاہ بلے والا میں بھی جنازہ پڑھا گیا۔ دیگر جماعتوں سے جنازہ غائبانہ کی استدعا ہے۔

✣

• اعتذار

قارئین کرام کی طرف سے ہمیں شکایات پہنچ رہی ہیں کہ پیغام صلح ان کو تاخیر سے ملتا ہے یا (؟) ہی نہیں ان کی یہ شکایات بجا ہیں۔ اور ہم ان سے معذرت خواہ ہیں ادارہ کو دراصل فی الحال کتابت و طباعت اور تقسیم کے جملہ مراحل میں عارضی رکاوٹیں لاحق ہیں۔ جن کو دور کرنے کی طرف خصوصی توجہ دی جا رہی ہے۔ اُمید ہے ہماری یہ معذرت قبول فرما کر شکر گذاری کا موقعہ دیں گے۔

علاوہ ازیں احباب کرام اخبار میں کی گئی ہماری اپنی گذارش پر اپنے قیمتی مضامین دلچسپ برائے اشاعت بھیج رہے ہیں ہم ان سب کے نہایت ممنون و مشکور ہیں۔ تاہم جس دور سے ہماری جماعت گذر رہی ہے اس کے پیش نظر بعض مضامین کو التوا میں رکھنا پڑتا ہے بعض کی ضرورت سے زیادہ کانٹ چھانٹ کرنی پڑتی ہے۔ اور بعض کو قانونی تقاضوں کے تحت ناقابل اشاعت پا کر اخبار میں نہیں دیا جاتا۔ اُمید ہے ان مخصوص حالات میں ہماری یہ مجبوریاں احباب کے سامنے رہیں گی۔ اور ہماری معذوری کو شرف قبولیت سے نوازیں گے۔

(ادارہ)

✣

بقیہ: قرآن میں عورت کا بلند مقام

پر ڈال لیا کریں ـ ـ ـ ـ ـ ”

(النور ـ ۳۱)

مندرجہ بالا مقام پر نہ یہ کہ ایک جیسا حکم دیا گیا ہے بلکہ ایک جیسے الفاظ کے استعمال سے یہ امر واضح کر دیا گیا ہے کہ تم ایک دوسرے سے پردہ نگاہیں نیچی رکھنے سے کر سکتے ہو ـ اور اس حقیقت سے کس کو انکار ہے کہ نگاہوں کی شرم ہی دراصل پردہ کی روح ہے ـ اور احادیث سے یہ امر ثابت ہے کہ صحابیات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگوں میں باہر نکلتی تھیں ـ نماز پنجگانہ کی ادائیگی کے لئے مساجد میں جاتی تھیں ـ کھیتوں میں کام کرنے کے لئے اپنے خاوندوں کے ساتھ باہر جاتی تھیں ـ جنگوں میں نرسنگ کا کام کرنا اور زخمیوں کو پانی پلانا اور مجاہدین کے حوصلے بڑھانا روایات سے ثابت ہے ـ

● **عورتوں کو مومنوں کے لئے بطور مثال پیش کیا :**

قرآن کریم نے مومنوں کے لئے دو عظیم عورتوں کو بطور مثال کے پیش کیا ہے ـ پہلی عورت وہ ہیں جو فرعون کی بیوی تھیں اور جنہوں نے بنی اسرائیل کے ایک عظیم الشان نبی موسیٰ علیہ السلام کی تربیت کی تھی ـ اور دوسری عورت حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریمؑ ہیں جنہیں ان کے دور کی تمام عورتوں پر فضیلت عطا کی گئی تھی اور جنہوں نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی تربیت کی تھی ـ مندرجہ ذیل مقام پر اللہ تعالیٰ ان دو عورتوں کو مومنوں کے سامنے بطور مثال کے پیش کرتا ہے اور روحانی مدارج ترقی کے حصول کے لئے ان کے نقش قدم پر چلنے کی تلقین فرماتا ہے ـ اور یہ امر اسلام میں عورت کے بلند مقام کی نشاندہی کرتا ہے ـ اللہ فرماتا ہے :

” اور اللہ تعالیٰ ایمان لانے والوں کے لئے فرعون کی بیوی کو مثال کے طور پر بیان کرتا ہے جب اس نے کہا کہ اے میرے رب میرے لئے اپنے پاس جنت میں گھر بنا اور مجھے فرعون اور اس کے عمل سے نجات دے اور مجھے ظالم لوگوں سے نجات عطا فرما ـ

اور مریم عمران کی بیٹی کی مثال بیان کرتا ہے جس نے اپنی عصمت کو محفوظ رکھا اور ہم نے اپنی روح اس میں پھونکی اور اس نے اپنے رب کی باتوں کی اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ فرمانبرداروں میں سے تھی ـ ”

(التحریم ۱۱ ـ ۱۲)

مندرجہ بالا نکات بغرض اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے بیان کئے گئے ہیں ـ مقصد محض یہ ہے کہ اسلام میں عورت کو ہر لحاظ سے وہی مقام دیا گیا ہے جو مردوں کو حاصل ہے بلکہ حضرت مریمؑ کی ولادت کے ذکر میں اللہ تعالیٰ نے عورت کی تعریف میں یہ بھی فرمایا ہے ” ولیس الذکر کالانثیٰ “ ضروری نہیں کہ مرد ہر لحاظ سے برتر ہو ـ خدا تعالیٰ کے نزدیک اگر کسی کو دوسرے پر فضیلت ہے تو محض تقویٰ ـ پاکیزگی اور اعمال صالحہ کی وجہ سے ہے اور دینی اور دنیاوی ترقیات کے میدان دونوں کے لئے کھلے ہیں اور راستے نمایاں ہیں سعی مسلسل اور جہد پیہم کی ضرورت ہے جو بھی کوشش کرے گا وہ منزل کو پا لے گا ـ

بقیہ گاہے گاہے باز خواں ـ ـ ـ

تو وہ صاحب فرمانے لگے کہ ان کو کتاب ” مجدد اعظم “ پڑھنے کا حال ہی میں موقعہ ملا تو وہ اس سے بہت ہی متاثر ہوئے ـ انہیں علم تھا کہ حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب وفات پا چکے ہیں مگر انہوں نے پتہ کیا کہ ان کے فرزند کوئی ہیں تو انہیں معلوم ہوا کہ حضرت ڈاکٹر صاحب کے بڑے فرزند جناب ممتاز احمد فاروقی صاحب بھی وفات پا گئے ہیں اور صرف دوسرا فرزند نصیر احمد فاروقی نامی زندہ ہے ـ تو ان صاحب نے میرا پتہ معلوم کیا اور ڈھونڈتے ڈھونڈتے میرے غریب خانہ پر پہنچ گئے ـ پھر وہ صاحب مجھ سے یوں مخاطب ہوئے :

” اگر حضرت ڈاکٹر صاحب زندہ ہوتے تو میں خود ان کی خدمت میں حاضر ہوتا تاکہ ” مجدد اعظم “ جیسی اعلیٰ سوانح عمری لکھنے پر ان کا شکریہ ادا کرتا ! انہوں نے دونوں جماعتوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ حضرت اقدس کی زندگی کو اس قدر خوبصورتی سے اور تفصیل سے قلمبند کیا ہے ایسی سوانح عمری کسی اور سے نہ لکھی جاتی اس کتاب سے بعض ایسے انکشافات میرے علم میں آئے جنہیں ہماری جماعت میں ہم سے مخفی رکھا گیا ہے ـ میں اس کتاب سے اتنا متاثر ہوا ہوں کہ میں نے اس کی ایک کاپی خرید کر اپنے ایک دوست کو بھی پڑھنے کو دی ہے انہوں نے بھی اسے بہت پسند کیا ہے ـ اور ہم نے کئی بار اس کتاب کے اندر جو باتیں ہمارے لئے انکشاف ہوئی ہیں ان پر تبادلۂ خیالات کیا ہے ـ “

اس کے علاوہ جس نے اس کتاب کو پڑھا ہے اس نے اس کی تعریف کی ہے اگر میں اپنی آواز اپنے قبر میں مدفون والد مرحوم تک پہنچا سکتا تو میں انہیں کہتا کہ ؎

سن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا
کہتی ہے تجھ کو خلقِ خدا غائبانہ کیا

مکرم ملک ظفر اللہ خان صاحب

مامور من اللہ کی تکذیب اور جماعت کو نصیحت

مامور من اللہ کی صحبت میں رہنے والے لوگ بہت کچھ فائدہ اٹھاتے ہیں اور ایک حد تک علم صحیح اس تعلق کے متعلق جو مامور من اللہ اور خدا تعالیٰ میں ہوتا ہے حاصل کرتے ہیں مگر وہ کامل علم جو اس مامور کو دیا جاتا ہے کسی دوسرے کو نہیں مل سکتا اور خدا تعالیٰ کا علم تو پھر اور ہی رنگ رکھتا ہے ـ جب مامور کی تکذیب اور انکار حد تک پہنچ جاتا ہے تو پھر ٹھیک اسی طرح جیسے زمیندار جب فصل پک جاتی ہے تو اس کے کاٹنے کے واسطے درانتی کو درست کیا جاتا ہے ـ اللہ تعالیٰ بھی مکذبوں کے لئے تیاری کرتا ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ اب وہ وقت آگیا ہے اللہ تعالیٰ ہر پہلو سے حجت پوری کر چکا ہے اس لئے اب ہماری جماعت کو چاہیئے کہ وہ خاموشی سے آسمانی ہتھیار اور حربے کو دیکھے ـ دنیا میں ہم یہ قانون دیکھتے ہیں کہ جب ایک حاکم کو معلوم ہوا کہ فلاں مظلوم ہے تو وہ اس کی مدد کرتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ جس کا علم سب سے زیادہ صحیح اور یقینی ہے جو ہر حال کا بینا ہے کیوں اس مظلوم صادق کی مدد نہ کرے گا جو محض اس لئے ستایا گیا کہ اس نے کہا کہ میں خدا کی طرف سے اصلاح خلق کے لئے بھیجا گیا ہوں اللہ تعالیٰ اپنے راستباز بندوں کو کبھی ضائع نہیں کرتا وہ ان کی مدد کرتا ہے لیکن ہاں یہ سنت اللہ ہے کہ وہ صبر سے کام لیتا ہے یہ کہنا کہ خدا تعالیٰ کو اس تکذیب اور انکار کی خبر نہیں کفر ہے وہ تو ابتداء سے جانتا ہے کہ کیا ہوتا ہے اس وقت اللہ تعالیٰ کے فضل سے دو فریق ہو گئے ہیں جس طرح ہماری جماعت شرح صدر سے اپنے آپ کو حق پر جانتی ہے اسی طرح مخالف اپنے غلو میں ہر قسم کے غلو کو جائز سمجھتے ہیں ان کے دلوں میں یہ جما دیا گیا ہے کہ ہماری نسبت ہر قسم کا افترا اور بہتان ان کے لئے جائز ہے اور نہ صرف جائز بلکہ ثواب کا کام ہے اس لئے اب ضروری ہے کہ ہم اپنی کوششوں کو ان کے مقابلے میں بالکل چھوڑ دیں اور اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر نگاہ کریں جس قدر وقت ان کی بیجا حرکتوں کی طرف توجہ کرنے میں ضائع کریں بہتر ہے کہ وہی وقت استغفار اور دعاؤں کے لئے دیں ـ

ہماری جماعت کو یہ نصیحت ہمیشہ یاد رکھنی چاہیئے کہ وہ اس امر کو مدنظر رکھیں جو میں بیان کرتا ہوں ـ مجھے ہمیشہ اگر کوئی خیال آتا ہے تو یہی آتا ہے کہ دنیا میں تو رشتے ناطے ہوتے ہیں بعض ان میں سے خوبصورتی کے لحاظ سے ہوتے ہیں بعض خاندان یا دولت کے لحاظ سے اور بعض طاقت کے لحاظ سے لیکن جناب الٰہی کو ان امور کی پرواہ نہیں اس نے تو صاف طور پر فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی معزز و مکرم ہے جو متقی ہے اب جو جماعت اتقیا ہے خدا اس کو ہی رکھے گا اور دوسری کو نہیں ـ یہ نازک مقام ہے اور اس جگہ پر دو کھڑے نہیں ہو سکتے کہ متقی بھی وہیں رہے اور شریر اور ناپاک بھی وہیں ـ ضرور ہے کہ متقی کھڑا ہو اور خبیث ہلاک کیا جاوے اور چونکہ اس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے کہ کون اس کے نزدیک متقی ہے پس یہ بڑے خوف کا مقام ہے خوش قسمت ہے وہ جو متقی ہے اور بدبخت ہے وہ جو لعنت کے نیچے آگیا ـ

اگر کوئی یہ خیال کرے کہ ان میں علماء بھی ہیں ملہم بھی ہیں تو یہ ایک خیالی بات ہے ـ اور اس سے کوئی فائدہ اس مقصد کو نہیں پہنچ سکتا جو انسانی ہستی کا ہونا چاہیئے ـ یاد رکھو وہ امر جس پر اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے جب تک وہ نہ ہو نہ علم صحیح ہوتا ہے اور نہ الہام مفید ـ جو شخص گندگی کے پاس کھڑا ہے پہلے اس کو بدبو ہی آئے گی پھر اگر عطر اس کے پاس کیا جاوے تو وہ اس سے کیا فائدہ اٹھائے گا جب تک اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل نہ ہو کچھ نہیں ملتا ـ اور خدا سے قریب کرنے والی بات صرف تقویٰ ہے ـ سچی آواز سننے کے لئے متقی بننا چاہیئے میں نے بہت سے لوگ دیکھے ہیں جو ہر آواز کو جو انہیں آجاوے الہام ہی سمجھتے ہیں ـ حالانکہ اضغاث احلام بھی ہوتے ہیں ہم یہ نہیں کہتے کہ جو آوازیں انہیں سنائی دیتی ہیں وہ بناوٹی ہیں نہیں ان کو آوازیں آتی ہوں گی مگر ہر آواز کو اللہ تعالیٰ کی آواز قرار نہیں دے سکتے ـ جب تک اس کے ساتھ وہ انوار اور برکات نہ ہوں جو اللہ تعالیٰ کے پاک کلام کے ساتھ ہوتے ہیں اس لئے ہم کہتے ہیں کہ ان الہام کے دعویٰ کرنے والوں کو اپنے الہاموں کو اس کسوٹی پر پرکھنا چاہیئے اور اس بات کو بھی انہیں فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ بعض آوازیں نری شیطانی ہوتی ہیں ـ اس لئے ان آوازوں پر ہی فریفتہ ہو جانا دانشمند انسان کا کام نہیں بلکہ جب تک اندرونی نجاست اور گند دور نہ ہو اور تقویٰ کی اعلیٰ درجہ کی صفائی حاصل نہ ہو اور اس درجہ اور مقام پر انسان نہ پہنچ جاوے

(بقیہ صفحہ ۶ پر کالم ۴)

قرآن کریم کے فرانسیسی زبان میں ترجمہ کا ایک ورق

جو جماعت ہائے احمدیہ انجمن کینیڈا اور یو ایس اے کے اشتراک سے ہو رہا ہے۔

FRENCH TRANSLATION OF THE HOLY QUR'AN

LE CORAN SACRÉ

par

MAULANA MUHAMMAD ALI

page v

PRÉFACE
de l'édition révisée

Le public a demandé une édition révisée de ma traduction anglaise du Coran sacré accompagnée de commentaires depuis la fin de la seconde guerre mondiale. Les conditions ont changé si rapidement depuis que j'ai entrepris ce travail en 1909 que j'ai moi-même senti le besoin d'une édition révisée. En fait, ce n'est pas seulement le changement de circonstances qui exigeait une révision; ma propre connaissance du Livre sacré s'est considérablement accrue depuis lors dû au fait que j'ai été occupé jour et nuit à une recherche plus poussée dans ce domaine, étudiant le Coran sacré, les hadiths ainsi que d'autres écrits religieux de l'Islam. Au cours de cet période de trente-trois ans - la première édition fut publiée en 1917 - j'ai apporté une contribution appréciable à la littérature religieuse de l'Islam à la fois en anglais et en ourdou. Après la traduction anglaise, j'ai rédigé un volumineux commentaire en ourdou, le *Bayan al-Qur'an*, en trois volumes, et ceci m'a tenu occupé durant sept autres années. Il s'étale sur plus de 2500 pages et il est beaucoup plus exhaustif que les notes de la traduction anglaise. Au cours de la même période, j'ai également écrit une biographie du Saint Prophète en ourdou, qui fut plus tard traduite en anglais sous le titre de *Mahomet le Prophète*. Un peu plus tard, on a publié une histoire du premier califat à la fois en ourdou et en anglais. Vers 1928, une édition réduite de la traduction anglaise, sans le texte arabe et accompagnée de notes abrégées, fut publiée. Vint alors la traduction avec commentaires en ourdou du *Sahih Bukhari*, la collection de hadiths bien connue. L'année 1936 vit la publication d'une oeuvre considérable en anglais, *La Religion de l'Islam*, qui contient une information complète sur presque toutes les

بقیہ: اداریہ:

خدا تک پہنچتا ہے پس قربانی کرتے وقت اس بات کو یاد رکھنا چاہیئے کہ دراصل وہ خدا کے آگے اپنی حیوانیت کو ذبح کر رہا ہے یعنے اپنے تمام جذبات حیوانیہ کو خدا کی رضا کے آگے قربان کرنے کا اقرار کر رہا ہے جب تک یہ تقویٰ مدنظر نہ ہو قربانی کے مقبول ہونے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

۵۔ قربانی کے گوشت کو تین حصوں میں تقسیم کرنا مسنون ہے ایک حصہ خود کھائے اور اسکے اہل وعیال کھائیں اور دوسرا حصہ دوستوں اور رشتہ داروں میں تقسیم کرے تیسرا حصہ مساکین اور یتامیٰ کو دے۔

۶۔ عید کے دن باہم ملنا جلنا، کھانا پینا، خوشی کرنا منشاء دین ہے۔ نماز پڑھ کر گھروں میں گھس رہنا یا سو کر دن کاٹ دینا اور اس گوشہ نشینی کا نام دینداری رکھنا غلط ہے۔

۷۔ ۹ تاریخ ذی الحجہ کی فجر کی نماز سے شروع کر کے ۱۳ ذی الحجہ کی عصر کی نماز تک بلند آواز سے تکبیر کہنے کا حکم ہے اور وہ یہ ہے:

اللہ اکبر اللہ اکبر
لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر
اللہ اکبر وللہ الحمد

ان کلمات کو تین مرتبہ کہنے کا حکم ہے۔

۸۔ عید کی خوشی کے موقع پر بہت سے لوگ کپڑوں کھانوں اور بچوں پر روپیہ خرچ کرتے ہیں ایسے موقع پر خدمت دین کے لئے بھی کچھ خرچ کرنا وقت کا تقاضا ہے پس انجمن کے دینی فنڈ میں دینا دین کی محبت پر دلالت کرتا ہے۔

جامع فنڈ کے لئے جو احباب چندہ دیں وہ جہاں جہاں ہماری جماعتیں ہیں وہاں جامع کی تعمیر سلسلہ کے استحکام و ترقی کے لئے بے حد ضروری ہے

۹۔ قربانی کی کھال خدا کی راہ میں دینا خدمت دین کا بہترین مصرف ہے۔ قصاب کو اجرت میں دے دینا جائز نہیں۔

—— ❖ ——

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس، عقب مزنگ ... رشید ... سے چھپوا کر پبلشر نصیر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح دار السلام ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور ۱۶ سے شائع کیا

پندرہ روزہ پیغام صلح لاہور مورخہ یکم جولائی ۱۹۸۹ء، جلد ۷۲، شمارہ ۱۳

احمدیہ انجمن لاہور کا ترجمان

پندرہ روزہ

پیغامِ صلح

لاہور

بدل اشتراک
پاک و ہند سے
۵۰ روپے سالانہ
غیر ممالک سے
۱۳ ڈالر (امریکی)
قیمت فی پرچہ
۲ روپے

رجسٹرڈ ایل نمبر
۸۵۲۲
تار کا پتہ، تبلیغ
ٹیلی فون نمبر
۸۶۳۲۶۰
۸۶۲۹۵۶

PAKISTAN

مدیر: ریاض احمد

جلد: ۷۲ * بتاریخ ۱۱ ذوالحجہ ۱۴۰۹ھ بمطابق ۱۵ جولائی ۱۹۸۹ء * شمارہ: (۱۱)

ارشاداتِ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ

خدا ہمیں اور تمہیں اُن باتوں کی توفیق دے جس سے وہ راضی ہو جائے

"اے میرے دوستو! جو میرے سلسلۂ بیعت میں داخل ہو خدا ہمیں اور تمہیں ان باتوں کی توفیق دے جن سے وہ راضی ہو جائے۔ آج تم تھوڑے ہو اور تحقیر کی نظر سے دیکھے گئے ہو۔ اور ابتلاء کا وقت تم پر ہے۔ اسی سنت اللہ کے موافق جو قدیم سے جاری ہے ہر ایک طرف سے کوشش ہو گی کہ تم ٹھوکر کھاؤ۔ اور تم ہر طرح ستائے جاؤ گے اور طرح طرح کی باتیں تمہیں سننی پڑیں گی۔ اور ہر یک جو تمہیں زبان یا ہاتھ سے دکھ دے گا وہ یہ خیال کرے گا کہ اسلام کی حمایت کر رہا ہے اور کچھ آسمانی ابتلاء بھی تم پر آئیں گے تا تم ہر طرح سے آزمائے جاؤ۔ سو تم اس وقت سن رکھو کہ تمہارے فتحمند اور غالب ہو جانے کی یہ راہ نہیں کہ تم اپنی خشک منطق سے کام لو یا تمسخر کے مقابل پر تمسخر کی باتیں کرو یا گالی کے مقابل پر گالی دو کیونکہ تم نے یہ راہیں اختیار کیں تو تمہارے دل سخت ہو جائیں گے اور تم میں صرف باتیں ہی باتیں ہوں گی جن سے خدا تعالیٰ نفرت کرتا ہے اور کراہت کی نظر سے دیکھتا ہے سو تم ایسا نہ کرو کہ اپنے اوپر دو لعنتیں جمع کر لو۔ ایک خلقت کی اور دوسری خدا کی۔ یقیناً یاد رکھو کہ لوگوں کی لعنت اگر خدا کی لعنت ساتھ نہ ہو کچھ بھی چیز نہیں اگر خدا ہمیں نابود نہ کرنا چاہے تو ہم کسی سے نابود نہیں ہو سکتے لیکن اگر وہی ہمارا دشمن ہو جائے تو کوئی ہمیں پناہ نہیں دے سکتا۔"

(ازالہ اوہام صفحہ ۳۳۵)

23/7/89

سری نام میں صد سالہ احمدیہ کنونشن

سری نام (جنوبی امریکہ) میں جماعت احمدیہ کی صد سالہ کنونشن جولائی میں منعقد ہو رہی ہے اس موقع پر محترم میاں فضل احمد صاحب نے جماعت کے نام مندرجہ پیغام بھجوایا ہے جو قارئین کرام کی نذر ہے۔ (ادارہ)

یہ امر ہمارے لئے انتہائی خوشی و مسرت اور انبساط کا موجب ہے کہ آپ اس سال ایک بار پھر نئے جذبے، جوش اور ولولہ کیساتھ ملکی احباب اور غیر ملکی مہمانوں کے ساتھ پاراماریبو کی دیدہ زیب اور عالیشان مسجد میں محض اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے صد سالہ تقریب کے لئے جمع ہوئے ہیں اور آپ لوگوں کو پہلے سے بڑھ کر موافق حالات میں آگے بڑھنے کا موقع میسر آ رہا ہے۔ یہ آپ لوگوں کی خوش قسمتی اور خوش نصیبی ہے کہ محض اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و کرم سے آپ کو یہ روزِ سعید نصیب ہو رہا ہے اور آپ ان ایام مبارکہ میں احباب جماعت کے ساتھ مل کر گذشتہ سو سالوں کی عظیم الشان روایات کو بہترین نظریات اور خیالات کی روشنی میں ایک نئی زندگی عطا کر سکیں گے اور جہاں گذشتہ عرصہ میں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق پر اس کا بے حد شکریہ ادا کر سکیں گے وہاں آئندہ کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور نہایت عاجزی اور فروتنی سے اس کی نصرت اور توفیق پر سب مل کر اجتماعی دعائیں کر سکیں گے۔

اس مبارک اور پُر وقار تقریب سے بغیر حاضری پر آپ تمام شرکا سے معذرت خواہ ہوں کہ خرابی صحت اور طبی مشورہ کے پیش نظر آپ کی رفاقت سے محروم رہ رہا ہوں اس عدم موجودگی پر ہمارے دلوں کی کیفیت کا آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں ہمارے پاس اپنے جذبات کی ادائیگی کے لئے وہ الفاظ نہیں ہیں جو ہمارے احساسات کی صحیح ترجمانی کر سکیں دل تو یہی چاہتا ہے کہ ہوا کے دوش پر سوار ہو کر آپ لوگوں کے پاس آئیں اور ان بابرکت اجتماعات سے اپنی عافیت کے لئے کچھ سامان کر سکیں اور دوست احباب سے گلے مل کر اپنی دینی اور روحانی رفاقتوں کو تازہ اور سرسبز کر سکیں اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آپ سے اپنی صحت کے لئے جہاں اجتماعی دعا کے لئے عرض کر رہا ہوں وہاں یہ بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان عظیم مقاصد کے لئے انہی خطوط پر کام کرنے کی توفیق اور مواقع عطا فرمائے جن پر آپ قدم زن ہیں اور آئندہ ہم بھی آپ کے ساتھ شامل ہو کر آپ کی رفاقت کی سعادت حاصل کر سکیں۔

(بقیہ صفحہ ۱۵ پر ملاحظہ فرمائیں)

امیر مرحوم حضرت مولٰنا محمد علی کے قلم سے

جماعت میں شمولیت کی سرگزشت

ماہ مئی ۱۸۹۳ء میں جبکہ امیر مرحوم حضرت مولٰنا محمد علی اور آپ کے مکرم بھائی عزیز بخش مرحوم گورنمنٹ کالج کی بی۔ اے کلاس میں پڑھتے تھے تو امرتسر میں حضرت مرزا صاحب کا ایک بڑا مباحثہ عیسائیوں کے ساتھ ہوا۔ مباحثہ کے پرچے جو روزانہ شائع ہوتے تھے یہ دونوں ڈاک میں منگوا کر پڑھتے تھے۔ پھر ۱۸۹۴ء سے ۱۸۹۷ء تک جب مولٰنا محمد علی صاحب اسلامیہ کالج میں پروفیسر تھے تو خواجہ کمال الدین صاحب بھی وہاں پڑھاتے تھے اور مرزا صاحب اور ان کے دعاوی کا تذکرہ آپس میں ہوتا رہتا تھا۔ خواجہ صاحب اس وقت جماعت میں شامل ہو چکے تھے۔ مولٰنا محمد علی صاحب نے بھی بعض اخبارات میں چند مضامین مرزا صاحب کی حمایت میں تحریر کئے اور یہ آپ کی سب سے پہلی تحریرات تھیں لیکن ابھی تک بیعت کرنے میں توقف تھا۔ بالآخر ۱۸۹۷ء میں آپ خواجہ کمال الدین صاحب کے ساتھ پہلی مرتبہ قادیان گئے اور حضرت مرزا صاحب کی بیعت کی۔ اپنی شمولیتِ جماعت کی سرگزشت کو مولٰنا محمد علی صاحب نے خود اس طرح تفصیلاً تحریر فرمایا ہے:۔ (ادارہ)

حضرت مرزا صاحب کے متعلق مجھے سب سے پہلے اپنے عزیز دوست اور ہم جماعت منشی عبدالعزیز دہلوی سے علم ہوا۔ میں اور میرے بڑے بھائی زندھیر کالج کپورتھلہ میں تعلیم حاصل کرتے تھے اور وہیں یہ ہمارے عزیز دوست بھی تعلیم حاصل کرتے تھے جنہیں محبت سے ہم بھائی جان کہا کرتے تھے۔

۱۸۹۰ء میں ہم دونوں بھائی انٹرنس پاس کر کے گورنمنٹ کالج لاہور میں داخل ہو گئے اور یہیں حضرت صاحب کے دعویٰ کے متعلق علم ہوا۔ ۱۸۹۱ء کے موسم گرما کی تعطیلات میں جب ہم گھر آئے تو بھائی جان کی ملاقات کے لئے کپورتھلہ گئے جنہوں نے کتاب ازالہ اوہام دی جو انہی دنوں میں شائع ہوئی تھی۔ واپسی پر راستہ میں ہماری ملاقات اپنے ایک سابق استاد مولوی رحمت اللہ مرحوم سے ہوئی جنہوں نے اس کتاب کو ہمارے ہاتھ میں دیکھ کر بہت خفگی کا اظہار کیا۔ کہ اس سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔ ہم نے عرض کیا کہ پڑھ لینے میں کوئی حرج نہیں۔ اگر اس میں کوئی بات خلاف (دین) ہوگی تو ہم قبول نہیں کریں گے۔

گھر پہنچتے ہی ہم دونوں بھائیوں اور ہمارے والد مرحوم حافظ فتح الدین صاحب نے اس کتاب کو پڑھا اور ہم تینوں اس کتاب کو پڑھ کر اس بات پر متفق ہو گئے کہ جو کچھ اس کتاب میں لکھا ہے وہ درست ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور حضرت مرزا صاحب اپنے دعوائے مجددیت میں سچے ہیں۔

والد مرحوم حافظ قرآن ہونے کے علاوہ کچھ تھوڑی دینی کتب پر بھی رکھتے تھے اور اسی وجہ سے ہمارے گھر میں اکثر دینی چرچا رہتا تھا اور یہ والد مرحوم کا ہی اثر تھا کہ ہم دونوں بھائیوں کو جب سے ہوش سنبھالا نماز کے ساتھ ایسا شغف تھا کہ کپورتھلہ میں طالب علمی کے زمانہ میں پانچ وقت جامع میں جا کر نماز با جماعت ادا کرتے تھے۔

"قادیان اور ہمارے گاؤں مرآرہ کا فاصلہ براہ راست کچھ زیادہ نہیں۔ شاید بیس میل ہوگا اور حضرت مرزا صاحب کی شہرت ان اطراف میں نہایت نیک تھی اور لوگ یہ جانتے تھے کہ قادیان میں ایک بہت بڑے بزرگ ہیں جو مستجاب الدعوات ہیں اور زہد و عبادت اور علم میں بے نظیر انسان ہیں۔ والد مرحوم کو ان حالات کا خوب علم تھا۔ سب سے پہلا اثر جو حضرت مرزا صاحب کو قبول کرنے میں ہمارے لئے موجب کشش ہوا وہ یہی آپ کی نیک شہرت تھی۔

آج جو بہت لوگ احمدیت سے بے اعتنائی برتتے ہیں تو وہ سمجھتے ہوں گے کہ اس کے متعلق فیصلہ کرنے کے لئے بہت سے مباحث میں سے گذرنا اور بہت سے پیچیدہ مسائل کی واقفیت ضروری ہے کم سے کم ہم تینوں کو ایسی کوئی ضرورت محسوس نہیں ہوئی ہمارے لئے پہلی فیصلہ کن بات تو آپ کی پاک اور نیک زندگی تھی۔ خود قرآن شریف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر اس بات کو بطور دلیل پیش کیا ہے کہ "اس سے پہلے بھی میں نے تمہارے اندر عمر گذاری ہے پھر تم عقل سے کام کیوں نہیں لیتے؟"

اللہ تعالےٰ انسان کو جب کسی بلند مرتبہ پر کھڑا کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے یہی تیاری ہوتی ہے کہ پہلے قلوب پر اس کی نیکی، زہد، اعلیٰ اخلاق، صداقت، خدمت خلق ان سب چیزوں کا اثر ہوتا ہے۔

علمی باتیں بھی اتنی مشکل نہ تھیں۔ والد مرحوم کو بلا شبہ دینی واقفیت بہت زیادہ تھی اور ہم دونوں بھائی ابھی کالج کے طالب علم تھے لیکن اس موٹی بات کا سمجھ لینا کچھ بھی مشکل نہ تھا کہ قرآن شریف سے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی وفات ثابت ہوتی ہے یہی قبولیتِ احمدیت کا بنیادی پتھر ہے اور قرآن شریف کی حکومت کے سامنے سر جھکانے والا ان پڑھ آدمی بھی ہو تو اس کا سمجھ لینا اس کے لئے کچھ مشکل نہیں۔

دوسرا مرحلہ شمولیت جماعت کا حضرت عیسےٰ کا نزول ہے۔ اس کے لئے بھی علم کی ضرورت نہیں ہر ایک جانتا ہے کہ اس اُمت میں مسیح کے نازل ہونے کی پیشگوئی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کی ہے اور معتبر سے معتبر احادیث اس بارے میں موجود ہیں۔

اب اگر بنیادی پتھر رکھا جا چکا ہے اور ایک شخص حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی وفات کو قبول کر چکا ہے تو دوسرا مرحلہ بھی نہایت آسان ہے احادیث میں جس مسیح کے آنے کی خبر ہے وہ کون ہے۔ وفات مسیح کے بعد دو باتوں میں سے ایک کے مان لینے کے بغیر چارہ نہیں، یا یہ کہ آنے والا مسیح اس امت کا کوئی مجدد ہے یا یہ کہ وہ سب احادیث جھوٹی ہیں۔ شق ثانی ایسی ہے جس کو کوئی (شخص) جس کے دل میں حدیث نبوی کا احترام ہے مان نہیں سکتا۔ ورنہ حدیث کے سارے مجموعے کو ہی پھینکنا پڑتا ہے اس لئے شق اول کے ماننے کے سوا چارہ نہیں کہ اس امت کا کوئی مجدد نزول مسیح کی پیشگوئیوں کا مصداق ہے۔

اس سوال کے حل کرنے میں اور بھی بعض باتیں فوراً ہمارے سامنے آجاتی ہیں۔ تمام (لوگ) اس بات پر متفق ہیں کہ آنحضرت صلعم خاتم النبیین ہیں اور قرآن میں اس کی صراحت موجود ہے یعنی آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ نبی اس صورت میں آسکتا ہے کہ نبوت کا کچھ کام باقی ہو۔ اگر ختم نبوت کا عقیدہ صحیح ہے تو اب کوئی نبی نہیں آسکتا۔ خواہ وہ پہلے کا نبی بنا ہوا ہو یا بعد میں بنے۔ اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ آنحضرت صلعم کے بعد اس دنیا میں کسی نبی کا آنا ممتنع ہے۔ آپ کے بعد صرف مجددوں کا کام باقی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ صحیح احادیث میں حضرت مسیح اسرائیلی اور آنے والے مسیح کے دو الگ الگ حلیے دئے گئے ہیں۔ اگر وہی آنے والا مسیح ہوتا تو حلیہ کس طرح الگ ہوتا۔

تیسری بات یہ ہے کہ اگر یہ صحیح ہے کہ حضرت عیسےٰ فوت ہو چکے اور یہ بھی صحیح ہے کہ آنے والا مسیح اسی اُمت کا کوئی مجدد ہو چاہئیے تو پھر کیا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی وہ مسیح ہیں یا ہمیں کسی اور کا انتظار کرنا چاہیئے؟!

یہ مرحلہ بھی صاف تھا۔ آپ کا مجدد ہونا بھی مسلّم ہو چکا تھا آپ کی صداقت اور راست بازی پر کوئی حرف رکھنے والا نہ تھا۔ جس شخص نے کبھی انسان پر جھوٹ نہیں بولا وہ خدا پر کیسے جھوٹ بول سکتا ہے۔ چہ جائیکہ مجدد پر ایسا گمان کیا جائے۔

علاوہ ازیں جس شخص پر اتنی بڑی حقیقت منکشف ہوئی جس کو اللہ تعالےٰ نے وہ راز بتا دیا جو اتنی مدت سے دوسرے لوگوں پر ظاہر نہ ہوا تھا جس کو خدا نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ان پیشگوئیوں کی حقیقت پر مطلع کیا اس سے بڑھ کر اور کون مصداق ان پیشگوئیوں کا ہو سکتا ہے۔ اور سچ بھی یہی ہے کہ جب پیشگوئی کے پورا ہونے کا وقت آتا ہے تب ہی اس کی حقیقت پر بھی لوگوں کو مطلع کیا جاتا ہے۔

یہاں چند موٹی موٹی باتوں کا میں نے ذکر کیا ہے جو والد صاحب مرحوم اور ہم دونوں بھائیوں کے فیصلہ کرنے میں ہماری معاون ہوئیں۔ یہ باتیں اس قدر واضح تھیں کہ ہم تینوں بیک وقت "ازالہ اوہام" کے مطالعہ کے بعد ایک ہی فیصلہ پر پہنچ گئے اور دل سے حضرت مرزا صاحب کی صداقت کے قائل ہو گئے۔ لیکن بایں ہم تینوں میں سے ابھی کوئی حضرت صاحب کی بیعت میں داخل نہ ہوا۔ اس کے بعد جب حضرت صاحب ۱۸۹۲ء میں لاہور تشریف لے گئے جہاں مولوی عبدالحکیم کے ساتھ مناظرہ ہوا جس میں آپ کی اس تحریر پر مباحثہ ختم ہو گیا کہ آپ کا دعویٰ نبوت کا نہیں بلکہ آپ نے لفظ نبی صرف لغوی معنوں میں یعنی محدث کے معنوں میں

(بقیہ صہ۱۴ پر)

تیدہ روزہ پیغام صلح ـــــ لاہور ـــــ مورخہ ۱۵ جولائی ۱۹۸۹ء

کامیابی کا راز

حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے دین کو مٹانے اور حضورؐ کی جماعت کو ختم کرنے کے لئے سارے عرب نے ارادہ کر لیا تھا۔ ان حالات میں اللہ تعالےٰ نے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لئے اور حضورؐ کی جماعت کے لئے البقرۃ رکوع ۱۹ میں صبر کی تلقین کی اور اس کے خوشگوار نتائج کی خوشخبری دی۔ دوسری جگہ بھی فرمایا کہ جو کچھ یہ لوگ تمہارے متعلق کہتے ہیں، جس قسم کے ارادے کرتے ہیں کہ ان کا بائیکاٹ کریں گے۔ ان کو گھروں سے نکالیں گے قتل کر دیں گے، طرح طرح کی ایذائیں پہنچائیں گے، ان کی تجارتیں ختم کر دیں گے۔ ان سب باتوں پر صبر دکھایا جائے۔ قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ :-

"محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھیو! جن کے مٹا دینے کے منصوبے ہیں ہم تم کو تلقین کرتے ہیں کہ اپنے پائے ثبات کے لئے استقلال و صبر دکھاؤ اور خدا سے مدد مانگو اس کے حضور میں گڑگڑاؤ، اگر ایسا کرو گے تو یقین کرو خدا تمہارے ساتھ ہے۔"

یہ ایک ہی جملہ کہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ہر قسم کی مصیبت ختم کرنے کے لئے کافی ہے جس قسم کی مصیبت پیش آئے خدا تعالےٰ کے آگے جھکیں اس سے مدد مانگیں کہ وہ ہماری کمزوریوں کو دور کرے اور مصیبتوں اور ابتلاؤں سے بچائے تو خدا کی مدد ضرور نازل ہوتی ہے جس قسم کی بھی قربانیاں طلب کریں تمہیں دینی ہوں گی۔ ان قربانیوں سے یہ مت سمجھو کہ تم مر گئے بلکہ ان میں تمہاری زندگی ہے تمہاری قوم اس سے زندہ ہو گی۔ قرآن کریم میں مذکور ہے :

اور خوب سن رکھو دشمن کی تعداد تم سے زیادہ ہے اس کے پاس تمام سامان ہیں اس سے تمہیں خوف بھی ہو گا۔ وہ تمہارے کھانے پینے کے سامان پر بھی قبضہ کر لے گا اس سے تمہیں بھوکا بھی رہنا پڑے گا، تمہارے مال بھی ضائع ہوں گے، اونٹ بھیڑ بکریاں اڑا لے جائیں گے، جانیں بھی دینی پڑیں گی۔ غلّہ اور باغوں کے پھلوں سے بھی محروم ہونا پڑے گا۔ یہ ایک امتحان تم پر آئے گا۔ اس امتحان میں جن لوگوں کا ایمان مضبوط رہے گا ان کو بشارت دیدو۔ یہ لوگ جن کو جب مصیبت پیش آتی ہے تو ان کے مونہوں سے یہی نکلتا ہے ہم اللہ تعالےٰ ہی کی مخلوق ہیں۔ اسی کی ملکیت ہیں۔ اگر مال چلے گئے باغات اور کھیتیاں ضائع ہو گئیں تو یہ خدا ہی کی دی ہوئی تھیں۔ ہم بھی تو اسی کی ملکیت ہیں اور اسی کے پاس جانے والے ہیں۔

سورۃ البقرۃ کے رکوع ۱۹ میں بتایا کہ بڑے بڑے سخت عذاب آئیں گے۔ ان ابتلاؤں کی شدت کو کم کرنے کے لئے فرمایا کہ صبر کرو گے تو خدا کی معیت حاصل ہو گی۔ دوسری جگہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لئے فرمایا :

"اے نبیؐ آپؐ سے پہلے بھی رسول آتے رہے۔ ان سب کو تکلیفیں پہنچائی گئیں۔ ان کے ساتھ تمسخر و استہزاء کیا گیا آپؐ سے بھی ایسا ہی ہو گا۔"

ایک جگہ حضرت شعیبؑ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا :

ان کی قوم کے بڑے بڑے لوگوں نے استکبار کیا اور کہا اے شعیبؑ ہم تجھ کو اور جو تیرے ساتھ ایمان لائے ہیں ان سب کو ضرور اپنے ملک سے نکال دیں گے یا تمہاری مصیبت اس طرح ٹل سکتی ہے کہ تم اپنے اعتقادات رد کر دو۔ اور ہمارے اعتقادات قبول کر لو۔

تو اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیبؐ کی تسلی کے لئے بتایا کہ مصیبتیں انبیاءؑ پر آتی رہیں یہ سنت اللہ ہے۔ اس لئے آپ مت گھبرائیں۔ اور فرمایا کہ کتنے ہی نبیؐ آئے ہیں جن کے ساتھ علماء کو بھی تلواریں اٹھانی پڑیں۔ ربّانی لوگ وہ ہیں جو اللہ کے رستے میں شہید ہونے کے لئے تیار ہوں تو انبیاءؑ کے ساتھ ایسے علماء بھی تھے جنہوں نے دشمنوں کے مقابلہ پر شہادت کا مرتبہ حاصل کرنے کے لئے تلواریں اٹھائیں۔ پھر انہیں اس رستہ میں جو بھی تکلیفیں اور دکھ اٹھانے پڑے ان سے ان کے ارادوں میں کوئی کمزوری پیدا نہ ہوئی۔ ان کے پاؤں میں کوئی لغزش نہ آئی۔ کوئی کمزوری اور بزدلی ان کے دلوں میں پیدا نہ ہوئی۔ دشمن کے لشکروں اور ساز و سامان کو دیکھ کر کبھی انہیں خیال نہ آیا کہ وہاں سے بھاگ ہی جائیں یا دشمن کے آگے ہتھیار ڈال دیں وہ کبھی تھکے نہیں۔

جس طرح سے یہاں اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ صبر و صلوٰۃ کے ساتھ مدد مانگیں اسی طرح مزید بھی تلقین کی کہ قوموں میں شیخیاں ہوا کرتی ہیں ان کے لشکر اور ساز و سامان ہوتے ہیں جن کے بل پر وہ تکبر کرتے ہیں لیکن ربانی لوگ کوئی شیخی نہیں مارتے بلکہ اللہ تعالےٰ کے آگے عاجزی کے ساتھ دعا کرتے ہیں اے ہمارے اللہ ہماری کوئی شیخی اور تکبر نہیں۔ ہمارے اندر کمزوریاں ہیں تو ان کو معاف کر دے۔ ہمارے کام کاج اور دشمن کے ساتھ معاملہ کرنے میں کوئی زیادتی ہو گئی ہو تو اس کو بھی بخش دے۔ ہمارے قدموں کو مضبوط کر دے۔ ہمارے ہاتھ پاؤں اور طریق زندگی ایسا ہو کہ ان سے یہ نظر آتا ہو کہ ہم اللہ تعالےٰ کے راستہ میں جان دینے کے لئے تیار ہیں۔

حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی دشمن کے مقابلہ میں اپنی قوم کو تیار کیا، وہ اپنے دل میں جذبہ رکھتے تھے کہ اللہ تعالےٰ کے رستہ میں جان دے دیں گے۔ اُحد کی جنگ میں حضرت سعد بن معاذ رضؓ سے آپؐ نے فرمایا :

"اے سعد رضؓ جنت تمہارے سامنے ہے میں احد کے قریب جنت کی خوشبو محسوس کرتا ہوں۔"

وہ یہ سن کر آگے بڑھے اور لڑتے ہوئے میدان جنگ میں شہید ہو گئے۔ لکھا ہے کہ ان کے بدن پر اسیؔ زخم تھے تلوار کی ضربات برداشت کیں، نیزے ان کے بدن پر چلائے گئے۔ تیروں کی بوچھاڑ ان پر کی گئی اور ذرا بھی لغزش ان کے قدموں میں نہ آئی۔

ایک شخص سعد بن الربیع شہید ہو رہے تھے کسی نے کہا کوئی خواہش ہو تو بتاؤ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کو میرا سلام پہنچا دیں اور صحابہ رضؓ سے عرض کریں کہ وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی پوری پوری تعمیل کریں۔ پھر حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلّم کے چچا حضرت حمزہ رضؓ اسی جنگ میں شہید ہوئے ان کی تلاش میں حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نکلے، دیکھا کہ ان کے ناک کان کاٹے گئے تھے ہندہ نے ان کا کلیجہ نکال کر چبایا اور ان کے ناک کان وغیرہ کا ہار بنایا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیاروں اور عزیزوں کا نمونہ ہے۔ آپؐ خود بھی اس جنگ میں زخمی ہو کر گر گئے۔ خود کی کڑیاں آپ کی پیشانی میں گھس گئیں لیکن جب ہوش آئی تو یہ نمونہ دکھایا کہ دشمن کو للکارتے ہوئے آگے بڑھے۔ عورتیں ہیں تو ان میں بھی یہی ولولہ پایا جاتا ہے۔

ایک عورت کے تین بیٹے اس جنگ میں شہید ہوئے لیکن اس کی پیشانی پر فدا بل نہ آیا اور اس نے کہا کہ میں خدا کی حمد کرتی ہوں جس نے میرے بیٹوں کو شہید کر کے میری عزت افزائی کی۔

اسی طرح ہر زمانے میں ابتلا آتے ہیں۔ ہر فرد، جماعت، قوم اور ملک پر مصائب آتے ہیں تاکہ استقامت اور ایمان کا نمونہ دکھایا جائے۔ ہماری اس چھوٹی سی جماعت پر کی کیفیت بھی یہی ہے دشمنی کے طوفان کبھی تیز ہو جاتے ہیں اور کبھی مدھم پڑ جاتے ہیں۔ ہم کو چاہیے اپنی کوتاہیوں اور غفلتوں کو دور کریں خدا کے حضور گڑگڑائیں کہ ہماری کمزوریوں اور خطاؤں کو معاف فرمائے۔

حضرت مجدد زماں نے دین حقہ کی بہت بڑی خدمت کی ہے۔ دنیا ان کی خدمات دینیہ کی قائل ہے ان کی جماعت نے بھی خدمت دین میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ آپ نے اسّی کتابیں لکھیں۔ آریوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں علم کے دریا بہا دیئے اور دین کی صداقت کو روشن کیا۔ آج وہ لوگ بھی جو حضرت امام وقت کے خلاف ہیں ان کے علم اور خدمات دینیہ کے معترف ہیں۔ انہیں معلوم ہے کہ آپ کی کتابوں میں میگزین ہے۔ اس سے فائدہ بھی اٹھاتے ہیں اور پھر ان کو کافر بھی کہتے ہیں۔ مصر میں، عراق میں، عرب میں ایسے لوگ ہیں جو آپ کی عربی کتابوں کو دیکھ کر عش عش کر اٹھے۔ انگلستان میں ترکی اور مصر سے آئے ہوئے

(بقیہ صـــ۱۴ پر)

از قلم مکرم نصیر احمد فاروقی، لاہور

اقتباسات از براہین احمدیہ

حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی معرکتہ الآرا کتاب براہین احمدیہ میں سے دو اقتباسات میں نے پچھلے مضمون میں لکھے تھے وہ کتاب کے ابتدائی دو ابواب "عرض ضروری بحالت مجبوری" اور "مقدمہ" نامی سے اخذ کئے تھے۔ جن قارئین نے اصل کتاب نہ دیکھی ہو ان کے فائدہ کے لئے میں واضح کر دوں کہ حضرت صاحب نے اپنی کتاب کے شروع میں دو تمہیدی باب لکھے ہیں جن کے عنوان میں نے اوپر لکھے ہیں۔ ان میں سے باب "مقدمہ" کافی لمبا ہے۔ اس میں سے ایک اقتباس تو میں اپنے پچھلے مضمون میں لکھ چکا ہوں۔ اس باب میں سے اور اس کے حاشیہ جات میں سے مزید اقتباسات درج ذیل ہیں۔ یہ میں پہلے ہی لکھ چکا ہوں کہ ان اقتباسات کی زبان میری ہے (اس شکایت کو دور کرنے کے لئے کہ اس کتاب کی اپنی زبان بہت قدر ثقیل ہے) اور جہاں کہیں میں نے حضرت مرزا صاحب کے اپنے الفاظ نقل کئے ہیں انہیں INVERTED COMMAS لگا کر واضح کر دیا ہے۔

اقتباس ۳

حضرت صاحب نے اول تو اپنی کتاب کے غیر مسلم پڑھنے والوں کو اپیل کی ہے کہ وہ اپنے عقائد کو اپنی عقل کی کسوٹی پر آزمائیں نہ کہ بچپن کے "کسی پالنے والی ماما" کی سکھائی ہوئی باتوں پر وہ ضد سے قائم رہیں۔ کیونکہ جن اعتقادات کی تائید میں کوئی معقول دلیل نہ ہو ان پر اڑے رہنا اپنے آپ کو دھوکے میں رکھنا ہے۔ "اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل بخشی ہے جو اور کسی مخلوق کو نہیں دی گئی تاکہ انسان اس سے ہر معاملہ کو پرکھے یہاں تک اگر کوئی الہامی کتاب بھی عقل اور فطرت کے مخالف بات کہے تو انسان کو بلا مزید تجسس کے اسے قبول نہ کرنا چاہئیے اور ممکن اور ناممکن کی شناخت کرنے کے لئے بھی عقل ہی معیار ہے۔" اور نیز "اگر حق اور باطل میں عقلاً کچھ فرق

قائم نہ ہو تو پھر اس حالت میں کیونکر ایک حق کا

طالب جھوٹ اور سچ میں تمیز کر کے جھوٹ کو

چھوڑے اور سچ کو اختیار کرے۔"

غیر معقول اصول کہ جن کے ممکن ہونے پر عقل کھلے دلائل پیش نہیں کرتی ہرگز سچے نہیں ہو سکتے۔ اور جو شخص ایسے امر کو جو ممکن نہ ہو اپنا اعتقاد بناتا ہے اسکو ہر مذہبی مقابلہ کے میدان میں ندامت اٹھانی پڑتی ہے بلکہ اس کا اپنا ہی نفس اسے کبھی نہ کبھی ملزم ٹھہراتا ہے اور یہ بیرونی واندرونی ندامت اس کے لئے ایک روحانی عذاب بن جاتا ہے جو اسی دنیا میں اس پر نازل ہونا شروع ہو جاتا ہے۔

آگے چل کر حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں:

"اگرچہ یہ سچ بات ہے کہ عقل بھی خدا نے

انسان کو ایک چراغ عطا کیا ہے کہ جس

کی روشنی اسے حق اور راستی کی طرف کھینچتی

ہے اور کئی طرح کے شکوک اور شبہات

سے بچاتی ہے۔"

مگر اس میں یہ نقص ہے کہ وہ اکیلی یقین کامل تک نہیں پہنچا سکتی کیونکہ عقل صرف یہ کہہ سکتی ہے کہ کوئی چیز ہونی چاہئیے مگر وہ یقین کامل پیدا نہیں کر سکتی کہ وہ چیز واقعی ہے۔ اس لئے عقل اکیلی انسان کی ہدایت کے لئے کافی نہیں ہو سکتی اور اس کے لئے کوئی دوسرا رفیق ہونا چاہئیے جو اسے یقین کامل کی منزل کی طرف لے کر چلے۔ سو اللہ تعالیٰ نے جو بڑا ہی رحیم اور کریم ہے اور انسان کو یقین کامل کی طرف راہنمائی کرتا ہے (تاکہ وہ اطمینان قلب جیسی نعمت کو حاصل کر سکے جو کہ انسان کی باطنی ترقی کی انتہائی منزل ہے) اس نے انسان کی عقل کے لئے تین رفیق سفر بنائے ہیں:

۱۔ دنیا کی ایسی چیزوں کے بارہ میں جو دیکھی جا سکتی ہوں یا کان سے سنی جا سکتی ہوں یا سونگھی جا سکتی ہوں یا ٹٹولی جا سکتی ہوں تو ان کے متعلق یقین کامل پیدا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے صحیح مشاہدہ OBSERVATION اور تجربہ EXPERIMENT کو انسان کی عقل کے لئے معاون بنایا ہے۔

۲۔ اور ان واقعات کے متعلق جو ماضی میں ظہور پذیر ہوئے ہوں اللہ تعالیٰ نے انسان کی عقل کا معاون علم تاریخ (HISTORY) کو بنایا ہے۔ اس میں نہ صرف مستند تاریخ کی کتابیں آتی ہیں بلکہ اخبارات اور خطوط اور رسالے بھی شامل ہیں

۳۔ بالآخر ان معاملات کے بارہ میں جو محسوس نہ کئے جا سکتے ہوں یعنے جن کو ہم نہ آنکھوں سے دیکھ سکتے ہوں نہ کان سے سن سکتے ہوں نہ ان کو ٹٹول سکتے ہوں اور نہ دنیا کی تواریخ سے ان کی تحقیق کر سکتے ہوں اللہ تعالیٰ انسان کی عقل کی مدد کے لئے الہام اور وحی نازل فرماتا ہے (اور یہ سب میں یقینی ذریعہ ہے علم حاصل کرنے کا کیونکہ اوپر کے تین طریق یعنے مشاہدہ اور تجربہ اور تاریخ غلطی کھا سکتے ہیں مگر وحی و الہام میں کوئی غلطی کا امکان نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا علم ہر غلطی اور نقص سے پاک ہے)

اگرچہ الہام یقین کامل دلانے کے لئے ہی آتا ہے مگر قرآن کریم کے سوا دوسری الہامی کتابیں انسان کے ہاتھوں میں پڑ کر نسیان اور تحریفات سے ایسی بگڑ گئیں ہیں کہ آج ان سے یقین کامل تو کیا پیدا ہونا تھا ان کے ماننے والوں کا ایمان زبانی اعتراف سے زیادہ نہیں رہا۔ یا بالکل ہی چلا گیا مگر قرآن شریف کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس کے دشمنوں کو بھی یہ اعتراف ہے کہ وہ انسانی دسترس سے پاک ہے اور اس کا متن وہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا۔ اور اسکی وجہ وہ الٰہی وعدہ ہے جو کسی اور الہامی کتاب میں نہیں ملتا کہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون یعنے اللہ تبارک و تعالیٰ اس اپنی آخری اور کامل کتاب کا خود محافظ ہوگا۔ پھر قرآن کریم کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ کسی اعتقاد کو زبردستی نہیں منواتا بلکہ جو تعلیم دیتا ہے اس کی صداقت کی وجوہات خود بیان فرماتا ہے اور قرآن شریف نے ایسے اعلیٰ درجہ کے یقین کامل کی بنیاد رکھی ہے کہ وہ اور کسی الہامی کتاب سے انسان کو میسر نہیں آتا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن حکیم وہ واحد الہامی کتاب ہے جو اپنی تعلیمات کے حق میں خود ہی دلائل دیتی ہے نہ کہ اپنے ماننے والوں پر انحصار کرتی ہے کہ وہ اس کی تعلیمات کی تائید میں دلائل اپنی ناقص عقل سے دیں۔ دوسری الہامی کتابوں کا مثلاً توریت اور انجیل کا یہ رنگ ہے کہ وہ محض واقعات کو بیان کرتی ہیں۔ مگر قرآن حکیم نہ صرف تاریخ سے وہ واقعات بیان فرماتا ہے جو کہ انسان کی اخلاقی اور روحانی ترقی اور تکمیل کے لئے مفید ہیں۔ بلکہ اس میں معرفت الٰہی کے علاوہ علم غیب بکثرت آیا ہے اور جہاں دلیل کی ضرورت ہو تو اس امر پر اعلیٰ سے اعلیٰ دلیل موجود ہوتی ہے جو شخص دیکھے اسے معلوم ہوگا کہ قرآن شریف میں دو باتیں اول سے آخر تک پائی جاتی ہیں۔ یعنے ایک تو عقلی وجوہ اور دوسرے الہامی شہادت اور یہ دونوں ایک دوسرے کی تائید اور تصدیق کرتی چلی جاتی ہیں جس سے سچے اصولوں پر یقین کامل پیدا ہوتا ہے۔

اس تمہیدی باب میں (جس سے اوپر کے اقتباسات میں نے اپنی زبان میں اخذ کئے ہیں) حضرت مرزا صاحب نے یہ امر واضح کیا ہے کہ آگے چل کر اصل کتاب میں انہوں نے جس قدر دلائل قرآن مجید کی حقانیت اور حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور قرآن شریف کی فضیلت اور خوبیوں پر دیئے ہیں وہ سب دلائل اسی مقدس کتاب سے لئے گئے ہیں اور اپنی طرف سے انہوں نے ان امور پر نہ کوئی دلیل لکھی ہے اور نہ کوئی دعویٰ کیا ہے اور جو صاحب حضرت مرزا صاحب کے دلائل کے مقابلہ پر کچھ اپنی کتاب کے متعلق لکھنا چاہیں یا کوئی دعویٰ کریں یا اس کی تائید میں دلائل دیں ان پر لازم ہوگا کہ وہ اپنے دلائل اپنی الہامی کتاب سے پیش کریں نہ کہ اپنی طرف سے بطور وکیل کے ڈھونڈ کر لائیں اور یہ شرط اس لئے ہے "تا حق اور باطل کا فیصلہ کلام الٰہی سے ہو سکے نہ کہ انسانی عقل سے جو غلطی پر ہو سکتی ہے۔

اس بات کا ذکر کرتے ہوئے کہ دوسری الہامی کتابوں میں اس قدر تحریف ہوئی ہے کہ ان میں سے بعض میں نبیوں کے لئے انتہائی ہتک آمیز الفاظ یا ذکر ملتا ہے، حضرت مرزا صاحب نے دوسرے مذہبی علماء سے جو اپیل کی ہے وہ میں ان کے اپنے الفاظ میں نقل کرتا ہوں کیونکہ وہ نہایت مؤثر ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

"اے بھائیو! نبیوں کا پاک اور کامل اور راستباز ہونا تسلیم کرو تا وہ کتابیں بھی پاک ٹھہریں جو نبیوں پر نازل ہوئیں ورنہ جن دلوں سے وہ کتابیں نکلیں اگر وہ دل ہی پاک نہیں تو پھر (ان نبیوں کی) کتابیں کیونکر پاک ہو سکتی ہیں۔ کیا ممکن ہے جو دھاتورے کے درخت کو انگور کا پھل یا آک کو انجیر کا پھل لگے۔ جب چشمہ کا پانی صاف ہے تو چشمہ بھی صاف ہی سمجھو۔ اگر وہ لوگ خدا کے کامل وفادار بندے نہیں تھے تو گویا یہ خدا پر بھی نعوذ باللہ اعتراض ٹھہرا کہ اسے جوہر قابل کی شناخت نہیں۔۔۔ آپ لوگ ایسا سمجھ رہے ہیں کہ الہام بھی ایک جسمانی خدمت ہے کہ جیسے کسی شخص کو کسی بد انتظام گورنمنٹ سے کوئی عہدہ مثلاً تحصیلداری یا رسالداری کا کچھ دے دلا کر بغیر دریافت چال چلن اور لیاقت کے مل جاتا ہے یا جس میں حکام کو صرف کام لینے سے مطلب ہوتا ہے اور کچھ تھوڑی ہی نیک چلنی اور لیاقت دیکھی جاتی ہے کیونکہ وہ عہدہ ہی ایسا ذلیل اور ناچیز ہوتا ہے کہ جس میں کامل دیانتداری اور نیک چلنی اور نیک وضعی کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن اے بھائیو! یہ آپ لوگوں کی کمال غلطی ہے وحی الٰہی وہ خدا کا پاک کلام ہے کہ جس میں منزل علیہ (یعنے جس پر وحی الٰہی نازل ہو نازل) کی طہارت تامہ اور قابلیت کاملہ شرط ہے۔"

(باقی ہے)

آنسہ زاہدہ بشیر

احمدیہ تحریک کا تاریخی جائزہ

(آخری قسط)

۱۰۔ غیر احمدیوں کے ساتھ ہمارے کوئی تعلقات ان کی شادی غمی کے معاملات میں نہ ہوں؛

(الفضل ۱۰ / جون ۱۹۱۶ء)

۱۱۔ کلمۃ الفصل صـ۶۹ پر ہے: غیر احمدیوں سے ہماری نمازیں الگ کی گئیں۔ ان کو لڑکیاں دینا حرام قرار دیا گیا ..... دو قسم کے تعلقات ہوتے ہیں ایک دینی اور دوسرے دنیوی، دینی تعلقات کا بڑا ذریعہ عبادت کا اکٹھا ہونا ہے اور دنیاوی تعلقات کا رشتہ ناطہ ہے سو یہ دونوں ہمارے لئے حرام قرار دیئے گئے ہیں اگر کہو کہ ہم کو ان کی لڑکیاں لینے کی اجازت ہے تو میں کہتا ہوں نصاریٰ کی لڑکیاں لینے کی بھی اجازت ہے۔ اور صـ۱۲ پر ہے:

۱۲۔ ہر ایسا شخص جو موسیٰؑ کو مانتا ہے مگر عیسیٰؑ کو نہیں مانتا یا عیسیٰؑ کو مانتا ہے مگر محمدؐ کو نہیں مانتا یا محمدؐ کو مانتا ہے مگر مسیح موعود کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

"کس کا دل گردہ ہے جو یہ کہے کہ مسیح موعود کا ماننا جزو ایمان نہیں۔" (الفضل ۴ مئی ۱۹۱۴ء)

"جب نبی ثابت ہوئے تو آپ کا ماننا جزو ایمان ہوا۔" الفضل ۴ مئی ۱۹۱۴ء

قارئین کرام! ان عقائد کے تقابلی مطالعہ سے اس نتیجہ پر پہنچنا کوئی مشکل نہیں کہ قادیان کی خلافت کے خود ساختہ عقائد حضرت امام زماں کے عقائد سے یکسر مختلف اور مخالف ہیں۔ ایسے گمراہ کن اور بر خود غلط معتقدات پر مسلمانان برصغیر نے اگر نوٹس لیا تو یہ سراسر ایک قدرتی امر تھا اور یہ کہ جماعت کے اندر طالع آزما کا پیدا کردہ افتراق بدگمانی، آویزش و سازش، ہوس منصب مسئلہ خلافت بر خود غلط عقیدۂ اجرائے نبوت اور تکفیر المسلمین الیسے منفی اور لا یعنی رویوں نے احمدیہ تحریک کی اصلیت و حقیقت کو دنیا سے اوجھل کر دیا۔ اور مسلمان طبقہ کو جانی دشمن بنا لیا۔ اس حقیقت کے برعکس روزنامہ الفضل مجریہ ۲۹ / مارچ ۱۹۸۹ء "برصغیر پاک و ہند کی ایک مایہ ناز شخصیت" کے عنوان سے مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی مدح سرائی کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"آپ نے (اشاعت دین) کے عظیم الشان کام کے ساتھ ساتھ دوسرے اہم امور میں بھی مسلمانوں کی بیش بہا خدمات انجام دیں اور ہر موقع پر مسلمانوں کی بہبودی میں راہنمائی کی تدابیر اختیار کیں اور مسلمانوں کی اقتصادی حالت کو درست اور مضبوط کرنے کیلئے بھی آپ نے نہ صرف تحریکیں کیں بلکہ عملی طور پر تدابیر اختیار کرنے میں ان کی مدد کی۔"

کیا ہم اس "راہنمائی کی تدابیر" سے یہ نتیجہ نہ لیں کہ خلافتی عناصر نے احمدیت کی غلط تصویر پیش کر کے مخالفین تحریک کو بالواسطہ سہارا دیا اور جماعت کے نام و کام کو بے حد متاثر کیا اور اسے ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔

برصغیر پاک و ہند میں کئی دور آئے کہ احمدیہ تحریک کی مخالفت میں جلسے جلوس، احتجاج، تحریکیں، ہڑتالیں قرار دادیں، گھیراؤ جلاؤ۔ پکڑ دھکڑ، حملے، بلوے اور فسادات ہوئے جو عوام اور انتظامیہ کے لئے کئی بار پریشان کن صورتحال پیدا ہوئی۔

وقت گذرتا رہا اور تاریخ جنم لیتی رہی۔ ۵۳ء میں مخالفین تحریک نے اپنے سارے دم خم کے ساتھ سر اٹھایا۔ پنجاب میں فسادات کی آگ بھڑک اٹھی احمدیوں کی جان و مال کا بڑا اتلاف ہوا۔ ان فسادات کے بارے میں ایک تحقیقاتی کمیشن مقرر ہوا جس کے سربراہ جسٹس منیر تھے۔ انہوں نے فسادات کے اسباب کی تحقیق کے بجائے یہ تحقیق شروع کر دی کہ مسلم کون ہے اور کون نہیں حالانکہ جن نکات کی توضیح کے لئے یہ کمیشن بنایا تھا ان میں یہ سوال سرے سے موجود ہی نہ تھا انکوائری کمیٹی کے دائرہ اختیار میں یہ بات نہیں تھی کہ کسی کو مسلم یا غیر مسلم ثابت کیا جائے انہوں نے تو صرف اس بات کی تحقیقات کرنا تھی کہ فسادات کی ذمہ داری کس فریق پر عائد ہوتی ہے۔ اس کمیٹی کی رپورٹ کا عنوان ہے "رپورٹ تحقیقاتی عدالت برائے تحقیقات فسادات پنجاب ۱۹۵۳ء" سپریم کورٹ کے موجودہ جج جسٹس جاوید اقبال نے منیر انکوائری رپورٹ پر تبصرہ کرتے ہوئے بجا کہا تھا کہ

"منیر رپورٹ انتہائی گمراہ کن اور فضول ہے جس نکتے پر اس نے اپنا زیادہ وقت صرف کیا کمیشن کے دائرہ اختیار میں وہ طرف سرے سے تھا ہی نہیں۔"

بہرحال جماعت ربوہ کے ایک صاحب ملک محمد شریف دھیال راؤ نے ۱۹۷۰ء میں پیغام صلح کو لکھا کہ

"منیر انکوائری کمیٹی میں یہ سب مولوی مل کر بھی جماعت احمدیہ ربوہ (قادیان) کو غیر مسلم ثابت نہیں کر سکے یہی وجہ ہے کہ ہم ان باتوں کی طرف دھیان نہیں دیتے۔"

بھلا اس بے جا اور بے محل نکتہ بندی کا منیر انکوائری کمیٹی کے موضوعات سے کیا تعلق ہے؟ ٹھیک ہے کہ اس کمیٹی میں سب مولوی مل کر بھی جماعت ربوہ کو غیر مسلم ثابت نہ کر سکے (اور ۷۴ء میں یہی سب مولوی ایسا کرنے میں کامیاب بھی ہو گئے) لیکن اس کمیٹی میں "خلیفۃ المسیح ثانی" (میاں محمود احمد صاحب) نے جو رویہ اختیار کیا اس نے ان کے من گھڑت اور غالی عقائد کے ڈھول کا پول کھول دیا اور اپنے متذکرہ بالا عقائد جو وہ ۴۳ سال تک بڑی شد و مد اور اصرار و تکرار سے پیش کرتے رہے اور جن کے باعث تحریک احمدیہ کی بڑی حد تک بدنامی ہوئی اور ملت مسلمہ کو مزاحمت کرنا پڑی ان کے برعکس میاں صاحب ممدوح نے تحقیقاتی عدالت میں بیان دیتے ہوئے کہا:

"کوئی شخص جو مرزا غلام احمد صاحب پر ایمان نہیں لاتا دائرہ اسلام سے خارج قرار نہیں دیا جا سکتا۔"

اور عدالت کے اس سوال پر کہ:

"کیا مرزا غلام احمد صاحب پر ایمان لانا جزو ایمان ہے؟"

میاں صاحب موصوف جواب دیتے ہیں:

"جی نہیں۔"

اور غیر احمدی کے جنازہ پڑھنے کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ:

"اب ہمیں بانی سلسلہ کا فتویٰ ملا ہے جس کے مطابق ممکن ہے غور و خوض کے بعد پہلے فتوے میں ترمیم کر دی جائے۔"

اور وہ فتویٰ کیا ہے کہاں سے ملا، کب ملا، اس پر کیا غور و خوض ہوا۔ اور ترمیم شدہ فتوے کہاں ہے؟!

اور جن لوگوں کو سالہا سال ہندوؤں اور عیسائیوں کی طرح کافر قرار دیتے رہے اور ان کا اور ان کے بچوں تک کا جنازہ ناجائز قرار دیا ان کے متعلق میاں صاحب کا عدالتی بیان ہے کہ:

"اگر لفظ کافر کا مطلق ایسا شخص ہے جو ہندوؤں اور عیسائیوں کی طرح دائرہ اسلام سے خارج ہو تو یقیناً ہمارا یہ عقیدہ نہیں۔"

جنوری ۱۹۷۰ء کی بات ہے مولانا مودودی صاحب نے ان دنوں اپنی جماعت کا منشور شائع کیا تھا اور اس کی ایک شق میں لکھا تھا کہ:

"جو لوگ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور کو نبی مانتے ہیں اور اس کی نبوت پر ایمان نہ لانے والوں کو کافر کہتے ہیں انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے کیونکہ ان کو مسلمان تسلیم کرنے کے یہ معنی ہیں کہ پاکستان کے مسلمان غیر مسلم اکثریت ہیں۔"

الفرقان بابت ماہ جنوری ۱۹۷۰ء میں مولوی ابوالعطاء نے مودودی صاحب کے منشور کی متذکرہ بالا شق کا جو جواب دیا ہے اس میں اپنے معروف جماعتی مسلک کو نظر انداز کرتے ہوئے یہ اعلان کیا ہے کہ غیر احمدی مسلمانوں پر کفر کا فتوے مسیح موعود کو نبی نہ ماننے کی وجہ سے نہیں بلکہ علماء سوء کے فتوے کفر کے جواب میں لغوی طور پر انہیں کافر کہا گیا ہے۔ مولوی ابوالعطاء صاحب نے اس بارہ میں "قادیانی اخبار" لاہور کا ایک مکتوب مفتوح نقل کرتے ہوئے اسے مناسب اور بروقت کوشش قرار دیا۔ اس مکتوب کے یہ الفاظ قابل غور ہیں:

"رہی حضور پُر نور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ایسے امتی نبی کو نہ ماننے والوں کے لغوی طور پر کافر قرار پانے کی بات تو اس میں بھی پہل دراصل علماء سوء ہی کی ہے نہ یہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ایسے فرزند روحانی اور اس کے ساتھیوں کو کافر قرار دیتے اور نہ ایک کلمہ گو عاشق رسولؐ اور اس کی جماعت کو کافر قرار دیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ کی رو سے خود کافر قرار پاتے ہیں — بالفاظ دیگر کافر قرار دئیے جانے کا واویلا کرنیوالوں کو کافر قرار نہیں دیا گیا وہ دوسرے کلمہ گوؤں کو کافر قرار دے کر خود اپنے فعل سے کافر بن گئے ہیں۔"

صاحب" لاہور" کی یہ مناسب اور بر وقت کوشش اگر ایسی ہی کوشش نہیں جو فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت میں میاں محمود احمد صاحب نے عقیدہ تکفیر سے رجوع کی صورت میں کی تھی اور مولوی ابوالعطاء صاحب نے اسے مصلحت وقت کہہ کر اصل عقیدہ تکفیر پر ثابت قدمی کا اظہار کیا تھا تو ہمیں خوشی ہوگی اگر کھلے طور پر یہ اعلان کیا جائے کہ مسیح موعود کا دعویٰ حقیقی نبی ہونے کا نہ تھا اور نہ آپ کا انکار موجب کفر ہے۔

اگر صاحب" لاہور" اور ارباب ربوہ کے نزدیک امتی نبی کو نہ ماننے والوں کے لغوی طور پر کافر قرار پانے کی بات صحیح ہے تو اس کے صاف معنے یہ ہیں کہ مسیح موعود صرف لغوی معنوں میں نبی تھے۔ یعنے اللہ تعالیٰ سے علم پا کر غیب کی خبریں بتانے یا پیشگوئی کرنے والے، اس سے بڑھ کر حقیقی معنوں میں وہ ایسے نبی نہ تھے جس کو نہ ماننے سے کفر لازم آتا ہو بہتر ہوگا کہ اس قسم کا اعلان خلیفہ صاحب ربوہ کی طرف سے شائع کرادیا جاتا تا کہ آئے دن کا جھگڑا جو میاں محمود احمد صاحب کے قائم کردہ مسلک سے پیدا ہوا ہمیشہ کے لئے ختم ہو جاتا اور دنیا کو معلوم ہو جاتا کہ حضرت مسیح موعود پر مدعی نبوت ہونے کا الزام درست نہیں اور نہ یہ صحیح ہے کہ انہوں نے اپنے نہ ماننے والوں کو کافر قرار دیدیا۔

اگر ایسا ہو جاتا تو شاید ۱۹۷۴ء کا سانحہ معرض وجود میں نہ آتا۔ تحریک ۱۹۵۳ء کے متعلق میاں محمود احمد صاحب نے کہا تھا کہ

"میں احرار کے پاؤں تلے سے زمین نکلتے دیکھ رہا ہوں!"

اور "اگر احراری اور مودودی جیت گئے تو ہم جھوٹے ہیں!"

میاں صاحب عموماً بڑی بڑی پیشگوئیاں کیا کرتے تھے اور ان کی تاویلات میں بھی ان کو کمال حاصل تھا۔ اگر موصوف ۱۹۷۴ء میں حیات ہوتے تو نہ جانے اس کی کیا تاویل فرماتے ہم تو ان الفاظ پر نظر غور ڈالتے ہیں اور حالات و واقعات کا جائزہ لیتے ہیں تو مذکورہ پیشگوئی تو الٹ پلٹ ہوتی نظر آتی ہے۔ آپ خود ہی کہیئے اور سوچیئے کہ آپ کیا ہیں حقیقت تو یہ ہے اب ربوہ (قادیانی) جماعت کے پاؤں تلے سے زمین نکل چکی ہے۔ قدرت اور حقیقت اس جماعت کو وقت کے اس دھانے پر لے آئی ہے جہاں یہ حق و باطل کو اس کی حقیقی شکل میں دیکھنے پر مجبور ہے۔

۱۹۵۰ء کی بات ہے صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب (نبیرہ حضرت بانی سلسلہ) کشمیر کے دورہ کے دوران سری نگر کے علاقہ بھدرواہ بھی گئے وہاں ان کے ساتھ مولوی شریف احمد صاحب امینی مبلغ کلکتہ بھی تھے۔ ایک کھلا جلسہ ہوا اس میں اعلان کیا گیا کہ :-

"حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ صرف مجددیت اور مسیح موعود ہونے کا ہے ہم ہرگز ان کو حقیقی نبی نہیں مانتے ہر کلمہ گو مسلمان ہے خواہ کسی فرقہ سے ہو جماعت لاہور کے ساتھ جو معمولی اختلاف ہے وہ صرف خلافت ہے اور کچھ نہیں"

اسی طرح ربوہ جماعت کے موجودہ خلیفہ جناب میاں ناصر احمد صاحب کا تازہ انٹرویو جو انہوں نے مورخہ ۲ ستمبر ۱۹۸۰ء کو لندن کے اخبار جنگ کو دیا ہے اپنے روائتی مسلک میں نمایاں تبدیلی کا مظہر ہے۔ اسے پڑھ کر ہمیں ایک گونا خوشی ہوئی کہ ربوائی جماعت مائل بہ اصلاح ہے۔ اور اس مسلک کو چھوڑا جا رہا ہے جس پر میاں محمود احمد صاحب نے انہیں لگا یا چلایا تھا

؎ بہت دیر کی مہرباں آتے آتے

آپ ہی کہیئے کہ بھول بھلیوں کے اس دراز ماضی کو تاریخ کے کس عنوان کے سپرد کریں۔ کہ جب احباب لاہور نے بڑی دردمندی اور بڑی دلسوزی کے ساتھ احباب قادیان کو نظام و عقائد کے بارے میں منفی رویوں سے احتراز کرنے کی گذارش کی، عقل و شواہد نقل و تجربہ اور دلائل و براہین کے ذریعہ فہمائش کی کوئی کسر نہ چھوڑی۔ درد اور کرب کے ساتھ التجائیں اور استدعائیں کی گئیں مگر جوابات اڑھائی ٹوٹروں اور فتو بازی عنبان کے توہین آمیز مقولہ کے حوالے بڑی رعونت اور تکبر کے ساتھ ان سب کو صرف نظر کیا جاتا رہا آخر کار وہ وقت آ ہی گیا جب بطش شدید نے رعونت اور تکبر کے اس طلسمانی سرور کو اتار کر رکھ دیا اور دور دیس لندن میں بیٹھ کر اعلان کرنے پر مجبور ہو گئے کہ "ہم مرزا غلام احمد کو امام مہدی سمجھتے ہیں۔ نبی ہرگز نہیں۔ ہم وہ نہیں جو ہمارے بارے میں پروپیگنڈہ کے طور پر کہا جاتا ہے"

حضرت بانی سلسلہ کے عقائد اور قادیانی ربوائی جماعت کے بدلتے بدلتے عقائد کی وضاحت و صراحت کے بعد ہم یقیناً اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ حضرت بانی سلسلہ کے عقائد ربوائی جماعت کے عقائد سے بالکل مختلف رہے ہیں۔ ربوائی جماعت احمدیت کا ایسا غلط تصور پیش کرتی رہی ہے کہ حضرت بانی سلسلہ اور اکابرین جماعت کے وہم و گمان میں وہ احمدیت نہیں تھی۔ اس حقیقت کے باوجود اس تضاد فکری کو تھوڑا سا ابہام قرار دے کر مرزا طاہر احمد صاحب نے اپنے انٹرویو میں اپنے آپ کو اور غالباً قارئین کرام کو مطمئن کرنے کی کوشش کی ہے۔

بہر حال مرزا طاہر احمد صاحب اپنے اکابرین کے عقائد سے ہٹ کر یہ کہتے ہیں کہ "ہم مرزا غلام احمد کو امام مہدی سمجھتے ہیں نبی ہرگز نہیں۔ ہم وہ نہیں جو ہمارے بارے میں پروپیگنڈہ کے طور پر کہا جاتا ہے" اور یہ کہ "جماعت احمدیہ نہ کوئی نیا مذہب ہے نہ کوئی شریعت ہے اور نہ ان معنوں میں مرزا صاحب کو ہم نبی مانتے ہیں نہ آپ پر کوئی نیا ایسا کلام جاری ہوا ہو جو قرآن کے علاوہ یا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل پر کسی قسم کی نبوت ہے یا اسلام سے باہر کوئی نیا مذہب ایجاد ہو چکا ہے قطعاً کوئی دور سے بھی ان باتوں سے جماعت کا تعلق نہیں"

اگر ایسا ہی ہے اور یہ بیان کسی مصلحت کے تحت نہیں بلکہ جماعت ربوہ کے معروف عقائد پر ایمانداری سے غور کرنے کے بعد ان کی اصلاح پیش نظر ہے تو ہم مبارک دیتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق بخشی اس لمحے ہمیں حضرت مولانا محمد علی مرحوم امیر جماعت احمدیہ لاہور کی اس پیشگوئی کے الفاظ کی گونج سنائی دے رہی ہے کہ :-

"یا تو قادیانیوں کو ایک علیحدہ دین اور کلمہ بنانا ہوگا اور کٹ کر مسلمانوں سے علیحدہ ہو جانا ہوگا یا پھر اپنے عقیدے میں تبدیلی کرنا پڑے گی"

اور اس موقع پر ہمیں حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی کا اعلان یاد آرہا ہے جو آپ نے مئی ۱۹۴۰ء میں کیا جس میں آپ نے فرمایا کہ :-

"خوب یاد رکھو کہ کفر و اسلام کے مسئلہ پر ہی قادیانیوں کا کفر ٹوٹے گا وہ اس مسئلہ میں اس قدر کمزور اور کچے ہیں جس کی کوئی حد نہیں ان کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل چکی ہے کسی قادیانی کو معلوم نہیں کہ اس بارے میں اس کا کیا مذہب ہے وہ زبان سے لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ پڑھتے ہیں لیکن عملاً اس کو منسوخ قرار دیتے ہیں صاف بات ہے کہ اگر کلمہ منسوخ نہیں تو اس کے پڑھنے والے اور اس کے قائل دائرہ اسلام سے کس طرح خارج اور کافر قرار دیئے جا سکتے ہیں اور اگر حضرت مرزا صاحب کو نہ ماننے والے کلمہ گو کافر ہیں تو پھر یہ کلمہ خود بخود منسوخ ہو گیا لیکن قادیانی ان دونوں باتوں میں سے کسی ایک کو بھی واضح طور پر نہیں مانتے اور صفائی اور دلیری کے ساتھ اس کا اعلان نہیں کرتے وجہ یہی ہے کہ ان کا کوئی مذہب نہیں جس وقت جیسا کوئی آدمی ملا اس کے خیال اور مذاق کے مطابق اس سے گفتگو کر لی اس مسئلہ پر اور خلافت پر بھی قادیانیوں کے پاس کھڑے ہونے کی کوئی جگہ نہیں ہے۔

یاد رہے کہ ہم انہیں چھوڑیں گے نہیں۔ یا تو وہ میدان میں نکلیں اور اس بات کو ثابت کریں کہ روئے زمین کے کلمہ گو کافر اور خارج از اسلام ہیں یا اپنی شکست مانیں اور اقرار کریں کہ قرآن و حدیث اور حضرت مسیح موعود کے ارشادات کے مطابق ہر کلمہ گو مسلمان ہے اور ہم چاہتے بھی یہی ہیں کیونکہ ہمارا مقصد اصلاح ہے اصل میں اختلاف کی جڑ یہی کفر و اسلام کا مسئلہ ہے اس کے طے ہو جانے کے بعد نبوت کا مسئلہ ایک منٹ میں حل ہو سکتا ہے"

ختم شد

بقیہ بلاد غیر کی جماعتی خبریں

شخصیات کے نام منسوب کیا ہے ان میں حضرت مرزا غلام احمد بانی سلسلہ احمدیہ کو بھی شامل کیا ہے جو کہ ایک جرأت اور حقیقت پسندی کی اس دور میں نادر مثال ہے۔

۲۳ مارچ مشن ہاؤس میں تحریک احمدیت کے صد سالہ جشن کے سلسلہ میں ایک خاص اجلاس منعقد ہوا محترم شاد صاحب نے سیلے سے اس میں شرکت کی اور جرمن کتب اور رسائل کے حوالے سے احمدیہ انجمن لاہور کی دینی خدمات کو شاندار خراج عقیدت پیش کیا جو اس نے برلن مشن کے ذریعہ جرمنی میں سرانجام دیں۔

اخبارات کا چندہ
جلد از جلد ارسال
فرما کر
عنداللہ ماجور ہوں
(ادارہ)

صفیہ بنت سعید احمد

اپنی بڑی آپا، چھوٹے ماموں اور زبیدہ بہن کے نام

خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں

خُلدِ بریں کے اُن مکینوں میں، جن کی آخری آرامگاہ دارالسلام میں واقع قبرستان ہے، چند ماہ قبل دو اور ہستیاں بھی جا ملیں۔ گمنام ہستیوں کی ان نیک نام بیبیوں کو حضرت امیر ڈاکٹر سعید احمد خاں ایدہ اللہ تعالیٰ اور اُن کے عمِ محترم حضرت مولوی محمد یعقوبؒ جیسے پُر عزم اور پُر جوش خادمانِ امام زماں کی ہمسفر اور رفیقہ ہائے حیات ہونے کا فخر حاصل تھا۔

ایک ہی آنگن میں ان کی ڈولیاں اتریں اسی آنگن میں انہوں نے زندگی کی کئی بہاریں ایک ساتھ دیکھیں اور پھر جب اپنے بیٹوں اور عزیزوں کے کندھوں پر اپنی آخری منزل کی طرف سفر کیا تو ان کے نئے مسکن بھی قریب قریب ہی بنے۔ عظیم ہیں یہ بیبیاں جنہیں رفیقانِ امام کی رفاقت نصیب ہوئی اور عبداللہ اور عبدالرحمان جیسے فرزندوں کی مائیں کہلائیں۔ عبداللہ سعید کا جذبۂ دین اور عملی خدمات خصوصاً قرآنِ کریم کے ہسپانوی تراجم کے لئے کی گئی مساعی تو کسی تعارف کی محتاج نہیں مگر عبدالرحمان جیسے خاموش خدمت گار بھی جماعت کے لئے مضبوط اساس ثابت ہوتے ہیں۔ ایسے فرزند بھی کم ہی ماؤں کو نصیب ہوتے ہیں جو اپنے غیر متزلزل ایمان کے ساتھ ہزاروں مخالفین کے درمیان' ہر طرف خطرات میں گھرے ہونے کے باوجود سینہ تان کر چلیں اور ایک ناتواں، لاغر سے انسان، "لمبے بالوں والے ڈاکٹر"، کا کوئی بال بیکا نہ کر سکے۔

اس صدی کے اوائل کا ذکر ہے جب صوبہ سرحد کی دور افتادہ بستیاں چھپڑھ اور دیگراں' دورِ جدید کے برقی قمقموں کی چکا چوند سے تو آشنا نہ تھیں اگرچہ چودھویں صدی کے ماہِ کامل کی روپہلی کرنیں، پتھروں کو گارے سے بنے کئی گھروں کے باسیوں کے دلوں میں اُجالا کر چکی تھیں ایسے ہی ایک نورِ ایمانی سے منور گھرانے میں بی بی ام کلثوم نے آنکھ کھولی اور دوسرے اس جیسے ہی ایک خاندان کی بہو بنیں اور اپنے آبائی گاؤں کی نسبت سے "چھپڑھاں والی بی بی" کہلائیں۔ میکے میں شاید اُن کے نام سے ان کو کسی نے پکارا ہوگا لیکن دیگراں والوں کے لئے وہ "چھپڑھاں والی" تھیں اور اپنے بچوں اور عزیزوں کے لئے "بے بے جی"

جب تک حضرت ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب کی تعلیم مکمل نہیں ہوئی وہ گاؤں میں رہیں اور پھر کم و بیش ستر سال کے شب و روز پر پھیلے ہوئے ازدواجی دور کے ہر سفر و حضر میں اُن کے ساتھ ساتھ رہیں۔

سادہ لباس اور سادہ غذا پسند کرنے والی حسنِ صورت و حسنِ سیرت سے آراستہ، یہ وفا شعار اور سلیقہ شعار خاتون گوناگوں صلاحیتوں کی مالک تھیں۔ سلائی کشیدہ کاری اور بنائی میں خاص مہارت رکھتی تھیں ہمارے بچپن کے زمانہ میں تمام بچوں، بڑوں اور ملازموں تک کے کپڑے خود سیا کرتی تھیں۔ اور اسوقت تک جب تک کہ وہ جلسہ سالانہ میں شامل ہو سکیں نمائش دستکاری کے لئے دیدہ زیب اور نایاب شاہکار تیار کرتی رہیں۔

بے بے جی بے حد ملنسار تھیں، ہر ایک سے شوق سے ملتیں اور بہت دلچسپی سے چھوٹی چھوٹی باتیں بھی تفصیل سے پوچھتیں۔ اپنے تمام چھوٹے بڑے بچوں کی کامیابیوں پر خوش ہوتیں اور فخر سے ان کا ذکر کرتیں۔ ان کے کردار کی ایک بہت نمایاں خوبی یہ تھی کہ انہوں نے کبھی کسی کا شکوہ نہیں کیا۔ نہ ہی کسی اپنے پرائے سے کوئی توقعات وابستہ رکھیں۔ اگر کوئی ان کے لئے کوئی چھوٹا سا کام بھی کر دیتا یا معمولی سا تحفہ ہی دے دیتا بہت شوق اور خوشی سے قبول کرتیں اور بار بار اس کا تذکرہ سب سے کرتیں اور دعائیں دیتیں۔ وہ کبھی کسی کے معاملات میں دخل اندازی نہ کرتی تھیں اپنی اولاد بیٹوں، بیٹیوں اور بہوؤں کی ہر موقع پر تعریف کرتیں ان کی خوشیوں سے خوش ہوتیں اور ان کے لئے دعائیں کرتیں۔

بے بے جی کو اخبار و رسائل پڑھنے کا خاص شوق تھا اس لئے اس طرح حالاتِ حاضرہ سے باخبر رہتیں۔ فارغ اوقات میں قرآن پاک کی تلاوت کرتی رہتیں۔ روزے کی خاص طور پر بہت پابند تھیں، فرض روزوں کے علاوہ نفلی روزے بھی اکثر رکھتی تھیں۔ کسی بچے کا امتحان ہو، کوئی بیمار ہو یا کوئی اور مسئلہ یا معاملہ سامنے ہو تو لگاتار روزے رکھتیں۔

وہ بہت بلند حوصلہ خاتون تھیں ان کا صبر اور راضی بہ رضا رہنا تو اپنی مثال آپ ہے۔ ۱۹۴۷ء کے سانحہ ایبٹ آباد میں ان کا گھر مع تمام سامان نذرِ آتش کر دیا گیا۔ تو یہ خاتون اپنی زندگی کا تمام اثاثہ شعلوں کی نذر اور پھر راکھ ہوتے دیکھتی رہیں اور وہاں سے کل سرمایہ جو اپنے ساتھ لے کر نکلیں وہ قرآن پاک تھا جسے انہوں نے اپنے سینے سے لگا رکھا تھا۔ اس کے بعد جب تک وہ زندہ رہیں انہوں نے اس کا شکوہ نہیں کیا۔ نہ انسانوں سے اور نہ خدا سے، ان کے اپنے ہاتھ کی بنی ہوئی خوبصورت چیزیں، پچاس پچپن سال میں تنکا تنکا جوڑ کر بنایا ہوا سامان کبھی بھی تو کسی چیز کا ذکر نہیں کیا بس صبر و رضا کے ساتھ دارالسلام لاہور میں آ بسیں اور جو میسر آیا اسی میں بسر کیا۔ یہاں تک کہ تقریباً ڈیڑھ سال بعارضہ فالج صاحبِ فراش رہ کر ۲۰ فروری ۱۹۸۹ء کو آخرت کے لئے رختِ سفر باندھا اور وہ مسکراتا، پُرنور چہرہ ہمیشہ کے لئے نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

بے بے جی کی وفات کو ابھی دو ماہ بھی نہ گذرے تھے کہ دوسری ہستی جن کا ذکر یہاں مقصود ہے اپنی دائمی جدائی کا صدمہ دے گئیں۔ حضرت امیر ایدہ اللہ کی چچی جنہیں دیگراں والے "جبلو والی بی بی" کے نام سے جانتے پہچانتے ہیں کا نام زیب النساء بیگم تھا اور وہ میکے میں "نوبی" کہلاتی تھیں۔ جب زیب النساء بیگم بیاہ کر آئیں تو پانچ چھ سال کی بن ماں کی بچی اپنی ماں کی آمد کی منتظر، کبھی چھت پر اور کبھی باہر گلی میں بے چین پھر رہی تھی۔ ان کے پہنچتے ہی وہ فوراً ان کی گودی میں لیٹ کر سو گئی۔ اور یوں اس نو عمر دلہن نے اولاد اور گھر دونوں کی ذمہ داریاں سنبھال لیں۔ اپنے عظیم با علم و عمل متقی اور مجاہد و عظیم کے سچے عاشق اور جاں نثار شوہر کی رفاقت انہیں دس بارہ سال ہی نصیب رہی اور اس کے بعد ان کی زندگی یتیم پرور شوہر کے دو یتیم بیٹوں کی پرورش کے لئے وقف ہو گئی۔ وہ جواں سالی میں بیوہ ہو گئی تھیں اور بیوگی کے پچپن سال کا بیشتر حصہ گاؤں میں تنہا گذارا۔ وہ بہت نڈر، دلیر اور جفاکش خاتون تھیں وہ ہر طرح کے حالات کا مقابلہ حوصلے اور بہادری سے کرتی رہیں۔ بی بی نہایت ہمدرد و غریب پرور تھیں۔ گاؤں میں اپنے پرائے، چھوٹے بڑے ہر ایک کی شادی غمی میں عملاً شریک ہوتیں، کئی یتیم بچے ان کے گھر میں پلے بڑھے اور ان میں سے ہر ایک نے ان کو اپنی ماں سمجھا۔ ان کی گفتگو کا ایک اپنا انداز تھا۔ اور نہایت دلچسپ باتیں کیا کرتی تھیں وہ گاؤں بلکہ علاقے بھر میں بہت قابلِ احترام سمجھی جاتی تھیں۔

بچپن میں جب کبھی ہم گاؤں جاتے تو اکثر شام دیر سے پہنچتے پیدل سفر کے بعد تھک ہار کر بڑی گہری میٹھی نیند سو جاتے اور جب اگلی صبح آنکھ کھلتی تو چڑیوں کے چہچہوں کے ساتھ ساتھ بی بی کے آنگن سے قرآن پڑھتے لڑکے لڑکیوں کی ملی جلی آوازیں سنائی دیتیں۔ اس کا دل پر عجیب سا اثر ہوتا فوراً وہاں جا پہنچتے، ان کے آنگن میں چبوترے پر یا برآمدے میں کئی لڑکے لڑکیاں اور بعض اوقات بڑی عورتیں بھی قطار میں بیٹھی نظر آتیں کسی کے ہاتھ میں قاعدہ، کسی کے ہاتھ میں پارہ اور کسی کی رحل پر قرآن پاک کھلا ہوتا اور بی بی ہیں کہ سب کا باری باری سبق سنتیں اور آگے سبق دیتیں۔ یہ مشغلہ انہوں نے اپنے شوہر کی وفات پر اپنایا تھا اور اس وقت تک جاری رکھا جب تک وہ گاؤں میں رہیں۔ آجکل ایک لڑکی صبح شام ہاتھ میں ریشمی جزدان میں لپٹا قرآن لئے قبرستان کی طرف جاتی دکھائی دیتی ہے۔ یہ ان کی سینکڑوں شاگردوں میں سے ایک ہے جو بی بی سے اپنی عقیدت کا اظہار ان کی قبر کے پاس بیٹھ کر تلاوت کرنے سے کرتی ہے۔

گاؤں کی ایک خاص کشش بی بی کے ہاتھ کی پکی تندور کی روٹی ہوتی تھی۔ ان کی پکی روٹی جیسی لذت تو آج تک کہیں اور نصیب نہیں ہوئی۔ گاؤں میں زمینداری کا سلسلہ تھا فصل اور گھاس کی کٹائی کا کام گاؤں کے لوگ مل جل کر کرتے ہیں ایسے موقع پر ان سب لوگوں کے لئے کھانے کا انتظام کرنا ہوتا ہے۔ بی بی خود ہی ساٹھ ستّر لوگوں کے لئے روٹی پکاتیں۔

گھر کے دوسرے کام کاج بھی خود کیا کرتی تھیں۔ ہر وقت سوئی دھاگہ ہاتھ میں رہتا کچھ نہ کچھ جوڑ توڑ کرتی رہتیں اور اس طرح اپنے آپ کو مصروف رکھتیں۔ آخری وقت تک ان کا یہی حال تھا۔ گھر کے کاموں میں اور دوسروں کی خدمت میں ان کو خاص لطف آتا تھا۔

بی بی کی شادی احمدی خاندان میں قریبی عزیزداری کی وجہ سے ہو گئی تھی۔ (ان کے خاندان میں ان کے علاوہ اُن کا صرف ایک بھتیجا ہی اس جماعت میں شامل ہوا) شادی کے بعد بی بی نے جماعتی تعلق کو ہی سب کچھ سمجھا۔ سالانہ جلسہ میں خاص جوش و جذبہ سے شریک ہوتیں۔ باقاعدہ چندہ بھجواتیں۔ ۱۹۷۴ء میں جب احمدیوں کو ہر طرح کے خطرات اور مصائب کا سامنا تھا تو ان خطرات کے پیش نظر ان کے عزیزوں کی خواہش تھی کہ وہ ان کے پاس چل کر رہیں مگر انہوں نے اپنے گاؤں اور گھر کو کسی صورت چھوڑنا گوارا نہ کیا اور اپنے بیٹے عبدالرحمان مرحوم کا عملاً ساتھ دیا۔ جو عبدالرحمان مرحوم کے لئے بہت حوصلہ افزا ثابت ہوا۔

بی بی نے اپنے بڑے صاحبزادے کی وفات کے بعد اپنی زندگی کے آخری چند سال اپنے چھوٹے صاحبزادے عبدالغفور ثاقب کے یہاں لاہور میں گذارے۔ اپنے اس فرمانبردار اور خدمت گذار بیٹے سے اگر انہوں نے کبھی کوئی فرمائش کی تو بس یہی کہ جمعہ کی نماز کے لئے جامع دارالسلام لے جایا کریں۔ جب تک خود ان کی اپنی صحت نے اجازت دی وہ نماز کے لئے آتی رہیں۔ گذشتہ سال بوجہ شدید علالت دعائیہ اجتماع میں شامل نہ ہو سکیں تو اس کا ان کو رنج تھا۔

ان کی وفات ۱۰ اپریل ۱۹۸۹ء کو ہوئی۔ عزیز و اقارب اور احباب و خواتین جماعت کے علاوہ ان کے فرزند عبدالغفور ثاقب کے سینکڑوں دوست و احباب جنازہ میں شریک تھے۔ جامع دارالسلام کے صحن تک میں صفیں باندھی گئیں۔ یہ سب اُن کے فرزند کی راستبازی ایمانداری اور ہر دلعزیزی کا نتیجہ ہے کہ لوگ ثاقب کی والدہ کے جنازے میں شریک ہونا باعثِ فخر سمجھتے تھے

———●———

۹ مئی ۱۹۸۹ء کی شب اس گلشن کا ایک اور پھول بھی اسی خاک میں پنہاں ہو گیا یعنی بیگم محمودہ عبداللہ بھی شہداء، صلحاء، مومنین و مومنات کی اس بستی میں آ بسیں۔

سیالکوٹ شہر کے معروف احمدی گھرانے سے تعلق رکھنے والی یہ مجاہدہ دلیس بدلیس اپنے شوہر ڈاکٹر محمد عبداللہ کے دوش بدوش احمدیت کی روشن شمع ہاتھ میں تھامے اس کا نور پھیلاتی رہیں۔ ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب امامت کرتے اور روح کی غذا بہم پہنچاتے تو بیگم عبداللہ جسمانی غذا کی فکر میں ہوتیں شوہر معارف دینی سمجھاتے تو بیگم مادرانہ شفقت کا سایہ کئے رہتیں۔ ان کا یہ دلیس بدلیس پھرنا کسی دنیاوی جاہ و حشم کے لئے نہ تھا بلکہ یہ وطن سے دوری، بہن بھائیوں سے جدائی ایک عظیم مشن کے لئے تھی۔ ان کو اس مشن سے کتنا لگاؤ تھا اس کا اندازہ ان کے اپنے اس خواب سے ہوتا ہے جو انہوں نے اپنی وفات سے کچھ عرصہ قبل دیکھا تھا کہ ووکنگ مشن دوبارہ جماعت کو مل گیا ہے اور ان کا بڑا صاحبزادہ اپنی ملازمت ترک کر کے اپنے والد بزرگوار کے قائمقام کام کر رہا ہے۔

خواب کا ذکر چلا تو یہاں جماعت کے ایک صالح جوان کے خواب کا تذکرہ بھی کرتی چلوں۔ جوان مذکور نے دیکھا کہ تین جانی پہچانی صورتیں بی بی اُم کلثوم، زیب النساء بیگم اور محمودہ بیگم سفید لباس میں ملبوس ہیں کہ اس کی مثل کبھی دیکھا نہیں گویا کہ اک نور ہے جو اُن کو گھیرے ہوئے ہے شگفتہ و شاداب چہرے ایسے کہ کبھی دکھ اضطراب یا بیماری نے انہیں چھوا تک نہ ہو۔ قبرستان کے صدر دروازے سے نکل کر خراماں خراماں دارالسلام کی طرف بڑھ رہی ہیں۔ شائد ان تینوں کے لئے ایک ہی منزل ایک ہی مقام متعین ہے اور ان تینوں کو ایک ساتھ ہی وہاں جانا ہے اس کے بعد خواب دیکھنے والے نے ایک اور منظر دیکھا کہ قبرستان کے کئی مدفنوں سے نورانی شعاعیں آسمان کی طرف بلند ہو رہی ہیں اور ایک عجیب پرنور سا ماحول ہے جو دل میں عجیب سی کیفیت پیدا کرتا ہے۔

یہ ہے وہ مقام جو ان نیک بیبیوں کی قربانیوں اور نیکیوں کا ثمر ہے اور یہ ہے اک سادہ سی داستان اُم کلثوم، زیب النساء اور محمودہ کی جو ایک اچھا جینا جئیں اور ایک پُر وقار انداز میں وداع ہوئیں، جب زندہ تھیں تو گھروں اور محفلوں کی رونق تھیں اور جب جدا ہوئیں تو دلوں میں یادیں چھوڑ گئیں۔ اچھی یادیں پیار اور محبت بھری یادیں، خوش نصیب ہے وہ اولاد جنہیں ایسی ماؤں کی گود ملی اور بلند بخت ہیں وہ مائیں جو اپنے پیچھے نیک نام راست باز اور دولتِ ایمانی سے مالامال اولاد چھوڑ گئیں۔

تمہیں مردہ کہوں کیونکر کہ تم زندوں میں زندہ ہو
تمہاری خوبیاں زندہ تمہاری نیکیاں باقی

———✤———

سہ روزہ پروگرام

بین الاقوامی کنونشن، جولائی ۱۹۸۹ء

بمقام پاراماریبو، سرینام۔ (جنوبی امریکہ)

مورخہ ۲۷ جولائی ۱۹۸۹ء

۱۰ بجے : سرینام ری پبلک کے صدر عزت مآب شنکر کا استقبال
۱۱ بجے : 〃 〃 کی اسمبلی کے سپیکر مسٹر جے سیکمن کا استقبال
۲ بجے سے ۵ بجے تک : آئی سی سی کا اجلاس، کرسناپول سکائی بینکوئٹ ہال
۷ بجے : اجتماع نماز

مورخہ ۲۸ جولائی ۱۹۸۹ء

۵½ بجے سے ۶½ بجے : نماز اور درس قرآن کریم و حدیث نبویؐ
۷ بجے : ناشتہ
۱۰ بجے سے ۱۲ بجے : کنونشن کی افتتاحی تقریب دی ٹورا ریکا ہوٹل بینکوئٹ ہال ٹی وی اور ریڈیو سے براہ راست نشر ہوگی
۱ بجے سے ۲½ بجے تک : نماز جمعہ ۲½ بجے : ظہرانہ
۷ بجے سے ۷½ بجے تک : نماز
۷½ بجے سے ۱۰ بجے تک : پہلی نشست
۱۰ بجے : عشائیہ

مورخہ ۲۹ جولائی ۱۹۸۹ء

۵½ بجے سے ۶½ بجے تک : نماز اور درس قرآن و حدیث نبویؐ
۷ بجے : ناشتہ
۱۱ بجے سے ۱ بجے دوپہر : دوسری نشست ۱ بجے : نماز اور ظہرانہ
۵ بجے شام سے ۷ بجے : یوتھ آرگنائزیشن کا پروگرام (ایس آئی دی)
۷ بجے سے ۷½ بجے : چائے کا وقفہ اور نماز
۷½ بجے سے ۹½ بجے : تیسری نشست ۹½ بجے : عشائیہ

مورخہ ۳۰ جولائی ۱۹۸۹ء

۵½ بجے سے ۶½ بجے : نماز اور درس قرآن و حدیث
۷ بجے : ناشتہ
۱۱ بجے سے ۱ بجے دوپہر : چوتھی نشست
۱ بجے : نماز اور ظہرانہ
۶½ بجے سے ۷ بجے : تنظیم خواتین کا پروگرام
۷ بجے سے ۷½ بجے : وقفہ چائے اور نماز
۷½ بجے سے ۸½ بجے : پانچویں نشست
۸½ بجے سے ۹ بجے : الوداعی تقریر از مسٹر مسعود اختر
۹ بجے سے ۹½ بجے : کنونشن کی اختتامی تقریب
۹½ بجے : عشائیہ

نوٹ : ناشتہ، ظہرانہ، چائے اور عشائیہ کا انتظام جامع مسجد ہال میں ہے جبکہ نمازیں جامع مسجد میں ادا ہوں گی۔
جبکہ پانچوں نشستوں میں ملکی و غیر ملکی معزز و فاضل مقررین کی تقاریر ہوں گی۔

مورخہ ۳۱ جولائی ۱۹۸۹ء

۱۰ بجے صبح سے ۴ بجے دوپہر : تفریحی اور تاریخی مقامات کی سیر

انتظامیہ ممالک غیر سے آمدہ مہمانوں کی خدمت میں دلی طور پر خوش آمدید کہتی ہے
اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔

حضرت امیر جماعت ایدہ اللہ تعالیٰ کی ڈاک سے

ـــ بہار (بھارت) سے سید رشید احمد صاحب نے محترم عبدالرزاق صاحب مقیم بمبئی بھارت کو ایک خط لکھا جو انہوں نے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں ارسال کیا۔ اس کے اقتباس درج ذیل ہیں ۔

میں نے آپ کی خدمت میں خط لکھا تھا اور چند دن کے بعد اخبار پیغام صلح مل گیا۔ الحمدللہ اسے دیکھ کر دل باغ باغ ہوگیا۔ لاہور سے پھر پیغام صلح شائع ہونا شروع ہوگیا۔ ضیاء شاہی کا تاریک دور ختم ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ پھر کوئی اور بہتر صورت پیدا کرنے پر قادر ہے ۔

پیغام صلح کو شروع سے آخر تک پڑھتا گیا محسوس ہوا کہ احمدیہ انجمن لاہور کا ترجمان کی جگہ کچھ تخفیف ہے یعنی لفظ کو کاٹ دیا گیا ہے ۔ نہ سہی مگر جو بھی اس جملہ کو پڑھے گا اسے مکمل کرنے کے لئے بے ساختہ لفظ "دین" اور بلا دیکھے پڑھ لیگا بھلا انسانی کوششوں سے ہمارے دین اور ہمارے جامع کو ہم سے کون چھین سکتا ہے ؟

اخبار کو پندرہ روزہ کرنے کی بجائے حسب سابق ہفت روزہ ہی بنائیں یا لکھیں اگر کسی قسم کی تکلیف ہو تو دو شمارے اکٹھے شائع کریں پندرہ دنوں میں مگر بہرحال ہفت روزہ ہی بنانے کی کوشش کریں کیونکہ احمدی کا قدم آگے بڑھ سکتا ہے پیچھے نہیں۔ یہ ہفت روزہ تھا یہ ہفتہ میں دو بار ہونا چاہیئے یا کم از کم وہی ہفتہ وار ہی رکھیں۔ کاغذ اور چھپائی عمدہ ہے ۔ ماشاءاللہ بہت خوب !

دوسری بات یہ ہے کہ اس شمارہ میں مجھے ایک کمی محسوس ہوئی ۔ یہ کہ اس میں امام یا خطیب کا خطبہ جمعہ وغیرہ نہیں تھا جناب فاروقی صاحب کا درس قرآن بھی نہیں تھا ۔

پاکستان کے ضروری اخبار کے تراشے دیکھے بہت خوب بہت اچھا اضافہ ہوا ہے ۔ اسی طرح اور بھی دلچسپ اضافہ کروائیں ۔ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کو مدنظر رکھ کر کام کرتے جائیں ۔ والسلام

خاکسار سید رشید احمد عفی عنہ ۔

ـــ بمبئی بھارت سے محترم عبدالرزاق صاحب لکھتے ہیں :

میرے نہایت ہی مکرم و محترم امیر، سلام و آداب کے ساتھ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں آپ کی صحت و سلامتی کے لئے دعاگو ہوں ۔ اللہ تعالیٰ ہماری قیادت و رہنمائی اور سلسلہ احمدیہ کی عالمی ترقی کے لئے آپ کا سایہ دراز فرمائے۔ آمین !

آپ کا شفقت بھرا مکتوب گرامی پاکر دلی مسرت ہوئی اور میری گرتی صحت کے ان دنوں میں موجب تسلی و تشفی ہوا ۔ الحمدللہ ۔ مجھے یکے بعد دیگرے عوارض کا سامنا ہے آپ کی خصوصی دعاؤں کا محتاج ہوں ۔ دعا کریں کہ جب تک میں اس دنیاوی زندگی کے لحاظ سے زندہ ہوں اللہ تعالیٰ مجھے صحت کی حالت میں خدمت دین و جماعت کی توفیق بخشے

اخبار پیغام صلح میں پڑھ کر مجھے نہایت دکھ ہوا کہ آپ کی ایک اور عزیز اور محترم شخصیت آپ سے جدا ہوگئی ۔ از راہ کرم میری تعزیت قبول فرمائیں اور سوگوار خاندان کے جملہ مغموم افراد سے بھی اظہار ہمدردی فرمائیں ۔ اللہ تعالیٰ ہمارے محترم بھائی عبدالغفور ثاقب کی والدہ مرحومہ کی روح پر فتوح پر اپنے افضال و رحمتوں کی بارش برسائے اور جنت الفردوس میں خصوصی جگہ دے ۔

میں نے یوالیس اے کا خبرنامہ پڑھا ہے چونکہ یہ بڑا دلچسپ تھا اس لئے میں نے اس کی نقول کرواکر احباب جماعت قادیانی اور دیگر دوستوں کو بھجوا دی ہیں ۔

میری اہلیہ اور عزیزہ یاسمین نے مجھ سے گذارش کی ہے کہ ان کے سلام و دعائیں آپ اور آپ کے افراد خانہ کی خدمت میں پیش کروں اور آپ سے دعا کی التماس کروں ۔

بعض لائبریریوں اور مختلف احباب و اصحاب کو بھیجنے کے لئے ۳۰ عدد اخبار پیغام صلح اور ۲۰ عدد ماہنامہ لائٹ کی باقاعدگی سے مجھے فراہمی کا انتظام ہو جائے تو بہتر ہوگا ۔ میں نے قبل ازیں پیغام صلح اور لائٹ کے ایڈیٹر صاحبان کو بھی تحریک کی ہے کہ وہ مجھے اخبار و رسالہ اس تعداد میں باقاعدہ ارسال کر دیا کریں ۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ان جرائد کو لاحق جملہ تمام مشکلات سے چھٹکارا نصیب ہو مجھے بھرپور احساس ہے کہ موجودہ قانونی رکاوٹوں اور دیگر پیچیدگیوں کے ہوتے ہوئے اخبار و رسالہ کا کام بہت مشکل ہے ۔ تاہم مجھے یقین ہے اللہ تعالیٰ اس راہ میں اپنے خاص الٰہی فضل و کرم سے آسانیاں پیدا کر دے گا ۔ بہرحال پیغام صلح اور لائٹ کے مدیر حضرات لائق صد تحسین ہیں کہ وہ نہایت محتاط اور فنی پختگی کے ساتھ ادارت کے فرائض ادا کر رہے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ ان کی ہمت و علم میں اضافہ فرمائے ۔

آپ کے جواب با جواب اور ہدایات و دعاؤں کا منتظر رہتا ہوں ۔ جماعت کے تمام احباب و خواتین کو سلام و نیاز عرض ہے ایک قادیانی دوست کا خط اور اخبار کا ایک تراشہ شامل ہے ۔

والسلام ۔ آپ کا مخلص

عبدالرزاق

ـــــــ • ـــــــ

محترم عبدالرزاق صاحب اپنے دوسرے مکتوب مورخہ ۲/۹ ۲۶ میں لکھتے ہیں :

میں نے اکولہ کے محمد جنید اطہر صاحب کو لکھا تھا کہ وہ حضرت امیر مرحوم کی تفسیر بیان القرآن کا ہندی ترجمہ کا کام شروع کریں الحمدللہ انہوں نے یہ کام شروع کر دیا ہے ۔ ترجمہ کا نمونہ ارسال خدمت ہے ، اس سلسلہ میں آپ کی رائے ، تجویز ، رہنمائی اور ہدایت کی ضرورت ہے ۔

کیرالا کے اسلامک سنٹر کے صدر صاحب کا ایک خط ارسال خدمت ہے ۔ میں نے اس کا مناسب جواب دیا ہے اور کتب و لٹریچر بھجوایا ہے ۔

کتاب "جیسس ان ہیون آن ارتھ" جو میری علالت کے باعث التواء میں پڑ گئی اب چھپ چکی ہے اور جلد بندی کے لئے دی ہے ۔ یہ ریگسین کے ساتھ مضبوط جلد کی ہوگی جس پر سنہری حروف کندہ ہوں گے ۔ اور ساتھ ہی خوبصورت جلد پوش ہوگا ۔

امید ہے یہ ایک ماہ تک تیار ہو جائے گی علامہ اقبال اور احمدیت مولفہ حضرت مولانا شیر محمد خوشابی زیر طبع ہے اور حضرت صاحب کی "کشتی نوح" بھی اس ماہ کے آخر تک چھپ جائے گی ۔

علاوہ ازیں "دعا اور کامیابی کی تین راہیں" بھی طبع کروا رہا ہوں ۔ دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ طباعت کے اس کام میں مجھے ہمت و توفیق عطا کرے

گذشتہ ماہ سرینگر کشمیر کے مسٹر فاروق احمد تشریف لائے اور میرے ساتھ دس روز قیام کیا ۔ ہم نے باہمی دلچسپی اور کشمیر میں ہونے والی صد سالہ تقریبات کے موضوع پر تبادلہ خیالات کیا ۔ ایک اہل حدیث دوست دہلی سے بھی تشریف لائے انہوں نے احمدی اور غیر احمدی اختلاف پر گفتگو کی ۔ اور حیات و وفات مسیح کا مسئلہ بھی زیر بحث آیا ۔ وہ متعلقہ کتب لے گئے ۔ اسی طرح جماعت اسلامی کے دو اصحاب بھی تشریف لائے جنہوں نے مختلف موضوعات پر تفصیلی گفتگو کی ۔"

ـــــــ • ـــــــ

قربانی کی کھالیں

عیدالاضحیٰ پر قربانی کی کھالوں کی قیمت خزانہ انجمن میں داخل کی جائے تاکہ آپ کی اس مالی مدد سے خدمات دینیہ کا کام ہو سکے ۔

مقامی احباب مرکزی دفتر میں اطلاع دیں تو ہمارے کارکن کھالوں کی وصولی کے لئے دیئے گئے پتہ پر پہنچ سکیں گے اس مقصد کے لئے احباب پتہ جات لکھوا دیں یا فون نمبر ۲۹۵۶۸ یا ۸۶۲۳۶۰ پر اطلاع دیں ۔

انچارج الکفیل دارالسلام ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور

● عیدالاضحیٰ کی تقریب نزدیک ہے ادارہ پیغام صلح اس مبارک موقع پر احباب کو پیشگی عید مبارک کہتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ آپ کی قربانیاں قبول فرمائے اور آپ کی عبادات کو اپنی جناب میں شرف قبولیت بخشے ۔

اوقات نماز عیدالاضحیہ

جامع دارالسلام لاہور

صبح ۸ بجے

جامع احمدیہ بلڈنگس لنٹرروڈ

۸ بجے صبح

احباب ماہانہ چندہ بروقت ادا کریں : شکریہ

ـــــــ * * * ـــــــ

اخبار و افکار

پاکستان کے آئین میں :

اس عنوان کے تحت مؤقر روزنامہ نوائے وقت لاہور نے لکھا ہے کہ پاکستان کے جدید آئین میں ایک مسلمان کی تعریف درج ذیل حلف نامے میں کی گئی ہے ۔

"میں حلف اٹھاتا ہوں کہ میں ایک مسلمان ہوں ۔ میرا ایمان ہے کہ خداوند تعالےٰ کی ذات وحدہٗ لا شریک ہے ، میرا خدا کی بھیجی ہوئی کتابوں پر جن میں سے قرآن پاک آخری کتاب ہے ایمان ہے میرا حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور آپؐ کے آخری نبی ہونے اور یہ کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا پر ایمان ہے ۔ میرا قیامت کے دن اور قرآن وسنت کی تمام تعلیمات اور ضروریات پر ایمان ہے ۔"

بریں مژدہ گرجاں فشانم رواست

اس عظیم کارنامے پر جس قدر فخر کیا جائے کم ہے ۔ اس تعریف نے اتحاد المسلمین استحکام پاکستان، وحدت ملت اور عروج اسلام کا سنگِ بنیاد رکھ دیا ہے اور دشمنان ملک وملت کی صفوں میں مایوسی کی لہر دوڑا دی ہے ۔ بدقسمتی سے کئی صدیوں سے ایک خدا ، ایک نبیؐ اور ایک کتاب کے ماننے والے اپنی بدقسمتی اور دشمن کی سازشوں کے زیر اثر ایک دوسرے کی تکفیر اور باہمی انتشار و تفرقہ کا شکار تھے ۔ حتیٰ کہ خود مملکت اسلامیہ پاکستان میں مسلمان کی تعریف نہ ہونے کی وجہ سے مسلمان قوم داخلی فسادات کی وادیوں میں بھٹکتی چلی آ رہی تھی ۔ جس سے تصور پاکستان اور داخلی اتحاد کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ۔ لیکن مسلمان کی اس تعریف نے ہر قسم کے فتنوں کے دروازے بند کر دیئے ہیں ۔

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر می خواست
آخر آمد زپس پردۂ تقدیر پدید

قرآن حکیم تو آیا ہی بنی نوع انسان کو کلمہ طیبہ کے ماتحت متحد کرنے کے لئے تھا اور نسل انسانی پر اللہ تعالیٰ کا یہ عظیم الشان احسان تھا ۔ کہ فرمایا : "اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد رکھو کہ جب تم ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے تو اللہ نے تمہارے دلوں میں باہمی محبت ڈال دی پس تم محض اللہ کے فضل سے ایک دوسرے کے بھائی بھائی بن گئے ۔" ماں جائے بھائیوں سے بھی بڑھ کر محبت کرنے والے بھائی ۔ اسلام کے دشمنوں کے مقابلے میں سخت اور آپس میں الفت کے پتلے ۔

اس ملت کو ایک ابدی پیغام دیا گیا تھا کہ " اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرتے رہو اور آپس میں کبھی نفیت پھگڑا نہ کرنا ورنہ تم پھسل جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی ۔" (التوبہ) بدقسمتی سے صدیوں تک الفت ومحبت کی راہ چھوڑ کر باہمی نزاع تفسیق اور فساد کے بیابان میں بھٹکتے رہے ۔ ہوا اکھڑ گئی اور دنیا کی ذلیل وخوار اقوام تک نے اس کمزوری سے پورا فائدہ اٹھایا اور آج

ہم نے جس کو آشنا لطف تکلم سے کیا اس حریف بے زباں کی گرم گفتاری بھی دیکھ

اور اس کے رسولؐ کو ماننے والے توحید خداوندی کے امین ہیں ان کی قسمت میں ابدی ذلت نہیں مسلمان کی جامع اور درست تعریف کو آئینی شکل دے کر ایک انقلابی قدم اٹھایا ہے طالع آزما ، پیشہ ور تفرقہ پردازوں کی کچھیاں تو ڑ ڈالی گئیں اور اتحاد سے کھیلنے والے شیاطین پر قہرمانی ضرب لگا دی گئی ۔

حقیقت یہ ہے کہ دین کی اساس کلمہ طیبہ پر ہے ان کلمات میں وہ تمام معتقدات موجود ہیں جن کا مذکورہ بالا حلف میں ذکر کیا گیا ہے ۔ ان الفاظ میں اثبات توحید اور نفی شرک ہر دو امور موجود ہیں ۔ اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت ختم المرسلینی او قرآن پاک ، کتب سابقہ اور قیامت پر ایمان کی تلقین پائی جاتی ہیں ۔ جو شخص محمد رسول اللہ کا اقرار کرتا ہے وہ آپؐ کے پیغام رسالت یعنی قرآن پر ضرور ایمان لاتا ہے ۔ اور ساتھ ہی آپؐ کو رسول اللہ کہہ کر اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ آپؐ ہی خاتم الرسل ہیں ۔

(غلام حیدر)

احمدیہ انجمن ہند کا

سہ روزہ سالانہ اجلاس

بصورت صد سالہ احمدیہ انجمن جوبلی (۱۹۸۹ — ۱۸۸۹ء)

۱ ۔ سری نگر کشمیر (ہند) کے پُرفضا قدیمی اور علمی مرکز بمقام قصبہ باری پورہ ضلع اسلام آباد کی جامع دارالسلام باری پورہ کے وسیع احاطہ میں احمدیہ انجمن ہند کا سہ روزہ سالانہ اجتماع بتاریخ ۱۳-۱۴-۱۵ اگست بروز اتوار ، سوموار ، منگلوار (انشاء اللہ) منعقد ہوگا ۔

قیام وطعام کا انتظام احمدیہ انجمن ہند کی طرف سے ہوگا البتہ موسم کے مطابق (ہلکا) بستره ہمراہ لادیں ۔ امسال کا سالانہ جلسہ احمدیہ انجمن کی صد سالہ جوبلی کے طور پر بھی منعقد ہوگا ۔ جملہ احباب سے بلالحاظ مذہب وملت اور بلا دیگر کے احباب جماعت سے خصوصی استدعا ہے کہ اس روحانی اجلاس میں شرکت کر کے شکر گذاری کا موقعہ دیں ۔

نوٹ : اننت ناگ (اسلام آباد) سے دن بھر گاڑیوں اور دیگر ذرائع آمد ورفت کا معقول انتظام کیا گیا ہے ۔

الداعی : ایم ۔ وائی تاثیر جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن ہند
باری پورہ کشمیر

جماعتی خبریں

- حضرت امیر ایدہ اللہ بالعموم موسم گرما سرد اور پُرفضا مقام ایبٹ آباد میں گذارتے ہیں ۔ تاہم اس بار آپ مرکز میں ہی قیام پذیر ہیں ۔ اور کارِ دینیہ میں مصروف ہیں ۔ پچھلے دنوں طبیعت قدرے ناساز تھی اب اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آپ کی طبیعت بہتر ہے ۔ الحمد للہ ، احباب سے گذارش ہے کہ وہ اپنے پیارے امیر ایدہ اللہ کی صحت عاجلہ کاملہ کے لئے اپنی نیم شبی دعائیں جاری رکھیں ۔
- حضرت مولنیا حافظ شیر محمد خوشابی کی طبیعت اچھی نہیں ۔ احباب اس نافع الجماعت بزرگ کی صحت کاملہ عاجلہ کے لئے دردِ دل سے دعا فرماویں ۔

وفات حسرت آیات

محترم چوہدری علی محمد صاحب چک W.B ۲۳ وہاڑی مورخہ ۲۴ رجون ۱۹۸۹ء کو وفات پا گئے ہیں ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ، اللہ تعالیٰ انکو اپنی جوارِ رحمت میں جگہ دے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے ۔ احباب سے نماز جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے مرحوم نہایت ہی مخلص احمدی تھے خدمات دینیہ کے لئے مالی ایثار وقربانی میں پیش پیش تھے اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے اور لواحقین کے لئے نقش راہ ثابت ہو ۔ احباب سے نماز جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے ۔

جماعتی طلباء وطالبات کے لئے وظائف

جماعت کے بعض مخیر حضرات جماعت سے متعلق یتیم طلباء وطالبات کے لئے معقول تعلیمی وظائف جاری کرنا چاہتے ہیں ۔ یہ وظائف اعلیٰ تعلیم (ڈاکٹری ، انجینئرنگ ، بزنس مینجمنٹ ، اکنامکس اور سائنسی علوم وغیرہ فنی وپیشہ وارانہ مضامین) کے لئے مختص ہیں ۔ مستحق طلباء وطالبات اپنے تفصیلی کوائف کے ساتھ درخواست بھجوائیں ۔

چوہدری منصور احمد
جنرل سیکرٹری
دارالسلام کالونی ، ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن ۔ لاہور

(ادارہ کا آپ کی آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں)

استفسارات ——— مذاکرۂ علمیہ

سوال: اسلامی مملکتوں میں غیر مسلم رعایا سے "جزیہ" نامی ٹیکس کیوں لیا جاتا تھا؟ یہ ٹیکس مسلم رعایا پر نہ لگایا جاتا تھا۔ تو یہ فرق مسلم اور غیر مسلم رعایا میں کہاں تک جائز تھا؟

جواب: یاد رہے کہ جن دنوں میں یہ ٹیکس غیر مسلم رعایا پر لگایا جاتا تھا تو ان دنوں میں اسلامی مملکت میں فوجی خدمت مسلم رعایا پر لازمی تھی اس کے علاوہ مسلم رعایا کو (ان جنگوں کیلئے جو اسلامی مملکت پر غیر مسلم دشمنوں کی طرف سے مسلط کی جاتی تھیں) اپنا گھر بار چھوڑ کر اور اپنے دفاع کے لئے ہتھیار اور دیگر سامان جنگ خود خرید کر ان جنگوں میں شامل ہونا پڑتا تھا۔ اپنی بیوی بچوں کو چھوڑ کر سینکڑوں بلکہ ہزاروں میل گرمی سردی میں پیدل یا اونٹ پر یا زیادہ سے زیادہ گھوڑے پر چلتی تپتی ریت پر چل کر جانا ہوتا تھا۔ ان کی غیر موجودگی کی وجہ سے ان کی تجارت یا کھیتی باڑی سے آمدنی بند ہو جاتی تھی مگر غیر مسلم رعایا ان دنوں میں ایک برائے نام ٹیکس دے کر مزہ سے گھر کے آرام و آسائش میں پاؤں پسار کر بیٹھی رہتی تھی بلکہ مسلمان تاجروں کی غیر حاضری کا فائدہ اٹھا کر ان کی تجارت وغیرہ پر بھی قابض ہو جاتی تھی ان حالات میں کیا "جزیہ" کو امتیازی سلوک اور غیر مسلم رعایا سے بے انصافی کہا جا سکتا تھا؟ آجکل کی مزعومہ غیر مسلم مہذب قوموں کے ملکوں میں تو مسلمانوں پر بھی فوجی خدمت لازمی ہوتی ہے ورنہ ان کو جیل خانے میں بھیجدیا جاتا ہے یا سخت جرمانہ ادا کرنا پڑتا ہے انگلستان میں میرے ایک عزیز کے نوجوان لڑکے کو اپنی بڑی اچھی نوکری چھوڑ کر برٹش فوج میں نہایت معمولی تنخواہ پر جانا پڑا کسی نے مجھے سنایا کہ امریکہ میں مشہور کیس محمد علی باکسر کا عالمی چیمپئن ہونے کے باوجود ایک معمولی تنخواہ پر لازمی فوجی خدمت کے لئے بلایا جانا تھا حالانکہ بطور چیمپئن باکسر کے وہ لاکھوں کروڑوں ڈالر کماتے تھے محمد علی جب تاریخ مقررہ پر لازمی فوجی خدمت کے لئے حاضر نہ ہوئے تو امریکن حکومت نے ان پر مقدمہ چلایا۔ ان دنوں میں امریکہ میں مسلم اور غیر مسلم رعایا دونوں پر فوجی خدمت لازمی ہوتی تھی صرف چند قسم کے لوگ اس لازمی خدمت سے مستثنیٰ ہوتے تھے۔ جن میں یا تو پادری اور عیسائی مشنری تھے یا وہ لوگ جو معقول اور قابل قبول وجوہات کی بنا پر جنگجوئی کے بارہ میں اپنے ضمیر کے خلاف نہیں شامل ہونا چاہتے تھے۔ چنانچہ ان دونوں اجازتوں کے ماتحت محمد علی نے لازمی فوجی خدمت سے معذوری ظاہر کی اس بنا پر کہ وہ مسلم مشنری ہیں اور ان کا ضمیر جنگ کے سخت خلاف ہے مگر عدالت نے ان کے دونوں عذر قبول نہ کیئے اور ان پر ایک بھاری جرمانہ بطور سزا لگایا۔ محمد علی نے ہمت نہ ہاری اور مقدمہ لڑتے لڑتے وہ امریکہ کی سب سے اونچی عدالت یعنی سپریم کورٹ میں گئے تو وہاں جا کر ان کی عذرداری قبول ہوئی اور جرمانہ معاف ہوا مگر اس لمبے عرصے کے دوران امریکہ کی باکسنگ ایسوسی ایشن نے ان کو کوئی باکسنگ کا مقابلہ نہ لڑنے دیا اور یوں ان کی آمدنی جو صرف باکسنگ سے تھی بند رہی۔ سپریم کورٹ کے فیصلہ کے باوجود امریکہ کی باکسنگ ایسوسی ایشن نے محمد علی کو پھر امریکہ میں باکسنگ کی اجازت دینے سے انکار کر دیا اور ان کا عالمی چیمپئن کا ٹائیٹل بھی چھین لیا اب محمد علی صرف امریکہ سے باہر باکسنگ کرنے کے قابل رہے مگر ایک دو مقابلوں کے بعد ان کا امریکہ سے باہر باکسنگ بھی بند ہو گیا۔

آخر میں میں حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور کی کتاب "خلافت راشدہ" سے ایک اقتباس نقل کرتا ہوں۔ حضرت مولانا اس کتاب کے صفحہ ۱۲ پر لکھتے ہیں۔

"جزیہ جزا سے نکلا ہے جس کے معنی بدلہ ہیں چونکہ یہ ایک ٹیکس تھا جو غیر مسلموں سے ان کی جان و مال کی حفاظت کے بدلہ میں لیا جاتا تھا اسلیئے یہ جزیہ کہلاتا تھا۔ حفاظت ملک کے لئے مسلمان اپنی جانیں دیتے تھے اور فوجی خدمت ان کے لئے لازمی تھی مگر غیر مسلموں سے بجائے فوجی خدمت کے کچھ ٹیکس لیا جاتا تھا ان دونوں میں سے سہل کونسی چیز تھی۔ ہر ایک شخص خود سمجھ سکتا ہے آج جن ممالک میں لازمی فوجی خدمت ہے وہاں اگر کچھ روپیہ اس کے عوض لیا جائے تو بہت لوگ جو مہیا کر سکتے ہیں خوشی سے دینے کے لئے تیار ہوتے ہیں۔

بیس سال سے کم اور پچاس سے زیادہ عمر کے مردوں سے، عورتوں سے، دائم المریض لوگوں سے، نابیناؤں سے، اور مفلس لوگوں سے جزیہ وصول نہ کیا جاتا تھا۔"

میں اتنی بات بڑھاؤں کہ اگر کوئی غیر مسلم اپنی خوشی سے مسلمان فوج کے ساتھ لڑنے کو اپنے آپ کو پیش کرتا تھا تو اس سے بھی جزیہ نہ لیا جاتا تھا۔

کیوں صاحب! اب آپکو سمجھ آئی کہ جزیہ غیر مسلموں سے کوئی امتیازی سلوک نہ تھا۔؟

سوال: کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کے لئے واحد کا صیغہ مثلاً "تو" استعمال کرتے ہیں اور اب عام طور پر جمع کا صیغہ "آپ" استعمال ہونے لگا ہے۔ ان دونوں میں کون سا طریقہ ٹھیک ہے؟

جواب: میں اس سوال کا جواب کچھ سال ہوئے دے چکا ہوں۔ شائد وہ آپ کی نظر سے نہیں گذرا۔ بہرحال میری ناقص رائے میں یہ اپنے، اپنے ذوق کی بات ہے جو لوگ جمع کا صیغہ استعمال کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے ادب کے لحاظ سے ایسا کرتے ہیں۔ اور جو واحد کا صیغہ استعمال کرتے ہیں وہ اسوجہ سے کہ اسلام میں توحید الٰہی کا کمال ہے چونکہ "آپ" جمع کا صیغہ ہے اور اس کے معنے میں ایک سے زیادہ بھی مخاطب آسکتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کے لئے لفظ "آپ" استعمال کرنے میں نعوذ باللہ، نعوذ باللہ ایک سے زیادہ خدا سمجھا جانے کا احتمال ہوتا ہے۔ قرآن شریف کی دعاؤں میں بھی جہاں اللہ تعالیٰ مخاطب ہے وہاں واحد مخاطب کا صیغہ "تو" آتا ہے یعنے لفظ "انتَ" آتا ہے اسی طرح حضور سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں بھی ہمیشہ لفظ "انتَ" سے اللہ تعالیٰ کو خطاب فرمایا ہے۔

سوال: کیا اذان کے الفاظ سننے والوں کے لئے دہرانا ضروری ہیں؟

جواب: جی ہاں حتی الامکان ضروری ہیں۔ صرف حیّ علی الصلوٰۃ اور حیّ علی الفلاح کے الفاظ جب مؤذن پکارے تو جواب میں "لاحول ولا قوّۃ الاّ باللہ العلی العظیم" کہنا چاہیئے یعنے کوئی بدی سے پھرنے کی قوت نہیں یا نیکی اختیار کرنے کی طاقت نہیں سوائے اس کے جو اللہ تبارک وتعالیٰ عطا فرمائے اذان کے جواب میں سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر جو بدی کو چھوڑنا ہے یا نماز کے لئے جلد آنا جو نیکی کی طرف آنا ہے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہی ملتا ہے۔

سوال: کیا نماز باجماعت میں امام کی قرأت کے دوران مقتدی کو اس قرأت کو دوہرانا ہوتا ہے یا خاموشی سے سننا چاہیئے۔؟

جواب: نماز باجماعت میں جب امام سورۃ فاتحہ بلند آواز سے پڑھ رہا ہو تو مقتدی کو بھی سورۃ فاتحہ کے الفاظ کو دل میں امام کے پیچھے پڑھنا چاہیئے مگر جب امام قرآن کریم کا کوئی اور حصہ پڑھ رہا ہو تو مقتدی کو خاموشی مگر توجہ سے اسے سننا چاہیئے مگر جہاں کوئی وعید کا ذکر اس قرأت میں آئے تو مقتدی کے لئے دل میں استغفار کرنا جائز ہے یا کسی اللہ تعالیٰ کے انعام یا احسان کا ذکر آئے تو مقتدی دل میں الحمدللہ یا شکر کر سکتا ہے۔

(مکرم نصیر احمد فاروقی۔ لاہور)

ختمِ نبوّت، ایک ریاضی دان کی نظر میں

وحی نبوت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوئی۔ لانبی بعدی ایک محکم حقیقت ہے۔ آیت خاتم النبیین ایک محکم آیت ہے "آج کے دن ہم نے تم پر تمہارا دین مکمل کر دیا۔"

یہ آیت بھی مسئلہ ختم نبوت کی واضح تشریح ہے اس صحبت میں ایک مختلف النوع طریقہ سے اس مسئلہ کو واضح کرتا ہوں یہ بات حساب کی رُو سے قارئین کو پیش کر رہا ہوں۔

تمام ریاضی کی کتابوں میں سیٹ (SET) کا ایک باب ہے SETS کئی قسم کے ہوتے ہیں مثلاً حروف تہجی کا سیٹ گنتی کا سیٹ، گھر کے افراد کا سیٹ، کلاس میں بچوں کی عمر کے لحاظ سے سیٹ، لیکن ایک بات ذہن نشین رہے کہ کچھ سیٹ محدود ہوتے ہیں اور کچھ لامحدود مثلاً گنتی کا سیٹ لامحدود سیٹ ہے۔

[1, 2, 3, 4, 5, ------]

جفت اعداد کا سیٹ لامحدود ہے۔

[2, 4, 6, 8, ------]

طاق اعداد کا سیٹ لامحدود ہے۔

[1, 3, 5, 7, 9 ------]

حروف تہجی کا سیٹ محدود سیٹ ہے کیونکہ Z کے بعد حروف تہجی باقی نہیں رہتے۔

[A, B, C, D, ------ Z]

[الف، ب، ت ------ ی ے]

اسی طرح الہامی کتب کا سیٹ جو انبیاء علیہم السلام پر بتوسط جبرائیل نازل ہوئیں محدود سیٹ ہے۔

[تورات، زبور، انجیل، قرآن مجید]

کیونکہ قرآن کریم آخری صحیفہ آسمانی ہے۔ قرآن خاتم الکتب ہے اور کوئی شریعت قرآن مجید کے بعد نہیں ہے۔ تاقیامت اس طرح یہ سیٹ محدود ہو جاتا ہے۔

اب انبیاء علیہم السلام کا سیٹ بنائیں تو یوں نظر آئیگا:—

(بقیہ صفحہ کالم ۲ پر)

راہِ وفا کے مسافر

حضرت ڈاکٹر اللہ بخش مرحوم کے قلم سے،

حضرت مولیٰنا آفتاب الدین احمد مرحوم

حضرت مولیٰنا آفتاب الدین احمدؒ مغربی بنگال کے ضلع بردوان کے سماری نامی گاؤں میں جنوری سنہ ۱۹۰۱ء میں پیدا ہوئے آپ کے والد سید رحمت علی علاقہ کے متمول زمیندار تھے اور پیشہ کے لحاظ سے وکیل تھے۔ شاید اسی نسبت سے حضرت خواجہ کمال الدینؒ اپنے خطوط میں مولانا کو چوہدری کے لفظ سے خطاب کیا کرتے تھے۔ حالانکہ وہ سید خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ابتدائی تعلیم بردوان شہر میں حاصل کی جس کے بعد پریذیڈنسی کالج کلکتہ سے ۱۹۲۳ء میں بی اے کی ڈگری حاصل کی، دوران تعلیم ہی میں تحریک خلافت میں چار سال رضا کارانہ خدمت کرتے رہے جس کے بعد یہ خیال پیدا ہوا کہ عربی زبان کا علم حاصل کر کے علم دین کا براہِ راست مطالعہ کیا جائے اسی غرض سے دیوبند تشریف لے گئے اور مدرسہ العلوم دیوبند میں تحصیل علم کرتے رہے۔ اسی اثناء میں اخبار لائٹ ان کے دیکھنے میں آیا اور اس کے ذریعہ احمدیہ انجمن لاہور سے واقفیت ہوئی۔ انہی دنوں کابل میں نعمت اللہ خاں قادیانی کو سنگسار کیا گیا اور علمائے دیوبند نے قتل مرتد کے نام سے اس کے جواز کا فتویٰ دے دیا۔ ان دنوں دیوبند میں طلباء یونین تھی مولانا عبدالرحیم ترکا ہاکشی جو بعد میں مشرقی پاکستان کی عوامی لیگ کے صدر ہوئے اس یونین کے صدر تھے اور مولانا جنرل سیکرٹری تھے۔ سٹوڈنٹس یونین نے خواہش کی کہ نعمت اللہ احمدی کی سنگساری کی حمایت میں ریزولیوشن پاس کیا جائے لیکن مولانا عبدالرحیم صاحب اور مولیٰنا آفتاب الدین صاحب دونوں نے اس ریزولیوشن کی مخالفت کی۔ طلباء میں ان کے خلاف اشتعال پیدا ہو گیا مولیٰنا آفتاب الدین دیوبند میں واحد گریجوایٹ طالب علم تھے اس لئے مولانا شبیر احمد عثمانی جو مدرسہ کے سربراہ تھے مولیٰنا سے بے حد شفقت کے ساتھ پیش آتے بلکہ ان سے انگریزی پڑھتے تھے۔ چنانچہ ان حالات میں دونوں اپنے استاد مکرم مولیٰنا شبیر احمد عثمانی صاحب کے پاس گئے کہ شاید وہ اس معاملہ میں ان کی حمایت کریں گے لیکن انہوں نے معذوری کا اظہار کیا۔ چنانچہ دونوں اصحاب رات کی تاریکی میں جان بچا کر وہاں سے بھاگے۔ یہ ۱۹۲۵ء کی بات ہے۔

لاہور آکر آپ نے حضرت مولیٰنا محمد علیؒ کے ہاتھ پر بیعت کر کے انہی سے تحصیل علم دین کرتے رہے ۱۹۲۶ء میں لائٹ کے ایڈیوریل سٹاف میں شامل ہو گئے کچھ عرصہ بعد انجمن نے ان کی خدمات کلکتہ میں مولوی عبدالکریم صاحب کے اسلامک مشنری ٹرسٹ کو منتقل کر دیں اس کے بعد شیلانگ (آسام) کے گھاسی (پہاڑی قبائل) میں مشن قائم کرنے کا کام ان کے سپرد کیا گیا جو نہایت کامیاب ثابت ہوا۔ ان دنوں سر سعد اللہ کی وزارت عظمیٰ کا زمانہ تھا۔ سر سعد اللہ اور دیگر سر برآوردہ طبقہ مولانا صاحب کی بہت عزت کرتے تھے اور مولانا نے کھاسی زبان میں دین پر بہت کتابیں لکھیں اس قسم کی کتابیں کھاسی زبان میں اس سے پہلے نہیں لکھی گئی تھیں اور ان کتابوں کے ذریعہ کھاسی قبائل میں سے بہت لوگ دین حنفہ میں داخل ہوئے۔

۱۹۳۱ء میں آپ انگلستان تشریف لے گئے اور مسجد شاہجہان ووکنگ کے اسسٹنٹ امام کی حیثیت سے کام کرتے رہے ۱۹۳۳ء کے آخر میں ہندوستان واپس آئے اور اسلامک ریویو کی (جو ان دنوں لاہور سے شائع ہوتا تھا) ادارت کا کام سنبھالا ۱۹۳۴ء میں بطور امام مسجد ووکنگ دوبارہ انگلستان تشریف لے گئے۔ وہاں نہایت کامیابی سے تبلیغی خدمات سرانجام دینے کے بعد ۱۹۳۹ء میں واپس تشریف لائے یہاں آکر پھر اسلامک ریویو کی ادارت اور حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی کتب پر نظر ثانی کا کام شروع کیا۔ ۱۹۴۸ء میں ووکنگ مسلم مشن ٹرسٹ کے سیکرٹری کے کام پر لگ گئے۔ اور ۱۹۵۰ء میں ہفتہ وار لائٹ کی ادارت بھی انہیں کے سپرد کی گئی اور مرتے دم تک ان دونوں کاموں میں لگے رہے بلکہ اس کے ساتھ صحیح بخاری کے انگریزی ترجمہ اور دوسری بعض کتب کے انگریزی تراجم کا کام بھی فارغ اوقات میں کرتے رہے۔ حتیٰ کہ وفات سے ایک گھنٹہ پہلے حضرت مولیٰنا صدرالدین مرحوم کی کتاب "خلبہ قرآن" کا انگریزی ترجمہ لکھوا رہے تھے۔

مولیٰنا کی تصنیفات میں بہت سے بیش قیمت مضامین اور رسائل کے علاوہ ایک کتاب اسلام اور کمیونزم پر ہے اور حضرت سید عبدالقادر جیلانی رح کی عربی تصنیف فتوح الغیب کا بھی انگریزی میں انہوں نے ترجمہ کیا ہے صحیح بخاری کا انگریزی ترجمہ چار پاروں تک مکمل ہو چکا ہے پہلا پارہ زیر طبع ہے۔

مولیٰنا نے ڈھاکہ کی ایک عظیم الشان مجلس مذاکرہ میں ۲۲ نومبر ۱۹۵۵ء کو ایک نہایت فاضلانہ مضمون پڑھا جس کا ڈھاکہ ریڈیو نے اقتباس نشر کیا۔ ان کی ساری زندگی خدمت دین میں گذری اور آخر دم تک خدا کے دستہ میں کام کرتے ہوئے خدا سے جا ملے۔

انگریزوں میں آپ کا اثر و اقتدار

انگلستان میں آپ کی تبلیغ دین کی کامیابی کا اندازہ اس ایک واقعہ سے کیا جا سکتا ہے کہ کنٹربری انگلستان میں عیسائیت کا مرکز ہے ایک دفعہ مولانا کو ایک تقریر کے سلسلہ میں وہاں جانا پڑا۔ عیسائی پادری مولانا کی تقریر سے بے حد متاثر ہوئے جب نماز کا وقت آیا تو مولانا نے کہا کہ میں نماز پڑھنا چاہتا ہوں۔ تو ان پادریوں نے کہا کہ اس میں حرج ہوگا۔ اگر آپ گرجا میں نماز ادا کریں آپ امام بنیں اور ہم آپ کے پیچھے مسلمانوں کی طرح نماز پڑھیں۔ مولانا نے کہا مجھے کوئی اعتراض نہیں چنانچہ اسی طرح ہوا۔ اور اس طرح ایک رنگ میں عیسائی پادریوں نے مولانا صاحب کو خراج عقیدت پیش کیا۔

میجر فاروق فار مرحوم ایک مدت تک مسلم سوسائٹی آف گریٹ برٹین کے صدر رہے اور ووکنگ مسلم مشن کے سرگرم معاونین میں سے تھے انہوں نے مولانا آفتاب الدین احمد صاحب کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا۔ مولانا کی وفات پر میجر فاروق نے بیماری کی حالت میں جو تعزیتی نوٹ ہسپتال سے لکھا ہے اس سے انگریز حلقوں میں مولانا کی علم دوستی اور دینی لگن کے گہرے نقوش کا پتہ دیتا ہے۔

"مولانا آفتاب الدین مرحوم سابق امام شاہجہان مسجد ووکنگ، انگریز مسلمانوں میں وہ پیارے مسٹر ڈین کے نام سے یاد کئے جاتے تھے اور ہم سب کو بے حد عزیز تھے۔ مسلمان یا غیر مسلم جو بھی ان سے ملا ان کا گرویدہ ہو گیا۔ اور اس نے مولانا کو اپنا گرمجوش اور ہمدرد دوست پایا انگلستان کے قیام کے دوران انہوں نے انگریزی طرز معاشرت کا گہرا مطالعہ کیا اور اس کی وجہ سے وہ اس ملک میں نہایت کامیاب مبلغ ثابت ہوئے۔ ان میں کام کرنے کی بے پناہ قوت تھی۔ اکثر جب وہ سارا دن کسی تقریر کے سلسلہ میں

لو آفتاب دین بھی روپوش ہو گیا
بیٹھے بٹھائے ناگہاں خاموش ہو گیا

مصروفیت کے بعد لوٹتے تو میرے گھر آ جاتے اور ہم اسلام کے مختلف پہلوؤں پر گفتگو میں ایسے معروف ہو جاتے کہ صبح ہو جاتی۔

غیر مسلموں سے وہ ہمیشہ نہایت رواداری سے پیش آتے لیکن جب کبھی کوئی اسلام پر بیہودہ اعتراض کرتا تو اس کا سختی سے اور مسکت جواب دیتے۔ ان کی وفات سے ہم ایک عظیم اور شاندار شخصیت سے محروم ہو گئے ہیں"۔

کئی سال ہوئے میری نظر سے ایک عیسائی پادری ریورنٹ بلیش کی کتاب گذری اس میں اس نے ووکنگ مشن کا ذکر کرتے ہوئے مولانا کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

"شاہجہان مسجد ووکنگ کے موجودہ امام ایک لمبے، دبلے اور جاذب شخصیت کے مالک ہیں۔ ان کی طبیعت میں جوش بہت ہے لیکن وہ جذباتی نہیں ہیں......ہر عیسائی مرد، عورت اور بچہ کو ان سے محبت کرنی چاہیئے اگرچہ ان کے عقائد سے اختلاف ہی کیوں نہ ہو"

مغربی تہذیب اور طرز فکر کا کس حد تک گہرا مطالعہ مولانا مرحوم نے کیا اور اپنے مضامین کے ذریعہ ان کی کمزوریوں اور اسلام کی آفاقیت کو کس عمدہ طریق پر پیش کیا۔ اس کا اندازہ لٹ ورکے پروفیسر ایم اے صمد صاحب کے تعزیتی مضمون کے اس اقتباس سے ہوتا ہے جو انہوں نے مولانا کی وفات پر لکھا:

"انگلستان میں چند سالہ قیام کے دوران مولانا آفتاب الدین احمد کی دور رس نگاہوں اور گہرے مطالعہ نے مغربی تہذیب کی قوت اور کمزوریوں کا صحیح اندازہ لگایا اور شیفیلڈ یونیورسٹی میں ان کا لیکچر جو بعد "پیس پروگرام آف محمدؐ" یعنی رسول اکرم صلعم

کا کس امن کالا ٹو عمل کے نام سے شائع ہوا اس سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا کو جدید دور کے مسائل کا گہرا علم تھا اور وہ جانتے تھے کہ اسلام کو مغربی حلقوں میں کس رنگ میں پیش کیا جانا چاہیئے یہی وجہ تھی کہ مغرب میں پڑھے لکھے طبقہ نے مولانا کے مذہبی رویّہ اور اسلام کو پیش کرنے کے طریق کو بے حد سراہا۔

تعلیم یافتہ نوجوانوں کے ذہنوں میں تشکوک و شبہات کو دور کرنے کا ان کا ایک خاص طریق تھا اور انہی وجوہات کی بنا پر ان کو بجا طور پر مغرب میں کامیاب ترین مبلغین میں شمار کیا جا سکتا ہے"۔

مولانا صاحب سے گہرے و دیرینہ تعلقات کے باعث میں ان کے دلی جذبات اور باطنی محرکات سے بخوبی واقف ہوں خدا تعالیٰ پر محکم ایمان اور اس سے عہد نبھانے کا زبردست عزم جو مولانا صاحب کے دل میں موجزن تھا اس کا اندازہ اس امر سے کسی قدر ہو سکے گا کہ ایک دفعہ مجھ سے کہنے لگے کہ آپ سے ایک مشورہ لینا ہے کہ مجھے مرکزی وزارت پاکستان میں ایک اخبار کی ادارت کی آسامی پیش کی جا رہی ہے (غالباً یہ پیشکش ڈاکٹر ایم اے مالک کی طرف سے آئی تھی جو ان دنوں مرکز میں لیبر کے وزیر تھے اور بعد میں پاکستان کے قائمقام صدر بھی رہے ڈاکٹر مالک کالج کے زمانہ کے دوست تھے اور جب بھی لاہور آتے تو ضرور ملتے) آپ کی کیا رائے ہے۔ میں انجمن اور مولانا صاحب دونوں کے حالات سے بخوبی آگاہ تھا اور جانتا تھا کہ اکثر آپ کا گزارہ نہایت کفایت شعاری کے طریقوں سے ہوتا تھا۔ میں نے کہا اگر آپ مرکزی وزارت میں چلے جائیں تو وہاں بھی دین کی خدمت کے بہت سے مواقع نکل سکتے ہیں مولانا صاحب یہ سن کر خاموش ہو گئے چند روز بعد میں نے دریافت کیا کہ آپ نے کیا فیصلہ کیا تو کہنے لگے کہ خدا سے جو عہد کیا ہے اسے ہر حال میں نبھانے کو ترجیح دینا ہوں بظاہر شاید یہ معمولی سا واقعہ دکھائی دے لیکن اگر غور کیا جائے تو اس کے پیچھے مولانا صاحب کا اصل کیریکٹر نظر آتا ہے آج جبکہ ہر طرف مادیت کا طوفان زوروں پر ہے ایک طرف مولانا صاحب کی اعلیٰ درجہ کی علمی اور مفکرانہ قابلیت اور انگریزی و ادبی صلاحیت کو دیکھا جائے اور دوسری طرف انجمن کے حالات اور آپ کی نسبتاً عسرت کی زندگی کو مدنظر رکھا جائے تو آپ کا حضرت بانیٔ سلسلہ سے دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے عہد کو اس طرح عملی رنگ میں قائم رکھنا نہایت اعلیٰ درجہ کے ایمان باللہ و بلند پایہ سیرت کو نمایاں کرتا ہے۔

خدا تعالیٰ سے سچا تعلق :

مولانا آفتاب الدین احمد صاحب ایک بلند پایہ مفکر اور انگریزی ادب کے اعلیٰ درجہ کے اہل قلم انسان تھے۔ لیکن باوجود ایسی صلاحیتوں کے مالک ہونے کے دین کی کامیابی کی اصل بنا ان صلاحیتوں اور علم کو نہ سمجھتے تھے یہ ایک ایسی نمایاں خصوصیت تھی کہ اگر میں یہ کہہ دوں کہ نئی نسل میں آپ کی ذات مجھے منفرد اور اکیلی نظر آتی ہے تو اس بات میں قطعاً کوئی مبالغہ نہ ہوگا اور یہی وہ میاں کا گُر ہے جو حضرت اقدس نے اپنی جماعت کو بتایا تھا فرمایا کہ دلائل و براہین کی فتح حقیقی فتح نہیں بلکہ اصل فتح باخدا و متقی جماعت بنانے میں ہی مضمر ہے۔

ایک اور بات جو اہل قلم مفکر حضرات کی خصوصیت بن جایا کرتی ہے یہ ہے کہ انسانوں سے تعلقات نبھانے کی طرف ان کی توجہ نہیں رہتی حالانکہ دین کا اصل مقصد اگر ایک طرف اللہ تعالیٰ سے سچا تعلق اور اپنے نفسانی جذبات پر موت وارد کرنا ہے تو دوسری طرف مخلوق خدا سے صحیح تعلقات استوار کرنا ہوا کرتا ہے مگر مولانا صاحب کی یہ نمایاں خصوصیت تھی کہ جہاں کسی دوست کی تکلیف کا حال سُنا وہاں سب سے پہلے انہیں موجود پایا گیا۔ تعجب ہوا کرتا تھا کہ ایک طرف علمی و دفتری کام دوسری طرف سوشل تعلقات میں پیش پیش رہنا باوجودیکہ اپنی صحت جسمانی و طاقت ہمیشہ کمزور رہتی تھی کس طرح اتنے کام کر سکتے تھے۔ انسانوں سے اعلیٰ تعلقات استوار کرنے کا طبعی ذوق اس قدر غالب تھا کہ ایک ہومیو پیتھک ڈسپنسری کھول رکھی تھی۔ جہاں نماز مغرب کے بعد بلا ناغہ مطب کرتے تھے۔ تاکہ غرباء و دکھی طبقہ کی خدمت ہو سکے۔ دفتری فرائض کے علاوہ انجمن و دیگر حضرات کے کام بھی اپنے ذمے لے رکھے تھے۔ مثلاً صحیح بخاری کا انگریزی ترجمہ کا کام حضرت مولانا صدر الدین صاحب امیر مرحوم کی کتاب "تعلیم قرآن" کے انگریزی ترجمہ کا کام۔ اب کوئی شخص دیکھے کہ کہاں انسان کا اتنے کاموں کو سنبھالنا جبکہ اس کی اپنی صحت ابتدا سے کمزور چلی آ رہی ہو اور جبکہ ان کاموں کے عوض کسی معاوضہ کا خیال تک نہ ہو کیونکر ممکن ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کے آخری رسول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دین سے سچا عشق رکھنے کے بعد آپ کے دل میں حضرت مسیح موعود اور دیگر بزرگان سلسلہ سے بھی سچی اور گہری عقیدت تھی جس پر آپ کے وہ مقالات شاہد ہیں جو لائٹ میں احمدیت کے متعلق انہوں نے لکھے یہ عجیب اتفاق ہے کہ اخبار لائٹ میں جو آخری مقالہ آپ نے لکھا وہ کسی یوروپین معترض کا جواب تھا جس نے اپنی یہ رائے ظاہر کی تھی کہ احمدیت کی اصلی سپرٹ جماعت قادیان یا ربوہ میں موجود ہے نہ کہ جماعت احمدیہ لاہور میں۔ مولانا صاحب نے اس کا نہایت مدلل و معقول جواب یہ دیا ہے کہ سلسلہ کی اصل سپرٹ تو اسلام کی فتح سے متعلق ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ جس تحریک کے بانی کے پیش نظر اولین طور پر خدا کے رسول اور قرآن کی تعلیم کی اشاعت ہو وہ سلسلہ اسلام یا مسلمانوں سے کٹ کر اور علیحدہ ہو کر رہ جائے۔ جماعت قادیان یا ربوہ کی علیحدگی کی سپرٹ ہرگز ہرگز بانیٔ سلسلہ کی اصل سپرٹ کو ظاہر نہیں کرتی بلکہ عین اس سپرٹ کے مخالف ہے اس لئے ثابت ہو گیا کہ سلسلہ عالیہ کی اصل سپرٹ جماعت احمدیہ لاہور نے لی ہوئی ہے نہ کہ جماعت قادیان نے۔ یہ جواب اس قدر برجستہ اور حقیقت پر مبنی ہے کہ جس جمعہ کے روز یہ مجھے ملا اسے پڑھ کر میں نے یہ خیال کیا کہ اس مقالہ کو پمفلٹ کی صورت میں طبع کرا کر عام تقسیم کیا جائے میں اسی خیال میں تھا کہ آدھا گھنٹہ بعد مولانا صاحب کی وفات کا تار ملا۔ میری اب بھی انجمن سے استدعا ہے کہ اس آرٹیکل کو عام اشاعت کے لئے پمفلٹ کی شکل میں شائع کرے۔

بانیٔ سلسلہ سے گہری محبت و عقیدت

جماعت اور اس کے مقدس بانی سے آپ کو والہانہ عشق تھا جب ۱۹۳۴ء میں میں نے اخبار "پیغام اسلام" نکالا تو آپ کو بڑی خوشی ہوئی کیونکہ یہ خالصتاً بانی سلسلہ اور خصوصیات سلسلہ کے لئے مختص تھا اور آپ نے ہمیشہ اپنے بلند پایہ مقالات و خیالات سے اس اخبار کو زینت بخشی۔

بنیادی طور پر جن صفات کے باعث کوئی شخص صحیح معنوں میں مبلغ دین ہونے کا حقدار کہلا سکتا ہے وہ تمام مولانا میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں ایمان اور تعلق باللہ نفسیات کو مٹانے کی جدوجہد۔ مخلوق خدا سے محبت و ہمدردی اور احسان کا مادہ۔ سوشل میلان طبع۔ علمی و ادبی فکری صلاحیتوں میں اعلیٰ درجہ کا پایہ۔ مزید برآں تحریک احمدیت اور اس کے بانی سے سچی محبت و عشق اور ہر حالت میں اس سے وفا کیشی۔ یہ تمام خوبیاں بیک وقت کسی ایک انسان میں جمع ہونا شاذ و نادر بات ہے آپ کی زندگی سے متعلق بہت سے واقعات بیان کئے جا سکتے ہیں۔

مگر سب سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کا فضل اس کے ساتھ سچے تعلق کے عوض مولانا کو یہ ملا کہ آپ کے بعد آپ کی اولاد ضائع نہ ہوئی۔ یہ بات بھی خود مولانا صاحب کے حقیقی و سچے ایماندار ہونے پر دال ہے۔

اقبال احمد صاحب نے اپنے والد صاحب کی جملہ خصوصیات ورثہ میں لی ہیں جیسا کہ احباب کو معلوم ہے ڈاکٹر سعید اللہ صاحب مرحوم کی بیماری کے ایام میں وہی مشن کے سارے کاروبار سنبھالے ہوئے تھے۔ اقبال احمد صاحب کو انگلستان میں جب چارٹرڈ اکاؤنٹنسی میں داخلہ ملا تو اس موقعہ پر مولانا نے اپنے بیٹے کے نام ذیل کا خط لکھا

"مجھے یہ سن کر خوشی ہوئی کہ آخر کار آپ کو اس مقصد تک پہنچنے کا راستہ مل گیا جس کی آپ کو بے حد خواہش تھی۔ لیکن کبھی بھی نماز کی ادائیگی میں غفلت نہ برتنا اور سلسلہ کے لئے کچھ نہ کچھ ضرور خدمت کرنا خواہ وہ دن میں چند لمحے ہی کیوں نہ ہوں۔ اور سلسلہ کی ترقی کے لئے کسی قربانی پر کبھی افسوس نہ کرنا خواہ اپنے لوگ اس کو قدر کی نگاہ سے نہ دیکھیں یا ناقدری کریں۔ ہماری قدریں روحانی ہونی چاہئیں نہ کہ مادی ہمیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی خدمت کرنے میں فخر محسوس کرنا چاہیئے خواہ اپنے لوگ ہمیں بے وقوف سمجھیں میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ موجودہ دنیا اپنی تمام ظاہری چمک دمک کے باوجود تنزل کی طرف جا رہی ہے ایک نئی دنیا کی تخلیق کا آغاز ہو چکا ہے جس کی بنیاد تحریک احمدیت کی روحانی بصیرت ہے ہمیں اس رو بہ تنزل دنیا سے قطع تعلق کر لینا چاہیئے اور اپنے آپ کو اس نئی لیکن دھندلی دنیا سے وابستہ کر لینا چاہیئے جو خاموشی سے ابھر رہی ہے۔ ہمیں آج کی دنیا کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنا چاہیئے اور آنیوالی کل کی دنیا سے اپنی وابستگیوں کو مضبوط کرنا چاہیئے میں یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ اسلام کو جس طرح میں نے اور میری طرح دیگر احباب نے سمجھا ہے انہیں موجودہ دنیا میں اپنے آپ کو قائم رکھنا شاید مشکل دکھائی دے لیکن میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ یہی اسلام حضرت محمدؐ اور بانی سلسلہ احمدیہ کا تھا اور یہی اسلام ہے جو دنیا کو بچا سکے گا ..... میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ میں نے جو زندگی کا طریق تمہیں سکھایا ہے اس کے علاوہ کوئی مجھو نہ نہ کرنا میرا خیال ہے اس سے زیادہ مجھے تمہیں کہنے کی ضرورت نہیں ہے"

جس مضبوطی کے ساتھ آپ نے ایمان کے دامن کو پکڑے رکھا خدا تعالیٰ نے اسی قدردانی سے آپکی زندگی کو مفید و عملی تر بنا دیا اور وفات کے بعد بھی خدا نے آپکے اہل و عیال کو اپنی برکات سے سرفراز کیا۔

***

(بسلسلہ آمدہ صفحہ ۳)

استعمال کیا ہے اور اگر باوجود اس تشریح کے بھی یہ لفظ آپ کے مسلمان بھائیوں کو ناگوار گذرتا ہے تو وہ اسے کاٹا ہوا سمجھ لیں اور اس کی جگہ لفظ محدث سمجھ لیں۔ اسی وقت ہم دونوں بھائیوں نے حضرت مرزا صاحب کی زیارت کی اور آپ کی صداقت پر ہمارا یقین اور بھی بڑھ گیا۔

۱۸۹۴ء میں بی اے کرنے کے بعد ان ایام میں جبکہ مَیں ایم اے کی تعلیم حاصل کر رہا تھا اور مولوی عزیز بخش صاحب ٹریننگ کالج میں چلے گئے تھے۔ میں اسلامیہ کالج میں پروفیسر ریاضی ہو گیا۔ اور اسی وقت سے میری ملاقات میرے مکرم دوست خواجہ کمال الدین صاحب کے ساتھ ہوئی جو میری طرح ایم اے میں تعلیم بھی حاصل کرتے تھے اور اسلامیہ کالج میں پروفیسر بھی تھے۔ خواجہ صاحب مرحوم حضرت صاحب کی بیعت میں داخل ہو چکے تھے اور میں ابھی تک داخل نہ ہوا تھا لیکن خیالات میں یگانگت اس قدر تھی کہ ہمارے تعلقات محبت بہت جلد ترقی کر گئے ان ایام میں میں اخبارات میں بعض مضامین بھی حضرت صاحب کی تائید میں لکھا کرتا تھا گو ابھی تک بیعت نہ کی تھی۔

خواجہ صاحب کے ساتھ ان تعلقات پر دو اڑھائی سال گذر جانے کے بعد انہوں نے مجھ سے یہ خواہش ظاہر کی کہ میں ان کے ساتھ قادیان چلوں اور حضرت صاحب کی زیارت کروں۔ مارچ ۱۸۹۷ء میں خواجہ صاحب کے ساتھ (کچھ اور احباب بھی ساتھ تھے) قادیان گیا۔ قادیان کے دو چار دن کے قیام نے ہی ایک نیا عالم آنکھوں کے آگے کھول دیا۔ گو آپ کی تحریروں سے بھی آپ کا وہ درد ظاہر ہوتا تھا جو (دین) کی ترقی کے لئے آپ کے دل میں تھا مگر صحبت میں جو رہ کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ آپ کا دن رات کا شغف سوائے اس کے کچھ ہے ہی نہیں۔ نماز فجر ہوئی تو بیٹھ گئے۔ اعلائے کلمۃ اللہ کا ذکر ہے۔ تھوڑی دیر بعد سیر کو نکلتے ہیں تو سارے راستے میں یہی گفتگو ہے۔ واپس آتے ہیں۔ کھانے پر احباب کے ساتھ بیٹھتے ہیں تو یہی ذکر ہے۔ نماز مغرب کے بعد عشاء تک مسجد میں بیٹھتے ہیں اور طرح طرح کے پیرایوں میں ذکر ہے کہ اسلام کی صداقت کے سامنے دنیا کا کوئی دین ٹھہر نہیں سکتا۔ یورپ میں دین کیونکر پھیل سکتا ہے۔ ہندوستان میں آریہ سماج کے مقابلہ کی کیسی ضرورت ہے۔ خدا سے تعلق کس طرح پیدا ہوتا ہے۔ نمازوں میں لذت کس طرح آتی ہے۔ قرآن کریم کو اپنا ہادی بنانے کی کیسی ضرورت ہے۔ غرض ہر وقت یہی ایک شغل ہے جو دنیا کی مجالس میں کہیں نظر نہیں آتا۔ غالباً ۷ یا ۸ دن میں نے وہاں قیام کیا اور بالآخر خواجہ صاحب مرحوم کے ذریعہ سے اس پاک انسان کے ساتھ تعلق بیعت کی ضرورت خود ظاہر کی اور بیعت میں شامل ہوا۔ بیعت کر لینے کے بعد میں نے اپنے بڑے بھائی مولوی عزیز بخش صاحب اور والد مرحوم کو اطلاع دی اور وہ دونوں بھی فی الفور بیعت میں داخل ہو گئے۔ اس کے بعد باقی سب بھائی اور دیگر رشتہ دار بھی بیعت میں داخل ہوتے چلے گئے یہاں تک کہ آج خدا کے فضل سے ان عزیزوں کی ایک بڑی بھاری جماعت بن گئی ہے۔ جو سب کے سب اللہ کے فضل سے خدا کے دین کی مدد میں حسب حیثیت مصروف ہیں۔"

(پیغام صلح، نومبر ۱۹۳۳ء)

بقیہ : اداریہ

لوگوں نے آپ کی کتابیں دیکھ کر اعتراف کیا کہ ان کی تصنیف میں فصاحت و بلاغت کے علاوہ عرفان ہے۔ ان میں حقائق و معارف ہیں۔

اعترافِ خدمات کے باوجود مٹانے کی کوشش :

ان لوگوں نے دیکھا کہ کفرستانوں میں ہم نے جماعات آباد کیں۔ قرآن مجید کے ترجمے شائع کیے جن سے دین کی روشنی پھیلی۔

حضرت مرزا صاحب نے دین کی بہت بڑی خدمت کی ہے۔ آپ نے درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا جس کو دیکھ کر دوسرے لوگوں نے بھی قرآن کے درس قائم کئے۔ جو بڑی اچھی اور قابل قدر بات ہے (واعظین) تیار کرنے کا بندوبست کیا گیا۔ تو اوروں نے بھی اس کی تقلید کی۔ بہت اچھا کیا نیکی کا کام جو بھی کرے اچھا ہے۔

رسول اللہ اور قرآن کا عشق

حضرت مرزا صاحب کی جماعت میں اللہ اور رسول کا عشق پایا جاتا ہے۔ ان میں قرآن کا عشق ہے اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور دن رات خدمتِ دین میں سرگرم عمل ہیں۔ یہ وہ جماعت ہے جو حضرت مرزا صاحب نے چھوڑی اگر ان کی کتابوں میں علم کے دریا بہتے ہیں تو قوم کا احیا بھی انہوں نے کیا اور ایک ایسی جماعت چھوڑی جو دن رات خدمت دین میں مصروف ہے۔ مبارک ہے یہ جماعت جو لتکون کلمۃ اللہ ہی العلیا کا ورد سینہ میں اپنے اموال و اوقات صرف کر رہی ہے۔

رنگِ تقویٰ

اگر تم سچے انسان ہو تو یارو جھوٹ مت بولو

ہمیں بھی دو اجازت سچ کی یارو جھوٹ مت بولو

تمہارے دل میں جو کچھ ہے زباں پر بھی وہی لاؤ

مری تم سے گذارش ہے کہ یارو جھوٹ مت بولو

منافق ہو زباں پر کچھ ہے اور دل میں تمہارے کچھ

جو دل میں ہے زباں سے بھی پکارو جھوٹ مت بولو

ہمیں بھی راست گوئی کی اجازت تم عطا کر دو

غریبانِ وطن کے شہریارو جھوٹ مت بولو

نہ اتراؤ زمانے کو بدل جانا بھی آتا ہے۔

گھڑی اور دو گھڑی کے تاجدارو جھوٹ مت بولو

خدا تو سب کا خالق ہے تمہارا بھی ہمارا بھی

خدا کے اور نبی کے جاں نثارو جھوٹ مت بولو

یہ کیسے اپنے چہرے پر نیا چہرہ سجایا ہے

اتارو نقلی چہرے کو اتارو جھوٹ مت بولو

بہاریں جب گذر جائیں خزاں کا دور آتا ہے

بہاروں کو سلیقے سے گذارو جھوٹ مت بولو

ہمارا کیا ہے ہم تو اس مصیبت میں بھی جی لیں گے

تمہارا کیا بنے گا میرے پیارو جھوٹ مت بولو

صداقت پر جو قائم ہیں وہی دیدار پائیں گے

دلوں کو رنگِ تقویٰ سے نکھارو جھوٹ مت بولو

(محمد صالح نور)

بقیہ: سرینام کنونشن

اس موقعہ پر احباب جماعت کو میرا پیغام یہ ہے کہ ہم اس دیدہ زیب اور عظیم الشان خانہ خدا میں جمع ہو کر اللہ تعالیٰ سے سلسلہ عالیہ احمدیہ کے اصل مقصد خدمت دین کے لئے کچھ کر گذرنے کی توفیق مانگیں اور گذشتہ صد سالہ روشن اور تابناک ماضی کی کامیابیوں کو سامنے رکھ کر اپنا جائزہ لیں کہ ہم کو آئندہ کن خطوط پر کام کرنا ہوگا اور آئندہ کے لئے منصوبہ بندی کے وقت ان مقاصد عالیہ کو پیش نظر رکھیں جن کو حضرت امام الزمان نے اس جماعت کے لئے بنیادی فرائض قرار دیئے ہیں اور ان مقاصد کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ سے عاجزانہ دعائیں مانگیں اور جماعت کی آئندہ ترقیوں کو زمانے کے تقاضوں کے مطابق تیز قدم ساتھیوں کے ساتھ ہو کر اور کمزور ساتھیوں کو ساتھ لے کر چلیں اور اتحاد، یگانگت، محبت، اتفاق ایثار، قربانی اور استقلال کو اپنا شعار بنائیں اور دنیا میں جہاں جہاں بھی جماعت کی شاخیں ہیں ان سے رابطہ کو فروغ دیں تاکہ بین الاقوامی سطح پر ہم آئندہ صدی میں خدمت دین کی ایک نئی دنیا آباد کر سکیں۔

میری طرف سے تمام احباب جماعت اور آنیوالے مہمانان کرام کو سلام و دعا کہیں اور اس اجتماع کی کامیابی پر مبارکباد پیش کریں کیا ہی خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو دنیا کے کاموں کو چھوڑ کر دین کے امور اور مہمات میں اپنے اوقات صرف کرنے کی توفیق پاتے ہیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اس قربانی اور ایثار پر ان کی جانوں، اموال اور اولادوں کو اپنی ابدی برکات سے نوازے گا۔

مجھے امید ہے کہ آپ اپنے اجتماعات کی تمام کارروائیوں اور حالات وواقعات سے مرکز کو اطلاع دیں گے تاکہ احباب جماعت کی اطلاع اور راہنمائی کے لئے انہیں ذرائع ابلاغ کے توسط سے پیش کیا جا سکے۔

اللہ تعالیٰ ہر قدم پر آپ کے ساتھ ہو اور آپ کو بیش از بیش خدمات دینیہ کی توفیق عطا فرمائے۔ ہماری دعائیں اور نیک تمنائیں آپ سب کے ساتھ ہیں۔

میاں فضل احمد، گلبرگ لاہور،

اوقات عید،

دار السلام لاہور ۸ بجے صبح

احمدیہ بلڈنگس لاہور ۸ بجے صبح

بقیہ: اظہار خیال

[آدم صفی اللہ، نوحؑ - لوطؑ - ابراہیمؑ موسیٰؑ - عیسیٰؑ - محمد صلی اللہ علیہ وسلم]

مکمل طور پر محدود سیٹ ہے اور کبھی بھی لامحدود نہیں ہے کہ مزید نبیوں کی آمد کی توقع کی جائے۔ یا کسی کو جدید نبی تسلیم کیا جائے۔ اب اس کے ساتھ اولیاء کرام کا سیٹ بنائیں تاکہ مثال واضح ہو جائے۔ مثلاً ہم کسی بھی بزرگ سے ولایت کا سلسلہ شروع کرتے ہیں اور سیٹ بطور نمونہ بناتے ہیں:-

[عبد القادر جیلانی، شمس تبریزی۔ داتا گنج بخش ..... وغیرہم]

یہ لامحدود سیٹ ہے اسلام کے شجر طیبہ سے جو بھی فیض یاب ہوگا وہ لامحدود اولیاء کے سیٹ میں شامل ہوتا چلا جائے گا اور یہ سلسلہ تا قیامت ممتد رہے گا لیکن زمرہ اولیاء کا رکن کتنا ہی بلند اعلیٰ مقام اور بدرکامل کیوں نہ ہو اپنے سیٹ سے نکل کر انبیاء کے سیٹ کا رکن نہیں بن سکے گا کیونکہ اس طرح وہ نعوذ باللہ مہر ختمیت کو توڑنے والا ہوگا اور ایک مستقر محدود سیٹ کو لامحدود بناتا ہے۔

صحابہ کرامؓ کا سیٹ بنائیں تو شکل اس طرح واضح ہوگی۔

[حضرت ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ۔ علیؓ ... آخری صحابیؓ]

یہ محدود سیٹ نہ کبھی دنیا میں دوبارہ ظہور پذیر ہوگا نہ وہ قدسیوں کا گروہ دوبارہ جنم لے گا۔ کیونکہ قرآن کریم نے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کا انعام دیا اور خلعت بخشی۔ لہٰذا پھر اولیاء کرام بھی سے کتنا ہی بلند مرتبہ کوئی کیوں نہ ہو وہ صحابی نہیں کہلا سکے گا۔ یہ محدود سیٹ ہے جو صرف ایک دور کے افراد سے مربوط ہے۔ نہ نیا نبی آئیگا نہ کوئی صحابی کہلائے گا۔

خلافت راشدہ کا سیٹ بنائیں:

[حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ]

یہ محدود سیٹ ہے مسلمانوں میں ہزاروں خلفاء کہلوائے گئے مگر وہ خلافت راشدہ کی خلافت سے سرفراز نہ ہوئے۔ اور نہ ہی خلافت راشدہ کے سیٹ کے رکن بن سکتے ہیں امید ہے کہ بات واضح ہو گئی ہوگی۔ اجمالاً ایک خاکہ پیش کیا ہے۔ یہ سیٹ خود اللہ تعالیٰ کی سنت کے تحت وجود میں آئے اور خود اللہ تعالیٰ کی سنت میں شامل ہوئے کہ یہ تمام مذکورہ سیٹ محدود ہیں پھر کس طرح جسارت کی جاتی ہے کہ ایک غیر نبی کو نبی بنادیا جاتا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کے سیٹ کو دوبارہ ملاحظہ فرمائیں کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی آمد ثانی بھی ناممکن ہو جاتی ہے۔ ایک سیٹ کا رکن اپنے ارکان ساتھیوں سے نکل کر دوسرے کسی سیٹ میں داخل ہوگا؟ اور پھر بعد الموت کس سیٹ کا رکن کہلوائے گا۔ انبیاء علیہم السلام کے سیٹ کی ترتیب ملحوظ رکھی جائے تو حضرت آدمؑ پہلے نبی ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔ درمیان میں نامعلوم کس قدر انبیاء مبعوث ہوئے لہٰذا اب اگر کوئی شخص نبی کہلاتا ہے تو لامحالہ ترتیب بعثت انبیاءؑ کے لحاظ سے اسکی Placement (جگہ) انبیاء کے سیٹ میں بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوگی اور یہ کفر ہے نعوذ باللہ من ذالک۔

بلاد غیر کی جماعتی خبریں

محترم بھائی محمد صادق جن کا سابقہ نام ہیری وائٹ تھا ہماری جماعت میں شامل ہو چکے ہیں موصوف نے کولمبس احمدیہ کنونشن ۱۹۸۸ء میں بطور مبصر کے شرکت کی تھی ان کی خواہش ہے کہ احمدی احباب ان سے رابطہ قائم کریں تاکہ وہ اسکے ذریعے اپنے بچوں کو دینی تعلیم سے روشناس کرا سکیں جو احباب ذاتی طور پر ملنا یا خط وکتابت کرنا چاہیں وہ ذیل کا پتہ نوٹ فرمائیں

Mr. Mohammad Sadiq,
C/O Melden Muslim Street
Suite 96, Malden, M.A 02148
U.S.A.

● انگریزی فرانسیسی اور جرمن زبان میں لٹریچر کی ترسیل

"اسلام دی ریلیجن آف ہیومینیٹی" اور "پرافٹ آف اسلام" کو فرانسیسی اور جرمن زبانوں میں شائع کر لیا گیا ہے گذشتہ دنوں محترم ڈاکٹر نعمان الحق ملک اور محترمہ ثمینہ ساہو خان صاحب نے ملکر ہزاروں کی تعداد میں ان دونوں کتابچوں کی تینوں زبانوں میں تراجم کی کاپیاں مختلف ممالک کو بھجوائیں زیادتی کام کی وجہ سے محترمہ ثمینہ ساہو خان کے اعصاب کو تکلیف ہو گئی اور انہیں علاج کے لئے ہسپتال میں داخل کروانا پڑا۔ خدا کے فضل سے اب وہ ٹھیک ہیں اور واپس کینیڈا تشریف لے گئی ہیں۔

● برلن مشن (مغربی جرمنی)

گذشتہ دسمبر میں محترم سعید احمد چدھڑی صاحب انچارج برلن مشن لاہور تشریف لائے تھے انہوں نے سلائڈز کے ساتھ رواں تبصرے کے ذریعہ مشن اور خوبصورت جامع برلن کی سرگرمیوں اور مرمت طلب حصوں کی تفصیلات سے احباب کو آگاہ کیا اس کے بعد موصوف اس کام کے لئے عطیہ جات اور دیگر انتظامات میں لگے ہوئے ہیں ذیل میں فروری اور مارچ کے مہینوں میں کارگذاری کی جھلکیاں پیش کی جاتی ہیں۔

۱۲ رفروری، جناب ظہیر غزادی کا نکاح پڑھا گیا دولہا نے ۵۰۰ جرمن مارکس کا عطیہ مشن کو دیا۔

۱۷ رفروری محترم شاد صاحب اور ان کی بیگم صاحبہ بیلے سے برلن تشریف لائے اور چند روز قیام کیا۔ یہ دونوں میاں بیوی نہایت سرگرم ہیں ایک کرایہ کے مکان میں اسلامک انفارمیشن سنٹر چلا رہے ہیں جس کی سرگرمیاں آہستہ آہستہ بڑھ رہی ہیں۔

۲۱ رفروری دس عیسائی طلبہ کا ایک گروپ اپنے استاد کے ہمراہ مشن ہاؤس آیا اور کافی دیر تک اسلام کے متعلق سوال وجواب کرتا رہا۔

۹ مارچ فرینکفورٹ الگمائن، فرینکفورٹ کے دو مشہور اخباروں میں سے ایک ہے اس نے اپنا نمائندہ امام برلن مشن کے پاس بھیجا تاکہ رسوائے زمانہ کتاب "شیطانی آیات" کے متعلق ان کی رائے معلوم کر سکے۔

● اسلام ٹوڈے کا جرمن زبان میں اجرا

جرمن مشن اسلام ٹوڈے کے نام سے جرمن زبان میں ایک رسالہ جاری کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اس کا سائز اور طرز ماہنامہ اسلامک ریویو کی طرح ہو گا۔ جو آجکل امریکہ سے شائع ہو رہا ہے اس غرض کے لئے کمپیوٹر اور پرنٹر خریدنے کے لئے چندہ اکٹھا کرنا شروع کر دیا ہے تاکہ طباعت کے اخراجات کو کم سے کم کیا جا سکے۔

۱۸ مارچ، محترم فدا حسین صاحب جو آثار قدیمہ کشمیر کے ڈائرکٹر رہ چکے ہیں مشن ہاؤس تشریف لائے وہ ایک سیمینار میں شرکت کی غرض سے کشمیر سے جرمنی آئے تھے جو ان کی کتاب "فقہ گوسل یعنی پانچویں انجیل" کی رونمائی کے سلسلہ میں منعقد کیا جا رہا تھا اس کتاب میں انہوں نے نہایت محنت اور تحقیق سے حضرت مسیحؑ کا صلیب سے بچ کر کشمیر میں آنا اور فوت ہو جانا ثابت کیا ہے درحقیقت انہوں نے ان تمام حقائق وشواہد کی ایک رنگ میں تصدیق کی ہے جو آج سے تقریباً ایک صدی پیشتر حضرت بانی سلسلہ نے اپنی کتاب "مسیح ہندوستان میں" اور پھر محترم خواجہ نذیر احمد صاحب نے اپنی بین الاقوامی شہرت یافتہ کتاب "جیسس ان ہیون آن ارتھ" میں بیان کیا ہے اس کتاب کے متعلق سب سے قابل ذکر بات یہ ہے کہ مصنف نے اپنی کتاب کو جن تین بلند پایہ

(بقیہ صد ۲ کالم ۲)

FOR RECORD

جلد ۷۲ | بتاریخ ۲۸ ذوالحجۃ سنہ ۱۴۰۹ھ بمطابق یکم اگست سنہ ۱۹۸۹ء | شمارہ ۱۲

سید الشہداء حضرت امام حسین رضؓ کا مقام

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی نظر میں

ہم اس معصوم کی ہدایت کی اقتداء کرنے والے ہیں

" میں اس اشتہار کے ذریعہ سے اپنی جماعت کو اطلاع دیتا ہوں کہ ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ یزید ایک ناپاک طبع دنیا کا کیڑا اور ظالم تھا اور جن معنوں کی رُو سے کسی کو مُومن کہا جاتا ہے وہ معنے اس میں موجود نہ تھے۔ مومن بننا کوئی سہل امر نہیں ہے اللہ تعالیٰ ایسے شخصوں کی نسبت فرماتا ہے قالت الاعراب اٰمنّا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا۔ مومن وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے اعمال ان کے ایمان پر گواہی دیتے ہیں۔ جن کے دل پر ایمان لکھا جاتا ہے اور جو اپنے خدا اور اس کی رضا کو ہر ایک چیز پر مقدم کر لیتے ہیں اور تقوےٰ کی باریک اور تنگ راہوں کو خدا کے لئے اختیار کرتے ہیں اور اس کی محبت میں محو ہو جاتے ہیں اور ہر ایک چیز جو بت کی طرح خدا سے روکتی ہے خواہ وہ اخلاقی حالت ہو یا اعمال فاسقانہ ہوں۔ یا غفلت اور کسل ہو، سب سے اپنے تئیں دور لے جاتے ہیں لیکن بدنصیب یزید کو یہ باتیں کہاں حاصل تھیں؟ دنیا کی محبت نے اس کو اندھا کر دیا تھا۔

مگر حسین رضؓ طاہر و مطہر تھا۔ اور بلاشبہ ان برگزیدوں سے ہے جن کو خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ سے صاف کرتا ہے اور اپنی محبت سے معمور کرتا ہے اور بلاشبہ وہ سردارانِ بہشت میں سے ہے اور ایک ذرّہ کینہ رکھنا اس سے موجبِ سلبِ ایمان ہے اور اس امام کا تقوےٰ اور محبت اور صبر و استقامت اور زہد و عبادت ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہے اور ہم اس معصوم کی ہدایت کی اقتداء کرنے والے ہیں جو اس کو ملی تھی۔ تباہ ہو گیا وہ دل جو اس کا دشمن ہے اور کامیاب ہو گیا وہ دل جو عملی رنگ میں اس کی محبت ظاہر کرتا ہے اور اس کے ایمان، اخلاق، شجاعت، تقویٰ اور استقامت اور محبتِ الٰہی کے تمام نقوش انعکاسی طور پر کامل پیروی کے ساتھ اپنے اندر لیتا ہے جیسا کہ ایک صاف آئینہ ایک خوبصورت انسان کا نقش۔ یہ لوگ دنیا کی آنکھوں سے پوشیدہ ہیں کون جانتا ہے ان کی قدر مگر وہی جو انہی میں سے ہے دنیا کی آنکھ ان کو شناخت نہیں کر سکتی۔ کیونکہ وہ دنیا سے بہت دور ہیں۔ یہی وجہ حضرت حسین رضؓ کی شہادت کی تھی کیونکہ وہ شناخت نہیں کیا گیا۔ دنیا نے کس پاک اور برگزیدہ سے اس کے زمانہ میں محبت کی تا حسین رضؓ سے بھی محبت کی جاتی۔"

آنحضرتؐ کا آفاقی پیغام

خاتم الانبیاء سید المرسلین حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنہ ۱۰ھ میں حج کا ارادہ فرمایا۔ عرب کے چاروں طرف سے لوگ جوق در جوق مدینہ منورہ جمع ہونا شروع ہو گئے مدینہ منورہ سے روانگی کا وقت آیا تو نوے ہزار فرزندانِ توحید آپؐ کے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہو چکے تھے۔ حج کے وقت ان کی تعداد میں پچاس ہزار کا مزید اضافہ ہو گیا۔

۹ ذوالحجہ آپؐ میدان عرفات تشریف لے گئے اور اونٹنی پر سوار ہو کر آپؐ نے خطبہ حجۃ الوداع دیا

خطبہ حجۃ الوداع کے نکات:

۱۔ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ یکتا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ اللہ نے اپنے بندے کے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا فرمایا اور اس نے اپنے بندے کی مدد فرمائی اس کی ذات نے تنہا باطل کی قوتوں کو زیر کر دیا۔

۲۔ لوگو! میری بات سنو شاید اگلے سال مجھے اور تمہیں اسی جگہ اکٹھا ہونے کا موقع نہ ملے۔

۳۔ تمام انسان آدمؑ کی اولاد ہیں اور آدمؑ مٹی سے بنائے گئے ہیں کسی عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر سُرخ کو سیاہ پر اور سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں ہے فضیلت کی بنیاد تقوےٰ ہے تم سے سب سے زیادہ اللہ کے نزدیک وہ ہے جو پرہیزگار اور متقی ہے

۴۔ لوگو! تمہارا خون مال اور عزت ایک دوسرے پر حرام ہے ان چیزوں کی حرمت ایسی ہی ہے جیسے کہ آج کے دن اس شہر اور مہینے کی۔

۵۔ جہالت کے تمام جھگڑے میں ملیامیٹ کرتا ہوں پہلا خون ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کا ہے جسے میں معاف کرتا ہوں۔

۶۔ اگر کسی کے پاس دوسرے کی امانت موجود ہو تو اسکو چاہیئے کہ وہ اس کو اس کے اصل مالک کو لوٹا دے۔

۷۔ آپؐ نے سود کے موقوف کرنے کا اعلان فرمایا آپؐ نے سب سے پہلے اپنے چچا عباس بن عبدالمطلب کے خاندان کے سود کی معافی کا اعلان کیا۔

۸۔ اگر تمہاری اس سرزمین میں شیطان اپنے پوجے جانے سے مایوس ہو گیا ہے لیکن دیگر چھوٹے چھوٹے گناہوں کی پیروی کئے جانے پر خوش ہے اس لئے اپنا دین اس سے محفوظ رکھو۔

۹۔ اللہ کی کتاب میں مہینوں کی تعداد بارہ ہے اس وقت سے جب سے اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان پیدا کئے ہیں

(بقیہ صفحہ ۱۵ پر ملاحظہ فرمائیں)

جماعتی خبریں

- حضرت امیر ایدہ اللہ کی طبیعت بہتر ہے۔ الحمدللہ۔ اور کار دینیہ میں مصروف ہیں۔ عیدالاضحیٰ کی نماز کی امامت آپ نے فرمائی اور ۱۰ جولائی کو انتظامیہ کی مجلس کی صدارت بھی فرمائی۔ اور آپ نے اپنی مواعیظ و ہدایات دیں۔

سرینام (جنوبی امریکہ) اور کشمیر میں ہونے والی صد سالہ تقریبات کے موقعہ پر آپ نے اپنے پیغام بھجوائے ہیں۔ اسی طرح حضرت موصوف نے عید الاضحیٰ کے موقعہ پر بھی جماعت کے نام پیغام دیا جو پیغام صلح کی یکم جولائی کی اشاعت میں شائع ہو چکا ہے۔

احباب سے گذارش ہے کہ وہ اپنے پیارے امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کی صحت عاجلہ و کاملہ کے لئے اپنی نیم شبی دعائیں جاری رکھیں۔

- **تقریبات عیدالاضحیٰ**

ملک و بیرون ملک کی جماعت ہائے احمدیہ لاہور کی طرف سے آمدہ اطلاعات کے مطابق عیدالاضحیٰ کی تقریبات بڑی خیر و خوبی سے انجام پائیں۔

عیدالاضحیٰ کے اجتماعات ہوئے۔ ملک کی سلامتی و بقا ملت کی فلاح و بہبود، عالم اسلام کی ترقی و استحکام جماعت کی بہتری و بھلائی اور دین متین کے غلبہ کے لئے دعائیں مانگی گئیں۔ اور سنت ابراہیمی کے تحت جانوروں کی قربانی دی گئی۔

لاہور میں دو جگہ۔ دارالسلام اور احمدیہ بلڈنگس میں اجتماعات عید ہوئے۔ دارالسلام میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ نے امامت فرمائی جبکہ مکرم میاں نصیر احمد فاروقی نے خطبہ عید دیا۔ بعد ازاں احباب نے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں عید مبارک کہی اور سلام پیش کیا۔

یہ جمعہ کا مبارک دن تھا۔ جمعہ کے اجتماع پر مکرم ملک ظفر اللہ خاں صاحب نے خطبہ دیا۔

احمدیہ بلڈنگس میں ہونے والے عیدالاضحیٰ کے اجتماع کے موقعہ پر محترم ناصر احمد صاحب نے خطبہ عید دیا۔

- حضرت مولینا حافظ شیر محمد خوشابی کی طبیعت قدرے بہتر ہے الحمدللہ، جولائی کے تیسرے ہفتہ میں ان کی آمد مرکز میں ہوئی۔ اور مجلس انتظامیہ میں شرکت کی۔ ان کے مطابق پچھلے دنوں ان کی طبیعت کافی خراب رہی۔ اور ۲۰ جولائی کو ان کو دل کا دورہ پڑا۔ ڈاکٹروں نے ہدایت دی کہ وہ مکمل آرام کریں۔ آجکل وہ بہتری محسوس کرتے ہیں احباب ان کی صحت عاجلہ و کاملہ کے لئے دعا فرماویں۔

- اطلاعات کے مطابق سرینام (جنوبی امریکہ) میں صد سالہ تقریبات کے سلسلہ میں بین الاقوامی کنونشن ۲۰ تا ۳۱ جولائی ۱۹۸۹ء منعقد ہو رہا ہے دعا کریں اللہ تعالیٰ اس اجتماع کو کامیاب کرے

- **ولادت باسعادت:**

۱۲ جولائی ۱۹۸۹ء صبح ۴ بجے خداوند کریم کے فضل و کرم سے میری بیٹی ڈاکٹر فریدہ رجب علی کے ہاں بیٹا تولد ہوا ہے۔ آج یہاں حج کا دن ہے میری بیٹی کی شادی ڈاکٹر محمد اقبال رجب علی سے حج کے دن ہوئی تھی۔ حضرت امیر ایدہ اللہ بزرگان سلسلہ، و احباب سے بچہ کی درازی عمر اور صحت کے لئے دعا کی درخواست کرتا ہوں۔

ڈاکٹر فریدہ رجب علی اور ڈاکٹر محمد اقبال رجب علی کیلی فورنیا کے رجسٹرڈ ڈینٹسٹ ہیں۔

(محمد عبداللہ ایوبی ا ے)

- **وفات حسرت آیات**

جماعتی حلقوں میں یہ خبر نہایت رنج و افسوس کے ساتھ پڑھی سنی جائیگی کہ حکیم الامت حضرت مولینا نورالدین رض کے فرزند صاحبزادہ عبدالسلام عمر کی اہلیہ سیدہ مبشرہ عمر، ۲ جولائی ۸۹ء کو ۷۵ سال کی عمر میں قضاء الٰہی سے وفات پا گئی ہیں۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔ اللہ تعالےٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور لواحقین و پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

ادارہ پیغام صلح اس اندوہ ناک موقعہ پر مرحومہ کے جملہ فرزندان، ان کی صاحبزادی بیگم مبارک صاحبہ، مکرم مولینا عبدالمنان عمر اور دیگر عزیز و اقرباء سے اظہار تعزیت کرتا ہے۔ اور ان کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

امیر جماعت حضرت ڈاکٹر سعید احمد خاں ایدہ اللہ تعالےٰ بہ نفس نفیس ماڈل ٹاؤن تشریف لے گئے اور سوگوار خاندان سے اظہار تعزیت کیا اور ان کی دلجوئی اور دعائے مغفرت کی۔

مرحومہ کی نماز جنازہ جامع دارالسلام لاہور میں اسی روز نماز مغرب کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ کی اقتداء میں ادا کی گئی۔ اس موقعہ پر مرحومہ کے بیشتر سوگوار عزیز و اقارب کے علاوہ احباب جماعت نے بھی کثرت سے شرکت کی۔ بعد ازاں مرحومہ کے جسد خاکی کو احمدیہ قبرستان دارالسلام میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

مرحومہ حضرت بانی سلسلہ کے مشہور مرید خاص حضرت میر محمد سعید امیر جماعت حیدرآباد دکن کی صاحبزادی تھیں۔ بڑی پاک باز۔ خدمت گزار اور دیندار اور مخیر خاتون تھیں۔ دینی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھیں۔ جماعت سے انکو محبت تھی جمعہ عیدین اور دیگر اجتماعات و تقریبات میں کثرت سے شریک ہوتیں۔ خواتین جماعت مرحومہ کے خلق و اخلاص کی بڑی تعریف کرتی ہیں۔

ان کے بارے میں یہ امر قابل ذکر ہے کہ حضرت بانی سلسلہ نے خود انہیں بیعت لینے کی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔ یہ اعلیٰ مقام جماعت میں چند ایک لوگوں ہی کو حاصل ہونے کا فخر حاصل ہے۔

تعزیت کے لئے مندرجہ ذیل پتہ جات درج ہیں۔

۱۔ مکرم مولینا عبدالمنان عمر، ۶۱ جے بلاک ماڈل ٹاؤن لاہور
۲۔ عبدالوسیع عمر، ۵۹، ڈی بلاک ماڈل ٹاؤن لاہور

- **وفات حسرت آیات:**

ہمیں یہ افسوسناک خبر ملی ہے کہ محترم شریف احمد صاحب از راولپنڈی کی بیگم صاحبہ پچھلے ماہ بقضائے الٰہی وفات پا گئی ہیں۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور لواحقین و پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے احباب سے نماز جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

- **وفات:**

ضلع سوات سے محترم محمد نفیس صاحب لکھتے ہیں:

ان کے والد مکرم امیر شاہ صاحب مورخہ ۹ جولائی ۱۹۸۹ء بروز اتوار وفات پا گئے ہیں۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

احباب جماعت سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

اہل قلم حضرات کے نام

امید ہے آپ بفضلہ تعالےٰ خیریت سے ہوں گے۔

پیغام صلح آپکا اپنا اخبار ہے۔ اور یہ امر ہمارے لئے خوشی و مسرت کا باعث ہے کہ آپ کا اس اپنے اخبار سے علمی اور قلمی تعاون کسی نہ کسی رنگ میں رہتا ہے جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء،

۱۵ راگست ۸۹ء کا شمارہ خصوصی اشاعت۔ پاکستان نمبر کے طور پر شائع کرنے کا فیصلہ ہوا ہے۔ پاکستان کی تحریک اس کے مطالبہ اور قیام کے سلسلہ میں جماعت کی تاریخ ساز خدمات ہیں آپ سے گذارش ہے کہ آپ پہلی فرصت میں اس خصوصی اشاعت کے لئے اپنے رشحات قلم ارسال فرمائیں اگست کے پہلے ہفتہ میں وصول شدہ مضامین شامل اشاعت ہو سکیں گے۔

دعاؤں میں یاد رکھ کر شکر گذاری کا موقعہ دیں۔ والسلام والدعا:

دستخط: منصور احمد
جنرل سیکرٹری انجمن

- **جماعت کے واعظ حضرات توجہ فرماویں:**

جماعت کے جملہ واعظ حضرات سے گذارش ہے کہ وہ اپنے اخبار کے لئے مقامی خبریں باقاعدگی سے ارسال کریں

پیغام صلح کی خصوصی اشاعت

پیغام صلح کا ۱۵ راگست ۸۹ء کا شمارہ پاکستان نمبر ہوگا۔ اس خصوصی اشاعت کے لئے احباب کرام کے رشحات قلم بشکریہ قبول کئے جائیں گے۔ مضامین وغیرہ زیادہ سے زیادہ ۸ راگست تک دفتر پیغام صلح میں پہنچنا ضروری ہیں۔

پیغام صلح لاہور
مؤرخہ یکم اگست ۱۹۸۹ء

شہادتِ حسینؓ

نواسۂ رسول حضرت امام حسینؓ کی شہادت کو اسلامی تاریخ میں جو خاص مقام و مرتبہ حاصل ہے اس سے مسلمان اور غیر مسلم بھی بخوبی واقف ہیں۔ اس واقعہ کی تاریخی اور دینی خصوصیت کے یوں تو اور بھی بہت سے پہلو ہیں لیکن حسین رضؓ کے نامِ نامی کے حوالے سے اس واقعہ کو بڑی اہمیت اور عظمت حاصل ہے حق و انصاف کے اصولوں کی سربلندی کے لئے حضرت حسینؓ نے کربلا کے میدان میں پامردی، استقامت اور عزم و حوصلہ کی بڑی درخشاں مثال قائم کی ہے جو ایک طرف تو کسی مظلوم طبقہ، مقہور جماعت اور معتوب قوم کے لئے مثالی اور نفسیاتی سہارا ہے اور دوسری طرف کسی جابر حاکم، قاہر طاقت اور ظالم طبقہ کے لئے درسِ عبرت ہے۔

اسلام کے ابدی اصولوں کی سربلندی کے لئے حضرت حسین رضؓ کی عظیم المثال قربانی آنے والے زمانوں میں اقرار و اعتراف کا ایک بے مثال دفتر ہے جس کی ابتداء کے بارے میں تو یقیناً کوئی دعوٰی کیا جانا ممکن ہے لیکن اس کی انتہا کے بارے میں کچھ کہنا ہرگز ممکن نظر نہیں آتا۔ جوں جوں وقت گذرتا جا رہا ہے نواسۂ رسولؐ کی عظمتِ کردار کے نئے سے نئے گوشے سامنے لائے جا رہے ہیں۔ خود عالمِ اسلام کے برگزیدہ علماء اور تاریخ دان حضرات نے حالات و واقعات کے تناظر میں حضرت حسین رضؓ ابنِ علی رضؓ کے کردار کو جن الفاظ میں بیان کیا ہے اس سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ نواسۂ رسولؐ نے تاریخِ اسلام کے ایک انتہائی نازک اور فیصلہ کن موڑ پر اپنی جان کی قربانی پیش کر کے حق و انصاف کی ایک ایسی شمع روشن کر دی جس سے آنے والے زمانوں کے انسان رہنمائی حاصل کر سکیں۔

کسی نے اسوۂ حسینی کو بنائے لا الٰہ قرار دیا تو کسی نے میدانِ کربلا میں حضرت حسین رضؓ کے اس کارنامہ کو احیائے اسلام کی بنیاد قرار دیا کسی نے ضربِ ید اللّٰہی کی سا تھ سجدۂ شبیری کو بھی اسلام کے دامن کی سب سے بڑی دولت قرار دیا۔ کوئی اگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کو اسلام کی ابتدا قرار دیتے ہیں تو حضرت حسین رضؓ کے بے مثال کارنامہ کی حیثیت ان کے نزدیک عظمتوں کے اس سفر کی انتہا کی سی ہے۔

غرض یہ کہ واقعہ کرب و بلا محض دو مخالف گروہوں کے مابین لڑی جانے والی کسی جنگ کا نام نہیں بلکہ اصولوں کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دینے کی اس جد و جہد کا نام ہے جس کے سرخیل حضرت حسین رضؓ تھے۔ غور کیا جائے تو نواسۂ رسولؐ کی یہ بے مثال قربانی چونکہ اسلام کے بنیادی اصولوں کی سربلندی اور سرفرازی کے لئے تھی اس لئے اہلِ نظر کے نزدیک قربانی کا بنیادی مقصد اور اولین تقاضا ان اصولوں کی بنیاد پر ملت کا حق و باطل کی پہچان، حق سے تعاون اور ظلم و جور کی قوتوں کے مقابل سینہ سپر ہونا ہے۔ لہٰذا عاشورۂ محرم بلکہ سال بھر شہادتِ حسین کے مقصد و پیغام کو سمجھنے اور اس کو اپنی زندگیوں کا شعار بنانے کی سب سے زیادہ ضرورت ہے مخالف طاقتیں اس پیغام کی طاقت کو جانتے ہوئے دن رات ملک و قوم کو کسی نہ کسی طرح نقصان پہنچانے کی سازشوں میں لگی رہتی ہیں۔ ہر وہ چیز جو ملک و قوم کے لئے طاقت اور شوکت کا باعث بن سکتی ہو مخالف قوتیں اسے نفاق و انتشار کی بنیاد بنا کر پیش کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔

شہادتِ حسینؓ تو یکجہتی اور یک نظری کا نشان ہونا چاہیئے تھا لیکن اپنی غفلت اور بدخواہوں کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے ماہِ محرم کے پہلے عشرہ میں فرقہ وارانہ فساد بھڑک اٹھنے کا دھڑکا لگا رہتا ہے حالانکہ حضرت حسین کی شہادت اور کردار مسلمانوں کے بہتر فرقوں کے نزدیک حد درجہ قابلِ احترام اور لائق تقلید سمجھی جاتی ہے لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ حضرت حسین رضؓ کی ذات سے وابستگی کو حق و باطل میں تمیز اور رشتۂ اتحاد و اتفاق کے طور پر استعمال کیا جائے۔

اِن دنوں ہمارا پیارا وطن جن غیر معمولی حالات سے گذر رہا ہے ان کا بھی یہی تقاضا ہے کہ اپنے بنیاد فروعی اختلافات کو بھلا کر ملک و قوم کی طاقت و سربلندی کے لئے کام کیا جائے۔

انسانی تاریخ کی یہ قربانی بلا مقصد نہیں تھی۔ کچھ لوگوں کے نزدیک اس جنگ سے حضرت امام حسین رضؓ کا مقصد حصولِ تخت و تاج تھا لیکن تاریخی حالات و واقعات اس کی نفی کرتے ہیں۔

[illegible]

تاریخ میں کسی انسان کی عظمت کا اندازہ لگانے کے لئے وقتی کامیابی یا ناکامی کوئی مؤثر یا مدلل پیمانہ نہیں بلکہ اصل چیز مقصد کی رفعت اور بلندی اور حصولِ مقصد کے لئے کی جانے والی کوششیں اور وہ رفقائے سفر ہوتے ہیں جو مقصد کی صداقت پر یقین و ایمان رکھتے ہوئے ایسے قافلہ سالاروں کا ساتھ دیتے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ایک لمبے عرصہ تک اپنی امت کو نیکی کی تلقین کی اور وحی الٰہی کی روشنی میں اسلام کی تبلیغ میں اپنی جان کھپائی لیکن اس طویل کوشش کا حاصل کیا تھا؟ وہ مٹھی بھر ساتھی جو طوفانِ نوح کے وقت ایک کشتی میں ان کے ساتھ سوار ہو گئے۔ کیا اس سے یہ سمجھ لیا جائے کہ نعوذ باللہ حضرت نوح علیہ السلام کا مشن ناکام ہو گیا۔ ہرگز ہرگز ایسا نہیں ہوا بلکہ ان کا مشن تو اس ندر اعلیٰ اور ارفع تھا کہ سلسلہ انبیاء کے حوالے سے جب بات کی جائے گی تو یہی کہا جائے گا کہ ان کے مشن کی تکمیل کے لئے تو ہزاروں انبیاء آئے ہیں یہاں تک کہ خاتم الانبیاء حضور نبی کریمؐ کی ذات اقدس کے ہاتھوں وہ مشن پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا۔ نیکی اور بدی کی قوتوں کا جو تصادم آج بھی جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔ یہ بھی انبیاء کے مشن ہی کا حصہ ہے حق و باطل کی معرکہ آرائی کی داستان بڑی طویل ہے بقول شاعر ؎

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفویؐ سے شرارِ بولہبی

حضرت سیدنا حسین رضؓ کی شہادت معرکہ کربلا کے حوالے سے بھی حق و باطل کے درمیان اسی تصادم کی ایک کڑی ہے جس کا آغاز روزِ ازل سے ہوا اور ابد تک جاری رہے گا اس میں کامیابی یا ناکامی کو فتح و شکست کا پیمانہ نہیں بنایا جا سکتا۔ بلکہ دیکھنا یہ ہے کہ وہ کون سا مقصد تھا جس کے لئے سیدنا حسین رضؓ نے اپنی حیاتِ مستعار سے لے کر شیر خوار بچوں تک کو راہِ خداوندی میں قربان کر دیا اور اس مقصد کے لئے انہوں نے جن ساتھیوں کا انتخاب کیا ان کا معیارِ وفا کیا تھا؟ دراصل اطاعت اور وفا شعاری سے اس بات کا اندازہ بھی لگایا جا سکتا ہے کہ ساتھی اس مقصد کی صداقت پر کس قدر یقین و ایمان رکھتے تھے جو سیدنا حضرت حسین رضؓ کے پیشِ نظر تھا۔

سیدنا حسین رضؓ نے اگر یزید کی بیعت نہیں کی تھی تو اس میں کوئی ذاتی مخاصمت نہ تھی بلکہ وہ سمجھتے تھے کہ اقتدار میں وراثت اور نظامِ ملوکیت کی بدولت وہ تمام برائیاں تیزی سے اسلامی معاشرے میں در آئی تھیں جنہیں مٹانے کے لئے اسلام آیا تھا اور نظامِ ملوکیت کی اسلام میں کوئی گنجائش نہ تھی۔

اسلامی شعائر کی بے حرمتی ہو رہی تھی اور وہ اسلامی معاشرہ جو حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے جان نثار ساتھیوں نے عظیم قربانیوں کے بعد برپا کیا تھا اس کے خد و خال مسخ ہوتے جا رہے تھے۔ کرب و بلا کی اس قتل گاہ میں امام حسین رضؓ کے ساتھی اطاعت و وفا کے کوہِ گراں ثابت ہوئے۔

حقیقت یہ ہے کہ یزید نے تخت نشین ہوتے ہی حاکمِ مدینہ کو لکھا کہ حسین رضؓ سے میرے لئے بیعت لے لو اور اگر وہ انکار کریں تو ان کا سر قلم کر کے میرے پاس بھیج دو۔

ان حالات میں حضرت امام حسین رضؓ کے لئے یہ بھی ممکن نہ تھا کہ وہ یزید کے ساتھ مفاہمت کر کے کسی صوبہ کا گورنر بن کر ساری زندگی امن و امان میں گذاریں بلکہ حضرت امام حسین رضؓ تو اقتدار نہیں اللہ کی رضا چاہتے تھے۔ وہ دیکھتے تھے کہ یزید کے ساتھ مفاہمت اور اس کی بیعت کے نتائج شریعتِ اسلامیہ اور امتِ محمدیہ کے حق میں انتہائی خطرناک اور نقصان دہ ہوں گے اور یہ کہ سنتِ رسولؐ کے انحراف پر گویا ان کی طرف سے مہرِ تصدیق ثبت ہو جائے گی۔ اور آنے والے ادوار میں ہر نسل یزیدیت کی پیروکار رہے گی اور اس طرح سے وہ شریعت جسے آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے جاری کیا اور وہ معاشرہ جسے آنحضور صلعم نے قائم کیا

اور خلفائے راشدین نے جسے مستحکم بنیادوں پر چلایا نیست و نابود ہو کر رہ جائے گا اور اس طرح سے ہر فاسق و فاجر کی بیعت سنت شبیری بن کر رہ جاتی۔ خواجہ معین الدین اجمیریؒ نے اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

سر داد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الٰہ است حسینؓ

چنانچہ شہادت حسینؓ سے سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ کسی فاسق و فاجر کی بیعت کر کے زندہ رہنے سے مر جانا ہزار درجہ بہتر ہے۔

اس قربانی سے آپ کا مقصد حریت فکر اور آزادیٔ حیات کا پیغام بھی تھا۔ آپ اپنی شہادت سے آنیوالی نسلوں کو یہ درس حیات بھی دینا چاہتے تھے کہ جابر اور ظالم حاکم کے ساتھ اصولوں پر کبھی سمجھوتہ اور مفاہمت نہ کریں اس کے لئے اپنی ہی نہیں اگر بیٹوں، بھائیوں اور بھتیجوں کی بھی قربانی دینی پڑے تو کوئی بات نہیں۔

مولانا ظفر علی خاں اس حقیقت کو اپنے لفظوں میں بیان کرتے ہیں۔

کرتی ہے پیش اب بھی شہادت حسین کی — آزادیٔ حیات کا یہ سرمدی اصول
چڑھ جائے کٹ کے سر تیرا نیزے کی نوک پر — لیکن یزیدیوں کی اطاعت نہ کر قبول

جنگ کربلا سے یہ بھی درس ملتا ہے کہ فتح سے مراد دشمن کو میدان جنگ میں ختم کر دینا یا شکست سے مراد میدان جنگ میں ہارنا نہیں بلکہ حصول مقصد میں کامیابی و کامرانی ہی اصل فتح ہے۔

حضرت حسینؓ اگرچہ میدان جنگ میں مع تمام انصار کے شہید ہوئے لیکن چونکہ وہ اپنے حصول مقصد میں کامیاب رہے اس لئے فتح انہی کی ہوئی اور یزید کا لشکر اگرچہ کربلا سے دمشق تک فتح کے شادیانے بجاتے گیا لیکن فی الحقیقت یزید اپنی موت آپ مر گیا۔ اس حقیقت کو مولانا محمد علی جوہر یوں بیان کرتے ہیں:

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

ضرورت ہے اس امر کی کہ آج اس دور میں جبکہ انسان ضلالت و گمراہی کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب گیا ہے جب انسان شرف انسانیت سے عاری ہوتا جا رہا ہے حق کو پس پشت ڈال کر باطل پرستی کی جا رہی ہے مقصد شہادت کا عرفان حاصل کیا جائے اور شہادت حسین رضؓ سے درس ہدایت حاصل کیا جائے۔ ذکر حسین کو صرف رونے رلانے گریہ و زاری آہ و بکا تک محدود نہ رکھا جائے۔

داستان غم بہت ہو چکی اور اس پر ایک لمبا عرصہ گذر رہا ہے جواب بھی نامکمل ہے اب گروہی تعصب، فرقہ وارانہ انتقام اور جماعتی برائی سے بالاتر ہو کر مذہب و ملت کے وسیع تر مفاد کے لئے کام کیا جائے عداوت و مخاصمت کے منفی رویوں کو چھوڑ کر اخوت و شائستگی اور جرأت و بیباکی کے ساتھ دینی اور انسانی قدروں کے فروغ کی فکر کریں۔ یک جہتی اور یگانگی کی بات کریں اور حق کا ساتھ دیں باطل کو دھتکار دیں۔

چنانچہ شہادت حسین ایک تاریخ ساز واقعہ ہے۔ سچائی کے راستے پر چلنے والے ہمیشہ اس مثال سے سبق حاصل کرتے رہیں گے۔ حضرت امام حسین رضؓ نے شہید ہو کر آزادیٔ حیات کا ایک ابدی اصول زمانے کی رہنمائی کے لئے پیش کیا کہ اگر تمہارے سر کاٹ کر نیزے کی نوک پر چڑھا جائیں تب بھی یزیدی طاقت کے آگے سر نہ جھکاؤ۔ یزید باطل کی علامت ہے اور حسینؓ حق کی۔

یزید ایک ظالم، اور شرعی قیود سے آزاد شخص تھا۔ اس کا انتخاب خلافت بھی غیر شرعی اور اپنی مرضی کا تھا لہٰذا حضرت حسین رضؓ نے ایسے شخص کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا۔ یزید نے اپنی بات منوانے کے لئے طاقت کا مظاہرہ کیا۔ مگر حضرت حسین رضؓ کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئی۔ آپ اپنے اصولوں اور مؤقف پر ثابت قدم رہے۔ یہاں تک کہ شہادت پائی اور آپ کا سر نیزے پر چڑھا۔ اس طرح حق و باطل کے اس معرکے میں حق نے موت قبول کر کے دنیا کے لئے ایک مثال قائم کی۔

سلسلہ احمدیہ کے بانی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کے نزدیک سید الشہداء حضرت امام حسین رضؓ کا مقام کیا تھا اس سلسلہ میں ان کے ارشادات پیغام صلح کے سرورق پر ملاحظہ ہوں۔ حضرت صاحب اپنے دکھ دردوں کا علاج حیات حسین میں دیکھتے اور اس راہ میں صبر و استقامت کا سبق شہادت حسین سے سیکھتے ہیں۔ پھر آپ کی جماعت کی سو سالہ تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو یہ شیوہ شبیری اور سنت حسینی کی مسلسل تصویر دکھائی دیتی ہے۔ قدم قدم پر ایثار و قربانی ہے لمحہ لمحہ صبر و استقامت کا امتحان ہے۔ گھڑی گھڑی دکھ درد سے واسطہ ہے۔ اور یہ سب کچھ مذہب کے نام پر اور مذہب کی آڑ میں ہوا ہے۔ اس مذہب کے نام پر جو مذہب نہیں بلکہ دین ہے عالمگیر دین، ہمہ گیر دین، ابن آدم کا دین۔ دنیا جہاں کا دین، مشرق و مغرب کا دین، کالے گورے کا دین، عجمی و غیر عجمی کا دین۔ وہ دین جس پر کسی کی ٹھیکیداری جمعداری اور اجارہ داری نہیں ہے۔!

دین کے دیوانے ہیں کہ کرب و بلا کے ان صبر آزما لمحات میں دکھ درد کی صلیب کندھوں پر اٹھائے سوئے منزل گامزن ہیں فرحاں و شاداں۔ اس مقام و منزل کی طرف جو اللہ اور اس کے رسولؐ نے دکھائی ہے۔ رضائے الٰہی کی منزل کی طرف جو قرآن و سنت نبویؐ کی کامل اتباع سے ہی ملتی ہے اور اس منزل کی راہ کی تاریکیوں میں حضرت امام وقت کی شمع ہدایت سے روشنی حاصل کرتے ہیں اس ایمان و عرفان کے ساتھ کہ ہمارا خدا زندہ خدا ہے ہماری کتاب زندہ کتاب ہے اور ہمارا رسولؐ زندہ رسول ہے۔ ہمارا دین زندہ دین ہے۔ یہ دین بالآخر غلبہ پائیگا۔

✣ ✣ ✣

مولانا نور الدین صاحب اور ایک طالب علم

"مدرسے سے ایک طالب علم کی دینیات کا سبق یاد نہ کرنے کی وجہ سے مولانا ممدوح کے پاس شکایت ہوئی آپ نے اس کو بلا کر فرمایا "مجھے شکایت پہنچی ہے کہ تم نے دینیات کے پڑھنے سے انکار کیا ہے۔ ایک شخص یہاں موجود ہے (ایڈیٹر الحکم کی طرف اشارہ) اور وہ گواہ ہے اس نے کسی طبیب کا پیغام مجھے دیا کہ اولاد ہونے کے لئے میں اس کا علاج کروں اسکو یہی جواب دیا کہ مجھے دنیدار اولاد کی ضرورت ہے محض اولاد مطلوب نہیں پس میں دین کے سوا کسی چیز کو پسند نہیں کر سکتا مدرسے کے اجراء سے اگر کوئی غرض ہے تو دینی تعلیم اس لئے اگر تم دینیات پڑھنا نہیں چاہتے تو فی الفور یہاں سے چلے جاؤ میں نے امام کے ہاتھ پر دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کیا ہے اس لئے کوئی شخص جو میرے ساتھ کوئی تعلق رکھتا ہے لیکن دین کو دنیا پر مقدم نہیں کرنا چاہتا میرا اس سے کچھ تعلق نہیں رہ سکتا۔ تم کو یہ خوب معلوم ہے کہ میں یہاں کسی دنیا طلبی کیلئے نہیں بیٹھا دین کے لئے آیا ہوں اور صرف دین کے لئے۔ پھر تم دیکھو کہ باوجود یکہ کوئی نہیں جانتا میرے مولا کریم کے سوا کہ وہ مجھے کہاں سے دیتا ہے۔ پھر میں نے تمہارے اخراجات باوجود ایسی حالت کے مساکین فنڈ سے نہیں دلائے میں نے خود برداشت کئے۔ پھر ایسی حالت میں بھی اگر تم دین کو حاصل کرنا نہیں چاہتے تو میں تم کو اپنے پاس قطعاً نہیں رکھ سکتا یاد رکھو دنیا میں کسی ایسے شخص کو جو دین سیکھنا نہیں چاہتا ہرگز اپنے پاس اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتا کیونکہ میرا ارادہ میرا خیال کچھ نہیں رہا۔ میں اسے خدا کے ہاتھ پر بیچ چکا ہوں پس میں پھر کہتا ہوں بیوی ہو لڑکی ہو کوئی ہو اگر اسے دینیات کی خواہش نہیں تو مجھے اس سے کوئی غرض رہ نہیں سکتی۔" (مرسلہ محترم ملک ظفر اللہ خان صاحب)
(الحکم ۱۹۰۸ء)

اقوال زرّیں

جو شخص پیٹ بھر کر کھائے اور اس کے پہلو میں اس کا ہمسایہ بھوکا رہ جائے وہ ایمان نہیں رکھتا۔

مجرم اپنے جرم کا ذمہ دار ہے۔ باپ کے جرم کا بیٹا نہیں، اور بیٹے کے جرم کا باپ نہیں۔

جو شخص لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ خدا کا بھی شکرگزار نہیں ہوتا۔

قدرت کا یہ اصول ہے کہ عروج کے بعد زوال اور زوال کے بعد عروج آتا ہے۔ اگر تم عروج پر ہو تو زوال کو یاد رکھو تاکہ اگر تمہارے عروج کو زوال آئے تو تم میں اس کا مقابلہ کرنے کی سکت ہو۔

افادات — حضرت مولانا صدرالدین مرحوم و مغفور

مساوات حقوق اور آزادیٔ رائے

اللہ تعالےٰ نے ہمیشہ کے لئے راہنمائی کا ایک اصول بتلایا ہے۔ فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کی اطاعت کرو، یہ پہلی چیز ہے اور دوسری چیز یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم کی اطاعت کرو۔ ایک گروہ ہے جس کا ذکر تیسرے نمبر پر ہے۔ تمہارے حاکم وقت ہوں یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خلفاء ہوں دونوں میں سے کوئی ہو۔ اس کی بھی اطاعت کرنا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اگر کسی معاملہ میں تنازعہ ہو جائے تو اپنا مقدمہ اللہ اور رسول صلعم کی کچہری میں پیش کرو۔

حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی حکومت کے کئی ایک امتیازات ہیں۔ وہ امتیازات کسی بادشاہ کو نصیب نہیں ہو سکے۔ ان امتیازات کے کچھ حصہ کا رنگ حضرت ابوبکر رضہ حضرت عمر رضہ حضرت عثمان رضہ اور حضرت علی رضہ کی خلافت میں نظر آتا ہے ان کے عمل میں ان امتیازات کا اثر پایا جاتا ہے۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی حکومت میں وہ باتیں ہیں جو دنیا کے بادشاہوں کے لئے رہنمائی کا موجب ہیں۔

بادشاہت بھی آپ کی زندگی میں کوئی فرق نہ پیدا کرسکی یعنے جو طرز زندگی زمانہ عسرت میں تھی وہی طرز بادشاہت کے حاصل ہو جانے کے بعد بھی نظر آتی ہے۔ اگر آپ رسالت کے ملنے سے پیشتر غار حرا میں جا کر عبادت کیا کرتے تھے۔ تو رسالت کے بعد برابر ابتداء سے لیکر آخر دم تک تہجد پڑھتے رہے۔ عبادت میں استغراق کا یہ عالم تھا کہ حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہیں کہ کھڑے کھڑے آپ کے قدم سوج جایا کرتے تھے۔ آج کوئی شخص تھانیداری کے معمولی عہدے پر پہنچ جائے تو اس کا رنگ ہی بدل جاتا ہے۔ اس کا لباس بدل جاتا ہے۔ کھانا بدل جاتا ہے اس کی طرز زندگی بدل جاتی ہے۔ گھر میں باورچی آگیا کراکری آگئی۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بادشاہ ہیں آپکی قوم آپ کے اشارے پر جان قربان کرنے کے لئے تیار ہے۔ لیکن آپ نے اپنے لئے محل نہیں بنایا مسجد کیا تھی سولہ ستر ستون کے حجرے آپ کا محل میں کوئی تخت نہیں بنایا مسجد کی پرانی چٹائی آپ کا تخت ہے کوئی تاج نہیں تیار کرایا۔ پرانا عمامہ آپ کا تاج ہے غرض کوئی تبدیلی آپ کے طرز زندگی میں نہ آئی۔ نہ عبادت میں نہ عام اور گھریلو زندگی میں۔ حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہیں کہ جب آپ کا وصال ہوا تو آپ کو تین چادروں میں لپیٹ کر سپرد خاک کر دیا گیا۔ کوئی صندوق نہیں بنایا گیا۔ کوئی جلوس نہیں نکالا گیا۔ جہاں فوت ہوئے وہیں دفن کر دیئے گئے۔ آپ بادشاہوں اور غرباء دونوں کے لئے نمونہ ہیں۔ حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہیں کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جب وفات پائی تو آپ نے روپیہ پیسہ کوئی نہیں چھوڑا۔ اس ملک میں لونڈی غلام بھی دولت سمجھے جاتے تھے کوئی لونڈی غلام بھی آپ نے نہیں چھوڑا۔ بھیڑ بکری بھی اس ملک کی بڑی دولت تھی وہ بھی آپ نے ترکہ میں نہ چھوڑیں۔ اس کے برعکس دنیا کے بادشاہ قوم کا روپیہ بے دریغ صرف کرتے ہیں طرح طرح کی سیرگاہیں تیار کرتے ہیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم بادشاہ ہو کر ان اخراجات کو غیر ضروری سمجھتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں بادشاہت میں فقیرانہ رنگ بہت مشکل ہے تاہم میرے لئے یہ فقیری فخر کی بات ہے۔

غیر مذاہب کے لوگوں پر جس طرح آپ نے حکومت کی وہ بھی آج تک لوگوں کے لئے نمونہ ہے۔ انگریزوں نے اس بیسویں صدی کے علم وعقل کے زمانہ میں بھی جنوبی افریقہ میں کالے رنگ کے آدمیوں کے ساتھ بڑا بے ہودہ سلوک روا رکھا ہے ان کے اپنے لئے قانون الگ اور دیسی آبادی کے لئے قانون الگ، ان کو ذلیل کیا جاتا۔ امریکہ میں بھی حبشیوں کی بہت بڑی تعداد ہے ان میں سے اکثر کو عیسائی بنا لیا گیا ہے پھر بھی وہ امریکہ کے سفید آدمی کے ساتھ عزت سے رہ نہیں سکتے۔ سفید آدمی کے ہوٹل میں کھانا نہیں کھا سکتے۔ ان کے ریسٹورنٹ میں داخل نہیں ہو سکتے۔ ان کے سکولوں اور کالجوں میں کالے آدمی کو داخلہ نہیں مل سکتا۔ کوئی کالا آدمی سفید آدمی کے گرجا میں نہیں جا سکتا۔ لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حبشیوں اور سفید لوگوں کو ایک کر دیا۔ انہیں بھائی بھائی بنا دیا۔ ان کو عزت اور رتبہ بخشا۔ بت پرستوں عیسائیوں۔ یہودیوں کو خانہ خدا میں اتارا۔ انکی عزت اور تواضع کی۔ عیسائیوں کو جب دیکھا کہ گرجا کرنے کے لئے مضطرب ہیں تو مسجد میں ہی انہیں گرجا کرنے کی اجازت دے دی۔ کیا کسی مذہبی راہنما کی زندگی میں ایسا نظر آتا ہے؟ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے ماتحت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وفات کے وقت اپنے جانشین کو وصیت فرمائی جو غیر مسلم لوگ ہیں اور اللہ اور رسولؐ سے ان کا عہد ہو چکا ہے کہ ان کی عزت ومال اور جان کی حفاظت کی جائے گی اس عہد کو پورا کرنا ضروری ہے۔ کتنا بڑا مرتبہ غیر مسلموں کو دیدیا کہ ان کا عہد اللہ اور رسولؐ سے ہو چکا ہے۔ فرمایا۔ ہمارے ماتحت غیر قوموں کے جو لوگ ہیں ان کا خون ایسی ہی عزت رکھتا ہے جیسا کہ ہمارا۔ ان کے اموال کی قانونی حیثیت وہی ہے جو ہمارے اموال کی ہے۔ ان کی عزت وآبرو اور جان ومال کا تحفظ ہمارا فرض ہے کوئی ان کو مذہبی اختلاف کی وجہ سے قتل نہیں کر سکتا۔ کوئی زبردستی ان کو مسلمان نہیں بنا سکتا۔ مسلمانوں کے ساتھ ذمیوں اور غیر قوموں کے مقدمے ہوئے۔ ان کے مقابلہ میں جس مسلمان کا جرم ثابت ہوا وہ پٹ گیا۔ ایسے مجرموں کو سزائیں دی گئیں۔

یہاں ہائی کورٹ کے ایک چیف جسٹس مسٹر ڈرلیر رس سے ایک دفعہ ملاقات کے دوران میں نے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ انگریز اچھا جج ہے لیکن اسی وقت تک جب تک ہندو اور مسلمان کے درمیان کوئی تنازعہ ہو لیکن جب کسی انگریز کا کسی ہندوستانی کے ساتھ مقدمہ پیش ہو ہمیشہ انگریز جج فیل ہوا اس نے ہمیشہ انگریز مجرم کی طرفداری کی اور اسکو بری کیا۔

لیکن اسلام کے پیغمبر کو قرآن کریم میں حکم ہوتا ہے کہ اگر کوئی مسلمان خائن ہو گا تو وہ پٹ جائیگا چنانچہ جب ایک مسلمان طعمہ اور ایک یہودی کا مقدمہ پیش ہوا تو مسلمان کے مجرم ثابت ہونے پر اسے سزا دی گئی وہ جج حیران ہو گیا۔

حضرت نبی کریم صلعم نے انسان کو آزادیاں عطا کی ہیں۔ اپنوں اور غیروں کو آزادیاں بخشی ہیں۔ آپ نے غلاموں کو آزاد کر دیا۔ فرمایا کہ غلام کو آزاد کر دینا خدا کو بہت پیارا ہے۔ عورتوں کے متعلق فرمایا کہ عورت اور مرد ایک ہی نسل سے ہیں۔ عورتوں کے بھی ویسے ہی حقوق ہیں جیسے مردوں کے ہیں۔ دیکھو عورتوں کے ساتھ مہر و وفا سے اور رافت و رحمت سے پیش آؤ۔ فرمایا جنٹلمین وہ ہے جو بیوی کے نزدیک جنٹلمین ہے۔ بیوی کی یہ حالت نہ ہو کہ گھر میں خاوند کیا آیا آفت آگئی۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو جیسی آزادی دی ہے یورپ کی عورتوں کو آج تک نصیب نہیں ہوئی۔

عورتوں میں بھی علم وعقل اور دانائی پائی جاتی ہے حضرت عائشہ رضہ کے متعلق لکھا ہے وہ عالم تھیں۔ زاہد اور عبادت گذار تھیں۔ فقیہ تھیں۔ خلفائے راشدینؓ کے زمانے میں ان کا فتوے چلتا تھا۔ حدیبیہ کے میدان میں حضرت ام سلمہ رضہ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں جب وہاں ایسی شرائط پر صلح کی گئی جن میں بظاہر شکست نظر آتی تو مسلمان بے تاب تھے۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کیا ہمارے دشمن بے دین نہیں۔ کیا ہم مومن نہیں؟ کیا وہ باطل پر نہیں؟ کیا ہم حق پر نہیں۔ ہمارے دین میں یہ ذلت کیسی؟ حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ یہ صلح ہمارے حق میں فتح ثابت ہو گی۔ بالآخر ہم غالب آئیں گے لیکن اس وقت مسلمانوں کے دلوں میں رنج اور تکلیف تھی۔ جو وہ سو اونٹ قربانی کے لئے مسلمان اپنے ساتھ لائے تھے۔ قوم صدمہ زدہ ہے۔ حضرت صلعم سوچتے ہیں کہ ان کو کیسے کہوں کہ اونٹ ذبح کر دیئے جائیں یہ اونٹ تو خانہ کعبہ میں قربانی دیے جانے کے لئے ساتھ لائے تھے۔ اس بارے میں حضرت ام سلمہ رضہ سے مشورہ لیتے ہیں۔ وہ کہتی ہیں گھبرانے کی کوئی بات نہیں یہ بالکل سہل امر ہے۔ تھوڑی دور میدان میں اپنا اونٹ لے جاکر آپ ذبح کر دیں۔ یہ لوگ آپ کے پروانے ہیں وہ خود بخود اٹھ کر اپنی قربانیاں دیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آپ کو اپنی قربانی ذبح کرتے دیکھ کر سارے مسلمانوں نے اپنے اونٹ ذبح کر ڈالے۔ جب پہلی وحی آپ پر نازل ہوئی خوفزدہ حالت میں حضرت خدیجہ رضہ کے پاس آئے اور ان سے کہتے ہیں مجھے اللہ تعالےٰ نے پیغام دیا ہے کہ اس قوم کی اصلاح کروں۔ اور انہیں توحید کی دعوت دوں۔ یہ بت پرست قوم بہت سخت ہے یہ مجھے مار ڈالیں گے۔ یہ سن کر حضرت خدیجہ رضہ کہتی ہیں کہ خدا کی قسم اللہ تعالےٰ آپ کو کبھی رسوا نہ کریگا آپ صلہ رحمی کرتے ہیں اور ناتواں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ اور جن کے پاس کچھ نہیں انہیں کما کر دیتے ہیں۔ اور مہمان نوازی کرتے ہیں۔ اور حادثوں میں حق کی مدد کرتے ہیں۔ سچ بولتے ہیں اور امانت ادا کرتے ہیں۔ یہ بھی ایک عورت ہے جس نے آپ کے اعلےٰ درجے کے اخلاق کے پیش نظر آپ کو تسلی دی۔ غرض جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غلاموں کو آزادی بخشی

اسی طرح عورتوں کو بھی آزادی عطا کی اور سماج و معاشرے میں ایک مقام عطا فرمایا۔

ایسا ہی حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے قوم کو ذہنی آزادی عطا کی۔ اللہ تعالےٰ نے آپؐ کو حکم دیا۔

بے شک تو خدا کا پیارا ہے اس کا بھیجا ہوا
پیغمبر ہے باوجود اس کے سلطنت کے امور کو
طے کرنے کے لئے قوم سے مشورہ کر لیا کرو۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم آزادیٔ رائے کا اظہار کرنے کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں اختلاف امتی رحمۃ جب قوم مشورہ کے بعد کسی فیصلہ پر پہنچتی ہے تو اس پر آپ عمل درآمد کرتے ہیں۔ اس فیصلہ کی عزت کرتے ہیں VITO نہیں کرتے جیسے انگریز گورنر اور وائسرائے ویٹو کرتے ہیں۔ ایسی صورت میں شوریٰ کا کیا فائدہ؟ ویٹو سے شوریٰ کا بیڑہ غرق ہو جاتا ہے۔

اُحد کی لڑائی میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قوم سے مشورہ لیا اور فرمایا کہ میری رائے ہے کہ شہر کے اندر ہی رہ کر دشمن کا مقابلہ کیا جائے۔ آپؐ کی یہ رائے ایک خواب کی بنا پر تھی لیکن قوم کی کثرت رائے سے یہی فیصلہ ہوا کہ باہر نکل کر دشمن کا مقابلہ کیا جائے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے شوریٰ کے اس فیصلے پر ویٹو نہیں کیا بلکہ اپنی رائے کو قربان کر دیا فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور زرہ بکتر پہن لی۔ قوم نے سمجھا کہ شاید حضور صلی اللہ علیہ وسلم خفا ہو گئے انہوں نے کہا کہ ہم اپنی رائے اور فیصلہ کو واپس لیتے ہیں۔ اگر کوئی اور لیڈر ہوتا تو خفا ہو جاتا اور ظاہر طور پر زرہ بکتر پہن کر قوم کو بُرا بھلا کہتا کہ تم نے ہماری رائے کو نہیں مانا اب نتیجہ کے تم ذمہ دار ہو۔ اور قوم کے کہنے سے زرہ بکتر اتار دیتا مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پیغمبرؐ جب زرہ بکتر پہن لیتا ہے تو جب تک خدا فیصلہ نہ کرے اتار نہیں سکتا لڑائی میں کچھ نقصان ہوا اور آپؐ زخمی بھی ہوئے۔ لیکن قوم کو جتلایا نہیں کہ دیکھا تم نے میری رائے اور خواب پر عمل نہیں کیا اس لئے نقصان اٹھایا۔ ہم نہیں کہتے تھے کہ شہر کے اندر محصور رہو پر تم نہ مانے، نہیں آپ نے آزادیٔ رائے کی عزت کی اور قوم کو اشارۃً بھی بُرا نہ کہا۔

ایک اور غلامی ارباباً من دون اللہ کی ہے۔ ہمارے اس زمانہ میں بھی یہ غلامی چلتی ہے عیسائی قوم کے نزدیک پوپ گویا خدا کی مسند پر ہے۔ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں رہبان تھے جو تھے یہ روحانی لوگ بادشاہوں پر بھی حکومت کرتے تھے اور اپنی بات منواتے تھے۔ لوگ ان کے فرمودہ کے خلاف کچھ نہ کر سکتے تھے۔ ان کو خدا کا درجہ دیا جاتا تھا۔ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان رب نہیں ہے وہ مخلوق ہے جس وقت حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی اتخذوا احبارًا و رھبانًا اربابًا من دون اللہ تو عدی بن حاتم نے جو عیسائیت سے اسلام میں آیا تھا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ ہم تو ان کو خدا نہیں مانتے۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا وہ اس چیز کو حلال قرار دیتے ہیں جس کو خدا نے حرام قرار دیا ہے اور اس چیز کو حرام قرار دیتے ہیں جس کو خدا نے حلال قرار دیا ہے؟ عدی نے کہا ہاں یہ تو ہے تو فرمایا یہی تو ان کو ارباباً من دون اللہ قرار دینا ہے۔

حضرت ابوبکر رضؓ نے خلیفہ ہو کر جو تقریر فرمائی اس میں فرمایا میں تمہارا امیر تو بن گیا ہوں لیکن میں تم سب سے بہتر نہیں ہوں۔ اس کو کہتے ہیں حضورؐ کا خلیفہ، انہوں نے فرمایا کہ میرا کام یہ ہے کہ میں خدا اور رسولؐ کے فرمان پر تمہارا اتحاد کروں اور وہ کام کروں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کئے۔ یہ تو میرا فرض ہے۔ ایک فریضہ قوم کا ہے وہ یہ کہ اگر میں ٹیڑھا چلوں۔ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام سے انحراف کروں تو تمہارا فرض ہے کہ مجھے سیدھا کر دو۔

اس کو کہتے ہیں خدا کا خلیفہ، اس کو کہتے ہیں قوم اور اس کو کہتے ہیں مساوات، حریت اور آزادی۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کو بھیڑ بکریاں نہیں بنایا آپؐ کے خلفاءؓ نے قوم کو بھیڑ بکریاں نہیں سمجھا بلکہ جہاں امیر کی اطاعت کرنا واجب ٹھہرایا وہاں قوم کو یہ سبق سکھایا کہ تم خلیفہ کی غلطی کی اصلاح کر دیا کرو۔

قرآن کریم نے والدین کا ادب کرنے پر بڑا زور دیا ہے۔ یہاں تک کہ خدا کی عبادت کرنا والدین کی عزت و تکریم کے ساتھ منسوب کر دیا مگر ساتھ ہی یہ بھی حکم دیا ہے کہ اگر وہ تمہیں شرک کی تعلیم دیں تو ماں باپ کے اس حکم کو نہیں ماننا۔ یہاں بھی آزادی کا سبق دیا ہے۔ رائے کی آزادی بڑی قیمتی صفت ہے۔

حضرت ابوبکر رضؓ نے فرمایا اگر میں اپنی رائے سے وہ بات کہوں جو قرآن و حدیث میں نہیں ہے تو کون سا آسمان مجھ پر سایہ فگن ہو گا۔ اور کون سی زمین مجھے اپنی پیٹھ پر برداشت کرے گی؟ یعنی خلیفہ رسولؐ کی جانشینی کا تقاضا ہے کہ میں قرآن کریم کی ہدایات سے سرمو انحراف نہ کروں۔ بلکہ دل و جان سے پابند رہوں جس طرح حضورؐ نے اپنے لئے اور اپنے عزیز و اقارب کے لئے زہد برتا اور دولت اپنے لئے اور قربا کے لئے فراہم نہ کی۔ اسی طرح حضرت ابوبکر رضؓ نے حضرت عائشہ رضؓ کے لئے کوئی جاگیر نہیں مختص کی۔ وہ پیغمبرؐ کی بیوی ہیں بیوہ ہو چکی ہیں۔ ان کے گھر میں وحی اترتی ہے بغرض اس مکان کے کے لئے دوسروں سے پانچصد ٹکہ مقرر کیا۔ اس پر قوم نے کہا کہ ان کا وظیفہ کیوں کم مقرر کیا جاتا ہے؟ حضرت عمر رضؓ فرماتے ہیں کہ مہاجر وہ ہوتا ہے جو اپنے ارادے اور خیال سے ہجرت کرے ہجرت کے وقت عبداللہ چھوٹا بچہ تھا اپنے ماں باپ کے ساتھ آ گیا۔ یہ مہاجر نہیں ہے۔ پھر آپ رضؓ نے بیٹے کو خلافت کا حقدار بنانا بھی مناسب نہ سمجھا چنانچہ فرمایا کہ میرے مرنے کے بعد عثمانؓ علی رضؓ زبیر رضؓ اور طلحہ رضؓ میں سے کسی کو اپنا خلیفہ چن لینا میرے بیٹے کو خلیفہ نہ بنایا جائے کیونکہ خلافت کسی خاندان کی وراثت نہیں۔

جب حضرت عثمان رضؓ خلیفہ ہوئے تو خطبہ دینے لگے لیکن کچھ نہ بول سکے اور صرف اتنا کہہ کر بیٹھ گئے کہ پہلی مرتبہ سواری کرنا مشکل ہوتا ہے ظاہر ہوتا ہے کہ خلفائے راشدین بشر تھے۔ اور مسند خلافت پر بیٹھتے ہی سارے علوم کے جان لینے کا اعلان نہ کرتے تھے۔ اب اگر کوئی شخص گدی پر بیٹھتے ہی تمام علوم کا سرچشمہ بن جانے کا دعویٰ کرے تو اس کو کس طرح تسلیم کیا جا سکتا ہے خلفاء راشدین رضؓ نہایت باریک رنگ میں احکام الٰہی اور ارشادات نبویؐ پر عملدرآمد کرتے تھے اور کسی قسم کی نقل سے کام لینا گناہ سمجھتے تھے بلکہ ان پر خوف طاری رہتا تھا کہ احکام الٰہی اور ارشادات نبویؐ سے انحراف نہ ہو جائے۔

اسلامی اُصول کی فلاسفی

یہ کتاب اس مقالہ پر مشتمل ہے جو جلسہ اعظم مذاہب لاہور میں ذیل کے پانچ سوالوں کے جواب میں پڑھا گیا۔

۱۔ انسان کی جسمانی، روحانی اور اخلاقی حالتیں
۲۔ انسان کی زندگی کے بعد کی حالت یعنی عقبیٰ
۳۔ دنیا میں انسان کی ہستی کی اصل غرض کیا ہے۔ اور وہ کس طرح پوری ہو سکتی ہے
۴۔ کرم یعنی اعمال کا اثر دنیا اور عاقبت میں کیا ہوتا ہے۔
۵۔ علم یعنی گیان و معرفت کے ذرائع کیا کیا ہیں۔

اس مقالہ کے شروع میں بانی تحریک احمدیت نے یہ شرط پیش کی کہ ان سوالوں کے جوابات میں دلائل صرف اپنی اپنی کتب مقدسہ سے پیش کیجائیں تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ کونسی مذہبی کتاب زندگی کے ان اہم مسائل پر کس حد تک روشنی ڈالتی ہے۔ خدا نے پیش از وقت حضرت مرزا صاحب کو اطلاع دی کہ ان کا مضمون بالا رہے گا اور بعد میں ایسا ہی ہوا۔

ملنے کا پتہ
دارالکتب علمیہ ۵ عثمان بلاک نیوگارڈن ٹاؤن لاہور

بیان القرآن (عکسی ایڈیشن)

مستند اردو ترجمۃ القرآن مع مبسوط تفسیری نوٹ اور عربی متن؛

۱۹۱۷ء میں انگریزی ترجمہ و تفسیر کی اشاعت کے بعد لوگوں کے اصرار اور ضرورت کے پیش نظر حضرت مولانا محمد علیؒ نے اردو ترجمہ و تفسیر کا کام شروع کیا جو بیان القرآن کے نام سے ۱۹۲۳ء میں زیور طبع سے آراستہ ہوئی اپنی گوناگوں خصوصیات کی بدولت یہ منفرد تفسیر ہے مشکل الفاظ کی تشریحات لغت کی مستند کتب مفردات امام راغب لسان العرب تاج العروس سے کی گئی ہے جہاں کہیں بھی مولانا نے اختلاف کیا وہاں مشہور تفاسیر احادیث صحیحہ اور آئمہ کرام کے اقوال کی سند پیش کی ہے قرآن مجید کے ایک مقام کو دوسرے مقام سے حل کیا ہے اسی طرح سے رکوعات اور سورتوں کے مضامین میں تسلسل اور ربط کو واضح کیا ہے ترجمہ و تفسیر عام فہم اور سلیس ہے۔
دارالکتب علمیہ، گارڈن ٹاؤن۔ لاہور

از قلم مکرم نصیر احمد فاروقی ۔ لاہور

"گاہے گاہے باز خواں ایں دفتر پارینہ را"

کچھ عرصہ ہوا کہ ادارہ پیغام صلح کے افسر اعلیٰ جناب میاں فضل احمد صاحب نے مجھ سے فرمائش کی تھی کہ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی سوانح عمری موسومہ "مجدد اعظم" سے ایسے اقتباسات لکھ دوں جن سے قارئین کے دل میں جوش عمل اور مذہبی دلچسپی پیدا ہوں ۔ اس فرمائش کی تعمیل میں میں نے جو اقساط اب تک لکھی ہیں ان کا خاطر خواہ اثر ہوا یا نہیں اس کا مجھے علم نہیں واللہ اعلم بالصواب بہرحال ایک اور قسط خدمت حاضر ہے :

بعض باتیں شاید معمولی بھی جائیں مگر ان کی دلچسپی اپنی آپ ہوتی ہے ۔ میں نے ان اقتباسات کو اخذ کرنے میں ایسی تمام باتوں کا خیال ان شاء اللہ رکھنا ہے مثلاً میں اگر پوچھوں کہ حضرت مرزا صاحب کب پیدا ہوئے تھے تو کتنے احمدی ہیں جو یہ جانتے ہیں ؟ حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم نے بہت تحقیق کر کے یہ لکھا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی تاریخ پیدائش ۱۳ رفروری ۱۸۳۵ء تھی وہ جمعہ کا مبارک دن تھا ۔ آپ کے والد کا نام مرزا غلام مرتضیٰ صاحب تھا اور وہ قادیان ضلع گورداسپور کے رئیس اعظم تھے ۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی ولادت باسعادت ثابت ہوئی ۔ آپ کی والدہ صاحبہ آپ کو مخاطب کر کے فرمایا کرتی تھیں کہ "ہمارے خاندان کے مصیبت کے دن تیری ولادت کے ساتھ پھر گئے تھے اور فراخی میسر آ گئی تھی ۔" اس ریمارک کو سمجھنے کے لئے یہ بتانا چاہوں کہ کسی زمانہ میں حضرت مرزا صاحب کے بزرگوں کے پاس اتنے گاؤں تھے کہ وہ چھوٹی سی ریاست کہلا سکتے تھے مگر سکھوں کے عہد میں جہاں اور مظالم ان بزرگوں نے سہے اس خاندان کی جائیداد پر سکھوں نے ایک ، ایک گاؤں کر کے قبضہ کر لیا ۔ ایک عرصہ تک تنگی ترشی سہنے کے بعد مہاراجہ رنجیت سنگھ نے حضرت مرزا صاحب کی ولادت کے معاً بعد اس وسیع و عریض جائیداد میں سے صرف پانچ گاؤں حضرت مرزا صاحب کے والد بزرگوار کو واپس کر دیے اور اسی بات کی طرف حضرت صاحب کی والدہ محترمہ نے اشارہ کیا تھا ۔

حضرت مرزا صاحب کے بچپن کے تو مصنف نے بہت سے حالات اور واقعات لکھے ہیں مگر میں انہیں طوالت کے خوف سے چھوڑتا ہوں ۔ اگر کوئی صاحب ہماری جماعت کے بچوں کے لئے کچھ لکھنا چاہیں تو انہیں سوانح عمری کے اس حصہ میں بہت سا مواد ملے گا مختصراً اتنا لکھ دوں کہ بچپن سے ہی حضرت مرزا صاحب کی طبیعت میں بہت سنجیدگی اور شرافت اور نیکی کوٹ ، کوٹ کر بھری ہوئی تھی ۔ بچوں کی شرارتوں اور کھیل کود میں وقت ضائع کرنے کے آپ بہت خلاف تھے ۔ اور پڑھائی میں شروع سے بہت انہاک رکھتے تھے اور اگر کسی اور بچہ یا لڑکے کو جو ان کے ساتھ پڑھتا تھا سبق بھول جاتا یا نہ آتا تو اس کو بتلا دینے یا یاد کرا دینے کا کام خوشی سے کرتے تھے ۔

جوانی آئی تو یہ وہ زمانہ ہوتا ہے کہ اکثر نوجوان بگڑ جاتے ہیں ۔ مگر حضرت صاحب اس کے برعکس اور زیادہ خاموش اور سنجیدہ اور اعلیٰ اخلاق کے مالک بن گئے ۔ نہ صرف آپ کے مسلمان ملنے جلنے والے بلکہ غیر مسلم (جیسے ہندو یا سکھ) واقف بھی آپ کی نیکی اور حسن اخلاق کے معترف تھے ۔ ان میں لاکھیم سین (جو بعد میں بہت مشہور ہوئے) اور مولوی محمد حسین بٹالوی بھی تھے ۔ مولوی صاحب موصوف "باوجود اس قدر بڑا عالم اور محدث ہونے کے اس قدر آپ کی عزت اور احترام کرتے تھے کہ آپ کا جوتا اٹھا کر آپ کے سامنے سیدھا کر کے رکھ دیتے تھے اور اپنے ہاتھ سے آپ کو وضو کرانا سعادت سمجھتے تھے ۔" اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت مرزا صاحب دن بدن علم دین زہد اور تقویٰ میں ترقی کرتے ، کرتے بلند پائے پر پہنچ گئے تھے ۔ سوانح عمری کے مصنف صاحب لکھتے ہیں :

"آپ کو قرآن کریم اور سنت رسول اللہ صلعم سے عشق تھا ۔ اور آپ کی جس قدر عبادات تھیں وہ قرآن اور سنت سے کبھی متجاوز نہ ہوتی تھیں ۔ پانچ وقت کی نماز کے علاوہ تہجد کی نماز کا بہت التزام تھا ۔ اشراق کی نماز بھی پڑھ لیتے تھے مگر تہجد کی نماز سے بہت محبت تھی ۔ نماز میں آپ کی توجہ الی اللہ اس قدر زبردست اور انہماک یہاں تک ہوتا تھا کہ گویا آپ اس دنیا میں نہیں ہیں ۔ نماز تہجد میں سورۃ فاتحہ کو بہت درد اور توجہ سے پڑھتے تھے اور بہت دعائیں کرتے تھے ۔ ابتدا میں بعض دفعہ اگر نماز میں توجہ نہ ہوتی تھی تو آپ نماز بار بار پڑھتے تھے ۔ فرماتے تھے یہ نسخہ میں نے ایک شرابی سے سیکھا ہے ۔ ایک مرتبہ مجھے نماز میں حضوری قلب نہ ہوتی تھی تو میں جنگل کی طرف نکلا کہ وہاں جا کر نماز پڑھوں ۔ رستہ میں بازار پڑتا تھا وہاں ایک ہندو اپنے کسی دوست سے کہہ رہا تھا کہ رات ہم نے شراب کا ایک پیگ پیا مگر نشہ نہ ہوا تو پھر ہم نے دوسرا پیگ پیا ۔ جب اس سے بھی نشہ نہ ہوا تو پھر تیسرا پیگ پیا ۔ غرضیکہ اسی طرح بار بار پیتا رہا یہاں تک کہ نشہ ہو گیا ۔ فرماتے تھے کہ میں بھی بار بار نماز پڑھوں گا یہاں تک کہ روحانی نشہ ہو جائے یعنی حضوری قلب حاصل ہو جائے ۔ نماز کے علاوہ آپ کا وظیفہ قرآن شریف کی تلاوت ، درود شریف اور استغفار رہتا تھا ۔ قرآن کریم سے تو عشق تھا ۔ وہ تو دن رات اٹھتے بیٹھتے ٹہلتے پڑھا کرتے اور زار زار رویا کرتے تھے ۔ درود شریف کثرت سے پڑھتے تھے اور سمجھ کر پڑھتے تھے اور اس درد سے پڑھتے کہ بعض دفعہ اس کے ساتھ گریہ و بکا بھی شامل ہوتا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپ آجکل کے صوفیوں اور سجادہ نشینوں کے وظائف کو جو قرآن اور سنت سے متجاوز ہیں بدعت سمجھتے تھے بلکہ انہیں ایک نئی شریعت کے مترادف قرار دیتے تھے ۔ آپ کی زبان مبارک پر اکثر یہ شعر رہتا تھا ؎

بزہد و ورع کوش و صدق و صفا
ولیکن میفزائے بر مصطفےٰ

"شروع شروع میں تو آپ کے والد ماجد کو آپ کی یہ خلوت نشینی بہت شاق گذری ۔ وہ چاہتے تھے کہ یہ زمینداری میں لگیں ۔ ان مقدمات کی (جو اپنی لٹی ہوئی جائیداد واپس لینے کے لئے کئے تھے ۔ ناقل) پیروی کریں جن میں وہ خود لگے ہوئے تھے ۔ چنانچہ آپ کو دن رات مطالعہ میں مستغرق اور مسجد میں عبادت الٰہی میں مصروف دیکھتے تو کبھی کبھی چڑ کر یہ فرماتے "یہ ہمارے گھر میں ملاں کہاں سے پیدا ہو گیا ؟" کوئی حضرت مرزا صاحب سے ملنے آتا اور آپ کے متعلق دریافت کرتا تو فرماتے کہ :

"مسجد کے سقاوہ کی کسی ٹونٹی میں جا کر دیکھو
اگر وہاں نہ پاؤ تو مسجد کے اندر کسی گوشہ
میں تلاش کرو ۔ اگر وہاں بھی نہ ہو تو دیکھنا
کہ کسی صف میں کوئی لپیٹ کر کھڑا کر گیا ہو گا
کیونکہ وہ زندگی میں ہی مرا ہوا ہے ۔"

"آپ کے والد کے یہ ریمارکس کس قدر معنی خیز ہیں ۔ ایک باپ جو دن رات چاہتا ہے کہ بیٹا میرے مسلک پر لگے اس حقیقت سے بے خبر نہیں کہ میرا بیٹا دن رات عبادت الٰہی کا دلدادہ ہے اور اس میں اسے اس قدر شغف ہے کہ وہ جیتے جی مر چکا ہے ۔ گویا خود باپ اس بات پر گواہ تھا کہ بیٹا موتوا قبل ان تموتوا (یعنی مرنے سے پہلے مر جاؤ) کا پورا پورا مصداق بن چکا ہے ۔

"آپ کی اس بڑھی ہوئی عبادت گذاری کے متعلق ایک دفعہ آپ کے والد صاحب کے ریمارکس سننے کے قابل ہیں ۔

حضرت مرزا صاحب کے والد صاحب کے ایما پر مرزا اسماعیل بیگ نامی ایک شخص آپ کے پاس ملازم تھے ۔ کام فقط یہ تھا کہ آپ کے گھر سے روٹی لے آیا کریں ۔ اور آپ کے ساتھ نماز تہجد پڑھنے جایا کریں ۔ سردیوں میں تہجد کے وقت گرم پانی لے آدیں اور خود بھی نماز تہجد پڑھیں ۔ دوسرے لفظوں میں یہ نماز اور تہجد پڑھنے کی نوکری ہوئی یا روٹی لانے اور کھانے کی (!) کیونکہ کھانے میں دوسرے یتیم بچوں (جو کھانے میں آکر آپ کے ساتھ شریک ہو جاتے تھے اُن) کے ساتھ انہیں بھی حصہ ملتا تھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ان کا بیان ہے کہ کبھی کبھی بڑے مرزا صاحب یعنی حضرت کے والد غلام مرتضیٰ صاحب مجھے بلا لیتے ۔ وہ آپ چارپائی پر لیٹے ہوتے ، پاس دو کرسیاں پڑی ہوتیں ، ان میں سے ایک پر بٹھا کے دریافت کرتے کہ

"سنا تیرا مرزا کیا کرتا ہے ؟"

میں کہتا کہ

"قرآن دیکھتے رہتے ہیں ۔"

اس پر وہ فرماتے کہ :

"کبھی سانس بھی لیتا ہے ۔"

(یعنی کبھی قرآن کریم پڑھتے پڑھتے درمیان میں وقفہ بھی کرتا ہے یا پڑھے ہی جاتا ہے بس ہی نہیں کرتا) پھر پوچھتے کہ :

"رات کو سوتا بھی ہے ؟"

میں جواب دیتا کہ ہاں سوتے بھی ہیں اور اٹھ کر نماز بھی پڑھتے ہیں ۔ اس پر فرماتے کہ :

(بقیہ صفحہ ۱۵ پر ملاحظہ فرمائیں)

"اظہار خیال" کے یہ کالم ایسی سنجیدہ بحث کے لئے مخصوص ہیں جن کا تعلق ہماری زندگی کے مسائل سے ہے۔ ہمارے گرد و پیش مختلف النوع مسائل موجود ہیں۔ ذاتیات اور فروعی مسائل میں الجھے بغیر ہم اہل علم و قلم حضرات کو ان کالموں میں اظہار خیال کی دعوت دیتے ہیں۔ آپ کے نقطہ نظر سے ہمارا اتفاق ضروری نہیں لیکن ہر سنجیدہ اور معیاری تحریر کے لئے یہ کالم حاضر ہیں۔ (ادارہ)

عورت کی سربراہی

جناب غلام ربانی کے قلم سے

ان دنوں اخبارات میں ایک بحث جاری ہے کہ کیا اسلام اس امر کی اجازت دیتا ہے کہ عورت کو ریاست کی سربراہ بنایا جائے یا نہ۔ لہٰذا یہ ضروری ہو گیا ہے کہ اسلام کا نقطہ نظر اس بارے میں معلوم کیا جائے۔ یہ تو ایک اچھا رویہ ہے کہ مسلمان اپنے روزمرہ کے معاملات میں اسلام سے راہ نمائی چاہیں لیکن بعض مسائل ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں اسلام کو اس طرح بازیچۂ اطفال بنانا درست نہیں۔ اس ضمن میں سپریم کورٹ کے شریعت بنچ سے بھی رجوع کیا گیا تھا کہ وہ بتائے کہ اسلام کی رو سے کیا عورت کی سربراہی خلاف اسلام ہے۔ انہوں نے جیسا کہ اخبارات کی اطلاع سے عیاں ہے اس پر معذرت کر لی کہ شریعت بنچ کو ایسے مسائل کی سماعت کا اختیار نہیں ہے۔

اصولی طور پر اسلام کا موقف دریافت کرنے کے لئے سب سے پہلے قرآن پاک کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ اگر مسئلے کا حل اس سے نہ مل سکے تو سنت رسول صلے اللہ علیہ وسلم دوسرا ماخذِ شریعت ہے۔ اگر وہ بھی ساکت ہو تو پھر خلفائے راشدینؓ کا دور دیکھا جاتا ہے کہ آیا مسئلہ زیر بحث ان کے دور میں پیدا ہوا تھا اور اگر ہوا تھا تو انہوں نے کیا رویہ اختیار کیا تھا۔ اور اگر وہاں بھی سکوت ہو تو یہ دیکھا جاتا ہے کہ معاصر رواج کیا ہے۔ اگر رواج کی روح شریعت کے اصولوں کو رفع نہ کرتی ہو تو پھر مصالح امت کے پیش نظر اس پر امت کی بہتری میں ایک مثبت رویہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔

اب بھی مسئلہ زیر بحث میں ہمیں اپنے پہلے ماخذ کی طرف رجوع کرنا چاہیئے کہ کیا اس میں کوئی نص اس کی مخالفت پر وارد ہوتی ہے؟ ایسی صورت حال نہیں ہے۔ قرآن پاک کی کوئی نص اس کی مخالفت نہیں کہ عورت کو سربراہِ ریاست بنایا جائے۔ قرآن پاک اصولی طور پر مردوں اور عورتوں کو یکساں مانتا ہے۔ جب خدا تعالیٰ نے نفسِ واحدہ سے دونوں کی تخلیق کی ہے تو جو کمالات ایک کے لئے قابل قبول ہیں وہ دوسرے کے لئے بھی ہیں۔ بجز ان حالتوں کے جو صنفی تخلیقی ضروریات سے خاص ہیں۔ باقی امور میں قرآن پاک نے عورت کو مرد کی طرح ہی جوابدہ اور ذمہ دار قرار دیا ہے۔ وہ عورت کو کمالاتِ روحانیت کا ایسا ہی حقدار ٹھہراتا ہے جیسا کہ مرد ہو سکتا ہے۔ عورت کی نسوانیت مانع عروجِ روحانی نہیں ہو سکتی۔ وہ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی رضا پا سکتی ہے جیسا کہ مرد پا سکتا ہے۔ اسی طرح روحانی درجوں پر متمکن ہو سکتی ہے جیسے مرد ہو سکتا ہے کیونکہ عورت کی نسوانیت اس کا اختیاری چناؤ نہیں بلکہ یہ ایک پیدائشی بات ہے۔

اب اگر یہ کہا جائے کہ نزولِ قرآن کے وقت کوئی ایسی حالت تھی ہی نہیں جو کہ ایسے مسئلے کے حل کا تقاضا کرتی تو یہ درست نہیں۔ قرآن پاک نے خود ایک ایسی صورتحال کا ذکر کیا ہے جو سورۃ نمل اور سورۃ سبا میں موجود ہے۔ جہاں حضرت سلیمانؑ کے دور میں سبا کی قوم کا ذکر آتا ہے کہ ان پر ایک عورت حکمرانی کرتی تھی۔ یہ ایک مناسب موقع تھا جہاں عورت کی سربراہی کی مخالفت کا ذکر کیا جا سکتا تھا لیکن وہ لوگ جو عورت کی سربراہی کے مخالف ہیں یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر عورت سربراہ ہوگی تو یہ قوم کے لئے ہلاکت کا سبب ہوگی۔ وہ اپنے اس عندیہ کی بنیاد ایک حدیث شریف پر رکھنا بیان کرتے ہیں۔ حالانکہ قرآن پاک نے جہاں ملکہ سبا کا ذکر کیا ہے وہاں اس قوم کی خوشحالی کا بھی ذکر کیا ہے۔ مگر عورت کی سربراہی مہلک ہے تو وہ کافر قوم کے لئے بھی ایسا ہی ہوگی جیسا کہ مسلمان قوم کے لئے ہو سکتی ہے۔ زہر اگر کافر یا مسلمان کھائے تو نتائج کے اعتبار سے یکساں اثر رکھتا ہے۔ موجودہ دور میں سربراہ ہونا کسی ایک شخص کے لئے ذاتی نہیں ہوتا بلکہ جمہوریت کی وجہ سے مشاورت اس کے فیصلوں میں برابر کی شریک ہوتی ہے ایسا ہی ملکہ سبا کے ذکر میں سورۃ نمل ۳۲ آیت میں ملکہ کا اپنے اکابرین سے مشورہ کرنے کا ذکر آیا ہے۔ پھر جب زوال کا ذکر آتا ہے تو اس کا سبب عورت کی سربراہی نہیں بلکہ قوم کی نعماءِ الٰہی پر ناشکری ہے۔ اب واقعاتی شہادت ہمارے دور کی ہے کہ عورتیں ہر میدان میں مردوں سے کسی کام میں کم نہیں بلکہ زیادہ کامیاب ہیں۔ سیاست اور ملکی راہ نمائی میں بھی وہ کسی طرح مرد سے کم نہیں۔ ہمیں اسلام کی کوئی ایسی تشریح نہیں کرنی چاہیئے جو اسے کسی مخصوص طبقے میں محصور کر دے اور دوسروں کے لئے مبغوض بنا دے اگر ہم یہ کہتے ہیں کہ اسلام میں عورتوں کو کسی غیر اسلامی معاشرہ کی نسبت بہتر حقوق اور مراعات حاصل ہیں اور ساتھ ہی ایسی رکاوٹیں کھڑی کر دیں جو انہیں کمتر شہری بنا دیں محض اس لئے کہ وہ عورت ہیں جو ان کا اختیاری چناؤ نہیں بلکہ پیدائشی مجبوری ہے تو پھر ان معاصر معاشروں میں اسلام کی تبلیغ کیسے کی جا سکتی ہے جہاں عورتوں کو ہماری معاشرت سے زیادہ حقوق اور مراعات حاصل ہوں۔ ہم آپ کی توجہ قرآن پاک کی اس آیت کی طرف دلانا چاہتے ہیں جہاں قیامت کے روز اللہ تعالیٰ زندہ درگور لڑکی سے سوال کریں گے کہ تجھے کس گناہ کی بنا پر قتل کیا گیا تھا۔

حقوق جو قرآن کریم نے دیئے ہیں وہ چھینے نہیں جا سکتے۔ جن پر قرآن پاک خاموش ہے وہ محض جنسی تناؤ زم پر یکطرفہ فیصل نہیں ہو سکتے۔

ہماری رائے میں تو کوئی ایسی بات شریعت اسلامی میں نہیں جس کی رو سے عورت سربراہِ ریاست نہیں ہو سکتی۔ دین میں بیشتر معلومات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہیں اور اگر کوئی ایسی مخالفت ہوتی تو جب شہادت عثمانؓ پر ام المومنینؓ نے قصاص کے حصول کا علم بلند کیا تھا تو وہ یقیناً اس سے باز رہتیں حالانکہ ان کی سربراہی میں عشرہ مبشرہ میں سے حضرت طلحہؓ بھی شریک تھے

مجدد کی آمد

محمد صالح نور

چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر دین کی تکمیل ہوئی اور قرآن پاک کی صورت میں آخری شریعت کے نزول کے ساتھ ضرورت نبوت کا خاتمہ ہوا للہٰذا بعد وفات آنحضرتؐ سنت خداوندی اس طور پر قائم ہوئی جیسے حدیث پاک میں بیان فرمایا گیا ہے کہ ہر صدی کے سر پر ایک بندۂ خدا مجدد کر کے بھیجا جاوے جو تجدید دین کا فریضہ ادا کرے وہ حدیث اس طرح ہے کہ :-

"یقیناً اللہ تعالے مبعوث فرماتا رہے گا اس امت میں ایسے شخص کو جو دین کی تجدید کریگا اور وہ ہر سو سال کے سر پر نازل ہوا کریگا"

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے مجدد کے ظہور سے قبل کے زمانہ کو لیلۃ القدر سے تشبیہہ دی ہے اور فرمایا ہے کہ یہ تاریکی کا دور ایک آسمانی نور کے نزول کا تقاضا کرتا ہے آپ فرماتے ہیں :

"لیلۃ القدر وہ زمانہ بھی ہے جب دنیا میں ظلمت پھیل جاتی ہے اور ہر طرف تاریکی ہی تاریکی ہوتی ہے تب وہ تاریکی بالطبع تقاضا کرتی ہے کہ آسمان سے کوئی نور نازل ہو۔ سو خدا تعالیٰ اس وقت اپنے نورانی ملائکہ اور روح القدس کو زمین پر نازل کرتا ہے اس طور کے نزول کے ساتھ جو فرشتوں کی شان کے مناسب حال ہے تب روح القدس اس مجدد اور مصلح سے تعلق پکڑتا ہے جو اجتبا اور اصطفا کی خلعت سے مشرف ہو کر دعوت حق کے لئے مامور ہوتا ہے اور فرشتے ان تمام لوگوں سے تعلق پکڑتے ہیں جو سعید اور رشید اور مستعد ہیں اور ان کو نیکی کی طرف کھینچتے ہیں اور نیک توفیقیں ان کے ساتھ رکھتے ہیں۔ تب دنیا میں سلامتی اور سعادت کی راہیں پھیلتی ہیں اور ایسا ہی ہوتا رہتا ہے جب تک دین اپنے اس کمال کو پہنچ جائے جو اس کے لئے مقدر کیا گیا ہے"

(شہادۃ القرآن صفحہ ۱۰)

پہلے مجدد کی وفات کے بعد ہزار مہینے (لیلۃ القدر) گذرنے پر دوسرے مجدد کا ظہور مقدر ہوتا ہے۔

ایک اور موقع پر حضرت بانی سلسلہ احمدیہ دوسرے مجدد کے ظہور کا وقت لیلۃ القدر یعنی ایک ہزار ماہ گذر جانے کے بعد متعین کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

"لیلۃ القدر اس ظلماتی زمانہ کا نام ہے جس کی ظلمت کمال کی حد تک پہنچ جاتی ہے اس لئے وہ زمانہ بالطبع تقاضا کرتا ہے کہ ایک نور نازل ہو جو اس ظلمت کو دور کرے اس زمانہ کا نام بطور استعارہ لیلۃ القدر رکھا گیا ہے مگر درحقیقت یہ رات نہیں ہے یہ ایک زمانہ ہے جو بوجہ ظلمت رات کا

(بقیہ صفحہ ۱۵ پر ملاحظہ فرمائیں)

مکتوبِ فیجی

مولینا شفقت رسول خان

اُمید واثق ہے کہ آپ بفضلِ خدا بصحت و عافیت ہوں گے۔ ماہ جون ۲۵، ۱۹۸۹ء کو فیجی کے دوسرے علاقوں کے دورہ کے لئے روانہ ہوا۔ مارو (MARO) پہنچا وہاں ۸۹/۷/۲ تک قیام کیا مختلف احباب کے گھروں میں درس قرآن دیا۔ حضرت مرزا صاحب اور حضرت مسیح ابن مریم کے موضوعات پر تقاریر کیں۔ چونکہ یہاں آجکل انہیں مسائل پر قادیانی لوگوں نے دوستوں کو زچ کر رکھا تھا۔ میں پھر ۸۹/۷/۳ کو نا دی کے لئے روانہ ہوا۔ جہاں اکبر خان صاحب اور فیروز ساہو خان صاحب اور دیگر احباب سے ملاقات ہوئی۔ یہاں درس قرآن دیا اور جماعتی مسائل و عقائد پر روشنی ڈالی۔ پھر میں لاؤ توکا کے لئے روانہ ہوا۔ وہاں جناب ڈاکٹر شمس الدین ساہو خان صاحب اپنی کار میں BA لے گئے۔ وہاں اس دن ان کے ہاں ۸۹/۷/۴ کو رات کو درس قرآن دیا۔ بعد ازاں سوال و جواب ہوتے رہے ۸۹/۷/۵ کو ڈاکٹر صاحب کو لیسرنا القرآن پڑھایا اور صدر الدین صاحب کے ہاں قیام کیا اور مختلف دوستوں سے ملاقات کی۔ ۸۹/۷/۶ کو ڈاکٹر صاحب کو مکمل لیسرنا القرآن پڑھایا ۸۹/۷/۸ کو واپس آیا اور سووا SUVA میں ۸۹/۷/۹ کو بچوں بڑوں کو قرآن پاک کی تدریس کی۔ ۸۹/۷/۱۰ کو عید الضحیٰ پر سورۃ الحج سے روشنی ڈالی آج ۴ بجے ریڈیو پر حج اور عید الاضحیٰ کے متعلق تقریر ریکارڈ کروانا ہے۔ بندہ اپنے فرائض پوری کوشش سے ادا کر رہا ہے یہاں آج قادیانی جماعت کے مرزا طاہر احمد صاحب دورہ فیجی پر آ رہے ہیں۔ ہمارے جنرل سیکرٹری صاحب کو دعوت نامہ دیا گیا لیکن انہوں نے دعوت کو مسترد کر دیا ہے۔ دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ خدمت دین کی توفیق مرحمت فرمائے اسلام دینِ انسانیت۔ محمد رسول اللہ اور شہادۃ القرآن کی انگلش کاپیاں موصول ہو گئی ہیں۔ ان کی تقسیم کا کام جاری ہے۔ میں سووا سے بہت سی کاپیاں مارو۔ نا دی۔ با در با کے لئے لے گیا اور لوگوں میں تقسیم کی گئی ہیں۔ حضرت امیر ایدہ اللہ کی صحت کے بارے میں تشویش تھی ان کی خیریت کی خبر باعث صد مسرت ہوئی۔ خدا ان کو صحت و عافیت کے ساتھ خدمات دینی کا موقع فراہم فرمائے ان کی خدمت میں سلام مسنون عرض کر دیجئے گا۔ اور احباب کی خیریت سے مطلع فرمایئے گا۔

بندہ نے فارغ اوقات میں ہندی پڑھنے اور سمجھنے کی کوشش کر رکھی ہے دعا کریں کہ مجھے اس میں کامیابی حاصل ہو جائے تاکہ دینی کتب کو ہندی میں ترجمہ کر سکوں کیونکہ یہاں اردو کے بجائے ہندی زبادہ عمل میں ہے۔

(شفقت رسول خان (فیجی آئی لینڈ)

محمد صالح نور

خوئے وفا

تیری مخلوق میں خوفِ خدا باقی نہیں ہے
کسی کے دل میں بھی خوئے وفا باقی نہیں ہے

کھلی ہیں سب وہ راہیں جو تیری سرکار میں جائیں
مگر انسان میں شوقِ لقا باقی نہیں ہے

یہاں پر کس لئے نفرت نے الفت کی جگہ لے لی
چمن میں کیوں وہ پہلی سی فضا باقی نہیں ہے

جہاں والوں نے طوفاں کے حوالے کر دیا ہم کو
ہمارا کوئی بھی تیرے سوا باقی نہیں ہے

خدا کے واسطے ہم کو ہمارے حال پر چھوڑ دو
کوئی بھی تو سلوکِ ناروا باقی نہیں ہے

ہلا دو عرشِ اعظم کو دعاؤں سے مرے پیارو
علاجِ غم کوئی اب دوسرا باقی نہیں ہے

مجھے کہتے ہوئے لاج آ رہی ہے رُوحِ شاعر سے
خودی زندہ تو ہے دل میں خدا باقی نہیں ہے

احمدیہ انجمن ہند کا

سہ روزہ سالانہ اجلاس

بصورت صد سالہ احمدیہ انجمن جوبلی (۱۹۸۹ — ۱۸۸۹ء)

۹۔ سری نگر کشمیر (ہند) کے پُر فضا قدیمی اور علمی مرکز بمقام قصبہ یاری پورہ ضلع اسلام آباد کی جامع دار السلام یاری پورہ کے وسیع احاطہ میں احمدیہ انجمن ہند کا سہ روزہ سالانہ اجتماع بتاریخ ۱۳-۱۴-۱۵ اگست بروز اتوار۔ سوموار۔ منگلوار (ان شاء اللہ) منعقد ہوگا۔

قیام و طعام کا انتظام احمدیہ انجمن ہند کی طرف سے ہوگا البتہ موسم کے مطابق (بطیخان) بستره ہمراہ لاویں۔ امسال کا سالانہ جلسہ احمدیہ انجمن کی صد سالہ جوبلی کے طور پر بھی منعقد ہوگا۔ جملہ احباب سے بلا لحاظ مذہب و ملت اور بلا دیگر کے صاحب جماعت سے خصوصی استدعا ہے کہ اس روحانی اجلاس میں شرکت کر کے شکر گذاری کا موقع دیں۔

نوٹ: اننت ناگ (اسلام آباد) سے دن بھر گاڑیوں اور دیگر ذرائع آمد و رفت کا معقول انتظام کیا گیا ہے۔

الداعی: ایم۔ وائی تاثیر جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن ہند
یاری پورہ کشمیر

جماعتی طلباء و طالبات کے لئے وظائف

جماعت کے بعض مخیر حضرات جماعت سے متعلق یتیم طلباء و طالبات کے لئے معقول تعلیمی وظائف جاری کرنا چاہتے ہیں۔ یہ وظائف اعلیٰ تعلیم (ڈاکٹری، انجینئرنگ، بزنس مینجمنٹ، اکنامکس اور سائنسی علوم وغیرہ فنی و پیشہ وارانہ مضامین) کے لئے مختص ہیں۔ مستحق طلباء و طالبات اپنے تعلیمی کوائف کے ساتھ درخواست بھجوائیں۔

چوہدری منصور احمد
جنرل سیکرٹری
دار السلام کالونی، الاحسان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن۔ لاہور

شریعت بل

پرائیویٹ شریعت بل کے بارے میں سینیٹ کی خصوصی کمیٹی نے بل پر شق وار غور مکمل کر لیا ہے اور معلوم ہوا ہے کہ سینیٹ کی خصوصی شریعت کمیٹی نے پرسنل لاز کے بارے میں فقہ جعفریہ کے موقف کو تسلیم اور پبلک لاز کے بارے میں فقہ جعفریہ کو مسترد کر دیا ہے۔ کمیٹی نے مسئلہ کو شریعت بل کے جس مسودے کی منظوری دی ہے اس میں فقہ جعفریہ کے موقف کو تسلیم کرتے ہوئے شریعت بل کے مسودے میں قوانین کا ماخذ قرآن و سنت اجماع اور قیاس قرار دیا گیا ہے۔

تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے قائد آغا سید حامد علی شاہ موسوی نے کہا ہے کہ سینیٹ کی شریعت کمیٹی کے تیار کردہ بل کو تمام مکاتب فکر کے لئے قابل قبول قرار دینا مضحکہ خیز بات ہے کیونکہ مختلف مسالک کے مسلمہ اور حقیقی نمائندوں کی آرا اس بل میں شامل نہیں اور خود چیئرمین کمیٹی اور ارکان میں بھی اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے اپنے بیان میں انہوں نے واضح کیا کہ شریعت بل کی صورت میں کسی بھی مخصوص نظریے کو اہل پاکستان پر مسلط کرنے کی ہر سازش کو ناکام بنا دیا جائے گا۔

مناسک حج کے دوران افسوسناک سانحہ :

مکہ مکرمہ میں حج کے موقعہ پر ہونے والے افسوسناک واقعہ سے عالم اسلام کو نہایت دکھ اور رنج ہوا ہے خانۂ خدا کے نزدیک بموں کے دو دھماکے ہوئے۔ اور منیٰ کے مقام پر پاکستانی حاجی کیمپ میں آتشزدگی ہوئی جن سے جان و مال کا نقصان ہوا۔ سعودی عرب حکومت کے مطابق پہلا بم حرم شریف کی طرف جانے والی سڑک پر پھٹا۔ دوسرا بم دھماکہ مسجد الحرام کے نزدیک پل پر ہوا جس سے پورا شہر لرز اٹھا اور افراتفری پھیل گئی۔ یہ دھماکے رات کے اس وقت ہوئے جب عازمین حج حرم شریف میں نماز عشاء پڑھنے کے بعد اپنے خیموں کی طرف جا رہے تھے سعودی حکومت کے مطابق یہ دھماکے مجرمانہ کارروائی کا نتیجہ ہیں۔

اس اندوہناک سانحہ، اس خوفناک سازش اور اس گھناؤنی سازش کا مقصد امت مسلمہ میں نفاق پیدا کرنا ہے۔ بیت اللہ شریف اور اس کے ارد گرد کا مقدس علاقہ حکم خداوندی کے مطابق امن و سلامتی کا گہوارہ قرار دیا گیا ہے۔ اور اس علاقہ میں کسی بھی قسم کی خونریزی ہنگامہ آرائی اور فتنہ و فساد کی سختی سے ممانعت کر دی گئی ہے پھر خود مولد و مسکن مصطفےٰ مکۃ المکرمہ کو رحمتوں اور برکتوں کے شہر کی حیثیت سے اللہ تعالےٰ نے اپنے پاک کلام میں بلد الامین کا لازوال و بے مثال نام عطا فرمایا ہے ایک ایسے مقدس و محترم شہر اور مقام پر حج کے مبارک موقع پر کسی بدبخت کی طرف سے تخریب کاری کا ارتکاب ایک ایسی شرمناک حرکت ہے جس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔

چند برس قبل بعض افراد نے حرم کعبہ کے اندر دہشت گردی کی کوشش کی تھی۔ دو سال قبل بھی ایک ایسا ہی اندوہناک سانحہ اس وقت پیش آیا تھا جب ایرانی عازمین حج کی طرف سے مظاہرہ کے موقع پر چار سو سے زائد عازمین حج ہلاک ہو گئے تھے اور ایک بڑی تعداد زخمی ہو گئی تھی۔ حج اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ایک ہے اور اس کی ایک اہم فضیلت یہ ہے کہ اس کے ذریعہ ساری دنیا کے مسلمان اپنے اپنے گھروں سے دور ایک جگہ جمع ہو کر ایک لباس زیب تن کر کے بالکل ایک جیسے انداز میں ایک دوسرے کے شانہ کے ساتھ شانہ ملا کر خدائے بزرگ و برتر کی عبادت کرتے ہیں۔ ایک آواز ہو کر اس کی عظمت اور بزرگی بیان کرتے ہیں۔ رنگ نسل زبان علاقہ امارت غربت کی تمام تفریقیں مٹا کر مساوات اور ہم آہنگی کا بے مثال مظاہرہ کرتے ہیں۔ غرض یہ کہ حج بیت اللہ مسلمانان عالم کے مابین برابری، اخوت اور اتحاد کا ایک ایسا عظیم الشان مظاہرہ ہے جس کی مثل دنیا کے کسی اور مذہب، نظام حیات یا ضابطہ اخلاق و عبادات میں ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتی۔ اس طرح اسلام میں حج کا تقدس و احترام اور اہمیت و افادیت اتنی زیادہ ہے کہ صحیح اندازہ لگانا بھی آسان نہیں۔

ہر سچے مسلمان کو چاہئے کہ وہ اسلام کے خلاف تیار کی جانے والی اس گہری سازش کو ناکام بنانے کے لئے پوری قوت ایمانی کے ساتھ اپنا کردار ادا کرے اور فقہی اور فروعی اختلافات سے بالاتر ہو کر کلمہ طیبہ کے ساتھ اپنی وابستگی کا بھرپور مظاہرہ کرے تاکہ ساری دنیا کے مسلمان حقیقی معنوں میں اس وحدت فکر و عمل کا نمونہ پیش کر سکیں جس کی اسلام کے خلاف کی جانے والی سازشوں کا مقابلہ کرنے کے لئے آج پہلے سے کہیں زیادہ ضرورت ہے۔

انڈونیشیا میں عیسائیت :

دوبئی کے ایک ماہنامے میں اس بات کا انکشاف کیا گیا ہے کہ انڈونیشیا کو عیسائی ملک بنانے کے لئے ساری دنیا کی عیسائی مشنریاں سرگرم عمل ہیں اور اس کام کے لئے پانی کی طرح روپیہ بہایا جا رہا ہے حکومت کی مالی مجبوریوں سے فائدہ اٹھا کر انڈونیشیا میں زیادہ سے زیادہ لوگوں کو عیسائی بنایا جا رہا ہے۔ اخبار نے بتایا کہ اسوقت انڈونیشیا میں پروٹسٹنٹ کے گرجا گھر ۱۹۸۹۰ ہیں اور رومن کیتھولک کے گرجا گھر ۵۰۰۲ ہیں پروٹسٹنٹ پادری ۳۸۹۷ ہیں اور رومن کیتھولک پادری ۳۰۲۹ ہیں۔ پارٹ ٹائم عیسائی مبلغین ۸۰۸۳۱ ہیں اور ہمہ وقتی مبلغین ۸۵۰۴ رومن کیتھولک مبلغین ۲۵۲۹ ہیں اس کے علاوہ دوسری عیسائی مشنریوں تنظیموں اور انجمنوں کی ایک کثیر تعداد انڈونیشیا میں سرگرم عمل ہیں۔ ان میں ۲۰ امریکی ہیں اور ۴۰ یورپی کروڑہا روپیہ دنیا بھر سے ان اداروں کو آتا ہے۔ عیسائی تنظیمیں۔ اسکول ہسپتال، یتیم خانے، پناہ گزین کیمپ دواخانے، فنی اسکول اور تربیتی مراکز کھول رہی ہیں ان میں غریبوں کو داخل کیا جاتا ہے اور ان سے بے حد پیار کیا جاتا ہے اور دل موہ لئے جاتے ہیں حکومت سے کہا جاتا ہے کہ وہ یہ کام انڈونیشیا کی غریبی، بے روزگاری اور اقتصادی پسماندگی دور کرنے کے لئے کر رہے ہیں یعنی حکومت کا ہاتھ بٹا رہے ہیں عیسائی مشنریوں کو کام کرنے کا حوصلہ اس لئے پیدا ہوا ہے کیونکہ انڈونیشیا کا وزیر دفاع عیسائی ہے۔ یہی شخص جب مسلح افواج کا کمانڈر ان چیف تھا تو عیسائی پوری دلیری سے کام کرنے لگے تھے۔ عیسائی تنظیمیں جس منظم طریقے پر کام کر رہی ہیں وہ لوٹ کرنے کی چیز ہے۔ یہ لوگ حکومت کی ہر پالیسی اور منصوبہ بندی کی بھرپور حمایت کرتے ہیں۔ حکومت اور فوج کے اعلیٰ عہدوں پر عیسائیوں کو آہستہ آہستہ لا رہے ہیں ایسے مسلمان جو مغرب کے دلدادہ ہیں لا مذہبیت اور مغربی نظام حکومت پر یقین رکھتے ہیں۔ ان کی بھرپور حمایت کی جا رہی ہے اور انہیں اہم آسامیوں پر بٹھا کر ان سے کام لیا جا رہا ہے۔ نشر و اشاعت کے بے شمار ادارے کھول کر اخبارات اور رسالے شائع کئے جا رہے ہیں اور ایسے خیالات پھیلائے جا رہے ہیں کہ اسلام کے بارے میں شک و شبہ پیدا ہو جائے انڈونیشیا کے مختلف جزیروں کے درمیان آمد و رفت کی سہولتیں فراہم کی ہیں۔ فی الوقت ۵ ہوائی جہاز ان کی طرف سے مسافروں کے لئے کم خرچ میں چلائے جا رہے ہیں۔ یاد رہے کہ انڈونیشیا ۱۳ ہزار ۶۰۰ جزیروں پر مشتمل ہے۔ عیسائی تنظیموں نے اب تک ۳۰ ہوائی اڈے تعمیر کئے ہیں۔ یعنی عیسائی انڈونیشیا کو عیسائی ملک بنانے کے لئے جو کچھ ممکن ہو رہا ہے کر رہے ہیں۔ اور یقین کے ساتھ کہہ رہے ہیں۔ دنیا کی اس سب سے بڑی اسلامی مملکت کو وہ ۲۰ سال عرصے میں عیسائی بنا کر رکھ دیں گے۔

صبح کی ٹی وی نشریات

صبح کی ٹی وی نشریات میں اگرچہ ابتدائی طبی امداد جیسے مفید پروگرام دکھائے جاتے ہیں لیکن ان نشریات میں بچوں کے لئے زیادہ تر کارٹون اور مصوری کے پروگرام ہی شامل ہوتے ہیں۔ ہم بچوں کے ان پروگراموں کے بارے میں کسی خصوصی رائے کا اظہار تو نہیں کرنا چاہئے البتہ اپنی قدیم دینی، تہذیبی اور معاشرتی روایات کے حوالے سے ٹی وی حکام کی خدمت میں یہ گذارش ضرور کرنا چاہیں گے کہ جتنا وقت بچوں کو کارٹون دکھانے اور مصوری سکھانے میں صرف کیا جاتا ہے اگر اس میں سے کچھ وقت بچوں کو خاص خاص دعائیں پڑھانے اور تہذیب و معاشرت کے ابتدائی آداب سکھانے کے لئے وقف کر دیا جائے تو بہت بہتر ہو گا۔ اور بچے آسانی سے بہت سی ایسی باتیں سیکھ جائیں گے جن کا جاننا ان کے لئے ضروری ہے ابتدائے عمر ہی میں بچوں کو دینی آداب و شعائر سے رغبت بھی بڑھے گی اور ان کے اندر ذمہ دار شہری بننے کا جذبہ بیدار کیا جا سکے گا۔ توقع ہے کہ ٹی وی کے ارباب اختیار ہماری اس عرضداشت پر ضرور غور کریں گے۔

انسانی حقوق کی خلاف ورزی

بلغاریہ نے مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر رکھا ہے اس سلسلے میں ابھی تک کوئی ایسے آثار دکھائی نہیں دیتے کہ وہ اپنی اس روش سے باز آ جائیگا۔ ان حالات میں مسلم ممالک کا فرض ہے کہ وہ مل کر اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے اپنے ترک بھائیوں کے ساتھ مل کر کوئی ایسا لائحہ عمل طے کریں کہ بلغاریہ ترکی سے مذاکرات کے لئے تیار ہو جائے۔

بچوں کا صفحہ

حفیظ الرحمان شیخ - ایم اے ایجوکیشن

ہمارے مسیحا

پیارے بچو! ہمارے امام حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کے آباؤ اجداد کا پیشہ زمینداری تھا مگر حضرت مرزا صاحب کو زمینداری کے کاموں سے قطعاً کوئی لگاؤ نہ تھا۔ اس کام میں اکثر مقدمات کی پیروی کرنا پڑتی تھی۔ اور جھگڑے فساد میں مبتلا ہونا پڑتا تھا حضرت مرزا صاحب کی طبیعت میں اس سے سخت بیزاری پائی جاتی تھی، اس لئے آپ کو زمینداری کے کاموں سے سخت نفرت ہو گئی یہی وجہ تھی کہ آپ کے والد حضرت مرزا غلام مرتضےٰ کی وفات کے بعد جاگیر کا سارا کام آپ کے بڑے بھائی مرزا غلام قادر مرحوم نے سنبھالا۔

حضرت صاحب نہایت خلوت پسند اور عبادت گذار تھے۔ اکثر عبادت الٰہی میں مصروف رہتے۔ دنیاداری میں آپ کے لئے کوئی کشش نہ تھی۔ آپ کو اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ہر چیز میں سادگی نظر آتی۔ اس سادگی میں ایک پرکشش حسن دکھائی دیتا۔ کائنات کی اس حسین سادگی میں آپ بڑی دلچسپی لیا کرتے تھے۔

آپ سیر کے لئے اکثر گھر سے باہر تشریف لے جایا کرتے تو کھیتوں کے کنارے ٹہلتے ٹہلتے بہت دور نکل جایا کرتے۔ دور دور تک پھیلے ہرے ہرے کھیت آپکو بہت بھلے لگتے۔ ان کھیتوں کے کناروں پر اگی ہوئی چھوٹی چھوٹی جھاڑیاں بڑا سہانا منظر پیش کرتیں۔ درختوں کی شاخوں میں پرندوں کے چہچہے کانوں کو سرور بخشتے۔ گہرے نیلے صاف شفاف آسمان میں تیرتا ہوا بادل کا کوئی آوارہ ٹکڑا بہت خوبصورت دکھائی دیتا۔ ایسے ماحول میں ہر چیز اپنی سادگی اور حسن کے باعث آپ کے لئے بے حد جاذب نظر بن جاتی اور آپ سوچنے لگتے کہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی ہر شے میں کتنا حسن ہے کتنی جاذبیت ہے کتنی اچھائی ہے۔ کتنا کمال پایا جاتا ہے مگر اس انسان کو کیا ہوا ہے؟ یہ جھوٹ بولتا ہے۔ فساد برپا کرتا ہے۔ بدیوں میں مبتلا رہتا ہے۔ اس کی زندگی کتنی گندی ہے۔ ؟ آخر ایسا کیوں ہے۔ ؟ کیا انسان اشرف المخلوقات نہیں؟ کیا کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے پیدا نہیں کی؟ کائنات کی ہر شے اپنے اندر ایک جاذب نظر سادگی اور حسن لئے ہوئے ہے۔ پھر یہ انسان اتنا گندہ کیوں ہے؟! یہ نامکمل سا کیوں لگتا ہے؟ اس میں سادگی اور حسن کیوں نظر نہیں آتا؟ غرض آپ اسی قسم کی سوچوں میں گم رہا کرتے، کائنات کی ہر شے میں آپ کو جمال الٰہی کے جلوے دکھائی دیتے مگر آپ کو انسان ان جلووں سے خالی نظر آتا تو آپ کا دل بے حد آزردہ ہو جاتا۔ اور آپ کی طبیعت میں یہ آرزو تڑپنے لگتی کہ کسی طرح انسانوں میں بھی جمال الٰہی کا نور چمکنے لگے۔ یہ بھی سادہ اور حسین ہو جائے اور کائنات میں یوں دکھائی دینے لگے جیسے ستاروں کے جھرمٹ میں چودھویں کا چاند ہوتا ہے مگر یہ تکمیل انسانیت کیسے ہو؟ یہ سوال ہمیشہ آپ کے پیش نظر رہتا۔ اور آپ اس کا حل سوچنے میں محو رہتے انہی سوچوں میں ہر وقت محو رہنے کی وجہ سے آپ کی طبیعت میں استغراق کا اضافہ ہو گیا۔ آپ کو خلوت اور گوشہ گزینی سے محبت ہو گئی۔ آپ کہا کرتے تھے کہ

"اگر خدا مجھے اختیار دے کہ خلوت اور جلوت میں تو کس کو پسند کرتا ہے تو اس پاک ذات کی قسم ہے کہ میں خلوت اختیار کروں۔ جو لذت مجھے خلوت میں آتی ہے اس سے خدا کے سوا اور کون واقف ہے؟"

آپ کی خلوت گزینی محض اس لئے تھی کہ بنی نوع انسان میں تکمیل انسانیت کیسے ہو؟ آپ گھر سے باہر بیٹھتے یا سیر کو جاتے یا لوگوں سے بات چیت کر رہے ہوتے جس حال میں بھی ہوتے بس ایک ہی سوچ ذہن میں سمائی رہتی۔

آپ اسی غور و فکر میں ڈوبے رہتے، پھر ایک دن آپ کو کشف ہوا کہ دنیا کی ہر شے میں سادگی اور پرکشش حسن اس لئے پایا جاتا ہے کہ وہ سب اطاعت الٰہی میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ ان کا تعلق اپنے خالق سے قائم ہے۔ انسان اس لئے ناپسندیدہ دکھائی دیتا ہے کہ خدا کا نافرمان ہے اور اس سے دوری اختیار کئے ہوئے ہے۔

اب آپ کو یہ فکر دامنگیر ہوئی کہ انسانوں کا اپنے خالق سے تعلق کیسے قائم ہو؟ لوگوں کو خدا کی فرمانبرداری اور اطاعت کے نیچے کیسے لایا جائے۔

ان حالات میں اللہ تعالےٰ نے آپ کی فطرت میں زہد اور عبادت کے جذبات کو اور ترقی دی۔ آپ تقویٰ اور پرہیزگاری میں اس قدر آگے بڑھ گئے کہ آپ کو قرب الٰہی حاصل ہو گیا۔ ایک روز آپ کو خداوند کریم کی طرف سے اشارہ ہوا کہ،

"خدا تیرے اس فعل سے راضی ہوا۔ وہ تجھے بہت برکت دے گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے وہ تجھے قبول کریگا اور تیری سچائی کو زور آور حملوں سے ساری دنیا پر ثابت کر دے گا۔ تو وہی ہے کہ جسے وقت پر اصلاح خلق کے لئے بھیجا گیا ہے۔"

اس روحانی اشارے کے پاتے ہی آپ کا دل بے پناہ عزم ویقین سے بھر گیا۔ آپ کو احساس ہوا کہ انسانوں کی اصلاح کا کام آپ ہی نے کرنا ہے اللہ سے انسان کے ٹوٹے ہوئے رشتے کو آپ ہی نے جوڑنا ہے۔ توحید باری تعالےٰ کا عقیدہ لوگوں کے دلوں سے محو ہو چکا ہے اور وہ طرح طرح کے شرکوں میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ ان کے دل غفلتوں کے شکار ہیں اور دنیا کی طلب نے ان کی اخلاقی حالت کو بگاڑ دیا ہے۔ آپ نے انہیں خرابی کے ان گڑھوں سے نکالنا ہے۔

اپنے والد کی وفات کے بعد سے آپ اپنے آپ کو تنہا محسوس کرنے لگے تھے۔ آپ کو خیال گذرتا کہ لوگوں کی اصلاح کا کام آپ سے کیونکر ہو سکے گا؟ آپ اس فکر میں ہر وقت پریشان رہنے لگے۔ آپ کی اس حالت سے آپ پر منکشف ہوا کہ الیس اللّٰہ بکاف عبدہ۔ کیا اللہ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں ہے؟ اس سے آپ کے دل کو یک گونہ اطمینان حاصل ہو گیا اور آپ نے اصلاح خلق کے کام کو ہر قیمت پر انجام دینے کا مصمم ارادہ کر لیا۔

آپ بھی لکھیے۔

پیغام صلح قارئین کرام کی دلچسپی کے لئے چند نئے سلسلوں کا آغاز کر رہا ہے۔ آپ بھی لکھیے۔ ہم آپ کی تحریروں کو مناسب جگہ دیں گے۔ مضمون صاف خوشخط اور کاغذ کے ایک طرف تحریر فرمائیں۔ درج ذیل نئے سلسلوں کا آغاز کیا جا رہا ہے (۱) خواتین کا صفحہ، (۲) طلبہ وطالبات کا صفحہ (۳) سلسلہ وار فیچر (۴) آپ کی رائے (جماعت کی تعمیر ترقی کے بارے میں تجاویز)

جماعت کے اہل قلم حضرات خصوصاً خواتین اور طلبہ وطالبات سے التماس ہے کہ جماعت کے متعلق مضامین۔ تاریخ اسلام۔ معاشی اور سماجی مضامین کے علاوہ بچوں کے لئے اصلاحی کہانیاں وغیرہ تحریر فرما کر اپنے اخبار کو مزید دلچسپ بنانے میں ہماری مدد فرمائیں۔

راہِ وفا کے مسافر

ڈاکٹر پروفیسر شیخ محمد عبداللہ مرحوم

ان کی ابتدائی تعلیم لائل پور میں ہوئی۔ شروع ہی سے ان کو سائنس سے خاص رغبت تھی۔ میٹرک میں بھی انہوں نے عربی کے علاوہ سائنس کا اختیاری مضمون لیا ہوا تھا۔ اس زمانہ میں جہاں بھی لائل پور میں کوئی مذہبی جلسہ ہوتا اس میں شامل ہوا کرتے تھے۔ ان کے والد مرحوم اہل حدیث خیالات کے تھے اور مولوی ابراہیم مرحوم سیالکوٹی کے مداح تھے دوسری طرف ان کے تینوں ماموں صاحبان پیر جماعت علی شاہ صاحب علی پور کے خاص الخاص مرید تھے اس کے برعکس ان کے خالو جان حافظ غلام رسول صاحب حضرت بانی سلسلہ کے ساتھیوں میں اول بیعت کنندگان میں سے تھے۔ یہ وہ ماحول تھا جس میں ان کی پرورش ہوئی تھی

پروفیسر صاحب نے دسویں جماعت کے بعد فورمین کرسچین کالج لاہور کی ایف ایس سی کلاس میں داخلہ لیا۔ ایف ایس سی کے امتحان میں جو ۱۹۱۹ء میں ہوا صوبہ بھر میں اول رہے اور گولڈ میڈل حاصل کیا۔ وظیفہ ملنے پر انہوں نے ایم ایس سی کیمسٹری میں داخلہ لیا۔ شروع سے ہی بہت محنتی تھے۔ انہیں فورمین کرسچین کالج میں ڈیمانسٹریٹر کی ملازمت بھی مل گئی: اور اس طرح پر وہ گویا اپنے تعلیمی اخراجات سے مستغنی ہو گئے۔ فورمین کرسچین کالج میں پروفیسر ڈاکٹر BONADE اور ڈاکٹر SPEAKS کے وہ خاص شاگرد رشید تھے۔ یہ دونوں صاحبان اس وقت کے مشہور پروفیسر اور ساتھ ہی زبردست عیسائی مشنری بھی تھے۔

آپ زمانہ طالب علمی سے ہی نیکی تقوے اور اخلاص کا بہترین نمونہ ہے۔ اور اسی وقت سے ان کا رجحان احمدیت کی طرف شروع ہوا جس کی بڑی وجہ ڈاکٹر شیخ محمد یوسف صاحب مرحوم سے ان کا تعلق تھا۔ یہ دونوں خالہ زاد بھائی لاہور میں اکٹھے رہا کرتے تھے اور چونکہ ڈاکٹر صاحب نہایت ہی متدین نیک اور پاک بزرگ حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی کے فرزند تھے۔ اور ان میں احمدیت کی روح کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

جب احمدیہ انجمن لاہور نے ہوسٹل جاری کیا تو آپ اس میں اقامت پذیر ہو گئے۔ اسوقت ہوسٹل دیال سنگھ کالج لاہور کے قریب واقع تھا

اس زمانہ میں وہ احمدیہ بلڈنگس میں حضرت مولانا صدرالدین مرحوم کے درسوں میں شامل ہوا کرتے تھے اور حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی صاحب کے درس اور خطبات سے بھی مستفید ہوا کرتے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ احمدیہ بلڈنگس اپنے عروج پر تھی اور جامع میں کافی رونق نمازوں میں بھی ہوا کرتی تھی۔ امیر مرحوم حضرت مولانا محمد علی احمدیہ بلڈنگس میں رہائش پذیر تھے حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ مرحوم اور ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ مرحوم بھی یہیں پر رہائش پذیر تھے۔ اور جناب بابو منظور الٰہی صاحب اور حضرت شیخ رحمت اللہ بھی وہاں کی مجالس کی زینت ہوا کرتے تھے۔

ان سب بزرگ ہستیوں کی صحبت کا یہ اثر ہوا کہ ایم ایس سی کرنے سے پیشتر ہی آپ نے بیعت کر لی۔ ایم ایس سی کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد سرکاری ملازمت (انڈسٹری ڈیپارٹمنٹ) میں بطور سرویر ملازم ہو گئے اور اس طرح پر کچھ عرصہ کے لئے لاہور سے ان کا تعلق کم ہو گیا۔

غالباً ان کا دل اس ملازمت سے جس کی وجہ سے انہیں احمدیہ بلڈنگس سے دور ہونا پڑا مطمئن نہ تھا اس لئے جب ۱۹۲۲ء میں اسلامیہ کالج میں پروفیسری کی جگہ خالی ہوئی تو حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم کی کوششوں سے اور اپنی قابلیت کی بنا پر وہ اس آسامی پر تعینات ہو گئے۔

بس پھر کیا تھا ان پر دینی رنگ چڑھتا گیا اور وہ احمدیہ انجمن کے کاموں میں زیادہ سے زیادہ دلچسپی لینے لگے۔ پروفیسر صاحب نے بیعت کر لینے کے بعد اپنا دینی شغف اور زیادہ کر دیا اور سلسلہ کی کتب اور خاص طور پر حضرت صاحب کی کتب کو بغور دیکھا اور ان سے بہت متاثر ہوئے۔

آخر یہ اثر اتنا بڑھا کہ کالج کی پروفیسری کو بھی چھوڑ دیا اور ۱۹۲۶ء میں احمدیہ انجمن لاہور کی ملازمت اختیار کر لی، موجودہ زمانہ میں شاید اس کو کوئی اہمیت نہ دی جائے گی مگر اس زمانہ میں جبکہ اعلےٰ تعلیم یافتہ شخص خاص طور پر سائنس کے تعلیم یافتہ شخص خال خال تھے ان کا یہ قدم اٹھانا ان کی پختگی محبت و ایمان پر دلالت کرتا ہے

آپ حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم کے قرب سے مستفید ہونے کے لئے موسم گرما میں اپنی بیگم صاحبہ کے ساتھ ڈلہوزی چلے جاتے تھے آپ حضرت امیر مرحوم سے قرآن اور حدیث پڑھا کرتے تھے اور اپنی دینی تعلیم کو پورا کرنے کے لئے ہر وقت کوشاں رہتے تھے۔ دو مہینے مولانا مرحوم کے قرب میں رہتے اکٹھے سیر کو جاتے تھے اور سیر میں دینی مسائل پر گفتگو ہوا کرتی تھی اور اس طرح پر مرحوم نے اپنی دینی تعلیم کی توسیع میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا۔ اس کے علاوہ جماعت کی دو قابل ترین ہستیوں یعنی مولانا احمد مرحوم اور مولانا عبدالستار مرحوم سے انہوں نے حدیث پڑھی اسی طرح پر یہ مجاہد اسلام اپنی دنیوی تعلیم سے فارغ ہوتے ہی نہیں بلکہ اسی دوران میں اپنی دینی تعلیم کو بھی پورا کرتا گیا۔

مرحوم جب اسلامیہ کالج میں پروفیسر تھے تو کچھ عرصہ کے ماسوا مہینہ مسلم ہوسٹل کے سپرنٹنڈنٹ رہے اسی مسلم ہوسٹل میں مشہور کشمیری لیڈر شیخ محمد عبداللہ سابق وزیر اعظم مقبوضہ کشمیر بھی رہا کرتے تھے۔

آپ ۱۹۲۸ء میں تبلیغ دین کے لئے برلن چلے گئے وہاں انہوں نے ۱۹۳۲ء تک قیام کیا اور اس دوران تبلیغی خدمات کے علاوہ برلن یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری کیمسٹری میں حاصل کی۔ اسی دوران میں ایک آسٹریلین نواب بیرن عمر ارنفلز ان کے ہاتھ پر دین میں شامل ہو چکے تھے جو ۱۹۳۲ء میں برلن سے ان کی واپسی پر ان کے ساتھ آئے۔ یہ نومسلم ۱۹۳۲ء میں احمدیہ انجمن کے جلسہ سالانہ میں شریک ہوئے۔ بیرن عمر صاحب ایک اعلےٰ پایہ کے مفکر اور علم کے بین الاقوامی ماہر ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی بعض جرمن مرد اور خواتین آپ کے ہاتھ پر دین حقہ میں شامل ہوئے۔

۱۹۳۴ء میں دوبارہ برلن چلے گئے۔ اور اپنی زندگی خدمت دین کے لئے وقف کر دی۔ برلن سے ایک رسالہ مسلمش ریویو جاری کیا۔ برلن مسلم مشن اور مسلمش ریویو کو ان کے ذریعہ بہت فروغ حاصل ہوا اور اس وقت کی جرمن حکومت میں انہیں خاص قدر و منزلت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا حالانکہ حکومت برطانیہ کے ساتھ جس کی وہ رعیت تھے جرمن حکومت کی کھلی دشمنی تھی مگر دین کی بے لوث خدمت ایمانداری دیانتداری اور بلند اخلاق کی وجہ سے جرمن حکومت بھی ان سے بالکل تعرض نہ کرتی تھی۔

۱۹۳۷ء میں وہ پھر وطن آئے اور شروع ۱۹۳۸ء میں فریضہ حج ادا کرتے ہوئے تیسری مرتبہ پھر برلن پہنچے ۱۹۳۹ء میں جب دوسری عالمگیر جنگ شروع ہوئی تو وہ ڈنمارک میں تھے۔ اس وقت بہت مصیبت پیش آئی دوران جنگ میں ان کا برلن میں رہنا مشکل تھا۔ اور برلن مسجد اور برلن مشن کا انتظام بھی ضروری تھا۔ اسوقت اللہ تعالےٰ نے اپنی قدرت کا ایک کرشمہ دکھایا۔ وہ دوران جنگ میں برلن پہنچے اور مشن اور مسجد کا انتظام ایک جرمن نومسلمہ خاتون آمینہ موسلر کے سپرد کر کے انکی سے ہوتے ہوئے پھر مراجعت فرمائے وطن ہوئے اور نومبر ۱۹۳۹ء میں لاہور پہنچ گئے۔

دوران جنگ آپ لاہور احمدیہ انجمن کے جنرل سیکرٹری کے عہدہ پر کام کرتے رہے اور جو بھی شخص اس عرصہ میں ان سے ملا وہ ان کی پرہیزگاری اور تقوے کا قائل ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اس وقت انجمن کی مالی حالت اچھی نہ تھی۔ کارکنوں کی تنخواہیں کئی کئی ماہ کی رہتی تھیں اور بھی کئی انتظامی خرابیاں تھیں جن کو انہوں نے اپنی قابلیت، محنت اور فراست سے نہایت عمدگی سے سلجھایا اور اپنے پاس سے روپیہ خرچ کر کے کارکنوں کی تنخواہیں اور دیگر بلوں کی بروقت ادائیگی کا انتظام کیا جس سے انجمن کی عزت اور وقار بہت بلند ہو گیا۔

(بقیہ صفحہ ۱۵ پر ملاحظہ فرمائیں)

سوانح حیات حضرت شیخ میاں محمد صاحب مرحوم

حضرت شیخ میاں محمد مرحوم و مغفور کی سوانح حیات (مردِ حق) کا کام آخری مراحل میں ہے۔ جیسا کہ احباب سے پہلے بھی گذارش کی گئی ہے اس سلسلہ میں مفید معلومات تصاویر اور روایات کے بھجوانے پر احباب کی مساعی قابل ستائش ہوں گی۔ جلد توجہ کرنے پر ایسے رشحات کو شامل کتاب کیا جا سکے گا۔

محمد صالح نور
دارالسلام ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور ۱۶

ایک واقعہ ـ ایک ایمان افروز دلیل

حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ انبیاء میں سے سب سے زیادہ اذیت کا ان کو (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کو سامنا کرنا پڑا اسی طرح علیہ وسلم کے غلام کو چودہویں صدی کے مجدد اعظم کی خلعت سے نوازا۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو حضور سرور کائنات اور آقائے دوجہاں صلے اللہ علیہ وسلم سے جو عشق تھا اس کا تقاضا بھی یہی تھا۔ حضرت مرزا صاحب کی زندگی کا مرکز اور محور یہ تھا:

"از بہر تو میرم از برائے تو زیم"

آپ پر کیا کیا مظالم کئے گئے اور کس کس طرح ستایا گیا، اور کس جگرداری اور پامردی سے حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ نے ان مظالم کو برداشت کیا ان کا حساب اس حقیر کے مقالے میں مشکل ہے۔

پھولوں کو گنا کب کسی نے
زخموں کا حساب کون کرے

میں یہاں صرف ایک واقعہ سپرد قرطاس کروں گا کیونکہ یہ اب تک کسی وجہ سے تحریر میں نہیں آیا۔

حضرت مرزا صاحب کے رشتے میں ایک بھائی مرزا نظام الدین تھے۔ وہ اپنے وقت میں رئیس شہر متصور ہوتے تھے۔ ابتداء میں ان کی اولاد نرینہ کوئی نہ تھی۔ ایک نواسہ تھا جن کا نام مرزا ارشد بیگ تھا اس نواسے سے مرزا نظام الدین کو بہت پیار تھا۔ (بعد میں ان کے ہاں لڑکا بھی ہوا اس کا نام مرزا گل محمد تھا۔ خدا نے اس کو حضرت مرزا صاحب بانی سلسلہ احمدیہ کے دامن سے وابستہ ہونے کی توفیق عطا فرمائی)

قادیان کے پرانے لوگ جانتے ہیں کہ مرزا ارشد بیگ صاحب بڑے بذلہ سنج، حاضر جواب اور بزم آراء انسان تھے۔ مرزا ارشد بیگ سنایا کرتے تھے کہ ان کے نانا ان کی تربیت شہزادوں کی طرح کیا کرتے تھے انہوں نے یہ بھی ذکر کیا کہ ان کے نانا حضرت مرزا صاحب کے بڑے دشمن تھے اور اذیت ناکیوں میں انہوں نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ حتیٰ کہ [illegible]
خیال ہے اور ان سے عرض کی کہ وہ کوئی واقعہ سنائیں اس پر مرزا ارشد بیگ صاحب نے فرمایا کہ جب وہ ذرا بڑے ہوئے تو ان کے نانا نے گھوڑے پر سواری کی تربیت دینی شروع کی۔ اس کے لئے ایک اعلےٰ نسل کا گھوڑا تھا۔

قادیان اور بسراواں گاؤں کے درمیان ایک میدان تھا۔ (بسراواں قادیان کے مشرق میں ایک سکھوں کا گاؤں تھا) وہاں ان کے نانا خود ان کے گھوڑے کی سواری کی تربیت دیا کرتے تھے۔ اور اکثر اس مشق کے دوران حضرت مرزا صاحب اس ویرانے کی وسعتوں سے شام سے پہلے جلوہ افروز ہوتے اور ان کے بغل میں مصلیٰ ہوا کرتا تھا جب وہ ابھی ذرا دور ہی ہوتے تو بقول مرزا ارشد بیگ صاحب مرزا صاحب کے راستہ سے ہٹ جاتے
گھوڑا بھی ساتھ لے جاتے اور خاموش ادب کے انداز میں کھڑے رہتے جب حضرت مرزا صاحب وہاں سے گذر جاتے تو مرزا نظام الدین پھر ان کی مشق شروع کر دیتے۔

مرزا ارشد بیگ صاحب نے ذکر کیا کہ وہ اس نوجوانی کی حالت میں بھی بڑے تیز و طرار تھے وہ یہ نظارہ دیکھتے رہے اور قادیان میں نانا کی ستم رانیاں بھی دیکھا کرتے تھے۔ ایک دن جب حضرت مرزا صاحب پھر اس وقت گذرے جب ان کے نانا ان کو گھوڑے کی سواری کی مشق کرا رہے تھے تو ان کے نانا پھر حضرت مرزا صاحب کے راستہ سے احتراماً ہٹ گئے اور بقول مرزا ارشد بیگ صاحب اس وقت تک باادب کھڑے رہے جب تک حضرت مرزا صاحب نظروں سے اوجھل نہ ہو گئے۔ مرزا ارشد بیگ صاحب نے سنایا کہ انہوں نے حیران ہو کر اپنے نانا سے پوچھا کہ آپ قادیان میں تو مرزا صاحب کو نماز بھی آرام سے پڑھنے نہیں دیتے اور آپ کہتے تھے کہ آپ انہیں ختم کر کے دم لیں گے اور یہاں ویرانے میں آپ دبک کر الگ ہو جاتے ہیں اور راستہ تک چھوڑ جاتے ہیں۔ کیا یہاں آپ ان پر بازی نہیں لے جا سکتے۔ مرزا ارشد بیگ صاحب نے بتایا کہ ان کے نانا نے ان کی یہ باتیں سنیں اور جواب میں کہا:

[illegible]
ہو گئے اور ان کی زندگی کے ایک پہلو کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ وہ محمدی بیگم کے بہنوئی تھے اور محمدی بیگم کی ایک بہن کی وفات کے بعد ان کی دوسری بڑی بیوہ بہن ان کے حبالۂ نکاح میں آئی کیونکہ ان کو اپنے دو بھانجوں اور ایک بھانجی سے بڑی محبت تھی اور مرحومہ بڑی نیک اور بلند اخلاق خاتون تھیں اور پکی احمدی تھیں۔ اور اپنے وقار اور خودداری کی بنا پر حضرت مرزا صاحب کے خاندان میں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھیں۔

حضرت اماں جان مرحومہ کو ان کو بڑی موانست تھی۔ اور ان کا بڑا احترام کرتی تھیں اور حضرت اماں جان کو بھی ان سے خاص ہمدردی کا تعلق تھا۔

یہ عرض کر دینا بے ربط نہ ہو گا کہ محمدی بیگم صاحبہ کے ایک صاحبزادے مرزا محمد اسحاق صاحب بھی سلسلہ احمدیہ میں شامل ہو گئے۔

اس واقعہ کے ذکر سے امید ہے کہ حضرت مرزا صاحب بانی سلسلہ احمدیہ کا ذکر زبان سے دلوں تک جا پہنچے گا کیونکہ مرور زمانہ سے حالت ہوتی جا رہی ہے:

نام خدا ہماری زبانوں پہ چڑھ گیا
اتنا کہ اس کی یاد دلوں سے اتر گئی

ـــــــ ❖ ـــــــ

اگر آپ نے ابھی تک اخبار کا چندہ ارسال نہیں کیا تو جلد از جلد بھجوانے کا انتظام کریں۔

وزیر اعظم کا انٹرویو

وزیر اعظم محترمہ بے نظیر بھٹو نے بھارتی ٹیلیویژن کو دیے گئے ایک خصوصی انٹرویو میں پاک بھارت تعلقات کی راہ میں حائل رکاوٹوں اور مشکلات کا تفصیل تذکرہ کرتے ہوئے سیاچن، مسئلہ کشمیر و دہشت گردی اور سری لنکا میں بھارتی افواج کی موجودگی ایسے مسائل پر اپنی حکومت کی پالیسیوں کی بڑے حقیقت افروز انداز میں وضاحت کی ہے اور کہا ہے کہ اگر ان دیرینہ اور پیچیدہ رکاوٹوں کو عبور کر لیا جائے تو آہستہ [illegible]
مداخلت کرے اور جب سکھ انتہا پسند بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ پاکستان ان کی کوئی امداد نہیں کرتا تو پاکستان پر کیونکر یہ الزام لگایا جا سکتا ہے بلکہ اب تو اس کے برعکس یہ ہو رہا ہے کہ غیر قانونی طور پر بھارتی دہشت گرد پاکستان آ رہے ہیں جس پر حکومت پاکستان کو بجا طور پر تشویش ہے۔

مسئلہ کشمیر کے بارے میں انہوں نے واشگاف الفاظ میں کہا کہ یہ ایک متنازعہ مسئلہ ہے اور وہاں پر ہونے والی گڑبڑ میں پاکستان کا قطعی طور پر کوئی ہاتھ نہیں اور اس کی حقیقی وجہ صرف یہ ہے کہ بھارت نے ناجائز طور پر کشمیریوں کے حقوق کو غصب کر رکھا ہے اور انہیں اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق اپنے مستقبل کا خود فیصلہ کرنے کا موقع دینے سے مسلسل گریز کر رہا ہے۔

سری لنکا میں بھارتی فوج کی موجودگی پر انہوں نے اپنی گہری تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ جب سری لنکا کا سربراہ بھارتی افواج واپس بلانے کے لئے کہہ رہا ہے پھر بھارت کیوں اس سلسلے میں ٹال مٹول سے کام لے رہا ہے۔ وزیر اعظم محترمہ بے نظیر بھٹو کا یہ انٹرویو جہاں موجودہ حکومت کی پالیسیوں کا بہترین عکاس ہے وہاں وہ ان لوگوں کے خدشات کی بھی واضح الفاظ میں تردید کر رہا ہے۔ جو گاہے ماہے اس سلسلہ میں بے بنیاد افواہیں اڑاتے رہتے ہیں۔

تاریخ اسلامی کا ایک روشن باب

حضرت عمرؓ کے عظیم الشان کارنامے

رفاہ عام اور ہمدردیٔ مخلوق

مخلوق کی عام ہمدردی کے جس قدر کام حضرت عمرؓ نے کئے وہ آج بھی کسی مہذب قوم میں نظر نہیں آتے۔ ضعیفوں اور اپاہجوں کے وظائف بیت المال سے مقرر کر دیئے اور مسلم اور غیر مسلم میں کوئی فرق نہ کیا اولڈ ایج پنشن کا اصول یورپ میں آج معلوم ہوا ہے لیکن حضرت عمرؓ نے سب سے پہلے یہ کام کر کے دکھایا۔ مسافروں کے لئے موما بڑے بڑے شہروں میں مہمان خانے تعمیر کرائے۔ لاوارث بچوں کے لئے خصوصیت سے احکام جاری کئے کہ ان کی پرورش بیت المال سے کی جائے۔ قحط کے ایام میں اس قدر مستعدی سے کام کیا کہ شب و روز مخلوقِ خدا کی فکر میں اپنے آپ کو بھی بھلا دیا۔ بلکہ گوشت تک کھانا ترک کر دیا۔ شاعروں وغیرہ پر روپیہ برباد نہ کرتے تھے جب شام میں طاعون سے ہزارہا مسلمان فوت ہو گئے تو ان کے اموال اور اولاد کا انتظام کرنے کے لئے خود گئے۔ راتوں کو اکثر پھرتے اور لوگوں کے حالات کو دیکھتے تھے۔ ایک دفعہ اسی طرح پھر رہے تھے کہ ایک اعرابی کے پاس اس کے خیمہ کے باہر بیٹھ گئے باتیں کر رہے تھے کہ اندر سے رونے کی آواز آئی معلوم ہوا کہ اعرابی کی بیوی اکیلی ہے اور دردِ زہ میں مبتلا ہے۔ اسی وقت اپنی بیوی اُمِ کلثوم کو ساتھ لائے اور بچہ کی ولادت تک اُس کے پاس رہے اسی طرح ایک رات کو ایک عورت کو دیکھا کہ چولھے پر کچھ چڑھا ہوا ہے اور بچے رو رہے ہیں معلوم ہوا کہ کھانے کو کچھ نہیں۔ ہانڈی میں صرف پتھر ہیں۔ دوڑے گئے اور خود اپنی پیٹھ پر آٹا اٹھا لائے اور کھانا پکانے میں اس کو مدد دی۔

اشاعتِ اسلام اور تعلیم قرآن

گو آپ کے زمانہ میں اشاعتِ اسلام کے لئے کوئی خاص نظام قائم نہیں کیا گیا تھا اور ضروریات ملکی نے مجبور کر دیا تھا کہ اول قوم کی حفاظت کا فکر کیا جائے لیکن لڑائیوں میں بھی اس بات کو مدنظر رکھتے کہ صاحبِ علم لوگوں کو افسر مقرر کیا جائے تاکہ وہ ساتھ ساتھ اشاعتِ اسلام کا کام بھی کر سکیں۔ مسلمانوں کو حکم تھا کہ جہاں جائیں اسلام پیش کریں جس سے یہ غلط نتیجہ نکالا گیا ہے کہ وہ تلوار یا اسلام پیش کرتے تھے۔ وسعتِ سلطنت کے

البتہ یہ موقعہ نکل آتا تھا کہ ان قوموں کے سامنے اسلام پیش کیا جائے اور اس کے ساتھ مسلمانوں کا عملی نمونہ ایسا تھا کہ بے اختیار دل اسلام کی طرف کھچے چلے آتے تھے۔ عرب کے شمالی حصہ اور شام کی اکثر عرب اقوام نے جو محض عیسائیت کی بادشاہت کی وجہ سے عیسائی تھیں نئے مذہب کی خوبیوں کو دیکھ کر فوراً اسلام قبول کر لیا یہی حالت عراق کی اقوام کی تھی۔ ایران میں بھی کئی بڑے بڑے مجوسی رؤسا مسلمان ہو گئے اور ان کے ساتھ ان کی رعایا میں بھی خاص تحریک اسلام کے لئے پیدا ہو گئی۔ مصر میں بھی اسلام کثرت سے پھیلتا چلا گیا۔ ہر ایک مسلمان کی سادگی۔ اخلاص نیکی ایک واعظ کا کام دیتی تھی اور لوگ گروہ در گروہ اسلام میں داخل ہوتے تھے۔ بعض جگہ دو دو چار چار ہزار کی تعداد میں اکٹھے مسلمان ہو جاتے رہے اور اسلامی افواج میں نومسلموں کی خاص تعداد ہوتی تھی۔ فسطاط کا شہر جب آباد ہوا تو اس میں بعض محلوں کے محلے نومسلموں کے تھے اور صرف یہی نہیں تھا کہ لوگ مسلمان ہوتے ہوں بلکہ ان کی تعلیم کا انتظام بھی ساتھ کا ساتھ ہوتا تھا۔ مفتوحہ علاقوں میں معلم مقرر کر کے ان کی تنخواہیں خزانہ سرکاری سے ادا کی جاتی تھیں۔

چنانچہ حضرت عمرؓ کے خاص کارناموں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ نے معلموں کی تنخواہیں مقرر کیں اور پھر بدوؤں تک کے لئے قرآنِ کریم کی تعلیم لازمی تھی۔ اور ایک شخص کو اس کام پر مقرر کیا گیا تھا کہ وہ قبائل میں دورہ کر کے امتحان لے اور جو لوگ اس سلسلۂ تعلیم سے فائدہ نہ اٹھاتے تھے انہیں سزا دے۔ پھر بعض بڑے بڑے صحابہؓ جیسے ابوایوبؓ۔ ابو درداءؓ۔ عبادہؓ کو ملک شام میں بھیجا کہ وہاں مسلمانوں کی تعلیم قرآن کا انتظام کریں اور انہوں نے حمص۔ دمشق۔ فلسطین میں ٹھہر کر وہاں کے لوگوں کی تعلیم کا انتظام کیا۔ فوجی لوگوں کو بھی خاص طور پر ہدایات دی جاتی تھیں کہ وہ قرآن شریف سیکھیں چنانچہ یہ لوگ لڑائیاں بھی کرتے تھے اور قرآن شریف بھی پڑھتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک ایک فوج میں کئی کئی سو حافظِ قرآن شریف ہو گئے۔

نظام حکومت اور ترتیب دفاتر۔ فتوحات کے ساتھ ساتھ نظم ونسق ملکی کے کام میں بھی حضرت عمرؓ نے اپنی کمال قابلیت دکھائی۔ اگر صرف فتح کر کے ممالک کو چھوڑ دیتے تو دوسرے دن وہ ہاتھ سے نکل جاتے۔ مگر آپ کا انتظام اعلیٰ درجہ کا تھا اور مفتوح قوموں کے ساتھ سلوک ایسا اچھا تھا کہ ان علاقوں کے لوگوں میں پہلے سے زیادہ خوشحالی آ گئی۔ جوں جوں کوئی علاقہ فتح ہوتا تھا اس کے ساتھ ہی اس کے نظم ونسق کا پورا انتظام فرماتے تھے۔ ہر ملک کو صوبوں میں تقسیم کیا۔ زمینوں کی پیمائش کرائی۔ مردم شماریاں کرائیں۔ ہر قسم کے دفاتر قائم کئے۔ پولیس کا انتظام کیا۔ جیل خانے بنائے۔ فوجی چھاؤنیاں قائم کیں۔ نہریں کھدوائیں شہر بسائے۔ عدالتیں قائم کیں۔ بیت المال قائم کیا۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں ہی سنہ ہجری بھی قائم ہوا جس سے تاریخ کی حفاظت میں مدد ملی۔

حضرت عمرؓ صحیح معنوں میں خلیفۂ رسول تھے

یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اپنی عظیم الشان فتوحاتِ ملکی کے باوجود اور اعلیٰ درجہ کے نظم ونسق کی قابلیت کے باوجود حضرت عمرؓ بادشاہ نہ تھے۔ بلکہ صحیح معنوں میں رسول اللہ صلعم کے خلیفہ تھے۔ جس طرح آنحضرتؐ کی حالت میں بادشاہت نے ذرا بھر بھی فرق نہیں ڈالا۔ اسی طرح حضرت عمرؓ باوجود ایک عظیم شہنشاہ ہونے کے اور قیصر وکسریٰ کی دولت کے مالک ہونے کے اسی سادگی سے زندگی بسر کرتے تھے جس طرح رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں عسرت میں کھانا بالکل سادہ ہوتا تھا بلکہ جب قحط پڑا تو آپ نے روغن زیتون اور گوشت بھی ترک کر دیا۔ لباس میں کئی پیوند لگے ہوتے تھے۔ مال ودولت ان کی نگاہ میں ایک حقیر شئے تھی بلکہ اکثر یہ کہا کرتے تھے کہ یہ مال ودولت مسلمانوں کے لئے ابتلاء کا موجب نہ ہو جائے۔ کوئی خاص دار الامارۃ آپ نے نہیں بنوایا۔ سب کاروبار مسجد میں طے ہوتے تھے۔ وہیں مجلس شوریٰ بھی ہوتی تھی۔ وہیں فرش پر بیٹھ کر سفیروں اور دیگر معززین ایران وروم سے ملاقات بھی کر لیتے تھے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

غرض آپ کہنے کو تو شہنشاہ تھے مگر آپ نے اپنا اصل منصب خلافتِ رسول اللہ صلعم سے بڑھ کر کچھ نہیں سمجھا۔

(ختم شد)

منافق کی پہچان پر حدیثِ نبویؐ

جب بولے تو جھوٹ بولے۔ وعدہ کرے تو ایفا نہ کرے۔ اور جب اُس کے پاس کوئی چیز امانت رکھی جائے تو وہ اس میں خیانت کرے۔

بقیہ آنحضرتؐ کا آفاقی پیغام

چار مہینے حرمت والے ہیں. تین ذیقعدہ، ذوالحجہ اور محرم لگاتار ہیں اور رجب تنہا ہے۔

۱۰۔ یاد رکھو ایک دن ہم سب کو مرنا ہے اور ہم کو اس کے حضور میں حاضر ہونا ہے وہاں ہر ایک آدمی اپنے اپنے اعمال کے بارے میں جوابدہ ہوگا۔

۱۱۔ غلاموں اور عورتوں کے تم پر حقوق ہیں ان کا خاص خیال رکھو. عورتوں کے ساتھ نرمی اختیار کرو اور مہربانی سے پیش آؤ. غلاموں کو وہی کھلاؤ جو خود کھاتے ہو اور ان کو پہننے کے لئے وہی دو جو خود پہنتے ہو۔

۱۲۔ ہر کوئی اپنے اعمال کا خود جوابدہ ہے باپ بیٹے کے جرم کا اور بیٹا باپ کے جرم کا ہرگز ذمہ دار نہیں۔

۱۳۔ اگر کوئی کٹی ہوئی ناک والا حبشی تمہارا امیر ہو تو وہ تم کو اللہ اور رسول کی طرف لے کر چلے تو تم پر اس کی اطاعت لازم ہے۔

۱۴۔ لوگو! نہ تو میرے بعد کوئی نبی ہے اور نہ کوئی امت پیدا ہونے والی ہے. خوب سن لو اپنے پروردگار کی عبادت کرو نماز پنجگانہ ادا کرو سال بھر میں ایک ماہ رمضان کے روزے رکھو خانہ خدا کی زیارت کرو۔

۱۵۔ میں تم میں ایک چیز چھوڑے جا رہا ہوں اگر تم اسکو مضبوطی سے پکڑ رکھو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے وہ چیز کتاب اللہ اور سنت رسولؐ ہے۔

۱۶۔ کیا میں نے تمہیں اللہ کا پیغام پہنچا دیا؟ سب نے بیک زبان ہو کر کہا بیشک! آپؐ نے اللہ کا پیغام ہم تک پہنچا دیا؛ اس کے بعد آپؐ نے آسمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: اے اللہ تو گواہ رہنا اے اللہ تو گواہ رہنا۔

خطبہ حجۃ الوداع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر مبنی سادہ مگر جامع انداز بیان ہے اس میں نہایت سادہ انداز سے امت کو عام مسائل سے روشناس کرایا گیا ہے اس میں کوئی فلسفیانہ نکتہ چینی نہ شاعرانہ خیال آرائی ہے بلکہ دینی تعلیمات کو نہایت عام فہم اور آسان پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ خطبہ دینی تعلیمات کا نچوڑ ہے۔ اگر اس دنیا میں کامیاب معاشرہ قائم کرنا چاہتے ہیں تو اس خطبہ کے بنیادی نکات پر عمل پیرا ہونا پڑے گا۔ یہ نہایت آسان کام ہے کیونکہ اس میں رسول اللہ نے اپنی امت کو کسی مشکل اور الجھن میں نہیں ڈالا بلکہ اس پر عمل کرنے سے معاشرتی زندگی میں انقلاب آفریں تبدیلی رونما ہو سکتی ہے۔ اس خطبے میں باہمی لین دین کے معاملات سے لے کر احکام خداوندی کی پیروی تک کی تلقین کی گئی ہے۔ نماز پنجگانہ کی ادائیگی، رمضان کے روزوں کی فرضیت، حسب استطاعت ایک بار حج کی تلقین وہ احکامات ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر انسان انسانیت کی معراج تک پہنچ جاتا ہے نماز پنجگانہ کے قیام سے فرض کی ادائیگی کا احساس ہوتا ہے آدمی پاک صاف رہتا ہے رمضان کے روزے نفس کو قابو میں رکھتے ہیں خواہشات نفس پر کنٹرول انسان میں تقویٰ و پرہیزگاری کے اوصاف پیدا کرتا ہے۔

باہمی حقوق کی ادائیگی سوسائٹی میں توازن رکھتی ہے اور انسان زندگی خوش و خرم گذارتا ہے۔ معاشرتی خوشگواری پیدا ہوتی ہے اور اس ماحول میں انسان حقوق اللہ اور بندوں کے بارے میں حقوق کو بطریق احسن ادا کرتا ہے۔ غلام اور آقا کے حقوق عورت اور مرد کے حقوق، اطاعت امیر وہ سنہری باتیں ہیں جن کو جگہ دینے سے انسان کامل بن جاتا ہے۔

بقیہ: راہِ وفا کے مسافر

۱۹۴۶ء میں دوسری عالمگیر جنگ کے اختتام پر آپ کو پھر بعزم برلن انگلستان جانا پڑا لیکن اللہ تعالیٰ کو اسوقت ان سے انگلستان ہی میں کام لینا منظور تھا کیونکہ ملکی حالات کیوجہ سے انہیں ووکنگ میں ہی رکنا پڑا اور اس وقت سے تا دم مرگ ووکنگ ہی میں خدمت دین میں منہمک رہے اس دوران میں اس مردِ مجاہد نے اپنے تقوے، اخلاص، دینداری اور بے لوث خدمت سے ایک عالم پر اثر چھوڑا ہے چونکہ ۱۹۴۶ء میں حالات کچھ سازگار نہ تھے اس لئے مرحوم اپنے بیوی بچوں کو پاکستان میں ہی چھوڑ گئے اور وہ ۱۹۴۷ء میں ووکنگ گئے۔

۱۹۵۳ء میں مرحوم پاکستان آئے اور فروری ۱۹۵۴ء میں پھر واپس چلے گئے کیا معلوم تھا کہ یہ اس مردِ مجاہد اور شہید وفا کا اپنے وطن کو آخری سلام تھا جس کے بعد انہوں نے ووکنگ میں خطرناک بیماری کے باوجود خدمتِ دین کا کام کرتے ہوئے اپنی جان عزیز جان آفریں کے سپرد کر دی۔

ان کی زندگی پر نگاہ ڈالی جائے تو اس میں ایک خدائی تصرف نظر آتا ہے ایک نوجوان دوسرے نوجوانوں کی طرح اعلیٰ تعلیم حاصل کرتا ہے اس کا بوڑھا باپ ہے جو بالکل معمولی تاجر ہے. دنیا کی بے پناہ ترقیات اس کے سامنے ہیں مگر وہ ان سب پر لات مار کر ۲۰ سال کی عمر میں ہی اپنے آپ کو خدمت دین میں لگا دیتا ہے اور بالآخر اسی خدمت میں اپنی جان عزیز صرف کر دیتا اور شہادت کا مرتبہ حاصل کرتا ہے وہ ایک سچا مومن اور متقی انسان تھا. دیانت و امانت کا پتلا، محنت و مشقت کا عادی اور دین کے لئے ہر قسم کی مشکلات برداشت کرنے ہر قسم کی قربانی دینے میں سبقت کرتا تھا اللہ تعالیٰ کے حضور میں دعا ہے کہ وہ ان کے درجات کو بلند فرمائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور ہمیں بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

بقیہ: گاہے گاہے بازخواں...

"اس نے سارے تعلقات چھوڑ دیئے ہیں. میں اوروں سے کام لیتا ہوں۔ دوسرا بھائی کیسا لائق ہے مگر یہ معذور ہے"

"یہاں باپ تین باتوں کا گواہ نظر آتا ہے. اول یہ کہ بیٹے کو قرآن سے وہ عشق ہے کہ پڑھنے سے تھکتا ہی نہیں۔ دوم رات کو اس قدر عبادت کرتا ہے کہ شک ہے کہ رات کو سوتا بھی ہے یا نہیں. سوم سارے تعلقات دنیوی چھوڑ دیئے ہیں۔ اور خدا کا ہو گیا ہے۔

"باپ باپ ہی ہوتا ہے. بیٹا جوان ہو جائے مگر پدری شفقت ہر وقت جوش مارتی ہے۔ باپ سے جو کچھ ناراضگی تھی فقط اسوجہ سے تھی کہ آپ دنیداری اور مقدمات کی پیروی میں ان کے حسب منشا دلچسپی نہ لیتے تھے لیکن دل میں یہ جانتے تھے کہ بیٹا جو کچھ کر رہا ہے ٹھیک کر رہا ہے چنانچہ ایک دفعہ صاف طور پر فرمایا:

"میں صرف ترحم کے طور پر اپنے اس بیٹے کو دنیا کے امور کی طرف توجہ دلاتا ہوں ورنہ میں جانتا ہوں کہ کس طرف اس کی توجہ ہے۔ (یعنی دین کی طرف) اور سچ بات تو یہ ہے کہ ہم تو اپنی عمر ضائع کر رہے ہیں"

"گویا بیٹے کا عبادت میں انہماک اور زہد اور دنیا سے قطع تعلق شفقت پدری کو ابھارتا تھا اور باپ چاہتا تھا کہ کسی طرح دنیا کی لذات اور نعمتوں سے یہ بھی حصہ لے۔ علاوہ ازیں آپ کے مستقبل کا بھی فکر تھا چنانچہ کبھی کبھی یہ بھی نہایت رنج سے فرماتے تھے کہ

"میرے بعد اس لڑکے کا گذارہ کس طرح ہوگا؟"

"یہ سب کچھ تھا مگر ان کا ضمیر خوب محسوس کرتا تھا کہ صحیح راہ یہی ہے جس پر میرا یہ بیٹا پڑا ہوا ہے اور جس راہ پر ہم پڑے ہوئے ہیں وہ عمر کے ضائع کر دینے کے مترادف ہے بعض دفعہ کھانے کے وقت فرمایا کرتے تھے کہ:

"کسی نے اس مستیڑ کو بھی روٹی بھیجی ہے یا نہیں؟"

"(مستیڑ پنجابی لفظ ہے جس کے معنے ہیں جو شب و روز مسجد میں پڑا رہے) اللہ اللہ! اس فقرہ کے اندر کس قدر شفقت پدری اور ترحم پنہاں ہے! اور آپ کے انقطاع الی اللہ پر خود باپ کی یہ گواہی کس قدر زبردست ہے۔

"انہی ایام میں جب آپ قادیان میں نہایت زندگی بسر کر رہے تھے باوجود خلوت نشینی کے آپ کو اپنے والد صاحب کے ارشاد اور حکم کی تعمیل میں مقدمات کے لئے باہر بھی نکلنا پڑتا تھا تاہم جو وقت بھی بچتا تھا اس میں اپنے مشاغل دینیہ کے بعد تعلیم و تدریس میں بھی مضائقہ نہ فرماتے تھے۔ ایک طریقہ تعلیم تو یہ تھا کہ اپنے پاس آنیوالے بچوں کو جن میں وہ کھانا کھانے والے یتامیٰ بھی شامل تھے نماز، درود شریف اور دوسرے احکام دینی کی تعلیم دیا کرتے تھے جو ملازم پاس ہوتا اسے بھی نماز پڑھواتے اور دین سکھاتے کسی کو تکلیف ہوتی تو استغفار اور درود پڑھنے کی تلقین کرتے اور فرماتے کہ یہ رد بلا کا مؤثر نسخہ ہے۔"

اس کے بعد مصنف نے ان متعدد لوگوں کا ذکر کیا ہے جنہیں حضرت صاحب متعارف کتب بھی پڑھایا کرتے تھے ان میں دلچسپ نام بھائی کشن سنگھ جی قادیان کے مشہور لمبے کیسوں والے آریہ کا ہے جس نے آپ سے طب پڑھنے کی خواہش کی تو آپ نے رد نہیں فرمایا چنانچہ بھائی کشن سنگھ جی نے طب کے سبق شروع کر دیئے ان کا بیان ہے کہ چونکہ دروازہ عموماً بند ہوتا تھا میری آہٹ پا کر آپ دروازہ کھول دیتے اس ساری تدریس کے زمانہ میں حضرت مرزا صاحب کبھی ناراض نہ ہوتے تھے انکی خدمت میں جاتے ہوئے ہم کو ذرا بھی جھجک اور جھجک نہ ہوتا تھا ہم بے تکلف جس وقت چاہتے چلے جاتے تھے اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ نے اپنی مصروفیت یا آرام کا عذر کر کے ٹال دیا ہو غرضیکہ آپ فقط عبادت الٰہی میں ہی مصروف نہ رہا کرتے تھے بلکہ آپ کا وجود مخلوق کے لئے ایک نافع وجود تھا جو ہمیشہ دوسروں کے کام آتا اور مخلوق کو فیض پہنچاتا رہتا تھا" (باقی آئندہ)

بقیہ: اظہارِ خیال

ہم رنگ ہے جیکی وفات یا اسکے زمانی قائمقام کی وفات کے بعد جب ہزار مہینہ جو بشری عمر کے دور کو قریب الاختتام کرنیوالا اور اس فی حواس کے فوداش کی خبر دینے والا ہے گذر جاتا ہے تو یہ رات اپنا رنگ جمانے لگتی ہے تب آسمانی کارروائی سے ایک یا کئی مصلح کی پوشیدہ طور پر تخم ریزی ہو جاتی ہے جو نئی صدی کے سر پر ظاہر ہونے کے لئے اندر ہی اندر تیار ہوتے ہیں۔" (فتح اسلام صـ ۳۹)

www.aaiil.org

ایڈیٹر کے نام

مکرمی مدیر صاحب پیغام صلح :

ایک عرصہ سے جماعت کے افراد سے جو معلومات کا تسلسل منقطع ہو رہا تھا اسے آپ نے جس خوبی سے پیغام صلح کے ذریعہ پورا کیا ہے اس پر آپ یقیناً قابل مبارکباد ہیں۔ اس امر سے تو انکار نہیں کیا جا سکتا کہ بعض قانونی پابندیوں کے باعث مضامین میں وہ رنگ پیدا نہیں ہو رہا اور بعض موضوعات ابھی باقی ہیں جن کی تشنگی ہر قاری کو محسوس ہوتی ہے تاہم ایک رابطہ کی صورت پیدا ہو گئی ہے جو لوگ جماعت احمدیہ کے نام سے الرجک ہیں ان کی بھی بعض مجبوریاں ہیں اور وہ نہیں چاہتے کہ آپ اپنے عقائد کو دلائل اور براہین کے ذریعہ پیش کر کے کسی قسم کا نفوذ عوام الناس میں حاصل کر سکیں۔ مگر ماموروں کی جماعت کے ساتھ اس قسم کی دشواریاں کوئی نئی بات نہیں ہے۔ اس راہ میں بہت مشکل مقام آتے ہیں ؎

انہی پتھروں پہ چل کر اگر آ سکو تو آؤ
مرے گھر کی راہ گذر میں کوئی کہکشاں نہیں ہے

محترمہ آنسہ ناہدہ بشیر نے جس خوبی سے اپنے قسطوار مضمون "احمدیہ تحریک کا تاریخی جائزہ۔" کو پیش کیا ہے۔ وہ احمدیت کی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے بہت روح افزا ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ عوام الناس کی اکثریت احمدیت اور قادیانیت میں فرق کرنے میں ہمیشہ ناکام رہی ہے۔ قادیانیت جسے اب ہم ربوائیت بھی کہہ سکتے ہیں احمدیت کا ایک بگڑا ہوا تصور ہے ان کے بیشتر خیالات و عقائد کا حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے خیالات سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ بالکل ایسے ہی جیسے موجودہ عیسائیت کا حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام کی تعلیم سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ جیسے عیسائی حضرت مسیح ابن مریم کو خدا اور خدا کا بیٹا مانتے ہیں اور ان کا نوّے فیصدی حصہ یہی اعتقاد رکھتا ہے بالکل اسی طرح حضرت بانی سلسلہ احمدیہ سے اپنے تعلق کا اظہار کرنے والوں کی اکثریت بانی سلسلہ احمدیہ کے عقائد اور خیالات اور دعاوی کے برعکس انہیں مقام نبوت پر فائز سمجھتے ہیں۔ جو سراسر ایک بہتان ہے۔ مگر لوگ اس عقیدہ کو صحیح سمجھتے ہیں جو اکثریت کا ہے خواہ وہ غلط ہی کیوں نہ ہو۔ وقت کی یہ سب سے بڑی ضرورت ہے کہ آپ پیغام صلح کے ذریعہ احمدیت اور قادیانیت میں فرق واضح کریں تاکہ اس تحریک سے دلچسپی رکھنے والوں پر یہ واضح ہو جائے کہ فیصلہ اکثریت کی بناء پر نہیں بلکہ حقائق کی بناء پر ہونا چاہیئے اور لوگ اس امر کو ماننے پر مجبور ہو جائیں کہ بانی سلسلہ احمدیہ کے صحیح عقائد وہی ہیں جو احمدیوں کے ہیں اور جن کی واحد نمائندہ انجمن احمدیہ لاہور ہے۔ نہ کہ بگڑے ہوئے عقائد رکھنے والا گروہ جو قادیانی یا ربوائی کہلاتا ہے۔

میرا خیال ہے کہ آپ محترمہ آنسہ ناہدہ بشیر سے درخواست کریں کہ وہ مندرجہ ذیل امور پر بھی لکھیں تاکہ اس فرق کو مزید واضح کیا جا سکے۔

۱۔ کفر اور اسلام
۲۔ ختم نبوت
۳۔ خلافت

اور دراصل یہ تین موضوع ہی ایسے ہیں جو جماعت قادیان (ربوہ) کو نہ صرف احمدیت سے دور لے گئے ہیں بلکہ اسلام سے بھی انہیں لاتعلق کر دیا ہے اور ان اکثریت والے غلط عقائد کے گروہ نے بلاوجہ جماعت احمدیہ لاہور کو بھی "ہم تو ڈوبے ہیں صنم تجھ کو بھی لے ڈوبیں گے۔" کے مصداق اعتراضات کا نشانہ بنا دیا ہے۔ اُمید ہے آپ توجہ فرمائیں گے اور اس سے یہ امید بھی پیدا ہوتی ہے کہ قارئین جماعت احمدیہ لاہور کو قادیانیت سے الگ کر کے سمجھ سکنے میں کامیاب ہو سکیں گے۔ والسلام (محمد صالح نور، کراچی)

مزاج شریف! جب سے پیغام صلح جاری ہوا خاکسار کے نام ایک پرچہ بذریعہ ڈاک موصول ہوا ہے یاری پورہ کے جماعتی احباب اور دیگر رفقاء عید کے چاند کی طرح اپنے پیارے اخبار کے منتظر ہوتے ہیں مشکلات ناساعد حالات میں آپ داعی دین کا فریضہ اور نصف صدی سے زائد عرصہ سے احسن طریق پر انجام دے رہا ہے دعا ہے کہ رب العالمین وہ مصائب و مشکلات اور آزمائش کی گھڑیوں کو اپنے فضل و احسان سے دور کرے اور ہم ناتواں و کمزوروں پر احسان کے طور پر اپنی حفاظت، مدد نصرت سے نوازے۔ آمین!

شمارہ ۵ یکم جون پر مدیر چوہدری ریاض احمد صاحب اور اس سے قبل پروفیسر خلیل الرحمٰن صاحب کا نام درج تھا۔ دونوں حضرات کی خدمت میں دعا و سلام پروفیسر خلیل الرحمٰن صاحب کی خیر و عافیت سے مطلع کریں۔ جملہ احباب کی خدمت میں دعا و سلام۔

ایم۔ وائی۔ تابش
جنرل سیکرٹری یاری پورہ کشمیر

JAPANESE TRANSLATION OF THE HOLY QUR'AN

قرآن مجید کے جاپانی زبان میں ترجمہ کا ایک ورق

جو جماعت ہائے احمدیہ انجمن کینیڈا۔ اور امریکہ کے اشتراک سے مکمل و طبع ہوا۔ اب اس پر نظر ثانی ہو رہی ہے۔

No. 1274

の民か人々に課が課せられることがあろうか。

第47章

マホメット

（メジナ啓示：4節、38節）

本章はマホメットまたはキタールと称され、戦争と題されている。前者は本章が聖予言者マホメットを信じる者達の状態が改善されるであろうと予告しているからである。彼等は自分達の生命の安全の為、家を逃れ、新しい家で強い敵に脅威にさらされて非常に頼りない状態であった。後者の表題は、不信仰者達が帰していく罰は、戦争という形でもたらされるかもしれないということ、その場合には、首謀者達は殺され、他の者達は囚われの身となるか、貢をされて許されるかであろうということを示しているからである。戦争はイスラームにとって二次目にもたらされる精神的覚醒への序曲なのである。

(25 x 20)

REGISTERED L. No. 8390

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس عقب وٹرنری کالج کچا رشید روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح دارالسلام احمدیہ بلڈنگس عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا

جلد ۷۲ | مؤرخہ ۱۵ اگست و یکم ستمبر ۱۹۸۹ء | شمارہ ۱۳/۱۴

پاکستان زندہ باد

مفسر قرآن حضرت مولینا محمد علیؒ اور بانی پاکستان حضرت قائد اعظم محمد علی جناحؒ

"قائد اعظم محمد علی جناحؒ بھی اس وقت سے مولاناؒ کے ملنے والوں میں سے تھے جبکہ وہ محض مسٹر جناح تھے اور کانگرس کے چوٹی کے لیڈروں میں سے تھے مگر ان ایام میں بھی اسلامی ہندستان کے بھی ایک جلیل القدر لیڈر سمجھے جاتے تھے ایک مرتبہ وہ لاہور آئے تو مولاناؒ نے ان کے احترام میں چاء پارٹی کا انتظام کیا جس میں لاہور کے سربرآوردہ مسلمان مدعو تھے۔ پارٹی اسلامیہ کالج کی گراؤنڈ میں ایک شامیانے کے نیچے ہوئی مولاناؒ نے ایک مختصر سی تقریر میں اپنی انجمن کی (دینی) خدمات کی طرف توجہ دلائی۔ ان دنوں شدھی کی تحریک زوروں پر تھی اور انجمن نے اس کے خلاف بھی بڑا کام کیا تھا مولاناؒ نے اپنے عقائد بھی بیان کئے اور بتایا کہ فرقہ بندی سے بالاتر ہو کر اشاعت (دین) میں لگ جانا ہی دراصل سلسلہ احمدیہ کی اصلیت ہے اس تقریر کا نہایت عمدہ اثر ہوا۔ بعد میں مہمان آپس میں باتیں کر رہے تھے تو جناح صاحب مولانا کو ایک طرف کر کے ان سے اس موضوع پر گفتگو کر رہے تھے میں بھی ساتھ کھڑا سن رہا تھا جناح صاحب نے انجمن کے کاموں کی تعریف کی اور متعصب (لوگوں) کی طرف سے مخالفت کا افسوس کرتے رہے گفتگو انگریزی میں تھی ایک فقرہ جس سے مولانا سے بے تکلفی ٹپکتی تھی اب تک میرے کانوں میں گونجتا ہے۔ عام (لوگوں) کے ساتھ جماعت احمدیہ کے تعلقات کے سلسلے میں کہنے لگے:

" Look here Muhammad Ali! you should also be tactful. Don't be aggressive in your preachings".

بہت مدت بعد جب قائد اعظم محمد علی جناحؒ نے مسلمانان ہند کے مطالبہ پاکستان کی قیادت ہاتھ میں لی تو وہ مولاناؒ کی دعوت پر ان کی کوٹھی واقع مسلم ٹاؤن میں ایک چاء پارٹی پر تشریف لائے۔ انجمن کے ممبروں کو بھی مولانا نے مدعو کیا تھا۔ قائد اعظم نے ایک مختصر سی تقریر کی جس میں آپ نے انجمن کی خدمات کو سراہتے ہوئے ایک واقعہ بیان کیا جو انجمن کے اخبار لائٹ سے تعلق رکھتا تھا۔ آپ نے بتایا کہ ایک گفتگو کے دوران میں وائسرائے لارڈ لنلتھگو نے مجھ سے کہا کہ تمہارے اس تازہ بیان نے کہ ڈیموکریسی ہندوستان کے لئے موزوں نہیں ہے ملک میں ہیجان پیدا کر دیا ہے آپ کی یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی کہ آپ کس طرح ایسے اچھے نظام کی مخالفت کرتے ہیں۔ قائد اعظمؒ نے بیان کیا کہ میں نے وائسرائے کو کہا کہ میں آپ کو ایک اخبار بھیجوں گا پہلے وہ آپ پڑھ لیں چنانچہ میں نے لائٹ کا وہ پرچہ جس میں اس موضوع پر مضمون تھا کہ پارلیمانی جمہوریت ہندوستان کے لئے موزوں نہیں ہے وائسرائے کو بھیج دیا۔ انہوں نے اگلے ہی دن مجھے وہ اپنے نوٹ کے ساتھ واپس بھیجا اور لکھا کہ اب آپ کی پوزیشن مجھے سمجھ آ گئی ہے جو کچھ آپ کہتے ہیں وہ حق بجانب ہے یہ واقعہ بیان کر کے قائد اعظم نے کہا کہ آپ کی انجمن بہت اعلیٰ کام کر رہی ہے آپ کا "لائٹ" میرے پاس آتا ہے میں ایک سیاسی آدمی ہوں اور سیاسی مضامین کے لئے یہ اخبار پڑھتا ہوں مگر اس کے ساتھ ہی مذہبی مضامین بھی پڑھتا ہوں اور اس کی باقاعدہ فائل رکھتا ہوں۔ آپ نے کہا کہ میرے پاس بیرونی ممالک سے بھی اسلام کے متعلق خطوط آتے ہیں باہر کے لوگ سمجھتے ہیں کہ چونکہ میں مسلمانوں کا لیڈر ہوں اس لئے اسلام کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے مجھے لکھتے ہیں میں ایسے خطوط مناسب جواب کے لئے آپ کی انجمن کے پاس بھیج دیتا ہوں۔" (کتاب مجاہد کبیر صفحہ ۳۸۸ و ۳۸۹)

"۱۹۴۶ء میں برطانوی کابینہ مشن ہندوستان کو خود مختاری دینے کے سوال پر غور کرنے کے لئے آیا۔ میں کراچی میں تھا وہاں وزیر ہند اور دوسرے برطانوی وزراء نے کراچی کے گورنر سے بات چیت میں صاف ظاہر کر دیا کہ پاکستان کا مطالبہ کبھی نہ مانا جائے گا۔ یہ بات مجھ تک پہنچی تو میں نے حضرت مولانا کو ڈلہوزی خط لکھا کہ ہندو اور انگریز دونوں پاکستان کے مخالف ہیں اور سوائے خدا کی درگاہ کے اور کہیں سے امید نہیں آپ نے مجھے جواب لکھا کہ "مجھے بشارت ملی ہے کہ "پاکستان زندہ باد" اس لئے اگرچہ بظاہر ہر طرف مایوسی ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ آسمان پر فیصلہ ہو چکا ہے کہ پاکستان انشاء اللہ بنے گا۔ میں اس امر کے لئے جناب الٰہی میں دعا کرتا رہوں گا۔"

سو اس کیبنٹ مشن نے ایک قسم کا متحد ہندوستان ہی رکھا اور مسلم لیگ نے اسے مان کر مرکزی حکومت اور مرکزی اسمبلی میں شامل بھی ہو گئی تھی مگر کانگرس اور ہندوؤں کے روڑا اٹکانے کی وجہ سے وہ سکیم نہ چلی اور بالآخر اگلے سال اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پاکستان بن گیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک"

جناب نصیر احمد فاروقی، سابق چیف الیکشن کمشنر، پاکستان

احمدیہ انجمن لاہور کی طرف سے ہدیۂ تبریک

بہ تقریب سعید قیام پاکستان

اعلان قیام پاکستان کے اگلے روز یعنی ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو پیغام صلح کا ایک خوبصورت بالتصویر پاکستان نمبر شائع ہوا جس کے سرورق پر حضرت قائداعظم محمد علی جناح رح کی تصویر تھی۔ مفسر قرآن حضرت مولانا محمد علی رح نے قیام پاکستان کی اس تقریب سعید کے موقعہ پر جو ہدیہ تبریک پیش کیا وہ اس خصوصی اشاعت میں درج تھا جسے ہم دوبارہ نذر قارئین کرتے ہیں۔ (ادارہ)

۱۔ میں سب سے پہلے قائداعظم مسٹر محمد علی جناح کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں جنہوں نے خدا پر بھروسہ اور دن رات کی انتھک کوششوں سے، جن کے عزم اور استقلال سے، جن کی دوربینی سے، جن کی بےنفسی سے، جن کی زبردست قوت مقابلہ سے، جن کی وسعت قلبی سے، آج مسلمانوں کو اللہ تعالےٰ نے اس عظیم الشان نعمت سے متمتع کیا کہ انہیں ہندوستان کے ایک حصہ پر حکومت عطا فرمائی۔ اے خدا تو اس مرد خدا کی عمر اور صحت میں برکت دے اور اسے اور ہم سب کو یہ توفیق عطا فرما کہ ہم تیری اس نعمت کو لئے ہوئے تیرے شکر گذار بندے بنیں اور ہمارے سر عاجزی سے تیرے در پر جھکے رہیں مسلمان دوسروں پر حکومت کریں تو خدا کے عاجز بندے بن کر کریں۔

۲۔ میں ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں ان سب مسلمانوں کی خدمت میں، ان کے عوام اور رؤسا کی خدمت میں، جن کی قربانیوں سے پاکستان بنا۔ بالخصوص ان عوام کی خدمت میں جن کی قربانیوں میں کسی قسم کی اغراض نفسانی کی ملاوٹ نہ تھی جو قربانیاں کرنے میں آگے تھے اور ان سے فائدہ اٹھانے میں پیچھے ہوں گے۔ ان میں سب سے بڑی قربانی وہ ہے جس نے مسلمان قوم کے اندر اتحاد پیدا کیا اور ان سب سے اس دعا کی درخواست کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ مسلمانوں کے اس اتحاد کو ہمیشہ کے لئے قائم رکھے اور اس میں اور ترقی دے ربنا لا تجعل فی قلوبنا غلاً للذین امنوا۔ ہمارے دلوں میں کلمہ گوؤں کے ساتھ کسی قسم کا حسد اور کینہ باقی نہ رہے اور ان مسلمان بھائیوں کو بھی جو ابھی تک اتحاد میں شامل نہیں ہوئے یہ سمجھ عطا فرما کہ ان کی قوت کا راز اتحاد میں ہے اور ٹکڑے ٹکڑے بن کر ان میں سے آج کسی کو عزت بھی مل جائے تو کل کو وہ سب ذلیل ہوں گے خود وہ بھی ذلیل ہوگا۔

۳۔ میں ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں ان غیر معلوم مسلمانوں کی خدمت میں جن کی راتوں کی دعائیں اور بارگاہ الٰہی میں گریہ وزاری اللہ تعالےٰ کی اس نعمت اور نصرت کو لانے کا ذریعہ بنی ہے اور جن کی کوششوں سے خدا کا نور دنیا میں پھیل رہا ہے۔

۴۔ بالآخر میں دعائے مغفرت و ترقی درجات کرتا ہوں ان بزرگوں کے لئے جنہوں نے اس ملک میں تبلیغ اسلام کا وہ بیج بویا جس کا پھل آج ہم پاکستان کے رنگ میں کھا رہے ہیں۔ اگر ان بزرگوں نے یہ بنیاد نہ رکھی ہوتی تو آج نہ صرف پاکستان ہی ہمارے وہم میں نہ آسکتا تھا بلکہ ہم میں سے کروڑہا انسان شرک اور بت پرستی کی ظلمت میں مبتلا ہوتے۔ اور درخواست کرتا ہوں کہ مسلمان بھائی یہ دعا کریں کہ خدا ہمیں ان بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے جن کے سینوں میں یہ تڑپ تھی کہ وہ اس زمین کو خدا کے نور سے روشن کر دیں اور خدا کا آخری پیغام قرآن تمام لوگوں تک پہنچا دیں تاکہ ہم آنیوالی نسلوں کے لئے وہی ورثہ چھوڑیں جو ہمارے بزرگوں نے ہمارے لئے چھوڑا جسطرح آج ان کی محنت اور قربانیوں کی بدولت ہم پاکستان بنا رہے ہیں ہماری محنت اور قربانیوں کی بنیاد پر وہ سارے ہندوستان کو ہی نہیں ساری دنیا کو ایسا پاکستان بنا دیں جس میں بندوں کا تعلق اپنے خدا سے قائم ہو اور ان کے دلوں میں ایک دوسرے پر رحم ہو مسلمان پر بھی اور غیر مسلم پر بھی۔ اور ظلم و فساد دنیا سے مٹ کر ساری نسل انسانی ایک کنبہ کی طرح رہے۔

۵۔ اور بالآخر یہ دعا کرتا ہوں کہ اے خدا تو نے اگر ہمیں حکومت دی ہے تو خدمت خلق کی تڑپ بھی عطا فرما اور ہمیں ان لوگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما جنہوں نے بادشاہ ہو کر فقیرانہ زندگیاں بسر کیں اور اپنے آپ کو اپنی رعایا کا حاکم نہیں ان کا خادم سمجھا اور ان کی خدمت کے لئے ادنیٰ سے ادنیٰ کام میں اپنی عزت سمجھیں تو اس اسلامی حکومت کو ایک ایسا نمونہ بنا جس سے دنیا کی دوسری حکومتیں عدل و انصاف کا، رواداری کا، دیانت اور امانت کا، مخلوق خدا کی خدمت کا سبق سیکھیں۔ تو اس کے عمال کو بڑے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے کو یہ توفیق عطا فرما کہ ان کے سر تیرے احکام پر جھکے رہیں اور ان کے دل مخلوق خدا پر رحم سے بھرے رہیں۔

محمد علی

امیر جماعت احمدیہ، لاہور

۱۳ رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ

پندرہ روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مؤرخہ ۱۵ راگست ۱۹۸۹ء

اپنے قارئینِ کرام سے

پیغام صلح کا یہ پرچہ پاکستان نمبر کی صورت میں پیش کیا جارہا ہے حقیقت یہ ہے کہ چند دنوں پہلے تک خود عملہ ادارت کو بھی اس کا کوئی خیال نہ تھا کہ پاکستان نمبر کے نام سے ایک خاص جاذبیت اور ایک غیر معمولی حجم میں شائع کرنا ہوگا۔

جب سے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بارے میں ہدایات موصول ہوئیں ان کی تعمیل اسی دن سے شروع کر دی گئی۔ ادارے کی دن رات کی مسلسل اور لگاتار کوششوں کا یہ نتیجہ ہے کہ آج ہم اپنے قارئین کے سامنے یہ ہدیہ پیش کر رہے ہیں جو اگرچہ پاکستان ایسی عظیم الشان مملکت کے شایان شان نہیں تاہم وقت کی قلت اور دیگر موانع کے پیش نظر جو اس کی تیاری میں پیش آئے یہ کہنا بے جا نہیں کہ جو کچھ پیش کیا جا رہا ہے وہ اپنی حیثیت اور شان کے لحاظ سے کچھ کم وقعت نہیں رکھتا۔ اخبارات خاص نمبروں کی تیاری مہینوں پہلے شروع کر دیتے ہیں جبکہ پیغام صلح کے عملہ ادارت کو صرف دو ہفتوں میں وہ سب کچھ کرنا پڑا جو انہیں مہینوں میں کرنا پڑتا ہے۔ ایسی حالت میں جو بھی نقائص اس میں رہ گئے ہوں وہ قابل درگذر اور لائق معافی ہیں۔

اس سلسلہ میں ہمیں اپنے نہایت محترم بزرگ جناب فتح محمد صاحب سینئر ایڈووکیٹ گجرات کا بھی شکریہ ادا کرنا ہے جنہوں نے اس پرچہ کی تیاری میں نہ صرف اپنے مفید مشوروں سے نوازا بلکہ عملاً مسودہ کی ایک ایک سطر اور ایک ایک حرف کو قانونی پہلوؤں سے جانچا پرکھا اور انتخاب مضامین میں اپنے قیمتی اوقات کی قربانی دی۔ ساتھ ہی ان بزرگوں اور دوستوں کے بھی ہم تہہ دل سے شکر گذار ہیں جنہوں نے نہایت تنگی وقت میں اپنے مضامین لکھ کر دیئے جو اس پرچہ میں شامل ہیں اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے اور پاکستان کے استحکام و بقا کے لئے جن پاکیزہ خواہشات کا اظہار کیا انہیں بارآور فرمائے اور ان احباب سے بھی دلی طور پر معذرت خواہ ہیں جنہوں نے اس خاص نمبر کے لئے اپنے نہایت فاضلانہ اور قیمتی رشحات قلم مرحمت فرمائے مگر قانونی تقاضوں کے تحت وہ اشاعت پذیر نہ ہو سکے ہمیں اس پر نہایت دکھ و افسوس ہے۔ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ ہماری مشکلات دور فرمائے پاکستان ۱۴ راگست ۱۹۴۷ء کو بنا اور ۱۵ راگست ۱۹۴۷ء کو اخبار پیغام صلح کا پاکستان نمبر شائع ہوا۔ یہ فخر اور خوش قسمتی جماعت احمدیہ لاہور کے حصہ میں ہی آئی کہ قیام پاکستان کے اگلے دن ہی ایک خوبصورت اور ضخیم نمبر نکالا۔ اس ماہ کے اس عشرے میں کسی ادارے، کسی انجمن اور کسی جماعت و تنظیم کو یہ توفیق میسر نہیں آئی۔ موجودہ شمارے کی ترتیب و تدوین میں اس خصوصی نمبر سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

آخر میں لیکن سب سے بڑھ کر شکریہ کے مستحق حضرت امیر ایدہ اللہ اور وہ بزرگ ہیں جو اس نمبر کی اشاعت کے محرک ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی دعاؤں اور دینی تڑپ کو قبول فرمائے جس چیز کی خواہش ان کے دلوں میں آج سے چند دن پہلے پیدا ہوئی وہ آج ان کے اور تمام قارئین کرام کے سامنے اس ہدیہ مختصر کی شکل میں پیش ہے۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف۔

قیامِ پاکستان :

۱۴ راگست ۱۹۴۷ء وہ مبارک دن ہے جب برصغیر ہند کے مسلمانوں کو آزادی نصیب ہوئی پاکستان ایک خواب تھا جو مسلم لیگ اور اس کے راہنماؤں نے دیکھا اور لاہور کے جلسہ مسلم لیگ منعقدہ ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء میں بیان کیا اس وقت اس خواب کے سننے والوں نے اسے صرف خواب ہی سمجھا اور شاید ہی کم لوگ تھے جو اسے ایک حقیقت سمجھ کر اس کی عملی تصویر دیکھنے کے امیدوار تھے اور تو اور خود حضرت قائد اعظم محمد علی جناحؒ کو بھی یہ امید نہ ہو سکتی تھی کہ یہ خواب صرف سات سال کے عرصہ میں دولت خداداد پاکستان کی شکل میں پورا ہو کر مسلمانوں کی سربلندی کا موجب ہوگا۔

پاکستان بن گیا دنیا نے شاید اس قسم کے مناظر بہت کم دیکھے ہوں گے کہ اس قدر مخالفانہ عناصر کے ہوتے ہوئے جیسا کہ قیام پاکستان کی راہ میں انگریزوں اور ہندوؤں اور دوسرے مخالف مسلمان طبقہ کے وجود میں موجود تھے، ایک قطرہ خون بہائے بغیر ایسی عظیم الشان مملکت کا قیام عمل میں آیا اور دوہری تہری غلامیوں سے بیک وقت نجات دلائی اور آج اس کی عمر بیالیس سال ہو رہی ہے۔ پاکستان کا قیام ایک محیر العقول واقعہ ہے اس عرصہ میں اس نے ملک و ملت کے مختلف النوع، سیاسی، سماجی، اقتصادی، صوبائی، علاقائی، لسانی، قومی، مذہبی اور معاشرتی وغیرہ بڑے بحرانوں کو دیکھا۔ اندر اور باہر کے ناخوشگوار حالات کا سامنا ہوا۔ اور یہ عمل تاحال جاری ہے بیالیس سالہ دور کے ان ناساعد حالات و واقعات نے اس مملکت کو مختلف النوع ممکن اور یقینی ترقیات سے کہیں پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ اس کی وجوہات ہر عاقل و بینا شخص کی سمجھ میں آتی ہیں۔

چنانچہ مملکت پاکستان آج جن حالات میں سے گذر رہی ہے ان کو دیکھ کر حیرت اور افسوس ہوتا ہے کہ وہ قوم جس کو اخوت اور اتحاد و اتفاق کا وہ نیک دیا گیا تھا جس پر کاربند ہو کر اس نے صدہا سال تک اپنی عظمت کا سکہ بٹھائے رکھا۔ آج نہ صرف ملکی و سیاسی اختلافات بلکہ مذہبی فرقہ بندیوں اور تشتت و افتراق کی شکار ہو کر طرح طرح کے مصائب اور دکھوں میں گھری ہوئی ہے۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ پاکستانیوں کو باہمی اتحاد و اتفاق کی توفیق عطا فرمائے کہ صرف اسی ایک ذریعہ سے وہ اپنی زندگی کو قائم رکھ سکتے اور دوسروں سے اپنی طاقت اور غلبہ منوا سکتے ہیں اتحاد بہت بڑی دولت ہے۔ مسلمانوں کی تاریخ اس پر شاہد ہے کہ جب تک وہ اخوت و اتحاد کی دولت سے سرفراز رہے دنیا کی بڑی بڑی سلطنتیں ان کی شوکت و عظمت کے سامنے جھکی رہیں لیکن جونہی اس نعمت سے انہوں نے منہ موڑا۔ ذلت و نکبت اور مصائب و مشکلات ان کے گلے کا ہار ہو گئیں۔ اور آج بھی اگر وہ پھر اخوت و اتحاد کو شاہراہ زندگی بنا کر ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ لیں تو دنیا خود بخود ان کے آگے جھکے گی اور روس یا امریکہ یا کسی بھی سپر پاور کا کوئی خوف انہیں دامنگیر نہ ہوگا۔ قرآن کریم نے جس خلافت یا سلطنت کا وعدہ مسلمانوں کے ساتھ کیا ہے اس کے دو بڑے نشان بتائے ہیں۔ - - - - - - - -

- - - - - - - -

- - - - - اسلامی سلطنت کا خاصہ یہ ہے کہ اس سے دین کو تمکنت اور استواری حاصل ہو اور خوف سے امن کی حالت پیدا ہو جائے۔ کاش پاکستانی باہم مل کر ایسا ماحول بنا سکیں کہ یہ دونوں باتیں ان میں پیدا ہو جائیں اور وہ صحیح معنوں میں اسلامی سلطنت یا خلافت اسلامیہ کے مالک ہوں۔

جیسا کہ ہم نے پہلے عرض کی تھی کہ پاکستانی قوم اس وقت آزمائش و ابتلا کے جس دور سے گذر رہی ہے اور جو ہولناک مصائب اس پر وارد ہو رہے ہیں ان کے پیش نظر اس بات کی ضرورت تھی کہ اس کے اندر اصلاح نفس کی کوئی تحریک پیدا ہوتی اور لوگوں کے سر خدا تعالیٰ کے آگے جھک جاتے، ایسے حالات جب کبھی قوموں پر آئے اور ان کے فسق و فجور اور گناہوں کی سزا عذاب الٰہی بن کر ان پر وارد ہوئی تو توبہ و استغفار اور اصلاح اعمال ہی ایک چیز تھی جس نے انہیں ہلاکت سے بچایا اور عذاب کو دور کیا یہی خدا تعالیٰ کا ائل قانون ہے۔

- - - - - - - - - -

- - - - - - - - - -

مصائب اور شدائد دنیا پر اس لئے آتے ہیں کہ لوگ خدا کی طرف رجوع کریں۔

لیکن ایک طرف یہ مصائب و شدائد اور عذاب الٰہی ہے جو یہاں آ رہا ہے اور دوسری طرف پاکستان کا وہ مفہوم ہے جو اس بات کا متقاضی ہے کہ اس میں بسنے والے گناہوں اور فسق و فجور سے پاک ہوں۔ ان دونوں باتوں کے ہوتے ہوئے بھی لوگوں کی توجہ عام طور پر ترک معاصی اور رجوع الی اللہ کی طرف نہیں ہوئی بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گناہوں کا سیلاب اور فسق و فجور کا دریا پاکستان بنتے ہی طغیانی پر آ گیا اور مصائب و عذاب کی شدت کے ساتھ ساتھ اس کی طغیانی بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ حاکم و محکوم (الا ماشاء اللہ) سب اپنے اپنے رنگ میں اس طغیانی کی رو کے ساتھ بہتے رہے ہیں اور ذرا نہیں سوچتے۔ پاکستان جیسی نعمت سے سرفراز کر کے جو تازیانہ اللہ تعالیٰ نے چلایا ہے اس کا کیا منشاء ہے اور ہمیں اس آفت سے فائدہ اٹھانے اور عذاب الٰہی سے بچنے کے لئے کیا طریق اختیار کرنا چاہیئے۔

ایک مقامی معاصر نے انہی حالات کو دیکھ کر بالکل صحیح لکھا تھا کہ:

"غلط فہمی صرف لفظ پاکستان کے معنے

سمجھنے میں ہوتی ہے ایک سچا مسلمان پاکستان کے معنے یہ سمجھتا ہے کہ اس کا وطن کفر و شرک قتل، چوری، جوئے، جھوٹ، بے حیائی بے ایمانی۔ زنا اور شراب خوری سے پاک ہو چنانچہ وہ پاکستان میں ان سب مفسدات کو دیکھ کر تعجب کرتا ہے لیکن قوم پرستی کی لعنت میں پاکستان کے یہ معنے کبھی قسم کھانے کو بھی نہ تھے بلکہ قومی نقطۂ نظر سے پاکستان کے معنے صرف یہ ہیں کہ وطن کی سرزمین مسلمانوں کے سیاسی اور کاروباری حریفوں سے خالی ہو جائے دفاتر میں مسلمانوں کا راستہ روکنے کے لئے کوئی ہندو اور سکھ یا غیر مسلم وغیرہ باقی نہ رہے بازار اور مارکیٹ میں مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے غیر مسلم بنیئے اور سیٹھ موجود نہ ہوں اور ٹھیکے لینے کے لئے مسلمان کے مقابلہ میں کوئی غیر مسلم بولی دینے والا نہ ہو۔ چنانچہ جو پاکستان بنا ہے اسی معنی میں بنا ہے اور جس طرح دفاتر اور بازاروں میں تنہا مسلمان ہی مسلمان قابض ہیں اسی طرح اب گناہ خانوں میں صرف مسلمان ہی باقی رہ گئے ہیں یکایک یہاں چور، جواری، سودخور، جیب کترے سب مسلمان ہی مسلمان ہیں کسی کافر کو ان میں سے کوئی بھی شرف حاصل نہ ہو سکے گا۔

کیا یہ حالات اس قابل ہیں کہ کوئی شریف اور غیرت مند پاکستانی اپنی گردن اونچی اٹھا سکے؟ کیا یہ پاکستان میں دین کی کھلی رسوائی نہیں؟ ڈر ہے کہ اگر یہی حالات رہے تو عذاب الٰہی کوئی شدت کا رنگ اختیار نہ کرلے۔ دین تو بہرحال زندہ رہے گا۔ موجودہ مسلمان اگر اس کے اہل نہ رہے اگر انہوں نے اپنی زندگیاں دین کے سانچہ میں نہ ڈھالیں اور فسق و فجور سے تائب نہ ہوئے تو ڈر ہے کہ مستبدل قوما غیرکم کا نقشہ خدا نہ دکھائے ضرورت ہے کہ کوئی خدا کے بندے اصلاح کے لئے کھڑے ہو جائیں۔ اور قوم کو نیکی اور بھلائی کے رستہ کی طرف لانے کی کوشش کریں۔

احمدی جماعت پر یہ ذمہ داری سب سے بڑھ کر ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے امام کے ذریعہ سے ایمان و عمل صالح کی نعمت سے نوازا ہے

اس لئے ضرورت ہے کہ ہمارے تمام دوست اصلاح خلق کو اپنا ضروری فرض سمجھ لیں اور ہر قسم کے دکھ اٹھا کر اور گالیاں سن کر نیکی اور خیرخواہی کی کوشش کریں۔ انہیں تاریخ اسلام کے وہ واقعات یاد دلائیں جو صحابہؓ اور بزرگان دین کے عملی نمونوں اور کفار کے بالمقابل ان کے رویہ اور طریق عمل کی یادگار ہیں اور موجودہ عذاب سے نکلنے کے لئے توبہ و استغفار کی انہیں ہدایت کریں۔

ہم پر مذہب کے بارے میں گفتگو اور اس سے متعلق بات چیت کے معاملات وغیرہ پر پابندیاں عائد ہیں تاہم اصلاح قلب و نظر کی خاطر اور تطہیر معاشرہ کے لئے مذہب کے موضوع سے الگ بھی اور اقدامات ہیں جن کے ذریعہ سے اصلاح و فلاح کی راہیں سوچی جا سکتی ہیں۔ تحریک پاکستان، مطالبہ پاکستان، قیام پاکستان کے بارے میں جماعت احمدیہ لاہور کا ایک خاص تعمیری کردار ہے۔ پھر استحکام پاکستان اور خدمات پاکستان کے باب بھی اس جماعت کی جدوجہد اور قربانیوں کے اظہار و بیان کے بغیر مکمل نہیں ہوتے۔ ضرورت ہے کہ ہم من حیث الجماعت پاکستان اور پاکستانیوں کی فلاح و بہبود اور تحفظ و سلامتی کے لئے اپنا بھرپور کردار ادا کرتے رہیں۔

ایک تاریک پہلو

اس کے ساتھ ہی ایک تاریک پہلو بھی ہے جو اس ملک کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے کا موجب ہو سکتا ہے حضرت قائداعظمؒ نے قیام پاکستان کے بعد اپنی ایک تقریر میں فرمایا تھا:

"پاکستان امیروں، سرمایہ داروں، جاگیرداروں اور نوابوں کی لوٹ کھسوٹ کے لئے نہیں بنایا گیا، پاکستان غریبوں کی قربانیوں سے بنا ہے اور اس پر غریبوں ہی کو حکومت کا حق ہے پاکستان میں ہر شخص کا معیار زندگی اتنا بلند کر دیا جائے گا کہ غریب اور امیر میں کوئی تفاوت باقی نہ رہے گا"

کیا قائداعظمؒ کا یہ ارشاد گذشتہ سالوں میں کبھی عملی صورت اختیار کر سکا؟ امیروں، جاگیرداروں نوابوں اور سرمایہ داروں کی لوٹ کھسوٹ کا جو نقشہ آج دیکھنے میں آ رہا ہے وہ اس قدر افسوسناک ہے کہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ ہر شخص جس کے قبضہ میں دولت ہے اور وہ اس کے ذریعہ سے لوگوں کی رائے کو خرید سکتا ہے اس بات کا متمنی ہے کہ حکومت اور اقتدار کی کرسی اسے حاصل ہو جائے اور اس سلسلہ میں برسراقتدار طبقہ کو ہٹانے کے لئے جو جوڑ توڑ کئے جاتے ہیں وہ کسی مخلص محب وطن کا کام نہیں ہو سکتا۔

یہ ایک پہلو ہے اور ابھی مختلف رنگوں میں لوٹ گھسوٹ کا جو میدان گرم ہے، رشوت ستانی، سمگلنگ اشیائے خوردنی میں ملاوٹ، اشیائے صرف کی گرانی، بات بات پر قتل و غارت کا سماں جو دیکھنے میں آتا ہے وہ پاکستان کو برعکس نہند نام زنگی کافور کا مصداق بنا رہا ہے کاش اس صورت حال کا کوئی بندوبست ہو سکے تو یہ ایک بہت بڑا کام ہوگا۔

تیرہ سو سال پہلے کی تاریخ

۱۴راگست ۱۹۴۷ء کو لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے بحیثیت وائسرائے ہند مملکت پاکستان کے اختیارات حضرت قائداعظم محمد علی جناح رحؒ کو سونپتے وقت جو تقریر کی اس میں کہا کہ:

"میں آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ آج سے تین صدی قبل جب ایسٹ انڈیا کمپنی کو اس ملک میں اجازت نامہ ملا اس وقت یہاں کے تخت پر آپ کی قوم کا مشہور بادشاہ اکبر جلوہ افروز تھا جس کے عہد حکومت کی سیاسی اور مذہبی رواداری کی نظیر نہ پہلے تھی نہ بعد کو ہوئی اس مثال سے میرا ایمانداری سے خیال ہے کہ حکام کی نسلوں کی نسلیں متاثر ہوئی ہیں انگریزوں اور ہندوستانیوں کو پوری طرح اس کے نقش قدم پر چلنا نصیب نہ ہوا تاہم میری یہی تمنا اور دعا ہے کہ دنیا اپنی فلاح و بہبود کی خاطر اس تاجدار اعظم کے اصولوں کی پیروی کرے"

لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی اس تقریر کے جواب میں حضرت قائداعظم رحؒ نے کیا خوب فرمایا:

"اکبر کی رواداری اور کچھ اور نئی نہیں اس کی تاریخ تو تیرہ سو سال قبل سے ہے جبکہ ہمارے پیغمبر صلعم نے اپنے مفتوح مسیحیوں اور یہودیوں کے ساتھ رواداری اور حسن معاشرت کو صرف لفظی بول کر نہیں بلکہ عملاً ثابت کر کے بھی دکھایا مسلم قوم کی ساری تاریخ معدلت، انسانیت و حسن کردار کی مثالوں سے بھری پڑی ہے"

یہ الفاظ اس قابل ہیں کہ ہر ایک کے کانوں تک پہنچائے جائیں اور صرف لفظی بول کر یا لکھ کر نہیں بلکہ عملاً ثابت کر کے رواداری اور حسن معاشرت کا وہ سلوک کیا جائے جو تیرہ سو سال پہلے کی اسلامی تاریخ کو پھر زندہ کر دے۔ خدا کرے ایسا ہو۔

بقیہ خطبہ

از صفحہ نمبر ۱

اور محمد رسول اللہ صلعم کی زبردست شخصیت کو جس کے برابر دنیا کی کوئی دوسری شخصیت نہیں اپنے ہمسائیوں کے سامنے پیش کریں۔ ان کی زبانوں میں قرآن کے ترجمے کر کے اور محمد رسول اللہ صلعم کی سیرت کے ترجمے کر کے۔ کہیں کہ یہ ہے اسلام کی اصل تعلیم۔

انصار اللہ بن کر دین کو نوازو — دنیا کی عزت حاصل کرو

انصار اللہ کا مقام بہت بلند ہے جو شخص اپنے مال کو اور اپنی طاقت کو خدا کا پیغام دنیا تک پہنچانے میں لگا دیتا ہے وہ خدا کا نصیر بن جاتا ہے۔ خدا کا مددگار ہو جاتا ہے ارادہ الٰہی کی تکمیل میں معاون ہو جاتا ہے۔ مگر کیا مسلمانوں میں وہ آدمی ہیں جو دیوانوں کی طرح خدا کے پیغام کو لے کر دنیا میں نکل جائیں محمد رسول اللہ صلعم کے اصحاب کا مقام تو بہت بلند ہے حضرت عیسیٰ کے حواریوں ..... کی طرح ہی وہی جنون اپنے اندر پیدا کریں اور ایک جوڑا کپڑوں کا پہن کر اور خدا کی دی ہوئی سب سے بڑی دولت قرآن کو ساتھ لے کر دنیا میں نکل جائیں۔ آج مسلمانوں کے دلوں میں کیوں یہ جذبہ پیدا نہیں ہوتا کہ وہ انصار اللہ بن جائیں، کیوں یہ جذبہ پیدا نہیں ہوتا کہ وہ اپنے سلف کے نقش قدم پر چلیں، کیوں اس طرف ان کا خیال نہیں جاتا کہ وہ قرآن کو دنیا میں پھیلانے کے جذبہ کو اپنے دل میں سب سے بلند مقام دے کر محمد رسول اللہ صلعم سے نسبت پیدا کریں وہ دنیا کی دولت اور دنیا کی عزت پر مر رہے ہیں اور وہ بھی ان کو نہیں ملتی وہ کیوں دین کی دولت اور عزت پر مرنے کا تہیہ نہیں کر لیتے تو انہیں دنیا کی عزت بھی مل جائے گی اور دین کی عزت بھی مل جائے گی۔

اخبارات کا چندہ ارسال کرنے میں دیر نہیں ہونی چاہیئے کیونکہ یہ ہر دو اخبارات آپکے اپنے اخبار ہیں

افادات : حضرت بانی سلسلہ احمدیہ

اقتباسات از پیغام صلح

پیغام صلح وہ پیغام ہے جو ہندوستان کے دو بڑے مذاہب یعنی ہندو ازم اور اسلام میں مصالحت کرانے کے لئے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اپنی زندگی کے آخری دو تین دنوں میں لکھا اور جو اعلیٰ طبقہ کے ہندو مسلمانوں کے ایک عظیم الشان جلسہ میں بتحریک عمائدین اہل اسلام لاہور بمقام پنجاب یونیورسٹی ہال بصدارت آنریبل رائے بہادر پرتول چند دچیٹر جی ایم اے جج چیف کورٹ پنجاب، خواجہ کمال الدین وکیل چیف کورٹ پنجاب نے ۲۱ جون ۱۹۰۸ء کو پڑھا۔

"اے میرے قادر خدا اے میرے پیارے رہنما تو ہمیں وہ راہ دکھا جس سے تجھے پاتے ہیں اہل صدق و صفا۔ اور ہمیں ان راہوں سے بچا جن کا مدعا صرف شہوات ہیں یا کینہ یا بغض یا دنیا کی حرص و ہوا۔ اما بعد اے ساعین ہم سب کیا مسلمان اور کیا ہندو باوجود صدہا اختلافات کے اس خدا پر ایمان لانے میں شریک ہیں جو دنیا کا خالق اور مالک ہے، اور ایسا ہی ہم سب انسان کے نام میں بھی شراکت رکھتے ہیں یعنی ہم سب انسان کہلاتے ہیں اور ایسا ہی بباعث ایک ہی ملک کے باشندہ ہونے کے ایک دوسرے کے پڑوسی ہیں۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ صفائے سینہ اور نیک نیتی کے ساتھ ایک دوسرے کے رفیق بن جائیں اور دین و دنیا کی مشکلات میں ایک دوسرے کی ہمدردی کریں۔"

"دوستو!! یقیناً سمجھو کہ اگر ہم دونوں قوموں میں سے کوئی قوم خدا کے اخلاق کی عزت نہیں کریگی اور اس کے پاک خلقوں کے برخلاف اپنا چال چلن بنائے گی تو وہ قوم جلد ہلاک ہو جائیگی اور نہ صرف اپنے تئیں بلکہ اپنی ذریت کو بھی تباہی میں ڈالیگی جب سے کہ دنیا پیدا ہوئی ہے تمام ملکوں کے راستباز یہ گواہی دیتے آئے ہیں کہ خدا کے اخلاق کا پیرو ہونا انسانی بقاء کے لئے ایک آب حیات ہے۔ اور انسانوں کی جسمانی اور روحانی زندگی اسی امر سے وابستہ ہے کہ وہ خدا کے تمام مقدس اخلاق کی پیروی کرے جو سلامتی کا چشمہ ہیں۔"

"سو یہ بات بغیر کسی بحث کے قبول کرنے کے لائق ہے کہ وہ سچا اور کامل خدا جس پر ایمان لانا ہر ایک بندہ کا فرض ہے وہ رب العالمین ہے اور اس کی ربوبیت کسی خاص قوم تک محدود نہیں اور نہ کسی خاص زمانہ تک بلکہ وہ سب قوموں کا رب ہے اور تمام زمانوں کا رب ہے اور تمام مکانوں کا رب ہے اور تمام ملکوں کا وہی رب ہے اور تمام فیضوں کا وہی سرچشمہ ہے اور ہر ایک جسمانی اور روحانی طاقت اسی سے ہے اور اسی سے تمام موجودات پرورش پاتی ہیں اور ہر ایک وجود کا وہی سہارا ہے۔"

"خدا کا فیض عام ہے جو تمام قوموں اور تمام ملکوں اور تمام زمانوں پر محیط ہو رہا ہے یہ اس لئے ہوا کہ تا کسی قوم کو شکایت کرنے کا موقعہ نہ ملے۔ اور یہ نہ کہیں کہ خدا نے فلاں فلاں قوم پر احسان کیا مگر ہم پر نہ کیا۔ یا فلاں قوم کو اس کی طرف سے کتاب ملی تا وہ اس سے ہدایت پاویں مگر ہم کو نہ ملی۔ یا فلاں زمانہ میں وہ اپنی وحی اور الہام اور معجزات کے ساتھ ظاہر ہوا مگر ہمارے زمانہ میں مخفی رہا۔ پس اس نے عام فیض دکھلا کر ان تمام اعتراضات کو دفع کر دیا اور اپنے ایسے وسیع اخلاق دکھلائے کہ کسی قوم کو اپنے جسمانی اور روحانی فیضوں سے محروم نہیں رکھا اور نہ کسی زمانہ کو بے نصیب ٹھہرایا۔"

"پس جبکہ ہمارے خدا کے یہ اخلاق ہیں تو ہمیں مناسب ہے کہ ہم بھی انہیں اخلاق کی پیروی کریں۔

یہ بات کسی پر پوشیدہ نہیں کہ اتفاق ایک ایسی چیز ہے کہ وہ بلائیں جو کسی طرح دور نہیں ہو سکتیں اور وہ مشکلات جو کسی تدبیر سے حل نہیں ہو سکتیں وہ اتفاق سے حل ہو جاتی ہیں پس ایک عقلمند سے بعید ہے کہ اتفاق کی برکتوں سے اپنے تئیں محروم رکھے ہندو اور مسلمان اس ملک میں دو ایسی قومیں ہیں کہ یہ ایک خیال محال ہے کہ کسی وقت مثلاً ہندو جمع ہو کر مسلمانوں کو اس ملک سے باہر نکال دیں گے یا مسلمان اکٹھے ہو کر ہندوؤں کو جلاوطن کر دیں گے بلکہ اب تو ہندو مسلمانوں کا باہم چولی دامن کا ساتھ ہو رہا ہے۔ اگر ایک پر کوئی تباہی آوے تو دوسرا بھی اس میں شریک ہو جائے گا اور اگر ایک قوم دوسری قوم کو محض اپنے نفسانی تکبر اور شیخت سے حقیر کرنا چاہے گی تو وہ بھی داغ حقارت سے نہیں بچے گی اور اگر کوئی ان میں سے اپنے پڑوسی کی ہمدردی میں قاصر رہے گا تو اس کا نقصان وہ آپ بھی اٹھائے گا جو شخص تم دونوں قوموں میں سے دوسری قوم کی تباہی کی فکر میں ہے اسکی اس شخص کی مثال ہے کہ جو ایک شاخ پر بیٹھ کر اسی کو کاٹتا ہے۔ آپ لوگ بفضلہ تعالیٰ تعلیمیافتہ بھی ہو گئے اب کینوں کو چھوڑ کر محبت میں ترقی کرنا زیبا ہے اور بے مہری کو چھوڑ کر ہمدردی اختیار کرنا آپ کی عقلمندی کے مناسب حال ہے۔ دنیا کی مشکلات بھی ایک ریگستان کا سفر ہے کہ جو عین گرمی اور تمازت آفتاب کے وقت کیا جاتا ہے پس اس دشوار گذار راہ کیلئے باہمی اتفاق کے اس سرد پانی کی ضرورت ہے جو اس جلتی ہوئی آگ کو ٹھنڈی کر دے اور نیز پیاس کے وقت مرنے سے بچا دے۔"

"ایسے نازک وقت میں یہ راقم آپ کو صلح کے لئے بلاتا ہے جبکہ دونوں کو صلح کی بہت ضرورت ہے، سوائے ہموطن بھائیو! قبل اس کے کہ وہ دن آویں ہوشیار ہو جاؤ اور چاہیئے کہ ہندو مسلمان باہم صلح کر لیں اور جس قوم میں کوئی زیادتی ہے جو وہ صلح کی مانع ہو اس زیادتی کو وہ قوم چھوڑ دے ورنہ باہم عداوت کا تمام گناہ اسی قوم کی گردن پر ہوگا۔ اگر کوئی کہے کہ یہ کیونکر وقوع میں آسکتا ہے کہ صلح ہو جائے حالانکہ باہم مذہبی اختلاف صلح کے لئے ایک ایسا امر مانع ہے جو دن بدن دلوں میں پھوٹ ڈالتا جاتا ہے۔ میں اسکے جواب میں یہ کہوں گا کہ درحقیقت مذہبی اختلاف صرف اس اختلاف کا نام ہے جس کی دونوں طرف عقل اور انصاف اور امور مشہودہ پر بنا ہو ورنہ انسان کو اسی بات کے لئے تو عقل دی گئی ہے کہ وہ ایسا پہلو اختیار کرے جو عقل اور انصاف سے بعید نہ ہو اور امور محسوسہ مشہودہ کے مخالف نہ ہو اور چھوٹے چھوٹے اختلاف صلح کے مانع نہیں ہو سکتے بلکہ وہی اختلاف صلح کا مانع ہوگا جس میں کسی کے مقبول پیغمبر اور مقبول الہامی کتاب پر توہین اور تکذیب کے ساتھ حملہ کیا جائے۔"

"اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خیال (کہ ہمیشہ کے لئے اپنے ملک اور اپنے خاندان اور اپنی کتابوں کی زبان کو ہی خدا کی وحی اور الہام سے مخصوص کیا گیا ہے۔) محض تعصب اور کمی معلومات سے پیدا ہوا ہے۔ چونکہ پہلے زمانے دنیا پر ایسے گذرے ہیں کہ ایک قوم دوسری قوم کے حالات سے اور ایک ملک دوسرے ممالک کے وجود سے بکلی بے خبر تھے۔ پس ایسی غلطی سے ہر ایک قوم کو جو خدا کی طرف سے کوئی کتاب ملی یا کوئی خدا کا رسول اور نبی اس قوم میں آیا تو اس قوم نے یہی خیال کر لیا کہ جو کچھ خدا کی طرف سے ہدایت ہونی چاہیئے تھی وہ یہی ہے اور خدا کی کتاب صرف انہیں کے خاندان اور انہیں کے ملک کو دی گئی ہے اور باقی تمام اس سے بے نصیب پڑی ہے۔"

"اس خیال نے دنیا کو بہت نقصان پہنچایا۔ اور دراصل باہمی کینوں اور بغضوں کا بیج جو قوموں میں بڑھتی گئی یہی خیال تھا۔ ایک مدت تک تو ایک قوم دوسری قوم سے پردہ میں رہی اور ایک ملک دوسرے ملک سے مخفی اور مستور رہا۔ یہاں تک کہ آریہ ورت کے فاضلوں کا یہ خیال تھا کہ کوہ ہمالہ کے پرے کوئی آبادی نہیں۔ پھر جبکہ خدا نے درمیان سے پردہ اٹھا لیا اور زمین کی آبادی کے متعلق کسی قدر لوگوں کے معلومات وسیع ہو گئے تو وہ ایک ایسا زمانہ تھا کہ وہ تمام غلط خصوصیتیں جو الہامی کتابوں اور اپنے رشیوں اور رسولوں کی نسبت لوگوں نے اپنے ہی دلوں سے تراش کر اپنے عقائد میں داخل کر لی تھیں وہ ان کے دلوں میں خوب راسخ اور پتھر کے نقش کی طرح ہو گئیں اور ہر ایک قوم یہی خیال کرتی تھی کہ خدا کا صدر مقام ہمیشہ انہیں کے ملک میں رہا ہے اور چونکہ ان دنوں میں اکثر قوموں پر وحشیانہ خصلتیں غالب تھیں اور ایک پرانی رسم کے مخالف کو تلوار کے ساتھ جواب دیا جاتا تھا۔ اس لئے کس کی مجال تھی کہ ہر ایک قوم کی خود ستائی کے جوشوں کو ٹھنڈا کر کے ان کے درمیان صلح کراتا۔" گو تم

دوستو! برائے خدا یہ سوچ کر دیکھو کہ کیا یہ عقائد ایسے ہیں جن کو انسانی فطرت قبول کر سکتی ہے یا کوئی کانشنس ان کو اپنے اندر جگہ دے سکتا ہے میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ کس قسم کی عقلمندی ہے کہ ایک طرف خدا کو تمام دنیا کا خدا ماننا اور پھر اسی منہ سے یہ بھی کہنا کہ وہ تمام

دُنیا کی ربوبیت کرنے سے دستکش ہے اور صرف ایک خاص قوم اور ایک خاص ملک پر اُسکی نظر رحم ہے عقلمندو!! خود انصاف کرو کہ کیا خدا کے جسمانی قانون قدرت میں اس کی کوئی شہادت ملتی ہے۔ پھر اس کا روحانی قانون کیوں ایسی طرفداری پر مبنی ہے۔"

"اے عزیزو! قدیم تجربہ اور بار بار کی آزمائش نے اس امر کو ثابت کر دیا ہے کہ مختلف قوموں کے نبیوں اور رسولوں کو توہین سے یاد کرنا اور ان کو گالیاں دینا ایک ایسی زہر ہے کہ نہ صرف انجام کار جسم کو ہلاک کرتی ہے بلکہ رُوح کو بھی ہلاک کر کے دین اور دنیا دونوں کو تباہ کرتی ہے۔ وہ ملک آرام سے زندگی بسر نہیں کر سکتا جس کے باشندے ایک دوسرے کے رہبر دین کی عیب شماری اور ازالہ حیثیت عرفی میں مشغول ہیں اور ان قوموں میں ہرگز سچا اتفاق نہیں ہو سکتا جن میں سے ایک قوم یا دونوں ایک دوسرے کے نبی یا رشی اور اوتار کو بدی یا بدزبانی کے ساتھ یاد کرتے رہتے ہیں اپنے نبی یا پیشوا کی ہتک سن کر کس کو جوش نہیں آتا۔ خاص کر مسلمان ایک ایسی قوم ہے کہ وہ اگرچہ اپنے نبی کو خدا یا خدا کا بیٹا تو نہیں بناتی مگر آنجناب کو ان تمام برگزیدہ انسانوں سے بزرگ تر جانتے ہیں کہ جو ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے۔ پس ایک سچے مسلمان سے صلح کرنا کسی حالت میں بجز اس صورت کے ممکن نہیں کہ ان کے پاک نبی کی نسبت جب گفتگو ہو تو بجز تعظیم اور پاک الفاظ کے یاد نہ کیا جائے۔"

"اور ہم لوگ دوسری قوموں کے نبیوں کی نسبت ہرگز بدزبانی نہیں کرتے بلکہ ہم یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ جس قدر دنیا میں مختلف قوموں کے لئے نبی آئے ہیں اور کروڑہا لوگوں نے ان کو مان لیا ہے اور دنیا کے کسی ایک حصہ میں ان کی محبت اور عظمت جاگزین ہو گئی ہے اور ایک زمانہ دراز اس محبت اور اعتقاد پر گذر گیا ہے۔ تو بس یہی ایک دلیل ان کی سچائی کے لئے کافی ہے

اسی بناء پر ہم وید کو بھی خدا کی طرف سے مانتے ہیں اور اس کے رشیوں کو بزرگ اور مقدس سمجھتے ہیں۔ اگرچہ ہم دیکھتے ہیں کہ وید کی تعلیم پورے طور پر کسی فرقے کو خدا پرست نہیں بنا سکی

اور پھر جبکہ ہم باوجود ان تمام مشکلات کے خدا سے ڈر کر وید کو خدا کا کلام جانتے ہیں اور جو کچھ اس کی تعلیم میں غلطیاں ہیں وہ وید کے بھاشکاروں کی غلطیاں سمجھتے ہیں۔ تو پھر قرآن شریف جو اول سے آخر تک توحید سے بھرا ہوا ہے اور کسی جگہ اس میں سورج اور چاند وغیرہ کی پرستش کی تعلیم نہیں بلکہ صاف لفظوں میں فرمایا ہے لا تسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا للہ الذی خلقھن۔ یعنی نہ سُورج کی پرستش کرو اور نہ چاند کی اور نہ کسی اور مخلوق کی۔ اور اس کی پرستش کرو جس نے تمہیں پیدا کیا۔ علاوہ اس کے قرآن شریف خدا کے قدیم نشانوں اور تازہ نشانوں کی گواہی اپنے ساتھ رکھتا ہے اور خدا کا وجود دکھلانے کے لئے ایک آئینہ ہے کیوں وحشیانہ طور کے اس پر حملے کئے جائیں اور کیوں وہ معاملہ ہم سے نہیں کیا جاتا جو ہم آریہ صاحبوں سے کرتے ہیں اور کیوں دشمنی اور عداوت کا تخم ملک میں بویا جاتا ہے کیا اُمید کی جاتی ہے کہ اس کا نتیجہ اچھا ہو گا۔ کیا یہ نیک معاملہ ہے کہ ایک شخص جو پھول دیتا ہے اس پر پتھر پھینکا جائے اور جو دودھ پیش کرتا ہے اس پر پیشاب گرایا جائے۔"

"اگر اس قسم کی صلح تام کے لئے ہندو صاحبان اور آریہ صاحبان تیار ہوں کہ وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا سچا نبی مان لیں اور آئیندہ توہین اور تکذیب چھوڑ دیں تو میں سب سے پہلے اس اقرار نامہ پر دستخط کرنے پر تیار ہوں کہ ہم احمدی سلسلہ کے لوگ ہمیشہ وید کے مصدق ہوں گے اور وید اور اس کے رشیوں کا تعظیم اور محبت سے نام لیں گے۔ اور اگر ایسا نہ کریں گے تو ایک بڑی رقم تاوان کی جو تین لاکھ روپیہ سے کم نہیں ہو گی ہندو صاحبوں کی خدمت میں ادا کریں گے۔ اور اگر ہندو صاحبان دل سے ہمارے ساتھ صفائی کرنا چاہتے ہیں تو وہ بھی ایسا ہی اقرار لکھ کر اس پر دستخط کر دیں اور اس کا مضمون بھی یہ ہو گا کہ ہم حضرت محمد مصطفٰے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور نبوت پر ایمان لاتے ہیں اور آپ کو سچا نبی اور رسول سمجھتے ہیں اور آئیندہ آپ کو ادب اور تعظیم کے ساتھ یاد کریں گے۔ جیسا کہ ایک ماننے والے کے مناسب حال ہیں اور اگر ہم ایسا نہ کریں تو ایک بڑی رقم تاوان کی جو تین لاکھ روپیہ سے کم نہیں ہو گی احمدی سلسلہ کے پیشرو کی خدمت میں پیش کریں گے۔ یاد رہے کہ ہماری احمدی جماعت چار لاکھ سے کچھ کم نہیں ہے ایسے بڑے کام کے لئے تین لاکھ روپیہ چندہ کوئی بڑی بات نہیں ہے اور جو لوگ ہماری جماعت سے ابھی باہر ہیں در اصل وہ سب پراگندہ طبع اور پراگندہ خیال ہیں کسی ایسے لیڈر کے ماتحت وہ لوگ نہیں ہیں جو اُن کے نزدیک واجب الاطاعت ہے۔ اس لئے میں ان کی نسبت کچھ نہیں کہہ سکتا بھی تو وہ لوگ مجھے بھی کافر اور دجال قرار دیتے ہیں لیکن میں اُمید رکھتا ہوں کہ جب ہندو صاحبان میرے ساتھ ایسا معاہدہ کر لیں گے تو یہ لوگ بھی ہرگز ایسی بے جا حرکت کے مرتکب نہیں ہونگے کہ ایسی مہذب قوم کی کتاب اور رشیوں کو بُرے الفاظ سے یاد کر کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دلائیں۔ ایسی گالیاں تو درحقیقت انھیں لوگوں کی طرف منسوب کی جائیں گی جو اس حرکت کے مرتکب ہونگے اور چونکہ ایسی حرکت حیا اور شرافت کے برخلاف ہے اس لئے میں اُمید نہیں رکھتا کہ اس معاہدہ کے بعد وہ لوگ اپنی زبان کھولیں لیکن یہ ضروری ہو گا کہ معاہدہ کی تحریر کو پختہ کرنے کے لئے دونوں فریق کے دس دس ہزار سمجھ دار لوگوں کے اس پر دستخط ہوں۔

"پیارو!! صُلح جیسی کوئی بھی چیز نہیں۔ آؤ ہم اس معاہدہ کے ذریعہ سے ایک ہو جائیں اور ایک قوم بن جائیں۔ آپ دیکھتے ہیں کہ باہمی تکذیب سے کس قدر پھوٹ پڑ گئی ہے اور ملک کو کس قدر نقصان پہنچتا ہے۔ آؤ اب یہ بھی آزما لو کہ باہمی تصدیق کی کس قدر برکات ہیں بہترین طریق صلح کا یہی ہے ورنہ کسی دوسرے پہلو سے صلح کرنا ایسا ہی ہے کہ جیسا کہ ایک پھوڑے کو جو شفاف اور چمکتا ہوا نظر آتا ہے اسی حالت میں چھوڑ دیں اور اس کی ظاہری چمک پر خوش ہو جائیں حالانکہ اس کے اندر سڑی ہوئی اور بدبودار پیپ موجود ہے۔"

"مجھے اس جگہ ان باتوں کے ذکر کرنے سے کچھ غرض نہیں کہ وہ نفاق اور فساد جو ہندو اور مسلمانوں میں آجکل بڑھتا جاتا ہے اس کے وجوہ صرف مذہبی اختلافات تک محدود نہیں ہیں بلکہ دوسری اغراض اس کی وجوہ ہیں جو دنیا کی خواہشوں اور معاملات سے متعلق ہیں مثلاً ہندوؤں کو ابتداء سے یہ خواہش ہے کہ گورنمنٹ اور ملک کے معاملات میں ان کا دخل ہو یا کم سے کم یہ کہ ملک داری کے معاملات میں ان کی رائے لی جائے اور گورنمنٹ ان کی ہر ایک شکایت کو توجہ سے سنے اور بڑے بڑے گورنمنٹ کے عہدے انگریزوں کی طرح ان کو بھی ملا کریں۔ مسلمانوں سے یہ غلطی ہوئی کہ ہندوؤں کی ان کوششوں میں شریک نہ ہوئے اور خیال کیا کہ ہم تعداد میں کم ہیں اور یہ سوچا کہ ان تمام کوششوں کا اگر کچھ فائدہ ہے تو وہ ہندوؤں کے لئے ہے نہ کہ مسلمانوں کے لئے۔ اس لئے نہ شراکت سے دست کش رہے بلکہ مخالفت کر کے ہندوؤں کی کوشش کے سد راہ ہوئے جس سے رنجش بڑھ گئی۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ ان وجوہ سے بھی اصل عداوت پر حاشیے چڑھ گئے ہیں مگر میں ہرگز تسلیم نہیں کروں گا کہ اصل وجوہ یہی ہیں اور مجھے ان صاحبوں سے اتفاق رائے نہیں ہے جو کہتے ہیں کہ ہندو مسلمانوں کی باہمی عداوت اور نفاق کا باعث مذہبی تنازعات نہیں ہیں اصل تنازعات پولٹیکل ہیں

یہ بات ہر یک شخص بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ مسلمان اس بات سے کیوں ڈرتے ہیں کہ اپنے جائز حقوق کے مطالبات میں ہندوؤں کے ساتھ شامل ہو جائیں اور کیوں آج تک ان کی کانگریس کی شمولیت سے انکار کرتے رہے ہیں اور کیوں آخر کار ہندوؤں کی درستی رائے محسوس کر کے ان کے قدم پر قدم رکھا مگر الگ ہو کر اور ان کے مقابل پر ایک مسلم انجمن قائم کر دی مگر ان کی شراکت کو قبول نہ کیا۔"

"صاحبو اس کا باعث در اصل مذہب ہی ہے اس کے سوا کچھ نہیں اگر آج وہی ہندو کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر مسلمانوں سے آکر بغلگیر ہو جائیں یا مسلمان ہی ہندو بن کر اگنی وایو وغیرہ کی پرستش وید کے حکم کے موافق شروع کر دیں اور اسلام کو الوداع کہہ دیں تو جن تنازعات کا نام اب پولٹیکل رکھتے ہیں وہ ایک دم میں ایسے معدوم ہو جائیں کہ گویا کبھی نہ تھے۔"

"پس اس سے ظاہر ہے کہ تمام بغضوں اور کینوں کی جڑھ در اصل اختلاف مذہب ہے، یہی اختلاف مذہب قدیم سے جب انتہا تک پہنچتا رہا ہے تو خون کی ندیاں بہاتا رہا ہے۔ اے مسلمانو جبکہ ہندو صاحبان تمہیں بوجہ اختلاف مذہب کے ایک غیر قوم جانتے ہیں اور تم بھی اس وجہ سے ان کو ایک غیر قوم خیال کرتے ہو پس جب تک اس سبب کا ازالہ نہ ہو گا کیوں کر تم میں اور ان میں ایک صفائی

(بقیہ صفحہ پر)

مکتوب انگلستان

انگلستان میں صد سالہ تقریبات

محترم شیخ منیر احمد کے قلم سے ،

احمدیہ انجمن لاہور کی یو کے برانچ نے ۲ جولائی ۱۹۸۹ء اتوار تحریک احمدیت کی صد سالہ تقریب منائی ۔ تقریب کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا ۔ افتتاحی تقریر راقم نے کی جس میں سب سے پہلے تیرہویں صدی ہجری یا انیسویں صدی عیسوی میں مسلمانوں کے سیاسی زوال کی صورت حال پر روشنی ڈالی اور بتایا کہ اس سیاسی زوال کے پس منظر میں یورپین ممالک خصوصاً برطانیہ اور امریکہ نے مشنریوں کی فوجیں مشرق، مشرق وسطیٰ اور مشرق بعید میں بھیج دیں اور مسلمان ممالک کو خاص طور پر ٹارگٹ بنایا گیا ۔

لوگوں کے بعض عقائد یعنی حضرت مسیح علیہ السلام کی آمد ثانی اور مہدی معہود کے تلوار کے ذریعہ لوگوں کو مسلمان بنانے کا تصور عیسائی مشنریوں نے بطور ہتھیار استعمال کیا ۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور قرآن پاک پر ہزاروں اعتراضات کر ڈالے جس سے ان کی کوشش یہ تھی کہ مسلمانوں کے دلوں سے اسلام کی محبت محو کی جائے ۔

دوسری طرف آریہ سماج نے بھی عیسائی مشنریوں کے ہی دلائل سے اسلام پر حملہ شروع کر دیا جبکہ مسلمان صرف دعائیں مانگتے رہے کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام نازل ہو کر ان کی مشکلات کا ازالہ کریں ۔ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نے عین اسی زمانہ میں براہین احمدیہ جیسی عظیم الشان کتاب لکھ کر تمام مذاہب باطلہ کے بالمقابل دین کی نہ صرف مدافعت کی بلکہ ان مذاہب کا کھوکھلا پن ایسے زوردار دلائل سے ثابت کیا کہ عیسائیت ، آریہ دھرم ، دیوسماج ، برہمو سماج وغیرہ کو سر چھپانے کی جگہ نہ ملتی تھی ۔ اس کے بعد حضرت صاحب نے پے در پے اسّی لے کتابیں لکھ کر ان سب مذاہب کو ہمیشہ کے لئے چپ کرا دیا آپ کی وفات کے بعد حضرت صاحب کے لائق شاگردوں نے دنیا میں دینی لٹریچر کی اشاعت و تقسیم اور مشنوں کی بنیاد رکھ کر حق شاگردی ادا کیا ۔

جناب شاہد عزیز نے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے حوالے سے حضرت مرزا صاحب کی زندگی ہی کو آپ کی صداقت کا معیار ٹھہرایا ۔ اور زور دیا کہ اگر ہم دین کی خدمت کرنا چاہتے ہیں ۔ تو جماعت کو حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے نقوش قدم پر چلنا ہوگا اور ورنہ ہماری سب مساعی نقش بر آب ثابت ہوگی ۔

بعد ازاں ثمینہ سلیم صاحبہ نے جماعتی عقائد پر تفصیل سے روشنی ڈالی ۔ اور کہا کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے نبوت کا دعویٰ ہرگز ہرگز نہیں کیا ۔ اور نہ اپنے نہ ماننے والوں کو کافر قرار دیا ہے ۔ جبکہ احمدیت نے ایک ایسے علم کلام کی بنیاد رکھی جو موجودہ تعلیم اور سائنسی تحقیقات کی روشنی میں عقل کو اپیل کرتا ہے ۔

آخر میں ڈاکٹر زاہد عزیز نے تمام تقاریر کا ملخص پیش کیا ۔ اختتامی تقریب کے بعد حاضرین کی تواضع چائے سے کی گئی ۔

٭٭٭

بقیہ صفحہ نمبر ۶

پیدا ہو سکتی ہے ۔ ہاں ممکن ہے کہ منافقانہ طور پر باہم چند روز کے لئے میل جول بھی ہو جائے مگر وہ دلی صفائی جس کو درحقیقت صفائی کہنا چاہیئے صرف اسی حالت میں پیدا ہو گی جبکہ آپ لوگ ۔ وید اور وید کے رشیوں کو سچے دل سے خدا کی طرف سے قبول کر لو گے اور ایسا ہی ہندو لوگ بھی اپنے بخل کو دور کر کے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کر لیں گے ۔ یاد رکھو اور خوب یاد رکھو کہ تم میں اور ہندو صاحبوں میں سچی صلح کرانے والا صرف یہی ایک اصول اور یہی ایک ایسا پانی ہے جو کدورتوں کو دھو دے گا اور اگر وہ دن آ گئے ہیں کہ یہ دونوں بچھڑی ہوئی قومیں باہم مل جائیں تو خدا ان کے دلوں کو بھی اس بات کے لئے کھول دیگا جس کے لئے ہمارا دل کھول دیا ہے ۔"

"مگر اس کے ساتھ ضرور ہو گا کہ ہندو صاحبان کے ساتھ سچی ہمدردی کے ساتھ پیش آؤ اور سلوک اور مروت اپنی عادت کر دو اور ایسے کاموں سے اپنے تئیں باز رکھو جن سے ان کو دکھ پہنچے مگر وہ کام ہمارے مذہب میں نہ واجبات سے ہوں اور نہ فرائض مذہب سے ۔ پس اگر ہندو صاحبان اپنے صدق دل سے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو سچا نبی مان لیں اور ان پر ایمان لادیں تو یہ تفرقہ جو گائے کی وجہ سے ہے اس کو بھی درمیان سے اٹھا دیا جائے ۔ جس چیز کو ہم حلال جانتے ہیں ہم پر واجب نہیں کہ ضرور اس کو استعمال بھی کریں ۔ بہتیری ایسی چیزیں ہیں کہ ہم حلال تو جانتے ہیں مگر کبھی ہم نے استعمال نہیں کیں ۔ ان سے سلوک اور احسان کے ساتھ پیش آنا ہمارے دین کی وصایا میں سے ایک وصیت ہے خدا کو وحدہ لاشریک جاننا ۔ پس ایک ضروری اور مفید کام کے لئے غیر ضروری کو ترک کرنا خدا کی شریعت کے مخالف نہیں ۔ حلال جاننا اور چیز ہے اور استعمال کرنا اور چیز ۔ دین یہ ہے کہ خدا کی منہیات سے پرہیز کرنا اور اس کی رضامندی کی راہوں کی طرف دوڑنا اور اس کی تمام مخلوق سے نیکی اور بھلائی کرنا اور ہمدردی سے پیش آنا اور دنیا کے تمام مقدس نبیوں اور رسولوں کو اپنے اپنے وقت میں خدا کی طرف سے نبی اور مصلح ماننا اور ان میں تفرقہ نہ ڈالنا اور ہر ایک نوع انسان سے خدمت کے ساتھ پیش آنا ہمارے مذہب کا خلاصہ یہی ہے مگر جو لوگ ناحق خدا سے بے خوف ہو کر ہمارے بزرگ نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو برے الفاظ سے یاد کرتے اور آنجناب پر ناپاک تہمتیں لگاتے اور بد زبانی سے باز نہیں آتے ہیں ان سے ہم کیونکر صلح کریں ۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہم شورہ زمین کے سانپوں اور بیابانوں کے بھیڑیوں سے صلح کر سکتے ہیں لیکن ان لوگوں سے ہم صلح نہیں کر سکتے جو ہمارے پیارے نبی پر جو ہمیں اپنی جان اور ماں باپ سے بھی پیارا ہے ناپاک حملے کرتے ہیں خدا ہمیں اسلام پر موت دے ہم ایسا کام کرنا نہیں چاہتے جس میں ایمان جاتا ہے ۔"

"قرآن شریف نے خدا کی عامہ رحمت کو کسی خاندان کے ساتھ مخصوص نہیں کیا ۔ اسرائیلی خاندان کے جتنے نبی تھے کیا یعقوب اور کیا اسحاق اور کیا موسیٰ اور کیا داؤد اور کیا عیسےٰ سب کی نبوت کو مان لیا اور ہر ایک قوم کے نبی خواہ ہند میں گزرے ہیں اور خواہ فارس میں کسی کو مکار اور کذاب نہیں کہا بلکہ صاف طور پر کہدیا کہ ہر ایک قوم اور بستی میں نبی گذرے ہیں اور تمام قوموں کے لئے صلح کی بنیاد ڈالی مگر افسوس کہ اس صلح کے نبی کو ہر ایک قوم گالی دیتی ہے اور حقارت کی نظر سے دیکھتی ہے ۔"

"اے ہموطن پیارو ! میں نے یہ بیان آپ کی خدمت میں اس لئے نہیں کیا کہ میں آپ کو دکھ دوں یا آپ کی دل شکنی کروں بلکہ میں نہایت نیک نیتی سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جن قوموں نے یہ عادت اختیار کر رکھی ہے اور یہ ناجائز طریق اپنے مذہب میں اختیار کر لیا ہے کہ دوسری قوموں کے نبیوں کو بد گوئی اور دشنام دہی کے ساتھ یاد کریں ۔ وہ نہ صرف بے جا خلقت سے جس کے ساتھ ان کے پاس کوئی ثبوت نہیں خدا کے گنہگار ہیں بلکہ وہ اس گناہ کے بھی مرتکب ہیں کہ بنی نوع میں نفاق اور دشمنی کا بیج بوتے ہیں ۔ آپ دل تھام کر اس بات کا مجھے جواب دیں کہ اگر کوئی شخص کسی کے باپ کو گالی دے یا اس کی ماں پر کوئی تہمت لگا دے تو کیا وہ اپنے باپ کی عزت پر آپ حملہ نہیں کرتا ۔ اور اگر وہ شخص جس کو ایسی گالی دی گئی ہے جواب میں اسی طرح گالی سنا دے تو کیا یہ کہنا بے محل ہو گا کہ بالمقابل گالی دیئے جانے کا دراصل وہی شخص موجب ہے جس نے گالی دینے میں سبقت کی ۔ اور اس صورت میں وہ اپنے باپ اور ماں کی عزت کا خود دشمن ہو گا ۔"

حصولِ پاکستان کا مقصد اسلامی فلاحی ریاست کا قیام ہے

جماعت اپنے پیارے پاکستان کے تحفظ، بقاء، سلامتی اور اسکے استحکام کے لئے دردِ دل سے دعا کرے

یوم پاکستان کے موقعہ پر امیر جماعت احمدیہ لاہور حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان ایدہ اللہ کا پیغام

ماہِ جولائی کے آخری عشرے میں پیغام صلح کے ۱۵ اگست کے شمارے کو پاکستان نمبر کی خصوصی اشاعت کے طور پر شائع کرنے کا خیال ہوا ہے اور اللہ کرے یہ خصوصی اشاعت صوری اور معنوی لحاظ سے جماعت کی نیک نامی اور قارئین احباب کی دلچسپی کی موجب ہو ــــ ہماری جماعت کا مزاج ملکی و غیر ملکی ہر قسم کی سیاست سے دور رہا ہے کیونکہ اس جماعت کے قیام کا مقصد اعلائے کلمۃ الحق ہے، دین و ملت کی فلاح اور بنی نوعِ انسان کی اصلاح ہے اس مقصد کے لئے اس جماعت کی جدوجہد برصغیر پاک و ہند کی مذہبی تاریخ کا ایک ایمان افروز باب ہے جسے ایک حق شناس اور غیر جانبدار مورخ و محقق سنہری حروف سے لکھے گا سلسلہ احمدیہ کی صد سالہ تاریخ گواہ ہے کہ دین و ملت کے لئے اس نے ہر قربانی سے کام لیا ہے اور ہر آڑے وقت میں پیش پیش رہی ہے۔

برصغیر کی مذہبی، ملی اور قومی تحریکات سے لے کر پاکستان کی تحریک، مطالبہ و قیام اور اس کے استحکام کے باب میں یہ جماعت کسی سے پیچھے نہیں ہے۔ اس میں جماعت کے نفوس و اموال کی قربانیاں شامل ہیں اور اس کے ایک ایک فرد کی تمناؤں، خواہشوں اور دعاؤں کا یہ ثمرہ ہے۔

ان قربانیوں، گرم جوشیوں اور دعاؤں کے پیچھے کوئی دنیوی وجاہت و اقتدار کا عنصر نہیں تھا۔ بلکہ صرف اور صرف اس لئے کہ یہ سب کچھ جماعت کے اغراض و مقاصد اور اس کے نصب العین کا ایک حصہ تھے یعنی یہ کہ ملی معاشرے کا قیام، کئی لحاظ سے محروم و مجبور قوم کی آزادی و ترقی، فلاحی ریاست کا قیام جسے دوسرے معنوں میں حکومت الٰہیہ کہنا چاہیئے اور اللہ کے دین کی سربلندی، بس یہی کچھ مقاصد تھے جن کے پیش نظر جماعت احمدیہ لاہور نے من حیث الجماعت مسلم لیگ کا ساتھ دیا۔ اور اس کی ہر ہر تحریک میں حصہ لیا حتیٰ کہ نظریۂ پاکستان کے عنوان پر اگر بات چلے تو اس ضمن میں جن اصحاب فکر و نظر کا شمار ہوتا ہے ان میں ہماری جماعت کے سر برآوردہ بزرگوں کا نام بھی آتا ہے۔ قرار دادِ لاہور کی تائید و حمایت کرنے میں ہماری جماعت کسی سے پیچھے نہیں تھی قیام پاکستان کے موقع پر شکر و مسرت کے اظہار و بیان میں یہ جماعت آگے آگے رہی ہے۔ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کی رات کو پاکستان کے قیام کا اعلان ہوا تو اگلے ہی دن یعنی ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء جماعت کا ترجمان ہفت روزہ پیغام صلح کا ایک خوبصورت اور ضخیم خصوصی نمبر پاکستان نمبر شائع کیا۔ یہ امر واقعہ ہے کہ ملک کے اخبارات میں پاکستان نمبر کے حوالہ سے خصوصی اشاعت نکالنے کا سب سے پہلے فخر ہمارے جماعت کو ہی ہوا۔ الحمد للہ پھر اس دن سے آج تک حب الوطن من الایمان کے تحت جماعت ملک و قوم کے ہر دکھ سکھ میں شریک ہے اور اپنے پیارے وطن کی بقاء، سلامتی اور اس کے استحکام کے لئے دعا گو ہے۔

معلوم نہ تھا کہ جس وطن کے حصول کے لئے ہم رات دن ایک کر رہے ہیں اس کے قیام کے بعد ہمیں بڑی صبر آزما آزمائشوں سے گزرنا پڑے گا۔ ہم ان پیش آمدہ امتحانوں کو عارضی اور وقتی سمجھتے ہیں کیونکہ ہر شے فانی جاتی ہے۔ باقی رہنے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ بہرحال ہم ان بظاہر پریشان کن اور تکلیف دہ حالات و معاملات کو اپنے جذبوں اور اپنے ایمان کی آزمائش قرار دیتے ہیں۔ اللہ کی راہ میں اور اللہ کی خاطر صبر و صلوٰۃ کے ساتھ اس بھٹی سے گزر رہے ہیں۔ اور اس کی رحمت سے مایوس نہیں ہیں۔ ہمیں اپنے خداداد ملک سے پیار ہے۔ اس سے وفاداری اور اس سے محبت ہمارے ایمان کا جزو ہے۔ اس کے بقاء و استحکام کے لئے دعاگو اور اس کی سلامتی کے لئے فکرمند ہیں اور اہل پاکستان کے لئے نیک تمنائیں رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں حق و صداقت کا عرفان بخشے۔ اور صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق دے۔

میں دعا کرتا ہوں اور اپنی جماعت کے ایک ایک مرد و زن کو تحریک کرتا ہوں خواہ وہ اس زمین کے کسی خطے کونے میں آباد ہوں وہ میرے ساتھ اس دعا میں شامل ہو جائیں۔

آج اس ملک کو چند در چند مشکلات کا سامنا ہے اندرونی اور بیرونی خطرات منہ کھولے کھڑے ہیں۔ دین دشمن عناصر کی نامبارک کوششیں جاری ہیں اور پاکستان دشمن سرگرمیاں زوروں پر ہیں۔ بدخواہ لوگ پاکستان کی بقاء و سلامتی کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ سیاسی اور مذہبی بحرانوں کا سامنا ہے۔ دیگر ارضی و سماوی آفات سے بھی دوچار ہیں۔ ایسے حالات میں غیروں کے دلوں میں خدا اور اس کے دین کے متعلق طرح طرح کے شکوک و شبہات پیدا ہوتے ہیں۔ اس خدا اور اس کے دین کے بارے میں جن کے نام پر یہ وطن پاکستان حاصل کیا گیا ایسی حالت میں ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ان مشکلات کو دور کرنے کی دعا کی جائے۔

والسلام والدعا

سعید احمد

دارالسلام۔ لاہور

مؤرخہ ۱۰ اگست ۱۹۸۹ء

جماعتی خبریں

- حضرت امیر ایدہ اللہ کی طبیعت بہتر ہے الحمد للہ، آپ حسب معمول کار دینیہ میں مصروف ہیں۔ احباب سے التماس ہے کہ وہ اپنی نیم شبی دعاؤں میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت و سلامتی کے لئے خاص طور پر دعا کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا سایہ ہم پر دراز کرے۔
- مکرم محترم میاں نصیر احمد فاروقی ہماری جماعت کے نہایت قابل احترام بزرگ ہیں ضعیف العمری کے باعث جماعتی امور میں ان کی دلچسپی اور مصروفیت لائق قدر ہے۔ پیغام صلح کو بھی ان کی قلمی معاونت حاصل ہے۔ اور بیش قیمت مضامین قارئین کی نذر ہوتے ہیں۔ آپ جامع دارالسلام میں جمعہ کے اجتماع سے بھی خطاب فرماتے ہیں۔ اس شمارے میں ان کا ایک خطبہ درج ہے۔ احباب ان بزرگ شخصیت کی صحت و سلامتی اور درازئ عمر کے لئے دعا فرمائیں۔
- ناظم اخبارات محترم میاں فضل احمد ایک ماہ سے زائد بیرون ملک سفر کے بعد بخیر و عافیت لاہور تشریف لے آئے ہیں۔
- **درخواست دعائے صحت:**

شیخ الٰہ بخش صاحب اف بدوملہی پچھلے دو ہفتے سے گنگا رام ہسپتال میں بغرض آپریشن زیر علاج رہے۔ کمزوری کی وجہ سے ان کا آپریشن نہ ہو سکا۔ اب قدرے افاقہ ہے۔ طبی علاج ہو رہا ہے۔ دو ماہ بعد دوبارہ ہسپتال میں داخلہ کا مشورہ دیا گیا ہے۔ فی الحال وہ بدوملہی واپس چلے گئے ہیں احباب ان کی صحت کاملہ عاجلہ کے لئے دعا کریں۔

"پیغام صلح کا یہ خصوصی شمارہ "پاکستان نمبر" ۱۵ اگست و یکم ستمبر ۱۹۸۹ء کی اشاعتوں پر مشتمل ہے۔ (ادارہ)

پیغامِ صلح

جلد ۳۵ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ | نمبر ۲۹

پاکستان — ایک محیر العقول واقعہ

حصولِ پاکستان کی جدّوجہد میں جماعت احمدیہ کا حصّہ

پاکستان ایک خواب تھا جو آج سے سات آٹھ سال پہلے مسٹر محمد علی جناح نے دیکھا اور لاہور کے جلسہ مسلم لیگ میں بیان کیا، اس وقت اس خواب کے سننے والوں نے اسے اضغاث احلام ہی سمجھا اور شاید بہت ہی کم لوگ تھے جو اسے ایک حقیقت سمجھ کر اس کی عملی تصویر دیکھنے کے امیدوار تھے اور تو اور خود مسٹر جناح کو بھی یہ امید نہ ہو سکتی تھی کہ یہ خواب صرف سات سال کے عرصہ میں دولت خداداد پاکستان کی شکل میں پورا ہو کر مسلمانوں کی سربلندی کا موجب ہوگا۔

اس قسم کے سنہری خواب کانگریس نے بارہا مرتبہ دیکھے اور ان کو پورا کرنے اور آزادیٔ ہند کی جدوجہد کو کامیاب بنانے کے لئے اسے بیسیوں جتن کرنے پڑے ہزاروں جانیں اسے اس راہ میں دینی پڑیں، کروڑہا روپیہ صرف کرنا پڑا چھوٹے سے چھوٹے کانگریسی سے لے کر بڑے سے بڑے لیڈر تک کو قید و بند کی مصیبتیں جھیلنی پڑیں۔ کئی مرتبہ اسے خلاف قانون جماعت قرار دے کر صفحۂ ہستی سے فنا کر دینے کا تہیہ کیا گیا، ہندوؤں کا ایک ایک فرد اس کے ساتھ تھا اور اس پر جان قربان کر دینے کے لئے تیار، سکھ اس کی حمایت میں، مسلمانوں کا ایک حصہ اس کی تائید میں، ایسے حالات میں اور ان قربانیوں کے صلہ میں جو کچھ اسے ملا تاریخ عالم میں وہ کوئی محیر العقول چیز نہیں۔

لیکن مسلم لیگ کو استنے تھوڑے عرصہ میں جو کچھ کامیابی حاصل ہوئی، باوجودیکہ خود مسلمانوں کی ایک جماعت کانگریس کے ساتھ مل کر اسے فنا کر دینے پر تلی ہوئی تھی، صرف سات سال نہیں بلکہ دو تین سال کی جدوجہد سے جو عظیم الشان فتح اس کو نصیب ہوئی، اور ایسی حالت میں نصیب ہوئی جبکہ نہ خرچ کرنے کے لئے ان کے پاس پیسہ تھا اور نہ حکومت کی سختیوں کا مقابلہ کرنے اور جان دینے والے آدمی، صرف ایک مخلص و بے نفس انسان تھا، جو کانگریس کے ہتھکنڈوں اور حکومت کے حیلوں بہانوں کو اس طرح توڑ کر رکھ دیتا رہا جیسے مکڑی کا جالا، یا اتحاد کی وہ لہر تھی جو کانگریسی مسلمانوں کے علاوہ عام طور پر ہر طبقہ و فرقہ کے مسلمانوں میں پیدا ہوگئی جس نے خود بخود تنظیم کا ایسا رنگ اختیار کر لیا کہ ہندوؤں اور سکھوں کے منظم اور مسلح حملوں کو نہتے ہوتے کے بلوجود ناکام کر دیا۔ اسے تاریخ عالم میں بے نظیر نہیں تو ایسی عظیم الشان فتح ضرور کہا جا سکتا ہے جس کی بہت ہی کم مثالیں پائی جاتی ہیں۔

ایسی فتوحات سوائے اس کے کہ خدا تعالےٰ کا ایک خاص ہاتھ ان کی تائید میں ہو، اور وہ اپنے خاص فضل سے اپنے نام لیواؤں کو نوازنا چاہتا ہو کبھی نصیب نہیں ہو سکتیں، آج سے چند ماہ پہلے "پاکستان زندہ باد" کا نعرہ ایک ایسی آواز تھی، جس پر بڑے بڑے سنجیدہ مسلمان بھی ہنسی اڑا دیتے تھے۔ کیونکہ اول تو انگریز کا ہندوستان کو چھوڑنا ایک ناممکن بات نظر آتی تھی، اور پھر ہندوؤں اور سکھوں کا زور اور ہندوستان کی تقسیم کے خلاف مر مٹنے کی قربانی کے لئے تیاری جس کے ساتھ حکومت کی بھی تائید موجود تھی یہاں تک کہ لارڈ ویول جیسے وائسرائے نے بھی یہ کہکر مسلمانوں کو جواب دے دیا کہ جغرافیہ کو کوئی شخص بدل نہیں سکتا۔ وزارتی مشن کا پاکستان دینے سے صریح انکار اور مسلم لیگ کی وزارتی مشن کے فیصلہ کو قبول کرنے پر آمادگی، یہ تمام چیزیں بتا رہی تھیں کہ "پاکستان زندہ باد" ایک بے حقیقت نعرہ ہے جو چند دن میں ختم ہو جائے گا، لیکن خدا کے کاموں کو کون جانتا ہے، اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ جب کسی کام کے کرنے کا وہ فیصلہ کر لے تو ناممکن کو ممکن بنا دیتا ہے اور بے حقیقت کو حقیقت کر دکھاتا ہے یہی آج مسلمانوں کے ساتھ ہوا ہے تمام ظاہری سامانوں کے ختم ہو جانے پر اس نے کُن کہا اور ویول کو یہاں سے رخصت کر کے مونٹ بیٹن جیسی شخصیت کو اس کی جگہ بھیج دیا، اور اس کے ذریعہ سے ناممکن کو ممکن کر دکھایا بے حقیقت کو حقیقت بنا دیا۔ چند دنوں کے اندر پاکستان جیسی عظیم الشان مملکت مسلمانوں کے حوالے کر دی جس پر جس قدر بھی سجدات شکر بجا لاتے جائیں، جس قدر شکرانے کے نفل اس کی جناب میں پڑھے جائیں کم ہیں۔ مسلمان اس کے اہل نہ تھے، اس نے محض اپنی کرم نوازی سے ان کو اس کا وارث بنایا یہ ایک عظیم الشان واقعہ ہے جس کو تاریخ عالم کے محیر العقول واقعات میں سے قرار دیا جائے گا۔ یہ ایک نشان ہے جو خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایمان کو تازہ کرنے کا موجب ہے ؎

بنگر اے قوم نشانہائے خداوند قدیر
چشم بکشا کہ رہ چشم نشانیست کبیر

ایسی حالت میں کہ یہ ایک انعام آلٰہی ہے جو بلا مزد مسلمانوں کو ملا ہے، یہ کہنا کہ اس کے حصول میں کیا کچھ جدوجہد کس کس نے کی، يُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا کا مصداق ہوگا۔ تاہم کسی تعریف کی خواہش کے بغیر یہ کہنا بے موقعہ نہیں کہ جہاں اللہ تعالےٰ نے عام مسلمانوں کو مسلم لیگ اور پاکستان کی تائید میں کھڑا کر دیا، وہاں جماعت احمدیہ کو بھی یہ توفیق دی کہ وہ اپنے مقدس امام کی ہدایت کے مطابق دین کی عزت اور مجد دی اسلام کی خاطر اپنی بساط کے موافق اس کی حمایت میں آواز بلند کرے، یہ ایک مذہبی اور تبلیغی جماعت ہے، جسے سیاسیات سے چنداں سروکار نہیں، لیکن جہاں مسلمانوں کا وقار ایک متفقہ آواز کا طلبگار رہا اس جماعت نے ان کا ساتھ دینے سے کبھی گریز نہیں کیا، اور تحریک پاکستان کے تمام دور میں اس کے اخبارات بالخصوص انگریزی اخبار "لائٹ" نہایت زبردست مضامین اس کی حمایت میں لکھتا رہا، اور ہم فخر کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ مضامین خود قائد اعظم کی نظروں سے گذرتے رہے اور ان کی اہمیت کا اعتراف انہیں کرنا پڑا۔ یہاں تک کہ ایک سابق وائسرائے کے ساتھ گفتگو کے دوران میں بھی ایسے بعض مضامین کا ذکر آیا۔

اسی طرح مسلم لیگ کی ہر ضرورت کے موقعہ پر اس جماعت نے اپنی طاقت کے مطابق مالی امداد کے لئے قدم بڑھایا اور کئی مرتبہ بیش قرار رقوم چندوں میں پیش کیں، ہر تحریک میں اس جماعت کے افراد، مردوں اور عورتوں نے اپنے آپ کو خطرہ میں ڈال کر شمولیت اختیار کی، اور اپنی تبلیغی جدوجہد کو برقرار رکھتے ہوئے حصول پاکستان کے لئے دوسرے مسلمانوں کے ساتھ اپنی بضاعت مزجاۃ میں سے خرچ کرنے سے کبھی دریغ نہیں کیا، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس جماعت کے ان بزرگوں نے جنہیں اللہ تعالےٰ راتوں کی تاریکیوں میں اپنے حضور کھڑا ہونے کی توفیق دیتا ہے، اسلام اور مسلمانوں کی برتری پاکستان کے حصول کے لئے درد دل سے دعائیں کیں، انہی دعاؤں کے جواب میں کچھ مدت پہلے حضرت امیرایدہ اللہ کو "پاکستان زندہ باد" کی بشارت بھی جناب الٰہی سے دی گئی، اللہ تعالےٰ کا احسان ہے کہ اس نے محض اپنے فضل و کرم سے اپنے عاجز بندوں کی دعاؤں کو سنا اور ان کی ناچیز اور حقیر ترین قربانیوں کو قبول فرمایا جس کے نتیجہ میں آج ہم دلی رغبت کے ساتھ "پاکستان زندہ باد" کا نعرہ بلند کرتے اور تمام جماعت احمدیہ، تمام مسلمانوں اور مسلم لیگ کے کارکنوں اور سب سے بڑھکر قائد اعظم کو تہ دل سے مبارکباد عرض کرتے ہیں،

اس موقعہ پر بیجا نہ ہوگا اگر ہم قائد اعظم اور اراکین مسلم لیگ کو اس امر کی طرف توجہ دلائیں کہ مملکت پاکستان کی حکمرانی اور ماتحت اقلیتوں کے ساتھ پوری رواداری اور عدل و انصاف کرنے کے علاوہ ایک بہت بڑا فرض جو ان پر عائد ہوتا ہے وہ تبلیغ اسلام کا فریضہ ہے، ہمارا ایمان ہے کہ مسلمانوں کی تمام کمزوریوں کی اصل جڑ اس فریضہ سے غفلت ہے، اگر شاہان اسلام اس ضروری فرض کو اپنے پیش نظر رکھتے اور جبر و تعدی سے نہیں بلکہ وعظ و تبلیغ سے لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے تو شاید کانگریس اور مسلم لیگ کا موجودہ جھگڑا پیش نہ آتا اور تمام ہندوستان پاکستان بن جاتا اور ہمارے وہ ۲½ کروڑ بھائی جو ہندو راج کے ماتحت آکر طرح طرح کے مصائب کا شکار بن رہے ہیں ان مصائب سے بچ جاتے۔ اب بھی اگر توجہ کی جائے اور مملکت پاکستان میں ایک تبلیغی شعبہ قائم کر کے ہندوستان اور پاکستان کے طول و عرض میں ایسے نیکدل اور مخلص واعظین و مبلغین کو پھیلا دیا جائے جو اسلام کی پاکیزہ تعلیمات کو غیر مسلموں کے سامنے لے جائیں اور اپنے حسن کردار اور عملی نمونہ سے ان تعلیمات کی خوبیوں کو ان پر واضح کر دیں

پاکستان اور ہندوستان میں اقلیتوں کا مسئلہ
پاکستان کے ہر شہری کو بلا امتیاز یکساں حقوق حاصل ہوں گے
قائدِ اعظم محمد علی جناح کی اہم تصریحات

۱۴ر جولائی کو پاکستان کے نامزد گورنر جنرل محمد علی جناح نے ایک پریس کانفرنس میں حکومت پاکستان کی اقلیتوں کے حقوق اور ہندوستان کی اقلیتوں کے سوال پر ایک نہایت اہم بیان دیا جو حسب ذیل ہے :-

اقلیتوں کی حفاظت

سوال :- کیا گورنر جنرل کی حیثیت سے آپ اقلیتوں کے مسئلہ پر کوئی مختصر سا بیان پیش کر سکتے ہیں -

جواب :- سردست تو میں صرف نامزد گورنر جنرل ہوں - اچھا فرض کر لیجئے کہ میں ۱۵ اگست کو اس عہدے کی عنان سنبھال لیتا ہوں - آپ واضح طور پر سُن لیں کہ اقلیتوں کے متعلق جو کچھ میں بار بار کہہ چکا ہوں گورنر جنرل بن جانے کے بعد میں اس سے ہرگز انحراف نہیں کروں گا - میں نے اقلیتوں کے متعلق جب کبھی لب کشائی کی تو میں نے اپنے اقوال کو اپنے ارادوں اور عزائم کا آئینہ دار قرار دیا - اور جو کچھ میں کہہ چکا ہوں - میرے عزائم بھی وہی ہیں میرا مقصد یہ ہے کہ اقلیت کا تعلق خواہ کسی قوم سے کیوں نہ ہو - اس کے تحفظ کا اہتمام بہر کیف کیا جائے - اقلیتوں کے مذہب ان کے عقاید یا نظریوں کا تحفظ ہر ممکن طریق سے کیا جائے گا - ان کی جانیں اور ان کے مال واملاک پاکستان میں محفوظ ہوں گے آزادی عبادت کی راہ میں کسی قسم کی کوئی رکاوٹ حائل نہ ہوگی - مذہب عقیدہ جان و مال اور ثقافت کی حفاظت کے معاملے میں پورا پورا انتظام کر دیا جائے گا - وہ ہر لحاظ سے پاکستان کے شہری کہلائیں گے اور اس ضمن میں ذات پات رنگت مذہب یا عقیدہ کا کوئی امتیاز نہ ہوگا جب حکومت کی طرف سے اقلیتوں کو یہ مراعات حاصل ہوں گی تو اقلیتوں کا بھی یہ فرض ہوگا کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کا احساس کریں۔

اقلیتیں حکومت کے معاملات (راج نیتی) میں اپنا پارٹ ادا کرتی رہیں گی جب اقلیتیں حکومت کی وفا شعار رہیں گی اور حق وفا ادا کرتی رہیں گی اور جب تک اقتدار کی کوئی عنان سپرد ہوتی رہیں گی - اقلیتوں کو کسی نوعیت کے اندیشہ کی ضرورت نہ ہوگی ....

وفاداری کی بنیادی شرط

سوال - آپ فرماتے ہیں کہ اگر پاکستان میں اقلیتوں نے حکومت کے ساتھ پیمان وفا استوار رکھا تو ان کے ساتھ فیاضانہ اور منصفانہ سلوک کا سلسلہ جاری رہے گا - کیا ہم یہ سمجھ لیں کہ یہی اصول ہندوستان میں مسلمانوں پر بھی جاری اور نافذ العمل رہے گا ؟

جواب :- اس اصول کا اطلاق ہر اقلیت پر ہوتا ہے - خواہ وہ دنیا کے کسی گوشے میں آباد ہو - آپ اس اقلیت کا وجود ہرگز برداشت نہیں کر سکتے جو غیر وفا شعار ہو اور جو مملکت کو اندر سے تباہ کر دینے والے اشتعال جاری رکھے - اس قسم کی اقلیت تو کسی حکومت کے لئے بہر کیف ناقابل برداشت ہوگی، ہندوؤں اور مسلمانوں کو بلکہ ہر شہری کو میری نصیحت یہی ہے کہ وہ اپنی اپنی حکومت کے وفادار ہو کر رہیں -

ہندو صوبوں میں مسلمانوں کی حفاظت

سوال :- ہندوستان کے مسلمانوں کے ساتھ جو دلچسپی آپ آج لے رہے ہیں کیا اس کا سلسلہ (۱۵ اگست کے بعد) جاری رہے گا ؟

جواب :- ہندوستان میں ہر شخص کے متعلق اور خصوصیت کے ساتھ مسلمانوں کے متعلق میری دلچسپی کا یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا -

سوال :- مسلم لیگ کا صدر ہونے کی حیثیت سے آپ ہندو صوبوں میں مسلمانوں کی حفاظت کے متعلق ضمانت حاصل کرنے کے لئے کیا طریق کار تجویز فرماتے ہیں !

جواب :- اس ضمن میں میری توقع صرف یہ ہے کہ ہندوستان کی مملکت میں مسلمانوں کے ساتھ اسی قسم کا منصفانہ سلوک ہونا رہے جیسا کہ ہم نے پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کے لئے تجویز کیا ہے - میں نے حکمت عملی کا وسیع اصول بیان کر دیا ہے - لیکن ہندوستان اور پاکستان میں تحفظات اور اقلیتوں کی حفاظت کے اصل معاملے کا فیصلہ ہر دو مملکتوں کی دستور ساز اسمبلیاں ہی کر سکتی ہیں -

کانگرسی اکابر کی دیوانگی

سوال :- حال ہی میں بعض کانگرسی لیڈروں نے جو بیانات دیئے ہیں اور تقریریں کی ہیں کہ اگر پاکستان میں ہندوؤں کے ساتھ برا برتاؤ کیا جائے گا تو ہندوستان میں مسلمانوں کے ساتھ اس سے بدتر سلوک ہوگا - اس کے متعلق جناب کی کیا رائے ہے ؟

مسٹر جناح :- میں امید کرتا ہوں کہ وہ اس دیوانگی کو چھوڑ دیں گے اور میں جو راستہ تجویز کرتا ہوں اسے اختیار کریں گے - ایک آدمی کا بیان ادھر سے اور ایک کا ادھر سے لے کر پلندا بنا لینے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا - آپ کو یاد رکھنا چاہیئے کہ سوسائٹی میں اور دنیا کے ہر حصہ میں کچھ فہم کے اور بدقماش لوگ ہوتے ہیں جنہیں میں احمق کے نام سے پکارتا ہوں (قہقہہ) اور یہ ملک اس سے مستثنیٰ نہیں -

سوال - کیا آپ اقلیتوں کا پاکستان میں رہنے دینا پسند کریں گے - یا آپ تبادلہ آبادی پسند کرتے ہیں ؟

جواب :- جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے میں کہوں گا کہ پاکستان کی اقلیت کے لئے کسی بدظنی وشبہ کی ضرورت نہیں -

انہی کو اس بات کا فیصلہ کرنا ہے کہ وہ پسند کرتی ہیں - میں ان کو حکم نہیں دے سکتا -

کیا پاکستان حکومت الٰہیہ ہوگی

سوال :- کیا پاکستان ایک مذہبی حکومت یا حکومت الٰہیہ ہوگی - یا کوئی غیر مذہبی بنیادی حکومت ؟

مسٹر جناح :- آپ مجھ سے ایک مہمل سوال پوچھ رہے ہیں - میں نہیں جانتا کہ حکومت الٰہیہ کے کیا معنے ہیں !

ایک نامہ نگار نے یہ رائے ظاہر کی کہ مذہبی حکومت یا حکومت الٰہیہ کے معنی ایسی حکومت کے ہیں جہاں کسی خاص مذہب کے آدمیوں مثلاً مسلمانوں ہی کو پورے حقوق شہریت حاصل ہوں اور غیر مسلموں کو شہریت کے حقوق حاصل نہ ہوں -

مسٹر جناح :- تو مجھے معلوم ہوا کہ میں اب تک جو کچھ کہہ چکا ہوں وہ سب کچھ نقش برآب تھا (قہقہہ) خدا کے واسطے اپنے دماغ سے اس لغویت کو جس پر بحث ہو رہی ہے نکال ڈالئے - اس حکومت الٰہیہ کے کیا معنے ہیں میں اس کے سمجھنے سے قاصر ہوں -

ایک اور نامہ نگار نے کہا کہ سائل وقائع نگار کا حکومت الٰہیہ سے منشا ایسی حکومت ہے جس پر مولانا صاحبان کی حکومت ہوگی -

مسٹر جناح :- تو پھر ہندوستان میں پنڈتوں کی حکومت کے متعلق کیا ارشاد ہے ؟ (قہقہہ) مسٹر جناح نے سلسلہ جواب کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا : "آپ جمہوریت کا تذکرہ تو کرتے ہیں مگر آپ نے اسلام کا مطالعہ نہیں کیا - ہم آج سے تیرہ سو سال پہلے جمہوریت سیکھ چکے ہیں "

ہندوستان اور پاکستان کے تعلقات

اس سوال پر کہ پاکستان اور ہندوستان کے تعلقات کیسے ہوں گے مسٹر جناح نے فرمایا میں عرصہ دراز ہوا اس کا جواب دے چکا ہوں اور اب پھر اس کو دہراتا ہوں - میں دل سے توقع رکھتا ہوں کہ دونوں کے تعلقات دوستانہ و مخلصانہ ہوں گے ۔" ان دونوں حکومتوں کو بہت کچھ کرنا ہے - اور دنیا کا کیا کہنا ہم خود ایک دوسرے کے مدد و معاون ہو سکتے ہیں -

ہم ایک دوسرے کے ہمسائے ہیں - آپ ہماری طرف سے خیر اندیشی و اعتماد میں کمی نہیں پائیں گے - اور اخبارات اور خبر رساں ایجنسیوں سے متوقع ہوں کہ وہ اس بات کے لئے ہندوستان پر زور دیں گی !

بقیہ خطبہ از صفحہ نمبر ۱۴

اسلام کا ساری دنیا پر غلبہ - قرآن کا ساری دنیا میں پہنچانا تھا - رسول اللہ صلعم کی وہ تصویر دنیا کو دکھانا کہ دنیا کے دل خود بخود اس طرف کھنچے چلے آئیں - امام وقت نے ساری عمر اس کام میں اور ان دعاؤں میں گزاری ہاں امام وقت کے ساتھ وہ دعائیں ختم نہیں ہو گئیں آپ تو یہ رستہ دکھاتے آئے تھے - ہمارا کوئی تعلق اگر امام وقت سے ہے تو اس تعلق کا ثبوت اس بات سے دینا چاہئے کہ ہمارے اندر راتوں کو اٹھنے کی کس قدر طاقت ہے آستانۂ الٰہی پر گرنے کی کس قدر قوت ہے - خدا کی نصرت طلب کرنے کا کس قدر جوش ہے - اسلام کے غلبہ کو دیکھنے کی کس قدر تڑپ ہے - منہ کی باتوں سے ہم احمدی نہیں بن سکتے - اپنے امام کی تڑپ کا - اپنے امام کی آستانۂ الٰہی پر گرنے کی قوت کا رنگ اپنے اندر پیدا کرو اور خدا کی نصرت کے نظارے دیکھتے جاؤ چھوٹی چھوٹی باتوں میں مت پڑو پست خیالات کو اپنے دلوں سے نکال دو - ایک بلند مقصد کو سامنے رکھ کر اس کے لئے اپنی ساری قوت لگا دو - جو خدا کی راہ میں کام کر رہے ہیں خدا کے دین کے لئے خدمت کا کوئی کام کر رہے ہیں - انہیں کمزور کرنے کی کوشش مت کرو - تاکہ دنیا پھر ایک دفعہ یہ نظارہ دیکھ لے -

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں -

پاکستان کا حصول مسلمانوں کی عظیم الشان کامیابی ہے

مسٹر جناح کی دور بینی اور انگریزوں اور ہندوؤں کا یک وقت مقابلہ کرنے سے مسلمانوں کی غلامی کی دو زبردست زنجیریں کٹ گئیں

اگر مسلمان تبلیغ کو مقدم کرتے تو سارا ہندوستان پاکستان بن گیا ہوتا

ہماری آئندہ کامیابیوں کا انحصار کسی سلطنت پر نہیں بلکہ اخلاق اور تبلیغ پر ہے

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ ڈلہوزی۔ مورخہ ۶ جون ۱۹۴۷ء

الحمد للہ رب العالمین

یہ جملہ تو ہر وقت ہی خدا کے شکر گذار بندوں کے منہ سے نکلتا ہے لیکن بعض اوقات ایسے بھی آتے ہیں کہ یہ الفاظ الحمد للہ رب العالمین ایک خوشی بھرے دل سے نکلتے ہیں بلکہ ایک قوم کی قوم یا ملک کا ملک ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک خوشی سے بھر کر اللہ تعالیٰ کی حمد کا یہ گیت گاتا ہے۔ ہمارے نبی کریم صلعم کی زندگی میں اور اس کے بعد صحابہ کی تاریخ میں تو ایسے اوقات بہت آتے اور آتے رہتے تھے۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی نصرت کے نظاروں کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے اور خدا کی حمد کے ترانے گاتے تھے۔ لیکن آج ہماری زندگیوں میں اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی ایک نظارہ دکھایا کہ جسے دیکھ کر ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں کے اور شاید دنیا میں اور بھی مسلمانوں کے دل آج خوشی سے لبریز ہو کر پکار اٹھے ہیں الحمد للہ رب العالمین۔

مسلمانوں کی غلامی کی دو زنجیریں کٹ گئیں

کسی قوم کی غلامی کی زنجیروں کا کٹ جانا ایک بہت ہی عظیم الشان کامیابی ہے۔ اور اس پر وہ جس قدر خوشی کا اظہار کرے کم ہے۔ گو آج ہندوستان کے مسلمانوں کی تاریخ میں وہ وقت آیا ہے کہ بظاہر ان کے بیشتر حصہ کی لیکن فی الحقیقت ان سب کی ایک نہیں دو دو غلامی کی زنجیریں یک دفعہ کٹ گئی ہیں اور یہ وہ کامیابی ہے جو بہت کم کسی قوم کو ملتی ہے۔

ہندو قوم کی تنگدلی اور غلامی

ہم ہندوستان میں آئی ہوئی قوموں سے سلوک کے مسلمان انگریزوں کی غلامی میں تھے۔ اور ان کے دل میں انگریزوں کی غلامی سے نجات حاصل کرنے کی تڑپ تھی مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی انہیں روز روشن کی طرح نظر آتا تھا کہ انگریز کے نکلتے ہی وہ ایک ایسی قوم کی غلامی میں مبتلا ہو جائیں گے جو انگریز سے زیادہ تنگدل ہی نہیں بلکہ جس کی تاریخ نے واقعات کے رنگ میں یہ ساری دنیا پر ظاہر کر دیا ہے کہ جب اس کی غلامی میں کوئی قوم آ جاتی ہے تو وہ اس کو حیوانیت سے بھی نیچے پستی کے مقام پر گرا دیتی ہے۔ اور اس قدر ذلیل کر کے گراتی ہے کہ پھر وہ کبھی قعر ذلت سے باہر نہیں نکل سکتی۔ آج سے چند ہزار سال پیشتر اس ہندوستان کی اصلی اقوام اسی آریہ قوم کی غلامی میں آئیں اور آج ہزارہا سال گذر جانے کے بعد اس روشنی کے زمانہ میں بھی باوجود بعض ہندوؤں کے بلند بانگ دعاوی کے وہ دنیا کی ذلیل ترین قوم ہے۔ اور اس حالت سے باہر نکلنے کا کوئی رستہ انہیں نظر نہیں آتا۔

مسلمانوں کے لئے ہندو غلامی کی زنجیر

صرف یہی خطرہ نہ تھا کہ انگریزوں کے چلے جانے کے بعد مسلمان ہندوؤں کے غلام ہو کر رہ جائیں گے بلکہ فی الحقیقت اس غلامی کی زنجیریں کافی حد تک مضبوط ہو کر مسلمان اس میں جکڑے بھی جا چکے تھے اور غیر محسوس طور پر نہ صرف ان کے ہاتھ پاؤں ہی بندھ چکے تھے اور وہ اقتصادی طور پر غلامی کی حالت کو پہنچ گئے تھے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ ان کے دماغوں پر ان کے ہندو آقاؤں کا قبضہ ہوتا چلا جاتا تھا۔ وہ اپنی غلامی کو آزادی سمجھتے تھے اور بڑے بڑے آزاد کہلانے والے صرف چند کوڑیوں کے لئے لوگوں کو اس غلامی پر فخر کرنے کی تلقین کرتے تھے۔ بظاہر یہ ایک دلکش نظارہ ہوتا کہ ہم انگریزوں کی غلامی کے گڑھے سے نکل رہے ہیں لیکن گڑھے سے نکلنے کے ساتھ ہی ان کے لئے وہ کنواں تیار رہتا جس میں وہ اسی طرح ہمیشہ کے لئے گر جاتے جس طرح آج سات کروڑ اچھوت گرے ہوئے ہیں ....

مسٹر جناح کی دور بینی اور انگریزوں اور ہندوؤں سے یک وقت مقابلہ

یہ منصوبہ ہر طرح پر مکمل ہو چکا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے اپنے نام لیواؤں کی دستگیری فرمائی اور ایک عظیم الشان عزم اور قابلیت کے مالک۔ بے غرض دور بین انسان کو مسلمانوں کی سیاسی رہنمائی کے لئے کھڑا کر دیا۔ مسٹر محمد علی جناح کے سامنے مشکلات کا ایک پہاڑ تھا۔ مسلمان قوم بحد منتشر تھی۔ اقتصادی طور پر مفلس تھی۔ قومی کاموں کے لئے ایثار کا مادہ بہت کم تھا اور یہ دونوں باتیں اب تک موجود ہیں۔ ہندوؤں کی غلامی کی دلدل میں دھنسی جا رہی تھی۔ اس پراگندہ اور کمزور قوم کے سامنے مقابلہ صرف انگریز کی طاقت کا نہ تھا جو ساری دنیا پر چھائی ہوئی تھی بلکہ اس سے بڑا ایک مقابلہ اپنے ہی ہم وطنوں سے تھا جو مسلمانوں کو ہمیشہ کی غلامی میں لانے کی ایک مکمل سکیم اندر ہی اندر تیار کر چکے تھے۔ اور اگر مسلمانوں کا کچھ حصہ ایسا تھا جو اپنی اغراض ذاتی کے لئے ان کا غلام ہو چکا تھا۔ تو دوسرا حصہ ایسا بھی تھا جو نیک نیتی سے یہ سمجھ رہا تھا کہ انگریز کو نکالنے کے بعد ہم ہندوؤں کی غلامی سے آزادی حاصل کر لیں گے۔ مگر مسٹر جناح کی دور بین نگاہ نے یہ دیکھ لیا کہ انگریز کے نکلنے کے ساتھ ہی ہندو قوم کو وہ تصرف حاصل ہو جائے گا کہ پھر مسلمانوں میں پراگندہ اور مفلس قوم کے لئے کوئی موقعہ ان کی غلامی سے باہر نکلنے کا نہ رہے گا۔ اس لئے اس نے خالی ہاتھ ہونے کے باوجود یک وقت دونوں سے مقابلہ کی ٹھان لی۔ اس کے ہاتھ میں طاقت کیا تھی میں سمجھتا ہوں خدا کی مدد پہ بھروسہ کے سوائے کوئی طاقت نہ تھی۔

خدا کی نصرت نے مسٹر جناح کو کامیاب ترین انسان بنا دیا

آج ہم دیکھتے ہیں کہ خدا کی نصرت نے ہی اس کامیابی کا منہ مسٹر جناح کو دکھایا ہے جو آج اس زمانہ میں ایک بے نظیر کامیابی ہے۔ گاندھی جی کی شخصیت کے سامنے صرف ہندو نہیں ایک دنیا سر جھکاتی ہے۔ لیکن اگر واقعات کے رنگ میں دیکھا جائے تو جس کامیابی پر آج گاندھی جی کے پیرو فخر کر سکتے ہیں۔ وہ اس کامیابی کے سامنے گرد ہو کر رہ جاتی ہے جو مسٹر جناح کو خدا نے عطا فرمائی ہے۔ اور یقیناً آج مسٹر جناح دنیا کا کامیاب ترین انسان نظر آتا ہے جس نے بغیر تلوار چلانے کے بغیر کشت و خون کے ایک اسلامی سلطنت قائم کر دی۔ اپنے زمانہ میں مصطفےٰ کمال کے سامنے سب لوگوں کی گردنیں جھک گئیں کہ اس نے مردہ ٹرکی کو زندہ کر دیا۔ اور اسے گرتے گرتے اٹھا کر ایک طاقتور سلطنت بنا دیا۔ آج اس زمانے میں ایک اور مسلمان کو خدا نے یہ توفیق دی کہ اس نے اس قوم کو جو کسی گز زمین کی بھی مالک نہ تھی۔ بلکہ غلامی کے گڑھے میں گر چکی تھی، ایک وسیع سلطنت کا مالک بنا دیا۔

تمام مخالفتوں کے باوجود پاکستان کا ظہور

اپنے رقبہ کے لحاظ سے اپنی آبادی کے لحاظ سے پاکستان کوئی چھوٹی سی سلطنت نہیں۔ جو اس وقت ایک مرد خدا کی طفیل عدم سے وجود میں آئی اور سخت ترین مقابلوں کے بعد آئی ہے۔ انگریز پاکستان کا سخت مخالف تھا۔ لارڈ ویول سابق وائسرائے مسلمانوں کو یہ کہہ کر جواب دے چکا تھا کہ جغرافیہ کو کوئی شخص تبدیل نہیں کر سکتا۔ یعنی ہندوستان ہمیشہ ایک ہی رہیگا اور پاکستان کا خواب کبھی پورا نہ ہوگا۔ ہندوؤں کا سب سے بڑا رہنما یہ کہہ چکا تھا کہ وہ ہندوستان کو کبھی تقسیم نہ ہونے دیگا۔ کانگرس کے بڑے بڑے رہنما۔ کانگرس سے اختلاف رکھنے والے ہندو سب قسمیں کھا چکے تھے کہ ہندوستان کو تقسیم نہ ہونے دیا جائیگا۔ اور پاکستان صرف ان کی لاشوں پر بن سکتا ہے۔ سکھ بھی کہہ چکے تھے کہ خواہ وہ کچھ کریں نہ کریں لیکن پاکستان کبھی نہ بننے دیں گے۔ ہندو مہاسبھا تو پاکستان کی بدترین دشمن تھی۔ مگر ان سب مخالفتوں کا مقابلہ کرتے ہوئے پاکستان یکایک نقشہ دنیا پر آ جاتا ہے۔ العظمۃ للہ!

پاکستان کی اقتصادی کمزوری کا پروپیگنڈا

میں یقین رکھتا ہوں کہ اس بے نظیر کامیابی پر اور خدا تعالیٰ کی اس زبردست نصرت کے نظارے پر ہر مسلمان کے دل سے پھوٹ کر یہ صدا نکلے گی کہ الحمد للہ رب العالمین۔ اس کامیابی کی عظمت کو کم کرنے کے لئے یہ کہنے والے لوگ بھی موجود ہیں کہ پاکستان کی اقتصادی حالت بہت کمزور ہے اور یہ پروپیگنڈا ایک مدت سے چل رہا ہے میں یہ پوچھتا ہوں کہ کیا پاکستان کی اقتصادی حالت افغانستان، اور

(بقیہ صفحہ ۱۲ پر ملاحظہ فرمائیں!)

محرم امن اور اتحاد

اسوقت جبکہ محرم الحرام کے مقدس و محترم مہینہ کی آمد آمد ہے مسلمانان پاکستان کے درمیان امن و اخوت اور محبت و اتحاد کی ضرورت کا احساس اور بھی اجاگر ہو کر سامنے آتا ہے۔ دینی تاریخ کے اعتبار سے محرم شروع ہی سے انتہائی ادب و احترام کا حامل مہینہ رہا ہے پھر واقعہ کربلا نے اسے اور بھی زیادہ عظمت و اہمیت عطا کر دی ہے۔ دنیا بھر کے مسلمان ہر سال اس واقعہ کی مناسبت سے محرم کے پہلے عشرہ میں خصوصی دعاؤں عبادات اور صدقات و خیرات کا اہتمام کرتے ہیں۔ محرم کی دس تاریخ کو واقعہ کربلا کی یاد تازہ کرنے اور حق و انصاف کیلئے حضرت امام حسینؓ اور ان کے جانثار ساتھیوں کی قربانی کے فضائل بیان کئے جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں محرم ہی وہ مہینہ ہے جسے اسلامی سال کے نقطہ آغاز کی حیثیت حاصل ہے۔ اس طرح یکم محرم سن ہجری کے آغاز اور اسلام کے تاریخی تسلسل و استحکام کے حوالہ سے بالکل منفرد اور ممتاز حیثیت کا حامل ہے اور یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ اپنی حقیقی روح تاریخی اہمیت اور مسلمانوں کے جذبہ عقیدت و احترام کے حوالہ سے محرم اسلامیان عالم کے اتحاد و اتفاق کا مظہر ہے چونکہ مسلمانوں کا اتحاد و اتفاق ہی اسلام دشمن قوتوں کیلئے سب سے زیادہ پریشانی کا باعث ہے اس لئے یہ قوتیں ہمیشہ اس اتفاق و اتحاد کو نقصان پہنچانے کیلئے تاک میں لگی رہتی ہیں بالخصوص محرم کے دنوں میں ان قوتوں کی انتہائی کوشش ہوتی ہے کہ وہ مسلمانوں کے فروعی اختلافات کو بھڑکا کر انہیں آپس میں بھڑا دیں اور انہیں سطحی قسم کے گروہی اور فقہی مسائل کی بناء پر ایک دوسرے سے بدگمان رکھیں تاکہ ان کے مابین اتحاد و اتفاق کی وہ مثالی صورت پیدا نہ ہو سکے جو نہ صرف اسلام کا طرۂ امتیاز اور مسلمانوں کی حقیقی قوت و شوکت کی بنیاد ہے بلکہ اس سے اسلام مخالف قوتوں کے ظلم و نا انصافی پر مبنی نظام و نظریات کا وجود بھی خطرہ میں پڑ جاتا ہے۔ اسلامیان عالم کے اتحاد و اتفاق کا یہی وہ نکتہ ہے جسے سمجھنا آج ہمارے لئے انتہائی ضروری ہے اس لئے بھی کہ ایسا کئے بغیر مسلمانوں کیلئے اپنی عظمت رفتہ کا حصول ممکن نہیں ہو سکتا اور اس لئے بھی کہ محدود انسانی فکر و فلسفے پر مبنی نظام جس تیزی سے شکست و ریخت کا شکار ہو کر بکھرتے جا رہے ہیں ان کی وجہ سے پیدا ہونے والے خلا کو پر کرنے کیلئے بھی اسلام جیسے اکمل و افضل دین کا اپنی حقیقی شکل اور قوت کے ساتھ آگے آنا از حد ضروری ہے اس لئے بحیثیت مسلمان ہم سب کا یہ فرض بنتا ہے کہ ہم اسلام مخالف قوتوں کی کمزوریوں پر نظر رکھتے ہوئے اسلام کے خلاف ان کی ریشہ دوانیوں کو سمجھیں اور ان کا مقابلہ کرنے کیلئے سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح ایک دوسرے کے شانہ کے ساتھ شانہ ملا کر کھڑے ہو جائیں اس کیلئے سب سے زیادہ اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم ایک دوسرے کے جذبات کا احترام کریں فروعی اختلافات کو ہوا دیکر ان کی خاطر کٹنے مرنے پر تیار رہنے کی بجائے دین کے اساسی عقائد و احکامات پر پختگی سے عمل پیرا رہنے کا عہد کریں۔ قرآن و سنت کو اپنے اتحاد کی بنیاد بنا کر چلیں اور دوسری باتوں کو نہ خود وجہ نزاع بنائیں نہ کسی کو اس بات کی اجازت دیں کہ ایسے مسائل کی آڑ میں ہمارے اتحاد و یکجہتی کو نقصان پہنچانے کی کوشش کر سکے۔ محرم الحرام تمام مسلمانوں کیلئے یکساں طور پر مقدس و محترم مہینہ ہے اس لئے ہمیں ہر طرح کے فروعی اختلافات کو بھلا کر اس کے ادب و احترام کا پورا پورا خیال رکھنا چاہئے اور اسے اپنے دشمنوں کی خواہش کے برعکس اپنے اتحاد و اتفاق کی علامت بنا کر پیش کرنا چاہئے۔ عامۃ المسلمین سے کہیں بڑھ کر یہ ہمارے علمائے کرام اور ارباب اقتدار کی ذمہ داری ہے کہ وہ محرم کے موقع پر قوم کے اندر اتحاد و یکجہتی کیلئے سنجیدگی سے کوشش کریں اور محض زبانی تلقین یا انتظامی اقدامات کی بجائے اپنے کردار و عمل سے ایسی فضا پیدا کریں جو محرم کو واقعی امن و محبت اور اتحاد کا نمونہ بنانے میں مددگار ثابت ہو سکے۔

ملکی صورتحال پر صدر کا تبصرہ

صدر غلام اسحاق خاں نے کہا ہے کہ وہ پیپلز پارٹی اور اسلامی جمہوری اتحاد کے مابین محاذ آرائی ختم کرانے کیلئے اپنا آئینی کردار ادا کر رہے ہیں اور اس وقت تک یہ کردار ادا کرتے رہیں گے جب تک مطلوبہ نتائج حاصل نہیں کر لیتے۔ صدر نے حکومت اور حزب اختلاف کے درمیان تنازع سے جمہوری عمل کو لاحق خطرات کے بارے میں استفسار کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ اس محاذ آرائی سے جمہوری عمل کو کوئی خطرہ نہیں اور یقین ظاہر کیا کہ یہ عمل کامیابی کے ساتھ جاری رہے گا۔ اسی طرح انہوں نے حکومت کی طرف سے آئی جے آئی پر فوج کو اکسانے کے الزام پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ کوئی فوج کو نہیں اکسا رہا۔ یہ حقیقت ملک میں جمہوری عمل کے فروغ و استحکام کے خواہشمند حلقوں کے لئے دلی اطمینان ہی کا باعث ہونی چاہئے کہ حکومت اور حزب اختلاف کے مابین محاذ آرائی کے بارے میں صدر مملکت سے جب بھی پوچھا گیا ہے انہوں نے اسے کبھی بھی زیادہ باعث تشویش قرار نہیں دیا اور اسے ختم کرانے کیلئے اپنا آئینی کردار ادا کرتے رہنے کی یقین دہانی کرائی ہے ملک کے سیاسی نشیب و فراز کے ایک قریبی شاہد کی حیثیت سے صدر کو وطن عزیز کے سیاسی حالات و حقائق سے جتنا گہرا تعلق رہا ہے اسے دیکھتے ہوئے ان کی مذکورہ بالا یقین دہانی اور اعتماد کی وقعت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ صدر موجودہ جمہوری نظام کو قائم کرنے کیلئے کئے جانے والے انتظامات میں بھی انتہائی اہم کردار ادا کر چکے ہیں۔ چیئرمین سینٹ کی حیثیت سے چاروں صوبوں کے سیاسی اتار چڑھاؤ پر بھی ان کی گہری نظر رہی ہے۔ صدر ضیاء کی اچانک موت کے بعد انہوں نے جس تدبر اور ذمہ داری کے ساتھ نظام مملکت کو رواں دواں رکھنے کی کوشش کی ہے وہ بھی ہماری قومی تاریخ کا ایک یادگار باب ہے۔ اعلیٰ عہدوں پر فائز شخص کی حیثیت سے بھی ان کے ذاتی کردار اور انتظامی صلاحیتوں کی ایک دنیا معترف ہے اور غالباً یہی وجہ ہے کہ شدید سیاسی اختلافات کے باوجود نومبر 88ء کے انتخابات کے بعد پیپلز پارٹی اور اسلامی جمہوری اتحاد دونوں ہی کی طرف سے صدارتی امیدوار کی حیثیت سے جناب اسحاق خاں کی بھرپور حمایت کی گئی اور انہیں بھاری اکثریت سے ملک کا صدر منتخب کر لیا گیا۔ اس پس منظر کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ملکی حالات کے بارے میں صدر اسحاق کے تاثرات محض رسمی اور روایتی حیثیت نہیں رکھتے اور وہ ملک کی موجودہ سیاسی صورتحال پر جو بھی تبصرہ کرتے ہیں وہ یقیناً انکے ٹھوس اور ذمہ دارانہ تجربہ اور مشاہدہ کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اس لئے قوم یہ توقع رکھنے میں حق بجانب ہو گی کہ صدر نے حکومت اور حزب اختلاف کے مابین جاری محاذ آرائی کے خاتمہ تک اپنا آئینی کردار ادا کرتے رہنے کی جو یقین دہانی کرائی ہے اسے ہر حال میں پورا کیا جائے گا اور ملک کی دو بڑی سیاسی قوتوں کے درمیان پائے جانے والے اختلافات کو جمہوری عمل کے کامیاب تسلسل اور جمہوری اداروں کے وقار و استحکام پر اثر انداز ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ صدر کا یہ کہنا پاکستانی عوام کیلئے دلی اطمینان کا باعث ثابت ہو گا کہ پیپلز پارٹی اور اسلامی جمہوری اتحاد کی سیاسی چپقلش سے جمہوری عمل کو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جماعتی اختلافات جمہوری سیاست کا لازمی حصہ ہوا کرتے ہیں لیکن ہمارے ہاں بدقستی سے ان اختلافات کی نوعیت عام طور پر غیر معمولی حد تک سنگین اور شدید ہوتی ہے اور ہماری سیاسی جماعتیں بسا اوقات اپنے سیاسی اختلافات کو اس حد تک آگے لے جاتی ہیں کہ ان کی وجہ سے ملک و قوم کے بنیادی مفادات تک کیلئے خطرات سر اٹھاتے دکھائی دینے لگتے ہیں اور اپنے سیاسی مخالفین ... کو کمزور کرنے کیلئے منفی ہتھکنڈوں کی سیاست اتنی زور پکڑ جاتی ہے کہ عام آدمی کا جمہوریت پر یقین و اعتماد ہی متزلزل ہو کر رہ جاتا ہے۔ پچھلے ساڑھے سات ماہ کے عرصہ میں مختلف سیاسی محاذوں پر جس طرح کے سیاسی عمل اور ردعمل، الزامات اور جوابی الزامات، جوڑ توڑ خرید و فروخت مخالفین کی کردار کشی اور انہیں بدنام اور ہراساں کرنے کے جو مظاہرے دیکھنے میں آئے ہیں انہیں اور کچھ بھی کہہ لیا جائے ذمہ دارانہ جمہوری طرز عمل ہرگز نہیں کہا جا سکتا اور ستم ظریفی یہ ہے کہ جمہوریت کے نام پر اس طرح کی دھما چوکڑیاں کرنے والوں کو بظاہر اس کا احساس تک نظر نہیں آتا کہ ان کی یہ حرکتیں سب سے زیادہ جس چیز کے لئے نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہیں وہ وہی جمہوری عمل ہے جس کی فلاح و بقا کے وہ بڑھ چڑھ کر نعرے لگا رہے ہیں۔ اس لئے جمہوریت کی بقا اور استحکام کیلئے صدر کی طرف سے اپنا آئینی کردار ادا کرتے رہنے کی یقین دہانی اپنی جگہ کتنی ہی حوصلہ افزا کیوں نہ ہو اہم سیاسی قوتوں کو ان کی قومی ذمہ داریوں کا احساس دلائے بغیر ملک میں جمہوریت کے محفوظ مستقبل کی ضمانت دینا ممکن نہیں ہو گا۔ ہم یہاں یہ بات بھی بالکل واشگاف الفاظ میں واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ سیاسی قوتوں کے طرز عمل کی اصلاح کا کام میدان سیاست سے باہر کی کوئی قوت ہرگز نہیں کر سکتی۔ اسکے لئے اول و آخر ذمہ دار سیاسی رہنماؤں ہی کو کچھ کرنا پڑے

جیلوں میں دینی تعلیم

معلوم ہوا ہے کہ حکومت پنجاب نے جیلوں کو اصلاحی اداروں میں تبدیل کرنے اور قیدیوں کو قانون کا پابند اور مفید شہری بنانے کیلئے جیلوں میں دینی تعلیم کو لازمی قرار دیدیا ہے اور ناظرہ قرآن کریم، ترجمہ و تفسیر قرآن اور دیگر بنیادی اسلامی تعلیمات سے متعلق مختلف کورس شروع کر دیئے ہیں۔ اس طرح قیدیوں کیلئے پنجگانہ نماز ادا کرنے کا خصوصی اہتمام اور ہر دینی تعلیم کی کلاس پاس کرنے والے قیدیوں کیلئے خاص رعایت کا اعلان کیا گیا ہے۔ ہمارے معاشرے میں جرائم میں بے محابا اضافے کے پس پردہ کار فرما عوامل میں معاشرتی و معاشی محرکات کا بھی اپنا ایک مقام ہے لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ جب سے عوام میں اسلامی تعلیمات سے بے اعتنائی بڑھی ہے ہمارا پورا معاشرہ اتنی شدت کے ساتھ مشینی دور کی مغائرت اور بیگانگی کی لپیٹ میں آ گیا ہے کہ یہاں اسلامی تعلیمات کے زیر سایہ تشکیل پانے والا مومنانہ معاشرہ جو رواداری اور بھائی چارے کی خصوصیات کا حامل وطن عزیز کا روایتی مقامی معاشرہ بھی تلپٹ ہو کر رہ گیا ہے اور ہر نوع کے جرائم کی یہاں اتنی کثرت ہو گئی ہے کہ پوری سوسائٹی جرائم کی آماجگاہ بن کر رہ گئی ہے۔ ان جرائم کو ختم کرنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ معاشرے کی اخلاقی بنیادوں کو مضبوط سے مضبوط بنایا جائے اور یہ کام صرف اسلامی تعلیمات پر بھرپور عمل کے نتیجے میں ہی تکمیل پذیر ہو سکتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ جیلوں کا نگران عملہ بھی اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے میں پیش پیش رہے اور جیل خانوں کو صرف احکامات کی حد تک نہیں بلکہ عملی طور پر اصلاح خانوں میں تبدیل کیا جائے کیونکہ ایسی ہمہ گیر تبدیلی کے بغیر مختلف جرائم میں ملوث قیدیوں کا پابند قانون شہری بننا ممکن نہیں۔

بھارت میں اقلیتوں کی صورتحال

بھارتی حکمرانوں کو دعویٰ ہے کہ ان کے ہاں دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت قائم ہے اور سیکولرازم کے طفیل وہاں تمام مذاہب کے ماننے والے آپس میں شیر و شکر ہو کر زندگی بسر کر رہے ہیں لیکن اس دعوے کو پرکھنے کیلئے اگر بھارت میں مقیم مختلف اقلیتوں کے ساتھ ہندو اکثریت اور بھارتی حکمرانوں کے سلوک کا جائزہ لیا جائے تو ایک بالکل مختلف تصویر نظر آتی ہے۔ بدھ مت کی جنم بھومی ہی بھارت ہے لیکن چونکہ اس کا وجود ہندو برہمنیت کے رد عمل کے طور پر ظہور میں آیا تھا اسلئے ہندوؤں نے اسے برداشت کرنا گوارا نہیں کیا اور اب برما، نیپال، چین اور جاپان ایسے ممالک میں تو بدھ کے نام لیواؤں کی بڑی بھاری تعداد نظر آتی ہے لیکن بھارت سے انہیں باقاعدہ ایک سازش کے تحت ختم کیا جا چکا ہے۔ سکھوں نے ہندوؤں کا اکثر و بیشتر معاملات میں بڑا بھرپور ساتھ دیا ہے لیکن سکھوں کے مقدس ترین مقام گولڈن ٹیمپل پر بھارتی فوجیوں کی یلغار کے بعد سکھوں کی نئی نسل نے ہندوؤں کے ساتھ مفاہمت و مصالحت کے تمام ناطے توڑ کر اپنے حقوق کے لئے ازاستہ پر زور معرکہ آزمائی شروع کر رکھی ہے۔ مسلمانوں کے ساتھ تو ہندوؤں کا ازلی بیر ہے اسلئے وہ انہیں ہر قدم پر یہ احساس دلانے میں مصروف رہتے ہیں کہ وہ اس ملک میں اقلیت کے طور پر رہ رہے ہیں، ملازمتوں میں، کاروبار میں، تعلیم میں غرض ہر معاملہ میں ان سے امتیازی سلوک روا رکھا جاتا ہے۔ ان کے مقدس مقامات کی بے حرمتی کی جاتی ہے بلکہ بابری مسجد ایسی بعض قدیم مسلم عبادت گاہوں کو قبضہ میں لینے میں بھی کوئی حجاب محسوس نہیں کیا جاتا۔ اس صورتحال سے تنگ آ کر کشمیری نوجوانوں نے تو بھارتی حکمرانوں کے اس ناروا سلوک کے خلاف ایک تحریک شروع کر رکھی ہے جسے بھارتی تسلط سے آزادی حاصل کرنے والے نوجوانوں کی انقلابی تحریک سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ سری نگر میں بموں کے دو دھماکوں میں ایک مسافر بس اور ایک دفتر کی تباہی کے بعد پورے علاقے کی پولیس کو چوکس کر دیا گیا ہے کہ وہ کشمیری نوجوانوں کی زیر زمین تحریک کے قائد "اعظم انقلابی" کا کھوج لگانے کی کوشش کرے۔ اس کے ساتھ ہی بیسیوں کشمیری نوجوانوں کو مختلف ناکردہ جرائم کی پاداش میں گرفتار کر کے جبر و تشدد کا نشانہ بنایا جا رہا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ مقبوضہ کشمیر سے آزاد کشمیر کی طرف ہجرت میں تیزی آ گئی ہے اور گذشتہ دو ماہ کے دوران کئی خاندان ہجرت کر کے آزاد کشمیر میں آ گئے ہیں۔ بھارتی حکمران اکیسویں صدی میں داخل ہونے کے خواب دیکھنے کے باوجود اقلیتوں کے ساتھ اسی نوع کا برتاؤ کر رہے ہیں جو قرون مظلمہ میں مخالف نظریات و افکار رکھنے والوں سے ہوتا رہا ہے لیکن جس طرح جبر کے یہ ہتھکنڈے ماضی میں بے اثر اور ناکام رہے ہیں اسی طرح اب بھی ان کے کوئی مثبت نتائج برآمد نہیں ہونگے۔ بھارتی حکمرانوں کو چاہئے کہ وہ سوویت یونین اور پولینڈ ایسے بند معاشروں میں ہونے والی تبدیلیوں سے سبق حاصل کریں اور اپنے ہاں بسنے والی اقلیتوں کو ان کے تمام سیاسی، سماجی اور معاشی حقوق دیں اور یہ سوچ لیں کہ اگر ربع صدی سے بند معاشروں میں آزادی کی ہوائیں چلنا شروع ہو گئی ہیں تو بھارت ان کے آگے بند باندھنے میں کس طرح کامیاب ہو سکتا ہے۔

سیلاب بلاخیز - تازہ ترین صورتحال

پنجاب بھر میں موسلا دھار بارشوں کے باعث دریاؤں میں آنے والے سیلاب میں شدت آ گئی ہے اور میانوالی، گوجرانوالہ، سیالکوٹ، مظفر گڑھ، ڈیرہ غازی خان، جھنگ، بہاولپور اور خانیوال کے اضلاع کو زبردست تباہی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ سیالکوٹ میں 170 دیہات متاثر ہوئے ہیں اور تحصیل ڈسکہ کے علاقے کو سب سے زیادہ نقصان کا صدمہ برداشت کرنا پڑا ہے۔ اس سیلاب میں جانی نقصان تو نسبتاً کم رہا ہے لیکن فصلوں کو غیر معمولی نقصان سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ حکومت پنجاب متاثرین کی امداد اور سیلاب کے متوقع خطرات سے نبرد آزما ہونے کیلئے پوری طرح چوکس ہے بعض مقامات پر فوج کے جوان بھی کسی ہنگامی صورتحال سے نمٹنے کیلئے تیار کھڑے ہیں۔ صوبائی دارالحکومت تاحال سیلاب کے خطرے سے مکمل طور پر محفوظ ہے تاہم حالات میں کسی بھی متوقع تبدیلی کے پیش نظر ضلعی انتظامیہ نے تمام منصوبہ بندی مکمل کر لی ہے۔ وزیر اعظم محترمہ بے نظیر بھٹو نے سیلاب کے باعث پنجاب میں ہونے والی تباہی پر گہرے دکھ اور افسوس کا اظہار کرتے ہوئے پنجاب کو وفاقی حکومت کی جانب سے ہر ممکن امداد کی یقین دہانی کرائی ہے اور امدادی کارروائیوں کیلئے ایک ہیلی کاپٹر فراہم کر دیا گیا ہے۔ حالیہ سیلاب میں فصلوں کی جس بڑے پیمانے پر تباہی ہوئی ہے اس کے اثرات ہماری معیشت پر خاصے گہرے ہوں گے۔ قدرتی آفات یقیناً ناگہاں طور پر وارد ہوتی ہیں لیکن مناسب منصوبہ بندی سے اس سے ہونے والے نقصانات اگر ختم نہیں تو یقیناً بہت حد تک کم کئے جا سکتے ہیں۔ یہ ایک ایسا مرحلہ ہے کہ جہاں وفاقی حکومت، حکومت پنجاب و دیگر صوبائی حکومتوں کو مل کر اس سیلاب سے ہونے والے نقصانات کے ازالہ کیلئے جدوجہد کرنی چاہئے وہاں عوام کو بھی اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کی امداد کیلئے اپنے روایتی کردار کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔

پاکستان کا قیام اور اسلامی سلطنتوں کا احیاء اور اسلام کی روحانی فتوحات

اسلام کی بیکسی پر حضرت مجدد وقت کی گریہ وزاری اور پُرسوز دعاؤں کا نتیجہ

میری اور تمام جماعت کی دعائیں اور "پاکستان زندہ باد" کی قبل از وقت بشارت

نصرت الٰہی کا کھلا ہاتھ اور فتح بدر کا ایک اور نظارہ چودھویں صدی میں!

مجدد وقت کی علمی قوت اور آستانہ الٰہی پر گرنے کی طاقت

امام وقت سے تعلق کا ثبوت اس بات سے ہو گا کہ ہمارے اندر راتوں کو اٹھنے کی کس قدر طاقت ہے

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ ڈلہوزی مورخہ ۱۳ جون ۱۹۴۷ء

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

اور یقیناً اللہ نے تم کو بدر میں مدد دی جب تم (دشمن کے مقابل پر) بہت کمزور تھے

بدر کی نصرت میں تمام امت کی نصرت کا وعدہ

قرآن کریم نے گذشتہ انبیاء یا گذشتہ اقوام کے جن حالات کا ذکر کیا ہے۔ وہ بھی قصہ کے رنگ میں نہیں۔ بلکہ پیغمبر صلعم اور امت محمدیہ کے لئے بطور پیشگوئی کے ہے اسی طرح رسول خدا صلعم کے لئے جن نصرتوں کا ذکر قرآن شریف میں ہے۔ وہ بھی محض اس لئے نہیں کہ مسلمان ان کا ذکر پڑھ کر لذت اٹھائیں۔ بلکہ اس میں بھی یہ بشارت موجود ہے کہ جو نصرتیں ہمارے نبی صلعم کو ملیں وہی ہم کو بھی ملیں گی۔ اگر تبلیغ اسلام کے لئے وہی جوش ہمارے دلوں میں پیدا ہو جائے۔ جو آنحضرت صلعم اور آپ کے صحابہ کے دلوں میں تھا۔ اسلام دنیا میں اس لئے آیا کہ ساری دنیا کی اصلاح کرے تمام انسانوں کے دلوں میں خدا پر سچا ایمان پیدا کرے۔ اور اصلاح کرنا یا ایمان پیدا کرنا صرف خدا کی نصرت سے ہو سکتا ہے اس لئے جب تک ہمارے ساتھ خدا کی نصرت نہ ہو ہم یہ کام نہیں کر سکتے۔ اور یہ آیت کریمہ ہمارے لئے یہ عظیم الشان بشارت اپنے اندر رکھتی ہے کہ اگر ہمارے دلوں کے اندر بھی اصلاح خلق کے جذبہ کا اس سے ملتا جلتا رنگ پیدا ہو جائے جو جذبہ ہمارے رسول کریم صلعم کے دل میں تھا۔ تو خواہ ایک طرف ساری دنیا اور دوسری طرف چند آدمی ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت اسی طرح ان کے ساتھ ہوگی جس طرح بدر میں خدا نے اسلام کی نصرت فرمائی۔ جب وہ دشمن کے مقابلہ میں نہایت ہی کمزور تھے۔

تیرھویں صدی ہجری کے آخر میں اسلام کی حالت

تیرھویں صدی ہجری یا انیسویں صدی عیسوی کے آخر میں اسلامی دنیا پستی کی انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ اسلامی سلطنتیں بالکل مٹ چکی تھیں۔ یہاں تک کہ وہ سلطنت جو اسلامی خلافت کا ایک نشان تھا۔ یعنی سلطنت روم وہ بھی اپنے آخری سانس لے رہی تھی اور یورپ کا مرد بیمار کہلاتی تھی جس کی زندگی یورپ کی ایک ادنیٰ حرکت سے ختم ہو سکتی تھی۔ روحانی رنگ میں بھی اسلام کا قدم آگے نہیں بڑھ رہا تھا۔ بلکہ پیچھے ہٹ رہا تھا۔ اسلام کا وجود دنیا کے بعض ملکوں سے مٹ چکا تھا۔ بعض میں یہ برائے نام رہ گیا تھا۔ خود ہمارے ملک ہندوستان میں فرزندان توحید تثلیث کے دام میں گرفتار ہوتے جا رہے تھے۔ اور یہی [illegible] ملکوں میں بھی [illegible] تھی۔ اور پرستاران تثلیث کے حوصلے یہاں تک بڑھ چکے تھے کہ وہ عرب کو بھی اپنا شکار سمجھتے تھے۔ اور اس کے کناروں پر مسیحیت کا جال پھیلا رہے تھے

آج خدا کی نصرت کا کھلا کھلا ہاتھ اسلام کی تائید میں کام کرتا ہوا نظر آتا ہے

خدائی نصرت کا کھلا ہاتھ اور اسلام کا جسمانی و روحانی احیاء

آج ہم کس قدر حالت کو تبدیل شدہ پاتے ہیں۔ نہ صرف اسلام کی جسمانی سلطنتوں کی شوکت دوبارہ زندہ ہوتی چلی جاتی ہے۔ سلطنت روم اب زندہ سلطنتوں میں شمار ہوتی ہے۔ عرب کی مختلف سلطنتیں جو ٹکڑے ٹکڑے ہو کر یورپ کے اقتدار کے نیچے آ چکی تھیں ان میں ایک ایسی نئی قوت پیدا ہو رہی ہے کہ آج ان کے اتحاد سے باوجود اس کے کہ ان کے پاس سامان جنگ نہیں یورپ کے دلوں میں ایک خوف ہے اور ان کی آواز کے سامنے اسے دبنا پڑتا ہے جاوا اور سماٹرا میں مسلمان ہالینڈ کی غلامی میں آ چکے تھے آج وہاں بھی ایک اسلامی سلطنت کا جھنڈا لہرانے کو ہے۔ اور شمالی افریقہ کی اسلامی سلطنتوں میں بھی قوت کے آثار نظر آتے ہیں۔ ان سب سے بڑھ کر یہ کہ ہندوستان کی مٹی ہوئی اسلامی سلطنت کا احیاء پاکستان کے رنگ میں ہو جاتا ہے اور اسلام کی جسمانی قوت میں ایک نئی روح پیدا ہو رہی ہے۔ دوسری طرف اسلام کی روحانی قوت میں بھی ایک عجیب تبدیلی نظر آتی ہے۔ عیسائی جو اسلام کو اپنا شکار سمجھتے تھے۔ نہ صرف وہ مسلمانوں کو عیسائی بنانے سے مایوس ہو چکے ہیں بلکہ ان کو یہ فکر پڑی ہوئی ہے کہ اسلام جو اپنے جھنڈے عیسائیت کے مرکزوں میں لگا رہا ہے اس کا سد باب کس طرح کیا جائے اور آج مسلمانوں کے دلوں میں یہ قوت موجود ہے کہ جس طرح ابتدائی زمانہ اسلام میں اسلام کی بڑھتی ہوئی رو کے سامنے شمالی افریقہ۔ شام۔ عراق ایران۔ وسط ایشیا میں عیسائیت کا قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اور فوج در فوج اور گروہ در گروہ عیسائی اسلام کے اندر داخل ہوتے چلے گئے اسی طرح آج بھی یورپ اور امریکہ میں عیسائیت خود بخود پگھلتی جا رہی ہے۔ اور اسلام کا قدم آگے بڑھ رہا ہے اور وہ دن دور نہیں کہ جس طرح پہلے زمانے میں عیسائی فوج در فوج اسلام میں داخل ہوئے آج پھر دنیا وہی نظارے دیکھ لے۔ یہ کھلا خدائی نصرت کا ہاتھ ہے جس کی آنکھیں ہو دیکھ لے

بدر کی کامیابی نبی کریم صلعم اور آپ صحابہ کی دعاؤں کا نتیجہ تھی

مگر کیا معلوم ہے کہ ابتداء میں خدائی نصرت کا ہاتھ کس طرح ظاہر ہوا تھا۔ وہ پیغمبر خدا کی دعاؤں کا نتیجہ تھا۔ دعائیں تو آپ خدا کا نام دنیا میں بلند کرنے کے لئے عرصہ دراز سے کر رہے تھے اور ایک چھوٹی سی جماعت آپ نے اس غرض کے لئے تیار کی تھی جس کے متعلق آپ کو پورا یقین تھا کہ ان کے دلوں میں ایمان کی وہ زبردست قوت موجود ہے کہ یہ خدا کا نام دنیا میں بلند کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ مگر بدر کے میدان میں جب آپ نے ایک طرف اپنے ۳۱۳ کمزور ساتھیوں کو دیکھا جن کے پاس سامان جنگ بھی دشمن کے مقابل پر نہ ہونے کے برابر تھا اور جن میں بوڑھے اور چھوٹی عمر کے نوجوان بھی شامل تھے جو جنگ کے نام سے بھی ناواقف تھے۔ اور بالمقابل دشمن کا نہ صرف ایک ہزار سپاہی تھا بلکہ یہ سب سپاہی وہ تھے جو جنگوں میں پل کر جوان ہوئے تھے۔ تو آپ کے دل میں وہ زبردست تڑپ اٹھی جس کی وجہ سے آپ کی ساری رات کی نیند حرام ہو گئی۔ اور آپ اپنے خدا کے سامنے گرے ہوئے گریہ وزاری کر رہے تھے کہ اے خدا! ان تھوڑے سے کمزور آدمیوں کے بچنے کا کوئی ذریعہ نہیں سوائے اس کے کہ تیری نصرت کا زبردست ہاتھ ان کے لئے ظاہر ہو۔ اے خدا اگر آج یہ گروہ اس میدان میں ہلاک ہو گیا۔ جیسا کہ ظاہر حالات بتاتے ہیں۔ تو تیرا نام دنیا میں بلند کرنے والا اس روئے زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی باقی نہ رہے گا۔ یہی وہ زبردست دعائیں تھیں جنہوں نے خدائی نصرت کو جذب کیا اور یہ بھی یقینی امر ہے کہ جب صحابہ نے اپنے ہادی کو اس طرح گریہ وزاری میں مصروف پایا تو ان کے دلوں میں بھی وہی تڑپ اٹھی ہوگی۔ اور وہ بھی انہی دعاؤں میں لگے رہے ہوں گے۔ ان دعاؤں کو خدا نے سنا اور ان چند کمزور آدمیوں کو ایک زبردست مسلح فوج پر جس کی تعداد ان سے تگنی تھی کھلی فتح عطا فرمائی۔ یہ تھوڑے سے اور

دستوری مسائل کشادہ دلی اور باہمی اعتماد کی ضرورت

فکر و نظر

یہ قیام پاکستان سے پہلے کی بات ہے۔ 46-1945ء میں برطانوی ہند کی مرکزی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات ہو چکے تھے۔ مسلم لیگ مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت بن کر نمایاں ہو گئی تھی۔ وزارتی مشن نے سیاسی رہنماؤں سے گفتگو کے بعد اپنا منصوبہ پیش کر دیا تھا۔ مسلم لیگ نے دیانت کے ساتھ وہ منصوبہ منظور کر لیا تھا لیکن کانگریس نے اس منصوبے کی منظوری کے سلسلے میں بددیانتی کا اظہار کر کے مسلم لیگ کو اپنے فیصلے پر نظرثانی کیلئے مجبور کر دیا تھا۔ چنانچہ اس مسئلے پر غور و خوض کیلئے آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کا اجلاس بمبئی میں غالباً جولائی 1947ء میں منعقد ہوا۔ اس موقع پر مولانا حسرت موہانی نے انتہائی دوراندیشی پر مبنی ایک تجویز پیش کی تھی اس وقت مسلم لیگ کونسل کے زیرغور تجویز تھی کہ کانگریس کی جانب سے وزارتی مشن کے پلان کی منافقانہ انداز میں منظوری کے پیش نظر مسلم لیگ اس پلان کی منظوری کا اپنا فیصلہ واپس لے لے اور پلان کو نامنظور کر کے "راست اقدام" کا فیصلہ کرے۔ مولانا حسرت موہانی نے اس سلسلے میں یہ فرمایا تھا کہ مسلم لیگ نہ صرف اس پلان کو نامنظور کرے بلکہ برطانوی ہند کی دستور ساز اسمبلی (جو صوبائی اسمبلیوں کے ذریعے وجود میں آچکی تھی) اس دستور ساز اسمبلی کے مسلمان اراکین یکجا ہو کر پاکستان کیلئے دستور سازی کا کام شروع کر دیں۔ مولانا کی یہ تجویز بعض ٹیکنیکی وجوہ کی بناء پر منظور نہ ہو سکی لیکن اگر اس ٹیکنیکی دشواری کو اس وقت حل کر لیا جاتا اور مولانا حسرت کی تجویز کے تحت دستور ساز اسمبلی کے مسلم لیگی ارکان یکجا ہو کر پاکستان کیلئے کوئی دستور مرتب کر دیتے تو یقین ممکن تھا کہ پاکستان کی تاریخ آج بالکل مختلف ہوتی۔ (یہ پورا واقعہ محترم مولانا جمال میاں فرنگی محلی نے "کلیات حسرت" کے دیباچے میں تحریر فرمایا ہے)

حقیقت یہ ہے کہ پاکستان میں دستور سازی کا مسئلہ ابتدائی دور میں حل نہ ہونے کی وجہ سے آنیوالے ہر دور میں پیچیدہ سے پیچیدہ تر ہوتا چلا گیا۔ پاکستان کا پہلا دستور 1956ء میں نافذ ہوا لیکن قبل اس کے کہ اس کے تحت پہلے انتخابات ہوتے وہ اکتوبر 58ء میں منسوخ کر دیا گیا۔ اس عمل سے دستوری بحران شدید تر ہو گیا یوں تو ملک کا ہر قانون قابل احترام ہوتا ہے لیکن دستور کو ہر ملک میں خصوصی احترام حاصل ہوتا ہے کیونکہ دستور تمام قوانین کا سرچشمہ ہوتا ہے اور اسے ملک میں ہر اعتبار سے اساسی اور بنیادی اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ لیکن دستور کی یہ حیثیت اس وجہ سے ہوتی ہے کہ وہ سیاسی مصلحت کوشیوں سے بلند ہوتا ہے اور ملک کے وجودی مقاصد کے ساتھ پورے ملک کی آبادی کے ہر طبقے کی جائز امیدوں اور امنگوں کا آئینہ دار ہوتا ہے لیکن پاکستان اس اعتبار سے خوش نصیب ملکوں میں شامل نہیں رہا کیونکہ یہاں مختلف وجوہ سے ملکی دستور کا وہ احترام نہیں ہو سکا جس کا وہ حقدار ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں گزشتہ 30 سالہ تاریخ دہرانے سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا کیونکہ باہمی تلخیوں میں اضافہ اجتماعی زندگی کیلئے کبھی مفید ثابت نہیں ہوتا مگر بھی اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ وجوہ کچھ بھی رہی ہوں لیکن دستور کے عدم احترام نے ہمارے ملک میں سیاسی بحران پیدا کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا ہے۔

یہاں یہ بات کہنی بھی ضروری ہے کہ دستور کو قابل احترام بنانے میں خود اُن افراد کا کردار بھی بہت اہمیت کا حامل ہوتا ہے جن کی ذمہ داری یہ ہوتی ہے کہ دستور کی تدوین کریں۔ دستور سازی کرنے والوں کو خود دوسرے سیاستدانوں کے مقابلے میں زیادہ وسیع الفکر اور کشادہ دل ہونا چاہئے ان کی نظر صرف حال پر نہیں بلکہ مستقبل پر بھی ہونی چاہئے اور اپنے مفادات کے ساتھ وسیع تر ملکی مفاد بھی اپنے سامنے رکھنا چاہئے۔ اگر ایسا نہ ہو تو پھر اس کے منفی اثرات دستور پر مرتب ہوتے ہیں اور اس کے نتیجے میں ہماری اجتماعی زندگی میں فکری اور سیاسی عدم استحکام پیدا ہوتا ہے۔

پاکستان میں اس وقت ایک اہم دستوری بحث جاری ہے۔ اس بحث کا تعلق 1973ء کے دستور اور اس میں کی جانے والی آٹھویں ترمیم سے ہے۔ اس بحث میں عام طور پر انتہاپسندی کی روش اختیار کر لی جاتی ہے لہذا حقائق کا غیر جذباتی انداز میں تجزیہ سامنے نہیں آتا۔ پاکستانی سیاست میں انتہاپسندی کی روش خود ملک کے وجود کیلئے خطرہ ثابت ہو چکی ہے اور اگر یہ بات کہی جائے تو شاید یہ غلط نہیں ہو گی کہ یہ انتہاپسندی کم از کم مارچ 69ء اور جولائی 77ء میں مارشل لا کے نفاذ کے باعث بنی تھی یا جواز مہیا کی گئی تھی۔ آٹھویں ترمیم کے سلسلے میں بھی فریقین کی شدت پسندی میں بظاہر کوئی کمی نظر نہیں آتی یہ الگ بات کہ وقتی طور پر دوسرے مسائل زیادہ اہم ہو گئے ہیں اور یہ مسئلہ فی الحال تسلسل کے ساتھ موضوع گفتگو نہیں بنا۔

اس سلسلے میں جو حقائق ہیں وہ یہ ہیں۔

73ء کا دستور ایک منتخب اسمبلی نے بنایا تھا۔ معترضین یہ کہتے ہیں کہ وہ اسمبلی مکمل نہیں تھی بلکہ پورے پاکستان کی 70ء میں منتخب شدہ اسمبلی کا ایک جزو تھی یہ بات درست ضرور ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ سقوط ڈھاکا کے بعد پورے پاکستان کی اسمبلی کی بحالی ممکن نہیں تھی۔ لہذا پاکستان کیلئے دستور سازی وہی نمائندے کر سکتے تھے جو 70ء میں مغربی پاکستان کے صوبوں سے منتخب ہوئے تھے۔

73ء کے آئین کے معترضین یہ بھی کہتے ہیں وہ یکطرفہ آئین تھا۔ اکثریت کے بل بوتے پر منظور کرایا گیا اور حزب اختلاف والے اگر اختلاف بھی کرتے تو وہ منظور ہو جاتا۔ لیکن یہ بہرحال حقیقت ہے کہ اس آئین کو حزب اختلاف نے بھی قبول کیا تھا۔ لہذا صورتحال کوئی بھی رہی ہو وہ آئین متفقہ آئین تھا۔

73ء کے آئین میں یقیناً بعض ایسی دفعات تھیں جن پر نظرثانی کی ضرورت تھی اور یہ کہ آٹھویں ترمیم سے قبل اس میں سات ترامیم کی جا چکی تھیں اور وہ ترامیم اسی اسمبلی نے کی تھیں جس نے اسے اپنی اصلی صورت میں منظور کیا تھا۔ آٹھویں ترمیم کے اہم اجزاء یہ ہیں۔

○ صدر اور وزیراعظم کے اختیارات میں توازن اور خصوصاً صدر کے اختیار کا یہ پہلو کہ وہ منتخب اسمبلی کو توڑ سکتا ہے لیکن اُس کا یہ عمل عدالت عالیہ میں چیلنج کیا جا سکے گا۔

☆ قرارداد مقاصد کو دستور کے ابتدائیہ کے بجائے خود دستور کا جزو بنانا تاکہ تمام دستوری اور دیگر ملکی قوانین قرآن و سنت کے مطابق بنانے کی قانونی راہ ہموار ہو سکے۔

☆ اسمبلی کے امیدواروں کیلئے علمی اور اخلاقی معیار کا تعین کرنا تاکہ جو لوگ انتخابات کے بعد قومی زندگی میں حکومت کی اور قانون سازی کی ذمہ داریاں سنبھالیں وہ تعلیمی اور اخلاقی حیثیت سے بھی ممتاز ہوں۔

☆ مارشل لا کے دور کے قوانین کو تحفظ دینا تاکہ اقتدار کی منتقلی کے بعد کوئی بڑا قانونی اور دستوری خلا پیدا نہ ہو۔

مذکورہ ترمیم کے ان اجزاء پر اگر غور کیا جائے تو فوری طور پر یہ فیصلہ آسان نہیں کہ ان سب کو بیک قلم کالعدم ہو جانا چاہئے۔ دستور سازی اور قانون سازی بنیادی اور اصولی طور پر تو عوام کے منتخب نمائندوں کا کام ہے اور وہ اگر کسی وقت مطلوبہ اکثریت سے آٹھویں ترمیم ختم کرنے کا فیصلہ کر لیں تو یہ کام ان کے دائرہ اختیار میں ہے لیکن اس سلسلے میں پاکستان کے شہریوں کو اگر فیصلے کا نہیں تو اظہار رائے کا حق تو بہرحال ہے اور وہ حق استعمال کرتے ہوئے میں سمجھتا ہوں کہ آٹھویں ترمیم کے دو پہلو خاص طور پر قابل غور ہیں اور ان کو برقرار رہنا چاہئے ایک تو یہ پہلو کہ قرارداد مقاصد کو جزو دستور بنایا گیا ہے اور دوسرے یہ کہ عام انتخابات میں امیدواروں کیلئے علمی اور اخلاقی معیار کا تعین ہوا ہے۔

میرا خیال یہ ہے کہ پیپلز پارٹی کے حلقوں میں خاص طور سے اور بعض دیگر سیاسی حلقوں میں عام طور پر آٹھویں ترمیم کی مخالفت کی بنیادی وجہ دستور پر اس کے اثرات سے زیادہ یہ واقعہ ہے کہ یہ ترمیم ایک ایسی اسمبلی نے منظور کی تھی جو صدر ضیاء الحق مرحوم کے پروگرام کے مطابق غیر جماعتی بنیادوں پر منتخب ہوئی تھی۔ صدر ضیاء کا یہ فیصلہ کہ انتخابات غیر جماعتی ہوں' سیاسی حلقوں میں طویل عرصے تک زیر بحث رہ چکا ہے اور اس سے اصولی اختلاف کی وجہ سے ملک کے بہت سے ممتاز رہنماؤں نے اُن انتخابات میں حصہ نہیں لیا تھا لیکن اُن انتخابات کے نتیجے میں جو اسمبلی وجود میں آئی اور جناب محمد خان جونیجو جب وزیراعظم بنے تو یہ تو ہوا کہ ملک میں 20 سال سے نافذ لا مرجنسی ختم ہوئی یہ قدم بہرحال اہم تھا اور قابل ذکر ہے۔ اس طرح اُس اسمبلی نے جو دستوری ترمیم منظور کی اس کی بھی خوبیوں اور خامیوں دونوں پر غور ہونا چاہئے۔

اس سلسلے میں ایک اور اہم بات ہے جسے نظرانداز کرنا درست نہیں ہو گا کہ کیونکہ مارشل لا جب بھی نافذ ہوتا ہے وہ کسی دستوری اصول کے تحت نافذ نہیں ہوتا بلکہ عملی طور پر اس کا دستور اور قانون خود اس کا اپنا وضع کردہ ہوتا ہے۔ 73ء کے دستور میں دستور کی منسوخی کو ملک سے غداری کے مترادف قرار دیا گیا تھا اس لئے مرحوم صدر ضیاء نے دستور کو منسوخ نہیں کیا تھا بلکہ غیر مؤثر کر دیا تھا۔ درمیان میں اُن کو پی سی او کے نفاذ کی ضرورت بھی پیش آئی اور پھر بالآخر انتخابات بھی کرائے گئے اور اقتدار سول حکومت کو منتقل بھی ہوا۔ اس درمیان تمام فیصلے اور تمام قوانین تو نہیں لیکن بہت سے فیصلے اور بہت سے قوانین ایسے تھے جن کو تحفظ دینا ضروری تھا۔ ایک غیر دستوری حکومت سے جب دستوری حکومت کی جانب واپس آنے کا مرحلہ آتا ہے تو ایسا کرنا پڑتا ہے۔ اب یہ کام اراکین اسمبلی' سینیٹ اور دیگر ماہرین قانون کا ہے کہ وہ یہ فیصلہ کریں کہ مارشل لا دور کے کون سے قوانین اور فیصلے قائم رہنے چاہئیں اور کون سے نہیں رہنے چاہئیں لیکن اس کے لئے بھی غیر جذباتی رویے کی ضرورت ہے۔

اس کے علاوہ گزشتہ زمانے میں کئی فیصلے ایسے ہوئے تھے جن کا مقصد اُس وقت یہ کہا گیا تھا کہ نفاذ اسلام کی جانب یہ ضروری اقدامات ہیں۔ ان کے نتائج حسب توقع نکلے یا نہ نکلے اس وقت اس پر بحث غیر ضروری ہے لیکن ان میں اگر ایسے فیصلے ہیں جن کو موجودہ جمہوری حکومت قبول کر کے معاشرے کو اسلامی نظام کی جانب لے جا سکتی ہے تو اس سلسلے میں وسیع الفکری اور کشادہ دلی کا اظہار ہونا چاہئے کیونکہ ایسا رویہ لوگوں کے دلوں میں عزت و احترام پیدا کرنے کا باعث ہوتا ہے۔

اس سلسلے میں یہ گزارش کرنا بھی ضروری ہے کہ جہاں تک حدود کے نفاذ کا تعلق ہے ان کے بارے میں علمی گفتگو تو ہو سکتی ہے اور ہونی چاہئے لیکن حدود بہرحال جزو نظام اسلام ہیں۔ حدود کا نفاذ کب ہونا چاہئے کن حالات میں ہونا چاہئے نافذ کرنے والے کیسے ہونے چاہئیں یہ باتیں زیر بحث آ سکتی ہیں لیکن فی نفسہٖ حدود اسلامی ہیں لہذا ان کو زیر بحث لانا درست نہیں۔ بعض جرائم کی سزا قرآن پاک نے متعین کر دی ہیں اس سزا کو تبدیل نہیں کیا جا سکتا صرف یہ طے ہو سکتا ہے کہ وہ سزا کن حالات میں کیسے دی جائے۔ لہذا حدود کے مسئلے پر بھی گفتگو کرتے ہوئے یہ حقیقت پیش نظر رہنی چاہئے کہ یہ مسئلہ نازک ہے اور اس میں احتیاط لازمی ہے تنقید "حدود" پر نہیں ہونی چاہئے۔ اس کے نفاذ کے طریقہ کار پر ہونی چاہئے۔

جہاں تک 73ء کے دستور کا مسئلہ ہے تو اس کے حامیوں اور مخالفین دونوں کو اظہار رائے کرتے ہوئے اعتدال کا رویہ اختیار کرنا چاہئے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ 73ء کا آئین منتخب نمائندوں کا متفقہ منظور کردہ دستور ہے وہ منظوری خواہ کیسے ہی حالات میں ہوئی ہو لیکن بہرحال 73ء کے دستور کو غیر جمہوری فیصلوں کا پابند نہیں بنایا جا سکتا۔ اس میں جو تبدیلی بھی ہوتی ہے جمہوری طریقوں کے تحت ہی کی جانا چاہئے۔ اسی کے ساتھ یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہئے کہ ملک کے تمام طبقوں کے لئے اسے قابل قبول بنانے اور نامساعد حالات میں مؤثر اور قابل عمل رہنے کے لئے 73ء کے دستور میں بعض ترامیم کی ضرورت تھی۔ اس میں آج تک جو ترامیم ہوئی ہیں ان پر اب کھلے دل سے صرف اس اصول کے پیش نظر غور ہونا چاہئے کہ واقعی کون سی ترمیم دستور کی حقیقی ضرورت پوری کرتی ہے اور کون سی ترمیم ایسی ہے جو دستور کی حقیقی روح اور عدل و انصاف دونوں کے منافی ہے۔ اس کے لئے حزب اقتدار اور حزب اختلاف دونوں کو ملک کے بہتر مستقبل کی خاطر باہمی تنازعات نظرانداز کر کے ایک متفقہ لائحہ عمل بنانا چاہئے اور باہمی اعتماد کی فضا میں یہ فیصلے کرنے چاہئیں کہ دستوری تنازع کس صورت ختم ہو۔ ایک بات تمام سیاسی رہنماؤں کو سمجھ لینی چاہئے کہ سیاسی اور دستوری اختلافات جب حدود سے تجاوز کرتے ہیں اُسی وقت لوگ ان سے بددلی کا اظہار کرتے ہیں اور جب بھی اہل سیاست کے اختلافات سے لوگ بددل ہونے لگیں تو ایسی صورتحال ملک کے لئے فال نیک کبھی ثابت نہیں ہوئی۔ ملک کو جو جمہوری فضا میسر آئی ہے اس کے استحکام کے لئے ہمارے تمام اہل سیاست کو وسیع الفکری اور کشادہ دلی کا مظاہرہ کرنا چاہئے کیونکہ اختلافات کے باوجود باہمی خیرسگالی کے جذبے کے بغیر اجتماعی فلاح کے کام غیر مؤثر اور ادھورے رہیں گے۔

اسلام اور جمہوریت

بعض حلقوں میں یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ جمہوریت کا اسلام سے کوئی بھی واسطہ نہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ جمہوریت تو انقلاب فرانس کی پیداوار ہے یا آفاقی حقوق کی دعویدار برطانوی بادشاہت سے ٹکراؤ کا نتیجہ ہے۔ جہاں تک جمہوریت کے بارے میں قرآن و سنت اور خلفائے راشدین کے ادوار کا تعلق ہے ان کے حوالے بعد میں پیش کئے جائیں گے لیکن پہلے سامنے کی بات۔

جب یہ حضرات تحریک پاکستان کو اسلامی نظریہ سے منسوب کرتے ہیں تو کیا تحریک پاکستان نے جمہوریت کے ذریعہ اپنی منزل حاصل نہیں کی تھی؟ آخر جید علمائے کرام نے 1946ء اور قیام پاکستان کے بعد عام انتخابات میں بنفس نفیس حصہ نہیں لیا تھا اور کیا انہوں نے آئین کی قرارداد مقاصد میں بلکہ ہر دستور اور حتیٰ کہ 1951ء میں تیار ہونے والے مشہور 22 نکات میں اتفاق رائے سے جمہوری نظام منظور نہیں کیا تھا؟ آخر ان بین حقائق کے بعد جمہوریت کی بابت شکوک پھیلانے کا کیا جواز ہو سکتا ہے؟

بلاشبہ کسی بھی دوسرے مسلم یا غیر مسلم ملک میں غیر جمہوری نظام کیلئے حیلہ تلاش کر سکتے ہیں مگر پاکستان تو عالمی تاریخ میں وہ واحد ملک ہے جس کا وجود جمہوریت کے ذریعہ قائم ہوا ہے تو وہ زمین جو خود مجسم جمہوریت ہو بھلا جمہوریت کے بغیر کیسے زندہ و آباد رہ سکتی ہے۔ بعض حضرات کی یہ شکایت اصولی طور پر جائز قرار دی جا سکتی ہے کہ آخر دنیا میں صرف پاکستان ہی کیوں ایسا ملک ہے جہاں بات بات پر اس کے ٹوٹنے کی سرگوشیاں کی جاتی ہیں۔ تاہم یہ شکایت اُن عناصر کے خلاف ملک گیر پیمانے پر شدومد سے ہونی چاہئے جو پاکستان کے جسد سے اس کی روح یعنی جمہوریت کو نکال لیتے ہیں۔ یہ بھی عجب ستم ظریفی ہے کہ روح نکالنے کے دروازوں کو ہر قیمت پر بند کرنے کیلئے تو غور و فکر نہیں کیا جاتا مگر جو یہ متنبہ کرتے کہ اگر روح نکل گئی تو اس کا منطقی نتیجہ موت کی شکل میں نمودار ہو گا ان پر نکتہ چینی کی جاتی ہے جبکہ ایک بار نا لوقت ملک دولخت ہو بھی چکا ہے۔

ہمیں جمہوری دور میں ایک سازگار مہلت میسر ہو گئی ہے کہ کھلی بحث کے ذریعہ ان ذرائع و وسائل کو تلاش کریں جن سے جمہوریت کو زندہ و پائندہ رکھا جا سکے۔ یعنی پاکستان کی سالمیت و یکجہتی کو ناقابل تسخیر تحفظ حاصل ہو جائے ورنہ غیر جمہوری نظام میں پریس جیسا طاقتور عنصر بھی پابندیاں قبول کرنے پر مجبور نظر آتا ہے۔ لہذا میری تجویز ہے کہ ہماری تمام جماعتیں اور پریس اندرون ملک ایک متحدہ تنظیم تشکیل کریں جو ایک جانب غیر جمہوری نظام کے لئے سازگار ماحول پیدا نہ ہونے دے اور دوسری جانب اگر کوئی طالع آزما آ ہی جائے تو اُس کے سامنے پہاڑ کی مانند ڈٹ جائے۔

اب آئیں اصل موضوع کی طرف کہ اسلام میں جمہوریت کا کیا مقام ہے؟ امت مسلمہ کی پیش رو امت بنی اسرائیل کے بارے میں رسالت مآبؐ کا ارشاد ہے "بنی اسرائیل کا نظم و نسق اُن کے انبیاء چلاتے تھے۔ جب ایک نبی وفات پا جاتا تو اس کی جگہ دوسرا نبی مبعوث ہو جاتا۔" (مسلم کتاب الامارۃ)

ان کا نظم و نسق اپنے وقت کے تقاضوں کے مطابق کسی بھی شکل میں رہا ہو لیکن اس میں شبہ نہیں کہ وہ حکومتی نظام ہی ہوا کرتا تھا۔ اس کی ارتقائی شکل وہ تھی جو حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کے ادوار میں نظر آتی ہے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حکمرانی کے فرائض انجام دیئے لیکن آپؐ چونکہ آخری نبی تھے اس لئے امت مسلمہ کے سامنے یہ مسئلہ درپیش تھا کہ اب حکومتی نظم و نسق کی ذمہ داری کس کو اور کس طرح منتقل کی جائے۔ قرآن حکیم کے مطابق رسولؐ کی جانشین امت مسلمہ قرار پائی۔ "اُس نے تمہیں منتخب کر لیا ہے اور دین کے معاملہ میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی ہے۔ پیروی کرو اُس دین کی جو تمہارے باپ ابراہیمؑ کا دین ہے۔ پہلے سے ہی تمہیں مسلم کے نام سے نوازا تھا اور اس سلسلے میں کہ رسولؐ تمہارے لئے دین حق کی شہادت دیں اور تم دنیا کے سارے انسانوں کے سامنے دین حق کی شہادت دو۔" (القرآن) نیز حضرت ابراہیمؑ نے تعمیر کعبہ کے وقت دعا مانگی تھی "پروردگار! مجھے اور اسماعیل کو اپنا مسلم اور فرمانبردار بنا اور ہماری اولاد میں ایک ایسی امت برپا کر جو تیری مسلم اور فرمانبردار ہو۔"

لہذا اللہ جل شانہٗ نے کار رسالت کے لئے امت مسلمہ کا انتخاب کرتے ہوئے "اجتبا" کا لفظ استعمال کیا جو بالعموم قرآن حکیم میں انبیاء ہی کے لئے نازل ہوا ہے۔ چنانچہ امت مسلمہ کے لئے اس لفظ کے استعمال اور حضرت ابراہیمؑ کی دعا کے انداز سے واضح مفہوم یہی اخذ ہوتا ہے کہ آخری رسولؐ کی جانشین امت مسلمہ ہے اور یہ ہی اب وہی حکمرانی کے فرائض بھی انجام دے گی۔ اس امت کی حیثیت عام امتوں کی مانند نہیں بلکہ اب یہی کار رسالت کے جملہ فرائض کی ادائیگی کرے گی۔ نیز آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا "میری امت کبھی گمراہی پر مجتمع نہیں ہو گی۔" یعنی امت کے اجتماعی فیصلے درست ہوں گے۔

یہ کہا جا سکتا ہے کہ امت مسلمہ سے تو صرف یہی مراد ہو سکتی ہے کہ تمام زندہ مسلمانوں کا مجموعہ جو روئے زمین پر موجود ہوں۔ یقیناً یہ ایک مثالی شکل ہے لیکن اس کی وضاحت بھی اس فرمان الٰہی میں نظر آتی ہے "جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنی جانیں لڑائیں اور اپنے مال کھپائے اور جن لوگوں نے ہجرت کرنے والوں کو جگہ دی اور اُن کی مدد کی' وہی دراصل ایک دوسرے کے ولی ہیں۔" (انفال-72) معلوم ہوا جہاں شریعت الٰہی کی فرمانروائی ہو' حدود اللہ کی پاسداری ہو اور جہاں اسلامی ریاست قائم ہو اور جسے دارالاسلام کہا جا سکتا ہے تو ایسی زمین کی امت مسلمہ کے افراد ایک دوسرے کے ولی ہیں۔ وہی اپنے رسولؐ کی جانشین ہے اور امور حکمرانی کی جملہ ذمہ داری بھی اسی کے سپرد کی گئی ہے اور اس کے فیصلوں کے درست ہونے کی بشارت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔

امت مسلمہ کے اس تعین کے بعد قرآن حکیم کی اس آیت کریمہ کو ذہن نشین کیا جائے جس میں نبیؐ کو جو حکمران بھی ہیں ہدایت کی گئی ہے "اور اے نبی! ان سے معاملات میں مشاورت کرو۔" سوال یہ ہے کہ محبوب خدا کو بھلا مشوروں کی کیا ضرورت تھی؟ جواب واضح ہے کہ مشاورت کے اصول کو بنیادی اہمیت دی جا رہی تھی کہ جب باعث تخلیق کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ لینے کا فرمان الٰہی جاری ہوا تو امت مسلمہ ہمیشہ اس اصول پر کاربند رہے گی اور ایک فرمان صادر ہوا "مسلمان اپنے معاملات باہمی مشورے سے طے کرتے ہیں" یہ نہیں کہا گیا کہ محض مشورہ لینے پر اکتفا کیا جائے بلکہ مشاورت کے مطابق امور انجام دینے کا حکم نازل ہوا۔ یہ درخشاں اصول کسی اور امت کی دینی کتاب میں نظر نہیں آئے گا کیونکہ یہ نعمت اُس وقت امت مسلمہ کو عطا کی گئی جب دنیائے انسانیت اپنی شعور و عقل کی بلوغت سے ہمکنار ہوئی اور اسی بناء پر فرمانروائے کائنات کی جانب سے دین اسلام کی تکمیل کا اعلان کیا گیا تھا۔ لہذا جب مسلمانوں کو اس خصوصی تاکید کے ساتھ اپنے امور باہمی مشاورت سے انجام دینے کا حکم جاری ہوا تو حکومت کے قیام جیسے اہم سلسلہ میں جس کے ذریعہ ملک و ملت اور نفاذ اسلام کی تقدیر بنائی اور بگاڑی جا سکتی ہے بھلا کس طرح عوام کی رائے کو نظرانداز کیا جا سکتا ہے۔

یہ ایک منطقی اور منصفانہ اصول ہے کہ کسی مسئلہ کے بارے میں مشورہ اُن سب سے لیا جائے جن کے مفادات براہ راست ان سے متعلق ہیں۔ ظاہر ہے حکومت کا تعلق صرف مولوی صاحبان' ڈاکٹر' انجینئر اور اہل ثروت سے نہیں ہوتا بلکہ تمام رعایا سے ہوتا ہے۔ لہذا اس کو ان سب کے مشورے کے مطابق قائم بھی کیا جائے اس طریقہ کار کی ترجمانی حسب ذیل حدیث نبویؐ سے ہوتی ہے جس میں کسی مخصوص طبقہ کی بجائے عامۃ الناس کو خطاب فرمایا گیا ہے۔

"تمہارے بہترین سردار وہ ہیں جن سے تم محبت کرو اور وہ تم سے محبت کریں۔ اور جن کو تم دعا دو اور وہ تمہیں دعا دیں۔ اور تمہارے بدترین سردار وہ ہیں جن سے تم نفرت کرو اور وہ تم سے نفرت کریں اور جن پر تم لعنت بھیجو اور وہ تم پر لعنت بھیجیں۔" (مسلم)

بقیہ صفحہ ۲۴۷ پر ملاحظہ فرمائیں

پاکستان کا خدائی نشان اور مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام

لیلۃ القدر اور جمعۃ الوداع کو پاکستان کا قیام غلبۂ دین کا پیش خیمہ ہے

گئو رکھشا کے لئے ہندوؤں کا جذبہ اور قرآن سے مسلمانوں کی غفلت

انصار اللہ بن کر قرآن کی دولت دنیا میں پہنچاؤ اور دین و دنیا کی عزت حاصل کرو

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ۔ ڈلہوزی۔ مورخہ ۱۳ ر رمضان مطابق یکم اگست ۱۹۴۷ء

یاایھا الذین آمنوا کونوا انصار اللہ کما قال عیسی ابن مریم للحواریین من انصاری الی اللہ

پاکستان کا خدائی نشان اللہ تعالےٰ قرآن شریف میں ایک جگہ فرماتا ہے کہ ہمارے نشان تو بہت ظاہر ہوتے رہتے ہیں لیکن اکثر لوگ ان پر آنکھیں بند کر کے گذر جاتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کی ہستی پر نشانات اس زمانہ میں ہماری آنکھوں کے سامنے اس قدر ظاہر ہوتے ہیں کہ ہم ان کو گن نہیں سکتے۔ ان میں سے ایک نشان وہ ہے جو کسی خدائی ارادہ کے ماتحت مسلمانوں کو قریب قریب بلامزد ایک سلطنت کا مالک بنانے میں ظاہر ہوا ہے۔ سلطنت اور حکومت بجائے خود کوئی اتنی بڑی اہمیت نہیں رکھتی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تلک الایام نداولھا بین الناس۔ خوشی اور غم کے ایام لوگوں میں پھیر پھر کراتے رہتے ہیں۔ مگر اس وقت یہ نشان کسی اور خدائی ارادہ کی تمہید کے طور پر ظاہر ہوا ہے۔

مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام یہ بات قابل غور ہے کہ اس وقت ہندوستان کے مسلمانوں پر اللہ تعالےٰ نے بہت بڑا انعام کیا ہے۔ جن لوگوں نے دوسرے اسلامی ممالک کو دیکھا ہے یا انکی تحریکات کو دیکھا ہے وہ سب اس بات پر متفق ہیں کہ اسلام کے لئے جو غیرت ملی اور تبلیغ اسلام کا جو شغف ہندوستان کے مسلمانوں میں پایا جاتا ہے وہ دوسرے کسی ملک میں نہیں پایا جاتا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس انعام جسمانی کا اللہ تعالیٰ کے روحانی انعامات سے کوئی تعلق ہے۔

پاکستان کا قیام لیلۃ القدر اور جمعۃ الوداع کو بلکہ عجائبات الٰہی میں سے یہ بات ہے کہ پاکستان کے عالم وجود میں آنے کی رات ٹھیک ۲۷ ر رمضان کی رات ہے جو روحانی انعامات کے بارش کی رات ہے ۱۴ ر اور ۱۵ ر اگست کی درمیانی رات ستائیسویں رمضان ہے اور گو لیلۃ القدر کو ۲۵ ویں ۲۷ ویں اور ۲۹ ویں رات میں تلاش کرنے کا حکم ہے مگر اکثر صلحا کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ بیشتر ستائیسویں ہی ہے۔ اور بالخصوص یہ ستائیسویں جمعۃ الوداع کی رات ہے گویا پاکستان کی پیدائش لیلۃ القدر میں ہو رہی ہے اور جمعۃ الوداع ؟ یہ کسی مسلمان کے اختیار کی بات نہ تھی بلکہ قدرت نے ایسے سامان جمع کر دیئے کہ حکومت انگلستان نے انتقال اختیارات کو اسی رات سے شروع کرنے کا فیصلہ کیا۔

نزول قرآن کی یادگار اور جسمانی قسم لیلۃ القدر روحانی برکات کیلئے دعاؤں کی ضرورت ہی وہ رات ہے جس میں قرآن شریف کا نزول شروع ہوا اور یہ گویا نزول قرآن کی ایک سالانہ یادگار ہے جس میں مسلمان برکات روحانی کے نزول کے لئے دعائیں کرتے ہیں تو اس وقت جب ہماری ہمسایہ قوم ۱۴ ویں کو رات کے بارہ بجے اختیارات ملنے کی خوشی منا رہی ہوگی، مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اس رات کا احترام کرتے ہوئے دعاؤں میں لگ جائیں کہ اللہ تعالےٰ پاکستان کے وجود کو مسلمانوں کے لئے دونوں رنگوں میں بابرکت کرے جسمانی رنگ میں اس طرح پر کہ یہ سلطنت اسلامی سلطنتوں کے لئے ایک نمونہ ہو اور اس کے عمال صرف مخلوق خدا کی خدمت کے جذبہ کو لے کر رعایا کی بہتری کے لئے کام کرنے والے ہوں ان کے دلوں میں خدا کا خوف ہو اور ان کے سر خدا کے آگے جھکتے ہوں اور روحانی رنگ میں اس طرح کہ اللہ تعالیٰ اپنی روحانی برکات کے دروازے پھر دنیا پر کھول دے اور اسے اسلام کی نعمت سے متمتع فرمائے اور ہم مسلمانوں کو بھی توفیق دے کہ ہم قرآن کی نعمت کو دوسرے لوگوں تک پہنچانے کا تہیہ کر لیں۔

یہ انعام جسمانی غلبۂ اسلام کی تمہید ہے اللہ تعالےٰ کا مسلمانوں پر اپنے جسمانی انعام کو روحانی انعام کے ساتھ جمع کرنے میں ایک بہت بڑا اشارہ ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ جسمانی انعام تو بجائے خود ایک ایسی چیز ہے جس میں دوسرے لوگوں کا بھی اشتراک ہے مگر یہ فی الحقیقت ایک تمہید ہے اس انعام روحانی کی جو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو دینا چاہتا ہے اور جو اسلام سے ہی خاص ہے اور وہ ہے خدا کی بادشاہت کا دنیا پر قائم ہونا اور اسلام کا دنیا کا غالب مذہب ہو جانا۔ یہ ایک بہت بڑا ارادہ الٰہی ہے جس کی بشارت مخبر صادق صلعم کی زبان سے آج سے تیرہ سو سال پیشتر دی جا چکی ہے،

لیظھرہ علی الدین کلہ

یعنی اللہ تعالےٰ کا ارادہ ہے کہ اپنے بندوں کی ساری قوموں اور سارے ملکوں کی روحانی ربوبیت اپنے آخری اور مکمل پیغام قرآن سے فرمائے تو اس نے اس کی ابتدا اس انعام جسمانی سے شروع فرمائی ہے۔

انصار اللہ کے لئے حضرت عیسیٰ کی دعوت اسی ارادہ الٰہی کی طرف اس ارشاد الٰہی میں اشارہ ہے جو فرمایا یاایھا الذین آمنوا کونوا انصار اللہ اے ایمان والو اللہ کے مددگار ہو جاؤ۔ اللہ تعالےٰ کی ذات تو اس سے پاک ہے کہ وہ کسی کی مدد کی محتاج ہو تو ان الفاظ کا کیا منشا ہے کہ اللہ کے مددگار بن جاؤ اور اس کے ساتھ ہی حضرت عیسیٰ کا ذکر کیا ہے کہ ان کے دل میں بھی یہی تڑپ تھی کہ ان کو ایسے انصار مل جائیں جن سے ان کی بعثت کی غرض پوری ہو جائے اس لئے انہوں نے بھی ایک نعرہ بلند کیا تھا من انصاری الی اللہ۔ نبی کی بعثت اس لئے ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کا تعلق خدا تعالےٰ سے پیدا کرے تو دوسری جگہ یہ ذکر ہے کہ حضرت عیسےٰ نے بنی اسرائیل کو اس بات کی دعوت دی کہ وہ ان کی طرف رجوع کریں تاکہ وہ ان کا تعلق اللہ سے جوڑ دیں۔ لیکن ان لوگوں نے نہ مانا تو وہاں فرمایا فلما احس عیسی منھم الکفر قال من انصاری الی اللہ جب ان کا کفر ایسا کھل گیا کہ حواس ظاہری سے بھی وہ نظر آنے لگا (احس کے معنے ہیں حواس ظاہری سے کسی چیز کو معلوم کر لیا) تو حضرت عیسےٰ نے کہا من انصاری الی اللہ لوگوں کو خدا تک پہنچانے کے لئے خدا سے ان کا جوڑ قائم کرنے کے لئے مجھے مددگار بکار ہیں۔ انصار الی اللہ اور انصار اللہ دونوں نام اس جگہ استعمال ہوئے ہیں ان میں ایک باریک فرق ہے انصار الی اللہ تو وہ اس لحاظ سے ہیں کہ نبی کے سپرد جو کام مخلوق کا تعلق خالق سے قائم کرنے کے لئے کیا جاتا ہے اس کام میں وہ نبی کے مددگار ہوتے ہیں اور انصار اللہ ان کو اس لحاظ سے کہا ہے کہ نبی کے سپرد یہ کام اسی وقت ہوتا ہے جب ارادہ الٰہی مخلوق خدا کی ہدایت کا ہو چکا ہو تو یوں وہ ارادہ الٰہی کی تکمیل میں معاون ہوتے ہیں اس لئے انصار اللہ کہلاتے ہیں۔

حواریان مسیح کی تبلیغی کوششیں تو مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا کونوا انصار اللہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ ہے کہ وہ اپنی مخلوق کی روحانی ربوبیت فرمائے تم اس ارادہ الٰہی کی تکمیل میں معاون بن جاؤ۔ حضرت عیسےٰ کے حواریوں نے جب نحن انصار اللہ کہا یعنی اپنے آپکو تبلیغ دین کے لئے پیش کیا تو انجیل میں لکھا ہے کہ انہیں یہ حکم دیا گیا کہ وہ خالی ہاتھ نکلیں نہ سونا اپنے کمر بند میں رکھنا نہ چاندی نہ پیسے، راستہ کے لئے نہ جھولی لینا نہ دو دو کرتے نہ جوتیاں نہ لاٹھی۔" یہ حواری کون تھے انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ یا ان میں سے اکثر ماہی گیر تھے۔ قرآن کریم نے ان کا نام حواری رکھا

[illegible] کے ایک نفظی معنے ہیں دھوبی [illegible] سے صاف کرتا ہو سکتا ہے اس میں اشارہ ہو کہ وہ دھوبی تھے لیکن ماہی گیر ہوں یا دھوبی انھوں نے واقعی وہ عظیم الشان کام کر دکھایا جو دنیا کی تاریخ میں ہمیشہ کے لئے زندہ رہے گا۔ وہ نکل پڑے اور مختلف علاقوں میں پھیل گئے اور شدید ترین مخالفتوں کے اندر حضرت مسیح کے پیغام کو پہنچاتے رہے اور ان کی کوششوں کا ہی پھل تھا کہ ان کے نقش قدم پر پھر اور نکل پڑے یہاں تک کہ تین سو سال کے بعد رومن امپائر کا مذہب عیسائیت ہو گیا۔

مسلمانوں کا بے پناہ جذبہ تبلیغ اور اسکے شاندار نتائج

ہو سکتا ہے فی الواقع حضرت عیسٰی کا منشا یہی ہو کہ ایک جوڑا کپڑوں کے سوائے ان کے مبلغین کچھ ساتھ نہ لیں اور ہو سکتا ہے کہ یہ بیت [illegible] مقصد ہو کہ ان چیزوں کی پرواہ نہ کریں جو شخص خدا کے رستے میں نکلتا ہے خدا اس کے لئے سب سامان کر دیتا ہے۔ لیکن جب مسلمانوں کو یہ حکم ہوا کونوا انصار اللہ اور ان میں سے بہت سے تو ابتدائے اسلام کے ساتھ ہی حق کے زبردست مبلغ تھے اور آنحضرت صلعم کی زندگی میں سارا عرب اسلام میں داخل ہو گیا تو آپ کی وفات کے بعد بھی مسلمانوں کا جذبہ تبلیغ انصار اللہ ہونے کا جذبہ ایک بے پناہ جذبہ ثابت ہوا اور مشرق میں اور مغرب میں دونوں طرف پیغام الٰہی کو لے کر وہ ایک سو سال کے اندر اندر ایک طرف انتہائے مشرق میں اور دوسری طرف انتہائے مغرب میں پہنچ گئے اور قوموں کی قوموں کو اور ملکوں کے ملکوں کو اسلام میں داخل کرتے چلے گئے۔ اسیا نہ مانتے ہیں جب آمد و رفت کے وسائل بھی بہت محدود تھے نہ پہاڑ ان کے لئے روک تھے نہ دریا۔ وہ اس جذبہ کو لیکر چلے کہ ارادہ الٰہی یہ ہو چکا ہے کہ مخلوق خدا کو ہر قسم کی گمراہی سے باہر نکال کر اس کا تعلق اپنے مالک حقیقی سے قائم کیا جائے۔ اور وہ اپنے آپ کو اس ارادہ الٰہی کی تکمیل کے آلے سمجھتے تھے۔ اور دنیا بھی اس طرح پیغام حق کو قبول کرتی چلی جاتی تھی کہ یہ صاف نظر آ رہا تھا کہ یہ انسانوں کا کام نہیں بلکہ خدائی ارادہ ہی ایسا ہو چکا ہے اور انسان صرف اس ارادہ الٰہی کی تکمیل کے آلہ کار ہیں۔

غلبۂ اسلام کا وقت پھر آ پہنچا ہے

آج پھر وہی ارادہ الٰہی نظر آ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسلام کو از سر نو ایک قوت اور زندگی بخش رہا ہے اور اسلام ایک دور جدید میں داخل ہو رہا ہے انہ ھو یسیر کو دیکھیں۔ اسلام پر ایک پستی کا دور آیا وہ ہمارے ہی اعمال کا نتیجہ تھا۔ مگر وہ بھی ایک ارادہ الٰہی کے ماتحت تھا۔ عیسائی طاقتوں نے پوری قوت خرچ کی کہ وہ اسلامی سلطنتوں کو ہی نہیں بلکہ اسلام کو مٹا دیں مگر ان کی ساری کوششوں کا نتیجہ کیا ہوا ہے یہی کہ اسلام گرنے کے بعد پھر ابھر رہا ہے اور اس کے اندر ایک نئی قوت پیدا ہو رہی ہے جو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی اس وقت اسلام کے جھنڈے مختلف عیسائی ممالک میں لگ چکے ہیں اور دوسری مرتبہ وہی آثار ظاہر ہو رہے ہیں جو پہلی مرتبہ ظاہر ہوتے تھے کہ عیسائیت کا قدم پیچھے ہٹ رہا ہے اور اسلام کا قدم آگے بڑھ رہا ہے اور ارادۂ الٰہی نظر آ رہا ہے اور لیظھرہ علی الدین کلہ کا وقت آ پہنچا ہے۔

گئو رکھشا کیلئے ہندوؤں کا جذبہ اور مسلمانوں کی قرآن سے غفلت۔

مگر اس کے لئے مسلمانوں کی طرف سے ایک قدم آگے اٹھنے کی ضرورت ہے۔ وہ خدا کے آخری پیغام کی وہ قدر کریں جو اس کا حق ہے وہ ایک دفعہ ہمت کر کے دنیا کو اسلام کے لئے فتح کرنے کا عزم کر لیں۔ بیشک زبانی ہم بہت کچھ کہتے ہیں مگر حقیقت کو دیکھا جائے تو جو کچھ ہندو قوم اپنی گائے کے لئے کر رہی ہے مسلمان اپنے قرآن کے لئے اس کا دسواں بلکہ سواں حصہ بھی نہیں کر رہے۔ تمام ہندو قوم گئو رکھشا کے لئے اپنی تجارتوں میں اپنے منافع بلکہ اپنی آمدنیوں سے ایک مقررہ رقم ادا کرتی ہے مگر مسلمانوں میں شاید ایک جگہ بھی سوائے بہت ہی قلیل نفوس کے یہ انتظام موجود نہیں، ایک سیٹھ دلمیا کو لے لو وہ اپنے کروڑہا روپوں کو اس کام کے لئے وقف کر رہا ہے کہ گائے کی حفاظت ہو۔ اس کی کوشش بے سود ہے یہ الگ بات ہے مگر اس کے دل میں جو جذبہ ہے وہ قابل قدر ہے وہ اپنی ساری دولت اس کام پر لگا دینے کا فیصلہ کر چکا ہے وہ اپنے ورثاء کو بھی اسی بات کا پابند کرتا ہے اپنے داماد کو بھی بتا دیتا ہے اپنی بیویوں کو بھی کہہ دیتا ہے کہ اس کے پیچھے وہ بھی اس کی بے حساب دولت کو اسی کام کے لئے لگا دیں۔ میں کہتا ہوں کہ مسلمانوں میں سیٹھ دلمیا کے برابر کسی کے پاس دولت نہ سہی۔ شاید یہ بھی صحیح نہ ہو لیکن اس کو جانے دو کیا کوئی ایسے مسلمان ملتے ہیں جو کروڑوں نہ سہی اپنے لاکھوں روپے ہی اس کام کے لئے لگا دیں کہ خدا کے آخری پیغام کو دنیا کی ساری قوموں تک پہنچایا جائے۔ دنیا کی ساری قومیں تو دور ہیں کیا کوئی ایسے لوگ اٹھتے ہیں کہ اس ملک ہندوستان میں ہی قرآن کو ایران سے بھی کمزور ہے۔ اور کہنا تو یوں چاہئے کہ مسلمانوں کی اقتصادی حالت کمزور ہے تو کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ ہمیشہ کے لئے سلطنت سے محروم رہیں ہاں یہ اب ان کا اپنا کام ہے کہ اگر پہلے ایک قوم کی غلامی کی وجہ سے ان کی اقتصادی حالت کمزور ہوتی چلی گئی ہے۔ تو اب اس غلامی سے آزاد ہو کر اپنی اقتصادی حالت کو بہتر بنائیں۔

تقسیم پنجاب و بنگال تبلیغ کو مقدم نہ کرنیکا نتیجہ ہے

کبھی کہا جاتا ہے کہ پنجاب کا اور بنگال کا کچھ حصہ نکل جانے سے پاکستان کمزور ہو گیا ہے مگر یہ حصہ کیوں نکلا۔ اس لئے کہ وہاں مسلمان اقلیت میں ہیں۔ تو یہ ہمارے ہی آباؤ اجداد کی غلطی ہے جنہوں نے تبلیغ اسلام کے فریضہ کو بھلا کر اپنے آپ کو اقلیت میں رکھا۔ اگر وہ خدا اور اس کے رسول کے احکام کی تعمیل کرتے ہوئے تبلیغ اسلام کو مقدم کرتے تو آج یہ حصے ان کے ہاتھ سے نہ نکلتے۔ بلکہ اگر مسلمانوں نے اس طرف توجہ کی ہوتی۔ تو آج سارا ہندوستان ہی پاکستان ہوتا۔ اگر آج بھی وہ توجہ کریں تو باقی ہندوستان کو پاکستان بنا سکتے ہیں۔

مسلم اقلیت کے صوبوں کی پاکستان کے لئے قربانیاں

لیکن یہ کہنا کہ جو مسلمان پاکستان کے اندر نہیں آ سکے وہ گویا اس نعمت سے بالکل محروم رہ گئے، اور انہیں کیوں چھوڑ دیا گیا صحیح نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حصول پاکستان کے لئے سب سے زیادہ قربانیاں ان لوگوں نے کی ہیں جنہیں کبھی وہم تک بھی نہ آ سکتا تھا کہ وہ بھی پاکستان میں چلے جائیں گے۔ یو۔پی کے مسلمان، بمبئی کے مسلمان، بہار کے مسلمان حصول پاکستان کے لئے اس وقت سے قربانیاں کر رہے ہیں۔ جب ابھی پنجاب کے مسلمان سوئے پڑے تھے اور یہاں مسلم لیگی تھے۔ جن کو مسلم لیگ کے ساتھ اسی قدر ہمدردی تھی جس قدر ہندوؤں کو تھی۔ یو۔پی۔ بہار، بمبئی کے مسلمان جانتے تھے کہ ہمیں تو پاکستان میں کوئی حصہ نہیں مل سکتا۔ مگر انھوں نے اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کے لئے نہیں بلکہ اسلام کے لئے قربانیاں کیں۔ تو آخر پنجاب یا بنگال کے جو مسلمان پاکستان سے باہر رہ جائیں گے وہ ہندوستان میں ہی ہونگے جہاں ساڑھے چار کروڑ مسلمان آباد ہیں۔ اور یہ محض ایک سطحی نگاہ ہے جس کی وجہ سے یہ خیال ہے۔ ورنہ فی الحقیقت قیام پاکستان کی برکات سے خدا چاہے تو سارے ہندوستان کے مسلمان بہرہ ور ہوں گے۔ . . . . .

. . . .

تقسیم پنجاب و بنگال کا ایک اہم فائدہ

جہاں تک پاکستان کے کمزور ہونے کا سوال ہے۔ بلا شبہ آبادی اور رقبہ کے لحاظ سے تقسیم پنجاب اور بنگال سے یہ کمزور ہو جائے گا لیکن اس میں ایک فائدہ بھی ہے۔ پاکستان نہیں بن سکتا جب تک اس میں مسلمانوں کی بھاری اکثریت نہ ہو اور یہ موجودہ پنجاب اور بنگال میں نہ تھی۔ لیکن اگر خالص ہندو علاقے نکل جائیں تو باقی حصے میں مسلمانوں کی اس قدر اکثریت ہوگی کہ کسی غدار کے لئے یہ موقع نہ ہوگا کہ وہ دو چار مسلمانوں کو ورغلا کر دوسری قوم کے ساتھ مل جائے۔ اور اپنی قوم کی جڑیں کاٹنی شروع کر دے۔ اس لئے یہ ایک رنگ میں رحمت ہی رحمت ہے۔

ہماری آیندہ کامیابیوں کا انحصار کسی سلطنت پر نہیں بلکہ بلندی اخلاق پر ہے

ہاں یہ سچ ہے کہ ہماری آیندہ کامیابیوں کا انحصار کسی سلطنت کی وسعت پر نہیں بلکہ خود سلطنت پر بھی نہیں وہ خدا اور اس کے رسول کی فرمانبرداری ہے اقلیت میں رہ کر بھی اگر ہم خدا اور اس کے رسول کی فرمانبرداری اختیار کریں۔ تو ہم پر حکومت کرنے والی اکثریت کی گردنیں ہمارے سامنے جھک سکتی ہیں۔ ہماری حقیقی کامیابی کا دن وہی ہے جب ہمارے اخلاق اس قدر بلند ہو جائیں، کہ دوسرے لوگوں کی گردنیں ان کے سامنے جھکنے لگیں۔

اسلام کی نصرت کے کئی نظارے اور آیندہ کامیابیوں کی راہ

اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں اسلام کی نصرت کے کئی نظارے دکھائے ہیں۔ ٹرکی میں بھی ایک نظارہ دکھایا۔ جاوا سماٹرا میں بھی ایک نظارہ دکھایا اور ہندوستان میں بھی ایک نظارہ دکھایا ہے۔ یہ تو صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارتیں ہیں کہ اس کا ہاتھ اسلام کی تائید میں ہے۔ اور اگر مسلمان اس کے سامنے جھک جائیں۔ تو وہ اپنی نصرت کے اس سے بھی بلند تر نظارے دکھانے کو تیار ہے۔ ایک ہندوستان کا پاکستان بنانا کونسا مشکل کام ہے مسلمان آج اپنے آپ کو اپنے اصل کام میں لگا دیں اور وہ اصل کام کیا ہے کہ وہ اعلائے کلمۃ اللہ کے کام کو اپنی زندگیوں کا اصل مقصد ٹھیرا لیں تو آج ساری دنیا کو پاکستان بنا سکتے ہیں۔ ہمارے خدا نے ہماری نصرت تو اس حالت میں بھی فرمائی ہے۔ جب ہم سے اس کی فرمانبرداری کا حق ادا نہیں ہوا۔ تو اگر ہم اس کے فرمانبردار بندے بن جائیں تو کیوں ہماری نصرت نہ فرمائے گا جس کا اس نے خود وعدہ کیا ہے

(بقیہ صفحہ ... پر ملاحظہ فرمائیں)

پاکستان کا قیام و استحکام مذہب و روحانیت پر

خلافتِ راشدہ کا نمونہ پیدا کرنے کی ضرورت

از جناب مولانا محمد یعقوب خان صاحب بی اے۔ بی ٹی

ہندوستان کے مسلمانوں کے سامنے اب یہ سوال تو نہیں ہے کہ پاکستان کس طرح حاصل کرنا ہے، بلکہ اب یہ سوال ہے کہ پاکستان کو کس نہج پر قائم رکھنا ہے برخلاف آج کی کسی معمولی سلطنت کے پاکستان کا صرف یہی کام نہیں ہوگا کہ وہ روٹی کا مسئلہ حل کرنے میں اپنی تمام مساعی صرف کر دے۔ اگرچہ یہ روٹی کا سوال بھی جس طرح دوسری سلطنتوں کے پیش نظر ہے اسی طرح ہی پاکستان کے سامنے بھی ہے اور بلحاظ اپنی اہمیت کے ایک بہت بڑا سوال ہے، لیکن ہندوستان کی اس اسلامی سلطنت کو معلوم ہو جانا چاہیئے کہ "انسان صرف روٹی سے ہی زندہ نہیں رہتا"

ہماری دنیوی زندگی

ہم مانتے ہیں کہ اسلام اس دنیوی زندگی کو نظر انداز نہیں کرتا۔ لیکن وہ ہم سے یہ چاہتا ہے کہ ہم اس مادی اور عارضی زندگی کو اس دائمی زندگی کی تیاری میں صرف کریں جو بعد میں آنے والی ہے۔ اسلام کے نزدیک موت انسانی زندگی کا خاتمہ نہیں ہے، بلکہ یہ دوسری زندگی میں داخل ہونے کا دروازہ ہے۔ اگر ہماری دنیوی زندگی ہماری اُخروی زندگی کے بنانے میں ہماری مدد نہیں کر سکتی تو بیکار محض ہے، یہ دنیوی زندگی ہمیں موقعہ دیتی ہے کہ ہم اپنی اُخروی زندگی کو اعلےٰ بنا سکیں اور اس دنیوی زندگی کا یہی ایک فائدہ ہے اور درحقیقت یہ ایک بہت بڑا فائدہ ہے۔ لیکن اگر ہم اس زندگی کو اس اعلیٰ مقصد کے لئے کام میں نہ لائیں تو پھر یہ زندگی ہمارے کسی کام کی نہیں۔

پاکستان خلافت راشدہ کے نمونہ پر

مسلمان پاکستان بنانے کے لئے کیوں اس قدر گرم جوشی دکھا رہے تھے۔ محض اس لئے کہ ان کو ایک اسلامی ریاست میں اپنی مذہبی اور روحانی ترقی کے لئے پوری پوری آزادی حاصل ہو۔ جہاں ان کو اصول و قوانین اسلام کے مطابق زندگی بسر کرنے کے لئے کوئی روک ٹوک نہ ہو۔ پاکستان کے آنے کے ساتھ وہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے مبارک زمانہ کا نقشہ دیکھنے کے متمنی تھے۔ اگر وہ عزت، وہ شان و شوکت وہ سنہری مواقع روحانی اور مذہبی زندگی کے دستیاب نہیں ہوں گے تو پاکستان خواہ روٹی کے مسئلہ کو بوجوہ احسن حل بھی کر دے تاہم مسلمانوں کے لئے اس میں کچھ جاذبیت پیدا نہیں ہو سکتی۔

بخلاف دوسرے مذاہب کے پیروؤں کے مسلمان روٹی کے سوال کو اس قدر اہمیت نہیں دیتا، جس قدر مذہب کو۔ ان کے سامنے نمونہ آجکل کے کروڑپتی نہیں ہیں، بلکہ وہ خلفائے راشدین ہیں۔ جن کے متعلق علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے

سروری در دین ما خدمت گری است
عدل فاروقی و فقر حیدری است

معاشی سوال اور مذہبی آزادی

مسلمانوں کے خلفاء درویشانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ یہی نمونہ مسلمانوں کے سامنے ہے۔ مسلمان پھر اسلام کی شان و شوکت کو دیکھنا چاہتے ہیں ہاں ان کو روٹی بھی ملنی چاہیئے۔ یہ بھی ان کا معاشی حق ہے۔ ہاں ان کا حق ہے کہ وہ روٹی کھائیں اور پیٹ بھر کر کھائیں۔ لیکن روٹی سے بھی بڑھکر جس چیز کی ان کو ضرورت ہے، وہ ان کے روح ان کے مذہب کی آزادی ہے اور یہی وہ اسلامی شان و شوکت ہے جو اسلام کے لئے طغرائے امتیاز ہے ہندوستان کے مسلمان ہر قسم کی قربانی کرنے کے لئے تیار ہیں۔ مذہب کی عزت و ناموس کے لئے وہ ہر قیمت ادا کرنے کے لئے کمربستہ ہیں۔ وہ اپنے لیڈروں سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ اسلامی شان و شوکت کے حصول میں ان کی رہنمائی کریں۔

اگر اس شان و شوکت کا حصول ہندو انڈیا میں مشکل تھا تو پاکستان کی آزاد ریاست میں بھی اس کا حصول کوئی آسان امر نہیں، لوگوں کے دلوں میں اس کی تڑپ موجود ہے۔ لیکن وہ نہیں جانتے کہ اسکو کس طرح حاصل کیا جا سکتا ہے۔

اسلامی شان و شوکت

قطع نظر عامۃ الناس کے کیا ہمارے لیڈروں کو معلوم ہے کہ اسلامی عظمت و عزت کے دن کس طرح عود کر سکتے ہیں دنیا میں اور بھی بہت سی اسلامی سلطنتیں ہیں ان میں سے بعض تو کئی رنگ میں پستی کی حالت میں رہی ہیں لیکن ایسی بھی ہیں جو آجکل کی ترقی یافتہ سلطنتوں کا مقابلہ کر سکتی ہیں لیکن کیا ان کے اندر اسلامی شان و شوکت کے آثار پائے جاتے ہیں کیا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی شان و شوکت کو واپس لانے میں مصروف عمل ہیں؟ اور کیا وہ جانتے ہیں کہ وہ کونسے طریقے ہیں جن سے یہ شان و شوکت پھر واپس آسکتی ہے؟ اور کیا وہ ان طریقوں کا علم حاصل کرنا پسند کرتے ہیں۔

لیڈروں میں حسن عمل کی ضرورت

یہ چیز یعنی اسلامی شان و شوکت کوئی دنیوی چیز نہیں ہے، نہ ہی اس سے ہماری مراد کسی ذہنی ارتقاء کی ہے بلکہ یہ روحانی متاع ہے۔ معمولی دنیوی کامیابی کے طریقے یہاں ناکام ہو جاتے ہیں اس کے لئے ضرورت ہے لیڈروں کی روحانیت اور حسن عمل کی جس سے وہ عامۃ الناس کے اندر روحانیت اور اخلاق فاضلہ پیدا کریں۔ پس جب تک ہمارے لیڈر ہر ایک اسلامی امر کے متعلق خود ایک مثال قائم نہیں کریں گے اور جب تک وہ اپنی زندگیوں کو روحانی زندگیاں نہیں بنائیں گے وہ عامۃ الناس کی قیادت کے لئے اہل ثابت نہیں ہو سکتے۔

پاکستان اسلام کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا

اس کو محض اسلام کی شان و شوکت کا ہی سوال نہیں سمجھنا چاہیئے بلکہ یہ خود پاکستان کی اسلامی سلطنت کی موت اور زندگی کا سوال ہے۔ پاکستان اسلام کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ ہاں پاکستان روحانیت میں ڈوبے ہوئے اسلام کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ محض زبان سے اسلام کا اقرار ہندوستان کے مسلمانوں کو پاکستان قائم رکھنے کا اہل نہیں بنا سکتا۔ ابھی بمشکل دو صدیاں گذریں اسی ملک میں ہماری بہت بڑی سلطنت تھی لیکن یہ برباد ہو گئی۔ مگر کیوں برباد ہوئی؟ اس لئے برباد ہوئی کہ اس میں سے روحانیت کی روح نکل گئی تھی اسلامی رنگ اس میں سے مفقود ہو چکا تھا۔ اگر ہم نے احتیاط نہ کی تو یقیناً تاریخ اپنے آپ کو دہرائے گی۔ وہ احتیاط کیا ہے؟ یہی کہ ہم اپنے آپ کو روحانی بنائیں۔ اپنی زندگیوں کو اسلامی رنگ میں رنگین کریں۔ ہمیں محض جسم کا ہی خیال نہیں کرنا چاہیئے، بلکہ ہم کو جسمانیت کے ساتھ روح کا خیال کرنا چاہیئے۔ ہمیں اسلام کی خدمت کا محض زبان سے ہی اقرار نہیں کرنا چاہیئے بلکہ اس کے تمام احکام پر بدل و جان گامزن ہونا چاہیئے۔ ....

نعروں کو عمل میں لائیں

"پاکستان کا کیا مطلب؟" لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

بالکل ٹھیک! لیکن محض نعروں سے ہی کسی سلطنت کا قیام وابستہ نہیں ہے ان نعروں کو عملی جامہ پہنانا چاہیئے اور ہر مسلمان کو چاہیئے کہ وہ آج سے ہی ان کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کمربستہ ہو جائے۔

آگے کی طرف حرکت کرو

حرکت زندگی کی علامت ہے ہمیں اسکو حاصل کرنا چاہیئے۔ ہمیں آگے حرکت کرنی چاہیئے۔ ہمیں اپنے آپ کو جنبش میں لانا چاہیئے، تاکہ اور نہیں تو زندگی تو قائم رہے۔ جمود یا حرکت کا نہ ہونا موت کی علامت ہے۔ اس دنیا میں کوئی چیز ساکن نہیں، اگر آپ کا قدم آگے نہیں پڑ رہا تو یقیناً آپ پیچھے کی طرف جا رہے ہیں۔ بجائے ترقی کے آپ تنزل کر رہے ہیں۔

بعض مسلم بادشاہوں کی غلطی

ہندوستان کے بعض مسلم بادشاہ اسلام کے نہایت متبع تھے۔ اور جو کچھ انھوں نے خدا کے دین کے لئے کیا مسلمان ان کے شکر گذار ہیں لیکن ایسے بھی تھے (اور بدقسمتی سے ان کی تعداد زیادہ ہے) جنھوں نے اسلام کے لئے کچھ بھی نہ کیا۔ اور اس طرف ذرا توجہ نہ کی۔ جس کا نتیجہ یہ تھا کہ وہ صرف سلطنت کی تباہی کا ہی باعث نہ ہوئے بلکہ مسلمانوں کی آیندہ نسلوں کی بربادی کا باعث بھی ان کا وجود ہی تھا پاکستان کے لیڈروں کو چاہیئے کہ اگر وہ اپنی سلطنت یا قوم کو تباہی سے محفوظ رکھنا چاہتے ہیں تو وہ پھر اسی غلطی کے مرتکب نہ ہوں۔

پاکستان کی بنیاد مذہب

پاکستان کی بنیاد اسلام کی روحانی طاقتوں کی اساس پر کھڑی ہونی چاہیئے۔ پاکستان کے ہر مرد ہر عورت ہر بچے اور ہر بوڑھے کو صحیح معنوں میں پاک بننا چاہیئے۔ ہر مسلمان کو جھوٹا فخر ترک کر دینا چاہیئے اسلام کی جملہ ضروریات کا علم حاصل کرنا چاہیئے اور مذہب پر پورے طور سے عمل پیرا ہونا چاہیئے۔ محض منہ سے مذہب کا اقرار ان کو نہیں بچا سکتا۔ اور اس کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر ہم حقیقی طور پر مسلمان نہ بنے تو یہ پاکستان جو اس قدر قربانیوں اور جدوجہد کے بعد خدا نے دیا ہے پھر ہمارے ہاتھوں سے نکل جائے گا۔ خدا اس روز بد سے ہمیں محفوظ رکھے۔

مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں

قیامِ پاکستان

کیلئے

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی جدوجہد

غلام نبی مسلم ایم۔اے

پسِ منظر

مغلیہ سلطنت کی تباہی کے بعد مسلمانانِ ہند ہر چہار طرف سے مشکلات میں گھر گئے۔ ان کی سیاسی سوجھ بوجھ تو پہلے ہی جواب دے چکی تھی۔ انگریز اور ہندو نے مل کر اس قوم کی روایتی فکری صلاحیتوں کو پامال کرنے اور اسلامی اقدار کو نیست و نابود کرنے کا منصوبہ بنایا۔ جس کے لئے زندگی کے ہر شعبہ میں اُسے نظر انداز کر کے عضو معطل بنا چھوڑا۔ مسلمان جو سیاسی شکست کھا چکا تھا اسلامی اقدار کی بے حرمتی سے اور بھی دل شکستہ ہو گیا۔ اب اسے اسلام کا نام لیوا ہونے یا مسلمان کہلانے میں بھی عار محسوس ہوتی تھی۔ اس بے بسی اور کس مپرسی کو کئی اہلِ نظر اور صاحبِ دل مسلمان دیکھتے اور محسوس کرتے تھے مگر خود کو بے بس پاتے تھے۔ تا آنکہ

ملتِ بیضا کے جیالے دیڑے پھوٹ کر ؎ ابرِ رحمت جوش کے آیا اور برسا ٹوٹ کر

یعنی نبی اکرم حضرت خاتم الانبیاء کے ارشاد کے موجب چودھویں صدی کے مجدد تشریف لے آئے یہ اسی مجدد کا زمانہ تھا اور وہی اس کا بہترین معالج ہو سکتا تھا۔

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی (بانی تحریک احمدیت) نے مسلمانوں کے اس پُر آشوب زمانہ میں "فتح اسلام" کی آواز بلند کر کے کلیساؤں اور مندروں کی دیواریں ہلا دیں۔ نیز اسلامیانِ ہند کو اخوت، اتحاد، مروت و اخلاق کا سبق دیکر عملی نمونہ کے لئے ایک سیسہ پلائی جماعت کھڑی کر دی۔ جس نے ادیانِ باطلہ کو ہر میدان میں شکست دیکر اسلام کی عالمگیری اور بالادستی کا لوہا منوایا۔ اور مسلمانانِ عالم کو کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر جمع ہو جانے کی تلقین فرمائی۔ دراصل اتحاد بین المسلمین کے لئے اس سے بڑھکر اور کوئی محور نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ علاج ایک مامور ہی بتا سکتا ہے جو اپنے زمانہ کا نبض شناس ہوتا ہے۔ اگرچہ سادہ لوح مسلمانوں نے ابن الوقت مولویوں کی شہ پر اس کی مخالفت کی مگر آپ نے اپنی جماعت کو جملہ مسلمانوں کی خیر خواہی کی تلقین فرمائی۔ بلکہ شرائط بیعت میں بھی اسے شامل کیا۔ چنانچہ شرط ۴ یہ ہے:-

"عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا۔ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔"

آپ کے بعد حضرت حکیم الامت مولانا نور الدین علیہ الرحمۃ نے بھی مسلمانوں کی خیرخواہی کو پیش نظر رکھا۔ اور آپ کی ذات مسلمانانِ ہند کا مرجع بن گئی۔ آپ کی وفات پر جب ایک انتہا پسند گروہ نے میاں محمود احمد صاحب کی قیادت میں ملتِ اسلامیہ کا شیرازہ بکھیرنے کی مہم چلائی تو حضرت مرزا صاحب اور حضرت حکیم الامت کے مزاج شناس، شاگرد رشید مولانا محمد علیؒ نے تکفیر المسلمین کے خطرناک عقیدے کے خلاف آواز اٹھائی اور تاحیات اتحاد المسلمین، ختم نبوت اور استحکام اُمت کے لئے جہاد میں مصروف رہے۔

آپ کی زندگی میں مسلمانانِ ہند کو جن مصائب سے گذرنا پڑا ان میں سے چند ایک واقعات خاص اہمیت کے حامل ہیں۔ اور آپ نے اور آپ کی قیادت میں جماعت احمدیہ لاہور نے جو نمایاں حصہ لیا وہ ہندوستان کی مسلمان جماعتوں اور دینی گروہوں میں خاص اہمیت کا حامل ہے۔

——— لیکن المیہ یہ ہے کہ مسلمان ان بے نظیر کارناموں سے بے خبر ہیں جو اِس تحریک کا طرۂ امتیاز ہیں۔ پھر جو لوگ ان کارناموں سے باخبر ہیں وہ منقارِ زیرِ پر ہیں۔ اور ماحول کے خوف سے حق گوئی کی جرأت نہیں کرتے ہیں اور یہ حق پوشی قوموں کی پستی اور موت کی علامت ہے۔ اور سب سے بُرا پہلو یہ ہے کہ دَورِ حاضر کی تاریخ کا طالبعلم احمدیت سے متعلق رسالہ جات اور کتب میں پوشیدہ حقائق کی تلاش نہیں کرتا۔

حقیقت یہ ہے کہ جماعت احمدیہ لاہور واحد اسلامی جماعت ہے جس نے بحیثیت جماعت مسلمانوں کی ہر مشکل میں بھرپور حصہ لیا۔ اور گو مسلمانوں کے دوسرے گروہوں نے تنگ نظری اور جہالت سے ملی مفاد پر گروہی مفاد کو ترجیح دی مگر اس جماعت نے گروہی مفاد کو نظر انداز کر کے اپنی تمام قوتیں اس میں جھونک دیں، جس کا اپنوں اور بیگانوں نے اعتراف کیا۔

ذیل میں مسلمانوں کی خیرخواہی اور اتحاد بین المسلمین کے سلسلہ میں جماعت کے قائدِ اوّل امام وقت کے دستِ راست حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ، جن کی اسلامی خدمات کی ایک دنیا معترف ہے، کی چند ملی خدمات پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ حادثۂ کانپور

جون ۱۹۱۳ء میں کانپور میں ایک سڑک زیر تعمیر تھی۔ راستے میں ایک مسجد پڑتی تھی۔ حکومت نے مسجد کی حرمت اور مسلمانوں کے جذبات پر سڑک کو ترجیح دی، اور سڑک کو سیدھا کرنے کے لئے مسجد کا ایک حصہ مسمار کر دیا۔ مسلمانوں نے احتجاج کیا۔ اِس سے پہلے بمقابل ہندوؤں کے احتجاج پر حکومت نے ایک مندر کو گرانے کا ارادہ ترک کر دیا تھا۔ لیکن مسلمانوں پر گولی چلا دی گئی۔ بیسیوں مسلمانوں کو شہید کر دیا گیا اور سینکڑوں کو قید کر کے جیلوں میں ٹھونس دیا گیا۔ ہندوستان بھر میں کہرام مچ گیا۔ حضرت مولانا اس وقت "ریویو آف ریلیجنز" کے ایڈیٹر تھے آپ نے مسلمانوں کے مذہب میں اس صریح مداخلت اور بے گناہ مسلمانوں کا خون ناحق بہانے پر ایک زوردار مقالہ "مساجد کا انہدام" لکھا جس میں آپ نے حکومت کے رویے پر کڑی تنقید کی، اس میں آپ نے دردبھرے انداز سے یہ بھی لکھا:

"کانپور کی مسجد کے ایک حصہ کے انہدام سے جو جو مصائب مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے ہیں وہ بجائے خود ایک علیحدہ مضمون میں تفصیل کے محتاج ہیں۔ مگر ایک امر جسے غالباً ہر مسلمان نے نوٹ کیا ہوگا ایسا حیرت انگیز ظاہر ہوا ہے کہ جس کا آج تک مسلمانوں کو وہم بھی نہ تھا۔ اور وہ یہ امر ہے کہ گورنمنٹ انگریزی کے ذمہ دار عہدے دار باوجود اس مذہبی آزادی کے جو گورنمنٹ کی طرف سے رعایا کے ہر فرقہ کو حاصل ہے مساجد کے گرانے میں ادنےٰ تامل سے بھی کام نہیں لیتے۔ معمولی عمارتوں کے بنانے کے لئے معمولی راستوں کے نکالنے کے لئے یا اور نہایت معمولی ضروریات کے لئے مساجد کا انہدام نہایت معمولی طریق پر تجویز کر دیا جاتا ہے۔ گویا کہ وہ بلحاظ عبادت گاہ ہونے کے کسی خاص رعایت کا استحقاق نہیں رکھتی جو دوسری عبادت گاہوں کو حاصل ہے۔ آخر گورنمنٹ کو بھی تو اپنا فرض شناخت کرنا چاہیئے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ گورنمنٹ کے حکام اندھا دھند جو چاہیں کئے جائیں اور مسلمان خاموش بیٹھے رہیں۔" (پیغام صلح ۱۲ اگست ۱۹۱۳ء)

دوسرا مضمون

اس پراودھ کے گورنر سر جیمز میسٹن نے مسجد کے گرانے کے حق میں کہا کہ اول تو ہم نے پہلے بھی مساجد گرائی ہیں۔ اور مسلمانوں نے اعتراض نہیں کیا۔ دوسرے اگر حکومت رعایا کی بات مان لے تو اس کا رعب داب ختم ہو جاتا ہے یہ جواب اتنا نامعقول تھا کہ مولانا کو جواباً قلم اٹھانا پڑا اور آپ نے انگریز حاکم کی فرعونیت کو نظر انداز کر کے منہ توڑ جواب لکھا۔ اس میں آپ نے گورنمنٹ کے رعب کی مذمت کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

"فرض کرو کہ کسی پولیس مین کا انگوٹھا زخمی ہو گیا۔ تو کیا ایسے ایک ایک زخم کے عوض پانچ پانچ چھ چھ مسلمان سپرد خاک نہیں ہوئے، اور بہت سے ہسپتال میں پڑے نہیں چلا رہے۔ گورنمنٹ کے رعب میں کیا فرق آنا تھا۔ ہم تو دیکھتے ہیں کہ گورنمنٹ کے عمال اپنی اس طاقت پر کہ وہ منٹوں میں کارتوسوں سے رعایا کو اڑا سکتے ہیں۔ فخر کر رہے ہیں۔ کیا کارتوسوں کے چھکڑے کے پرامن جلوس میں لے جانے اور لیڈروں کو اڑا دینے کی دھمکی دینے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ گورنمنٹ کا رعب اب کم ہو گیا ہے؟ بلکہ اس واقعہ نے تو گورنمنٹ کے کارتوسوں کو میدان میں نکال کر ان بے چارے لوگوں کو جنہیں بندوقوں اور کارتوسوں کی شکل تک دیکھنی نصیب نہیں ہوئی اور بھی مرعوب کر دیا ہے۔ اگر کارتوسوں کے چلانے سے ہی سلطنت کی شوکت و سطوت قائم ہوتی ہے، تو اب خوب رعب بیٹھ چکا ہے۔ یہ بات اب تک سمجھ میں نہیں آئی کہ کیوں سارا زور غریب مسلمانوں پر ہی دکھایا جاتا ہے۔ افسوس کہ جن واقعات کو مسلمان دیگر ممالک میں دیکھ کر حیران تھے، کہ ہر ظلم و ستم کا تختہ یہ غریب قوم ہی کیوں بنتی ہے۔ آج ان کا نقشہ سر جیمز میسٹن ایک پرامن گورنمنٹ کے زیر سایہ بھی قائم کرنا چاہتے ہیں۔ ہز آنر نے تو آگرہ میں فرمایا تھا کہ مسٹر ٹائلر نے بھی چھ کارتوس چلائے اور زندہ دشمشیر سے حملہ کرنے کے بعد کوئی کینہ دل میں نہ رکھا۔ مگر ہز آنر کے ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا اپنا دل ابھی اس غبار سے صاف نہیں۔" (ایضاً ۳۱ اگست ۱۹۱۳ء)

۲۔ خلافتِ عثمانیہ

ترکی کی خلافت عثمانیہ حرمین کی محافظ تھی۔ عالم اسلام کو اس سے انتہائی عقیدت تھی، پہلی عالمی جنگ میں انگریز اور دیگر اتحادی ترکوں کے خلاف تھے۔ مسلمانوں کے دلوں میں خلافت اسلامیہ کے لئے ایک خاص تڑپ تھی۔ ایک سچے مسلمان کی طرح حضرت مولانا کا دل بھی نئی صورت حالات پر مضطرب ہوا، اور آپ نے ایک پُرمغز، معلومات افزا مضمون "خلافت اسلامیہ" کے عنوان سے لکھ کر بکثرت شائع کیا۔ اس مضمون کے آخر میں آپ نے خلافت اسلامیہ کی نوعیت پر انگریزوں کے مواعید کی روشنی میں تحریر فرمایا:

"جیسا کہ ذمہ دار ارکین سلطنت کی طرف سے ایک سے زیادہ دفعہ یقین دلایا جا چکا ہے۔ مسئلہ خلافت کا تعلق صرف اہل اسلام سے ہے اور وہ (یعنی مسلمان) ترکی کے سوائے کسی کو خلافت کا جائز مالک تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں تو پھر سلطنت عثمانیہ کا آزادانہ اور طاقت ور قیام اور عرب کے لئے اسی سلطنت کا جزو ہونا بھی ایک مذہبی مسئلہ ہے۔ اور ترکی کا کسی سلطنت کے زیر اقتدار رکھا جانا یا اس کا عرب یعنی خلافت کے جزو ضرورت سے محروم کر دینا یا اس کا خارجی پابندیوں میں جکڑ کر اس کی قوت مدافعت کو زائل کر دینا ہر سچے مسلمان کے لئے اس دردناک احساس کا موجب ہو گا کہ عیسائی سلطنتوں نے خود مذہب اسلام پر حملہ کیا ہے۔"

ان سطور سے مولانا کی ژرف نگاہی، خلافت کی اہمیت اور اس وقت کے عالم اسلام کا اضطراب جھلکتا ہے۔ مولانا کے بین السطور خطرات سچے ثابت ہوئے۔ اتحادیوں نے مسلمانانِ عالم سے اپنے مواعید کو فراموش کر کے ترکی کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ بقول آپ کے مکہ کے شریف حسین کو عرب کی حکومت سونپ دی، اُردن کا علاقہ اس کے فرزند عبد اللہ اور عراق دوسرے فرزند فیصل کو سونپ دیا، فلسطین، اُردن اور عراق کو انگریز کے انتداب میں دے دیا۔ شام اور لبنان فرانس کی تولیت میں دے دیئے۔ اناطولیہ اور تھریس یونانی کے سپرد کر دیئے اور سلطان کو برائے نام خلیفہ بنا کر قسطنطنیہ میں انگریز کی نگرانی میں دے دیا اور اس کا اقتدار اس سے زیادہ نہ تھا۔ جتنا کہ آخری ایام میں بہادر شاہ ظفر کا تھا۔

"مسلمانوں کی موجودہ مشکلات اور ان کا حل"

خلافت اسلامیہ کا یہ حشر دیکھ کر مولانا بے قرار ہو گئے اور آپ نے ۲۱ جنوری ۱۹۲۱ء کے پیغام صلح میں محولہ بالا عنوان سے ایک درد انگیز مقالہ لکھا۔ خون کے یہ آنسو آپ کے قلم سے ٹپکے۔ اور ان انقلابی تجاویز کے سانچے میں ڈھل گئے جو آپ نے اسلامی خلافت کی بحالی کے لئے پیش کیں۔ ترکی سلطنت کے حصے بخرے کرنے پر غیرت مند ترکوں میں پھر جذبہ جہاد ابھرا اور انہوں نے تھوڑے ہی عرصے میں انگریزوں، فرانسیسیوں اور یونانیوں کو مار مار کر ملک سے باہر کیا اور ترکوں کی آزاد حکومت قائم کر لی۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں:

"غیور مسلمانوں کے ایک گروہ نے آزاد سلطنت قائم کر لی، کیوں کہ انہوں نے دیکھا کہ خلیفہ کے نام سے عیسائی وہاں بھی اپنا اقتدار قائم کرنا چاہتے ہیں، اور یوں جسے آج مسلمانوں کا خلیفہ کہا جاتا ہے اس کی آزادانہ حکومت اپنے محل تک بھی نہیں۔ ان مصائب اسلام پر اور یورپ کے اسلام کے ساتھ اس سلوک پر چالیس کروڑ مسلمانوں میں سے ایک بھی نہیں جس کی آنکھیں خون کے آنسو نہ بہاتی ہوں۔"

حصولِ خلافت کے ذرائع

خلافت اسلامیہ کے المیہ کے بعد مولانا کی شدید خواہش تھی کہ خلافتِ اسلامیہ کا احیاء ہو اور مسلمان پھر ایک سیاسی اور دینی مرکز پر متحد ہو کر غلبۂ اسلام لا سکیں۔ اس غرض کے پیش نظر آپ نے ایک مبسوط مضمون بعنوان "مسلمانوں کی مشکلات اور ان کا حل" پیغام صلح میں شائع کیا۔ اس جہاد میں کامیابی کے لئے آپ نے داخلی اصلاح اور دشمن سے مقابلہ کی تجویز پیش کی، داخلی اصلاح کے لئے آپ نے یہ مشورہ دیا کہ مسلمان حصول مقصد کے لئے جہاد کریں، اس کے لئے متحد ہوں، نسلی، دینی اور علاقائی اختلافات کو ترک کریں۔ مسلمان کے جان، مال اور آبرو کا احترام کریں، شریعت اسلام کی پابندی کریں اور مالی مسائل کے لئے بیت المال قائم کریں اور ان امور کی جزئیات تجویز فرمائیں۔ انگریز اور دیگر خارجی دشمنوں کے مقابلے کے لئے آپ نے ترک موالات یا عدم تعاون کی تحریک کا مشورہ دیا۔ اس سلسلہ میں بتایا کہ مسلمان خطابات واپس کر دیں۔ دیوانی مقدمات سرکاری عدالتوں میں نہ لے جائیں۔ غیر ملکی اشیاء کا استعمال ترک کر دیں اور اپنی صنعتوں پر زور دیں۔ پھر آپ نے تدریجاً سرکاری تعلیمی اداروں کے بائیکاٹ کی تجویز بتائی، تاکہ تعلیم کا حرج بھی نہ ہو اور مسلمان بچے انگریزی سکولوں کے بداثرات سے بھی محفوظ ہو جائیں۔ نیز آپ نے مشاورت اور کثرت رائے کی پابندی کی تلقین کی۔

ایک قیمتی مشورہ

حضرت مولانا نے اس مضمون میں ایک نہایت ہی قیمتی مشورہ دیا ہے جو قوموں کی زندگی اور بقاء کا ضامن ہے، اور جس کو نظر انداز کرنے کی وجہ سے پاکستان کے توحید پرست بھارت کے مشرکین کی سازشوں کا شکار بن گئے ہیں، آپ فرماتے ہیں:

"یہ جس قدر باتیں اوپر لکھی گئی ہیں ان سب کا اثر زیادہ سے زیادہ اس قدر ہے کہ مسلمانوں کی کھوئی ہوئی شوکت واپس مل جائے، خلافت کا استحکام ہو جائے، جہاں جہاں مسلمان موجود ہیں وہ اپنے حقوق کو پا لیں، لیکن اگر ہم اپنی نظر کو اس حد تک محدود کر لیں تو گویا قرآن حکیم کے ارشاد کی اور خدائی وعدوں کی ہم نے کوئی قدر نہ کی، کیونکہ ہمارے لئے تو یہ وعدہ ہے کہ یہ دین کل ادیان پر غالب آئے گا۔ آیا اس کے لئے بھی کوئی کوشش مسلمانوں کو کرنی چاہیئے

یا نہیں۔ یوں کہنا چاہیئے کہ یہ سب طریق اپنی قوم کو دوسروں کے حملوں سے بچانے کے ہیں۔ آیا کوئی طریق ان پر حملہ کرنے کا بھی ہے یا نہیں۔ جو قوم صرف اس بات پر اتر آتی ہے کہ اپنی ہی حفاظت کرتی رہے، اور دشمن پر حملہ کرنے کی کوئی فکر نہیں کرتی اس کی ہمت اور طاقت روز بروز کم ہوتی جاتی ہے۔"

اس سلسلے میں آپ نے جو ہتھیار دیا اور جس سے پاکستان اور مسلمان آج بھی دشمنوں پر غالب آسکتے ہیں اور وہ ہتھیار اسلام کا عالمگیر پیغام حریت، اخوت اور مساوات ہے۔ جس کی وجہ سے دشمن کے گھر میں پسے ہوئے مقہور و مظلوم لوگ اسلام کی آغوش میں پناہ لیں گے، اور مسلمانوں کے لئے قوت کا موجب ہوں گے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

"اگر اسلام صلح کے مترادف ہے، اگر اسلام قومیت اور ملک کی قیدوں اور روکوں کو دور کر کے نسل انسانی میں مساوات پیدا کرتا ہے تو کیا یہ دنیا کے لئے عظیم الشان رحمت نہیں، تو کیا ضروری نہیں کہ اسلام کے پیغام کو دنیا تک پہنچانے کی کوشش کی جائے۔ تا جس طرح ہم ایک ملک کے اندر اور ایک قوم کے افراد بھائی بھائی بن کر رہ سکتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کے فوائد میں معاون ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح کل نسل انسانی بھائی بھائی بن جائے۔ نسل انسانی سے فرداً فرداً بہتری اسلام کے اصولِ توحید میں ہے، اور بحیثیت مجموعی اس کی بہتری مساوات نسل انسانی میں ہے، اور یہی اسلام کے دو اصل الاصول ہیں۔"

۳- ملکانہ راجپوتوں کی شدھی

۱۹۲۳ء میں آریہ سماج نے آگرہ اور دہلی کے درمیان مسلمان ملکانہ راجپوتوں کو شدھ (ہندو) بنانا شروع کیا۔ اس پر مسلمانوں میں اضطراب پیدا ہوا۔ لیکن جس جماعت نے فرقہ داری سے بلند ہو کر ان لوگوں کو اسلام میں واپس لانے کی کامیاب کوشش کی وہ جماعت احمدیہ لاہور ہی تھی۔ چنانچہ اس جماعت نے لٹریچر اور مبلغین کے ذریعے ان لوگوں کو نہ صرف راہِ ہدایت دکھائی بلکہ ان کی مالی حالت کو بہتر بنانے کی سعی کی، اور اس جماعت کے افراد چھٹیاں لے کر اس علاقہ میں قریہ بہ قریہ اسلام کا پیغام پہنچاتے رہے، اور جہاں دوسرے مسلمان میدان سے ہٹ گئے وہاں یہ جماعت اہل دل کے ساتھ تعاون کرتی رہی جس کی تعریف جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام انبالہ کے صدر سید غلام بھیک نیرنگ، خواجہ حسن نظامی اخبار زمیندار اور دیگر اکابر نے کی۔ سید صاحب موصوف لکھتے ہیں:

"احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی خدمات مشہور اور مسلم ہیں۔ اشاعت اسلام کی ضرورت ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی، لیکن اسلام پر جو وقت آج پڑا ہے اس سے بدتر وقت غالباً آج تک نہیں پڑا۔ جو افراد یا جماعتیں ایسے وقت میں ہمہ تن عمل ہو کر خدمت اشاعت اسلام انجام دیں وہ نہایت مبارک ہیں۔ ایسے وقت میں قوم کو میرا پیغام یہی ہے کہ اشاعت اسلام کو دوسرے تمام کاموں پر مقدم سمجھو۔"

۴- راجپال کا قتل

۱۹۲۷ء میں ایک آریہ مہاشہ راجپال نے ایک کتاب "رنگیلا رسول" شائع کی جس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی۔ اس پر مسلمان بے چین ہو گئے اور ایک پرجوش مسلم نوجوان علم الدین نے بدبخت راجپال کو قتل کر دیا۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کے تعلقات کشیدہ ہو گئے۔ جماعت احمدیہ لاہور کا تو قیام ہی ناموسِ رسول (صلعم) کی حفاظت کے لئے ہے۔ چنانچہ مولانا نے اپنی تحریروں سے ثابت کیا کہ یہ سب آریوں کا قصور ہے، جو دوسروں کے بزرگوں کی ہتک اپنا دھرم سمجھتے ہیں۔ پھر اس جماعت نے مقدمات پر روپیہ صرف کیا اور اسی سلسلہ میں ایک مضمون کی پاداش میں ہفت روزہ "لائٹ" کے ایڈیٹر جیل میں ڈال دیئے گئے۔

مسلمانوں کی سیاسی کش مکش

۱۹۲۷ء میں سائمن کمشن کی آمد کے ساتھ مسلمانوں کی سیاسی زندگی میں ہلچل پیدا ہوئی، اور مستقبل میں غفلت کے خطرات کو حضرت قائداعظم نے بھانپ لیا۔ چنانچہ انہوں نے آئین جدید میں مسلمانوں کے چودہ نکات شامل کرنے پر زور دیا۔ گو مسلمانوں کا ایک گروہ جمعیت العلمائے ہند اور مولانا ابوالکلام آزاد کی سرکردگی میں کانگریس کی کلیت پسندی کا ہم نوا تھا، تاہم قائداعظم، علامہ اقبال، علی برادران، سر محمد شفیع اور اکثر حقیقت پسند اور حقیقت شناس بہی خواہان ملت نے آزاد ہندوستان میں مسلمانوں کے تحفظ کے لئے سر توڑ کوشش شروع کر دی اور جماعت احمدیہ لاہور نے اپنی تحریروں کے ذریعے اس پودے کی آبیاری اپنا مسلک قرار دیا۔

آئین جدید

۱۹۳۵ء میں حکومت نے آئین جدید نافذ کیا۔ جس کے ماتحت صوبوں کو بہت سے اختیارات تفویض کئے گئے۔ جن صوبوں میں ہندوؤں کی اکثریت تھی وہاں کانگریس نے حکومتیں قائم کیں اور وہاں وہی کچھ ہوا جس کا مسلمان اکابر کو خطرہ تھا۔ وہاں مسلمانوں کے حقوق پامال کئے گئے۔ مسلمانوں کے مذہبی معاملات میں دخل دیا جانے لگا۔ مسلمانوں کی عزت اور جان خطرے میں پڑ گئی، اور تھوڑے ہی عرصہ میں ملک کے طول و عرض میں کانگریسی حکومتوں کے خلاف مسلمانوں نے مظاہرے شروع کر دیئے اور جہاں کانگریس اور مسلمانوں کی واحد تنظیم مسلم لیگ کے خدوخال نمایاں ہوتے گئے وہاں مسلمانوں کے دو گروہ کھل کر سامنے آگئے۔ ان میں سے اکثریت مسلم لیگ کے ساتھ تھی، لیکن جمعیت علمائے ہند کے نام سے دیوبندی علماء کا ایک گروہ مجلس احرار اور میاں محمود احمد صاحب کی قیادت میں قادیانی جماعت کانگریس سے وابستہ ہو گئے تھے۔ چنانچہ ۱۹۳۶ء میں پنڈت جواہر لال کی آمد پر چوہدری اسد اللہ خاں صاحب کی قیادت میں جماعت قادیان کے تین ہزار رضاکاروں نے استقبال کیا۔ ۱۹۳۶ء میں قادیان میں جماعت قادیان کے زیر اہتمام لاڈو رانی زتشی کی صدارت میں ایک مباحثہ ہوا جس میں کثرت رائے سے فیصلہ ہوا کہ قادیانی جماعت کو کانگریس میں شامل ہونا چاہیئے اور یہ موقف قیام پاکستان تک قائم رہا۔

جماعت احمدیہ لاہور

ملت اسلامیہ کا فعال اور لاینفک عنصر ہونے کی حیثیت سے جماعت احمدیہ لاہور کے اراکین حالات سے الگ نہیں رہ سکتے تھے اور گو یہ ابتدا ہی سے مسلم لیگ اور ملت اسلامیہ کے ہم نوا اور ہندو غلبے کے مخالف تھے تاہم ۱۹۳۶ء میں انہوں نے مسلم لیگ سے تعاون اختیار کر لیا۔ اس کے ساتھ ساتھ حضرت مولانا محمد علیؒ کو جب قادیان کی جدید روش احمدیت کے مسلک اور ملت مسلمہ کے خلاف نظر آئی تو آپ نے اس کے خلاف قلم اٹھایا۔

ظفر علی خاں آف زمیندار

۱۹۳۷ء میں مرکزی اسمبلی میں مسٹر کے ایل گابا کی سیٹ خالی ہوئی تو کانگریس نے میاں عبدالعزیز مالواڈہ کی مدد کی اور عامۃ المسلمین نے مولوی ظفر علی خاں کو امیدوار نامزد کیا۔ ظفر علی خاں جماعت احمدیہ کے منہ پھٹ دشمن تھے۔ لیکن سوال کسی شخصیت کا نہ تھا بلکہ مسلمانانِ ہند کی قسمت کا تھا۔ چنانچہ "پیغام صلح" نے ۱۳ جون ۱۹۳۷ء کے ایک طویل اداریہ میں کانگریسی ہندوؤں کی زیادتیوں اور مسلمانوں کے لئے آئندہ خطرات کا جائزہ لے کر ظفر علی خاں کی تائید کا فیصلہ کیا اور آخر میں لکھا

"اس وقت مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اپنی خودداری کا ثبوت دیں اور کانگریس پر واضح کر دیں کہ جب تک وہ ہمارے مطالبات کو تسلیم نہیں کرتی ہم اس کے ساتھ ہرگز تعاون نہیں کر سکتے۔ میاں عبدالعزیز اور ظفر علی خاں کا مقابلہ دراصل مسلمان کی موت و زندگی کو اپنی آغوش میں لئے ہوئے ہے اس بات کو دماغوں سے نکال دو کہ یہ دونوں اشخاص کون ہیں۔ سوال تو یہ ہے کہ ایک تو اس بات کے لئے کھڑا ہے کہ مسلمانوں کی رائے کو ہندو مہاسبھا کے مفاد کی قربان گاہ پر چڑھا دے اور دوسرا اس لئے کہ مسلمان کے حقوق کا انگریز اور ہندو سے مطالبہ کرے۔ اس الیکشن میں اگر ایک طرف ووٹ کانگریس کو دینا ہے جس کا لازمی نتیجہ قوم کی حیثیت کو گرانا ہے کیونکہ اس کے بعد کانگریس مسلمانوں کی طرف سے بے نیاز ہو جائے گی تو دوسری طرف ووٹ دے کر مسلمان کی ہستی کو کامیاب کرنا ہے جو بظاہر معمولی بات ہے۔ مگر

اس نے ہی فیصلہ کرنا ہے کہ ہندوستان میں مسلمان زندہ رہنے کے قابل ہے کہ نہیں۔ یاد رہے کہ اس موقعہ پر ذرہ بھر غفلت اس قدر زبردست نقصان پہنچائے گی جس کی تلافی شائد ہی ہو سکے۔"

حضرت مولانا کا واضح اعلان

اسی سال "پیغام صلح" مطبوعہ ۲۱ رنومبر ۱۹۳۷ء میں حضرت مولانا نے ایک طویل وضاحتی بیان "میں مسلم لیگ اور کانگریس" کے عنوان سے واشگاف الفاظ میں جماعتی پالیسی کا اعلان کیا۔ اس میں آپ نے لکھا:

"مسلمانوں کو مسلم لیگ میں شامل ہونا چاہیئے۔ ان حالات کو جان لینے کے بعد یہ سوال نہایت آسان ہو جاتا ہے کہ مسلمانوں کو کانگریس میں ملنا چاہیئے یا مسلم لیگ میں اگر مسلمانوں کو یہ ضرورت ہے کہ ان کے حقوق محفوظ رہیں تو سوائے اپنے آپ کو منظم کرنے کے وہ یہ کام نہیں کر سکتے۔ اگر آج وہ اس طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو کر کانگریس کے ساتھ ملتے گئے تو اس کا نتیجہ ظاہر ہے ان کے ساتھ ہندوستان میں وہی سلوک ہوگا جو اس سے پیشتر بہت سے عیسائی ممالک میں ہو چکا ہے۔ جہاں ان کی اقلیت کی وجہ سے ان کی تہذیب ہی نہیں مٹ چکی بلکہ اسلام کا نام بھی مٹ چکا ہے تو آج ہر ایک مسلمان کے سامنے سب سے پہلا سوال اسلام کے بقاء کا اور اسلام کی تہذیب کے بقاء کا ہے۔ اور اگر کوئی مسلمان بھی جو ٹھنڈے دل سے ان حالات پر غور کرے گا۔ اسے کوئی چارہ کار نظر نہ آئے گا سوائے اس کے کہ وہ مسلم لیگ کے ساتھ ملے"

خطبہ جمعہ مطبوعہ پیغام صلح مورخہ ۹ دسمبر ۱۹۳۷ء

"کانگریسی مسلمان کو لو، وہ کہتا ہے کہ مسلمان مردہ قوم ہے، ان میں کیوں رہیں۔ ہندو زندہ قوم ہے، ہم تو اس کی پیروی کرتے ہیں۔ ایک طرف وہ گروہ ہے جو انگریز کی پیروی کرتا ہے۔ شب و روز اس کی چوکھٹ پر گرا رہتا ہے اور جو اٹھتا ہے، قدرے ہمت دکھاتا ہے، وہ کانگریس کا غلام بن جاتا ہے۔ مسلمان کی ذہنیت گر چکی ہے، وہ چاہتا ہے کہ کسی طرح کوئی سہارا ملے۔"

"الفضل نے ہمارے متعلق لکھا ہے کہ تم کیسے ہو کہ مسلم لیگ کے ساتھ مل جاؤ۔ کیا وہ تمہیں مسلمان سمجھتی ہے، اور تمہیں لینے کو تیار بھی ہے۔ مان لو کہ مسلم لیگ ہمیں لینے کو تیار نہیں، تو کیا اس صورت میں ہم دوسری قوم کے غلام بن جائیں؟ نہیں، اگر مسلمانوں کی عقل پر پردہ پڑ جائے اور وہ کلمہ گوؤں کو اپنے میں سے نکالنے پر مصر ہوں تو ہم اپنی جگہ کھڑے رہیں گے اور دنیا کو دکھا دیں گے کہ ہمیں ہمارے خدا نے پیش رو کا مقام دیا ہے، ہم غلام نہیں بنیں گے۔"

حضرت مولانا کی ان تصریحات کی روشنی میں جماعت احمدیہ لاہور کی سمت متعین ہو چکی تھی چنانچہ اس کے اخبارات اور اراکین نے پاکستان کے حق میں کھلے بندوں کام کیا اور ایک دینی فریضہ سمجھ کر سرگرم عمل رہے۔ اس ضمن میں ہمارے انگریزی ہفت روزہ "لائٹ" کا ذکر حیاتِ قائداعظم کا جزو بن چکا تھا تحریک پاکستان کے دوران وائسرائے نے قائداعظم سے "جمہوریت ہندوستان کے لئے موزوں نہیں ہے" کے اعلان سے متعلق سوال کیا تو آپ نے اخبار "لائٹ" کا اداریہ وائسرائے کے سامنے رکھ دیا۔ "لائٹ" کی خدمات کا ذکر روزنامہ "نوائے وقت" لاہور کے ڈائری نویس مشہور صحافی اور لیگی جناب م۔ش نے حال ہی میں بایں الفاظ کیا ہے:

"انگریزی ہفتگی "لائٹ" انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور کا ایک نمردار جریدہ ہے۔۔۔۔۔۔ اس اخبار کو یہ غیر فانی شہرت حاصل ہے کہ اس کے کالموں میں مسلم لیگ کی تنظیم جدید کے دور آغاز میں ہی یونی نسٹ پارٹی کے مقابلے پر مسلم لیگ کی بھرپور حمایت ہوتی رہی ہے۔"

(نوائے وقت ۲۵ راگست ۱۹۸۰ء)

مارچ ۱۹۴۰ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کا ایک تاریخی اجلاس لاہور میں منعقد ہوا۔ اس موقعہ پر صدر محترم قائداعظم محمد علی جناح اور معزز مہمانوں کا خیر مقدم کرتے ہوئے جماعت کے ہفت روزہ پیغام صلح نے ۱۲ مارچ کے شمارہ میں لکھا:

"مسلم لیگ مسلمانانِ ہند کی واحد نمائندہ جماعت ہے۔ یہ ایک ایسی واضح حقیقت ہے جس کا جھٹلانا آسان نہیں۔ برادرانِ وطن کا ایک کثیر طبقہ اور ان کے زیر اثر بعض مسلمان بھی سب کچھ دیکھنے اور سمجھنے کے باوجود اس حقیقت کے اعتراف میں تامل کرتے ہیں لیکن ان کی زبانیں جو کچھ کہتی ہیں ان کے دلوں اور ضمیروں کی آواز یقیناً اس کے برعکس ہے۔"

۲۳ مارچ کو مسلم لیگ نے تاریخی قرارداد لاہور پاس کی جس کی رُو سے مسلمانوں کا نصب العین ہندوستان میں آزاد مسلم وطن پاکستان کا قیام قرار پایا۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے "پیغام صلح" نے ۱۳ اپریل کے اداریہ میں اس قرارداد کو خوش آمدید کہتے ہوئے لکھا:

"آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس لاہور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نہایت کامیاب رہا۔ اس میں اسلامی ہند کے سیاسی اکابر اور نمائندے جمع ہوئے۔ موجودہ سیاسی صورت حالات پر انہوں نے احتیاط و تدبر سے غور کیا۔ مسٹر جناح کا خطبہ صدارت نہایت جامع استدلال اور فکر صحیح کا عمدہ نمونہ تھا۔ لیگ کے اس سالانہ اجلاس نے زیادہ صفائی و وضاحت کے ساتھ دنیا پر ثابت کر دیا کہ مسلمانوں کی نمائندہ سیاسی جماعت صرف مسلم لیگ ہے، اور مسلمانوں کی بہت بڑی اکثریت اس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو چکی ہے۔ اس کے جمود و بے عملی کا دَور ختم ہو چکا ہے اور اب اس نے عزم بلند کے ساتھ ایک زبردست سیاسی جدوجہد کے میدان میں قدم رکھ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ارادوں اور ہمت میں برکت دے اور اسے مسلمانانِ ہند کی صحیح قیادت کی توفیق عطا فرمائے۔"

"مسلم لیگ کی اس قرارداد کو نہ صرف اسلامی ہند کی متفقہ تائید بلکہ حق و انصاف اور تدبر و معقولیت کی زبردست و کامل حمایت بھی حاصل ہے سیاسی میدان میں کام کرنے والے مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اس قرارداد کو عملی جامہ پہنانے کی پوری کوشش کریں گے۔ یہ کام قربانی اور جدوجہد چاہتا ہے۔ بے شک یہ بہت مشکل کام ہے لیکن مسلمانوں کے سیاسی مستقبل کا تحفظ بھی اسی پر ہے۔ اگر مسلمان عزم و ہمت سے کام لیں تو انشاء اللہ یہ قرارداد ضرور عملی شکل اختیار کر کے رہے گی۔"

۱۹۴۵ء کے اواخر میں ہندوستان کی مرکزی اسمبلی کے انتخابات کے بعد صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات قریب آئے تو حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ امیر جماعت احمدیہ لاہور نے جماعت کو مخاطب کر کے لکھا:

"مرکزی اسمبلی کے انتخابات کے سلسلہ میں مسلم لیگ کی شاندار کامیابی نے اس امر کو روز روشن کی طرح واضح کر دیا ہے کہ مسلم لیگ ہندوستان کے مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے، اور مسلمانوں کے سیاسی اتحاد کا اب دوسرا کوئی مرکز نہیں ہو سکتا۔ اس وقت جو مسلمان جماعتیں مسلم لیگ سے علیحدگی کر کے یا اس کے مقابل پر علیحدہ سیاسی مرکز بنانا چاہتی ہیں وہ اپنی قوت کو بیکار نہیں کر رہیں بلکہ مسلمان قوم اور اس کے ساتھ خود اسلام کو نقصان پہنچا رہی ہیں۔

"اس وقت جب کہ صوبہ وار اسمبلیوں کے انتخابات ہمارے سامنے ہیں میں اپنے احباب کو بخصوص اس امر کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ ہمارا فرض صرف اسی قدر نہیں کہ اپنی ذاتی رائے سے مسلم لیگ کو کامیاب بنانے کی کوشش کریں۔ بلکہ اس وقت ہم کو اپنی ساری قوت اس کام کے لئے خرچ کرنا چاہیئے۔ ہماری جماعت کے آدمی سارے ہندوستان کے اندر پھیلے ہوئے ہیں اسی لئے اگر ہم میں سے ہر شخص اپنی جگہ یہ کوشش کرے تو یہ کوشش بہت مؤثر ہو سکتی ہے۔ ہماری جماعت میں خدا کے فضل سے یہ قوت موجود ہے کہ وہ خدا کی رضا کے سامنے دنیوی مفاد کو قربان کر دیتی ہے۔ اس لئے ہم میں سے کسی شخص کو یہ کمزوری نہ دکھانی چاہیئے کہ وہ کسی دنیوی لالچ یا دنیوی مفاد کے خیال سے اسلام کے اتحاد کو نقصان

پہنچائے۔ ہم نے ایک بڑی جماعت سے صرف اس بات علیحدگی اختیار کی ہے کہ ہمارے نزدیک ان کے عقائد سے اتحاد اسلامی کو نقصان پہنچتا ہے۔ اس لئے ہمیں اب بھی کسی دنیوی مفاد کی پرواہ نہ کرتے ہوئے جو کچھ ہو سکے اتحاد اسلام کو کامیاب بنانے کے لئے کرنا چاہیئے۔ اس میں شک نہیں کہ ہمارا مسلک یہی ہے کہ ہم سیاسیات سے الگ رہ کر تبلیغ اسلام اور اشاعت قرآن کا کام کریں۔ مگر اتحاد اسلام کا سوال ایک بنیادی سوال ہے اور اس وقت مسلم لیگ ہندوستان میں اتحاد اسلام کی نمائندہ ہے جس کے لئے کوئی دوسری صورت ہی نظر نہیں آتی اس لئے اس وقت ہمیں اتحاد اسلام کے اہم سوال کو مدنظر رکھتے ہوئے مسلم لیگ کی امداد میں ساعی ہونا چاہیئے اور جو کچھ ہماری طاقت میں ہو اس کی کامیابی کے لئے کرنا چاہیئے۔"

(پیغام صلح صفحہ ۱ مورخہ ۱۰ جنوری ۱۹۴۶ء)

۱۹۴۵ء کے اختتام پر مرکزی اسمبلی کے انتخابات میں مسلم لیگ کو بے مثال کامیابی ہوئی تو جماعت نے حضرت مولانا مرحوم کی قیادت میں درج ذیل قرارداد منظور کی :

"یوم مسرت پر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی قرارداد ——

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا یہ اجتماع مرکزی اسمبلی کے انتخابات میں مسلم لیگ کی سو فی صدی کامیابی پر بارگاہِ الٰہی میں سجدۂ شکر بجا لاتا ہے اور مسلمانانِ ہند اور قائداعظم محمد علی جناح کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتا ہے، یہ اجتماع تمام مسلمانوں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ صوبائی انتخابات میں بھی اسی طرح مسلم لیگ کے امیدواروں کو کامیاب بنا کر اپنی یک جہتی اور وحدت ملی کا ثبوت دیں اور مخالفین پر ثابت کر دیں کہ مسلم لیگ ہی مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے اور اسی کی قوت میں مسلمانوں کی قوت اور برتری کا راز مضمر ہے۔ واللہ المستعان"

(۱۶ جنوری ۱۹۴۶ء)

مسلم لیگ پر کامل اعتماد ——— احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

کا ایک اجلاس مورخہ ۶ جولائی ۱۹۴۵ء نماز جمعہ کے بعد مسجد احمدیہ لاہور میں منعقد ہوا اور حسب ذیل قرارداد منظور ہوئی :

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا یہ اجتماع تمام سیاسی امور میں آل انڈیا مسلم لیگ کو ہی تمام مسلمانانِ ہند کی نمائندہ جماعت قرار دیتا ہے اور قائد اعظم محمد علی جناح پر کامل اعتماد کا اظہار کرتا ہے۔ اس اجلاس کی رائے میں مسلم لیگ ہی اس بات کا حق رکھتی ہے کہ وہ وائسرائے کی مجوزہ ایگزیکٹو کونسل کے ممبران کو نامزد کرے اور کوئی دیگر جماعت نہ مسلمانوں کی نمائندہ ہے اور نہ ان کا اعتماد رکھتی ہے۔" (پیغام صلح ۱۱ جولائی ۱۹۴۵ء صفحہ ۱ کالم نمبر ۱)

حضرت مولاناؒ اپنے مسلک پر بدستور قائم رہے۔ ۲۸ مارچ ۱۹۴۶ء کو خطبہ جمعہ کے دوران فرمایا :

"گاندھی جی کے حامیوں کو اس بات سے صدمہ ہوا ہے کہ کہیں بی بی سی پر یہ کہہ دیا گیا کہ گاندھی جی کو وائسرائے نے ہندوؤں کا نمائندہ ہونے کی حیثیت سے بلایا ہے۔ ان کو صدمہ اس بات سے ہوا ہے کہ گاندھی جی کو ہندوؤں کا نمائندہ کیوں کہہ دیا گیا۔ وہ تو اُن کے نزدیک سارے ہندوستان کا نمائندہ ہونے کی حیثیت رکھتے ہیں حالاں کہ مسلمان انہیں اپنا نمائندہ ماننے کے لئے تیار نہیں۔"

"دوسرا گروہ ہم مسلمانوں کا ہے جس کو مسلم لیگ کا گروہ کہنا چاہیئے۔ ان کا مطالبہ محض اس قدر ہے کہ بے شک جن علاقوں میں ہندوؤں کی اکثریت ہے وہاں حکومت ہندوؤں کے ہاتھ میں ہو۔ لیکن جن علاقوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہاں مسلمانوں کے ہاتھ میں حکومت ہونی چاہیئے۔ بڑا سیدھا سادا سوال ہے۔ اس میں کوئی فریب نہیں، دھوکہ بازی نہیں، اکثریت کا سوال ہے، جس طرح اپنی اکثریت کے علاقوں میں اپنی حکومت مسلمان چاہتے ہیں اسی طرح ہندوؤں کی اکثریت کے صوبوں میں ہندوؤں کی حکومت تسلیم کرتے ہیں۔" (پیغام صلح اپریل ۱۹۴۶ء)

۲۰ ہزار کا عطیہ

حضرت مولانا کا آخری بیان پیش کرنے سے قبل اسی شمارے کی ایک خبر پڑھ لیجئے جس سے اندازہ ہوگا کہ اس جماعت نے قلم اور زبان سے ہی نہیں بلکہ سرمائے سے بھی اعانت کی ہے :

"پنجاب مسلم لیگ کو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا عطیہ

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے پانچ ہزار روپیہ پنجاب مسلم لیگ فنڈ میں بطور عطیہ پیش کیا ہے۔ یہ رقم ان مصیبت زدگان کی امداد پر صرف ہوگی جنہیں حالیہ فسادات میں نقصان پہنچا ہے۔ اس سے قبل بہار ریلیف فنڈ کے لئے انجمن اور اس کے مقتدر ممبران نے قریباً ۱۵ ہزار روپیہ مسلم لیگ کی معرفت بہار ریلیف فنڈ میں دیا تھا۔

مسعود بیگ جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور"

۱۵ اگست ۱۹۴۷ء

کو پاکستان معرض وجود میں آچکا تھا۔ اس دن پیغام صلح نے ایک خاص نمبر شائع کیا جس کے سرورق پر حضرت قائداعظمؒ کی تصویر شائع کی، اس پرچہ میں اکابر جماعت کے بلند پایہ مضامین شائع ہوئے۔ اس موقعہ پر حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ نے "ہدیہ تبریک بہ تقریب سعید قیام پاکستان" پیش کیا۔

محترم میاں رحیم بخش کے قلم سے

یوم پاکستان

۱۵ اگست ۱۹۴۷ء ایک تاریخ ساز دن ہے جب حضرت قائد اعظمؒ کی قیادت میں پاکستان معرض وجود میں آیا اور دنیا کے نقشے پر ایک اسلامی ملک نمودار ہوا اس دن کی اہمیت کے لحاظ سے یہ دن یوم پاکستان کہلاتا ہے اور اس کی یاد داشت میں ہر سال یہ دن بطور یوم پاکستان منایا جاتا ہے اس دن کی تقریبات نہ صرف مسلمانانِ پاکستان بلکہ گورنمنٹ پاکستان بھی نمایاں شان سے منعقد کرتی ہے۔ بلاشبہ پاکستان کا قیام حضرت قائد اعظمؒ کی خداداد قابلیت اور کاوشوں کا مرہونِ منت ہے اور اس لحاظ سے حضرت قائد اعظم کو جس قدر خراج تحسین اور ہدیہ تہنیت پیش کیا جائے کم ہے۔

اس دن ہونے والی تقریبات میں جلسے جلوس بھی شامل ہیں۔ جن میں حصولِ پاکستان اور اس اسلامی مملکت کے قیام کے اغراض ومقاصد بیان کئے جاتے ہیں اسلامی قدار اور نظریہ پاکستان کی یاد دہانی کی جاتی ہے اور اس پر عمل پیرا ہو کر پاکستان کو ایک اسلامی اور فلاحی مملکت بنانے کا عہد کیا جاتا ہے اس غرض کے حصول کے لئے حضرت قائد اعظمؒ نے پاکستان کو "اتحاد، تنظیم اور یقین محکم" کا ایک نظریہ دیا جس میں اولین مقام "اتحاد" کو دیا گیا ہے کیونکہ اسلام کا فروغ اسی اتحاد پر مبنی ہے چنانچہ اتحاد کے حصول اور قیام کے لئے اسلام کے قائم کردہ اصول اس قدر بیّن اور واضح ہیں کہ ان کی تشریح کی چنداں ضرورت نہیں اور نہ ہی ان پر عمل پیرا ہونے میں کوئی دشواری ہے اسلام ایک عالمگیر دین ہے اس کو قبول کرنے اور اسلامی برادری میں شمولیت صرف کلمہ

کا اقرار اور اعلان کافی ہے یہ ایک ایسا اصول ہے جو عام مکاتیب فکر میں تسلیم شدہ امر ہے گویا کلمہ طیبہ کے اقرار اور اعلان سے ہر شخص مسلمان ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے اور جب تک وہ کلمہ طیبہ کا اقرار کرتا ہے اس کو دائرہ اسلام سے خارج نہیں کیا جا سکتا ظاہر ہے اس اصول کی سختی سے پابندی کی جائے تو تمام مسلمان اتحاد کی لڑی میں منسلک ہو جاتے ہیں اور "وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا" پر عمل پیرا ہو کر ایک متحدہ قوم کی صورت اختیار کر سکتے ہیں۔ لیکن کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ یوم پاکستان کے موقع پر اس زرین اصول کی نہ تو یاد دہانی جاتی ہے نہ اس طرف توجہ کی جاتی ہے بلکہ اس کے برعکس فرقہ پرستی کو ہوا دے کر اتحاد اسلام کو پارہ پارہ کیا جاتا ہے۔

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے حضرت قائد اعظمؒ اسی اصول کو اپنا کر پاکستان کو معرض وجود میں لائے مگر یہ امر کس قدر اندوہناک ہے کہ حضرت قائد اعظمؒ کے اس زرین اصول کو نہ صرف نظر انداز کیا جاتا ہے بلکہ اس کو ٹھکرا کر فرقہ پرستی کی ہوا دی جاتی ہے۔

پندرہ روزہ خبریں

اسلام آباد (اے پی) وزیر اعظم بے نظیر بھٹو نے اس عزم کا اظہار کیا ہے کہ ملک میں ظلم اور جبر کے دور کو دوام بخشنے کے لئے مارشل لاء دور میں اسلام کے نام پر تشکیل دیئے گئے ظالمانہ قوانین پر دوبارہ غور کیا جائے گا۔ ایک فرانسیسی جریدے ماری کلیئر کو انٹرویو دیتے ہوئے بے نظیر بھٹو نے کہا کہ اسلام مساوات اور عزت کا پیغام دیتا ہے اور قیام پاکستان کا اصل مقصد ایسے مسلم معاشرے کا قیام تھا جہاں تمام حقوق کا تحفظ ہو۔ اور ہر مسلمان مرد اور عورت کو برابر کے مواقع میسر ہوں۔ پاکستان میں بنیاد پرستوں کے کردار پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے وزیر اعظم نے کہا کہ ان کی کوشش سے مقصد اسلام کے نام پر سیاسی اقتدار حاصل کرنا ہے اور جنرل ضیاء کے ساتھ ان کے ناپاک اتحاد کی وجہ سے ملک تقسیم اور تباہ ہوا۔ انہوں نے کہا کہ اسلام ظلم اور جبر کے خلاف ہے۔ اسلام کا تصور ہی سوشل ڈیموکریسی ہے۔ اسلام کے نام پر سیاسی مقاصد کے لئے جو کچھ بھی کیا گیا ہے اس کا دوبارہ جائزہ لیا جائے گا۔ کیونکہ ہم اپنے آپ کو ضیاء کے ظلم سے الگ کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن اسلام کے پیغام سے نہیں۔

لندن ۱۳ر جولائی (پ پ ا) برطانوی حکومت نے رسوائے زمانہ مصنف سلمان رشدی کی شیطانی کتاب کے تنقیہ کی روشنی میں مذہبی توہین اور کفریہ کلمات کے قوانین میں کسی تبدیلی کو مسترد کر دیا ہے۔ سرکردہ مسلمان رہنماؤں کے نام ایک خط میں وزیر مملکت برائے داخلہ جان پیزن نے کہا ہے کہ مذکورہ قانون میں تبدیلی سے مختلف عقیدوں کے درمیان خلیج وسیع ہوگی۔ اور ان میں موجود روابط کو نقصان پہنچے گا۔

لاہور (پ ر) جمعیت علماء پاکستان کے رہنماؤں سید محمد محفوظ مشہدی محمد خان لغاری اور حاجی محمد جاوید اقبال نے ایک بیان میں کہا ہے کہ قائد اعظمؒ نے مسلم قومیت کی بنیاد پر مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے اپنی جدوجہد شروع کی اور پاکستان حاصل کر کے دم لیا۔ اس وقت بھی بعض لوگ موجود تھے جو قومیتوں کے نظریہ پر یقین رکھتے تھے علامہ اقبالؒ اور قائد اعظمؒ دونوں نے ان کی نفی کی مسلم لیگ قائد اعظمؒ اور علامہ اقبالؒ کے نظریات و افکار کی ترجمان جماعت ہے مگر افسوس ہے کہ اس پر ان لوگوں نے قبضہ جمالیا ہے جو علامہ اقبالؒ اور قائد اعظمؒ کے نظریات کا خون کر رہے ہیں پاکستان کی خالق جماعت مسلم لیگ گروہی لسانی تعصبات کی نفی جس کا نصب العین تھا آج ایسے اتحاد میں شامل ہے جس میں تحریک پاکستان کی مخالف جماعتیں موجود ہیں۔ بیان میں مسلم لیگ کے نظریاتی کارکنوں سے اپیل کی گئی ہے کہ وہ اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوں اور مسلم لیگ کو ایسے لوگوں سے پاک کیا جائے جو مسلم لیگ کے بنیادی نظریات کے قاتل ہیں۔

اسلام آباد (نیوز ڈیسک) حکومت نے ایمنسٹی انٹرنیشنل کو بتایا ہے کہ 1979ء کے حدود آرڈیننس کا جائزہ لیا جا رہا ہے یہ آرڈیننس سابق صدر ضیاء الحق نے نافذ کیا تھا جس کے تحت بعض جرائم کیلئے اسلامی سزا کی اجازت دی گئی تھی۔ ایمنسٹی کے سیکرٹری جنرل ایان مارٹن نے ایک اخبار کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا ہے کہ انہوں نے وزیر اعظم بے نظیر بھٹو کے ساتھ ملاقات کے دوران یہ مسئلہ اٹھایا تھا۔ وزیر اعظم بے نظیر بھٹو نے اپنی اس خواہش کا اظہار بھی کیا تھا کہ اس قسم کی سزائیں مسلط نہیں کی جانی چاہئیں۔ انہوں نے بتایا ہے کہ پیپلز پارٹی کی حکومت نے وعدہ کیا ہے کہ وہ بین الاقوامی انسانی حقوق کے معاہدے کی توثیق کر دے گی۔ معاہدے کی توثیق کرنے سے قبل کسی حکومت کو اس بات کی ضمانت دینا ہوتی ہے کہ اس کے ملکی قوانین انسانی حقوق کے چارٹر سے ہم آہنگ ہیں۔ ایان مارٹن کا کہنا ہے کہ آئین کی دفعہ 20 انسانی حقوق کے اعلان نامے کے منافی ہے جس میں قادیانیوں کو اسلامی عقیدے سے منع کیا گیا ہے۔ انہوں نے قادیانی مسئلے پر وزیر اعظم کے ساتھ بھی تبادلہ خیال کیا۔ مسٹر ایان مارٹن نے کہا کہ پاکستان کی جیلوں میں ضمیر کا قیدی کوئی نہیں ہے لیکن چار قیدی ایسے ہیں جنہیں فوجی عدالت نے سزا سنائی تھی ان میں سے دو قادیانی ہیں جبکہ 2 کا تعلق الذوالفقار سے ہے۔

اسلام آباد (پ ر) صدر غلام اسحٰق خان نے نئے ہجری سال کے آغاز پر اپنے پیغام میں "اسلامی سال نو کے مبارک موقع پر قوم کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہجرت کا واقعہ تاریخ اسلام میں ایک اہم سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے یہ ہجرت نبویؐ کا ہی اعجاز ہے کہ دنیا کو ریاست مدینہ کی شکل میں پہلا تحریری دستور نصیب ہوا جس میں عدل و انصاف، اخوت و مساوات مذہبی رواداری اور عوامی فلاح و بہبود کو تمام ریاست کی بنیاد ٹھہرایا گیا اور مختلف طبقات کے باہمی حقوق و فرائض کا تعین کر کے معاشرتی امن اور ہم آہنگی کی ضمانت فراہم کی گئی مسلمانوں نے اپنے دور عروج میں انہیں خصوصیات کو زندہ رکھا اور دنیا کو پہلی بار ایک جمہوری فلاحی معاشرے سے روشناس کرایا۔ سال نو چودھویں صدی ہجری کے پہلے عشرے کا آخری سال ہے یہ صدی تمام اسلام میں اسلامی نشاۃ ثانیہ کے آغاز کی مظہر ہے بیشتر مسلمان ملکوں میں یہ شعور بیدار ہو چکا ہے کہ عصر حاضر کے تمام مسائل کو بنیادی اسلامی اقدار کی روشنی میں حل کیا جائے۔ پاکستان میں بھی منتخب جمہوری حکومت کی موجودگی عوام کے تعاون اور اشتراک سے جمہوری فلاحی اسلامی معاشرے کے قیام کیلئے سازگار ماحول فراہم کر سکتی ہے آیئے اسلامی سال نو کے آغاز پر صحیح معنوں میں عہد کریں کہ قومی دستور میں شامل قرارداد مقاصد کو عملی جامہ پہنانے کیلئے بھرپور کوشش کریں گے اور فرقہ ورانہ لسانی اور علاقائی تعصبات کو مٹا کر ایک منظم اور متحد قوم کی حیثیت سے اسلامی معاشرے کے قیام کے نصب العین کی طرف پیش رفت کو تیز کریں گے آیئے یہ عہد بھی کریں کہ ہم ہر ایسے عمل سے گریز کریں گے جو قول و عمل اور قومی وقار کے منافی ہو اور یہ کہ ہم ذاتی مفادات اور گروہی مصلحتوں کو قومی تعمیر کی مشترکہ کوششوں میں کبھی حائل نہیں ہونے دیں گے اللہ تعالیٰ سال نو کو ہمارے لئے مبارک کرے اور ہمیں شعائر اسلامی پر عمل کرنے اور صراط مستقیم پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

لاہور (پ ر) نیشنل پیپلز پارٹی کے مرکزی رہنما اور تحریک وحدت اسلامی پاکستان کے بانی مولانا ملک محمد اکبر ساقی نے کہا ہے کہ پاکستان کو سب سے زیادہ نقصان منافقت کی سیاست سے پہنچا ہے انہوں نے کہا سیاست اور مذہب کے خود ساختہ ٹھیکیداروں نے اپنے منافقانہ کردار سے پاکستانی قوم کے تشخص کو تباہ و برباد کیا ہے لہٰذا ایسے عناصر کے خلاف جہاد کرنا وقت کا اولین اور اہم ترین تقاضہ ہے۔ آج وہ اپنی رہائش گاہ پر ملاقات کے لئے آئے ہوئے پیپلز ویلفیئر آرگنائزیشن کے یوتھ ونگ کے وفد سے خطاب کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے ملک کی سیاسی فضا پہلے ہی گرد آلود ہے لیکن اسے ہمارے سیاسی اور مذہبی راہنماؤں نے مزید گندہ کر دیا ہے جس سے قوم میں مایوسی پیدا ہوئی ہے۔ جس کو دور کرنا ہم سب کا ملی فریضہ ہے۔

سرگودھا (نمائندہ جنگ) دفاع کے وفاقی وزیر مملکت کرنل غلام سرور چیمہ نے مرحوم صدر جنرل محمد ضیاء الحق کے حادثے کو امر ربی (اللہ کی مرضی) قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ جب یہ حادثہ ہوا اس وقت ان کے نیاز مندوں کا طوطی بول رہا تھا اس لئے اس حادثے کو تخریبی یا انتقامی کارروائی قرار دینے کی کوئی گنجائش نہیں جبکہ متعدد تحقیقاتی ٹیمیں اس حادثے کی رپورٹ کا اعلان کر چکی ہیں۔

حج پر جانے والے سے ہیروئن برآمد

اسلام آباد (جنگ رپورٹ) ایئرپورٹ پر تعینات کسٹم کے عملہ نے حج پر جانے والے ایک مسافر کی تلاشی کے دوران 800 گرام ہیروئن برآمد کر کے ملزم محمد کیلی سکنہ جہانگیرہ تحصیل صوابی ضلع مردان کو گرفتار کر لیا۔

لاہور (پ ر) تحریک نفاذ فقہ جعفریہ پاکستان کے جنرل سیکرٹری سید وزارت حسین نقوی ایڈووکیٹ نے اس خبر پر حیرت کا اظہار کیا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ سینٹ کی کمیٹی نے پبلک لاز کے متعلق فقہ جعفریہ کا موقف مسترد کر دیا ہے۔ انہوں نے واضح کیا کہ تحریک نے 5 نکات پر مبنی اپنا موقف خصوصی کمیٹی کے سامنے پیش کر دیا تھا جسے پیش نظر رکھ کر ایسا مسودہ تیار کیا جا سکتا تھا جو تمام مکاتب فکر کے لئے قابل قبول اور پاکستان کی سالمیت بقا اور ترقی کا ضامن ہو لیکن اسے نظر انداز کر کے ایسا بل تیار کیا گیا ہے جو فرقہ واریت پر مبنی ہے اور تمام کتب فکر کیلئے قابل قبول نہیں ہے۔ 1985ء کے پرائیویٹ شریعت بل سمیت جتنے مسودے آج تک مختلف جماعتوں اور اداروں کی طرف سے پیش کئے گئے ہیں ان میں اس طرح کی کوئی بات نہیں تھی اس لئے اس بل کو شریعت بل کی بجائے فرقہ واریت بل کہنا مناسب ہے۔

وزیر آباد (نامہ نگار) پاکستان عوامی تحریک کے سربراہ علامہ طاہر القادری نے کہا ہے کہ پیپلز پارٹی اور اسلامی اتحاد کے لیڈر اس وقت اقتدار کی جنگ لڑ رہے ہیں انہیں قومی و ملکی مسائل سے کوئی دلچسپی نہیں۔ یہاں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ دونوں فریق ایک دوسرے کی حکومتیں ختم کرنا چاہتے ہیں انہوں نے کہا کہ میں آئندہ انتخاب میں بھرپور حصہ لوں گا۔ انہوں نے کہا ہماری حکومت قائم ہوتے ہی غریبوں میں 30'30 ہزار روپے تقسیم کریں گے جو وہ کاروبار میں لگائیں گے۔ انہوں نے الزام لگایا کہ وزیر اعلیٰ نواز شریف اپنے موجودہ اور ضیاء دور میں غریبوں کے لئے مختص اربوں روپے کی رقم خود ہضم کر گئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں ملک کی صدارت یا وزارت کے لئے سیاست میں نہیں آیا۔ انہوں نے کہا مجھے غیب سے آواز آئی کہ طاہر القادری اٹھ اور ان لٹیرے حکمرانوں کا تختہ الٹ دو جو غریبوں پر ظلم کر رہے ہیں..... انہوں نے کہا کہ میں اس غیب کی آواز کو لبیک کہتے ہوئے غریبوں کو بتا رہا ہوں کہ یہ حکمران تمہیں امریکہ کے ہاتھ بیچ رہے ہیں۔

اہل حدیث درباری مولویوں کا بنایا ہوا شریعت بل نہیں چلنے دیں گے' حافظ زبیر احمد

لاہور (نمائندہ جنگ) جمعیت علمائے اہل حدیث پاکستان کے چیف آرگنائزر علامہ حافظ زبیر احمد ظہیر نے شریعت بل پر اپنا جماعتی موقف بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ اہل حدیث ضیاء الحق کے درباری مولویوں کا بنایا ہوا شریعت بل چلنے نہیں دیں گے۔ کیونکہ یہ بل اتحاد ملت، استحکام پاکستان اور جمہوریت کے خلاف ایک سازش ہے اگر یہ سازش کامیاب ہو گئی تو ملک میں فرقہ وارانہ فسادات ہوں گے جس کے نتیجہ میں دوبارہ مارشل لاء کا جواز پیدا ہو گا۔ انہوں نے کہا کہ ہماری جماعت کو اس بل کے سلسلے میں اعتماد میں نہیں لیا گیا۔

لاہور (نمائندہ خصوصی) سابق وفاقی وزیر ڈاکٹر مبشر حسن نے کہا ہے کہ انجینئر حضرات سابق صدر جنرل ضیاء الحق کی تقلید نہ کیا کریں کیونکہ سابق صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے سابق وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کی سزائے موت میں تخفیف سے انکار کے علاوہ بہت سے ملزموں کی سزائے موت کے احکامات صادر کر دیئے تھے انہوں نے گزشتہ روز واپڈا ایڈیٹوریم میں پاکستان انجینئرنگ کانگریس کی تقریب میں پاکستانی انجینئروں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ جب 1979ء میں عدالت نے سابق وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کو سزائے موت سنائی تھی تو اس وقت کے ہوم سیکرٹری ایس کے محمود نے گورنر پنجاب جنرل سوار خان کو سزائے موت کو عمر قید میں تبدیل کرنے کے لئے لکھا تھا لیکن انہوں نے صوبائی سیکرٹری ہوم کی تجویز سے اتفاق نہ کیا اور کیس کو وفاقی حکومت کے پاس بھیج دیا انہوں نے بتایا کہ جب ذوالفقار علی بھٹو کی رحم کی اپیل کا کیس وفاقی حکومت کے پاس پہنچا تو اس کے وفاقی سیکرٹری داخلہ روائیداد خان نے بھی سابق صدر ضیاء الحق کو لکھا کہ ذوالفقار علی بھٹو کو سزائے موت نہ دی جائے بلکہ یہ عمر قید میں تبدیل کر دی جائے لیکن سابق صدر ضیاء الحق نے فائل کو پڑھے بغیر اس پر مسترد لکھ کر فائل واپس کر دی انہوں نے کہا کہ صدر کے خیال میں تھا کہ رحم کی اپیل سابق وزیر اعظم کی طرف سے ہے حالانکہ یہ اپیل عوام کی جانب سے تھی۔

لاہور (نمائندہ خصوصی) عالم اسلام کے نامور رہنما حضرت امام احمد رضا بریلویؒ کے پوتے اور سجادہ نشین مولانا مفتی محمد اختر رضا خان بریلوی نے کہا ہے کہ پروفیسر طاہر القادری کا پروگرام کتاب و سنت اور اجماع امت کے خلاف ہے اور یہ فرقہ بندی کے خاتمہ کی بجائے نیا فرقہ پیدا کر رہے ہیں۔ اس لئے کوئی حنفی اور سنی بریلوی ان کی حمایت نہیں کر سکتا۔ اختر رضا بریلوی بھارت سے آنے کے بعد داتا گنج بخشؒ کی جامع مسجد میں منعقدہ ایک جلسے سے خطاب کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ طاہر القادری متضاد خیالات کے لوگوں کو تنگ کرنے کا نعرہ لگا کر امن کے بجائے فساد کا بیج بو رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ امت کا اتحاد صرف عشق رسولؐ پر ہی ہو سکتا ہے۔ انہوں نے امام احمد رضا بریلویؒ کے پیروکاروں کو حکم دیا کہ وہ فوری طور پر پروفیسر طاہر القادری کی جماعت سے الگ ہو جائیں۔ مفتی اختر رضا بریلوی 12 جولائی تک پاکستان میں رہیں گے

لاہور (پ ر) تنظیم اسلامی لاہور غربی کے امیر نعیم اختر عدنان نے ایمنسٹی انٹرنیشنل پاکستان کے زیر اہتمام ہونے والی ایک مذاکرہ میں "سزائے موت" کے بارے میں اس بیان کی مذمت کی ہے جس میں کہا گیا تھا کہ موت کی سزا سے اصلاح احوال کے تقاضے پورے نہیں ہوتے لہٰذا باشعور افراد کو اس کے خاتمے کیلئے کوشش کرنی چاہئے امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ ایسے خیالات رکھنے والے افراد قانون الٰہی کی مخالفت کر کے اپنے اسلام کو پہلو دار بنا رہے ہیں ایسے لوگ جنہیں قاتلوں اور ظالموں سے تو ہمدردی ہے مگر مقتولوں اور مظلوموں سے کوئی ہمدردی نہیں دراصل مجرمانہ اور بیمار ذہنیت کے حامل ہیں انہیں اسلام کا لبادہ اتار کر اپنے اصلی روپ میں آنا چاہئے ورنہ انہیں بے نقاب کرنا تمام مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔

بھکر (نمائندہ جنگ) تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے مرکزی سیکرٹری جنرل سید وزارت حسین نقوی نے یہاں پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے سینٹ کی خصوصی کمیٹی کے مسودہ شریعت بل کو مسترد کرتے ہوئے اسے فرقہ ورانہ بل قرار دیا اور کہا کہ تحریک نفاذ فقہ جعفریہ اس بل کے خلاف ملک گیر تحریک چلائے گی۔ انہوں نے کہا 19 جون کو انکی سربراہی میں ایک وفد نے سینٹ کے اراکین کے سامنے 5 نکاتی فارمولا پیش کیا تھا اور یہ واضح کر دیا تھا کہ ان نکات کی شمولیت کے بغیر کسی شریعت بل کو تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے نکات کو نظر انداز کر کے یکطرفہ شریعت بل کا مسودہ تیار کیا گیا ہے۔ انہوں نے سینٹ کے اراکین سے اپیل کی کہ اس بل کو منظور نہ کیا جائے ورنہ ملک میں احتجاجی مہم شروع ہو جائے گی۔ انہوں نے کہا کہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کمیٹی نے ایک مکتبہ فکر کے علاوہ کسی بھی دوسرے مکتبہ فکر کی تجاویز کو قبول نہیں کیا بلکہ من مانی کی ہے اور ایسی کارروائی اسلامی جمہوری اصولوں کی کھلی خلاف ورزی ہے۔

ملتان (نمائندہ جنگ) وفاقی وزیر قانون و انصاف سید افتخار حسین گیلانی نے کہا ہے کہ آٹھویں ترمیم کے علاوہ بھی آئین میں جو قباحتیں ہیں وہ ملک و قوم اور ہماری آئندہ نسلوں کے لئے بہتر نہیں' ہم ان میں ترمیم کے لئے تیار ہیں۔

لاہور (کلچرل ونگ) ایرانی اسلامی انقلاب کے راہبر آیت اللہ روح اللہ امام خمینی کے عارضی تعمیر شدہ مزار کو منہدم کر کے اس کی جدید طرز پر تعمیر کا کام زور و شور سے جاری ہے۔ امام خمینی کو تہران سے 25 کلو میٹر دور واقع شہیدوں کے قبرستان "بہشت زہرہ" کے وسیع و عریض میدان میں سپرد خاک کیا گیا ہے۔ اس مزار کے ارد گرد انقلاب اور جنگ کے دوران شہید ہونے والے ہزاروں ایرانی جوانوں کی قبریں موجود ہیں۔ امام کے مزار پر حاضری کے لئے ایران کے مختلف شہروں سے روزانہ ہزاروں عزاداران جن میں خواتین کی بھاری تعداد بھی شامل ہوتی ہے "بہشت زہرہ" پہنچتے ہیں۔ امام خمینی کی عظمت کے متعلق سر نیہے گاتے ہوئے ہزاروں لوگ ہر وقت مزار پر ماتم کناں نظر آتے ہیں۔ ایران کے مختلف حلقوں نے امام خمینی کے مزار کو مختلف نام دے رکھے ہیں تاہم زیادہ تر لوگ اسے "قبلہ انسانیت" کا نام دیتے

(بقیہ صفحہ ۱۵ پر ملاحظہ فرمائیں)

قرآن و حدیث کے بعد اب تاریخ اسلام کا بھی طائرانہ جائزہ لیا جائے۔ ظاہر ہے اس ضمن میں نبی آخرالزمانؐ کے لئے کسی اصول کا سوال پیدا نہیں ہوتا لیکن وہاں بھی ملاحظہ ہو۔ کہ مکہ کے معاشرے کی قوتوں نے آپؐ کو عرب کی حکمرانی کی پیشکش کی مگر آپؐ نے اس کو محض اس لئے قبول کرنے سے انکار کر دیا کہ وہ اسلامی حکومت نہ ہوتی تاہم جب آپؐ نے ریاست مدینہ کی حکومت قبول فرمائی تو وہاں بھی دو اصول کار فرما تھے۔ اسلامی شریعت کا نفاذ اور اہل مدینہ کی منظوری جن کے سرداروں نے معاہدہ ریاست مدینہ کے آئین پر دستخط ثبت ہوئے۔

جب رسالت مآبؐ کا وصال ہوا تو آپؐ نے اپنے جانشین کے لئے کسی کو نامزد نہیں فرمایا بلکہ امت مسلمہ کی صوابدید پر چھوڑ دیا۔ حالانکہ آپؐ کو علم تھا کہ کسی بانی تحریک کی وفات کے بعد شدید مخالفانہ رد عمل ہوتا ہے اور دشمنوں کی جانب سے خلفشار، فتنہ و فساد اور سنگین بحران سر اٹھاتے ہیں۔ ایسے پر آشوب حالات میں جانشینی کا مسئلہ فطری طور پر خطرناک صورت اختیار کر لیتا ہے۔ (اور یہ سب کچھ ہوا بھی) انصار میں جوش و خروش کا عالم تھا اور ان کی زبردست خواہش تھی کہ ان کا نمائندہ جانشین ہو کیونکہ ان کو فخر تھا کہ آنحضرتؐ اور مہاجرین کیلئے مدینہ منورہ اور تمام سہولتیں حوالے کر کے انہوں نے اسلام کے فروغ کے لئے تاریخ ساز کارنامہ انجام دیا ہے۔ اگر آنحضرتؐ کا اپنے آخری لمحات میں حضرت ابوبکرؓ کو امامت کا حکم ان کو اپنا جانشین مقرر کرنے کی جانب اشارہ تھا تو بھلا انصار کے اکابر صحابہؓ کرام کیا لاعلم رہ سکتے تھے اور اگر انہیں علم تھا تو کیا ان سے نبی آخرالزمانؐ کی خواہش کے خلاف اقدامات کی توقع کی جا سکتی تھی؟ نہیں ایسا نہ تھا اور اسی بناء پر جانشینی کے مسئلہ پر مہاجرین و انصار کے درمیان طویل بحث اور مشاورت ہوئی۔ اس وقت کے حالات اور تقاضوں کے مطابق تحریک اسلام جو اپنے ابتدائی دور میں تھی کے صف اول کے صحابہؓ کرام نے باہمی مشورہ کر کے جن کے فیصلوں پر عامۃ الناس کو ایمان کی مانند اعتماد تھا حضرت صدیق اکبرؓ کو خلافت کے لئے نامزد فرمایا اور پھر اس کی توثیق ایک کھلے اجلاس میں عام بیعت کے ذریعہ کی گئی۔

حضرت ابوبکرؓ نے اپنی وفات کے قریب باہمی مشورہ کے بعد حضرت عمر فاروقؓ کا اسم گرامی خلافت کے لئے تجویز کیا۔ اور مسجد نبویؐ میں ایک خصوصی عام اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

"کیا تم اس شخص پر راضی ہو جسے میں اپنا جانشین بنا رہا ہوں۔ خدا کی قسم میں نے رائے قائم کرنے کیلئے اپنے ذہن پر زور ڈالنے میں کوئی کمی نہیں کی۔ لہٰذا تم ان کی سنو اور اطاعت کرو۔"

اس پر پورے مجمع نے کسی دباؤ یا لالچ کے بغیر رضا و رغبت کے ساتھ کہا۔ "ہم سنیں گے اور اطاعت کریں گے۔" یاد رہے اس دور میں ہر بالغ مسلمان مسجد میں نماز با جماعت ادا کرنے ضرور حاضر ہوا کرتا تھا کیونکہ انہیں اپنے نبیؐ کا ارادہ یاد تھا کہ ان گھروں میں آگ لگا دی جائے جہاں کے مکین مسجد میں نماز با جماعت کے لئے حاضر نہیں ہوتے۔ گویا بعد نماز کسی مسئلہ میں آنے والوں کی منظوری عامۃ الناس کی منظوری کے مترادف کی حامل تھی۔ لہٰذا یہ بالغ رائے دہی کا ہی اصول تھا۔

حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے عہد خلافت میں کہا تھا "جس شخص نے مسلمانوں کے مشورے کے بغیر کسی امیر کی بیعت کی اس کی کوئی بیعت نہیں اور نہ اس شخص کی کوئی بیعت ہے جس سے اس نے بیعت کی۔" (مسند احمد) اسی اصول کے مطابق حضرت عمر فاروقؓ نے اپنی وفات کے قریب ایک انتخابی ادارہ تشکیل کیا جو چھ مقبول ترین صحابہؓ کرام پر مشتمل تھا۔ اس ادارہ کے فیصلہ کے مطابق حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے حج سے واپس گزرتے ہوئے قافلوں اور بستی بستی گھوم کر عوام سے رائے دریافت کی اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ اکثریت حضرت عثمانؓ کی خواہاں ہے۔ بعد ازاں حضرت عثمان غنیؓ مجمع عام میں پیش ہوئے اور اتفاق رائے سے تیسرے خلیفہ کی حیثیت سے منتخب ہوئے۔ حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے بعد کچھ افراد نے حضرت علیؓ کو خلافت قبول کرنے کے لئے کہا تو انہوں نے فرمایا "میری بیعت خفیہ طریقہ سے نہیں ہو سکتی۔ یہ مسلمانوں کی مرضی سے ہی ہونی چاہئے (طبری)"

ادارہ منہاج القرآن کے سربراہ پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری نے کہا ہے کہ دور حاضر میں محض فتووں کے زور سے لوگوں کو دین اسلام کی طرف راغب نہیں کیا جا سکتا اس کے لئے حکمت دعوت کو مد نظر رکھنا ہو گا۔ جب تک مبلغ کا دل اپنے مخاطبین کی سچی ہمدردی اور خیر خواہی سے سرشار نہ ہو اس وقت تک تبلیغ مثبت نتائج پیدا نہیں کر سکتی۔ انہوں نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش ہوتی تھی کہ کوئی شخص کافر نہ رہے اور ہر کوئی دین و ایمان کی دولت سے بہرہ ور ہو جائے لیکن آج کے مبلغین اور داعیان دین ہر ایک کو دائرہ اسلام سے نکالنے پر تلے ہوئے ہیں انہیں لوگوں کو دین کے دائرہ میں داخل کرنے کی کوئی فکر نہیں ہے۔ (بشکریہ نوائے وقت)

اسلام کی تباہی کے لئے دشمنان اسلام کی خفیہ تدابیر اور اسلام کی کامیابی

دجال ہندوستان سے چلا گیا لیکن اپنا وارث اسلام کو تباہ کرنے کے لئے چھوڑ گیا

کشمیر کو ہندوستان سے ملا کر پاکستان کو تباہ کرنیکے لئے مدبرین ہندوستان و انگلستان کی خفیہ چالیں

"مسلمانوں کو کشمیر کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دینی چاہیئے"

اپنی جانوں اور مال کو خدا کے رستہ میں دینے کے لئے تیاری کر لو تاکہ خدا کا فضل تم پر نازل ہو۔

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر مولانا محمد علی ایدہ اللہ تعالیٰ بمقام لاہور۔ مورخہ ۲۸ نومبر ۱۹۴۷ء

واذ یمکر بک الذین کفروا لیثبتوک او یقتلوک او یخرجوک ویمکرون ویمکر اللہ واللہ خیر الماکرین (الانفال - ۳۰)

نبی کریم صلعم سے پہلے صحابہ کرام کی ہجرت جس واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے وہ نبی کریم صلعم کی ہجرت سے تعلق رکھتا ہے۔ جب آپ کو مدینہ کی طرف ہجرت کا حکم ہوا اس وقت آپ کی مخالفت مکہ میں انتہا کو پہنچی ہوئی تھی اور اعدائے اسلام آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو مٹا دینے کی فکر میں تھے۔ اور اس وقت وہاں سے نکلنا بھی آسان نہ تھا۔ آپ کے سامنے آسان رستہ تو یہ تھا کہ مسلمانوں کو وہاں چھوڑ کر سب سے پہلے آپ خود اپنی جان بچاتے کیونکہ اسلام کے باقی رہنے کا تعلق تو صرف آپ کی ذات سے تھا۔ محمد رسول اللہ صلعم بچ رہیں ساتھی ایک بھی نہ رہے اور مدینہ میں کئی ساتھی پیدا بھی ہو چکے تھے اسلام پھر بھی زندہ تھا، لیکن اگر آپ ہی باقی نہ رہیں تو اسلام کا خاتمہ تھا۔ لیکن آپ نے طریق یہ اختیار کیا کہ پہلے اپنے ساتھیوں کو نکالنا شروع کیا اور وہ بھی اس طرح کہ دشمن کو یہ پتہ نہ لگ سکے کہ مکہ مسلمانوں سے خالی ہو رہا ہے آپ نے ان کو یکبارگی نکلنے کا حکم نہیں دیا بلکہ ایک ایک دو دو کر کے انہیں نکالنا شروع کیا۔ اور بہر حال جب تک آپ خود ان کے اندر تھے دشمنوں کو ایک قسم کا اطمینان تھا آخر سب مسلمان جو نکل سکتے تھے مکہ سے نکل گئے اور محمد رسول اللہ صرف دو ساتھیوں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ کے ساتھ مکہ میں رہ گئے۔

ایک مخالف مورخ کی طرف سے آپ کی عظمت کا اعتراف اس واقعہ کو دیکھ کر ایک مخالف مورخ کا سر بھی محمد رسول اللہ صلعم کی عظمت کے سامنے جھک جاتا ہے کہ آپ کو اپنے ساتھیوں سے کس قدر محبت تھی اور کتنا بڑا ایمان خدا پر تھا کہ خونخوار دشمنوں کے اندر جو دن رات آپ کو قتل کرنے کی فکر میں ہیں اپنے آپ کو اکیلا چھوڑ دیتے ہیں مگر ساتھیوں کو بچا لیتے ہیں۔

مسلمان لیڈروں کے لئے سبق۔ اس میں آج مسلمانوں کے لیڈروں اور رہنماؤں کے لئے سبق ہے۔ آج جہاں کسی مسلمان آبادی کو دشمن سے خطرہ پیدا ہوا سب سے پہلے لیڈر اور رہنما بھاگے الا ماشاء اللہ۔ ایسی بھی مثالیں ہیں مگر بہت تھوڑی کہ کسی بڑے آدمی نے اپنے ساتھیوں کی پروا اپنے نفس سے زیادہ کی ہو عموماً ان بڑے لوگوں کا عذر یہ ہوتا ہے کہ ان کی زندگی زیادہ قیمتی ہے اگر وہی مارے گئے تو پیچھے قوم کی رہنمائی کون کرے گا۔ مگر کیا ان کی زندگیاں محمد رسول اللہ صلعم کی زندگی سے بھی زیادہ قیمتی ہیں۔ آپ کی سنت تو یہ تھی کہ بڑا آدمی پہلے اپنے ساتھیوں کو بچانے کے لئے فکر کرے مگر یہاں تک بھی سنا گیا ہے کہ بڑے بڑے رہنما دوسروں سے یہ اقرار اور عہد لیکر کہ آخر وقت تک اپنی جگہ سے نہیں ہلیں گے۔ چھپ کر سب سے پہلے نکل گئے۔ خطرہ کے وقت رہنما کا کام یہ ہے کہ وہ دوسروں کو بچانے کی فکر پہلے کرے۔ محمد رسول اللہ جیسا دوسرا رہنما تو دنیا پیدا نہ کر سکتی تھی مگر آپ نے اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر پہلے اپنے ساتھیوں کی فکر کی اور یہاں رہنماؤں کو پہلی فکر یہ ہوتی ہے کہ سب سے پہلے وہ نکل کر حفاظت کے مقام پر پہنچ جائیں۔

صحابہؓ کی ہجرت کے بعد دشمنوں کی تجاویز تو جب رسول اللہ صلعم صرف دو ساتھیوں کے ساتھ مکہ میں رہ گئے اب دشمن نے سوچا کہ آخری وار کا وقت آ گیا ہے اور اب ایک لمحہ کی مہلت بھی محمد رسول اللہ صلعم کو نہ دی جائے، فوراً تمام قبیلوں کے سردار دار الندوہ میں جو مکہ معظمہ کا کونسل ہال تھا جمع ہوئے اس وقت جو تجویزیں ان کے سامنے تھیں اللہ کا ذکر اس آیت میں ہے جو میں نے پڑھی محمد رسول اللہ صلعم کو قید کر دیں یا قتل کر دیں یا نکال کر کسی ایسی جگہ پھینک دیں کہ آپ اپنے ساتھیوں سے ہمیشہ کے لئے الگ ہو جائیں۔ اثبات قائم کرنے یا مضبوط کرنے کو بھی کہا جاتا لیکن اس کے معنی یہ بھی ہیں کہ کسی شخص کو ایسی حالت میں کر دیا جائے کہ وہ حرکت کے قابل نہ رہے اسی لحاظ سے اس لفظ کے معنے قید بھی ہیں جس کے لئے اصل لفظ حبس ہے۔ تو بہر حال ایک تجویز کفار کی یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قید کر دیا جائے۔ دوسری یہ تھی کہ قتل کر دیا جائے اور تیسری یہ تھی کہ شہر بدر کر دیا، آخری تجویز جس پر سب کا اتفاق ہو گیا وہ یہ تھی کہ آپ کے گھر کا محاصرہ کر کے آپ کو قتل کر دیا جائے، یہ بھی تجویز ہوئی کہ اس محاصرہ میں ہر قبیلہ کا ایک ایک آدمی شامل ہو تا کہ کسی خاص قبیلہ پر الزام نہ آئے۔

مکر کے معنے اور خدا کی تدبیر کی کامیابی۔ تو فرماتا ہے ویمکرون مکر کے معنے عربی زبان میں وہ نہیں جن معنوں میں پنجابی یا اردو میں یہ لفظ استعمال ہوتا ہے بلکہ مکر کے معنے ہیں باریک تدبیر، اسی لئے آخر میں فرمایا ویمکرون ویمکر اللہ واللہ خیر الماکرین، وہ تدبیریں کرتے تھے اور اللہ نے بھی تدبیر کی اور اللہ بہتر تدبیر کرنیوالا ہے، خیر کا لفظ برائی کے ساتھ تو استعمال نہیں ہو سکتا، اس لئے مکر کے لفظ میں کوئی برائی یا بھلائی نہیں صرف تدبیر کے معنے ہیں، تو بتایا کہ انھوں نے تدبیر تو آپ کے متعلق کی لیکن ان کی تدبیر اپنی جگہ پر رہی، گھر کا محاصرہ بھی ہو گیا، آپ کے قتل کرنے کے تمام سامان بھی ہو گئے لیکن خدا کی تدبیر ہی کامیاب رہی اور آپ بچ کر گھر سے نکل گئے۔

نیکی اور راستبازی پھیلانیوالوں کی مخالفت کیوں ہوتی ہے یہ واقعی ایک تعجب کی بات ہے کہ لوگ ان لوگوں کو جو دنیا میں نیکی اور راستبازی پھیلانے آتے ہیں اور کوئی اجر نہیں مانگتے کیوں ستاتے اور دکھ دیتے ہیں کیوں ان کے خطرناک دشمن بن جاتے ہیں کیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم کا کچھ بگاڑا تھا؟ کوئی منصب چاہتے تھے کوئی دولت اور مال کے خواہاں تھے؟ منصب اور دولت تو وہ خود آپ کو دینا چاہتے تھے لیکن آپ نے اس کو ٹھکرا دیا، تو کیا وجہ ہے کہ لوگ آپ کے دشمن بن گئے، اتنے خطرناک دشمن کہ آپ کو قتل کر دینے کے درپے ہو گئے، اصل بات یہ ہے کہ جب حق دنیا میں آتا ہے تو شیطان کو چونکہ حق کے ساتھ دشمنی ہے اس لئے وہ اپنے مظاہر تلاش کر لیتا ہے اور ان کے دماغوں کے اندر ڈال دیتا ہے کہ حق کو مٹانے کے لئے وہ تدبیروں میں لگے رہتے ہیں، محمد رسول اللہ صلعم کی زندگی تو سراسر انسانوں کی ہمدردی اور خیر خواہی کی زندگی تھی مگر شیطان نے حق کو نیست و نابود کرنے کے لئے ابوجہل اور ابولہب وغیرہ دوسرے سرداران قریش کو چن لیا اور وہ اس بات پر تل گئے کہ محمد رسول اللہ صلعم کو مٹا کر رہیں گے۔

قرآن کی آیات ہر زمانہ کے واقعات پر منطبق ہوتی ہے قرآن کسی خاص زمانہ

کے ساتھ خاص نہیں قیامت تک اس کی آیات واقعات عالم پر منطبق ہوتی رہیں گی اگر ایک زمانہ میں اس کی آیات ایک واقعہ پر منطبق ہوتی تھیں تو دوسرے زمانہ میں اسی قسم کے دوسرے واقعات پر چسپاں ہوتی ہیں اور ہونگی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے زمانہ میں تباہ نہ ہوئے بلکہ کامیاب ہوئے اسلام کامیاب ہو گیا، اور خوب کامیاب ہوا مشرق سے مغرب تک اس قدر سرعت سے ترقی کی کہ کسی دوسرے مذہب کو اس سرعت و ترقی کا سواں حصہ بھی نصیب نہیں ہوا۔

دجال کی جسمانی رنگ میں اسلام کو تباہ کرنے کی کوشش

پھر اس کے بعد زمانہ آیا جب باطل کی طاقتیں پھر اٹھتی ہیں، پھر حق کو تباہ کرنے کے لئے کوشش کی جاتی ہے، پھر شیطان کو ایسے مظاہر مل جاتے ہیں جو حق کی مخالفت کے درپے ہوتے ہیں، یورپ کی قومیں جن کو احادیث میں دجال کہا ہے اسلام کو تباہ کرنے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئیں، دجال کے معنے ہیں فریبی، ایک عرصہ سے یورپ اس کوشش میں رہا کہ اسلام کو نابود کر دیا جائے یا کمزور کر دیا جائے، چنانچہ پہلے اس کی قوتیں جسمانی رنگ میں اسلام کو مٹانے کے درپے ہوئیں، صلیبی جنگوں میں پوری کوشش کی گئی کہ اسلام کو تلوار سے ناکام اور تباہ کر دیا جائے لیکن آخر کار انہیں خود ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا

سیاسی رنگ میں اسلام کو تباہ کرنے کی کوشش

پھر دوسری کوشش سیاسی رنگ میں اسلام کو تباہ کرنے کی کی گئی، طرح طرح کے حیلوں سے مسلمانوں کے اندر اختلاف اور تفرقہ پیدا کیا گیا، ان کے خیالات پر اثر ڈال کر انکی سیاسی قوت کو کمزور کرنے کی کوشش کی گئی پھر اس کے ساتھ ایک تیسری کوشش یہ شروع ہوئی کہ لوگوں کے دلوں میں وساوس پیدا کئے جائیں ویمکرون یہ مکر تھا یہ خفیہ تدبیریں تھیں اسلام کو برباد کرنے کے لئے مگر اسلام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی تک کے لئے نہیں آیا تھا پہلے سے یہ بتا دیا گیا تھا کہ جب بھی اسلام کو مٹانے کے لئے کوئی کوشش کی جائے گی وہ کوشش ناکام ہو گی اور غالب اسلام ہی آئے گا تو یورپ نے اپنا پورا زور لگایا، ہمارے دیکھتے ہوئے حکومت نے بھی اور مشنریوں نے بھی مل کر اسلام کو کمزور کرنے اور مٹانے کی کوششیں کیں، بظاہر نظر نہیں آتا تھا کہ مار رہے ہیں مگر اندر ہی اندر ایسی تدبیریں کی گئیں جن سے اسلام کی تباہی مقصود تھی، یہ ایک مکر تھا ایک تدبیر تھی جو اسلام کو برباد کرنے کے لئے کی گئی

دجال کی وارث قوم اور ہندوستان سے اسلام کو مٹانے کی تدبیریں

اس وقت ہم اپنے موجودہ حالات کو دیکھیں تو بالکل ایسا نظر آتا ہے کہ ان موجودہ حالات پر یہ آیات صادق آتی ہیں، ہم نے کہا کہ دجال نے اسلام کو تباہ و برباد کرنے کے لئے پوری کوشش کی، دجال تو چلا گیا لیکن اپنے وارث چھوڑ گیا اب ایک اور قوم اسی طرح انہی ہتھکنڈوں سے اسلام کو برباد اور کمزور کرنے کے درپے ہے اسلام کو ہندوستان سے مٹانے کے لئے ایک عرصہ سے تدبیریں ہو رہی تھیں اور ان کے اندر سب سے بڑی تدبیر مسلمانوں کے اندر انتشار اور تفرقہ پیدا کرنا تھا جس میں ایک حد تک اعدائے اسلام کو کامیابی بھی ہوئی اور بہت سے رگ جمہور اسلام سے الگ ہو کر خود مسلمانوں کو کمزور کرنے کا موجب بن گئے لیکن آج جو کچھ ہو رہا ہے اس پر اس آیت کا مضمون پورا صادق آتا ہے آج امت محمدیہ وہی بے کسی کی حالت ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے وقت تھی کوشش یہ ہے کہ مسلمان اس ملک ہندوستان میں رہیں تو غلام ہو کر رہیں کوئی حرکت اسلامی ان کے اندر نہ رہے قیدیوں کی طرح رہیں یہ ہے لیثبتوک پھر دوسری کوشش یہ ہے کہ پوچھنے والا کوئی نہ ہو قتل کرتے جاؤ ختم ہو جائیں گے اور اس سے بھی ختم نہ ہوں تو ان کو گھروں سے نکال دو۔

کشمیر کو ہندوستان کیساتھ ملانے اور پاکستان کو تباہ کرنے کی مخفی تدبیر

ان تمام واقعات میں جواب کسی آنکھ سے مخفی نہیں رہے ایک واقعہ بالخصوص ممتاز نظر آتا ہے جس پر یہ الفاظ ویمکرون ویمکر اللہ چسپاں ہوتے ہیں کشمیر کے واقعہ پر اگر غور کریں تو ہمارا دل اس یقین سے بھر جاتا ہے کہ کس طرح پروہی باتیں اس کے اندر دوہرائی گئی ہیں، یہ بالکل واقعات ہیں، الزام کوئی دے یا نہ دے ہم لیکن یہ امر واقعہ ہے کہ کشمیر کو ایک نہایت گہری اور مخفی تدبیر کا بڑا بھاری آلہ کار بنایا گیا، غور کیجئے بٹالہ، گورداسپور، اجنالہ کی تحصیلیں جن میں مسلمان آبادی کی اکثریت تھی اور مسلمان اکثریت کے علاقہ سے یہ تینوں ملی ہوئی تھیں ان کو کیوں مشرقی پنجاب کے ساتھ ملا دیا گیا، تقسیم کی بنیاد تو یہ قرار دی گئی تھی کہ جن علاقوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہو گی اور وہ مسلمان آبادی کی اکثریت کے ساتھ ملتے ہونگے ان کو پاکستان کے ساتھ شامل کیا جائیگا لیکن خود مسلمان اکثریت کے علاقوں کو بھی ان سے چھین لیا گیا، یہ ایک بڑی مخفی تدبیر کشمیر کو ہندوستان کے ساتھ ملانے اور اس ذریعہ سے مسلمانوں کو تباہ کرنے کی کی گئی حالانکہ کشمیر میں اتنی بڑی اکثریت تھی کہ گویا خالص اسلامی علاقہ تھا ابتدا میں پہلے یہ کہا گیا کہ بٹالہ اور گورداسپور پاکستان کے ساتھ رہیں گے، لیکن اندر ہی اندر ان کو مشرقی پنجاب میں شامل کرنے کی تدابیر کر لی گئیں، اگر ابتدا میں ہی بتا دیا جاتا تو مسلمانوں کی توجہ فوراً اس بات کی طرف چلی جاتی کہ اس سے کشمیر کو ہندوستان کے ساتھ ملانا مقصود ہے کیونکہ کشمیر کو ہندوستان کے ساتھ ملانے والی سڑک وہ ہے جو بٹالہ گورداسپور پٹھانکوٹ سے جاتی ہے اگر یہ حصہ پاکستان کو واقعی دے دیا جاتا تو کشمیر کبھی ہندوستان کو مل نہیں سکتا تھا آپ تعجب کریں گے کہ کشمیر کو آلہ کار بنا کر کس طرح مسلمانوں کو تباہ کرنے کا سامان کیا گیا، یہ دجال کی مسلم کش پالیسی کا نتیجہ ہے، ابتدا میں یہ ظاہر کر کے کہ بٹالہ اور گورداسپور پاکستان میں رہیں گے مسلمانوں سے دستخط کرائے گئے کہ جو تقسیم ہو گی منظور کر لی جائے گی، ان کو خبر نہ تھی اور وہم بھی اس طرف نہ جا سکتا تھا کہ یہ سب دھوکا بازی ہے اور ان علاقوں کو ہندوستان میں شامل کر کے کشمیر کو ملانے کی کوشش کی جائیگی

مدبرین انگلستان کی شمولیت

اب یہ بھی کھلا ہے کہ ۲۵ راکتوبر کو یعنے کشمیر کے ملنے سے ایک دن پہلے وزیر اعظم ہندوستان اور وزیر اعظم انگلستان کے مابین کوئی گفتگو اس بارہ میں ہوئی، اور دوسرے دن کشمیر کو ہندوستان میں شامل کر لیا گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سازش کے اندر خود انگلستان کے مدبرین بھی شامل تھے۔

اس سازش کو ناکام بنانے کے لئے خدا کی تدبیر

ویمکرون ویمکر اللہ انھوں نے تو تدبیر کی تھی، مگر خدا کی تدابیر آج بھی کامیاب ہوتیں، اور ایسے لوگ پیدا ہو گئے جنھوں نے ان کی تدبیر کو ناکام کر دیا خود کشمیر کے اندر ایسے لوگ کھڑے ہو گئے جو ڈوگرہ راج کے مظالم سے اس قدر تنگ آ چکے تھے کہ انھوں نے اپنی آزادی کا اعلان کر دیا اور دوسری طرف ان کے لئے پنجاب اور صوبہ سرحد کے لوگوں میں ہمدردی کا اتنا زبردست جوش پیدا ہو گیا کہ وہ کسی روک کی پرواہ نہ کر کے ان کے ساتھ جا ملے اور کشمیر میں جنگ شروع ہو گئی اگر یہ جنگ شروع نہ ہوئی ہوتی تو اب تک لاہور میں بھی گڑبڑ پیدا کر دی جاتی، اور حیدرآباد کو بھی ہضم کرنے کا سامان کر لیا جاتا، مگر اب حیدرآباد کے ساتھ ایک سال کے لئے معاہدہ کر لیا گیا ہے۔

کشمیر کے لئے سردھڑ کی بازی لگا دینی چاہیئے

بہرحال کشمیر کے معاملہ میں مسلمانوں کا اُٹھ کھڑے ہونا ایک خدائی فعل ہے میں اپنی جماعت سے کہتا ہوں کہ کشمیر کے معاملہ کو بڑی اہمیت دیجئے، یہ لڑائیاں جب شروع ہوتی ہیں تو بڑا لمبا عرصہ لیتی ہیں اور ان کے لئے بہت بڑی مالی امداد کی ضرورت ہوتی ہے غور کیجئے مسلمانوں کی جو فوجیں اس وقت جنگ کر رہی ہیں ان کی پیٹھ پر کوئی حکومت نہیں نہ کسی حکومت کا اسلحہ اور مال خرچ ہو رہا ہے بلکہ اس کی بنیاد صرف مسلمانوں کی قربانیوں پر ہے جو اپنی جانیں بھی دے رہے ہیں اور مال بھی دے رہے ہیں، تو یہ ایک بڑی زبردست چال تھی جو مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لئے چلی گئی لیکن محض اللہ تعالے کے فضل سے اس چال کا ایک توڑ کشمیر کی جنگ کے رنگ میں پیدا ہو گیا اس لئے ضروری ہے کہ مسلمان اب ہمت سے کام لیں اور اس چال کو ناکام بنانے پر پورا زور صرف کر دیں، مسلمانان پنجاب کو سمجھ لینا چاہیئے کہ کشمیر کا معاملہ ان کی زندگی اور موت کا معاملہ ہے ہمارے خلاف بڑی زبردست طاقتیں ملی ہوئی ہیں ہم نہ تو حکومت کو مشورہ دے سکتے ہیں اور نہ حکومت ہمارا مشورہ مان سکتی ہے میری اپیل اپنی جماعت سے بھی ہے اور دوسرے مسلمانوں سے بھی میں کہنا چاہتا ہوں کہ کشمیر کے معاملہ کو بڑی اہمیت دیں، اسکو ہاتھ سے نہ نکلنے دیں، مسلمانوں کو کشمیر کے لئے سردھڑ کی بازی لگا دینی چاہیئے اگر خدانخواستہ کشمیر ہاتھ سے نکل گیا، وہاں ڈوگرہ راج قائم ہو گیا تو کچھ مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کا حشر ہوا وہی نہ صرف کشمیر میں بلکہ بالآخر مغربی پنجاب میں بھی ہو گا۔

اگر کشمیر نکل گیا تو مشرقی پنجاب والا حال ہو گا

آپ غور کر لیجئے کہ کس طرح مسلمانوں کو نکالنے کی وبا امرتسر سے اُٹھ کر جالندھر پہنچتی ہے اور پھر بٹالہ، گورداسپور ایک طرف لدھیانہ انبالہ اور کرنال وغیرہ دوسری طرف مسلمانوں سے خالی کرائے جاتے ہیں پھر یہ وبا دہلی میں پہنچی، اور یہ مشرقی پنجاب کے ساتھ ملے ہوئے ہندوستان کے دوسرے حصوں میں

(بقیہ صفحہ ... پر ملاحظہ فرمائیں)

ع پھر بہار آئی خدا کی بات بھرپور ہوئی

پیرانِ کلیسا بھی مڑے جانبِ توحید

حضرت عیسیٰؑ سے منسوب خدائی دعوے کی تردید — ایک سو عیسائی علماء کا متفقہ فیصلہ

سان فرانسسکو (امریکہ) — ۱۱ر مارچ ۱۹۸۹ء — یہاں ایک سو دانشوروں نے (جن میں محقق، مذہبی علماء اور مورخ شامل ہیں) تین روز تک جاری رہنے والے سیمینار کے بعد بڑے دوٹوک الفاظ کے ساتھ یہ اعلان کیا کہ — حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے "خدا یا خدا کا بیٹا ہونے کا دعویٰ کبھی نہیں کیا تھا اور نہ انہوں نے اپنے اسی جسد خاکی میں اپنی بعثت ثانی کا کوئی وعدہ کیا"— ٹھوس دلائل و براہین کے ساتھ ان علماء و فضلاء نے ایسے تمام روایتی عیسائی عقائد کو بے معنی اور مضحکہ خیز قرار دیا۔

انجیل اور توریت کے ان محقق سکالروں نے بڑی وضاحت سے اس امر کا اعلان کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آسمانی بادشاہت کے سربراہ کی حیثیت سے اپنے وجود کی واپسی ہی کا کبھی وعدہ نہیں کیا۔ یہ بات بھی ان کے بعد ان کے صحیفہ نگاروں اور جریدہ نویسوں نے اپنی طرف سے پیش خبری کے طور پر بڑھا دی ہے۔

اس سیمینار میں اس امر کا اظہار بھی کیا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے زیادہ تر اپنے افکار کو استعاروں، علامتی الفاظ اور اخلاقی کہانیوں کے رنگ میں بیان کیا ہے۔ جو اس دور کے مبہم، پیچیدہ اور تغیر اخلاقی اقدار کے حامل قصے کہانیوں کو واضح کر سکتے تھے۔ مگر ان کی وفات کے بعد صحیفہ نویسوں نے مطالب کو سمجھنے کی تگ و دو میں ان کے فرمودات کے اصل معانی ہی تبدیل کر دیئے۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک حضرت عیسیٰؑ سے یہ غلط باتیں بدستور منسوب چلی آ رہی ہیں۔ اگرچہ ان صحیفہ نگاروں کا منشاء حضرت عیسیٰؑ کے الفاظ کو سمجھ کر انہیں رائج الوقت نظریات کے مطابق بنا کر پیش کرنا تھا۔

اس سیمینار میں سب علماء نے اقرار کیا کہ آج تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے الفاظ کو غلط حوالے سے پیش کیا جاتا رہا ہے۔ تعلیم و تاریخ کے آئینے میں عیسائی حکومت کے باوجود یہی اعلان کیا گیا ہے جو عقل سلیم کے مالک انسانوں کا ہوا کرتا ہے"۔ — کیا شاعر نے یہ کہہ کر حقیقت کی ترجمانی نہیں کی تھی کہ ؎

اور یہ اہلِ کلیسا کا نظامِ تعلیم
ایک سازش ہے فقط دین و مروت کے خلاف

بشکریہ
ہفت روزہ
(لاہور)

THE ORANGE COUNTY Register
MARCH 11, 1989

Jesus did not promise a Second Coming, biblical scholars contend

By Steve Wilstein
The Associated Press

SAN FRANCISCO — A group of biblical scholars overwhelmingly agreed that Jesus Christ never promised to return and usher in a new age and would have been "appalled" about becoming a cult figure in a new religion, the group's founder said Monday.

About 100 scholars, theologians and historians discussed the teachings of the historical Jesus in a three-day seminar through March 5 and agreed that Jesus did not promise a Second Coming in which he would bring a new age as the leader of God's kingdom.

Gospel writers and later followers of Jesus were the ones who predicted a Second Coming of Jesus, most scholars participating in the Jesus Seminar said.

"There does seem to be powerful evidence in the Gospels that Jesus thought the kingdom of God was near," said Robert Funk, 50, a New Testament expert and founder of the seminar. "When he speaks of the future, he always talks indirectly. He doesn't talk in apocalyptic terms."

Funk said the seminar's stand does not contradict the faith in God expressed in the Apostles Creed but is at odds with many traditional Christian beliefs.

"Jesus spoke mostly in metaphors or parables that were notoriously enigmatic. People began right away after his death to try and figure out what he meant. The tendency was to assimilate his words to the popular view. This concern about the end of the world intensified with the siege of Jerusalem by the Roman army in 66 A.D."

Robert Funk
New Testament scholar

Twenty-six of the 30 scholars voting after the discussion on the Second Coming said they strongly disagreed that Jesus expected to return and usher in a new age. The scholars almost unanimously agreed, though, that Jesus spoke the words attributed to him in which he said the kingdom of God already was present in his day.

قرآن کریم میں جہانگیری و حصول سلطنت کے اصول

مسلمانوں کو باہمی اتحاد و اتفاق کی تعلیم

پاکستان میں غیر قوموں کی توقعات

ملک گیری کے اصولوں میں فروتنی اور عاجزی کی تلقین

خطبہ جمعہ مورخہ ۴ جولائی ۱۹۴۷ء - از مولٰینا مولوی صدر الدین صاحب بمقام لاہور

للہ ما فی السمٰوات وما فی الارض وان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ فیغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء واللہ علیٰ کل شئ قدیر .... فانصرنا علی القوم الکافرین۔

جنگوں میں نصرت الٰہی کی دعا۔ یہ قرآن کریم کی سب سے پہلی سورت البقرہ کا آخری رکوع ہے، اس رکوع کے اندر تمام سورت کے مضامین کو جمع کیا ہے جن مضامین سے اس سورت کی ابتدا کی گئی اور اس کی بنیاد رکھی گئی تھی انہی پر اسکو ختم کیا ہے، اس رکوع کا آخری جملہ ہے فانصرنا علی القوم الکافرین ہمیں کافروں کی قوم پر غلبہ اور نصرت عطا فرما، اس سورت میں جنگ کے احکام ہیں، اپنی جان، اپنا مال خدا کی راہ میں خرچ کر دینے کا حکم دیا گیا ہے اور آخر میں یہ دعا سکھائی ہے کہ اے خدا یہ کافر جو ہمیں مٹانا چاہتے ہیں ان کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما۔ خدا کی مدد کے بغیر کوئی کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ اسباب اور ذرائع خواہ کتنے ہی ہوں خدا کی مدد نہ ہو تو کوئی کام نہیں دیتے۔ اسی لئے نصرت طلب کرنے کی دعا سکھائی۔

شروع رکوع میں فرمایا للہ ما فی السمٰوات وما فی الارض جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ خدا ہی کی ملکیت ہے، تمام اسباب، اور ذرائع اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں اور اسی کے دست قدرت میں ہیں فیغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء پس جس کے اعمال اس بات کے مقتضی ہوں کہ وہ مصائب اور عذاب سے بچایا جائے وہ بچ جاتا ہے اور جس کے اعمال اچھے نہ ہوں وہ اپنے اعمال کا نتیجہ عذاب کی صورت میں پاتا ہے۔

حصول ملک اور بادشاہت کیلئے دعا اس رکوع میں دشمن اور اس کے ارادوں کا بھی ذکر ہے اگر دشمن مٹانا چاہتا ہے تو خدا کے آگے گرو اور اس کی عبادت کرو اور گڑگڑاؤ۔ سورۃ آل عمران میں یہ دعا سکھائی ہے اللھم مالک الملک تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر انک علیٰ کل شئ قدیر۔ اے اللہ اگر تیری مشیت ہو اور مسلمان تیرے احکام پر چلتے رہیں تو تو ان کو ملک اور بادشاہت دے دیتا ہے اور اگر دشمنان اسلام کوشش کریں کہ اس دین کو برباد کر دیا جائے تو بادشاہت کو چھین بھی لیتا ہے وتعز من تشاء وتذل من تشاء اور وہ قوم جو تیرے دین پر چلتی ہے تو اس کو عزت دیتا ہے اور جو تیرے دین کو چھوڑتے ہے اس کو تو ذلیل کر دیتا ہے الغرض لشکر آراستہ کرنے سے پیشتر اور اسباب حرب جمع کرنے سے پیشتر ملک کے حصول کی دعا سکھائی ہے۔

اتحاد اور یکسوئی کی تعلیم اسباب میں جماعت کے اتحاد اور اتفاق اور یکسوئی اور ہم آہنگی کی تلقین فرمائی ہے اور ایک بات سکھائی جس کے بغیر کوئی کامیابی نہیں ہو سکتی، وہ یہ ہے کہ تمہاری جماعت اور جتھہ مکمل ہونا چاہئے۔ ایک جگہ فرمایا اینما تولوا فثم وجہ اللہ جس طرف تمہارا منہ ہے اسی طرف اللہ کی توجہ ہے یعنی کامیابی تمہارا استقبال کرے گی۔ دوسری جگہ فرمایا اینما تکونوا یات بکم اللہ جمیعا یعنی قبلہ کی طرف تمام مسلمانان دنیا کا منہ کر کے عبادت الٰہی کے لئے کھڑے ہونے کی ایک غرض یہ بھی ہے کہ تمام مسلمان ایک ہو جائیں اور ان کا جتھہ وسیع ہو اور اپنے اندر یکسوئی اور ہم آہنگی رکھتا ہو۔ قرآن کریم نے کعبۃ اللہ کے ذریعہ دنیا جہان کے مسلمانوں کے درمیان یکجہتی پیدا کی ہے، ہر قوم اور ہر ملک کا مسلمان وہاں جاتا اور ایک وحدت اور اخوت کا ثبوت دیتا ہے، دونوں باتیں سکھائی ہیں، جو کعبۃ اللہ میں عملی صورت میں پائی جاتی ہیں، زمین و آسمان کے بادشاہ کے ساتھ تعلق اور باہم اس قدر جوڑ کہ ایک برادری نظر آتی ہے، تمہارا رخ کدھر ہونا چاہئے کی حقیقت کی طرف دھیان ہونا چاہئے۔ اسی حقیقت کی طرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کئی ایک طرح سے تلقین فرمائی ہے فرمایا مثل المسلمین کالبنیان یشد بعضھم بعضا ثم شبک بین یدیہ حضرت نبی کریم صلعم نے مسلمانوں کو باہم اس قدر اتحاد و اتفاق کی تلقین کی کہ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسری میں ڈال کر فرمایا کہ ایسا زبردست اتحاد ہونا چاہیئے۔ پھر فرمایا کہ مسلمانوں کو ایسا متحد ہونا چاہیئے کانھم بنیان مرصوص جیسے سیسہ پلائی دیوار، خدا نے بڑے زور کے ساتھ فرمایا واعتصموا بحبل اللہ جمیعا خدا کی رسی کو مضبوطی سے سب مل کر پکڑ لو، صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا خدا کی رسی کونسی ہے فرمایا۔ القرآن ھو حبل اللہ الممدود من السماء الی الارض قرآن کریم اللہ کی رسی ہے جو آسمان سے زمین کی طرف لٹکائی گئی ہے، تو قرآن کو مضبوطی سے پنجہ مارنے کا حکم دیا اور فرمایا ولا تفرقوا اس کو پنجہ مارنے کے معنے یہ ہیں کہ ٹکڑے ٹکڑے نہ ہونا منتشر نہ ہونا۔

یہود اور نصاریٰ کا ایک دوسرے پر اعتراض قرآن سے پہلے جس قدر دنیا گذری اس کی حالت یہی تھی کہ کل حزب بما لدیھم فرحون ہر گروہ اپنے اپنے دین و مذہب پر ہی خوش تھا، اور دوسروں کے دین کو بے بنیاد سمجھتا۔ قرآن کریم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم یہودیوں کا طریق اختیار نہ کریں، اور نہ عیسائیوں کا، وہ کیا طریق تھا، فرمایا، قالت الیھود لیست النصاریٰ علیٰ شئ یہود کہتے ہیں کہ نصرانی جو ہیں قطعاً کوئی دین ان کا نہیں جو کسی بنیاد پر قائم نہیں، اور آگے پھر عجیب بات فرمائی وھم یتلون الکتاب دونوں کتاب کو پڑھتے ہیں، دونوں کی تعلیمات آسمانی ہیں، اور ایک ہی کتاب پر دونو کی بنیاد ہے، باوجود اس کے ایک دوسرے کو جھٹلاتے ہیں۔

وقالت النصاریٰ لیست الیھود علیٰ شئ نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہود کا قطعی کوئی دین نہیں

مسلمانوں کے لئے سبق۔ یہ مسلمانوں کو سبق تھا کہ تمہارا جتھہ بھی کافروں جیسا نہ ہو۔ وہ تو تورات کو پڑھتے تھے، اور مسلمانوں کے ۷۲ فرقے قرآن کو پڑھتے ہیں۔ اور پھر ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں وھم یتلون القرآن۔ حالانکہ سب قرآن پڑھتے ہیں اس سے منع کیا ہے، تمام رستوں پر قرآن نے روشنی ڈالی ہے۔ کوئی ایسا گڑھا جس میں انسان گر سکتا تھا باقی نہیں رہنے دیا، کوئی گوشہ نہیں چھوڑا جو لا الٰہ الا اللہ کہنے والوں کو ایک دوسرے سے جدا کرنے کا موجب ہو سکے، ہر سال کعبۃ اللہ میں تمام قوموں کو جمع کر کے دکھایا جاتا ہے کہ مسلمان ایک ہے، لیکن باوجود اس کے کہ خدا نے حکم دیا تھا کہ یات بکم اللہ جمیعا باوجود اس کے کہ لا تفرقوا کا حکم دیا تھا پھر بھی تفرقہ پیدا کیا گیا۔

مسلمانوں کے باہمی اتحاد کیلئے رسول اللہ صلعم کی تلقین رسول اللہ صلعم نے بڑا زور اس بات پر دیا ہے کہ تمام مسلمان ایک ہیں، فرمایا کہ مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں اذا اشتکی عضو تداعی لہ سائر الجسد بالسھر والحمیٰ کلہ جب ایک حصہ جسم کو تکلیف ہو تو تمام جسم بیمار ہوتا ہے کبھی نیند نہیں آتی اور کبھی بخار میں مبتلا رہتا ہے، یہی حال ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کے متعلق ہونا چاہیئے، کافر کے بالمقابل مسلمان کو کس طرح مضبوط ہونا چاہیئے اور کس طرح آپس میں رحیم و کریم ہونا چاہیئے پھر کھلے طور پر یہ بھی فرمایا کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو کافر بھی نہ کہے فرمایا اصل الایمان الکف عمن قال لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لا نکفرہ بذنب ولا نخرجہ من الاسلام بفعل۔ اصل ایمان یہی ہے کہ مسلمان کو کافر کہنے سے رک جاتے۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے والے کا کوئی بھی عمل یا گناہ ہو اس کو کافر نہیں کہہ سکتے اور خارج از اسلام قرار نہیں دیا جا سکتا۔ پھر فرمایا جس شخص نے ایمان کی لذت حاصل کر لی من رضی

بااللہ ربا وبالاسلام دینا ومحمد نبیا: جو اللہ کے رب ہونے پر اسلام کے دین ہونے پر اور محمد صلعم کے نبی ہونے پر راضی ہو گیا اور فرمایا بنی الاسلام علی خمس اسلام کی بناء پانچ باتوں پر ہے (۱) کلمہ شہادت اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدا رسول اللہ (۲) نماز (۳) روزہ (۴) حج (۵) زکوٰۃ، اس کے پیچھے اور دینیات کی اور کوئی چیز نہیں، جو شخص ان چیزوں کا قائل ہو، اس کو کافر نہیں کہہ سکتے۔ اور ان ارکان اسلام کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں ہے جس پر ایمان لانا ضروری ہو۔

ہندوستان کے مسلمانوں کا اتحاد

آج تمام ہندوستان کے مسلمان ایک مقصد کے لئے اکٹھے اور متحد ہو گئے ہیں یہ بڑی مبارک بات ہے یہ وہ چیز ہے جسکو مسلمان خود پیدا نہیں کر سکتے تھے، یہ محض خدا کا فضل ہے جس نے یہ کیفیت پیدا کر دی، مبارک ہے وہ جو اس سے فائدہ اٹھاتا ہے، اور مسلمانوں کے اس اتحاد کو ہر رنگ میں قائم رکھنے کی کوشش کرتا ہے لو انفقت ما فی الارض ما الفت بین قلوبھم۔ قائد اعظم کی شخصیت نے پاکستان بھی حاصل کیا اور اس سے بڑھ کر یہ کام کیا کہ مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق پیدا کر دیا۔

جہانگیری کے اصول

جہاں للہ ما فی السموات وما فی الارض میں مسلمان کو حصول سلطنت کی خوشخبری دی ہے وہاں اس کو جہانگیری کے اصول بھی بتلاتے ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ دل تقویٰ سے اور خوف و خشیت الٰہی سے معمور ہو۔ خدا دلوں کو دیکھتا ہے، ان کو درست کرو اور اپنے اعمال کے اندر صلاحیت پیدا کرو۔ فرمایا للہ ما فی السموات وما فی الارض، آسمان کا اور زمین کا کوئی حصہ نہیں جہاں خدا کی حکومت نہ ہو وان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ اگر تم جو کچھ دلوں میں ہے اس کو ظاہر کر دو یا اپنے ناپاک ارادوں کو چھپاؤ تو خدا پر وہ ظاہر ہیں اور وہ ان سب چیزوں کا محاسبہ کرتا ہے۔

اپنے نفس کا محاسبہ ضروری ہے

خدا محاسبہ کرتا ہے تو مسلمان کو بھی چاہیئے کہ اپنا محاسبہ کرتا رہے کہ کس حد تک وہ خدا اور اس کے رسول کے احکام پر عامل ہے، یہ محاسبہ اور یہ خیال کہ خدا ہر وقت دیکھ رہا ہے انسان کو اپنے اٹھتے بیٹھتے کا محاسبہ کرنا چاہیئے اپنی عادات و اخلاق کا محاسبہ کرنا چاہیئے جس طرح کہ دوسروں سے معاملہ کرتا ہے اس کا محاسبہ کرنا چاہیئے اس سے انسان کے اندر بے نظیر تبدیلی پیدا ہوتی ہے آنحضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من حاسب نفسہ فی الدنیا لم یحاسبہ اللہ یوم القیامۃ اس کے بعد فرمایا فیغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء جو شخص چاہے اپنے اعمال سے اپنے آپ کو بخشوا لے۔ مبارک ہے وہ شخص جو خدا کے محاسب میں پورا اترے، ممکن ہے ایک شخص لوگوں کی نظروں میں اچھا ہو لیکن خدا کے محاسب میں ٹھیک ثابت نہ ہو، اس لئے خدا کی نظروں میں اپنے آپ کو درست رکھو اور اس کی ناراضگی سے بچو۔

وسعت قلب پیدا کرنے کی تلقین

آمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمومنون ملک گیری کے لئے وسعت قلب درکار ہے۔ اس کے بغیر کامیابی محال ہے۔ اس آیت کریمہ میں وسعت قلب پیدا کرنے کی تلقین فرمائی ہے، رسول پر خدا کی طرف سے جو کچھ نازل ہوا وہ اس پر ایمان لایا، اور مومن بھی ایمان لائے، کل آمن باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ لا نفرق بین احد من رسلہ، رسول اور مومن سب اللہ پر ایمان لائے، ملائکہ پر، کتابوں پر، رسولوں پر ایمان لائے اور خدا کے رسولوں میں سے کسی پر ایمان لانے میں فرق نہیں کرتے، یہ تفریق قرآن میں ہی ملتی ہے کہ سب کتابوں اور سب رسولوں پر ایمان لانے کا حکم دیا، کسی اور کتاب میں یہ تعلیم نہیں دی گئی، نہ ویدوں میں اور نہ تورات میں یہ حکم ہے کہ ساری قوموں کے رسولوں اور تمام قوموں کی آسمانی کتابوں پر ایمان لایا جائے، حضرت عیسیٰ تو چاہتے ہی نہیں کہ خدا کے احکام کسی اور کو سنائے جائیں۔ ویدوں میں بھی یہی حکم ہے کہ کوئی غیر اس کو نہ پڑھے، لیکن محمد رسول اللہ صلعم کی نہ صرف اپنی تعلیم سب دنیا کے لئے ہے بلکہ دنیا کی دوسری اقوام کی مذہبی کتابوں کو بھی ماننے کا حکم دیا، اتنی بڑی بنیاد جو محمد رسول اللہ صلعم نے تمام قوموں کی وحدت کی رکھی کسی دوسرے بادشاہ کو نصیب نہیں ہوئی، سب کے اندر رسولوں کا آنا اور خدا کی طرف سے ہدایت نازل ہونا تسلیم کیا، اور مسلمانوں کو اس کے ماننے کی تلقین فرمائی

کعبۃ اللہ کی برکات اور نبی کریم صلعم کی وسعت قلبی

اور پھر کعبۃ اللہ کے ذریعہ سے سب قوموں کو ایک کر دیا۔ اس کے متعلق فرمایا ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا وھدی للعلمین اس کے اندر برکات ہیں جو کبھی ختم نہیں ہوتیں۔ تمام جہان کے لئے اس میں ہدایت ہے، تمام قومیں بلا تفریق اس جگہ جمع ہوتی ہیں، کوئی تنگی اس کے اندر نہیں اس سے جو چشمے پھوٹتے ہیں، وہ تمام قوموں کے لئے ہیں، اتنا بڑا اعلان اور اتحاد وحدت نسل انسانی کی اتنی بڑی کوشش کبھی کسی نے نہیں کی، اتنا وسیع دل محمد رسول اللہ صلعم کا تھا کہ عیسائی آئے تو ان کو مسجد میں جگہ دی، اس کے اندر عبادت کی اجازت دی لیکن آج مسلمان کا دل تنگ ہو گیا ہے، وہ خود مسلمان کو بھی مسجد میں جانے کی اجازت نہیں دیتا۔ پیغمبر خدا صلعم وہ انسان ہیں جن کا کلیجہ بڑا وسیع ہے، مشرق و مغرب کے انسان اور سب قومیں آپ کی نظروں میں ایک ہیں۔ فرمایا انی اشھد ان عباد اللہ اخوۃ میں گواہی دیتا ہوں کہ تمام عباد اللہ بھائی ہیں اس فراخ دل پیغمبر کا ماننے والا آج تنگ دل ہے وہ تو اپنے مسلمان بھائی کو بھی مسلمان کہنے کو تیار نہیں رہا تھا غیر کو کب اپنا بھائی یقین کرنے کو تیار ہو سکتا تھا۔

پاکستان سے غیر قوموں کی توقعات

آج پاکستان میں مسلمانوں سے غیر قوموں کی بڑی توقعات ہیں، مسلمانوں کے ساتھ اتحاد و اتفاق اور غیر قوموں پر رحم اور انکی حفاظت پاکستان کا دستور العمل ہونا چاہیئے قرآن نے فرمایا ہے لا نفرق بین احد من رسلہ ہمارا رویہ یہ نہیں کہ ایک پیغمبر کو مانیں اور دوسری قوم کے پیغمبر کا انکار کریں۔ ہم سب پر یکساں ایمان لاتے ہیں۔

مسلمان کی شان اور اس کی دعا

اس کے بعد سکھایا مسلمانوں کی شان یہ ہونی چاہیئے، سمعنا واطعنا۔ ہم اللہ اور اس کے رسولوں کے ہر حکم کے سامنے تسلیم خم کرتے ہیں، اور عبادات کے بعد اسی کی بخشش پر سہارا ہے وہ دعا کرتے ہیں غفرانک ربنا تیری بخشش کے بغیر میرا گذارا نہیں غفرانک کوئی جملہ نہیں اس کے معنے ہیں تیری بخشش، کامل اضطراری کے وقت اتنا ہی مختصر کلمہ منہ سے نکلتا ہے، یہ بیقراری کا نقشہ ہے، سخت خطرہ کی حالت میں پورا جملہ انسان کے منہ سے نہیں نکل سکتا، اگر چور آ جائے تو ڈر کے مارے "چور" ہی کا لفظ زبان سے نکلتا ہے اس سے زیادہ نہیں کہہ سکتا اسی طرح غفرانک کا ایک بے قراری کا نقشہ ہے، اے مولا تیری بخشش، مطلب یہ ہے کہ تیری بخشش کے بغیر میرا ٹھکانا نہیں، الیک المصیر تیرے حضور میں آنا ہے، منہ کالا کر کے تو نہ آئیں۔

قرآن کے احکام انسانی وسعت کے مطابق ہیں

لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا خدا تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی حکم نہیں دیا جو انسان کی طاقت سے بالا ہو، توریت، انجیل، اور وید میں بے شمار ایسے احکام ہیں جو انسانی عمل میں نہیں آسکتے لیکن قرآن نے جو اعمال بتائے ہیں وہ سب انسانی طاقت کے مطابق اور قابل عمل ہیں، لھا ما کسبت جو نیک اعمال بجا لائے گا اس کا فائدہ اور اجر اسے ملے گا، و علیھا ما اکتسبت اور اپنے اعمال سے جتنا چاہو دوزخ بناتے چلے جاؤ۔ عملوں ہی سے دوزخ اور بہشت بنتا ہے

ملک گیری کے اصولوں میں فروتنی اور عاجزی کی ضرورت

ملک گیری کے اصول تلقین فرماتے ہوئے ان آیات میں فروتنی اور عاجزی اور انکساری کی تعلیم دی ہے ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا، اے مولا ہم سے بھول چوک ہوا کرے گی وہ ہم کو معاف کیجئے ربنا ولا تحمل علینا اصرا کما حملتہ علی الذین من قبلنا امر عہد کو کہتے ہیں، اور عہد کو توڑنے کی سزا کا نام بھی امر ہے تو یہ دعا سکھائی تو اس میں بتایا کہ پہلے لوگوں میں ایسے ہوئے ہیں جن کو شریعت دی گئی (تورات اور انجیل کو عہد نامہ ہی کہا جاتا ہے) لیکن انھوں نے اس پر عامل ہونے کی بجائے اس عہد کو جو خدا سے کیا تھا توڑ کر رکھ دیا۔ اس لئے ان پر خدا کا غضب نازل ہوا۔ ہم کو سکھایا ہے کہ ہم خدا کے عہد کو توڑ کر عذاب کے نیچے نہ آجائیں ربنا ولا تحملنا ما لا طاقۃ لنا بہ اے رب وہ بوجھ ہم پر مت ڈالیئے، جس کی ہمیں طاقت نہیں، یہ ایسی بات ہے جو محمد رسول اللہ صلعم اور قرآن کو ماننے بغیر نہیں آسکتی اس زمین و آسمان پر سوائے خدا کے کسی انسان کی حکومت نہیں۔ اور اس کائنات کے حوادث پر بھی سوائے خدا کے اور کسی کو قابو و قدرت نہیں ہے۔ ایسے حوادث بھی رونما ہوتے ہیں کہ ان میں پوری لوگ پس جاتے ہیں وہ حوادث جو انسان کی طاقت سے باہر ہیں ایسے ایسے واقعات پیش آجاتے ہیں کہ انسان جانتا بھی نہیں کہ کس طرح ہلاکت یا تباہی آئے گی

معجزات اور عجائب کرامات کا اصل منبع دعا ہے

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۲۸ جولائی ۱۹۸۹ء فرمودہ مکرم نصیر احمد فاروقی دامت برکاتہ، بمقام جامع دارالسلام، لاہور

اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے جس کا اردو ترجمہ ہے کہ ؛

"اور ایوبؑ نے جب اپنے رب کو پکارا کہ مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے، تو ہم نے اس کی (دعا) کو قبول کیا اور جو اسے تکلیف تھی اسے دور کر دیا اور ہم نے اسے اس کے اہل دیئے اور ان کی مثل اُن کے ساتھ اور (بھی دیئے) - یہ ہماری طرف سے رحمت تھی، اور فرمانبردار لوگوں کے لئے اس میں نصیحت ہے۔ اور اسماعیلؑ اور ادریسؑ اور ذوالکفلؑ (کی بھی دعاؤں کو قبول کیا)، بے شک وہ صبر کرنے والوں میں سے تھے۔ اور ہم نے انہیں اپنی رحمت میں داخل کیا، وہ نیکو کاروں میں سے تھے۔ اور ذوالنونؑ جب (اپنی قوم سے) ناراض ہو کر چلا گیا اور اس نے گمان کیا کہ ہم اس پر تنگی نہیں کریں گے، پس اس نے مشکلات میں پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، میں (اپنے اوپر ظلم کرنے والوں) میں سے ہوں۔ سو ہم نے اس کی دعا کو قبول کیا اور اس کو غم سے نجات دی اور اسی طرح ہم مومنوں کو نجات دیتے ہیں۔"

(سورۃ الانبیاء ۲۱ - آیات ۸۳ تا ۸۸)

تلاوت کردہ آیات کا مضمون :

جو آیات میں نے تلاوت کی ہیں اُن کا مضمون "دعا" کا ہے۔ دعا کے لغوی معنی "پکار" کے ہیں اسی لئے انسان کے خدا کو پکارنے کو بھی دعا کہتے ہیں۔ دعا کرنا انسان کی فطرت میں ہے۔ انسان اپنی پیدائش سے لیکر موت تک کسی نہ کسی کو اپنی حاجت روائی کے لئے پکارتا رہتا ہے۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے ایک تقریر میں جو دعا کے موضوع پر تھی اسی بات کی مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ دیکھو کہ بچہ پیدا ہوتے ہی رو رو کر اپنی ماں کو پکارتا ہے کہ مجھے دودھ دے (اس میں سبق ہے بڑوں کے لئے کہ انسان جو اللہ تعالیٰ کے آگے ایک بچہ کی طرح ہے اگر رو رو کر اپنی بات کو عرض کرے تو اس دعا کے قبول ہونے کا زیادہ امکان ہوتا ہے۔)۔ مختصراً، طفولیت سے لے کر لڑکپن تک بلکہ جب تک کہ بچہ جوان ہو کر خود کھانے کمانے نہ لگ جائے وہ اپنے ماں باپ سے اپنی تمام ضروریات کو پورا کرنے کے لئے مدد چاہتا ہے۔ جوان ہو کر بھی وہ چاہے اپنے حکام بالا سے یا کسی اور سے جو اس کی ضرورت کو پورا کر سکتا ہو) وہ اپنی حاجت روائی کے لئے مدد مانگتا ہے۔ گاؤں والے پٹواری یا تھانیدار یا تحصیلدار کے آگے مدد کے لئے ہاتھ پھیلاتے ہیں۔ شہروں میں رہنے والے بھی افسرانِ متعلقہ سے مدد مانگتے ہیں جب انہیں کچھ ضرورت ہو۔ اور اب تو سیاست دانوں اور وزیر و زراء صاحبان کے دروازہ پر بھی حاجت مندوں کی بھیڑ دیکھنے میں آتی ہے۔ مگر اکثر لوگ شاکی نظر آتے ہیں کہ ان کی حاجت روائی نہیں ہوتی۔ اگر افسروں پر لوگ رشوت ستانی، اقربا پروری اور بے انصافی کا شک کرتے ہیں تو سیاست دانوں اور وزیروں کے خلاف پارٹی بازی اور سیاسی طرف داری کی شکایت سننے میں آتی ہے۔ اور اب تو اکثر اولاد اپنے ماں باپ سے شاکی ہوتی ہے اور ماں باپ اپنی اولاد کے ہاتھوں نالاں نظر آتے ہیں۔ میاں بیوی دونوں ایک دوسرے کی شکایتیں کرتے پھرتے ہیں۔ الغرض ہر طرف سے مایوس ہو کر انسان بے اختیار اس کو پکارتا ہے جسے سب اختیار ہے یعنے اللہ تعالیٰ کو۔ یہی اصل "دعا" ہے اور خدا کا دروازہ انسان کے لئے ہر وقت کھلا ہے اور نہ وہاں کوئی دربان روکنے ٹوکنے کو ہے، نہ وہاں اوقاتِ ملاقات مقرر ہیں اور نہ وہاں کچھ دے دلا کر کام نکلوانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ "ایں درگہِ ما درگہِ ناامیدی نیست۔" وہیں صادق آتی ہے۔ خود قرآن فرماتا ہے جس کا اردو ترجمہ ہے کہ :-

"اللہ کی رحمت سے کبھی مایوس نہ ہو۔" (سورۃ زمر)

اور قرآن کریم کے دوسرے مقام پر ہے :

"اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو کیونکہ اللہ کی رحمت سے سوائے کافر لوگوں کے اور کوئی مایوس نہیں ہوتا۔" (سورۃ یوسف)

یا خدا میری مصیبت کو دور کر :

اس زمانہ میں جب دہریت بدقسمتی سے عام ہو رہی ہے یا لوگ خدا سے بے بہرہ ہیں، یہ حیرت انگیز بات دیکھنے میں آتی ہے کہ مصیبت میں ایک دہریہ یا خدا کو بھولا انسان بھی بے اختیار پکار اٹھتا ہے "یا خدا میری مصیبت کو دور کر"، اس کی وجہ کیا ہے ؟

اس کی وجہ وہ ہے جو صرف قرآن حکیم نے واضح فرمائی ہے جس کا اردو ترجمہ ہے کہ ؛

"اور جب تیرے رب نے بنی آدم سے (یعنے) ان کی پیٹھوں سے ان کی اولاد نکالی اور ان کو اپنے آپ پر گواہ ٹھہرایا (کہ) کیا میں تمہارا رب نہیں ؟ انہوں نے کہا ہاں ! ہم گواہ ہیں۔ (خدا نے یہ اس لئے کیا تا) ایسا نہ ہو کہ تم قیامت کے دن کہو کہ ہم تو (اللہ تعالیٰ کی ہستی سے) بے خبر تھے۔ یا تم کہو کہ یہ تو ہمارے باپ دادا تھے جنہوں نے شرک کیا تھا اور ہم تو ان کے پیچھے ان کی اولاد تھے۔ تو کیا تو ہمیں اس کی وجہ سے ہلاک کرے گا جو جھوٹ گھڑنے والوں نے کیا ؟"

(سورۃ الاعراف ۷ - آیات ۱۷۲ تا ۱۷۳)

عہدِ فطرت

جس عہد کا ان آیات میں ذکر ہے وہ عہدِ فطرت کے نام سے موسوم ہے۔ اس عہدِ فطرت کی وجہ سے ہر انسان کی فطرت میں اللہ تعالیٰ کی ہستی پر (آیت نمبر ۱۷۲) اور اس کی توحید پر (آیت نمبر ۱۷۳) ایمان مرکوز ہے۔ اسی لئے شیطان اور اس کے ساتھی کتنا ہی انسان کو گمراہ کرنے کی کوشش کریں عہدِ فطرت کی رسی انسان کو خدا پہ ایمان سے جکڑے ہوئے ہے اور وہ نہیں ٹوٹ سکتی۔ انبیاء علیہم السلام اسی عہدِ فطرت کو جگانے کے لئے آتے تھے۔ اور اب جبکہ انبیاءؑ (حضور خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد) آنے بند ہو گئے ہیں تو حضورؐ کے خلفاء یعنے مجددین اور اولیاء اللہ وہی کام کرتے ہیں۔ یہ حضرت خاتم النبیین صلعم کی عظمت اور برکات کا نتیجہ ہے کہ وہی کام جو پہلے انبیاء علیہم السلام کرتے تھے اب حضورؐ کی امت سے لیا جا رہا ہے۔ حضورؐ نے انہی معنوں میں فرمایا ہے علماء اُمتی کانبیاء بنی اسرائیل :

دل میں دعائیں

اپنے اصل موضوع یعنے دعا کی طرف واپس آتے ہوئے میں ایک بات عرض کر دوں۔ اکثر دعائیں دل میں پڑھی جاتی ہیں۔ ان کو خفیہ پڑھنے کے حکم میں بہت سی حکمتیں ہیں۔ اول تو بلند آواز سے دعائیں پڑھی جائیں تو دوسرے نمازیوں کی نماز اور توجہ میں خلل آتا ہے۔ دوئم دعائیں اصل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے بندہ کے درمیان راز و نیاز کی باتیں ہوتی ہیں۔ انہیں مخفی رکھنا ہی زیب دیتا ہے۔ سوئم دعا مخفی کی ہو اور پھر وہ پوری ہو جائے تو وہ اللہ تبارک و تعالیٰ پر اس کے علیمٌ بذات الصدور ہونے پر اس کے ہر جگہ انسان کے ساتھ ہونے پر وہ ایمان پیدا کرتی ہے جو ویسے نہیں ہو سکتا۔

دعا کیوں قبول نہیں ہوتی ؟

ایک سوال ہے جو مومنوں کے دل میں بھی کھٹکتا ہے۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ انسان کی ہر ایک دعا کو کیوں قبول نہیں کرتا ؟ اللہ تعالیٰ کی حکمتیں تو وہی جانتا ہے انسان نہیں جانتا مگر کچھ وجوہ جو میرے ذہن میں آتی ہیں عرض کئے دیتا ہوں :-

۱۔ اللہ تعالیٰ خالقِ کل شیئی ہونے کی وجہ سے مالکِ کل شیئی بھی ہے۔ جب ہر چیز کا خالق

اور مالک وہی ہے تو اس کا اختیار ہے کہ وہ اپنی چیز جسے چاہے دے، جسے چاہے نہ دے۔

۲۔ ظاہر ہے کہ وہ اپنی عنایات اسی پر کرے گا جس سے وہ راضی ہو۔ اسی لئے جو جتنا مقرب بارگاہِ الٰہی ہو گا اتنا ہی اس کے دعا قبول ہونے کے امکان ہیں۔

۳۔ جو لوگ گناہوں کو تو نہ چھوڑیں مگر اللہ تعالیٰ سے توقع رکھیں کہ وہ ان کی دعاؤں کو قبول کرتا چلا جائے ان کا رویّہ بالفاظ دیگر یہ ہوتا ہے کہ ہم تو اللہ تعالیٰ کی بات نہیں مانیں گے مگر وہ ہماری بات مانتا چلا جائے۔ اس سے بڑھ کر گستاخی اور بے ادبی کیا ہو سکتی ہے؟

۴۔ ماں باپ سے بڑھ کر انسان کا خیر خواہ کون ہو سکتا ہے؟ مگر ماں باپ کبھی بچہ کی ہر بات نہیں مانتے اور جو ماں باپ بچہ کی ہر بات مانتے چلے جاتے ہیں وہ اس کو بگاڑ دیتے ہیں۔

۵۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے ایک نہایت معرفت کا نکتہ بیان فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی یہ عزت افزائی کرتا ہے کہ وہ اُن کا دوست بن جاتا ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے کہ اللّٰہ ولی الذین آمنوا۔ سو وہ اُن سے دوستوں والا معاملہ کرتا ہے کہ کبھی ان کی مان لیتا ہے، کبھی نہیں مانتا۔

۶۔ انسان کو نہیں علم ہوتا کہ وہ جو چیز اللہ تعالیٰ سے مانگ رہا ہے وہ اس کے لئے اچھی بھی ہے یا نہیں۔ اس لئے مومن کو اللہ تعالیٰ پر حُسنِ ظن سے کام لینا چاہیئے کیونکہ اللہ تعالیٰ سورۃ البقرہ آیت ۲۱۶ میں فرماتا ہے کہ:

"ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو حالانکہ وہ تمہارے لئے اچھی ہو۔ اور ہو سکتا ہے کہ تم ایک چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے لئے بری ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے"

قبولیتِ دُعا کے شرائط

۷۔ قارئین ذرا مہربانی کر کے اُن آیات کے اُردو ترجمہ کو دوبارہ دیکھیں جن سے میں نے یہ خطبہ شروع کیا تھا۔ وہاں قبولیتِ دعا کی کچھ شرائط مذکور ہیں۔ دعا کرنے والے کو ان شرائط پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے۔ (۱) حضرت ایوبؑ کی دعا قبول ہوئی اسلئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی عاجزی سے فرمانبرداری کرنے والے تھے۔

(۲) حضرت اسماعیلؑ۔ حضرت ادریسؑ اور حضرت ذوالکفل کی نسبت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ سب کے سب صابر بندے تھے اور صبر میں جو انسان اپنے نفس کو لگام لگاتا ہے اس کے نتیجہ میں اس کے اعمال کی اصلاح ہو جاتی ہے (انہم کانوا من الصّٰلحین) (۳) حضرت ذوالنون (حضرت یونسؑ) سے ایک غلطی ہو گئی تھی۔ مگر جب انہوں نے توبہ و اصلاح کر لی تو جو غم ان کی جان کو روگ بن کر لگا ہوا تھا اللہ تعالیٰ نے اسے دور فرما دیا۔ اس میں ہر خطا کار اور گنہگار کے لئے خوش خبری ہے کہ اگر وہ بھی توبہ کرے اور اپنی اصلاح کر لے تو اس کے لئے نجات کا راستہ کُھلا ہے۔

۸۔ اسی طرح سورۃ البقرۃ میں رمضان المبارک کے متعلق جو ہدایات ہیں ان میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تو بندہ کے بہت قریب ہے اور وہ اس کی دعا کو سنتا ہے۔ مگر انسان کو بھی چاہیئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی فرمانبرداری کرے (فلیستجیبوالی) اور اگر اللہ تعالیٰ کسی مصلحت کے باعث اس کی بات کو نہ مانے تو اس کا ایمان متزلزل نہ ہو جائے (ولیؤمنوابی)

۹۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے فرمایا کہ ان کا تجربہ یہ ہے کہ جتنا اہم کام ہو جس کے لئے دعا کی جائے اتنی ہی دیر لگتی ہے اس کا جواب ملنے میں۔ مگر انسان کو چاہیئے کہ چاہے کتنی دیر لگے وہ اللہ تعالیٰ کے دروازہ کو نہ چھوڑے۔ اگر ایک امیر سے کوئی فقیر خیرات مانگے اور امیر فوری جواب نہ دے تو فقیر اگر امیر کے دروازہ پر دھرنا مار کر بیٹھ جاتا ہے تو کبھی نہ کبھی امیر کو حیا آ جاتی ہے یا رحم آ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کون رحیم و کریم ہے اور اس سے بڑھ کر کون حیادار ہو سکتا ہے؟

۱۰۔ اللہ تعالیٰ کے کام آہستہ آہستہ ہوتے ہیں مگر دیر پا ہوتے ہیں۔ انسان کو بے صبر نہیں ہونا چاہیئے۔ "دیر آید درست آید"

۱۱۔ حدیث شریف میں لکھا ہے کہ انسان کی جو دعائیں اس جہان میں قبول نہ ہوں، اُن کا اتنا اجر آخرت میں ہو گا کہ انسان حسرت سے کہے گا کہ کاش اس کی کوئی دعا قبول نہ ہوتی کیونکہ اگر انسان کی دعائیں اس دنیا میں قبول نہ ہوں مگر اس کی فرمانبرداری اور وفاداری میں فرق نہ آئے تو اللہ تعالیٰ اس سے بہت راضی ہو جاتا ہے کہ میرے بندہ نے میرے فیصلوں کے آگے سرِ تسلیم خم کر رکھا اور میرے ساتھ اس کی فرمانبرداری اور وفاداری میں کمی کیا ہونی تھی ہر اظہارِ بندگی و رضامندی سے وہ بڑھتی چلی گئی۔ یہی فنا فی اللہ کے مقام تک انسان کو لے جاتا ہے۔

۱۲۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے بارہا فرمایا کہ انسان کو دعا کرتے وقت یہ ایمان ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ علیٰ کُلِّ شیئٍ قدیر ہے اور اس کے لئے کوئی بات انہونی نہیں ہوتی۔

۱۳۔ دعا کے ساتھ صدقات دعا کی قبولیت کے امکان کو بڑھا دیتے ہیں۔

۱۴۔ دعا سے پہلے رعایتِ اسباب ضروری ہے۔ کیونکہ اسباب بھی اللہ تعالیٰ نے بنائے ہیں تاکہ انسان اپنے کام سرانجام دینے میں ان سے مدد لے ایاک نعبد و ایاک نستعین کی دعا جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے بطور ایک مقبول دعا کے نازل فرمائی ہے اس میں بھی یہی اشارہ کہ انسان پہلے انتہائی کوشش کرے (مطابق لیس للانسان الّا ماسعیٰ) جیسا کہ ایاک نعبد کے الفاظ میں بطور مفہوم مضمر ہے اور کوشش کرنے کے بعد (یا ساتھ ہی) اللہ تعالیٰ سے ایاک نستعین کے الفاظ سے مدد مانگے۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے اس سلسلہ میں ایک عجیب معرفت کا نکتہ بیان فرمایا ہے کہ دُعا بھی انسان کی کوشش ہی کا حصہ ہے۔

۱۵۔ دعا معجزات کر دکھاتی ہے۔ اس بات پر حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے جو عارفانہ باتیں لکھی یا فرمائی ہیں ان میں سے ایک انہی کی زبانی سنیئے۔ آپ نے فرمایا:

"جس قدر ہزاروں معجزات انبیاء علیہم السلام سے ظہور میں آئے ہیں یا جو کچھ کہ اولیاء کرام ان دنوں تک عجائب کرامات دکھلاتے رہے ان کا اصل اور منبع یہی دعا ہے۔ اور اکثر دعاؤں کے اثر سے ہی طرح طرح کے خوارق قدرتِ قادر کا تماشا دکھلا رہے ہیں۔ اور وہ جو عرب کے بیابان میں ایک عجیب ماجرا گذرا کہ لاکھوں مُردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے، اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے، اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوئے، اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے، اور دنیا میں یک دفعہ ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سُنا، کچھ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا؟ وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں جنہوں نے دنیا میں شور مچا دیا اور وہ عجائب باتیں کر دکھائیں کہ جو اس نہاد بے کس انسان کے لئے شروع شروع میں ناممکن نظر آتی تھیں۔

(بقیہ صد ۳۵)

یہ کوئی ایسی بات نہیں جسے سمجھنا مشکل ہے بانیٔ پاکستان قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ نے اپنی کئی تقاریر میں ان کی اچھی طرح وضاحت کی ہے پاکستان اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا اور سچّے اور صاف ستھرے اسلامی معاشرے کا قیام اس کے اغراض و مقاصد تھے تاہم یہ حقیقت عام لوگوں کے لئے تعجب کا باعث ہے کہ وہ لوگ جو سیاسی میدان میں عرصہ سے سرگرم عمل ہیں اور بظاہر اسلام کے علمبردار ہیں بار بار ایسے لوگوں سے انتخابات میں ہزیمت کیوں اٹھا رہے ہیں جو دینِ اسلام کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے

خاکسار کی رائے میں بار بار ایسا وقوع میں آنا اس وجہ سے ہے کہ وہ لوگ جو سیاست کے میدان میں عملی حصہ لیتے چلے آ رہے ہیں اور بظاہر اسلام کے داعی نظر آتے ہیں۔ اُن کے پیش نظر دین کا جو تصوّر اور خاکہ ہے وہ وُہ نہیں جو پیغمبرِ اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے سامنے پیش کیا۔

از قلم نصیر احمد فاروقی، لاہور

تحریک احمدیت کا پس منظر

آج کل کے لوگوں کو اس کا احساس نہیں کہ انیسویں صدی عیسوی میں عیسائیت بڑے زور سے اسلام پر حملہ آور تھی۔ اس کی وجہ جاننے کے لئے ہمیں تاریخ کے ورق پلٹنے ہوں گے۔ ہوا یہ کہ جب یورپ میں وہ انقلاب پیدا ہوا جسے تاریخ میں ------------ صنعتی انقلاب کہا جاتا ہے تو اس کے نتیجہ میں MACHINE AGE یعنی مشینوں کا زمانہ آیا۔ یورپ کی ان مشینوں کو خام مال کی ضرورت تھی ورنہ مشینیں بیکار تھیں۔ مگر قادرِ مطلق نے یورپین لوگوں کو مشینیں تو دے دیں، پر خام مال نہ دیا اور وہ اہلِ مشرق کو عطا فرمایا تھا سو اہلِ مغرب خام مال کی تلاش میں نکلے اور براعظم افریقہ کے علاوہ مشرقِ وسطیٰ سے ہوتے ہوئے مشرقِ بعید تک جا پہنچے۔ اور ان ممالک میں انہوں نے اپنے تجارت کے مراکز جا بجا قائم کیے۔ ان مراکز کی حفاظت کے لئے وہ اسلحہ بھی ساتھ لائے تھے۔ صنعتی ترقی کی وجہ سے وہ اسلحہ مشرقی لوگوں کے اسلحہ سے بہت بہتر تھا۔ اس اسلحہ کے عدم توازن کی وجہ سے مغرب سے آئے ہوئے تاجروں اور ان کے حالی موالی ساتھیوں کو یہ جلد احساس ہوا کہ وہ اپنے بہتر اسلحہ کے استعمال سے مشرقی لوگوں پر برتری حاصل کر سکتے ہیں۔ لالچ کا بُرا ہو کہ اس نے ہمیشہ انسانوں کو انسانوں سے لڑوایا ہے۔ اور یوں جلد ہی اہلِ مغرب کے تجارتی مرکز ان کی فوجی کارروائیوں کے مرکز بن گئے۔ قصہ مختصر یہ کہ آئے تو تھے تجارت کرنے مگر اہلِ مغرب جلد ہی افریقہ، مشرقِ وسطیٰ، برصغیر ہند و پاکستان اور مشرقِ بعید میں اپنی کالونیاں یا نوآبادیات بنانے میں کامیاب ہو گئے۔ کچھ اہلِ مشرق کی خانہ جنگیوں نے بھی سفید اقوام کی مدد کی۔ تاریخ بتاتی ہے کہ ان خانہ جنگیوں کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اہلِ مغرب مشرقی ممالک پر قابض ہوتے چلے گئے۔ کہیں تو انہوں نے کالونیوں پر اکتفا کیا اور کہیں وہ سارا ملک ہڑپ کر گئے۔ برصغیر ہند و پاکستان ان ہڑپ شدہ ممالک میں سب سے بڑا اور سب سے منافع بخش ملک تھا۔

۲۔ یہ کالونیاں اہلِ مغرب کے لئے یوں بھی مفید ثابت ہوئیں کہ مشرق سے حاصل شدہ خام مال سے جو چیزیں اہلِ مغرب نے اپنی مشینوں سے بنائیں وہ ان کی اپنی ضروریات سے بہت زیادہ تھیں اور ان کی برآمد کے لئے مشرق کی کالونیاں بہت نفع بخش مارکیٹیں یا منڈیاں ثابت ہوئیں۔ لازمی نتیجہ یہ تھا کہ اہلِ مغرب کے دلوں کو اس خیال نے گدگدایا کہ وہ اپنی کالونیوں پر اپنے قبضہ کو مستقل کر ڈالیں۔ ان کالونیوں میں برصغیر ہند و پاکستان سب سے بڑی سونے کی کان تھی۔ تو اپنے تمام مقبوضہ علاقوں پر اپنی حکومت کو مستقل بنانے کے لئے وہاں کے لوگوں کو عیسائی کر کے ان کی ہمدردی اور تعاون حاصل کرنے کی پالیسی اہلِ مغرب نے اختیار کی۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے عیسائی پادریوں اور پادرانیوں کی ایک فوج تیار کی گئی اور اس کے تمام اخراجات یا تو مغربی حکومتوں نے ادا کئے یا ان عیسائیت کے دلدادہ مرد و زن نے پورے کئے، جو عیسائیت کو پھیلانا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ مشرقی ممالک میں سے برصغیر ہند و پاکستان خصوصاً ان کارروائیوں کا مرکز بنا۔

مشرقی ممالک ہمیشہ مذہب کا گہوارہ بنے رہے ہیں۔ تمام انبیاء علیہم السلام مشرق میں مبعوث ہوئے جو تہذیب و تمدن سے مالا مال تھا۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ انہی انبیاء علیہم السلام کی لائی ہوئی الہامی کتابوں اور دین نے ہی اپنے ماننے والوں میں تہذیب و تمدن کی بنیاد ڈالی۔ ان دنوں یورپین ممالک کا تو کسی کو پتہ بھی نہ تھا کیونکہ ان ممالک سے اہلِ مشرق کی با تو آمد و رفت تھی ہی نہیں یا تھی تو برائے نام سی تھی۔ یہ تو اہلِ مغرب تھے جنہوں نے مغرب کے دروازے جو صدیوں سے بند تھے اپنی مشینوں کے لئے خام مال حاصل کرنے کے لئے کھولے اور پھر اپنی مشینوں سے تیار شدہ مال کو دنیا کی منڈیوں میں بھیجنے کے لئے انہوں نے بیرونی منڈیوں سے آنا جانا شروع کیا مگر اس سے قبل یورپ کے دروازے بند تھے۔

۳۔ الغرض عیسائیت کو دنیا بھر میں پھیلانے کے لئے مغربی اقوام نے ایک زبردست مہم شروع کی۔ ان کی خاص توجہ برصغیر ہند و پاکستان کی طرف منعطف ہونا لازمی تھی۔ کیونکہ یہ عظیم الشان ملک ان کی تجارت کے لئے دوسری سب کالونیز سے بڑھ کر سود مند تھا اور اس میں ان کے بیروزگار لوگوں کی سب سے زیادہ کھپت ہو سکتی تھی۔ چنانچہ عیسائیت کے علمبرداروں کی سب سے بڑی یورش اس برصغیر پر ہوئی۔ عیسائی مشنریوں کو سوائے اسلام کے دوسرے مذاہب کا مقابلہ کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ براعظم افریقہ کے بیشتر ممالک میں جنگلی لوگ بستے تھے جن کا مذہب توہم پرستی زیادہ تر تھا۔ ان کی سب سے بڑی ضرورت علاج معالجہ کی تھی۔ اور تعلیم تو ان میں نہ ہونے کے برابر تھی۔ اس لئے جب عیسائی مشنریوں نے ان کا دوائی دارو سے علاج شروع کیا تو وہ بہت ممنون و مشکور ہوئے۔ اور ان کے لئے تعلیم کی کشش عیسائی حاکموں نے یوں پیدا کی کہ تمام سرکاری ملازمتوں اور دوسرے فوائد کو حاصل کرنے کے لئے انہوں نے تعلیم کو ضروری ٹھہرایا۔ اور جو لوگ طبی علاج کے لئے آتے ان کو علاج سے پہلے بائبل سنائی جاتی تھی اور عیسائیت کی طرف راغب یوں کیا جاتا کہ اس مذہب کو قبول کیے بغیر وہ دنیاوی فوائد سے محروم رکھے جاتے تھے۔ عیسائی حکومتوں نے جو ان کالونیز میں راج کرتی تھیں تمام ملازمتوں اور دوسری عنایات کے لئے عیسائی ہونے کی شرط ضروری ٹھہرائی ہوئی تھی۔ اور عیسائی بننے کے لئے ہر قسم کی لالچ بچارے حبشیوں کو دی جاتی تھی۔

۴۔ ادھر براعظم ایشیا میں تین بڑے مذہب تھے سب سے زیادہ توبد (؟) وحدت کو ماننے والے لوگ تھے۔ وہ آگے ہی مہاتما بدھ کو خدا بنائے بیٹھے تھے اس لئے ان کے لئے بجائے ایک خدا کے تین خداؤں کی کشش زیادہ تھی۔ ہندو تینتیس کروڑ دیوتاؤں کو مانے ہوئے تھے۔ انہیں صرف تین خداؤں سے واسطہ پیدا کرنا زیادہ آسان معلوم دیا۔ اس لئے ان دو مذاہب میں عیسائیت کا پرچار کچھ مشکل نہ تھا۔ مگر اسلام کی خالص توحید سے عیسائیت کی تثلیث ڈرتی تھی۔ کیونکہ بموجب قرآن حکیم کے توحید کے خلاف اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں اتاری۔ یعنی ایسی دلیل انسان کی سمجھ میں آ سکتی ہی نہیں۔ اس لئے توحید کے مسئلہ کو تو عیسائی مشنریوں نے اپنے حملوں کا نشانہ بالکل نہیں بنایا۔ مگر اس کی جگہ انہوں نے اسلام کے دوسرے عقائد پر اور قرآن پاک پر اور حضور محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک پر جوان سے بن پڑا وہ اعتراضات لے کر حملہ آور ہوئے۔ عیسائی مشنریوں کی پشت پر عیسائی حکومتیں تھیں جو دل و جان سے یہ چاہتی تھیں کہ ان کی رعایا عیسائی ہو جائے تا کہ عوام و خواص بھی حکومت سے ہمدردی اور تعاون رکھنے والے بن جائیں اور یوں یہ عیسائی حکومتیں اپنے قبضہ کو مستقل بنانے میں کامیاب ہو جائیں۔ عیسائی حکومتوں کے اس رویہ کی کہانی تو بہت لمبی ہے اس لئے میں اسے کسی اور وقت کے لئے اٹھا رکھتا ہوں۔ موجودہ مضمون کے لئے اتنا جاننا ضروری ہے کہ عیسائی حکومتیں دل و جان سے اپنے عیسائی مشنریوں کی پشت پناہی کر رہی تھیں اور اپنی جگہ دنیاوی لالچوں سے بھی اپنی رعایا کو عیسائی ہو جانے کی ترغیب دے رہی تھیں۔ بلکہ سرکاری افسروں کے اس رویہ کو سر سید مرحوم نے اپنی کتاب (جس کا نام جہاں تک مجھے یاد ہے "اسباب بغاوت ہند" ہے) ۱۸۵۷ء کی پہلی جنگ آزادی (جسے عیسائی اور ہندوؤں نے غدر کا نام دے کر بدنام کرنے کی کوشش کی) بڑی وجہ بتایا ہے۔

۵۔ عیسائی مشنریوں کی نقالی ہندوؤں کے ایک فرقہ نے شروع کی جس کا نام آریہ سماج تھا۔ انہوں نے عیسائی مشنریوں کا ساتھ دیتے ہوئے اسلام، قرآن مجید اور رسول اللہ صلعم پر کون سا حملہ ہے جو نہیں کیا۔ اور یوں اسلام چاروں طرف سے گھر گیا اور دشمنوں کے حملوں اور وساوس شیطانی سے متاثر ہو کر لاکھوں مسلمان عیسائیت کے گڑھے میں جا گرے یا کم سے کم ان کا ایمان متزلزل ہو گیا۔ ان عیسائی ہو جانے والے مسلمانوں میں نہ صرف عوام تھے بلکہ خواص بھی مثلاً نواب زادے، سید، وکیل اور بیرسٹر اور متمول انسان اور دیگر شرفا جو مشنریوں کے فریب میں آ کر گمراہ ہو گئے اور یہ سلسلہ چلا چلتا اگر اللہ تعالیٰ چودہویں صدی ہجری کے مجدد حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو دین پر اس خطرناک ترین وقت پہ کھڑا کر کے یہ خاص ذمہ داری سونپ کر کہ وہ عیسائی مشنریوں کے پیدا کئے ہوئے فتنہ کا مقابلہ کریں اور دین کو تمام مذاہب باطلہ پر غالب کر کے دکھا دیں جیسا کہ قرآن کریم میں وعدہ الٰہی تھا کہ وہ دین حق جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نسل انسانی کے لئے خاتم النبیین بن کر لائے تھے وہ تمام مذاہب پر غالب آ کر رہے گا۔ خواہ مشرکین (جو اسلام کے سوا تمام مذاہب ہیں کسی نہ کسی رنگ میں شرک پیدا ہو جانے کی وجہ سے تمام دنیا میں پھیلے ہوئے تھے۔) اس بات کو کتنا ہی نا پسند کریں (سورۃ الصف ۶۱، آیت ۹ اور سورۃ الفتح ۴۸ آیت ۲۸)

وہ لوگ جو حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی ابتدائی زندگی کے حالات ان کی سوانح عمری موسومہ بہ "مجدد اعظم" میں پڑھ چکے یا سن چکے ہیں وہ جانتے ہیں کہ حضرت موصوف

گوشۂ تنہائی میں اپنے آبائی گاؤں قادیان میں جوانی بلکہ بچپن سے عبادت و ریاضت میں دن رات گذارتے تھے۔ جو وقت سر بسجود نہ رہتے وہ دینی کتب کے مطالعہ میں صرف کرتے۔ اکثر وقت قرآن شریف کے مطالعہ میں گذرتا تھا قرآن حکیم کو پڑھتے اور زار زار روتے تھے حضور سرور کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت عشق کی حالت تک پہنچ چکی تھی۔ جیسا کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنی ایک نعت میں لکھا ہے ؎

بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

اس لئے عیسائی مشنری اور آریہ سماجی پنڈت جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک پر حملے کرتے تھے ان سے حضرت مرزا صاحب کا جگر چھلنی تھا اور آنکھوں سے خون کے آنسو بہتے تھے۔ جیسا کہ آپ نے خود بارہا فرمایا کہ مجھے یہ منظور ہے کہ میں اپنی آنکھوں کے آگے اپنی اولاد کے ٹکڑے ٹکڑے ہوتا دیکھوں مگر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک پر کسی حملہ کو برداشت نہیں کر سکتا۔ جہاں تک بن پڑتا حضرت مرزا صاحب دین حقہ پر، قرآن کریم پر اور حضور خاتم الانبیاء صلعم کی مقدس ذات پر اعتراضات کا جواب اخباروں اور رسالوں میں مضامین لکھ کر دیتے تھے۔ مگر سامنے کفر و مخالفت کی فوجوں کی کثرت دیکھ کر حضرت مرزا صاحب اپنے آپ کو اکیلا اور بے یار و مددگار پاتے تھے اس حالت میں آپ کے دل سے جو درد اور بے چینی پھوٹ پھوٹ کر بہتی تھی اس کا ذکر انہوں نے ایک نظم میں کیا ہے جس کے کچھ اشعار نقل کرتا ہوں۔ ؎

مے سزد گر خوں ببارد دیدۂ ہر اہلِ دیں
بر پریشاں حالیٔ اسلام و قحط المسلمین

ترجمہ: ہر اہلِ دین کی آنکھ اگر خون بہائے تو بجا ہے اس لئے کہ اسلام پریشان حال ہے اور سچے مسلمانوں کا قحط الرجال ہے۔

آنکہ نفسِ اوست از ہر خیر و خوبی بے نصیب
مے تراشد عیب ہا در ذاتِ خیر المرسلین

ترجمہ: وہ کہ جس کا نفس ہر خیر اور خوبی سے بے بہرہ ہے عیب تراشتا پھرتا ہے خیر المرسلین ؐ کی ذات پاک پر۔

تیر بر معصوم مے بارد خبیثِ بد گہر
آسماں را مے سزد گر سنگ بارد بر زمیں

ترجمہ: اس رئیس المعصومین پر تیر برساتا ہے ہر خبیث جو بد باطن ہے۔ آسمان کو زیب دیتا ہے کہ وہ زمین پر پتھروں کی بارش برسائے۔

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواج یزید
دینِ حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدین

ترجمہ: ہر طرف کفر یزید کی فوجوں کی طرح جوش مار رہا ہے اور دین حق حضرت زین العابدین کی طرح بیمار و بیکس پڑا ہے۔

ایں دو فکرِ دینِ احمدؐ مغزِ جانِ ما گداخت
کثرتِ اعدائے ملّت قلّتِ انصارِ دیں

ترجمہ: دین احمدؐ کے ان دو فکروں نے میری جان کو پگھلا دیا ہے کہ ایک طرف ملّت کے دشمنوں کی کثرت ہے اور دوسری طرف دین کے مددگاروں کی قلّت ہے۔

۶۔ حضرت مرزا صاحب کے علاوہ ایک اور دل تھا جو مسلمانانِ برصغیر ہند و پاکستان کی حالتِ زار سے غمگین تھا۔ وہ دل مولانا سید الطاف حسین حالیؔ کا تھا۔ انہوں نے سرسید مرحوم کے ایماء پر اس وقت کے مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے ایک مسدس لکھی۔ مسدس جیسا کہ آپ جانتے ہیں ایسی نظم ہوتی ہے جس کا ہر بند چھ مصرعوں کا ہوتا ہے۔ یہ کتاب جو "مسدسِ حالی" کے نام سے مشہور ہوئی بہت مقبول ہوئی۔ اس کے دیباچہ میں مولانا حالیؔ فرماتے ہیں:

"قوم کی حالت تباہ ہے۔ عزیز (یعنی عزت والے لوگ۔ ناقل) ذلیل ہو گئے ہیں۔ شریف خاک میں مل گئے ہیں۔ علم کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ دین کا صرف نام باقی ہے۔ افلاس کی گھر گھر پکار ہے۔ پیٹ کی چاروں طرف دہائی ہے۔ اخلاق بالکل بگڑ گئے ہیں اور (مزید) بگڑتے جاتے ہیں۔ تعصب کی گھنگھور گھٹا تمام قوم پر چھائی ہوئی ہے۔ رسم و رواج کی بیڑی ایک ایک کے پاؤں میں پڑی ہے۔ جہالت اور تقلید سب کی گردن پر سوار ہے۔ اُمراء جو قوم کو بہت کچھ فائدہ پہنچا سکتے ہیں غافل اور بے پرواہ ہیں۔ علماء جن کو قوم کی اصلاح میں بہت بڑا دخل ہے زمانہ کی ضرورتوں اور مصلحتوں سے غافل اور بے پرواہ ہیں۔"

قوم کی بدحالی سے مولانا حالیؔ کو جو مایوسی و ناامیدی تھی اس کا نقشہ انہوں نے اس مسدس کے ابتداء میں ایک رباعی میں کھینچا ہے۔ فرماتے ہیں: ؎

پستی کا کوئی حد سے گذرنا دیکھے
اسلام کا گر کر نہ اُبھرنا دیکھے
مانے نہ کبھی کہ مد ہے ہر جزر کے بعد
دریا کا ہمارے جو اُترنا دیکھے

(نوٹ: مد اور جزر دریا یا سمندر میں پانی کا اتار چڑھاؤ ہوتا ہے۔ ناقل)

یوں تو مسدس حالی میں اس وقت کی ہماری قوم کی تصویر ایسی عمدہ ہے کہ دل چاہتا ہے کہ اس کا اکثر حصہ نقل کر دوں مگر وہ ممکن نظر نہیں آتا پھر بھی ایک دو بند لکھے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مولانا حالی قوم کی بدحالی کا نقشہ کھینچنے کے بعد لکھتے ہیں ؎

غرض عیب کیجے بیاں اپنے کیا کیا
کہ بگڑا ہوا یاں ہے آوے کا آوا
فقیر اور جاہل ضعیف اور توانا
تأسف کے قابل ہے احوال سب کا
مریض ایسے مایوس دنیا میں کم ہیں
بگڑ کر کبھی جو نہ سنبھلیں وہ ہم ہیں

پر اس قوم غافل کی غفلت وہی ہے
تنزل پہ اپنے قناعت وہی ہے
ملے خاک میں پر رعونت وہی ہے
ہوئی صبح پر خواب راحت وہی ہے
نہ افسوس انہیں اپنی ذلت پہ ہے کچھ
نہ رشک اور قوموں کی عزت پہ ہے کچھ

تنزل نے کی ہے بُری گت ہماری
بہت دُور پہنچی ہے نکبت ہماری
گئی گذری دنیا سے عزت ہماری
نہیں کچھ اُبھرنے کی صورت ہماری
پڑے ہیں اک امید کے ہم سہارے
توقع پہ جنّت کی جیتے ہیں سارے

("نکبت" کا لفظ جو اُوپر کے بند میں مذکور ہے اس کے معانی تو کئی ایک ہیں مگر یہاں "بدقسمتی" کا مفہوم ہے)

۷۔ مسلمانوں پر جو یاس کا عالم چھایا ہوا تھا اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ برصغیر ہند و پاکستان پر قریباً آٹھ سو سال حکومت کر کے مسلمان نہ صرف اپنی سلطنت سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے بلکہ جو چیز انہیں سلطنت سے بھی زیادہ عزیز تھی یعنی ان کا دین وہ بھی خطرہ میں پڑ گیا تھا۔ میں اُوپر لکھ چکا ہوں کہ اس وقت اسلام پر عیسائی مشنریوں اور آریوں نے بڑی سخت یورش کر رکھی تھی اور ان کے پیدا کردہ وساوس نے اکثر مسلمانوں کے دلوں میں شکوک پیدا کر دیئے تھے۔ مزید برآں مغربی تعلیم حاصل کرنے کی طرف قوم کا رُخ ہو چکا تھا۔ اور اس کے نتیجہ میں مغربی مادہ پرستی، دنیا پرستی اور بے دینی نے (جس نے بعد میں جا کر موجودہ دہریت کا رنگ اختیار کر لیا تھا) وہ مسلمانوں کے دلوں کو اس طرح کھا رہی تھیں جس طرح گیہوں کو گھن کھا رہا ہوتا ہے۔ غرض اسلام اور مسلمانوں کو جو مکھی جنگ لڑنی پڑ رہی تھی جو جہاد بالسیف نہ رہا تھا بلکہ جہاد بالقلم کی شکل اختیار کر چکا تھا۔

۸۔ اسلام اور مسلمانوں کی زبوں حالی پر جو دل سب سے زیادہ گریہ کر رہا تھا وہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کا تھا۔ اس دل کے درد کا حال کچھ کچھ ان فارسی اشعار سے ظاہر ہوتا ہے جو میں اوپر پیراگراف ۵ میں نقل کر چکا ہوں۔ آپ کے دل کی آہ و فغاں آپ کے دل سے پھوٹ پھوٹ کر اشعار کے رنگ میں نکل رہی تھی۔ پچھلی رات بلکہ دن کی بھی نمازوں میں جو گریہ زاری حضرت مرزا صاحب کر کر کے ہلکان ہو رہے تھے وہ آپ کے اُردو اشعار میں کچھ کچھ جھلکتی ہے ان میں سے چند اشعار درج ذیل ہیں ؎

کشتیٔ اسلام بے لطفِ خدا اب غرق ہے
اے جنوں کچھ کام کر بیکار ہیں عقلوں کے وار
مجھ کو دے اک فوق عادت اے خدا جوش و تپش
جس سے ہو جاؤں میں غم میں دیں کے اک دیوانہ وار
وہ لگا دے آگ میرے دل میں ملّت کے لئے
شعلے پہنچیں جس کے ہر دم آسماں تک بے شمار
اے خدا تیرے لئے ہر ذرّہ ہو میرا فدا
مجھ کو دکھلا دے بہارِ دیں کہ میں ہوں اشکبار
خاکساری کو ہماری دیکھ اے دانائے راز
کام تیرا کام ہے ہم ہو گئے ہیں بے قرار
اک کرم کر پھیر دے لوگوں کو فرقاں کی طرف
نیز دے توفیق تا وہ کچھ کریں سوچ اور بچار
دن چڑھا ہے دشمنانِ دیں کا ہم پر رات ہے
اے مرے سورج نکل باہر کہ میں ہوں بے قرار
کچھ خبر لے تیرے کوچہ میں یہ کس کا شور ہے
خاک میں ہو گا یہ سر گر تُو نہ آیا بن کے یار
فضل کے ہاتھوں سے اب اس وقت کر میری مدد
کشتیٔ اسلام تا ہو جائے اس طوفاں سے پار

(بقیہ صفحہ ۳۸ پر)

محترم فتح محمد عزیز، ایڈووکیٹ، سپریم کورٹ گجرات

تحریکِ پاکستان کے دوران کی کچھ یادیں

مجھے ایک چٹھی محترم سیکرٹری صاحب انجمن سے موصول ہوئی کہ انجمن نے اس سال یومِ آزادی پر پیغام صلح کا خصوصی شمارہ پاکستان نمبر کے طور پر شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے چونکہ پاکستان کی تحریک، اس کے مطالبہ اور قیام کے سلسلہ میں ہماری جماعت نے بھی خدمات کی ہیں اس لئے میں بھی اس کے لئے کچھ لکھوں۔

بنیادی طور پر احمدیہ انجمن لاہور خالصتاً ایک دینی جماعت ہے جس کا عملی سیاست سے بحیثیت جماعت تعلق نہیں ہے البتہ جہاں تک کوئی بھی تحریک جو مسلمانوں کے مفادات کے استحکام کے لئے ہو اس کے لئے ہمدردی اور تائید ہماری جماعت کا مسلک رہا ہے۔ چونکہ ہماری جماعت ایک منظم جماعت ہے اس لئے ہمارے بیشتر کام ایک نظام کے تحت مرکز سے ہی سرانجام پاتے ہیں۔ یہ جدا بات ہے کہ کبھی کبھی کوئی رکن اپنی ذاتی حیثیت میں بھی حصہ لے لیتا ہے۔

حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور جو تحریکِ پاکستان کے زمانہ میں جماعت احمدیہ لاہور کے امیر تھے جو عملی سیاست سے ہمیشہ الگ رہے مگر تحریکِ پاکستان کے دوران آپ نے متعدد بڑے زوردار خطاب تحریک کے حق میں دیئے جو پیغام صلح میں اس زمانہ میں شائع ہوتے رہے۔ حضرت امیر مرحوم نے اس زمانہ میں پناہ گزینوں کے کیمپوں کا بھی دورہ کیا اور ان سے اظہار ہمدردی کیا۔ ہمت بندھائی اور مالی امداد بھی فراہم کی۔ حضرت قائداعظم رح کو اپنی کوٹھی پر چائے کی دعوت دی جس کے دوران قائداعظم نے اخبار لائٹ کی مسلم لیگ کی خدمت کرنے کا اعتراف بھی کیا تھا۔

تحریکِ پاکستان میں عملی طور پر احمدیہ جماعت لاہور کے افراد نے جو ضلع گجرات میں تحریک کے سلسلہ میں خدمات سرانجام دیں اُن کے متعلق کچھ لکھنا میرے لئے ایک مشکل کام ہو گیا ہے۔ اس تحریک میں میرا بھی نمایاں طور پر حصہ رہا ہے اور اس کا اپنے قلم سے اظہار کرنا ایک مصیبت بن رہا ہے۔ میں نے کئی دفعہ کوشش کی ہے مگر طبیعت اس طرف نہیں آتی اب صدر دفتر سے بار بار یاد دہانی کرائی جا رہی ہے تو مجھے مجبوراً مختصراً طور پر لکھنا پڑ گیا ہے۔

ہماری جماعت کے ایک بزرگ حافظ چوہدری محمد حسن چیمہ صاحب ایڈووکیٹ ایک بہترین لکھنے والے بھی تھے اور بلند پایہ خطیب بھی تھے۔ اور ضلعی مسلم لیگ گجرات کے عہدیدار بھی تھے۔ انہوں نے ضلع بھر میں تحریکِ پاکستان کے لئے تقاریر بھی کیں۔ اور جب تحریک کے اوائل میں ایجی ٹیشن تیز ہوئی تو وہ اس تحریک کے سلسلہ میں جیل میں بھی گئے۔ یہاں گجرات میں تحریکِ پاکستان کا بڑا زور تھا۔ ایجی ٹیشن کے ابتدائی دور میں ہی سارے بڑے عہدیدار جیلوں میں چلے گئے اور بعد میں عہدہ داروں کا خلا ہو گیا۔ اس لئے اب تحریک کی سربراہی کا قرعہ فال میرے نام پر آن پڑا۔ تحریک دن بدن زور پکڑ رہی تھی۔ اور ہزاروں ہزار کے اجتماع اکٹھے ہو جاتے۔ کچھ اجتماعات بارس شو گراؤنڈ میں ہوتے کچھ ضلع کچہریوں کے اندر آ جاتے۔ لوگ جوق در جوق دور دراز دیہات سے آ جاتے کچھ ڈھولوں کے ساتھ کچھ نفیریوں کے ساتھ۔ ہر طرف چہل پہل "مسلم لیگ زندہ باد۔ قائداعظم زندہ باد، لے کے رہیں گے پاکستان" کے نعرے لگتے۔ کچھ آتش بیاں مقرر کھڑا کر چڑھ جاتے اور گرم گرم تقاریر ہوتیں۔ ہر روز شام کے ۵ بجے کے قریب ایک بڑے اجلاس کی شکل میں جیل جو اُن دنوں کھلی جگہ میں واقع تھی کی طرف روانہ ہوتا اور وہاں ہزاروں کے مجمع میں صرف دو یا تین والنٹیر اپنی گرفتاری پیش کرتے۔ جلوس اس قدر بڑی تعداد میں ہوتے تھے کہ حکومت از خود گرفتاری نہ کرتی تھی۔ بلکہ جو شخص گرفتاری کے لئے اپنے آپ کو پیش کرتا صرف اسے گرفتار کرتی تھی۔

یہ میرے لئے آج تک ایک معمہ ہے کہ میں جو ایک بہت دبلا پتلا شخص تھا، نحیف، کم گو اور نہایت سنجیدہ طبیعت کا مالک تھا۔ وہ کس طرح لوگوں کی توجہ کا مرکز بن گیا۔ کہ تحریک کا کوئی کام جلوسوں کا انتظام اور کنٹرول، والنٹیر بریگیڈ کی ڈیوٹی لگانے۔ لوگوں کی طرف سے چاول چینی۔ پھل اور دیگر کنیر راشن کے تحائف کی وصولی جو مرکز کے لئے ہوتی۔ کھانا پکوانے، تقسیم کرنے، فرنیچر کی فراہمی سائبان۔ قناتیں۔ مختلف دیہات میں پیغام رسانی شرفا کا استقبال مہمانوں کا قیام و طعام، جھنڈیوں کی تیاری، اشتہارات کی کتابت، اور تقسیم، جلوس کے راستوں کا تعین، ہر ہنگامی صورت حال کا سامنا، افسران اعلیٰ ڈی سی، ایس پی اور ڈی آئی جی کے ساتھ میٹنگز، جیل میں مسلم لیگی قیدیوں کے لئے کھانا، پھل ملاقاتیں، ہدایات، اور یہ مجھے کہاں سے فرشتے ملتے جو یہ سارے کام دیانت داری فرض شناسی سے کرتے تھے۔

غرضیکہ صبح ۵ بجے سے رات ۱۲ بجے تک لگاتار مصروفیت رہتی۔ میں نے اپنے اہل و عیال کو گاؤں بھیج دیا ہوا تھا۔ میرے ارد گرد ہر وقت نوجوانوں کا ایک گروہ رہتا تھا جو ہدایات وصول کرتے تھے اور اپنے فرائض میں مشغول ہو جاتے تھے۔ مجھے سارے ضلع کے جلوسوں کے حالات اور آمد کی اطلاع ہوتی۔ اور یہ عجیب بات تھی میں یہ کس طرح بیان کروں اور کیسے یقین دلاؤں کہ ہزاروں ہزار کا مجمع میری ایک ہدایت میرے ایک حکم کے منتظر رہتے۔ اس ہنگامی دور میں جب میں نے نشاندہی کرنی کہ جلوس اس سے آگے نہیں بڑھے گا جلوس وہیں رک جاتا۔ اب نعرے ختم ہوں نعرہ بازی ختم، اب دعا ہو اب جلوس واپس منتشر ہو جائے۔ جلوس خاموشی سے منتشر ہوتا۔ جہاں کوئی امر متنازعہ ہوتا میری رائے کے بغیر حل نہ ہوتا۔ حیران ہوں کہ یہ ڈسپلن اور اطاعت ان دنوں کیسے آ گئی۔ یہ سلسلہ ہر روز ہوتا۔ مجھے علم نہیں کہ یہ سارے کام کیوں اس خوش اسلوبی سے سرانجام پاتے۔ میں حیران ہوں کہ گجرات ضلع بھر میں اور شہر میں سینکڑوں اشخاص سیاست میں، وجاہت میں اور دیگر دنیوی لحاظ سے مجھ سے کہیں بہتر تھے لیکن مرجع عام یہ خاکسار ہی تھا۔ میرا مکان ان دنوں ایک گلی میں ہوتا تھا۔ مجھے حیرانی ہوتی کہ شہر کے معززین اور اکابر جنہیں شاید میں آسانی سے ان کے گھروں میں بھی تحریک سے پہلے نہ مل سکتا تھا وہ میرے گھر کا پتہ پوچھ کر رات کو میری ملاقات کے لئے آتے۔

ہماری تحریک ضلع گجرات میں نہایت ہی منظم تھی۔ اور اس وجہ سے بہت ہی کامیاب۔ گجرات جیل ۱۹۴۰ء میں صرف سیاسی قیدیوں کے لئے تعمیر کی گئی تھی۔ اس جیل میں خان عبدالغفار خان اور بڑے بڑے کانگرسی سیاسی قیدی رہے ہیں تحریک کے دوران ممتاز احمد خان دولتانہ، سردار شوکت حیات وغیرہ گجرات جیل میں تھے۔ اور ان سے ملاقاتیں ہوتی رہتی تھیں۔

شام کے بعد دفتر ٹیلی گراف میں مجھے خوش آمدید کہا جاتا اور میں آسانی سے پیغام بھجوا سکتا تھا۔ ان دنوں انگریزی اخبار ڈان دہلی سے شائع ہوتا تھا کئی خبریں میرے نام سے بجائے فتح محمد عزیز کے فتح محمد عظیم کے الفاظ سے شائع ہوئیں۔ جو غلطی شاید فون پر پیغام سننے کی وجہ سے ہوتی۔

خدا معلوم کہ اس ایجی ٹیشن کے دوران اس قوم میں کیا جذبۂ قربانی بیدار ہو چکا تھا اور وہ اپنے انتہائی عروج پر تھا سستی، غفلت، کام چوری، بددیانتی جیسی کوئی شے نہ تھی۔ ہر شخص مستعد، فرض شناسی اور محنتی نظر آتا تھا۔ یہ دور کوئی ایک ماہ دس دن رہا اور نہایت خوبی اور شان سے منزلِ مراد کو پہنچا۔ کاش کہ یہ جذبہ قوم میں ۱۴ اگست کے بعد بھی رہتا۔

اس سے قبل ۱۹۴۶ء کے انتخابات میں بھی ہم نے ضلع بھر میں دورے کئے تھے اور مسلم لیگ کا پیغام پہنچایا۔ اور الیکشن کے دوران ضروری فرائض انجام دیئے۔ آج میں جو اتنی مدت کے بعد ان واقعات کا تحریری طور پر ذکر کر رہا ہوں تو مجھے بہت سے رفیق اور کارکن یاد آتے ہیں جو آج دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں اور بہت کم لوگ ان واقعات کو دیکھنے والے رہ گئے ہیں گجرات میں ایک اخبار "تعمیر نو" نکلتا تھا۔ اس کے ایڈیٹر باوجود میرے عقائد سے اختلاف رکھتے ہوئے تحریکِ پاکستان ضلع گجرات کی تاریخ میں میرا ذکر کرتے رہتے تھے۔

بہرحال آجکل حکیم محمد سردار خان صاحب ایڈووکیٹ سپریم کورٹ جو ضلع مسلم لیگ گجرات کے اس زمانہ میں جنرل سیکرٹری تھے اور اس ساری تحریک کے کوچ رواں بھی تھے اور جیل میں بھی محبوس رہے اور اب بعد میں نیشنل اسمبلی کے ممبر بھی رہ چکے ہیں جناب بھی موجود ہیں وہ جملہ واقعات سے خوب واقف ہیں۔

کیا آپ نے اخبارات کا چندہ ارسال کر دیا ہے؟ اگر نہیں تو جلد از جلد ارسال کریں (ادارہ)

محترم محمد انور ملہی کے قلم سے

قیام پاکستان کے اغراض و مقاصد اور ان کا حصول

جماعت احمدیہ کے پیش نظر اگرچہ بڑا مقصد مخلوق خدا کی ہدایت و راہنمائی اور دین کی خدمت ہے مگر اسے معاشرے کی سیاسی، معاشی، اقتصادی، معاشرتی اور دیگر مفادات کو بھی اپنی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیا ان مفادات کے حصول اور تحفظ میں ہمیشہ ساتھ دیا ہے حصول پاکستان کے لئے جب ابھی باقاعدہ جدوجہد کا آغاز نہیں ہوا تھا اس زمانہ میں بھی برصغیر میں مسلمانوں کے مفاد کے خلاف اگر کوئی بات ہوتی تو جماعت احمدیہ لاہور حرکت میں آجاتی تھی کہ اخبارات "پیغام صلح" اور "لائٹ" معقول اور موثر انداز میں مسلمانوں کے موقف کو پیش کرتے جماعت کے ایسے کردار کے سبب احمدیہ بلڈنگس جو اس کا مرکز تھا ایک خاص مقام کی شہرت حاصل کر گیا تھا ہر ایک مذہبی معاملہ میں صحیح مشورہ اور زیادت کے لئے سمجھدار مسلمانوں کی نگاہیں اگر کہیں اٹھتی تھیں تو احمدیہ بلڈنگس لاہور کی طرف اٹھتی تھیں جماعت کے قائد مولانا محمد علی مرحوم قومی معاملات کے بارے میں جسطرح کی صائب اور دانشمندانہ رائے رکھتے تھے اس کا اندازہ اس امر سے کیا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں کا کوئی جلیل القدر لیڈر ایسا نہ تھا جو احمدیہ بلڈنگس چل کر مولانا سے ملنے نہ جاتا، علامہ محمد اقبال، سر فضل حسین چوہدری سر شہاب الدین، سر محمد شفیع، سر عبدالقادر اس زمانے کے سربرآوردہ راہنما سمجھے جاتے تھے ان میں سے ہر ایک کو مولانا سے گہری عقیدت تھی اور ہر ایک قومی معاملہ میں آپ سے مشورہ طلب کرتے تھے۔ حصول پاکستان کے لئے جب باقاعدہ جدوجہد شروع ہوگئی تو جماعت کے اخبارات نے اس جدوجہد میں بھی بھرپور اور سرگرم حصہ لیا اور مسلمانوں کے مطالبہ پاکستان کی پُرزور حمایت کی جس کا اعتراف خود قائد اعظم محمد علی جناح نے ایک دو مواقع پر کیا۔ حضرت مولانا محمد علی مرحوم کی سوانح حیات "مجاہد کبیر" میں مولانا محمد یعقوب خان مرحوم اس بابت لکھتے ہیں "جب قائد اعظم محمد علی جناح نے مسلمانان ہند کے مطالبہ پاکستان کی قیادت ہاتھ میں لی تو وہ مولانا محمد علی مرحوم کی دعوت پر ان کی کوٹھی واقع مسلم ٹاؤن میں ایک چائے پارٹی پر تشریف لائے، انجمن کے ممبروں کو بھی حضور مولانا نے مدعو کیا۔

حضرت قائد اعظم نے ایک مختصر سی تقریر کی جس میں آپ نے انجمن کی خدمات کو سراہتے ہوئے ایک واقعہ بیان کیا جو انجمن کے اخبار لائٹ سے تعلق رکھتا تھا آپ نے بتایا کہ ایک گفتگو کے دوران میں وائسرائے لارڈ لنلتھگو نے مجھ سے کہا کہ تمہارے اس تازہ بیان نے کہ "ڈیموکریسی ہندوستان کے لئے موزوں نہیں ہے" ملک میں ہیجان پیدا کر دیا ہے۔ آپ کی یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی کہ آپ کس طرح ایسے اچھے نظام کی مخالفت کرتے ہیں قائد اعظم نے بیان کیا میں نے وائسرائے کو کہا کہ میں آپ کو ایک اخبار بھیجوں گا پہلے وہ آپ پڑھ لیں یہ "لائٹ" کا ادارتی پرچہ تھا جس میں اس موضوع پر مضمون تھا کہ "یورپی طرز کی پارلیمنٹ جمہوریت ہندوستان کے لئے موزوں نہیں ہے" وائسرائے کو بھیج دیا۔ انہوں نے اگلے ہی دن مجھے وہ اپنے نوٹ کے ساتھ واپس بھیجا اور لکھا کہ اب آپ کی پوزیشن مجھے سمجھ میں آگئی ہے جو کچھ آپ کہتے ہیں وہ فی بجا ہے یہ واقعہ بیان کر کے قائد اعظم نے کہا کہ آپ کی انجمن بہت اعلیٰ کام کر رہی ہے آپ کا "لائٹ" میرے پاس آتا ہے میں ایک سیاسی آدمی ہوں اور سیاسی مضامین کے لئے یہ اخبار پڑھتا ہوں مگر اس کے ساتھ ہی مذہبی مضامین بھی پڑھتا ہوں اور اس کی باقاعدہ فائل رکھتا ہوں (صفحہ ۳۸۹)

ابتداء ۱۹۷۰ء کی بات ہے جماعت احمدیہ لاہور کے ایک ممتاز رکن چوہدری محمد حسن چیمہ ایڈووکیٹ مرحوم نے خاکسار سے ایک ذاتی واقعہ بیان کیا کہ تقسیم برصغیر سے پہلے وہ اور ایک اور صاحب (ان کا نام شید خواجہ عبدالغنی انہوں نے لیا تھا) جماعت کی ہدایت پر جنوبی ہندوستان کے دورے پر تھے اس دوران انہیں بمبئی جانے کا بھی موقعہ ملا حضرت قائد اعظم ان دنوں بمبئی میں رہائش پذیر تھے اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے انہوں نے پروگرام بنایا کہ قائد اعظم سے بھی ملا جائے چنانچہ ایک دن یہ دونوں صبح علی الصبح قائد اعظم کی رہائش گاہ پر پہنچ گئے۔ خادم کے ذریعے اندر انہوں نے پیغام بھجوایا کہ جماعت احمدیہ لاہور کے دو آدمی جو لاہور سے آئے ہیں ان سے ملنا چاہتے ہیں چیمہ صاحب مرحوم نے فرمایا قائد اعظم کو جب یہ پیغام ملا تو وہ خلاف معمول جلد ہی رات کے لباس میں ملبوس ڈرائنگ روم میں جہاں خادم نے انہیں بٹھایا تھا تشریف لے آئے قائد اعظم سے جب انہوں نے اپنا تعارف کرایا تو پوچھنے لگے کہ صبح سویرے کیسے آنا ہوا انہوں نے بتایا بس ملاقات کرنا چاہتے تھے۔ جماعت کے ایک کام کے سلسلے میں بمبئی آنے کا اتفاق ہوا سوچا آپ سے ملا بھی جائے ایک محمد علی جو مذہبی رنگ میں مسلمانوں کی خدمت کر رہے ہیں ان سے تو مدت سے ان کی شناسائی ہے اور ہم ان کے ساتھی ہیں ایک وہ محمد علی جو سیاسی میدان میں مسلمانوں کی راہنمائی کر رہے ہیں ان سے ملنے کی بھی خواہش تھی اس طرح ملاقات کا شوق اور خواہش انہیں یہاں لے آئی قائد اعظم یہ سن کر خوش ہوئے اور پھر انہیں اپنے ساتھ اپنی ذاتی لائبریری میں لے کر گئے ایک بڑی الماری کے اوپر رکھی ہوئی ایک کتاب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمانے لگے یہ مولانا محمد علی صاحب کی انگریزی تفسیر و ترجمۃ القرآن ہے جن کا آپ نے ذکر کیا ہے اس کے بعد ایک الماری کی طرف لے گئے جس میں انہوں نے حضرت مولانا محمد علی مرحوم کی اسلام پر تمام اہم انگریزی تصانیف رکھی ہوئی تھیں فرمانے لگے دین اسلام سے متعلق جو کچھ معلومات انہیں حاصل ہوئی ہیں وہ مولانا محمد علی صاحب کی ان کتب کی معرفت حاصل ہوئی ہیں کیونکہ وہ تو اردو بھی اچھی طرح نہیں جانتے اسلام پر عربی کتب کیونکر پڑھ سکتے تھے اس سے بھی بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ قائد اعظم نے وقتاً فوقتاً اپنی تقاریر میں اسلامی تعلیمات و نظریات پر جو نہایت عالمانہ رنگ اور جچے تلے انداز میں اظہار خیال کیا ہے اور دین کا صحیح تصور و خاکہ جو ان کے ذہن میں تھا اس کا ماخذ وہ کون سا دینی لٹریچر تھا جو انگریزی زبان میں ان کے زیر مطالعہ رہتا تھا۔

قیام پاکستان کے سلسلہ میں تحریک اگرچہ کافی عرصہ سے برصغیر میں جاری تھی مگر اس کو صحیح معنوں میں تقویت اس وقت حاصل ہوئی جب قائد اعظم محمد علی جناح مسلم لیگ میں شامل ہوئے اور تحریک پاکستان کی قیادت ان کے سپرد ہوئی۔ ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو بمقام لاہور ان کی صدارت میں جب مسلم لیگ کا جلسہ ہوا اور ایک قرارداد کے ذریعے مسلمانوں کے لئے علیحدہ مملکت کا مطالبہ کیا گیا تو یہ تحریک ایک خاص دور میں داخل ہوگئی۔ قیام پاکستان مسلمانان برصغیر کی ایک طے شدہ منزل قرار پائی انگریزوں اور ہندوؤں کی پوری کوشش تھی کہ برصغیر تقسیم نہ ہونے پائے اور انگریز اس علاقے کو آزاد کریں تو متحدہ ہندوستان کی صورت میں اگر ایسا ہوتا تو ہندو اپنی اکثریت کے سبب انگریزوں کے بعد یہاں کے اصل حکمران بن جاتے اور مسلمانوں کو پھر کسی غدار وصادق کے مالک انگریزوں کی بجائے ایک ایسی قوم کی ماتحتی میں زندگی گزارنی پڑتی جو عیاری و مکاری میں شاید ہی دنیا میں اپنا کوئی نظیر رکھتی ہو بے اصولی، بدعہدی، تعصب و تنگ نظری، حرص و لالچ کی انتہا سے عبارت جس کی زندگی ہے اور جو دین اسلام کی سخت دشمن ہے مگر تعجب کی بات یہ ہے کہ پاکستان کی مخالفت میں انگریزوں اور ہندوؤں کے ساتھ بعض مسلمان تنظیمیں اور مذہبی جماعتیں بھی شامل ہوگئیں اس سے اکابرین مسلم لیگ کو بڑی مشکلات پیش آئیں مگر قائد اعظم کی خداداد فہم و فراست ان کے تدبر اور ان کی ولولہ انگیز قیادت کی بدولت یہ تمام مشکلات پر قابو پائے گئے اور بالآخر ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے اس کے قیام سے ایک سال قبل جب حالات بڑے پریشان کن تھے اور مطالبہ پاکستان کا تسلیم کر لیا جانا مشکل محسوس کیا جا رہا تھا کراچی سے ممتاز رکن جناب میاں نصیر احمد فاروقی صاحب نے حضرت مولانا محمد علی مرحوم کو ڈلہوزی جہاں یہ ان دنوں مقیم تھے خط لکھا اور ایسے حالات سے مطلع کرتے ہوئے درخواست دعا کی حضرت مولانا مرحوم نے جواباً انہیں لکھا کہ انہیں "پاکستان زندہ باد" کے الفاظ میں بشارت ملی ہے (جس کی تعبیر یہ ہوگی کہ پاکستان مخالفین کی مخالفت کے باوجود نہ صرف قائم ہوگا بلکہ زندہ و پائندہ بھی رہے گا)

خاکسار کی نظر میں اگرچہ قیام پاکستان کا فیصلہ مدتوں پہلے ہو چکا تھا اور خدا تعالیٰ نے اپنے ایک فرستادہ کے ذریعے ۱۸۹۱ء میں اس بابت خبر دیدی تھی جس کا ذکر آگے آئے گا تاہم اس کے قیام میں دو شخصیتوں کی کوششوں کو خاص دخل حاصل ہے جن کے خیالات و نظریات میں ہم آہنگی موجود تھی ایک ان میں سے قائد اعظم محمد علی جناح ہیں اور دوسری جماعت احمدیہ لاہور کے امیر مولانا محمد علی مرحوم۔ افسوس یہ دونوں عظیم راہنما اور محسن قوم پاکستان کے ایک سال بعد ہی انتقال کر گئے اور دوسرے چار سال بعد داغ مفارقت دے گئے مولانا محمد علی مرحوم جب تک زندہ رہے اندرون ملک پڑھے لکھے ممتاز مسلمان حضرات سے ان کا رابطہ رہا بیرون ملک سے بھی کئی ممتاز مسلم اور غیر مسلم علم دوست حضرات کا آپ کے پاس آنا جانا رہا۔ قیام پاکستان کے اغراض و مقاصد جماعت کی سرگرمیوں اور دیگر امور پر ان سے تبادلہ خیال ہوتا مگر جونہی مولانا محمد علی مرحوم کی وفات ہوئی جماعت کا اندرون ملک اور باہر ممتاز اہل علم اور با اثر فہمیدہ حضرات سے ایک طرح سے رابطہ منقطع ہو گیا۔ اور مخالفین کو جو عرصہ دراز سے اپنی تمام تر کوشش کے باوجود اپنی کوششوں میں ناکام چلے آرہے تھے بڑا حوصلہ ملا۔ احمدیوں کے خلاف انہیں وسیع پیمانے پر اور کھل کر پراپیگنڈے کا موقع مل گیا اور یہ مسلسل اپنی کوششوں سے خاص و عام کو بالآخر اس وقت ہمنوا بنانے میں کامیاب ہوگئے جب ستمبر ۱۹۷۴ء کو ان کے ایماء پر ایک آئینی ترمیم کے ذریعے حکومت وقت نے ملکی سطح پر غیر مسلم اقلیت قرار دیدیا تاہم تعجب کی بات یہ ہے کہ وہ سیاسی جماعت جس نے حکومت کی سطح پر ایسا فیصلہ کیا اس کے قائدین چند سال پہلے ہی خود ملک کے سیاسی و مذہبی راہنماؤں اور مفتی صاحبان کی جانب سے غیر مسلم قرار دیئے جا چکے تھے (ایسا فتویٰ ۲۶ فروری ۱۹۷۰ء کو ملک کے تمام اہم روزناموں میں شائع ہوا تھا اور مشہور روزنامہ "نوائے وقت" لاہور نے ۲۷ فروری ۱۹۷۰ء کو اس کی تائید میں اداریہ لکھا تھا)

پاکستان کو بنے ۴۲ (بیالیس) سال ہو گئے ہیں مگر وہ اغراض و مقاصد جن کے لئے یہ ملک حاصل کیا گیا ہنوز تشنہ تکمیل ہیں بلکہ اگر کہا جائے کہ یہ اغراض و مقاصد لوگوں کی نظروں سے ہی اوجھل ہو چکے ہیں تو بے جا نہ ہوگا کیونکہ قوم ابھی تک اس بحث میں ہی الجھی ہوئی ہے کہ اس کے قیام کے اصل اغراض و مقاصد کیا تھے اپنے قیام سے لے کر اب تک ملک ایک کے بعد دوسرے اور شدید تر بحران سے دوچار ہوتا چلا آرہا ہے اور اس دوران اس کا ایک بازو بھی کٹ چکا ہے اب جو حالات ہیں ان میں باقی ماندہ پاکستان کی سالمیت و بقاء کو خطرہ محسوس کیا جا رہا ہے۔

اس ملک کے قیام کے اغراض و مقاصد کیا تھے

بقیہ صہ ۳۱

مکتوب برلن

سعید احمد صاحب کے قلم سے،

برلن مشن کی چند جھلکیاں

محترم سعید احمد صاحب نے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں ایک مکتوب ارسال کیا ہے جس کے چند اقتباسات درج ذیل ہیں۔

"آپ کی دعاؤں کی بدولت یہ مشن اپنے کام میں مصروف ہے اور اللہ تعالیٰ ہر طرف سے امداد کر رہا ہے۔ خدمات دینیہ کے سلسلہ میں بھی مجھے اطمینان ہے۔ بہت دعا کرتا ہوں کہ مشن ہاؤس میں جو کوئی بھی داخل ہو وہ شرک سے پاک ہو جائے ہم نہیں تو ہماری آئندہ نسل انشاء اللہ یہ دن دیکھے گی مشن کو کئی ایک خطوط آتے ہیں جن کا جواب دینا رہتا ہوں۔ ہر روز ملاقاتی آتے جاتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی توحید پر گھنٹہ دو گھنٹہ باتیں سنتے سناتے ہیں پچھلے ہفتہ سے درس قرآن کریم کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ عیسائی لوگ بھی آتے ہیں ان میں سے بعض تو ہمارے معاون بن گئے ہیں۔ دعا کریں کہ وہ جماعت میں شامل ہو کر دین کی خدمت کریں۔

میں انشاء اللہ ہالینڈ کے جلسہ میں شرکت کر رہا ہوں۔ قبل ازیں سربنام جلسہ کے لئے پیغام اور اپیل بھیجدی تھی۔ میں زیادہ دیر یہاں سے غیر حاضر رہنا مناسب خیال نہیں کرتا۔ آئندہ میں انشاء اللہ ہمبرگ جاؤں گا۔ وہاں ایک کمرے کو ترتیب دینا ہے تاکہ کچھ کتب ولٹریچر رکھ سکیں۔

جمعہ کے دن الجزائر سے جرمنی آئی ہوئی TV کی ٹیم سرکاری طور پر مساجد و جامعات وغیرہ کی تصویریں اتارنے آرہی ہے ان کے ہمراہ ایک عیسائی گروپ بھی آرہا ہے۔ ہمارے مشن میں بھی وہ آئیں گے۔ تفصیلی حالات سے اپنے اگلے مکتوب میں آگاہ کر دوں گا۔

ہمیں ان دنوں جو ۴۲۶۳ مارک امداد سے بچت ہوئی وہ انشاء اللہ رسالہ جاری کرنے کے دوسرے اخراجات میں کام آئے گی کمپیوٹر مغربی جرمنی کے شہر وولف برگ جو شہر سیلے کے نزدیک ہے میں ایک خاتون کے حوالے کیا گیا ہے۔ یہ ہمارے لئے تراجم کا کام کرتی ہیں اور یہی رسالہ کے لئے کام کر رہی ہیں پہلی فرصت میں وہاں جا کر میں ان کے ساتھ ایک تحریری معاہدہ لے لوں گا۔ مضامین تیار ہو چکے ہیں۔ جناب فاروقی صاحب کا پیغام ترجمہ ہو رہا ہے۔ محترم حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے پیغام کا انتظار ہو رہا ہے اور دونوں حضرات اور محترم جناب حافظ شیر محمد خرسانی کی تصویر بھی جائیگی۔ پہلا شمارہ ۵۰۰ کاپیاں شائع کریں گے۔ پھر ہر سہ ماہی کے بعد فیصلہ کریں گے۔ رسالہ کا سائز وہی رکھا جائے گا جیسا امریکہ جماعت شائع کرتی ہے۔

برلن کے عیسائی لوگوں کی آمد و رفت برلن مشن میں اتنی بڑھ گئی ہے کہ دوسرے ضروری امور کی طرف توجہ کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ ہر آنے والے سے ایک یا آدھ گھنٹہ بات چیت ہو جاتی ہے۔ ہمارے لئے سب سے خوش آئند بات یہ ہے کہ ہمسایہ لوگوں سے اچھے سوشل تعلقات قائم ہو گئے ہیں۔ اور یہ بات ان کے لئے بھی باعث تسلی ہے کہ ہم امن پسند لوگ ہیں۔

بون یونیورسٹی سے ایک عیسائی طالب علم نے انگریزی ترجمۃ القرآن خریدا۔ یہ طالب علم مذہب میں ڈاکٹریٹ کر رہے ہیں۔

دس پختہ عمر کے لوگوں کے ایک گروپ نے قریب دو گھنٹہ دین و مذہب پر لیکچر سنا جمعہ کو پہلا روزہ رکھا گیا۔ جمعہ کی حاضری بہت اچھی تھی۔ قریب ۴۰ نمازیوں مرد و خواتین کے علاوہ ۴۲ طالب علم سکول سے اپنے ٹیچر کے ہمراہ خطبہ سننے اور عبادات کا طریقہ دیکھنے آئے بعد میں انہوں نے دین پر لیکچر سنا۔

کویت سے ایک اخبار کا رپورٹر آیا اپنے دو ساتھیوں کے ہمراہ اور انٹرویو لیا۔ بہت دیر تک یہ لوگ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی حیات اور وفات پر بحث کرتے رہے۔

پیرس سے ایک نوجوان کا خط آیا جو برلن میں رہ چکا ہے اس نے اطلاع دی کہ پیرس کی خوبصورت مسجد میں مسجدوں کی تصویریں لگی ہیں ان میں جامع برلن کی تصویر بھی دکھائی گئی جس میں خاکسار خطبہ دے رہا ہے۔ اس کے علاوہ اس نے "مراکو"، کے ایک اخبار میں جامع برلن کے متعلق رپورٹ پڑھی۔ فوٹو کاپی بھیجنے کا وعدہ کیا ہے۔

برلن کے ایک آرکیٹکٹ جن سے درخواست کی تھی کہ مینار دوبارہ تعمیر کرنے کا اندازہ خرچ بنائیں اور انہوں نے اخراجات کی تین قائمیں بنائیں۔ دو گورنمنٹ کے لئے اور ایک ہمارے ریکارڈ کیلئے اس پلان کے ۶ ہزار مارک خرچ ہوں گے اگر گورنمنٹ نے یہ کام کرنے کی حامی نہ بھری تو یہ خرچ نہیں لیں گے اور اگر منظوری مل گئی تو یہ اس میں سے منہا کر لیں گے۔ نئے سرے سے جامع کو پہلی جیسی شکل دینے پر پاکستانی کرنسی میں ایک کروڑ روپیہ خرچ ہو گا۔ اللہ تعالیٰ بہت شان والا ہے کیا معلوم کب یہ خواب اس کے فضل سے پورا ہو جائے تمام احباب سے دعا کی درخواست ہے بلڈنگ سینیٹر نے کہلوایا تھا کہ اگر ہم جماعت کے طور پر ۲ لاکھ مارک جمع کریں تو وہ CDU والے سے بقیہ ۸ لاکھ مارک حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ صاحب ثروت لوگوں کے لئے موقع ہے کہ اپنی زندگی میں یہ کارنامہ للہ فی اللہ انجام دیں۔ اللہ مالک ہے کیا معلوم کب دو لاکھ مارک بھی جمع ہو جائیں۔ ایک ملین مارک سے یہ جگہ دوبارہ قابل دید ہو جائے گی انشاء اللہ!

جمعہ کے وقت TV والے آئے۔ انہوں نے ماہ رمضان کا پروگرام خبروں میں دکھانے کے لئے تصویر بنائی۔ گو خبروں میں مختصر رپورٹ تھی لیکن ہمارا تعارف اچھا خاصہ ہو گیا۔ تمام آرچیوز کا ذمہ دار مسٹر فرانسن کو بنایا گیا ہے۔ وہی مولانا محمد علی انسٹیٹیوٹ کے ڈائریکٹر بھی ہیں۔

دو ٹیچر خواتین ۱۰ بچوں کے ہمراہ دو گھنٹہ کے لئے جامع اور مشن ہاؤس میں دین کو سمجھنے آئیں۔ انہیں عید پر آنے کی دعوت دی گئی چنانچہ وہ اس موقع پر آئیں۔

محترم ڈاکٹر نعمان الٰہی ملک کی طرف سے کتب موصول ہوئیں جو درج ذیل ہیں:

۱۔ ٹیچنگز آف اسلام جرمن ترجمہ
۲۔ اسلام دی ریلیجن آف ہیومینیٹی انگریزی
۳۔ ،، ،، ،، ،، فرانسیسی
۴۔ پرافٹ آف اسلام انگریزی
۵۔ ،، ،، ،، فرانسیسی
۶۔ ٹیسٹیمنی آف دی ہولی قرآن انگریزی

اس کے علاوہ بعد میں فرانسیسی زبان میں بعض کتب کی مزید کاپیاں موصول ہوئیں۔

ڈاکٹر نعمان الٰہی ملک کی ہدایت کے مطابق یہ مفت تقسیم کی جا رہی ہیں اور کئی لوگوں نے اپنی پسند کا اظہار کیا ہے۔

فری مین تنظیم سے دین متین پر تقریر کے لئے بلایا گیا تھا۔

نائیجیریا سے ایک ٹیم آئی ہوئی ہے اس میں ایک ڈاکٹر زادیچ میں شامل ہوئے۔ ان کا بہت اصرار ہے کہ ہم ابادان۔ نائیجیریا میں مشن قائم کریں اس سے قبل یہ صرف ربوہ جماعت کو جانتے تھے ہماری جماعت کے احوال و کوائف سن پڑھ کر بہت خوش ہوئے۔

برلن میں ترکی زبان کے اخبار "حریت"، کے متعلق ایک رپورٹ پڑھ کر ترکوں کا ایک وفد ملنے آیا۔ اور انہوں نے اپنے مکمل تعاون کا یقین دلایا۔

ایک سکول کی ٹیچر اور دس لڑکے لڑکیاں ہمارے ہاں آئے جن سے دینی موضوعات پر گفتگو ہوئی۔

عید الفطر پہ ماشاء اللہ بہت رونق رہی۔

محترم فاروقی صاحب کا خطبہ اس دفعہ پھر دہرایا گیا۔ چونکہ اب میرا تلفظ پہلے کی نسبت بہتر تھا لوگوں نے بہت پسند کیا۔ قریبًا ۵۰ مرد، عورتیں اور بچے آئے۔ اس کے علاوہ قریبًا تیس عیسائی مرد عورت اور سکول کے بچے بھی آئے۔ انہوں نے یہاں کی گئیں چند تصویریں بھی لیں

مشن ہاؤس میں اتنے لوگوں کے لئے جگہ نہ ہونے کے باعث کئی لوگ جلدی چلے گئے۔ تاہم کھانا پینا ظہر تک ہوتا رہا۔ عبدالعزیز اوران کی بیگم کھانا پکانے اور تیاری کرتے رہے۔ صبح کچھ رضا کار جلد آ گئے اس طرح اور کچھ سہولت ہو گئی۔

مکرم میاں فضل احمد کے قلم سے،

ہالینڈ کنونشن کی چند جھلکیاں

جماعت احمدیہ کی صد سالہ تقریبات کے سلسلہ میں ہالینڈ میں مورخہ ۲۲۔۲۳ جولائی ۱۹۸۹ء کو کنونشن ہوا۔ جس میں جماعت کے اراکین نے ذوق و شوق سے شرکت کی۔ ہالینڈ کے باہر کے مندوبین بھی اس دو روزہ اجتماع میں شامل ہوئے۔ محترم میاں فضل احمد صاحب لکھتے ہیں:

ہم ہالینڈ مورخہ ۲۰/۷ شام ۴ بجے پہنچ گئے تھے ہوائی اڈہ پر شکور حسینی اور بیگم حسینی ہمارے استقبال کے لئے موجود تھے۔ انہوں نے ہمیں اپنے ہاں مہمان رکھا۔ ۲۱/۷ کو ہم نے الٰہی بخش صاحب کی جماعت کے ساتھ نماز جمعہ ادا کی۔ نماز میں مرد و خواتین کی تعداد ۷۰ افراد پر مشتمل ہوگی۔ روٹرڈیم سے جناب سنتو صاحب، زکیہ شیخ صاحبہ اور صدر انجمن کے وفد کے لیڈر پروفیسر عزیز احمد بھی تشریف لائے۔ اور شامل نماز ہوئے۔ برلن کے امام سعید احمد صاحب اور حامد رحمن احمدی بھی تشریف لے آئے۔ یہ سب الٰہی بخش صاحب کے ہاں مقیم ہیں۔ نماز کے بعد صدر صاحب ہیگ جماعت نے ہم سب کا استقبال کیا اور مجھے خطاب کرنے کو فرمایا۔ اور پھر جرمن مندوبین کو بھی تقاریر کرنے کی تحریک کی۔ سب نے مختصراً اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ امام سعید احمد صاحب پہلے ہی خطبہ جمعہ اور نماز پڑھا چکے تھے اس لئے انہیں دوبارہ خطاب کے لئے زحمت نہ دی گئی۔

بروز ہفتہ مورخہ ۲۲/۷ یوٹریکٹ میں کنونشن کا آغاز ۱۲۔۳۰ ہوا۔ استقبالیہ میں محترم جگو صاحب کی صاحبزادی بھی شامل تھیں۔ جو مندوبین کو بیج لگا رہی تھیں اور باہر سے آنے والے مندوبین کو پھول پیش کئے جا رہے تھے۔ سٹیج پر کرامت علی صاحب صدر فیڈریشن اور صاحب بطور سیکرٹری تشریف فرما تھے۔ بعد میں مجھے بھی سٹیج پر بلوایا گیا اور اس طرح پھر پروفیسر عزیز احمد صاحب اور لاہور سے مندوب خواتین کو بھی دعوت دی گئی۔ خطبہ استقبالیہ اور جنرل سیکرٹری کی تقریر کے بعد دیگر تقاریر شروع ہوئیں۔ محترمہ رضیہ مدد علی صاحبہ، محترمہ زکیہ شیخ صاحبہ اور تیسرے اجلاس میں جو ۷ بجے شام شروع ہوا خاکسار اور پروفیسر عزیز احمد صاحب ہمراہ وفد از صدر انجمن نے خطاب کیا۔

اجلاس کو جاری ہوئے ۶ گھنٹہ ہو گئے تھے رات ۹ بجے جلسہ ختم ہوا پھر رات کا کھانا اور پھر واپسی، اس رات کا کھانا یوٹریکٹ جماعت کی طرف سے تھا۔ اس اجلاس میں تقاریر کا معیار اچھا تھا۔ سرینام کے لوگ جو ہالینڈ میں مقیم ہیں اب تقاریر کرتے ہیں اور علم حاصل کرنے کا شوق رکھتے ہیں۔ دو تقاریر بہت عمدہ رہیں۔ یوٹریکٹ کے صدر صاحب نے اپنی جوشیلی تقریر میں حضرت بانی سلسلہ کے حالات یوں دیئے جیسے انہیں ازبر یاد ہوں۔ دوران تقاریر حضرت صاحب کے کلام سے ترنم اور سوز و گداز کے ساتھ نظمیں پڑھی جاتی رہیں۔ سب ہی چھوٹے بڑے عشق کے عالم میں نظم از درثمین ترنم سے پڑھنے کے متمنی ہیں۔ اور دوران ادائیگی نظم ان پر حال پڑنے کی کیفیت آ جاتی ہے۔ سرینام کے لوگ واقعی حضرت صاحب سے عشق کا رشتہ رکھتے ہیں۔

اتوار کے دن جلسہ ۱۔۳۰ دوپہر سے شروع ہو کر شام ۶ بجے تک رہا۔ اس دن جنرل سیکرٹری کے فرائض محترم ایوب صاحب نے سرانجام دیئے اس اجلاس میں ۱۔۳۰ تا ۲۔۳۰ استقبالیہ دعوت چائے کا اہتمام رہا۔ پھر ہالینڈ کی تمام جماعتہائے کے صدر، سیکرٹری صاحبان نے اپنے اپنے پروگرام پیش کئے۔ اور یہاں تقاریر و نظم کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ ایک تقریر محترمہ رضیہ مدد علی صاحبہ کی بھی رکھی گئی تھی۔ تقریر کے بعد انہوں نے جامع برلن کے لئے اپیل کر دی جو کہ غیر متوقعہ تھی کیونکہ امام برلن پہلے روز اپنی تقریر میں کہہ چکے تھے کہ میں اپیل نہ کروں گا۔ جواب میں محترم جگو نے اپنی طرف سے ۵ ہزار گلڈر ادا کئے۔ کل ۱۸۰۰ ڈچ گلڈر مل گئے اور پانچ سو ڈالر اور ۵ پونڈ مل گئے۔ اس اجلاس میں جناب کرامت علی اور سنتو صاحب کی تقاریر بہت ہی عمدہ رہیں۔ انہوں نے یوٹریکٹ دربار تو انگریزی میں بیان کیا۔

جناب نور سردار نے بھی پرجوش خطاب کیا۔ گو وہ پروگرام پر نہ تھے۔ انہوں نے جامع برلن کی مرمت کے سلسلہ میں بات کی اور احباب کو یاد دلایا کہ جو وعدہ انہوں نے سالانہ چندہ صدر انجمن کو ادا کرنے کا حضرت امیر ایدہ اللہ سے ۱۹۸۱ء میں کیا تھا اس پر عمل ہوتا رہتا تو آج مرمت کا کام آسان ہو جاتا۔

الحاج عبدالرحیم جگو نے دعا کے بعد جلسہ کے اختتام کا اعلان کیا۔ اس موقع پر نہایت پرتکلف ڈنر پیش کیا گیا۔ اس کے دوران پروفیسر عزیز احمد صاحب، خاکسار، سنتو صاحب اور کرامت علی کی علیحدہ کمرہ میں میٹنگ ہوئی۔ جس میں مختلف موضوعات پر مشورے ہوئے۔ اور جماعتی امور زیر غور آئے۔

ہم نے اس دو یوم کے دوران ممبران جماعت اور ان کی بیگمات اور بچوں کو خدمت کے لئے کمربستہ اور تیار پایا۔ کھانا کھلانا، پہلے تیار کرنا اور پھر سنبھال کر کے سپورٹ کمپلیکس کو صاف ستھرا رکھنا بہت ہی محنت طلب کام تھا۔ اور یہ انہی کا کام تھا کہ وہ مسکراتے ہوئے سرانجام دیتی ہیں۔ ان میں محترمہ بیگم کرامت علی سر فہرست تھیں اور بیگم سنتو صاحبہ یوں تو سب ہی شامل تھیں۔

بروز سوموار پاکستانی قافلہ اور شاہد عزیز صاحب، پروفیسر عزیز احمد صاحب کی قیادت میں شام ۴ بجے عازم پیرامار بیو ہوئے۔

بقیہ خطبہ از صفحہ نمبر ۲۶

پہنچی تو اگر کشمیر نکل گیا تو مسلمانوں سے یہ جگہ بھی خالی کرا لی جائے گی، ہم میں سے ہر ایک سمجھ لینا چاہیئے کہ اگر کشمیر ہاتھ سے نکل گیا تو مشرقی پنجاب والا حال ہوگا پہلے ہی مشرقی پنجاب کے نکل جانے سے بہت بڑا نقصان ہوا ہے، اسلام کا نام وہاں سے مٹ گیا مسجدیں برباد ہو گئیں ان کو مندروں میں تبدیل کیا گیا ہندوستان کے دارالحکومت دہلی میں حکومت کے سامنے ۱۳۵ مسجدیں برباد کی گئیں اور بعض کو مندر بنایا گیا اللہ کا نام باقی نہ رہا۔

میں سمجھتا ہوں ہم لوگوں پر اس کی بڑی ذمہ داری ہے ذمہ داری۔ ہم نے اگر وہاں تبلیغ کی ہوتی تو یہ صورت پیش نہ آتی، وہ جماعتیں ہماری تھیں بہت تھوڑی تھیں مگر ان کا بھی بہت سا وقت اور مال آپس کے جھگڑوں میں برباد ہوا کاش یہ قوت اسلام کے غلبہ کو قائم کرنے پر خرچ ہوتی۔

خدا کے لئے جان و مال دینے کی تیاری کر لو

اس لئے یہ بات ہمارے لئے غور طلب ہے کہ اگر ایک موقعہ ہاتھ سے نکل گیا اور اس قدر عظیم الشان نقصان اٹھانا پڑا تو اب دوسرا موقعہ ہاتھ سے نہ جائے اس وقت بھی اگر ہم اصلاح کر لیں، اور اسلام کے غلبہ کی کوشش کریں تو بچاؤ کی کوئی صورت ہو سکتی ہے، یہ کوئی بڑی بات نہیں، ایک طرف شیطان ہے جو دنیا میں بدی کا بیج بوتا ہے لیکن خدا چاہتا ہے کہ دنیا میں صلح اور امن کا دورہ ہو، جب تک آپ اپنی ساری طاقت اس کے لئے نہ لگا دیں جب تک اسلام کے غلبہ کے لئے پورا زور صرف نہ کر دیں اس وقت تک کوئی کامیابی نہیں ہو سکتی صرف زبانی دعائیں کسی کام کی نہیں جب تک اپنے دلوں کو خدا کے آگے نہ جھکا دیں اور پورا پورا خدا کے آگے نہ گر جائیں بیشک دعا کرو لیکن جس وقت دعا کرو تو نہ کسی انسان کے سامنے صرف خدا کے سامنے اقرار کرو کہ اے خدا یہ جو کچھ میرے پاس مال اور جائداد ہے یہ سب تیرا مال ہے میں تیرے رستہ میں اس کو ہر وقت خرچ کرنے کے لئے تیار ہوں جب تک یہ تیاری دلوں کے اندر پیدا نہیں ہوتی، اس وقت تک خدا کا فضل رکا ہوا ہے اور دعاؤں کی قبولیت میں بھی روک بنا ہوا ہے کسی انسان سے نہ کہو صرف خدا کے سامنے تیاری کر لو، اس کے آگے اپنی جان اور مال پیش کرنے کا عہد کرو، اگر یہ تیاری ہو تو خدا تعالیٰ کا فضل بھی نازل ہوگا ورنہ دشمن نے اسلام کو کمزور اور تباہ کرنے کی جو تدبیریں کر رکھی ہیں وہ بہت گہری ہیں، تاہم اللہ تعالیٰ کی تدبیریں کامیاب ہوں گی، اسلام ضرور غالب ہوگا لیکن اس کا غالب ہونا ہمارے اعمال پر موقوف ہے

چھوڑ دیجئے اس بات کو کہ دوسرے کیا کرتے ہیں ہم کو امام وقت نے اس کام کے لئے کھڑا کیا تھا کہ دنیا کی پرواہ نہ کرتے ہوئے خدا کے نام کو دنیا میں بلند کریں گے یہی ہمارا سب سے ضروری فرض ہے

میرے زخموں کو لگا مرہم کہ میں رنجور ہوں
میری فریادوں کو سن میں ہو گیا زار و نزار
دیکھ سکتا ہی نہیں میں ضعفِ دینِ مصطفےٰ
مجھ کو کر اے میرے سلطاں کامیاب و کامگار

کیا سلائے گا مجھے تو خاک میں قبل از مراد
یہ تو تیرے پر نہیں امید اے میرے حصار
یا الٰہی فضل کر اسلام پر اور خود بچا
اس شکستہ ناؤ کے بندوں کی اب سن لے پکار
تیرے ہاتھوں سے میرے پیارے اگر کچھ ہو تو ہو
ورنہ فتنہ کا قدم بڑھتا ہے ہر دم سیل دار
اک نشاں دکھلا کہ اب دیں ہو گیا ہے بے نشاں
اک نظر کر اس طرف تا کچھ نظر آئے بہار
اے میرے یارِ یگانہ اے میری جاں کی پناہ
کر وہ دن اپنے کرم سے دیں کے پھیلانے کے دن

پھر بہارِ دیں کو دکھلا اے میرے پیارے قدیر
کب تلک دیکھیں گے ہم لوگوں کو بہکانے کے دن

حضرت مرزا صاحب کی گریہ و زاری کو اللہ تعالیٰ نے سنا اور آپ کو خوشخبری دی گئی کہ :

بخرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید
و پائے محمدیاں بر منارِ بلند تر
محکم افتاد۔

یعنے خوش ہو جا کہ جس وقت کے لئے تو رو رو کر دعائیں کرتا رہا ہے وہ نزدیک آ گیا ہے اور "محمدیوں" کا پیر پہلے سے بلند تر مینار پر مضبوطی سے قائم ہو گیا ہے۔

اس مژدۂ جانفزا میں چند باتیں تشریح طلب ہیں "محمدی" کیوں فرمایا؟ وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے دین پر حملہ آور اور ان کو گمراہ کرنے کا باعث عیسائی مشنری اور مستشرقین .... تھے اور وہ مسلمانوں کو "محمڈن" کے نام سے پکارتے تھے حالانکہ قرآن کریم نے اپنے ماننے والوں کو صاف طور پر مسلمین کا نام عطا فرمایا ہے جیسا کہ قرآن شریف میں آتا ہے هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا (سورۃ الحج ۲۲ - آیت ۷۸) یعنے اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمہارا نام مسلمین رکھا ہے۔ اس (قرآن حکیم) میں اور اس سے پہلے (حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان سے) جیسا کہ مذکور ہے۔ سورۃ بقرۃ آیت ۱۲۸ میں۔ تو پھر عیسائی مسلمانوں کو "محمڈن" کیوں کہتے تھے؟ اس کی وجہ یہ تھی کہ جن اُمتوں نے اپنے نبیوں کو نعوذ باللہ خدا بنا لیا تھا وہ ان نبیوں کے نام سے پکاری جاتی تھیں مثلاً حضرت عیسےٰ کے پجاری عیسائی کہلائے۔ یا مہاتما بدھ کو پوجنے والے بدھ کہلاتے ہیں مگر اسلام میں توحید اس کمال کی ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت حضورؐ کے نام سے موسوم نہیں اس لئے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پوجتی۔ مگر عیسائی مشنری اور مستشرقین جن کے دلوں میں اسلام سے دشمنی اور خار کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی انہوں نے مسلمانوں کا نام "محمڈن" لینا شروع کیا یہ تاثر دینے کے لئے کہ مسلمان بھی نعوذ باللہ حضور صلعم کو پوجتے ہیں۔ چونکہ ہر انسان کی فطرت میں اللہ تعالیٰ نے توحید کا سبق رکھا ہے اس لئے دشمنانِ اسلام کے دل میں تو ان کے گھڑے ہوئے شرک کی وجہ سے چور تھا مگر بجائے اپنے شرک کی گمراہی کو چھوڑنے کے انہوں نے مسلمانوں کو بھی نعوذ باللہ شرک میں ملوث مشہور کرنے کی کوشش کی مثل مشہور ہے کہ کسی نے ایک کبڑی بڑھیا سے پوچھا کہ تیرا دل کیا چاہتا ہے کہ تیرا کُب دور ہو جائے یا ساری دنیا کبڑی ہو جائے؟ اس نے کہا "ساری دنیا کبڑی ہو جائے"، وہی حال دشمنانِ اسلام کا تھا۔ اپنے شرک کو چھوڑ کر مسلمانوں سے خالص توحید کا سبق سیکھنے کی بجائے انہوں نے مسلمانوں کو بھی نعوذ باللہ مشرک ثابت کرنا چاہا۔ ان کا حال بقول شاعر ؎

ہم تو ڈوبے ہیں صنم تجھ کو بھی لے ڈوبیں گے

والا تھا۔ اس سلسلہ میں مجھے اپنا ایک واقعہ یاد آیا کہ میں جن دنوں انگلستان میں آئی۔ سی۔ ایس کا کورس کرنے گیا ہوا تھا تو وہاں ایک دفعہ میں سیر و سیاحت کرنے ہوئے ایک ہوٹل میں قیام پذیر تھا، مغرب کا وقت ہوا تو میں اس ہوٹل کے ڈرائنگ روم کی محفل چھوڑ کر اپنے بیڈروم میں گیا اور نماز مغرب ادا کر کے واپس آیا تو ایک نہایت معزز لیڈی نے مجھ سے کہا "آپ ہماری دلچسپ محفل کو چھوڑ کر کہاں گئے تھے"؟ میں نے کہا کہ میں نماز پڑھنے گیا تھا۔ اس پر اس لیڈی نے کہا "آپ محمدؐ کا بت سوٹ کیس میں لے کر سفر کرتے ہو گے تا کہ جہاں چاہا اُسے پوج لیا"!! یہ ۱۹۳۱ء کی ایک متمول اور پڑھی لکھی لیڈی کا حال تھا! اور یہ دشمنانِ اسلام کے جھوٹے پروپیگنڈہ کا نتیجہ تھا۔

تو حضرت مرزا صاحب کو جو مژدہ الہام ہوا تھا کہ "بخرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منارِ بلند تر محکم افتاد" اس میں میری حقیر رائے میں لفظ "محمدیاں"، اس لئے استعمال ہوا تھا کہ دشمنانِ اسلام جو تعصب اور بغض کی وجہ سے مسلمانوں کو محمڈن کہتے تھے انہیں یہ سرزنش تھی کہ تم تو یہ حرکت مسلمانوں کے متعلق غلط فہمی پھیلانے کے لئے کرتے ہو مگر اسی نام محمڈن کے صدقہ سے تم نے جو مسلمانوں سے دینی اور دنیاوی وجاہت چھین لی تھی وہ اللہ تعالیٰ ان کو واپس عطا فرمائیگا۔ اور وہی ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان کی کھوئی ہوئی سلطنتیں اور آزادی واپس دلادی یعنی اسلامی دنیا میں یہ انقلابِ عظیم آیا۔ بات مختصر کرنے کے لئے صرف ایک مثال دیتا ہوں۔ اہلِ مغرب کو یوں تو تمام مسلمان قوموں سے اللہ واسطے کا عناد تھا مگر عربوں سے خاص طور پر حقارت تھی۔ پر اللہ تعالیٰ کی شان دیکھئے کہ اس نے عربوں کو تیل کے ذخائر دے کر مالا مال کر دیا۔ اور اب یہ حالت ہے کہ ہمارے بھائی عربوں کا بول بالا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مغرب کے دولت پرست لوگوں کے لئے عربوں کی دولت بڑی بھاری کشش ہے اور اسی لئے عربوں کو وہ سر آنکھوں پر بٹھائے ہیں جس پر ہم جتنا بھی خوش ہوں کم ہے۔ نوبت بایں جا رسید کہ ورلڈ بنک جیسا دنیا کا سب سے بڑا بنک ایک عرب سلطنت سے قرضہ مانگ کر اپنا کام چلا رہا ہے۔ اسی طرح بنک آف انگلینڈ کے اثاثہ میں ایک دوسری عرب سلطنت کا بہت بڑا حصہ ہے۔ دنیا بھر کی تجارت کی چیزوں پر (مثلاً دوائیوں پر) خواہ کسی زبان میں ہدایات ہوں یا نہ ہوں کمپنی کی مادری زبان کے علاوہ عربی زبان میں ہدایات ضرور ہوتی ہیں۔ خود پاکستان میں جہاں انگریز کا رویہ جو تھا وہ سب کو معلوم ہے مگر اب وہی انگریز پاکستانیوں کو "سر سر" کہتا پھرتا ہے۔

۹۔ مگر دنیا سے بڑھ کر ہر مسلمان کو اپنے دین کا سب سے بڑا غم تھا کیونکہ انیسویں صدی عیسوی میں عیسائی مشنری اور آریہ سماجی پنڈت اسلام پر سختی سے حملہ آور تھے اور یوں ایک مذہبی جنگ مسلمانوں پر مسلط کی گئی تھی جس میں تلوار نہیں بلکہ قلم استعمال ہو رہی تھی۔ اس جنگ میں بھی حضرت مرزا صاحب اور آپ کی جماعت نے نمایاں حصہ لیا جس کا گواہ انیسویں اور بیسویں صدی عیسوی کا مذہبی لٹریچر ہے۔ اور ساری دنیا میں زبانی گواہی سے بڑھ کر تحریری گواہی قابلِ قبول ہوتی ہے۔ اس لڑائی کے متعلق حضرت مرزا صاحب کا ولولہ انگیز بیان پڑھنے کے قابل ہے۔ آپ نے فرمایا :-

"یقیناً سمجھو کہ اس لڑائی میں اسلام کو مغلوب اور عاجز دشمن کی طرح صلح جوئی کی حاجت نہیں بلکہ زمانہ اب اسلام کی رُوحانی تلوار کا ہے۔ جیسا کہ کسی وقت وہ اپنی طاقت دکھا چکا ہے

یہ پیشگوئی یاد رکھو کہ عنقریب اس لڑائی میں دشمن ذلت کے ساتھ پسپا ہو گا اور اسلام فتح پائے گا۔

حال کے علوم جدیدہ کیسے ہی زور آور حملے کریں، کیسے ہی نئے ہتھیاروں کے ساتھ چڑھ چڑھ کر آئیں مگر انجام کار ان کے لئے ہزیمت ہے۔ میں شکر نعمت کے طور پر کہتا ہوں کہ اسلام کی اعلیٰ طاقتوں کا مجھے علم دیا گیا ہے جس علم کی رُو سے میں کہتا ہوں کہ اسلام نہ صرف فلسفۂ جدیدہ کے حملے سے اپنے تئیں بچائے گا بلکہ حال کے علوم مخالفہ کی جہالتوں کو ثابت کر دیگا...
اس کی کشتی کا ناخدا خداوند تعالیٰ ہے...
وہ ہمیشہ اس کو طوفان اور بادِ مخالف سے بچاتا رہیگا جیسا کہ فرماتا ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ" (آئینہ کمالاتِ اسلام)

۱۰۔ یہ پیشگوئی اسی نوے سال کے لمبے عرصے میں بخوبی پوری ہوتی رہی اور ان شاء اللہ ہمیشہ پوری ہوتی رہے گی کیونکہ ہمارا خدا حی و قیوم ہے اور اس نے اسلام کو دنیا میں بھیجا ہے تا وہ تمام باطل دینوں پر غالب آئے۔ اور خدا کی بات ہمیشہ پوری ہوئی ہے۔ اور ہمیشہ پوری ہوتی رہے گی۔ یہی وہ ایمان ہے جو حضرت مرزا صاحب نے ہم میں پیدا کیا ہے۔ دوستو! اپنے پیر و مرشد کے پیغام کو نہ بھولو کہ ؎

بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا
بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا
بمفت این اجر نصرت را دہندت اے اخی ورنہ
قضائے آسماں است ایں بہر حالت شود پیدا

غلغلہ ہے چارسو عالم میں پاکستان کا

مولینا مرتضیٰ خان حسن بی۔ اے

پھر ہمارا پرچمِ اقبال لہرانے لگا
فضلِ باری ابرِ رحمت ہم پہ برسانے لگا
پھر ہمارے گلستاں میں آ گئی فصلِ بہار
باغِ دینِ مصطفےٰ میں پھر لگے ہیں اب ثمار
پھر خدا کی نصرت و تائید کے در کھل گئے
داغ نکبت اور ذلت کے تھے جتنے دھل گئے
گڑ گیا ہندوستاں میں پھر علم اسلام کا
غلغلہ ہے چارسو عالم میں پاکستان کا

مرحبا صد مرحبا اے قائدِ عالی مقام
آفریں ہمت پہ تیری اے جناحِ نیک نام
شکر کیونکر ہم بجا لائیں ترے احسان کا
تو نے ہی قیدِ غلامی سے کیا ہم کو رہا
خدمتِ دینِ متیں سے یہ شرف تم کو ملا
نام تیرا مثلِ مہر و ماہ روشن ہو گیا

پھر یہاں تعمیر ہو گا قصرِ دینِ مصطفےٰ
پھر پڑے گی اس زمیں میں کاخِ ملت کی بنا
مسجدیں آباد ہونگی پھر بفضلِ کبریا
اٹھے گی ہر سمت سے اللہ اکبر کی صدا
پھر چلے گی گلشنِ توحید میں بادِ صبا
شوکتِ اسلام کا سکہ رواں ہو جائے گا۔

سطوتِ کبریٰ بعالم جلوہ گر خواہد شدن
ایں جہاں را دوستاں رنگِ دگر خواہد شدن

جشنِ پاکستان پر

دعا اہلِ حرم کی عرش سے پیغام لائی ہے — بحمد اللہ کہ نصرت پھر درِ مولا سے آئی ہے
جو تھا مدِ مقابل آج اس نے منہ کی کھائی ہے — شہنشاہی مسلمانوں کی لونڈی بن کے آئی ہے

درِ خالق پہ یہ غازی جو خم اپنی جبیں کر لیں
تو پاکستان کیا شئے ہے جہاں زیرِ نگیں کر لیں

ہمیں فاروقِ اعظم کی وہ سطوت یاد ہے اب تک — علیؓ و طارق و خالدؓ کی جرأت یاد ہے اب تک
صلاح الدین و قاسم کی شجاعت یاد ہے اب تک — ہوئی تھی ہم پہ جو بارانِ رحمت یاد ہے اب تک

ادھر غازی کے لب پر نعرۂ تکبیر ہوتا تھا
تو ملکِ قیصر و کسریٰ ادھر تسخیر ہوتا تھا

وہ جرأت آشنا تھے گرمیٔ ایماں کی برکت سے — سمجھتے تھے کہ زندہ ہیں فقط احیاءِ ملت سے
خریدا جا نہیں سکتا تھا انکو مال و دولت سے — فقیری میں وہ مالا مال تھے صبر و قناعت سے

تکبر سے نہ اٹھتی تھی نگاہِ پاک باز ان کی
ادا ہوتی تھی تلواروں کے سایہ میں نماز ان کی

اسی جوشِ اخوت سے جہاں میں انقلاب آیا — یہی احساسِ ملت نور بن کر ہر طرف چھایا
یہی جذبہ مسلماں کو زمیں سے عرش پر لایا — جہاں والوں نے اپنے روبرو نورِ خدا پایا

نویدِ فتح و نصرت بن کے آئی ہر سحر ان کی
پہاڑوں کا جگر تک چیر جاتی تھی نظر ان کی

سرِ مسلم پہ اب جو ابرِ رحمت کی نوازش ہے — جگر کے خون سے تاریخِ ماضی کی نگارش ہے
چمن میں جذبۂ ذوقِ شہادت کی نمائش ہے — یہ کہہ دو بلبلوں سے نقدِ جاں کی آزمائش ہے

سرودِ رقص کی محفل کے اٹھ جانے کے دن آئے،
کمر باندھو عزیزو نور پھیلانے کے دن آئے

یہ نصرت ربِ کعبہ کی طرف سے اک بہانہ ہے — مقدر ہم کو میدانِ عمل میں آزمانا ہے
کٹھن ہے اپنی منزل آزمائش کا زمانہ ہے — ہمیں اسلام کی دیرینہ عظمت کو دکھانا ہے

ہمیں اس طرح پاکستان کی تعمیر کرنا ہے،
کہ قول و فعل سے قرآن کی تفسیر کرنا ہے،
خدا رکھے سلامت قائدِ ملک و سیاست کو
خدا محفوظ رکھے اہلِ ایماں کی ریاست کو

محمد اعظم علوی

پیغامِ صلح پاکستان نمبر ۱۵۔ اگست ۱۹۴۷ء کا ایک ورق

جلد ۷۲ | بتاریخ: ۱۳ صفر ۱۴۱۰ھ — بمطابق — ۱۵ ستمبر ۱۹۸۹ء | شمارہ (۱۵)

ارشاداتِ عالیہ حضرت بانیٔ جماعت

خداشناسی کے عظیم الشّان مرحلہ کی طرف ہم جماعت کو کھینچنا چاہتے ہیں

ہم اپنے خداتعالیٰ پر یہ قوی ایمان رکھتے ہیں کہ وہ اپنے صادق بندہ کو کبھی ضائع نہیں کرتا۔ حضرت ابراہیمؑ کی طرح وہ آگ میں ڈالا جاوے تو وہ آگ اس کو جلا نہیں سکتی ہمارا مذہب یہی ہے کہ ایک آگ نہیں۔ اگر ہزار آگ بھی ہو تو وہ جلا نہیں سکتی۔ صادق اس میں ڈالا جاوے تو ضرور بچ جاوے گا۔ ہم کو اگر اس کام کے مقابلہ میں جو خداتعالیٰ نے ہمارے سپرد کیا ہے آگ میں ڈالا جاوے تو ہمارا یقین ہے کہ آگ جلا نہ سکے گی۔ اور اگر شیروں کے پنجرہ میں ڈالا جاوے تو وہ کھا نہ سکیں گے۔ میں یقیناً کہتا ہوں کہ ہمارا خدا وہ خدا نہیں جو اپنے صادق بندہ کی مدد نہ کر سکے بلکہ ہمارا خدا قادر خدا ہے جو اپنے بندوں اور اس کے غیروں میں ما بہ الامتیاز رکھ دیتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو پھر دُعا بھی ایک فضول شے ہے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو کچھ میں خداتعالیٰ کی نسبت بیان کرتا ہوں اس کی قوتیں اور طاقتیں اس سے بھی کروڑ در کروڑ درجے بڑھ کر ہیں جن کو ہم بیان نہیں کر سکتے۔

ہمارا ایمان ہے کہ اگر قریشِ مکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کو پکڑ کر آگ میں ڈال دیتے تو وہ آگ ہرگز ہرگز آپ کو جلا نہیں سکتی تھی۔ اگر کوئی محض اس بناء پر کہ آگ اپنی تاثیر نہیں چھوڑتی انکار کرے تو وہ خبیث اور کافر ہے۔ کیونکہ خداتعالیٰ نے جب ان سب دشمنوں کو مخاطب کر کے یہ کہہ دیا کہ فکیدونی جمیعًا تم سب مکر کر کے دیکھ لو میں اس کو ضرور بچا لوں گا۔ پھر اگر کوئی یہ وہم بھی کرے کہ آگ میں ڈالتے تو معاذاللہ جل جاتے تو قرآن شریف سچا ہے اور خداتعالیٰ کے وعدے سچے ہیں۔ وہ کوئی بھی حیلہ اور فریب آپؐ کی جان لینے کے لئے کرتے اللہ تعالیٰ ضرور ان کے گزند سے محفوظ رکھتا جیسا کہ محفوظ رکھ کر دکھایا۔ خواہ وہ صلیب کا مکر کرتے خواہ آگ میں ڈالنے کا۔ غرض کوئی بھی کرتے آخر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خدا کے وعدے کے موافق صادق ثابت ہوتے جیسا کہ ہوئے۔ جس طرف ہم جماعت کو کھینچنا چاہتے ہیں وہ یہی عظیم الشّان مرحلہ خداشناسی کا ہے اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ آہستہ آہستہ سب کچھ ہو جاوے گا۔

ہمارے اختیار میں ہو تو ہم فقیروں کی طرح گھر بہ گھر پھر کر خداتعالیٰ کے سچے دین کی اشاعت کریں اور اس ہلاک کرنے والے شرک اور کفر سے جو دنیا میں پھیلا ہوا ہے لوگوں کو بچا لیں۔

(الحکم ۱۰ر جولائی ۱۹۰۲ء)

قارئینِ کرام!

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمارا سالانہ دعائیہ اجتماع مندرجہ ذیل تاریخوں میں ہوگا

برائے خواتین —— ۲۳ دسمبر ۱۹۸۹ء بروز ہفتہ

سالانہ اجتماع —— ۲۴ تا ۲۶ دسمبر ۱۹۸۹ء بروز اتوار پیر اور منگل

منصور احمد جنرل سیکریٹری انجمن

الیکشن اور جماعت احمدیہ لاہور

ایک ضروری وضاحت

ان دنوں اخبارات میں مرکزی اور صوبائی اسمبلیوں میں "قادیانیوں" کے لئے مخصوص اقلیتی نشستوں پر انتخابات کرائے جانے کے بارے میں خبریں آ رہی ہیں۔

جماعت احمدیہ لاہور کا "قادیانیوں" کے ساتھ تنظیم و عقیدہ کے بارے میں بنیادی اختلاف ہے اور اس وجہ سے ان کے ساتھ اس جماعت کا کسی طرح کا اشتراک و تعاون نہیں ہے، تاہم پاکستان میں ایک غالب مفاد پرست طبقہ اور اس کے زیر اثر عوام الناس ان دو جماعتوں میں دیدہ دانستہ کوئی فرق نہیں سمجھتے۔ اور ان الگ الگ جماعتوں کو "ایک ہی" قرار دیتے ہیں، اس لئے اس مبہم صورت حال میں اس حقیقت کی وضاحت اور اظہار ضروری ہے کہ جماعت احمدیہ لاہور ملکی و غیر ملکی ہر قسم کی سیاست کو اپنے لئے شجر ممنوعہ سمجھتی ہے اور حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ نے سیاست بازی اور سیاست گری سے مجتنب رہنے کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ اپنے امام کے ارشاد و ہدایت کی اتباع میں اس کا ہمیشہ عمل غیر سیاسی رہا ہے چنانچہ جماعت احمدیہ لاہور کا من حیث الجماعت کسی ایسے مبیّنہ الیکشن یا انتخابات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور یہ جماعت کسی بھی مخصوص اقلیتی نشستوں پر اپنی جماعتی نمائندگی حاصل کرنا نامناسب سمجھتی ہے۔ اور نہ اس عمل میں کسی طرح کی دلچسپی رکھتی ہے۔ یہ امر ہمارے جماعتی مسلک کے سراسر خلاف ہے۔ اگر کوئی شخص اس جماعت کے حوالے سے مبیّنہ الیکشن یا انتخاب میں حصہ لیتا ہے تو اس کا یہ اقدام انفرادی، بر خود غلط اور ناحق ہے۔ ایسا شخص جماعت احمدیہ لاہور کا ہرگز ہرگز نمائندہ نہیں ہوگا۔ اور جماعت احمدیہ لاہور قانونی چارہ جوئی کا حق رکھتی ہے۔

منصور احمد
آنریری جنرل سیکرٹری
احمدیہ انجمن ۔ لاہور
دارالسلام کالونی۔ ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن ۔ لاہور

سرینام انٹرنیشنل احمدیہ کنونشن

اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے ایک شاندار اور ایمان افروز کامیابی پر حضرت امیر ایدہ اللہ کے نام برقی پیغام

ماہ جولائی کے آخری دنوں میں پاراما ریبو، سرینام (جنوبی امریکہ) کے مقام پر تحریک احمدیہ کی صد سالہ تقریبات کے سلسلہ میں ایک سہ روزہ انٹرنیشنل احمدیہ کنونشن منعقد ہوا۔ اس کے شاندار اور کامیاب اختتام پر سرینام جماعت کے صدر جناب رشید پیر خان نے امیر جماعت حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت محترم میں جو برقی پیغام ارسال کیا اس کا متن قارئین کرام کی نذر ہے۔ (ادارہ)

- اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمارا کنونشن ایک شاندار کامیابی کا حامل تھا۔
- بیرون ممالک سے آمدہ وفود میں احباب ذیل کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔

مسٹر اور مسز ساہو خان ۔ کینیڈا۔ مسٹر شاہد عزیز ۔ یو کے۔
مسٹر سعید احمد چوہدری ۔ برلن (مغربی جرمنی)۔ مسٹر لال محمد معہ ۱۹ افراد از ہالینڈ
مسٹر جی۔ این ڈین اور دیگر دو احباب از فیجی، مسٹر عنایت محمد اور مولانا کمال ہیڈل معہ دس افراد از ٹرینیڈاڈ، مسٹر عالم شاہ اور مولوی محمد رشید صاحب معہ ۲۷ افراد از گیانا، عزیز احمد صاحب معہ ۲ احباب از پاکستان، اور پروفیسر ڈاکٹر اور مسز ایم اے جوجو سوجیتو از انڈونیشیا۔

- کنونشن کی افتتاحی تقریب ۲۸ جولائی کو صبح دس بجے ہوئی جس میں احباب و خواتین جماعت کے علاوہ مقامی و غیر مقامی مسلم و دیگر مذاہب کی انجمنوں، سماجی اداروں اور فلاحی سوسائٹیوں کے نمائندگان، عمائدین، علماء، فضلاء، رہنماؤں اور دیگر مہمانوں نے شرکت کی۔ خصوصی مہمانوں میں جمہوریہ سرینام کے صدر ہز ایکسیلنسی شنکر، نائب صدر مسٹر اریجا ایبرداں۔ رومن کیتھولک چرچ کے بشپ جناب زیچم، سناتن دھرم مہا سبھا کے صدر ڈاکٹر نانن پنڈے، بعض وزرائے مملکت، معززین اور رہنما شخصیات شامل تھیں۔
- ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعے تقریب کی مکمل روئیداد براہ راست نشر کی گئی۔
- ۳۱ جولائی سے ۱۵ اگست تک بیرونی وفود کے سربراہان کے انٹرویو کے سات خصوصی ٹی وی پروگراموں کا اہتمام کیا گیا جس میں پاکستان کی پروفیسر رضیہ مدد علی اور پروفیسر عزیز احمد، انڈونیشیا کے ڈاکٹر ایم اے جوجو سوجیتو، کینیڈا کے مسٹر یاسین ساہو خان اور ٹرینیڈاڈ کے مولانا ایم کمال ہیڈل شامل ہیں۔
- انٹرنیشنل پریس سے انٹرویو کے پروگرام جاری رہے۔

ہم اپنے پیارے امیر ایدہ اللہ کی خدمت محترم میں حمد الٰہی اور تحدیث نعمت کے طور پر ان خوشکن اور مسرت آفریں لمحات میں پر خلوص دلی مبارکباد کا نذرانہ پیش کرتے ہیں۔ اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ پر اور دیگر احباب جماعت پر اپنی خاص الخاص رحمتیں نازل فرمائے۔ جماعت کے سارے احباب بالخصوص مکرم نصیر احمد فاروقی کی خدمت میں میری نیک تمنائیں اور دعائیں اور سلام و آداب پیش ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔ آمین۔

رشید پیر خان
صدر احمدیہ انجمن ۔ سرینام ۔ (جنوبی امریکہ)

پندرہ روزہ پیغامِ صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۱۶ ستمبر ۱۹۸۹ء

قائدِ اعظم محمد علی جناح

حضرت بانیٔ پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح کی اس ماہ برسی منائی جا رہی ہے۔ آج سے اکتالیس سال پہلے ان کی وفات کے موقعہ پر ہم نے حصول پاکستان کے سلسلہ میں ان کی جدوجہد اور اس عظیم الشان اسلامی سلطنت کی بنا رکھنے کا ذکر کرتے ہوئے یہ لکھا تھا:۔

"قائدِ اعظم نے اپنی زندگی میں جو عظیم الشان کیرکٹر ہمارے سامنے رکھا۔ خلوص و ایثار کا جو بے نظیر نمونہ پیش کیا وہ ہر مسلمان کے لئے ایک درس عبرت رکھتا ہے، اس زمانہ میں جب ایک طرف انگریز مسلمانوں کو غلامی سے کسی طرح آزاد کرنے کے لئے تیار نہ تھا اور طرح طرح کے حیلوں اور بہانوں سے پاکستان کی تحریک کو ختم کر کے انہیں ہندوؤں کی غلامی میں دینے کے لئے آمادہ تھا، اور دوسری طرف ہندو قوم اپنی مکارانہ چالوں اور سیم و زر سے بھری ہوئی ہمیانیوں کے ذریعہ بعض بڑے بڑے مسلمانوں اور خود انگریزوں کو بھی خریدنے میں کامیاب ہو گئی تھی، قائد اعظم ہی تھے جن کے سامنے نہ جواہر لال نہرو اور گاندھی کی فریب بھری تدابیر کامیاب ہوئیں نہ زر و جواہر کے انبار، اس مستقل مزاج اور مخلص انسان کی گردن کو ذرہ بھر جھکانے کا موجب ہوئے، لوگ ان کی مستقل مزاجی کو ضد اور ہٹ خیالی کرتے اور انہیں ایک ضدی انسان سمجھتے رہے لیکن دنیا نے دیکھ لیا کہ آپ کی یہ مستقل مزاجی ہی آخر کار ساڑھے چار کروڑ مسلمانوں کو ہندو اور انگریز دونوں کی غلامی سے بیک وقت چھڑانے اور ایک عظیم الشان مملکت کا مالک بنانے کا موجب ہوئی، اگر آپ ذرہ بھر بھی جھک جاتے یا ہندوؤں کی باریک ترین چالوں اور تدابیر کو جو مسلمانوں کو ہمیشہ کے لئے ان کی غلامی میں لے جانے کا موجب ہو سکتی تھیں اپنی بالغ نظری سے بھانپ نہ لیتے اور اپنی خداداد قابلیت سے ان کا تار و پود نہ بکھیر دیتے، یا کوئی طمع و لالچ آپ کے جذبۂ خلوص کو ایک ذرہ بھر بھی جنبش دے سکتی تو آج ملتِ اسلامیہ آزادی کی بجائے ایک طرف پرلے درجے کی ذلت و نکبت کے اندر دبی ہوئی ہوتی، یہ خدا کا کام تھا جو اس نے محض مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے حضرت قائد اعظم علیہ الرحمۃ سے لیا اور اس کی وجہ سے نہ صرف موجودہ مسلمان بلکہ آئندہ نسلیں بھی ان کی روح پر فتوح پر سلام بھیجتی رہیں گی"

پھر پاکستان بننے کے بعد قائد اعظمؒ نے اپنی تقاریر میں قوم کو جو سبق مختلف موقعوں پر پڑھایا اس کے چیدہ چیدہ اقتباسات سن لیجئے:۔

۱۱ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو افسرانِ حکومت سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا:۔

"جس پاکستان کے حصول کے لئے ہم نے گذشتہ دس برس جدوجہد کی ہے آج بفضلِ تعالیٰ ایک مسلمہ حقیقت بن چکا ہے مگر کسی قومی ریاست کو معرض وجود میں لانا مقصود بالذات نہیں ہو سکتا بلکہ کسی مقصد کے حصول کے ذریعہ کا درجہ رکھتا ہے ہمارا نصب العین یہ تھا کہ ہم ایک ایسی مملکت تخلیق کریں جہاں ہم آزاد انسانوں کی طرح رہ سکیں جو ہماری تہذیب و تمدن کی روشنی میں پھلے پھولے اور جہاں معاشرتی انصاف کے اسلامی تصور کو پوری طرح پنپنے کا موقعہ ملے۔"

۱۳ جنوری ۱۹۴۸ء کو اسلامیہ کالج پشاور میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"ہم نے پاکستان کا مطالبہ ایک زمین کا ٹکڑا حاصل کرنے کے لئے نہیں کیا تھا بلکہ ایک ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے تھے جہاں ہم اسلام کے اصولوں کو آزما سکیں۔"

اسی کالج میں ۱۲ اپریل ۱۹۴۸ء کو تقریر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"یاد رکھیئے ہم ایک ایسی مملکت کی تعمیر کر رہے ہیں جو پوری اسلامی دنیا کی تقدیر بدل دینے میں اہم کردار ادا کرنے والی ہے ہمیں وسیع تر اور بلند تر بصیرت کی ضرورت ہے ایسی بصیرت جو صوبائیت، قوم پرستی اور نسل پرستی کی حدود سے ماوراء ہو ——— ہم سب میں حب وطن کا ایسا شدید جذبہ پیدا ہو جانا چاہیئے جو ہم سب کو ایک متحد اور مضبوط قوم کے رشتے میں پرو دے۔"

۲۵ مارچ ۱۹۴۸ء کو چٹاگانگ میں سرکاری ملازمین سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:۔

"آپ عوام کو سمجھنے کی کوشش کیجئے، محبت، شفقت اور ملنساری سے ان کے معاملات کو سلجھائیے کبھی کبھی کسی ضدی اور بانونی شخص سے مل کر آپ کو تکلیف ہو گی جو بار بار ایک ہی بات کی رٹ لگائے گا لیکن برداشت کیجئے، صبر و تحمل سے کام لیجئے اور اسے احساس دلایئے کہ اس کے ساتھ انصاف ہو گا ضرور ہو گا۔"

۱۴ فروری ۱۹۴۸ء کو سبی میں افسرانِ حکومت سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کے ضمیر سے بڑی کوئی قوت روئے زمین پر نہیں ہے میں چاہتا ہوں کہ جب آپ خدا کے روبرو پیش ہوں تو آپ پورے اعتماد سے کہہ سکیں کہ آپ نے اپنا فرض انتہائی ایمانداری، وفاداری، اور صمیم قلب سے انجام دیا ہے"

۲۶ مارچ ۱۹۴۸ء کو ڈھاکہ یونیورسٹی میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"آزادی کا مطلب بے لگام ہو جانا نہیں ہے آزادی کا مفہوم یہ نہیں کہ دوسرے لوگوں اور مملکت کے مفادات کو نظر انداز کر کے آپ جو چاہیں کر گذریں آپ پر بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور پہلے سے کہیں زیادہ، اب یہ ضروری ہے کہ آپ ایک منظم و منضبط قوم کی طرح کام کریں اس وقت ہم سب کو چاہیئے کہ اپنے اندر تعمیری جذبہ پیدا کریں"

۲۱ مارچ ۱۹۴۸ء کو ڈھاکہ کے ایک جلسہ عام میں تقریر کرتے ہوئے یہ تلقین کی کہ:۔

"میں چاہتا ہوں کہ آپ بنگالی، پنجابی، سندھی، بلوچی اور پٹھان وغیرہ کی اصطلاحوں میں بات نہ کریں میں مانتا ہوں کہ یہ اپنی جگہ وحدتیں ہیں لیکن میں پوچھتا ہوں کیا آپ وہ سبق بھول گئے ہیں جو تیرہ سو سال پہلے آپ کو سکھایا گیا تھا، اگر مجھے اجازت دی جائے تو میں کہوں گا یہاں آپ سب باہر سے آئے ہوئے ہیں، بنگال کے اصلی باشندے کون تھے؟ یقیناً وہ ہرگز نہیں جو آج کل بنگال میں رہتے ہیں ——— پس یہ کہنے کا آخر کیا فائدہ ہے کہ ہم پنجابی ہیں، ہم سندھی ہیں، ہم پٹھان ہیں؟ نہیں ——— ہم مسلمان ہیں اسلام نے ہمیں یہی سبق دیا ہے اور آپ یقیناً مجھ سے اتفاق کریں گے کہ آپ خواہ کچھ بھی ہوں اور کہیں بھی ہوں آپ اول و آخر مسلمان ہیں۔"

۲۸ مارچ ۱۹۴۸ء کو ڈھاکہ کی نشری تقریر میں فرمایا:۔

"اگر ہم خود کو بنگالی، پنجابی، سندھی، اور پٹھان وغیرہ پہلے اور مسلمان اور پاکستانی بعد میں سمجھنے لگیں گے تو پھر پاکستان لازماً پارا پارا ہو کر رہ جائے گا۔"

قائدِ اعظم علیہ الرحمۃ کی ان تقاریر کو پڑھیئے اور بار بار غور سے پڑھیئے اور موجودہ حالات پر انہیں منطبق کیجئے، آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ کہاں تک ہم آپ کی ان نصائح پر جو یقیناً پاکستان کی ترقی اور مضبوطی کا موجب ہو سکتی ہیں عمل پیرا ہیں، کہاں تک اپنے آپ کو پاکستانی پہلے اور پنجابی، سندھی، بنگالی وغیرہ پیچھے سمجھتے ہیں، کہاں تک ہمارے لیڈر اور افسران حکومت اپنے آپ کو خادم خلق سمجھتے ہوئے اسی جذبہ و خلوص کے ساتھ عوام کے ساتھ پیش آتے ہیں جس کی تلقین قائد اعظمؒ نے فرمائی تھی، یہ ہڑبازی اور بے لگام آزادی جو آج ہم پاکستان میں دیکھ رہے ہیں، کیا یہ منظم و منضبط قوم کا طریق عمل ہو سکتا ہے؟

یومِ دفاع

پاکستان کا یومِ دفاع ۶ ستمبر کو ملک میں نہایت خوشی و مسرت سے منایا گیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس روز پاکستانی افواج کو بھارت کی پانچ گنا زیادہ فوجوں پر جو ہر قسم کے اسلحہ سے لیس ہو کر پاکستان کی سرحدوں پر بلا اطلاع چڑھ آئیں جو عظیم الشان کامیابی نصیب ہوئی وہ پاکستان کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گی، اس فتح عظیم کا تہ میں اگر غور کر کے دیکھا جائے تو پاکستانی افواج کی ہمت و شجاعت، جرأت و دلیری کے حیرت انگیز واقعات کے علاوہ قومی اتحاد کی زبردست لہر کا اثر نمایاں نظر آتا ہے۔ اس موقعہ پر نہ صرف تمام سیاسی پارٹیاں اپنے اختلافات کو مٹا کر ملکی دفاع کے لئے متحد ہو گئیں بلکہ تمام مذہبی جماعتیں بھی باہمی تکفیر و تفسیق کے فتووں سے قطع نظر کرتے ہوئے اس ایک مقصد کو لے کر کھڑی ہو گئیں کہ دشمن کا مقابلہ سب نے مل کر کرنا ہے، اس لحاظ سے یہ جنگ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل لے کر آئی کہ اس نے پاکستان کی تمام منتشر جماعتوں کو ایک بنیانٌ مرصوص بنا کر کھڑا کر دیا۔ مساجد نمازیوں سے بھر گئیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور سب مل کر پاکستان کی حفاظت کے لئے دعائیں کرنے لگے۔ یہ اس اتحاد اور ساری قوم کی عاجزانہ دعاؤں کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل و کرم سے بھارتی لاؤ لشکر پر فتح عظیم عطا فرمائی۔ کاش اس واقعہ سے سبق حاصل کر کے اس اتحاد کو قوم کی زندگی کا دائمی عنصر بنا لیا جاتا، لیکن نہیں جونہی جنگ ختم ہوئی، پھر وہی باہمی کٹا چھنی اور ایک دوسرے کی تذلیل و تضحیک شروع ہو گئی یہاں تک کہ آج پہلے سے بہت بڑھ کر افتراق و انتشار پھیل رہا ہے، جو سیاسی پارٹیوں میں بالخصوص دن بدن بڑھتا ہی جا رہا ہے، نہ صرف یہی بلکہ ہر قسم کی لوٹ مار، قتل و غارت، بے غیرتی و فحاشی قوم کے ادنیٰ و اعلےٰ طبقوں میں یکساں طور پر پائی جاتی ہے، جو قوم کی کمزوری کا موجب ہے۔

اب جبکہ ملک کے ہر حصہ میں یوم دفاع منایا جا رہا ہے، ہم پھر اس اتحاد و اتفاق کی دعوت دیتے ہیں، جو بھارتی یلغار کے موقعہ پر پاکستانی قوم کے اندر پیدا ہو کر فتح عظیم کا موجب ہوا، اس وقت جو سیاسی و مذہبی جماعتیں انتخابی مقابلہ میں ایک دوسرے کو برا بھلا کہہ کر افتراق و انتشار کی خلیج کو وسیع کر رہی ہیں، اگر اپنے اپنے حلقوں میں ایک دوسرے پر طعن و تشنیع کے بغیر اور مذہبی جماعتیں ایک دوسرے پر فتوے بازی کو چھوڑ کر ایسی فضا پیدا کریں، جس سے اتحاد کی صورت پیدا ہو جائے تو یہ یوم دفاع کی صحیح یادگار ہو گی۔

اس کے ساتھ ہی ہم اس موقعہ پر قدرتِ خداوندی اور ہستی باری تعالیٰ کے ایک بہت بڑے نشان کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں جو یوم دفاع سے تعلق رکھتا ہے، آج سے ساٹھ سال پہلے کا واقعہ ہے کہ اس عظیم ہستی کو جسے آج کافر اور مرتد قرار دے کر دین سے خارج کیا جا رہا ہے، ایک کشف اللہ تعالیٰ نے دکھایا جو درج ذیل ہے:۔

"۲۹ اپریل ۱۹۰۵ء۔ رات دو بجنے میں سات منٹ باقی تھے کہ میں نے دیکھا کہ یکایک زمین ہلنی شروع ہو گئی پھر ایک زور کا دھکا لگا میں نے رؤیا ہی میں گھر والوں سے کہا کہ اٹھو زلزلہ آیا ہے اور یہ بھی کہا کہ مبارک کو لے لو، اسی حالت رؤیا میں یہ بھی خیال آیا کہ شاستری کی پیشگوئی غلط نکلی"۔ (تذکرہ مجموعہ الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

اس الہام میں جو الفاظ قابل غور ہیں، شاستری کون تھا اور اس کی کیا پیشگوئی تھی، اور زلزلہ سے کیا مراد ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے جنگِ احزاب کا ذکر کرتے ہوئے زُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا فرما کر یہ بتا دیا کہ حالتِ جنگ کو بھی زلزلہ کا نام دیا جا سکتا ہے، بالخصوص ایسی حالت جب کہ شدید زلزلہ کی طرح لوگوں کے دل دہل جائیں، یہی حالت یوم دفاع کے موقعہ پر پاکستانی قوم کی ہوئی جب اچانک ان پر ایک مہیب دشمن ہر قسم کا لاؤ لشکر لے کر چڑھ آیا اور مختلف جہات سے گولہ باری شروع کر دی اس واقعہ نے پاکستانیوں کے دل ہلا دیئے، اگرچہ اس کے بعد فتح عظیم نے مَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا کی حالت پیدا کر دی۔

یہ امر کہ اس رؤیا میں زلزلہ سے مراد یہی جنگ ہے جو ۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کو پاکستان کو پیش آئی رؤیا کے آخری الفاظ سے ثابت ہے، جن میں بتایا گیا ہے کہ شاستری کی پیشگوئی غلط نکلی یہ شاستری کون تھا اور اس نے کیا پیشگوئی کی تھی جو غلط نکلی، گذشتہ پوری صدی کی تاریخ کو پڑھ جایئے، بھارت کے اس وزیرِاعظم کے سوائے جس نے یہ جنگ برپا کی یعنے مسٹر لال بہادر شاستری اور کسی شخص کے نام کے ساتھ شاستری کا لفظ نہیں پایا جاتا، اور یہ امر واقع ہے کہ مسٹر لال بہادر کو عرفِ عام میں "شاستری" ہی کے نام سے پکارا جاتا تھا، پھر وہ پیشگوئی بھی جس کا ذکر مذکورہ بالا رؤیا میں ہے، اسی مسٹر شاستری ہی نے کی تھی، جبکہ لاہور پر حملہ آور ہونے سے پہلے اس نے اپنی قوم کو یہ اطلاع دی کہ آئندہ چوبیس گھنٹوں میں ایک عظیم الشان خوشخبری تمہیں سنائی جائے گی، اور اسی پیشگوئی کی تائید میں بھارتی افواج کے کمانڈر انچیف جنرل چودھری نے بھارتی لیڈروں کو دعوت دے دی کہ کل لاہور کے جم خانہ میں ہم مل کر چائے نوش کریں گے۔

قدرتِ خداوندی کو دیکھئے جس طمطراق سے یہ پیشگوئی کی گئی تھی، اور جس طریق سے ---- اس کو پورا کرنے کے سامان بہم پہنچائے گئے اسی طریق سے اللہ تعالیٰ نے اس کو غلط ٹھہرانے کے اسباب پیدا کر دیئے اور حق میں دنیا کو نظر آ گیا کہ ساٹھ سال پیشتر کہے ہوئے الفاظ کے عین مطابق شاستری کی پیشگوئی غلط ثابت ہوئی، اور جو خوشخبری آنجہانی شاستری جی اپنی قوم کو سنانے والے تھے وہ مبدل بہ رنج و یاس ہو گئی، اور وہ اپنی لوک سبھا (پارلیمنٹ) میں جنگ کی صورت حال بیان کرتے ہوئے دو دفعہ رو پڑے، یہ خدائی کام ہیں جو کسی بندہ کے بس کی بات نہیں، اور اسی سے اس مامورِ الٰہی کی صداقت اور ملہم من اللہ ہونا ثابت ہوتا ہے جس کے منہ سے یہ الفاظ عین مکاشفہ کی حالت میں نکلے جس سے ہستی باری تعالیٰ اور قدرتِ خداوندی کا زبردست ثبوت ملتا ہے۔

آج یوم دفاع کی یاد میں ... ہم پھر اس نشان کو صاحبانِ بصیرت کے غور و فکر اور حضرت مسیح موعودؑ کے ماننے والوں کے ازدیادِ ایمان کے لئے پیش کرتے ہیں اور پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا یہ واقعہ ایک درسِ بصیرت اپنے اندر نہیں رکھتا؟ کیا وہ لوگ جو اس مامور من اللہ کی تکذیب اور تکفیر کو اپنا آج دن کا شغل بنائے ہوئے ہیں اس علمِ غیب سے جو ہماری آنکھوں کے سامنے امرِ واقعہ کی صورت میں نظر آیا، عبرت و بصیرت حاصل کریں گے؟

بنگرائے نشاں ہائے خداوندِ قدیر
چشم بکشا کہ بر چشم نشانیست کبیر

آخر میں ہم پھر اہلیانِ پاکستان سے عرض کرنا چاہتے ہیں کہ تاکسی دن کی یاد منا لینا اور اس دن کے واقعات کو دہرا کر دل خوش کر لینا کوئی فائدہ نہیں رکھتا، ضرورت اس بات کی ہے کہ اس دن کے حالات کو مدِنظر رکھتے ہوئے غور کیا جائے کہ کیا ہمارے موجودہ حالات اس دن سے مطابقت رکھتے ہیں؟ کیا یومِ دفاع کے بعد بھارتی حملہ کا کوئی اندیشہ اب باقی نہیں رہا؟ آئے دن ہم سن رہے ہیں کہ بھارت اپنے اسلحہ کی فراوانی کے بل بوتے پر ہمسایہ ملکوں ---- پر حملہ آور ہونے کی تیاریاں کر رہا ہے، اور اس پر مستزاد یہ ہے کہ وہ ایٹم بم بنانے میں بھی مصروف ہے۔ بھارت کے طول و عرض میں مسلمانوں کو ایک سوچی سمجھی سکیم کے ماتحت قتل کیا جا رہا ہے ایک بیراج کی سکیم کے ماتحت پاکستان کا پانی بند کرنے کا انتظام کیا جا رہا ہے، کشمیر پر ناجائز قبضہ جما کر اس کے باشندوں پر طرح طرح کے مظالم برپا کئے جا رہے ہیں، ایسی حالت میں کیا یہ فرض نہیں کہ باہمی تفریق کی بجائے اتحاد کی صورت اختیار کریں اور ہر قسم کے وسائل سے کام لے کر قوم کو آئندہ خطرات سے محفوظ کرنے اور اپنے ہندوستانی اور کشمیری بھائیوں کو مظالم سے بچانے کا کوئی انتظام کریں؟ یہ لمحہ فکریہ ہے جس کی طرف ہمارے اخبارات کو بالخصوص توجہ کرنی چاہیئے اور ایک دوسرے کے خلاف اشتعال پیدا کرنے والے مضامین کے بجائے قوم کو اتحاد و اتفاق اور آئندہ خطرات سے حفاظت کے سامان بہم پہنچانے کے لئے تیار کرنا چاہیئے۔

خدا اور اس کے رسولؐ کا فرمان

والدین کے ساتھ حسنِ سلوک:

ترجمہ:۔ "اور تم اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ بناؤ اور اپنے والدین کے ساتھ (بہت) احسان کا سلوک کرو"۔

حضور صلعم نے فرمایا:۔

"یعنی کیا میں تمہیں زیادہ بڑے گناہوں کی خبر نہ دوں"؟ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیوں نہیں، حضورؐ نے فرمایا:

"یعنی اللہ تعالیٰ کا شریک کرنا اور ماں باپ کی نافرمانی زیادہ بڑے گناہ ہیں"۔

جماعتی خبریں

o — اللہ تعالیٰ کے خاص الخاص فضل و کرم سے ہمارے پیارے امیر حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب ایدہ اللہ بخیر و عافیت ہیں اور صحت بہتر ہے الحمدللہ۔ آپ معمول کے مطابق کارِ دینیہ میں مصروف ہیں جماعتی امور و معاملات سر انجام دیتے ہیں اور ملاقاتی حضرات سے ملاقات کا سلسلہ جاری رکھتے ہیں۔ پچھلے دنوں حضرت ممدوح نے لاہور مرکز میں شبان الاحمدیہ کے لئے ہونے والے پندرہ روزہ دینی تربیتی کورس کا افتتاح فرمایا جس میں جماعتوں کے نوجوانوں نے شرکت کی۔ حضرت ممدوح نے اس کورس کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے اس کے اغراض و مقاصد اور اس کی اہمیت و افادیت کی طرف توجہ دلائی اور شرکاء کورس کے لئے دعا کی اور اپنی نیک تمناؤں کا اظہار فرمایا۔ یہ پندرہ روزہ اجتماع بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔ دوران کورس منتظمین اور اساتذہ حضرات سمیت شبان الاحمدیہ کے شرکاء نے کورس کی افادیت و اہمیت کے پیش نظر اس کے پروگرام پر بہ احسن طریق عمل درآمد کیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل و برکات کے ساتھ یہ کورس اختتام پذیر ہوا۔

o — ناظم اخبارات محترم میاں فضل احمد صاحب نے اپنے غیر ملکی دورہ (امریکہ، ہالینڈ اور انگلستان) کی واپسی پر اپنی رپورٹ حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں پیش کی اور حضرت ممدوح سے امور و معاملات کے بارے میں کئی بار ملاقاتیں کیں۔ موسم کی تبدیلی نے حضرت امیر کی صحت پر خوش گوار اثر کیا ہے۔ احباب سے درخواست ہے کہ وہ اپنے پیارے امیر کی بہتر صحت اور درازیٔ عمر کے لئے مخلصانہ اور دردمندانہ نیم شبی دعاؤں کا سلسلہ جاری رکھیں۔

o — حضرت مولانا شیر محمد خوشابی کی صحت بھی الحمدللہ ان دنوں بہتر ہے اپنے شہر خوشاب سے آ کر وہ دارالسلام لاہور کے گیسٹ ہاؤس میں قیام پذیر ہو گئے ہیں۔ شبان الاحمدیہ کے دینی تربیتی کورس میں انہوں نے بھرپور حصہ لیا۔ اور تحریک احمدیہ کے پیغام و تعلیمات کے مختلف موضوعات پر انہوں نے فاضلانہ خطاب کا روزانہ سلسلہ جاری رکھا۔ احباب سے التماس ہے کہ وہ اپنی جماعت کے اس نہایت قیمتی بزرگ کی صحت عاجلہ کاملہ کے لئے مخلصانہ دعائیں جاری رکھیں۔

o — چند ہفتے پہلے مکرم میاں فضل احمد صاحب اپنی اہلیہ سمیت امریکہ تشریف لے گئے تھے جہاں انہوں نے اپنا طبی معائنہ کروایا۔ جس کی رپورٹ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تسلی بخش ہیں۔ واپسی سفر پر آپ نے ہالینڈ کی دو روزہ احمدیہ کنونشن میں بھی شرکت کی جس کی مختصر سی رپورٹ گذشتہ شمارے میں درج ہو چکی ہے۔

o — جرمنی زبان کا رسالہ "اسلام ٹوڈے"
احباب اکرام کے لئے یہ امر باعث مسرت ہوگا کہ برلن مشن (جرمنی) کے انچارج امام محترم محمد سعید احمد چوہدری کی لگن، محنت اور مخلصانہ جدوجہد اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جرمنی زبان میں رسالہ "اسلام ٹوڈے" شائع ہو گیا ہے اس کا پہلا شمارہ ہمیں مکرم میاں فضل احمد صاحب نے مرحمت فرمایا ہے سرورق سبز اور دیدہ زیب ہے۔ اور مندرجات میں فاضلانہ مضامین شامل ہیں۔ بالخصوص ہمارے مسیلی کے محترم بھائی مسٹر ابراہیم شیڈو کا اداریہ ایک مؤثر تخلیق ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ محمد سعید احمد چوہدری اور ان کے فاضل ساتھی مسٹر ابراہیم شیڈو کو صحت و سلامتی عطا فرمائے رکھے۔ اور انہیں اس کار خیر کی توفیق عطا فرمائے ادارہ پیغام صلح "اسلام ٹوڈے" کے ادارہ کو مبارک پیش کرتا اور اپنے ہر تعاون کا یقین دلاتا ہے۔

o — مفسر قرآن حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی انگریزی تالیف۔ لیونگ تھاٹس آف پرافٹ محمدؐ (زندہ نبیؐ کی زندہ تعلیمات) پہلے پہل یوکے کی لیونگ تھاٹس لائبریری نے ۱۹۴۸ء میں شائع کی۔ رسول پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات و تعلیمات پر مشتمل یہ نہایت مفید اور بیش قیمت تالیف جلد ہی بڑی قبول و مشہور ہو گئی اور اس کا عربی فارسی اور انڈونیشی اور دوسری زبانوں میں تراجم شائع ہو گئے۔ مشہور عالم پنجاب یونیورسٹی لاہور کا شعبہ اسلامیات اپنے ہاں تعلیم و تدریس اور مطالعہ کیلئے بعض کتب اور تالیفات کی فرمائش کرتا رہا ہے ان میں چالیس اور پچاس کی دہائیوں میں حضرت مولانا محمد علیؒ کی مایہ ناز اور شہرہ آفاق تالیفات تفسیر قرآن و ریلیجن آف اسلام و دیگر کتب سمیت زیر نظر کتاب — زندہ نبیؐ کی زندہ تعلیمات — بھی شامل تھی۔ راقم الحروف کو حضرت مولانا ممدوح اور آپ کی تصانیف و تالیفات پر یونیورسٹی سطح پر مقالہ لکھنے کی بھی سعادت نصیب ہوئی۔ ان دنوں میں نے دیکھا کہ یونیورسٹی کے علماء فضلاء اور محقق و مفکرین حضرت مولانا کے علم و قلم کے معترف ہیں۔ بہر حال کتاب زندہ نبیؐ کی زندہ تعلیم کا حال ہی میں ڈچ زبان میں ترجمہ ہالینڈ کے ٹرانسلیشن ٹرسٹ" (سٹچنگ آف الیر جماعت) نے کیا ہے۔ یہ ٹرسٹ کتابوں کی ایک بڑی تعداد کا ڈچ زبان میں ترجمہ کر چکا ہے۔ اور اب یہ ٹرسٹ "دی ریلیجن آف اسلام" کا ترجمہ بھی کر رہا ہے اس کتاب کا ڈچ ترجمہ ہمارے انڈونیشیا جماعت کے معزز سکالر مرحوم مسٹر سودیو نے پچاس کے عشرے میں کیا تھا اس وقت سے اب تک ڈچ زبان میں لہجے اور ہجے کے اعتبار سے بڑی تبدیلیاں آ چکی ہیں اس لئے کتاب مذکور پر پھر بھرپور نظر ثانی کی ضرورت تھی۔ ٹرسٹ پر امید ہے کہ وہ یہ کام ایک سال کے لگ بھگ عرصہ میں مکمل کر لے گا ہم ٹرسٹ کے لئے بالخصوص اس کے مسٹر ایس حسینی جیسے نوجوان اور فاضل اراکین کے لئے دعا کرتے ہیں۔ اور اپنی نیک تمناؤں کا اظہار کرتے ہیں۔

o — یوکے میں ۱۳ جولائی ۱۹۸۹ء کو عیدالاضحیٰ منائی گئی اگرچہ یہ کام کاج کا دن تھا اور چھٹی نہ تھی اور پھر احباب ۲ جولائی کو بھی جماعت کی صد سالہ تقریبات پر احمدیہ لنڈن مشن میں اکٹھے ہوئے تھے۔ اس کے باوجود عیدالاضحیٰ پر اچھا خاصا اجتماع تھا۔

نماز عید کے بعد لنڈن مشن کے امام شیخ شریف احمد صاحب نے خطبہ دیا جس میں قرآن کریم کے بیان کی روشنی میں حضرت ابراہیمؑ حضرت ہاجرہؑ اور حضرت اسماعیلؑ کی ایثار و قربانی کا تذکرہ کیا۔ قربانی کے فلسفہ و حکمت پر اپنے خیالات کا اظہار کیا اور احباب کو توجہ دلائی کہ ہمیں بھی للہ فی اللہ ایثار و قربانی کی ضرورت ہے۔

پاکستان سے محترمہ مسز زکیہ شیخ نے بھی اس اجتماع سے خطاب کیا انہوں نے کہا کہ چاہیے کہ قرآن کریم اور دین اور سلسلہ احمدیہ پر لٹریچر کا مطالعہ کیا جائے تاکہ مخالفین کے اعتراضات کو دیکھ کر ان کا مدلل و مسکت جواب دیا جا سکے اور مغربی افکار و ثقافت کے زہریلے اثرات کا

نوازی کیا جائے، اختتام تقریب پر حاضرین کو پُرتکلف کھانا پیش کیا گیا۔

لندن مشن کے امام صاحب نے ماہ مئی، جون اور جولائی کی رپورٹ پیغام صلح کو ارسال کی ہے اس کے مطابق ان کا مختلف لوگوں سے رابطہ جاری ہے ان سے دین و تحریک کے بارے میں مختلف موضوعات پر تبادلہ خیالات بذریعہ خط و کتابت کرتے رہتے ہیں اور کتب و لٹریچر بھی حسب ضرورت دیتے یا ارسال کرتے رہتے ہیں۔

٥۔ جماعت احمدیہ لاہور کا انگریزی ترجمان ماہنامہ "دی لائٹ"، بابت اگست ۱۹۸۹ء پیش نظر ہے۔ ۲۸ صفحات پر مشتمل "دی لائٹ" کے سرورق پر بانیٔ پاکستان حضرت قائداعظمؒ کی یادگار فوٹو اور اس کے گرد ہلکا سبز بارڈر ہے۔ یہ شمارہ یوم آزادی ۱۴ اگست کے حوالہ سے خصوصی اشاعت کے طور پر شائع کیا گیا ہے اس کے مندرجات میں حضرت مولانا محمد علیؒ کا ہدیہ تبریک، اداریہ اسلام۔ امن و شانتی کا مذہب، تبصرہ کتب، اسلام اور کمیونزم اندرون و بیرون ممالک کی خبریں۔ اسلام میں وحی اور سرینام انٹرنیشنل احمدیہ کنونشن کی کامیابی پر امیر جماعت حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب ایدہ اللہ کے نام برقی پیغام شامل ہیں۔

٥۔ سالانہ تربیتی کلاس ۱۹۸۹ء

امسال تربیتی کلاس ۳ اگست تا ۱۳ اگست دارالسلام لاہور میں منعقد ہوئی۔ اس کورس کا افتتاح حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور ازراہ شفقت، قیمتی نصائح سے سرفراز فرمایا۔

کلاس کے اوقات میں محترم چوہدری ریاض احمد جائنٹ سیکرٹری محنت سے نگرانی فرماتے رہے۔ محترم حافظ شیر محمد صاحب خوشابی روزانہ اپنے مخصوص انداز میں "تحریک احمدیت" کے بارے میں لیکچر دیتے رہے۔ موجودہ دور میں اس کی اشد ضرورت تھی کہ نوجوان، جو مختلف مقامات سے آئے تھے وہ اس سے اچھی طرح آگاہ ہوں۔

چوہدری ریاض احمد صاحب نے بھی اس میں حصہ لیا۔ عام معلومات اور ضروری مسائل پر محترم مرزا محمد لطیف بھی اپنے خیالات کا اظہار کرتے رہے۔ اور کورس کی جملہ نگرانی میں بھی شریک رہے۔ پاکستان کے مختلف مقامات سے شرکاء اس کلاس میں شمولیت کے لئے تشریف لائے۔ اختتام کورس پر امتحان لیا گیا جس میں ستائیس (۲۷) طلباء نے شرکت کی۔ اوّل۔ عامر عزیز صاحب واقف زندگی۔ دارالسلام لاہور۔ دوم۔ عزیز احمد صاحب چک ۸۱ سرگودھا۔ سوم۔ سلمیٰ انوار صاحبہ دارالسلام۔ لاہور۔ الوداعی تقریب میں ان کو انعامات بھی دیئے گئے۔

پھر پُر فضا مقام پر ان طلبہ کو تفریح کے لئے لیجایا گیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ کورس کامیاب رہا۔ اور طلبہ نے نہایت ذوق و شوق سے اس میں حصہ لیا۔

٥۔ چوہدری یونس علی مواحد برادر خورد چوہدری اللہ دتہ مواحد مرحوم چندرکے منگولے تحصیل نارووال ضلع سیالکوٹ مورخہ ۱۴ جولائی ۱۹۸۹ء کو قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے احباب سے نمازِ جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

نیکی یہ ہرگز نہیں کہ تم مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرو بلکہ نیکی اللہ تعالیٰ، یومِ آخرت، فرشتوں کتابوں اور انبیاء اللہ پر ایمان لانا اور محبت خداوندی میں رشتہ داروں، یتیموں مساکین مسافروں اور فقراء پر روپیہ خرچ کرنا اور غلاموں کو آزاد کرانا نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا پاس عہد و پیمان کرنا، بحالت مصیبت و مشقت صبر کرنا اور دوران جہاد استقامت دکھانا ہے یہی لوگ سچے اور پرہیزگار ہیں (القرآن)

محمد صالح نور

نمی دانم

اصولوں سے بغاوت ہو رہی ہے کیوں، نمی دانم
صداقت سے عداوت ہو رہی ہے کیوں، نمی دانم

خدا کی جب رضا ہے بول بالا ہو شریعت کا
شریروں کی حمایت ہو رہی ہے کیوں، نمی دانم

مرے ماحول میں پھیلے ہیں جرثومے جہالت کے
مجھے خود سے ندامت ہو رہی ہے کیوں، نمی دانم

رسولؐ سے سبق سیکھا تھا ہم سب نے اخوت کا
اخوت اک حکایت ہو رہی ہے کیوں، نمی دانم

جنہوں نے سنگ اٹھائے حضرتِ قائد کی عظمت پر
یہاں اُن سے رعایت ہو رہی ہے کیوں، نمی دانم

کوئی تو فرق لازم ہے گلوں میں اور کانٹوں میں
گناہوں کی اشاعت ہو رہی ہے کیوں، نمی دانم

فرستادہ خدا کا جن کو سیدھی راہ پر لایا
انہی سے پھر حماقت ہو رہی ہے کیوں، نمی دانم

ہزیمت سے رہے دوچار جو حق کے مقابل پر
انہیں پھر سے جسارت ہو رہی ہے کیوں، نمی دانم

نرا وعدہ ہے جن سے "تم سدا اعزاز پاؤ گے"
انہیں تجھ سے شکایت ہو رہی ہے کیوں، نمی دانم

آپ کے خطوط

محترمی مدیر صاحب۔

تسلیمات

آپ جس طریق سے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ پر لگائے گئے الزامات کا دفاع کر رہے ہیں اس سے امید بندھی ہے کہ ایک روز ضرور ایسا آنے والا ہے جب دانشور لوگوں میں سے اکثریت اس بات کو مان لے گی کہ واقعتہً آپ نے نہ نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور نہ رسالت کا۔ بہت سے دوست جو بظاہر خلافتِ قادیان سے وابستہ ہیں مگر وہ یہ امر مانتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ اور یہ بات محض ان پر ایک الزام ہے اور اب خلیفہ صاحب ربوہ (لندن) بھی نبوت کا غلط دعویٰ منسوب کرنے سے اپنے آپ کو باز رکھ رہے ہیں۔

اس موضوع پر پیغام صلح میں گذشتہ صدی میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ مگر صداقت اور حقانیت سانکر اسے کبھی سماعت پر بوجھ نہیں بنتا۔ حضرت مرزا صاحب ہی ہیں جنہوں نے کس قدر وضاحت سے فرمایا تھا کہ۔

"من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب"

کہ میں نہ بغیر کتاب کا رسول ہوں اور نہ ہی کتاب والا رسول ہوں۔ اس سے زیادہ وضاحت سے انکار اور کیا ہو سکتا ہے؟!

جب حضرت مرزا صاحب پر کفر کا فتویٰ لگایا گیا تو اس کی بہت سی وجوہ بیان کی گئیں جن میں سے ایک وجہ یہ تھی کہ آپ نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اس کا جواب آپ نے یوں دیا تھا۔

"کفر کا فتویٰ لگانے والوں کا ایک اعتراض یہ ہے کہ یہ شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نبیوں میں سے ہوں سو اس کا جواب یہ ہے کہ اے میرے بھائی میں نے تو نبوت کا دعویٰ ہی نہیں کیا۔ اور نہ میں نے کہا ہے کہ میں نبی ہوں لیکن تم نے جلد بازی سے کلام لیا اور میری بات کو سمجھنے میں غلطی کی ہے اور پورا غور نہیں کیا۔ اور مجھ پر کھلا کھلا بہتان تراشنے کی جرأت کی ہے۔"

"اور میں نے تم لوگوں سے وہی بات کہی ہے جو میں اپنی کتب میں لکھ چکا ہوں۔ کہ میں محدث ہوں اور خدا تعالیٰ مجھ سے ویسے ہی کلام کرتا ہے جس طرح وہ محدثوں سے کرتا ہے۔"

"اور میرے لئے یہ کیسے روا ہو سکتا ہے کہ میں دعویٰ نبوت کر کے دین اسلام سے خارج ہو جاؤں اور کافروں کی قوم سے جا ملوں۔" (حمامۃ البشریٰ ص ۲۸۱ بعد ۲۸۲)

گذشتہ دنوں ایک ایسی تحریر حضرت مرزا صاحب کی نظر سے گزری جو بہت وضاحت سے ضرورتِ نبوت بعد از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نفی کرتی ہے۔ جماعت قادیان (ربوہ) حال لندن ہمیشہ سے یہی کہتی چلی آئی ہے کہ ضرورت نبوت موجود ہے جب جب عقیدوں میں فساد پیدا ہوتا ہے نبی کی ضرورت پیدا ہوتی ہے اس خیال کو حضرت مرزا صاحب نے بہت واضح الفاظ میں رد فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"اگر کوئی کہے کہ فساد اور بدعقیدگی اور بداعمالیوں میں یہ زمانہ بھی تو کم نہیں پھر اس میں کوئی نبی کیوں نہیں آیا تو جواب یہ ہے کہ وہ زمانہ توحید اور راست روی سے بالکل خالی ہو گیا تھا اور اس زمانہ میں تو چالیس کروڑ لا الٰہ الا اللہ کہنے والے موجود ہیں اور اس زمانہ کو بھی خدا تعالیٰ نے مجدد کے بھیجنے سے محروم نہیں رکھا۔"

(نور القرآن حصہ اول ص ۶ حاشیہ)

تو آپ کی مساعی قابل ستائش ہیں یہ وقت کی بہت بڑی ضرورت ہے کہ چودھویں صدی کی ایک ممتاز شخصیت پر لگائے گئے اس بے بنیاد الزام کو دور کیا جاوے کہ گویا آپ مدعی نبوت ہیں جب کہ

(بقیہ صفحہ ۱۹)

حضرت قائدِ اعظم محمد علی جناح رح کا سالمیتِ پاکستان کے بارے میں ارشاد

"ہم سب مسلمان ایک خدا، ایک کتاب، اور ایک رسولؐ پر ایمان رکھتے ہیں۔ لہٰذا ہم سب کو مل کر ایک قوم ہونا چاہیئے۔ جب تک ہم متحد ہیں سربلند اور طاقتور ہیں۔ اگر متحد نہیں تو کمزور و خوار ہونگے۔"

۱۷۔ اپریل ۱۹۴۸ء کو گورنمنٹ ہاؤس پشاور میں قبائلی جرگہ سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:۔

"دیکھیئے ہم مسلمان اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر چلنے ہیں ہم سب اسلامی اخوت کے رشتے میں بندھے ہوئے ہیں اس اخوت کا تقاضا یہ ہے کہ حقوق، عزت اور مرتبہ میں سب برابر ہیں اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے اندر اتحاد کا ایک خاص اور گہرا احساس پایا جاتا ہے نہ صرف یہ کہ ہم میں سے اکثر مسلمان ہیں بلکہ ہماری اپنی تاریخ ہے، رتیں ہیں اور رسمیں ہیں اور احساسِ شعور ہے ہمارے سوچنے سمجھنے کے طریق ہیں، ہمارا اپنا نقطہ نظر ہے..... ہم سب ایک خدا ایک کتاب اور ایک رسولؐ پر ایمان رکھتے ہیں۔ لہٰذا ہم سب کو مل کر ایک قوم ہونا چاہیئے آپ نے ایک پرانا قول سنا ہوگا کہ اتحاد میں قوت ہے، جب تک ہم متحد ہیں سربلند اور طاقتور ہیں اگر متحد نہیں تو کمزور اور خوار ہونگے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہر مسلمان حتی الامکان یہ کوشش کرے کہ آپس میں کامل اتحاد و اتفاق پیدا ہو۔"

اقتباسات از براہین احمدیہ

از قلم مکرم نصیر احمد فاروقی، لاہور

انیسویں صدی عیسوی کی مذہبی تاریخ سے جو لوگ واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ اُس صدی کے آخری ۲۵ یا ۳۰ سال کے دوران ہمارے برصغیر (ہند و پاکستان) میں عیسائی مشنری اور مستشرقین اسلام پر بڑے زور شور سے حملہ آور تھے اُس کی وجوہات کیا تھیں یہ ایک لمبی کہانی ہے جسے میں اگر اِس مضمون میں لکھوں تو اپنے اصل موضوع سے بھٹک جاؤں گا۔ اُسے میں انشاء اللہ ایک علیحدہ مضمون میں اسی اخبار کیلئے لکھوں گا۔ عیسائی معترضین کے علاوہ ہندوؤں کے ایک فرقہ آریہ سماج نامی نے عیسائی حملہ آوروں کی نقالی کرتے ہوئے اسلام پر اعتراضات کی بوچھاڑ شروع کر دی۔ ان دونوں حملہ آوروں کے خلاف حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے تن تنہا دین کا ایسا تائیدی دفاع کیا کہ دونوں میدان سے لاجواب ہو کر بھاگ گئے حضرت مرزا صاحب نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ان دونوں مذاہب پر ایسی کاری ضربیں لگائیں کہ حضور محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی یکسر الصلیب و یقتل الخنزیر حرف بحرف پوری ہو گئی عیسائیت کے معتقدات آنحضرت صلعم کی ایک اور پیشگوئی کے مطابق پانی میں نمک کی طرح گھل گئے۔ اور آج مغرب کے دانشور خود اپنے مذہب کے پاؤں پر کلہاڑی مار کر اُسے ختم کر رہے ہیں۔ اور آریہ سماج بھی اپنی موت آپ مر گئی اور آج شاذ ہی انسان کسی آریہ کا نام سُنتا ہے مگر حضرت مرزا صاحب کے زمانے میں یہ دونوں مذہب زوروں پر تھے۔ حضرت اقدس نے اِن دونوں مذاہب پر اپنی بیشمار کتب، رسالوں، ملفوظات اور تقاریر میں سیر کن بحث کی ہے۔ اس لئے کتاب براہین احمدیہ کے اقتباسات میں جو بحث آئے گی وہ آپ کے جہاد بالقلم کی محض ایک جھلک ہو گی حضرت صاحب کے ادیان باطلہ کے مقابلہ میں دین کی خدمت کا صحیح اندازہ لگانے کے لئے آپ کے پیدا کردہ تمام لٹریچر و تقاریر کا مطالعہ ضروری ہے۔ بہرحال یہ سلسلہ مضامین چونکہ صرف ابتدائی زمانہ کی کتاب براہین احمدیہ سے اقتباسات پر مبنی ہے اس لئے اس میں جو کچھ ان مذاہب پر مواد ملتا ہے اس کا نہایت مختصر اقتباس میں ہر قسط میں پیش کر دوں گا و ما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

چونکہ مشنریوں اور آریہ پنڈتوں نے سب سے زیادہ دلخراش حملے انبیاء علیہم السلام اور خصوصاً حضور رحمۃ اللعالمینؐ کی ذات پاک پر کئے تھے اس لئے حضرت مرزا صاحب نے اپنا جہاد شروع کرنے سے پہلے ان دونوں فریق سے ایک درد بھری اپیل کی تاکہ اگر ان مخالفین میں کوئی شریف النفس انسان ہوں جو محض بدظنی کا شکار ہوں تو وہ اپنی اصلاح کر لیں وہ اپیل میں نے اس سلسلۂ مضامین کی پچھلی قسط میں نقل کی تھی۔ اُس کے ابتدائی کلمات میں آج دہراتا ہوں تاکہ جو صاحب اس سلسلۂ مضامین کو پہلے نہ پڑھ سکے ہوں ان کو اندازہ ہو جائے کہ حضرت صاحب نے کس شرافت اور نرمی سے دفاعِ دین کی خدمت کے کام کو شروع کیا۔ آپ نے فرمایا:

"اے بھائیو! نبیوں کو پاک اور کامل ہونا تسلیم کرو تا وہ کتابیں بھی پاک ٹھہریں جو نبیوں پر نازل ہوئیں۔ درحقیقت جن دلوں سے وہ کتابیں نکلیں اگر وہ دل ہی (نعوذ باللہ) پاک نہ تھے تو پھر (ان نبیوں کی) کتابیں کیونکر پاک ہو سکتی ہیں؟ ...... جب چشمہ کا پانی صاف ہے تو چشمہ بھی پاک ہی سمجھو۔ اور اگر وہ لوگ خدا کے کامل فرمانبردار بندے نہیں تھے تو گویا یہ خدا تعالیٰ پر بھی (نعوذ باللہ) اعتراض ٹھہرا کہ اُسے جوہر قابل کی شناخت نہیں۔"

انبیاء علیہم السلام کی ذات پاک پر حملوں کا جواب دینے سے قبل حضرت مرزا صاحب نے معترضین سے ایک بنیادی اپیل کی کہ وہ انبیاء علیہم السلام پر بدظنی کرنے سے بچیں اور انصاف پسند لوگوں کی طرح نیک ظنی سے کام لیں۔ اس بارہ میں حضرت اقدس نے لکھا۔

"نیک ظنی انسان میں ایک فطرتی قوت ہے۔ اور اور جب تک کوئی وجہ بدگمانی کی نہ پیدا ہو تب تک اس قوت کو استعمال میں لانا انسان کا ایک طبعی خاصہ ہے اور اگر کوئی شخص بلا وجہ اس قوت کا برتنا چھوڑ کر بدظنی کرنے کی عادت پکڑے تو ایسا انسان سودائی یا وہمی یا مجنون یا مسلوب الحواس کہلاتا ہے مثلاً جیسے کوئی بازار کی مٹھائی یا روٹی وغیرہ کو اس وہم سے کھانا چھوڑ دے کہ حلوائیوں یا نان بائیوں وغیرہ نے ان چیزوں میں زہر ملا نہ رکھا ہو یا سفر کی حالت میں ہر ایک رستہ بتلانے والے پر شک کرے کہ شاید یہ مجھے دھوکہ ہی نہ دیتا ہو یا حجامت کرانے کے وقت حجام سے ڈرے کہ کہیں استرا مار کر مجھے قتل نہ کر دے، یہ سب خیال جنون اور دیوانگی کی ابتدا سمجھے جاتے ہیں اور جب کوئی دیوانہ ہونے لگتا ہے تو پہلے ایسے ہی خیالاتِ فاسدہ دل میں اُٹھتے ہیں اور پھر رفتہ رفتہ ایسا انسان پکا سودائی ہو جاتا ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ بغیر معقول وجوہ رکھنے کے بدظنی کرنا ایک شعبہ دیوانگی کا ہے۔ اور اس لئے یہ سے عاقل آدمی پرہیز کرتا ہے"

جیسا کہ میں اوپر بتا چکا ہوں اسلام پر اعتراضات کی بوچھاڑ کرنے والی دو جماعتیں تھیں اوّل عیسائی مشنری اور دوئم آریہ سماج کے پنڈت صاحبان۔ ان میں سے آریہ سماج زیادہ قابل الزام تھی کیونکہ ہندوؤں نے صدیوں اسلام اور مسلمانوں کو بہت نزدیک سے دیکھا ہوا تھا اور وہ اسلام کی خوبیوں سے بخوبی واقف تھے دوئم حضرت مرزا صاحب کے الفاظ میں ــ

"عیسائیوں میں باستثنائے ان لوگوں کے جن کو تہذیب اور تحقیق سے کوئی غرض نہیں تھا اس وقت ہزارہا ایسے شریف النفس اور منصف مزاج لوگ پیدا ہوتے جاتے ہیں کہ جنہوں نے دلی انصاف سے عظمتِ شانِ اسلام کو قبول کر لیا ہے اور تثلیث کے مسئلہ کا غلط ہونا اور بہت سی بدعتوں کا عیسائی مذہب میں مخلوط ہو جانا اپنی تصنیفات میں بڑی شد و مد سے بیان کیا ہے، مگر افسوس ہے کہ یہ انصاف ہمارے ہم وطنوں آریہ قوم سے اٹھا جاتا ہے اس قوم کو تعصب نے اس قدر گھیرا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا ادب سے نام لینا بھی ایک پاپ سمجھتے ہیں اور تمام انبیاء علیہم السلام کی کسرِ شان کر کے اور سب کو مفتری اور جعلساز ٹھہرا کر یہ دعویٰ بلا دلیل پیش کرتے ہیں کہ ایک وید ہی خدا کا کلام ہے جو ان کے بزرگوں پر نازل ہوا اور باقی سب الہامی کتابیں جن سے ہزارہا طور کا فائدہ توحید اور معرفتِ الٰہی کا پہنچا ہے وہ لوگوں نے آپ ہی بنالی تھی"

آگے چل کر حضرت مرزا صاحب لکھتے ہیں:۔

"(ان آریوں) کے دلوں میں یہ خیال سمایا ہوا ہے کہ سوائے آریہ دیس کے اور جتنے ملکوں میں نبیؐ اور رسولؐ آئے جنہوں نے بہت سے لوگوں کو شرک کی تاریکی اور مخلوق پرستی سے باہر نکالا اور اکثر ملکوں کو نورِ ایمان اور توحید سے منوّر کیا وہ سب نعوذ باللہ جھوٹے اور مفتری تھے اور سچّی رسالت اور پیغمبری صرف برہمنوں کی وراثت اور اُن کی جاگیر ہے ..... اور ہمیشہ انہی کا دیس اور انہیں کی زبان اور انہیں میں سے پیغمبر (الہٰی نور کو) پسند آئے اور وہ بھی صرف تین یا چار ..... اور پھر طرفہ یہ کہ بموجب خوش عقیدہ آریہ صاحبان کے وہ تین چار بھی خدا تعالیٰ کے ارادہ اور مصلحتِ خاص سے منصبِ نبوّت پر مامور نہیں ہوئے بلکہ خود کسی نامعلوم جنم کے نیک عملوں سے اس عہدہ کو پانے کے مستحق ہو گئے اور خدا کو بہرحال انہیں ہی پیغمبر بنانا پڑا اور باقی سب لوگوں کو ہمیشہ کے لئے اُس مرتبہ عالیہ سے جواب مل گیا۔ اور کوئی کسی الزام سے اور کوئی کسی تقصیر سے اور کوئی آریہ قوم اور آریہ دیس سے باہر سکونت رکھنے کے جرم سے الہام پانے سے محروم رہا۔"

پھر آریوں کے اس دعویٰ کا ذکر کرتے ہوئے کہ صرف وید ہی الہامی کتاب ہے، حضرت مرزا صاحب لکھتے ہیں:۔

"گویا اس (یعنی الیشور) کے پاس اتنا ہی الہام تھا جو ویدوں میں خرچ کر بیٹھا اور وہی سرمایہ تھا جو پہلے ہی بانٹ

(بقیہ صفحہ ۱۱ پر)

لباس کے بارے میں دینی احکام و تعلیمات

خطبہ جمعہ مورخہ ۴ر اگست ۱۹۸۹ء فرمودہ مکرم نصیر احمد فاروقی بمقام جامع دارالسلام لاہور

تشہّد اور تعوّذ کے بعد میں نے سورۃ الاعراف کی آیات ۲۶، ۲۷ کی تلاوت کی ہے جس کا اُردو ترجمہ یہ ہے کہ۔

"اے بنی آدم! بیشک ہم نے لباس اُتارا جو تمہارے عیبوں کو ڈھانکے اور تمہارے لئے باعثِ زینت ہو اور تقویٰ کا لباس یہی بہتر ہے۔ یہ اللہ کی آیات میں سے ہیں تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں اے بنی آدم! شیطان تم کو فتنہ میں نہ ڈالے جس طرح تمہارے ماں باپ کو جنّت سے نکلوایا یا اُن سے اُن کا لباس اُتروا تاکہ اُن کے عیب دکھاوے وہ اور اس کی جماعت تم کو ایسی جگہ سے دیکھتے ہیں جہاں تم ان کو نہیں دیکھتے۔ ہم نے شیطانوں کو اُن لوگوں کا دوست بنایا ہے جو ایمان نہیں لاتے"

مضمون آیات

ان آیاتِ مبارکہ کا مضمون لباس کے متعلق ہے کسی انسان کو دیکھو تو لباس اُس کی شخصیت کی سب سے پہلی نظر آنے والی چیز ہوتی ہے اس لئے لباس کی اہمیّت واضح ہے النّاس باللّباس (انسان کو اُس کے لباس سے پہچانا جاتا ہے) مگر تعجب ہے کہ قرآن کریم کے سوا کسی اور الہامی کتاب نے اس بارے میں انسان کی رہنمائی نہیں کی نتیجہ یہ ہوا کہ دینِ حق کے سوا باقی کے تمام مذاہب کے ماننے والوں نے جو چاہا پہنا اور اوڑھا اور اُن میں سے بعض نے عریانی کی راہ اختیار کی۔ اس کی بدترین مثال ہندو مذہب کے اکثر لوگ ہیں جن میں جتنا کوئی ننگا ہو اتنا ہی وہ خدا کا مقرّب سمجھا جاتا ہے۔ سادھو تو تقریباً ننگے ہوتے ہیں، مگر اُن کا ایک فرقہ جو "ناگے" کہلاتے ہیں۔ وہ الف ننگے تمام وقت رہتے ہیں، سوائے سخت سردیوں کے جب وہ کندھوں پر شال ڈال لیتے ہیں مگر اُن کا جسم (جس میں اعضائے مردی بھی ہوتے ہیں) بالکل ننگے ہوتے ہیں اور اُنہیں نہ صرف "بہت پہنچے" ہوئے سمجھا جاتا ہے بلکہ اُن کے درشن کو مرد عورتیں اور لڑکے لڑکیاں بکثرت جاتی ہیں۔

ہندوؤں سے کیا خاص ہے آج کل تمام مغربی ممالک میں عریانی عام ہے اور اس بارہ میں کوئی شرم و حیا نہیں کی جاتی بلکہ الف ننگے مرد و زن کی بستیاں جگہ جگہ ہیں جہاں لوگ کھلم کھلا رہتے ہیں۔ افسوس تو یہ ہے کہ مغرب کے زیرِ اثر ہمارے کئی ایک مغرب زدہ نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں میں بھی عریانی بڑھتی جا رہی ہے۔ اس لئے کہ اُن کو کسی نے بتایا نہیں کہ اُن کو پیدا کرنے والے نے جو اُن کی دنیا اور آخرت کی زندگی کا خالق و مالک ہے (اور جس کے آگے وہ اس دنیا میں بھی اور آخرت میں ضرور جوابدہ ہوں گے) لباس کے متعلق کچھ ہدایات دی ہوئی ہیں۔ اور نہ یہ مغرب زدہ نوجوان لڑکے لڑکیاں دیکھتے ہیں کہ اہلِ مغرب میں ننگے پن نے کس قدر بے حیائی اور بے شرمی علاوہ بدچلنی اور زناکاری کو عام کر دیا ہے انسان انسانیت سے گر کر حیوانیت کی حالت میں جا رہا ہے بلکہ اُس کی حالت حیوانوں سے بھی بدتر ہے کیونکہ حیوانوں کو تو اللہ تعالیٰ نے فطرت کی رسّی میں جکڑا ہوا ہے مگر انسان کی اُس نے یہ عزّت افزائی کی ہے کہ اُسے اپنی طرح آزاد کیا ہے کہ وہ جو چاہے کرے مگر انسان کو اُس نے عقل دی ہے جو اچھے اور بُرے کو پہچانتی ہے۔ اور انسان کو بھی فطرت صحیحہ دی ہے مگر اُس میں انسان کو جکڑا نہیں ورنہ وہ حیوان سے بہتر نہ بن سکتا۔ انسان کو آزاد اس لئے چھوڑا کہ نیکی اور بدی انسان کی آزادیٔ رائے اور آزادیٔ عمل سے ہے۔ پکڑ کر جو کام کرایا جائے اُس میں کوئی خرابی نہیں ہوتی۔

انسان کی رہنمائی

اللہ تعالیٰ نے اگرچہ انسان کو آزاد چھوڑا ہے مگر بطور لُطف و مہربانی انسان کی ہدایت وحی والہام سے کی ہے تاکہ وہ گمراہ ہو کر نقصان اُٹھانے والا نہ ہو۔ انّا ھدینٰہ السّبیل امّا شاکرا وّ امّا کفورا (ہم نے انسان کی صحیح راستہ کی طرف راہنمائی کر دی ہے اب وہ چاہے تو شکر گزار ہو اور ہماری ہدایت کا فائدہ اُٹھائے اور چاہے ناشکری کرے یا اس ہدایت کا انکار بھی کر دے)

چنانچہ جو آیاتِ قرآنی میں نے پڑھی ہیں اُن میں اُس ہدایت کا کچھ حصّہ ہے پہلے اس سے کہ میں اُن آیات کی تشریح کروں میں یہ واضح کر دوں کہ قرآن کریم وہ واحد الہامی کتاب ہے جس نے کہ لباس کے نہ صرف ظاہری فوائد ہمیں بتائے ہیں بلکہ یہ بھی راز کھولا ہے کہ لباس کا تعلق تقویٰ یعنے انسان کی اخلاقی اور روحانی بہتری سے بھی ہے، جو کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی بتا سکتا تھا کیونکہ باطنی رازوں کو صرف وہی جانتا ہے۔

قابل توجہ بات

پہلی بات جس کی طرف میں آپ کی توجہ منعطف کرانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ قرآن شریف انسانوں کو عام طور پر یا تو یا ایّھا الذّین آمنوا کے الفاظ سے یا یاایّھا النّاس سے کہہ کر خطاب فرماتا ہے مگر تلاوت کردہ آیات کو یٰبنی آدم کے الفاظ سے شروع فرمایا ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ مقصد یہ ہے کہ اگر تم وہ احکام جو ان آیاتِ مبارکہ میں دیئے گئے ہیں نہ مانو گے تو تمہارا بھی وہی حال ہو گا جو تمہارے ماں باپ (حضرت آدمؑ اور حوّا) کا ہوا تھا جس کا ذکر تلاوت کردہ دوسری آیت میں مذکور ہے۔ دوم حضرتِ آدمؑ کا حوالہ اس لئے دیا ہے کہ جو احکام اب قرآن کریم میں دیئے جا رہے ہیں وہی حضرت آدمؑ کے وقت سے نسلِ آدم کو دیئے گئے تھے مگر چونکہ قرآن کریم کے سوا باقی سب کتابیں یا تو بالکل ضائع ہو گئی ہیں اور یا اُن میں بہت تحریفات اور ردّ و بدل ہو گئے ہیں اس لئے لباس کے متعلق جو احکام دیئے گئے تھے وہ بھی ضائع ہو گئے۔ قرآن کریم کا کس قدر احسان ہے کہ اُن احکام کو جو کہ انسان کے ظاہر اور باطن کے لئے فائدہ مند بلکہ ضروری ہیں ہمیشہ کے لئے اپنے اندر محفوظ کر دیا ہے۔

لباس کے لئے لفظ نزول کا استعمال

لباس کے متعلق فرمایا کہ ہم نے اُسے "نازل" کیا۔ اب سِلے سلائے کپڑے تو آسمان سے نازل نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بہت ارفع و اعلیٰ ہے جو بھی چیز انسان کو ملے یا آئے اُس کے لئے لفظ "نزول" قرآن شریف میں آتا ہے۔ مثلاً سورۃ الحدید میں آتا ہے کہ وانزلنا الحدید (ہم نے لوہا اُتارا) اب لوہا آسمان سے تو نازل نہیں ہوتا بلکہ زمین کے اندر سے نکالا جاتا ہے مگر چونکہ جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے بنائی ہیں یا پیدا کی ہیں اُن میں لوہا خاص طور پر مفید ہے جس سے تمام انسانی ترقیات ہوئی ہیں (صنعتی، زراعتی اور سائنٹیفک) اس لئے اِس بطورِ خاص عنایت کردہ شیئ کے لئے فرمایا کہ ہم نے اسے نازل فرمایا۔ لباس کے لئے لفظ نزول استعمال کرنے میں یہ مفہوم بھی ہے کہ لباس کا استعمال انسان کو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحیٔ خفی سکھایا ورنہ انسان کو یہ علم نہ تھا۔

لباس کیسا ہو

اس کے بعد دو اہم باتیں فرمائیں اوّل یہ کہ لباس ایسا ہونا چاہیئے جو انسان کے عیبوں کو ڈھانپے۔ دوم یہ کہ لباس ایسا ہونا چاہیئے کہ وُہ پہننے والے کے لئے باعثِ زینت ہو۔ یہ دونوں احکام تشریح طلب ہیں پہلے حکم کو لے لیجئے کہ لباس ایسا ہونا چاہیئے جو تمہارے عیبوں کو ڈھانکے۔ اب انسان جو اشرف المخلوقات ہے اُس کے جسم کو بھی اللہ تعالےٰ نے ایسا بنایا ہے کہ وُہ بہترین ہے جو ہو سکتا ہے یہ طبّی لحاظ سے مسلّمہ بات ہے۔ اس لئے انسان میں جسمانی طور پر کوئی عیب نہیں جس عیب کو ڈھانپنے کو فرمایا وُہ انسانی جسم کے اندر وُہ چیزیں ہیں جو باطنی نگاہ میں کُھلی رکھنا عیب کی بات ہے مثلاً اس جسم کی نمائش کرنا (یا انسانی شرمگاہ کو ننگا رکھنا) اخلاقی اور روحانی نقطۂ نظر سے عیب کی بات ہے۔ اس امر کو واضح کرنے کے لئے ذرا سوچیئے کہ کسی انسانی مجلس میں اس سے کیا بُری بات ہو سکتی ہے کہ کچھ لوگ تو مہذّب لباس میں ہوں مگر کچھ مرد و زن الف ننگے ہی شامل ہوں۔ تبھی لباس اور ننگے پن کا نمایاں فرق پتہ لگ سکتا ہے۔ لباس یقیناً تہذیب کی نشانی ہے۔ ننگے تو حیوان ہوتے ہیں۔

لباس کے متعلق دوسرا ارشاد (تلاوت کردہ آیات میں) یہ ہے کہ وُہ باعثِ زینت ہو۔ اس کے ہرگز یہ معنے نہیں کہ وہ بیش قیمت ہو بلکہ یہ کہ وُہ صاف سُتھرا ہو۔ گندا یا میلا لباس باعثِ زینت نہیں ہوتا بلکہ اس سے دُوسروں کو نفرت پیدا ہوتی ہے اگرچہ وُہ اپنی شرافت کی وجہ سے نہ بولیں۔ خود قرآن پاک نے اس بات کو واضح کر دیا ہے کہ لباس کی زینت کس میں ہے۔ دوسری جگہ سورۃ المدثر ۷۴ آیت ۴، ۵ میں فرمایا کہ "اپنے کپڑوں کو پاک رکھ اور ناپاکی (گندگی) سے دُور رہ" اسی طرح نماز کے لئے علیحدہ فرمایا کہ "اے بنی آدم ہر سجدہ (یعنے نماز) کے وقت اپنی زینت کو لے کر حاضر ہو۔" اور اس پر حضور رسول مقبول صلعم نے ساری عمر عمل کیا۔ اگرچہ حضورؐ انتہائی تنگدستی کی حالت میں سارا عرصہ رہے۔ چونکہ حضورؐ کے پاس فالتو کپڑے نہ ہوتے تھے۔ اس لئے حضورؐ اپنے تن پر جو کپڑا ہوتا تھا اُسے صاف رکھنے کے لئے خود دھو لیا کرتے تھے۔ اس کی مثال صحیح بخاری میں مذکور ہے۔ کہ ایک دفعہ حضورؐ کو نمازِ عصر کے لئے مسجد میں آنے میں ذرہ دیر ہو گئی تو خود حضورؐ نے معذرت کی کہ میں نے اپنے کپڑے دھو کر ڈالے تھے تو اُن کے خشک ہونے میں دیر ہو گئی۔ اسی طرح ایک دفعہ ایک شخص مسجد میں آیا جس کے کپڑے میلے تھے تو رسولِ پاک صلعم نے فرمایا کہ کیا اس شخص کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جس سے یہ اپنے کپڑے دھو لیتا۔

ظاہر اور باطن کی پاکیزگی

سورۃ المدثر کی مذکورہ بالا آیات کی تفسیر میں حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی نے بیان القرآن میں لکھا ہے کہ ہر مومن کو حکم ہے کہ نماز کو آئے تو اس کا ظاہر اور باطن دونوں پاک صاف ہوں "باطن" کا ذکر حضرت امیر مرحوم نے اُس قرآنی آیت کی وجہ سے کیا ہے (جو اس خطبہ کے شروع کی خصوصیت ہے کہ وُہ عالمِ ظاہر (جسے انسان دیکھ سکتا ہے) کی کسی بات کی طرف توجّہ دلا کر عالمِ باطن کی (جسے انسان ظاہری آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا) کسی بات کو سمجھاتا ہے۔ جہاں تک نماز کے لئے ظاہری زینت کا حکم ہے میں یہ تشریح کر دوں کہ انسان نے کسی معمولی حاکم کے پاس جانا ہو تو اپنے لباس کے متعلق احتیاط کر لیتا ہے کہ وُہ پھٹا ہوا یا گندہ نہ ہو، تو نماز میں تو اُسے احکم الحاکمین کے دربار میں جانا ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال کے آگے انسان کا گندے کپڑوں میں جانا کس طرح ٹھیک ہو سکتا ہے؟ اسی طرح اللہ تعالیٰ جو سبحٰن (پاک) ہے اور پاکیزگی کو پسند فرماتا ہے اور ناپاکی سے نفرت کرتا ہے اُس کے آگے گندے کپڑوں میں جانا کسی عقلمند کا کام نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے حضرت امیر مرحوم نے جو فرمایا ہے کہ نماز کے لئے انسان جائے تو اُس کا ظاہر اور باطن دونوں پاک ہونے چاہئیں وُہ بالکل ٹھیک بلکہ (جانے والے کے اپنے فائدہ کے لئے) ضروری ہے۔

نماز کے علاوہ بھی قرآن پاک نے فرمایا ہے کہ انسان کا لباس نہ صرف اُس کے عیبوں کو چھپانے والا ہونا چاہیئے بلکہ اُس کے لئے باعثِ زینت بھی ہونا چاہیئے۔ یعنی پاک و صاف ہونا چاہیئے اور اُس کے بعد فرمایا کہ ولباس التقوٰی ذٰلک خیر یعنی تقوٰی کا لباس وُہی بہتر ہے۔ تو کس خوبصورتی سے قرآن پاک نے ظاہری لباس سے باطنی لباس کی ضروریات کی طرف توجّہ دلائی ہے اور وُہ یوں کہ تقوٰی کے معنی ہیں اُن چیزوں سے بچنا جو انسان کے لئے نقصان دہ ہوں یا اُسے دکھ اور مصیبت میں مبتلا کرنے والی ہوں۔ اور یہ گناہ ہوتے ہیں جو انسان کے لئے ہر قسم کے دُکھ اور مصیبت کا باعث ہوتے ہیں اور گناہ نہ صرف انسان کے باطن کو گندا اور میلا کرتے ہیں بلکہ وُہ بالآخر انسان کی ذلّت کا باعث بھی ہو جاتے ہیں اور گناہ انسانوں کے عیبوں کو ظاہر کر دیتے ہیں اور گناہوں سے بچنے کا نام تقویٰ ہے قرآن حکیم نے کیا خوب فرمایا ہے کہ جو کام ظاہری لباس تمہارے لئے کرتا ہے وُہی کام تقویٰ تمہارے باطن کے لئے کرتا ہے۔ اور اسی لئے تقوٰی کو لباس فرمایا۔ اور قرآن حکیم کی اس بات میں کس قدر حکمت ہے کہ جو شخص ظاہری لباس کے عیب دار ہونے یا اُس کے گندے پن سے نفرت نہیں کرتا حالانکہ وُہ اسے دیکھ رہا ہوتا ہے تو اس نے اپنے باطنی لباس کے عیب دار ہونے یا اُس کے گندے پن سے کہاں نفرت کرنی ہے جبکہ وُہ اُسے دیکھ نہیں رہا ہوتا۔

ایک نکتہ

یہاں میں حضرت امیر مرحوم کے ایک اور نکتہ کا ذکر کر دوں کہ آپ نے فرمایا ہے کہ انسان کی تاریخ بتاتی ہے کہ شروع شروع میں انسان نے صرف اپنے چھپانے کی چیزوں کو ڈھانپنے پر اکتفا کیا خواہ جانور کے خشک کئے ہوئے چمڑے یا دوسری کسی چیز سے کیا اور اس حالت سے ترقی کر کے انسان نے لباس پہننا شروع کیا جسے اب بھی انسان پہنتا ہے مگر وہاں آ کر انسان رُک گیا۔ یہاں تک کہ قرآن کریم نے یہ راز کھولا کہ اس سے اگلا ترقی کا مقام یہ ہے کہ انسان کا باطنی لباس بھی بے عیب اور باعثِ زینت ہو۔

عام طور پر میلے یا پھٹے لباس کے جواز میں کہا جاتا ہے کہ اس مہنگائی کے زمانہ میں غریب آدمی مجبوراً میلا رہتا ہے مگر میں بتا چکا ہوں کہ رسول پاک صلعم نے انتہائی غربت کی حالت میں بھی اپنے لباس کو خود دھو کر صاف رکھا اس لئے غربت کا عذر دراصل سُستی کو چُھپانے کے لئے ہے کہ کون کپڑے کو دھوئے اور سکھائے۔ دوسرے اگر انسان کام کاج کے لباس کو علیحدہ رکھے اور نماز یا کسی محفل میں آنے کے لئے صاف لباس رکھے تو غربت کے باوجود وُہ صاف ستھرا رہ سکتا ہے۔

ایک چھوٹا سا نکتہ اُن احباب کے فائدہ کے لئے جو قرآن حکیم کو غور سے پڑھتے ہیں عرض کر دوں۔ اگر اُن میں سے کسی کو یہ خیال آئے کہ تقویٰ کے لئے "لباس" کے کیا معنی ہیں؟ تو میرے حقیر خیال میں اس کا جواب یہ ہے کہ وُہ روح جو انسان میں اُس کی پیدائش کے وقت پھونکی جاتی ہے، وُہ اس انسان کے ساری عمر کے اعمال، خیالات، مختلف حالات جن میں وُہ انسان گزرتا ہے اُن سے متاثر ہو کر روح کی اصلی شکل یا حالت میں نہیں رہتی بلکہ اُس انسان کی اپنی شخصیت (پرسنیلیٹی) ...... بن جاتی ہے جسے قرآن حکیم نے "نفس" کا نام دیا ہے چنانچہ پیدائش کے وقت جو اُس کے اندر پھونکی جاتی ہے اُسے تو قرآن شریف نے "روح" فرمایا ہے مگر اس کے بعد کبھی اُسے اس نام سے نہیں پکارا بلکہ ہمیشہ اُسے "نفس" کا نام دیا ہے۔ موت کے وقت جو انسان میں سے چیز اگلے عالم میں چلی جاتی ہے اُس کے لئے بھی "نفس" کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ (سورۃ ق ۵۰ آیت ۲۱) اسی "نفس" کو انگریزی میں THE INNER MAN کہا جاتا ہے یعنی "اندرونی آدمی"۔ تو اس کے لئے جو لباس ہے وُہ تقویٰ سے بنتا ہے۔ واللہ اعلم بالصّواب۔ بہرحال جو کام انسان کے عیب کو چھپانے اور باعثِ زینت ہونے کا ظاہری لباس کرتا ہے، وُہی کام انسان کی باطنی حالت کے عیوب کو چھپانے اور باعثِ زینت ہونے کا تقویٰ کرتا ہے سمجھنا ہو تو ایک متّقی انسان اور ایک بُرے انسان کی زندگیوں کا مقابلہ کر کے دیکھ لیں۔

شیطان سے خبردار رہیں

دوسری آیت مبارکہ کہ جس سے میں نے یہ خطبہ شروع کیا تھا اُس میں فرمایا ہے کہ اے بنی آدم تم شیطان سے خبردار رہو جس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکلوا دیا تھا، کہ وُہ تمہارے ساتھ بھی وُہی کچھ نہ کرے اور یوں تمہیں دُکھ میں نہ ڈالے۔ جس جنّت سے حضرت آدمؑ کو شیطان نے نکلوایا تھا وُہ آخرت کی جنّت نہ تھی کیونکہ اس کے لئے قرآن حکیم میں دوسری جگہ آیا ہے کہ ما ھم منھا بمخرجین (سورۃ الحجر ۱۵ آیت ۴۸) یعنی جو لوگ اُس جنت میں داخل کئے جائیں گے وُہ وہاں سے کبھی نکالے نہ جائیں گے اور ایک اور جگہ فرمایا۔ عطاءً غیر مجذوذ (سورۃ ھود آیت ۱۰۸) یعنی جنت ایسی عطا اور بخشش ہو گی جو کبھی منقطع نہ ہو گی۔ حضرت آدمؑ اور حوّا کا واقعہ جہاں قرآن حکیم

(باقی بر صفحہ ۱۶)

بسلسلہ صفحہ ۸

چکا اور ہمیشہ کے لئے خالی ہو گیا اور منہہ پر مُہر لگ گئی اور اگرچہ اُس کی ساری صفتیں اب تک بنی رہیں مگر کلام کرنے کی صفت صرف وید کے زمانہ تک رہی پھر باطل ہو گئی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مگر تعجب ہے کہ اس اعتقاد کا وید میں کہیں ذکر تک نہیں اور کوئی شرتی اس میں ایسی نہیں کہ اس متعصبانہ بدظنی کی تعلیم دیتی ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اشلوک انہی دنوں میں گھڑا گیا جب کہ آریہ قوم کے عقلمندوں نے اپنی پُستکوں اور شاستروں میں یہ بھی لکھ دیا تھا کہ ہمالیہ پہاڑ اور ایشیا کے حصّہ سے پَرے کوئی ملک ہی نہیں۔"

آریہ عقائد کا مزید ذکر کرتے ہوئے حضرت مرزا صاحب نے فرمایا:-

"جو حال میں ہندو صاحبان کے ہاتھ میں وید ہیں جن کو وہ رِگ اور یجر اور شام اور اتھرون سے موسوم کرتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اُن کا ٹھیک ٹھیک حال کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ وُہ کن حضرات پر نازل ہوئے تھے۔ کوئی کہتا ہے کہ اگنی (آگ) اور وایو (ہوا) اور سورج کو یہ الہام ہوا تھا جو بالکل نامعقول بات ہے۔ اور کسی کا یہ دعویٰ ہے کہ برہما کے چار مکھ (منہ) سے یہ چاروں وید نکلے تھے، اور کسی کی یہ رائے ہے کہ یہ الگ الگ رشیوں کے اپنے ہی بچن (اقوال) ہیں۔ اب اِن بیانات میں یہاں تک تناقض ہے کہ کچھ پتہ نہیں چلتا کہ آیا اِن اشخاص کا خارج میں وجود بھی تھا یا یہ محض فرضی نام ہیں۔ اور وید پر نظر کرنے سے تیسری رائے صحیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ اب بھی وید کے جُدا جُدا منتروں میں جُدا جُدا رشیوں کے نام لکھے ہوئے پائے جاتے ہیں اور اتھرون وید کی نسبت تو اکثر محقق پنڈتوں کا اسی پر اتفاق ہے کہ وُہ ایک جعلی وید ہے جو پیچھے سے ویدوں کے ساتھ ملایا گیا اور یہ رائے سچی بھی معلوم ہوتی ہے کیونکہ رِگ وید میں جو سب ویدوں کا اصل الاصول اور سب سے معتبر خیال کیا جاتا ہے صرف رِگ اور یجر اور شام وید کا ذکر ہے اور اتھرون وید کا نام تک درج نہیں۔ اگر وہ وید ہوتا تو اُس کا بھی ضرور ذکر ہوتا۔ پھر یجر وید کے ۲۶ ادھیائے میں بھی صاف لکھا ہے کہ وید صرف تین ہی ہیں اور ایسا ہی شام وید میں بھی ویدوں کا تین ہونا ہی بیان کیا ہے اور منّو جی بھی اپنی پُستک کے ساتویں ادھیائے بیالیسویں اشلوک میں تین وید ہی تسلیم کرتے ہیں اور وششٹ میں جو ہندوؤں میں بڑی متبرک کتاب سمجھی جاتی ہے اور اُن تعلیمات کا مجموعہ ہے جو خاص رامچندر جی کو اُن کے بزرگ اُستاد نے دی تھیں چاروں ویدوں کی نسبت ایسا صاف بیان کیا ہے کہ بس فیصلہ ہی کر دیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ صرف اتھرون وید کے وید ہونے میں بحث نہیں بلکہ سارے ویدوں کا یہی حال ہے اور کوئی اُن میں سے ایسا نہیں جو تغیّر اور تبدّل اور کمی اور بیشی سے خالی ہو"

آریہ سماج کے بانی مبانی پنڈت دیانند جی سرسوتی تھے اُن کی زہر آلود قلم سے نہ تو اللہ تعالیٰ کی مقدّس کتابیں بچیں اور نہ اس کے انبیاء علیہم السّلام بچے۔ پنڈت جی کے جرم پر تو حضرت مرزا صاحب نے بہت کچھ اور بہت سی کتابوں اور رسالوں میں لکھا ہے مگر کتاب براہین احمدیہ کے مقدمہ میں جہاں سے میں یہ اقتباسات اخذ کر کے لکھ رہا ہوں حضرت مرزا صاحب نے منجملہ اور باتوں کے لکھا ہے کہ:-

"پس غضب کی بات ہے کہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جن لوگوں کے وید مقدّس میں بجز آگ اور ہوا اور سورج اور چاند وغیرہ مخلوق چیزوں کے خدا کا پتہ بھی مشکل سے ملتا ہے وُہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ اور حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلّم کو نعوذ باللہ مفتری ٹھہراویں اور ان کے مبارک زمانوں کو مکر و فریب کے دن قرار دیں اور اُن کی کامیابیوں کو جو تائیدِ الٰہی کے بڑے نمونے ہیں بخت (یعنے قسمت، ناقل) اور اتفاق پر محمول کریں اور ان کی پاک کتابیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے عین ضرورتوں کے وقتوں میں اُن کو ملیں جن کے ذریعے سے بڑی اصلاح دنیا کی ہوئی وُہ وید کے مضامینِ مسروقہ (یعنی چوری شدہ۔ ناقل) خیال کئے جائیں۔ اور تماشہ یہ کہ اب تک یہ پتہ نہیں دیا کہ کس طرح کے سرقہ کا ارتکاب ہوا۔ کیا کسی جگہ قرآن شریف اور انجیل یا توریت میں وید کی طرح اگنی کی پرستش کا حکم پایا جاتا ہے یا کہیں وایو (یعنے ہوا۔ ناقل) اور جل (پانی۔ ناقل) کی مناجات لکھ دی ہے یا کسی مقام میں آکاش (آسمان۔ ناقل) اور چاند اور سورج کی حمد و ثنا کی گئی ہے؟ یا کسی آیت میں اندر کی مہما (تعریف۔ ناقل) اور برنن کر کے اس سے بہت سی گائیں اور بے انتہا مال مانگا گیا ہے؟ اور اگر ان چیزوں سے جو وید کا لُبِّ لباب اور اس کی ساری تعلیموں کا خلاصہ ہیں کچھ بھی نہیں لیا گیا تو پھر ویدوں میں سے کیا چُرایا گیا ہے؟ اور اس جگہ ہمیں پنڈت دیانند صاحب پر بڑا افسوس ہے جو وُہ توریت اور انجیل اور قرآن شریف کی نسبت اپنے بعض رسالوں میں اور نیز اپنے وید بھاش کے بھومکا میں سخت الفاظ استعمال میں لائے ہیں اور معاذاللہ وید کو کھرا سونا اور باقی خدا تعالیٰ کی ساری کتابوں کو کھوٹا سونا قرار دیا ہے۔"

اسلام کی توحید اس قدر دلکش ہے کہ اُس کا سدِّباب کرنے کے لئے پنڈت دیانند جی نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ ویدوں سے بھی توحید ثابت ہے اس بارہ میں حضرت مرزا صاحب نے فرمایا۔

"اگرچہ ہندوستان کے سارے پنڈت شور مچا رہے ہیں کہ ہمارے وید میں توحید کا نام و نشان نہیں اور ہمارے باپ دادوں نے یہ سبق پڑھایا ہی نہیں اور وید نے کسی جگہ ہم کو مخلوق پرستی سے منع کیا ہی نہیں مگر پنڈت جی پھر بھی اپنے خیالی پلاؤ پکانے سے باز نہیں آئے اور اُن صدہا دیوتاؤں کو جو وید کے متفرّق معبود ہیں صرف ایک ہی خدا بنانا چاہتے ہیں تاکہ وید کے الہامی ہونے میں کچھ فرق نہ آ جائے۔ بہر حال جو کچھ انہوں نے وید پر بہت درازی کی اور کر رہے ہیں یہ تو اُن کا اختیار ہے مگر قرآن شریف کی نسبت ناحق ہتک اور توہین کرنا یہ وُہ کام ہے کہ جس سے اُن کی سخت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ غضب کی بات ہے کہ قرآن شریف جیسی اعلیٰ اور افضل اور اُتم اور اکمل اور احسن اور اجمل الہامی کتاب کی توہین کر کے نہ وُہ عاقبت کی ذِلّت سے ڈرتے ہیں اور نہ اِس جہان کی طعن و تشنیع کا کچھ اندیشہ رکھتے ہیں۔"

پنڈت جی نے تمام انبیاء علیہم السّلام کی جو ہتک اور تکذیب کی اُس کا جواب دیتے ہوئے حضرت مرزا صاحب منجملہ اور دلائل کے لکھتے ہیں:-

"غرض انبیاء علیہم السّلام کے واقعاتِ عمری اور اُن کی سلامت روشی ایسی بدیہی اور ثابت ہے کہ اگر سب باتوں کو چھوڑ کر ان کے واقعات کو ہی دیکھا جائے تو اُن کی صداقت اُن کے واقعات سے ہی روشن ہو رہی ہے۔ مثلاً اگر کوئی منصف اور عاقل اُن تمام براہین اور دلائل کو صدقِ نبوّت حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلّم سے جو اس کتاب میں لکھے جائیں گے قطع نظر کر کے محض اُن کے حالات پر ہی غور کرے تو بلاشبہ انہی حالات پر غور کرنے سے حضورؐ کے نبی صادق ہونے پر دل سے یقین کرے گا اور کیونکر یقین نہ کرے کہ وُہ واقعات ہی ایسے کمال سچائی اور صفائی سے مُعطّر ہیں کہ حق کے طالبوں کے دل بلااختیار اُن کی طرف کھنچے چلے جاتے ہیں۔ خیال کرنا چاہئے کہ کس استقلال سے آنحضرت صلعم اپنے دعویٰ نبوّت پر باوجود پیدا ہو جانے ہزاروں خطرات اور کھڑے ہو جانے لاکھوں معاندوں اور مزاحمت کرنے والوں اور ڈرانے والوں کے اوّل سے آخیر دم تک ثابت قدم اور قائم رہے۔ برسوں تک وہ مصیبتیں دیکھیں اور دُکھ اُٹھانے پڑے جو کامیابی سے بکلّی مایوس کرتے تھے اور روز بروز بڑھتے جاتے تھے کہ جن پر صبر کرنے سے

(بقیہ بر صفحہ ۱۶)

اظہار خیال :- یہ کالم ایسی سنجیدہ بحث کے لئے مخصوص ہیں جن کا تعلق ہماری زندگی کے مسائل سے ہو ہے ہمارے گرد و پیش مختلف النوع مسائل موجود ہیں۔ ذاتیات اور فروعی مسائل میں اُلجھے بغیر ہم اہل علم و قلم حضرات کو ان کالموں میں اظہار خیال کی دعوت دیتے ہیں۔ آپکے نقطہ نظر سے ہمارا اتفاق ضروری نہیں لیکن ہر سنجیدہ اور معیاری تحریر کے لئے یہ کالم حاضر ہیں۔ (ادارہ)

سلسلہ نبوت و مجددیت

قرآن کریم کی سورۃ یٰسین کی آیات ۳۷ تا ۴۰ کا اردو ترجمہ ہے کہ :

"اور ایک نشان ان کے لئے رات ہے اس سے ہم دن کو کھینچ لیتے ہیں تو وہ ناگہاں اندھیرے میں رہ جاتے ہیں۔
اور سورج اپنے مقرر راستہ پر چلتا رہتا ہے یہ غالب علم والے کا اندازہ ہے۔
اور چاند کے لئے ہم نے کئی منزلیں مقرر کر دیں یہاں تک کہ وہ پھر کھجور کی پرانی سوکھی شاخ کی طرح ہو جاتا ہے۔
نہ سورج کو حاصل ہے کہ چاند کی غایت کو پہنچے اور نہ رات دن سے آگے نکلنے والی ہے اور سب (اپنے اپنے) دائرے میں چل رہے ہیں"۔

اللہ تعالےٰ نے ان آیات کریمہ میں نظام فلکی کے بارے میں محکم اور مستقل قوانین بنائے ہیں۔ سادہ الفاظ میں خلاصہ یوں ہے کہ رات ایک علیحدہ یونٹ ہے اور دن ایک علیحدہ شئے ہے۔

سورج اپنے مقرر کردہ راستہ پر چلتا ہے موجودہ سائنسدان یہ ثابت کر چکے ہیں کہ سورج کی اپنی ایک گردش ہے ہمارا موضوع اس وقت یہ نہیں ہے کہ تفاصیل میں جائیں۔ اللہ تعالےٰ جو غالب علم والا ہے اس کے اندازوں میں تمام گردشیں محفوظ ہیں۔

چاند کی گردش ایک آزاد حیثیت رکھتی ہے چاند کا سفر ھلال سے شروع ہوتا ہے اور بدر کامل پر تمام ہوتا ہے پھر چاند اپنی اصلی باریک شکل کی طرف واپس لوٹ جاتا ہے۔

لیکن تمام گردشوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ایسا انتظام فرمایا ہے کہ نہ سورج کو قدرت حاصل ہے کہ وہ چاند کی گردش اختیار کر لے نہ چاند کو قدرت ہے کہ وہ سورج کی گردش اختیار کر لے۔ نہ رات دن بن سکتی ہے نہ دن رات میں تبدیل ہو سکتا ہے گویا تمام گردشوں کا کامل کنٹرول اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ ہر اجرام فلکی اپنے اپنے دائرے میں رہ کر ایک نام پا رہا ہے۔ ایک خاص صفت اور گردش کی وجہ سے ہم ایک شئے کا نام سورج رکھتے ہیں۔ اگرچہ تمام گردشیں ایک ہی فضاء بسیط میں ہیں لیکن ہر گردش دوسری سے اپنی صفات کے لحاظ سے ممیز، ممتاز اور منفرد ہے۔ یہی سلسلہ نبوت ہے اور یہیں سے ہم کو سلسلہ مجددیت کی رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔

مکرر آیت نمبر ۳۷ پر غور کریں تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ دن اور رات علیحدہ چیزیں ہیں۔ ظلمت اور روشنی دو علیحدہ یونٹ ہیں۔ یعنی ہدایت اور گمراہی۔ رات سے دن کو اللہ تعالےٰ کھینچ لیتا ہے یعنی کتنی بھی گمراہی کیوں نہ ہو سعید روحیں علیحدہ موجود ہوتی ہیں جو آنے والے نبی اور مصلح کا استقبال کرتی ہیں جیسے ظہور قدسی کے وقت سیّدنا حضرت ابوبکر رضؓ کا وجود ہے۔

پھر سورج کی علیحدہ گردش کا ذکر ہے اور اُس گردش کی نگرانی اور اس کا اندازہ غالب حکمت والے نے اپنے اختیار میں رکھا ہے اور سورج کا راستہ مقرر ہے۔ سورج کیا ہے انوارِ نبوت کا عکس ہے۔ وحی نبوت اور شریعتِ خاصہ کی مثال اللہ تعالےٰ نے سورج سے دی ہے طلوعِ آفتاب کے بعد اجرام فلکی ماند پڑ جاتے ہیں اور یہ گردش کاملہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کاملہ ہے۔ اسی لئے ایک دوسری آیت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو سراجاً منیراً کہا گیا ہے۔ گویا سورج تمام تر تابانیوں کے ساتھ جلوہ گر ہے شریعتِ قرآنی جلوہ محمدی کے سورج کے مشابہ ہے کوئی نہیں جو اس سے آنکھ ملا سکے۔ یہ وہ مکمل یونٹ ہے جو تمام جہانوں کو روشن کر رہا ہے۔ کبھی مشرق کو کبھی مغرب کو، جہت عالم کا کوئی کونہ ایسا نہیں ہے جہاں سورج کی شعاع نہ پڑتی ہو۔ یعنی انوار نبوت محمدیہ کا انتشار ایسا کامل ہے کہ دنیا کی کوئی قوم اس سے محروم نہ رہے گی۔

اب دیکھیئے سورج کی اٹل حیثیت کے ساتھ ہی چاند کی گردش کا ذکر کر دیا اور ساتھ یہ اصول بھی واضح کر دیا کہ چاند کی ہم نے مختلف منازل مقرر کر دی ہیں۔ چاند کا سفر ابتدائی حالت سے شروع ہوتا ہے اور چودھویں کے چاند کے ساتھ وہ کامل عروج پر ہوتا ہے یوں پھر اپنی تاریکی کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ یہ بات سورج کے بارے میں ارشاد نہیں فرمائی۔ سورج کی صفت اور مزاج کو متعین کیا پھر چاند کی صفت اور مزاج کو متعین کیا تا کہ بصیرت رکھنے والے لوگ فرق کو سمجھ لیں۔ یہی سلسلہ مجددین ہے۔ سورج یعنی انوار نبوت کی روشنی کے ساتھ سلسلہ مجددین روحانی کو جوڑ دیا۔ تا کہ نظام فلکی کا پرتو انسان کو نظام روحانی میں بھی نظر آتا رہے۔ گویا مجددین کی آمد ہر رنگ میں موجود ہے کبھی ھلال کی شکل میں اور کبھی بدر کامل کی شکل میں، دائرہ دین متین مجددین کی موجودگی سے کبھی خالی نہیں ہے۔

اس زمانہ میں بھی ایک مجدد کامل جو عین چودھویں صدی کے ساتھ طلوع ہوا اس کا دعوای موجود ہے اس نے اسی سورج سے روشنی لی اور اپنے مدار میں رہ کر مسیح اور مہدی کا کام کیا۔ اصلاح کا کام یہ وہی ذمہ داری ہے جو انبیاءؑ کو سونپی جاتی ہے لیکن یہاں اللہ تعالےٰ نے ساتھ ہی فرما دیا کہ سورج کے لئے ممکن نہیں کہ وہ چاند کی غایت کو پہنچے یعنی جس نے بلا واسطہ وحی نبوت حاصل کی وہ مجدد اور مصلح نہیں کہلائے گا اس کا درجہ نبی کا ہے اور وہ نبی ہی کہلائے گا اور اس کا انکار کفر ہو گا جیسے سورج کے وجود کا انکار اندھا ہی کرے گا اور یہی اصول چاند پہ لاگو ہوا کہ باوجود وہ بھی ہم کو روشن نظر آتا ہے لیکن وہ سورج نہیں کہلائے گا۔ یعنی مجددین محترم اگرچہ کلام کی سے سرفراز کئے جائیں گے۔ مکالمہ مخاطبہ الہٰیہ حاصل کریں گے۔ مبشرات کا حصہ لیں گے لیکن ان کے باوجود وہ نبی اللہ نہیں کہلائیں گے کیونکہ وہ چاند کی مختلف منازل طے کرنیوالے گروہ سے تعلق رکھتے ہیں اور سورج ایک مستقل نور کا منبع ہے۔ چاند کے لئے ممکن نہیں کہ وہ سورج بن جائے۔ مجددین کے لئے ممکن نہیں کہ مکالمہ مخاطبہ الہٰیہ کا شرف حاصل کر کے دعوٰے نبوت کریں۔ ہر دو کی گردشیں علیحدہ ہیں دونوں کے مدار علیحدہ ہیں اگرچہ وہ ایک ہی فضاءِ بسیط میں تیر رہے ہیں۔

بے شمار ایسے رہنما گذرے ہیں جنہوں نے اپنی قوموں کو غلامی سے نجات دی۔ ملک آزاد کرائے۔ عدل و انصاف کی اقدار کو قائم کیا۔ اس کے باوجود دنیا ان کو نبی نہیں کہتی اگرچہ ان کے کام بہت غایت درجہ کے بلند اور مشکل تھے اسی طرح لم یبقٰی من النبوۃ الا المبشرات کا اصول اگر ملحوظ رکھا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ مبشرات کا حصہ تا قیامت جاری ہے لیکن اس کے باوجود سورج کی تابانی کا مقابلہ کرنا یا اس کی ہم عصری کا دعویٰ کرنا غلط ہے سراج منیر اپنی جگہ قائم ہے ایک مستقل حیثیت سے البتہ چاند کی منازل کے اصول کے تحت مجددین نمبردار ہوتے رہیں گے اس طرح ختم نبوت ایک اٹل حقیقت بن جاتی ہے۔ اور لانبی بعدی ایک ایسا مدار ہے کہ کوئی بھی اس میں داخل نہیں ہو سکتا۔

(ظفر اقبال۔ مغربی جرمنی)

استحکام پاکستان کے خلاف ملک دشمن عناصر کی مہم

اس مسلمہ حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ انسانی معاشرہ کی فلاح و بہبود کا انحصار سچائی کو اپنانے اور ہر شعبہ حیات کو اس کے مطابق منظم کرنے پر ہوتا ہے تاریخ شاہد ہے کہ جن معاشروں کی بنیادیں باطل پرستی پر استوار ہوئیں وہ دیرپا ثابت نہ ہو سکے بلکہ عبرتناک تباہی و بربادی آخر کار ان کا مقدر بنی۔ وزیر اعظم پاکستان نے مسند اقتدار سنبھالتے ہی ذرائع ابلاغ سے تعلق رکھنے والے صحافیوں اور دانشوروں کی پریس کانفرنس طلب کی اور اس تاریخی حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے برملا تلقین کی کہ دروغ بیانی کو فی الفور ترک کر دیا جائے۔ اور سچ کی تلاش و اشاعت

کو اپنا شعار بنایا جائے تاکہ عوام کو فکری تذبذب و انتشار کی نقصان دہ کیفیات سے نجات حاصل ہو اور ملک میں معاشرتی فلاح و بہبود کا عمل صحت مند بنیادوں پر استوار ہو کر اپنے تمام تر تعمیری اثرات اور پوری افادیت کے ساتھ جاری و ساری ہو جائے۔

سچ تو یہ ہے کہ سچ بولنا اتنا مشکل نہیں ہوتا جتنا مشکل سچ سننا ہوتا ہے۔ سچی باتیں بڑی تلخ ہوا کرتی ہیں لہٰذا ان باتوں کو سننے کے لئے بڑے حوصلے اور بڑی قوتِ برداشت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اتفاق سے لوگوں میں اکثریت کردار کی ان خوبیوں سے عاری ہوتی ہے لہٰذا وہ سچ سننا برداشت نہیں کرتے اور جب کوئی راست گو سرِعام راست گوئی سے کام لیتا ہے تو یہ باطل پرست اس کی مخالفت پر کمر باندھ لیتے ہیں اور اس کی جان کے درپے آزار ہو جاتے ہیں۔

صداقت کے اظہار اور اس کی تشہیر کے خلاف صورتِ حال کتنی ہی سنگین کیوں نہ ہو دنیا سچ بولنے اور سچ کی اشاعت کرنے والوں سے کبھی خالی نہیں رہی بلکہ ہر زمانے میں کوئی نہ کوئی حق گو نہایت بے باکی اور ثابت قدمی سے باطل پرست طاغوتی قوتوں کے خلاف نبرد آزمائی کرتا رہا ہے یہی وجہ ہے کہ صداقت اپنی تمام حیات آفریں قدروں کے ساتھ دنیا میں برقرار ہے اور اس سرچشمے سے انسانی معاشرے کی مسلسل آبیاری ہو رہی ہے۔

بانئ پاکستان قائدِاعظم محمد علی جناح رح حق پرست انسان تھے۔ آپ نے مسلم قومیت کی صداقت کے آفاقی تصور کو مسلمانانِ برِصغیر کی آزادی اور ہندو قوم کے استحصال سے انہیں نجات دلانے کے لئے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اس عظیم صداقت کو دو قومی نظریئے کا نام دیا گیا۔ یہ صداقت نئی نہ تھی مسلم قومیت کے آفاقی تصور کو آج سے چودہ سو سال پیشتر سرورِ کائنات حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر اپنے ایک عظیم خطبے کے ذریعے اقوامِ عالم کے سامنے پیش کیا۔ "نہ کسی عرب کو عجمی پر اور نہ کسی عجمی کو عرب پر، نہ کالے کو کسی گورے پر، نہ گورے کو کسی کالے پر کوئی فوقیت حاصل ہے"۔ کے الفاظ بیان فرما کر آنحضور نے علاقائی، نسلی اور لسانی امتیازات پر قائم ہونے والی قومیتوں کے تمام نظریات کی نفی کر دی اور سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں کہہ کر مسلم قومیت کا عالمگیر تصور پیش کیا۔ قائدِاعظم نے آنحضورؐ کے اسی مسلم قومیت کے تصور کو مسلمانانِ برصغیر کے حق میں عملاً نافذ کرانے کی انتھک جدوجہد کی اور ان کے لئے ایک آزاد ریاست "پاکستان" کے حصول کو ممکن بنایا۔ باطل پرست عناصر نے قائدِاعظم کی ان حقیقت پسندانہ کوششوں کو پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھا اور ملت از وطن است کا نعرہ لگا کر دو قومی نظریے کو مسلم قومیت کے حق میں تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور قائدِاعظم کو ناکام بنانے کے لئے مخالفت پر کمربستہ ہو گئے۔ ان پاکستان مخالف عناصر نے اعلان کیا کہ پاکستان تو کجا پاکستان کی "پ" بھی نہ بننے دی جائیگی اور اس بچے کو جنم لینے سے قبل ماں کے پیٹ ہی میں موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔ جو پیدائش کے بعد لفظ "پاکستان" لکھے گا۔ قرارداد پاکستان کی منظوری کے لئے منعقد ہونے والے جلسہ لاہور ۱۹۴۰ء کو سبوتاژ کرنے کی کوشش کی گئی۔ قیامِ پاکستان سے قبل لاہور میں قائدِاعظم پر قاتلانہ حملہ کرایا گیا۔

قیامِ پاکستان کے خلاف ان عناصر کی معاندانہ کوششوں اور مذموم پروپیگنڈہ کے باوجود مسلمانانِ برصغیر کو آزادی میسر آگئی۔ اور انہوں نے اپنے لئے ایک وطن پاکستان حاصل کر لیا۔ تاہم ہندو کانگریس نواز ان پاکستان مخالف "مسلم عناصر" نے تقسیمِ ہند کو دل سے تسلیم نہ کیا اور اپنی تحریک کو ایک نئی شکل دیکر پاکستان کے خلاف گوناگوں سازشوں میں مصروف ہو گئے تاکہ ہندو کانگریس کی منشاء کے عین مطابق پاکستان کو مٹا کر ہندوستان کو پھر سے متحد کر دیا جائے اس مقصد کے حصول کے لئے انہوں نے اسلام پرستی کا لبادہ پہنا اور پاکستانیوں کی صفوں میں دخیل ہو گئے۔ قومی اتحاد و یگانگت اور قومی نظریے کے زیرِ اثر قائم ہونے والے پاکستانی قومیت کے تصور کو سخت نقصان پہنچانے کی مذموم کوششیں سرانجام دیتے رہے۔ یہ لوگ فرقہ وارانہ منافرت پھیلا کر اور مختلف مذہبی گروہوں کو ایک دوسرے کے خلاف تکفیر بازی میں الجھا کر آمادہ بفساد کرتے ہیں۔ علاقائی نسلی بنیادوں پر قومیتوں کے قیام کا پرچار کر کے پاکستان کی قومی یکجہتی کے خرمن کو خاکستر بنانے کے لئے نفرتوں کی آگ بھڑکاتے ہیں

شیخ حفیظ الرحمٰن ایم اے۔ گلگت۔

پیغام صلح کی خصوصی اشاعت

احباب و خواتینِ جماعت۔

السّلام علیکم ورحمتہ اللہ

اکتوبر کے مہینے میں حضرت بانئ احمدیہ کے دستِ راست، معاون، رفیق اور مجتہد و مخلص خادم اور احمدیہ انجمن لاہور کے بانی سابق بزرگ مفسرِ قرآن حضرت مولینا محمد علیؒ راہی الی اللہ ہوئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔ آپ کا نام اور آپ کا کام دینی خدمات کا ایک تابندہ باب ہے۔

پیغامِ صلح اس محسنِ دین و جماعت سے اظہارِ محبت و عقیدت اور آپ کی شہرۂ آفاق علمی، قلمی، دینی اور ملی خدمات جلیلہ و عظیمہ کے اعتراف میں اس مہینہ میں ایک خصوصی اشاعت کا اہتمام کرتا رہا ہے۔ اس فخریہ روایت کے پیشِ نظر امسال پیغامِ صلح نے ایک خاص شمارہ "مورخہ یکم اکتوبر ۱۹۸۹ء" کی اشاعت کا ارادہ کیا ہے جس کی ہمارے پیارے امیر حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب ایدہ اللہ نے بخوشی منظوری عطا فرمائی ہے۔

اہلِ علم و قلم احباب و خواتین سے گزارش ہے کہ اس ماہ کے آخر تک اپنے رشحاتِ قلم ارسال فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ اور حضرت امیر مرحوم کی بلندئ درجات اور مغفرت مزید اور آپ کی روح پر فتوح کے ایصالِ ثواب کے لئے دُعا فرمائیں۔ والسّلام

منصور احمد
جنرل سیکرٹری انجمن احمدیہ
دارالسّلام ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن
لاہور

> جان و دلم فدائے جمالِ محمدؐ است
> خاکم نثارِ کوچۂ آلِ محمدؐ است
> دیدم بعینِ قلب و شنیدم بگوشِ ہوش
> در ہر مکاں ندائے کمالِ محمدؐ است

اشتہارات کا نرخنامہ

۲۰ مربع انچ کیلئے: ۲۵۰/- روپے فی شمارہ
۴۰ مربع انچ کیلئے: ۴۰/- روپے فی شمارہ
طلباء کیلئے رعایتی سالانہ چندہ ۱۵/- روپے

احباب و خواتینِ سلسلہ۔

سلام مسنون!

امید ہے بفضل تعالےٰ آپ بخیریت ہوں گے۔ اخبار پیغامِ صلح اور رسالہ دی لائٹ ہمارے جماعتی پرچے ہیں جو تقریباً سال سے آپ کی خدمت میں پہنچ رہے ہیں۔ آپ کا علمی، قلمی اور مالی تعاون ان ہر دو پرچوں کے ساتھ جاری رہنا از بس ضروری ہے اس سلسلہ میں قبل ازیں بھی آپ کی توجہ دلائی جاتی رہی ہے امید ہے کہ آپ میری گزارشات پر خصوصی توجہ دیں گے۔ میری مندرجہ ذیل تجاویز آپ کی توجہ کی محتاج ہیں،

۱۔ احباب و خواتین سلسلہ طلباء و طالبات سمیت ان پرچوں کے لئے مضامین لکھیں

۲۔ ان پرچوں کی خریداری میں حصہ لیں۔ جو احباب خریدار ہیں اور ان کے ذمہ بقایا ہے، وہ بقایا جات کی ادائیگی فرمائیں کاغذ اور دیگر سامانِ کتابت و طباعت بہت گراں ہے اور اخبارات کو آپ کے مالی تعاون کی ضرورت ہے طلباء کے لئے سالانہ چندہ نہ ہونے کے برابر ہے

۳۔ جماعت کے تاجر پیشہ احباب ان میں اشتہارات دیں۔

۴۔ جماعت کے سیکرٹری صاحبان اور واعظین حضرات اپنے اپنے حلقہ میں اخبارات کی فراہمی اور ان کے مطالعہ کی تحریک میں دلچسپی لیں اور جماعتی سرگرمیوں کی اشاعت کے سلسلہ میں مستعد ہوں۔

احباب و خواتین ان تجاویز پر عمل درآمد فرمائیں اس میں شک نہیں کہ ہمارے اخبارات مقابلتاً اچھی حالت میں ہیں اس معیار کو قائم رکھنے کے لئے بلکہ اس سے بھی بہتر شکل میں اخبارات کو آپ تک پہنچانے کے لئے آپ کی خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔

خیر اندیش
منصور احمد
جنرل سیکرٹری انجمن احمدیہ
دارالسّلام 5 عثمان بلاک
نیو گارڈن ٹاؤن۔ لاہور۔

خواتین کا صفحہ

محترمہ نصرت احمد صاحبہ۔ ملتان

آہ! سیّدہ مُبشّرہ بیگم عبدالسّلام عمر

۲۰ جولائی ۱۹۸۹ء جمعرات کی ابرآلود صبح کو پُرسکون نیند کے عالم میں ایک ایسی شفیق ہستی نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا، جن کا دل ہمیشہ خدا اور انسانوں کی محبت سے معمور رہا اور جن کو سب محبت و احترام سے ممّی کہہ کر پکارتے تھے۔

میری ممّی حیدرآباد دکن کے نہایت معزز اور عالم گھرانے میں ۱۵ جون ۱۹۱۵ء کو پیدا ہوئیں۔ آپ کے والد حضرت مولانا میر محمد سعید حیدرآبادیؒ مفسر قرآن۔ قادری حنفی حسنی، حسینی شیخ المشائخ حضرت عبدالقادر جیلانیؒ جن کو عام طور پر گیارھویں والے پیر کے نام سے پکارا جاتا ہے کے نیک باعمل۔ سیّدزادے اور جانشین تھے۔ حلقہ ارادت میں لاکھوں مرید شامل تھے جو علی الصبح حضرت کی زیارت کے لئے حویلی سے باہر جمع ہو جاتے اور دم درود کرواتے اور مرادیں پاتے۔ لیکن جب میرے نانا نے حضرت مسیح موعود کے ہاتھوں بیعت کرلی، تو یہ سب کچھ چھوڑ دیا بلکہ چار لاکھ کے لگ بھگ اشارے کے منتظر رہنے والے مرید بھی ساتھ ہی فارغ کر دیئے۔ حضرت مسیح موعود نے ان کی اس قربانی سے راضی ہو کر ان کو اپنی طرف سے بیعت لینے کی اجازت مرحمت فرمائی اس کے بعد ممّی حافظ، حاجی، فقیہ، محدّث اور حکیم الامت حضرت مولانا نورالدینؒ کی بہو اور مولانا عبدالسّلام عمر (بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی علیگ) کی رفیقۂ حیات بن کر قادیان تشریف لائیں۔

آپ جنوبی ہند حیدرآباد دکن کی خوشحال و عالی شان ریاست۔ سرسبز گھنے جنگلات۔ معتدل آب و ہوا۔ چھ ماہ مون سون کی ہلکی پھوار پڑنے والے خوش گوار موسم کے عیش و آرام، وسیع و عریض مکانات، باغات، نوکر چاکر اور ناز و نعم کو چھوڑ کر قادیان کی سیدھی سادھی درویشانہ بستی میں آ گئیں۔ اور پھر یہاں ایسی رچ بس گئیں کہ سوائے اپنے لباس یعنی ساڑھی اور تہذیب و شائستگی کی اعلیٰ اقدار کے اپنے وطن کے عیش و آرام، لذیذ کھانے اور محبت کرنے والے مہربان نفیس عزیزان سب کو چھوڑ دیا۔ مجھے کئی بار ایسی بزرگ خواتین ملیں جنہوں نے بتایا کہ ہم نے آپ کی ممّی کو دیکھا تو ان کے نازک خوبصورت وجود۔ ریشمی لمبے بال نفیس حیدرآبادی ساڑھی یا تنا ہاتہ کرتے پاجامہ میں ملبوس نہایت نرمی اور خلق سے باتیں کرتے سُنا تو انہیں آج تک نہیں بھلا سکے۔ ممّی میں مومن کی تینوں صفات یعنی کم کھانا، کم بولنا اور کم سونا بدرجہ اتم موجود تھیں۔ تہذیب و شائستگی کا یہ عالم تھا کہ ہر ایک آنے والے سے اٹھ کر ملتیں اور رخصتی کے وقت دروازے تک پہنچاتیں۔ اب ضعیفی اور کمزوری کی حالت میں بھی انہوں نے اس شائستگی کو نہیں چھوڑا تھا۔ کمزوری اور بیماری کی حالت میں بھی ان کو دن میں بعض اوقات دس۔ دس بار بستر سے لوگوں کو ملنے کے لئے اُٹھتے دیکھتی تھی۔

خاندان میں جیٹھانی کے بزرگ رتبہ کو انہوں نے تادم آخر بہ احسن نبھایا۔ سالہا سال عیدین کے موقع پر پورے خاندان کی دعوت ممّی کے گھر ہوتی تھی اور وہ کھانے کی میز کو انواع و اقسام کے لذیذ کھانوں سے بھر دیتی تھیں جس کھانے کی تیاری میں ممّی کا ہاتھ شامل ہوتا اُس کی لذّت اور خوشبو فوراً اس کا پتہ دے دیتی تھی۔ ہمارے محترم چچا جان حکیم عبدالوہاب عمر مرحوم ان سے اکثر حیدرآبادی بگھارے بینگن کی فرمائش کرتے اور ممّی سب کام چھوڑ کر سب سے پہلے بڑے دیگچہ میں بینگن پکوا کر بھجواتی تھیں۔

اسی طرح خاندان کے ہر فرد کی دلجوئی اور خوشی کا خیال کرتیں۔ خاندان کے بچوں کے پاس ہونے پر دعوت کرتیں، تحفے دیتیں غرضیکہ کیا بچے اور کیا بڑے سب سمجھتے تھے کہ ممّی سب سے زیادہ پیار ہم سے کرتی ہیں۔ تاہم ان کی حقیقی اور بے لوث محبّت و ہمدردی کا خصوصی مرکز کئی بیمار اور غریب ہوتے تھے میرا ڈرائیور ایک بار لاہور گیا تو ممّی نے حسبِ عادت اس کے بال بچوں کی خیریت دریافت کی۔ جب معلوم ہوا کہ تین سال شادی کو ہو چکے ہیں اور اولاد نہیں ہوئی تو اس کو مظفر گڑھ کے نواحی گاؤں سے اپنے پاس بلا کر رکھا۔ اپنی دیورانی بیگم عبدالوہاب عمر صاحبہ کے پاس لے جا کر علاج کروایا اور اب وہ صاحبِ اولاد ہے۔ اسی طرح میری شادی کے موقع پر ہمارے گاؤں نور آباد سندھ سے بہت سے دیہاتی شادی میں شرکت کے لئے آن پہنچے، جب پوچھا کہ تم کیسے آئے تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے تو ضرور آکر دعائیں دینا تھیں کیونکہ بی بی جی (ممّی) نے آنکھوں کا اپریشن کروا کر بینائی بحال کروا دی ہے کسی نے کہا کہ میرے بچے نہ تھے بی بی جی نے علاج کروا کر گھر اُجڑنے سے بچا لیا ہر ایک کی زبان پر ایک کہانی تھی غرضیکہ وہ سب ممّی کے حُسنِ سلوک کے اظہار کے لئے حاضر ہوئے تھے۔ نیکی ہمیشہ پوشیدہ اور خاموشی سے کرتی تھیں ذاتی تعریف و توصیف سے اس قدر گھبراتی تھیں کہ جب گاؤں والوں کو پتہ چلا کہ سیّدزادی ہیں تو عورتیں بچے زیارت کے لئے ٹوٹ پڑے ساتھ پاؤں چومنے لگے تو ہمیں اور ملازموں کو منع کر دیا کہ ان کو میرے خاندان کے بارے میں مت بتایا کرو مجھے اچھا نہیں لگتا کہ انسان ہو کر انسانوں سے اس قدر عزت کرواؤں۔

تمام گھریلو ہنر۔ کھانا پکانا، سلائی کڑھائی مشینی کوٹا کناری وغیرہ باوجودیکہ میکے میں ملازمین کی فوج موجود تھی اپنی دلچسپی سے سیکھے اس کے ساتھ ساتھ فارسی اور عربی شعر خوب سمجھتی تھیں۔ قرآن پاک سے تو عشق تھا۔ قرآن مجید کی تلاوت اور دُعائیں ان کے دل کو پگھلا دیتی اور اشک رواں ہو جاتے جن کو وہ پوری کوشش سے پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرتیں۔ چند سال قبل ہی کی بات ہے کہ جلسۂ سالانہ پر عزیزہ مدیحہ رسول اور اُن کی ایک سہیلی نے قرآنی حوالہ جات دے کر تقریر کی تو ان دونوں کو بلا کر پیار کیا اور پھر باہر لے جا کر ان کی تواضع کی۔

بسترِ مرگ پر آخری دنوں میں وہ ہر وقت سوئی رہتی تھیں ڈاکٹر اور نرسیں ان کو آوازیں دے دے کر تھک جاتے لیکن وہ آنکھیں نہ کھولتی تھیں۔ تاہم اس موقع پر بھی اگر ان کی آنکھ کھلی تو قرآن شریف سن کر۔ جب تک میں یا میری چچی بیگم عبدالمنان عمر صاحبہ بلند آواز سے قرآن شریف پڑھتے ممّی کی آنکھیں ہلکی سی کھل جاتیں اور ان میں غور کی کیفیت پیدا ہو جاتی۔ جونہی تلاوت بند کرتے، ممّی کی آنکھیں بند ہو جاتیں اور وہ گہری نیند میں واپس چلی جاتیں ان کو نہ صرف قرآن مجید کی طویل سورتیں زبانی یاد تھیں بلکہ ان کا مطلب اتنا خوب سمجھتی تھیں کہ بر موقعہ قرآن شریف کا حوالہ بمعہ ترجمہ فوراً دے دیتی تھیں۔ میں نے ایک بار اپنے کسی نوکر کی شکایت کرتے ہوئے کہا کہ مجھ سے غلطی ہو گئی کہ اس کی ترقی کرکے ڈرائیور بنا دیا اب تو وہ کسی اور کام کو ہاتھ نہیں لگاتا تو فوراً یہ جواب دیا۔

"اگر کسی پر احسان کرو تو اس کو جتلا کر باطل نہ کرو" پھر فرمایا نہیں تو کام کرنے والے کئی مل جائیں گے اچھا ہوا کہ ایک غریب نے تمہارے پاس رہ کر ہنر سیکھ لیا اس کی زندگی سنور جائے گی ہم تیرہ بہن بھائیوں کی تعلیم، تربیت، شادیاں سب ممی کے ہاتھوں ہوئیں اور انہوں نے خشیت اللہ کی بنیاد پر یہ تمام کام اس قدر انصاف اور رواداری سے نبھائے کہ کبھی زبان یا عمل سے یہ ظاہر نہ ہونے دیا کہ ہم دوسری والدہ کی اولاد ہیں۔ کبھی نوکر یا باہر کے لوگ ہم بچوں کو یہ بتلاتے کہ تمہارے بھائی بہن دوسری والدہ سے ہیں تو ناراض ہوتیں کہ جو بات میں نے آج تک اپنے رویہ سے ظاہر نہیں کی تم نے کیوں کھولی ہے۔

میرے بڑے بھائی جان عبدالواسع عمر صاحب نے ہسپتال میں پیار سے میرے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا، نصرت، ممی نے مجھے اپنے سگے بچوں سے زیادہ محبت دی ہے۔

ان کے گھر کے دروازے عزیزوں، رشتہ داروں کے علاوہ حاجت مندوں کے لئے ہر وقت کھلے رہتے۔ میرے بھائی پروفیسر جمیل عمر کا ایک دوست بنگلہ دیش سے یکہ تنہا جان بچا کر آیا تو مہینوں ممی کے گھر رہا اس دوران ان پر یرقان کا شدید حملہ ہوا۔ تو ممّی نے اپنے بچوں کی طرح اس کی پوری تیمارداری کی۔ اسی طرح مرحوم اللہ رکھا دریشک عرصہ دراز تک ممّی کے پاس مقیم رہے اور طرح طرح کی بچگانہ فرمائشیں ممی سے پوری کرواتے رہے۔ ایک عجیب ظرف اور وسعت تھی ان کے اندر سمندر کی

(باقی بر صفحہ ۱۵)

پروفیسر عبدالقادر خان کے قلم سے

پاکستانی ثقافت کے چند پہلو

پروفیسر عبدالقادر خاں شعبہ سیاسیات سے تعلق رکھتے ہیں اور ایک معروف مصنّف و ماہر تعلیم ہیں۔ ان کی تالیفات سے کالج اور یونیورسٹی سطح پر استفادہ کیا جاتا ہے ان کی زیر نظر تالیف "مطالعہ پاکستان" میں انہوں نے پاکستانی ثقافت کے مختلف اور متنوع پہلو پر قلم اُٹھایا ہے۔ وہ پاکستانی ثقافت کے بنیادوں — مذہبی یگانگت، توحید اور رسالت کا تصوّر، جذبہ جہاد، محنت و جفاکشی اور وطن سے محبّت وغیرہ مثبت پہلوؤں پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

۱۔ علاقوں اور برادریوں کے تعصّبات

جہاں جہاں اسلام کے اثرات گہرے نہیں ہیں وہاں لوگوں میں زبان، علاقے، صوبے، ذات پات اور برادریوں کے تعصّبات دیکھنے میں آئے ہیں جو بعض اوقات قومی زندگی میں تلخی پیدا کرنے کا باعث بنتے ہیں۔

۲۔ ناقص مذہبی تصوّرات - قدیم روایات اور ہندو مذہب کے اثرات کی وجہ سے دین سے بے خبر لوگوں میں شرک، بدعت، اوہام، خرافات اور رسوم و رواج کا غلبہ ہے۔ لوگ قرآن و سنت پر عمل کرنے کی چیز نہیں سمجھتے بلکہ ڈھول تاشے، عرس، چراغاں، میلے اور مذہبی جلسے جلوس جیسی چیزوں کو ہی خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبّت کے اظہار کا طریقہ اور ذریعۂ نجات سمجھتے ہیں۔ لوگوں کا اندازِ حیات سیکولر ہے یعنی وُہ مذہبی رسوم ضرور ادا کرتے ہیں لیکن اپنی زندگیوں کو اپنی مرضی کے مطابق اور مذہب کی قید سے آزاد ہو کر گزارنا پسند کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ملک میں نفاذِ اسلام کی تمام کوششیں بالآخر بے اثر جاتی ہیں۔

۳۔ غیر سائنسی اندازِ فکر - تعلیم کی کمی، انگریز کے غلامانہ نظامِ تعلیم اور ناقص مذہبی تصوّرات کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ پاکستانیوں (اور اسی طرح ہندوستانیوں کا بھی) اندازِ فکر بحیثیت قوم غیر سائنٹیفک ہو گیا ہے جھوٹے مذہبی قصّے کہانیوں اور کرامات کو سُن کر اور عملی زندگی سے ان کو بے تعلق پا کر ان میں یہ عادت پختہ ہو گئی ہے کہ انہوں نے واقعات حالات اور اشیاء میں سبب اور نتیجے کا وُہ تعلق تلاش کرنا چھوڑ دیا ہے جو قانونِ فطرت کی بنیاد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری قوم کا مزاج، شاعری اور تصوّف کے لئے تو مناسب ہے سائنسی ترقی۔ ایجادات اور عمرانی علوم کی تحقیقات کے لئے اس میں زیادہ گنجائش نہیں ہے۔

۴۔ معاشی پریشاں حالی - اگرچہ ہم فی کس آمدنی کے لحاظ سے تیسری دنیا کے بہت سے ممالک سے بہتر پوزیشن میں ہیں (مثلاً ہماری فی کس سالانہ آمدنی بھارت سے تقریباً تین گنا ہے پھر بھی ہمیں جو وسائل میسّر ہیں ان کے مقابلے میں ہماری معاشی حالت زیادہ اطمینان بخش نہیں ہے۔ زراعت پسماندہ ہے صنعتی ترقی کی رفتار سست ہے۔ آبادی کی اکثریت دیہات میں آباد ہے جو بہت بُرے حالات میں زندگی گزار رہی ہے دولت یا تو جاگیرداروں کے چند ہاتھوں میں محصور ہے یا شہروں کے بڑے تاجر طبقے میں بیرون ملک سے مزدوری اور ملازمت کی آمدنی بھیجنے والوں نے ایک نیا دولت مند طبقہ پیدا کر دیا ہے جس کے پاس زندگی کی تمام آسائشیں موجود ہیں اوپر کا دولت مند طبقہ اور نچلا دولت مند طبقہ معیار زندگی کو زیادہ سے زیادہ اونچا اُٹھانے اور سامانِ تعیش (کاروں کے نئے نئے ماڈل، وی سی آر، فریج، رنگین ٹیلیویژن) کے تعاقب میں زیادہ سے زیادہ پریشانی کا شکار ہے۔ آمدنی ساتھ چھوڑ دیتی ہے تو لوٹ کھسوٹ کا عمل شروع ہوتا ہے جس کا شکار وہی غریب اکثریت ہے جو پہلے سے ہی بہت خراب حالت میں ہے۔ یوں غریب غریب تر اور امیر پریشان تر ہوتے جا رہے ہیں۔ غریب اور امیر کا یہ بڑھتا ہوا فاصلہ قومی زندگی کے لئے ٹائم بم کی حیثیت رکھتا ہے یہ سب کچھ اسلام کے پیغام مساوات اور عدل و احسان سے دوری کا نتیجہ ہے۔

۵۔ دورِ غلامی کے اثرات - انگریزوں کی طویل حکمرانی کے اثرات ہماری معاشرت پر اب تک نمایاں ہیں انگریز حکمران تعداد میں کم تھے انہوں نے اپنے اقتدار کو قائم رکھنے کے لئے ہندوستان میں ایک ایسا طبقہ پیدا کیا جو نام کے لحاظ سے تو ہندوستانی تھا اور ذہنی لحاظ سے انگریز تھا۔ انگریزوں کی قائم کردہ افسر شاہی کی روایات اب تک قائم ہیں اعلیٰ ملازمتوں کے لئے مقابلے کے امتحان انگریزی میں ہوتے ہیں۔ اس لئے سول سروس پر ایک محدود طبقے کی اجارہ داری ہے۔ غریب اور متوسط طبقے کے لوگ اوّل تو ان امتحانوں میں کامیاب ہی نہیں ہوتے پھر کامیاب ہوتے ہیں تو بہت جلد اسی رنگ میں رنگے جاتے ہیں۔ افسر شاہی خود کو عوام کا حاکم سمجھتی ہے اور عوام کو اپنی رعایا۔ ان کے اپنے مفادات ہیں جو اکثریت کے مفادات سے بالکل الگ ہیں۔ افسر شاہی کی اکثریت بدعنوان اور نااہل ہے لیکن عوام اور حکومت پر ان کا تسلّط قائم ہے۔ دورِ غلامی کی روایتوں میں سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ معاشرے میں عزّت اور بزرگی کا معیار شرافت تقوےٰ اور علم کی بجائے محض طاقت ہے جو شخص دوسروں کو جتنا نقصان پہنچانے اور خوف زدہ کرنے کی پوزیشن میں ہے وُہ اتنا ہی بڑا ہے عام آدمی کے لئے پولیس کا ایک سپاہی یونیورسٹی کے وائس چانسلر سے زیادہ لائقِ احترام ہے۔ عام لوگ ظالم افسروں جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کو بُرا بھلا ضرور کہتے ہیں۔ لیکن ان کے دل میں اُن جیسا بن جانے کی آرزوئیں کروٹیں بدلتی رہتی ہیں یہ ساری خرابیاں اس لئے پیدا ہوگئی ہیں کہ دورِ غلامی کے اثرات کو اسلام کے آزادی حریت اور خدمت کے اصولوں پر مبنی تعلیم کے ذریعے دُور کرنے کی کبھی کوشش نہیں کی گئی۔

(بقیہ مبشرہ بیگم مرحومہ)

مانند گہری اور بے کراں، فیاض، بے شمار لوگ اپنے دکھ اور راز ان سے کہہ کر ہلکے ہو جاتے تھے۔ لیکن ممی کی تہجد اور نیم شبی کی دعاؤں میں مزید اضافہ ہو جاتا۔ بیماری اور وفات سے پہلے ہمارے چچا عبدالمنان عمر اور ہماری چچی بیرون پاکستان جا رہے تھے کہ انہیں بإصرار روک لیا کر ابھی آپ نہ جائیں جیسے اُنہیں اپنا آخری وقت قریب آتا نظر آ رہا تھا۔

میرے اپنے تمام عزیز بہن بھائیوں قارئین و سامعین سے درخواست ہے کہ وُہ جب بھی اپنے پیاروں کے لئے دُعا کریں تو میرے ابّا جان، ممی اور اُن کی سب آل اولاد کو بھی ان میں شامل فرما لیں، اللہ تعالےٰ سب بچھڑے ہوؤں کی مغفرت فرمائے اور جو بقیدِ حیات ہیں ان پر رحمتیں نازل کرتا رہے۔

"جو لوگ دوسروں سے مہربانی کرتے ہیں وُہ سدا ان دلوں میں مہکتے ہیں جن سے مہربانی کی گئی" ممی کی بیٹی

(بقیہ از خطبہ صفحہ ۱)

میں مذکور ہے وہاں صاف فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ نے فرشتوں کو فرمایا کہ **اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً** (سورۃ البقرۃ - آیت ۳۰) یعنی میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں۔ آدم کی جگہ حضرت آدمؑ اور حضرت حوّا کو جنّت میں رہنے سہنے کا حکم بھی مذکور ہے اس لئے یہ تمام قرآن بتلاتے ہیں کہ وُہ جنّت زمین میں تھی نہ کہ آسمان میں۔ اور اس کی تائید ایک اور آیت مبارکہ سے بھی ہوتی ہے جہاں فرمایا کہ **وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ** (سورۃ الرحمٰن ۵۵ آیت ۴۶) یعنی جو اپنے رب کے آگے کھڑے ہو کر جواب دہی کے وقت سے خوف کرتا ہے اس کے لئے دو جنّتیں ہیں۔ اب اس دنیا میں تو نیک سے نیک انسان کو ظاہری جنّت جس میں محل، باغ اور نہریں وغیرہ ہوں نہیں ملتی مگر جو چیز ضروری ملتی ہے وُہ دل کی جنت ہے اور دل خوش ہو تو روکھا سوکھا بھی اچھا لگتا ہے اور اگر دل رنج و غم سے بھرا ہو تو تمام نعمتیں کاٹنے کو دوڑتی ہیں اس لئے یہ متفق علیہ ہے کہ متقی انسان کو اس دنیا میں تو دل کی جنّت ہی ملتی ہے اور اسی دل کی جنّت کو جب وُہ لے کر اگلے عالم میں جاتا ہے اور اُسے ظاہری جنّت بھی وہیں مل جاتی ہے تو وہی دل کی اور باہر کی جنّت ہوتی ہے جس سے بڑھ کر راحت اور خوشی کی زندگی نہیں ہو سکتی۔ شیطان کی تو اگلے عالم میں مجال نہ ہوگی کہ گھس سکے جنت میں ورنہ وہاں لا خوفٌ علیھم ولا ھم یحزنون کی حالت کہاں رہیگی؟

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے کیا خوب لکھا ہے کہ بچہ جس معصومیّت کی حالت میں پیدا ہوتا ہے وہی دل کی جنّت ہوتی ہے جو اس دنیا میں انسان کو نصیب ہوتی ہے مگر جب وُہ جواب دہ ہونے کی عمر کو پہنچتا ہے تو شیطان اُسے پھُسلا کر اس معصومیّت کی حالت سے نکلوا دیتا ہے اور یہی وہ لباس التقوٰی ہے جس کے اُتروا دینے کا تلاوت کردہ آیت میں ذکر ہے۔

پھر فرمایا کہ شیطان اور اس کی جماعت (یعنی شیطان نما انسان) تم کو وہاں سے دیکھتے ہیں جہاں تم ان کو نہیں دیکھتے۔ شیطان چونکہ انسان کو نظر نہیں آتا اس لئے جناب الٰہی نے اس سے پناہ ڈھونڈنے کو ازراہ کرم، اپنے سے دُعا مانگنے کی اجازت دی جب انسان کو فاستعذ باللہ اور معوّذتین کی دُعائیں سکھائیں شیطان نما انسانوں کے بارے میں جو فرمایا کہ وُہ بھی تم کو وہاں سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم اُن کو نہیں دیکھتے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم تو اپنی سادگی اور نیک ظنی کی وجہ سے ایسے لوگوں کو نہیں دیکھتے مگر وہ تمہارے بھولے پن اور تمہارے شکار ہونے کو خوب دیکھتے ہیں۔ اُن سے بھی پناہ مانگنے کے لئے قرآن پاک اور احادیث نبویؐ میں دُعائیں سکھلائی ہیں تاکہ انسان ایسے لوگوں کے شر سے بچا رہے خطبہ کی طوالت کی وجہ سے میں اُن کی تفصیل میں نہیں جاتا مگر قرآن پاک (مترجمہ) اور کتاب "مسنون دعائیں" جسے ہماری انجمن نے چھپوایا ہے اُن سے بخوبی اُن دعاؤں کا علم حاصل کیا جا سکتا ہے۔

میں سامعین سے خطبہ لمبا ہو جانے کی معذرت چاہتا ہوں قرآن کریم کی ہر آیت میں اس قدر علم و حکمت ہوتا ہے کہ انسان تھک جاتا ہے مگر وُہ نہیں ختم ہوتے۔ اس لئے میں آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ خود قرآن حکیم کا بغور مطالعہ کر کے ان خزائن کو لوٹیں جن سے آپ کے دل و دماغ انشاء اللہ روشن ہو جائیں گے اور آپ وُہ خوشی اور راحت پائیں گے جو اور کہیں نہیں ملتیں

(بقیہ آپ کے خطوط)

اس کی کوئی اساس نہیں ہے اور یہ ایسا ہی ہے کہ جیسا کہ یہ کہہ دیا جاوے کہ حضرت مسیح ابن مریم علیہ السّلام نے خدائی کا دعویٰ کیا ہے محض اس بنیاد پر کہ تمام عالم عیسائیت کا یہ عقیدہ ہے کہ آپ خدا یا خدا کے بیٹے تھے۔ حقیقت یہی ہے جیسے حضرت مرزا صاحب نے فرمایا ہے:-

ختم شُد بر نفسِ پاکش ہر کمال
لاجرم شُد ختم ہر پیغمبرے

والسّلام

محمد صالح نور۔ کراچی

بقیہ از صفحہ ۱۱

کسی دنیوی مقصد کے حاصل ہو جانے کا وہم بھی نہ کر رہا تھا بلکہ نبوّت کا دعویٰ کرنے سے اپنے ہاتھوں سے اپنی پہلی جمعیت کو بھی کھو بیٹھے اور ایک بات کہہ کر لاکھوں تفرقے خرید لئے اور ہزاروں بلاؤں کو اپنے سر پر بُلا لیا، وطن سے نکالے گئے قتل کے لئے تعقب کئے گئے، گھر اور اسباب تباہ اور برباد ہو گیا، بارہا زہر دیئے گئے، اور جو خیر خواہ تھے بدخواہ بن گئے، اور جو دوست تھے وُہ دشمنی کرنے لگے، اور ایک زمانہ تک وُہ تلخیاں اُٹھانی پڑیں کہ جن پر ثابت قدم رہنا کسی فریبی اور مکّار کا کام نہیں، اور پھر جب مدّت کے بعد اسلام کا غلبہ ہوا تو اُن دولت اور اقبال کے دنوں میں کوئی خزانہ اکٹھا نہیں کیا، کوئی عمارت نہیں بنائی۔ کوئی بارگاہ تیار نہیں ہوئی۔ کوئی سامان عیش و عشرت کا تجویز نہ کیا گیا، کوئی اور ذاتی نفع نہ اُٹھایا بلکہ جو کچھ آیا وہ سب یتیموں اور مسکینوں اور بیوہ عورتوں اور مقروضوں کی خبرگیری میں خرچ ہوتا رہا اور کبھی ایک وقت بھی سیر ہو کر نہ کھایا، اور پھر صاف گوئی اس قدر کہ توحید کا وعظ کر کے سب قوموں اور سارے فرقوں اور تمام جہان کے لوگوں کو جو شرک میں ڈوبے ہوئے تھے مخالف بنا لیا، اور جو اپنے اور خویش تھے اُن کو بُت پرستی سے منع کر کے سب سے پہلے دشمن بنا لیا، یہودیوں سے بھی بات بگاڑ لی کیونکہ اُن کو طرح طرح کی مخلوق پرستی اور پیر پرستی اور بد اعمالیوں سے روکا، حضرت مسیحؑ کی تکذیب اور توہین سے منع کیا جس سے یہودیوں کا دل نہایت جل گیا اور وُہ سخت عداوت پر آمادہ ہو گئے اور ہر دم قتل کر دینے کی گھات میں رہنے لگے، اسی طرح عیسائیوں کو بھی خفا کر لیا کیونکہ جیسا کہ اُن کا عقیدہ تھا حضرت عیسےٰؑ کو نہ خدا نہ خدا کا بیٹا قرار دیا اور اُن کو پھانسی مل کر دوسروں کو بچانے والا تسلیم کیا، آتش پرست اور ستارہ پرست بھی ناراض ہو گئے کیونکہ اُن کو بھی اُن کے دیوتاؤں سے منع کیا اور مدار نجات کا صرف توحید کو قرار دیا۔ اب جائے انصاف ہے کہ کیا دنیا داری کرنے کی یہی تدبیر تھی کہ ہر ایک فرقہ کو ایسی ایسی صاف اور ناپسندیدہ باتیں سنائی گئیں کہ جس سے سب نے مخالفت پر کمر باندھی اور سب کے دل ٹوٹ گئے ۔ ۔ ۔ ۔ جو لوگ طمع کرنے والے اور نعوذ باللہ مکّار ہوتے ہیں کیا وُہ ایسی تدبیریں کیا کرتے ہیں کہ جس سے دوست بھی دشمن بن گئے؟ ۔ ۔ ۔ ۔ سو چاہیئے کہ یہ سب حالات کیسے آنحضرت صلعم کی صداقت پر دلالت کرتے ہیں ۔ ۔ ۔ اور جیسا کہ اس دلیل سے حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی صادق ہونا ثابت ہوتا ہے ایسا ہی اس سے آنحضرت صلعم کا دوسرے نبیوں سے افضل ہونا بھی ثابت ہوتا ہے کیونکہ آنحضرت صلعم کو تمام عالم کا مقابلہ کرنا پڑا۔ اور جو کام حضرتؐ کے سپرد ہوا وُہ حقیقت میں ہزار دو ہزار نبی کا کام تھا ۔ ۔ ۔ پہلے نبیوں کی محدود کوشش تھی کیونکہ اُن کی رسالت بھی ایک قوم میں محدود ہوتی تھی اور آنحضرت صلعم کی غیر محدود تھی۔" (باقی آئندہ)

تحریک جہیز فنڈ

مکرمی جناب میاں نصیر احمد صاحب فاروقی کی تحریک پر مجلس منتظمہ نے بخوشی منظوری دی ہے کہ جماعت کے مالی لحاظ سے کمزور احباب کی بچیوں کی بیاہ شادی کے موقعہ پر ان کی مناسب مالی امداد کی جائے اس غرض کے لئے مجلس منتظمہ نے ایک لاکھ روپے کی رقم جہیز فنڈ کے لئے مخصوص کی ہے اس رقم کے منافع سے نادار بچیوں کی بیاہ شادی پر رقم خرچ کی جائیگی۔ جو احباب و خواتین اس انفاق فی سبیل اللہ میں عطیات کی صورت میں حصہ لیں وُہ صدقہ جاریہ کا کام دے گا۔

یہ تحریک بڑی نیک اور جماعتی فلاح و بہبود کی ہے۔ احباب جماعت سے گذارش ہے کہ وُہ اس جہیز فنڈ کی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیں اور اس میں مالی امداد دے کر عنداللہ ماجور ہوں۔

والسّلام

منصور احمد

جنرل سیکریٹری انجمن

دار السلام کالونی - ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور۔

ہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس عقب وڈرزی کالج کمپا رشید روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح دار السلام ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا

حضرت مولانا محمد علیؒ نمبر

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۵۲۲
تار کا پتہ: تبلیغ

مدیر: ریاض احمد

فون نمبر
۸۶۳۲۶۰
۸۶۲۹۵۶
قیمت فی پرچہ ۲/۱ ۲ روپے

جلد ۷۲ | بمطابق ۔ ۱۷ ستمبر ۱۴۱۰ھ مؤرخہ یکم اکتوبر ۱۹۸۹ عیسوی | شمارہ (۱۶)

بہت شوق سے سن رہا تھا زمانہ
تمہیں سو گئے داستاں کہتے کہتے ،

مامور انسان کے روحانی تاثرات

مفسر قرآن حضرت مولانا محمد علیؒ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی نظر میں ،

”اگرچہ یہ درست ہے کہ ان کی (حضرت مولانا محمد علی مرحوم امیر جماعت احمدیہ لاہور) فطرت میں پہلے ہی سے ایک مادہ رشد اور ہدایت کا مخفی تھا مگر وہ کھلے طور پر ظاہر نہیں ہوا جب تک انہوں نے بیعت نہیں کی۔“ ——— (حقیقۃ الوحی ص ۳۳۸)

”ہماری جماعت میں اول درجہ کے مخلص دوستوں میں سے مولوی محمد علی صاحب ایم اے ہیں جنہوں نے علاوہ اپنی لیاقتوں کے ابھی وکالت میں بھی امتحان پاس کیا ہے اور بہت سا اپنا حرج اٹھا کر چند ماہ سے ایک دینی کام کے انجام کے لئے یعنی بعض میری تالیفات کو انگریزی میں ترجمہ کرنے کے لئے میرے پاس قادیان میں مقیم ہیں ۔۔۔۔ اور میں اس مدت میں یعنی جب سے کہ وہ میرے پاس ہیں ظاہری نظر سے اور نیز پوشیدہ طور پر ان کے حالات کا ، اخلاق اور دین اور شرافت کی رو سے تجسس کرتا رہا ہوں ، سو خدا کا شکر ہے کہ میں نے ان کو دینداری میں اور شرافت کے ہر پہلو میں نہایت عمدہ انسان پایا ہے ، غریب طبع ، باحیا ، نیک اندرون ، پرہیزگار آدمی ہے ۔ اور بہت سی خوبیوں میں رشک کے لائق ہے ۔۔۔۔ یہ بات ظاہر ہے کہ ایسے ہونہار لڑکے جو ہمہ صفت موصوف ہوں اور ہر طرح سے لائق اور معزز درجہ کے آدمی تلاش کرنے سے نہیں ملتے ۔“ (مجموعہ اشتہارات ۹ راگست ۹۹ء جلد ہشتم ص ۴۷)

***

”تمام کتابیں جو انگریزی میں ترجمہ ہو کر ہماری طرف سے نکلتی ہیں ان کا ترجمہ مولوی محمد علی صاحب ہی کرتے ہیں ۔“ (اشتہار الانصار)

”یہ امر ہمیشہ میرے لئے موجب غم اور پریشانی کا تھا کہ وہ تمام سچائیاں اور پاک معارف اور ۔۔۔۔ کی حمایت میں پختہ دلائل اور انسانی روح کو ہمیشہ اطمینان دینے والی باتیں جو مجھ پر ظاہر ہوئیں اور ہو رہی ہیں ان سے ملک کے تعلیم یافتہ لوگوں اور یورپ کے حق کے طالب علموں کو اب تک کچھ فائدہ نہیں ہوا اور یہ درد اس قدر تھا کہ آئندہ اس کی برداشت مشکل تھی مگر چونکہ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ قبل اس کے کہ ہم اس ناپائیدار گھر سے گذر جائیں ہمارے تمام مقاصد پورے کر دے اور ہمارے لئے آخری سفر حسرت کا سفر نہ ہو ۔ اس لئے اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے جو ہماری زندگی کا اصل مقصود ہے ایک تدبیر پیدا ہوئی اور وہ یہ ہے کہ ۔۔۔۔ ایک رسالہ میگزین بزبان انگریزی مقاصد مذکورہ بالا کے اظہار کے لئے نکالا جائے ۔“

(تبلیغ رسالت جلد ۱۰ صفحہ ۱-۲)

***

”ریویو آف ریلیجنز کا ذکر تھا ۔ ایک صاحب نے تعریف کی کہ اس کے مضامین نہایت اعلیٰ ہوتے ہیں ۔ فرمایا اس کے ایڈیٹر مولوی محمد علی صاحب ایک لائق و فاضل آدمی ہیں ۔ ایم ۔ اے پاس ہیں اور اس کے ساتھ دینی مناسبت رکھتے ہیں ۔ ہمیشہ اول درجہ پر پاس ہوتے رہے ہیں اور ای اے سی میں ان کا نام درج تھا ۔ مگر سب باتوں کو چھوڑ کر یہاں بیٹھ گئے ہیں یہی سبب ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان کی تحریر میں برکت ڈالی ہے ۔“

حضرت صاحب کی ڈائری ۔ بدر ۱۵ ۱۱/۱۹۰۶

***

”چونکہ ہماری جماعت کو معلوم ہوگا کہ اصل غرض ۔۔۔۔ یہی ہے کہ جو غلطیاں اور گمراہیاں عیسائی مذہب نے پھیلائی ہیں ۔ ان کو دور کر کے دنیا کے عام لوگوں کو (دین) کی طرف مائل کیا جائے اور اس غرض مذکورہ بالا کو جس کو دوسرے لفظوں میں احادیث صحیحہ میں کسر صلیب کے نام سے یاد کیا گیا ہے پورا کیا جائے ۔ اس لئے انہی اغراض کو پورا کرنے کے لئے رسالہ انگریزی ہماری [illegible] کا شائع ہونا امریکہ اور یورپ کے اکثر حصوں میں بخوبی مفید ثابت ہو چکا ہے ۔ اور بہت سے دلوں پر اثر ہونا شروع ہو گیا ہے ۔“ اس کے بعد رسالہ کے لئے تحریک کرتے ہوئے فرمایا ۔ ”جو کوئی میری موجودگی میں اور میری زندگی میں میری منشاء کے مطابق میری اغراض میں مدد دے گا میں امید رکھتا ہوں کہ وہ قیامت میں بھی میرے ساتھ ہوگا ۔“

(اشتہار ستمبر ۱۹۰۳ء)

***

Así que éste se dividió y cada parte fue como un montículo.[15]

64 Y ahí Nosotros atrajimos a los otros.

65 Y salvamos a Moisés y a los que lo acompañaban, todos.

66 Entonces ahogamos a los otros.

67 Ciertamente hay una señal en esto, sin embargo, la mayoría de ellos no creen.

68 Y ciertamente tu Señor es el Poderoso, el Misericordioso.

الْبَحْرَ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيمِ ۝
وَأَزْلَفْنَا ثَمَّ الْآخَرِينَ ۝
وَأَنْجَيْنَا مُوسَىٰ وَمَنْ مَعَهُ أَجْمَعِينَ ۝
ثُمَّ أَغْرَقْنَا الْآخَرِينَ ۝
إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ۝
وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۝

SECCIÓN 5: **Historia de Abraham**

69 Y recítales la historia de Abraham.

70 Cuando él dijo a su padre y a su pueblo: ¿Qué adoráis vosotros?

71 Ellos dijeron: Adoramos ídolos, y seguiremos devotos a ellos.

72 Él dijo: ¿Os escuchan cuando (los) llamáis?

73 ¿U os traen algún beneficio u os perjudican?

74 Ellos dijeron: No, encontramos a nuestros padres haciendo eso.

75 Él dijo: ¿Veis, pues, lo que adoráis. . .

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ إِبْرَاهِيمَ ۝
إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا تَعْبُدُونَ ۝
قَالُوا نَعْبُدُ أَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عَاكِفِينَ ۝
قَالَ هَلْ يَسْمَعُونَكُمْ إِذْ تَدْعُونَ ۝
أَوْ يَنْفَعُونَكُمْ أَوْ يَضُرُّونَ ۝
قَالُوا بَلْ وَجَدْنَا آبَاءَنَا كَذَٰلِكَ يَفْعَلُونَ ۝
قَالَ أَفَرَأَيْتُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ ۝

15 El mar se había replegado, dejando un *camino seco* (v. 20:77) para los israelitas. El significado puede ser que cada una de las olas, conforme se replegaba, parecía un enorme montículo. Debe hacerse notar que la palabra *taud* significa una *montaña*, al igual que una *extensión de tierra elevada* o *sobresaliente* (LL); incluso ha sido aplicada por un poeta con respecto a la *joroba de un camello* (LL).

76 Vosotros y vuestros antepasados?

77 Ciertamente son enemigos para mí, mas no (así) el Señor de los mundos.

78 Quien me creó, y luego me muestra el sendero.

79 Y Quien me da de comer y de beber,

80 Y cuando estoy enfermo me sana.

81 Y Quien me hará morir, y luego me dará vida.

82 Y Quien, espero, me perdonará mis errores en el día del Juicio.[16]

83 Señor mío, otórgame sabiduría, y úneme con los rectos.

84 Y ordena para mí una buena mención entre las generaciones posteriores.

85 Y hazme de los herederos del Jardín de la dicha.

86 Y perdona a mi padre, que ciertamente es de los errados.

87 Y no me deshonres en el día que se les levante.

88 El día cuando la riqueza no ayudará, ni los hijos;

89 Salvo al que llegue a Allâh con un buen corazón.

90 Y el Jardín se acerca a quienes observan su deber.

أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمُ الْأَقْدَمُونَ ۝
فَإِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِي إِلَّا رَبَّ الْعَالَمِينَ ۝
الَّذِي خَلَقَنِي فَهُوَ يَهْدِينِ ۝
وَالَّذِي هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِ ۝
وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ ۝
وَالَّذِي يُمِيتُنِي ثُمَّ يُحْيِينِ ۝
وَالَّذِي أَطْمَعُ أَنْ يَغْفِرَ لِي خَطِيئَتِي يَوْمَ الدِّينِ ۝
رَبِّ هَبْ لِي حُكْمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ ۝
وَاجْعَلْ لِي لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِينَ ۝
وَاجْعَلْنِي مِنْ وَرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيمِ ۝
وَاغْفِرْ لِأَبِي إِنَّهُ كَانَ مِنَ الضَّالِّينَ ۝
وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ ۝
يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ ۝
إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ۝
وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ ۝

16 Como los profetas siempre están conscientes de su debilidad, buscan la protección de Allâh. Las expresiones como ésta invariablemente indican la debilidad humana frente a la perfección Divina, y no constituyen prueba alguna de pecado. Compárese la confesión de Jesús con respecto a su debilidad en un momento de tensión parecido: "¿Por qué me llamas bueno? No hay nadie bueno más que Uno, es decir, Dios" (Mateo 19:17).

حضرت مولانا محمد علی مرحوم کا قرآن مجید کا انگریزی زبان میں ترجمہ و تفسیر پہلی مرتبہ ۱۹۱۷ء میں شائع ہوئی جو دنیا کی بڑی بڑی زبانوں میں آئندہ تراجم کی بنیاد بنی۔ ۱۹۸۳ء میں مکرم میجر جنرل (ریٹائرڈ) عبداللہ سعید مرحوم کی مساعی جمیلہ سے ہسپانوی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ میکسیکو سے ۱۹۸۶ء میں شائع ہوا جس کے دو صفحات کا عکس شائع کیا جا رہا ہے۔

تذکرہ روزنامہ پیغام صلح لاہور مورخہ یکم اکتوبر ۱۹۸۹ء

حضرت مولینا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ

۱۳ اکتوبر کا دن احمدیت کی تاریخ میں ایک خاص حزن و ملال کا دن ہے کہ اس دن وہ بطلِ جلیل جس نے مسیح موعود کی آغوش میں تربیت پاکر قرآن کریم اور دین کی حقیقی و شاندار تصویر دنیا میں پیش کی اور خود مسیح موعود کی جماعت کو گمراہی کے غار سے نکال کر آپ کے اصل مقام سے روشناس کرایا، اس دنیا سے رحلت فرمائے عالم بقا ہوگیا۔

حضرت مولینا محمد علی صاحب رح نے ۱۹۰۲ء سے حضرت مسیح موعود کے زیر ہدایت خدمت دین کا کام شروع کیا، ابتدا میں رسالہ ریویو آف ریلیجنز کے ذریعہ دین کا نام مغربی دنیا میں پہنچایا۔ پھر قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ کے ذریعہ نہ صرف انگریزوں بلکہ ان نو تعلیم یافتہ لوگوں کو جن کا ایمان قرآن کریم سے اُٹھ چکا تھا، نورِ ایمان سے منور کیا اور اس کے علاوہ اردو ترجمہ قرآن، حدیث، سیرت، فقہ اور کئی مختلف مسائل پر بیسیوں انگریزی اور اردو کتابیں لکھ کر مسیح موعود کے مشن کو تکمیل تک پہنچایا، ان کتب اور قرآن کے کئی زبانوں میں تراجم ہوئے جن کی وجہ سے حضرت مولانا اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کی شہرت دنیا میں پھیل گئی۔ اور تمام دنیا میں دینی مسائل کے متعلق آپ کو سند مانا جانے لگا۔

یہ سب کچھ ان انفاس طیبہ کا نتیجہ تھا جو مسیح وقت نے آپ کے اندر پھونکے۔ جس کا آپ نے ہمیشہ اعتراف کیا۔ چنانچہ انگریزی اور اردو قرآن کے دیباچوں میں اس کا کھلا ذکر .... موجود ہے۔ اور یہ کہنا بے جا نہیں کہ حضرت مسیح موعود اور حضرت مولانا نورالدین مرحوم و مغفور کے علمی و روحانی اثرات آپ کے اندر اس قدر سرایت کر گئے کہ آپ کے وجود میں بھی مجددیت ہی کا رنگ پیدا ہوگیا۔

یہ مجددیت آپ سے کھلے طور پر اس وقت ظہور پذیر ہوئی جب ۱۹۱۴ء میں حضرت مولانا نورالدین صاحب رح کی وفات پر مسیح موعود کی جماعت ایک ایسے اتھاہ گڑھے میں گرنے والی تھی جہاں اس کی اصل حیثیت اور مسیح موعود کی صحیح پوزیشن بگڑ کر کچھ کا کچھ بن جاتی، اس وقت آپ نے جماعت کی غالب اکثریت کی مخالفت اور طرح طرح کے خطرات کا سامنا کرتے ہوئے ایک ایسی آواز اٹھائی جس کو دنیا نے حیرت و استعجاب کے کانوں سے سنا اور آپ کی ہمت و جرأت پر صد آفرین کہے بغیر نہ رہ سکی، مسیح موعود کا دعوےٰ نبوت کا نہیں، آپ کے دعوے کو نہ ماننے کی وجہ سے کوئی شخص کافر نہیں ہو سکتا، نبوت ختم ہو چکی اور خاتم النبیین صلعم کے بعد کسی قسم کی نبوت کا اجرا ناممکن ہے" یہ وہ آواز تھی جو اس مردِ خدا نے نہایت ہمت و دلیری کے ساتھ بلند کی، اس وقت اس آواز کو سننے والے اگرچہ معدودے چند لوگ تھے جن کے متعلق یہ خیال کیا جاتا تھا کہ آج نہیں تو کل یہ لوگ بھی جماعت کی اکثریت کے ساتھ مل جائیں گے جو فرزند مسیح موعود کے زیر قیادت قادیان اور اس کے تمام خزائن و املاک پر قابض ہو کر اجرائے نبوت اور تکفیر مسلمین کی بھول بھلیوں میں پھنس چکی ہے۔ لیکن حضرت مولانا کی آواز دن بدن بلند سے بلند تر ہوتی چلی گئی۔ اور دنیا نے دیکھا کہ وہی چند لوگ جن کے متعلق لیمزقنھم (ہم انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے) کی پیشگوئیاں کی گئیں، طرح طرح کے الزامات اور ایذا رسانیوں سے انہیں ملیامیٹ کرنے کی کوششیں کی گئیں وہ نہ صرف تعداد بلکہ خدمتِ دین کے کاموں میں بھی آگے ہی آگے بڑھتے چلے گئے۔ اور وہ شخص جو قادیان سے ایک پیسہ لئے بغیر یکہ و تنہا نکل آیا تھا، تھوڑے ہی عرصہ میں ہزاروں انسانوں کی عقیدت و ارادت کا مرجع بن گیا، اور کروڑوں روپیہ اس کے قدموں پر نثار ہونے لگا۔ اس وقت جب قادیان کی اس انجمن نے جس کو مسیح موعود نے اپنی جانشین قرار دیا تھا خود اپنے بنائے ہوئے خلیفہ کے آگے گھٹنے ٹیک دیئے، اور اصول جمہوریت کو ختم کر کے ایک شخص کی آمرانہ حیثیت تسلیم کر لی، حضرت مولانا محمد علی صاحب نے حضرت مسیح موعود کی وصیت کو پھر تازہ کیا اور اسی کے ماتحت احمدیہ انجمن لاہور ــــــ کی بنیاد رکھی، اور مسیح موعود کے فرمان کے مطابق کثرت رائے کو اس کا بنیادی اصول قرار دیا۔ اس انجمن نے پچاس ساٹھ سال کے عرصہ میں جو عظیم الشان کام کئے ہیں، حضرت مولانا کے تراجم قرآن و حدیث اور دیگر اسلامی لٹریچر کی اشاعت و بیرونی ممالک میں تبلیغی مشنوں کے قیام اور جماعت کی تعمیر کے ذریعہ سے اعلائے کلمۃ اللہ کا جو فریضہ ادا کیا ہے اور کر رہی ہے، وہ تاریخ دین میں ایک ایسا سنہری باب ہے جس کی نظیر تمام مذاہب کی دنیا میں ڈھونڈے سے نہیں ملتی۔ یہ کام اگرچہ ایک جماعت نے کیا ہے لیکن اس کا سہرا اس شخص کے سر ہے جس نے یہ جماعت بنائی اور غلو و تکفیر کی لعنت سے چھڑا کر اسے صحیح اصولوں پر کھڑا کیا اور ہر قسم کے طوفانوں سے جو نصف صدی کے عرصہ میں اس کی ہستی کو فنا کرنے کے لئے پیش آئے اسے بچاتے ہوئے منزل مقصود کی طرف بڑھتا چلا گیا، وہ ایک بیدار مغز انسان تھا، عزم راسخ کا مالک اور یقین محکم کا پیکر، اس کے اس ایمان و یقین کو کہ دین دنیا پر غالب آنے والا ہے دنیا کا بڑے سے بڑا حادثہ متزلزل نہ کر سکا۔ اس عزم راسخ کو کہ یورپ امریکہ میں دینی مشن قائم کئے جائیں، دینی لٹریچر اور تراجم قرآن دنیا میں پھیلائے جائیں، کوئی بڑی سے بڑی مخالفت توڑ نہ سکی، یہاں تک کہ کئی موقعوں پر سخت ترین مالی مشکلات کی وجہ سے ان کاموں کا چلنا بظاہر ناممکن نظر آتا تھا، لیکن آپ کے عزم راسخ اور پیہم مساعی نے ان کو بھی دور کر دیا، یہ اس بیدار مغزی کا نتیجہ تھا جو مسیح موعود کی صحبت میں آپ کو حاصل ہوئی اور یہی بیدار مغزی یہی عزم راسخ اور یقین و ایمان آپ نے جماعت کے اندر پیدا کیا اور یہ کہنا بے جا نہیں کہ جس کام کو لے کر آپ اُٹھے تھے اسکو بہت حد تک تکمیل تک پہنچا کر کامیاب اس دنیا سے گئے، ایسی ہستیاں بہت کم دنیا میں پیدا ہوتی ہیں، بقول علامہ اقبال

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

اس موقعہ پر جماعت سے بھی ہمیں یہ عرض کرنا ہے کہ ایسے واقعات ہمیشہ قوموں کی زندگیوں میں پیش آتے رہتے ہیں، خدا کے کاموں میں کوئی شریک نہیں، بڑے سے بڑا انسان دنیا سے گذر جاتا ہے اور خدا کے کام پھر بھی چلتے رہتے ہیں، اس لئے یہ خوب یاد رکھیئے کہ جس کام کو لے کر آپ کھڑے ہوئے ہیں وہ صرف حضرت مولانا محمد علی صاحب رح ہی سے وابستہ نہ تھا، یہ خدا کا کام ہے اور ہم میں سے ہر ایک اس کا ذمہ دار ہے، حضرت مسیح موعود نے اور آپ کے بعد حضرت مولانا محمد علی صاحب رح نے اس کام کو چلانے کے لئے انجمن ہی کو خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین قرار دیا، وہ انجمن اب بھی موجود ہے اور بفضلِ الٰہی ...... سرگرمی اور مستعدی کے ساتھ اس کام کو چلا رہی ہے اس لئے ہمیں کسی قسم کی مایوسی کا شکار ہونے کی کوئی وجہ نہیں نہ کسی خناس کے وسوسوں پر کان دھرنے کی ضرورت ہمیشہ اس صحابی رض کے قول کو پیش نظر رکھنا چاہئیے جس نے رسول اللہ صلعم کی شہادت کی غلط خبر سن کر بڑی جرأت کے ساتھ کہا فاتلوا علے ما قاتل علیہ۔ آؤ ہم بھی اس مقصد کے لئے لڑیں جس مقصد کے لئے حضرت نبی کریم صلعم لڑتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رض کا یہ قول پیش نظر رکھیں الا من کان یعبد محمد فان محمد قد مات ومن کان یعبد اللہ وحدہ فان اللہ حی لا یموت۔ جو شخص محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرستش کرتا تھا وہ سن لے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے اور جو شخص ایک خدا کی عبادت کرتا تھا سو وہ خدا زندہ ہے اور کبھی نہیں مرے گا۔

پس اسی زندہ خدا پر بھروسہ کرتے ہوئے اسی سے مدد مانگتے ہوئے اس کام کو پہلے سے زیادہ ہمت و مستعدی کے ساتھ چلانے اور خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین انجمن کی معاونت کرنی چاہیئے کہ اسی سے آپ کی کامیابی اور نجات وابستہ ہے۔ حسبنا اللہ نعم الوکیل نعم المولیٰ ونعم النصیر۔

اے خدا بر رُوحِ آں عالی مقام
تا قیامِ مہر و مہ صدہا سلام

صدقات تقدیر کو بدل دیتے ہیں

حضرت بانی سلسلہ فرماتے ہیں:۔

"اگر کوئی تقدیر معلق ہو تو دعا اور صدقات اس کو ٹلا دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس تقدیر کو بدل دیتا ہے۔"

حضرت مولٰینا محمد علیؒ کی یاد میں

امیرِ جماعت حضرت ڈاکٹر سعید احمد خانصاحب ایدہ اللہ تعالیٰ

اخبار پیغام صلح ماہ اکتوبر میں "حضرت مولٰینا محمد علیؒ نمبر" شائع کر رہا ہے

۱۳ر اکتوبر کی تاریخ ہمیں ایک نہایت دکھ دہ واقعہ کی یاد دلاتی ہے۔ کہ اس دن ۱۹۵۱ء کو ہمارے پیارے امیر حضرت مولٰینا محمد علیؒ ہمیں داغ مفارقت دے گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت مولٰینا نہ صرف مذہبی دنیا میں عزیز الوجود تھے بلکہ تحریکِ احمدیہ کے ایک ممتاز شخصیت تھے۔ آپ نے اعلےٰ تعلیم کی اعلیٰ ڈگری حاصل کرنے ہوئے دنیاوی مفادات پر لات مار کر حضرت بانیٔ سلسلہ کے قدموں میں بیٹھ کر دین و جماعت کی خدمت کا بیڑا اٹھایا اور ۱۹۰۲ء سے ۱۹۵۱ء تک ایک لمبا عرصہ یعنی پورے پچاس سال عظیم الشان دینی اور علمی لٹریچر پیدا کیا۔ اس طرح اخبارات و رسائل اور کئی ایک چھوٹی بڑی انگریزی اردو کتابیں اور ان سب سے بڑھ کر قرآن کریم کے انگریزی و اردو ترجمہ و تفسیر کے ذریعہ وہ زندہ جاوید خدمات انجام دیں جن کی نظیر مذہبی دنیا میں نہیں پائی جاتی۔ نہ صرف حضرت مولٰینا اس لحاظ سے لائق تعظیم و تکریم ہیں، بلکہ اس لئے بھی کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے ان کے اندر سعادت و لیاقت کے آثار پاکر فرمایا تھا کہ :-

"میں اس مدت میں بھی جب سے کہ وہ میرے پاس ہیں ظاہری نظر سے اور پوشیدہ طور پر ان کے حالات کا اخلاق اور دین اور شرافت کی رُو سے تجسس کرتا رہا ہوں۔ سو خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں نے ان کو دینداری اور شریعت کے ہر پہلو میں نہایت عمدہ انسان پایا ہے غریب طبع، باحیا، نیک اندرون، پرہیزگار آدمی ہے۔ اور بہت سی خوبیوں میں رشک کے لائق ہے۔"

اور فرمایا :-

"اگر آپ کی خدا تعالےٰ کے نزدیک فطرت نیک نہ ہوتی تو میرا اس قدر نیک ظن ہو نہیں سکتا اور ہرگز نہ ہوتا مگر دل سے اور دلی جوش سے آپ سے محبت رکھتا ہوں اور آپ کے لئے پنج وقت غائبانہ دعا کرتا ہوں۔ امید ہے کہ کسی وقت وہ دعائیں اپنا اثر دکھائیں گی۔"

کس قدر وفورِ محبت والفت کا اظہار فرمایا ہے حضرت مسیح موعود نے ؟ !! اور کتنا بڑا سرٹیفکیٹ دیا ہے آپ کو۔ زمانہ نے دیکھا کہ حضرت مولٰینا کے حق میں حضرت صاحب کی دعائیں اپنا اثر لائیں اور لاہوتی کے اس پاک ممبر کے ذریعہ سے وہ عظیم الشان دینی، جماعتی اور قومی خدمات سرانجام پائیں جن کی وجہ سے دین کی صداقت دنیا پر روشن ہوئی۔ جماعت اور قوم کو کئی قسم کی کامرانیاں حاصل ہوئیں۔ اور یورپ اور امریکہ اور خود برصغیر پاک و ہند میں بہتوں کو راہِ ہدایت نصیب ہوئی اور اس کے ساتھ ساتھ حضرت مولٰینا نے خود حضرت اقدس کی بنا کردہ جماعت کے اندر انتشار پھیلتے ہوئے اور حضرت اقدس کی طرف غلط دعاوی منسوب ہوتے دیکھ کر حق و صداقت کی آواز بلند کی۔ اور حضرت اقدس و جماعت کے حقیقی عقائد و نظریات کو کھول کھول کر دنیا کے سامنے پیش کیا جس کی وجہ سے جماعت کا ایک قیمتی حصہ حضرت امامِ وقت کے صحیح مسلک پر قائم ہو گیا۔

حضرت مولٰینا کا یہ جہاد جماعتی تاریخ کا ایک عظیم الشان کارنامہ ہے۔ اس تاریخی واقعہ کے بارے میں برصغیر ہند و پاک کی معروف شخصیت مولٰینا ابوالکلام آزاد نے اپنے اخبار الہلال مورخہ ۲۵ر مارچ ۱۴ء میں ان الفاظ میں بیان کیا ہے :-

"ایک عرصہ سے اس جماعت میں مسئلہ تکفیر کی بنا پر دو جماعتیں پیدا ہو گئی تھیں۔ ایک گروہ کا یہ اعتقاد تھا۔ کہ غیر احمدی مسلمان بھی مسلمان ہیں۔ گو وہ مرزا صاحب کے دعوے پر ایمان نہ لائے ہوں لیکن دوسرا گروہ صاف صاف کہتا ہے کہ جو لوگ مرزا صاحب پر ایمان نہ لائیں وہ قطعی کافر ہیں! انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آخری جماعت کے رئیس صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود ہیں۔ اس گروہ نے انہیں اپنا خلیفہ قرار دیا ہے مگر پہلا گروہ تسلیم نہیں کرتا۔

مولوی محمد علی صاحب ایم اے نے اس بارے میں جو تحریر شائع کی ہے اور جس عجیب و غریب دلاوری کے ساتھ قادیان میں رہ کر اظہارِ خیال کیا ہے وہ فی الحقیقت ایک ایسا واقعہ ہے جو ہمیشہ اس سال کا ایک یادگار واقعہ سمجھا جائیگا۔"

غرض حضرت مولٰینا محمد علی رح کا عزیز وجود دینِ حقہ اور جماعتِ احمدیہ کے لئے ایک نہایت قیمتی اور بابرکت وجود تھا جن کا اٹھ جانا مذہبی دنیا اور ہماری جماعت کے لئے ناقابل تلافی نقصان کا موجب ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ کی ہزاروں رحمتیں اور انوار آپ کی رُوح پرفتوح پر نازل ہوں اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

میں اپنی جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ حضرت مولٰینا کی یاد کا حق اس طرح ادا کریں کہ ان کے پیدا کردہ لٹریچر کا بار بار مطالعہ کریں۔ "مجاہد کبیر" حضرت مولٰیناؒ کی سوانح و سیرت پر ایک ایمان افروز تالیف ہے۔ اس کو پڑھیں۔ اور اس چراغ سے اپنی زندگی کی راہوں کو منور کرنے کی کوشش کریں۔ حضرت مولٰیناؒ کی زندگی مسلسل ایثار و جہاد کی زندگی ہے انہوں نے اپنے علم، قلم، مال اور وقت کی قربانی سے دین و جماعت کی جو خدمت کی ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں بھی توفیق دے کہ ہم ان کے نقشِ قدم پر چلیں اور اللہ تعالےٰ کی رضا سے حصہ پائیں۔

والسلام والدعا

آپ کا مخلص

سعید احمد

دارالسلام کالونی، ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور

۴۴۴۴

تحریکِ جہیز فنڈ

جیسا کہ پہلے بھی اعلان ہوا کہ مکرم نصیر احمد فاروقی صاحب کی تحریک پر مجلس منتظمہ نے جہیز فنڈ کے لئے ایک لاکھ روپے کی رقم مختص کی ہے جس کے منافع سے جماعت کی نادار اور مستحق بچیوں کے نکاح شادی کے موقعہ پر مناسب امداد دی جائے گی۔

احبابِ جماعت سے گذارش ہے کہ نیکی کے اس کام میں مالی قربانی کریں۔ آپ کی یہ قربانی صدقہ جاریہ کی موجب ہوگی۔

امید ہے احباب اپنے عطیات فاستبقوا الخیرات کے تحت جلد از جلد خزانہ انجمن میں داخل فرما کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔

والسلام

منصور احمد

جنرل سیکرٹری

دارالسلام کالونی، ۵ عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن لاہور

ارشاد:- حضرت مجدد صد چہار دہم

اس جلسہ کے اغراض میں سے بڑی غرض تو یہ ہے کہ تا ہر ایک مخلص کو بالمواجہ دینی فائدہ اٹھانے کا موقعہ ملے اور ان کی معلومات وسیع ہوں اور خدا تعالےٰ کے فضل و توفیق سے ان کی معرفت ترقی پذیر ہو۔ پھر اس کے ضمن میں یہ بھی فوائد ہیں کہ اس ملاقات سے تمام بھائیوں کا تعارف بڑھے گا اور اس جماعت کے تعلقات اخوت استحکام پذیر ہونگے۔ ماسوا اس کے اس جلسہ میں یہ بھی ضروریات میں سے ہے کہ یورپ اور امریکہ کی دینی ہمدردی کے لئے تدابیر حسنہ پیش کی جائیں کیونکہ اب یہ ثابت شدہ امر ہے کہ یورپ اور امریکہ کے سعید لوگ اسلام کے قبول کرنے کے لئے تیار ہو رہے ہیں اور اسلام کے تفرقہ مذاہب سے بہت لرزاں اور ہراساں ہیں چنانچہ انہی دنوں میں ایک انگریز کی طرف سے نام چٹھی آئی جس میں لکھا تھا کہ آپ تمام جانداروں پر رحم کرتے ہیں اور ہم بھی انسان ہیں اور مستحق رحم کیونکہ دین اسلام قبول کر چکے ہیں اور اسلام کی سچی اور صحیح تعلیم سے اب تک بے خبر ہیں۔ سو سمجھا ہو یقیناً سمجھو کہ یہ ہمارے لئے ہی جماعت تیار ہونے والی ہے۔ خدا تعالےٰ کسی صادق کو بے جماعت نہیں چھوڑتا۔ انشاء اللہ القدیر سچائی کی برکت ان سب کو اس طرف کھینچ لائے گی۔ خدا تعالےٰ نے آسمان پر یہی چاہا ہے اور کوئی نہیں کہ اس کو بدل سکے۔ سو لازم ہے کہ اس جلسہ پر جو کئی بابرکت مصالح پر مشتمل ہے۔ ہر ایک ایسے صاحب ضرور تشریف لاویں جو زاد راہ کی استطاعت رکھتے ہوں اور اپنا سرمائی بستر لحاف وغیرہ بھی بقدر ضرورت ساتھ لاویں اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی راہ میں ادنےٰ ادنےٰ کاموں کی پرواہ نہ کریں۔ خدا تعالےٰ مخلصوں کو ہر ایک قدم پر ثواب دیتا ہے۔ اور اسکی راہ میں کوئی محنت اور صعوبت ضائع نہیں ہوتی۔ اور مکرر لکھا جاتا ہے کہ اس جلسہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں۔ یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلائے کلمہ اسلام پر بنیاد ہے۔ اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالےٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کے لئے قومیں تیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی۔ کیونکہ یہ اس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔ عنقریب وہ وقت آتا ہے بلکہ نزدیک ہے کہ اس مذہب میں نہ نیچریت کا نشان رہے گا اور نہ نیچر کے تفریط پسند اور اوہام پسند مخالفوں کا۔ نہ خوارق کے انکار کرنے والے باقی رہیں گے اور نہ ان میں بے ہودہ اور بے اصل اور مخالف قرآن روایتوں کو ملانے والے اور خدا تعالےٰ اس امت وسط کے لئے بین بین کی راہ زمین پر قائم کر دے گا۔

حضرت امیرِ قوم مولانا محمد علی کی ایک خواہش

جلسہ سالانہ ایک ایسا موقعہ ہے جو اگرچہ صرف تین دن کا اجتماع ہے لیکن اس میں ایک ایسا زبردست ماحول پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ بہت سے برے اثرات کو دور کر کے دلوں پر ایک ایسا نقش کر دیتا ہے جو بعد میں تھوڑی سی توجہ سے سارا سال قائم رہتا ہے۔

ہمارا سالانہ اجتماع عام اجتماعوں کی طرح نہیں بلکہ خدا کے فضل سے یہ تین دن ایک طرح پر صبح سے شام اور شام سے صبح تک ذکر الٰہی کے دن بن جاتے ہیں تقریروں کی غرض صرف قرآن کریم کی عظمت، محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت، دین کی عظمت کا دلوں پر نقش کرنا ہے۔ نیز بتایا جاتا ہے کہ یہ عظیم الشان کام جو ہمارے سید و مولا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دلی تڑپ یعنی کلمہ حق کا دنیا میں پہنچانا اس میں ہم نے اب تک کیا کچھ کیا ہے اور آئندہ کیا کچھ کرنا ہے۔

باہم دوستوں کی میل ملاقات ہو تو اس میں بھی یہی ذکر ہو۔ دن ہے تو مسجد میں سب اکٹھے ہو کر خدا کے سامنے گر رہے ہیں، رات ہے تو اپنی اپنی جگہ گریہ و زاری کر رہے ہیں کہ اللہ تعالےٰ اسلام کا بول بالا کر دے۔ غرض سارے مجمع پر ذکر الٰہی کا ایک ایسا رنگ چڑھا ہوا ہوتا ہے جو کسی دوسرے مجمع میں نظر نہیں آتا۔ اس پاکیزہ مجمع میں آپ کے بچے آئیں گے تو یقین رکھیئے کہ وہ ایک نہایت نیک اثر لے کر جائیں گے اور مادہ پرستی اور دہریت کی لہر چلی ہو کیلئے جس کے اندر انہیں سال بھر رہنا پڑتا ہے یہ ایک نہایت مؤثر تریاق ہے۔

میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ جلسہ سالانہ کے موقع پر نوجوانوں کو خاص طور پر مخاطب کیا جائے اور ان کے سامنے ایک ایسا لائحہ عمل رکھا جائے جس سے وہ اپنے آپ کو خود اپنے لئے، اپنے والدین کے لئے اپنے عزیزوں اور اقرباء کے لئے، مخلوقِ خدا کے لئے زیادہ سے زیادہ مفید بنا سکیں۔ اس لئے میری یہ خواہش ہے کہ جلسہ سالانہ کے اس موقع پر

بارہ سال کے اوپر کے سب نوجوانوں کو شامل کیا جائے

حضرت بانئ سلسلہ کے چند مکتوبات

امیر مرحوم حضرت مولانا محمدؐ علی کے نام

۱۸۹۹ء میں حضرت مولانا محمد علی مرحوم نے وکالت کا آخری امتحان پاس کیا اور ملازمت چھوڑ کر پریکٹس کرنے کا ارادہ کیا۔ اس وقت آپ کا نام ای۔ اے۔ سی کے امتحان مقابلہ کے لئے منظور ہو چکا تھا اور قوی امید تھی کہ آپ اس امتحان میں بیٹھے تو کامیاب ہوں گے۔ ہندوستانیوں کے لئے اس وقت یہ سب سے بڑا مقابلہ کا امتحان ہوتا تھا۔ ان دو سالوں میں یعنی ۱۸۹۷ء تا ۱۸۹۹ء حضرت مولانا محمد علی مرحوم اور حضرت مرزا صاحب کے درمیان مسلسل خط و کتابت بھی رہتی تھی اور حضرت صاحب کے کثیر تعداد میں خطوط حضرت مولانا محمد علی مرحوم کے کاغذات میں محفوظ ہیں جن میں سے بطور نمونہ چند ایک درج ذیل ہے :۔ (ادارہ)

★ خط نمبر (۱)

مجبی اخویم مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے سلمہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عنایت نامہ پہنچا۔ میں آپ کے لئے بدل و جان دعا میں مشغول ہوں اللہ تعالیٰ خدائے غفور الرحیم آپ کو کامیاب فرمائے۔ امید ہے خدا تعالیٰ پر بھروسہ کر کے تامل اور توقف اور آہستگی سے جوابات لکھیں گے۔ آپ بھی بہت دعا کرتے رہیں۔ خدا تعالیٰ آپ پر فضل کرے آمین ثم آمین ڈاکٹر صاحب کا ابھی تک خط نہیں آیا انتظار ہے۔

راقم خاکسار غلام احمد از قادیان ۵ دسمبر ۱۸۹۸ء

★ خط نمبر (۲)

مجبی اخویم مولوی محمد علی صاحب سلمہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جس قدر آپ محنت اور کوشش محض خالصاً للہ کر رہے ہیں دل سے دعا نکلتی ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی نیک جزا آپ کو بخشے۔ آمین۔ اس وقت سولہ صفحہ کتاب کے آپ کی خدمت میں مرسل ہیں اور بھی جیسا کہ چھپتا جائے گا بھیجا جائے گا اور آپ نے جو دریافت کیا تھا وہ بہت مناسب ہے جس قدر آپ چاہیں کم کرائیں اور جس قدر چاہیں سوانح میں زیادہ کرائیں۔ یہ آپ کا اختیار ہے

خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہٗ ۳ جنوری ۹۹ء

★ خط نمبر (۳)

مجبی اخویم مولوی محمد علی صاحب سلمہٗ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آج پرچہ ڈیفنس جو چھاپا جائے گا بحمد اللہ اخویم مولوی شیر علی صاحب آپ کی خدمت میں روانہ کر دیا ہے یہی پختہ رائے ہے جس کو میں قطعی خیال کرتا ہوں کہ آپ اس کو کامل توجہ سے ترجمہ کر کے ساتھ ساتھ چھپواتے جائیں بالفعل مبلغ ۲۰؎ اس کی اجرت بھیجے گئے ہیں اگر زیادہ خرچ ہو تو اخویم بابو تاج الدین صاحب سے لیں اور آپ خوب یاد رکھیں کہ اس ڈیفنس میں انگریزی میں بہت تصریح سے یہ تحریر ہونا چاہیئے کہ وہ پیشگوئی جو ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کے اشتہار مباہلہ میں شائع کی گئی تھی وہ پوری ہو گئی اور اس جگہ اشتہارات کا حوالہ دیا جائے کہ فلاں فلاں اشتہار دیکھا جائے اگر اس مضمون میں مجھ سے کچھ فروگذاشت ہو گئی ہو تو آپ اس کو پورا کر دیں بالآخر دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو پاس کرے اور آپ کو ان خدمات کا اجر بخشے۔ آمین! ثم آمین

" خاکسار مرزا غلام احمد ۱۰ جنوری ۹۹ء"

★ خط نمبر (۴)

مجبی اخویم مولوی محمد علی صاحب سلمہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کو امتحان پاس ہونا مبارک ہو۔ ان دنوں میں جو دن خبر نکلنے کے بہت نزدیک تھے مجھ کو بہت اندیشہ اور از حد خیال تھا۔ الحمد للہ کہ آپ کو اس نے پاس کیا۔ ڈیفنس جو چھاپا جائے گا اگر اس خط کے پہنچنے تک گنجائش ہو تو کسی مناسب موقع پر اس کارروائی کا بھی ذکر کر دیں جو جلسہ طاعون کر کے کی گئی تھی۔

خاکسار مرزا غلام احمد، ۸ فروری ۱۸۹۹ء

★ خط نمبر ۵

مجبی اخویم مولوی محمد علی صاحب سلمہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اس وقت ۸ فروری ۱۸۹۹ء کو آپ کا عنایت نامہ پہنچا آپ نے جس قدر اپنے جوش اخلاص سے محنت شروع کی ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی جزائے خیر بخشے۔ آمین ثم آمین!

خاکسار مرزا غلام احمد، ۸ فروری ۱۸۹۹ء

★ خط نمبر ۶

مجبی اخویم مولوی محمد علی صاحب سلمہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا عنایت نامہ پہنچا، امید رکھتا ہوں کہ آپ چند روز اپنے گاؤں میں رہ کر پھر اپنے وعدے کے مطابق آٹھ دن رہنے کے لئے اس جگہ تشریف لا دیں گے میں نے وہ کتاب لکھنی شروع کر دی ہے جس کا ترجمہ آپ کریں گے اور اخویم شیخ رحمت اللہ صاحب لندن جانے کے لئے تیار ہیں تا یورپ میں اس کو شائع کریں مناسب ہے کہ آپ پہلی فرصت نکال رکھیں کہ عید کے موقع پر یہیں نماز پڑھیں غالباً اور بعض دوست بھی آئیں گے۔ والسلام

خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہٗ ۲۹ مارچ ۹۹ء

★ خط نمبر ۷

مجبی اخویم مولوی محمد علی صاحب سلمہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عنایت نامہ پہنچا۔ مجھ کو تو اس بات سے بہت خوشی ہوئی کہ خدا تعالیٰ نے اپنی حکمت کاملہ سے آپ کے لئے قادیان میں رہنے کے لئے تقریب پیدا کر دی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے آپ کے لئے بہت کچھ فضل اور رحمت کا ارادہ فرمایا ہے کہ یہ تقریب قائم ہو گی۔ میرے نزدیک تو بہتر ہے تمام گرمی کے دن اکتوبر کے مہینے تک آپ اسی جگہ قادیان میں رہیں اور جوانمردی سے دینی امور سرانجام دیں اور اس عرصہ میں مولوی صاحب (مولانا نورالدین صاحب) سے قرآن شریف بھی پڑھیں۔ پھر اکتوبر جو ابتداء سردی کا ہوتا ہے آپ کو اختیار ہو گا کہ اپنے کام میں مشغول ہوں۔ یہ مدت آپ کے لئے انشاء اللہ دینی امور کی تکمیل کے لئے اکسیر کا کام دے گی مجھے آپ پر نہایت نیک ظن ہے اور میں خیال کرتا ہوں کہ آپ اس عرصہ میں بہت ترقیات کریں گے میرا مدت سے ارادہ ہے کہ اپنی جماعت کو دو گروہوں میں تقسیم کروں۔ ایک وہ گروہ جو کچھ دنیا کے ہیں اور کچھ دین کے اور بڑے بڑے امتحانوں کی برداشت نہیں کر سکتے اور دین میں بڑے کام نہیں کر سکتے۔ دوسرا گروہ جو پورے صدق اور پوری وفاداری سے اس دروازے میں داخل ہوتے ہیں اور درحقیقت اپنے تئیں اس راہ میں بیچتے ہیں سو میں چاہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ آپ کو دوسرے گروہ میں سے کرے آپ ۱۵ مئی ۹۹ء کے گذرنے کے بعد اس لمبی رہائش کے ارادہ سے تشریف لے آویں مجھے یقین ہے کہ آپ کو بہت ثواب ہو گا۔ اس عرصہ میں اگر کسی اور امتحان کا ارادہ ہو گا تو اس گوشہ تنہائی میں وہ ارادہ بھی پورا ہو سکتا ہے کیونکہ وقت بہت ملے گا۔ بہرحال میں دیکھتا ہوں کہ بہت مبارک ہو گا مگر اس عزم کو دل میں پختہ کر لیں کہ آپ بہرحال اکتوبر تک قادیان میں رہیں گے۔" زیادہ خیریت۔

والسلام ۔ خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہٗ

(۸ مئی ۱۸۹۹ء)

(اوپر والا آخری خط مولانا محمد علی صاحب کو اس وقت ملا جبکہ آپ اورنٹیل کالج کی ملازمت کو چھوڑ رہے تھے اور وکالت کی پریکٹس کرنے کا ارادہ کر چکے تھے۔ چنانچہ اس مطلب کے لئے آپ گورداسپور میں کوٹھی کرایہ پر لے چکے تھے اور کتب اور فرنیچر بھی خرید لیا تھا اور ایک منشی نوکر رکھ چکے تھے۔ وکالت کی پریکٹس شروع کرنے سے پہلے آپ نے قادیان حضرت صاحب کے پاس کچھ عرصہ رہنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا اور ۱۵ مئی کے لگ بھگ آپ کا لاہور سے روانہ ہونے کا ارادہ تھا۔ اس تاریخ کے ساتھ آپ کی زندگی کا پہلا دور ختم ہوتا ہے۔ جو پچیس سال پر مشتمل تھا۔ ادارہ)

★ خط نمبر ۸

مجبی اخویم مولوی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مجھ کو اس وقت آپ کے خط کے پانے سے بہت ہی خوشی ہوئی کہ اندازہ سے باہر ہے۔ خدا تعالیٰ آپ کو مرادات دارین تک پہنچائے میں مکان کی تجویز میں ہر وقت لگا ہوں امید ہے خاطر خواہ مکانات بہت قریب مل جائیں گے۔ مگر بالفعل آپ کے لئے یہ مکان کافی ہو گا اور میں نے محض آپ کی نیت سے اس مکان کو بنوایا تھا اور کوئی غرض نہ تھی مگر چونکہ زنانہ مکان کے لئے کچھ وسعت کی ضرورت ہوتی ہے تا کہ تمام لوازم پورے ہو سکیں سو اسی فکر میں ہوں امید ہے اللہ تعالیٰ تمام افکار ہائے رفع کر کے مرادات تک پہنچا دے گا کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ والسلام

خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہٗ ۲۴ مارچ ۱۹۰۰ء

(غرضیکہ ۲۵ سال کی عمر میں جبکہ ایک زریں دنیاوی مستقبل مولانا محمد علی صاحب کے سامنے تھا انہوں نے امام وقت کے ارشاد پر لبیک کہا اور سب کچھ چھوڑ کر امام وقت کے قدموں میں جا بیٹھے۔

قرآنِ کریم پڑھنے کا طریق

حضرت امیر مرحومؒ نے فرمایا!

نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عمل سے ثابت ہے کہ آپ قرآن کی تلاوت فرماتے وقت آیت رحمت پر خدا کی رحمت مانگتے تھے۔ عذاب کی آیت پر عذاب سے پناہ مانگتے تھے آپ بھی تلاوت کریں تو جہاں خدا کی رحمت کا ذکر ہو (اور اس سے قرآن بھرا پڑا ہے) تو یہ دعا کرو کہ وہ اس ساری زمین پر اپنی رحمت کی بارش برسائے اپنی جماعت پر رحمت کی دعا مانگو کہ اسوقت قرآن کو دنیا میں پہنچانے کا بوجھ اس کے سر پہ ہے۔ انعام پانے والوں کا ذکر آئے تو وہ سب انعام اپنے لئے مانگو جو پہلے راستبازوں پر خدا نے کئے۔ ہاں وہ انعام مانگو وہ کامیابیاں مانگو جو حضرت محمد مصطفٰے صلعم کو اللہ تعالےٰ نے دیں۔ اللہ تعالےٰ کی اس زبردست طاقت کا ذکر آئے کہ کس طرح وہ حق کو غالب کرتا چلا آیا ہے تو تمہارے دل سے یہ فریاد اُٹھے، دنیا پر آج ظلمت چھائی ہوئی ہے تو اپنی اس زبردست طاقت کا نشان آج بھی دنیا کو دکھا ..... قرآن کی عظمت کا ذکر آئے کہ قرآن کو ہم نے شفاء اور رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ یا یہ کہ یہ قرآن مُردوں کو زندہ کریگا مشکلات کے پہاڑوں کو اڑا دے گا۔ زمین کے کناروں تک پہنچ جائے گا تو تم وہاں ٹھہر جاؤ اور تمہارے دل سے یہ دعا اُٹھے کہ اے خدا آج بھی اس قرآن کے ذریعے مشکلات کے پہاڑوں کو اڑا دے اور وہ سامان ہمیں عطا فرما کہ ہم تیرے اس قرآن کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دیں۔ خدا کی بارش سے مُردہ زمین کو زندہ کردینے کا ذکر آئے تو تمہارے دل سے یہ دعا نکلے کہ اے خدا یہ زمین جو روحانی طور پر مرچکی ہے۔ تو اس پر روحانی بارش برسا اور اس کو روحانی طور پر زندہ کر دے۔ او رانسانوں کے دلوں کو نورِ ایمان سے منور کر دے۔ انبیاء اور مومنین کی نصرت کا ذکر آئے تو وہی نصرت اپنے لئے مانگو کیونکہ مقصود تمہارا بھی وہی ہے کہ خدا کا نام دنیا میں بلند ہو۔ پچھلی ہلاک شدہ قوموں اور ان کی نافرمانیوں کا ذکر آئے تو تمہارے دل کانپ اٹھیں کہ تیری یہ قوم جو ساری دنیا کی ہدایت کے لئے اٹھی تھی۔ اس اپنے رسولؐ کی اُمت کو اپنے رسولؐ کی نافرمانی سے بچا اور ان کو قرآن کے حامل بنا۔ اللہ تعالےٰ کے ان وعدوں کا ذکر آئے کہ وہ حق کو دنیا میں غالب کرے گا۔ تمہارے دل سے یہ تڑپ اُٹھے کہ اے خدا تو اس زمانے میں بھی حق کو غالب فرما۔ یہ آواز بھی بےکسی میں تمہارے دل سے اُٹھے کہ اے خدا یہ میری آرزو ہی نہیں یہ تیرا وعدہ ہے تو اپنے وعدے کو پورا فرما..... تُو نے اپنے رسولؐ کو رحمۃ للعٰلمین بنا کر بھیجا تھا مگر دنیا میں بے شمار قومیں ابھی اس رحمت سے محروم ہیں..... اے خدا ہماری مدد فرما کہ ہم اس قرآن کو ساری دنیا میں پہنچانے میں کامیاب ہو جائیں۔ اے خدا تیری نصرت یقیناً آتی ہے اور آتی رہے گی۔ تیرے افضال نازل ہوتے رہے اور ہوتے رہیں گے۔ مگر ان کو جذب کرنے والے دل دنیا کی محبت میں گرفتار ہو کر اور دنیاوی نمائش اور بڑائی کے طالب ہو کر سست ہو گئے ہیں۔ تو اپنی جناب سے ان میں قوت پیدا کر دے۔ آمین

(مجاہد کبیر صـــ ۳۲۶)

روضۂ مطہرۂ نبویؐ پر

حضرت امیر مرحومؒ کی دُعا

بذریعہ شیخ محمد اسماعیل صاحب لائلپوری مرحوم

اے خدا تیرا دین نہایت بےکسی کی حالت میں ہے۔ دُنیا تیری دی ہوئی نعمتوں سے بھری ہوئی ہے۔ سونے اور چاندی کے پہاڑ بھی دُنیا میں موجود ہیں مگر اے مالک تیرے دین کو، ہاں اس دین کو جس کے متعلق تو نے وعدہ فرمایا ہے کہ اسے سب ادیان پر غالب کروں گا۔ جس کے متعلق تیرا حکم تھا کہ اسے دُنیا کے کناروں تک پہنچایا جائے۔ دُنیا میں پہنچانے کے لئے سامان نہیں ملتا۔

اے خدا! تثلیث اور کفارہ کے پھیلانے کے لئے دنیا کا مال پانی کی طرح بہہ رہا ہے۔ اور دُنیا کی طاقت اس کی پُشت پر ہے مگر تیرا دینِ حق اس بےکسی کی حالت میں ہے کہ مسلمانوں کے دل بھی اس کے لئے نرم نہیں ہوتے۔ تیرے پیغمبرؐ کے پروانے تو بہت ہیں مگر اس کی محبت کی آگ میں اپنے آپ کو جلانے والے نظر نہیں آتے۔

اے خدا! تیرے مسیح نے ایک قوم تیار کی تھی کہ وہ تیرے دین کو دُنیا میں پہنچائے اور تیرے وعدوں کے پورا ہونے کا نظارہ دکھائے۔ مگر آہ وہ قوم بھی سیاست میں بہہ گئی اور ایک چھوٹا سا گروہ جو دُنیا کی نظروں میں حقیر ہے۔ باقی رہ گیا ہے مگر اے خدا وہ بھی کمزور ہے اور تیری امانت کا حق ادا کرنے سے قاصر ہے۔

اے خدا! تو ان کے سینوں میں وہ درد اپنے دین کا پیدا کر دے جو تُو نے اپنے پاک رسولؐ کے سینے میں پیدا کیا تھا۔ اور اپنے دین کے غم میں ان کی وہ حالت کر دے جو تو نے اپنے پاک رسولؐ کی کی تھی۔ لعلک باخع نفسک الا یکونوا مؤمنین۔

اے خدا تو ان کی دنیا کی محبت کو ٹھنڈا کر اور اپنی محبت کی ایسی آگ ان کے سینوں میں جلا کہ وہ سب خس و خاشاک کو جلا دے اور اس کی حرارت سے مُردہ دلوں کے اندر زندگی پیدا ہو جائے۔

اے خدا! تو اپنی نصرتوں کی ہوائیں اس گروہ پر چلا اور اپنے فضلوں کی بارش ان پر برسا اور اپنی رحمتوں کے دروازے ان پر کھول دے۔ اے خدا تو اس گروہ کو یہ توفیق دے کہ تیرے کلام کو دُنیا کے کناروں تک پہنچا دے۔ اے خدا تو ہماری زندگیوں میں یہ نظارہ دکھا کہ دجال کی مملکت میں اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہوں اور مسجدیں بن جائیں۔ اور تیرا نام فضا میں گونجنے لگ جائے۔ اے خدا! ہمیں وہ نظارہ دکھا جو تُو نے اپنے رسولؐ اور اس کے سچے نام لیواؤں کو دکھلایا ہے کہ اُن کے ہاتھوں پر فوج در فوج لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔ آمین ثم آمین

(پیغام صلح - ۲۶ جنوری ۱۹۳۸ء)

انگلستان کے مشہور مصنف مسٹر ایچ ایس، لیڈر صاحب کا

حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کو

انگریزی ترجمۃ القرآن کی اشاعت پر خراج تحسین

چند روز ہی ہوئے ہیں مگر اس کی طرف اطراف واکناف سے دل کھنچے چلے آتے ہیں اور اس کی پاکیزگی و اعلیٰ مراتب کی شہادت دور دور سے آرہی ہے۔ چنانچہ مسٹر ایچ ایس لیڈر جو کہ انگلستان کے ایک مشہور مصنف ہیں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کو تحریر فرماتے ہیں۔

"مجھے ترجمۃ القرآن کی ایک کاپی موصول ہوئی ہے۔ اور میں بعجلت تمام آپ کو قرآن مجید کے ایسی پاکیزہ اور دیدہ زیب صورت میں نکلنے کی مبارکباد دیتا ہوں۔ اس کتاب کو تو محض ہاتھ میں لینا ہی ایک خاص لطف رکھتا ہے لیکن جب اس کے ان خزائن علمیہ کی طرف توجہ کی جائے جو موجب ہدایت دلوں ہیں تو انسان کا قلب اس محنت کے لئے جس سے یہ کتاب تیار ہوئی ہے۔ شکر و امتنان سے لبریز ہو جاتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ محض محبت و عقیدت کا کرشمہ ہے کہ اس قسم کی تصنیف سرانجام کو پہنچی میں اس سے خوش ہوں کہ قرآن مجید اب میری مادری زبان میں ہو گیا ہے۔ اور اس کی تصنیف ایک متقی اور علامہ مسلمان نے کی ہے اور میں یقین کرتا ہوں کہ یہ تصنیف دنیا کی مذہبی زندگی میں ایک نیا دور شروع کر دے گی۔ یہ تصنیف مشرق کے خزائن الہٰیات کو مغربی دنیا کے قریب لے آئی ہے جب کہ تمام دنیا ذات الہٰی کے متعلق موجودہ سے زیادہ روشن علم کے ساتھ معمور ہو جائے گی اور ایسے دن کیلئے ہم دست بدعا ہیں۔"

فی الحقیقت اس وقت تک مغربی دنیا پر حقیقی رنگ میں تبلیغ اسلام کا فریضہ ادا نہ ہوا تھا اور جب تک کہ قرآن مجید کا ترجمہ مغربی ممالک کے سامنے پیش نہ کیا جاتا یہ فرض کس طرح سے ادا ہو سکتا تھا۔ خدا تعالیٰ کا ہم ہزار ہزار شکر ہے کہ یہ خدمت حضرت مولانا محمد علی صاحب ایم۔ اے ایل ایل بی امیر سلسلہ احمدیہ کے ہاتھ سے سرانجام کرائی۔ گویا کہ آنحضرت صلعم کی پیشگوئی کے مطابق صداقت دین کا آفتاب مغرب سے طلوع ہوا۔ اب یقیناً اس سے کل مغربی دنیا متاثر ہو گی جیسے کہ خود آپ نے وہاں کے ایک بڑے اہل علم بزرگ کی شہادت سن لی ہے۔ اور نہ صرف مغرب بلکہ مشرق میں بھی اس سے ہر طرف تنویر ہو گی۔ اس میں شک نہیں کہ علمائے اسلام نے قرآن مجید کی ہر زمانہ میں بہت بڑی خدمت کی ہے۔ اور عربی زبان میں بڑی بڑی تفسیریں موجود ہیں مگر ان سب علوم کو ایک جگہ جمع کرنا اور موجودہ زمانہ کی ضروریات کو مدنظر رکھ کر مخالفین کے اعتراضات کا جواب دینا اور ہر رنگ میں صداقت قرآن و صداقت اسلام کو مبرہن کرنا ایسا کام ہے۔ کہ اگر ایک جماعت علماء و فضلا کی اس کو کرتی تب بھی بہت بڑا تھا۔ مگر یہ خدا تعالیٰ کا احسان ہے کہ امیر قوم حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب کو اس نے توفیق دی کہ انہوں نے اپنی ہفت سالہ دن رات کی محنت سے اس خدمت کو سرانجام دیا اور ایک سال میں اس کلام پاک کی طبع کو تکمیل تک پہنچایا گویا کہ آپ کے اس خدمت میں پورے آٹھ سال لگے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی ہمت میں اور برکت دے اور آپ سے مزید خدمات دینی سرانجام کرائے۔ آمین!

(از سالانہ رپورٹ انجمن سال ۱۹۱۶-۱۷ء

مرتبہ:

حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم و مغفور

صفحہ ۴۰۲)

حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مجدد صد چہار دہم کے وصال کے بعد تقریر

دشوار گذار گھاٹیوں اور خاردار

کتنا بڑا اور عظیم مقصد ہے جو آپ لوگوں کے سامنے ہے۔ گو ایک عظیم الشان پہاڑ آپ کے راستے میں ہے جسے اٹھا کر آپ نے راستہ صاف کرنا ہے۔ پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹانا آسان ہے مگر یہ کام اس سے بھی اہم تر ہے جو ہمارے امام نے ہمارے سپرد کیا ہے۔ اسلام کو دنیا میں پھیلانا۔ یہ کوئی چھوٹا سا کام ہے؟ یہ کوئی آسان بات ہے؟ مگر تسلی دینے والی جو بات ہے وہ یہی ہے کہ خدا کا وعدہ ہے کہ میں اس جماعت کے ذریعے اسلام کو غلبہ دوں گا پس گھبرانے اور بزدلی دکھانے کی کوئی بات نہیں۔ حضرت اقدس نے خود اپنی تحریروں میں لکھا ہے کہ خدا جانے میں نے کن دشوار گذار گھاٹیوں، خاردار بیابانوں اور سنسان جنگلات سے گذرنا ہے۔ پس جس کے پاؤں نازک ہیں اس کو چاہیئے کہ مجھ سے الگ ہو جائے۔

دوستو!! اب وہ وقت آگیا ہے کہ وہ مشکلات کی کٹھن گھاٹیاں اور خاردار جنگل اور ڈراؤنے بیابان ابھی ہمارے آگے ہیں۔ جن کو طے کر کے ہمیں اپنے پاک امام اور ہادی برحق کی بتائی ہوئی منزل مقصود پر پہنچنا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ حضرت صاحب کا وجود اس زمانے میں ہمارے لئے خدا کی طرف سے ایک ابر رحمت اور سایۂ کرم تھا۔ آپ نے ہمیں بدیوں سے ہٹا کر نیکی پر قائم کیا۔ ہماری دہریت اور خشک ایمان کو تازہ اور زندہ ایمان سے بدل دیا۔ اور ہمارے دلوں میں خدا اور اس کے رسول کی عزت و عظمت فولاد کی طرح بھر دی۔ ہماری حالتیں ناگفتہ بہ تھیں۔ مگر اس نے کچھ ایسا شربت پلایا کہ نماز اور ذکر الٰہی میں لذت و سرور آنے لگا اور قرآن مجید کی محبت ہمارے دلوں میں موجزن ہوئی اور ہر ایک نفس نے اپنے مقدور اور استعداد کے مطابق نیکی میں ترقی کی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ باوجود سخت آندھیوں کے وہ خدا کا مامور لاکھوں انسانوں کو اپنی بات منوا گیا۔ اور آپ لوگوں میں اپنی روح پیدا کر گیا۔ اگر اس کو لے کر ہم یہ کام کریں تو روحانی فتوحات کے دروازے ہم پر کھولے جائیں گے۔ آنحضرت صلعم کے وصال کے بعد ابوبکرؓ و عمرؓ نے کیسی کیسی فتوحات حاصل کیں۔ کیوں؟ ان کی روح صحابہؓ میں کام کرنے لگی تھی۔

اسی طرح حضرت صاحب کی وفات کے بعد یہ سلسلہ بند نہیں ہو گیا۔ اور ہم لوگوں کا فرض ہے۔ کہ اس مقصد عالی کو سامنے رکھ کر کام کریں اور اسلام کو سب ادیان پر غلبہ دینے کی کوشش کریں۔"

الحکم ۱۸ جولائی ۱۹۰۸ء

حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علیؒ کی ایک یادگار تقریر

احمدیہ انجمن ——— لاہور کے سالانہ اجتماع کا افتتاح میں اس مشہور دعا سے کرتا ہوں جو شب و روز کی دعا ہے اور جس نے قرآن کے ماننے والوں سے بھی خراجِ تحسین وصول کیا ہے۔ چونکہ دعا کرنے والا درحقیقت بارگاہِ الٰہی میں سائل کے طور پر حاضر ہوتا ہے۔ مناسب یہ ہے کہ ہم بھی اپنے ظاہر اور باطن میں ایک تغیر پیدا کریں۔ ظاہری رنگ میں یوں کہ ہم بھی سب کے سب ایک سائل کی طرح کھڑے ہو جائیں۔ (سوائے ان کے جو میری طرح کسی کمزوری کی وجہ سے کھڑا ہونے سے معذور ہوں) اور باطنی رنگ میں یوں کہ ہمارے دلوں میں یہ احساس پیدا ہو جائے کہ جس طرح ایک سائل اپنے آپ کو عاجز اور کمزور پا کر ایک غنی کے در پر جاتا ہے ہم بھی اپنی کمزوریوں کو محسوس کرتے ہوئے خدا کے دروازے پر آئے ہیں۔ تم کتنے بھی صاحبِ علم اور مالدار ہو خدا کے سامنے تمہاری حیثیت ایک فقیر سے زیادہ نہیں۔ واللّٰہ غنی وانتم الفقراء۔ یا یھا الناس انتم الفقرآء الی اللّٰہ واللّٰہ ھو الغنی الحمید تو آیئے ایک فقیر کی طرح خدا کے دروازے پر کھڑے ہو کر صدائیں بلند کریں اور اس کام میں جو ہمارے امام نے ہمارے سپرد کیا تھا اپنے عجز اور کمزوری کو محسوس کرتے ہوئے اس طاقتور بادشاہ سے مدد مانگیں۔ جو پہلے بھی ان لوگوں کی جو اس کے ہو جاتے ہیں زبردست نصرت فرماتا رہا ہے اور آئندہ بھی اس کا یہ وعدہ ہے کہ جو اس کا ہو جائے گا وہ اس کی بھی اسی طرح نصرت فرماتا رہے گا جس طرح اس نے اپنے برگزیدوں کی فرمائی۔

ہم درماندہ درویشوں کی پہلی صدا اس بارگاہِ عالی پر جو تمام جہانوں کی ربوبیت فرماتا ہے یہ ہے۔ الحمد للّٰہ رب العالمین۔ اے تمام مخلوق کی ربوبیت فرمانے والے تو نے اپنے بندوں پر مادی رزق کے دروازے وسیع کھول دیئے ہیں اور زمین اور آسمان کی مادی طاقتوں کو ان کی خدمت پر لگا دیا ہے مگر مادی رزق کی فراوانی اور ظاہری کشش انہیں تجھ سے غافل کر کے ہلاکت اور بربادی کی طرف لے جا رہی ہے اس لئے تو ان پر اپنے روحانی رزق کے دروازے کھول دے تاکہ یہ نسلِ انسانی تباہی اور بربادی سے بچ کر اپنے حقیقی کمال کو حاصل کر لے۔ اے خدا جو ہمیشہ انسانوں کی ربوبیت فرماتا رہا ہے اور جس نے بالآخر ساری نسلِ انسانی کی روحانی ربوبیت کے لئے اپنا آخری نبی محمد رسول اللہ صلعم اور اپنا آخری اور کامل پیغام قرآن بھیجا تو اب نسلِ انسانی کی ربوبیت کے لئے اپنے قرآن اور پیغمبر کی قبولیت کی ہوا چلا دے۔ اور ہمیں بھی وہ سامان عطا فرما کہ ہم تیرے قرآن کو اور تیرے پیغمبر کی خوبصورت تصویر کو ساری دنیا میں پہنچا دیں۔

اور ہماری دوسری صدا اس ارحم الراحمین کے دروازے پر یہ ہے کہ الرحمٰن الرحیم مالك یوم الدین، اے رحمتوں کے سرچشمے تو اس نسلِ انسانی پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دے اور ان کے گناہوں کی سزا بھی ان پر آئے تو تیرے مالکیت کے تقاضے سے تیری رحمت اس کے ساتھ بھی ملی ہوئی ہو۔

اور ہماری تیسری صدا اس مقتدرِ حقیقی کے دروازے پر یہ ہے۔ ایاك نعبد و ایاك نستعین، ہم تیرے غلام ہیں اور تیری غلامی کا فخر بھی تیری مدد سے ہی مل سکتا ہے ہماری آرزو یہ ہے کہ یہ ساری نسلِ انسانی تیری غلامی کو اختیار کر کے فلاح اور بہبود پائے۔ یہ کام انسانی طاقت سے نہیں ہو سکتا۔ اس لئے تیرے دروازے پر آئے ہیں کہ اس میں تو ہماری مدد فرما۔ یہاں تک کہ ہم ساری نسلِ انسانی کو تیری غلامی میں داخل کر دیں۔ ہم تیرے در پر جھکتے ہیں اور ساری نسل کو تیرے در پر جھکانے کی آرزو رکھتے ہیں مگر اے قدرت اور طاقت کے مالک خدا یہ کام تیری مدد کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ سو ہم یہ سوال لے کر تیرے در پر آئے ہیں کہ تو ہماری اسی طرح مدد فرما جس طرح تو اپنے رسولوں کی مدد فرماتا رہا ہے۔ تیرا وعدہ ہے انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا فی الحیٰوۃ الدنیا۔ اللھم انجز وعدك وانصر عبادك المستضعفین۔ اے زمین اور آسمان کے مالک تو زمین اور آسمان کی تمام طاقتوں کو ہماری مدد کے لئے لگا دے۔ اے خدا تو اپنے دین کی نصرت کے لئے اپنی ملائکہ کی افواج کے ساتھ اس زمین پر نزول فرما اور اپنے دین کی خدمت کا کام کرنے والوں کی مدد فرما۔

ہماری چوتھی صدا اس منعمِ حقیقی کے دروازے پر یہ ہے۔

اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضآلین۔

ہم تیرے پیغام کو دنیا میں پہنچانے کی آرزو رکھتے ہیں۔ ہمیں اس رستہ پر چلنے کی توفیق دے جس رستے پر وہ لوگ چلے جنہوں نے تیری بارگاہ سے بڑے انعام پائے جن کی ساری نیک آرزوؤں کو تو نے پورا فرمایا۔ اور ان ٹھوکروں سے ہمیں بچا جو ٹھوکریں کھا کر ہدایت کے بعد بھی لوگ تیری ناراضگی کا محل بن گئے۔ یا صحیح رستے کو چھوڑ کر غلط رستہ پر پڑ گئے۔ اے بادشاہ تیرے انعامات کے خزانے بے حد حساب ہیں اور وہ ہر زمانہ میں ہر مانگنے والے کے لئے کھلے ہیں۔ ہم بھی تیرے نام کو دنیا میں بلند کرنے کی غرض سے تیرے در پر حاضر ہوئے ہیں اور آج سب مل کر بچشمِ گریاں تیرے انعامات کے لئے تیرے در پر صدا بلند کرتے ہیں جن انعامات سے تو نے ہماری سرکار حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو نوازا۔ اے خداوندِ عالم تیرے انعامات تو ختم نہیں ہوتے ہم ناکارہ انسانوں کی وہ آہیں ہی ختم ہو جاتی ہیں جو تیرے انعامات کے دروازے کھول دیتی ہیں۔ تو ہی اپنے کرم سے ہمارے دلوں میں وہ آہیں پیدا کر۔ اے فضلوں اور رحمتوں کے مالک ان فضلوں اور رحمتوں کے دروازے ہم پر کھول دے کہ ہم تیرے قرآن اور محمدؐ کے نام کو دنیا میں روشن کرنے میں اور تیرے قرآن اور محمدؐ کے نور سے تیری دنیا کو روشن کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ آمین۔

آخر پر پھر دعا کریں کہ اے خدا تو ہمارے سینوں میں اپنے قرآن اور اپنے رسولؐ کی آگ کی وہ چنگاری ڈال جو ہماری ہوا و ہوس کو بھسم کر دے اور اپنے رسول اور اپنے کلام کا وہ عشق عطا فرما جو ہماری دنیا کے مال کی محبت کو ٹھنڈا کر دے اے خدا تو ہمیں اپنے دیوانوں میں داخل کر دے کیونکہ حقیقی فرزانگی یہی ہے۔ تو ہمیں اپنے در پر گرنے کی توفیق دے کیونکہ طاقت اسی سے ملتی ہے۔ تو ہمارے اندر سے آرام طلبی کی روح کو اپنی زبردست قوت سے نکال دے اور اس کی جگہ جہاد کی وہ زبردست روح ہمارے اندر بھر دے جس سے ہم تیرے رستے میں کام کرتے ہوئے تھکیں نہیں اور کسی کا طعنہ کسی کی گالی کسی کی نکتہ چینی وہ اپنا ہو یا پرایا تیرے رستے میں ہمارے قدم کو ڈھیلا نہ ہونے دے۔ اے خدا ہم میں کمزوری

مکتوب بلادِ غیر

جنوب مشرقی ممالک کی احمدیہ جماعتوں کے دورہ کی جھلکیاں

(۱)

ہمارے نہایت ہی سرگرم اور جوشیلے بھائی احمدیہ انجمن امریکہ کے ممتاز رکن محترم ڈاکٹر نعمان الہٰی ملک نے حال ہی میں کوریا، چین، انڈونیشیا، آسٹریلیا اور فجی کی جماعتوں کا دورہ کیا۔ ان کے ہمسفر کینیڈا جماعت کی صدر محترمہ ثمینہ ساہو خان صاحبہ تھیں۔ اس دورے کا مقصد جاپانی اور جرمن زبانوں میں قرآن مجید کے ترجمہ کا کام کا جائزہ لینا اور جنوب مشرقی ممالک میں احمدیہ جماعتوں سے رابطہ پیدا کرنا تھا۔ کینیڈا میں انہوں نے دونوں تراجم کے مترجموں سے ملاقات کی اور کام کی رفتار کو تسلی بخش پایا۔

دینِ حقہ اور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر لکھی گئی کچھ اور کتب پر بھی دیگر غیر ملکی زبانوں میں ترجمہ کرنے کا کام ہو رہا ہے۔ اس سلسلہ میں رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور آپ کی تعلیمات پر نہایت اعلےٰ اور جامع کتاب " زندہ نبیؐ کی زندہ تعلیم " از حضرت مولانا محمد علی مرحوم و مغفور کا جرمن زبان میں ترجمہ مکمل ہو چکا ہے۔ اس کتاب کو انگلستان کی مشہور فرم لونگ تھاٹس لائبریری نے لونگ تھاٹس آف پرافٹ محمدؐ کے نام سے شائع کیا تھا۔ اس کتاب کا پہلا باب " پرافٹ آف اسلام " کے نام سے جرمن زبان میں الگ شائع ہو چکا ہے۔ جو ہمارے برلن مشن کے تحت مفت تقسیم ہو رہا ہے۔ امید ہے کہ مکمل کتاب جلد شائع ہو جائے گی۔ اس طرح حضرت مولینا محمد علیؒ مرحوم و مغفور کی دینِ حقہ پر معرکتہ الآراء کتاب " ریلیجن آف اسلام " کا جرمن زبان میں ترجمہ شروع ہو چکا ہے۔

ہمارے قارئین کو بخوبی علم ہے کہ محترم ڈاکٹر نعمان الہٰی ملک اور محترمہ ثمینہ ساہو خان صاحبہ دونوں اپنا بیشتر وقت اور توجہ قرآن مجید کے مختلف غیر ملکی زبانوں میں ترجمہ کے پروگرام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں نہایت لگن اور مستعدی سے صرف کر رہے ہیں۔ اس وقت ان کی زیادہ توجہ جرمنی، جاپانی روسی اور چینی زبان میں قرآن مجید کے ترجمہ پر مرکوز ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس نیک کام کی تکمیل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کو تندرستی اور لمبی عمر عطا فرمائے تاکہ وہ دین کے کاموں میں ہمہ تن مصروف رہیں۔

۴ مئی کو محترم ڈاکٹر نعمان الہٰی کولمبس، اوہایو سے وینکور (کینیڈا) پہنچے۔ یہ عید الفطر کا موقعہ تھا۔ انہوں نے جماعت کے مرکز میں نماز عید الفطر ادا کی۔ خطبۂ عید کے بعد انہوں نے تراجم قرآن پراجیکٹ کے سلسلہ میں اب تک جو کام ہو چکا تھا اس کی تفصیلات احباب جماعت کو بتائیں۔ اور اس مجوزہ دورہ کے مقصد سے بھی لوگوں کو آگاہ کیا جو وہ اور محترمہ ثمینہ ساہو خان دونوں عنقریب جنوبی مشرقی ممالک میں احمدیہ جماعتوں کا کرنے والے تھے۔

وینکور جماعت نے تراجم قرآن پراجیکٹ کے لئے دو ہزار کینیڈین ڈالر کا عطیہ دیا ہے ڈاکٹر نعمان الہٰی ملک نے اس نہایت مبارک اور مفید دورہ کی رپورٹ حضرت امیر قوم ایدہ اللہ کی خدمت میں ارسال کی ہے جس کی جھلکیاں انشاء اللہ آئندہ شمارہ میں پیش کی جائیں گی۔

(جاری ہے)

امیر جماعت احمدیہ لاہور

حضرت ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ کا

سالانہ دعائیہ اجتماع میں شرکت کیلئے احباب کے نام پیغام

احباب و خواتین جماعت! السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ

ہم سب کے لئے یہ امر موجب مسرت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دسمبر ۱۹۸۹ء کی ۲۲ تا ۲۴ تاریخوں میں ہمیں اپنے سالانہ دعائیہ اجتماع میں شرکت کا موقعہ مل رہا ہے جیسا کہ آپ کو معلوم ہی ہے کہ یہ اجتماع خالصتاً حضرت امام وقت بانی سلسلہ احمدیہ کے ارشاد کے ماتحت کسی دنیوی اغراض کیلئے نہیں بلکہ صرف اور صرف دینی مقاصد اور جماعتی تعلقات کی تقویت کے لئے منعقد ہوتا ہے۔ جو بہت سی خیرات و برکات کا موجب ہوتا ہے۔

آپ سب سے میری گذارش ہے کہ آپ ان ایام اللہ میں ضرور شرکت فرمائیں۔ اپنے بڑے اور چھوٹوں کو ابھی سے مستعد کریں اور یہ چار دن محض للہ فی اللہ مرکز میں گذاریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق دے۔ آپ کی ممکنہ مشکلات کو دور کرے اور سفر کو آسان فرمائے۔ جو کوئی اللہ تعالیٰ کے لئے اس کی راہ میں چل نکلتا ہے تو وہ خود اس کا متکفل ہو جاتا ہے۔ میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔

والسلام والدعا

سعید احمد

دار السلام کالونی

۵۔ عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن۔ لاہور

اپیل برائے جلسہ فنڈ ۱۹۸۹ء

احباب و خواتین سلسلہ:

السّلامُ علیکم و رحمۃ اللہ تعالیٰ و برکاتہٗ۔

مزاج شریف! جیسا کہ اعلان ہو چکا ہے کہ ہمارا سالانہ دُعائیہ اجتماع ۲۳ تا ۲۶ دسمبر ۱۹۸۹ء ہو رہا ہے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے اپنی لِلّٰہ فی اللہ جماعت کو کئی خصوصیات سے نوازا ہے۔ ان میں سالانہ دعائیہ اجتماع کا انعقاد ایک ایسی خصوصیت ہے جو دینی اور جماعتی زندگی کی بنیاد ہے۔ اس جماعتی اجتماع کی اغراض میں سے بڑی غرض تو یہ ہے ہر مخلص کو بالمواجہ دینی فائدہ اُٹھانے کا موقع ملے اور ان کی معلومات وسیع ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل و توفیق سے ان کی معرفت ترقی پذیر ہو۔ علاوہ ازیں اس کے کئی معاشرتی فوائد بھی ہیں۔ جو صرف سالانہ اجتماعات سے ہی پورے ہو سکتے ہیں۔ اس لئے جماعت کے تمام احباب و خواتین کی بالفعل شرکت اس میں بے حد ضروری ہے۔

موجودہ دور میں جب کہ افراطِ زر کی وجہ سے ہر چیز مہنگی ہو گئی ہے۔ اور عام طور پر ہر فرد کے لئے کچھ مشکلات پیدا ہو گئی ہیں، خدمتِ دین اور فلاحِ جماعت کے ذرائع بھی بہت سے اخراجات کے متقاضی ہیں۔ احباب و خواتین سے درخواست ہے کہ وُہ موجودہ مخصوص مہنگائی کے پیشِ نظر دِل کھول کر جلسہ فنڈ میں چندہ دیں۔ اپنی درخشندہ روایات کو قائم و جاری رکھیں اور عند اللہ ماجور ہوں۔

والسّلام

منصور احمد

آنریری جنرل سیکرٹری انجمن

دارالسّلام۔ لاہور

وفات حسرت آیات

احباب کے لئے یہ خبر باعثِ افسوس ہوگی کہ راولپنڈی کے جناب ملک الٰہی بخش صاحب اور انجمن کے سابق چوکیدار خائستہ خان پچھلے دنوں وفات پا گئے ہیں۔ اِنّا لِلّٰہ وَاِنّا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ احباب سے جنازہ غائبانہ میں مرحومین کے لئے دُعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ جامع دارالسلام لاہور میں بھی نماز جنازہ غائبانہ ادا کی گئی۔

جماعت کی بہنوں اور بیٹیوں کے نام

آپ کو یہ پڑھ کر خوشی ہوگی کہ ہمارے سالانہ اجتماع کی تاریخ ۲۳ دسمبر ۱۹۸۹ء بروز ہفتہ مقرر ہو چکی ہے۔ جماعت کی تنظیم خواتین کا یہ روایتی اجتماع ہوتا ہے جس میں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے ساتھ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی عہد کی تجدید کے ساتھ ساتھ جماعتی اجتماع کے فوائد و برکات سے بھی حصّہ ملتا ہے۔

میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ ابھی سے تیاری کریں اور افرادِ خانہ کو تحریک کریں۔ تاکہ وُہ چار روزہ دعائیہ اجتماع میں شریک ہوں۔ اپنے ضروری کام کاج ان تاریخوں سے پہلے نمٹالیں یا ان مقررہ تاریخوں سے مؤخر کر لیں۔

۲۳ دسمبر ۱۹۸۹ء بروز ہفتہ خواتین کے دو اجلاس ہوں گے۔ صبح ۹ بجے تا ۱۲ بجے دوپہر دستکاری کی نمائش ہوگی۔

جس میں سارا سال جماعتی بہنیں اپنے ہاتھوں اور ہنر کا استعمال، خدمتِ دین کے لئے فنڈ مہیّا کرنے میں صرف کرتی ہیں۔ ان کی بنائی ہوئی دستکاری کی چیزیں ہزاروں روپے میں فروخت ہوتی ہیں۔ ایسے اشیاء کی ابھی سے تیاری کریں۔ اور اسے اپنی لاگت لکھ کر سیکرٹری دستکاری کو ارسال کرتی رہیں۔

دوسرا اجلاس بعد نماز ظہر شروع ہوگا۔ مقررہ خواتین اپنی تقریروں اور مضامین کے عنوانات ہمیں بھجوائیں۔ اور ان کی ایک نقل بھی ہمیں ارسال فرمائیں تاکہ ان پر ایک نظر کے بعد آپ کو مناسب تجاویز فراہم کی جا سکیں حسبِ سابق بچیوں کا مذاکرہ اور کوئیز پروگرام وغیرہ بھی ہوں گے جن کے موضوعات کے بارے پیغام صلح کی آئندہ اشاعت میں آپ کو اطلاع دی جائے گی۔ مذاکرہ کے لئے بچیوں کو کاغذ سے تقریر پڑھنے کی اجازت ہو گی۔ بہترین مقررہ بچیوں کو حسبِ سابق انعامات دیئے جائیں گے۔ مقررہ بچیوں کے نام بھی دسمبر ۱۹۸۹ء کے پہلے ہفتہ تک پہنچ جانے چاہئیں تقریر کے لئے ۵ سے ۷ منٹ کا وقت مقرر ہے۔ بیرونی جماعتوں کی خواتین کی رپورٹیں اور ان کی مناسبِ حال تجاویز بھی اس اجلاس کا حصّہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے اپنی جماعت کے ہر ہر فرد کو خواہ وہ مرد ہو یا عورت، خدمت دین کے لئے ہر ایثار و قربانی کا جذبہ عطا کیا ہے۔ یہ خصوصیّت اور توفیق کسی اور جگہ نظر نہیں آتی۔ میری اپنی بہنوں سے پُر زور اور خصوصی گزارش ہے کہ آپ اپنے گھر اور اپنے حلقہ میں جماعت کی ایک ایک بہن کو شمولیت اجتماع کی تحریک کریں اور انہیں بار بار یاد دہانی کرائیں۔ آپ کے اس مقامی رابطہ اور تعلق و ملاقاتوں سے شریک بہنوں کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ ہوگا۔ مرکز سے بھی تنظیم خواتین اس رابطہ کے لئے پروگرام بنائیں گی۔

اپنے اس اجتماع کے لئے ضروری تجاویز اور مشوروں سے بروقت نوازیں۔ تاکہ قابلِ عمل امور کی تعمیل اور تکمیل کی جائے۔

سیکرٹری تنظیم خواتین احمدیہ

دارالسّلام کالونی۔ ۵۔ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور۔

از قلم ، مکرم نصیر احمد فاروقی ۔ لاہور

یادِ ایّام

حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یوم وفات ایک دفعہ پھر آرہا ہے اور صاحب مدیر اخبار پیغام صلح نے ایک دفعہ پھر فرمائش کی ہے کہ میں مرحوم و مغفور کے بارہ میں کچھ لکھوں۔ عام طور پر تو صاحب مدیر کو کئی بار فرمائش کرنی پڑتی ہے تب جا کر میں قلم کو ہاتھ میں پکڑتا ہوں مثلاً انہوں نے قریب دو تین سال فرمائش کی کہ میں اپنے خطبات جمعہ و عیدین لکھ کر اخبار کے لئے دوں مگر میں ٹال مٹول کرتا رہا کیونکہ نہ تو میری قلم میں روانی ہے اور نہ مجھے قادر الکلامی حاصل ہے اور اس لئے میرے لئے کوئی مضمون لکھنا دشوار ہوتا ہے ۔ اسی لئے اگرچہ اب میں ان خطبات کو لکھ کر دینے کے معاملہ میں ایک طرح پکڑا گیا ہوں پھر بھی کئی بار لکھ کر نہیں دے سکتا مگر حضرت امیر مرحوم کے بارہ میں صاحب مدیر کا ایک دفعہ کہنا کافی ہوتا ہے ۔ کیونکہ مرحوم میرے محبوب تھے اور محبوب کے نام پر کوئی سوال کیا جائے تو انسان انکار یا ٹال مٹول نہیں کر سکتا۔

"خطباتِ محمد علیؒ"

اس لئے لکھنے تو میں بیٹھ گیا ہوں مگر سمجھ نہیں آتا کہ کیا لکھوں۔ حضرت موصوف کی گرانقدر اور زندہ جاوید رہنے والی تصنیفات اور خدمات اسلامی کے بارہ میں اس قدر لکھا گیا اور کہا گیا ہے کہ میرے جیسے انسان کے لئے اُن کے بارہ میں کچھ نئی بات لکھنا ممکن نہیں ۔ بہر حال وہ تصنیفات موجود ہیں اور ہمیشہ اُن کی مانگ رہے گی کیونکہ تشنگان علم و تحقیق اور دین اسلام کے اسی زمانہ کے حسب حال نور کو ڈھونڈھنے والے ہمیشہ ان کتابوں کو سر آنکھوں پر رکھیں گے۔ ایک کمی تھی کہ حضرت مرحوم کے خطبات و تقاریر پیغام صلح کی فائلوں میں تو مدفون تھیں مگر دنیا ان سے محروم تھی ۔ ورثاء حضرت امیر مرحوم کا اللہ تعالےٰ بھلا کرے کہ انہوں نے تمام اخراجات مہیا کر کے ان خطبات اور تقاریر کو چھپوانے کا اہتمام کیا ہے اور "خطباتِ محمد علیؒ" کی پہلی جلد چھپ کر تیار ہو گئی ہے ۔ یوں ایک بہت بڑی کمی کے پورا کرنے کا بفضلہ تعالےٰ بندوبست ہو گیا ہے اللہ تعالےٰ اسے اتمام کو پہنچائے ۔

تو حضرت امیر مرحوم کی تصنیفات و تالیفات اور اُن کے خطبات و تقاریر علم و معرفت اور نور و ہدایت کے سر چشمے بن کر صفحۂ قرطاس پر موجود ہیں۔ اس سمندر کو اس مضمون کے حقیر کوزے میں بند کرنا نہ تو ممکن ہے اور نہ کوئی عقلمند انسان کا کام ہوگا۔ ایک دُنیا اُسے سراہ چکی ہے اور ہمیشہ سراہتی رہے گی ۔

صفاتِ حسنہ

اگر میں نے حضرت امیر مرحوم کو اپنا محبوب لکھا ہے تو آپ کی تصنیفات اور خطبات کی وجہ سے نہیں کیونکہ اُن سے تو آپ کی عزت و تکریم دلوں میں پیدا ہوتی ہے اور قدر و منزلت بڑھتی ہے ۔ محبت انسان کے اخلاق اور ذاتی خوبیوں سے پیدا ہوتی ہے ۔ حضرت مرحوم کے اخلاقِ عالیہ اور صفاتِ حسنہ کو تھوڑا بہت اُن تمام لوگوں نے دیکھا ہے جن کا آپ سے واسطہ پڑا۔ میں خوش قسمت ہوں کہ مجھے چھ سات سال گرمیوں میں ڈلہوزی پہاڑ پر حضرت موصوف کے گھر کے اندر دن رات رہ کر قریب سے انہیں دیکھنے کا موقعہ ملا۔ وہ میرے بڑے بہنوئی تھے اس لئے اس سے قبل اور بعد میں بھی سالہا سال میں نے انہیں اندر سے اور قریب سے دیکھا ۔ اور جب دیکھا میرا دل اُن کی محبت و عزت میں بڑھتا چلا گیا۔ پھر حضرت مرحوم کے دل میں اللہ تعالےٰ نے ایک خاص خوبی رکھی تھی کہ وہ ہر شخص سے محبت کرتے تھے چاہے وہ مجھ جیسا نا اہل انسان ہو۔ اور محبت سے محبت پیدا ہوتی ہے ۔

شائد اور لوگوں کو بھی خیال ہو کہ حضرت مرحوم اُن سے محبت کرتے تھے اور وہ بالکل صحیح تاثر ہوگا کیونکہ اولیاء اللہ کی یہ صفت ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق سے پیار کرتے ہیں مگر جس بات کا خیال کر کے میرا دل آج بھی حضرت مرحوم کی محبت و تکریم میں پگھلتا ہے وہ یہ کہ اس سال ہا سال کی رفاقت میں میں نے بے شمار دفعہ ایسی بات یا حرکت کی ہوگی جس سے حضرت مرحوم کے دل کو رنج یا ناراضگی ہوئی ہوگی ۔ مگر ان بے شمار غلطیوں اور نالائقیوں کے باوجود وہ مجھ سے محبت کرتے رہے ، میری کمزوریوں کا بدلہ نیکیوں سے دیا ، میری چھوٹی سی کسی اچھی بات کو بڑھا چڑھا کر دُوسروں سے ذکر کیا ۔ اور میرے اُوپر ہر قسم کے احسانات کا ایسا انبار لگا یا کہ میں نے اُن کا بدلہ کیا دینا ہے میں ان کا کماحقہٗ شکریہ بھی ادا نہ کر سکا ۔ وہ جو قرآن کریم میں انبیاء کے ذکر میں آیا ہے کہ لا اسئلکم من اجرٍ ان اجری الا علیٰ ربّ العٰلمین اس کی صداقت حضرت مرحوم کی اور میری زندگی میں مجھے نظر آئی ۔ ایسے لوگ جب دُوسروں سے حُسن سلوک کرتے ہیں تو کسی اجر کی توقع نہیں رکھتے مگر ان کا اجر اللہ تعالےٰ ضرور دیتا ہے کہ وہ کسی نیکی کو ضائع نہیں ہونے دیتا اور جو وہ بڑھ چڑھ کر اجر دیتا ہے وہ کسی انسان نے کیا دینا ہے ۔

صبغۃ اللہ

اگر حضرت امیر مرحوم نے میری نالائقیوں اور خطاؤں پر گرفت تو کیا اُف تک نہ کی اور مجھ پر احسان پر احسان کرتے گئے تو یہ بھی تخلقوا باخلاق اللہ کا رنگ تھا کہ اگر اللہ تعالےٰ لوگوں کی بُرائیوں اور کوتاہیوں پر نظر رکھے جیسا کہ ہم میں سے اکثر کرتے ہیں تو یہ دنیا ایک دن نہ بچے ۔ چونکہ اللہ تعالےٰ انسان کی کسی مخفی اور ادنیٰ خُوبی پر نگاہ رکھتا ہے تو ہی یہ دُنیا بچی ہوئی ہے اور اللہ تعالےٰ کی نعمتوں سے دن رات مستفیض ہوتی رہتی ہے ۔ یہی رنگ اولیاء اللہ میں بھی آجاتا ہے ۔ صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ " اللہ کا رنگ اور اللہ سے بڑھ کر کون خوبصورت رنگ یعنے صفات رکھتا ہے " اس کے اگلے الفاظ ہیں :۔ ونحن لہٗ عٰبدون " اور ہم اس کی عاجزی سے فرمانبرداری کرنے والے ہیں " اللہ تعالےٰ کی ایسی ہی فرمانبرداری سے اللہ کا رنگ لوگوں میں آجاتا ہے ۔ میں نے یہ باتیں اس لئے لکھی ہیں کہ ہمیں بھی کوشش کرنی چاہیئے کہ بجائے لوگوں کے عیبوں اور کمزوریوں پر نگاہ رکھنے کے اُن کی کوئی خُوبی ہو تو اس پر نگاہ رکھیں ۔ اور کوئی خوبی نہ بھی نظر آئے تو کم سے کم اللہ تعالےٰ کی صفات ستّاری و غفّاری کو اختیار کرتے ہوئے اپنے بھائیوں کی بُرائیاں کُریدنے یا اُن کا چرچا کرنے کی بجائے اُن سے پردہ پوشی کریں اور انہیں معاف کیا کریں ۔ تبھی کوئی جماعت آپس میں محبّت و یگانگت کی جماعت بن سکتی ہے بلکہ قائم رہ سکتی ہے یا مفید خدماتِ اسلامی بجا لا سکتی ہے ، ورنہ اُس میں پھُوٹ پڑ جائے گی اور اس کا

شیرازہ بکھر جائے گا۔

غیر معمولی صفات

حضرت امیر مرحوم کی کچھ اور صفات تھیں جن کا ایک ذات میں جمع ہونا کم نظر آتا ہے۔ اگر آپ ایک زبردست عالم باعمل تھے اور اخلاقی اور روحانی کمالات کے مالک تھے تو ساتھ ہی دُنیاوی امور سے باخبر انسان تھے اور آپ کی رائے دُنیاوی امور میں بھی اتنی ہی صائب تھی جتنی کہ دینی امور میں۔ یہ صرف اُن لوگوں کی رائے ہی نہ تھی جو آپ کے ہر پہلو سے واقف تھے بلکہ ہم لوگ دُنیاوی امور میں بھی حضرت مرحوم کی نہ صرف رائے لیتے تھے بلکہ جب وہ رائے دیدیں تو پھر اُس سے انحراف کرنا ناممکن پاتے تھے۔ دُنیاوی امور سے باخبر رہنے کے لئے حضرت مرحوم اخبارات، رسائل اور کُتب کے مطالعہ کے لئے وقت دیتے تھے اور باوجود اپنی بزرگی اور علمی کمالات اور بے نظیر عقلمندی کے اپنے سے کم تر لوگوں سے پوچھ لینے میں اپنی سُبکی نہ سمجھتے تھے۔

ایک اور اجتماع ضدّین تو نہیں مگر غیر معمولی صفت حضرت امیر مرحوم میں یہ تھی کہ اگر وہ ایک طرف پکّے عابد و زاہد انسان تھے تو دوسری طرف طبیعت میں غیر معمولی ظرافت اور شگفتگی بھی رکھتے تھے اور اکثر پاکیزہ لطیفوں اور ستھرے مذاق سے ہم سب کو ہنساتے اور خوش رکھتے تھے۔ آخری عمر میں چند صدمات نے اُن کی طبیعت میں سے ہنس مکھ رہنے اور کھلکھلا کر ہنس پڑنے کو کم کر دیا تھا مگر پھر بھی خوش مزاجی میں فرق نہیں آیا تھا۔

حضرت مرحوم کی ایک اور صفت غیر معمولی تھی اور وہ تھی وقت کی پابندی۔ یہاں تک کہ اگر میں یہ کہوں کہ انسان اپنی گھڑیوں کو ان کی تقسیم کار سے ٹھیک کر لیا کرتا تھا تو یہ مبالغہ نہ ہوگا۔ مثلاً جب وہ میرے غریب خانہ پر دو سال کراچی میں رہے تو جب وہ اپنے لکھنے کی میز سے دوپہر کو اُٹھتے تھے تو آپ آنکھ بند کر کے یعنی بغیر گھڑی دیکھے کہہ سکتے تھے کہ ایک بجنے میں پانچ منٹ ہیں کیونکہ اُس وقت وہ ہمیشہ اُٹھ کر غسل خانہ جا کر اور وضو کر کے ٹھیک ایک بجے کھانے کی میز پر تشریف لے آیا کرتے تھے۔ کھانے کے بعد ظہر کی نماز پڑھ کر قیلولہ کرتے تھے تو جب اپنے کمرہ سے باہر تشریف لاتے تو ہم سب جانتے تھے کہ ½۳ بجے بعد دوپہر ہوگا کیونکہ آدھا گھنٹہ کام کر کے وہ ٹھیک چار بجے چائے کے لئے میز پر تشریف لے آیا کرتے تھے۔ الغرض جو اوقات اُن کے اپنے بس میں تھے اُن میں وہ گھڑی کی طرح باقاعدہ تھے۔ آگے پیچھے دوسرے لوگ اُن کے اوقات میں بے قاعدگی پیدا کر دیں تو وہ اپنی خوش اخلاقی کی وجہ سے اُسے سہہ لیا کرتے تھے۔

اعلیٰ ترین سرٹیفکیٹ

ممکن ہے کہ کسی کے دِل میں یہ خیال آئے کہ مَیں جو اِس قدر حضرت مرحوم کی تعریفیں کر رہا ہوں تو اس میں شائد میری اُن سے رشتہ داری کی بھی وجہ ہو۔ میرے بہنوئی بلکہ زیادہ قریبی رشتہ دار تو اور بھی تھے۔ میں اُن کی محبت میں کیوں اس طرح اندھا نہ ہوگیا؟ خیر میں تو ایک خطاؤں اور کمزوریوں کا پلندہ ہوں۔ آپ حضرت اقدس مجدد صدی چہاردہم کی جو مولانا محمد علی صاحب کی بابت رائے تھی اُسے کس رشتہ داری پر محمول کریں گے؟ مولانا مرحوم کو اپنے مکان کے ایک حصّہ میں رکھ کر حضرتِ اقدس نے لکھا:۔

"اور میں اِس مُدت میں یعنے جب سے کہ وہ میرے پاس ہیں ظاہری نظر سے اور نیز پوشیدہ طور پر اُن کے حالات کا، اخلاق اور دین اور شرافت کی رُو سے تجسّس کرتا رہا ہوں۔ سو خُدا کا شکر ہے کہ میں نے اُن کو دینداری میں، اور شرافت کے ہر پہلو میں نہایت عمدہ انسان پایا ہے۔ غریب طبع، باحیا، نیک اندرون، پرہیزگار آدمی ہے۔ **اور بہت سی خوبیوں میں رشک کے لائق ہے**۔"

ایک اور جگہ حضرتِ اقدس نے لکھا:۔

"اور مجھے اس سے بہت خوشی ہے کہ ایک اور جوان صالح خدا کے فضل کو پاکر ہماری جماعت میں داخل ہوا ہے یعنی حبّی فی اللہ مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے پلیڈر ہیں میں اُن کے آثار بہت عمدہ پاتا ہوں .... مجھے یقین ہے کہ میری فراست اس بات میں خطا نہیں کرے گی کہ جوانِ موصوف خدا تعالےٰ کی راہ میں ترقی کرے گا۔ اور یقین ہے کہ وہ خدا تعالےٰ کے فضل سے تقوٰے اور محبّتِ دین میں قائم رہ کر ایسے نمونے دکھائے گا جو ہم جنسوں کے لئے پیروی کے لائق ہوں گے۔ اے خُدا تو ایسا ہی کر۔ آمین ثم آمین!"

مولانا مرحوم کے نام ایک خط میں حضرتِ اقدس نے لکھا:۔

"مجھے آپ پر بہت ہی نیک ظن ہے۔ اسی وجہ سے میں آپ کے ساتھ خاص محبت رکھتا ہوں۔ اگر آپ کی خدا تعالےٰ کے نزدیک فطرت نیک نہ ہوتی تو میرا اس قدر نیک ظن ہو نہیں سکتا۔ ہرگز نہ ہوتا۔ مگر میں دل سے اور دِلی جوش سے آپ سے محبت رکھتا ہوں اور آپ کے لئے اکثر پنج وقت غائبانہ دُعا کرتا ہوں"۔۔۔

اگر حضرت اقدس مولانا کی ابتداءِ عمر کی خوبیوں کو دیکھ کر آپ سے "دل سے اور دلی جوش سے محبت رکھتے تھے" تو مجھ عاصی پُرمعاصی نے حضرت مولانا کی آخری عمر کی بہت بڑھی چڑھی خوبیوں کو دیکھ کر حضرت کو اپنا محبوب لکھا تو یہ کوئی شاعری یا مبالغہ یا جذباتی امر نہیں۔ اگر میں نے حضرت مولانا کے ساتھ سالہا سال رہ کر انہیں اندر باہر سے بخوبی دیکھا تو حضرت اقدس مجدد اعظم کی فراستِ مومنانہ کی تیز ترین نگاہوں نے جو ہر انسان کے آر پار دیکھ سکتی تھیں بھی آپ کو چند سال اپنے پاس رکھ کر اور "ظاہری نظر سے اور نیز پوشیدہ طور پر" دیکھ کر آپ سے "دل سے اور دلی جوش سے محبّت کی"۔ وہ شخص واقعی ایسی محبت کا اہل تھا جسے مرورِ زمانہ مٹا نہیں سکی۔

دِلوں کی میل

اس لئے ان لوگوں کو جن کے دلوں میں مولانا مرحوم کے بارہ میں کوئی شک یا انقباض ہے حضرتِ اقدس کی مقدس تحریروں کی روشنی میں اپنے دلوں سے ایسی میل کچیل کو نکال دینا چاہیئے صاف شیشہ میں صاف عکس آتا ہے۔ اور میلے شیشہ میں میلا۔ اس لئے ہمیں اپنے دلوں کی فکر کرنی چاہیئے۔

ایک اعتراض حضرت امیر مرحوم کی زندگی میں اُن پر کیا گیا جس کا جواب شائد تحریر میں نہیں آیا۔ اس لئے میں آج اُسے ریکارڈ پر لانا ضروری سمجھتا ہوں۔ وہ اس بارہ میں تھا کہ حضرت مرحوم گرمیوں میں پہاڑ پر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ تو لوگوں میں چہ میگوئیاں ہوئیں کہ یہ ایک روحانی و دینی پیشوا کے حسبِ حال نہیں۔ سو اوّل تو حضرت مرحوم اگر گرمیوں میں پہاڑ پر تشریف لے جاتے تھے تو قوم کے خرچ پر نہیں بلکہ اپنے خرچ پر جس کو وہ کس طرح پورا کرتے تھے وہ اگر

معترضین جانتے تو شاید اعتراض نہ کرتے۔ مگر اصل وجہ یہ تھی کہ ابھی وہ قادیان میں تھے اور حضرت مولانا نورالدین علیہ الرحمۃ کا زمانہ تھا تو گرمیاں آنے پر مولوی محمد علی صاحب (جس نام سے وہ تب جانے جاتے تھے) کو بخار اور اسہال کی تکلیف رہنے لگی۔ علاج معالجہ سے عارضی فائدہ ہو جاتا مگر تکلیف پھر ہو جاتی۔ تو حضرت مولانا نورالدین صاحب جو ایسے حاذق حکیم تھے کہ اُن کے پائے کے تھوڑے ہوئے ہیں اُن کی فراست نے پہچانا کہ یہ تکالیف گرمی کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ تو حضرت موصوف نے مولوی محمد علی صاحب کو کہا کہ وہ تبدیل آب و ہوا کے لئے کسی پہاڑ پر تشریف لے جائیں۔ چنانچہ پہاڑ پہ جانے سے وہ دور ہو گئیں۔

مولوی محمد علی صاحب نے اس بیماری کو ایک عارضی بات سمجھا اور اگلے سال گرمیوں میں میدان میں ہی رہے تو بیماری دوبارہ آن چمٹی۔ دوائیوں سے کوئی فائدہ نہ ہوا تو پھر مجبوراً پہاڑ پر جانا پڑا تو تکلیف دُور ہو گئی۔ قصہ کوتاہ یہ کہ ایسے تلخ تجربوں کے بعد مولوی محمد علی صاحب اس نتیجہ پر پہنچے کہ اُن کے جسم میں کوئی کمزوری ہے جس کا علاج گرمی کی شدت میں دوا دارو سے نہیں بلکہ کسی ٹھنڈی جگہ پر چلے جانے سے ہی ہو سکتا ہے۔ اس لئے مجبوراً اور اپنی تنگدستی کے باوجود انہیں گرمیوں سے بچنے کے لئے پہاڑ پر جانا پڑا۔ یہ کسی آرام پسندی یا شوق سے نہ تھا بلکہ طبّی مجبوری کی وجہ سے۔

اللہ تعالیٰ کی حکمتِ بالغہ کو حضرت موصوف کو یہ مرض لگا دینے میں جو مفید نتائج منظور تھے وہ بعد میں کھلے۔ قادیان میں رہ کر اور انجمن اور جماعت کی مصروفیات میں پھنسے رہ کر حضرت موصوف وہ مشکل ترین اور تاریخی کام نہیں کر سکتے تھے جو قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ اور تفسیر کی شکل میں ظاہر ہوا۔ اور لاہور آنے کے بعد اختلافِ سلسلہ اور لاہور انجمن کی صدارت کی وجہ سے حضرت موصوف کی مصروفیات میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔ میں نے خود یہ نظارے دیکھے کہ صبح و شام ملاقاتی چلے آرہے ہیں یا انجمن کے کارکن چھوٹی سے چھوٹی بات لئے چلے آرہے ہیں۔ ان مصروفیات میں وہ عظیم الشان لٹریچر جو حضرت مرحوم نے لکھ کر نسلِ انسانی پر احسانِ عظیم کیا وہ ہرگز پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔ پہاڑ پر جا کر تحریری مصروفیات کے علاوہ بہت کم دُوسری مصروفیات ہوتی تھیں اس لئے حضرت مرحوم دلجمعی سے اُس تحقیق اور تحریر کے سلسلہ کو جاری رکھ سکے جو اُن کے بعد اب ہماری جماعت میں نظر نہیں آتا۔ اور حضرت مرحوم وہ بے نظیر لٹریچر اسلام اور احمدیت پر چھوڑ گئے جو موتیوں میں وزن کیا جائے تو بھی سستا ہے۔

اس لئے میں بدظنی یا اعتراض میں جلدی کرنے والے اصحاب کی خدمت میں قرآن پاک کے الفاظ میں کہوں گا کہ یا ایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیراً من الظن ان بعض الظن اثم (ترجمہ:۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو بہت گمانِ بد کرنے سے بچو کیونکہ بعض بدگمانی گناہ ہوتی ہے) اور ایک حدیث بھی اس موضوع پر ہے ایّاکم والظن فانّ الظن اکذب الحدیث (ترجمہ: ظن سے بچو۔ ظن سب سے جھوٹی بات ہوتی ہے) اگر اس پر عمل ہو تو روحانی پیشواؤں کو جو اپنے ہی لوگوں سے بہت سی اذیتیں پہنچی ہیں وہ نہ پیدا ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ روحانی پیشوا اللہ تعالیٰ کے حضور اپنا دکھ یوں کہیں کہ ؎

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم + کہ بامن ہرچہ کرد آں آشنا کرد

مگر بدقسمتی سے ہوتا یوں ہی آیا ہے کہ نیکوں کو اُن کی زندگی میں ہر قسم کے دکھ پہنچائے گئے اور مرنے کے بعد اُن کی قبروں تک کو پوجا گیا۔ یہ دونوں ہی بُری باتیں ہیں کہ زندگی میں تو دُوسروں کو دکھ پہنچایا جائے اور مرنے کے بعد اُن کی قبروں کو پوجا جائے۔ قبروں کو نہ بھی پوجا جائے تو بعد میں کفِ افسوس ملنے سے کیا فائدہ؟ ؎

کی میرے قتل کے بعد اُس نے جفا سے توبہ + ہائے اُس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

قابلِ تقلید صفت

حضرت امیر مرحوم کی ایک اور صفت تھی جو قابلِ تقلید ہے۔ میں نے اُن کے مونہہ سے کسی کی بُرائی نہیں سُنی۔ ایک صاحب حضرت مرحوم کے حاسد تھے اور انہوں نے حضرت مرحوم کے خلاف بہت کچھ کہا اور کیا۔ مگر میں نے تنہائی میں بھی کبھی حضرت امیر مرحوم کو ان کی بُرائی کرتے نہیں سُنا حالانکہ آخری سالوں میں حضرت مرحوم مجھ سے دل کی بات کہہ دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ جب میں نے اُن صاحب کی ایک نہایت تکلیف دہ بات کا جو انہوں نے حضرت مرحوم کی بابت کی ذکر کیا تو حضرت مرحوم نے صرف اتنا فرمایا "ان صاحب نے عجیب طبیعت پائی ہے" اور بس اور کچھ نہ کہا۔ مگر حضرت کے چہرہ سے جو دُکھ اور رنج اُن کے دل کو ہوا ظاہر تھا۔

کاش ہم بھی حضرت مرحوم کی طرح اپنی زبانوں کو قابو میں رکھ سکیں۔ قرآن شریف میں آتا ہے کہ ما یلفظ من قولٍ الّا لدیہ رقیبٌ عتید جس کا ترجمہ یہ ہے کہ انسان کوئی بات نہیں کہتا مگر اس کے پاس ایک نگہبان تیار ہوتا ہے یعنے لکھنے والا اُسے لکھ لیتا ہے۔ اگر لوگوں کو اس کا پتہ ہوتا یا اس پر ایمان ہوتا تو وہ اس بات کی بہت احتیاط کرتے کہ وہ زبان سے کیا نکالتے ہیں۔

جماعت سے محبّت

جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے حضرت امیر مرحوم کے محبت بھرے روّیہ سے ہر شخص سمجھتا تھا کہ حضرت موصوف اُس سے خاص محبت کرتے ہیں اور واقعی اُن کی محبت عام تھی مگر اپنی جماعت سے جو انہیں محبت تھی وہ کیا کسی باپ کو اپنی اولاد سے ہو گی۔ اور واقعی اصل معنوں میں جو روحانی پیشوا ہوتے ہیں وہ اپنی قوم کے باپ ہی ہوتے ہیں۔ انہی معنوں میں قرآن حکیم کی آیت خاتم النبیین میں بھی حضور صلعم کو تمام اُمت کیلئے روحانی باپ قرار دیا گیا ہے۔ حضرت امیر مرحوم کو اپنی جماعت سے خاص طور پر محبت اس لئے تھی کہ وہ اپنی قوم کے صرف روحانی پیشوا ہی نہ تھے بلکہ جماعتِ احمدیہ لاہور کے بانی مبانی بھی تھے۔ اس لئے یہ جماعت ہر لحاظ سے اُن کے اپنے بچوں کی طرح تھی بلکہ روحانی فرزندی کی وجہ سے قریب تر اور عزیز تر تھی۔ اس کا نظارہ میں نے کئی دفعہ دیکھا۔ ایک واقعہ کے ذکر پر اکتفا کرتا ہوں۔

حضرت امیر مرحوم کے آخری ایام میں وہ بہت بیمار اور کمزور تھے۔ تو اکثر وقت آنکھیں بند کئے بستر میں لیٹے ہوتے تھے جیسا کہ ڈاکٹر نے انہیں کہا تھا۔ تیسرے پہر کو ڈاکٹر کی اجازت تھی کہ عزیز رشتہ دار اُن کے پاس تھوڑی دیر کیلئے بطور عیادت آکر بیٹھا کریں۔ بدقسمتی سے وہی دن تھے کہ حضرت موصوف کے خلاف اپنی جماعت میں سے معاندانہ سرکولر نکلے تھے جن سے انہیں اس قدر دُکھ ہوا تھا کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ تو ایک دن تیسرے پہر کے وقت جب حضرت امیر کے پاس ہم چند عزیز بیٹھے تھے تو انہی معاندانہ سرکولرز کا کسی طرح ذکر آگیا کہ اپنے بانی مبانی اور مربّی اور محسن اعظم کو اس کے بسترِ مرگ پر اپنی جماعت کے بعض سرکردہ لوگوں کے ہاتھوں کیا تکلیف دہ چرکہ لگایا گیا تو میں نے بے اختیار کہا کہ ہم ایسی ہی حرکتیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ کو ضرورت پڑیگی کہ نئے مجدد کو بھیج کر اور لوگوں سے خدمتِ دین کا کام لے۔ اس پر حضرت امیر مرحوم کا جو ردِّ عمل ہوا وہ غیر معمولی تھا۔ عام طور پر تو اُن کے پاس ہر قسم کی باتیں ہوتی تھیں مگر وہ ان میں[٢٢]

---

٢٢ کوئی حصہ نہ لیتے تھے اور آنکھیں بند کئے ہماری واہی تباہی باتوں کو سُن کر چُپ پڑے رہتے تھے۔ مگر میرے مندرجہ بالا ریمارک پر حضرت موصوف نے آنکھیں کھول کر اور سر اٹھا کر فرمایا "نہیں مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ میری جماعت کو کبھی ضائع نہ کریگا" یہ اُن کے آخری الفاظ تھے جو [illegible]

از سید نصیر خلیل الرحمٰن صاحب

”تمہاری نیکیاں زندہ تمہاری خوبیاں باقی“

ادارہ پیغام صلح ہر سال ماہ اکتوبر میں محمد علیؒ نمبر شائع کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔ یہ نمبر شائع کرنے سے ہمارا مطلب کسی کی شخصیت کا عکس ابھارنا اور اس کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملانا نہیں ہوتا بلکہ اپنے نوجوانوں کو یہ بتانا مقصود ہوتا ہے کہ کس طرح ایک ستو سال کے نوجوان محمد علی کی نیک فطرت اور نور بصیرت نے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مجدد وقت کی شناخت کی طرف آپ کی راہنمائی کی اور آپ نے ۱۸۹۷ء میں ۲۳ سال کی عمر میں اپنی تمام امنگوں اور آرزوؤں کو قربان کر کے جبکہ دنیوی ترقی کا ایک وسیع میدان آپکے سامنے تھا حضرت مرزا صاحب کی بیعت کر لی اور ۱۸۹۹ء میں قادیان میں آپ کے قدموں میں بیٹھ کر اس عہد کو کہ ۔ ”میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا،، مرتے دم تک نبھانے کا فیصلہ کر لیا۔ اور اس راہ میں جن مشکلات اور مصائب کا آپ کو سامنا ہوا وہ ” وفاداری بشرط استواری“ کے مطابق آپ کے قدموں کو متزلزل کر کے اس راہ وفا سے نہ ہٹا سکیں حتیٰ کہ آپ نے اپنی جان بھی اسی راہ میں قربان کر دی۔ آپ کی زندگی کے آخری لمحات بھی اشاعت قرآن کے غم میں ہی بسر ہوئے اور یہی غم لے کر وہ اس جہان سے رخصت ہوئے۔ آپ کی زندگی ابتدا تا انتہا قرآن اور اسلام کی خدمت کے لئے ایک مسلسل اور انتھک جدوجہد سے عبارت ہے۔ قرآن کے لئے عشق کی یہ چنگاری آپ کے اندر بانیٔ تحریک احمدیت حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نے روشن کی جو بڑھتے بڑھتے ایک شعلہ کی صورت اختیار کر گئی۔ اور جس نے ہزاروں بے نور سینوں کو روشن کر دیا۔

اس سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ جو لوگ صدق و صفا کے ساتھ کسی مامور وقت کا ساتھ دیتے ہیں اس کی آمد کی غرض و غایت اور مقصد کو پورا کرنے کے لئے اس کے ہاتھ میں ہاتھ دیتے اور اس عہد کی پاسداری کو اپنے ایمان کا جزو بنا لیتے ہیں وہ اس دنیا سے روپوش ہونے کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں۔ اگرچہ ہماری عقلیں اس زندگی کے راز کو پا لینے میں قاصر رہتی ہیں زندگی کے اسی راز کی تلاش کی طرف ہم اپنی اور اپنے نوجوانوں کی توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں۔ نوجوان خاص طور پر ہمارے اس لئے مخاطب ہیں کہ انہوں نے بھی یہ عہد کر رکھا ہے اور وہ ہر سال اس عہد کو دہراتے بھی ہیں۔ زود یا بدیر یہ بار امانت ان کے کندھوں پر پڑنے والا ہے۔ جسے اٹھانے کے لئے انہیں ابھی سے اپنے کندھے مضبوط کرنے کی ضرورت ہے۔ حالات کے بدلتے ہوئے تیور بھی ان کے سامنے ہیں۔ زمانے کی شکن آلود پیشانی اور خشمگین نظریں بھی انہیں دیکھ رہی ہیں۔ ایسی صورت میں مقابلہ کرنے کے لئے اسی عزم، ہمت، حوصلہ، استقلال اور ثابت قدمی کی ضرورت ہے جو حضرت مولانا محمد علیؒ نے اپنے زمانے میں دکھائی۔ وہ اندرونی اور بیرونی مخالفتوں کا مقابلہ بڑی جرأت اور عالی حوصلگی سے کرتے رہے لیکن جادۂ صواب سے ذرہ بھر ادھر ادھر نہ ہوئے۔ اس جرأت اور ثابت قدمی کی آج پہلے سے بھی بڑھ کر ضرورت ہے کیونکہ یہی اس عالم افراتفری کا شدید تقاضا ہے۔

حضرت مولانا محمد علیؒ امیر جماعت احمدیہ لاہور کے علمی، فکری اور تصنیفی کارناموں اور دین اسلام کے لئے ان کی بیش بہا خدمات کا ایک عالم معترف ہے۔ مخالف و موافق آپ کو اس کے لئے خراج تحسین پیش کر چکے ہیں۔ ان کی ان خدمات کا ذکر اپنی زبان سے کرنا اپنے منہ میاں مٹھو بننے کے مترادف ہے اس لئے ہم اس مضمون میں آپ کی شخصیت کے ایک ایسے پہلو کا ذکر کریں گے جو اگرچہ ہماری نگاہوں سے پورے طور پر اوجھل تو نہیں لیکن ہمارے نوجوانوں کے سامنے زیادہ نمایاں بھی نہیں اور نہ ہی اس کو نمایاں کرنے کی ہماری طرف سے پوری کوشش کی گئی ہے۔ ہم اپنی اس کوتاہی پر نادم ہیں کہ ہم نے بوجوہ اس پہلو کو نظرانداز کئے رکھا جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ ہمارے نوجوانوں کے ذہنوں کو وسوسہ اندازی کے ذریعے زہر آلود کیا جا رہا ہے۔ کیونکہ بڑے باوثوق ذرائع سے ہمارے علم میں یہ بات آئی ہے کہ بعض حلقے ہماری جماعت کے افراد کو خاص کر نوجوانوں کو جو اپنے مؤقف سے پورے طور پر آگاہ نہیں یہ باور کرانے کی کوشش میں مصروف ہیں کہ حضرت مولانا محمد علی اور آپ کے رفقاء کی جماعت قادیان سے علیحدگی عقائد میں اختلاف کی بناء پر نہیں بلکہ اس بناء پر عمل میں آئی تھی کہ مولانا محمد علیؒ کو حضرت مولانا نورالدینؒ کی وفات کے بعد خلیفہ نہ بنایا گیا۔ وہ خلافت کے بڑی شدت سے خواہشمند اور متمنی تھے جس پر قبضہ کرنے کے لئے انہوں نے ہزار جتن کئے مگر ناکام رہے اور اس مایوسی نے انہیں علیحدہ ہونے پر مجبور کیا۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ دیکھیں ہمارے عقائد میں کوئی فرق نہیں۔ ہم بھی حضرت مرزا صاحب کو اس طرح کا نبی نہیں مانتے جس کے انکار سے کوئی کافر ہو جاتا ہے۔ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ہمارے خیال میں یہ ایک زیر زمین تحریک چل رہی ہے تاکہ نوجوانوں کو دم ہمہ رنگ زمین میں پھنسا کر جماعت لاہور کو کمزور کیا جا سکے۔ اس لئے بادل ناخواستہ اب ہم اس مسئلہ پر قلم اٹھانے پر مجبور ہیں۔

حضرت مولانا محمد علیؒ کی ذات پر یہ بہت بڑا الزام اور افتراء ہے کہ آپ اپنی ہوس اقتدار پوری نہ ہونے کی وجہ سے جماعت کو چھوڑ کر اپنے چند ساتھیوں سمیت لاہور آ گئے۔ اور یہاں ایک نئی جماعت کھڑی کر کے اس کے امیر بن گئے اور اس طرح انہوں نے اپنی خواہش پوری کی۔ حقیقت یہ ہے کہ حالات و واقعات اس کے بالکل برعکس ہیں۔

اگرچہ حضرت مولانا روؒ ۱۸۹۱ء میں ”ازالہ اوہام،، کے مطالعہ کے بعد حضرت مرزا صاحب کی صداقت کے قائل ہو چکے تھے لیکن آپ نے باقاعدہ بیعت ۱۸۹۷ء میں کی۔ یہ وہ زمانہ ہے جب حضرت مرزا صاحب کے خلاف مخالفت کا ایک شدید طوفان برپا تھا مسلمان علماء کی طرف سے آپ پر کفر کا فتویٰ لگ چکا تھا۔ آپ کو نعوذ باللہ ملحد و دجّال کہا جا رہا تھا جیسا کہ آپ خود اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں :- ؎

کافر و ملحد و دجّال ہمیں کہتے ہیں
نام کیا کیا غم ملت میں رکھایا ہم نے

عیسائیوں اور آریوں کے خلاف مباحثوں اور مناظروں کا بازار گرم تھا۔ آپ پر مقدمات چلائے جا رہے تھے۔ لیکھرام کے قتل کے بعد حضرت اقدس کے قتل کی سازشیں ہونے لگیں اور ہندو اخبارات میں ایسی باتیں شائع ہونے لگیں کہ ”مرزا قادیانی بھی امروز فردا کا مہمان ہے۔ بکرے کی ماں کب تک خیر منا سکتی ہے۔ آج کل اہل ہنود کے خیالات مرزا قادیانی کی نسبت بہت بگڑے ہوئے ہیں بلکہ عموماً مسلمانوں کی بابت۔ پس مرزا قادیانی کو خبردار رہنا چاہیئے کہ وہ بھی بقر عید کی قربانی نہ ہو جاوے،،

(آفتاب ہند۔ ۱۸ مارچ ۱۸۹۷ء)

حضرت مولانا مرحوم اس زمانے میں ایم اے پاس کرنے کے بعد اورنٹیل کالج لاہور میں پروفیسر ہو گئے تھے۔ اور ۱۸۹۹ء میں ایل ایل بی کا امتحان بھی پاس کر چکے تھے۔ اپنی ذہانت۔ فطانت۔ محنت اور اس اعلیٰ علمی قابلیت کی وجہ سے دنیوی ترقیات کا ایک وسیع میدان آپکے سامنے تھا۔ اور اعلیٰ سے اعلیٰ عہدہ پر آپ پہنچ سکتے تھے لیکن حضرت مرزا صاحب کی خواہش پر آپ اپنے تمام ارادوں کو ترک کر کے مئی ۱۸۹۹ء میں قادیان تشریف لے گئے۔ اور ۱۹۰۱ء میں ۲۰۰/- روپے ماہوار پر ایڈیٹر ”ریویو آف ریلیجنز“ مقرر ہوئے مگر آپ اپنی مرضی سے اپنی ضروریات کے لئے صرف ۲۰ روپے ماہوار لیتے رہے۔ یہ کوئی نہیں جانتا کہ مئی ۱۸۹۹ء سے اپریل ۱۹۰۱ء تک آپ کی ضروریات کیسے اور کہاں سے پوری ہوتی رہی۔

اگر حضرت مولانا محمد علی رو ایک دنیادار انسان ہوتے تو حضرت صاحب کی مخالفت کو دیکھتے ہوئے اس خارزار میں قدم رکھ کر اپنے درخشاں مستقبل کو کبھی قربان نہ کرتے۔ ہزاروں نہیں تو سینکڑوں کی آمدنی اور دنیوی عزت اور اعلیٰ عہدوں پر فائز ہونے کی امید پر کبھی لات نہ مارتے۔ انہیں یہ امید کیسے ہو سکتی تھی اور کیسے یہ علم تھا کہ حضرت صاحب الوصیت لکھیں گے جس کے مطابق ایک انجمن قائم کی جائے گی۔ میں اس انجمن کا سیکرٹری بنوں گا اور اس کے بعد جماعت کی قیادت امارت یا خلافت کی صورت میں میرے ہاتھ میں آ جائے گی۔ اور اس منصوبہ بندی کو سامنے رکھتے ہوئے وہ قادیان آ گئے۔ اس وقت تو یہ ساری بات ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی۔ جو لوگ آپ پر اقتدار پسندی کا الزام لگاتے ہیں وہ حق و انصاف کا خون کرتے ہیں۔ ایسے بے نفس انسان کو یہ الزام دینا کہ خلافت کی خواہش پوری نہ ہونے کی وجہ سے وہ جماعت سے علیحدہ ہوا بڑا بھاری جھوٹ

ادعا فرمایا ہے:-

"ومن یکسب خطیئۃ او اثمًا ثم یرم بہ بریًٔا فقد احتمل بہتانًا و اثمًا مبینا۔" (النساء ۱۱۲)

اور جو شخص خود گناہ یا قصور کرے پھر ایک بیگناہ پر اس کی تہمت لگائے یقینًا وہ اپنے اوپر بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ لیتا ہے۔

اصل واقعات یہ ہیں کہ ۱۹۰۵ء میں متواتر الہامات کے ذریعے حضرت صاحب کو یہ بتایا گیا کہ آپ کی زندگی کے دن تھوڑے باقی رہ گئے ہیں اور آپ اس دنیا سے رخصت ہونے والے ہیں۔ جب آپ کو یقین ہو گیا کہ آپ کی وفات قریب ہے تو آپ نے اپنے بعد اپنی جماعت کی راہنمائی کے لئے ۲۰ دسمبر ۱۹۰۵ء کو ایک رسالہ "الوصیت" شائع فرمایا۔ اس کی اشاعت کے ۱۷ دن بعد یعنی ۶ جنوری ۱۹۰۶ء کو "الوصیت" کا ایک ضمیمہ شائع کیا اور اس کے ساتھ ہی قادیان میں "صدر انجمن احمدیہ قادیان" کی بنیاد رکھی جس کی غرض آپ نے یہ بتائی کہ:-

"انجمن ہذا کی غرض اشاعتِ اسلام اور ان تجاویز کو سوچنا اور عمل میں لانا ہے کہ جن کے ذریعہ اشاعتِ اسلام ہو سکے اور ایسے افراد پیدا کرنا ہے کہ جن سے تبلیغ [اسلام ہو۔"

حضرت مولانا نور الدین رح کو اس کا صدر۔ حضرت مولانا محمد علی رح کو اس کا سیکرٹری اور حضرت خواجہ کمال الدین رح کو اس کا مشیر قانونی مقرر فرمایا۔ انجمن کے قواعد میں قاعدہ ۱۳ کے ماتحت آپ نے تحریر فرمایا کہ:-

"چونکہ انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے اس لئے اس انجمن کو دنیاداری کے رنگوں سے بکلی پاک رہنا ہوگا اور اس کے تمام معاملات نہایت صاف اور انصاف پر مبنی ہونے چاہئیں۔"

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کے بعد انجمن ہی آپ کی جانشین ہوگی اور کوئی فردِ واحد خلیفہ نہیں ہوگا۔ اس کی تائید آپ کی ۲۷ اکتوبر ۱۹۰۷ء کی اُس تحریر سے بھی ہوتی ہے جو آپ نے مسجد مبارک کی توسیع کے سلسلہ میں انجمن اور میر ناصر نواب صاحب (حضرت صاحب کے خسر اور میاں محمود احمد صاحب کے نانا) کے درمیان نقشہ کے اختلاف پر خود انجمن کے اجلاس میں تشریف لا کر لکھ کر دی۔ آپ نے فرمایا۔

"میری رائے تو یہی ہے کہ جس امر پر انجمن کا فیصلہ ہو جائے کہ ایسا ہونا چاہئے اور کثرت رائے اس میں ہو جائے تو وہی امر صحیح سمجھنا چاہیئے۔ اور وہی قطعی ہونا چاہیئے لیکن اس قدر میں زیادہ لکھنا پسند کرتا ہوں کہ بعض دینی امور میں جو ہماری خاص اغراض سے تعلق رکھتے ہیں مجھ کو محض اطلاع دی جائے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ انجمن خلاف منشا میرے ہرگز نہیں کرے گی لیکن صرف احتیاطًا لکھا جاتا ہے کہ شاید وہ ایسا امر ہو کہ خدا کا اس میں کوئی خاص ارادہ ہو۔ اور یہ صورت صرف میری زندگی تک ہے بعد بعد میں ہر ایک امر میں اس انجمن کا اجتہاد کافی ہوگا۔"

انجمن کے قیام۔ اُسے خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین بنانے۔ کثرتِ رائے سے کئے گئے فیصلوں کو صحیح اور قطعی سمجھنے۔ حضرت مولانا محمد علی کو اس انجمن کا سیکرٹری اور حضرت خواجہ کمال الدین کو مشیر قانونی مقرر کرنے سے حضرت صاحب کے بعد گدی قائم کرنے اور جماعت پر فردِ واحد کو مسلط کرنے والوں کے سینوں پر سانپ لوٹنے لگے۔ اور وہ اس نظام کو درہم برہم کرنے کی سازشوں میں ابتداء سے ہی مصروف ہو گئے۔ حضرت صاحب کی موجودگی میں ان کی دال نہ گل سکتی تھی اس لئے وہ آپ کے بعد مناسب موقع کی تلاش میں تھے جو انہیں حضرت مولانا نور الدین رح کے دور میں میسر آ گیا۔

انجمن کے نظام کو ختم کرنے کے لئے یہ ضروری تھا کہ جماعت کو ان لوگوں سے متنفر کیا جائے جنہیں انجمن میں کلیدی حیثیت حاصل تھی۔ اور وہ تھے حضرت مولانا محمد علی رح اور اُن کے قریبی ساتھی حضرت خواجہ کمال الدین رح۔ حضرت مولانا مرحوم کے متعلق حضرت صاحب کے الہامات سے بھی جماعت واقف تھی اور مختلف حیثیتوں میں ۱۸۹۹ء سے ۱۹۱۴ء تک جو بے لوث اور مخلصانہ خدمات آپ نے جماعت کی توسیع و ترقی کے لئے انجام دی تھیں وہ ان کو بھی بخوبی جانتی تھی۔ اِس لئے انہیں جماعت میں ایک خاص مقام اور مرتبہ حاصل تھا۔ ان لوگوں کو یہی خدشہ تھا اور یہی غم کھائے جا رہا تھا کہ حضرت مولانا نور الدین رح کی وفات کے بعد جماعت انہیں ہی کہیں اپنا قائد نہ منتخب کر لے۔ حضرت خواجہ صاحب مرحوم نے بھی "حسنِ بیان" کا حق ادا کرتے ہوئے ہندوستان کے تمام چھوٹے بڑے شہروں میں اپنے دلکش و دلنشیں مدلل لیکچروں کے ذریعے جماعت کو عوام الناس میں مقبول بنانے اور اس کے خلاف نفرت کو مٹانے کا حق ادا کر دیا تھا۔ جماعت کی نظریں اُن پر بھی لگی ہوئی تھیں۔ آپ نے ووکنگ میں بھی تبلیغ کے سلسلہ میں قابلِ قدر خدمات انجام دی تھیں۔ یہ سعادت خلافت کے خواہشمندوں میں سے کسی کو نصیب نہ ہوتی تھیں۔ اِس لئے ان دو شخصیتوں کو جب تک جماعت کی نظروں سے گرایا نہ جاتا تختِ خلافت کا ہاتھ آنا ممکن دکھائی نہیں دیتا تھا۔ اور یہ مہم انجمن کے قیام کے ساتھ ہی اندر اندر شروع ہو گئی تھی۔

حضرت صاحب مولانا رح کو اپنے ایک خط میں مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"مجھے آپ پر بہت ہی نیک ظن ہے۔ اسی وجہ سے میں آپ کے ساتھ خاص محبت رکھتا ہوں۔ اگر آپ کی خدا تعالےٰ کے نزدیک فطرت نیک نہ ہوتی تو میرا اس قدر نیک ظن ہو نہیں سکتا۔ ہرگز نہ ہوتا۔ مگر میں دل سے اور دلی جوش سے آپ سے محبت رکھتا ہوں اور آپ کے لئے اکثر پنج وقت غائبانہ دُعا کرتا ہوں۔"

خواجہ صاحب مرحوم کو "حُسنِ بیان" کا الہامی خطاب دیتے ہیں لیکن ان دونوں کے متعلق میاں محمود احمد صاحب فرماتے ہیں:-

"ہر ایک روحانی سلسلہ میں کچھ لوگ ایسے بھی داخل ہوتے ہیں جو گو اُس کو سچا سمجھ کر ہی اس میں داخل ہوتے ہیں لیکن اُن کا فیصلہ سطحی ہوتا ہے اور حق اُن کے دل میں داخل نہیں ہوا ہوتا۔ ان کا ابتدائی جوش بعض دفعہ اصل مخلصوں سے بھی ان کو بڑھ کر دکھاتا ہے مگر ایمان کی جڑیں مضبوط نہ ہونے کی وجہ سے ہر وقت خطرہ ہوتا ہے۔ کہ وہ مرکز سے ہٹ جائیں اور حق کو پھینک دیں ایسے ہی چند لوگ حضرت مرزا صاحب کے سلسلہ میں داخل ہوئے اور ان کی وجہ سے اور بہت سے لوگوں کو بھی ابتلاء آیا۔"

(آئینہ صداقت صفحہ ۱۲۱)

یہ تحریر دراصل حضرت صاحب کے الہامات کے اثر کو مٹانے اور جماعت میں ان کو بیجا دکھانے کے لئے لکھی گئی ہے۔ تاکہ جن لوگوں نے پیر پرستی کے جذبہ سے ذہنی طور پر مغلوب ہو کر اور میاں صاحب کے حواریوں کے غلط اور جھوٹے پروپیگنڈا سے متاثر ہو کر انہیں خلیفہ منتخب کر لیا ہے وہ حق کو پا لینے کے بعد ان سے کہیں برگشتہ نہ ہو جائیں۔

غرض میاں محمود احمد صاحب اور آپ کے ساتھیوں نے ان دونوں بزرگوں کو بدنام کرنے اور جماعت کو ان سے بدظن کرنے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ حضرت مولانا محمد علی رح کے متعلق کیا کہ انہوں نے حضرت صاحب پر لنگر خانے کا چندہ کھانے کا الزام لگایا۔ خواجہ صاحب مرحوم کے متعلق یہ بات اڑائی کہ انہوں نے جلسہ مذاہب میں پڑھے جانے والے حضرت صاحب کے مضمون "اسلامی اصول کی فلاسفی" کو لغو اور بے ہودہ کہا۔ حضرت مولانا نور الدین رح کو ان سے بدظن کرنے اور انہیں جماعت سے نکلوانے کے لئے کہا کہ یہ لوگ دل سے آپ کی اطاعت نہیں کرتے۔ آپ کو صاحب اختیار خلیفہ نہیں مانتے۔ آپ کی بیعت سے انکاری تھے اور بعد میں منافقانہ طور پر آپ کی بیعت کر لی۔ اور یہ کہ مولوی محمد علی نے خلیفہ بننے کے لئے بہت سے منصوبے کئے ہیں اور یہ لوگ آپ کو خلافت سے علیحدہ کرنے کے درپے ہیں۔ وغیرہ۔ یہ سب ریشہ دوانیاں۔ سازشیں اور زیر زمین سرگرمیاں مولانا محمد علی اور آپ کے ساتھیوں کو جماعت سے نکالنے کے لئے کی جا رہی تھیں کیونکہ یہی لوگ راستے کا پتھر تھے جنہیں ہٹا کر حضرت صاحب کی مقرر کردہ انجمن کو ختم کر کے خلافت کے لئے راستہ صاف کیا جا سکتا تھا۔

خلافت کے لئے کون مضطرب و بے قرار تھا اس کا اندازہ مندرجہ ذیل دو تحریروں سے لگایا جا سکتا ہے۔ میاں محمود احمد صاحب حضرت مولانا نور الدین رح کو اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں:-

"حضور نے جو فرمایا تھا کہ میں اس قسم کا ایک اشتہار دے دوں جس میں یہ لکھا ہے کہ دنیاوی معاملات میں میں آئندہ کچھ دخل نہیں دوں گا اس کے متعلق یہ عرض کرنی چاہتا ہوں کہ اس وقت ہماری طرف سے جو خدمت ہو رہی ہے وہ بظاہر اور زیادہ تر مدرسہ۔ اشاعت اور جلسوں سے ہو رہی ہے۔ اگر یہ اُن کے سپرد (مولانا محمد علی اور ان کے ساتھیوں نا قل) کر دیئے جائیں تو اس کے معنی دوسرے لفظوں میں یہ ہوں گے کہ گو لفظًا نہیں مگر معنًا خلافت اُن کے سپرد کر دی گئی اور اس طرح وہ اور بھی خود مختار ہو جائیں گے۔"

پھر اسی خط میں لکھتے ہیں:-

"جو ممبر انجمن میں خلافت کے طرفدار رہیں گے اُن کے لئے سخت مصیبت کا سامنا ہوگا اور بظاہر انہیں انجمن سے الگ ہونا پڑے گا۔"

اس کے برعکس حضرت مولانا محمد علی رح حضرت مولانا نور الدین رح کی خدمت میں لکھتے ہیں:-

"اگر کوئی طلب شہرت مجھے ہوتی تو کم از کم اپنے نام پر کسی عمارت کا نام ہی رکھوا لیتا۔ جو کچھ کیا پہلے حضرت مرزا صاحب کی طاقت میں اور پھر

آپ کی اطاعت میں کیا اور دردِ دل سے کیا۔ بیعت لینے یا امام بننے کا میرے دل میں کبھی وہم بھی نہیں ہوا۔ نہ میں اپنے آپ کو اس قابل پاتا ہوں۔ بلکہ میں تو ایسا خیال بھی دل میں لانا ایک لعنتی خیال کرتا ہوں۔ کہ خلیفہ کی موجودگی میں یہ خیال کیا جاوے کہ اس کے بعد میں خلیفہ بنوں۔ اور ایسا منصوبہ بنانا یا اس امر کے لئے جوڑ توڑ کرنا ایک لعنتی کا ہی کام ہے۔"

خلافت کی تمنا کس کو تھی۔ کون انجمن کے اموال پر عیش و عشرت کرنے کا خواہشمند تھا۔ جماعت کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی کون سوچ رہا تھا اور اس کے لئے منصوبہ بندیوں میں کس کے دن رات بسر ہو رہے تھے ان دونوں تحریروں کو سامنے رکھ کر فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔ حضرت مولانا محمد علی کے ایک اور خط سے بھی اس پر روشنی پڑتی ہے۔

"ہاں میرا اور خواجہ صاحب کا نام ایک غرض کے لئے آج ضرور لیا جاتا ہے یعنی ہمیں منافق۔ بے ایمان اور کافر قرار دینے کے لئے اس بیماری نے یہاں تک زور پکڑا ہے کہ بعض واعظین تک باہر جاتے ہیں تو ہمیں ان الفاظ سے یاد کرنا اور سامعین کو یہ علم دینا وہ علین ثواب سمجھتے ہیں اور یہاں قادیان میں تو حد ہی ہو گئی ہے۔ ان باتوں کے پھیلانے کی کیا ضرورت پیش آئی ہے۔ ...... میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہم منصوبہ باز نہیں ہاں اگر ہیں تو کچھ منصوبہ بازیوں کے شکار ہیں ...... اگر ہمیں منافق اور بے ایمان قرار دینا معمولی لوگوں تک محدود رہتا تو بھی کوئی بات نہیں تھی مگر یہ بات دور تک پہنچی ہوئی ہے اور اب یہ کوشش ہو رہی ہے کہ کسی طرح حضور کی نظر میں بھی ہم لوگ ایسے ہی ہو جاویں۔" (۲۳)

یہ "واعظین" جناب میاں صاحب کی پارٹی "انصار اللہ" کے ارکان اور آپ کے قریبی عزیز رشتہ دار تھے جو میاں صاحب کو حضرت مولانا نورالدین کے بعد تخت خلافت پر متمکن کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے اور حضرت مولانا محمد علی اور آپ کے ساتھیوں کو جو حضرت صاحب کی وصیت پر عمل کرنا اور کرانا چاہتے تھے بدنام کرنے کے لئے ہر جائز و ناجائز حربے سے کام لے رہے تھے۔ اور ہر جماعت میں جا کر ان کی برائیاں اور میاں صاحب کی خوبیاں بیان کرنے اور خلافت کے لئے ان کے استحقاق کے حق میں لوگوں کو قائل کرنے کے لئے دلائل دیتے۔ اس کے متعلق بعض واقعات ہمارے علم میں بھی ہیں جو ہمارے بزرگوں نے ہمارے سامنے بیان کئے۔ اگر جھگڑا خلافت کا بھی تھا تو یہ شواہد بتاتے ہیں کہ یہ انجمن کے تشکیل پانے کے بعد جناب میاں صاحب، اُن کے رشتہ داروں اور ان کی پارٹی "انصار اللہ" نے ہی کھڑا کیا نہ کہ حضرت مولانا محمد علی نے کیونکہ وہ اس عمارت کو جو حضرت صاحب نے تبلیغ اسلام کے لئے بطور وصیت قائم کی تھی ڈھا کر ایک مطلق العنان خلافت قائم کر کے اپنی من مانی کرنا چاہتے تھے۔ حضرت مولانا نورالدین کو بھی ان لوگوں نے بادل نخواستہ ہی قبول کیا تھا کیونکہ ساری جماعت ان پر متفق ہو چکی تھی۔ اب یہ لوگ جنہوں نے حقائق سے اپنی آنکھیں بند کر رکھی ہیں یا بند کر دی گئی ہیں کہتے ہیں کہ جھگڑا اعتقاد کا نہ تھا۔ اس کے متعلق بھی سنتے جائیے۔

حضرت مولانا محمد علی اور خواجہ صاحب مرحوم کے خلاف میاں محمود احمد صاحب کا بغض و عناد انتہاء کو پہنچا ہوا تھا۔ اور وہ اس کے اظہار کیلئے موقعہ کی تلاش میں رہتے تھے۔ ایک موقعہ ان کے ہاتھ اس طرح آیا کہ جھنگ کے ایک جلسے میں حضرت خواجہ کمال الدین نے یہ اعلان کیا کہ ہم ہر کلمہ گو کو مسلمان سمجھتے ہیں میاں محمود احمد صاحب نے اس کی تردید میں رسالہ "تشحیذ الاذہان" میں اپریل ۱۹۱۱ء میں ایک مضمون لکھا جس میں تمام کلمہ گوؤں کو خواہ انہوں نے حضرت مرزا صاحب کا نام بھی نہ سنا ہو یا اگر آپ کو دل سے مانتے بھی ہوں مگر بیعت نہ کی ہو کافر اور خارج از اسلام قرار دے دیا۔ اس مضمون نے جماعت کو اس دن سے دو گروہوں میں تقسیم کر دیا۔ اور جماعت کے اتحاد کو تار تار کر دیا۔ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج اسلامی اصطلاح میں صاحب شریعت نبی کا منکر ہوتا ہے۔ اس سے لازماً یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جناب میاں صاحب حضرت مرزا صاحب کو حقیقی اور صاحب شریعت نبی مانتے اور منوانا چاہتے تھے۔ کیونکہ اپنی خلافت کی بنیاد اسی عقیدہ پر رکھنا چاہتے تھے۔ اس کے برعکس حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ:۔

"یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعوے کا انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف اُن نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالےٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں لیکن صاحب الشریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں گو وہ جناب الٰہی میں کیسی ہی اعلےٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔" (تریاق القلوب ص ۱۳۰/۲۵۸ حاشیہ)

میاں صاحب کے اس مضمون کی تردید میں جس سے جماعت میں ایک عظیم فتنہ برپا ہونے اور حضرت صاحب کی صحیح پوزیشن خراب ہونے کا خطرہ صاف طور پر نظر آ رہا تھا حضرت مولانا نورالدینؓ نے حضرت مولانا محمد علی رح کو ایک وضاحتی مضمون شائع کرنے کا حکم دیا جو ۱۳ مارچ ۱۹۱۴ء کو قادیان میں شائع ہوا اور جس سے حضرت مولانا نورالدینؓ نے اتفاق کیا۔ آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ مسئلہ کفر و اسلام کو ہمارے میاں نے کبھی نہیں سمجھا۔ میاں صاحب خوب سمجھتے تھے لیکن اپنی خلافت کی بنیاد رکھنے کے لئے حضرت صاحب کو اُن کے اپنے مسلک اور اعتقاد کے خلاف نبی بنانا اور گالیاں دلوانا ضروری تھا کیونکہ وہ کسی ظلی۔ بروزی۔ مجازی غیر شریعی نبی یا مجدد یا محدث کا خلیفہ ہونا اپنی ہتک سمجھتے تھے۔ خلیفہ ہو تو تشریعی نبی کا۔ لغوی معنوں کے لحاظ سے گھٹیا درجے کے نبیوں کا خلیفہ ہونے کے کیا معنی اور کیا لطف۔

آخر میں ہم حضرت مولانا محمد علی رح کی زبانی اس واقعہ کا ذکر کرتے ہیں جو ۱۳/۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء کو پیش آیا۔ تاکہ وہ جان لیں کہ جماعت کو تفرقہ اور انتشار سے دوچار کرنے کی ذمہ داری کس پر اور کیوں عائد ہوتی ہے۔ اور آیا یہ اختلاف اور علیحدگی عقائد کی بناء پر ہوئی یا جیسے کہ یہ پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے مولانا محمد علی کی خواہش پوری نہ ہونے کی وجہ سے۔

اپنے رسالہ "حقیقت اختلاف" میں جو آپ نے "آئینہ صداقت" کے جواب میں لکھا ہے۔ صفحہ ۴۳ پر آپ لکھتے ہیں:۔

"حضرت خلیفۃ المسیح نے ۱۳ مارچ ۱۹۱۴ء جمعہ کے دن بعد از نماز جمعہ وفات پائی اسی دن بعد از نماز عصر ہم پانچ احباب جو وہاں موجود تھے نواب صاحب کے مکان کی طرف گئے تاکہ آئندہ جو سلسلہ کی حالت ہوگی اس کے متعلق گفتگو کی جائے ہمارے پہنچنے سے پیشتر میاں صاحب اکیلے سیر کے لئے موضع کھارا کی طرف نکل گئے تھے۔ میں نے بھی احباب سے یہی کہا کہ بہتر ہے کہ میں تنہا ہی ان سے بات کروں چنانچہ میں ان کے پیچھے گیا اور (۱) اُن سے کہا کہ اسوقت جماعت میں مسئلہ کفر و اسلام کی وجہ سے دو فریق علی الاعلان ہو چکے ہیں اس لئے آئندہ کے لئے جو نظام ہو گا وہ غور طلب ہے۔ کوئی صورت ایسی سوچنی ضروری ہے کہ جماعت کا اتحاد قائم رہے۔ میاں صاحب نے میری باتوں کا جواب یہ دیا کہ ایک خلیفہ منتخب کر لیا جائے جس کے ہاتھ پر دونوں فریق بیعت کر لیں۔ اور جو وہ کہے وہ مانیں۔ اسی صورت میں اتحاد رہ سکتا ہے۔ (۲) جواباً میں نے کہا کہ یہی تو دقت ہے کہ دونوں فریق ایک آدمی کے ہاتھ پر بیعت نہیں کر سکتے۔ اس لئے کہ میں کم از کم کسی ایسے شخص کے ہاتھ پر کس طرح بیعت کر سکتا ہوں جو اہل اسلام کی تکفیر کا فتوےٰ دیتا ہو۔ علیٰ ہذا القیاس دوسرا فریق کسی ایسے شخص کے ہاتھ پر کس طرح بیعت کر سکتا ہے جو ان کے نزدیک اتنے اہم معاملہ میں غلطی پر ہے۔ باتوں باتوں میں میں نے میاں صاحب کو کہا کہ (۳) اس مشکل کا حل دو طرح پر ہو سکتا ہے۔ اول یہ کہ اسوقت ایک امیر کا انتخاب کر لیا جائے اور بیعت کو لازمی قرار نہ دیا جائے۔ جو شخص چاہے بیعت کرے جو نہ چاہے نہ کرے۔ جب اس واقعہ پر کچھ وقت گزر جائے تو مسئلہ کفر و اسلام پر فریقین اپنی دلیلیں پیش کریں اس طرح سے ممکن ہے۔ کہ دلائل کا غلبہ ایک طرف دیکھ کر ساری جماعت ایک ہی مسلک اختیار کرے۔ اس کا جواب میاں صاحب نے یہ دیا کہ جو شخص خلیفہ کی بیعت نہ کرے وہ سلسلہ میں نہیں رہ سکتا۔ اس لئے یہ ناممکن العمل ہے۔ (۴) دوسری تجویز میں نے یہ پیش کی کہ سردست کوئی انتخاب نہ کیا جائے۔ چودہ دن کی کم سے کم مہلت دی جائے اور جماعت کے اہل الرائے احباب کو اکٹھا کر کے مشورہ کیا جائے کہ اس دقت کا کیا علاج ہو۔ اس کا جواب میاں صاحب نے یہ دیا کہ اتنے دن انتظار نہیں کر سکتے کیونکہ جب تک دوسرے خلیفہ کا انتخاب نہ ہو جائے پہلا خلیفہ دفن نہیں ہو سکتا۔ اور اتنے دن لاش نہیں رہ سکتی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حل مشکلات کی کوئی صورت پیدا نہ ہوئی۔

اگلے دن ہم پھر پانچوں احباب نواب صاحب کے مکان پر پہنچے اور اس معاملے میں کچھ گفتگو کرنی چاہی مگر یہ کوشش بھی بے کار ثابت ہوئی۔ آخر نماز عصر کے بعد جلسہ لگا۔ نواب صاحب نے اٹھ کر وصیت پڑھی۔ مولانا محمد احسن صاحب نے میاں محمود احمد صاحب کا نام خلافت کے لئے تجویز کیا۔ میں نے کھڑے ہو کر چاہا کہ ان باتوں کا ذکر کروں جو مجھ میں اور میاں صاحب میں ہوئیں مگر چند آدمیوں نے اٹھ کر شور مچا دیا۔ کہ ہم ہرگز نہیں سنیں گے اور ادھر تخت خلافت مبارک کے نعرے شروع ہو گئے میاں صاحب نے خاموشی سے ان باتوں کو سنا اور اس قدر بھی لب نہ ہلا سکے کہ ان کی بات تو سن لو۔ ہم وہاں سے اٹھ کر چلے آئے۔"

از نصیر احمد فاروقی
سابق چیف الیکشن کمشنر، پاکستان

'پاکستان زندہ باد'

"۱۹۴۶ء میں برطانوی کابینہ مشن ہندوستان کو خودمختاری دینے کے سوال پر غور کرنے کے لئے آیا۔ میں کراچی میں تھا۔ وہاں وزیر ہند اور دیگر برطانوی وزرائنے کراچی کے گورنر سے بات چیت میں صاف ظاہر کر دیا کہ پاکستان کا مطالبہ کبھی نہ مانا جائے گا۔ یہ بات مجھ تک پہنچی تو میں نے حضرت مولانا کو ڈلہوزی خط لکھا کہ ہندو، اور انگریز دونوں پاکستان کے مخالف ہیں اور سوائے خدا کی درگاہ کے اور کہیں سے اُمید نہیں۔ آپ نے مجھے جواب لکھا کہ مجھے بشارت ملی ہے کہ 'پاکستان زندہ باد'
اِس لئے اگرچہ بظاہر ہر طرف مایوسی ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ آسمان پر فیصلہ ہو چکا ہے کہ پاکستان انشاء اللہ بنے گا۔ میں اس اَمر کے لئے جناب الٰہی میں دُعا کرتا رہونگا" سو اس کیبنٹ مشن نے ایک قسم کا متحد ہندوستان ہی رکھا اور مسلم لیگ اُسے مان کر مرکزی حکومت اور مرکزی اسمبلی میں شامل بھی ہو گئی تھی۔ مگر کانگرس اور ہندوؤں کے روڑا اٹکانے کی وجہ سے وہ سکیم نہ چلی، اور بالآخر اگلے سال اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے پاکستان بن گیا۔
فالحمد للہ علیٰ ذٰلک"

(مجاہد کبیر صفحہ ۴۱۰)

جماعت کا اتحاد برقرار رکھنے اور اُسے انتشار سے بچانے کے لئے حضرت مولانا مرحوم نے جو تجاویز پیش کیں ان سے بڑھ کر معقول تجاویز نہیں ہو سکتی تھیں لیکن میاں صاحب کو ان میں اپنے لئے خطرات نظر آرہے تھے وہ اپنے خلیفہ منتخب ہونے کے لئے تمام انتظامات مکمل کر چکے تھے۔ "انصار اللہ" قادیان میں جمع ہو چکے تھے۔ باہر سے آنے والوں کے دستخط لینے کے لئے تمام راستوں پر اُن کے حواری جمع تھے۔ اندرونی طور پر ساری منصوبہ بندی اور اس پر عملدرآمد ہونے کی کارروائی مکمل ہو چکی تھی۔ انہیں یقین تھا کہ وہ خلیفہ منتخب ہو جائیں گے اس لئے انہوں نے ان تجاویز پر کان نہ دھرا۔ وہ جانتے تھے کہ مسئلہ کفر و اسلام پر دلائل میں وہ شکست کھا جائیں گے۔ چودہ دن کی مہلت میں انہیں اصل حقائق سے پردہ اُٹھنے کا خوف تھا جس سے خلافت خطرے میں پڑ جاتی تھی اس کے لئے دلیل بھی کیا بودی اور بچگانہ دی کہ جب تک خلیفہ کا انتخاب نہ ہو پہلا خلیفہ دفن نہیں ہو سکتا۔ اس کی مثال تو اسلامی تاریخ میں کہیں سے نہیں ملتی۔ خلفائے راشدین میں سے دُوسرے۔ تیسرے اور چوتھے خلیفہ کا انتخاب پہلے خلیفہ کے دفن ہونے کے بعد ہوا۔ اس کے جواز میں نہ تو کوئی قرآنی آیت موجود ہے اور نہ کوئی حدیث اور نہ تاریخ کی شہادت۔

اِن تمام حقائق کو دیکھتے ہوئے ہمارے نوجوان خود یہ فیصلہ کر لیں کہ نبوت اور کفر و اسلام کا مسئلہ کس نے کھڑا کیا۔ خلافت کے لئے ریشہ دوانیاں اور سازشیں کس نے کیں اور اس کی خاطر جماعت کو ٹکڑے ٹکڑے کس نے کیا۔ مولانا محمد علی رحؒ کو قادیان سے نکلنے پر کس نے مجبور کیا۔ اپنے لغو اور بے ہودہ عقائد کی بدولت حضرت صاحب کو گالیاں کس نے دلوائیں۔ اور ان نتائج تک کس نے پہنچایا جن کا آج جماعت کو سامنا ہے کیا اسی بنا پر ہمیں اتحاد کی دعوت دی جا رہی ہے۔ ہاں اگر جماعت ربوہ کے خلیفہ اور دُوسرے اکابرین یہ اعلان کر دیں کہ ہمارے خلیفہ دوم نے حضرت صاحب کی طرف جو عقائد اپنی طرف سے منسوب کئے وہ غلط اور بے بنیاد ہیں۔ اور جماعت لاہور کے عمائدین نے شروع سے جو مؤقف اختیار کیا تھا وہی درست اور حضرت صاحب کی تعلیم اور دعاوی کے عین مطابق ہے۔ تو اتحاد کی بنیاد مہیا ہو سکتی ہے ورنہ لکم دینکم ولی دین فیصلہ اللہ تعالیٰ کرے گا۔

حضرت مولانا محمد علی رحؒ کی شخصیت کا یہ پہلو بڑا نمایاں ہے کہ آپ نے سچائی کی خاطر ہر سختی برداشت کی لیکن بُرائی سے کبھی سمجھوتہ نہ کیا۔

مولٰنا محمّد علی رحؒ

مِلا تھا ہم کو قسمت سے یہ میرِ کارواں ایسا

ہوئی خاموش محفل میں جو تھی اک شمع نورانی
نمایاں جس کے دم سے تھا جہاں میں نورِ ایمانی
محمدؐ اور علیؓ کے نام کا وہ متقی اِنساں
ہوئی جس کی بدولت علم و عرفاں کی فراوانی
مسیحِ وقت کے لُطف و کرم کا فیض تھا یہ بھی
کہ اس کے جذبۂ ایثار میں تھا جوشِ ایمانی
چُنا تھا حق نے اس کو خدمتِ قرآں کی خاطر
قیامت تک گواہی دے گی یہ تحریکِ قرآنی
روانی فیضِ سُلطانِ قلم سے وہ قلم میں بھی
کہ دُنیا کر سکی پیدا نہ اس کا آج تک ثانی
جہادِ فی سبیل اللہ میں تھا منہمک ایسا
نہ تھا رنجِ گرانجانی نہ فکرِ تن آسانی
مِلا تھا ہم کو قسمت سے یہ میرِ کارواں ایسا
کہ جس کی رہنمائی سے ہوئی منزل کی آسانی
جماعت کو بفضلِ حق ہدایت تیری ازبر ہے
کرے گی علمِ قرآں کی قیامت تک نگہبانی
درخشاں جس کے دم سے تھی رہِ دیں میں خدا ترسی
حقیقت کور چشموں نے مگر اُس کی نہ پہچانی
الٰہی پھول برسیں قبر پر روزِ قیامت تک
رہے سایہ فگن تا حشر اُس پہ فضلِ ربّانی

(برقؔ اکبرآبادی)

محمّد علی میموریل ڈسپنسری

دارالسلام ۵ عثمان بلاک نیوگارڈن ٹاؤن لاہور، حسبِ معمول دکھی انسانیت کی خدمت میں مصروف ہے جہاں ایک تجربہ کار ہمدرد و خلیق اور کوالیفائیڈ ڈاکٹر روزانہ مریضوں کو (ماسوائے جمعہ) دیکھتے ہیں دارالسلام کے علاوہ قرب و جوار کے مریض بھی فائدہ اٹھاتے ہیں دکھی انسانیت کی یہ خدمت اور علاج کی سہولت مفت مہیا کرنا آپکے عطیات کی بدولت ہی ہے لہٰذا آپ اپنے عطیات بھجوانا نہ بھولیئے۔ عطیات بھجوانے کا پتہ ؛
انچارج ڈسپنسری۔ دارالسلام ۵ عثمان بلاک نیوگارڈن ٹاؤن لاہور ۱۶

توحید کا مناد، قرآن کا نقیب، حضرت محمد رسول اللہ کا سچا عاشق

حضرت مولانا محمد علیؒ کی روحِ پرفتوح کو ہم نہایت ادب سے سلام عرض کرتے ہیں

ماہ اکتوبر میں حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا تھا۔ اس ماہ بالخصوص اور دیگر اوقات میں بالعموم حضرت مولانا رحمۃ اللہ کی یادیں دلوں کو بے چین کرتی ہیں۔ دین کی طرف سے کسی حلقہ سے جب کبھی اعتراض ہوا ان کو سکون نہیں آتا تھا۔ جب تک کہ اس کا جواب نہ لکھ لیں۔ ایک دفعہ علماء کی طرف سے آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس میں احمدیوں کی تکفیر کے متعلق کوئی ریزولیوشن پیش ہونا تھا مولانا کو اس کی خبر ہوئی۔ انہوں نے ردّ تکفیر اہل قبلہ کے نام سے ایک کتابچہ چند گھنٹوں میں لکھ کر اُسے طبع کروالیا۔ ریزولیوشن پیش ہونے سے چند گھنٹے قبل ورکنگ کمیٹی کے ہر ایک ممبر کے ہاتھ میں اس کتابچہ کی ایک ایک کاپی تھی۔ مولانا کے دلائل نے لوگوں کے جوش کو سرد کر دیا اور اہل قبلہ کی تکفیر کا فتوےٰ دینے سے ان کے دل لرز گئے۔ قائداعظم محمد علی جناح خود ایسی تخریبی کارروائیوں کی کبھی حوصلہ افزائی نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے ریزولیوشن پیش کرنے کی اجازت ہی نہیں دی۔ اور لوگوں نے اطمینان کا سانس لیا۔ اور اس کے خلاف ایک صدا بھی بلند نہ ہو سکی۔ اور وقت بغیر کسی ہنگامہ کے خیریت سے گزر گیا۔

۱۹۴۰ء کا ذکر ہے کہ راقم الحروف خواجہ عبدالغنی صاحب کی معیت میں قائداعظمؒ کی کوٹھی واقع مالابار ہل ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ وہاں دوران ملاقات احمدیہ انجمن ——— لاہور کے کارناموں کا ذکر ہوا۔ اور بر سبیل تذکرہ ووکنگ مشن بھی موضوع گفتگو بن گیا۔ قائداعظم نے نہایت ہی پیارے اور دلآویز انداز میں اپنے چشم دید حالات بیان کئے۔ جو ووکنگ مشن میں جاکر اُن کے مشاہدہ میں آئے تھے۔ وہ ہماری جماعت کے کاموں سے بہت متاثر تھے۔ جب مولاناؒ کی قرآن کریم کی انگریزی تفسیر کا ذکر آیا اور ہم نے ایک نسخہ قرآن شریف کا اُن کے سامنے رکھا تو وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور ہمیں اپنی لائبریری میں لے گئے اور وہاں سب سے اُونچے مقام پر مولانا صاحبؒ کی انگریزی تفسیر پڑی ہوئی ہمیں دکھائی دی۔ اور فرمایا کہ یہ کئی سالوں سے میرے پاس ہے۔ وہ وہاں لائبریری کی زیبائش کے لئے نہ تھی وہ اسے پڑھا بھی کرتے تھے۔ اور اسی سے انہوں نے اسلام کی رُوح کو اخذ کیا تھا۔

لاہور میں جب وہ ایک دفعہ تشریف لائے تو مولانا محمد علی صاحبؒ نے انہیں چائے پر مدعو کیا انہوں نے ہر قسم کی مخالفتوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اسے خوشی سے قبول کیا اور اس میں اپنی شمولیت کو کارِ ثواب اور مبارک فال سمجھا۔ غالباً یہ وہی موقع تھا جب انہوں نے ایک لطیفہ حاضرین مجلس کو سنایا۔ وہ یہ تھا کہ وائسرائے سے ایک ملاقات کے دوران میں جب مجھ سے سوال کیا گیا کہ پاکستان کیا ہے اور آپ اُسے کیوں چاہتے ہیں تو میں نے مولانا محمد یعقوب خان صاحب احمدی کے لکھے ہوئے اخبار "لائٹ" کا ایڈیٹوریل جو اسی مضمون پر ایک مفصّل مقالہ تھا اُن کے سامنے رکھ دیا۔ کہ آپ کے سوال کا اس میں مکمل جواب ہے۔ قائداعظمؒ "لائٹ" کا باقاعدہ مطالعہ کرتے تھے اور ہماری جماعت کے کاموں سے خوب واقف تھے۔

مولانا محمد پکتھال قرآن شریف کے انگریزی مترجم ہیں انہوں نے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق بالکل صحیح فرمایا کہ "اس دور میں اکیلے محمد علی صاحب نے اسلام کی جو خدمات کی ہیں وہ نہ کسی انجمن نہ کسی ادارے اور نہ کسی سلطنت نے بحیثیت مجموعی سر انجام دی ہیں۔ افسوس کہ حضرت مولانا مرحوم کی دُنیا نے وہ قدر نہیں کی جس کے وہ مستحق تھے لیکن جوں جوں زمانہ گذرتا جائے گا ان کی عزت اور احترام میں اضافہ ہوتا جائے گا۔ ان کی تحریروں میں جادو کا اثر ہے۔ وہ خلوص و ایمان سے بھری ہوئی ہیں۔ براہین قاطع اور دلائل ساطع کا ایک سمندر ہے۔ جو اُن کی تحریروں میں متلاطم نظر آتا ہے۔ آپ ان کو پڑھتے جائیے تو دماغ تسلیم و رضا سے جھکتا اور دل ارادت اور عقیدت سے پگھلتا چلا جاتا ہے۔ جس مضمون پر بھی حضرت مولانا نے قلم اٹھایا ہے اس کے کسی گوشہ کو تشنہ نہیں رہنے دیا۔ مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ ہی تھے جو احمدیت کی ناؤ کو میاں بشیر الدین محمود صاحب کے غلو کی اُٹھتی ہوئی موجوں سے صاف بچا کر ساحلِ مراد پر لے آئے۔ کاش جس طرح جماعتِ ربوہ نے سپیکر کمیٹی کے سامنے اپنے وہی عقائد بیان کئے جو چالیس سال سے مولانا رحمۃ اللہ تلقین کرتے تھے عملاً بھی وہ اس پر دل سے رضامند ہو جائیں۔ اور غالیانہ عقائد سے دستبردار ہو کر احمدیہ انجمن ——— لاہور کے کھلم کھلا ہمنوا ہو جائیں تا متحد ہو کر دنیا کے سامنے دین کی صحیح تصویر پیش کریں۔ انسانوں کے دلوں میں خدا کا جلال قائم ہو۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نام بلند ہو۔ اور قرآنِ کریم کی تعلیمات سے تالیف قلوب کا کام اس سرعت سے شروع ہو جائے کہ دنیا کے ممالک ایک دوسرے سے نفرت کرنے کی بجائے محبت و مودت کے رشتہ میں منسلک ہو جائیں اور اس وقت وہ لاینحل مسائل جو زعماء انسانیت کے سامنے پیش ہو رہے ہیں آنِ واحد میں حل ہو جائیں۔ رحمت اللعالمین صلے اللہ علیہ وسلم کی ہی شان ہے جس نے انسانوں کے دلوں سے غیض و غضب و عناد و انتقام کے آتشیں جذبات نکال کر آشتی اور محبت، امن اور سلامتی کی مسرت آگیں امنگیں پیدا کیں۔

حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ، قرآن کے نقیب ہیں۔ توحید کے مناد ہیں۔ حضرت رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے عاشق ہیں۔ اور حضرت مسیحِ موعود کے سچے خادم ہیں۔ وہ سراپا محبت و رافت، اخلاص و یقین ہیں مفکر دینِ متین اور مبلغ شریعت بیضا ہیں۔ جن کی تصانیف مقبولِ عام اور شہرتِ دوام کی حیثیت رکھتی ہیں۔ دین کا مغز احمدیت ہے اور احمدیت کا مغز حضرت مولانا محمد علی رح کی کُتب ہیں۔

ہم احبابِ سلسلہ سے خصوصاً استدعا کرتے ہیں کہ حضرت مولانا کی کُتب کا ازسرِنو مطالعہ کریں۔ انہیں ان میں زندہ خدا کی زندہ حقیقتیں نظر آئیں گی۔ حضرت محمد رسول اللہ صلعم کا صحیح عکس دیکھنے میں آئے گا اور حضرتِ اقدس کی چلتی پھرتی تصویر بھی ان کی آنکھوں کے سامنے آئے گی۔ ان کُتب کو خوب پڑھیئے۔ دوسروں کو پڑھایئے ان کو بار بار طبع کرایئے اور ان کی نشر و اشاعت میں اپنی فلاح سمجھیئے۔ ہم حضرت مولانا کی رُوحِ پرفتوح کو نہایت ادب سے سلام عرض کرتے ہیں اور خُدا سے دُعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق دے اور ہمارے دلوں میں دین کے لئے وہی جوش وہی خلوص، وہی غیرت اور وہی جذبہ خدمت پیدا کرے۔ جو حضرت مولانا رح کو خداوند قدوس نے مرحمت فرمایا تھا۔

محمد حسن صاحب

* * * *

حضرت مولانا محمّد علی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی کمالات

مادیت اور دہریت کے دورِ ظلمت میں بھٹکتے ہوئے انسانوں کو نورِ یقین سے پُر کر دیا

شیکسپیئر کو انگریزی ادب میں بلاشبہ ایک لاثانی مقام حاصل ہے۔ یہ شاید اسی کا مقولہ ہے کہ "نام میں کیا ہے۔ گلاب کو جس نام سے بھی پکارو اس کی خوشبو ویسی ہی ہوگی" کہتے ہیں انسانی نفسیات اور تجربات پہ اس کی بڑی نظر تھی۔ مگر وہ حقیقت ناآشنا اس سے قطعاً بے خبر تھا کہ جب پہلے انسان نے خلیفۃ اللہ کے روپ میں سطح ارضی پر قدم رکھا تو اُسے خالقِ کائنات نے ان تمام اشیاء کے نام سکھا دیئے جو اس وقت اس کے ماحول میں موجود تھیں۔ اور انسانی تجربہ اسی معرفت کی روشنی میں تحقیق و تفتیش کے میدان میں آگے بڑھتا رہا۔ کسی چیز کا نام، اس کی شناخت اور خصوصیات ایک دُوسرے کا جزو لاینفک بن گئی ہیں۔ کونین کو شکر کے نام سے پکار کر میٹھاپن کی اُمید رکھنا دھوکا اور خود فریبی ہے۔ اگر نام میں کچھ نہ ہوتا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے دو ناموں احمّد اور محمّد نے اپنی خصوصیات، صفات اور تاثیرات سے دنیا کو جس طرح ضلالت اور گمراہی کی ظلمتوں سے نکال کر آشنائے رازِ حقیقت کیا ہے اور جس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں ڈھونڈنے سے نہیں ملتی۔ میرے خیال میں ایسا معجزہ کبھی رونما نہ ہوتا۔ آج سے چودہ سو سال پہلے کا ذکر کیا آج بھی جس نے اس اسماءِ گرامی کو اپنا لیا ہے اپنے روئیں روئیں سمو لیا۔ اس چشمۂ کوثر سے اپنے خشک لبوں کو تر کر لیا وہ نہ صرف خود زندہ ہوگیا بلکہ اس کا وجود زندہ خدا کی ہستی پر دلیل ٹھہر کر اوروں کے لئے بھی زندگی کا سامان ہو گیا۔

میرے سامنے جب بھی نام "محمد علی" آتا ہے میرے تصوّر کے پردے پر دو عظیم المرتبت شخصیتوں کی تصاویر بڑی نمایاں رنگ میں ابھر آتی ہیں۔ ایک حضرت مولانا محمد علی رح مرحوم امیر جماعت احمدیہ لاہور اور دُوسرے حضرت قائدِ اعظم محمد علیؒ جناح۔ ایک میرا دینی راہنما تھا اور دُوسرا سیاسی رہنما۔ دونوں کے دل ایک عشق سے زندہ تھے۔ ایک نے اپنی تحریروں اور تقریروں سے علم و عرفان کے وہ چشمے بہا دیئے کہ مردہ دلوں کو زندگی کا پیغام دے گئے۔ دہریت کے دروازے پر دستک دینے والوں کو لوٹ آنے پر مجبور کر دیا۔ شکوک و شبہات میں بھٹکتے ہوئے انسانوں کو نورِ یقین سے پُر کر دیا۔ اللہ، محمدؐ اور غلام احمد کی محبت کے بحرِ بیکراں میں غوطہ زن ہو کر وہ بیش بہا موتی اور لعل و جواہر نکال لایا۔ جن کی تابناکی نے یورپ کے فلسفہ اور سائنس کی آنکھیں چکا چوند کر دیں۔ اسلام اور بانیٔ اسلام کی دنیا کے سامنے وہ تصویر پیش کی جس کے حُسن دلآویز نے سینکڑوں دل موہ لئے۔ بے باک زبانیں بند ہوگئیں۔ اور وحشی انسانوں کا اسلام ایک ایسی تہذیب و ثقافت کا گہوارہ دکھائی دینے لگا جس نے مغرب کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی سے روشناس کرایا۔ ایسا کیوں نہ ہوتا کہ یہ نام دو ناموں سے مرکب ہے۔ ایک مدینۃ العلم تھا اور دوسرا اس کا دروازہ۔ اور اس کی تربیت بھی مدینۃ العلم کے ایک شاگرد کے ہاتھوں میں ہوئی۔

میرے سیاسی راہنما نے شب و روز کی ان تھک محنت، شدید جدوجہد اور کاوش سے تین مخالف قوتوں انگریز، ہندو اور خود کانگرسی مسلمانوں کا اپنی سیاسی بصیرت اور قوتِ ایمانی سے مقابلہ کر کے مسلمانوں کے لئے ایک ایسا ملک حاصل کیا جہاں وہ اپنی تہذیب، ثقافت اور روایاتِ اسلامی کو زندہ کر کے آزادی سے نظریہ اسلام کے مطابق اپنی زندگی بسر کر سکیں۔ ملک تو بن گیا لیکن ان کا یہ خواب آج تک شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا بلکہ بدقسمتی سے رسم یہ چل نکلی ہے کہ کیسے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے والوں کو ان کے اس استحقاق سے محروم کیا جائے کہ وہ اپنے آپ کو قرآن اور حدیث کی تعریف کے مطابق مسلمان کہلائیں۔ پاکستان کا دنیا کے نقشے پر ایک نئے ملک کی صورت میں نمودار ہونا بھی میرے خیال میں اسی نام میں پنہاں خفیہ قوتوں کا مرہونِ منّت ہے۔ محمدؐ آنحضرت صلعم کا جلالی نام ہے اور علیؓ طاقت اور قوت کے مظہر ہیں۔

میں نہ تو سوانح نگار ہوں کہ حضرت مولانا محمد علیؒ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے مختلف گوشوں کو منظرِ عام پر لاؤں اس کے لئے "مجاہدِ کبیر" موجود ہے۔ اور نہ ہی کوئی نقاد ہوں کہ علم و ادب کے اس سرمائے پہ تنقیدی نگاہ ڈال سکوں جو آپ کے رشحاتِ قلم کا نتیجہ ہے۔ آپ کی نوکِ قلم سے نکلے ہوئے کسی ادبی پارے کو بطور تحفہ قبول کرنے والا جب پیش کرنے والے کے ہاتھ چوم لے تو اس سے بڑھ کر اور کیا دادِ تحسین دی جا سکتی ہے۔ اس پہ تو سینکڑوں غیروں اور اپنوں کی رائے موجود ہے۔ مجھ ایسا انسان جس کا دامن علمی لحاظ سے بڑا کوتاہ ہے اس پر رائے دینے کی کیا جرأت کر سکتا ہے۔ میں یہی جانتا ہوں کہ وہ جماعتِ احمدیہ لاہور کے صدر اور امیر تھے۔ میں نے آپ کے متعلق کچھ سنا ہے۔ کچھ دیکھا ہے اور کچھ پڑھا ہے۔

سُنا اور پڑھا کیا ہے؟ یہی کہ اعلےٰ تعلیمی ڈگریاں اعزازات کے ساتھ حاصل کر لی ہیں عنفوانِ شباب ہے۔ تمناؤں اور آرزوؤں کی وسیع دنیا سامنے ہے۔ اعلےٰ مراتب پر پہنچنے کے مواقع بھی موجود ہیں اور دل میں خواہش بھی چٹکیاں لے رہی ہے۔ عملی زندگی میں قدم رکھنے ہی والے ہیں۔ کوئی کشش۔ کوئی نامعلوم طاقت کشاں کشاں کوچہ محبوب میں پہنچا دیتی ہے۔ وہ ہمیشہ نیچی نگاہ والی نگاہِ مقدس یکبارگی اُٹھ کر قلب و جگر کی دنیا میں ہلچل مچا دیتی ہے۔ دنیا کی آرزوئیں اور تمنائیں خاکستر ہو جاتی ہیں۔ اپنا سب کچھ اپنے محبوب کے قدموں میں ڈال کر دیں کے ہو رہے ہیں۔ مردِ مومن کی ایک نگاہ سے تقدیر بدل گئی۔ تقدیر کیا بدلی دل کی دنیا ہی بدل گئی۔ ایک نئی زندگی مل گئی۔ امام زمانہ کے معجزہ کے ایک نشان ٹھہر گئے۔ جسمانی زندگی کے لحاظ سے بھی اور روحانی زندگی کے لحاظ سے بھی۔ کیا یہ سعادت۔ یہ خوش نصیبی و خوش بختی کچھ کم ہے۔ کہ جس دَر کے ہو رہے ہیں اسی کی پُرانوار برکات چار دیواری میں رہنے کو جگہ مل گئی۔ اپنے مرشد کی ہر وقت کی معیت نصیب ہوئی آپ کے ارشادات کی تعمیل میں دیدہ و دل فرشِ راہ کئے۔ یہ آرزو رہی کہ کب زبانِ مبارک سے کوئی الفاظ نکلیں اور میں انہیں اپنے دامن میں باندھ لوں۔ کب کوئی حکم ملے اور میں اس کی تعمیل کروں۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے کوثر سے پلانے والا یہ بھی ایک عجیب ساقی تھا کہ جسے پلایا اتنا مدہوش ہوا

کہ اپنا سب کچھ بھول گیا۔ اس کا چہرہ ہی اس راز درون کی غمازی کر دیتا کہ یہ اس دنیا کا انسان نہیں حضرت امیر مرحوم ایسے انسانوں میں بھی ایک ممتاز مقام رکھتے تھے۔ میں نے یہ بھی سنا ہے کہ حضرت صاحب نے کسی موقعہ پر فرمایا کہ جو فرشتہ میرے اندر بولتا ہے وہی "محمد علی" کے اندر بولتا ہے کیا یہ وہی مقام نہیں کہ ؎

تاکس نہ گوید بعد ازیں   من دیگرم تو دیگری

بیان القرآن کے دیباچہ میں آپ کا اپنا یہ صریح اعتراف موجود ہے کہ

جمالِ ہمنشیں در من اثر کرد   +   وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

اپنے محسن کے احسانات کا کتنا حسین اعتراف ہے اور اپنے عجز و انکسار کا کیا اظہار، مگر دُکھ کی بات یہ ہے کہ اس کے مقام کو اپنوں نے نہ جانا بیگانے کیا پہچانیں گے۔ ہاں اس ملک سے باہر کسی وطن میں چلے جایئے۔ یورپ۔ امریکہ۔ افریقہ۔۔۔ آسٹریلیا ہو یا کوئی اور ملک آپ کو کہیں نہ کہیں کوئی ایسا قدر شناس انسان ضرور مل جائے گا جو محمد علی کا نام سن کر یہ پکار اُٹھے ہاں میں اندھیروں میں بھٹک رہا تھا مجھے روشنی میں لانے والا میرا محسن یہی "محمد علی لاہوری" ہے۔ ایسے میں اس کی عظمت کے سامنے سر جھک ہی جاتا ہے۔ اور جھکتا رہے گا۔ اپنے مرشد سے جوانی میں جو عہد باندھا آخری سانس تک اُسے نبھایا۔

اور میں نے دیکھا۔

یہ ۱۹۲۷ء دسمبر کا واقعہ ہے جب میں پانچویں یا چھٹی جماعت کا طالب علم تھا۔ میرے محسن و مربی حضرت مولانا مولوی محمد یحییٰ صاحب مرحوم و مغفور مجھے چند دوسرے بچوں کے ساتھ پہلی بار جلسہ سالانہ پر اپنے ہمراہ لائے۔ بچپن کا دور تھا۔ نمازیں بھی مجبوراً پڑھتی تھیں۔ اور تقریریں سننے کا بھی حکم تھا بیعت کا اعلان ہوا۔ ہمیں بھی بیعت کے لئے لے جایا گیا۔ جو آپ فرماتے رہے ہم دوہراتے رہے۔ میں خاص طور پر آپکے چہرے کی طرف دیکھتا جاتا تھا۔ میرے دل و دماغ پر آپ کی شخصیت۔ چہرے کی ترو تازگی اور رونق کا ایک عجیب سا پُرکشش اثر ہوا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایک مومن انسان کے اندر مقناطیسی قوت ہوتی ہے جو خواہ مخواہ اس کے پاس بیٹھنے والوں اور قریب آنے والوں کو اپنی طرف کھینچ کر ان پر اثر انداز ہوتی رہتی ہے۔ کونوا مع الصادقین میں شاید یہی فلسفہ پوشیدہ ہے۔

ان گلیوں میں کچھ اور ہستیوں کو بھی ادھر ادھر مہمانوں میں چلتے پھرتے۔ اُن سے ملتے۔ ان کے حال احوال پوچھتے بھی دیکھا۔ سب ایک ہی رنگ میں رنگین نظر آتے تھے۔ حضرت اقدس نے ان میں کیا رُوح پھونک دی تھی۔ کچھ عجیب لوگ تھے محبت۔ ہمدردی۔ اخلاص۔ عجز و انکسار اور تواضع کے پیکر۔ اس دنیا میں رہتے ہوئے دنیا سے دُور احمدیہ بلڈنگس کی ساری فضا ہی مسحور کن تھی۔ سادہ سی مسجد سادہ سادہ رہائشی مکانات اور سادہ سادہ سے دفاتر۔ نمازوں میں خشوع و خضوع اور آنکھیں اشکبار۔ اب تو رنگ ہی بدل گیا ہے۔ کاش وہ دن لوٹ آئیں۔ ایسا کیوں تھا۔ اس لئے کہ جو امانت حضرت صاحب ہمارے سپرد کر گئے ہیں اس کے بارے میں کس طرح عہدہ برآ ہوا جائے یہی وہ غم تھا جو کھائے جا رہا تھا کہ آپ کے مشن کی تکمیل کیسے ہو۔ قرآن کو کیسے غیر اقوام تک اُن کی اپنی زبانوں میں پہنچایا جائے۔ مقصد کی یک جہتی اسی وقت پیدا ہو سکتی ہے جب لیڈر بے لوث اور بے غرض ہو۔ اس کے اپنے اندر جو آگ سُلگ رہی ہے اس کی حرارت دُوسروں تک بھی پہنچا سکے اور اس کے ساتھیوں کو اس پر اعتماد ہو۔ اس کی نگاہ بلند۔ سخن دلنواز اور جاں پُرسوز ہو۔

یہی بات تھی کہ جب آپ تقریر کے لئے کھڑے ہوتے سننے والے ہمہ تن گوش ہو جاتے گلیوں میں گھومنے والے چھوٹے بڑے جلسہ گاہ کی طرف بھاگے آتے۔ لوگوں کے ہاتھ غیر ارادی طور پر اپنی جیبوں میں چلے جاتے۔ ہر ایک یہی سوچتا کہ جب آپ کی زبان سے نصرت دین کی خاطر مالی امداد کے لئے اپیل ہو میں پیچھے نہ رہ جاؤں۔ میں نے تقریباً ہر جلسہ میں ایک بزرگ کو اپنے ہاتھوں میں کشکول لے کر جلسہ گاہ میں گھومتے پھرتے دیکھا۔ جب ان کا کاسہ گدائی دو دو آنے چار چار آنے سے بھر جاتا وہ سٹیج پر جاکر اُسے انڈیل دیتے۔ اور ایک دُوسرے بزرگ کا یہ جذبہ تو میرے لئے ایک ناقابلِ فراموش واقعہ بن گیا ہے کہ وہ سارا سال گھاس کاٹتے اور جلسہ سالانہ کے لئے یوں رقم جمع کر کے ساتھ لاتے اور خدا کے دین کے لئے نذر کر دیتے۔

باہر سے آنے والے مہمانوں کے آرام کا ہر طرح خیال کرتے، انہیں کمبلوں میں لپیٹے ہوئے سادہ سادہ لباس والے دیہاتیوں سے بہت پیار تھا۔ کیونکہ یہی اُن کی قوت تھی۔ مجھے یاد ہے ایک بار جب جلسہ ختم ہو گیا تو مسلم ہائی سکول نمبر ۱ میں ابھی کچھ مہمان ٹھہرے ہوئے تھے لیکن کارکنوں کو صفائی کا حکم ملا۔ وہ ایک کمرے سے پرالی اٹھا کر باہر پھینک رہے تھے کہ اس میں ٹھہرے ہوئے ایک مہمان آ گئے انہوں نے پوچھا یہ کیا ہو رہا ہے۔ ہم تو ابھی یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا ہمیں حکم ہوا ہے۔ یہ مہمان سیدھے حضرت امیر مرحوم کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ اس وقت آرام فرما رہے تھے انہوں نے ایک ملازم کو اندر اطلاع کرنے کو کہا مگر اس نے یہی جواب دیا کہ آپ اس وقت آرام فرما رہے ہیں۔ مہمان کہنے لگے "وہ تو پلنگ پر آرام کر رہے ہوں گے اور ہمیں یہاں پرالی کے فرش پر بھی کوئی سونے نہیں دیتا۔" آپ کے کانوں میں یہ بات پڑ گئی۔ فوراً باہر تشریف لے آئے معاملہ دریافت کیا۔ اور صرف اتنا فرمایا کہ آپ جائیں۔ مہمان چلے گئے۔ صرف ان کا ہی کیا سارے مہمانوں کے آرام کا بندوبست ہو گیا۔ حضرت امیر مرحوم کو آئندہ جمعہ کے خطبے کے لئے موضوع مل گیا اور وہ دردبھرا خطبہ ارشاد فرمایا کہ لوگوں کی آنکھیں چھلک اُٹھیں اور بعض رقیق القلب انسانوں کی داڑھیاں تر ہو گئیں۔ اور وفورِ جذبات سے آپ کا چہرہ تمتما رہا تھا۔ یہ دیکھ کر کوئی بھی اندازہ نہیں کر سکتا تھا کہ اس متین سنجیدہ اور خاموش چہرہ والے انسان کے قلب کی گہرائیوں میں درد پیار۔ محبت اور خلوص کے کیسے جذبات موجزن رہتے ہیں۔ آپ جانتے تھے کہ کسی قوم یا جماعت کی طاقت اور قوت کا اصلی سرچشمہ اس کا غریب طبقہ ہوتا ہے۔ اس طبقہ میں وفا بھی ہوتی ہے اخلاص اور محبت بھی۔ قرآن کا مفسر ہونے کی حیثیت سے آپ عبس و تولی کے فلسفہ سے بھی باخبر تھے جلسہ کے اختتام پر بیرونی جماعتوں سے ملاقات کا بھی اہتمام کیا جاتا تھا تاکہ ہر جماعت کے ہر فرد سے ملاقات ہو جائے۔

۱۹۱۴ء سے لے کر ۱۹۵۰ء تک کا عرصہ جماعت احمدیہ لاہور کا ایک درخشاں باب تھا۔ اس میں آپ کی شب و روز کی محنت۔ کاوشوں اور دعاؤں کا بہت بڑا حصہ تھا۔ میرے لئے تو "محمد علیؒ" ایک جذبہ۔ ایک تڑپ، ایک خواہش اور ایک آرزو کا نام ہے اور وہ کیا ہے کہ :-

"ہمارا کام قرآن کو دنیا میں پہنچا دینا ہے اور آگے اپنا کام وہ خود کرے گا۔"

از ـــــــ محترمہ رضیہ فاروقی صاحبہ

تقریر کا جادو

یہ میری بچپن اور لڑکپن کی یادیں ہیں جو میں یہاں نذرِ قارئین کرنے لگی ہوں۔ یہ جب کی بات ہے کہ انجمن کی نئی بستی "دارالسلام" ابھی کسی کے خواب وخیال میں بھی نہ آئی تھی۔ اس کی جگہ وہاں گھنے آموں اور امرودوں کے باغ تھے۔ ہری بھری کھیتیاں لہلہاتی تھیں۔ باہر نہر کے کنارے کیکر اور جنگلی جھاڑیوں کے اُجاڑ میں دن دہاڑے لوگ ڈاکوؤں اور چوروں کے ہاتھوں لُٹ جاتے تھے۔ دارالسلام تو دُور رہا ابھی تو احمدیہ بلڈنگس بھی ایک چھوٹی اور سادی سی درمیانی بساط کے گھروں پر مشتمل بستی تھی۔ احمدیہ بلڈنگس کی مسجد ایک سادے محرابوں والی چھوٹی سی مسجد تھی۔ اس کی آزد باز دکی دو گلیاں براندرتھ روڈ یا عوام میں اسٹیشن والی سڑک سے ڈھلوانِ نشیب میں اترتی تھیں۔ عقب والی گلی زبانِ عام میں مرزا صاحب والی گلی کہلاتی تھی۔ کیونکہ اس کے کنارے حضرت مرزا یعقوب بیگ صاحبؒ کے کئی مکانات تھے اور جو مسجد کے سامنے سے گزرتی تھی وہ خواجہ صاحبؒ والی گلی تھی۔ کہ اس پر حضرت خواجہ کمال الدینؒ اور ان کے خاندان کے رہائشی مکان تھے۔ خود سڑک کے کنارے حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کا اپنا مکان تھا۔ اور اس کے بالمقابل مسجد کے دُوسرے کنارے پر شاہ صاحب کا ہی ایک دو منزلہ مکان تھا۔ جس میں اسوقت حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم رحمۃ اللہ علیہ بطور صدر اور امیر جماعتِ احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور قیام پذیر تھے۔ اس مکان اور مسجد کے درمیان کی تپلی سی گلی جب مسجد کا آدھا کچا اور آدھا پکا صحن پختہ ہوا تو یہ بھی بیچ کر کے صحنِ مسجد سے ملادی گئی۔ اس چھوٹی سی مسجد میں پنجوقتہ نمازیوں کے علاوہ بعد نمازِ مغرب روزانہ حضرت امیر کا درسِ قرآن ہوتا تھا۔ اور صبح نو بجے ہم ذہین بہنیں۔ حضرت امیر کی لڑکیاں اور احمدیہ بلڈنگس کے اور چھوٹے چھوٹے بچے ہاتھوں میں پارے لئے مسجد کے بوڑھے نورانی شکل مؤذن اور امام صاحب سے قرآن شریف پڑھنے آجاتے تھے۔

سال کے گیارہ مہینے تو اس بستی اور اس کی اس چھوٹی سی مسجد میں وقت کم وبیش اسی دستور سے گذرتا تھا۔ لیکن دسمبر کا مہینہ شروع ہوتے ہی اس آبادی اور خصوصاً اس مسجد کے اردگرد چہل پہل اور تیاریاں شروع ہو جاتی تھیں۔ اس کی وجہ انجمن کے سالانہ جلسہ کی آمد آمد ہوتی تھی۔ جو عموماً دسمبر کے آخری ہفتہ میں منعقد ہوتا تھا۔ سب سے پہلے تو بیل گاڑیوں پر پرالی (کنک یا دھان کے لمبے لمبے خشک تنکے) آتی تھی۔ جو نہ صرف اندر باہر مسجد اور اُسکے سارے صحن میں بلکہ حضرت امیر کے دفتر کے کمرے میں جو صحنِ مسجد سے ملحق تھا خوب موٹی موٹی تہہ سے بچھائی جاتی تھی۔ اس پر بڑی بڑی سُوتی دریاں بچھائی جاتی تھیں۔ مسجد کے درمیانی در کے سامنے تختوں کا سٹیج بناکر دریوں سے ڈھانپا جاتا تھا اور اس پر میز اور چند کرسیاں لگائی جاتی تھیں۔ اس سب پر خوب بڑا سا شامیانہ کھینچا جاتا تھا۔ صحن کے چوطرفہ کرسیوں کی دو تین قطاریں بھی لگائی جاتی تھیں۔ مسجد سے حضرت امیر کے گھر کی طرف والے محراب سے لے کر صحن کے آخر تک مرکی کی چکیں سیاہ ململ کے استر کی لگادی جاتی تھیں اور اس حصہ میں اور خود حضرت امیر کے دفتر میں زنانہ نشست ہوتی تھی۔ رنگین کاغذی بیلوں، بجلی کے قمقموں اور قرآنی آیات اور حضرت مجدد صدچہاردہم کے الہامات وفرمان کے قطعوں سے آرائش مکمل کی جاتی تھی۔

عموماً بیس دسمبر کے بعد مہمانوں کی آمد شروع ہو جاتی تھی۔ جو زیادہ تر نزدیک ہی انجمن کے مسلم ہائی سکول کی وسیع عمارت میں ٹھہرائے جاتے تھے۔ اور وہیں اس کے صحن میں کھانے کی دیگیں چڑھائی جاتی تھیں۔ اور رات رات بھر کھانا پکتا تھا۔

یہ صلح صفائی کا زمانہ تھا اور انجمن کے اس سادہ سے سٹیج پر اُس وقت کے مسلمانوں کے بڑے بڑے چوٹی کے لیڈر، قومی شاعر، مشہور مقرر، مذہبی پیشوا مسلمانوں اور قوم کا درد دل میں لئے تشریف لاکر حاضرین سے خطاب کرتے تھے۔ اور ان کی بیدار مغز تعلیم یافتہ بیگمات اندر خواتین میں بیٹھ کر تقریریں سنتیں اور تحریکوں میں دامے درمے سخنے حصہ لیتی تھیں۔

سٹیج کے سامنے دریوں پر بیٹھے حاضرین میں زیادہ تعداد باہر سے آئے ہوئے شہروں کے علاوہ دیہاتوں اور گاؤں کے مخلص احمدی بزرگوں کی ہوتی تھی۔ جو اکثر سفید کھدر کے سادہ لباسوں میں ملبوس سر پر سفید بھاری بھاری پگڑیاں باندھے گرم صدریاں۔ لوئیاں۔ کمبل اوڑھے ہوتے تھے انہی میں صوبہ سرحد کے غیور پٹھان سرداروں پر تلے کے کُلّے اُن پر شہدی لنگیاں باندھے۔ پوستین پٹی کے گرم چغے واسکٹیں پہنے۔ گرم لوئیاں دوشالے لپیٹے بیٹھے نظر آتے تھے۔ پورے تین دن تک یہ سب اللہ کے مسافر صبر سے دریوں پر بیٹھے رہتے تھے۔ ان کے علاوہ مقامی جماعت کے بزرگ اور افراد اور عام شہری لوگ شریکِ جلسہ ہوتے تھے اور اکثر سرکاری افسر جو زبانِ عام میں بابو لوگ کہلاتے تھے مغربی لباس پہنے چوطرفہ کرسیوں پر آبیٹھتے تھے۔

اُس وقت میں چھوٹی سی بچی اپنی والدہ، دادی۔ اور دیگر عزیز خواتین کے ساتھ جب پردہ کے پیچھے آکر بیٹھتی تھی تو مقررین کی عالمانہ اور فاضلانہ تقریریں تو میری سمجھ سے بالاتر ہوتی تھیں۔ اور تھوڑی بہت ہی پلے پڑتی تھیں۔ میرا دلچسپ شغل یہ ہوتا تھا کہ جہاں دو چکوں میں درز ہوتی تھی اس کے پاس بیٹھ کر درز سے آنکھ لگاکر سٹیج پر مقرروں اور حاضرینِ جلسہ اور جلسہ کی دیگر کاروائی کو دیکھا کرتی تھی۔ بولنے اور سُننے والوں کے چہروں کے تاثرات اور جذبات کا اُتار چڑھاؤ مجھے لفظوں سے زیادہ سمجھ آتا ہے۔ اور جب جلسہ کے آخری تیسرے دن حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ کی اپیل کا وقت آتا تھا۔ تو مجھے ایک عجیب نظارہ نظر آتا تھا۔

سٹیج پر ایک درمیانہ قد وقامت اور گندم گوں رنگ کے سادہ خاکسار سے بزرگ تشریف لاتے تھے۔ لباس میں ہمیشہ سفید موٹے کپڑے کا کھڑا پاجامہ۔ اوپر بند گلے کا لمبا پٹی کا گرم کوٹ۔ اور سر پر شہدی لنگی ہوتی تھی۔ چہرے پر غالب آتی سفیدی والی ڈاڑھی اور چمکتی ہوئی پیشانی پر کچھ ایسی دردمندی اور سوز کی کیفیت جھلکتی تھی کہ بجائے اُن کی بزرگی کے رعب اور خوف کے دل کو ایک شفقت اور تسکین کا احساس ہوتا تھا۔ ان کی تقریر اور مقررین سے مختلف ہمیشہ دھیمی اور ٹھہری ہوئی آواز میں شروع ہوتی تھی۔ نہ بڑے بڑے مشکل الفاظ۔ نہ گونجتا ہوا آواز کا زور۔ نہ پُرجوش اشارے۔ لیکن یہ دھیما سا آواز کا سوتا ایک بہتی ہوئی پتلی دھار سے پھیل کر دریا کی موجوں کی طرح بڑھتا اور پھیلتا معلوم ہوتا تھا۔ اور پھر یہ موجیں ایک سیلاب کی طرح ماحول پر چھا جاتی تھیں۔ میں دیکھتی تھی کہ دریوں پر بیٹھے ہوئے مدہوش انسانوں کے ہاتھ بے اختیار اپنی پگڑیوں کے پلو۔ صدریوں اور چغوں کی جیبوں کی طرف بڑھتے تھے اور اُن کی سال بھر کی گاڑھے خون پسینے کی کمائی برضا ورغبت نذرِ اپیل ہو جاتی تھی۔ دینے والے سب کچھ لٹا کر اپنے کو بجائے مفلس ونادار سمجھنے کے آسودہ حال ومالدار محسوس کرکے نہال نہال گھروں کو لوٹتے تھے۔

اور یہ صرف نیک دل اور سادہ لوح مخلص زمین کے بیٹوں کی بات نہیں۔ بلکہ وہاں موجود بڑے بڑے سمجھدار تاجروں، فیکٹریوں کے مالکوں۔ تعلیم یافتہ روشن دماغ ہستیوں اور مغرب زدہ افسروں کی کیفیت بھی یہی تھی۔

میرے اباجان مرحوم کے سمدھیانے کے رشتہ داروں میں ایک مغربی تعلیم یافتہ اعلیٰ عہدے پہ فائز   تھے۔ جو سرکاری ملازمت کے علاوہ ایک بڑی کاروباری فرم کے ممبر بھی تھے۔ اور ان کو روپے پیسے کی قدر وقیمت خوب معلوم اور بہت عزیز تھی۔ جب کبھی اُن کے سامنے جلسہ اور اس میں حضرت امیر کی اپیل کا ذکر آتا تھا تو وہ کہتے تھے کہ:

"کون محمد علی وہ تو جادوگر ہے جادوگر۔ میں ہر سال جلسہ کے موقع پہ عہد کرتا ہوں کہ جلسہ کے دو دن تو اس میں شریک ہوں گا مگر تیسرے دن اپیل سننے نہیں جاؤں گا۔ مگر اس دن کوئی غیبی طاقت کشاں کشاں مجھے کھینچ کر جلسے میں لے جاتی ہے۔ اور وہاں اس جادوگر کی اپیل پر میں ایک ہزار روپیہ چندہ دے کر آتا ہوں سال ہا سال سے یہی حال ہے۔ نہ اس کی تقریر کا جادو کم ہوتا ہے نہ میں اس کی کشش سے آزاد ہوتا ہوں"

اُس زمانہ میں ایک ہزار روپیہ بڑی رقم تھی۔ جو ایک کاروباری آدمی سے وصول ہونی جادوگری ہی تھی۔

اسی زمانہ کے ایک موقعہ پر میں خود تو موجود نہ تھی لیکن جو کیفیت بعد میں سُنی وہ یہ تھی کہ جب جلسہ

میں برلن مسجد بن رہی تھی۔ اور اس کے مینار ابھی باقی تھے کہ انجمن کی جمع پونجی اس مد میں ختم ہو گئی۔ جلسہ کا موقع آیا تو اس بار ایک صرف خواتین کا اجلاس علیحدہ منعقد ہوا۔ خواجہ صاحب والی گلی میں مسجد کے بالمقابل بشیر بادشاہ ہال ایک کشادہ دالان تھا جو حضرت خواجہ صاحب نے اپنے نوجوان ہونہار بیٹے اور بہو کی یاد میں وقف کر دیا تھا اس دالان کے ایک کونے میں ایک چارپائی آڑی کھڑی کی گئی۔ اس پر پردہ ڈالا گیا۔ اس چارپائی کے پیچھے پس پردہ حضرت امیرؒ نے تشریف لا کر ہال میں جمع خواتین سے خطاب فرمایا۔ اور ان سے اپیل کی کہ برلن کی ناتمام مسجد کے میناروں کے لئے میں اپنی جماعت کی ماؤں بہنوں اور بیٹیوں سے ایثار اور قربانی کی دین مانگتا ہوں۔ اب دیکھیئے تقریر کا جادو کہ سب سے پہلے تو خود حضرت امیر کی بیگم صاحبہ نے سونے کے کڑے ہاتھوں سے اتار کر چندہ جمع کرنے والی بی بی کی جھولی میں ڈال دیئے بیگم صاحبہ سید محمد حسین شاہ صاحب نے ان کی تقلید کی اور پھر تو خواتین کی سونے کی چوڑیوں۔ ہاروں۔ آویزوں۔ بالیوں۔ انگوٹھیوں کی بوچھاڑ شروع ہو گئی۔ اور دیکھتے دیکھتے وہ پھیلی ہوئی جھولی سونے سے بھر گئی اور پھر بعد میں شہر بہ شہر جگہ بہ جگہ سے خواتین نے اس اپیل پر لبیک کہی اور برلن مسجد کے مینار آج تک اس جادو بھری تقریر اور قوم کی ماؤں بہنوں اور بیٹیوں کی قربانی کی یاد میں کھڑے ہیں۔

اب کہ میرا بچپن اور وہ سادہ و اخلاص بھرے لوگ گردش ایام کے ساتھ بہت دور چلے گئے ہیں مجھے اللہ کے فضل سے بہت دنیا دیکھنے اور اکثر بے شمار مشہور زمانہ مقرروں۔ لیڈروں سیاسی۔ مذہبی پیشواؤں نیز بادشاہوں اور بادشاہ بیگموں کی تقریریں روبرو سننے اور ٹی۔ وی کا بھلا ہو دور دراز سے آنکھوں کے سامنے دیکھنے اور سننے کا موقع ملتا ہے مگر زمانۂ جنگ کی پرجوش آبھارنے والی تقریروں۔ سیاست کی چالبازی سے لبریز تقریروں۔ پرتکلف دنیا کی شاہانہ محفلوں کی شاعرانہ تقریروں۔ ان سب کے جھگھٹے میں نہ معلوم کیوں میری یاد کی رو میں بار بار اس سادہ دھیمی تقریر کرنے والے درد مند و غمخوار دین کی تقریر ابھرتی ہے

جماعتی خبریں

* ہمارے پیارے امیر حضرت ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب ایدہ اللہ تعالےٰ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اور جماعت کی درد بھری دعاؤں سے بخیر و عافیت ہیں۔ الحمد للہ، ثم الحمد للہ،

اس سال موسم گرما کا تقریباً سارا ہی گرم اور تکلیف دہ عرصہ حضرت ممدوح نے لاہور میں ہی گذارا۔ اور اپنی طبیعت کی کمزوری کے باوصف دینی اور جماعتی امور و معاملات میں بیشتر وقت صرف کرتے رہے اور اپنی ہدایات و نصائح سے سرفراز فرماتے رہے پچھلے دنوں آپ ایبٹ آباد تشریف لے گئے ہیں جہاں آپ کا دو تین ہفتے آرام و سکون کا وقت گذارنے کا ارادہ ہے۔ وہاں سے بھی آپ کا مرکز سے برابر رابطہ رہے گا۔

دعا ہے اللہ تعالےٰ آپ کا یہ سفر آپ کے لئے مبارک کرے۔ آپکو صحت و تندرستی سے رکھے اور آپ کا حامی و ناصر رہے۔

* حضرت مولینا شیر محمد خوشابی صاحب ان دنوں دارالسلام کالونی لاہور میں ہی فروکش ہیں ان دنوں ان کی طبیعت کچھ ناساز رہتی ہے احباب سے گذارش ہے کہ وہ ان کی صحت کاملہ عاجلہ کے لئے درد دل سے دعا فرمادیں۔

وفات حسرت آیات

ملتان سے محترم حافظ عبدالرؤف واعظ لکھتے ہیں:۔

* محترم میاں مبارک احمد صاحب مالک انور ملز ملتان داماد محترم میاں رشید احمد صاحب مورخہ ۸-۹-۸۹ بروز جمعۃ المبارک سات بجے شام رضائے الٰہی سے فوت ہو گئے ہیں۔ انّا للہ و انّا الیہ راجعون۔

مؤرخہ ۵-۹-۸۹ منگل وار رات ۱۲ بجے تا ۴ بجے صبح تک میاں صاحب مرحوم کا آپریشن ہوا۔ اپریشن کامیاب رہا لیکن وقت پورا ہو چکا تھا میاں صاحب مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس بلالیا۔ میاں صاحب مرحوم بڑی خوبیوں کے مالک تھے ان کے دفتر میں صبح سے شام تک غریبوں کا ہجوم رہتا تھا کوئی خالی ہاتھ نہ جاتا کئی غریبوں کے اپنی جیب سے علاج کروائے۔ ایک دفعہ نوکر نے غریبوں کو روک دیا میاں صاحب مرحوم نے فرمایا یہ لوگ لینے کے لئے نہیں آتے بلکہ مجھے دینے کے لئے آتے ہیں کسی کو نہ روکو آنے دیا کرو۔ ہماری دعا ہے اللہ تعالیٰ میاں صاحب مرحوم کو اپنی رحمت کے سائے میں داخل فرمائے۔ آمین۔

نماز جنازہ غائبانہ پڑھنے کی درخواست ہے۔

میاں صاحب مرحوم اپنے پیچھے تین لڑکے اور ایک لڑکی اور ایک بیوہ چھوڑ گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ میاں صاحب مرحوم کی بیگم صاحبہ اور بچوں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین!

میاں مبارک احمد صاحب مرحوم مجلس معتمدین کے ممبر تھے۔ میاں صاحب مرحوم نے اپنے کارخانے انور ملز میں جو جامع ہے وہ احمدیہ انجمن کے نام وقف کر دی تھی یہ نیکی قیامت تک میاں صاحب مرحوم کے اعمالنامہ میں لکھی جائے گی۔“

واعظ حضرات سے گزارش ہے

جماعت کے واعظ حضرات سے، میری گذارش ہے کہ یہ اخبار جماعت کا ترجمان بھی ہے اور خبر رساں بھی۔ کیا ہی اچھا ہو اگر آپ اپنے علاقہ کی جماعت کے متعلق خبروں سے ہمیں آگاہ رکھیں اور اگر خبر کے ہمراہ تصویر بھی ہو تو اور بھی بہتر بات ہے، اخبار بغیر جماعت کی خبروں، سرگرمیوں اور اتار چڑھاؤ سے اپنے پڑھنے والوں کو آگاہ نہ رکھے تو اخبار تو نہ ہوا۔ اس لئے آپ سے درخواست ہے کہ آپ ہر پندرہ دن میں مقامی حالات سے ہمیں آگاہ رکھیں۔ ہم آپ کی اس مدد کے شکر گذار ہونگے۔

اگر آپ پسند کریں گے تو اس سلسلہ میں جملہ اخراجات ڈاک وغیرہ کی ادائیگی بھی کر دیجائیگی۔ امید ہے آپ میری درخواست پر اثباتی توجہ دینگے۔

والسلام
فضل احمد

ایک غلطی کی درستی

گذشتہ شمارے کے صفحہ نمبر ۹ کے کالم ۳ کی سطر نمبر سات میں لفظ ”خرابی“ کے بجائے ”خوبی“ پڑھا جائے۔

رحمۃ للعلمین نمبر

احباب و خواتین سلسلہ۔ السّلام علیکم و رحمۃ اللہ

ربیع الاوّل کا مبارکہ مہینہ قریب آ رہا ہے جس کی ایک سعید ساعت میں محسن عالم سرور کائنات، سید الرسل، خاتم الانبیاء، وجہ کونین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی یکروڑوں اربوں درود و سلام ہوں آپؐ کی ذات والاصفات پر بے شمار انوار الٰہی کی بارش ہو آنحضرت صلعم کی روح پر مفتوح پر۔ اور یہ سلسلہ دراز سے دراز رہے تا ابد و مابعد۔

الحمد للہ۔ جماعت احمدیہ کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ اس نے برصغیر کی تاریخ بلکہ چودہ سو سالہ دینی تاریخ میں پہلی بار ذکر حبیبؐ اور میلاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مجالس کی طرح ڈالی۔ اور یہ سلسلہ آگے بڑھا۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ، اس کے اکابرین اور اس کے اہل علم و قلم حضرات اپنے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جو عشق و محبت کا اظہار کرتے ہیں اور حضور صلعم کے نام و کام کو بلند کرتے اور دشمنانِ رسول سے مدافعت میں جو اقدام کرتے ہیں وہ جماعت احمدیہ کی ایک سو سالہ علمی، قلمی اور مالی ایثار و دنیا کا ایک نہایت تابناک اور لائق ذکر و فخر باب ہے جس کی ایک دنیا معترف ہے۔

پیغام صلح حسب سابق ...... ماہ ربیع الاوّل میں بشرط اجازت حالات حضور پر نور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور نذرانۂ عقیدت پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ جماعت کے احباب و خواتین سے گزارش ہے کہ مدحت و عقیدت پیش کرنے کی اس مبارک تقریب میں قلمی شرکت کا غنیمت موقعہ حاصل کریں۔ اور اپنے اپنے رشحات قلم اس ہفتہ کے آخر تک ارسال فرما کر اس ذات با برکات پر درود و صلوٰۃ میں حصہ لیں جس پر اللہ تعالیٰ کے فرشتے اور اس کے رسل علیہم السلام بھی درود و صلوٰۃ بھیجتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو بھی ارشاد فرمایا ہے کہ تم بھی اس پر درود و سلام بھیجو۔

والسلام

منصور احمد جنرل سکریٹری۔ دارالسلام۔ ۵-عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن۔ لاہور۔

مکرم ماسٹر محمد عبداللہ صاحب سان فرانسسکو۔ کیلی فورنیا

حضرتِ امیر مولٰنا محمدؐ علیؒ کی آخری جھلک

۱۹۳۱ء عیسوی کا سال اور غالباً اگست کا مہینہ تھا کہ خاکسار بمعہ اہلیہ صاحبہ لاہور سے عازم جزائر فیجی ہوا۔ روانگی سے قبل میں مُسلم ہائی سکول بدوملہی ضلع سیالکوٹ میں انگلش ٹیچر تھا۔ میرے فیجی جاکر مسلمانانِ جزائر کی تعلیمی اور مذہبی خدمات سرانجام دینے کے لئے ہجرت کرانے کے محرک قبلہ جناب بابو منظور الٰہی مرحوم تھے جو اُن ایام میں احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کے جائینٹ سیکرٹری تھے۔ اور جن کی خط وکتابت اقوامِ عالم کے اسلامی اداروں اور انفرادی طور پر مسلمانوں سے ہوتی رہتی تھی لیکن فیجی کے لئے ایک معلّم اور ایک مبلّغ کی درخواست جناب بالو صاحب مرحوم کو انجمن حمایت اسلام لاہور کی معرفت ملی تھی۔

بیرون ممالک میں جتنے مبلغ پیشتر ازیں انجمن کی طرف سے بھیجے گئے تھے اُن کے لئے انجمن کی طرف سے الوداعی جلسے ہوئے تھے۔ لیکن میرے لئے الوداعی میٹنگ کا انجمن کی طرف سے اعلان نہیں ہوا تھا جس کے لئے جناب مولانا منظفر بیگ ساطع مرحوم فاتح فیجی کو بہت احساس ہوا۔ انہوں نے احمدیہ بلڈنگ سے رخصت ہونے کے وقت مجھے بزرگانِ سلسلہ سے ملاقات کرنے سے روک دیا۔ چونکہ ساطع مرحوم ہم نوجوانوں کے قافلہ کے سالار تھے اِس لئے مجھے بادل نخواستہ آپ کے حکم کی تعمیل کرنی پڑی۔ اور میں مولٰنا منظفر بیگ مرحوم اور چند دوستوں کے ساتھ لاہور ریلوے اسٹیشن کو روانہ ہوگیا۔ اور بمبئی جانے والی ٹرین کی روانگی سے پندرہ منٹ قبل پلیٹ فارم پر ہم سب پہنچ گئے۔ اپنی اہلیہ صاحبہ کو بمعہ سامان ٹرین پر سوار کرایا اور میں پلیٹ فارم پر اپنے احباب سے باتیں کرنے میں مصروف ہوگیا۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت امیر مولانا محمد علی رحؒ تیز رفتار سے دوڑے دوڑے خاکسار کی طرف آرہے ہیں۔ میں حضرت امیرؒ کی طرف مصافحہ کے لئے لپکا۔ ٹرین چھوٹنے میں صرف پانچ منٹ رہ گئے تھے۔ حضرت امیرؒ نے میرے دونوں ہاتھ مضبوطی سے پکڑے اور دعائیں پڑھنی شروع کیں۔ میں اُن دُعاؤں کو تو سُن نہیں سکتا تھا لیکن اُس کے اثرات ضرور محسوس ہورہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میرے دونوں ہاتھ ایک بجلی کی بیٹری سے پیوستہ ہوگئے ہیں اور اُس بیٹری کی لہروں کا اثر میرے جسم کے رگ و ریشے میں سرایت کر رہا ہے۔ ٹرین نے سیٹی بجائی۔ جلد اُس پر سوار ہوگیا۔ لیکن جہاں حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی تصرف کو محسوس کرکے خداوند کریم کا شکریہ ادا کیا۔ وہاں میں نے محسوس کیا کہ الوداعی جلسہ نہ ہونے میں مشیت ایز دی تھی۔

خداوند کریم کے کام مصلحت سے خالی نہیں ہوتے۔ اگر میرے اعزاز میں الوداعی جلسہ ہوتا ممکن ہے تقاریر کے ساتھ حاضرین کی تواضع چائے اور پیسٹری سے کی جاتی اور میری حوصلہ افزائی کے لئے چند تعریفی الفاظ کہے جاتے۔ میری جوابی تقریر ہوتی۔ ایسے جلسے انسان کی زندگی میں کئی بار ہوا کرتے ہیں اور ان کے نقوش عارضی ہوتے ہیں۔ ان کا تصوّر ہر وقت قائم نہیں رہتا۔ لیکن حضرت امیرؒ جیسی عالمانہ شخصیت کا اِس عاجز کو الوداع کہنے کے لئے دوڑے دوڑے لاہور ریلوے سٹیشن کے پلیٹ فارم پر عین وقت پر پہنچنا میرے دونوں ہاتھ پکڑے رکھنا اور دعاؤں کا دَم کرنا۔ اور اِن دُعاؤں کے اثرات کا مجھے اسی وقت محسوس ہونا یہ نقشہ ناقابلِ فراموش ہے۔

"قلم کی روانی بند ہوگئی ہے" آنکھیں اشکبار ہیں۔ سمجھ نہیں آتی کہ آگے اس خاص ایڈیشن پیغام صلح کے لئے کیا لکھوں۔ اگر میں اِس مضمون کو ادھورا چھوڑتا ہوں تو تحدیث نعمت کے خلاف ہوگا..... خداوند کریم کے فضل وکرم اور حضرت امیر رحمۃ اللہ کی دُعاؤں کی بدولت ہمارا سفر ٹرین اور بحری جہاز خیر وخوبی سے طے ہوا آسٹریلیا کے مشہور پورٹ فری منٹل اور سڈنی میں جہاں چند مسلمان اپنی زندگی کے آخری سال بسر کر رہے تھے اور اُن کے کاروبار پر DEPRESSION اور RECESSION کا بُرا اثر پڑ گیا تھا انہوں نے ہماری تواضع میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی تھی۔ ہم اُن کے لئے گویا عید کا چاند ہوگئے تھے۔

دُعاؤں کے اثرات

میں قدآور، لحیم وجسیم نوجوان نہیں تھا۔ کہ اپنے ظاہری ڈیل ڈول سے فیجی مسلم لیگ کے عہدہ داروں پر اثر ڈالتا اور نہ ہی بات چیت میں تیز وطرار تھا کہ اپنی علمی قابلیت کا سکہ ان پر جاتا۔ اِن حالات میں فیجی مسلم لیگ کے آفیشل یہ محسوس کر رہے تھے کہ میرے اعزاز میں استقبالیہ جلسہ کا انتظام نہ کرنے میں ہی بہتری ہوگی۔ اگر اس خاموش طبع مشنری کو پبلک میں تقریر کرنے کا موقع دیا گیا تو قوم کی رسوائی ہوگی۔ غیر مذاہب لوگوں پر بُرا اثر ہوگا۔ اِس شش وپنج میں آخری فیصلہ استقبالیہ جلسہ کے انعقاد کے حق میں ہوا۔ اور اس کے لئے صوا شہر کا تھیٹر حاصل کیا گیا۔

تھیٹر کا وسیع ہال جلسہ کی کاروائی سے پیشتر بھر گیا۔ تِل دھرنے کی جگہ بھی خالی نظر نہیں آتی تھی سینکڑوں ہندو مسلم۔ عیسائی خاکسار کو خوش آمدید کہنے اور تقریر سُننے کے لئے پہنچ گئے۔ خاکسار نے تقریر کے نوٹ ایک رات پیشتر تیار کر لئے تھے۔ لیکن جب اِس عاجز کی تقریر شروع ہوئی تو نوٹوں کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔ سفر کی وجہ سے تکان اور فلو کے اثر کے باوجود دو گھنٹے متواتر اسلام کے فضائل بیان کئے۔ جلسہ گاہ سے کوئی فردِش مس نہ ہوا۔ سامعین پر گہرا اثر پڑا۔ آریہ سماجی نمائندوں اور عیسائیوں نے محسوس کیا کہ اب اسلام کی نکتہ چینی آسان نہ ہوگی۔ بعض مخیر ہندو لیڈروں نے اعلانیہ کہا کہ اگر ایسے ٹیچر اور مشنری ہندوستان سے آیا کریں تو کبھی ہندو اور مسلمانوں میں نااتفاقی نہ ہوگی۔ فیجی مسلم لیگ کے خزانچی اور مسلم سکول کے منیجر نے جلسہ کے بعد مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا کہ جو کرایہ جہاز وغیرہ ہم نے خرچ کیا ہے وہ آج وصول ہوگیا ہے۔ آئندہ تمہارا کام سکول میں ہے وہاں کے کام کے مطابق تنخواہ پاؤ گے۔ مسلمانوں کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ آریہ سماجی پرچارکوں کی زہر آلود تقاریر اور اُن کے چیلنج کو سُن کر اُن کے دل مجروح ہو چکے تھے۔ اسلام کی فضیلت کے دلائل سن کر اُن کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ میں اپنے دِل میں محسوس کرتا تھا کہ یہ کامیابی اِس خدا پرست بزرگ کی دعاؤں کا نتیجہ ہے جسکو دُنیائے اسلام مولٰنا محمد علی کے نام سے یاد کرتی ہے۔ دو سال کے بعد حضرت مرزا منظفر بیگ فیجی میں تشریف لائے اور انہوں نے تبلیغی کام سنبھالا لیکن آپ کی آمد سے پہلے ہمارے مذہبی جلسے کامیاب ثابت ہوئے۔

عالِم باعمل اور پُر اثر واعظ

حضرت امیرؒ کے خداداد علم کا اندازہ آپ کی تصنیفات سے ہو سکتا ہے۔ خواہ وہ اُردو میں ہوں یا انگریزی میں۔ یہ تصنیفات اسلامی اور غیر اسلامی ممالک میں مقبولِ عام ہو چکی ہیں۔ اِس قدر جامع اور واضح تفسیر قرآن کریم اُردو اور انگریزی ہندوستان میں لکھنے کی سعادت آپ ہی کو نصیب ہوئی ہے۔ آپ دین کو تسبیح اور وظائف کے پڑھنے اور دن بھر تسبیح کے دانے پھیرنے پر محدود نہیں فرماتے تھے بلکہ آپ کی طرز زندگی اور عمل تعلیم قرآن اور سُنّت کے مطابق تھا۔

تم خدا کے نام کو زندہ کرو خدا تمہارے ناموں کو زندہ کرے گا۔

(محمدؐ علیؒ)

یہ قرآن کریم کا معجزہ ہے کہ ڈیڑھ ہزار سال کے عرصہ میں بہت ایسی ایسی پاکیزہ روحیں اس دنیا میں جلوہ گر ہوئیں جنہیں نہ صرف کلام الٰہی کے ساتھ بے پناہ عشق تھا بلکہ انہوں نے اپنے دور میں لاکھوں لوگوں سے بڑھ کر اس کی خدمت بھی کی اور اپنی زندگی کا ہر لمحہ خداتعالیٰ کی آواز کو چار دانگ عالم میں پہنچانے کے لئے وقف کر دیا۔ انہوں نے اس امر کی پرواہ نہیں کی کہ لوگ انہیں کیا کہتے ہیں اور ان کے اس کار خیر کو کس نگاہ سے دیکھتے ہیں کیونکہ ایسے لوگ اس کے بدلے میں کبھی طالب انعام نہیں ہوتے اور محض للہ اسے اپنا فرض یقین کر کے ادا کر رہے ہوتے ہیں۔ مگر کیا انہیں اس کا انعام نہیں ملتا۔ یقیناً ملتا ہے مگر واہ واہ اور حبذا کو چھوڑ کر کہ وہ اس قسم کے انعام کے خواہاں نہیں ہوتے۔ انہیں جو انعامات خدمت قرآن کے عوض میں خدا کے حضور نعماء جنّت کے رنگ میں ملیں گے ان میں تو کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں مگر اس دنیا میں حقیقی انعام انہیں اس وقت یقیناً ملتا ہے جب ان کی اس خدمت کے نتیجہ میں نیک فطرت روحیں آستانہ الوہیت پر سجدہ ریز ہو کر خدا کے نام لیواؤں میں شامل ہو جاتی ہیں۔

اس دور پُرآشوب میں جب کہ لوگ ایک کالم لکھنے کا بھی معاوضہ وصول کرتے ہیں ایک ایسا بے لوث انسان پیدا ہوا جس نے اپنی تمام تر زندگی خدمتِ قرآن کے لئے وقف کر دی اور اسی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا۔ اور اس کے عوض سوائے رضائے الٰہی کے کسی چیز کا طالب نہ ہوا۔ اس شخص کو تمام زمانہ مولانا محمد علی مفسر قرآن کے نام سے جانتا ہے۔ آپ نے اُردو اور انگریزی میں قرآنی علوم کو بالتفصیل منتقل کرنے کا بیڑہ اٹھایا اور اس راہ میں وہ جانفشانی دکھائی کہ کوئی اور کیا دکھلائے گا۔ ایسے لوگ صدیوں کے بعد ہی بمشکل پیدا ہوتے ہیں ہزارہا لوگ محض آپ کی تفسیر کو پڑھ کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے کیا آپ کے لئے اس دنیا میں یہ کم انعام ہے کہ آپ کو قرآنی نور سے ہزارہا سینوں کو منور کرنے کی توفیق ارزاں ہوئی۔ کیا یہ توفیق خداتعالیٰ کے خاص فضلوں کے بغیر مل سکتی ہے۔ سچ ہے۔ ؎

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ارشاد ربانی ہے وجاھدوا فی اللہ حق جھادہ کہ خدا کی راہ میں جہاد کرو یہاں تک کہ جہاد کرنے کا حق ادا کرو۔ مولانا موصوف نے اپنی تمام زندگی کو اسی راہ میں صرف کیا۔ آپ کے مندرجہ ذیل الفاظ آپ کی عملی زندگی کا نچوڑ ہیں۔ فرماتے ہیں۔

"آؤ ہم لوگ اپنی پوری طاقت اور قوت کو اللہ تعالیٰ کے دین کی اشاعت کے لئے خرچ کر دیں بہت تھوڑے دن ہماری زندگی کے باقی ہیں۔۔۔۔۔ جو دن گزرتا ہے اسکو غنیمت سمجھتا ہوں آؤ اپنی زندگی کو خدا کی راہ میں لگا دو تم خدا کے نام کو زندہ کرو خدا تمہارے ناموں کو زندہ کرے گا۔"

آپ نے اس عہد کو خوب نبھایا اور اپنی زندگی کا ہر لمحہ خدا کے دین اور اس کے کلام کی سربلندی کے لئے وقف کر دیا اور اس راہ میں جان دے دی۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء

بعض لوگ محض قرآن کریم کو اعلیٰ کتابت کے ساتھ خوشنما کاغذ پر دیدہ زیب رنگوں میں شائع کرنے کو خدمت قرآن تصور کرتے ہیں حالانکہ یہ کام تو عیسائی اور ہندو بھی کر سکتے ہیں۔ اور کر رہے ہیں۔ ذرا حضرت مولانا مرحوم کا زاویۂ نگاہ ملاحظہ ہو۔ حضور فرماتے ہیں:

"ہمارا کام ہی قرآن کو دنیا میں پہنچانا ہے اس لئے میں آپ کو اس بات کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ ہم قرآن کے فیوض سے دنیا کو اس وقت فائدہ پہنچا سکتے ہیں جب ہمارے دل پاک ہو جائیں اور ہمارا تعلق خدا سے ہو جائے اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ انسان کا دل پاک اسوقت ہوتا ہے جب خدا کی محبت کے سوا دل سے ساری محبتیں دور ہو جائیں۔"

یہ بات شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ خداتعالیٰ خدمتِ قرآن کی سعادت صرف انہیں کو عطا فرماتا ہے جو اس کے مقرب ہوتے ہیں اور جن کے قلوب انوار الٰہیہ سے روشن ہوتے ہیں۔ یہ کام عقل والوں کا نہیں ہے اس میں جنون کام آتا ہے اس میں عشق کو دخل ہے اور اس راہ میں خلیل اللہ کا عشق چاہیئے۔ تاکہ "بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق"، کا مظاہرہ ہو۔ جس نے اپنی تمام تر زندگی کو قرآنی علوم کو ایک زمانے تک پہنچانے کا بیڑہ اٹھایا ہو وہ جب تک جنون کی حد تک عشقِ قرآن میں غرق نہ ہو گا وہ رضائے الٰہی کے موتی کیسے چنے گا۔ کچھ یہی حال حضرت مولانا محمد علی کا تھا۔ آپ اپنے مرشد کے ذکر میں فرماتے ہیں۔

"آپ کے زبردست اندرونی جذبات کا کوئی حصہ کسی نے لیا کوئی کسی نے میرے مردہ دل کو آپ کا جذبۂ تبلیغ زندہ کر گیا۔ وہی آپ کے انوارِ قلب کی کوئی کرن ہے جو میرے دل پر نشان ڈال گئی جس نے میرے اندر یہ جذبہ پیدا کر دیا کہ قرآن کو دنیا میں پہنچانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔۔۔"

—— * * * ——

از ارشد علوی صاحب

حضرت امیر مرحوم کا نوجوانوں سے خطاب

"وہ نوجوانوں کے لئے جو ابھی زندگی کی منزل میں داخل ہو رہے ہیں ضروری ہے کہ اُن کے سامنے کوئی مقصد ہو اور وہ مقصد بلند ہونا چاہیئے۔ مقصد کی بلندی یا پستی کے مطابق ہی اچھی یا بُری استعدادیں نشوونما پاتی ہیں۔ ... قرآن نے وہ زندگی کا مقصد ان الفاظ میں پیش کیا ہے۔

وکذٰلک جعلناکم امۃً وسطًا لتکونوا شھداء علی النّاس ......

کہ جس طرح رسولؐ تمہارا پیش رو ہے اس طرح تمام اقوام عالم کے تم پیش رو بن جاؤ گے۔... یہی وہ مقصد ہے جس کی طرف حضرت مجدد صد چہار دہم نے ہمیں بلایا ہے کہ تم صحیح راستہ دکھانے والے بن جاؤ۔

دُوسری بات یہ ہے کہ صرف یہی نہیں کہ آپ کے سامنے حضرت امام نے صرف ایک بلند مقصد رکھ دیا ہے۔ اس کے لئے راستہ بھی صاف کر دیا ہے۔ اور اس کی کچھ منازل کی نشاندہی بھی کر دی ہے۔

تیسری بات اس سلسلہ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ کوئی مقصد حاصل نہیں ہو سکتا جب تک اس کے ساتھ اپنے آپ کو پوری طرح وابستہ اور وقف نہ کیا جائے۔ اور اس مقصد کے ساتھ زبردست محبت نہ ہو۔

اور چوتھی ضرورت حصولِ مقصد کے لئے یہ ہے کہ انسان اس کے لئے محنت کرے اور محنت بھی اس قدر زبردست کہ اس سے کبھی تھکے نہیں......

آپ سب فوج کے سپاہیوں کی طرح ہیں۔ کوئی رات خالی نہیں جاتی جبکہ مجھے پچھلی رات میں خدا کے آگے گرنے کا موقع نہ ملے۔ اور میرے دل میں یہ احساس نہ ہو کہ میں اپنی جماعت کے ساتھ خدا کے حضور میں کھڑا ہوں۔ اس وقت میں دعا کرتا ہوں تو جماعت کا ایک ایک چہرہ میرے سامنے آجاتا ہے۔ اور میں سب کے لئے دعا کرتا ہوں۔ کہ اے اللہ تو ان کی ہمتوں کو بلند کر۔ ان کو دین کے لئے زیادہ سے زیادہ قربانیوں کی توفیق عطا فرما۔

ہم لوگ اپنی عمر کی آخری منزلوں میں ہیں۔ آئندہ کے لئے یہ سارا بار آپ پر آنے والا ہے۔ میں تو اپنی عمر کی اتنی منزلیں طے کر چکا ہوں کہ مجھے جب ایک برس مزید ملتا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ محض فضل ہے میرے پیارے ساتھی خواجہ کمال الدین مرحوم ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ مرحوم۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ مرحوم یہ سب باسٹھ باسٹھ تریسٹھ تریسٹھ سال کی عمر میں اپنے مولیٰ سے جا ملے ہیں۔ میں تریسٹھ سال کی عمر میں (۱۹۳۷ء) میں جب سخت بیمار ہوا تو بظاہر تو یہ پیغام آگے جانے کے لئے ہی تھا۔ خدا نے اپنی مصلحت سے خدمتِ دین کا کچھ اور کام کرنے کا موقع دے دیا۔"

حضرت مولانا محمد علیؒ نوجوانوں کے دلوں میں دین اور اشاعت قرآن کے لئے وہ درد اور تڑپ دیکھنا چاہتے تھے جو ان کی راتوں کی نیندوں کو مشکل کر دے اور وہ اُٹھ کر خدا کے آگے گر جائیں۔ یہی آپکے اپنے دل کی کیفیت تھی ۱۹۴۱ء میں کئی ایک خطبات میں آپ نے اس کا اظہار اس طرح فرمایا ہے:۔

"آنحضرت صلعم نے خود اپنے نمونے سے سمجھایا ہے کہ کس طرح آپ راتوں کو اُٹھتے اور تنہائی میں لمبے عرصے تک اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے تھے۔ وہ کیا اضطراب تھا آنحضرتؐ کے دل میں جو آپ کو یُوں بے چین رکھتا تھا۔ وہ اضطراب دلوں میں پیدا کرو۔ اس لئے راتوں کو اُٹھو اور خدا کے آگے روؤ۔ اور دلی درد کے ساتھ اس سے مدد مانگو۔ خوب یاد رکھو کہ آخر کار دین کامیاب ہوگا اور بڑائی رہ جائے گی کس کی؟ اللہ تعالیٰ کی۔ قرآن کی۔ محمد رسول اللہ کی۔ غلبہ تو یقیناً دین کا ہوگا۔ لیکن تمہارے دلوں میں اس کے لئے درد اور تڑپ ہونی چاہیئے....."

"یاد رکھو کہ بغیر رات کے اُٹھنے کے کوئی نماز کا حظ نہیں پا سکتا۔ تمہارے دلوں کے اندر وہ تڑپ ہونی چاہیئے کہ تمہاری راتوں کی نیند جاتی رہے۔ تمہارے گرم اور نرم بستر تمہیں اس درجہ نہ سلائیں کہ تم اُٹھ ہی نہ سکو۔ اگر اس وقت کہ دینِ اسلام تمہاری امداد کو چاہتا ہے۔ اس درد نے تمہیں بے چین نہیں کیا کہ تم اُٹھو اور خدا کے آگے روؤ۔ تو تم نے کچھ نہیں پایا۔ یہی ایک چیز ہے جس سے تم غلبہ پیدا کر سکتے ہو...... اُٹھو اور روؤ۔ اور خُدا سے مدد مانگو کہ وہ جلد دین کے غلبہ اور کامیابی کے دن لائے۔

جس دن جماعت کی یہ حالت ہو جائے کہ وہ راتوں کو اُٹھ کر خدا کے آگے گریں اور یہ دعا کریں کہ اے خُدا تو نے اس قرآن کو دنیا کی ربوبیت اور اس کی اصلاح اور امن قائم کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ اے خدا یہ دُنیا گمراہ ہو رہی ہے۔ اور امن سے دور جا رہی ہے۔ اے خدا تیرا وعدہ تھا کہ تو دینِ اسلام کو دنیا میں غالب کریگا تو وہ وقت لا۔ اور اس قرآن کے ذریعے سے دُنیا میں امن قائم کر۔ جس دن جماعت راتوں کو اُٹھ کر گریہ زاری کرے گی اُس دن کامیابی ہمارے قدموں میں ہوگی۔"

حضرت مولانا محمد علیؒ کے ان خطابات سے صاف ظاہر ہے کہ آپ اپنے مشن کی کامیابی اور اس کی سربلندی کے لئے اپنی جماعت کے نوجوانوں میں وہی تڑپ دیکھنا چاہتے تھے۔ جو ان میں خود موجود تھی۔ اور جس کے لئے انہوں نے اپنی ساری زندگی صرف کر دی۔

"سر آنکھوں پر آئیں قرآن سنائیں" — حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ

"۲۲ فروری ۱۹۱۴ء — اس روز طبیعت بہت بشاش تھی۔ مولوی محمد علی صاحب کے متعلق عرض کی گئی کہ قرآن شریف سنانے کے لئے حاضر ہوئے ہیں تو پنجابی میں فرمایا "سر آنکھوں پر آئیں۔ قرآن سنائیں۔ کوئی میرا دماغ تھکتا ہے۔" اپنے پلنگ کی طرف اشارہ کر کے مولوی محمد علی صاحب کو فرمایا "میرے پاس آجائیں۔ فرمایا۔ مجھ کو بڑا پیارا ہے۔"

— اور انہی دنوں میں ایک دن کا واقعہ ہے کہ مولانا محمد علی صاحب کو آنے میں کچھ دیر ہوگئی۔ مولانا نورالدین صاحب کی طبیعت بہت کمزور تھی لیکن اس حالتِ ضعف میں آپ نے فرمایا "میرے پیارے بیٹے کو بلاؤ میرے پیارے بیٹے کو بلاؤ۔" ڈائری ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم و مغفور

"یہ ایک حقیقت ہے اگر آج زمانہ اس سے آشنا نہیں تو ایک وقت آئے گا کہ اسے پتہ لگ جائے گا کہ یہ بزرگ قابلِ قدر نوجوان مولوی محمد علی ایم۔ اے ہیں جس نے اسلام کی حمایت اور اس کی صداقتوں کے اظہار کے لئے ریویو آف ریلیجنز کے ذریعہ اپنے قلم کا وہ سکہ ایشیا اور یورپ میں بٹھایا ہے کہ خود رسل دیب جیسے شخصوں اور ٹالسٹائے جیسے فلاسفروں نے تسلیم کیا ہے کہ اسلام کا وہ فلسفہ جو اس رسالے میں ظاہر کیا گیا ہے وہ دل کو اطمینان دینے والا ہے۔ یورپ و امریکہ میں رسالے کے مضامین نہایت دلچسپی سے پڑھے گئے ہیں۔ پھر یہ مضامین نہیں بلکہ ایسے اہم امور پر ہیں جن پر قلم اٹھانا ہر شخص کا کام نہیں۔ مثلاً دوزخ و بہشت۔ تعدد ازدواج۔ غلامی۔ جہاد۔ حفاظتِ قرآن۔ جمع احادیث وغیرہم ..... جناب مولوی صاحب کا نام میں نے اس لئے نہیں پیش کیا کہ مسلمانانِ ہند انہیں اس مقصد کے لئے منتخب کریں یا ان کو چندہ بھیجیں۔ ان کو نہ اس کی ضرورت ہے اور نہ ایسی خواہش کا پابند۔ وہ خدا تعالیٰ کے مامور کے تحت نہایت اخلاص اور جوش سے سالہا سال سے اسلام کی خدمت کر رہا ہے......"

جامع برلن کا ایک منظر

جامع سرینام (جنوبی امریکہ) کا ایک حسین منظر

الوارشد !

بیادِ امیرِ مرحوم

رہبرِ قوم تجھے راہگذر روئیں گے ؛ ایک دو بار نہیں شام و سحر روئیں گے

ہاتھ پھیلائیں گے تربت پہ تیری آ کے علوم

فاتحہ پڑھنے کو اتریں گے فرشتوں کے ہجوم

تجلیاں جس میں تھیں پوشیدہ وہ تحریر کہاں ؛ دل میں چپکے سے اتر جائے وہ تقریر کہاں

مشکلیں جس سے ہوں آساں وہ تدبیر کہاں ؛ جس سے ماحول درخشاں ہو وہ تنویر کہاں

تیرے شہ پاروں سے ڈھونڈیں گے ضیا شمس و قمر

ہاتھ پھیلائے گا تربت پہ تیری نورِ سحر

تشنگی دیں کے پیاسوں کی بجھانے والے ؛ نورِ فرقاں سے ہر اک دل کو جلانے والے

خوابِ مستی سے زمانہ کو جگانے والے ؛ قوم کو راہبرِ اقوام بنانے والے

ہم اگر ڈھونڈنے جائیں تو کہاں پر جائیں

رہنما قوم کو تجھ سے جو میسر آئیں

باغِ دیں میں تھا تیرے دم سے بہارِ گلفام ؛ مئے عرفان سے لبریز تھا ہر پھول کا جام

اکھڑا اکھڑا سا تھا ہر اک دشمنِ ایماں کا خرام ؛ دین کے قافلہ سالار تجھے میرا سلام

قوم زندہ ہے تو یہ زندہ دلی تیری ہے

یہ کرامت ہے جو اللہ کے ولی تیری ہے

الم ترکیف ضرب اللہ مثلاً کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ اصلھا ثابت وفرعھا فی السماء ۰ توتی اکلھا کل حین باذن ربھا ۰ قرآن کریم
حضرت مولانا محمد علی صاحب کی مایۂ ناز اسلامی تصانیف
شجرۃ الکتب

اشاعت خصوصی

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۵۲۲

تار کا پتہ: تبلیغ

پندرہ روزہ

پیغامِ صلح

لاہور

ٹیلی فون نمبر ۸۶۳۲۶۰ ۸۶۲۹۵۶
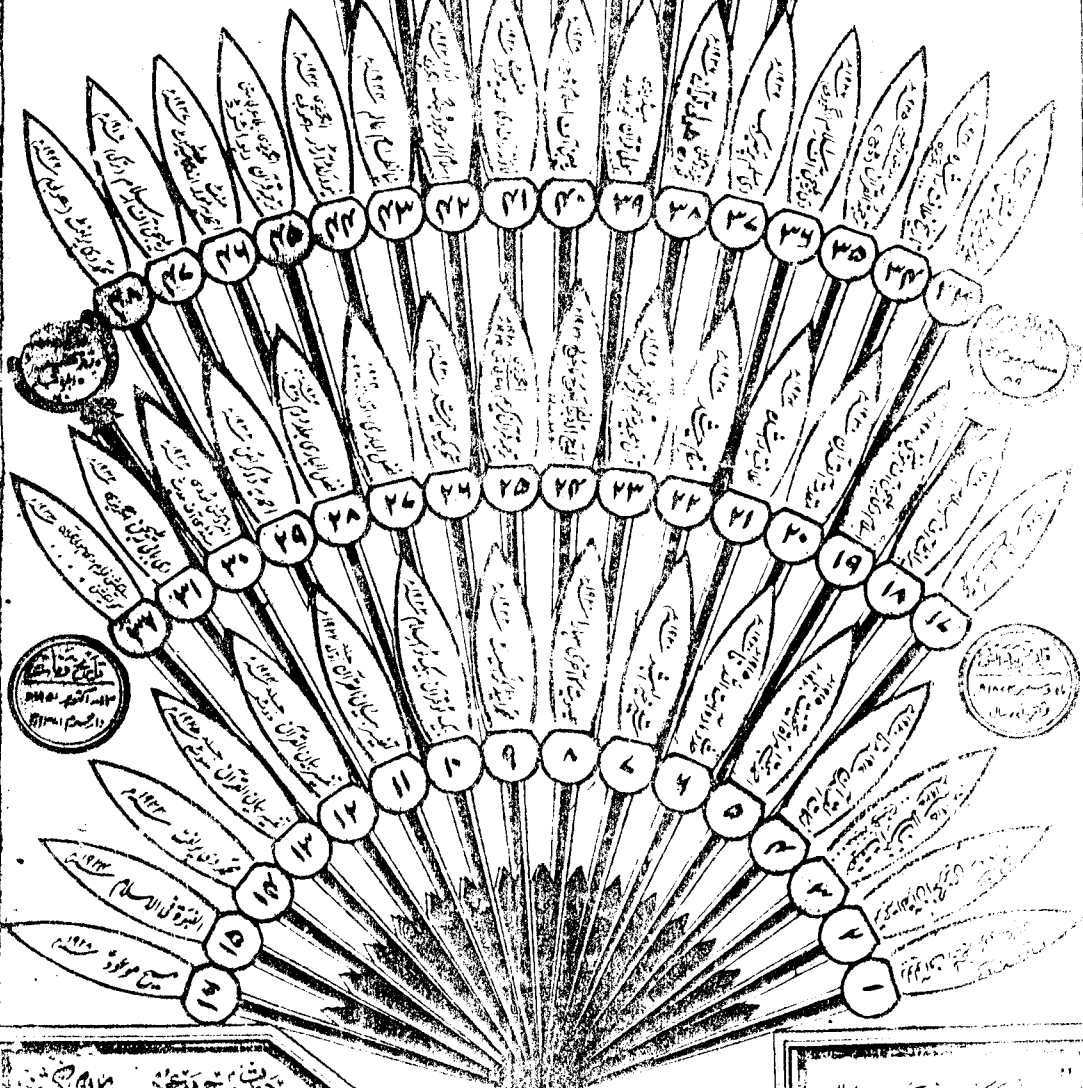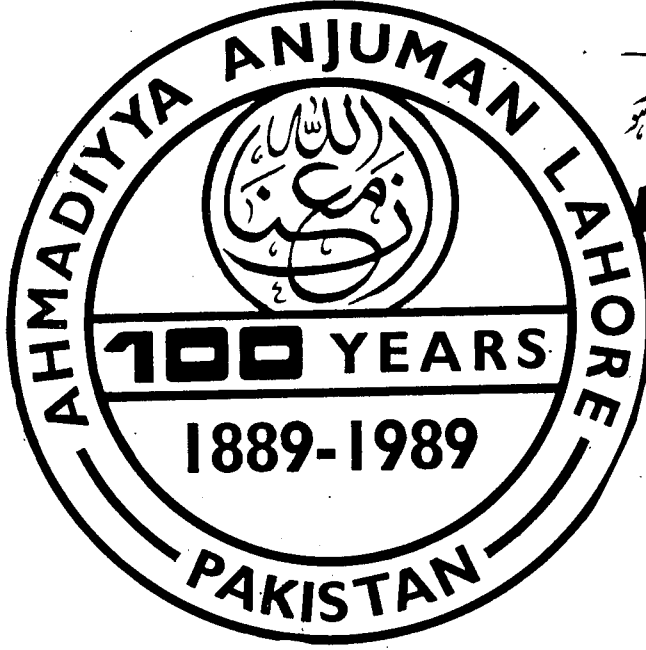
مدیر: ریاض احمد

جلد ۷۲ | تاریخ ۱۳ ربیع الاول ۱۴۱۰ھ — بمطابق ۱۵ اکتوبر ۱۹۸۹ء | شمارہ ۱۷

فخرِ کائنات، خاتم الانبیاء، احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور

نذرانۂ عقیدت

از حضرت مرزا غلام احمد قادیانی

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا ۔۔۔ نام اس کا ہے محمد دلبر مرا یہی ہے

سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر ۔۔۔ لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے

پردے جو تھے ہٹائے اندر کی راہ دکھائے ۔۔۔ دل یار سے ملائے وہ آشنا یہی ہے

وہ آج شاہِ دیں ہے وہ تاجِ مرسلیں ہے ۔۔۔ وہ طیب و امیں ہے اس کی ثنا یہی ہے

جو رازِ دیں تھے بھارے اس نے بتائے سارے ۔۔۔ دولت کا دینے والا فرماں روا یہی ہے

اس نور پہ فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں ۔۔۔ وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

وہ دلبرِ یگانہ علموں کا ہے خزانہ ۔۔۔ باقی ہے سب فسانہ سچ بے خطا یہی ہے

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں ۔۔۔ قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

اس دیں کی شان و شوکت یارب مجھے دکھا دے

سب جھوٹے دیں مٹا دے میری دعا یہی ہے

فی مدح النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی بانئے سلسلہ احمدیہ

یا قلبی اذکر احمدا ۔۔۔ عین الہدی مفنی العدا

اے میرے دل احمد کا ذکر کر ۔۔۔ وہ چشمۂ ہدایت اور دشمنوں کو فنا کرنے والا

برا کریما محسنا ۔۔۔ بحر العطایا والجدا

وہ بڑا مہربان کرم فرما اور محسن ہے ۔۔۔ وہ بخشش اور سخاوت کا سمندر ہے

بدر منیر زاہر ۔۔۔ فی کل وصف حمدا

چودھویں رات کا چاند نہایت نورانی اور روشن ۔۔۔ ہر وصف میں وہ قابل تعریف ہے

احسانہ یصبی القلو ۔۔۔ ب وحسنہ یروی الصدا

اس کا احسان عظیم قلوب انسانی کو مائل کرتا ہے ۔۔۔ اور اس کا حسن پیاس کو بجھاتا ہے

الظالمون بظلمہم ۔۔۔ قد کذبوہ تمردا

ظالموں نے اپنے ظلم و ستم سے ۔۔۔ اس کو جھٹلایا اور سرکشی اختیار کی

والحق لا یسع الوری ۔۔۔ انکارہ لما بدا

اور حق ایسی زبردست طاقت ہے کہ کوئی اس کے ۔۔۔ انکار کی طاقت نہیں رکھتا جب وہ ظاہر ہوتا ہے

اطلب نظیر کمالہ ۔۔۔ فستندمن متلددا

اس کے کمالات کی نظیر طلب کر کے دیکھ لے ۔۔۔ تو حیران سرگرداں ہو کر نادم ہوگا

ما ان رأینا مثلہ ۔۔۔ للنائمین مسہدا

ہم نے ایسا انسان جو سوتوں کو ۔۔۔ جگا دے اس جیسا کوئی نہیں دیکھا

نور من اللہ الذی ۔۔۔ احیی العلوم تجددا

وہ اللہ کی طرف سے ایک نور ہے ۔۔۔ اس نے علوم کو نئے پیرایہ میں زندہ کیا

المصطفی والمجتبی ۔۔۔ والمقتدی والمجتدی

وہ مصطفی اور مجتبی ہے ۔۔۔ وہ مقتدا ہے اور اس سے عطا طلب کی جاتی ہے

جمعت مرابیع الہدی ۔۔۔ فی وبلہ حین الندی

ہدایت کی بارشیں اس کی بارش میں اسکی ۔۔۔ سخاوت کے وقت اکٹھی کی گئی ہیں

پندرہ روزہ پیغام صلح —— لاہور —— مورخہ ۱۵ اکتوبر ۱۹۸۹ء

میلادُ النّبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تقریبِ سعید

میلادُ النّبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریبِ سعید پر لوگوں کی طرف سے جن جذباتِ عقیدت و خلوص کا اظہار ہر سال کیا جاتا ہے اور امسال بھی لاہور اور پاکستان کے دوسرے شہروں میں جس شان و شوکت کے ساتھ یہ دن منایا گیا وہ ہر طرح قابلِ تحسین اور لائق مبارک باد ہے، اس سے ظاہر ہے کہ عام لوگوں کے دلوں میں اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عقیدت و محبت کے بے پناہ جذبات موجزن اور جاگزین ہیں، اور کیوں نہ ہوں یہ وہ بزرگ ترین ہستی ہیں۔ جس کی بلندیٔ شان کی کوئی انتہا نہیں، اس کے کارنامے، اس کے نظریات و تعلیمات مخلوقِ خدا کے ساتھ ہمدردی و شفقت اور ایک گناہوں سے لتھڑی ہوئی دنیا کو ہر قسم کی بدیوں اور برائیوں سے پاک کر کے اور شرک و بت پرستی سے چھڑا کر خدائے واحد کے آستانہ پر جھکا دینا اور مخلوق پرستی سے نکال کر خدا پرست بنا دینا اور خدا کے ساتھ ایسا تعلق لگا دینا کہ انسانوں کے اعمال و کردار سے خدائی صفات جلوہ گر ہو گئیں یہ نسلی و لونی اختلافات کو مٹا کر ایک قوم اور ایک برادری بنا دینا، غلاموں اور عورتوں کو وہ حقوق دینا جو دنیا کے کسی مذہب اور قوم میں نہیں پائے جاتے، یہ وہ چیزیں ہیں جو اس پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی دوسرے مذہبی پیشوا کسی بڑے سے بڑے لیڈر اور رہنما سے ظہور پذیر نہیں ہوئیں۔

جس ایک مخلوق افتراق و انتشار، بدکاریوں اور بد راہیوں کی وجہ سے ذلت و ادبار کے انتہائی گڑھے میں گری ہوئی تھی، اس پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اٹھا کر اوجِ کمال پر پہنچا دیا، اور صرف تیئس سال کے عرصہ میں عرب کی ذلیل ترین دنیا کو قیصر و کسریٰ کے تخت کا وارث بنا دیا جس پر فردوسی شاعر حیرت زدہ ہو کر کہتا ہے۔

زشیرِ شتر خوردن و سوسمار ÷ عرب را بجائے رسید است کار

کہ تختِ کیاں را کنند آرزو ÷ تفو بر تو اے چرخِ گردوں تفو

فردوسی ہی نہیں، دنیا کے دوسرے بڑے بڑے مدبرین، مؤرخ اور فلسفی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کارنامہ پر حیرت زدہ ہو کر یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہیں کہ دنیا کے تمام رہنماؤں میں سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کامیاب ترین انسان ہیں۔

ایک طرف انسانوں کے ساتھ یہ تعلق اور دوسری طرف قربِ الٰہی کا وہ مقام کہ فکان **قاب قوسین او ادنیٰ** کا بلند ترین مرتبہ آپ کو حاصل ہوا، اس شان اور مرتبہ کا انسان جس قوم کا رہنما ہو وہ جس قدر فخر کرے اور اس کے یوم پیدائش پر جس قدر خوشیاں منائے کم ہے۔

لیکن ہر چیز کا جہاں ظاہر ہے وہاں باطن بھی ہے اور جو قوم صرف ظاہر پر انحصار کئے اور باطن کی طرف توجہ نہ دے اس کے ظاہری اعمال کوئی فائدہ نہیں دے سکتے، حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی غرض دنیا کے باطن کو درست کرنا تھا، آپ نے تزکیہ نفوس کا جو کام کیا، اس کی تاریخ میں نظیر نہیں ملتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار نیک عملی اور حسن کردار کی طرف توجہ دلائی۔ اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نصیحت کی کہ یہ نہ سمجھنا کہ میں رسول کی بیٹی ہونے کی وجہ سے چھوٹ جاؤں گی، **اعملی اعملی** عمل کرو عمل کرو کہ اس کے بغیر نجات حاصل نہیں ہو سکتی، یہی نصیحت آپ نے اپنی پھوپھی کو کی، آپ کی ازواجِ مطہرات کو حکم ہوتا ہے کہ اگر تم سے کوئی بری حرکت سرزد ہوئی تو تمہارے لئے دوگنی سزا ہے، جب آپ کے عزیز ترین رشتہ داروں کا یہ حال ہے تو کسی دوسرے کی کیا مجال کہ نیک اعمال کے بغیر نجات کی توقع کر سکے۔ یا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی متبع کہلا سکے۔ وہ پیر اور مشائخ جو اپنے مریدوں کو یہ سکھاتے ہیں کہ ہمارا دامن پکڑ کر تم نجات پا جاؤ گے اور وہ نعت خواں اور یوم میلاد پر ظاہری شان و شوکت میں حصہ لینے والے مسلمان جو یہ خیال کر بیٹھے ہیں کہ محض ان کی نعت خوانی اور ظاہری عقیدتمندی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کو خوش کرنے کا موجب ہو گی انہیں خیال کرنا چاہیئے کہ جب

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ○

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

آپ صلعم کی اولاد و ازواج رض نیک عمل کے بغیر نجات نہیں پا سکتیں تو کسی دوسرے کا کیا حال، یہی وجہ ہے کہ قرونِ اولیٰ میں یوم میلاد کی تقریب منانے کا کوئی نشان نظر نہیں آتا۔ ان لوگوں کے نزدیک اتباعِ رسول ہی سب سے بڑا فرض سمجھا جاتا تھا، جس کو انہوں نے اپنے پاکیزہ اعمال اور باطنی پاکیزگی کے ذریعہ سے پورا کر دیا۔ قرآن کریم کا ارشاد من یطع الرسول فقد اطاع اللہ ان کا وظیفہ عمل تھا، اور قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ کی آیہ کریمہ ہمیشہ ان کے پیش نظر رہتی تھی، اور وہ اتباعِ رسول کے ذریعہ خدا اور رسول کے محبوب بن گئے۔ افسوس ہے کہ آج ان بزرگوں کے طریق عمل کو چھوڑ کر صرف ظاہری نمائش اور رنگا رنگ پروگراموں اور جلسوں اور جلوسوں کو ہی سب کچھ سمجھ لیا اور باطنی طہارت اور نیک عملی سے ایسے کنارہ کش ہو چکے ہیں کہ گویا اس کی ضرورت ہی ہمارے نزدیک باقی نہیں رہی، یہی وجہ ہے کہ اس تمام نمائش کے باوجود اور ایسے عظیم الشان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت ہونے کے باوصف آج دنیا کی نظروں سے گر چکے ہیں اور وہ عزت و وقار جو قرونِ اولیٰ کے بزرگوں کو اقوامِ عالم میں حاصل تھا۔ وہ نصیبوں میں نہیں بلکہ ہم اپنے اعمال سے رسول کریم صلعم کو بدنام کر رہے ہیں، اس سے بڑھ کر افسوسناک بات اور کیا ہو سکتی ہے۔

ضرورت ہے کہ یوم میلاد کی تقریبات کے ساتھ ساتھ اپنے اعمال کو بھی سنوارنے کی کوشش کریں اور اپنے کردار سے ثابت کریں کہ ظاہری نمود و نمائش اس پاک باطنی کا نتیجہ ہے جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اتباع سے ہم نے حاصل کی ہے۔ ہمارے نیک اعمال اور غیروں کو متاثر کرنے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و عظمت کو پھیلانے کا موجب ہوں، یہ وہ سچی عقیدتمندی ہے جو یوم میلاد کو زیادہ پُرکشش بنانے اور ہادیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کو خوش کرنے کا موجب ہو سکتی ہے۔

کاش ہمارے مسلمان بھائی ظاہری نمود و نمائش سے بڑھ کر اس حقیقت کی طرف توجہ کریں کہ اس کے بغیر کوئی عقیدتمندی کسی کام نہیں آ سکتی۔

ارشاداتِ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

بھائیو اور بہنو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

میں اس وقت ایبٹ آباد سے جہاں میں دو تین ہفتوں سے قیام پذیر ہوں آپ سے مخاطب ہوں مجھے یہ جان کر بے انتہا دلی مسرت ہوئی ہے کہ ہم ایک طویل عرصہ کے بعد "پیغام صلح" کا "خاتم النبیین نمبر" آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اللہ کرے اس سلسلہ میں ہماری گذشتہ محرومیوں کا ازالہ ہو جائے اور ہم خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور اپنی ایسی عقیدت اور محبت کا اظہار کر کے اس کا حق ادا کر سکیں جس سے اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو جائے۔ یہ نمبر شائع کرنے میں دراصل اسی کی رضا اور خوشنودی ہمارے مدنظر ہونی چاہیئے۔

حضورؐ کو رحمۃ للعالمین کا لقب کسی انسان کا دیا ہوا نہیں بلکہ سورۃ الانبیاء میں اللہ تعالےٰ نے خود آپؐ کی بعثت کی غرض بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے " وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین یعنی ہم نے تجھے تمام قوموں کے لئے جو اس زمین پر اس وقت آباد ہیں یا آئندہ آباد ہوتی رہیں گی رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ کسی قدر یہی مفہوم سورۃ الاعراف کے ان الفاظ میں بھی پایا جاتا ہے جہاں اللہ تعالےٰ کی طرف سے آپؐ کو یہ ارشاد ہوتا ہے۔ قل یاایھا الناس انی رسول اللّٰہ الیکم جمیعا۔ کہہ دے اے روئے زمین پر آباد نسل انسانی مجھے اللہ تعالیٰ نے تم سب کی طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے۔

قرآن کریم کے یہ الفاظ اس پر گواہ ہیں کہ آپؐ سے پہلے گذر جانے والے رسولوں کی طرح آپ کا پیغام کسی خاص ملک، قوم، اور جماعت کے لئے مختص نہیں بلکہ قیامت تک آنے والی تمام قوموں اور نسلوں کے لئے وہ جہاں کہیں بھی آباد ہوں ہدایت اور رہنمائی کا کام دے گا اور اسی پر عمل کرنے میں زندگی کے ہر شعبہ میں انسان کی انفرادی اور اجتماعی فلاح کا سامان اور ضمانت موجود ہے۔

آپؐ کی بعثت کے وقت دنیا کی حالت پر نظر ڈالنے سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ خشکی اور تری میں ہر طرف فتنہ اور فساد کا دور دورہ تھا۔ آپؐ کے رحمۃ للعالمین ہونے کی غرض وغایت ہی یہ تھی کہ آپؐ فتنہ وفساد۔ رنگ ونسل، ذات پات، لسانی اور علاقائی تعصبات میں مبتلا دنیا سے ظلم وستم اور شرک کو ختم کر کے اسے سب کے لئے امن وسکون کا گہوارہ بنا دیں۔ اسی لئے آپ نے تمام قوموں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ آؤ ہم ان تمام بتوں کو توڑ کر اس ایک بات پر جو تمہارے اور ہمارے درمیان مشترک ہے اکٹھے ہو جائیں کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ کریں اور نہ اپنے میں سے کسی کو اللہ کے سوا اپنا رب بنائیں۔ کیونکہ اللہ ہی جو سب کا خالق اور مالک ہے ایک نقطۂ اتحاد اور یکجہتی ہے جس کے ساتھ تعلق پیدا کرنے سے تمام تفرقات، نفرتیں اور عداوتیں مٹ جائیں گی اور انسانوں کے درمیان محبت، ہمدردی، صلح اور امن کی فضا پیدا ہو جائیگی انسان کے ہاتھوں انسان کا استحصال ختم ہو جائے گا اور خدا کی یہ زمین راحت اور سکون کا مقام بن جائے گی اور اس طرح انسان کی تخلیق کا حقیقی مقصد پورا ہو جائے گا۔

یہ کوئی افسانہ اور کہانی نہیں بلکہ تاریخی واقعہ ہے کہ آپؐ کی بعثت کے بعد ۲۳ سال کے مختصر سے عرصے میں:

"لاکھوں مردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے۔ اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے۔ اور آنکھوں کے اندھے بینا ہو گئے۔ اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے اور دنیا میں یک دفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا۔" (برکات الدعا)

اس انقلاب پر مغرب کے مفکرین بھی حیران ہیں کہ یہ معجزہ کیسے ممکن ہوا۔ یہ اسی رحمۃ للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم کے ابدی پیغام کی جو آج ہمارے سامنے قرآن کریم کی صورت میں موجود ہے روحانی اور آپؐ کے اسوۂ حسنہ اور خلق عظیم کی تاثیرات تھیں جن کی بدولت یہ حیران کن انقلاب برپا ہوا۔ آج بھی خدا کی راہ سے بھٹکی ہوئی دنیا اس پیغام کی طرف واپس آجائے تو نسل انسانی جو تباہی کے ایک خوفناک دہانے پر کھڑی ہے آگ کے گڑھے میں گرنے سے بچ جائے۔

قرآن کریم ہی وہ نسخہ کیمیا ہے جو انسان کی تمام روحانی بیماریوں کے لئے شفا کا کام دے سکتا ہے۔ وننزل من القرآن ما ھو شفآءٌ ورحمۃٌ للمؤمنین ولا یزید الظٰلمین الا خسارا ہم قرآن سے وہ کچھ اتارتے ہیں جو مومنوں کے لئے شفا اور رحمت ہے اور ظالموں کو یہ صرف نقصان میں بڑھاتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رحمۃ للعالمین ہونے کا یہ سب سے بڑا اور ناقابل تردید ثبوت ہے کہ آپؐ قرآن کریم لائے جو بجائے خود ایک رحمت ہے۔ جو کوئی اس پر عمل کرے گا شفا پا جائے گا اور جو اس سے روگردانی کرے گا وہ ظالم اور محروم رہے گا۔ خواہ وہ اس کے ماننے والے ہی کیوں نہ ہوں۔

جن اقوام عالم نے اس کے ان اصولوں کو جو دنیا کی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں غیر محسوس طور پر اپنا لیا ہے وہ ترقی کی منزلیں طے کرتی ہوئی ستاروں پر کمندیں ڈال رہی ہیں اور جن لوگوں نے رحمۃ للعالمینؐ کی کامل پیروی میں ان اصولوں پر وفاداری کے ساتھ عمل کیا ہے جو روحانی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں، وہ صدیقوں، شہیدوں، مجددین، محدثین، اولیاء اور صلحا کے مقامات کو پا گئے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے اپنا انعام کیا۔ اللہ تعالےٰ کے نزدیک یہی حقیقی زندگی ہے۔ اس کی جناب میں مادی زندگی کی کوئی حیثیت نہیں۔ اس حقیقی روحانی زندگی کے حصول کے متعلق مجدد زماں نے فرمایا تھا ؎

زندگی بخش جام احمدؐ ہے

کیا پیارا یہ نام احمدؐ ہے

یہ زندگی بخشنے والا جام احمدؐ یہی قرآن ہے۔ عینا یشرب بھا عباد اللّٰہ یفجرونھا تفجیرا جس سے اللہ کے بندے خود بھی پیتے ہیں اور پھر دوسرے انسانوں کے مردہ دلوں کی سیرابی کے لئے اسے چیر کر بہا نکالتے ہیں۔

ایں چشمہ رواں کہ بخلق خدا دہم

یک قطرۂ ز بحر کمال محمدؐ است

یہ بہتا ہوا معارف قرآنی کا چشمہ جو میں خلق خدا کو دیتا ہوں یہ رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کے سمندر میں سے صرف ایک قطرہ ہے۔ رحمت للعالمینؐ کے روحانی فیوض اور برکات کی کوئی انتہا نہیں۔

امام وقت کی طرف سے ہمیں بھی یہی حکم دیا گیا ہے کہ آپؐ کے فیوض وبرکات کو عام کرنے کے لئے خود بھی اس چشمہ سے سیر ہو کر پیو اور دوسروں کی پیاس بھی اس سے بجھاؤ تاکہ وہ بھی اس کے ذریعے شفا پا جائیں۔ اسی طرح ہم رحمۃ للعالمینؐ کے حضور صحیح معنوں میں نذرانۂ عقیدت پیش کر سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو اس کی توفیق عطا فرمائے اور اس راہ میں فی الوقت جو رکاوٹیں ہمارے سامنے کھڑی ہیں انہیں اپنے فضل سے دور کر دے تاکہ حضرت صاحب کی وصیت کے مطابق ہم قرآن کریم کی روشنی کو دنیا میں پھیلا سکیں۔

والسلام

(سعید احمد)

***

(مجدد زماں)

محمد است امام و چراغ ہر دو جہاں + محمد است فروزندۂ زمین و زماں
خدا نگویمش از ترس حق مگر بخدا + خدا نما است وجودش برائے عالمیاں

پس میں ہمیشہ تعجب کی نگہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے (ہزار ہزار درود و سلام اس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے اسکے مقام کا انتہاء معلوم نہیں ہو سکتا اور اسکی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اسکے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اسکو دنیا میں لایا اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع انسان کی ہمدردی میں اسکی جان گداز ہوئی اسلئے خدا نے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا اسکو تمام انبیاء اور تمام اولین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اسکی مرادیں اسکی زندگی میں اسکو دیں۔ وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اسکے کسی فضیلت کا دعوٰی کرتا ہے وہ انسان نہیں ذریت شیطان ہے کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کنجی اسکو دی گئی ہے اور ہر ایک معرفت کا خزانہ عطا کیا گیا ہے۔ جو اس کے ذریعے نہیں پاتا وہ محروم ازلی ہے ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے ہم کافر نعمت ہونگے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحید حقیقی ہم نے اسی نبیؐ کے ذریعہ سے پائی اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اس کامل نبیؐ کے ذریعہ سے اور اس کے نور سے ملی اور خدا کے مکالمات و مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اس کا چہرہ دیکھتے ہیں اسی بزرگ نبیؐ کے ذریعہ سے ہمیں میسر آیا ہے ---

حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۶

سب انبیاء سے بڑھ کر، سب سے افضل اعلیٰ اکمل، ارفع، اجلیٰ اور اصفیٰ ہیں (مجدد زماں)

چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی پاک باطنی وانشراح صدری وعصمت وحیا وصدق وصفا وتوکل ووفا اور عشق الٰہی کے تمام لوازم میں سب انبیاء سے بڑھکر اور سب سے افضل و اعلیٰ و اکمل و ارفع و اجلیٰ و اصفیٰ تھے اس لئے خدائے جلشانہ نے ان کو عطر کمالات خاصہ سے سب سے زیادہ معطر کیا اور وہ سینہ اور دل جو تمام اولین و آخرین کے سینہ و دل سے فراخ تر و پاک تر و معصوم تر و روشن تر و عاشق تر تھا وہ اسی لائق ٹھہرا کہ اس پر ایسی وحی نازل ہو کہ جو تمام اولین و آخرین کی وحیوں سے اقوی و اکمل و اتم ہو کر صفات الٰہیہ کے دکھانے کے لئے ایک نہایت صاف اور کشادہ اور وسیع آئینہ ہو۔ سو یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف ایسے کمالات عالیہ رکھتا ہے جو اس کی تیز شعاعوں اور تیز کرنوں کے آگے تمام صحف سابقہ کی چمک کالعدم ہو رہی ہے کوئی ذہن ایسی صداقت نکال نہیں سکتا جو پہلے ہی سے اس میں درج نہ ہو کوئی فکر ایسی برہان عقلی پیش نہیں کر سکتا جو پہلے ہی سے اس نے پیش نہ کی ہو کوئی تقریر ایسے قوی اثر کو دل پر ڈال نہیں سکتی جیسے قوی اور پر شوکت اثر لاکھوں دلوں پر وہ ڈالتا آیا ہے۔ وہ بلاشبہ صفات کاملہ حق تعالیٰ کا ایک نہایت مصفّٰی آئینہ ہے جس میں وہ سب کچھ ملتا ہے جو ایک سالک کو مدارج عالیہ تک پہنچنے کیلئے درکار ہے

سرمہ چشم آریہ صفحہ ۱۸ حاشیہ

پاک محمد مصطفیٰ نبیوں کا سردار

محمدؐ است امام چراغ ہر دو جہاں + محمدؐ است فرزندۂ زمین و زماں
خدا نگویمش از ترس حق مگر بخدا + خدا نما است وجودش برائے عالمیاں

بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم + گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

در شانِ سرورِ کونین، سیّد الثقلین محمدؐ مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلے اللہ علیہ وسلم

از: حضرت مرزا غلام احمد مجدد صد چہاردہم

ہم یقیناً جانتے ہیں کہ خدا تعالےٰ کا سب سے بڑا نبی اور سب سے پیارا جناب محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہے کیونکہ دُوسرے نبیوں کی اُمتیں ایک تاریکی میں پڑی ہوئی ہیں اور صرف گذشتہ قصے اور کہانیاں ان کے پاس ہیں مگر یہ اُمت ہمیشہ خدا تعالےٰ سے تازہ بتازہ نشان پاتی ہے لہٰذا اس امت میں ایسے عارف پائے جاتے ہیں جو خدا تعالیٰ پر اس درجہ کا یقین رکھتے ہیں کہ گویا اس کو دیکھتے ہیں اور دُوسری قوموں کا خدا تعالیٰ کی نسبت یہ یقین نہیں۔ لہٰذا ہماری رُوح سے یہ گواہی نکلتی ہے کہ سچا اور صحیح مذہب صرف اسلام ہے۔ ہم نے حضرت عیسٰیؑ کا کچھ نہیں دیکھا۔ اگر قرآن شریف گواہی نہ دیتا تو ہمارے لئے ہر ایک محقق کے لئے ممکن نہ تھا کہ ان کو سچا نبی سمجھتا کیونکہ جب کسی مذہب میں صرف قصے اور کہانیاں رہ جاتی ہیں تو اس مذہب کے بانی یا مقتدا کی سچائی صرف ان قصّوں پر نظر کر کے تحقیقی طور پر ثابت نہیں ہو سکتی۔ وجہ یہ کہ صدہا برس کے گذشتہ قصے کذب کا بھی احتمال رکھتے ہیں۔ بلکہ زیادہ تر احتمال ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ دنیا میں جھوٹ زیادہ ہے۔ پھر کیونکر دلی یقین سے ان قصّوں کو واقعاتِ صحیحہ مان لیا جائے۔ لیکن ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلّم کے معجزات صرف قصّوں کے رنگ میں نہیں ہیں بلکہ ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کی پیروی کر کے خود ان نشانوں کو پا لیتے ہیں۔ لہٰذا معائنہ اور مشاہدہ کی برکت سے ہم حق الیقین تک پہنچ جاتے ہیں۔ سو اس کامل اور مقدس نبی کی کس قدر شان بزرگ ہے جس کی نبوت ہمیشہ طالبوں کو تازہ ثبوت دکھلاتی رہتی ہے۔ اور ہم متواتر نشانوں کی برکت سے اس کمال کے مراتب عالیہ تک پہنچ جاتے ہیں کہ گویا خدا تعالےٰ کو ہم آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں۔ پس مذہب اسے کہتے ہیں اور سچا نبی اس کا نام ہے جس کی سچائی ہمیشہ تازہ بہار نظر آئے محض قصوں پر جن میں ہزاروں طرح کی کمی بیشی کا امکان ہے بھروسہ کر لینا عقلمندوں کا کام نہیں ہے۔ دُنیا میں صدہا لوگ خُدا بنائے گئے اور صدہا پُرانے افسانوں کے ذریعہ سے کراماتی کر کے مانے جاتے ہیں مگر اصل بات یہ ہے کہ سچا کراماتی وہی ہے جس کی کرامات کا دریا کبھی خشک نہ ہو۔ سو وہ شخص ہمارے سید و مولیٰ نبی صلے اللہ علیہ وسلّم ہیں — — — — — —

— — — — — — — —

— — — — — — دیکھو آسمان سے نشان ظاہر ہو رہے ہیں اور طرح طرح کے خوارق ظہور میں آ رہے ہیں۔ اور ہر ایک حق کا طالب ہمارے پاس رہ کر نشانوں کو دیکھ سکتا ہے۔ گو وہ عیسائی ہو یا یہودی یا آریہ۔ یہ سب برکات ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ہیں۔

محمدؐ است امام و چراغ ہر دو جہاں + محمدؐ است فروزندۂ زمین و زماں
خُدا نگویمش از ترسِ حق مگر بخُدا + خُدا نما ست وجودش برائے عالمیاں

(کتاب البریہ)

" اس مقدس نبی کے وعظ اور تعلیم نے ہزاروں مُردوں میں توحید کی رُوح پھونک دی اور دُنیا سے کوچ نہ کیا جب تک ہزاروں انسانوں کو موحد نہ بنا لیا۔ وہ خُدا ماننے کیلئے پیش کیا جس کو قانونِ قدرت پیش کر رہا ہے۔ زُہد اور تقویٰ اور عبادت اور محبّت الٰہی کی نصیحت کی اور ہزارہا آسمانی نشان دکھلائے جو اَب تک ظہور میں آ رہے ہیں۔" (کتاب البریہ)

" اور ہم یقینی اور قطعی طور پر ہر ایک طالب حق کو ثبوت دے سکتے ہیں کہ ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے آج تک ہر ایک صدی میں ایسے با خدا لوگ ہوتے ہیں جن کے ذریعہ سے اللہ تعالےٰ غیر قوموں کو آسمانی نشان دکھلا کر ان کو ہدایت دیتا رہا ہے جیسا کہ سید عبد القادر جیلانیؒ اور ابو الحسن خرقانیؒ اور ابو یزید بسطامیؒ اور جنید بغدادیؒ اور محی الدینؒ ابن العربی اور ذوالنون مصریؒ اور معین الدینؒ چشتی اجمیری اور قطب الدین بختیار کاکیؒ اور فرید الدینؒ پاک پٹنی اور نظام الدینؒ دہلوی اور شاہ ولی اللہ دہلوی اور شیخ احمد سرہندی رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ اسلام میں گذرے ہیں اور ان لوگوں کا ہزارہا تک عدد پہنچا ہے۔ اور اس قدر ان لوگوں کے خوارق علماء اور فضلا کی کتابوں میں منقول ہیں کہ ایک متعصب کو باوجود سخت تعصب کے آخر ماننا پڑتا ہے کہ یہ لوگ صاحب خوارق و کرامات تھے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ میں نے نہایت صحیح تحقیقات سے دریافت کیا ہے کہ جہاں تک بنی آدم کے سلسلہ کا پتہ لگتا ہے سب پر غور کرنے سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ جس قدر اسلام میں اسلام کی تائید میں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سچائی کی گواہی میں آسمانی نشان بذریعہ اس امت کے اولیاء کے ظاہر ہوئے اور ہو رہے ہیں اُن کی نظیر دُوسرے مذاہب میں ہرگز نہیں۔ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس کی ترقی آسمانی نشانوں کے ذریعہ سے ہمیشہ ہوتی رہی ہے اور اس کے بے شمار انوار و برکات نے خُدا تعالےٰ کو قریب کر کے دکھلا دیا ہے۔"

(کتاب البریہ)

" بات یہ ہے کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلّم تمام انبیاء کے نام اپنے اندر جمع رکھتے ہیں کیونکہ وہ وجود پاک جامع کمالات متفرقہ ہے۔ پس وہ موسٰیؑ بھی ہے اور عیسٰیؑ بھی۔ اور آدمؑ بھی اور ابراہیمؑ بھی۔ اور یوسفؑ بھی اور یعقوبؑ بھی۔ اسی کی طرف اللہ جلّشانہٗ اشارہ فرماتا ہے فبھدیٰھم اقتدہ یعنی اے رسولؐ اللہ تو ان تمام ہدایات کو اپنے اندر جمع کر لے۔ جو ہر ایک نبی خاص طور پر اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ پس اس سے ثابت ہے کہ تمام انبیاء کی شانیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کی ذات میں شامل تھیں اور درحقیقت محمدؐ کا نام صلے اللہ علیہ وسلّم اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے کیونکہ محمدؐ کے یہ معنی ہیں کہ نہایت تعریف کیا گیا۔ اور غایت درجہ کی تعریف تب ہی متصور ہو سکتی ہے کہ جب انبیاء کے تمام کمالات متفرقہ اور صفاتِ خاصہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم میں جمع ہوں۔ چنانچہ قرآن کریم کی بہت سی آیتیں جن کا اس وقت لکھنا موجب طوالت ہے اسی پر دلالت کرتی بلکہ بصراحت بتلاتی ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کی ذات پاک باعتبار اپنی صفات اور کمالات کے مجموعہ انبیاء تھی۔ اور ہر ایک نبی نے اپنے وجود کے ساتھ مناسبت پا کر یہی خیال کیا کہ میرے نام پر وہ آنے والا ہے۔ اور قرآن کریم ایک جگہ فرماتا ہے کہ سب سے زیادہ ابراہیمؑ سے مناسبت

رکھنے والا بنی ہے اور بخاری میں ایک حدیث ہے جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری مسیح سے بشدت مناسبت ہے اور اس کے وجود سے میرا وجود ملا ہوا ہے پس اس حدیث میں حضرت مسیح کے اس فقرہ کی تصدیق ہے کہ وہ نبی میرے نام پر آئے گا۔ سو ایسا ہی ہوا کہ ہمارا مسیح صلے اللہ علیہ وسلم جب آیا تو اس نے مسیح ناصری کے ناکام کاموں کو پورا کیا اور اس کی صداقت کے لئے گواہی دی اور ان تہمتوں سے اس کو بری قرار دیا جو یہود اور نصاریٰ نے اس پر لگائی تھیں اور مسیح کی روح کو خوشی پہنچائی۔ یہ مسیح ناصری کی روحانیت کا پہلا جوش تھا جو ہمارے سید ہمارے مسیح خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے اپنی مراد کو پہنچا فالحمد للہ " (آئینہ کمالات اسلام)

"وہ خدا جس کو کسی نے کبھی نہیں دیکھا اس پر یقین لانے کے لئے بہت گواہوں اور زبردست شہادتوں کی ضرورت ہے جیسا کہ دو آیتیں قرآن شریف کی اس واقعہ پر گواہ ہیں اور وہ یہ ہیں:۔

(۱) وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر

(۲) وکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید

یعنی کوئی قوم نہیں جس میں ڈرانے والا نبی نہیں بھیجا گیا یہ اس لئے کہ تا ہر ایک قوم میں ایک گواہ ہو کہ خدا موجود ہے۔ اور وہ اپنے نبی دنیا میں بھیجا کرتا ہے۔ اور پھر جب ان قوموں میں ایک مدت دراز گذرنے کے بعد باہمی تعلقات پیدا ہونے شروع ہو گئے اور ایک ملک کا دوسرے ملک سے تعارف اور شناسائی اور آمد و رفت کا کسی قدر دروازہ بھی کھل گیا اور دنیا میں مخلوق پرستی اور ہر ایک قسم کا گناہ بھی انتہا کو پہنچ گیا۔ تب خدا تعالے نے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سیدنا حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں بھیجا تا بذریعہ اس تعلیم قرآنی کے جو تمام عالم کی طبائع کے لئے مشترک ہے دنیا کی تمام متفرق قوموں کو ایک قوم کی طرح بنا دے اور جیسا کہ وہ وحدہ لا شریک ہے ان میں بھی ایک وحدت پیدا کرے اور تا وہ سب مل کر ایک وجود کی طرح اپنے خدا کو یاد کریں اور اس کی وحدانیت کی گواہی دیں اور تا پہلی وحدت قومی جو ابتدائے آفرینش میں ہوئی اور آخری وحدت اقوامی جس میں بنیاد آخری زمانہ میں ڈالی گئی یعنی جس کا خدا نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کے وقت میں ارادہ فرمایا یہ دونوں قسم کی وحدتیں خدائے واحد لاشریک کے وجود اور اس کی وحدانیت پر دوہری شہادت ہو کیونکہ وہ واحد ہے اس لئے اپنے تمام نظام جسمانی اور روحانی میں وحدت کو دوست رکھتا ہے۔ اور چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا زمانہ قیامت تک ممتد ہے اور آپؐ خاتم الانبیاء ہیں اس لئے خدا نے یہ نہ چاہا کہ وحدت اقوامی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی کمال تک پہنچ جائے کیونکہ یہ صورت آپؐ کے زمانہ کے خاتمہ پر دلالت کرتی تھی۔ یعنی شبہ گذرتا تھا کہ آپؐ کا زمانہ وہیں تک ختم ہو گیا۔ کیونکہ جو آخری کام آپؐ کا تھا وہ اسی زمانہ میں انجام تک پہنچ گیا۔ اس لئے خدا نے تکمیل اس فعل کی جو تمام قومیں ایک قوم کی طرح بن جائیں اور ایک ہی مذہب پر ہو جائیں زمانہ محمدیؐ کے آخری حصہ میں ڈال دی جو قرب قیامت کا زمانہ ہے۔" (چشمۂ معرفت)

"دنیا میں کروڑہا ایسے پاک فطرت گذرے ہیں اور آگے بھی ہونگے لیکن ہم نے سب سے بہتر اور سب سے اعلیٰ اور سب سے خوب تر اس مردِ خدا کو پایا ہے جس کا نام ہے محمد صلے اللہ علیہ وسلم۔ ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبیؐ یا ایھا الذین اٰمنوا صلّوا علیہ وسلّموا تسلیماً

ان قوموں کے بزرگوں کا ذکر تو جانے دو جن کا حال تفصیل سے قرآن شریف میں بیان نہیں کیا گیا۔ صرف ہم ان نبیوں کی نسبت اپنی رائے ظاہر کرتے ہیں جن کا ذکر قرآن شریف میں ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ۔ حضرت داؤد۔ حضرت عیسٰے علیہم السلام اور دوسرے انبیاء سو ہم خدا کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دنیا میں نہ آتے اور قرآن شریف نازل نہ ہوتا اور وہ برکات ہم بچشم خود نہ دیکھتے جو ہم نے دیکھ لئے تو ان تمام گذشتہ انبیاء کا صدق ہم پر مشتبہ رہ جاتا کیونکہ صرف قصوں سے کوئی حقیقت حاصل نہیں ہو سکتی اور ممکن ہے کہ وہ قصے صحیح نہ ہوں اور ممکن ہے کہ وہ تمام معجزات جو اُن کی طرف منسوب کئے گئے ہیں وہ سب مبالغات ہوں کیونکہ اب ان کا نام و نشان نہیں بلکہ ان گذشتہ کتابوں سے تو خدا کا پتہ بھی نہیں لگتا اور یقیناً سمجھ نہیں سکتے کہ خدا بھی انسان سے ہمکلام ہوتا ہے لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے یہ سب قصے حقیقت کے رنگ میں آگئے۔ اب ہم نہ قال کے طور پر بلکہ حال کے طور پر اس بات کو خوب سمجھتے ہیں کہ مکالمہ الٰہیہ کیا چیز ہوتا ہے۔ اور خدا کے نشان کس طرح ظاہر ہوتے ہیں۔ اور کس طرح دعائیں قبول ہو جاتی ہیں۔ اور یہ سب کچھ ہم نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے پایا اور جو کچھ قصوں کے طور پر غیر قومیں بیان کرتی ہیں وہ سب کچھ ہم نے دیکھ لیا۔ پس ہم نے ایک ایسے نبی کا دامن پکڑا ہے جو خدا نما ہے کسی نے یہ شعر بہت ہی اچھا کہا ہے ؎

محمدؐ عربی بادشاہِ ہر دو سرا + کرے ہے رُوح قدس جسکے گھر کی دربانی

اسے خدا تو نہیں کہہ سکوں پہ کہتا ہوں + کہ اسکی مرتبہ دانی میں ہے خدا دانی

ہم کس زبان سے خدا کا شکر کریں جس نے ایسے نبی کی پیروی ہمیں نصیب کی جو سعیدوں کی ارواح کے لئے آفتاب ہے جیسے اجسام کے لئے سورج۔ وہ اندھیرے کے وقت ظاہر ہوا اور دنیا کو اپنی روشنی سے روشن کر دیا۔ وہ نہ تھکا نہ ماندہ ہوا جب تک کہ عرب کے تمام حصہ کو شرک سے پاک نہ کر دیا۔ وہ اپنی سچائی کی آپ دلیل ہے کیونکہ اس کا نور ہر ایک زمانہ میں موجود ہے۔ اور اسکی سچی پیروی انسان کو یوں پاک کرتی ہے کہ جیسا ایک صاف اور شفاف دریا کا پانی میلے کپڑے کو۔" (چشمۂ معرفت)

هدیہ نعت

فارسی کلام حضرت بانی تحریک احمدیہ — منظوم ترجمہ محمد اعظم علوی

جان و دلم فدائے جمالِ محمدؐ است — خاکم نثارِ کوچۂ آلِ محمدؐ است

ہیں جان و دل فدائے جمالِ محمدی — میں ہوں نثار کوچۂ آلِ محمدی

دیدم بعینِ قلب و شنیدم بگوشِ ہوش — در ہر مکاں ندائے جلالِ محمدؐ است

دنیا کی وسعتوں میں جمال بھی نظر گئی — ہر چیز سے عیاں تھا جلالِ محمدی

ایں چشمۂ رواں کہ بخلقِ خدا دہم — یک قطرہ ز بحرِ کمالِ محمدؐ است

کیوں میرے فیضِ عام سے ہمدم ہیں آپ — ہے یہ تو موجِ بحرِ کمالِ محمدی

ایں آتشم ز آتشِ مہرِ محمدی است

یہ نور، آفتابِ محمدؐ کا عکس ہے

ویں آبِ من ز آبِ زلالِ محمدؐ است

یہ فیضِ عام آبِ زلالِ محمدی

اہل قلم احباب سے دردمندانہ گذارش

مکرمی و محترمی ۔ السلام علیکم ۔

گذشتہ ۱۵ سال سے ہم مسلسل مشکلات اور مصائب میں گھرے ہوئے ہیں ۔ انتظامی سطح پر پابندیوں اور مجبوریوں کا سلسلہ بڑھتا جا رہا ہے ۔ ہمارے کئی بھائی ان صبر آزما اور نامساعد حالات کی وجہ سے فعال نہیں رہ سکے ۔ لیکن بہتوں نے ہمت، صبر اور استقامت کا نمونہ پیش کیا ان پر یہ شعر صادق آتا ہے ۔

یہ شہادت گہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

یہ ایک حقیقت ہے کہ اخبارات ملکوں اور قوموں میں انقلاب پیدا کرنے کا مؤثر ذریعہ ہوتے ہیں ۔ پاکستان کو معرضِ وجود میں لانے میں روزنامہ "نوائے وقت" اور "ڈان" نے تاریخ ساز کردار ادا کیا ۔ کیا ہمارے دونوں اخبارات (پیغام صلح اور لائٹ) ماضی کی طرح اب بھی یہ کردار ادا کر رہے ہیں ؟ کہ ہمارے ان جریدوں نے ہمیں سلسلہ سے عشق پیدا کرنے میں مدد دی ہے کیا انہوں نے ہمیں ایک دوسرے کے حالات سے باخبر رکھا ہے اور کیا ان کے پڑھنے سے احباب میں نیا جوش اور ولولہ پیدا ہوا ہے ؟!

میری گذارش ہے کہ آپ ان اخبارات کے لئے اپنے مضامین ارسال کرتے رہیں اور ان کو مؤثر اور دلچسپ بنانے میں ہماری معاونت فرمائیں ۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کے رشحاتِ قلم ان اخباروں کو اعلیٰ مقام پر پہنچا سکتے ہیں ۔ آپ صاحبِ علم ہیں ۔ مضامین لکھ سکتے ہیں ۔ لیکن اگر آپ اپنے طور پر یہ سمجھ لیں کہ دوسرے تو یہ کام کر ہی رہے ہیں آپ کے نہ لکھنے سے کیا فرق پڑتا ہے تو یہ سوچ درست نہیں ۔ چاہیئے کہ ہم میں ہر فرد یہ کوشش کرے کہ اپنی استطاعت کے مطابق اس کے لئے مضامین لکھے، اس کے لئے خریدار بنائے، اس کے لئے عطیہ جات اکٹھا کرے ۔ اسی طریق سے اخبارات اور دیگر جماعتی کاموں کو آگے بڑھا سکیں گے ۔

میں آپ سے دردمندانہ اپیل کرتا ہوں کہ آپ مضامین لکھیں، اپنے علاقہ کی خبروں سے آگاہ کریں ۔ سب لوگوں کی اجتماعی کوششوں سے ہی ہم اِن اخبارات کو دلچسپ اور مؤثر بنا سکتے ہیں ۔ میں اُمید رکھتا ہوں کہ آپ میری اس عرضداشت کو شرفِ قبولیت بخشیں گے اور میری حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے اپنے اخبارات کے لئے مضامین بھی ارسال فرمائیں گے ۔

خاکسار

فضل احمد ۔ ناظم اخبارات

محترم عبدالعزیز پیر کیمپی

ہمارے پیارے نبیؐ

مفلس اور کمزور خواہ افراد ہوں یا قومیں ہمیشہ ہی مغلوب اور ظلم و ستم کا نشانہ رہی ہے ۔ قرآن کریم نے اس کی تصویر یوں کھینچی ہے ۔ غریب مقربین کو دیکھ کر کفار حضرت نوحؑ کو اس طرح مخاطب کرتے ہیں ۔

"ہم تو بظاہر یہ دیکھتے ہیں کہ تیری پیروی اُن لوگوں نے کی ہے جو رذیل ہیں اور ہم تو تم میں کوئی برتری نہیں پاتے بلکہ ہمارا تو خیال ہے کہ تُم سب جھوٹے ہو ۔"

نبی کریمؐ غلاموں اور غریبوں کے ساتھ کہیں جاتے تو راستہ میں بیٹھے ہوئے رؤسائے مکّہ ہنس کر کہتے ۔

"یہ وہی لوگ ہیں جن پر خدا نے ہم لوگوں کو چھوڑ کر احسان کیا ؟"

وُہ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن کو اترنا تھا تو اِن دو شہروں میں کسی رئیس پر اُترتا ۔

لیکن اللہ تعالےٰ اپنے فرستادوں کے ذریعے جب کبھی کوئی انقلاب دنیا میں لانا چاہتا ہے تو غریبوں اور کمزوروں کو اُس انقلابی فوج کا ہراول دستہ بنا دیتا ہے ۔ اس کی بیّن مثالیں حضرت نوحؑ کے پیروکاروں میں جن کا ذکر اُوپر کی آیت میں ہوا ہے اور حضرت عیسٰیؑ کے پیروکاروں میں ملتی ہیں جو ماہی گیر اور معمولی حیثیت کے لوگ تھے ۔ جب اسلام میں غلام اور لونڈیاں داخل ہوئیں تو رؤسائے مکّہ کے تن بدن میں آگ لگ گئی ۔ اور انہوں نے ان بے کس و بے بس لوگوں پر وُہ ظلم کئے کہ سُن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں لیکن ۔

اے محبت تو عجب آثار نمایاں کر دی
زخم و مرہم برہ یار تو یکساں کر دی

ان لوگوں کے پایۂ استقلال میں کبھی لغزش نہ آئی ۔ اور آبھی نہ سکتی تھی کیونکہ اُن میں ایک دلربا شخصیت موجود تھی جو اُن کی قدر دان تھی ۔ جو ان کی محبوب تھی اور وُہ اُس کے محبوب تھے جس طرح اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی سعی کی قدر کرتا ہے ۔

"اور اُن کو نہ نکال جو صبح اور شام اپنے ربّ کو پکارتے ہیں اُسی کی رضا چاہتے ہیں تجھ پر اُن کے حساب میں سے کچھ ذمہ داری نہیں اور نہ اُن پر تیرے حساب میں سے کچھ ذمہ داری ہے کہ تو اُن کو نکال دے پس ظالموں میں سے ہو جائے ۔"

"تیوری چڑھائی اور منہ پھیر لیا اِس لئے کہ اُس کے پاس ایک نابینا آیا اور تجھے کیا خبر ہے کہ شاید وہی پاکیزگی اختیار کرے یا نصیحت قبول کرے پس نصیحت اُسے فائدہ دے ۔"

زیدؓ جو آزاد کردہ غلام تھے اُن کے بارے میں فرمایا کہ زیدؓ میرے اہل بیت میں سے ہے اور اُنہیں فوجوں کا کمانڈر مقرر کر کے اُن کے زیرِ کمان بڑے بڑے سرداروں کو محاذ پر بھیجا ۔ اور اُن کے بیٹے اسامہؓ کو بھی ایسا ہی شرف بخشا گیا ۔ بلالؓ جو کہ حبشی تھے ۔ اُن کو مؤذن مقرر کرنے کے علاوہ اپنے گھریلو امور کا مختار بنا دیا اور فرمایا ۔

"تو جنت میں میرے آگے آگے چلے گا یہ امر ایسا ہی یقینی ہے کہ میں تیرے پاؤں کی آہٹ سُن رہا ہوں ۔"

سلمانؓ فارسی کی قدر و منزلت یوں کی کہ اُس کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ آخری زمانہ میں سلمانؓ کی نسل سے ایک آدمی پیدا ہوگا اگر ایمان ثریا پر بھی اُٹھ گیا ہوگا تو وُہ وہاں سے واپس لے آئے گا ۔

اصحاب الصّفہؓ کی قدر دانی اس طرح کی کہ جب ایک دفعہ آپؐ کی بیٹی فاطمہؓ نے درخواست کی کہ میرے ہاتھوں میں چکی پیسنے پیستے چھالے پڑ گئے ہیں مجھ کو ایک کنیز عنایت فرما دیں ۔ تو جواب ملا "یہ نہیں ہو سکتا کہ تم کو دوں اور اہل صفہؓ بھوکے رہیں" ان اہل صفہؓ میں سے جب ستّر قاری ایک قبیلہ اور دس قاری دوسرے قبیلہ نے دغابازی سے قتل کر دیئے تو آپؐ پر نیند حرام ہو گئی آپؐ نماز میں رکوع سے کھڑے ہو کر ان قبائل بنی عامر، بنی سلیم اور اہل رجیع پر بددعا کرتے رہے ۔ یہاں تک کہ آپؐ پر وحی الٰہی نازل ہوئی ۔ "اس معاملہ میں تیرا کچھ دخل نہیں خواہ وُہ اُن پر رحمت سے لوٹے یا نہیں عذاب دے بے شک وہ ظالم ہیں" ۴۲

(بقیہ از ہمارے پیارے نبیؐ)

۴۲ آپؐ کی رضاعی بہن شیما آپ کے پاس آئیں اور حضورؐ کی خدمت میں عرض کی کہ میں شیما ہوں آپؐ بچپن میں میرے ساتھ کھیلا کرتے تھے ۔ اور آپؐ نے ایک دفعہ میری پیٹھ پر کاٹا بھی تھا جس کا نشان ابھی تک موجود ہے ۔ اُس نے وُہ نشان دکھایا ۔ آپؐ نے فرمایا اب تُم میرے پاس رہو میں تمہاری عزت بھی کروں گا اور محبت کے ساتھ رکھوں گا ۔ غرض ہم اُس عظیم ہستی کا یوم منا رہے ہیں جو رحمت اللعالمین تھی اور جس نے تمام انسانیت کو سیدھی راہ دکھائی ۔

تفسیرِ قرآنِ کریم

حضرت مولانا محمد علی مرحوم و مغفور

معراجِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝ سبحٰن الذی اسرٰی بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصا الذی بٰرکنا حولہٗ لنریہٗ من اٰیٰتنا ط انہٗ ھو السمیع البصیر ۝ (۱۷ : ۱)

"ترجمہ" اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے۔ وہ ذات پاک ہے جو ایک رات اپنے بندے (محمدؐ) کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی طرف لے گیا۔ بابرکت بنایا، تاکہ ہم اسے اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں۔ وہ سننے والا دیکھنے والا ہے"۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کو لے جانے کا ذکر ہے اور مفسرین نے اس سے مراد معراج لیا ہے کیونکہ حدیث معراج میں نبی کریم صلعم کو پہلے بیت المقدس میں لے جانے کا ذکر ہے احادیث اس بارہ میں بہت ہیں اور ان میں سے صحیح بھی ہیں حسن بھی اور ضعیف بھی۔ اور ان میں بہت سے اختلافات بھی ہیں یہاں تک کہ انہی اختلافات کیوجہ سے بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ معراج کئی بار ہوا ہے، ایک بار نہیں۔ مگر کثیر صحابہؓ سے اس روایت کا پایا جانا اور سب میں ایک ہی معراج کا پایا جانا صاف بتاتا ہے کہ واقعہ تو صحیح ہے اور ہے بھی ایک لیکن بوجہ نوعیت قصہ کے اس میں راویوں سے بہت اختلاف ہو گیا ہے۔ خلاصہ احادیث معراج کا یہ ہے کہ آنحضرت صلعم پہلے بیت المقدس میں تشریف لے گئے اور پھر سب آسمانوں کی سیر آپ کو کرائی گئی۔ یہاں تک کہ آپؐ ان تمام مقامات سے اوپر نکل گئے جہاں تک دوسرے انبیاء علیہم السلام پہنچے تھے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پانچ نمازوں کا فرض ہونا بھی واقعہ معراج سے ہی متعلق ہے۔ اس بارہ میں سب سے پہلا سوال یہ ہے کہ آیا معراج جسد عنصری کے ساتھ تھا یا نہیں اور اس بارہ میں امت میں دو گروہ ہوئے ہیں کثیر گروہ اسے جسم عنصری کے ساتھ مانتا ہے اور قلیل گروہ جن میں حضرت عائشہ صدیقہؓ اور معاویہؓ اور حسنؓ ہیں اسے رویا مانتا ہے۔ ابن کثیرؒ نے اس پر بحث کرتے ہوئے ابن اسحاقؒ کے الفاظ نقل کئے ہیں واللہ اعلم ای ذالک کان قد جاءہ وعاین من اللہ فیہ ما عاین علی ای حالاتہ کان نائما او یقظانا کل ذالک حق وصدق یعنی اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ معراج جسم عنصری سے تھا یا بغیر اس کے ہاں آپؐ اللہ تعالیٰ کے حضور گئے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو دیکھنا تھا دیکھا، خواہ وہ کسی حالت میں ہوں یعنی سوتے جاگتے یہ سب حق وصدق ہے اور یہی بات اقرب الی الصواب ہے مگر آج اس بات پر تعجب ہے کہ صرف اس بات کے کہنے کی وجہ سے کہ معراج روحانی تھا تکفیر تک نوبت پہنچائی جاتی ہے۔

جن لوگوں نے معراج کو جسمانی مانا ہے ان کی دلائل حسب ذیل ہیں اول یہ کہ اسے ایک عظیم الشان واقعہ کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ اس کی ابتداء سبحان الذی سے ہوتی ہے دوم یہ کہ اگر جسمانی نہ ہوتا تو کفار قریش تکذیب کیوں کرتے سوم یہ کہ بعض مسلمان اس بات کو سن کر مرتد بھی ہو گئے تھے چہارم یہ کہ لفظ عبد مجموعہ جسم و روح سے عبارت ہے۔

ان میں سے پہلی بات تو چنداں قابل توجہ نہیں معراج روحانی بھی ہو تو اس کی عظمت کم نہیں ہو جاتی عظمت تو اس لحاظ سے ہے کہ آنحضرت صلعم کو تمام انبیاءؑ سے بلند تر مقام پر پہنچایا گیا۔ دوسری بات کہ کفار تکذیب نہ کرتے یہ بھی کوئی مضبوط دلیل نہیں اس لئے کہ کفار تو آنحضرت صلعم پر وحی آنے کی بھی تکذیب کرتے تھے اور حضرت ابوبکرؓ کا جواب بھی اسی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جب آپ کے سامنے ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا انی اصدقہ علی ابعد من ذالک اصدقہ علی خبر السماء غدوۃ او روحۃ یعنی تو اس سے بھی زیادہ بعید از قیاس بات پر آپؐ کی تصدیق کرتا ہوں میں تو آپؐ کو اس میں بھی سچا مانتا ہوں کہ صبح شام آپؐ پر آسمان کی خبر آتی ہے تیسری بات کہ بعض مسلمان مرتد ہو گئے تھے صحیح معلوم نہیں ہوتی کوئی خاص نام کسی حدیث میں میری نظر سے نہیں گذرا کہ معراج کے واقعہ پر وہ مرتد ہو گیا ہو صرف یہی عام الفاظ بعض روایات میں ہیں کہ بعض لوگ مرتد ہو گئے تھے مگر ابوسفیان والی حدیث اس کی تردید کرتی ہے جہاں قیصر کے اس سوال کے جواب میں کہ کوئی مسلمان مرتد ہوتا ہے ابوسفیان نے یہ جواب دیا حالانکہ وہ اس وقت مسلمان بھی نہ تھا کہ دین سے ناراض ہو کر کوئی مرتد نہیں ہوتا اور چوتھی بات بہت ہی کمزور ہے کیونکہ رویا میں جو کچھ انسان دیکھتا ہے وہ گو اس جسد عنصری سے نہ ہو مگر روح کو ایک اور جسم مل جاتا ہے اور حالت کشفی میں بھی جو رویا سے زیادہ صفائی کی حالت ہے۔ ایک اور نورانی جسم عطا ہوتا ہے جس کے ساتھ انسان کسی دوسرے عالم کی اشیاء کو دیکھتا ہے حضرت ابراہیمؑ کہتے ہیں انی اریٰ فی المنام یہ دیکھنے والا بھی تو روح مع الجسد ہی ہے۔ مگر وہ جسم جو رویا اور کشف میں ملتا ہے یہ جسم عنصری نہیں ہوتا یہ جہاں ہو وہیں رہتا ہے اور انسان کہیں کا کہیں ہو آتا ہے لوگ چونکہ انبیاء علیہم السلام کے رویا کو بھی اپنے خوابوں کی طرح سمجھتے ہیں اس لئے خیال کرتے ہیں کہ رویا کے نیچے تخفیف ہی کیا ہے

غور کیا جائے تو خود قرآن شریف سے اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صحیح مذہب وہی ہے جس کی طرف قلت گئی ہے یعنی یہ کہ معراج نبویؐ اس جسد عنصری سے نہیں بلکہ دوسرے نورانی جسم کے ساتھ تھا جو اللہ تعالیٰ حالت کشف میں اپنے برگزیدوں کو عالم روحانی کی سیر کے لئے عطا فرماتا ہے۔ قرآن کریم میں پہلی دلیل تو خود یہ ہے کہ اسی سورت میں معراج کا ذکر کر کے فرمایا وما جعلنا الرؤیا التی اریٰنک (۶۰) جہاں صاف الفاظ میں اسے رویا کہا ہے اور رویا کا لفظ عالم خواب سے مخصوص ہے جس میں جسد عنصری حرکت نہیں کرتا۔ والرؤیا ما یریٰ فی المنام (رغ) رؤیا وہ ہے جو خواب میں دیکھا جاتا ہے۔ دوم جب کفار نے جسد عنصری کے ساتھ اوپر جانے کا مطالبہ کیا او ترقیٰ فی السماء (۹۳) تو اس کا جواب دیا قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا گویا یہ تقاضائے بشریت کے خلاف ہے کہ انسان اس جسد عنصری کے ساتھ اس زمین کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ پر چلا جائے جیسا کہ دوسری جگہ ہے الم نجعل الارض کفاتا احیاء وامواتا (المرسلٰت ۲۵، ۲۶) سوم حدیث بخاری میں صاف یہ لفظ ہیں فیما یریٰ قلبہ وتنام عینہ ولا ینام قلبہ یعنی اس حالت میں معراج ہوا جب آپؐ کا قلب دیکھتا تھا اور آپؐ کی آنکھ سوتی تھی مگر دل نہیں سوتا تھا اور اسی حدیث کے آخر میں یہ لفظ ہیں۔ واستیقظ وھو فی المسجد الحرام پھر آپؐ جاگ اٹھے اور آپ مسجد حرام میں تھے جس سے صاف ثابت ہوا کہ یہ سب کچھ آپؐ پر حالت خواب میں وارد ہوا۔ اور دوسری روایت میں جو وہ بھی بخاری کی ہے معراج کی حالت کو بین النائم والیقظان یعنی سونے اور جاگنے کے درمیان یا حالت کاشفہ قرار دیا ہے اور مطلب دونوں کا ایک ہے چہارم جو کچھ آنحضرت صلعم نے معراج میں دیکھا اس کا اسی زمین پر حالت کشف یا رویا میں دیکھنا ثابت ہے اول بیت المقدس، حدیث میں ہے کہ جب کفار نے آپؐ کی بات کو نہ مانا اور بیت المقدس کے حالات دریافت کئے تو اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو آپؐ کے سامنے کر دیا یعنی کشفی حالت میں اور آپؐ نے ان کو سب کچھ بتا دیا قمت فی الحجر فجلی اللہ لی بیت المقدس فطفقت اخبرھم عن اٰیاتہ وانا انظر الیہ میں حجر میں کھڑا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس میرے سامنے کر دیا تو میں انہیں ان کی نشانیوں سے خبر دینے لگا در انحالیکہ میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ دوسرا جنت و نار۔ حدیث کسوف میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا مجھے اس جگہ سب کچھ دکھایا گیا یہاں تک کہ بہشت اور دوزخ بھی اور یہ کسوف کا ذکر ہے جب آپ نماز کسوف پڑھا رہے تھے چنانچہ بخاری ابواب الکسوف میں حدیث اسماء بنت ابی بکر میں یہ لفظ ہیں قال ما من شیٔ کنت لم ارہ الا وقد رأیتہ فی مقامی ھذا حتی الجنۃ والنار یعنی کوئی چیز نہیں جسے میں نے نہیں دیکھا تھا مگر وہ مجھے اس مقام پر یعنی نماز پڑھتے پڑھتے دکھا دی گئی یہاں تک کہ بہشت اور دوزخ بھی دکھا دیئے گئے تیسرا اللہ تعالیٰ کا جس طرح معراج میں دنا فتدلی کا نظارہ ہوا اسی طرح احمد اور ترمذی کی روایت میں ہے جسے حدیث صحیح کہا گیا ہے جو معاذؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا میں نے اپنے رب کو احسن صورت میں دیکھا اور یہ اسی زمین کا ذکر ہے انی قمت من اللیل فصلیت ... فاذا انا بربی فی احسن صورۃ ... فرأیتہ وضع کفہ بین کتفی حتی وجدت بردانا ملہ بین صدری یعنی میں رات کے وقت اٹھا اور نماز پڑھی تب ناگہاں میں نے اپنے رب کو احسن صورت میں دیکھا ... تب میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے کندھوں کے درمیان رکھا یہاں تک کہ میں نے اس کی انگلیوں کی ٹھنڈک اپنے سینہ میں پائی تو جب اللہ تعالیٰ کو جنت و نار کو بیت المقدس کو مکہ یا مدینہ میں دکھلایا تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ یہ نظارے اسی زمین پر دکھایا کرتا ہے اور ان کے لئے نقل مکانی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ہاں اللہ تعالیٰ کو یہ بھی قدرت ہے کہ وہ ایک انسان کو اٹھا کر لے جائے یہاں تک کہ جنت دکھا دے اور یہ بھی کہ جنت کو اٹھا کر لائے یہاں تک کہ ایک انسان کو دکھا دے دونوں صورتوں میں قدرت میں کوئی فرق نہیں اور نہ اس سے قدرت میں کچھ فرق آتا ہے کہ ایک چیز اپنی جگہ پر بھی ہو اور اللہ تعالیٰ اس کا تمثل دوسری جگہ بھی دکھا دے۔

یہاں معراج کی ایک غرض بھی بتائی ہے لنریہ من اٰیٰتنا یعنی آنحضرت صلعم کا معراج اس غرض کے لئے تھا کہ آپ کو کچھ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں دکھائی جائیں گویا جو باتیں آپ کو معراج میں دکھائی گئیں وہ کسی دوسری حقیقت کے لئے بطور نشان کے تھیں اور درحقیقت معراج میں آنحضرت صلعم کے کمالات غیر متناہی کا نقشہ کھینچا ہے، اور یہ بتایا ہے کہ آپ اس بلند ترین مقام پر پہنچے ہوئے ہیں جہاں کوئی دوسرا انسان یا فرشتہ نہیں پہنچا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس اسرا میں اشارہ نبی کریم صلعم کی ہجرت کی طرف ہو خواہ اقصیٰ سے مراد مدینہ کو لے لیا جائے اور اس مسجد کو جو اس میں بننے والی تھی جہاں سے

(بقیہ صفحہ کالم ۔۔۔ پر ملاحظہ فرمائیں)

محمد رسول اللہ صلعم دنیا کے کامیاب ترین انسان ہیں

حضرت الحاج مولانا صدرالدین کا ایک خطبہ

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

سب تعریف تمام جہانوں کی پرورش اور ربوبیت کرنے والے اللہ کے لئے ہے۔ جو الرحمن والرحیم ہے۔ اس کی صفت رحمانیت کا تقاضا ہے کہ بغیر طلب اور معاوضہ وہ تمام مخلوقات کی ضروریات کو پورا کرتا ہے۔ اس نے انسانوں اور سب مخلوقات کی پیدائش سے بھی پہلے ان کے قیام زندگی کے اسباب مہیا فرما رکھے ہیں اور اس کی صفت رحیمیت انسانوں کی محنت پر سو گنا زیادہ اجر عطا کرتی ہے۔ اس کی تیسری صفت مالک یوم الدین ہے یعنے وہ انسانوں کے اعمال کی جزا و سزا کے دن کا مالک ہے۔ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ۔ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ۔ اس روز جس شخص نے ذرہ بھر بھی نیکی کی ہوگی اس کا اجر پائے گا۔ اور جس نے کچھ بھی برائی کی ہوگی اس کی سزا سے بھی وہ نہ بچ سکے گا۔ اس سورۃ کو دن بھر کی پانچوں نمازوں میں پڑھا جاتا ہے کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب۔ سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز ہی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے فرض نمازوں میں بھی اور سنتوں اور نوافل میں بھی اسے بار بار دہرایا جاتا ہے۔ اس بار بار کے دہرائے جانے کا ایک ہی مقصد ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت کو اپنے اندر لے۔ کمزوروں کی پالنا کرے محتاجوں کو امداد دے۔ اور بغیر اسبہ معاوضہ دے۔ ضرورت مندوں کی دستگیری کرے۔ اسی غرض کے پیش نظر رسول کریم صلعم نے فرمایا تخلقوا باخلاق اللہ، اپنے اندر خدائی اخلاق پیدا کرو اور اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت اور رحمانیت و رحیمیت سے مزین ہونے کی کوشش کرو جب دن میں پانچ بار انسان صدق اور اخلاص اور حضور قلب سے سورۃ فاتحہ کو دہراتا ہے تو اس پر ضرور صفات الہیہ کا پرتو پڑتا ہے بشرطیکہ اس کو سمجھ کر پڑھتا ہو۔ ایسا انسان مخلوق الہیٰ کے حق میں سراپا خیر و برکت بن جاتا ہے۔ بادشاہوں کے دربار میں بھی انسان ایک خاص لباس اور وضع قطع کے ساتھ حاضر رہتا ہے۔ اسی طرح ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں بھی نماز کی حالت میں جب حاضری دی جائے تو لباس تقویٰ پہننے کا حکم ہے۔ اور عاجزی و انکساری اور فروتنی اختیار کیجائے اسی سے دنیا جہان کی کامیابیاں اور کامرانیاں وابستہ ہیں۔ انسان میں اسی سے اخلاق حسنہ پیدا ہوتے ہیں۔ فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی فطرت پر انسان کو پیدا کیا ہے۔ اور اسی فطرت کو انسان کے اندر اجاگر کرنے، ابھارنے اور ترقی دینے کے لئے قرآن نازل ہوا ہے۔ اور قرآن کریم کی تعلیم کا عملی نمونہ محمد رسول اللہ صلعم ہیں۔ چنانچہ فرمایا لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ اللہ کا رسول تمہارے لئے اسوۂ حسنہ اور خدائی احکام کی انسانی اور بشری تعمیل کا مکمل نمونہ ہے۔ یہ خدائے پاک کا انسانوں پر بڑا فضل ہے اور احسان ہے کہ انہیں اپنی فطرت پر پیدا کیا۔ پھر ان کی راہنمائی کے لئے رسول بھیجے۔ چنانچہ فرمایا ولکل قوم ھاد۔ ہر قوم میں ہدایت پہنچانے کے لئے ہادی اور رسول آئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے لامتناہی احسانوں کا ایک حصہ ہے پس تم بھی ارشاد رسولؐ تخلقوا باخلاق اللہ الہٰی اخلاق کو اپنا کر دوسروں کے لئے فیض رساں اور نفع بخش وجود بن جاؤ یہاں تک کہ تمہارے اس اخلاق اور فیض سے کوئی تمہارا دشمن اور مخالف بھی محروم نہ رہے۔ اپنی دولت، جسمانی طاقت، اثر و رسوخ اور ذاتی وجاہت اور رتبہ سے خدا کی مخلوق کی ربوبیت کرو۔ اور انہیں فیض پہنچاؤ۔ حضرت مجدد زماں نے فرمایا کہ جو شخص اپنے ہمسایہ کو ادنےٰ ادنےٰ خیر سے محروم رکھتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔

الحمد للہ رب العالمین کہنے کا منشاء تب ہی پورا ہوگا جب خدا کی مخلوق کے ساتھ بلا امتیاز نیکی اور فیض رسانی کا برتاؤ کیا جائے اس کی رحمانیت و رحیمیت کی صفات اپنے اندر پیدا کی جائیں۔ ایاک نعبد و ایاک نستعین اور اس کی عبادت کرتے ہوئے اس کے رنگ میں رنگین ہونے کے لئے اسی کی استعانت چاہو۔ کیونکہ زمین کا ذرہ ذرہ اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ ایک پتا بھی اس کی اجازت کے بغیر جنبش نہیں کر سکتا۔ پھر اھدنا الصراط المستقیم کی دعا سکھائی کہ یعنی اے کامل صفتوں کے مالک خدا ہمیں سیدھی راہ پر چلا۔ صراط الذین انعمت علیھم۔ ہمیں گذشتہ راست بازوں کا وارث بنا۔ اور ہر وہ نعمت جو انہیں دی جاتی تھی ہمیں بھی عطا فرما۔ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین اور ہمیں بچا تاکہ ہم نافرمان ہو کر مورد غضب نہ بن جائیں۔ اور ہمیں بچا کہ ہم تیری وحدانیت اور پاک صفات کو چھوڑ کر گمراہ نہ ہو جائیں۔ غرضیکہ اس سورۃ فاتحہ کو ساری دنیا کے مسلمان نمازوں میں پڑھتے ہیں۔ فرائض میں بھی اور نوافل میں بھی یہی پڑھی جاتی ہے۔ جیسا کہ میں بتا چکا ہوں کہ اس سورۃ کے بار بار دہرانے کا ایک ہی مقصد ہے کہ جس بادشاہ کے دربار میں درباری جمع ہوں وہ اس راجہ یا بادشاہ کے مزاج و منشاء کے مطابق لباس، گفتگو اور نشست و برخاست کریں۔ یہ دربار خداوندی ہے جس میں دن میں پانچ بار حاضر ہو کر بادشاہ کی صفات بیان کی جاتی ہیں تاکہ بیان کرنے والے درباری انہیں صفات میں رنگے جائیں۔ یہ بہت بڑا مقام ہے۔ جو محمد رسول اللہ صلعم نے اپنی قوم کو حاصل کرنے کا حکم دیا ہے۔ جو بات بار بار دہرائی جائے وہ ضرور دل پر نقش ہو جاتی ہے۔ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم حالت فقر سے اٹھ کر بادشاہت تک پہنچے۔ مگر ہر حالت میں ایک ہی قسم کے اخلاق آپ کے وجود میں نظر آتے ہیں۔ نہ فقر و فاقہ میں کمزوری دکھائی اور نہ بادشاہت و سطوت میں عیش و آرام میں زندگی بسر کی۔ کسی حالت میں بھی آپ کے اخلاق میں فرق نہ آیا۔ اگر تخلقوا باخلاق اللہ فرمایا۔ تو خود نمونہ بن کر بھی دکھا دیا جس کے سلسلہ میں لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ اور انک لعلیٰ خلق عظیم کے سارٹیفکیٹس خدا تعالیٰ کی جناب سے آپ کو ملے۔ حضورؐ کے اخلاق کی عظمت اپنوں اور غیروں دونوں نے دیکھی۔ آپ نے حکومت میں بھی فقیری کی۔ سیرت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک سال میں جس کو عام الوفود کہا جاتا ہے آپ کی خدمت میں کئی قوموں اور مملکتوں کے وفود مذہب اسلام کی پڑتال کی غرض سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ ایک تاریخی واقعہ ہے جس کا انکار دشمن بھی نہیں کر سکتا۔ وفود کے سرداروں کو حضورؐ نے اسلام کی تلقین کی جو بڑی مؤثر ثابت ہوئی۔ رسول کریم صلعم اس لحاظ سے دنیا کے کامیاب ترین انسان ہیں۔ جو کہا۔ وہ کر کے بھی دکھا دیا۔ اور اسی رنگ میں اپنی پوری قوم کو رنگ دیا مسلمان تاجر یا بادشاہ جہاں جہاں گئے حضورؐ کے اخلاق کے رنگ میں رنگین ہونے کی وجہ سے حسن اخلاق۔ دیانت وامانت اور پاس عہد کے کمالات ساتھ لے گئے مسلمانوں کو حضورؐ کے ساتھ ایک عشق تھا۔ اور وہ آپ کی ہر حرکت کی نقل کرنے میں اپنی سعادت سمجھتے تھے۔ ایک واقعہ تاریخ میں لکھا ہے کہ رسول کریمؐ مدینہ کو کعبۃ اللہ کی زیارت کے لئے ایک دفعہ مکہ تشریف لے گئے تو رستہ کے ایک پتھر سے آپ کو ٹھوکر لگی۔ صحابہ کرام کے عشق کا یہ حال تھا کہ آپ کی محبت سے مجبور ہو کر مکہ جاتے وقت ہر سال دانستہ اسی پتھر سے ٹھوکر کھا کر آگے بڑھتے تھے۔ یہ عشق کا کمال اور محبت کی معراج ہے۔ اس سے آگے عشق و محبت کی معراج ہے۔ اس سے آگے عشق و محبت کی اور کوئی منزل نہیں۔ آج ساری دنیا کے مسلمان اپنی پنجوقتہ نمازوں میں حضورؐ پر درود بھیجتے ہیں اور جب خدا تعالیٰ کی طرف سے اپنے محبوب کے لئے دعا کی تلقین ہو تو وہ کیسے قبول نہ ہوگی۔ یہ خصوصیت صرف محمد رسول اللہ صلعم کو حاصل ہے کہ ایک بگڑی ہوئی قوم کو فرشتہ بنا دیا۔ جو آپ کے عشق و محبت اور اخلاق فاضلہ میں دنیا کے لئے نمونہ ثابت ہوئی۔۔۔ حضرت موسےٰؑ نے بھی ایک قوم تیار کی مگر جب اسے دشمن سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا تو باوجودیکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فتح کا وعدہ تھا انہوں نے حکم ماننے سے انکار کر دیا اور کہا "تو اور تیرا رب جاکر لڑو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔" اس کے مقابلہ میں حضورؐ کی قوم نے اسلام لانے کی پاداش میں دردناک عذاب سہے، بے پناہ مصائب جھیلے۔ اور جب لڑائی کا حکم ہوا تو وہ آپؐ کے آگے بھی لڑے۔ پیچھے اور دائیں بائیں بھی لڑے۔

یہ حضورؐ کی تعلیم و تربیت اور آپ کے اپنے عمدہ نمونہ کا اثر تھا کہ اندرین کہ لڑائی کے وقت حضورؐ خود صف اوّل میں رہتے تھے۔ کیا لاجواب قوم ہے اور کیسا کامیاب ترین رسولؐ ہے۔ آج دنیا کے کروڑوں مسلمان سورۃ فاتحہ کو نمازوں میں دہرانے اور حضورؐ پر درود بھیجتے ہیں۔۔۔ یہ ہمارا فرض ہے کہ حضور پُر نور صلعم کے نمونہ کی پیروی کریں۔ خدا تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔

(۱۸،۱۰ اپریل ۱۹۷۴ء)

"اظہار خیال" کے یہ کالم ایسی سنجیدہ بحث کے لئے مخصوص ہیں جن کا تعلق ہماری زندگی کے مسائل سے ہے۔ ہمارے گردوپیش مختلف النوع مسائل موجود ہیں۔ ذاتیات میں اُلجھے بغیر ہم اہل علم و قلم حضرات کو ان کالموں میں اظہار خیال کی دعوت دیتے ہیں۔ آپ کے نقطہ نظر سے ہمارا اتفاق ضروری نہیں لیکن ہر سنجیدہ اور معیاری تحریر کے لئے یہ کالم حاضر ہیں۔ ادارہ

آئینِ پاکستان ۱۹۷۳ء اور دینی تقاضے

آئین ۱۹۷۳ء کے مطابق پاکستان کا نظام مملکت پارلیمانی طرز کا ہونا طے پایا ہے اس نظام کے تحت قانون سازی کا اعلیٰ ترین اختیار قومی اسمبلی کو حاصل ہے۔ اگرچہ اس آئین میں لکھا گیا ہے کہ اسلام کے منافی کوئی قانون نہیں بنایا جائیگا اور اگر کوئی قانون یا آئینی شق اسلام کے منافی ہو گی تو اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کی روشنی میں پارلیمنٹ اور حلقے اور مجاز اتھارٹی کی تجویز و مشورے پر ایسے سقم کو دور کیا جائیگا۔ اور اس سلسلہ میں مدد دینے کے لئے وفاقی شرعی عدالت اور سپریم کورٹ میں شریعت بنچ کا قیام بھی عمل میں لایا جا چکا ہے مگر مؤخر الذکر دونوں ادارے عملی طور پر محدود اختیارات کے مالک ہیں کیونکہ ان اداروں کو آئین میں موجود جملہ قوانین یا شقوں کو زیر بحث لانا اور ان کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کے بارے میں فیصلہ دینا ان کے لئے ممکن نہیں اب اختیار صرف قومی اسمبلی کو حاصل ہے وہی ان امور کے بارے میں قطعی فیصلے کی مجاز ہے۔

پاکستان اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا ہے بانیٔ پاکستان حضرت قائد اعظم محمد علی جناح رح کے اپنے الفاظ میں:

"ہم نے پاکستان اس لئے طلب کیا تھا اسکی خاطر جدوجہد کی تھی اور اس لئے حاصل کیا تھا کہ اپنی روایات کے مطابق اپنے معاملات کو حل کرنے میں جسمانی اور روحانی طور پر قطعی آزاد ہوں۔ اخوت، مساوات، رواداری میں ہمارے مذہب تہذیب اور تمدن کے بنیادی نکات ۔۔۔۔ پاکستان اور اسکی جدوجہد کی کہانی عظیم انسانی خیالات و تصورات کو عملی جامہ پہنانے کی کہانی ہے۔"

(تقریر مورخہ ۲۶ مارچ ۱۹۴۸ء)

۲۱ فروری ۱۹۴۸ء کو اپنی ایک تقریر میں انہوں نے فرمایا:

"ہم نے پاکستان کا مطالبہ ایک زمین کا ٹکڑا حاصل کرنے کے لئے نہیں کیا تھا بلکہ ایک تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے تھے جہاں ہم اسلام کے اصولوں کو آزما سکیں۔"

وہ کیا اعلیٰ نظریات اور مقاصد تھے۔ جو قیام پاکستان کے سلسلہ میں بانی پاکستان کے پیش نظر تھے۔ اور جن کی تکمیل آپ کی دلی خواہش تھی۔ آپ نے فرمایا کہ:-

"یاد رکھئیے ہم ایسی مملکت کی تعمیر کر رہے ہیں جو پوری اسلامی دنیا کی تقدیر بدل دینے میں اہم ترین کردار ادا کرنے والی ہے اس لئے وسیع تر اور بلند تر بصیرت کی ضرورت ہے ایسی بصیرت جو موجب قوم پرستی اور نسل پرستی کی حدود سے ماورا ہو۔ ہم سب میں حب الوطنی کا ایسا شدید اور قومی جذبہ پیدا ہو جانا چاہیئے جو ہم سب کو ایک متحد اور مضبوط قوم کے رشتے میں جکڑ دے۔ یہ واحد طریقہ ہے اپنی منزل پر پہنچنے کا۔ اپنی جدوجہد کا نصب العین حاصل کرنیکا وہ عظیم مقصد جس کی خاطر لاکھوں مسلمانوں نے اپنا سب کچھ لٹا دیا اور اپنی جانیں تک قربان کر دیں۔"

(تقریر مورخہ ۱۲ اپریل ۱۹۴۸ء)

اپنی یکم جولائی ۱۹۴۸ء کی تقریر میں جو غالباً کسی پبلک پلیٹ فارم سے ان کی آخری تقریر تھی۔ آپ نے فرمایا:-

"مغربی دنیا صنعتی قابلیت اور مشینوں کی دولت کے زبردست فوائد رکھنے کے باوجود انسانی تاریخ کے بدترین باطنی بحران میں مبتلا ہے اگر ہم نے مغرب کا معاشی نظریہ اور نظام اختیار کیا تو عوام کی پرسکون خوشحالی حاصل کرنے کے اپنے نصب العین میں ہمیں کوئی مدد نہ ملے گی۔ ۔۔۔ اپنی تقدیر ہمیں منفرد انداز میں بنانی پڑے گی۔ ہمیں دنیا کے سامنے ایک مثالی معاشی نظام پیش کرنا ہے جو انسانی مساوات اور معاشرتی انصاف کے سچے اسلامی تصورات پر قائم ہو ایسا نظام پیش کر کے گویا ہم مسلمانوں کی حیثیت میں اپنا فرض انجام دیں گے انسانیت کو سچے اور صحیح امن کا پیغام دیں گے کہ صرف ایسا امن ہی انسانیت کو جنگ کی ہولناکی سے بچا سکتا ہے۔ صرف ایسا امن ہی بنی نوع انسان کی خوشی اور خوشحالی کا امین و محافظ ہو سکتا ہے۔"

احادیث میں مذکور ہے کہ ایک صحابی رض نے حضرت نبی اکرم ؐ سے پوچھا اے اللہ کے رسول ؐ! اسلام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا خدا تعالیٰ کے احکامات کی عظمت قائم کرنا، (یعنی ان کی بجاآوری) اور مخلوق خدا سے شفقت و ہمدردی سے پیش آنا۔ آپ ؐ کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر رض خلیفہ منتخب ہوئے تو آپ نے حاضرین سے مخاطب ہوتے ہوئے منجملہ اور باتوں کے فرمایا "لوگو میری اطاعت کرو جب تک میں خدا اور اس کے رسول ؐ کے احکامات کی پیروی کروں اور اگر میں ایسا نہ کروں تو آپ سے اپنی اطاعت کا حق نہیں رکھتا۔"

بخاری شریف میں حدیث ہے کہ آنحضرت ؐ نے فرمایا مسلمانوں کے لئے ریاست کے قوانین اور احکامات کی پیروی صرف اسی صورت میں ہے جب یہ خدا اور اس کے رسول ؐ کے احکامات کے مطابق ہوں ایسے قوانین و احکامات جو خدا اور اس کے رسول ؐ کے احکامات کے خلاف ہوں ان کی تعمیل نہیں ہونی چاہیئے۔" (۸؍۱ – ۵۶)

آیئے دیکھیں وہ ملک جو اسلام کی خاطر قائم ہوا کیا اس میں اسلام کے مذکورہ بنیادی اور زریں اصول کی پاسداری کو کوئی اہمیت دی گئی ہے بانیٔ پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح ؒ کے فرمودات کا مطالعہ کرنے پر ہم اس بابت ان الفاظ میں راہنمائی پاتے ہیں:-

"اسلامی حکومت کے تصور کا یہ امتیاز پیش نظر رہنا چاہیئے کہ اس میں اطاعت اور وفا کیشی کا مرجع خدا کی ذات ہے جسکی تعمیل کا عملی ذریعہ قرآن مجید کے احکام اور اصول ہیں۔ اسلام میں اصلاً نہ کسی بادشاہ کی اطاعت ہے نہ پارلیمنٹ کی نہ کسی شخص یا ادارے کی۔ قرآن کریم کے احکام ہی سیاست و معاشرت میں ہماری آزادی اور پابندی کی حدود متعین کر سکتے ہیں دوسرے الفاظ میں اسلامی حکومت قرآنی اصول و احکام ہی حکومت ہے۔" تقریر ۱۹۴۸ء

آئین ۷۳ء جس کی عملی تدوین و تیاری اور متفقہ منظوری کا بڑا ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے کیا اس میں بانیٔ پاکستان کے مذکورہ فرمودہ کو جو دین اسلام کے محولا بالا بنیادی اور زریں اصولوں پر مبنی ہے ملحوظ رکھا گیا ہے یقیناً نہیں اس آئین کے تحت جیسا کہ ابتدا میں عرض کیا گیا ہے قومی اسمبلی کو قانون سازی کا کلی اختیار حاصل ہے اور اس کے فیصلوں کو قطعی حیثیت دی گئی ہے چاہے وہ اسلامی تعلیمات و احکامات کے مطابق ہوں یا ان کے برعکس اور غیر اسلامی ہونے کی صورت میں کسی ادارے یا عدالت کو اختیار حاصل نہیں کہ ان کو کالعدم قرار دے سکے یا صحیح طور پر بدل سکے اس طرح اس کے فیصلوں کی پابندی اور ان پر عملدرآمد ملک کے شہریوں پر گویا لازم ہو گیا جبکہ از روئے اسلام اور فرمودہ بانیٔ پاکستان کی روشنی میں کوئی شخص یا ادارہ صرف اسی صورت میں ملکی شہریوں سے اپنے احکامات و فیصلوں کی پابندی اور ان پر عملدرآمد کا استحقاق رکھتا ہے جب یہ احکامات و فیصلے خدا اور اس کے رسول ؐ کے احکامات سے مطابقت رکھتے ہوں۔ جب اصل صورتحال یہ ہے تو آئین ۷۳ء پر فخر و انبساط کا اظہار کرنا اور اس کی اصل شکل کی بحالی پر اصرار کرنا کہاں تک درست ہو سکتا ہے اور کیا ایسے آئین کو جس میں اسلام کے مذکورہ اہم اور بنیادی اصول کو کلی نظر انداز کیا گیا ہو ثبات و استحکام حاصل ہو سکتا ہے ملک کے علم دوست اور فہمیدہ حضرات کو اس مسئلہ پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہیئے۔

محترم محمد انور ملہی — لاہور

کیا آپ نے اخبارات کا چندہ ارسال کر دیا ہے؟ اگر نہیں تو جلد از جلد ارسال کریں (ادارہ)

اس مسلمہ حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ انسانی معاشرہ کی فلاح و بہبود کا انحصار سچائی کو اپنانے اور ہر شعبہ حیات کو اس کے مطابق منظم کرنے پر ہوتا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ جن معاشروں کی بنیادیں باطل پرستی پر استوار ہوئیں وہ دیرپا ثابت نہ ہو سکے بلکہ عبرتناک تباہی و بربادی آخرکار ان کا مقدر بنی۔

وزیراعظم پاکستان محترمہ بےنظیر بھٹو نے مسندِ اقتدار سنبھالتے ہی ذرائع ابلاغ سے تعلق رکھنے والے صحافیوں اور دانشوروں کی پریس کانفرنس طلب کی اور اس تاریخی حقیقت کو مدِنظر رکھتے ہوئے برملا تلقین کی کہ دروغ بیانی کو فی الفور ترک کر دیا جائے اور سچ کی تلاش و اشاعت کو اپنا شعار بنایا جائے تاکہ عوام کو فکری تذبذب اور انتشار کی نقصان دہ کیفیات سے نجات حاصل ہو اور ملک میں معاشرتی فلاح و بہبود کا عمل صحت مند بنیادوں پر استوار ہو کر اپنے تمام تر تعمیری اثرات اور پوری افادیت کے ساتھ جاری و ساری ہو جائے۔

سچ تو یہ ہے کہ سچ بولنا اتنا مشکل نہیں ہوتا جتنا مشکل سچ سننا ہوتا ہے۔ سچی باتیں بڑی تلخ ہوا کرتی ہیں لہٰذا ان باتوں کے سننے کے لئے بڑے حوصلے اور بڑی قوت برداشت کی ضرورت ہوتی ہے۔ بدقسمتی سے لوگوں میں اکثریت کردار کی ان خوبیوں سے عاری ہوتی ہے لہٰذا وہ سچ سننا برداشت نہیں کرتے اور جب کوئی راست گو سرعام راست گوئی سے کام لیتا ہے تو یہ باطل پرست اس کی مخالفت پر کمر باندھ لیتے ہیں۔ اور اس کی جان کے درپے آزار ہو جاتے ہیں۔

صداقت کے اظہار اور اس کی تشہیر کے خلاف صورتحال کتنی ہی سنگین کیوں نہ ہو دنیا سچ بولنے اور سچ کی اشاعت کرنے والوں سے کبھی خالی نہیں رہی۔ بلکہ ہر زمانے میں کوئی نہ کوئی حق گو نہایت بیباکی اور ثابت قدمی سے باطل پرست طاغوتی قوتوں کے خلاف نبرد آزمائی کرتا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ "صداقت" اپنی تمام حیات آفریں قدروں کے ساتھ دنیا میں برقرار ہے اور اس سرچشمے سے انسانی معاشرے کی مسلسل آبیاری ہو رہی ہے۔

بانیٔ پاکستان قائداعظم محمد علی جناحؒ حق پرست انسان تھے آپ نے مسلم قومیت کی صداقت کے آفاقی تصور کو مسلمانانِ برصغیر کی آزادی اور ہندو قوم کے استحصال سے انہیں نجات دلانے کے لئے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اس عظیم صداقت کو "دو قومی نظریے" کا نام دیا گیا۔ یہ صداقت نئی نہ تھی مسلم قومیت کے آفاقی تصور کو آج سے چودہ سو سال بیشتر سرورِ کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے ایک عظیم خطبے کے ذریعے اقوام عالم کے سامنے پیش کیا۔ "نہ کسی عرب کو عجمی پر اور نہ کسی عجمی کو عربی پر، نہ کالے کو کسی گورے پر، نہ گورے کو کسی کالے پر، کوئی فوقیت حاصل ہے" کے الفاظ بیان فرما کر آنحضورؐ نے علاقائی، نسلی اور لسانی امتیازات پر قائم ہونے والی قومیتوں کے تمام نظریات کی نفی کر دی اور "سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں" کہہ کر "مسلم قومیت" کا عالمگیر تصور پیش کیا۔ قائداعظم نے آنحضورؐ کے اسی مسلم قومیت کے تصور کو مسلمانانِ برصغیر کے حق میں عملاً نافذ کرانے کی انتھک جدوجہد کی اور ان کے لئے ایک آزاد ریاست "پاکستان" کے حصول کو ممکن بنایا۔ باطل پرست عناصر نے قائداعظم کی ان حقیقت پسندانہ کوششوں کو پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھا اور "ملت از وطن است" کا نعرہ لگا کر "دو قومی نظریے" کو "مسلم قومیت" کے حق میں تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اور قائداعظم کو ناکام بنانے کے لئے مخالفت پر کمربستہ ہو گئے۔ ان پاکستان مخالف عناصر نے اعلان کیا کہ "پاکستان تو کجا پاکستان کی "پ" بھی نہ بننے دی جائے گی اور اس بچے کو جنم لینے سے قبل ماں کے پیٹ ہی میں موت کے گھاٹ اتار دیا جائیگا جو پیدائش کے بعد لفظ "پاکستان" لکھے گا۔ پاکستان کی منظوری کے لئے منعقد ہونے والے جلسہ لاہور ۱۹۴۰ء کو سبوتاژ کرنے کی کوشش کی گئی۔ قیام پاکستان سے قبل لاہور میں قائداعظم پر قاتلانہ حملہ کرایا گیا۔

قیام پاکستان کے خلاف ان عناصر کی معاندانہ کوششوں اور مذموم پروپیگنڈہ کے باوجود مسلمانانِ برصغیر کو آزادی میسر آ گئی۔ اور انہوں نے اپنے لئے ایک وطن پاکستان حاصل کر لیا۔ تاہم ہندو کانگریس نواز ان پاکستان مخالف "مسلم عناصر" نے تقسیم ہند کو دل سے تسلیم نہ کیا۔ اور اپنی تحریک کو ایک نئی شکل دے کر پاکستان کے خلاف گوناگوں سازشوں میں مصروف ہو گئے تاکہ ہندو کانگریس کی منشاء کے عین مطابق پاکستان کو مٹا کر ہندوستان کو پھر سے متحد کر دیا جائے اس مقصد کے حصول کے لئے انہوں نے اسلام پرستی کا لبادہ پہنا اور پاکستانیوں کی صفوں میں دخیل ہو گئے۔ قومی اتحاد و یکجہتی اور قومی نظریئے کے زیر اثر قائم ہونے والے پاکستانی قومیت کے تصور کو سخت نقصان پہنچانے کی مذموم کوششیں سرانجام دیتے رہے۔ یہ لوگ فرقہ ورانہ منافرت پھیلا کر اور مختلف مذہبی گروہوں کو ایک دوسرے کے خلاف تکفیر بازی میں الجھا کر آمادہ بر فساد کرتے ہیں۔ علاقائی، نسلی بنیادوں پر قومیتوں کے قیام کا پرچار کر کے پاکستان کے قومی یکجہتی کے خرمن کو خاکستر کرنے کے لئے نفرتوں کی آگ بھڑکاتے ہیں۔ تاکہ پھر سے ایک ہندوستان کے قیام کا کانگرسی تصور شرمندۂ تعبیر ہو جائے۔

ان باطل پرستوں کے حق میں گذشتہ گیارہ سالہ مارشل لائی عہد نہایت سود مند دور تھا۔ جس میں انہیں بڑی "کامیابیاں" حاصل رہیں اور وہ "منزل مقصود" کی قربت کے احساس میں بے حد مسرور نظر آنے لگے تھے۔ اس تاریک دور کا آغاز "نوّے دن کے بعد عام انتخابات کے ذریعے بحالی جمہوریت" کے جھوٹے وعدے سے ہوا اور اس کے اختتام تک قدم قدم پر بے مثال ڈھٹائی سے جھوٹ بولا جاتا رہا۔

ہم خدا کے شکر گزار ہیں کہ "باطل پرستی" کا "تاریک" دور ختم ہو چکا ہے۔ معاشرے میں جمہوری صداقتوں نے پھر سے جنم لے لیا ہے اب ان صداقتوں کو پروان چڑھانے کی ضرورت ہے۔ ان کے استحکام کے لئے موجودہ صورتحال فوری طور سے ایک مسلسل جہاد کے آغاز کا تقاضا کر رہی ہے۔ ذرائع ابلاغ سے تعلق رکھنے والے صحافی اور ملک کے دانشور طبقہ کے لوگ بیباکی کو شعار بنا کر اپنے قلم اپنی سوچ اپنی صلاحیتیں حق و صداقت کی ترویج و تشہیر میں ہمہ وقت وقف کر کے ہی اس جہاد کا آغاز کر سکتے ہیں یہ ان کی اوّلین ذمہ داری ہے اور اسی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لئے محترمہ وزیراعظم نے انہیں اپنی پریس کانفرنس میں بلا کر مخلصانہ تلقین کی تھی۔ کیونکہ اسی پر جمہوریت کے فروغ، عوام کی بہبود اور نظریہ پاکستان کے استحکام کا انحصار ہے۔ لہٰذا جمہوری قدروں کے دفاع میں یہ "قلمی جہاد" وقت کی اہم ضرورت ہے۔

حفیظ الرحمٰن شیخ، ایم اے ایجوکیشن۔ (گلگت)

جماعتی خبریں

- مرکزی جامع میں مکرم جناب نصیر احمد فاروقی حسب معمول جمعہ کا خطبہ دینے ہیں احباب سے گذارش ہے کہ ان کی صحت و تندرستی کے لئے مخلصانہ دعائیں فرمائیں اللہ تعالیٰ اس نافع شخص کی عمر دراز کرے اور دینی و جماعتی خدمات کا زیادہ سے زیادہ موقع عطا فرمائے۔

- تقریب عید میلاد النبیؐ

مقامی جماعت احمدیہ لاہور کے اعلان کے مطابق عید میلاد النبیؐ کے سلسلہ میں ایک تقریب ۱۴ اکتوبر کی شام چار بجے جامع احمدیہ دارالسلام لاہور میں منعقد ہو رہی ہے۔ جماعت کے مقرر حضرات حضرت نبی کریمؐ کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کریں گے جماعت کے جملہ احباب و خواتین کو شرکت کی دعوت دی گئی ہے۔ اختتام تقریب پر حاضرین کو عشائیہ دیا جا رہا ہے۔

اخبار کا یہ شمارہ اس تقریب کے انعقاد سے پہلے ہی پریس میں جا رہا ہے اسلئے تفصیل آئندہ شمارے میں دی جائے گی۔

- ۵ اکتوبر کو ½ ۱۱ بجے انجمن کے مرکزی دفتر میں اخبارات کی مشاورتی کمیٹی کا اجلاس ہوا جس میں اخبارات سے متعلق معاملات اور ان کی ترقی کے سلسلہ میں تجاویز زیر غور آئیں اور فیصلے ہوئے۔

محترم نصیر احمد فاروقی، لاہور

سالانہ اجتماع آرہا ہے۔ کیا آپ بھی آرہے ہیں؟

لا تجعلوا دعآء الرّسول بینکم کدعآء بعضکم بعضا ط قد یعلم اللہ الذین یتسللون منکم لواذاً ج فلیحذر الذین یخالفون عن امرہٖ ان تصیبھم فتنۃٌ او یصیبھم عذابٌ الیمٌ ہ الا انّ للہ ما فی السّمٰوٰت والارض ط قد یعلم ما انتم علیہ ط ویوم یرجعون الیہ فینبّئھم بما عملوا ط واللہ بکلّ شیءٍ علیمٌ ع

(النور ۲۴۔ آیات ۶۳ و ۶۴)

ترجمہ :۔ "(مومنو!) رسولؐ کے بلانے کو آپس میں ایسا نہ بناؤ جیسا تمہارا ایک دوسرے کو بلانا ہے۔ اللہ اُن لوگوں کو جانتا ہے جو تم میں سے چھپ کر نکل جاتے ہیں۔ پس جو لوگ اُس کے حکم کے خلاف عمل کرتے ہیں انہیں چاہیئے کہ وہ ڈریں کہ وہ آزمائش میں نہ پڑجائیں یا انہیں دردناک عذاب نہ پہنچے۔ سُن لو کہ اللہ کا ہی ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ وہ جانتا ہے جس حال میں تم ہو۔ اور جس دن وہ اُس کی طرف لوٹائے جائیں گے تو وہ انہیں اس کی خبر دے گا جو وہ کرتے تھے۔ اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔"

کیا خوش نصیب تھے وہ لوگ جن میں اللہ کا رسولؐ موجود تھا! اور جب وہ انہیں بلاتا تھا تو کیا دیوانہ وار وہ دوڑے آتے تھے! یہاں تک کہ جنگِ اُحد میں جب کچھ تیر اندازوں کی اللہ کے رسولؐ کی حکم عدولی سے کفار نے مورچہ خالی دیکھ کر مسلمانوں کے (جو فتح کے بعد قیدی پکڑنے اور مالِ غنیمت اکٹھا کرنے میں مصروف تھے) عقب سے حملہ کر دیا تو اُن میں پریشانی پھیل گئی اور بعضوں کے پیر اُکھڑ گئے تو اس حالت میں بھی جب اللہ کا رسولؐ جو پہاڑ کی طرح مضبوط کھڑا تھا جب اُس نے چھوٹے سے ٹیلے پر چڑھ کر آواز دی الی عباد اللہ انا رسول اللہ "اے اللہ کے بندو میری طرف آجاؤ۔ میں اللہ کا رسولؐ ہوں"۔ (اور اس لئے میری پکار اللہ کی پکار ہے۔ کیونکہ حضورؐ کا کوئی دینی یا قومی حکم اللہ تعالےٰ کی وحیٔ خفی کے سوا نہ ہوتا تھا) تو مسلمان اُلٹے پیر رسول اللہ صلعم کی طرف دوڑے۔ حالانکہ اُس میں دوبارہ دشمن کے (جو تعداد میں چار گنا تھا اور اب اس کے حوصلے بڑھے ہوئے تھے) نرغہ میں پھنس جانا تھا مگر رسولؐ کی آواز کافی تھی کہ وہ اپنی جان تک کا خطرہ مول لے کر حضورؐ کے ارد گرد جمع ہو گئے۔

کمزور لوگ

مسلمانوں کا یہی حال ہر موقعہ پر تھا خواہ وہ جنگ میں ہو یا امن میں۔ مگر ان میں دو قسم کے کمزور لوگ بھی تھے۔ اول تو وہ منافقین جو ارادۃً مسلمانوں میں اپنے وقتی مفاد کی خاطر مل گئے تھے۔ اور یا گنتی کے چند لوگ جن کا ایمان اور عمل ابھی ایسا پختہ نہ ہوا تھا کہ بار بار کے امتحانوں میں وہ پورا اترے اور غزوۂ تبوک کے موقعہ پر انہوں نے رسولؐ کے بلانے کی پرواہ نہ کی۔ تو غزوۂ تبوک سے واپسی پر پچاس دن تک اُن کا بائیکاٹ کیا گیا یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ نے ان کی توبہ کو قبول فرما کر انہیں معاف کر دیا۔

رسولوںؑ کے بلانے کی پرواہ نہ کرنے والے اگر اس دنیا میں کسی فتنہ میں اللہ کی طرف سے نہ ڈالے جائیں یا انہیں دردناک عذاب نہ آپکڑے جیسا کہ آیاتِ مذکورہ بالا میں وعید ہے تو بھی آخرت میں اُن کی جواب دہی کا ذکر قرآن حکیم میں متعدد جگہ ہے مثلاً سورت القصص ۲۸ کی آیات ۶۵، ۶۶ میں فرمایا "اور جس دن اللہ انہیں بلوائے گا اور کہے گا کہ تم نے رسولوںؑ کے بلانے کا کیا جواب دیا تو اُس دن عذر بہانے انہیں نہ سُوجھیں گے اور نہ وہ اُس دن ایک دوسرے سے پوچھ (کر جواب دے) سکیں گے۔"

انمول نعمتیں

اللہ کا رسولؐ اگر لوگوں کو بلاتا ہے تو ان امور کے لئے جن میں اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رحمت مل سکتی ہے اور انسان اس کے عذاب سے بچ سکتا ہے (الاحقاف ۴۶۔ ۳۱) اور انسان کو روحانی زندگی ملتی ہے جیسا کہ فرمایا یایّھا الّذین اٰمنوا استجیبوا للہ وللرّسول اذا دعاکم لما یحییکم ج واعلموا انّ اللہ یحول بین المرءِ وقلبہٖ وانّہٗ الیہ تحشرون ہ واتّقوا فتنۃً لّا تصیبنّ الّذین ظلموا منکم خآصّۃً ج واعلموا انّ اللہ شدید العقاب (الانفال ۸۔ آیات ۲۴-۲۵)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ اور اُس کے رسولؐ کا حکم مانو جب وہ (رسولؐ) تمہیں اس بات کی طرف بلاتا ہے جو تمہیں زندگی بخشے گی۔ اور جان لو کہ اللہ انسان کے اور اُس کے دل کے درمیان حائل ہے اور یہ کہ تم اس کی طرف اکٹھے کئے جاؤ گے"۔ اس کی اگلی آیت ہے واتّقوا فتنۃً لّا تصیبنّ الّذین ظلموا منکم خآصّۃً ج واعلموا انّ اللہ شدید العقاب ہ "اور اپنے آپ کو بچالو اس عظیم الشان فتنہ سے جو صرف ان لوگوں پر ہی نہیں آسکتا جو تم میں سے ظالم ہیں۔ اور جان لو کہ اللہ سزا دینے میں سخت ہے"۔

خلاصہ

ان دل ہلا دینے والی آیات میں مندرجہ ذیل اہم امور سمجھائے ہیں۔

۱۔ اللہ اور اس کا رسولؐ ایک ہیں۔ سو جب رسولؐ بلائے تو وہ اللہ کا ہی بلانا ہے۔

۲۔ اس لئے رسولؐ کے بلانے پر آجایا کرو خصوصاً اس لئے کہ رسولؐ تمہیں اُس بات کی طرف بلاتا ہے جو تمہیں زندگی بخشے گی (ظاہر ہے کہ یہ روحانی زندگی ہے جو اگر انسان پالے تو پھر مرنے کے بعد بھی وہ فوراً زندہ ہو جاتا ہے)

۳۔ جان لو کہ اللہ تمہارے اور تمہارے دلوں کے درمیان حائل ہے۔ اس لئے اگر وہ ایک طرف تمہارے عمل کو دیکھتا ہے تو دوسری طرف وہ تمہارے دل کے رازوں کو بھی جانتا ہے۔ اس لئے عذر بہانے رسولؐ کے سامنے کر بھی لو تو اللہ سے تم اصل بات نہیں چھپا سکتے خواہ وہ تمہارے دل کی ایمانی کمزوری ہو یا کوئی اور وجہ ہو۔

۴۔ اگر اللہ اور اس کے رسولؐ کے بلانے پر تم جمع نہ ہو گے تو ایک دن اللہ کے سامنے پکڑے ہوئے جمع ہو گے۔

۵۔ وہ تو آخرت میں ہو گا مگر اس دنیا میں بھی تم پر عظیم الشان فتنہ اللہ تعالےٰ بھیج سکتا ہے، اور اس فتنہ میں گیہوں کے ساتھ گھن بھی پس سکتا ہے۔ یعنے ساری قوم

پردہ فتنہ آسکتا ہے خواہ اُس میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہوں جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم نہ کیا ہو۔

۶۔ اور جان لو کہ "دیر گیر د سخت گیر د"، یعنے اللہ بہت مہلت اور ڈھیل دیتا ہے مگر جب پکڑتا ہے تو وہ سخت پکڑ ہوتی ہے۔

غزوۂ اُحد میں قصور تو ۳۹ تیر اندازوں کا تھا مگر آفت ساری جماعت پر آگئی۔ اور ایسی مصیبت کا گناہ اُن تھوڑے لوگوں کے نامۂ اعمال میں جا پڑتا ہے جن کی کمزوری سے وہ مصیبت آئی۔ مومنوں کو جنہوں نے کمزوری نہ دکھائی تھی اللہ تعالیٰ اس کا اجر دے گا جیسا کہ اسی واقعہ کے ذکر میں فرمایا ہے۔

رسولؐ کیوں بلاتا ہے؟

اب میں سورۃ النّور کی اُن آیات کی طرف دوبارہ آتا ہوں جو اس مضمون کے شروع میں درج ہیں۔ ان میں مندرجہ ذیل باتیں فرمائی ہیں:۔

۱۔ رسولؐ کا بلانا تمہارے آپس میں ایک دوسرے کو بلانے کی طرح نہیں کیونکہ رسولؐ کا بلانا اللہ تعالیٰ کی وحیٔ خفی سے ہوتا ہے اور وہ ضروری قومی کاموں کے لئے ہوتا ہے جنہیں انفرادی یا ذاتی کاموں پر فوقیت ہوتی ہے، خواہ وہ قومی کام دینی نوعیت کے ہوں یا دنیاوی۔ دوسرے وہ تمہاری اخلاقی اور روحانی بھلائی کے لئے ہوتے ہیں جو بھلائی کہ ابدی رہنے والی ہے بہ نسبت دنیاوی بھلائی کے جو عارضی ہوتی ہے نہ صرف اس لئے کہ وہ آکر چلی بھی جاتی ہے بلکہ اس لئے بھی کہ وہ آج نہیں تو کل تمہاری موت پر ختم ہو جائے گی۔ اس کے برعکس اخلاقی اور روحانی بھلائی انسان کے لئے اس دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رحم کو لاتی ہے اور مرنے کے بعد بھی، اور دنیا میں دل کی جنت و خوشی اور آخرت میں ظاہری جنت میں انسان کو لے جاتی ہے۔ ولمن خاف مقام ربہٖ جنتان

۲۔ اور رسولؐ کے بلانے پر جمع ہونے کے بعد تم اس کی آنکھ بچا کر کھسک جاؤ تو رسولؐ کو نہ بھی پتہ لگے تو اللہ تعالیٰ تو اُسے ضرور جانتا ہے۔ اور پکڑنے والا یا سزا دینے والا رسولؐ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہوتا ہے جو تم پر قدرتِ کاملہ رکھتا ہے۔

۳۔ سو جو لوگ رسولؐ کے حکم کے خلاف عمل کرتے ہیں (خواہ نہ آکر یا آکر کھسک جاکر یا پھر کسی اور رنگ میں حکم عدولی کر کے) تو انہیں ڈرنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ جس کی منشاء سے رسولؐ نے بلایا تھا انہیں کسی آزمائش میں نہ ڈال دے یا کوئی دردناک عذاب میں مبتلا نہ کر دے۔

۴۔ یہ بھی جان لو کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے یا زمین میں ہے وہ اللہ کا ہی ہے۔ یہاں "آسمانوں" سے مراد ظاہری آسمان ہو ہی نہیں سکتے کیونکہ وہ کھربہا کھرب میلوں بلکہ اَن گنت فاصلوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اور اس زمین کے کسی انسان کا اُن آسمانوں سے کوئی واسطہ نہیں نہ ہی وہ ان سے کوئی فائدہ اٹھاتا ہے۔ جیسا کہ میں بارہا واضح کر چکا ہوں "آسمانوں" کا لفظ قرآن حکیم میں اکثر جگہ انسان کی مرنے کے بعد کی زندگی کے آسمانوں کے لئے آتا ہے جن میں انسان نے مرنے کے بعد روحانی ترقی کرتے ہوئے جانا ہے۔ اُن آسمانوں کی تمام نعمتوں سے ہر انسان کو فائدہ پہنچے گا اگر وہ اُن خوش نصیبوں میں سے ہوگا جو مغفرت یا معافی پاکر اُن میں داخل ہونگے

۵۔ بہرحال اس زمین میں بھی جو کچھ ہے وہ اللہ کا ہی ہے کیونکہ انسان تو اس دنیا میں اپنی ماں کے پیٹ سے خالی ہاتھ آتا ہے اور قبر میں خالی ہاتھ جا لیٹتا ہے۔ اور اس زمین کی جو بھی نعمت ہے وہ اللہ تعالیٰ کی بخشش سے ہی اُسے ملتی ہے ورنہ ہر شخص مالدار ہو جاتا یا بادشاہ بن جاتا یا کبھی نہ بگڑنے والی صحت کا مالک ہو جاتا؟ کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ اُس کی قابلیت یا اس کی محنت سے ہی صرف وہ دنیا کی نعمتیں پاتا ہے کیونکہ قابل سے قابل لوگ بھوکے یا غریب رہتے ہیں جبکہ معمولی قابلیت اور معمولی عقل والے لوگ بعض وقت عیش و عشرت میں نظر آتے ہیں۔ اسی طرح محنت کے باوجود ایک مزدور کیا کماتا ہے؟ یا ایک فلاسفر کیا کماتا ہے؟ اور بعض لوگ سونا کا چمچہ منہ میں لئے پیدا ہوتے ہیں اور مزدور سے کم محنت کر کے لاکھوں کروڑوں کما لیتے ہیں۔ اس لئے رزق کی تقسیم اس دنیا میں بھی اللہ کی ہی ہے۔

۶۔ تو زمین کی نعمتوں کو چاہتے ہو یا مرنے کے بعد اگلی زندگیوں کی ہمیشہ رہنے والی نعمتوں کو تو ان کے مالک کی مرضی کے خلاف چلو گے یا اُسے ناراض کرو گے تو گھاٹے میں کون رہے گا؟ تم خود۔

۷۔ یہ بھی سن لو کہ اللہ جانتا ہے جس حالت میں کہ تم اس دنیا میں ہو۔ اس لئے اگر دنیا میں ہی تم کو پکڑ لے تو بعید نہیں۔

۸۔ بہرحال مرنے کے بعد تم اس کے آگے لائے جاؤ گے۔ تو وہ تمہیں اُس کی خبر دے گا جو تم کرتے تھے۔ تب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ تمہیں دیکھ رہا تھا اور تم کو جوابدہی کرنا ہوگی۔

۹۔ اور یہ بھی جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے خواہ وہ تمہارے مخفی عمل ہوں یا دل کی نیت یا تمہاری مخفی عیب۔ تو اس کی پکڑ سے تم عذر بہانے کر کے بچ نہ سکو گے اگرچہ تمہارے عذر بہانے اس دنیا میں اور وں کے آگے چل بھی جائیں۔

رسول کے معنے

اللہ تعالیٰ کے اس تفصیلی وعید کے بعد مجھے کچھ مزید کہنے کی ضرورت نہیں سوائے اس کے کہ "رسول" کے لفظ میں رسول اللہ صلعم کے خلفاء مثلاً مجدد دین بھی آجاتے ہیں اور لغت میں "رسول" کسی پیغامبر یا بھیجے ہوئے کے بھی ہوتے ہیں۔ اگر ان آیات میں لفظ "رسول" سے مراد صرف رسول اللہ صلعم ہی ہوتے تو حضورؐ کی وفات کے بعد بھی ان آیات کو روزِ قیامت تک قرآن حکیم میں رکھنے کے کیا معنی ہیں؟

حضرت بانیٔ سلسلہ نے بھی اللہ تعالیٰ سے حکم پاکر سالانہ دعائیہ اجتماع کی بنیاد رکھی۔ اور حضرتِ اقدس نے بھی وہی الفاظ استعمال فرمائے جو اِن آیاتِ مبارکہ میں ہیں کہ اس جلسہ کو معمولی جلسوں کی طرح نہ سمجھو بلکہ یہ مشیت الٰہی سے جماعت کو روحانی زندگی بخشنے کے لئے مقرر ہوا ہے۔ میں اپنی ساری عمر میں صرف دو دفعہ اِن مبارک جلسوں سے محروم ہوا کیونکہ والد مرحوم مجھے میرے بچپن سے اپنے ساتھ جلسۂ سالانہ پر لاتے تھے۔ ایک تو جب میں ولایت میں طالبعلم تھا۔ اور دوسرے وہ جلسہ تھا جو بجائے دسمبر کے آخیر کے ایسٹر کی تعطیلات میں ایک دفعہ منعقد ہوا تھا۔ اور میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ جب میں شامل نہ ہوا تو میں نے اپنے اندر روحانی موت کو دیکھا اور روحانی احیاء ہی اِن جلسوں کا مقصد ہے جیسا کہ سورۃ الانفال ۸ کی آیت ۲۴ میں فرمایا ہے، کہ یایھا الذین امنوا استجیبوا للہ و للرسول اذا دعاکم لما یحییکم یعنے "اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ اور اس کے رسولؐ کا حکم مانو جب وہ (رسولؐ) تمہیں بلاتا ہے تاکہ وہ تمہیں زندگی بخشے۔"

اپیل

میرے عزیز بھائیو اور بہنو! اُوپر کی باتوں کو ایک دفعہ پھر پڑھو اور میرے سوال کا جواب دو "سالانہ اجتماع آرہا ہے کیا آپ بھی آرہے ہیں؟"، کیا ہمارے عذر کہ دفتر میں چھٹی نہ تھی اللہ تعالیٰ کو قابل قبول ہونگے جبکہ ہم اپنے ذاتی کام کاج کے لئے

چھٹی لے لیتے ہیں ؟ اور خدانخواستہ اگر جیسا کہ متذکرہ بالا آیات میں دعید ہے اللہ تعالیٰ کسی فتنہ میں ڈال دے مثلاً بیماری میں تو کیا ہم چھٹی نہ لیں گے ؟ اِس سے بہت لمبی چھٹی لے لیں گے خواہ وُہ بلا تنخواہ بھی ہو۔ بزنس والے کہتے ہیں کہ تجارت تو کسی کا انتظار نہیں کرتی میں پوچھتا ہوں کہ اگر خدانخواستہ وہ بیمار ہو جائیں تو کیا بزنس انتظار نہیں کر لیتی ؟ یا کیا وُہ ملک سے باہر جائیں (جو کہ ہفتوں بلکہ مہینوں تک کے لئے ہوتا ہے) تو اپنے کام کاج کی نگہداشت کے لئے کسی اور کو مقرر کر کے نہیں جاتے ؟ تو کیا ان تین چار دن کے لئے وُہ ایسا نہیں کر سکتے ؟ زمیندار بھائیوں کے پاس تو ایسا کوئی عذر ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ نہ تو یہ فصل بونے کے دن ہیں نہ کاٹنے کے۔ باقی رہے وُہ بھائی بہن جو سفر خرچ کو برداشت نہیں کر سکتے، تو حضرت اقدس نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ اس مقصد کے لئے سال بھر تھوڑی بہت بچت کر کے زادِ سفر مہیا کریں۔ اور بعض جگہوں میں تو اللہ کے ایسے نیک بندے بھی ہوتے ہیں جو کسی نادار بہن بھائی کے لئے سفر خرچ اپنی جیب سے بطور انفاق فی سبیل اللہ دے دیتے ہیں۔ یا میں ہر جماعت کے پریذیڈنٹ صاحب اور سیکرٹری صاحب سے اپیل کرتا ہوں کہ وُہ نادار بہن بھائی کے لئے جو آنا چاہیں سفر خرچ کے لئے چندہ کر لیں۔ یہ بھی خدا کے رستہ میں خرچ کرنے کے مترادف ہوگا۔

تو سوائے ان بھائی بہنوں کے جو اس قدر علیل ہیں کہ سفر نہیں کر سکتے، ہم میں سے اوروں کا عذر اللہ تعالیٰ کے آگے کیا ہوگا ؟

اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد بھی یاد رکھیں۔ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا "اور عہد کے متعلق بھی تم سے محاسبہ ہوگا۔" اللہ تعالیٰ ہم سب کو اُس دِن سرخرو کرے۔ اور اس دن بھی ہماری شامتِ اعمال کی وجہ سے ہمیں فتنوں میں نہ ڈالے — آمین۔

ہمارا سالانہ دُعائیہ اجتماع ۱۹۸۹ء

پیغام صلح کے گزشتہ شمارے میں جنرل سیکرٹری صاحب انجمن جناب چوہدری منصور احمد کا ایک اعلان شائع ہوا ہے جس کے مطابق ہمارا سالانہ دُعائیہ اجتماع دسمبر ۱۹۸۹ء کی ۲۳ تا ۲۶ تاریخوں میں منعقد ہو رہا ہے۔ پہلے دِن خواتین کا اجتماع ہوگا جبکہ دوسرے تین دن دعائیہ اجتماع کے لئے مختص ہیں۔

جیسا کہ احباب جماعت اس حقیقت سے واقف ہیں کہ ایسے اجتماع کی بنیاد خود حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے اپنے دعوٰی کے ساتھ رکھی۔ اور اس کے لئے تین دِن آپ نے خود ہی مقرر فرمائے۔ اس سالانہ اجتماع کی اہمیت اور برکات کے متعلق حضرت اقدس کے ارشادات آپ اکثر پڑھتے سنتے رہتے ہیں اور آپ کے جماعتی اخبار و رسائل میں بھی آئندہ حضرت صاحب اور اکابرینِ جماعت کے ارشادات قارئین حضرات کی نذر ہوں گے جن سے اس اجتماع کی اہمیت، خصوصیت، عظمت اور افادیت و برکات سے متعلق آپ کی یاد دہانی ہوتی رہے گی اس میں ہر موقعہ شرکت کے لئے ابھی سے عزم و ارادہ کر لیں۔ اور اپنی سفری ضروریات کا اندازہ پیشِ نظر رکھیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمت و توفیق عطا فرمائے۔ ادارہ پیغام صلح آپ کو شمولیت اجتماع کی مخلصانہ اور ہمدردانہ تحریک کرتا ہے۔ یاد رہے کہ اس اجتماع میں شرکت کرنا کئی قسم کی معذوریوں اور مجبوریوں کے باوجود، حضرت اقدس کی خواہش اور دعوت کی تعمیل ہے اور احباب و خواتین کی طرف سے اسی دعوت پر لبیک کہنا ہے۔

دُعائیہ اجتماع میں شمولیت بھی ایک قسم کا جہاد ہے۔ اگر غور کیا جائے تو ہر شخص کو دین کے لئے اپنی جان اور مال کے ساتھ جہاد کرنے کے زندگی میں مواقع ملتے رہتے ہیں ان مواقعوں میں سے ایک موقعہ ہمارا دعائیہ اجتماع بھی ہے، جس میں جہاں کچھ مال خرچ کرنا پڑتا ہے وہاں جسمانی تکلیف بھی اُٹھانی پڑتی ہے، جو احباب و خواتین لاہور میں رہتے ہیں ان سے کہیں زیادہ تکلیف وہ لوگ اُٹھاتے ہیں جو دور دراز سے تشریف لاتے ہیں ان کا اجر اسی قدر زیادہ بھی ہے۔ مقامی احباب اس ثواب کی کمی اپنے باہر کے آنے والے بھائیوں کی میزبانی کے فرائض کی کما حقہٗ ادا کر کے پوری کر سکتے ہیں ہمارے دوست اور بہنیں اور بچے بچیاں جہاں کہیں بھی ہوں، ہماری اصرار کے ساتھ تاکیدی گذارش ہے کہ وُہ سب اس موقع پر آئیں اور ان ایام اللہ کے فوائد و برکات سے متمتع ہوں آپ کی آمد یقیناً دین و جماعت کو تقویت دینے والی چیز ہے۔ اسے معمولی چیز نہ سمجھیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو

نمائش دستکاری

جلسہ سالانہ کے متعلق خواتینِ سلسلہ کا ایک ضروری فرض :-

جماعت کے تمام بزرگوں اور بھائیوں اور بہنوں کو بخوبی علم ہے کہ مرکزی احمدیہ انجمن خواتین لاہور نے اشاعتِ دین و قرآن کریم میں مدد دینے کیلئے ایک "دستکاری فنڈ" مدت سے شروع کیا ہوا ہے جس سے ہر سال انجمن کو گراں قدر اور معقول مالی امداد مل جاتی ہے۔ جماعت کی دردمند خواتین اور بچیاں کچھ دستکاری بنا کر ساتھ لاتی ہیں یا ارسال کر دیتی ہیں جو جلسہ کے موقع پر بذریعہ نمائش فروخت کر دی جاتی ہے۔ اس طرح ہزاروں روپے چند گھنٹوں میں جمع ہو جاتے ہیں ضرورت ہے کہ تمام خواتین سلسلہ عزم کر لیں کہ وہ اس سال نمائش دستکاری کو گذشتہ تمام سالوں سے زیادہ کامیاب بنائیں گی۔

جس کی واحد صورت یہ ہے کہ امسال ہر ایک احمدی خاتون اور بچی دستکاری کی کوئی نہ کوئی چیز نمائش دستکاری میں شامل کرنے کیلئے اپنے ساتھ لے آئے یا پہلے بھیجدے۔ (ادارہ)

بقیہ : معراج نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

برکاتِ اسلام دنیا میں پھیلنی تھیں اور خواہ مسجد اقصیٰ سے مراد بیت المقدس ہو مگر الٰہی غایت کے لئے نہ ہو اور حدیثِ معراج کی بعض روائتوں میں یہ آتا ہے کہ آپؐ نے پہلی منزل پر نماز مدینہ میں پڑھی اور دوسری منزل پر بیت المقدس میں۔

واقعہ اسرا میں یعنی آنحضرت صلعم کے مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی طرف لے جائے جانے میں یہ اشارہ ہے کہ بیت المقدس جو انبیائے بنی اسرائیل کا مقام تھا آنحضرت صلعم کے متبعین کو دے دیا جائے گا کیونکہ یہود یا عیسائیوں میں وہ لوگ نہ رہے تھے جو اس پاک سرزمین کے وارث قرار دیئے جاتے اور بموجب وعدہ خداوندی کبھی ضروری تھا کہ ابراہیمؑ کی اولاد کی دوسری شاخ اب اس پاک سرزمین کی مالک ہوتی۔ پس اصل اشارہ اس طرف ہے کہ انبیائے بنی اسرائیل کی برکات کا وارث بھی اب حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کو کیا جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ معراج میں کل انبیاءؑ کا آپؐ کے اقتدا میں بیت المقدس میں نماز پڑھنا دکھایا گیا اور قرآن شریف میں معراج کا ذکر صرف اسی قدر ہے جو یہاں ہوا یعنی بیت المقدس کو لے جانے کا ذکر آسمانوں پر لے جانے کا ذکر نہیں جس سے اسی بات کی تائید ہوتی ہے کہ یہاں بیت المقدس کے آنحضرت صلعم کو دیا جائے اور انبیائے سابق کی تمام برکات کا وارث کیا جانے کی طرف ہی خاص اشارہ ہے اور اسی کی تائید آیت کے آخری الفاظ سے ہوتی ہے جن میں اللہ تعالیٰ کی صفات سمیع و بصیر کا خاص ذکر کیا گیا ہے گویا بتایا ہے کہ وہ خدا جو مخلوق کی باتوں کو سنتا اور ان کے اعمال کو دیکھتا ہے اسی کا یہ کام ہے کہ اب ان تمام برکات کا وارث ایک دوسری قوم کو بناتا ہے اور اسی کی مزید تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ آگے ذکر حضرت موسیٰؑ کا اور اس کے بعد بنی اسرائیل کے فساد فی الارض کا ہے اور ھو السمیع البصیر میں بعض نے ضمیر آنحضرتؐ کی طرف لی ہے۔ مگر اس صورت میں مراد صرف اس قدر ہو گی کہ آپؐ سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے کلام کو سننے والے اور سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کو دیکھنے والے ہیں۔ مگر چونکہ السمیع اور البصیر اللہ تعالیٰ کے اسماء ہیں اس لئے ھو کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لینی چاہیئے۔

عام خیال یہ ہے کہ معراج دسویں یا گیارہویں سال بعثت کا واقعہ ہے مگر میرے نزدیک یہ غلط ہے اس سورت کے زمانہ نزول کی بحث میں میں نے دکھایا ہے کہ یہ چوتھے یا پانچویں سال کی سورت ہے۔ اور حضرت ابن مسعودؓ کی شہادت اس پر صریح ہے اور اس میں معراج کا ذکر آنا خود بتاتا ہے کہ معراج اس سے پہلے کا ہے اور اس سے بھی بڑھ کر یہ شہادت موجود ہے کہ سورۃ النجم میں بھی معراج کا ذکر ہے اور وہ اس سے بھی پہلے کی ہے ✚

مکتوب برلن

سعید احمد صاحب کے قلم سے،

برلن مشن کی چند جھلکیاں

(۲)

کویت کے ایک تاجر جو برلن میں مقیم ہیں۔
ان کی خواہش ہے کہ بچوں کے لئے مذہبی تعلیم کا بندوبست ہونا چاہیئے۔ ترک لوگ ترک زبان میں مذہبی تعلیم دیتے ہیں۔ جن لوگوں نے جرمن عورتوں سے شادی کی ہوئی ہے انہیں اپنے بچوں کی تعلیم کی بہت فکر ہے اکثر نوجوان اور بچے یہاں کے ماحول سے متاثر ہیں

مشرقی جرمنی سے ایک عمر رسیدہ آرکیٹیکٹ آیا۔ اس نے بتایا کہ جب یہ جامع بن رہی تھی تو وہ اس جامع کے لئے آرکیٹیکٹ مسٹر ہرمن کا شاگرد تھا۔

ایک جرمن مسٹر روسن ورلے نے دین قبول کیا۔ ان سے پہلے ایک صاحب سٹیفن ناص کنٹرل نے دین قبول کیا تھا۔ اور اسی دن ان کا نکاح ایک ترک خاتون سے کیا گیا۔

مسٹر ہرتنگ کے اہتمام سے وولک سکول کے تیس مرد و خواتین جامع کی تاریخ اور مقاصد جاننے کے لئے آئے۔ ان کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی آئے جن میں دو ربوہ گروپ کے احمدی تھے۔ سوال و جواب کا سلسلہ جاری رہا۔ بعد ازاں مشن ہاؤس میں آ گئے۔ جہاں رات دس بجے تک احمدیہ موومنٹ کے دو گروپس کا تجزیہ ہوتا رہا۔ اس کا فائدہ یہ ہوا کہ جن لوگوں کو تحریک احمدیہ کی معلومات نہیں تھیں، انہیں بھی معلوم ہو گیا کہ دو گروپ ہیں اور ان کے عقائد میں بڑا بین فرق ہے۔ بہت تفصیل سے اختلاف کے اسباب بتائے گئے۔ قادیانی لوگوں کو اس وقت بہت مایوسی ہوئی جب مسٹر ہرسک نے کہا کہ

" حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی مہربانی ہے کہ جرمنی میں دین پھیلانے کا بندوبست ان کے پیروکار کر رہے ہیں لیکن صرف لاہور جماعت کے عقائد صحیح ہیں "۔ یہ وہی مسٹر ہرسگ ہیں جنہوں نے ایک سال قبل مطالبہ کیا تھا کہ جامع سے تختی ہٹائی جائے۔

۱۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور آپ صاحبان کی دعائیں ہیں کہ لاہور احمدیہ جماعت کا مؤقف لوگوں کی نظروں میں ہے اور دونوں جماعتوں کے عقائد کا اختلاف بھی لوگ دیکھ بھال رہے ہیں۔
دعا کی درخواست ہے کہ جامع کی بڑی مرمتوں کے لئے امداد مل جائے۔ خدمت دین کا بہت کچھ تعلق اس جامع کی خوبصورتی کے ساتھ وابستہ ہے جو زائرین اور سیاح وغیرہ اسے دیکھنے آتے ہیں وہ گھڑی بھر دین پر بات چیت بھی سن لیتے ہیں۔

احباب کی خدمت میں سلام و دعا :

محمد علی میموریل ڈسپنسری حسب معمول دکھی انسانیت کی خدمت میں مصروف ہے۔ لوگ یہاں احباب کرام کے عطیات سے مفت شفا پاتے ہیں۔ ڈسپنسری کے مستحق مریضوں کے لئے صدقہ کی رقم ارسال فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

انچارج ڈسپنسری، دار السلام کالونی، ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور ۱۶

اپیل برائے دعائیہ فنڈ ۱۹۸۹ء

اخی مکرمی و محترمی —— السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

امام وقت حضرت اقدس نے ہمیں جن دینی خصوصیات سے نوازا ہے ان میں سالانہ دعائیہ کا انعقاد ایک ایسی خصوصیت ہے جو دین میں اجتماعی زندگی کی بنیاد ہے۔ اور اس سے خدمت دین کے خوش کن نتائج متوقع ہوتے ہیں۔ امسال یہ اجتماع اپنی روایتی شان و شوکت سے ۲۳ تا ۲۶ دسمبر ۸۹ء منعقد ہو رہا ہے۔ بیرون پاکستان سے احباب کی شمولیت متوقع ہے جملہ احباب و خواتین کی اس میں شمولیت بیحد ضروری ہے۔

موجودہ دور میں جبکہ افراط زر کی وجہ سے خورد و نوش کی ہر چیز مہنگی ہو گئی ہے۔ خدمت دین کے ذرائع بھی بہت سے اخراجات کے متقاضی ہیں، احباب سے گذارش ہے کہ وہ موجودہ مخصوص مہنگائی کے پیش نظر دل کھول کر جلسہ فنڈ میں چندہ دے کر اپنی درخشندہ روایات کو قائم رکھیں اور عند اللہ ماجور ہوں۔

والسلام   خاکسار   جنرل سیکرٹری منصور احمد

احباب کے نام

میں جماعت کے احباب و خواتین کی توجہ ایک اہم مسئلے کی طرف مبذول کرانا اپنا اخلاقی فرض سمجھتا ہوں وہ یہ کہ اپنی اولاد کی جماعتی تعلیم و تربیت کے پہلو کی طرف ہماری توجہ نسبتاً کم ہوتی محسوس ہو رہی ہے جو نتائج کے اعتبار سے جماعتی مفادات میں نہیں ہے۔ جبکہ جماعت افراد کے مجموعہ کا نام ہے اور جماعت کی تعمیر و استحکام کے لئے افراد کی حیثیت اینٹ اور سیمنٹ کی سی ہے۔

کیا اچھا ہو کہ ہم اپنے گھر کی چار دیواری پر نظر ڈالیں اور جماعتی مقاصد کے حوالے سے جائزہ لیں۔ میری آپ سب سے بڑی دل سوزی اور نہایت دردمندی کے ساتھ گذارش ہے کہ آپ افراد خانہ کی جماعتی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دیں۔ اپنے تابناک ماضی کے ساتھ روشن مستقبل کی ضمانت اسی صورت میں ممکن ہے اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔

بچے جماعت و مستقبل کا ایک عظیم سرمایہ ہوتے ہیں اسی احساس سے ان کی تعلیم و تربیت بھی نہایت دانشمندانہ طور پر اور ایک مربوط منصوبہ کے تحت کی جانا ضروری ہے ان میں خود اعتمادی، خودداری، دین سے کامل آگاہی اور دین کی خدمت کا جنون کی حد تک جذبہ ایسی قدریں پیدا کرنے کے لئے لائحہ عمل اختیار کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

اس کار خیر میں ہماری خدمات ہمہ پہلو حاضر ہیں جماعتی لٹریچر اور اخبارات کا مطالعہ ازبس ضروری ہے ان کی فراہمی اور ان سے آگاہی کو یقینی بنائیں۔   والسلام

فضل احمد۔

تحریک جہیز فنڈ

پیغام صلح کے گذشتہ شماروں میں مذکورہ عنوان سے احباب سے اس فنڈ میں عطیات کی ادائیگی کے لئے التماس کرتے ہوئے لکھا جاتا رہا کہ انجمن نے اس فنڈ کے لئے ایک لاکھ روپیہ کی رقم مختص یا مقرر کی ہے جس سے یہ تاثر ملتا ہے کہ انجمن نے یہ رقم اپنے ذرائع سے فراہم کر دی ہے جبکہ صورتحال ایسی نہیں ہے۔

مذکورہ رقم کی فراہمی خالصتاً احباب و خواتین سلسلہ کے عطیات پر منحصر ہے اور کم از کم ایک لاکھ روپے اکٹھا کرنے کی تجویز ہے۔ اس رقم کے منافع سے جماعت کی ضرورت مند بچیوں کی نکاح شادی کے موقعہ پر حسب حال امداد کی جائے گی اور یہ امداد تنظیم خواتین احمدیہ کی زیر نگرانی صرف ہو گی احباب سے گذارش ہے کہ اس فنڈ میں عطیات مرحمت فرمائیں۔

منصور احمد
جنرل سیکرٹری۔ انجمن

ختم شد بر نفسِ پاکش ہر کمال

لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

مندرجہ بالا شعر حضرت مرزا غلام احمد صاحب بانئ سلسلہ احمدیہ کا ہے۔ ختم نبوتؐ ہر مسلمان کا جزوِ ایمان ہے۔ اس کے لئے قرآن شریف کی آیت خاتم النبیّین اور منجملہ احادیث کے حدیثِ نبویؐ " لانبی بعدی " کافی ہے۔ حضرت مرزا صاحب کا بھی یہی ایمان تھا جس کو آپ نے بے شمار جگہ اللہ تعالےٰ کو حاضر و ناظر کر کے لکھا ہے۔ مگر ختم نبوت پر وہ دلیل جو مندرجہ بالا شعر میں ہے وہ بے نظیر ہے۔ فرمایا کہ جب رسول اللہ صلعم کی ذات پاک پر انسانیت کا ہر کمال بلکہ نبوت کا ہر کمال ختم ہو گیا تو اب کسی پیغمبر کی کیا ضرورت رہی ؟

حضرت مرزا صاحب نے ختم نبوت پر صرف دلائل ہی نہیں دیئے جن میں سے کچھ کا ذکر آگے مزید آئے گا۔ بلکہ ختم نبوت میں ایک رخنہ آن کر پڑتا تھا مسلمانوں کے اس عقیدہ سے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام اپنے جسدِ عنصری کے ساتھ آسمان پر چلے گئے اور آخیر زمانہ میں جب اُمتِ محمدیہ کا حال بُرا ہو گا تو وہ آن کر اُسے بچائیں گے۔ اگر فی الواقعہ ایسا ہے تو خاتم النبیّین تو نعوذ باللہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام ہونگے نہ کہ حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس لئے وفاتِ مسیحؑ کو قرآن مجید کی تیس سے زیادہ آیات اور احادیثِ نبویؐ سے ثابت کر کے حضرت مرزا صاحب نے ختم نبوت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر مسلّم کیا۔ اور یہ حضرت مرزا صاحب کی ختم نبوت کے عقیدہ کی اتنی بڑی خدمت ہے کہ اس کے آگے دنیا کا سر جھک جانا چاہیئے تھا۔ مگر حضرت عیسےٰؑ کو زندہ ماننے والوں نے اس کا جواب دیا کہ حضرت عیسےٰؑ جب دوبارہ آئیں گے تو وہ نبی نہ ہونگے۔ اس طرح کسی نبیؑ کا نبوت سے معزول ہونا نہ قرآنِ مجید سے ثابت ہے اور نہ کسی حدیثِ نبوی سے اور نہ یہ سمجھ آتا ہے کہ افضل الرّسل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم میں نعوذ باللہ کون سی کمی تھی جس کو حضرت عیسےٰؑ آن کر پورا کریں گے۔ حضرت مرزا صاحب نے کیا خوب لکھا ہے :-

ع

مسیحِ ناصری را تا قیامت زندہ می فہمند
مگر مدفونِ یثرب را نہ دادند ایں فضیلت را

نبی کیوں آتا ہے ؟

ختم نبوّت کے مسئلہ کو سمجھنے کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ نبی آتا کیوں ہے ؟ قرآن کریم میں ابتدائے آفرینشِ انسان کے ذکر میں بنی آدم کو مخاطب کر کے فرمایا :-

" فاما یاتینّکم منّی ھدًی فمن تبع ھدای فلا خوفٌ علیھم ولا ھم یحزنون -
(سورۃ البقرہ ۲ : ۳۸)

یعنے " سو ضرور میری طرف سے تمہارے پاس ہدایت آئے گی سو جو میری ہدایت کی پیروی کریگا اُن پر کوئی خوف نہ ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے "۔

اسی کی دُوسری جگہ یُوں وضاحت فرمائی۔

" یا بنی آدم امّا یاتینّکم رُسُلٌ منکم یقصّون علیکم اٰیٰتی فمن اتّقی واصلح فلا خوفٌ علیھم ولا ھم یحزنون -"
(الاعراف ۷ : ۳۵)

یعنے " اے بنی آدم اگر کبھی تمہارے پاس میرے رسُول آئیں میری آیات تم پر پڑھتے ہوں تو جو کوئی تقویٰ کرے اور اصلاح کرے اُن پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہونگے "

اس سے واضح ہو گیا کہ نبیوں کی بعثت کی اصل غرض اللہ تعالےٰ کی ہدایت کو مخلوق تک پہنچانا تھا۔ ہر انسان کی طرح نسلِ انسانی بھی اپنی طفولیت کی حالت سے لڑکپن اور پھر نوجوانی کی حالتوں میں سے گذری اور ان حالتوں میں مختلف نبی اپنی اپنی قوم کی استعداد کے مطابق ہدایت لوگوں کو پہنچاتے رہے۔ آخر وہ وقت آیا جب نفوسِ انسانی مختلف انبیاءؑ کی تعلیم سے اس قابل ہو چکے تھے کہ اب وہ آخری اور جامع تعلیم پائیں۔ اس تدریجی ترقی کا پتہ اُس بات سے بھی ملتا ہے جو حضرت عیسےٰؑ نے اپنے حواریوں سے کی کہ میں نے ابھی بہت سی باتیں تم سے کہنی تھیں مگر تم ان کی برداشت نہیں رکھتے مگر وہ جو رُوحِ حق میرے بعد آئے گا وہ تمام باتیں سچائی کی راہ کے متعلق تم کو بتا دے گا۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم وہ واحد پیغمبر ہیں جن کے ذریعہ سے نسلِ انسانی کو بتلایا گیا کہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا -" یعنے آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا۔ اور تمہارے لئے اِسلام کو بطورِ دین پسند کیا "

تو نبوت کا جو اصل مقصد ہے یعنے اللہ تعالےٰ کی ہدایت کو مخلوق تک پہنچانا وہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم پر آ کر تکمیل پا گئی اور اِس لئے لازمًا نبوت آپؐ پر آن کر ختم ہو گئی۔ جیسا کہ حضرت بانئ سلسلہ نے خوب فرمایا ہے کہ :-

" جس چیز کی ابتداء ہے اُس کی آخر انتہا بھی ہوتی ہے "

ختم نبوت میں وحدتِ نسلِ انسانی

" کان النّاس امّۃً واحدۃً "

قرآن پاک کا ارشاد ہے کہ تمام نسلِ انسانی ایک ہے۔ اور اس لئے قرآن مجید نے واضح کیا ہے کہ تمام نبی جو بنی آدم کی طرف مبعوث ہوئے ان کو ایک ہی بنیادی تعلیم دی گئی جس کی اصل

توحید الٰہی تھی مگر لوگوں نے الہامی کتابوں کو کھو دیا کیونکہ جن لوگوں کو ان کا محافظ بنایا گیا تھا یعنے ہر مذہب کے علماء انہوں نے اپنی من مانی منوانے کے لئے خدا کی کتاب کو لوگوں سے دور رکھا اور اس کو اور اس کے علم کو اپنی ٹھیکہ داری بنانے کے لئے کتاب کو لوگوں کے ہاتھوں میں نہ جانے دیا۔ پھر ہر ایسے مذہبی راہنما نے من مانی منوانے کے لئے اپنی طرف سے جو چاہا اپنی الہامی کتاب کی طرف منسوب کیا اور یا اس کتاب میں تحریف کی یا آہستہ آہستہ اسے بالکل گم کر دیا۔ ورنہ کیا وجہ ہے کہ خدا کی کتاب جو سب سے قیمتی دولت ہے وہ ہر مذہب نے کھو دی۔ یا اس کے مختلف اور متضاد نسخے یا تراجم صرف رہ گئے؛ اور اسی وجہ سے مذاہب عالم میں بنیادی اختلافات پیدا ہو گئے مثلاً کوئی دو خدا منواتا ہے تو کوئی تین اور کوئی تینتیس کروڑ۔ اس اختلاف مذاہب سے نسلِ انسانی میں سنگین اختلافات پیدا ہو گئے۔

چونکہ تمام نبیوںؑ کی اصل تعلیم ضائع ہو گئی تھی اس لئے ہر قوم نے اپنے نبیؑ اور اپنی الہامی کتاب ہی کو واحد سچا مذہب بتایا کیونکہ تکبر نفس اور آپس میں تفاخر فطرتِ انسانی کی بنیادی کمزوری ہے۔ اس مذہبی پھوٹ اور مذہبی دشمنیوں کا واحد علاج یہی تھا کہ نسلِ انسانی کو ایک نبی کے جھنڈے کے نیچے جمع کیا جائے اور اسے آخری بنایا جائے تاکہ اور کوئی نبی آن کر نسلِ انسانی کی وحدت میں پھوٹ نہ ڈالے۔

عجیب بات یہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واحد رسولؐ اور نبی ہیں جو کسی ایک قوم کی طرف مبعوث نہیں ہوئے بلکہ تمام نسلِ انسانی کی طرف جیسا کہ قرآن نے فرمایا:-

"قل یایھا النّاس انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔"

یعنے کہہ دے کہ اے نسلِ انسانی میں تم سب کے سب کی طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔" اور آپؐ واحد نبی ہیں جو واضح طور پر خاتم النبیین بنائے گئے۔ اس طرح نسلِ انسانی کی وحدت کو مستقل کر دیا گیا۔

تکمیلِ ہدایت اور ختم نبوت

اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو ہدایت دے کر بھیجا گیا تھا وہ ہر لحاظ سے کامل نہ ہوتی تو پھر بھی گنجائش رہ جاتی کہ کوئی نبی آئے اور اس کمی کو پورا کرے اسلئے قرآن پاک نے واضح کر دیا کہ:-

"الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔"

"یعنے آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا اور تمہارے لئے اسلام کو بطورِ دین پسند کیا۔"

یہ دعویٰ کسی اور الہامی کتاب نے نہیں کیا۔ یہ دعوےٰ اور کسی نبیؑ نے نہیں کیا بلکہ جیسا کہ میں اُوپر بتا آیا ہوں حضرت عیسےٰؑ نے خود فرمایا کہ ابھی میں نے تم سے بہت سی باتیں کہنی تھیں مگر تم ابھی ان کی برداشت نہیں رکھتے مگر وہ جو روحِ حق میرے بعد آئے گا وہ تمام سچائی کی راہیں تم پر کھولے گا۔"

اسی طرح جب مندرجہ بالا آیتِ قرآنی نازل ہوئی تو مدینہ کے یہود نے کہا اگر یہ آیت ہم پر نازل ہوتی تو ہم اسے یوم عید مقرر کرتے۔ دوسرے مذاہب کی اس کمی کو دور کرنے کا یہی طریق ہے کہ اُن تک قرآن پاک کی تعلیم پہنچائی جائے۔ قرآن مجید اور دوسری الہامی کتابوں کے اس فرق کی وجہ ہے کہ دوسری قومیں اگر کوئی انسانی ترقی یا تکمیل کی طرف قدم اٹھاتی ہیں تو اکثر اپنی الہامی کتابوں کو چھوڑ کر اور مسلمان قوم ترقی اور تکمیل کی طرف جو بھی قدم اٹھاتی ہے وہ قرآن مجید کی طرف ہوتا ہے۔ مثلاً عورتوں کو وراثت میں حق یا طلاق کے مسئلہ کر لے٭

معارف الحدیث

باشاعت الحق سرینگر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات حضرت مسیحؑ سے

صحاح ستہ (یعنی احادیثِ نبویہؐ کی چھ مستند اور معتبر کتابوں میں پہلا درجہ امام محمد بن اسماعیل بخاری (۱۹۵ھ-۲۵۶ھ / ۸۱۰ء-۸۷۰ء) کی تالیف صحیح بخاری کو حاصل ہے۔ اس کے بعد دوسرا درجہ امام مُسلم بن حجاج نیشاپوریؒ (۲۰۴ھ-۲۶۱ھ / ۸۱۹ء-۸۷۴ء) کی تالیف صحیح مسلم کو حاصل ہے۔ ان دونوں بلند پایہ کتابوں کو صحیحین یعنی دو صحیح کتابیں کہتے ہیں۔ جو حدیث ان دونوں کتابوں میں درج ہے اس کو متفق علیہ (وہ حدیث جس کی صحت پر اتفاق کیا گیا) کہتے ہیں۔

آج ہم صحیح مسلم (جلد ۱ کتاب الایمان باب الاسراء (۴۹) سے چند احادیث بابت غور و فکر پیش کرتے ہیں۔ بخاری شریف کا پارہ ۱۳ کتاب الانبیاء (۶۰) باب واذکر فی الکتاب مریم (۶۹) بھی دیکھا جائے۔

۱۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معراج کا ذکر کیا تو فرمایا: موسیٰ ادم طوال کانہ من رجال شنوءۃ میں نے موسیٰؑ کو دیکھا، وہ دراز قد تھے، گویا (عرب کے مشہور قبیلہ) شنوءہ کے مردوں میں سے ہیں۔ وقال عیسیٰ جعد مربوع اور حضورؐ نے فرمایا کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام گھونگر بال والے درمیانہ قد کے آدمی تھے۔" (باب ح ۵)

۲۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب مجھے معراج کی سیر کرائی گئی تو میں حضرت موسیٰؑ سے ملاقی ہوا۔ پھر آپؐ نے موسیٰؑ کی تعریف بیان کی پھر فرمایا یقیناً عیسیٰ میں حضرت عیسےٰؑ سے ملاقی ہوا اس کے بعد آپؐ نے اس کی تعریف کی فرمایا فاذا ربعۃ احمر میں نے دیکھا کہ عیسےٰؑ درمیانی قد کے سرخ رنگ والے آدمی ہیں کانما خرج من دیماس گویا ابھی حمام سے نکلے ہیں (ایضاً ح ۱۴) گویا حمام سے نہلا دھلا کر نکلے ہیں۔ یہ ان کی سرخ و سفید رنگت کی وجہ سے ہی کہا گیا ہے۔

صحیح مسلم کے اسی باب میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے چار احادیث مروی ہیں۔ ان میں حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک اور رات کا واقعہ بیان فرماتے ہیں مثلاً ارشاد ہوتا ہے:

۳: رایت عند الکعبۃ رجلاً میں نے کعبہ کے پاس ایک آدمی کو دیکھا۔ ادم یہ گندمی رنگ کا تھا وسبط الرأس اور اس کے بال سیدھے تھے واضعا یدہ علیٰ رجلین اس نے اپنے ہاتھ دو آدمیوں پر رکھے تھے ... فسالت من ھذا پھر میں نے پوچھا یہ صاحب کون ہیں فقالوا عیسیٰ ابن مریم او المسیح ابن مریم۔ تو لوگوں نے جواب دیا یہ صاحب عیسیٰ بن مریم ہیں یا مسیح ابنِ مریم ہیں۔ (یہ راوی کا شک ہے کہ عیسیٰ کا لفظ کہا یا مسیح کا) قال حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ورایت وراءہ رجلاً اور میں نے اس (مسیح) کے پیچھے ایک آدمی کو دیکھا احمر وہ سرخ رنگ کا تھا جعد الرأس گھونگر بال والا تھا اعور العین الیمنیٰ اور داہنی آنکھ کا کانا تھا ... فسالت من ھذا تو میں نے پوچھا یہ کون ہے فقالوا المسیح الدجال تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ مسیح دجال ہے۔ (ایضاً ح ۱۷)

۴۔ ایک حدیث میں حضورؐ فرماتے ہیں: میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک گندمی رنگ کا آدمی جس کا رنگ بہت اچھا تھا خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا اس کے سر کے بال شانوں تک تھے۔ بالوں میں کنگھی کی تھی۔ بالوں سے پانی ٹپک رہا تھا اور دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر طواف کعبہ کر رہا تھا میرے پوچھنے پر بتایا گیا کہ یہ مسیح ابن مریم ہیں۔ پھر میں نے ان کے پیچھے ایک شخص کو دیکھا سخت گھونگر بال والا اور داہنی آنکھ کا کانا تھا۔ یہ بھی دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر طواف کر رہا تھا۔ میں نے پوچھا تو بتایا گیا کہ یہ مسیح دجّال ہے۔" (ح ۱۶)

ہم حضور نبی کریمؐ کے ان شہادات کو ذیل میں ایک چارٹ کی صورت میں پیش کرتے ہیں۔

مسیح ابنِ مریم ۱

۱۔ انبیاء کرام کے ساتھ دیکھا گیا۔
۲۔ رنگ سُرخ
۳۔ گھونگر والے بال
۴۔ اس کے ساتھ دجال کو نہیں دیکھا
۵۔ اس نے کسی کا سہارا نہیں لیا تھا۔

• مسیح ابنِ مریم ۲

۱۔ انبیاء کے ساتھ نہیں دیکھا گیا بلکہ حضورؐ نے اپنے ساتھ

٭ لیجئے آج دنیا بھر کی اقوام اپنی مزعومہ الہامی کتابوں کی تعلیم کو چھوڑ کر قرآنِ مجید کی تعلیم کو اپنا رہی ہیں اگرچہ ان کو اس کا احساس نہیں۔ ضرورت ہے کہ انہیں احساس دلایا جائے کہ راہِ ہدایت کہاں سے ملتی ہے؛

سید الانبیاء رحمۃ للعالمین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوہ حسنہ

از :۔۔۔ حافظ شبیر محمد خوشابی

نٓ والقلم وما یسطرون ہ ما انت بنعمۃ ربک بمجنون ہ وان لک لاجراً غیر ممنون ہ وانک لعلیٰ خلق عظیم (الخ)

" دوات اور قلم اور جو کچھ وہ لکھتے ہیں گواہ ہے کہ تو اپنے رب کے فضل سے دیوانہ نہیں اور یقیناً تیرے لئے اجر ہے جو منقطع نہ ہوگا۔ اور تو یقیناً عظیم الشان اخلاق پر قائم ہے سو تو دیکھ لے گا اور یہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں سے کس کو جنون ہے"۔

یہ سورۃ القلم کی ابتدائی آیات ہیں ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر قلم اور دوات اور ان کی مدد سے دنیا میں جس قدر علوم پھیلیں گے ان سب کو بطور دلیل پیش کیا ہے کہ جو انسان غربت میں اور اس حکومت اور بادشاہت میں اعلیٰ درجہ کے اخلاق کا مالک ہو وہ مجنوں کیسے ہو سکتا ہے۔ ایک دیوانہ تو غصہ کی حالت میں یا جوش کے وقت کبھی بھی اعلےٰ درجہ کے اخلاق نہیں دکھلا سکتا۔ لیکن آنحضرتؐ ہیں کہ بڑی سے بڑی تکلیف میں اخلاق کے اعلیٰ مقام پر نظر آتے ہیں۔ آپ نے نہ صرف خود دکھوں سے نجات پائی بلکہ تمام دنیا کو دکھوں اور غموں سے نجات دلائی ؛

یہ کوئی خوش عقیدگی کی بات نہیں واقعات کی بات ہے جس سے مسلمان کیا غیر مسلم بھی انکار نہیں کر سکتے۔ اس بات کو ماننے سے کسی کو بھی انکار نہیں کہ نسلِ انسانی پر سب سے بڑھ کر احسان حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ آپ نے جو کچھ نسلِ انسانی کے لئے کیا دنیا کا کوئی دوسرا مصلح کسی قوم یا ملک کے لئے نہیں کر سکا۔ آپ نے بالکل مختصر عرصہ میں ملک عرب میں ہر قسم کے غلط خیالات اور عقائد ہی کو دور نہیں کیا بلکہ ہر طرح کی بدعملیوں اور بدکرداریوں سے بھی انہیں نجات دلائی۔ آپ اس وقت دنیا میں تشریف لائے جب تمام دنیا پر تاریکی ہی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ میور جیسا متعصب عیسائی بھی لکھنے پر مجبور ہو جاتا ہے :۔

" کہ ساتویں صدی کی عیسائیت نہایت گری ہوئی اور ذلیل حالت میں تھی۔ اگر ملک عرب میں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت مشعل نہ جلائی ہوتی تو دنیا میں تاریکی کا ہی دور دورہ ہوتا اور تہذیب اور علم دنیا سے مفقود ہو جاتے۔"

میور کی شہادت واقعات کی شہادت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر دنیا میں جتنے مصلح۔ ریفارمر، ہادی اور انبیاء گزرے ان کے ماننے والوں نے ان کے متعلق ایسے ایسے غلط خیالات پھیلا رکھے تھے کہ ان کا وجود ایک افسانہ نظر آتا تھا لیکن آنحضرتؐ چودہ سو سال کے طویل عرصہ کے بعد بھی آج ہمیں اتنے ہی قریب نظر آتے ہیں جتنے کہ اپنے عہد اور اپنے زمانہ کے لوگوں کو نظر آتے تھے کیونکہ آپ کے اقوال و افعال ارشادات و تعلیمات، شمائل و خصائل کو تاریخ نے اس طرح محفوظ کر رکھا ہے کہ چھوٹے سے چھوٹے جزئیات تک بھی کتابوں میں لکھے ہوئے موجود ہیں آنحضرتؐ نے غربت سے لے کر بادشاہت تک جو کیریکٹر اور اخلاق کا اعلےٰ نمونہ دکھلایا ہے دنیا میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی ہر قسم کے اخلاق کا مکمل مجموعہ تھا خصوصاً سورۃ قلم کی ان آیات میں بیان کردہ دو باتیں جو حضور صلعم کی زندگی میں ہمارے سامنے آتی ہیں مخالف سے مخالف بھی آنحضرت صلعم کے سامنے گردن جھکانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ وہ ہیں کہ فقر اور غربت کی حالت میں آپؐ بادشاہ ہیں اور بادشاہت اور سلطنت کے زمانہ میں آپؐ فقیر ہیں۔ ایک انسان کی زندگی پر روشنی ڈالنے کے لئے یہی دو باتیں کافی ہیں انہی باتوں سے پتہ چلتا ہے کہ یہ انسان کس قدر اخلاق فاضلہ کا مالک ہے۔ ان آیات میں انہی دو پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا ہے۔ یہ آیات اس زمانہ میں نازل ہوئیں جب آپ انتہائی تکالیف اور دکھوں کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ مخالفت زوروں پر تھی کوئی ساتھ دینے والا نہ تھا بیگانے تو بیگانے رہے اپنے بھی بیگانے ہو چکے تھے خود حضور علیہ السلام کے چچا ابولہب کا یہ حال تھا کہ جہاں آپؐ دعوتِ حق کو پہنچانے کے لئے تشریف لے جاتے یہ پیچھے پیچھے کہتا پھرتا کہ لوگو میرا بھتیجا مجنوں ہو گیا۔ دیوانہ ہو گیا اس کی باتوں کی طرف توجہ نہ کرنا۔ خدا تعالےٰ ان کے جواب میں فرماتے ہیں :۔

نٓ والقلم وما یسطرون۔ قلم اور دوات اور جو کچھ وہ لکھتے ہیں اس بات پر گواہ ہیں کہ آپ دیوانہ نہیں۔ آج آپ کو غریب اور تنہا سمجھ کر دیوانہ کہا جاتا ہے ایک وقت آرہا ہے کہ آپؐ بادشاہ ہوں گے۔ آپ کے قدموں میں دولت کے انبار لگے ہوئے ہوں گے پورا ملک آپ کے زیر نگیں ہوگا۔ تو جیسے آج آپ اخلاقِ فاضلہ کے مجسم ہیں اس زمانہ میں بھی آپ اخلاق کے اعلیٰ مقام پر ہوں گے۔ دولت اور حکومت کی وجہ سے کسی قسم کی کوئی تبدیلی آپ میں نہیں آئیگی عموماً دنیا میں ایسا ہوتا ہے کہ غریب آدمی کو جب کوئی اچھا سا عہدہ مل جاتا ہے یا اس کے پاس دولت آجاتی ہے تو اس کا معیار زندگی بلند ہو جاتا ہے۔ سوسائٹی بدل جاتی ہے۔ حالات تبدیل ہو جاتے ہیں لیکن آنحضرت صلعم کے متعلق فرمایا کہ آپؐ خواہ غربت کی حالت میں ہوں یا بادشاہت کے مقام پر آپ کے قلب مطہر میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی آپ نہ دیکھیں گے وانک لعلیٰ خلق عظیم۔ آپ ہر حالت میں دکھ اور سکھ میں عسر اور یسر میں امیری اور غریبی میں اور بادشاہت میں اخلاق کے بلند ترین مقام پر اترتے ہیں۔ انسان پر جب ابتلاء آتے ہیں اس کا امتحان ہو جاتا ہے تو بڑے بڑے

امیرِ قوم کی آواز پر تم بے گماں آؤ

چمن زارِ اخوت کی بہارِ دلستاں آؤ — جلو میں لے کے آثارِ حیاتِ جاوداں آؤ
دلوں میں گرمئ ایمان و ایقاں کا تقاضا ہے — امیرِ قوم کی آواز پر تم بے گماں آؤ
چلے آؤ کہ پھر تازہ کریں اسلاف کی یادیں — لئے جوش و خروشِ بیکراں کی داستاں آؤ
یہاں آؤ کہ مل جل کر سنواریں گلشنِ دیں کو — طلسمِ رنگ و بو میں بن کے اک روحِ رواں آؤ
تمہارے دم سے عظمت ہے حریمِ بزمِ ہستی کی — شعور و شوق کے بام و در و دیوار و آستاں آؤ
تمہاری رہ گذر ہے منزلِ مقصود کی حامل — لئے جوشِ عمل تم کارواں در کارواں آؤ
نگاہیں اہلِ دنیا کی تمہاری راہ تکتی ہیں — تقدس کا نشاں بن کر سرِ بزمِ جہاں آؤ

جنہیں صدق و صفا کی جستجو ہے اُن سے یہ کہہ دو
یہیں پر نور ہے، نورِ خدا لینے یہاں آؤ

آدمی فیل ہو جاتے ہیں۔ کوئی طاقت سے مرعوب ہو جاتا ہے کوئی لالچ میں آکر ختم ہو جاتا ہے، کوئی جذبات کی رو میں بہہ جاتا ہے، کوئی عزت کو بچانے کے لئے اپنا پہلو بچا لیتا ہے لیکن آنحضرت صلعم کی ذات ہے کہ نہ طاقت سے مرعوب ہوئے نہ ان کے کوئی محبت آڑے آسکی، نہ دولت اور حکومت کا لالچ انہیں حق بات کہنے سے باز اور دور رکھ سکا، نہ حسین وجمیل عورت کی پیشکش آپؐ کے جذبات کو مغلوب کر سکی، نہ لڑائی اور جنگ کے وقت آپؐ نے اخلاق حمیدہ کو چھوڑا۔

قریش کے بڑے بڑے آدمیوں کا ایک وفد ابو طالب کے پاس آیا جس نے آکر ابو طالب کو دھمکی دی کہ اب ہم اس سے زیادہ برداشت نہیں کر سکتے۔ یا تو تم اپنے بھتیجےؐ سے الگ ہو جاؤ یا خود بھی اس کے ساتھ مل جاؤ تاکہ ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ ہو جائے۔ یہ بات ابو طالب کے لئے بڑی مشکل تھی۔ آپ نے نبی کریم صلعم کو بلایا اور کہا کہ مجھ پر اور اپنی ذات پر رحم کرو، مجھ پر ایسا بوجھ نہ ڈالو جس کو میں اٹھا نہیں سکتا۔ آنحضرت صلعم پر یہ کتنا مشکل وقت تھا کہ دنیا میں صرف ایک چچا معاون رہ گیا تھا وہ بھی اب الگ ہونے لگا ہے۔ جس چچا کو آپؐ نے ساری زندگی بھر جواب نہ دیا تھا اور اس کے منشاء کے خلاف کوئی بات نہ کی تھی اسے بڑے سکون اور اطمینان سے کہتے ہیں کہ اے چچا اگر یہ لوگ سورج کو میرے دائیں ہاتھ پر اور چاند کو میرے بائیں ہاتھ پر رکھ دیں اور چاہیں کہ میں اس کام کو چھوڑ دوں تو میں ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔ آپؐ نے اس درد کے رنگ میں یہ الفاظ کہے کہ چچا نے اسی وقت گلے لگا لیا۔ اور کہا کہ اے بیٹے جاؤ اور جو چاہو کرو میں کسی صورت میں تمہارا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔ کتنا کیرکٹر ہے کہ حق بات کے مقابلہ میں آپؐ کو کوئی طاقت مرعوب کر سکتی ہے نہ چچا کی محبت۔

اسی بے کسی کی حالت کا ایک اور واقعہ ہے کہ کفار مکہ آپؐ کو لالچ دے کر اس مشن کو آپؐ سے چھڑانا چاہتے، جس کے لئے آپؐ مبعوث ہوئے تھے، عتبہ بن ربیعہ کو آپؐ کی خدمت میں بھیجا جاتا ہے۔ اس نے آکر آپؐ کی خدمت میں تین باتیں پیش کیں۔ دولت، حکومت اور خوبصورت سے خوبصورت عورت، ان تینوں باتوں میں سے جو چاہیں ہم دینے کو تیار ہیں آپؐ تبلیغ سے باز آجائیں۔ مگر اس قلب مطہر میں دنیا کے مال و عزت کی خواہش کبھی بھی نہ آئی تھی، آپؐ اسے جواب دیتے ہیں کہ مجھے نہ مال و دولت کی خواہش ہے نہ حکومت کی نہ حسن و جمال کی، مجھے تو اللہ تعالےٰ نے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے میں تم کو خدا کا پیغام پہنچاتا ہوں اگر قبول کرو گے تو خوشحال رہو گے اگر قبول نہ کرو گے تو خدا تعالےٰ فیصلہ کرے گا۔ عتبہ نے واپس آکر کہا کہ تم محمد صلعم کی مخالفت ترک کر دو وہ اس دنیا کا انسان نہیں۔ یہ ہے آپؐ کے قلب کا استغناء کہ آپؐ دنیا کی حکومت اور دولت کو ایک تنکا کے برابر وقعت نہیں دیتے اس بے کسی اور عاجزی کے زمانے میں کتنی قوت اور طاقت اور خود اعتماد کا اظہار ہے یہی دراصل وہ چیز ہے جو انسان کو ایک عظیم انسان بناتی ہے۔

آپؐ کا اور آپؐ کے خاندان کا تین سال تک بائیکاٹ کیا جاتا ہے۔ آپؐ پر وہ زمانہ مشکلات کا زمانہ ہے کہ الامان والحفیظ۔ اس بائیکاٹ کی وجہ سے چھوٹے چھوٹے بچے بھوک کے مارے بلبلاتے ہیں ان کے رونے کی آواز سے کئی راہ گذر لوگوں کے دلوں میں درد اور ٹیس پیدا ہوتی ہے۔ قوم کے ڈر سے کوئی ان کی مدد نہیں کر سکتا۔ لیکن آنحضرت صلعم اس اطمینان سے وہ تکالیف برداشت کرتے ہیں کہ آپؐ کی پیشانی پر شکن تک نہیں آتی۔

آپؐ ایک دفعہ اللہ تعالےٰ کا پیغام پہنچانے کے لئے طائف میں تشریف لے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا انہیں پیغام سناتے ہیں، جواب میں طائف کے سرداروں نے بچوں، اوباشوں اور بازاری لوگوں کو آپؐ کے پیچھے لگا دیا وہ مذاق کرتے ہیں، تالیاں بجاتے استہزاء کرتے ہیں۔ آپؐ پر پتھر پھینکتے ہیں۔ آپؐ کو شہر سے باہر نکال دیا جاتا ہے پتھروں کی بوچھاڑ سے آپؐ لہولہان ہو جاتے ہیں۔ اور تکلیف کی وجہ سے چل پھر نہیں سکتے کہیں ستانے کے لئے اور آرام کرنے کے لئے بیٹھتے ہیں تو وہ بدبخت بازو سے پکڑ کر اٹھا دیتے ہیں کہ ہمارے علاقہ سے نکل جاؤ۔ تین میل تک وہ متواتر آپؐ کے پیچھے چلتے ہیں جب وہ آپؐ کو چھوڑ کر چلے جاتے ہیں تو آپؐ زخموں کی تاب نہ لاکر ایک باغ میں جو ایک کافر کا تھا آرام کرنے کے لئے بیٹھ جاتے ہیں۔ آپؐ کے غلام زیدؓ بن حارث کو پتہ چلتا ہے، وہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپؐ کی اس نازک حالت کو جب دیکھتا ہے تو درخواست کرتا ہے کہ حضورؐ ان بدبختوں کے لئے بددعا کیجئے۔ تو حضورؐ ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہیں کہ اللّٰھم اھد قومی فانھم لا یعلمون۔ یہ تو غربت کا زمانہ ہے۔ آپؐ کے جنگ کے حالات میں بھی اس قسم کے سینکڑوں واقعات ملتے ہیں۔

جنگ کی حالت میں بھی آپؐ نے اخلاقِ فاضلہ کو نہیں چھوڑا۔ آپؐ نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ بچوں پر تلوار نہیں اٹھانی، عورتوں پر نہیں اٹھانی، بوڑھوں پر نہیں اٹھانی۔ جو اپنا دروازہ بند کر لیں انہیں کچھ نہیں کہنا۔

آپ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان حالات کو ایک طرف رکھیں۔ دوسری طرف جب آپؐ مکہ فتح کرتے ہیں، آپؐ کو حکومت مل جاتی ہے، دولت کے ڈھیر آپؐ کے قدموں میں لگ جاتے ہیں، لاکھوں جاں نثار اپنی جانیں قربان کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں، اس وقت بھی آپؐ کے گھر میں وہی افلاس ہے، وہی غربت ہے نہ آپؐ اپنا معیار زندگی بلند کرتے ہیں نہ سوسائٹی بدلتے ہیں، نہ کسی قسم کی آپؐ کے اندر کوئی تبدیلی آتی ہے جب مکہ فتح ہو جاتا ہے تمام لوگ جنہوں نے آپؐ کو بڑے بڑے دکھ دیئے، آپؐ کو تکالیف پہنچائیں وہ مجرم کی حیثیت سے آپؐ کے دربار میں حاضر کئے جاتے ہیں۔ آپؐ نے ان کے خلاف کوئی انتقامی کارروائی نہیں کی۔ انہیں کوئی سزا نہیں دی۔ ملامت تک نہیں کی بلکہ فرمایا لا تثریب علیکم الیوم۔ فتح مکہ سے پہلے ایک دفعہ خانہ کعبہ میں عبادت کرنے کے لئے آپؐ نے عثمان بن طلحہ سے خانہ کعبہ کی چابی مانگی تھی۔ اس نے انکار کر دیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا اے عثمان! ایک وقت آنے والا ہے کہ خانہ کعبہ کی چابیاں میرے پاس ہوں گی۔ اُس نے آپؐ سے مذاق کیا کہ دیکھا جائے گا۔ فتح مکہ کے دن تمام لوگوں کی نظریں اس بات پر لگی ہوئی تھیں کہ حضورؐ عثمان سے چابیاں لے کر کسی دوسرے کے سپرد کر دیں گے۔ آپؐ عثمان کو بلاتے ہیں اور خانہ کعبہ کو کھلوا کر دو رکعت نماز ادا کرتے ہیں، پھر چابیاں عثمان کو ہی واپس کر دیں اور فرمایا کہ اے عثمان، یہ چابی ہمیشہ کے لئے تمہارے پاس اور تمہاری نسل میں ہی رہے گی۔ آپؐ نے قطعاً وہ پچھلا واقعہ اسے یاد نہیں کرایا کہ تم نے میرے ساتھ ایسا کیا تھا۔ آپؐ کے اتنے بڑے اخلاق کو دیکھ کر وہ مسلمان ہو گیا۔

ابو سفیان نے متواتر ۲۱ سال تک آپؐ کو دکھ دیا۔ دین کی بیخ کنی میں اس نے کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ نہ صرف اس کو معاف کیا بلکہ اعلان کیا دیا کہ جو شخص ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو گا وہ امن میں آجائے گا۔ ہندہ جس نے حضرت حمزہؓ کا مثلہ کیا تھا۔ اور جگر چبا لیا تھا اسے بھی معاف کیا گیا۔ وحشی جس نے حضرت حمزہؓ کو قتل کیا اس کو بھی معاف کر دیا۔ ہبار جس نے حضورؐ کی صاحبزادیؓ کو پتھر مارے تھے، جس کی وجہ سے ان کا انتقال ہو گیا تھا، اسے بھی آپؐ نے معاف فرما دیا۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ دس سال میں نے حضورؐ کی خدمت کی۔ اتنے بڑے عرصہ میں مجھے آپؐ نے اُف تک نہیں کہا اور نہ ہی یہ

باقی برصفحہ ۲۶ کالم ۴

محمد صالح نور کے قلم سے

محسنِ انسانیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بعض ایسی بیماریوں کا ذکر کیا ہے جن کا کسی دوسری آسمانی اور زمینی کتاب میں ذکر نہیں ہے وہ بیماری جو ساری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے وہ کیا ہے۔ اما الانسان اذا ما ابتلٰہ ربہٗ۔ انسان جس کو اللہ تعالیٰ نے فہم و ادراک سے نوازا ہے اس کا یہ حال ہے کہ دولت و ثروت کو حاصل کر لینے کو عزت کا معیار قرار دیتا ہے اور غربت کو ذلت کی نشانی قرار دیتا ہے۔ حالانکہ عزت کا معیار کردار ہے خدا تعالیٰ دولت و غربت دونوں میں انسان کا امتحان لیتا ہے اس میں بعض فیل ہو جاتے ہیں اور بعض پاس ہو جاتے ہیں۔

عزت و عظمت کا حقیقی معیار

فاما الانسان اذا ما ابتلٰہ ربہٗ فاکرمہٗ و نعمہٗ جب اللہ تعالیٰ انسان کو کوئی نعمت عطا کرتا ہے کوئی رتبہ عطا کرتا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ میں بڑا معزز انسان بن گیا ہوں۔ گویا اس کے نزدیک معزز و مکرم ہونے کا یہ قاعدہ ہے کہ عہدہ میسر آ جائے یا دولت حاصل ہو جائے یا کوئی بڑا عہدہ مل جائے یا روپیہ پیسہ ہو اور اراضیات ہوں جائدادیں ہوں اور خدام و حشم ہوں۔ انسان کی عزت کا یہ معیار درست نہیں ہے۔ عزت کیرکٹر اور کردار سے ہوتی ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم یعنی وہ انسان خدا کے نزدیک معزز و مکرم ہے جو خدا ترس ہے اور مخلوقِ خدا سے احسان و مروت کا سلوک روا رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ یوں بھی امتحان لیتا ہے۔ فقدر علیہ رزقہ کہ انسان پر تنگی رزق کا وقت آ جاتا ہے۔ پھر وہ کہتا ہے کہ خدا نے مجھے ذلیل کر کے رکھ دیا ہے۔ حالانکہ ذلت تنگی رزق سے وابستہ نہیں۔ اگر تنگی رزق کے باوجود اس کا کیرکٹر بلند ہے تو امیر آدمی سے زیادہ قابلِ عزت ہے۔ غرض عزت کردار سے ہے ٭

قرآنِ کریم میں باطنی بیماریوں کا علاج

خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں جہاں انسان کی اندرونی بیماریوں کا ذکر کیا ہے وہاں اُن کی شفا کا بھی ذکر فرمایا ہے اسی لئے قرآن کریم کو شفاء لما فی الصدور کہا ہے کہ وہ انسان کی باطنی بیماریوں کو دور کرتا ہے۔ چنانچہ اس بیماری کا علاج یہ فرمایا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم لوگوں کے سامنے کوئی شخص اپنے بلند رتبہ اور دولت کی وجہ سے معزز نہیں قرار دیا جاتا اگر اس کا کیرکٹر اچھا نہیں تو اس کی دولت اور رتبہ کے باوجود دل سے اس کو پسند نہیں کیا جاتا۔ اور خدا کے نزدیک بھی وہی شخص معزز ہے جو تقویٰ کی راہ اختیار کرتا ہے۔ خواہ اس کو دولت اور اقتدار میسر نہ بھی ہو۔

حضورؐ کے جانی دشمن آپؐ کے بلند کردار کے معترف تھے

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دشمن بہت تھے اس حد تک کہ وہ حضورؐ کی جان لینے کے درپے تھے۔ آپؐ کے متبعین کو تباہ کرنا اور آپؐ کے دین کو نیست و نابود کر دینا چاہتے تھے لیکن یہ سب کچھ اس وجہ سے تھا کہ آپ بتوں کی پرستش سے منع کرتے اور توحیدِ الٰہی کا وعظ کرتے تھے۔ ورنہ جہاں تک آپ کی شخصیت اور ذات کا تعلق ہے سب آپ کی بلندیٔ کیرکٹر کے قائل تھے اور آپؐ کو الامین کہتے تھے۔ امین کے معنے یہی نہیں کہ روپیہ پیسہ کے بارے میں دیانت دار بلکہ تمام معاملات میں دیانت داری اور حسنِ اخلاق کا برتاؤ کرنے والے کو امین کہتے ہیں تو اہلِ عرب کو آپؐ کی ذات پر کوئی اعتراض نہیں تھا بلکہ آپ کے معاملات اور کیرکٹر کی وجہ سے قابلِ عزت سمجھتے تھے اور کہتے تھے لا کذب محمد قط محمد (صلعم) نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ فانھم لا یکذبونک ولکن الظالمین بآیات اللہ یجحدون۔ ان کو تیری ذات پر کوئی اعتراض نہیں ہے وہ تجھے جھوٹا نہیں کہتے بلکہ یہ ظالم لوگ اللہ کی باتوں کا انکار کرتے ہوئے آپؐ کے دشمن بن گئے۔ آپؐ کی ذات آپؐ کے بلند کیرکٹر کی وجہ سے کٹر ترین دشمنوں کے نزدیک قابلِ عزت سمجھی جاتی تھی۔

حضور نبی کریمؐ کی پابندیٔ عہد

حدیبیہ کے مقام پر جب کفار کے ساتھ معاہدہ ہوا تو اس کی ایک شرط یہ تھی کہ مکہ سے جو مسلمان بھاگ کر مدینہ آ جائے گا اس کو واپس کر دیا جائے گا۔ یہ بڑی سخت شرط ہے جس کی وجہ سے مسلمانوں کو بڑا دکھ ہوا۔ عین اسی وقت ابوجندل آ گیا جو کفار کی طرف سے معاہدہ کرنے والے سہیل بن عمرو کا فرزند تھا۔ وہ مسلمان ہو چکا تھا اور اسلام لانے کی وجہ سے اسے بڑی اذیت پہنچائی جاتی تھی اس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پناہ مانگی۔ سہیل نے اُسے واپس کرنے کے لئے کہا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسے کہا کہ ہم معاہدہ کر چکے ہیں اس لئے تمہیں پناہ نہیں دے سکتے۔ ابوجندل نے کہا کہ میں اسلام لا چکا ہوں اور اسلام کی وجہ سے تکلیف اُٹھا رہا ہوں صحابہ رضؓ کو بھی اس کی حالت دیکھ کر جوش آیا مگر حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا یہ درست ہے کہ اسے تکلیف ہے لیکن ہم عہد کے پابند ہیں اس لئے اس کو واپس کر دینا مناسب ہے۔ وہ شخص اپنی پیٹھ ننگی کر کے زخم دکھلاتا ہے۔ دیکھئے مجھ پر کس قسم کا ظلم ہو رہا ہے۔ زخم دیکھ کر مسلمانوں کے دل پگھل گئے لیکن حضرت نے فرمایا کہ ہم عہد کے پابند ہیں اس لئے اسے نہیں رکھ سکتے۔ اس کو کہتے ہیں صاحب کردار ہونا اور باخدا ہونا۔ ورنہ ایسے مقام پر اکثر کوئی نہ کوئی بہانہ تلاش کر لیا جاتا ہے۔ اور عہد توڑ دیا جاتا ہے۔ لیکن حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مشکل ترین حالات میں بھی عہد و پیمان کے پابند ہیں اور آپؐ نے ایسے حالات میں بھی بلندیٔ کردار کا نمونہ دکھایا۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا بلند نمونہ

ایک واقعہ حضرت اقدس مرزا صاحب کا بھی سُن لیجئے۔ امرتسر کے ایک عیسائی اخبار کو حضور نے ایک مضمون آریوں کے خلاف بھیجا اس میں ایک خط بھی رکھ دیا جس پیکٹ میں یہ مضمون اور خط بھیجا اس کی دونوں اطراف کھلی تھیں اور یہ جرم ہے کہ ایک پیکٹ میں مضمون کے ساتھ خط بھیجا جائے جس کا حضرت کو پتہ نہ تھا۔ چونکہ خط میں اسلام کی صداقت اور دوسرے مذاہب کے بطلان کی طرف اشارہ تھا اس لئے اس عیسائی نے مخبری کر کے افسرانِ ڈاک خانہ سے حضرت صاحب کے خلاف مقدمہ دائر کرا دیا۔ حضرت صاحب نے اس مقدمہ کی پیروی کے لئے لاہور کے مولوی فضل دین وکیل سے مشورہ کیا انہوں نے کہا کہ مرزا صاحب یہ تو کوئی مقدمہ ہی نہیں کہہ دیجئے کہ خط میں نے پیکٹ میں نہیں رکھا رلیا رام نے خود پیکٹ میں رکھ دیا ہوگا۔ حضرت صاحب نے جواب دیا کہ خط تو میں نے ہی رکھا ہے۔ وکیل صاحب نے کہا کہ بے شک خط آپ نے رکھا ہے لیکن اگر آپ کہہ دیں کہ میں نے نہیں رکھا تو مقدمہ خارج ہو جائے گا۔ آپ نے فرمایا ایک تو میں نے حکومت کا گناہ کیا۔ دوسرے خدا کا بھی گناہ کر دوں یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ وکیل صاحب نے کہا پھر ہم سے کیا مشورہ لیتے ہیں۔ فوجداری مقدمہ ہے جرمانہ ہوگا یا قید۔ حضرت نے پرواہ نہ کی اور عدالت میں یہی بیان دیا کہ ہاں میں نے ہی خط رکھا ہے لیکن گورنمنٹ کو نقصان پہنچانے کے لئے بددیانتی سے یہ کام نہیں کیا بلکہ اس کو اصل مضمون سے علیحدہ نہیں سمجھا اور نہ اس میں سچ کی کوئی بات تھی۔ یہ بیان سن کر انگریز حاکم عدالت نے آپ کو بری کر دیا۔

یہ تھا آپ کا کیرکٹر اور تقوا۔ اللہ جس کو دیکھ کر مرحوم دارا کے وکیل مولوی فضل دین صاحب لاہور میں لوگوں کو بار ہا کہتے تھے ہم لوگو! تم مرزا صاحب کے دعوے کو مانو یا نہ مانو لیکن وہ شخص جھوٹ بولنے والا نہیں وہ صدق و صفا کا پیکر ہے۔ ہمارا تجربہ ہے بے شمار لوگ ہیں جو مقدموں میں معمولی معمولی باتوں پر وکیل کے کہنے پر جھوٹ بول دیتے ہیں لیکن مرزا صاحب کا مقام اس سے بہت بلند ہے۔

٭ ٭ ٭

معذرت

اہل علم و قلم احباب و خواتین نے ہماری گذارش پر پیغام صلح کی اشاعت "رحمۃ للعالمین ﷺ نمبر" کے لئے اپنے رشحاتِ قلم ارسال فرمائے جن میں سے بعض کرم فرماؤں کے مضامین قلتِ وقت کے پیش نظر شامل اشاعت نہ ہو سکے۔ ایسے احباب سے ہم معذرت چاہتے ہیں باقی ماندہ مضامین آئندہ اشاعتوں میں ہدیۂ قارئین کرام ہوں گے۔ (ادارہ)

اسلام اور پیغمبر اسلامؐ کے تعارف کے سلسلہ میں احمدیوں کی ابتدائی مساعی

لاہور کی جماعت احمدیہ نے تعلیمیافتہ طبقہ کے لئے انگریزی زبان میں اسلامی لٹریچر تیار کرنے کے کام سے خاص دلچسپی لی، ان کے کام کو ہندو بیرون ہند کے تعلیمیافتہ طبقہ میں انگریزی زبان میں ہونے اور اچھے انداز میں پیش کئے جانے کی وجہ سے خاصی مقبولیت حاصل ہوئی۔ ان مصنّفین میں سرفہرست خود جماعت احمدیہ لاہور کے بانی و امیر مولوی محمد علی لاہوریؒ ہیں جنھوں نے انگریزی زبان میں قرآن کا ترجمہ شائع کیا جدید تعلیمیافتہ حضرات نے اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا، ان کے قلم سے جو تشریحات و حواشی نکلے ان سے ایسے بہت سے افراد متاثر ہوئے، جن کا اسلام اور علوم اسلام کا مطالعہ براہِ راست اور گہرا نہ تھا، اور جو جدید نظریات و تحقیقات اور سائنس کی ترقی سے مرعوب تھے، اور جن کو ایسی کتابوں اور اسلام کی ایسی تشریحات کی تلاش تھی، جو اُن کی علمی و مذہبی پیاس بجھا سکے، ان کے تفسیری نوٹس میں معجزات اور غیبی حقائق کو طبعی اشیاء اور عام قانونِ قدرت کے تابع بنانے کا رنگ، مبالغہ آمیزی و انتہاء پسندی کی حد تک غالب ہے خواہ ایسے موقعوں پر عربی زبان اور قرآنی الفاظ ساتھ نہ دے سکیں[ـه]۔ انھوں نے اس حقیقت کو بھی نظر انداز کر دیا کہ طبعیات کا علم اور اس کی تحقیقات تغیر پذیر ہیں، اور وہ ابھی طفولیت کے مرحلہ سے آگے نہیں بڑھی ہیں۔

مولوی محمد علی لاہوری کی ایک کتاب سیرتِ نبویؐ کے موضوع پر (MOHAMMAD THE PROPHET) کے نام سے ہے، جو ہند و بیرون ہند میں وسیع پیمانہ پر پڑھی گئی اور تعلیم یافتہ نوجوان اور یونیورسٹیوں کے ان اساتذہ نے اسے پسند کیا، جن کے سامنے سیرت پر انگریزی میں کوئی اور ایسی کتاب نہ تھی، جو نبوتِ محمدیؐ کی عظمت اور پیغام اسلام سے پردہ اٹھاتی، اور اس ماحول و حالات کی تصویر کشی کرتی جن میں نبوت کا ظہور ہوا۔ نیز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں پیش آنے والے واقعات کو اختصار و جامعیت کے ساتھ پیش کرتی، اس صورتِ حال سے یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے کہ صحیح اسلامی کتابوں کا وجود جن سے نوجوان اور تعلیمیافتہ افراد اسلام اور پیغامبر اسلام صلے اللہ علیہ وسلّم سے متعارف ہو سکیں، از حد ضروری ہے، کیونکہ اگر مکمل قابلِ اعتبار اور معیاری تصنیفات موجود نہیں ہیں، تو یہ طبقہ اپنی پیاس ان کتابوں سے بجھائے گا جو بآسانی میسر ہو جاتی ہیں، اور جن میں صحیح الخیال طبقہ اور علمائے دین کو قابلِ اعتراض چیزیں نظر آتی ہیں۔

مولوی محمد علی لاہوری کے بعد اُن کے رفیق و ہمعصر اور انگلینڈ میں مشہور و معروف مبلغ اسلام اور انگریزی کے زبان آور خطیب خواجہ کمال الدین نے اس میدان میں خصوصی شہرت حاصل کی،

[ـه] قادیانیوں سے (جو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی نبوت کے صراحت کے ساتھ قائل ہیں) سے الگ ہونے والی شاخ کے یہ صدر تھے، اس شاخ کا یہ عقیدہ ہے کہ مرزا صاحب چودہویں صدی کے مجدد اور مصلح اعظم تھے، اسی کے ساتھ وہ مسیح موعود تھے، یہاں تک وہ قادیانیوں سے متفق ہیں عام مسلمان احمدیوں کو بھی غیر اسلامی اقلیت سمجھتے ہیں، پاکستان کی سرکاری قرارداد میں اس بات کی تصریح ہے۔ جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد و خیالات معلوم کرنیکے لئے مصنّف کی کتاب قادیانیت: ایک مطالعہ کے باب "لاہوری شاخ کا مطالعہ" مفید ہوگا۔ [ـه] اس کے دلچسپ نمونے ہماری کتاب قادیانیت کی تیسری فصل "لاہوری شاخ" میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ اس موقعہ پر اس علمی اور تاریخی حقیقت کا اظہار بھی ضروری ہے کہ ہندوستان میں مغربی تعلیم کے داعی اوّل اور علی گڑھ یونیورسٹی کے بانی سر سید احمد خاں مرحوم سب سے پہلے شخص ہیں جنھوں نے یہ راستہ کھولا اور اپنی تفسیر قرآن تفسیرات احمدیہ میں یہ خیالات ظاہر کئے ان کے بعد آنیوالوں نے عموماً انھیں کی خوشہ چینی کی اور انکے مسلک کو اختیار کیا اور پھر اکثر جیسا کہ ایسے رجحانات کا تقاضہ ہے ان سے بھی بہت آگے بڑھ گئے۔

ہمارا سالانہ دعائیہ

اللہ کے فضل و کرم سے ہمارا سالانہ دعائیہ ۲۳ تا ۲۶ دسمبر ۱۹۸۹ء کو منعقد ہو رہا ہے۔ گذشتہ سال کی حاضری کے اعداد و شمار دیکھ کر محسوس کیا کہ ابھی سے آپ لوگوں کو آگاہ کر دوں کہ اس جلسہ میں شمولیت اور ذوق و شوق سے تقاریر کو سننا کیوں ضروری ہے؟

حضرت اقدس نے جو کچھ فرمایا وہ آپ کے سامنے ہے۔ اخبار حضور کے ارشادات سے آپ کو آگاہ رکھتے ہی ہیں۔ اس جلسہ کا ایک مقصد ایک دوسرے سے مل لینا اور اپنے بھائیوں کو دیکھ کر کلیجہ اور آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانا بھی ہے۔ آپ اکثر و بیشتر اپنے شہر کے اردگرد سال میں مزاروں اور گدیوں پر عُرس دیکھتے ہیں۔ اور لوگوں کو جوق در جوق نعرے لگاتے حاضری دیتے دیکھتے ہیں مگر اس حاضری کی غرض اور مقصد شمولیت کیا ہے؟ کیا پایا اور کیا کھویا؟ کسی کو علم نہیں ہوتا۔ لوگ ہزاروں کی تعداد میں بستر سر پر اٹھائے نذر نیاز جیب میں ڈالے حاضر ضرور ہوتے ہیں اور گدی پر نذرانہ دیکر اپنے گناہوں کا بوجھ ہلکا محسوس کرنے لگتے ہیں۔ اور سادہ لوح لوگ دور دراز سے کرایہ خرچ کر کے شمولیت کرتے ہیں۔ پھر قیام کے دوران خوراک کا خرچہ اور پھر نذر و نذرانہ کا علیحدہ خرچ یہ بھی ایک رنگ یا کیفیت ہے لیکن اس سے ذکر و فکر کے لحاظ سے کہیں بہتر ہمارا ہے۔ حضرتِ اقدس کے ارشاد کے مطابق پاک اور نیک لوگوں کا با مقصد اجتماع۔ بلند پایہ تقاریر دین کی ترقی اور توسیع کے لئے تجاویز پر غور، گذشتہ سال کی روئداد کا جائزہ۔ گویا دنیاوی اجتماعات میں یہ ایک منفرد اجتماع ہے لوگ ایک دوسرے کو سال بعد ملیں۔ تین چار یوم اکٹھے رہیں اور اس طرح باہمی محبت اور اخوت کا مظاہرہ ہو ایک دوسرے سے ملنا۔ ان کی مشکلات سے آگاہ ہونا اور ایک دوسرے کے عزم نیک نمونہ سے متاثر ہو کر جماعت میں استحکام اور یک جہتی کی فضا پیدا کرنا ضروری ہے جو بجائے خود مفید مقصد ہے۔ مل کر نمازیں اور دعائیں کرنا بھی اللہ کے افضال کی کشش کا باعث ہے۔ کیا ہم اس بلند اور ارفع مقصد کے حصول کیلئے چار یوم وقف نہیں کر سکتے۔ کیا ہم نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد نہیں کیا۔ اگر کیا ہے تو پھر جلسہ میں شمولیت اسکی طرف پہلا قدم ہے۔ اس طرف ایک قدم اٹھائیں۔ خدا ہماری طرف چار قدم آگے بڑھ کر اپنی برکات اور افضال سے نوازے گا۔ والسلام آپ کا مخلص۔ فضل احمد گلبرگ۔ لاہور

بحضور حضرتِ اقدس خاتم الانبیاء محمدؐ مغربی مؤرخین کا نذرانۂ عقیدت

حضرتِ اقدس رسول عربی صلے اللہ علیہ وسلم کی تاریخ پاک اور طیبہ سوانح حیات کا جن مغربی مؤرخین و دیگر مستشرقین نے از رُوئے انصاف بے لوث مطالعہ کیا ہے۔ ان میں سے بیشتر حضرات نے بے لاگ یہ تبصرہ کیا ہے کہ آنحضورؐ کی بے مثال و مانند عظیم کامیابی کا باعث فوق البشر الٰہی نصرت و تائید ہوئی تھی آپ نے جو عدیم النظیر عالمگیر روحانی انقلاب بپا کیا وہ بشری طاقتوں سے بالاتر ربانی صفات کا ثبوت اور خدائی قدرت وجلال کا ظہور تھا۔ آپ کی ذات اقدس و بابرکات میں جمیع کمالات انسانیہ اپنے نقطۂ کمال پر ارتقاء پاگئے۔ اس لئے آپ نہ صرف کامل ترین انسان تھے بلکہ اکمل و افضل الرسل نبی تھے۔ ذیل میں ہم چند ایسے انتخابات احباب کرام بالخصوص تعلیم یافتہ طبقہ کی ضیافتِ طبع کے لئے پیش کرتے ہیں۔ (ادارہ)

انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا :

-: عظیم انسان :-

"محمدؐ مذہبی شخصیتوں میں کامیاب ترین انسان ہیں"

نپولین بوناپارٹ

-: روحانی و مادی انقلاب کا علمبردار :-

"محمدؐ نے اعلان کر دیا کہ بجز اللہ کے کوئی دوسرا معبود نہیں جس کا نہ کوئی باپ ہے نہ بیٹا۔ چنانچہ آپ نے قرآن کے سرورق پر یہ تحریر کندہ کر دی لا الٰہ الا اللہ۔ محمدؐ ایک شہزادہ تھے جس نے اپنے گرد لوگوں کو جمع کر کے مسلمانوں کے ذریعہ چند سالوں میں نصف کرۂ ارض کو فتح کر لیا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ محمدؐ ایک عظیم انسان تھے اور وہ خدا بنا لئے جاتے اگر وہ انقلاب جو آپ لانے میں کامیاب ہوئے اسباب و ذرائع سے رُونما نہ ہوا ہوتا۔ جب آپ کی بعثت ہوئی تو عرب باہم خانہ جنگی میں مبتلا تھے۔ وہ تمام اقوام جنہوں نے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں تب ہی کامیاب ہوئیں جب وہ ان مصائب و آلام میں سے گذر چکے کہ ذریعہ اُن کی رُوحوں اور جسموں کو یہ یک وقت جلا بخشا گیا"

اے ایم لاتھراپ سٹاڈرڈ (نیو ورلڈ آف اسلام)

-: معجزانہ فتح :-

"اسلام کی بعثت تاریخ عالم کا سب سے حیرت انگیز واقعہ ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کمزور ترین انسانی امداد کے ساتھ اسلام نے اپنی یلغار قوی ترین مادی ہتھیاروں کے برخلاف کی مگر باوجود اس کے اسلام نے معجزانہ آسانی سے فتح پائی"

باسورتھ سمتھ (محمد اور محمد ازم)

یکسانیت کا مظہر اتم

"حیرت اس امر پر نہیں کہ محمدؐ کس قدر تبدیل ہوئے بلکہ اس بات پر ہے کہ آپ میں کس قدر کم تبدیلی آئی! صحرائی گڈریئے کی شکل میں ہوں یا شام کے تاجر کی صورت میں، غارِ حرا کی خلوت میں ہوں یا تنِ تنہا ایک مصلح قوم کی صورت میں۔ مُسلم فاتح کے روپ میں ہوں یا قیصر و کسریٰ کے شہنشاہوں کی مانند۔ ان تمام حیثیتوں میں آپ کے اندر ہمیں ایک یکسانیت نظر آتی ہے۔ جس انسان کے ظاہرا حالات اس قدر تغیر پذیر ہوئے ہوں مگر وہ خود ان میں لاتبدیل رہا ہو، ایسا انسان کہیں اور نہیں ملے گا۔ بیرونی حالات یکسر تبدیل ہو جاتے ہیں مگر ان تمام تغیرات میں اس کی رُوح وہی کی وہی لاتبدیل رہتی ہے"

ٹامس کارلائل (ہیروز اور ہیرو ورشپ)

-: توحید کا داعی اعظم :-

"(محمدؐ) ایک خاموش عظیم رُوح رکھتے تھے جو سراسر اخلاص سے بھری تھی۔ خالق کائنات نے جس غرض کے لئے آپ کو تخلیق کیا ہے (یعنی توحید) آپ نے ساری دنیا کو اس سے منور کر دیا۔ عرب کا شرک اس کے سامنے کوئی حقیقت نہ رکھتا تھا، آپ نے خدا کے فضل سے یہ حقیقت دریافت کر لی تھی کہ سوائے خدا کے کوئی دوسرا معبود نہیں، خدا سب سے بڑا ہے اور اس کے سوائے اور کسی کو کبریائی مستحق نہیں۔ وہی اصلیت و حقیقت ہے۔ ہم اور تمام باقی مخلوق محض اس کے ظل ہیں اور دائمی عظمت کے لئے محمد ایک عارضی لباس ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہمیں خدا کے سامنے سربسجود ہونا چاہیئے اور یہی اسلام ہے"

"اہل عرب ایک جاہل اور مفلس قوم تھی جو صحرا نوردی کرتے۔ ان میں ایک نبی مبعوث ہوتا ہے۔ کس قدر حیرانگی کی بات ہے کہ وہی قوم جسے کوئی جانتا بھی نہ تھا کل دنیا میں مشہور ہو گئی اور جو لوگ سب سے چھوٹے تھے وہ یکدم سب سے بڑے بن گئے۔ ایک صدی کے بعد اگر مغرب میں غرناطہ تک عربوں کا سکہ رواں ہو گیا تو مشرق میں دہلی تک انہی کے نام کا سکہ چلنے لگا۔ جرأت اور اولوالعزمی سے متصف ہو کر ملک عرب کے لوگ صدیوں تک دنیا کے ایک حصہ پر چمکتے رہے۔

ایچ۔ جی۔ ویلز (آؤٹ لائن آف ہسٹری)

-: صادق و مخلص انسان :-

"وہ شخص جو خود خوبیوں سے محروم ہو، کیا اپنے رفیقوں میں وفا پیدا کر سکتا ہے؟ ان لوگوں کا ایمان محمدؐ پر سب سے زیادہ تھا جو سب سے زیادہ آپ سے واقف تھے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ابوبکرؓ آپ پر ایمان لائے جو انسان اسوقت کی تاریخ کا مطالعہ کرے گا وہ ابوبکرؓ پر اعتماد اور یقین کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ علیؓ نے اپنی جان کو آپ کی خاطر خطرہ میں ڈالا۔ بہرحال محمدؐ کوئی مفتری انسان نہ تھے"

ڈیلی ایکسپریس، ۱۰ نومبر ۱۹۲۵ء

-: بے نظیر استقلال :-

"اگر کسی شخص کی بڑائی کا اندازہ اس عزت سے ہو سکتا ہے جو اس کے منہ کے الفاظ ان لوگوں میں پیدا کرتے ہیں جو ان کو الہامی مانتے ہیں تو اس لحاظ سے محمد (صلعم) دنیا کے سب سے عظیم انسان ہو گزرے ہیں"

سر ولیم میور (لائف آف محمد جلد دوم صفحہ ۲۲۸)

-: زندگی کی نئی روح :-

"محمدؐ نے دشمنوں کے منصوبوں کو خاک میں ملا دیا۔ انہیں مٹھی بھر آدمیوں کے ساتھ دن رات اپنی کامیابی کا انتظار تھا۔ بظاہر بالکل غیر محفوظ بلکہ یوں کہئے کہ شیر کے منہ میں رہ کر ایسی ہمت اور استقلال دکھلایا کہ اس کی نظیر اگر کہیں مل سکتی ہے تو صرف بائبل میں جہاں ایک نبی کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے ایک موقعہ پر خدا سے کہا تھا صرف میں ہی باقی رہ گیا ہوں"

"محمدؐ کی تعلیم بہت مختصر اور سادہ تھی"

زندگی بخش جامِ احمدؐ ہے ❊ کیا ہی پیارا یہ نامِ احمدؐ ہے

لاکھ ہوں انبیاء مگر بخدا ❊ سب سے بڑھکر مقامِ احمدؐ ہے

باغِ احمدؐ سے ہم نے پھل کھایا ❊ میرا بستاں کلامِ احمدؐ ہے

(درثمین)

قرآن کریم اور دوسرے قیمتی لٹریچر کے تراجم

مرکزی انجمن کی کمیٹی آئی سی سی کے مطابق قرآن کریم کا ترجمہ دنیا کی پانچ بڑی زبانوں فرانسیسی، جرمنی، جاپانی، چینی اور روسی میں ہو رہا ہے۔ اور یہ کام سرعت سے جاری ہے مذکورہ کمیٹی نے بتایا ہے کہ مندرجہ ذیل کتب اور کتابچوں کا کئی زبانوں میں ترجمہ کیا جا چکا ہے۔ ان تراجم کے لئے جن جن حضرات نے عطیات دیئے ہیں ان کے اسمائے گرامی بھی درج ہیں کمیٹی نے تحریک کی ہے کہ اس قسم کے مذکورہ پراجیکٹ کے لئے احباب کا انفرادی تعاون اور ان کی قیمتی آراء اس کی رہنمائی کی موجب ہوں گی اور بشکریہ قبول کی جائیں گی۔

قرآن کریم کے جرمنی زبان میں ترجمہ و تفسیر کے لئے جناب ڈاکٹر نعمان ملک اور جناب اعجاز ملک صاحبان نے عطیات دیئے۔ فرانسیسی ترجمہ و تفسیر کے لئے جناب ڈاکٹر عبداللہ جان صاحب نے عطیہ دیا۔ چینی زبان میں ترجمہ و تفسیر کے لئے عطیہ دینے والے محترم دوست نے اپنے نام کے عدم اظہار کی تحریک فرمائی ہے۔ جاپانی اور روسی زبان میں تراجم کے لئے جناب ڈاکٹر نعمان ملک صاحب نے عطیہ مرحمت کیا ہے۔

جزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

تفصیل کتب جو تراجم ہو کر طبع ہوئیں۔

جرمنی زبان میں :-

ٹیچنگ آف اسلام، اسلام دی ریلجن آف ہیومینٹی، پرافٹ آف اسلام، لیونگ تھاٹس آف پرافٹ محمدؐ،

فرانسیسی زبان میں :-

اسلام دی ریلیجن آف ہیومینٹی، پرافٹ آف اسلام

روسی زبان میں :-

اسلام دی ریلیجن آف ہیومینٹی -

جاپانی زبان میں :

اسلام دی ریلیجن آف ہیومینٹی۔

انگریزی زبان میں :

شہادت القرآن

(ٹیسٹیمنی آف دی ہولی قرآن)

زیر ترجمہ کتب کی فہرست

جرمنی زبان میں:

ریلیجن آف اسلام، فاؤنڈر آف احمدیہ موومنٹ مسلم پریئر بک۔ اے مینول آف حدیث دی احمدیہ موومنٹ۔

چینی زبان میں:

ریلیجن آف اسلام، اس کا ترجمہ جناب ڈیوڈ چینگ، وینکور، بی سی نے کیا ہے

مذکورہ بالا کتب کے تراجم کا کام وینکور اور مانٹریال میں کیا جا رہا ہے۔ اور اس تمام عمل کی نگرانی محترم ڈاکٹر نعمان ملک اور محترمہ مسز ثمینہ ساہو خان کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہمت و توفیق عطا فرمائے +

جماعتی خبریں

● ہمارے پیارے امیر حضرت ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ فی الحال ایبٹ آباد میں فروکش ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے رو بصحت ہیں۔ احباب ان کی صحت و سلامتی کے لئے اور درازی عمر کے لئے اپنی دعائیں جاری رکھیں۔

● صدر فیڈریشن احمدیہ انجمن ہالینڈ جناب ڈاکٹر ایم۔ آیف۔ آر۔ کرامل علی نے اپنے مکتوب گرامی میں جماعت احمدیہ لاہور کے احباب و خواتین کو سلام دعا لکھوایا ہے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف ایک فعال شخصیت ہیں۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں خدمت دین و جماعت کی توفیق ارزانی عطا فرمائے۔

آپ کے خطوط

سالانہ دعائیہ اجتماع کے ایام کی آمد آمد ہے اور نگاہیں ان بابرکت اور پُر رونق مناظر کی منتظر ہیں جو ان ایام سے مخصوص ہیں ـــ اجتماعی اور انفرادی عبادات اور دعائیں، بزرگوں کے پند و نصائح اور جوانوں کا جوش و ولولہ، ہر دل میں ایک ہی لگن اور ایک ہی تمنا کہ کس طرح اس وقت سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھائیں اور ہر تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہوئے ایک دوسرے سے سبقت لے جائیں ـــ احمدیت کی سو سالہ تاریخ گواہ ہے کہ اس تحریک کو زندہ رکھنے اور اس شمع کے نور کو اُجاگر کرنے کے لئے جماعت کے افراد نے مال و جان کا نذرانہ پیش کرنے سے کبھی دریغ نہیں کیا۔ اور اس میں مرد و زن کی کوئی تفریق نہیں۔ بلکہ خواتین کی سرگرمیاں اور قربانیاں تو اپنے اندر ایک جداگانہ اور خاص رنگ رکھتی ہیں، جس کا بھرپور اظہار سالانہ دعائیہ اجتماع میں ہوتا ہے۔۔ کہیں چندے کی صورت میں، کہیں زیور کے ذریعہ عطیات کی صورت میں اور کہیں خورد و نوش کے سٹالوں کی صورت میں۔ تقریباً سبھی خواتین اور لڑکیاں اور بعض اوقات بہت عمر رسیدہ خواتین اور بہت ہی چھوٹی چھوٹی سی بچیاں بھی اپنی اپنی دستکاری لئے چلی آتی ہیں۔

سالانہ اجتماع میں چند ہفتے باقی ہیں اور گذشتہ برسوں کی طرح ایک بار پھر میں بہنوں کی خدمت میں یہ تمنا لے کر حاضر ہوں۔ کہ جو خوبصورت نمائش میرے تصور میں اس وقت میرے سامنے ہے۔ اسے حقیقت کی صورت دیجئے۔ یہ نمائش ہمیشہ سے بڑھ کر دلکش اور دلآویز ہونی چاہیئے۔ کیونکہ اب ہماری تحریک بھی ایک نئی صدی اور نئے دور میں قدم رکھ رہی ہے ـــ ذرا سوچئے اس خاص نمائش کے لئے اب تک آپ نے کیا تیاری کی ہے؟ اس نمائش کو کامیاب بنانے کے لئے آپ کس طرح تعاون کریں گی؟ دستکاری بنانے کے علاوہ اس کی نمائش اور انتظام میں کس طرح ہاتھ بٹا سکتی ہیں؟ ان تمام باتوں سے ہمیں آگاہ کیجئے اگر ابھی تک آپ نے دستکاری تیار نہیں کی تو بس اب شروع کر لیجئے تکمیل کے لئے کافی وقت ہے۔ اگر آپ کچھ تیار کر چکی ہیں تو مزید کچھ تیار کر لیجئے۔ اپنی مصروفیات میں سے چند گھنٹے۔ چند دن اس کام میں صرف کرنا رائیگاں نہ جائے گا۔ کیونکہ آپ کی عطا کردہ ایک ایک چیز اس نمائش کی رونق میں چار چاند لگا دے گی۔ اور اس شمع کو فروزاں رکھنے کے اسباب مہیا کرے گی جس کے نور کو دنیا کے کناروں تک پھیلانے کا ہم عزم کر چکے ہیں۔

آپ کے پُر خلوص تعاون کی منتظر

صفیہ بنت سعید احمد

دارالسلام کالونی ۵ عثمان بلاک

گارڈن ٹاؤن۔ لاہور

---

۵ - پیغام صلح حسن و خوبی کے ساتھ شائع ہو رہا ہے اس نے پچھلے چند سال کی کمی پوری کر دی ہے۔ کمی ہے تو صرف اس بات کی کہ اب ہمارے پاس نہ تو حضرت ڈاکٹر بشارت احمد ہے اور نہ ہی کوئی حضرت مولانا عبدالحق ودیارتھی رح یا ڈاکٹر اللہ بخش رح۔ لیکن اس کے باوجود موجودہ ماحول کے پیش نظر "پیغام صلح" اور "لائٹ" دونوں بڑے جاندار جریدے ہیں۔

"گاہے گاہے باز خواں ....." ایک مستقل موضوع بن جائے تو بہتر ہوگا۔

والسلام

شریف احمد۔ انگلستان

خواتین کا صفحہ

عورت اور دین

(تحریک احمدیہ کی صد سالہ تقریبات کے سلسلے میں کشمیر میں ہونے والے اجلاس مورخہ ۱۴ اگست ۱۹۸۹ء بمقام یاری پورہ ضلع اننت ناگ میں محترمہ مکرمہ زبیدہ بیگم پروفیسر نورالدین زاہد نے جو تقریر کی، اس کا متن ہدیہ قارئین کرام ہے ——— ادارہ)

محترم مدیر صاحب سلام و تسلیمات

موقر اخبار پیغام صلح میرے سرتاج کے نام آتا ہے میں بھی اس کے مطالعہ سے فیض یاب ہوتی ہوں الحمدللہ

آپ نے ایک دو بار مضامین کے لئے اپیل کی ہے یہ اپیل نہیں بلکہ حکم ہے۔ اور میں تعمیل کرنا چاہتی ہوں جلسہ سالانہ پر میری تقریر ہوتی ہے گذشتہ سال بھدرواہ میں تقریر ہوئی جبکہ اس سال یاری پورہ میں تحصیل کولگام ضلع اننت ناگ میں صد سالہ تقریب کے سلسلے میں جلسہ ہوا۔ اس کی مفصل رپورٹ جناب تاثیر صاحب ہی بھیج دیں گے۔ میں اپنی تقریر آپ کو بھیجتی ہوں۔ امید ہے پیغام صلح میں چھپ جائے گی اگر جناب کو یہ تقریر پسند ہوئی اور قابل اشاعت سمجھی گئی تو میں مزید مضامین بھی بھیج دوں گی۔ انشاءاللہ۔

آپ کی دعاؤں کی محتاج
زبیدہ بیگم پروفیسر نورالدین زاہد سری نگر کشمیر

بزرگو اور عزیزو السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عورت ذات کی تاریخ ظلم و ستم کی لمبی داستان ہے۔ رومی، یونانی، مصری، ہندی اور چینی تہذیبوں کا حال ہماری تاریخ کی کتابوں میں درج ہے ان کی اچھی باتوں کا بھی ذکر موجود ہے لیکن ان تہذیبوں میں بھی عورت ذات خوش نہ تھی۔ مرد نے اسے کبھی اپنے برابر انسان نہیں سمجھا۔ اس کو ہمیشہ اپنی ملکیت اور اپنی خواہشات کی تکمیل کا سامان سمجھا ہے

سقراط، ارسطو اور افلاطون جیسے یونانی فلاسفروں کے خیالات اور ان کی تعلیمات کا آج بھی چرچا ہے۔ ان کی بلند خیالی کی بہت تعریف کی جاتی ہے لیکن وہ عورت کے حق میں یہ بھی انصاف نہ کر سکے۔

افلاطون کو پہلا "زن نواز" فلسفی کہا جاتا ہے کیونکہ اس نے سب سے پہلے عورت کو گھر کی چار دیواری سے باہر نکالنے کی تعلیم دی۔ لیکن یہ ہر عورت کے لئے نہیں۔ بلکہ ایک مخصوص طبقہ کی عورتوں کے لئے رعایت ہے۔ اور اس خلاصی کا مقصد عورت پر مزید اجتماعی ذمہ داریوں کا بوجھ ڈالنا تھا۔ وہ عورت کو حقوق نہیں دیتا۔ بلکہ ذمہ داریاں ہی ڈالتا ہے

اسلام سے پہلے جو مذاہب تھے۔ وہ بھی عورت کے ساتھ کوئی انصاف نہیں کرتے۔ مثلاً عیسائی مبلغ عیسائیت کو رحم و کرم اور پیار و محبت کا مذہب بتاتے ہیں لیکن اس مذہب کی بنیاد ہی اس مفروضے پر ہے کہ سب سے پہلا گناہ عورت ہی کی وجہ سے ہوا۔ یعنی آدم نے جو گناہ کیا وہ دراصل حوا کی وجہ سے ہوا گویا عورت ہی پہلی گناہگار یا اصل مجرم ہے۔ اور اسی کی وجہ سے دنیا میں گناہ آیا۔ یہ ہے تعلیم بائبل کی۔ اسی بنیادی عقیدے کی وجہ سے بائبل کی تعلیم اور عیسائی اکابر کی تعلیم عورت کے بارے میں غیر مہذب اور غیر شریفانہ ہے۔ غور کیجئے سینٹ جی مدم کہتا ہے (Woman is the gate of evil) یعنی عورت شیطان کی پھاٹک ہے گویا عورت ایک بڑا دروازہ ہے جس سے شیطان داخل ہو کر مردوں پر حملہ کرتا ہے۔ سینٹ جی روم اور کہتا ہے۔

(The road of evil, like sting of Scorpion) عورت بدی اور شر کا راستہ ہے عورت بچھو کا ڈنک ہے۔ یعنی مرد کے لئے خطرناک زہریلی اور تکلیف دینے والی چیز ہے۔

حضرات! آپ غور کیجئے۔ کیا یہ مہذب تعلیم ہے؟ کیا یہی عیسائی تہذیب ہے۔ کیا یہی رحم و کرم اور پیار و محبت کا مذہب ہے؟

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سب قوموں کے لئے خدا کی رحمت بن کر آئے۔ آپؐ عورتوں کے لئے بڑی رحمت تھے۔ آپؐ نے عورت ذات کو ذلت کے گہرے گڑھے سے باہر نکالا اور عزت و عظمت کے اونچے مقام پر پہنچایا۔

اس محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو اللہ تعالیٰ کی ایک "آیت" یعنی عظیم الشان نشانی قرار دیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس کا اردو ترجمہ ہے کہ۔

"اور اس خدا کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے تمہارے فائدے کے لئے تمہارے ہی جنس سے بیویاں بنائیں۔ تاکہ تم ان سے سکون قلب حاصل کر سکو۔ اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کی۔ اس حقیقت میں سوچنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔" (الروم: ۲۱)

اس آیت مبارکہ میں عورت ذات کے متعلق کئی اہم باتیں کی گئی ہیں مثلاً

۱۔ عورت اور مرد ایک ہی جنس سے بنائے گئے ہیں جنس مادہ کے لحاظ سے ان میں کوئی فرق نہیں۔ مرد خاکی ہے، عورت بھی خاکی ہے۔ مرد ناری نہیں عورت بھی ناری نہیں۔ مرد اشرف المخلوقات ہے۔ عورت بھی اشرف المخلوقات ہے۔

۲۔ عورت کے لئے زوج کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ یہ عزت احترام کا لفظ ہے اور مرد کے ساتھ ہمسری دکھائی ہے۔ گویا عورت اور مرد ترازو کے دو پلڑے ہیں۔ ہمسر، ہم رتبہ اور برابر ہیں۔

۳۔ عورت مرد کے لئے بچھو کا ڈنک یا زہریلی چیز نہیں بلکہ سکون قلب اور راحت دل کا سرچشمہ ہے۔

حدیث کی کتاب "ترمذی" میں حدیث نبویؐ درج ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

"اِنَّ النِّسَآءَ شَقَائِقُ الرِّجَالِ"

یعنی "عورتیں مردوں کی ہمسر اور ہم مرتبہ ہیں"

عیسائیت کہتی ہے عورت کے ذریعہ دنیا میں گناہ آیا لیکن قرآن مجید اللہ کے پیارے پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو "مسیح ابن مریم" کہتا ہے گویا قرآن مجید اعلان کرتا ہے کہ عورت سے دنیا میں گناہ نہیں آئے۔ بلکہ حضرت عیسیٰؑ جیسے خدا تعالیٰ کے نیک اور پیارے بندے آئے جو دنیا سے گناہ مٹانے آئے تھے۔

اسلام نے عورت کو حقوق عطا کئے۔ معاشی لحاظ سے عورت خود مال و دولت کما سکتی ہے

عورت وراثت بھی پا سکتی ہے اس کے علاوہ خود کاروبار یا صناعت کر سکتی ہے

۱۔ حضرت خدیجہؓ ایک چوٹی کی تاجر خاتون تھی۔ اور کئی مرد ان کے ملازم تھے۔ خود تاجدار عرب صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے کارندے رہ چکے تھے۔

۲۔ حضرت خولہؓ ایک مسلمان خاتون تھیں۔ خود تجارت کرتی تھی۔ اس نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا۔ "یا رسول اللہ میرے شوہر کے پاس کوئی دولت نہیں ہے میں ہی اس کا خرچ برداشت کرتی ہوں" (طبقات ابن سعد)

۳۔ حضرت قیلہؓ ایک مسلمان عورت تھی۔ اس نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا: کہ "میں کاروبار کرنے والی ایک عورت ہوں" اس لئے تجارت کے متعلق کچھ مسائل جاننا چاہتی ہوں

۴۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی بیوی نے حضور نبی کریم کی خدمت میں عرض کیا: کہ "میں ایک کاریگر عورت ہوں۔ چیزیں ہاتھ سے بنا کر فروخت کرتی ہوں"۔ اور میرے شوہر اور میرے بیٹوں کے پاس کوئی مال و دولت نہیں ہے کیا میں ان پر اپنا مال خرچ کر سکتی ہوں؟"

۵۔ اسماء بنت مخرمہؓ عطر کی تجارت کرتی تھی۔ یمن سے منگوا کر بیچتی تھی

۶۔ حضرت جابرؓ ایک مشہور صحابی تھے۔ آپؓ کی خالہ کھجوروں کے باغات رکھتی تھی اور لکڑی بیچتی تھی۔

۷۔ حضرت ابوبکرؓ کی بیٹی اسماءؓ کی شادی حضرت زبیرؓ سے ہوئی اور اسماءؓ سسرال

میں کھیتی باڑی کرتی تھی۔

۸۔ حضرت رُفیدہ رضؓ ایک تجربہ کار سرجن تھی۔ ان کا ہسپتال مسجد نبویؐ کے پاس ہی تھا جب حضرت سعد بن مُعاذؓ جنگِ احزاب میں سخت زخمی ہوئے تو علاج کے لئے مسجد نبویؐ میں رکھے گئے۔ یہاں حضرت رفیدہ رضؓ ان کا علاج کرتی تھی۔

۹۔ بخاری شریف میں لکھا ہے مسجد نبویؐ کی خدمت ایک عورت کے سپرد تھی۔

۱۰۔ حضرت شفاء بنت عبداللہ ایک بڑی قابل خاتون تھی۔ ان کے متعلق مشہور ہے حضرت عمرؓ ان کو کبھی بازار کا انسپکٹر بناتے تھے [طبقات]

ان دس واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام کی اصل تعلیم کے مطابق عورت تجارت بھی کر سکتی ہے کھیتی باڑی بھی کر سکتی تھی اور بحیثیت ڈاکٹر غیر مردوں کا علاج معالجہ بھی کر سکتی ہے۔

قرآن شریف میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

اَلرِّجَالُ قَوّٰامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ

[النّساء ۴: آیت ۳۴]

لوگوں نے اس آیت کو عورت کچلنے کے لئے ایک سند بنایا ہے۔ لوگوں کا عموماً خیال ہے کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ مرد عورت پر حاکم ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ نہیں ہے اس آیت کی مفصل بحث تفسیر بیان القرآن میں دیکھی جائے یہاں صرف اتنا کہا جا سکتا ہے کہ عربی محاورہ کے مطابق اس آیت سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ بیوی کی کفالت کی ذمہ داری شوہر پر ہے حاکمیت کا تصور عربی محاورہ میں نہیں ہے۔

عورت اور فوجی خدمات

بعض مذہبی لوگوں نے ایک غلط خیال یہ بھی پھیلایا ہے کہ عورت ایک حقیر کمزور ذات ہے۔ اسی لئے لوگ کہتے ہیں کہ عورت کے ہاتھ صرف چوڑی اور مہندی کے لئے ہیں۔ لیکن تاریخ اسے جھٹلاتی ہے۔

جنگ اُحد کے موقع پر بعض بڑے بڑے بہادر مرد بھاگ گئے جبکہ ایک عورت حضرت اُمِّ عمارہ رضؓ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے میدان میں چٹان کی طرح ڈٹی رہی۔

حضرت رسول کریمؐ فرماتے ہیں کہ

"کہ میں نے دائیں بائیں جس طرف بھی دیکھا اُمِّ عمارہ کو ہی میری حفاظت کے لئے لڑتے پایا۔"

بخاری شریف میں ایک خاتون ربیع بنت مُعوّذ کا بیان نقل ہوا ہے۔ کہتی ہیں

"ہم عورتیں نبی کریمؐ کے ساتھ میدان جنگ میں جاتی تھیں ہم فوجی جوانوں کو پانی پلاتی تھیں اور ان کی دوسری خدمات انجام دیتی تھیں اور ہم شہیدوں اور زخمیوں کو اُٹھا کر مدینہ لاتی تھیں۔"

غور کیجئے کیا یہ کام ایک ضعیف اور کم عقل انسان کے سپرد کئے جا سکتے ہیں ؟! ایک خاص طبقہ کا خیال ہے کہ عورت کو سیاسی حقوق حاصل نہیں کیونکہ یہ ناقص العقل ہے۔ یہ بھی سراسر غلط ہے۔

۱۔ حضرت اُمّ ہانیؓ ایک خاتون تھی انہوں نے فتح مکہ کے وقت دو زبردست دشمنوں کو پناہ دی۔ حضرت رسولِ کریمؐ نے اسے قبول کیا۔ کیا اس سے ثابت نہیں ہوا کہ عورت حکومت کے کاروبار میں شرکت کا حق رکھتی ہے ؟!

۲۔ بخاری شریف میں ہے کہ صلح حُدیبیہ کے وقت حضورؐ نے اپنی ایک بیویؓ کے مشورہ پر عمل کیا۔

۳۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے جنگ جمل میں فوج کی قیادت سنبھالی۔ صحابہ کرامؓ نے اسے قبول کیا۔

۴۔ حضرت علی مرتضیٰؓ نے ایک شخص کو گرفتار کرنے کے لئے فوجی دستہ بھیجنا چاہا لیکن صاحبزادی اُمِّ کلثومؓ نے اس کے خلاف مشورہ دیا اور آپؓ نے قبول کیا۔

۵۔ حضرت شفاؓ کا ذکر پہلے ہوا اس کے متعلق لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ اس کی رائے کو اور مشورے کو مقدم رکھتے تھے۔ اور اس کو راضی رکھتے تھے۔ اور اس کو دوسروں پر ترجیح دیتے تھے۔

ان واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام عورت کو مرد کے برابر پورے سیاسی حقوق بھی دیتا ہے۔

بقیہ سلسلہ صفحہ ۲۰

کہا کہ یہ کام تم نے کیوں کیا اور نہ یہ کہا کہ تم نے کیوں نہیں کیا۔

ایک دفعہ آپؐ کا غلام کسی سفر سے کچھ عرصہ بعد واپس آیا۔ جب اُس نے آکر دروازہ کھٹکھٹایا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ننگے پاؤں اس کی طرف چل پڑے، آپؐ کی چادر زمین پر گھسٹتی جا رہی تھی، آپؐ نے اُسے گلے لگایا اور اُسے بوسہ دیا۔

ایک دفعہ یہودی کا جنازہ گزرا تو آپؐ کھڑے ہو گئے، کسی نے کہا یہ تو کافر کا جنازہ ہے، تو آپؐ نے فرمایا کیا یہودی انسان نہیں ہوتے ؟!

ایک دفعہ حضورؐ بازار جا رہے تھے کہ راستہ میں ایک بوڑھی عورت ملی وہ بے چاری بڑی مشکل سے چل سکتی تھی، اس کا سودا لینے کے لئے آپؐ خود چلے گئے اور اس کی چیزیں وغیرہ خرید کر اسے لا دیں۔ بادشاہ ہو کر ایسے کام کرنے سے آپؐ کو کوئی شرم نہ آتی تھی۔

آپؐ کی نگاہ میں مال و دولت اگر اللہ کے راستے میں بنی نوع انسان کی خدمت میں خرچ نہیں ہوتی، تو مال و دولت کی کچھ وقعت نہ تھی جب آپؐ کی کافی علاقہ پر حکومت ہوئی اور مال و دولت کثرت سے آنے لگے، تو حضورؐ کی ازواج مطہراتؓ کے دل میں بھی مال کی خواہش پیدا ہوئی، آخر وُہ بھی انسان تھیں۔ دونوں جہان کے بادشاہ کی ازواجِ مطہراتؓ تھیں، اُنہوں نے بھی درخواست کی کہ ہمیں بھی کچھ دیا جائے تاکہ ہم بھی سہولت اور آرام کی زندگی بسر کریں تو حکم ہوتا ہے۔ اے نبیؐ ! اپنی بیویوں کو کہہ دو کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں مال دے دوں اور تم کو اچھی طرح سے رخصت کر دوں۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسولؐ اور آخرت کے گھر کو پسند کرتی ہو تو اللہ تعالےٰ نے ایسی محسن عورتوں کے لئے بڑا اجر تیار کیا ہے۔

ایک دفعہ آپؐ کی پیاری صاحبزادی حضرت فاطمہ رضؓ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں کہ ابا جان چکّی پیستے پیستے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے ہیں، مجھے بھی ایک لونڈی مالِ غنیمت سے دلا دیں! آپؐ نے فرمایا کہ بیٹی ! بڑے بڑے غریب مستحق لوگ ابھی باقی رہتے ہیں۔ میں آپ کو کس طرح دوں ؟!

غرض آپ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غربت کے زمانہ کو دیکھیں تو آپؐ اخلاق کے مجسمہ نظر آتے ہیں، اور اگر آپ ان کو انتہائی بلندی کے مقام پر جو بادشاہت کا مقام ہے دیکھیں گے، تو آپ کے سیّد البشر فخرِ نوع انسان اور رحمۃ للعالمین ہونے میں کس کو شبہ ہو سکتا ہے ؟ عفو کی تعلیم دنیا میں بہت لوگ دے سکتے ہیں، مگر خود اپنے اُوپر ظلم کرنے والوں کو، اپنی بربادی چاہنے والوں کو، اور اپنے عزیز و اقارب کے قتل کرنے والوں پر غلبہ پا کر معاف کرنا کہ ملامت تک بھی ان کے افعال پر نہ کی جائے نہ مسیحؑ کی زندگی میں پایا جاتا ہے نہ کسی اور مصلح اور ریفارمر کی زندگی میں اس کا نمونہ مل سکتا ہے۔ یہ فخر صرف حضرت محمّد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے حصّے میں آیا

حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی مجدد صد چہاردہم

جب تک فلک پہ مہر منور کو ہے قیام ؛ زندہ رہیگا دہر میں محمد علی کا نام

مفسر قرآن حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ

عاشق روئے جناب مصطفےٰ ؛ جاں نثار مہدی قمر الہدیٰ

حضرت مولانا صدر الدین مرحوم و مغفور

فروغ نور عشق او زبام و قصر ما روشن ؛ مگر بیند کسے آں را کہ میدارد بصیرت را

حضرت امیر قوم ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم

محبتِ رسولؐ کا بحرِ مواج مجددؐ صد چہاردہم کے سینہ میں

عجب نوریست در جانِ محمدؐ ○ عجب لعلیست در کانِ محمدؐ

محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی جان میں ایک عجیب نور رہی محمدؐ کی کان میں ایک عجیب و غریب لعل ہے

ز ظلمتہا دلے آنگہ شود صاف ○ کہ گردد از محبّانِ محمدؐ

دل اُسوقت ظلمتوں سے پاک ہوتا ہے جب وہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دوستوں میں داخل ہو جاتا ہے +

عجب دارم دلِ آں ناکساں را ○ کہ رو تابند از خوانِ محمدؐ

میں اُن نالائقوں کے دلوں پر تعجب کرتا ہوں جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان سے منہ پھیرتے ہیں +

ندانم ہیچ نفسے در دو عالم ○ کہ دارد شوکت و شانِ محمدؐ

دونوں جہان میں میں کسی کو نہیں جانتا جو محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سی شان و شوکت رکھتا ہو +

خدا زاں سینہ بیزار است صد بار ○ کہ ہست از کینہ دارانِ محمدؐ

خدا اس دل سے سخت بیزار ہے جو محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے کینہ رکھتا ہو +

خدا خود سوزد آں کرمِ دنی را ○ کہ باشد از عدوّانِ محمدؐ

خدا خود اس ذلیل کیڑے کو جلا دیتا ہے جو محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دشمنوں میں سے ہو +

اگر خواہی نجات از مستیٔ نفس ○ بیا در ذیلِ مستانِ محمدؐ

اگر تو نفس کی بدمستیوں سے نجات چاہتا ہے تو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے مستانوں میں سے ہو جا +

اگر خواہی کہ حق گوید ثنایت ○ بشو از دل ثنا خوانِ محمدؐ

اگر تو چاہتا ہے کہ خدا تیری تعریف کرے تو تُو تہ دل سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا مدح خواں بن جا +

اگر خواہی دلیلے عاشقش باش ○ محمدؐ ہست برہانِ محمدؐ

اگر تو اس کی سچائی کی دلیل چاہتا ہے تو اس کا عاشق بن جا کیونکہ محمدؐ ہی خود محمدؐ کی دلیل ہے +

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس عقب ٹرنری کالج گیارشید روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح دارالسلام ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا

جلد: ۷۲ | تاریخ ۲۸ ربیع الاوّل ۱۴۱۰ھ — بمطابق یکم نومبر ۱۹۸۹ء | شمارہ: ۱۸

دلوں کو پاک کریں اور اپنے انسانی رحم کو ترقی دیں

حضرت مسیح موعود کا جماعت کو حکم

----- میرے حکم سنتا ہوں -----

کہ جو میری فوج میں داخل ہیں وہ ان (مفسدانہ) خیالات کے مقام سے پیچھے ہٹ جائیں۔ دلوں کو پاک کریں۔ اور اپنے انسانی رحم کو ترقی دیں۔ اور دردمندوں کے ہمدرد بنیں۔ زمین پر صلح پھیلا دیں کہ اس سے ان کا دین پھیلے گا۔ اور اس سے تعجب مت کریں کہ ایسا کیونکر ہوگا۔ کیونکہ جیسا کہ خدا نے بغیر توسط معمولی اسباب کے جسمانی ضرورتوں کے لئے حال کی نئی ایجادوں میں زمین کے عناصر اور زمین کی تمام چیزوں سے کام لیا ہے۔

----- ایسا ہی اب -----

وہ روحانی ضرورتوں کے لئے بغیر توسط انسانی ہاتھوں کے آسمان کے فرشتوں سے کام لے گا۔ تم صبر سے دیکھتے رہو کیونکہ خدا اپنی توحید کے لئے تم سے زیادہ غیرت مند ہے اور دعا میں لگے رہو۔ ایسا نہ ہو کہ نافرمانوں میں لکھے جاؤ۔

امیر جماعت احمدیہ لاہور

حضرت ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ کا

سالانہ دعائیہ اجتماع میں شرکت کیلئے احباب کے نام پیغام

احباب و خواتینِ جماعت! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

ہم سب کے لئے یہ امر موجب مسرت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دسمبر ۱۹۸۹ء کی ۲۳ تا ۲۶ تاریخوں میں ہمیں اپنے سالانہ دعائیہ اجتماع میں شرکت کا موقع مل رہا ہے جیسا کہ آپ کو معلوم ہی ہے کہ یہ اجتماع خالصتاً حضرت امام وقت بانی سلسلہ احمدیہ کے ارشاد کے ماتحت کسی دنیوی اغراض کیلئے نہیں بلکہ صرف اور صرف دینی مقاصد اور جماعتی تعلقات کی تقویت کے لئے منعقد ہوتا ہے۔ جو بہت سی خیرات و برکات کا موجب ہوتا ہے۔

آپ سب سے میری گذارش ہے کہ آپ ان ایام اللہ میں ضرور شرکت فرمائیں۔ اپنے بڑے اور چھوٹوں کو ابھی سے مستعد کریں اور یہ چار دن محض للہ فی اللہ مرکز میں گذاریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق دے۔ آپ کی ممکنہ مشکلات کو دور کرے اور سفر کو آسان فرمائے۔ جو کوئی اللہ تعالیٰ کے لئے اس کی راہ میں چل نکلتا ہے تو وہ خود اس کا متکفل ہو جاتا ہے۔ میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔

والسلام والدعا

سعید احمد

دارالسلام کالونی

۵ ر عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن۔ لاہور

٭٭٭

سالانہ دعائیہ

کی ایک شام

٭٭٭

جلوہ زا ہیں ہر طرف رعنائیاں ایمان کی
چھا رہی ہے گہری گہری چھاؤں اطمینان کی
ایک نورانی تقدس ہے در و دیوار پر
ایک روحانی تقدس ہے در و دیوار پر
ہے فضا میں دھندلا دھندلا ایک نورانی غبار
اور ہوا ہے احمدیت کے اثر سے مشکبار
چھا گئیں ماحول پر کیا دلربا خاموشیاں
جھانکتی ہیں جن میں سے ایمان کی پرچھائیاں
یہ سہانی شام یہ شاداب چہروں کی چمک
غازۂ ایقان سے سیراب چہروں کی چمک
شام کے دامن میں ہے طاعت گذاروں کا ہجوم
احمدیت کے درخشندہ ستاروں کا ہجوم
ان بزرگوں سے ہے وابستہ بقا ایمان کی
آ رہی ہے یاد مجھ کو ابتدا ایمان کی

٭٭٭

اداریہ

ہمارا سالانہ رُوحانی اجتماع

اھلاً وسھلاً ومرحبا

امسال ہمارا سالانہ دُعائیہ ۲۳ تا ۲۶ دسمبر ۱۹۸۹ء کو منعقد ہو رہا ہے جس میں شمولیت کیلئے احباب کرام رختِ سفر باندھ رہے ہونگے۔ دراصل اس جلسہ کی بنیاد حضرت مجدد صد چہاردہم نے خود اپنے ہاتھوں سے دسمبر ۱۸۹۱ء میں رکھی۔ اس سال یہ جلسہ ۲۷ دسمبر سے ۲۹ دسمبر تک منعقد ہوا۔ اس کی غرض وغایت بیان کرتے ہوئے حضرت اقدس نے ایک اعلان میں جو آپ کی کتاب فیصلہ آسمانی میں شائع ہوا فرمایا:۔

"اور چونکہ ہر ایک کے لئے بباعث ضعفِ فطرت یا کمیٔ مقدرت یا بعد مسافت یہ میسر نہیں آسکتا کہ وہ صحبت میں آکر رہے یا چند دفعہ سال میں تکلیف اٹھا کر ملاقات کے لئے آوے ... لہٰذا قرینِ مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ سال میں تین روز ایسے جلسے کے لئے مقرر کئے جائیں جس میں تمام مخلصین اگر خدا تعالےٰ چاہے بشرطِ صحت و فرصت وعدم موانع قویہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہوسکیں۔ آئندہ اگر ہماری زندگی میں ۲۷ دسمبر کی تاریخ آجاوے تو حتی الوسع تمام دوستوں کو محض ربانی باتوں کے سننے کے لئے اور دعا میں شریک ہونے کے لئے اس تاریخ پر آجانا چاہیئے۔ اور اس جلسہ میں ایسے حقائق اور معارف کے سنانے کا شغل رہے گا جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہیں اور نیز ان دوستوں کے لئے خاص دعائیں اور خاص توجہ ہوگی اور حتی الوسع بدرگاہِ ارحم الراحمین کوشش کی جائیگی کہ خدا تعالےٰ اپنی طرف ان کو کھینچے اور اپنے لئے قبول کرے اور پاک تبدیلی ان میں بخشے اور ایک عارضی فائدہ ان جلسوں میں یہ بھی ہوگا کہ ہر ایک نئے سال میں جس قدر نئے بھائی اس جماعت میں داخل ہونگے وہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو کر اپنے پہلے بھائیوں کے منہ دیکھ لیں گے اور روشناسی ہوکر آپس میں رشتہ تودّد و تعارف ترقی پذیر ہوتا رہے گا۔ اور تمام بھائیوں کو رُوحانی طور پر ایک کرنے کے لئے اور ان کی خشکی اور اجنبیت اور نفاق کو درمیان سے اٹھا دینے کے لئے بدرگاہِ حضرت عزت جلّ شانہٗ کوشش کی جائیگی۔ اور جو بھائی اس عرصہ میں اس سرائے فانی سے انتقال کر جائے گا اس جلسہ میں اسکے لئے دعائے مغفرت کی جائے گی اور اس روحانی جلسہ میں اور بھی کئی روحانی فوائد اور منافع ہونگے جو ان شاء اللہ القدیر وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہیں گے ....."

کتنے خوش نصیب اور بلند بخت تھے وہ لوگ جنھیں حضرت صاحب کی زبان مبارک سے ربانی باتیں اور حقائق و معارف سننے۔ آپ کے ساتھ نمازیں پڑھنے اور دعاؤں میں شامل ہونے کیوجہ سے تزکیہ نفس کا موقع ملا لیکن آپ کے بعد بھی آپ کے شاگرد رشید اور تربیت یافتہ بزرگوں نے اس رسم وراہ کو متواتر پھر قائم رکھنے کی کوشش کی اور کچھ اسی رنگ میں رنگین سوز و گداز کے نظارے دیکھنے میں آئے۔ جو پیالۂ علم و عرفاں انہوں نے قادیان کے ایک مردِ درویش کے قدموں میں بیٹھ کر اپنے پیاسے آشنا ہونٹوں سے لگایا اُسی کے نشہ میں مخمور انہوں نے بھی اپنی عبادت میں وہی خضوع و خشوع اور دعاؤں میں وہی دلسوزی پیدا کی اور اس سے اپنے ساتھ ملنے والوں کو بھی سیراب کیا۔

ایک ایک کر کے ان مردانِ باصفا و باوفا سے یہ میخانہ خالی ہوتا جا رہا ہے لیکن ہمارے لئے وہ اپنے پاؤں کے کچھ نشان باقی چھوڑ گئے ہیں انہی نشانوں کے طفیل ہم اپنے آنیوالے عافیہ تک پہنچ سکتے ہیں۔

جن قوموں میں زندہ رہنے کا جذبہ سرد نہیں ہوتا وہ اپنے بزرگوں کی روایات کو بڑے عزم وخلوص اور پیار و محبت سے اپنے سینے سے لگائے رکھتی ہیں اور ان کے شب و روز اس غم میں بسر ہوتے ہیں کہ کس طرح وہ اپنی ان روایات کو زندہ رکھیں اور اپنی آنیوالی نسلوں تک اس رنگ میں منتقل کریں کہ ان کی کشش اور تابناکی پہلے سے فزوں تر ہو اور وہ اس دنیا سے اس اطمینان کے ساتھ گذریں کہ انسانی کوششوں کی امکانی حد تک انہوں نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔

ہماری روایات دیگر سلسلوں اور جماعتوں کی روایات سے بالکل مختلف ہیں اور ہمارا راستہ ان کے راستوں سے بالکل جدا ہے۔ ہمارا سیاست سے کوئی رشتہ اور تعلق نہیں۔ نہ رہا ہے اور نہ رہے گا۔ ہمیں حکومت اور اقتدار کی کوئی آرزو اور تمنّا نہیں . . . .

– – – – – – – – – – – – – – – –

– – حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے ہمارے سامنے جو مقصد اور مشن رکھا ہے وہ صرف یہ ہے اور یہی ہماری روائیت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا چہرہ دنیا پر روشن ہو۔ آنحضرتؐ کا نور دنیا میں ظاہر ہو اور کون ومکان میں پھیل جائے۔ قرآن کریم کی ازلی اور ابدی صداقتیں دنیا کو اپنی طرف کھینچیں تاکہ ہماری باہمی نفرتیں۔ عداوتیں اور خصومتیں مٹ جائیں اور یہ عالم انسانیت امن و سلامتی کا گہوارہ بن جائے۔ جہاں ہر قسم کی تفریقات ختم ہو کر انسان، انسان کا دوست اور ہمدرد بن جائے۔

ہماری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے مہمانوں کو خیریت سے لائے اور بخیر و عافیت واپس لے جائے اور جس غرض کے لئے وہ یہ تکلیفیں اٹھا کر تشریف لائیں گے اللہ تعالیٰ اسے ان کی دعاؤں اور قربانیوں کی بدولت پوری کرے۔ آمین! ؏

"اے آمدنت باعثِ آبادیٔ ما۔"

ـــــــــ * * * ـــــــــ

اخبار و افکار

قومی اسمبلی میں پرائیویٹ شریعت بل کو منظور کروانے کے لئے اسلامی جمہوری اتحاد کے رہنماؤں اور سینیٹروں نے پیپلز پارٹی سے تعلق رکھنے والے اراکین کے ساتھ بھی رابطے شروع کر دیئے ہیں جبکہ دوسری طرف وفاقی حکومت نے علماء اور قانونی ماہرین کی آراء کی روشنی میں فیصلہ کیا ہے کہ سینیٹ سے منظور ہونے والا شریعت بل فی الحال قومی اسمبلی میں پیش نہیں کیا جائے گا۔ باوثوق ذرائع کے مطابق سینیٹر قاضی عبداللطیف نے گذشتہ روز وفاقی وزیر برائے مذہبی امور خان بہادر خان کو شریعت بل قومی اسمبلی کے آج شروع ہونے والے اجلاس میں پیش کرنے کے لئے پیغام بھیجا ہے لیکن شریعت بل کا جائزہ لینے والی خصوصی کمیٹی نے وفاقی حکومت کو پیش کردہ اپنی رپورٹ میں کہا ہے کہ اگر یہ بل قومی اسمبلی میں منظور ہو بھی جاتا ہے تو اس کے نفاذ کے لئے 1973ء کے آئین میں متعدد ترامیم کرنی پڑیں گی اور اس کے علاوہ بل کو ایک متوازی آئین کی حیثیت حاصل ہو جائے گی علاوہ ازیں اس بل کے نفاذ سے ملک میں فرقہ وارانہ فسادات شروع ہونے کا خدشہ ہے کیونکہ دیگر فرقوں سے تعلق رکھنے والے جید علماء اس بل کے بارے میں متفق نہیں ہیں۔ شریعت بل کے حامی علماء کا موقف ہے کہ اگر اس بل کے نفاذ کے لئے آئین میں ترامیم کرنی پڑیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ آئین مکمل طور پر شرعی و اسلامی تقاضے پورے نہیں کرتا بظاہر 1973ء کے آئین کی دفعہ 227 کے مطابق قرآن و سنت کے منافی کوئی قانون نہیں بنایا جا سکتا اور حکومت کی اعانت کے لئے اسلامی نظریاتی کونسل بھی بنائی گئی لیکن آئینی طور پر حکومت اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات پر عمل کرنے کی پابند نہیں ہے شریعت بل کے مخالف علماء کا موقف یہ ہے کہ یہ بل تمام فرقوں کیلئے قابل قبول نہیں ہے اور اسی لئے محمد خان جونیجو کی وزارت عظمیٰ میں بھی قومی اسمبلی سے یہ بل منظور نہ ہو سکا۔ ان علماء کے مطابق جنرل ضیاالحق نے 1988ء میں محض عوام کی توجہ سیاسی مسائل سے ہٹانے کے لئے شریعت بل پیش کروایا تھا حالانکہ 1980ء میں جب انہوں نے فیڈرل شریعت کورٹ بنائی تھی تو تب بھی وہ اس قسم کا بل مارشل لاء کے حکم نامے کے ذریعہ لاگو کر سکتے تھے اس سلسلے میں گذشتہ روز وفاقی وزیر برائے مذہبی امور خان بہادر خان نے جنگ کو بتایا کہ میں نے پرائیویٹ بل کی بعض شقوں کے بارے میں اختلافی نوٹ لکھے ہیں۔ اور اسے پیش کرنے والوں سے درخواست کی ہے کہ وہ اس میں ترامیم کر کے جید علماء میں اتفاق رائے پیدا کریں۔ انہوں نے کہا کہ ملک میں شریعت کے نفاذ کے لئے 73ء کا آئین بہترین دستاویز ہے کیونکہ آئین میں قرارداد مقاصد کے شامل ہونے سے نفاذ اسلام کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے انہوں نے کہا کہ اگر اس بل کے مسودے کو من و عن قومی اسمبلی میں پیش کر دیا جائے تو یہ منظور نہیں ہوگا۔ اور ہم اپنی اسمبلی میں شریعت کو متنازعہ نہیں بنانا چاہتے بلکہ ایسا بل لانا چاہتے ہیں جو سب فوراً قبول کر لیں انہوں نے کہا کہ ہم شریعت کے نفاذ کے سلسلے میں مختلف مکاتب فکر کے علماء میں اتفاق رائے پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور جب ان کوششوں میں کامیابی حاصل ہو جائے گی تو ہم ایک متفقہ شریعت بل قومی اسمبلی میں پیش کریں گے۔

جماعتی خبریں

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمارے پیارے امیر حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ ایبٹ آباد میں چند ایام گزار کر واپس لاہور تشریف لے آئے ہیں۔ - - - - - - - آپ حسب سابق خطبات دینیہ اور جماعتی امور میں رہنمائی فرما رہے ہیں احباب ان کی صحت و سلامتی اور درازیٔ عمر کے لئے دعائیں جاری رکھیں۔

حمد باری تعالےٰ

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ

کس قدر ظاہر ہے نور اس مبدء الانوار کا
بن رہا ہے سارا عالم آئینہ ابصار کا

چاند کو کل دیکھ کر میں سخت بیکل ہو گیا
کیونکہ کچھ کچھ تھا نشاں اس میں جمال یار کا

اس بہار حسن کا دل میں ہمارے جوش ہے
مت کرو کچھ ذکر ہم سے ترک یا تاتار کا

ہے عجب جلوہ تری قدرت کا پیارے ہر طرف
جس طرف دیکھیں وہی رہ ہے ترے دیدار کا

چشمۂ خورشید میں موجیں تری مشہود ہیں
ہر ستارے میں تماشا ہے تری چمکار کا

تو نے خود روحوں پہ اپنے ہاتھ سے چھڑکا نمک
اس سے ہے شور محبت عاشقان زار کا

کیا عجب تو نے ہر اک ذرہ میں رکھے ہیں خواص
کون پڑھ سکتا ہے سارا دفتر ان اسرار کا

تیری قدرت کا کوئی بھی انتہا پاتا نہیں
کس سے کھل سکتا ہے پیچ اس عقدۂ دشوار کا

خوبرویوں میں ملاحت ہے ترے اس حسن کی
ہر گل و گلشن میں ہے رنگ اس ترے گلزار کا

چشم مست ہر حسیں ہر دم دکھاتی ہے تجھے
ہاتھ ہے تیری طرف ہر گیسوئے خم دار کا

آنکھ کے اندھوں کو حائل ہو گئے سو سو حجاب
ورنہ تھا قبلہ ترا رخ کافر و دیندار کا

ہیں تری پیاری نگاہیں دلبرا اک تیغ تیز
جس سے کٹ جاتا ہے سب جھگڑا غم اغیار کا

تیرے ملنے کے لئے ہم مل گئے ہیں خاک میں
تا مگر درماں ہو کچھ اس ہجر کے آزار کا

ایک دم بھی کل نہیں پڑتی مجھے تیرے سوا
جان گھٹی جاتی ہے جیسے دل گھٹے بیمار کا

شور کیسا ہے ترے کوچہ میں لے جلدی خبر
خوں نہ ہو جائے کسی دیوانہ مجنوں وار کا

مکرم و محترم میاں فضل احمد کے قلم سے،

فکر و نظر

گذشتہ شب میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ماضی، حال اور مستقبل کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ رات کی خاموشی تھی۔ میں تھا اور میری یہ سوچ۔ رات کی کالی تاریکی اسی سوچ کی نذر ہو گئی۔ دُور رس تک سوچ نے میرا ساتھ دیا۔ ایسا محسوس ہوا کہ عمر بھر شعلوں کا ساتھ رہا اور پے در پے مشکلات سے کھیلتے رہے۔ وہ کون سا وقت تھا کہ ہم نے اطمینان کا سانس لیا ہو اور سکون سے گذر بسر کی ہو، ہر دن فکر مندیوں کا دن ہوتا اور ہر رات پریشانی کی رات ہوتی۔ کفر کا فتویٰ ہمارے سروں پر سوار رہا اور قتل و ارتداد کی سزا کے سائے ہمارے ارد گرد منڈلاتے رہے۔ ایسے ذہنی عذاب کے ساتھ ساتھ مال و جان کے اتلاف نے بھی گھیرے رکھا۔ ابتداً انگریز کا زمانہ تھا اور وہ مذہبی معاملات اور عقائد و افکار کے حالات میں فریق نہیں بنتا تھا۔ وہ زمانہ کچھ بہتر تھا۔ قیام پاکستان کے بعد عشرہ ڈیڑھ عشرہ کا کچھ ابتدائی دور بھی قدرے گوارا رہا کہ اس وقت کی حکومتوں نے بھی جانب دارانہ مذہبی دباؤ کو مسترد کئے رکھا تھا۔ انتہا پسند اور متشدد مذہبی حلقہ سے خائف و مرعوب نہ تھیں۔ چنانچہ وہ کفر و اسلام کے جھگڑوں سے آزاد تھیں اور مذہبی فتوؤں سے کنارہ کش رہیں اور ایسے عناصر کی حوصلہ شکنی کرتی رہیں۔ ہم لوگ بھی ان حالات میں، خواہ وہ سازگار تھے یا نہ، اپنے کام میں لگے رہے۔ بڑی یکسوئی کے ساتھ اور بڑی لگن و محبت کے ساتھ۔ بڑی قربانی کے ساتھ اور بڑے ایثار و استقامت کے ساتھ اور بڑے صبر و صلوٰۃ کے ساتھ اپنے امام کے بتائے ہوئے راستہ پر گامزن رہے۔ اور اس طرح تعمیر پر تعمیر ہوتی رہی۔ استحکام جماعت اور فروغ دین کا سچا کھرا جذبہ عمل کی تصویر بنا تھا۔ جماعتی محبت و اتحاد کی شمعیں فروزاں تھیں۔ خلوص و لگاؤ کا راج تھا۔ دل دل سے ملے ہوئے تھے۔ باہمی خیر خواہی عام تھی۔ ایک دوسرے کا اکرام و احترام مثالی تھا۔

اس محبت بھرے ماحول میں ہم نے کیا کچھ کیا۔ بلکہ میں تو کہوں گا کہ کیا اور بہت کچھ کیا اور بہت کچھ پایا۔ علم و قلم اور فکر و نظر کی دنیا کو بہت کچھ دیا۔ ۱۹۱۸ء سے ۱۹۵۱ء تک کا وہ دور کامیابی و کامرانی کا دور۔ بڑا مثالی اور ایمان افروز تھا۔ جماعت اپنے اغراض و مقاصد میں ہم جہتی ترقی سے ہمکنار رہی۔ قدم آگے ہی آگے تھا۔ تعمیر کی طرف اور تکمیل کی طرف۔ اگر ایک طرف تراجم قرآن کریم کا سلسلہ جاری تھا، تو دوسری طرف تعلیم دین کے مختلف پہلوؤں پر علم و عرفان سے بھرپور قابلِ قدر تالیفات اور تصانیف کا کام زوروں پر تھا۔ اگر لاہور میں مبلغین دین تیار ہو رہے ہوتے تو بلا دِ غیر انگلستان۔ جرمنی، امریکہ اور یورپ میں مشن کھل رہے ہوتے۔ اگر ایک طرف جماعتی توسیع و ترقی کے لئے پرخلوص مساعی ہو رہی ہوتیں تو دوسری طرف جماعت کے علم و قلم سے مسلح مبلغین اور مقررین حضرات اندرون و بیرون ملک دشمنانِ دین پر تابڑ توڑ حملے کر رہے ہوتے اور ان کی یلغار کا کوئی سامنا نہ کر سکتا۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں حضرت بانی سلسلہ کا خواب کہ "میں سفید پرندے پکڑ رہا ہوں" پورا ہوتا نظر آنے لگا۔ اور لارڈ ہیڈلے جیسا عظیم المرتبت انسان حلقہ بگوش دین ہو کر برصغیر ہندوستان آیا اور احمدیہ انجمن لاہور کے سالانہ جلسہ کی زینت بنا۔ اس موقعہ پر معروف و نامور فرزندان توحید نے اس جلسہ میں شریک ہو کر اپنی تائید و حمایت کا ثبوت دیا۔ میں اس سنہری دور کی تفاصیل میں نہیں جاتا کہ میرا اصل مقصد اوجھل ہو جائے گا۔ اب تو میں حال اور مستقبل کی بات کرنا چاہتا ہوں۔ ماضی کا خوبصورت ذکر تو اس لئے کیا تاکہ ہم حال اور مستقبل کا فکر کریں اور سہانے ماضی کی یادیں تازہ کرنے کے ساتھ ساتھ آجکل کے مہیب خوابوں سے بیدار ہوں۔ میری یہ رات کی تنہائی ماضی اور حال کی دوریاں سمیٹ کر مجھ سے یوں گویا ہے کہ :۔

ابھی جاگتے تھے ابھی سو گئے تم

جاگنے اور سونے کا احساس سامنے آیا تو یہ بات بھی ذہن میں کلبلانے لگی کہ سونے کو جگانے کے بھی کئی حیلے ہیں۔ گھڑی کلاک کا الارم بیدار کر دیتا ہے یا پھر کوئی دستک دے دے تو آنکھ کھل جاتی ہے اور یا پھر کوئی ہلا دے تو سوتا جاگ اُٹھتا ہے اور اگر ہلنے ہلانے سے بیداری نہ ہو تو جھنجھوڑنے سے انسان اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور جو کوئی ان حیلوں طریقوں سے نہ جاگے تو اسے زلزلے کے شدید جھٹکے آندھی طوفان کے تھپیڑے خواب خرگوش سے بیدار کر دیتے ہیں اور اسے جاگنا پڑا ہی نہ گا پڑتا ہے۔

میں سونے اور جاگنے کے اس پس منظر میں اپنی جماعتی زندگی کے شب و روز کو دیکھ رہا ہوں۔ ہم بڑا عرصہ جاگے اور پھر لمبی تان کر سو گئے۔ گھڑی کے الارم نے کام نہ دیا۔ ۱۹۵۳ء، ۱۹۷۴ء اور پھر ۱۹۸۰ء اور ۱۹۸۴ء وغیرہ کے طوفانوں، زلزلوں سے ہمارے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ اور مابعد کے حالات و معاملات بھی ہماری سوتی زندگی میں تحریک پیدا نہ کر سکے گویا

ہر ہاتھ یہاں قلم ہوا ہے
کیا قصۂ غم رقم کریں گے ؟!

یہ صورت حال یقیناً فکر انگیز ہے اور فکر مندی کی علامت ہے۔ مانا کہ ملک کے آئین اور اس میں کی ترمیم کی بعض شقیں بظاہر ہماری حوصلہ شکنی کا موجب ہیں اور ہمارے بہت سے اعلائے کلمۃ الحق کے پروگرام متاثر ہیں اور بظاہر ہم پر ایک نفسیاتی اور اعصابی دباؤ مسلط ہے جس سے جماعت اور اس کے کام میں قدرے ٹھہراؤ نظر آتا ہے۔ ان سب کچھ کے ہوتے ہوئے ایک حقیقت میرے سامنے سوالیہ نشان بن کر رہ گئی ہے وہ یہ کہ کیا یہ نظری، فکری، لسانی اور قلمی پابندیاں ہمیں اپنے مولائے حقیقی کے آگے سر بسجود ہونے سے روک سکتی ہیں۔ ؟ کیا ہم اس قادر و توانا خالق و مالک کو چھوڑ کر کمزور اور بے بس دنیا کے آقاؤں سے اپنی مرادیں پا لیں گے ؟ ! کیا مالک یوم الدین سے منہ موڑ کر کسی اور ہستی سے جزا پا لیں گے ؟ یہ ہرگز ہرگز نہ ہو گا اور یہ کبھی نہیں دیکھا کہ مطلع صاف ہو، سورج نکل چکا ہو اور اندھیرا ابھی دکھائی دے۔ کبھی یہ نہیں پایا کہ سورج غروب ہو جائے اور دن کی روشنی دکھائی دے۔ اگر ہم صراطِ مستقیم پر چل رہے ہوں تو کبھی نہ ہو کہ ہم منزل مقصود کو نہ پائیں۔ یاد رہے کہ ہمارے امام حضرت بانی سلسلہ نے ہمیں اپنی راہ کی دشواریوں سے بہت پہلے آگاہ کیا تھا اور فرمایا تھا کہ میرے ساتھ ہو کر بہت سی دشوار گذار گھاٹیوں سے گذرنا ہو گا اور بڑے ہی صبر شکن اور حوصلہ آزما حالات کا سامنا ہو گا چنانچہ اس برحق امام کی سچی باتیں حرف بحرف پوری ہو رہی ہیں۔ اور ان آمدہ مصائب و مشکلات کی پیشگوئی کے ساتھ ساتھ انہوں نے روشن مستقبل کی بھی خوشخبری دی ہے اس لئے ہمیں ان تکلیف دہ حالات سے گذر چلے جانے میں کوئی افسردگی اور مایوسی اور محرومی کا احساس نہ ہونا چاہئیے بلکہ اپنے روشن اور کامران مستقبل کی سچی امید لے کر ان مجبور حالات کا سامنا کرنا چاہئیے اگر ہمارا امام برحق ہے تو اس برحق امام کی خوشخبری بھی یقیناً برحق ہو گی۔ لہٰذا ہمیں اپنے حال کے دھندلکوں میں اپنے روشن مستقبل کے لئے بڑے صبر، ایمان، استقامت اور حوصلہ و ہمت سے کام لینا چاہئیے اور اپنی صفوں کو درست کرنا چاہئیے۔ اور اپنے کام، اعلائے کلمۃ الحق۔ میں جُت جانا چاہئیے۔ ہمیں چاہئیے کہ اس قادر و توانا ذات سے رشتہ جوڑ لیں اور یہ تب ہی ممکن ہے کہ جب ہم غیر اللہ کی اطاعت قبول نہ کریں اور ماسوا اللہ سے ڈریں۔ ہمیں اپنے عقائد و نظریات کی سچائی پر علیٰ وجہ البصیرت ایمان ہو اور حضرت بانی جماعت کے بتائے ہوئے اصولوں پر مستقبل مزاجی اور ثابت قدمی کے ساتھ قائم ہوں۔ بڑا چھوٹا، مرد اور عورت ہم سب یہ عزم صمیم کر لیں کہ ہم اپنے سلسلہ سے ایمانی وفاداری کریں گے۔ اپنے امیر و نظام کی اطاعت کریں گے۔ اگر ہم ایسا کر لیں تو یقیناً ہم کامیاب و کامران ہوں گے اور ماحول یقیناً یہ محسوس کرے گا کہ :۔

جنہیں حقیر سمجھ کر بجھا دیا تو نے
وہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہو گی !

جناب ایم۔ وائی۔ تاثیر کے قلم سے

احمدیہ انجمن (لاہور) ہند کا انیسواں (19) سالانہ جلسہ

[illegible]

جیسا کہ پیغام صلح لاہور ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ شمارہ ۱۱ یکم اگست ۸۹ء شمارہ ۱۲ میں جلسہ سالانہ "صد سالہ تقریب شکرانہ" کے سلسلہ میں اعلان ہوا تھا خداوند کریم کے فضل و احسان سے یہ سالانہ جلسہ انیسواں (۱۹) [صد سالہ تقریب شکرانہ] کے طور پر ۱۳ ، سے ۱۵ ، اگست ۱۹۸۹ء نہایت پُر وقار اور مؤثر طریقہ پر منعقد ہوا۔

جلسہ گاہ اور مندوبین حضرات کی آمد

جلسہ گاہ دارالسلام یاری پورہ کا وسیع صحن جماعت یاری پورہ کے نوجوانوں اور بزرگوں کی مشترکہ محنت و کوشش سے خوب سجایا گیا تھا۔ قرآن و حدیث کے جواہر پارے اور حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ اور بزرگان پاک ممبران لاہور کی کتب سے اقتباسات جلی حروف میں خوشخط طریقہ پر تمام جلسہ گاہ کے ارد گرد آویزاں و چسپاں کئے گئے تھے۔ بشیر کشمیر چوک یاری پورہ سے دارالسلام تک سڑک کو جھنڈیوں سے مزین کیا گیا تھا۔ لنگر خانہ، غسل خانجات وغیرہ کا معقول و مناسب انتظام کیا گیا تھا۔ گورنمنٹ سے باضابطہ جلسہ منعقد کرنے اور لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ اعلانِ جلسہ کرنے کا اجازت نامہ قبل از وقت حاصل کیا تھا۔ اخبارات، ریڈیو کے اعلانات کے علاوہ یاری پورہ قصبہ اور اس کے ارد گرد کے علاقہ میں لاؤڈ سپیکر سے اعلان اور اشتہارات چسپاں کئے گئے تھے۔ چیدہ چیدہ علم دوست ہندو مسلم اور غیر از جماعت حضرات کو تحریری دعوت نامے جاری کئے تھے۔

مہمانوں کی رہائش کا انتظام جامع دارالسلام کی دوسری منزل "حضرت مولانا محمد علی میموریل ہال یاری پورہ" کے وسیع ہال میں کیا تھا۔

جناب محمد جنید اظہر صاحب مع محترمہ بیگم جنید صاحبہ اکولہ مہاراشٹر سے، جناب محترم المقام عبدالرزاق صاحب بمبئی سے، جماعت سری نگر کا قافلہ ڈاکٹر خورشید صاحب کی سرکردگی میں جماعت صوفی پورہ، زینہ پورہ کا قافلہ الحاج محمد صادق صاحب بٹ کی سرکردگی میں جموں سے، عزیزم محمد اسحاق صاحب اسلام آباد (اننت ناگ سے)، جناب عبدالشکور صاحب بھدرواہی کلکٹر ۱۹۷۵ء اور جناب عبدالحی صاحب بھدرواہی، جناب بشارت سلیم صاحب بھدرواہی اسسٹنٹ ڈائریکٹر اسٹیٹ سری نگر وغیرہ تشریف آور ہوئے۔ معزز مہمانوں کا استقبال مجلس استقبالیہ نے بڑی گرم جوشی سے اھلاً و مرحباً کے نعروں سے کیا گیا۔ الغرض یہ تین دن عجیب روحانی کیفیت کا منظر پیش کر رہے تھے۔ حضور خاتم النبیین صلعم اور آپؐ کے آل و اصحابؓ پر درود و سلام کا غلغلہ عام تھا۔ اجتماعی طور پر دعاؤں کا سلسلہ جاری رہا۔ "لاہور کے پاک ممبران" اسلام کی سربلندی "اتحاد اسلامی" "اتحاد انسانیت" کے تذکرے دن رات ہو رہے تھے۔ ان ایام میں اسلامی روحانی منظر کا خاص ماحول تھا۔

۱۳ اگست ۱۹۸۹ء (اتوار) پہلے دن کی نشست اوّل

پہلا اجلاس زیر صدارت مکرم عبدالرزاق صاحب آف بمبئی انڈیا سٹیج سیکرٹری کے فرائض خاکسار ایم۔ وائی تاثیر

(۱) تلاوت قرآن پاک :۔

جناب مکرم محمد جنید اظہر صاحب اکولہ مہاراشٹر

(۲) کلام امام :۔

جناب مکرم بشارت احمد خان صاحب یاری پورہ

(۳) افتتاحی تقریب :۔

خاکسار ایم۔ وائی۔ تاثیر یاری پورہ

(۴) نعت شریف :۔

جناب مکرم عبدالشکور صاحب بھدرواہی (اسسٹنٹ کمشنر)

(۵) تقریر بزبان کشمیری :۔

[illegible]

(۶) درود و دعا :

ایم۔ وائی۔ تاثیر [نماز عشاء کے بعد مندوبین حضرات نے کھانا تناول کیا]

۱۴ اگست کو نماز فجر قاری قرآن محمد جنید اظہر صاحب اکولہ مہاراشٹر کی اقتداء میں ادا کی گئی نماز فجر کے بعد جناب مکرم ڈاکٹر خورشید عالم ترین خان صاحب نے درس قرآن دیا۔

معزز مندوبین اور منتظمین چائے وغیرہ سے فارغ ہوئے تو ساڑھے نو بجے صبح احمدیہ انجمن ہند کے ممبران معتمدین اور مجلس عاملہ کا مشترکہ اجلاس جامع مسجد دارالسلام یاری پورہ میں منعقد ہوا۔ اجلاس کی کارروائی خاکسار نے کلمہ شہادت اور تلاوت قرآن سے شروع کی سابقہ کارروائی $19\frac{3}{89}$ اور $9\frac{7}{89}$ پڑھ کر سنائی گئی۔ کافی بحث اور غور و خوض کے بعد کارروائی عمل میں لائی گئی اور فیصلہ ہوا کہ۔

(۱) تمام جماعتوں کو چاہیئے کہ وہ نوجوانوں کی خصوصی میٹنگ کم از کم ہر ماہ طلب کیا کریں۔ نوجوانوں کو جماعت اور کاموں کی طرف راغب کرنے کی کوشش کریں۔

آئندہ ماہ ستمبر میں جناب الحاج محمد صادق صاحب صوفی پورہ میں احباب جماعت کے مشورہ کے بعد نوجوانوں کی میٹنگ طلب کریں اس اجلاس میں سرینگر کی جماعت سے ڈاکٹر خورشید صاحب یا محترم زاہد صاحب وغیرہ اور یاری پورہ سے خاکسار (تاثیر) شرکت کریں گے اسی طرح جماعت سری نگر کے احباب نوجوانوں کو جماعتی کاموں کی طرف راغب کرنے کے لئے کارروائی کریں گے قرار پایا کہ جماعت سری نگر کے ہر گھر میں باری باری میٹنگ طلب کیا کریں گے۔ جماعت یاری پورہ میں نوجوانوں کی میٹنگ صوفی پورہ کی میٹنگ کے ایک ماہ بعد منعقد ہوگی۔

(۲) جملہ جماعتی اتحاد و اتفاق سے مرکز کی ہدایات پر عمل کرنے کا عہد کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں بہت سے تنظیمی معاملات زیر بحث آئے یہ نشست ختم ہوگئی دوسرے دن کی کارروائی شروع ہوگئی :۔

۱۴ اگست ۸۹ء سوموار جلسہ عام

(دوسرے دن کی پہلی نشست)

زیر صدارت محترم مکرم عبدالرزاق صاحب آف بمبئی سٹیج سیکرٹری، بابو عبدالحی صاحب

(۱) تلاوت قرآن کریم :۔

قاری محمد جنید اظہر صاحب اکولہ مہاراشٹر

(۲) منظوم کلام :۔

جناب بشارت سلیم صاحب (اسسٹنٹ ڈائریکٹر اسٹیٹس سری نگر)

(۳) جماعت احمدیہ کے اغراض و مقاصد، تقریر :۔

پرنسپل نورالدین صاحب زاہد، سری نگر

(۴) کلام امام :۔

جناب محترم بشارت احمد خان صاحب یاری پورہ

(۵) خطبہ استقبالیہ و رپورٹ گذشتہ :۔

جنرل سیکرٹری۔ ایم۔ وائی۔ تاثیر

(۶) "اسلام اور عورت" تقریر۔

بیگم صاحبہ پرنسپل زاہد صاحب سری نگر

(۷) کلام احمدیہ :۔

جناب محترم عبدالشکور صاحب (اسسٹنٹ کمشنر) بھدرواہی

(۸) تقریر :۔

جناب ڈاکٹر خورشید عالم ترین صاحب سری نگر

(۹) "ہمارے قائد اور ہمارا اسلام" تقریر

ایم۔ وائی۔ تاثیر

(۱۰) پیغامات :۔ بزرگان و احباب کے پیغامات خاکسار (محمد یوسف تاثیر نے پڑھ کر سنائے)

(۱) پیغام حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

(۲) جناب منصور احمد صاحب جنرل سیکرٹری لاہور

(۳) دیگر پیغامات :۔

(۱۱) ملفوظات مسیح موعود۔
جناب پروفیسر غلام رسول صاحب سری نگر

(۱۲) ترانہ احمدیت:۔
محترم محمد اسحاق صاحب جموں بھدرواہ

(۱۳) صدارتی خطاب:۔
صدر جلسہ جناب عبدالرزاق صاحب آف بمبئی

(۱۴) درود و دُعا کے بعد خاکسار نے نماز مغرب و عشاء جمع ادا کرنے کا اعلان کیا۔ نماز کے بعد اجلاس عام کی کارروائی حسب ذیل شروع ہوئی۔

۱۴ اگست ۸۹ء سوموار دوسرے دن کی جلسہ عام کی نشست دوم

زیر صدارت:۔
جناب مکرم ڈاکٹر خورشید عالم ترین صاحب ایم۔بی۔بی۔ایس سری نگر

سٹیج سیکریٹری کے فرائض،
خاکسار ایم۔وائی۔تاثیر نے ادا کئے۔

(۱) تلاوت قرآن کریم:۔
جناب مکرم محمد منصور میر صاحب
صدر جماعت یاری پورہ

(۲) منظوم کلام:۔
محمد جنید اطہر صاحب۔اکولہ مہاراشٹر

(۳) (سیرت النبی صلعم) تقریر۔
ایم۔وائی۔تاثیر یاری پورہ

(۴) کلام مسیح الزمان
بشارت احمد صاحب یاری پورہ

(۵) منظوم کلام:۔ "سلام اے مجدد"
جناب بشارت سلیم صاحب اسسٹنٹ ڈائریکٹر

(۶) تقریر:۔
محمد جنید اطہر صاحب اکولہ مہاراشٹر

(۷) صدارتی تقریر:۔
جناب ڈاکٹر خورشید عالم خاں صاحب ترین سری نگر

اس جلسہ عام میں یاری پورہ اور اس کے گردونواح کے حضرات و خواتین اور نوجوانوں نے بڑی تعداد میں شرکت کی ان احباب میں ہر مکتب فکر کے لوگ تھے۔ خواتین کے لئے مولانا محمد علی میموریل ہال میں پردہ کا خاص انتظام تھا۔

جناب صدر جلسہ کی تقریر کے بعد خاکسار (ایم۔وائی۔تاثیر) نے تمام حاضرین اور جملہ جماعتوں کا شکریہ ادا کیا کیونکہ آپ حضرات و خواتین نے ہماری استدعا پر بلا لحاظ و مذہب و ملت اس روحانی اجلاس میں شرکت کی اللہ تعالیٰ سے دُعا کی گئی کہ خدا ہم سب کو صراط مستقیم پر چلنے کی ہدایت نصیب کرے۔ میزبان جماعت اور منتظمین جلسہ کا بھی شکریہ ادا کیا۔ تمام حاضرین کی دین و دنیا کی ترقی، غلبہ دین، اُمت محمدیہ کے اتحاد و اتفاق کے لئے اور وفات یافتگان کے لیے خصوصی دُعا مغفرت کی گئی جملہ حاضرین اس دُعا میں پورے اطمینان سے شامل ہوئے۔ رات کے دس بجے یہ روحانی جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

تیسرے دن یعنی ۱۵ اگست ۸۹ء کی کارروائی

نماز فجر قاری جنید اطہر صاحب آف اکولہ مہاراشٹر کی اقتداء میں باجماعت ادا کی گئی۔ اور نماز کے بعد جناب مکرم ڈاکٹر خورشید عالم ترین صاحب نے حسب معمول درس قرآن دیا۔ درس قرآن کے بعد چائے کے لئے وقفہ ہوا۔

۱۵ اگست ۱۹۸۹ء منگلوار
تیسرے دن اجلاس مندوبین

اس دن ساڑھے دس بجے کے بعد احمدیہ انجمن ہند کے جملہ حاضر ممبران معتمدین ممبران منتظمہ اور مقامی جماعتوں کے عہدہ داران اور ممبران کا مشترکہ اجلاس بمقام "حضرت مولانا محمد علی میموریل ہال یاری پورہ" منعقد ہوا۔ کارروائی کا آغاز خاکسار (ایم۔وائی۔تاثیر) کی تلاوت قرآن پاک سے شروع ہوا۔ اجلاس کی صدارت بھی خاکسار نے انجام دی اور حسب ذیل کارروائی عمل میں لائی گئی

(۱) جناب عبدالشکور صاحب نے تجویز پیش کی کہ مسجد احمدیہ قلمدان پورہ جو احمدیہ انجمن کا مرکزی دفتر ہے باقاعدہ کھلا رکھنے کی ضرورت ہے تاکہ احباب جماعت کے ساتھ رابطہ قائم رہ سکے۔ جناب شکور صاحب باقاعدہ اپنی ڈیوٹی کے بعد سری نگر دفتر میں کام کریں گے چھٹی کے ایام میں دن بھر دفتر میں کام انجام دیں گے۔ باتفاق رائے اس پیشکش کو خوش آمدید کہا گیا جماعت سری نگر کے احباب بھی جناب شکور صاحب کی مدد کریں گے۔

(۲) اتفاق رائے سے قرار پایا کہ ایم۔وائی۔تاثیر جنرل سیکریٹری کی حیثیت سے تمام جماعتوں سے متفقہ نمائندگان احمدیہ انجمن ہند کا چناؤ کرائیں گے۔ نمائندگان (ممبران مجلس معتمدین) اور چناؤ کے بعد مرکزی احمدیہ انجمن ہند کی مجلس منتظمہ باضابطہ مقرر ہوگی۔ جس مقام پر جنرل سیکریٹری محسوس کریں گے وہاں سے وہ ممبران نامزد بھی کر سکتے ہیں جب تک یہ کام مکمل ہو جائے اس وقت تک کے لئے ایک عبوری کمیٹی تشکیل دی گئی جو الیکشن تک کام کریں گے اس کی نگرانی و سرپرستی منتخب شدہ موجودہ انتظامیہ کمیٹی معہ ایم۔وائی۔تاثیر جنرل سیکریٹری حسب سابق انجام دیں گے۔

عبوری کمیٹی کی فہرست ذیل ہے۔

(۱) جناب عبدالشکور صاحب بھدرواہی حال اننت ناگ کشمیر
(۲) جناب عبدالحی صاحب بھدرواہی حال سری نگر کشمیر
(۳) جناب ڈاکٹر خورشید عالم ترین صاحب سری نگر کشمیر
(۴) جناب فاروق احمد صاحب سری نگر
(۵) جناب بشارت سلیم صاحب بھدرواہی حال سری نگر

جناب سیکریٹری ایم۔وائی۔تاثیر اس عبوری کمیٹی کے سرپرست ہوں گے

(۳)۔ عبوری کمیٹی متذکرہ انتظامیہ موجودہ کو بوساطت جنرل سیکریٹری اپنی کارگزاری سے آگاہ کرتی رہے گی۔ انشاء اللہ

(۴)۔ مرکزی دفتر قلمدان پورہ میں آفس کلرک کا ہونا محسوس کیا گیا اس کے لئے الحاج محمد صادق صاحب نے ایک تعلیم یافتہ نوجوان کا نام پیش کیا۔

دعائے صحت

● محترم مولانا شیر محمد خوشابی صاحب کی طبیعت قدرے بہتر ہے احباب ان کی صحت کاملہ عاجلہ کے لئے صدق دل سے دعا فرماویں۔

تحریک جہیز فنڈ

پیغام صلح کے گذشتہ شماروں میں مذکورہ عنوان سے احباب سے اس فنڈ میں عطیات کی ادائیگی کے لئے التماس کرتے ہوئے لکھا جاتا رہا کہ انجمن نے اس فنڈ کے لئے ایک لاکھ روپیہ کی رقم مختص یا مقرر کی ہے جس سے یہ تاثر ملتا ہے کہ انجمن نے یہ رقم اپنے ذرائع سے فراہم کر دی ہے جبکہ صورتحال ایسی نہیں ہے۔

مذکورہ رقم کی فراہمی خالصتاً احباب و خواتین سلسلہ کے عطیات پر منحصر ہے اور کم از کم ایک لاکھ روپے اکٹھا کرنے کی تجویز ہے۔ اس رقم کے منافع سے جماعت کی ضرورت مند بچیوں کی نکاح شادی کے موقعہ پر حسب حال امداد کی جائے گی اور یہ امداد تنظیم خواتین احمدیہ کی زیر نگرانی صرف ہوگی احباب سے گذارش ہے کہ اس فنڈ میں عطیات مرحمت فرمائیں۔

منصور احمد
جنرل سیکریٹری۔انجمن

● ارشاد باری تعالیٰ:
"اور تم وہ بات کیوں کہتے ہوئے جو کرتے نہیں ہو۔"
"اور جب قرآن پڑھا جائے تو خاموش رہو اور توجہ سے سنو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔"

● حدیث رسول ﷺ:
"نماز مومن کی معراج ہے۔"
"نماز آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔"
"جو بڑوں کی عزت اور چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں۔"

از قلم :- محترمہ رضیہ فاروقی صاحبہ

آج اُس نے بلایا ہے

اُردو زبان کا لفظ " بلاوا " ہے تو چھوٹا سا مگر ہر انسان کی زندگی میں اس کی اہمیت ایسی ہے کہ ہماری بہت سی خوشیوں، محفلوں اور مجلسوں کا انحصار اس پر ہے۔ اپنے بزرگوں سے ایک کہاوت سُنی ہے کہ " اکیلا بندہ نہ روتا بھلا نہ ہنستا "۔ اس کی سچائی میں کوئی شک نہیں لیکن اس کا دارومدار بھی اسی بلاوے پر ہے۔

امیر ہو یا غریب، خوشی کی محفل ہو یا غمی کا مجمع۔ جب تک دُوسروں کو بلایا نہ جائے بات بنتی نہیں اور پھر اس بلاوے کے بھی بہت سے رنگ ہیں۔ غریب غربا کسی تقریب کے منانے کا حوصلہ کریں اور دُوسروں خصوصاً صاحبِ حیثیت لوگوں کو بلائیں تو بھی اللہ آمین ہوتی ہے کہ جن کو بلایا ہے وہ آ جائیں سہی ورنہ تقریب سُونی رہ جائے گی۔

بڑے امیر امرا اور جاہ و مرتبہ والے تو اُن کی محفلیں جب سجتی ہیں تو دنیا ٹوٹ پڑتی ہے۔ ہر کسی کو توقع ہوتی ہے سب چاہتے ہیں کہ چاہے جھوٹوں ہی بلائیں ہم سچ مچ جا شامل ہوں گے اس سے بھی بڑھ کر جب حاکموں اور بادشاہوں کی محفلیں، مجلسیں اور پارٹیاں مرتب ہوتی ہیں تو ان چمکتی دمکتی ہاؤ ہو اور ناؤ نوش سے پُر تقریبات پر سب قابلِ رسائی ہستیاں آس رکھتی اور تمنا کرتی ہیں۔ ان کا بلاوا آ جائے۔ اللہ! کہیں ہمارا نام رہ نہ جائے جہاں تک بن پڑے ٹوہ لگاتے ہیں کہ فہرستوں میں نام آ گیا یا نہیں۔ اور پھر سرکاری بلاوا نہ آئے تو بڑی بڑی قیمتوں پر دُوسروں سے** جسے انگریزی میں GATE CRASHING کہتے ہیں وہ بھی کر گزرتے ہیں۔

غیروں کے بعد اپنوں کا شمار آتا ہے۔ ماں باپ کے لئے تو خیر دونوں آنکھیں برابر اپنی امیر غریب سب اولادیں یکساں ہوتی ہیں۔ وہ بلائیں تو شکایت کا موقع کم ہی پیدا ہوتا ہے لیکن بہن بھائی، رشتے ناطے، کنبے برادری میں تو بلاوے پر یا اس کے نہ پہنچنے پر حد بھر گلے شکوے پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور اکثر تو رنجش ایسی بڑھتی ہے کہ چھٹم چھٹا تک نوبت آ جاتی ہے۔ یہ تو کئی رخ اور پہلو ہیں دُنیاوی بلاوے کے۔ ان سب سے بالاتر اور اہم ترین بلاوے وہ ہیں جو خود تمام عالموں کے رب۔ انسان کے خالق و مالک خدائے واحد کی طرف سے آتے ہیں۔ ان کے بھی کئی درجے ہیں۔ سب سے اہم اور آخری بلاوا تو وہ ہے جس کے متعلق کسی شاعر نے کہا ہے کہ :-

مدت سے تمنا تھی اُس کے مجھے ملنے کی + آج اُس نے بلایا ہے لینے کو قضا آئی۔

اس بلاوے کے بعد کوئی واپسی نہیں۔ مانے باندھے خوشی یا ناخوشی سے اس کے آنے پر اُس بارگاہِ عالی میں جانا ہی پڑتا ہے۔ اور پھر وہاں اپنی غفلت کی سزا بھگتنی اور عمل کی کرنی بھرنی پڑتی ہے۔ لیکن اللہ تعالےٰ کی شانِ رحیمی کے شایانِ شان یہ زیادتی اپنے بندوں پر نہ ہو سکتی تھی کہ بغیر بتائے۔ خبردار یا آگاہ کئے۔ بے نصیحت فرمائے۔ اور ہدایت کا راستہ دکھائے وہ انسان کو اس آخری حاضری کا حکم فرماتا۔ سو روزِ ازل سے اس کے بھیجے ہوئے داعی رسولوں کے روپ میں ظاہر ہوتے رہے۔ اور انسان کو جیتے جی راہِ نجات دکھاتے اور اپنے خالق کو جیتے جی پا کر اس دُنیا سے سرخرو جانے کے راستہ پر بلاتے رہے۔ ان سب بلانے والوں کے آخر پر ایک عظیم الشان، کامل ترین فخرِ رسل محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم عرب کی بے آب و گیاہ وادی سے مبعوث ہوا جس کا بلاوا اور جس کی للکار نہ صرف پہلے بلانے والوں سے بڑھ چڑھ کر تھی بلکہ یہ دلکش و مکمل دعوتِ حق ان سابقہ بلاووں کی تصدیق و تکمیل بھی کر گئی۔ اور یہ صرف جزیرہ نمائے عرب تک محدود نہ رہی بلکہ عرب کے حبشیوں کو فخرِ انسانیت بنا کر دنیا میں گونج گئی۔ اور آج مشرق و مغرب کے کناروں تک وہ بلاوا پہنچ رہا ہے۔

لیکن جب زمانہ کی لپیٹ میں آ کر صدیاں بیت جائیں تو انسانی یادوں پر بھول کی دھول پڑ جاتی ہے۔ رسید سے راستے دوری کی دھند میں گم ہونے لگتے ہیں۔ اللہ کی دی ہوئی دعوتِ حق فراموشی میں غرق ہو جاتی ہے۔ چونکہ ہمارے حضورؐ کے بعد نبیوںؑ کے آنے اور بلانے کا سلسلہ ختم ہو گیا تو اب اسکے نام لیوا اور اُمتِ محمدیہ کے اماموں اور مجددین کو یہ اللہ کی طرف بلانے کا اہم فرض سونپا گیا۔ چنانچہ چودہ سو سال سے ہر صدی کے سر پر ایسا ایک داعی یہ بلاوائے حق لے کر کھڑا ہوتا رہا ہے۔

حال میں گزری ہوئی چودھویں صدی میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب بانئے سلسلہ احمدیہ اللہ اور حضور محمد رسول اللہ صلعم کے اس مقدس بلاوے کو لے کر آئے اور آپ نے اپنے دورانِ حیات جس طرح تن من دھن سے یہ مقدس اور اہم فرض ادا کیا اور جیسی لگن اپنے پیرؤوں میں لگا گئے وہ کسی اور تعارف کی محتاج نہیں لیکن سفرِ آخرت سے پہلے آپ نے تجدید بلاوا کی ایک ایسی طرح ڈالی ہے کہ وہ آج تک قائم ہے وہ اپنی جماعت اور ہر جو مشتاقِ خدا و رسولؐ ہو خدمتِ قرآن و دین کی تڑپ رکھتا ہو اس کے لئے ہر سال دعائیہ پر آنے کا بلاوا چھوڑ گئے ہیں تاکہ سب مل کر خدمتِ دین و قرآن کے ذریعے سوچیں راہ نکالیں۔ سال کے تین سو پینسٹھ دن میں سے صرف تین دن اللہ، رسولؐ، دین و قرآن کیلئے وقف کر دیں۔ اکٹھے مل کر ذکرِ خدا کرنے کو عبادتوں میں شریک ہونے کو۔ تاکہ سینکڑوں دلوں سے ایک ہی دُعا نکلے۔ یہی آہ و نالہ بلند ہو کہ بارالہا تیرا نام تیری توحید دنیا میں پھیلے۔ بھٹکتی ہوئی نسلِ انسانی تیر بتائے ہوئے راستہ پر آ جائے۔ اور یہ عظیم کام ہماری مٹھی بھر کمزور جماعت کے ہاتھوں سرانجام ہو۔ آمین!

میری تو بھلا کیا ہستی اور کیا مجال ہے کہ میں یہ بلاوا اپنے بھائی بہنوں کو دوں مگر اس بلانے کی رسم قائم کرنے والے مسیحا نے جس کی قبولیتِ دُعا بھی مانی ہوئی تھی اس بلاوے پر لبیک کہنے والوں اور دوری سفر، موسم کی دشواریاں و سختیاں سہہ کر شامل ہونے والوں کے لئے کیسی دلگداز پیاری سدا بہار دُعائیں مانگی ہیں۔ ذرا سنیئے۔ فرماتے ہیں کہ :-

"ہر ایک صاحب جلسہ للّٰہی جلسے میں شرکت کے لئے سفر اختیار کریں اللہ تعالےٰ اُن کے ساتھ ہو۔ اور ان کو اجرِ عظیم بخشے۔ اور اُن پر رحم کرے۔ اور ان کی مشکلات اور اضطراب کے حالات اُن پر آسان کر دیوے اور ان کو ہر تکلیف سے مخلصی عنایت کرے اور ان کی ہر ایک مرادات کی راہیں ان پر کھول دے اور روزِ آخرت میں اپنے نیک بندوں کے ساتھ اُٹھائے جن پر اس کا فضل اور رحم ہے اور تا اختتامِ سفر ان کے بعد ان کا خلیفہ ہو۔ آمین۔ ثم آمین۔"

دعاؤں کے حقدار بننے کے لئے دوری۔ اخراجات۔ خرابیٔ موسم اور کلفتِ سفر بھلا کیا روک بن سکتے ہیں؟ بس ایک چھوٹا سا واقعہ جو مدتِ دراز سے دل پر نقش ہے بیان کر کے بات ختم کرتی ہوں۔ ایک بار لاہور کے ریلوے سٹیشن پر حاجیوں کی ایک ٹرین روانگی کو تیار کھڑی تھی۔ ربِ کعبہ کے مقدس بلاوے پر لبیک کہنے والے جوق در جوق سوار ہو رہے تھے۔ اس ٹرین کے ساتھ پلیٹ فارم پر ایک سراپا نورِ مجسم ضعیفہ اپنا بے لوث اخلاص بھرا پلّو پھیلائے ان حجازی مسافروں کیلئے اپنی بے ساختہ پیاری پنجابی زبان میں دُعا مانگ رہی تھیں۔ کہ یا اللہ رحمت دے چھینٹے۔ یا ربّا انہاں تے رحمت دے چھٹے۔ یعنی اے اللہ تیری رحمت کی بارش ہو۔ یارب ان جانے والوں پر تیری رحمت کی موسلا دھار بارش پڑے۔ آج اسی فرشتہ صورت بی بی کی دُعا اُدھار مانگ کر میں بھی اس مبارک دعائیہ کے بلاوے پر لبیک کہہ کر آنے اور شامل ہونے والوں کیلئے دعا کرتی ہوں کہ یا اللہ [illegible] رحمت دے [illegible]۔ آمین ثم آمین۔

** بلاوے کے کارڈ خرید کر جا دھمکتے ہیں۔ یہ بھی نہ میسر آئے تو بن بلائے جا کر

اللہ تعالیٰ عدل و احسان کرنے اور قریبیوں کو دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی، بُرائی اور زیادتی سے روکتا ہے

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۱۸ - اور ۲۵ - اگست ۱۹۸۹ء فرمودہ مکرم و محترم نصیر احمد فاروقی دامت برکاتہٗ بمقام جامع احمدیہ دارالسلام لاہور

چونکہ تلاوت کردہ آیات مبارکہ کا مضمون بہت وسیع تھا، اس لئے اسے دو خطبات مورخہ ۱۸-۲۵ اگست ۱۹۸۹ء میں موضوع بنانا پڑا۔ اس لئے زیر نظر خطبہ ان دونوں خطبات پر مشتمل ہے۔

+ + ++

تشہد اور تعوذ کے بعد قرآن کریم کی سورۃ النحل ۱۶ کی آیت ۹۰ کی تلاوت کرتے ہوئے آپ نے اس کا مندرجہ ذیل ترجمہ کیا:۔

"اللہ تمہیں عدل اور احسان اور قریبیوں کو دینے کا حکم دیتا ہے۔ اور بے حیائی اور برائی اور زیادتی سے منع کرتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم یاد رکھو"

(سورۃ النحل ۱۶۔ آیت ۹۰)

آپ یہ آیت مبارکہ ہر جمعہ کے خطبہ ثانیہ کے آخر میں سنتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کے اندر جو علم و حکمت کا سمندر بھرا ہے اس میں سے کچھ موتی چن کر آپ کی خدمت میں پیش کروں۔ ان کی قدر و قیمت حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ نے (جو پہلی صدی ہجری کے مجدد تھے اور بنو امیہ کے دور حکومت میں خلیفۃ المسلمین بھی تھے) ایسی پہچانی کہ اسے جمعہ کے خطبہ ثانیہ کے آخر میں شامل کر دیا اور بجا کیا کیونکہ اس مختصر آیت میں نہ صرف شریعت اسلامیہ کے بنیادی اصول مذکور ہیں بلکہ تمام دنیاوی قوانین کے بنیادی اصول اور بین الاقوامی تعلقات و معاہدات نبھانے اور لوگوں کے آپس کے معاملات طے کرنے کے لئے ہدایات موجود ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ تعالیٰ کے اپنی مخلوق پر حقوق اور لوگوں (مرد و زن) کے آپس کے حقوق اور صلح صفائی کی زندگی بسر کرنے کے لئے نسل انسانی کی ہدایت اللہ تبارک و تعالیٰ نے آج سے چودہ سو سال پہلے اپنے رسول پاک صلعم کے ذریعہ قرآن حکیم میں محفوظ فرما دی تاکہ دنیا میں صلح اور امن قائم ہو۔ اگر ہم اس پر عمل نہ کریں تو یہ ہمارا قصور ہے اور ہمیں اس کا خمیازہ بھگتنا ہوگا۔

اس قدر وسیع مضمون کو جمعہ کے خطبہ کے محدود وقت میں ادا کرنا ناممکن ہے۔ اس لئے لازماً میں نہایت اختصار سے چیدہ چیدہ باتیں عرض کرسکوں گا اور وہ بھی ایک سے زیادہ خطبہ میں۔ آمید ہے کہ آپ "بور" نہ ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کے احکام جو اس آیت میں دیئے گئے ہیں ان میں سب میں پہلے "عدل" کا حکم آیا ہے۔ عدل کے معنے مساوات یا برابر برابر حقوق دینے یا انصاف کے ہیں۔ اسی لئے لاہور ہائی کورٹ نے اپنی خوبصورت عمارت کی پیشانی پر ترازو کی شکل (جس کے دونوں پلڑے بالکل متوازی ہیں) کو منقش کیا ہے۔ چونکہ عدل کے معنوں میں حقوق کو ادا کرنے کا مفہوم ہے اس لئے میں حقوق کے مضمون کو ہی پہلے لئے لیتا ہوں۔ آپ نے "حقوق اللہ اور حقوق العباد" کا نام سنا ہوگا کہ جب تک وہ ادا نہ ہوں انسان نہ تو اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرتا ہے اور نہ متقی بن کر دین اور دنیا میں فلاح پاتا ہے۔ آج حقوق میں سے کچھ سن لیجئے۔

حقوق اللہ

قرآن شریف میں بار بار آیا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام نے اپنی اپنی قوم کو تاکید کی تھی کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور نہ اس کا کوئی شریک بنانا۔ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تعلیم دی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اولین حق یہ ہے کہ اس کی اور صرف اسی کی عبادت کی جائے اور کسی اور کو اس کا شریک نہ بنایا جائے۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ لفظ "عبادت" کا صحیح مفہوم جانا جائے۔ عوام الناس میں یہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ عبادت کے معنے نماز کے ہیں۔ یہ صحیح نہیں۔ نماز کے لئے قرآن کریم میں لفظ صلوٰۃ آتا ہے مثلاً یقیمون الصّلوٰۃ بار بار آتا ہے۔ عبادت کے معنے عاجزی سے فرمانبرداری کرنے کے ہیں۔ قرآن شریف نے اس فرق کو دونوں الفاظ کو اکٹھا کر کے بھی واضح فرمایا ہے مثلاً فاعبدنی و اقم الصّلوٰۃ لذکری (سورۃ طٰہٰ ۲۰۔ آیت ۱۴) میں یہ فرمایا کہ میرے حکموں کی فرمانبرداری کرو، (اور چونکہ اللہ تعالیٰ نظر نہیں آتا تو لوگ اس کی ہستی کو بھول جاتے ہیں۔ ناقل) اس لئے فرمایا کہ میری یاد دلانے کے لئے نماز قائم کرو۔ چنانچہ دن میں کم سے کم پانچ دفعہ نماز کے ذریعہ یہ یاد دہانی کرائی جاتی ہے۔ ایک اور جگہ لفظ عبادت کے معنے اور بھی اچھی طرح سمجھ میں آجاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آخرت میں انسان سے پوچھے گا الم اعھد الیکم یٰبنیٓ اٰدم ان لا تعبدوا الشّیطٰن (سورۃ یٰس ۳۶۔ آیت ۶۰) یعنے اے بنی آدم! کیا میں نے تمہیں یہ حکم نہیں دیا تھا کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا۔ اب کون شیطان کے آگے ہاتھ باندھ کر یا رکوع سجدے کر کے نماز پڑھتا ہے؟ مگر اکثر انسان شیطان کے ورغلانے میں آکر اپنی دنیا اور آخرت خراب کر لیتے ہیں۔ اگر عام بول چال میں نماز کا بھی عبادت کے لفظ سے ذکر کیا جاتا ہے تو وہ اس لئے ہوتا ہے کہ نماز میں ہاتھ باندھ کر مؤدب طور پر کھڑے ہو کر اور رکوع و سجود کے ذریعہ انسان خدا کے آگے اپنا اظہار فرمانبرداری کرتا ہے۔ لفظ عبادت کے معنے اگر فقط نماز کے لئے جائیں تو انسان نماز کے علاوہ دن رات جو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی ضرورت کو سمجھنے سے قاصر رہ جاتا ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا (اور صرف اسی کا) حق ہے کہ اسکی عبادت کی جائے۔ اور جو دوسروں کی فرمانبرداری انسان پر واجب ہے (مثلاً رسول اللہ صلعم کی یا والدین کی) تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کی فرمانبرداری کے ماتحت ہوتی ہے کیونکہ قرآن حکیم میں ان تمام فرمانبرداریوں کو بجا لانے کا حکم ہے۔ مشرک جو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری چھوڑ کر کسی اور کو اللہ تعالیٰ کا شریک بناتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا حق اس دوسرے معبود کو دے دیتا ہے جو نہ صرف بے انصافی ہے بلکہ سخت گستاخی اور بے ادبی ہے! اور مشرک اللہ تعالیٰ کا تصور ایک گائے یا پتھر کے بت یا اپنے جیسے فانی انسان کا اختیار کر کے نہ صرف اللہ تعالیٰ کی سنگین ہتک کرتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے خوبصورت ترین تصور سے (جو قرآن مجید نے سورۃ فاتحہ میں اور باقی قرآن میں اللہ تعالیٰ کی صفات کا ذکر کر کے باندھا ہے) محروم ہو کر اپنے مقصد پیدائش کو کھو بیٹھتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اس کی صفات سے پہچان کر اس کے قرب کو حاصل کرنا اور اس قرب میں ہر آن کی جناب باری کی عنایات اور اخلاقی اور روحانی (دن دوگنی رات چوگنی) ترقیات سے مستفید ہونا انسان کی تخلیق کا مقصد ہے۔ اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی صفات کو اپنے اندر پیدا کرنے کا حکم قرآن کریم اور حدیث میں آیا ہے مثلاً حدیث میں آتا ہے کہ تخلقوا باخلاق اللہ (اللہ تعالیٰ کے اخلاق جو قرآن کریم میں مذکور ہیں اپنے اندر پیدا کرو۔) یا قرآن فرماتا ہے صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ ۫ ونحن لہ عٰبدون (سورۃ البقرۃ ۲۔ آیت ۱۳۸) یعنے اللہ کا رنگ (اختیار کرو) اور اللہ سے بڑھ کر کس کا حسین رنگ ہو سکتا ہے؟ آیت کے آخر میں "اور ہم اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہیں" کے الفاظ بڑھا کر بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری سے اس کا رنگ انسان میں پیدا ہوتا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری سے خدا کو کچھ نہیں ملتا (کیونکہ اللہ تعالیٰ تو غنی عن العٰلمین ہے) بلکہ انسان میں خدائی رنگ کا عکس پڑنے لگتا ہے اور اس سے بڑھ کر انسان کی خوش قسمتی کیا ہو سکتی ہے؟

اسی سلسلہ میں میں یہ بھی عرض کر دوں کہ اگر انسان اللہ تبارک و تعالیٰ کی فرمانبرداری نہ کریگا تو پھر اللہ تعالیٰ اسکی ربوبیت کس طرح کریگا؟ کیونکہ ربوبیت کے معنی ہیں ادنیٰ حالت سے اعلیٰ حالت کی طرف بتدریج لے جانا اور وہ تبھی ہو سکتا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے حکموں کو مانے۔ ماں باپ یا استاد کسی بچہ کی تربیت (جو ربوبیت کے ہم معنی ہے) کہاں کر سکتے ہیں اگر وہ بچہ ماں باپ کا یا استاد کا کہنا نہ مانے۔ مزید برآں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری سے ہی دنیا اور آخرت کا سکھ مل سکتا ہے ورنہ انسان دکھی رہتا ہے۔ اگر آج دنیا دکھی ہے تو اسی لئے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری چھوڑ دی ہے بلکہ اب تو دہریت عام ہونے کی وجہ سے خدا کا انکار ہو رہا ہے۔ اس دنیا میں کبھی امن اور چین

نہ آئے گا جب تک کہ دنیا اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری دوبارہ نہ کریگی۔ اور اسلام کے ایک معنیٰ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے ہی ہیں۔ دوسرے معنی یعنے سلامتی میں داخل ہونا وہ بھی اسی بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ دنیا میں سلامتی صرف اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری سے ہی قائم ہوسکتی ہے ورنہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اس کے کلام یعنی قرآن حکیم کے احکام کی فرمانبرداری میں ہے۔ اور رسول اللہ صلعم کی اطاعت بھی انہی احکام میں سے اہم ترین حکم ہے۔

حقوق العباد

یہ بہت وسیع مضمون ہے اور خطبہ کا وقت محدود ہونے کی وجہ سے میں چند حقوق کا ذکر کرسکوں گا۔ قرآن کریم اور احادیث نبوی میں سارے حقوق العباد مذکور ہیں

نفس کے حقوق

نفس کو "مارنے" کا ذکر عام طور پر خطبوں اور وعظوں میں آتا ہے مگر اس کے معنے بالکل مارنے کے نہیں ہوتے سوائے اس کے کہ خدا کی راہ میں جان دینے کی ضرورت پڑے۔ اس صورت میں غالب نے خوب کہا ہے کہ ؎

جان دی، دی ہوئی اُسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

جہاد فی سبیل اللہ کے سوا نفس کو مارنے کے معنے نفسانی خواہشات کو قابو میں لاکر اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار بنانے کے ہیں۔ جینئے جی نفس کو بالکل مارنے کی کوشش رہبانیت نے کی مگر ناکام رہی اس لئے کہ وہ انسان کی فطرت اور عقل کے خلاف ہے۔ کیا یہ زمین آسمان کا عظیم الشان کارخانہ اللہ تعالیٰ نے بالکل بیکار بنایا ہے کہ اس کی عجائبات کو انسان جو اللہ تعالیٰ کا زمین میں خلیفہ ہے اور اشرف المخلوقات ہے چھوڑ چھاڑ کر جاکر ایک غار میں سادھو یا راہب بن کر رہے؟ انسانی عقل ایسی بات کو بالکل نہیں مانتی۔ جہاں تک انسانی فطرت کا تعلق ہے تو وہ تو دنیا کی طیبات کو مانگتی ہے۔ اسلام جو دین فطرت ہے اس میں قرآن مجید میں آتا ہے کہ ورھبانیۃ ن ابتدعوھا ماکتبنٰھا علیھم (سورۃ الحدید، ۵۔ آیت ۲۷) "اور رہبانیت کی بدعت انہوں نے خود نکالی۔ ہم نے اسے اُن پر لازم نہیں کیا تھا"۔ رہبانیت کے برعکس قرآن پاک فرماتا ہے قل من حرّم زینۃ اللّٰہ التی اخرج لعبادہٖ والطیبٰت من الرّزق ط (سورۃ الاعراف ۷۔ آیت ۳۲) "کہہ کس نے اللہ کے پیدا کئے ہوئے سامانوں کو اور کھانے کی ستھری چیزوں کو حرام کیا ہے"۔ ایک اور جگہ فرمایا: یٰایھا الذین اٰمنوا لا تحرّموا طیّبٰت ما احلّ اللّٰہ لکم ولا تعتدوا ط ان اللّٰہ لا یحبّ المعتدین ہ "اے لوگو! جو ایمان لائے ہو طیّب چیزیں جو تمہارے لئے حلال بنائی گئی ہیں انہیں (اپنے اوپر) حرام نہ کرلیا کرو۔ اور حد سے نہ بڑھو۔ اللہ حد سے بڑھنے والوں سے محبت نہیں رکھتا"۔ قرآن کریم نے غذا کے نفع ونقصان کو مدنظر رکھتے ہوئے گنتی کی چند چیزوں کو تو حرام کیا ہے اور باقی ساری دنیا کی نعمتوں کو حلال رکھا ہے۔ اور حلال میں سے ان چیزوں کو غیر طیّب کہا ہے جو خود انسان کے لئے بعض حالات میں نقصان دہ ہوتی ہیں مثلاً شکر حلال چیز ہے مگر ذیابطیس کے مریض کے لئے وہ طیّب نہیں رہتی اس لئے اس سے روک دیا۔ پھر ولا تعتدوا کہہ کر فرمایا کہ جو حلال اور طیّب چیزیں بھی ہیں انہیں کھانے میں اعتدال سے کام لیا کرو کیونکہ دنیا کی اکثر بیماریاں کھانے پینے میں بے اعتدالی سے انسان کو لگ جاتی ہیں۔ مخبر صادق صلعم نے بھی فرمایا ولنفسك علیك حق، ولزوجك یعنے تیرے نفس کا بھی تجھ پر حق ہے اور تیری بیوی کا (بھی حق ہے)

رہبانیت کے اندر یہ نقص ہے (اور یہ حیرت کی بات ہے) کہ اس میں انسان کی وہ اخلاقی اور روحانی ترقیات نہیں ہوسکتیں جو دنیا میں پڑ کر اخلاقی اور روحانی قدروں کا لحاظ کرتے ہوئے ہوسکتی ہیں۔ مثلاً ایک راہب یا سادھو یا بھکشو جسے دولت کمانا نہیں ہوتا اُسے ایمانداری اور دیانتداری سیکھنے کا موقع نہیں ملتا۔ یہی حال تمام نیکیوں کو حاصل کرنے کا ہوتا ہے۔ دنیا کی کشمکشوں میں پڑنے سے جو انسان کے جذبات اور خواہشات میں ہیجان آتے ہیں انہیں قابو میں لاکر اور اللہ تعالیٰ اور رسول پاک صلعم کی بتائی ہوئی حدود کے اندر رہنے سے جو اخلاقی اور روحانی ترقیات ہوتی ہیں انہیں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اپنے مشہور لیکچر "اسلامی اصول کی فلاسفی"، میں بہت اعلیٰ مگر عام فہم طریقہ سے سمجھایا ہے۔ اگر آپ میں سے کسی نے وہ لیکچر نہیں پڑھا تو میں سفارش کروں گا کہ اسے اپنے دارالکتب سے منگوا کر ضرور پڑھیں اور اپنی اولاد کو بھی پڑھوایں۔

دنیا کی کشمکشوں میں یہ نقص ہے کہ ان میں پڑ کر انسان بالکل کھویا جاتا ہے اس کا علاج حضرت مرزا صاحب نے یہ کیا کہ آپ جو بیعت لیتے تھے اس میں یہ عہد ہوتا تھا کہ بیعت کنندہ دین کو دنیا پر مقدم کرے گا جیسے کہ قرآن حکیم فرماتا ہے بل تؤثرون الحیوۃ الدنیا ہ والاٰخرۃ خیر وابقیٰ ہ (سورۃ الاعلیٰ، ۸۷۔ آیت ۱۶ - ۱۷) یعنے تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت بہتر ہے اور ہمیشہ رہنے والی ہے۔ دوسری طرف قرآن کریم میں ایک مسلمان کو دُعا سکھلائی گئی ہے کہ ربنا اٰتنا فی الدّنیا حسنۃً وفی الاٰخرۃ حسنۃً وقنا عذاب النّار اور اسی طرح قرآن مجید میں حضرت لقمان کے منہ سے اپنے بیٹے کو نصیحت کا ذکر ہے کہ ولا تنس نصیبك من الدنیا (دنیا میں جو تیرے نصیب کا ہے اُسے نہ بھول جا۔) اور آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے جو یہاں بوگے وہ آخرت میں کاٹو گے۔ ان تمام آیات اور حدیث شریف کو اکٹھا پڑھنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ تارک الدنیا بننا صحیح نہیں مگر دین کو دنیا پر ترجیح دینی چاہیئے۔ الغرض نفس انسانی کا بھی حق ہے جو انسان پر واجب الادا ہے۔

مرد و عورت کے حقوق

دنیا مرد و عورت میں تقریباً برابر بٹی ہوئی ہے۔ اور ان کے ایک دوسرے پر حقوق نہ صرف اہم حقوق ہیں بلکہ ان کے بارے میں ہمیشہ اختلاف اور بے انصافی ہوتی رہی ہے اب تک تو عورت اُن حقوق کے بارہ میں مظلوم رہی ہے مگر اب مرد کو شکایت ہے کہ عورت اس کے حقوق ادا نہیں کرتی۔ اسلام نے اس جھگڑے کا حل آج سے ۱۴۰۰ سال پہلے نہایت منصفانہ طور پر کردیا تھا مگر اس پر عمل یا تو اسلام کے ابتدائی دور میں ہوا یا اب جبکہ عورتوں میں ان کے حقوق کا احساس پورے طور پر پیدا ہوا اور ان میں تعلیم نے اتنی جرأت پیدا کردی کہ وہ اپنے حقوق کے لئے لڑسکیں۔ یہ تبدیلی مغربی تعلیم یا تہذیب کے اثرات سے نہیں پیدا ہوئی کیونکہ خود مغرب میں عورتیں مظلوم اور محروم ہیں۔ ان کی محض پردہ کے بارہ میں آزادی سے یہ دھوکا نہیں کھانا چاہیئے کہ مغربی عورتوں کو ان کے حقوق (مثلاً جائیداد کی وراثت کے معاملہ میں) مل گئے ہیں۔ وہ تو خود ان کے لئے لڑ رہی ہیں۔ مگر ان کے ہاں مذہب یا رواج نے عورت کو وہ حقوق نہیں دیئے جو مذہب اسلام نے عورت کو دیئے ہیں۔ ہماری عورتوں کی حقوق کے بارہ میں بہتر حالت تو خدائی وعدہ کے مطابق پیدا ہوئی ہے جس کی پیشگوئی آج سے ۱۴۰۰ سال پہلے قرآن کریم نے کردی تھی جس کا ذکر سورۃ تکویر ۸۱۔ میں ہے کہ ایک زمانہ آئے گا کہ جب دنیا میں بہت بڑے بڑے انقلاب پیدا ہوں گے۔ اور ان انقلابات میں سے ایک انقلاب عورتوں کی پہلی زندہ درگور ہونے کی سی حالت بدل کر ان کے اندر ایک نئی زندگی پیدا ہونا ہے جس کی وجہ سے ان کو اپنے حقوق کا احساس اور ان کے لئے جدوجہد کرنے کی جرأت پیدا ہوگی۔

مگر اب مسلمان عورتوں کو بجا شکایت ہے کہ جو حقوق اسلام نے انہیں دیئے ہیں وہ قرآن اور حدیث اور فقہ میں تو لکھے ہوئے ہیں مگر عملاً ان کو نہیں ملے۔ اب جبکہ اسلام کی تعلیمات پر عمل کرنے کی تحریک مردوں میں چلی ہوئی ہے تو کیا یہ ان کا فرض نہیں کہ وہ مسلمان عورتوں کو بھی ان کے حقوق دیں، صرف قوانین بنا کر نہیں مگر عمل میں بھی۔ خود ہماری جماعت کے مردوں کو بھی عورتوں کے حقوق کا پورا علم نہیں۔ خطبہ جمعہ کے محدود وقت میں میرے لئے ممکن نہیں کہ میں ان سب حقوق کا ذکر کرسکوں۔ میں صرف چند بنیادی حقوق کا ذکر کروں گا۔ مگر میں خواتین کو بھی یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اگر وہ مردوں سے اپنے حقوق لینا چاہتی ہیں تو مردوں کے بھی ان پر حقوق ہیں جن کا مختصراً میں ذکر آگے چل کر کروں گا۔ ورنہ خواتین اس عدل و انصاف کے حکم کو پورا کرنے والی نہ ہوں گی جس کا ذکر اس آیت مبارکہ میں ہے جو اس خطبہ کے شروع میں میں نے پڑھی تھی اور جس کے ماتحت وہ خود اپنے حقوق مانگ رہی ہیں۔

عورت کے حقوق

جیسا کہ میں بتا آیا ہوں، اسلام سے قبل تمام دنیا میں عورت بہت حقیر سمجھی جاتی تھی اور

عورتیں بھی سمجھتی تھیں کہ وہ مردوں سے حقیر ہیں مردوں کے زیادہ طاقتور ہونے کی وجہ سے اور اس وجہ سے کہ مرد روٹی نہ کما کر لائیں تو نہ تو خود عورتیں زندہ رہ سکتی ہیں اور نہ ان کی اولاد (جو اُن عورتوں کو اپنے سے زیادہ عزیز تھی) اس لئے عورتیں اپنی حقیر حیثیت پر راضی تھیں جس طرح ہر انسان اپنی تقدیر پر راضی ہو جاتا ہے۔ اور عرب میں اسلام سے پہلے تو عورت سب قوموں کی عورتوں سے زیادہ حقیر تھی کیونکہ وہ (زندہ) مٹی میں گاڑ دی جاتی تھی۔ اس لئے کیا حیرت انگیز انقلاب اسلام لایا کہ عورت کو جو مردوں کی جُوتی کہلاتی تھی اٹھا کر مردوں کے برابر بٹھا دیا۔ فسبحٰن اللّٰہ وبحمدہٖ سبحٰن اللّٰہ العظیم اور اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز یہ بات تھی کہ عربوں جیسی اکھڑ قوم نے جو باقی دنیا کی طرح ہمیشہ ہمیشہ سے اپنے آپ کو عورتوں سے بہتر اور برتر سمجھتے تھے انہوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کے حکم کے آگے بلا چون وچراں سر تسلیم خم کر دیا۔ اور وہ بد بخت ہے جو نعوذ باللہ یہ الزام لگاتا ہے کہ قرآن کریم کو اللہ تعالٰے نے نہیں اُتارا تھا یا رسول اللہ صلعم نے نعوذ باللہ ایک عیسائی غلام رکھا ہوا تھا جو آپؐ کو سکھاتا تھا۔ موجودہ عیسائیت تو عیسائی روایتوں کے مطابق بلکہ خود بائبل کی شہادت سے پولوس کی من گھڑت باتیں ہیں اور پولوس کی جو رائے عورتوں کے متعلق تھی وہ ایسی ہے کہ میں اُسے اپنی خواتین کے آگے دوہرا نہیں سکتا۔

میں نے کہا تھا کہ اسلام نے عورت کو مرد کے برابر لا بٹھایا۔ اس کی تائید میں منجملہ اور آیات اور احادیثِ نبوی کے مندرجہ ذیل شہادتیں کافی ہیں۔ سورۃ النساء۴ کی پہلی آیت فرماتی ہے:۔

یٰاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّکُمُ الَّذِی خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا۔

یعنی "اے لوگو! اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تم کو ایک ہی رُوح (نفخ کرکے) پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی کو بنایا۔"

مرد و عورت دونوں کی انسانیت اسی روح کی وجہ سے ہے جو اُن کا خالق اُن میں بوقت پیدائش پھونکتا ہے۔ گویا بطور انسان دونوں برابر ہیں۔

ایک اور آیت مبارکہ سنیئے:

وَلَھُنَّ مِثْلُ الَّذِی عَلَیْھِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ

وَلِلرِّجَالِ عَلَیْھِنَّ دَرَجَۃٌ

یعنی عورتوں کے (مردوں پر) وہی حقوق ہیں جو (مردوں کے) عورتوں پر ہیں جو عمدگی سے ادا کئے جائیں۔ اور مردوں کا ان عورتوں پر ایک درجہ برتری ہے۔ ....

... چونکہ مردوں اور عورتوں کے حقوق برابر ہونے کی وجہ سے یہ صورتِ حال پیدا ہو سکتی ہے کہ اگر ان میں اختلاف رائے ہو تو دونوں اپنے برابر کے حقوق کی وجہ سے اپنی اپنی رائے پر اڑ جائیں تو اس صورت میں فرمایا کہ مرد کی رائے کو فوقیت ہو گی کیونکہ یہ اختلاف رائے اکثر اخراجات کے بارہ میں ہوتا ہے۔ جن کے لئے قرآن کریم مردوں کی رائے کو فوقیت دیتا ہے کیونکہ اس نے دوسری جگہ فرمایا ہے کہ،

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰہُ بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِھِمْ

یعنے "مرد عورتوں کے ذمہ دار ہیں (یعنے کفیل) اس لئے کہ اللہ نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور اس لئے کہ انہوں نے اپنے اموال میں سے کچھ خرچ کیا ہے۔"

(سُورۃ النسآء۴۔ آیت ۳۴)

کفالت کے معنے نہ صرف رزق کو کما کر بیوی بچوں پر خرچ کرنا ہے بلکہ ان کی حفاظت کرنے میں اپنی جان تک دے دینا ہے۔ صرف یہی ایک وجہ نہیں بلکہ جب میاں بیوی میں اختلاف رائے ہو تو ان میں سے ایک کو بہر حال فوقیت دینا ضروری تھا۔ اور وہ مرد کو دی کیونکہ وہ بموجب ایک حدیث شریف کے اللہ تعالٰی کے روبرو قیامت کے دن اپنی بیوی بچوں کے بارے میں جواب دہ ہوگا۔ (کُلُّکُمْ رَاعٍ وَّمَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِیَّتِہٖ)

مگر عورت کو قرآن کریم نے حق دیا کہ وہ مرد کی طرح مال کمائے یا مال کی مالک ہو جب فرمایا:

لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اکْتَسَبُوْا ؕ وَلِلنِّسَآءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اکْتَسَبْنَ ؕ (النساء آیت نمبر ۳۳)

اور اخلاقی اور روحانی ترقیات جن میں نہ صرف اس دنیا کی بلکہ آخرت کی بھی انسان کو فضیلت ہے۔ ان میں مرد و عورت برابر ہیں جیسا کہ سورۃ الاحزاب ۳۳۔ آیت ۳۵ دونوں کے لئے ایک برابر ترقیات کا ذکر فرماتی ہے۔ (اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ سے لے کر اَعَدَّ اللّٰہُ لَھُمْ مَّغْفِرَۃً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا۔ میں قرآن پاک نے آٹھ دس اخلاقی اور روحانی کمالات کے بارہ میں مرد و عورت کو یکساں ترقیات اور مغفرت اور اجر عظیم کا حقدار قرار دیا ہے۔) اور وحی والہام جو کہ اخلاقی اور روحانی ترقیات کے کمال پر کسی خوش قسمت انسان کو جو اللہ تعالٰی کا خاص الخاص بندہ ہو نصیب ہوتے ہیں ان کا مرد کے ساتھ عورتوں (مثلاً حضرت مریمؑ حضرت موسیٰؑ کی والدہ وغیرہ) کو بھی ملنے کا ذکر فرمایا۔ بالآخر حدیث شریف عورت کو یہ فخر عطا کرتی ہے کہ جنت اس کے ماں بننے پر اس کے قدموں میں مل سکتی ہے۔ مرد بیچارے کو یہ فخر نصیب نہیں۔

قرآن کریم نے عورتوں پر یہ بھی احسان کیا کہ ان کے حقوق کو قرآن شریف میں محفوظ فرما دیا تاکہ مرد ان کو غصب نہ کر سکیں۔ بلکہ مردوں کو ان کے بارہ میں تنبیہہ کی کہ اگر عورتوں کے بارہ میں انہوں نے اللہ تعالٰی کے احکامات کی خلاف ورزی کی تو اس کی پکڑ یا سزا اسی زندگی میں یا یہاں نہ ملی تو آخرت میں ضرور ملے گی۔ اس کی تائید میں مَیں آپ کی توجہ قرآن کریم کے لفظ اِتَّقُوا اللّٰہَ کی طرف دلاتا ہوں جس کے معنے ہیں کہ اللہ تعالٰی کے محاسبہ یا سزا سے اپنے آپ کو بچاؤ جو دنیا یا آخرت میں وارد ہو سکتے ہیں۔ اتقوا اللّٰہ کے الفاظ جتنے عورتوں کے بارے میں قرآن حکیم میں آتے ہیں کسی اور بارہ میں نہیں آتے۔ اسی طرح عورتوں کے حقوق کے ذکر میں بالمعروف کا حکم اکثر آتا ہے۔ کہ ان حقوق کو مرد عمدگی سے ادا کریں۔

یہ موضوع بہت لمبا ہو گیا ہے اس لئے اس آخری بات پر میں اسے ختم کرتا ہوں کہ قرآن کریم نے جو حقوق عورت کو جائیداد میں بطور بیٹی۔ بیوی۔ ماں۔ بہن وغیرہ قانونی طور پر دیئے ہیں ان میں سے ایک بھی کسی اور الہامی کتاب نے اسے نہیں دیئے۔ اور قوموں میں بطور GIFT (تحفہ) عورت کو جائیداد میں سے کوئی رحم کھا کر کچھ دے دے تو دے دے مگر عورت کا حق کوئی نہیں؛

مَرد کے حقوق:

مختصراً یہ عرض کروں کہ سورۃ النسآء ۴ آیت ۳۴ میں اللہ تعالٰے نے عورتوں کو حکم دیا ہے کہ وہ مردوں کی فرمانبرداری کریں اور اپنی عفت اور عصمت کے ذریعہ مردوں کی پیٹھ پیچھے ان کی عزت کی حفاظت کریں۔ اسی میں ازدواجی زندگی جنت بن سکتی ہے جس کا فائدہ نہ صرف مرد کو بلکہ خود عورت کو اور اس کی اولاد کو ہی پہنچتا ہے۔ اور گھر میں امن چین رہ سکتا ہے۔ عورت مرد سے زیادہ گھر کے امن چین کو چاہتی ہے تاکہ وہ اس میں اپنے بچوں کو پال سکے جو عورت کو سب سے زیادہ پیارے ہوتے ہیں اسی طرح عورت جو اپنے خاوند کی محبت کی بھوکی ہوتی ہے اُسے وہ محبت اپنے خاوند کی فرمانبرداری اور اس کی عزت کی حفاظت سے ہی مل سکتی ہے۔ خود عورت کو بھی گھر میں عزت اسی طرح مل سکتی ہے نہ کہ مرد سے بغاوت کرنے یا اس کے ساتھ لڑتے رہنے سے حاصل ہو سکتی ہے۔

حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ اگر خدا کے علاوہ کسی کو سجدہ جائز ہوتا تو حضورؐ عورت کو فرماتے کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ (ترمذی) .....

..... سجدہ کے معنے فرمانبرداری کے ہیں۔ اس لئے حضورؐ کا مطلب بھی وہی ہے کہ عورت اپنے خاوند کی مکمل فرمانبرداری کرے۔ عورت کو جو خاوند کے دل میں محبت اور عزت اس کی کامل فرمانبرداری اور وفاداری سے مل سکتی ہے وہ اس سے لڑنے جھگڑنے یا اپنی خود مختاری کو منوانے کی کوشش میں نہیں مل سکتی۔ با عفت و عصمت اور فرمانبردار عورت اپنے خاوند کے دل پر بلکہ سارے گھر پر حکومت کرتی ہے اور بجائے محکوم ہونے کے عملی رنگ میں حاکم بن جاتی ہے۔ خاوند صرف نام کا گھر کا سربراہ رہ جاتا ہے۔

حضور سرور کائنات صلعم نے ایک نصیحت مردوں کو فرمائی ہے جو سنہرے حروف سے لکھنے کے قابل ہے۔ حضورؐ نے کہا کہ کسی خاوند کا اپنی بیوی کے کسی معمولی عیب کی وجہ سے اس سے نفرت کرنا ٹھیک نہیں۔ (اس بیوی میں اگر کوئی ایسا عیب ہو جو اس کے بس سے باہر ہو تو اس کا کیا قصور

ہے ؟) اور اس بیوی کی خوبیوں پر نگاہ رکھنی چاہیئے۔ (صحیح مسلم)۔ جیسے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اگر انسانوں کے عیوب کو دیکھنے لگے تو یہ دنیا اسی دم تباہ و برباد کر دی جائے مگر اللہ تعالیٰ انسانوں کی خوبیوں (بلکہ بعض وقت کسی ایک محض خوبی کی وجہ سے) انسانوں کو مہلت دیئے چلتا ہے اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو خاوند اپنی بیوی سے بدسلوکی کرتا ہے یا اُسے مارتا ہے وہ تم میں سے اچھا انسان نہیں ہے (ابوداؤد و ابن ماجہ)۔ اسی طرح حضور صلعم کی حدیث خیر کم خیر کم لاھلہ بہت مشہور ہے۔ یعنے مردوں میں سے بہترین وہ ہے جو اپنے بیوی بچوں سے بہترین سلوک کرتا ہے۔ اور حضورؐ نے اس پر عمل کر کے ایک زرّیں مثال تمام خاوندوں کے لئے قائم فرما دی۔

وَالدین کے حقوق :

میاں بیوی کے بعد سب سے اہم رشتہ والدین اور اولاد کا ہوتا ہے۔ بلکہ بعض لوگوں کے نزدیک وہ میاں بیوی کے رشتے سے بھی زیادہ اہم ہوتا ہے کیونکہ میاں بیوی کا رشتہ تو ٹوٹ سکتا ہے مگر والدین اور اولاد کا رشتہ جو خون کا رشتہ ہے کبھی نہیں ٹوٹتا۔ اور اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے حقوق کے بعد والدین کے حقوق کو رکھا ہے جیسا کہ مثلاً فرمایا کہ :-

وقضٰی ربّك الّا تعبدوآ الّآ ایّاہ و بالوالدین احسانًا ط امّا یبلغنّ عندك الکبر احدھمآ او کلٰھما فلا تقل لھما اُفٍ ولا تنھرھما وقل لّھما قولًا کریما ہ واخفض لھما جناح الذّلّ من الرّحمۃ وقل رب ارحمھما کما ربّیٰنی صغیرًا ہ ربّکم اعلم بما فی نفوسکم ط ان تکونوا صٰلحین فانہٗ کان للاوّابین غفورًا ہ (سُورۃ بنی اسرائیل ۱۷۔ آیات ۲۴ تا ۲۵)

"اور تیرے رب نے طے کر دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین سے احسان کرو۔ اگر تیرے سامنے دونوں میں سے ایک یا دونوں ہی بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو اُن کو اُف تک نہ کہہ اور نہ ان کو ڈانٹ اور ان دونوں سے ادب سے بات کر۔ اور ان دونوں کے آگے رحم کے مارے عاجزی کا بازو جھکا اور کہہ کہ اے میرے رب تُو ان پر رحم کر جس طرح انہوں نے مجھے چھوٹے ہوتے پالا۔ تمہارا رب خوب جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے اگر تم نیک ہو تو وہ رجوع کرنے والوں کو بخشتا ہے۔"

اور وان جاھدٰك علٰی ان تشرك بی مالیس لك بہٖ علمٌ لا فلا تطعھما وصاحبھما فی الدّنیا معروفًا ز (سورۃ لقمان ۳۱ آیت ۱۵)

"اور اگر وہ (یعنے والدین) تجھ پر زور دیں کہ تو میرے ساتھ اُسے شریک کریں جس کا تجھے علم نہیں تو ان کی بات نہ مان اور دنیاوی معاملات میں ان کا عمدگی سے ساتھ دے۔"

اِن آیات مبارکہ میں مندرجہ ذیل باتیں فرمائی ہیں (۱) اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا۔ (۲) والدین کے ساتھ احسان کرنا (۳) اگر ان میں سے ایک یا دونوں تیرے پاس بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو اُن کو اُف تک نہ کہنا اور نہ ڈانٹنا بلکہ ان دونوں سے ادب سے بات کرنا۔ (۴) اور ان دونوں کے آگے رحمت سے عاجزی کا بازو جھکانا اور ان کے لئے دعا کرنا کہ اے میرے رب تُو ان پر رحم کر جس طرح انہوں نے مجھے چھوٹے ہوتے پالا (۵) اگر تمہارے دلوں میں اپنے والدین کے متعلق کوئی شکایت پیدا ہو تو اپنے دلوں سے اُسے نکال دو اللہ تعالیٰ جو تمہارے دلوں میں جو کچھ ہے اُسے خوب جانتا ہے اس کے آگے توبہ کرو (۶) اگر والدین شرک کرنے پر تمہیں مجبور کرنا چاہیں تو ان کی بات نہ ماننا۔ (۷) مگر جہاں تک دنیاوی باتوں کا تعلق ہے ان کے ساتھ عمدگی سے رہنا سہنا۔

یہ آیات مندرجہ ذیل حکمتوں پر مبنی ہیں۔ (۱) چونکہ لفظ عبادت کے اصل معنے عاجزی سے فرمانبرداری کرنے کے ہیں اس لئے وہ حق تو صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔ (۲) مگر اللہ تعالیٰ کے بعد اپنے والدین کی فرمانبرداری کرو کیونکہ وہ تمہارے رب کی صفات ربوبیت، رحمانیت اور رحیمیت کے مظہر ہوتے ہیں (جو صفات کہ الحمد للہ رب العالمین ہ الرّحمٰن الرحیم ہ میں مذکور ہیں)۔ ربوبیت کے معنے ادنیٰ حالت سے اعلیٰ حالت کی طرف بتدریج لے جانا ہے۔ ربوبیت اپنے بہترین رنگ میں تو اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق کی کرتا ہے مگر اس نے باپ کو اپنی اس صفت کا مظہر بنایا ہے اپنی اولاد کے لئے کہ ان کی ولادت سے لے کر جوانی تک باپ اپنی اولاد کو ادنیٰ حالت سے اعلیٰ حالت کی طرف لے جانے میں اللہ تعالیٰ کا آلہ کار بن جاتا ہے۔ اور اپنی دن رات کی محنت سے اولاد کو پالنے پوسنے کے تمام اخراجات کو پورا کرتا ہے۔ مگر باپ کی ربوبیت تو اولاد کے اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے بعد اکثر ختم ہو جاتی ہے پر اللہ تعالیٰ کی ربوبیت نہ صرف انسان کی تمام دنیاوی زندگی تک چلی چلتی ہے بلکہ مرنے کے بعد اگلے جہانوں میں بھی جاری رہتی ہے۔ جیسا کہ الفاظ رب العالمین میں فرمایا ہے۔ ماں اللہ تعالیٰ کی صفات رحمانیت اور رحیمیت کا مظہر ہوتی ہے کیونکہ وہ اپنی اولاد کے لئے سراسر رحم ہوتی ہے۔ اس کی تمام زندگی بھر۔ مگر ماں کا رحم تو اولاد کی اس دنیا کی زندگی تک چلتا ہے پر اللہ تعالیٰ کا رحم اس دنیا اور آخرت کے جہانوں میں تمام عرصہ انسان کے شاملِ حال ہوتا ہے۔ ورنہ انسان کی ربوبیت نہ تو اس دنیا میں ہو اور نہ آخرت کے تمام جہانوں میں۔ والدین کے لئے لفظ "احسان" استعمال فرمایا کیونکہ وہ بھی اپنی اولاد پہ احسان پہ احسان کئے چلے جاتے ہیں بغیر کسی اجر کی توقع کے۔ اللہ تعالیٰ کے بعد والدین اپنی اولاد پر سب سے زیادہ احسان کرتے ہیں اور ھل جزاء الاحسان الّا الاحسان قرآن کریم کا ارشاد ہے۔ (۳) جب والدین بوڑھے ہو جائیں تو اسوقت انہیں اولاد کی معیّت اور امداد کی سب سے زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ یہ بہت بڑا مضمون ہے جو خطبہ کے محدود وقت میں سمویا نہیں جا سکتا۔ اس پر میں نے علیحدہ بسیط بحث اخبارات پیغام صلح و لائٹ میں لکھی ہے۔ اس بحث کا عطر وہی ہے جو میں نے ابھی لکھا ہے۔ جب تک والدین بوڑھے نہ ہوں وہ اپنی نگہداشت خود کر سکتے ہیں۔ مگر بوڑھے ہونے پر وہ لاچار ہو جاتے ہیں۔ انسان یاد کرے تو جب وہ خود بچہ تھا تو وہ بھی اس وقت اپنی نگہداشت خود نہیں کر سکتا تھا اور لاچار تھا تو انسانیت کا تقاضا یہ ہے کہ جب بیچارے والدین پر بڑھاپے میں لاچارگی کا وقت آتا ہے تو اولاد کو بھی چاہیئے کہ ان کی ایسی ہی نگہداشت کرے جیسی کہ ان کے طفولیت کے ایّام میں ان کے والدین نے کی تھی۔ اسی لئے قرآن نے یہ ارشاد کیا ہے کہ بڑھاپے میں اپنے والدین کو اپنے پاس رکھو نہ کہ علیحدہ رہنے دو۔ (۴) چوتھی بات یہ فرمائی کہ جب والدین بوڑھے ہو جائیں تو اگر وہ چڑچڑے بلکہ بدمزاج بھی ہو جائیں تو ان کی کبھی کبھار کی سخت کلامی پر انہیں "اُف" تک نہ کہو اور نہ ڈانٹو بلکہ ان سے ادب سے پیش آؤ۔ یہ بھی اس کا بدلہ ہے کہ بچپن میں انہوں نے بھی تمہاری بدمزاجی، ضد اور رونے دھونے بلکہ بدکلامی کو بھی صبر اور خاموشی سے سہا تھا۔ (۵) پانچویں بات فرمانے میں قرآن کریم نے بہت خوبصورت استعارہ استعمال کیا ہے۔ وہ یوں کہ لفظ "جناح" (جس کے معنے "بازو" تمام تراجم میں کئے جاتے ہیں) کے لغوی معنے پرندہ کے بازو کے ہیں۔ تو اس استعارہ کو یہاں اس لئے استعمال فرمایا کہ تمام جانداروں میں صرف پرندہ ہے جو کہ جوان ہوتے ہی یعنے بازو کے پر نکلتے ہی اپنے ماں باپ کو چھوڑ کر اُڑ جاتا ہے اور ہمیشہ کے لئے انہیں چھوڑ جاتا ہے انسان کو کہا کہ تم ایسا نہ کرنا بلکہ ماں باپ کے بڑھاپے اور بے بسی پر رحم کھا کر عاجزی کے ساتھ ان کے ساتھ رہنا سہنا (۶) چھٹی بات یہ فرمائی کہ خواہ تمہارے والدین زندہ ہوں یا مر گئے ہوں تو تم خود تو ان کے ساری عمر کے احسانات کا بدلہ دے نہیں سکتے اس لئے اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے دعا کرنا کیونکہ صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے جو ان کے احسانات کا اجر اُن کو دے سکتا ہے۔ (۷) ساتویں بات جو فرمائی وہ بھی نہایت اہم ہے۔ وہ یہ کہ ماں باپ سے اولاد کے دلوں میں اکثر رنج یا شکایات پیدا ہو جاتی ہیں تو اگر وہ ان کو اپنے والدین پہ ظاہر نہ بھی کریں تو بھی ان کے دلوں میں مخفی رنجشوں کی وجہ سے ان کے والدین سے سلوک میں فرق پڑ جاتا ہے۔ تو دلوں کی رنجشیں دلوں کا جہنم بن جاتی ہیں جن کی بابت سورۃ الھمزۃ ۱۰۴ میں فرمایا کہ دلوں میں جو آگ سلگتی ہے وہ مرنے پہ آخرت کی شعلوں سے بھڑکتی نار جہنم بن جاتی ہے۔ اس لئے اس دنیا میں جو کوئی دلوں کی رنجشیں اور کدورتیں ہوں خصوصاً اپنے والدین جیسے محسنوں کی طرف سے انہیں دلوں سے نکال دو تو اللہ تعالیٰ انہیں بخش دے گا۔ ورنہ جو اپنے دلوں میں سلگتی آگ لے کر آگے جائیں گے تو وہ بھڑک کر آخرت کا جہنم بن جائے گی۔ (۸) آخری بات مذکورہ بالا قرآنی آیات میں یہ فرمائی کہ اگرچہ ماں باپ کی مکمل اطاعت تم پہ لازم ہے مگر شرک کی کسی بات میں تم ان کی اطاعت ہرگز نہ کرنا۔ مگر پھر بھی دنیاوی معاملات میں اُن کے ساتھ عمدگی سے رہنا سہنا۔

اولاد کے حقوق

جب کبھی اولاد خصوصاً مغرب زدہ لڑکوں لڑکیوں کو مذکورہ بالا نصیحتیں پہنچائی جائیں تو وہ اکثر بھڑک کر کہتے ہیں کہ اسلام نے والدین کو کوئی نصیحتیں

نہیں کیں کہ وہ بھی اولاد سے انہی نصیحتوں کے مطابق سلوک کریں تو میں نے ہمیشہ جواب میں کہا ہے کہ والدین کو یہ نصیحتیں زبانی سکھانے کی بجائے ان کی فطرت میں رکھ دی گئی ہیں۔ جو جبراً ان سے اولاد سے اچھا سلوک کراتی ہیں۔ تو اسلام نے والدین کو تو فطرت کی رسی سے جکڑ دیا ہے جبکہ اولاد سے نرمی برتتے ہوئے انہیں والدین کی طرح ہاتھ پاؤں باندھ کر یہ نصیحتیں نہیں منوائیں۔ مگر والدین جو بھی احسانات اپنی اولاد پر کرتے ہیں وہ اپنے خون کے رشتہ کی وجہ سے کرتے ہیں مگر وہ تو جانور بھی کرتے ہیں۔ اسلام نے والدین کو جانور کے مقام سے بلند تر مقام پر پہنچایا ہے جب انہیں دین کے معاملات میں جہاں خونی رشتہ نہیں ہوتا اولاد کی صحیح تربیت کرنے کو کہا ہے مثلاً فرمایا کہ وامر اھلک بالصلوٰۃ واصطبر علیھا (سورۃ طٰہٰ ۲۰ آیت ۱۳۲) یعنی اپنے بیوی بچوں کو نماز کا حکم دے اور خود بھی نماز پر مضبوطی سے قائم رہ کہ ان کے لئے قابل تقلید نمونہ قائم کر۔ آگے اسی آیت میں فرمایا کہ جس طرح تو اپنے بیوی بچوں کے رزق کا بندوبست کرتا ہے ان کے روحانی رزق کا بھی بندوبست کر جو نماز سے ملتا ہے۔

یہ وہ عجیب و غریب علم ہے جو قرآن حکیم کے سوا کسی الکتاب نے نہیں دیا کہ جس طرح انسان کے جسم کو غذا کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح اس کی روح کو بھی غذا کی ضرورت ہوتی ہے جو کہ نماز میں ملتی ہے۔ جب انسان کی روح اللہ تعالیٰ سے تعلق پکڑتی ہے جو کہ روحانی خزانہ ہے۔ اس کی مثال اس تار سے ہے جو کہ جب وہ ایک طاقتور بجلی کی بیٹری سے تعلق باندھتی ہے تو خود اس تار میں بجلی کی طاقت آ جاتی ہے۔ اسی آیت میں فرمایا کہ ہم انسان سے رزق نہیں مانگتے بلکہ ہم انسان کو رزق دیتے رہتے ہیں۔ اسی طرح انسان کو نماز کی طرف بلانے میں اللہ تعالیٰ کو کچھ نہیں ملتا بلکہ انسان کو روحانی رزق ملتا ہے جو اور کہیں نہیں ملتا۔ آیت کے آخر میں ایک اہم بات فرمائی کہ والعاقبۃ للتقویٰ یعنی چونکہ آخرت تقویٰ والوں کے لئے ہے اس لئے نماز پڑھ کر مطمئن نہ ہو جانا بلکہ نماز کے بعد اپنی زندگی میں تقویٰ پر عمل کرتے رہنا۔ چونکہ تقویٰ نہ ہو تو انجام آگ ہے (اس دنیا میں دل کی اور آخرت میں باہر کی) تو سورۃ التحریم ۶۶ آیت ۶ میں فرمایا کہ:

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنے آپ کو اور اپنے بیوی بچوں کو آگ سے بچا لو۔"

اور چونکہ یہ انجام بہت دردناک ہوگا اس لئے دوسری جگہ فرمایا کہ انذر عشیرتک الاقربین یعنے اپنے قریبیوں کو آگ کے بُرے انجام سے ڈرا"۔۔۔۔ ۔۔۔۔ بیوی بچوں سے بڑھ کر کون انسان کے قریب ہوتا ہے۔ ان تمام ذمہ داریوں کو کما حقہٗ نہ ادا کرنے پر والدین کا آخرت میں محاسبہ بھی ہوگا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متنبہ فرمایا ہے کہ: کلکم راع و مسئول عن رعیتہٖ یعنے تم میں سے ہر ایک چرواہا ہے اور وہ اپنے گلّہ کے بارے میں جوابدہ ہوگا۔ تو والدین کو تو مندرجہ بالا تین آیات میں بیوی بچوں کی اصلاح کے (جو دنیا میں سب سے مشکل کام ہے) کڑ توڑ بوجھ سے لادا گیا ہے اس لئے مغرب زدہ لڑکے لڑکیاں شاکی نہ ہوں کہ اسلام میں صرف انہی پر فرائض کا بوجھ ڈالا گیا ہے۔ والدین پر ان سے بڑھ کر بوجھ ڈالا گیا ہے۔

رشتہ داروں کے حقوق:

اہل عرب میں جاہلیت کے ایام میں کہاوت تھی کہ الاقارب کالعقارب یعنے قریبی بچھوؤں کی طرح ہوتے ہیں۔ ایسے زہر بھرے لوگوں کو حکم کیا ملتا ہے؟ وہ بھی سن لیجئے۔

وآت ذا القربٰی حقہٗ والمسکین وابن السبیل ولا تبذر تبذیرا ۝

(بنی اسرائیل ۱۷ آیت ۲۶)

"اور قریبی کو اس کا حق دے اور مسکین اور مسافر کو بھی۔ اور مال کو بے جا خرچ کر کے نہ اڑاؤ۔"

گویا ہر انسان کے مال میں نہ صرف قریبیوں کا بلکہ مسکینوں کا اور مسافروں کا بھی حق اسلام نے مقرر فرمایا ہے۔ اور کہا ہے کہ ان نیک کاموں کے لئے تمہارے پاس پیسہ بھی نہیں بچتا جب تم اسے بے جا کاموں پر خرچ کرتے ہو۔ اسی طرح اور جگہوں میں بھی قریبیوں کے حقوق کا ذکر آیا ہے مثلاً جہاں وراثت کے احکام آئے ہیں وہاں بیوی بچوں کے علاوہ بعض قریبیوں کا بھی ذکر آتا ہے۔ بلکہ یہاں تک فرمایا ہے کہ وصیت پڑھنے کے موقع پر اگر ایسے رشتہ دار جمع ہو جائیں (اس امید میں کہ شاید ان کو بھی وصیت میں کچھ ملے گا جن کا حق نہیں بنتا) تو ان کو خالی ہاتھ واپس مت بھیجو بلکہ بطور احسان ان کو بھی کچھ دے دو۔ (جو متوفی کے لئے صدقہ بن جاتا ہے) اسی طرح سورۃ النساء ۴ کی آیت ۳۶ میں بھی قریبیوں پر احسان کرنے کا حکم ہے۔ اور ان سے حسن سلوک کرنے اور ان کے ساتھ صلہ رحمی کی تعریف قرآن کریم اور احادیث نبوی میں کئی جگہ آئی ہے۔ انذر عشیرتک الاقربین (جس کا حوالہ میں نے اوپر دیا ہے) وہاں بھی قریبیوں کے حق کا ذکر ہے۔ کہ ان کو بُرے اعمال کے بُرے انجام سے ڈرایا جائے۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب بانی سلسلہ احمدیہ نے بھی اپنی مشہور کتاب "کشتی نوح" میں فرمایا ہے کہ جو جیت کرنے والا رشتہ داروں سے (جن میں آپ نے بیوی کے رشتہ داروں کا خاص طور پر ذکر فرمایا ہے) اچھا سلوک نہیں کرتا "وہ مجھ میں سے نہیں"۔ اس خطبے کے بر سر عنوان آیت مبارکہ میں بھی قریبیوں کو جو بن سکے دینے کا حکم ہے۔ (وایتای ذی القربٰی)

ہمسائے کے حقوق:

ہمسایوں میں عام طور پر لڑائی جھگڑا رہتا ہے مگر ایسا کرنا قرآن کریم اور احادیث نبوی کے صریحاً خلاف ہے میں وہ سارے احکامات تو عرض نہیں کر سکتا مگر ان میں سے کچھ سن لیجئے۔

"۔۔۔۔ وبالوالدین احسانا وبذی القربٰی والیتٰمٰی والمسٰکین والجار ذی القربٰی والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل وما ملکت ایمانکم ان اللّٰہ لا یحب من کان مختالا فخورا ۝

(سورۃ النساء ۴ آیت ۳۶)

"اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور رشتہ داروں کے ساتھ بھی اور یتیموں اور مسکینوں اور قریبی پڑوسی اور دور کے پڑوسی اور پاس والے ساتھی اور مسافر اور ان کے ساتھ بھی جو تمہارے نوکر (یا قیدی) ہوں۔ اللہ اسے پسند نہیں کرتا جو تکبر کرنے والا، فخر کرنے والا ہے"۔

اس آیت مبارکہ کے وسیع مضمون میں سے موجودہ خطبہ سے جو متعلقہ احکام ہیں ان میں قریبی پڑوسی دور کے پڑوسی، اور پاس والے ساتھی کے حقوق کا ذکر ہے۔ فرمایا کہ ان سب کے ساتھ احسان کرو۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان تین قسم کے لوگوں میں کون کون شامل ہیں۔ حضور سرور کائنات صلعم نے خود تشریح فرما دی کہ ہمسائیگی کی حد کسی انسان کے دائیں اور بائیں چالیس مکانوں تک ہے۔ خواہ ان پڑوسیوں میں مسلمان پڑوسی ہوں یا غیر مسلم۔ اسی طرح حضورؐ نے فرمایا کہ حضرت جبرائیلؑ مجھے ہمسایہ (سے حسن سلوک) کے بارہ میں اس قدر تاکید کرتے رہے کہ مجھے گمان ہوا کہ جائیداد میں بھی پڑوسی کے حصّہ کے متعلق احکام خداوندی نازل ہونے والے ہیں اسی طرح حضورؐ کے ہمسائے سے حسن سلوک کے بارہ میں اس قدر احادیث مبارکہ ہیں کہ میں ان سب کو سنا نہیں سکتا ان میں سے کچھ کو سن لیجئے۔

(۱) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا جس شخص کا ہمسایہ اس کے شر سے محفوظ نہیں وہ جنت میں نہیں جائے گا (مسلم) (۲) حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلعم سے پوچھا کہ مجھے کس طرح معلوم ہو کہ میں اچھا ہوں یا بُرا تو حضورؐ نے فرمایا کہ اگر تمہارا ہمسایہ تمہیں اچھا سمجھے تو تم اچھے ہو اور اگر وہ تم کو بُرا سمجھے تو تم بُرے ہو (ابن ماجہ) (۳) حضورؐ نے عورتوں کو خصوصاً نصیحت فرمائی کہ وہ اپنے ہمسایوں سے اچھا سلوک کریں۔ اور ان کو تحائف بھی بھیجیں خواہ وہ کتنا ہی معمولی ہو (متفق علیہ) (۴) حضرت ابو ذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جو ہانڈی پکاؤ اس میں ذرا پانی ڈال لو مگر ہمسائے کو بھی کھانا دو رکھو (مسلم) (۵) ہمسایہ قوموں کے ایک دوسرے پر وہی حقوق ہیں جو کہ افراد کے آپس میں ہیں (۶) حدیث شریف میں حکم ہے کہ ہر مسلمان کو احتیاط کرنی چاہیئے کہ اس کے بچے ہمسایہ کے بچوں کے ساتھ کوئی زیادتی نہ کریں ۔(۷) اور ہر مسلمان کو چاہیئے کہ اگر وہ اپنی کوئی دیوار اونچی کرنی چاہے تو اس سے جو ہمسایہ متأثر ہو، اس کی رضامندی حاصل کر لے۔

مالک اور نوکر کے حقوق:

ان حقوق میں سے چند پیش خدمت ہیں:

(۱) حضرت انسؓ دس سال حضور اکرم صلعم کے ملازم رہے۔ اس تمام عرصہ میں (بقول حضرت انسؓ) حضورؐ نے کبھی ان کو "اُف" تک نہ کہا اور نہ کبھی فرمایا کہ تُو نے یہ کیوں کیا، یا یہ کیوں نہ کیا۔ (متفق علیہ) (۲) حضورؐ نے فرمایا کہ مزدور کو اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اس کی اُجرت ادا کر دو اور اُجرت پہلے سے طے کئے بغیر اس سے کام نہ لو۔ (۳) حضرت ابوبکر صدیقؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جو اپنے ماتحت لوگوں سے بُرا سلوک کرتا ہے وہ جنت میں نہیں جائیگا (ترمذی، ابن ماجہ) (۴) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک

رسول اللہ صلعم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں اپنے نوکر کی کتنی دفعہ غلطیاں برداشت کروں؟ تو حضورؐ نے فرمایا کہ ہر روز ستّر مرتبہ (ابو داؤد۔ ترمذی)

(۵) حضرت ابو ذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے ماتحت بنایا ہے وہ تمہارے بھائی ہیں تم جیسا خود کھاتے ہو ویسا ہی ان کو کھلاؤ جیسا خود پہنتے ہو ویسا ہی ان کو پہناؤ اور ان پر ایسے کام کا بوجھ نہ ڈالو جو وہ اٹھا نہ سکیں اور اگر ایسا کوئی کام ہو جو ان کے لئے ضرورت سے زیادہ بوجھل ہو تو اس بوجھ کو اٹھانے میں ان کی مدد کرو۔ (متفق علیہ)

(۶) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ جو ملازم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والا ہو اور اپنے آقا کے مال کا محافظ ہو وہ جنّت میں اوّلین داخل ہونے والوں میں سے ہوگا۔ (متفق علیہ) (۷) حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم کی زبان مبارک پہ حضورؐ کی مرض الموت میں بار بار یہ فقرہ آتا تھا الصّلوٰۃ وما ملکت ایمانکم یعنی میرے بعد دو چیزوں کا خیال رکھنا۔ ایک تو نماز کا اور دوسرے ان کا جن کے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہوئے جس کا مطلب ہے نوکر یا جنگی قیدی وغیرہ (احمد اور ابو داؤد)

(۸) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور رسالت مآبؐ نے فرمایا کہ اگر تم پر حبشی غلام حاکم ہو تو اس کی بات کو سنو اور اس کا کہا مانو اگرچہ اس کا سر سوکھے چھوارے کی طرح ہو۔ (جیسا کہ بعض حبشیوں کا سر انکے گھنگھریالے بالوں کی وجہ سے ہوتا ہے) (۹) حضرت عمرؓ جب خلیفۃ المومنین اور ایک عظیم الشان سلطنت کے شہنشاہ تھے تب بھی سفر پہ اونٹ کی سواری میں اپنے غلام کے ساتھ برابر کا اشتراک رکھتے تھے (۱۰) حضرت بلالؓ حبشی غلام تھے جنہیں حضرت ابوبکرؓ نے کفّار مکہ کی ہولناک سزاؤں سے بچانے کی خاطر خرید کر حضورؐ کی خدمت میں دے دیا تھا انہیں حضورؐ نے اس طرح رکھا اور مسجد نبویؐ کا تاریخی مؤذن بنایا اور یہاں تک عزت کی کہ انہیں فرمایا کہ "بلال میں تیرے پاؤں کی چاپ جنّت میں اپنے آگے آگے سنتا ہوں"۔ اللہ اللہ! کیا عزت افزائی اور حوصلہ افزائی تھی کہ حضورؐ شہنشاہ دو عالم تھے اور حضرت بلالؓ ایک معمولی آزاد کردہ غلام تھے! (۱۱) اسی طرح حضرت زیدؓ کو بطور غلام حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے خرید کر رسول اللہ صلعم کی خدمت کے لئے پیش کیا تو حضورؐ نے نہ صرف حضرت زیدؓ کو آزاد کر دیا بلکہ بطور متبنّٰی اپنا بیٹا بنا لیا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اپنی پھوپھی زاد ہمشیرہ حضرت زینبؓ سے اُن کا بیاہ کر دیا۔ اس واقعہ کا ذکر اور حضرت زیدؓ کا نام تک قرآن شریف میں قیامت تک کے لئے مذکور ہے۔ (۱۲) اسی طرح تمام اسلامی تاریخ میں آزاد کردہ غلام اونچے سے اونچے عہدوں پر رہے۔ حضرت زیدؓ کو تو حضور شہنشاہ دو عالمؐ نے اس فوج کا سپہ سالار تقرر فرمایا جو حضورؐ کے آخری ایام میں عیسائیوں کے فتنوں اور فوج کشیوں کی سرکوبی کے لئے تیار کی گئی تھی۔ حضرت زیدؓ کے ماتحت جلیل القدر صحابہؓ بطور سپاہی گئے۔ اسی طرح محمود غزنوی کے غلام ایاز کا نام آپ نے سنا ہوگا؟ اور "خاندان غلاماں" نے تو برصغیر ہند و پاکستان میں سالہا سال حکومت کی۔

سائل کے حقوق:

کسی نے آج تک سائل کے حقوق کا نہ سنا ہوگا۔ مگر خود قرآن شریف فرماتا ہے:

وفی اموالھم حقٌ للسائل والمحروم۔

"یعنے مسلمانوں کے اموال میں سائل کا حق ہے اور اس شخص کا جو محروم ہے۔"

اللہ اللہ! کیا انسانیت کی عزت افزائی فرمائی ہے۔ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے کبھی کسی سائل کو "نہ" نہیں کہا بلکہ حضورؐ اپنے آگے کا کھانا ضرورت پڑنے پر اٹھا کر سائل کو دیدیا کرتے تھے۔ اور خود بھوکے سو جاتے تھے۔! غربا و مساکین کے ساتھ حسنِ سلوک کی ایسی مثال تاریخ انسانی پیش کرنے سے قاصر ہے۔

حکومت کے حقوق:

یہ حقوق قرآن شریف اور حدیث نبویؐ میں کئی جگہ آئے ہیں۔ اختصار کی خاطر صرف ایک یا دو سناتا ہوں۔

یٰاَیّھا الذین اٰمنوا اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرّسول واولی الامر منکم (النساء۴ آیت ۵۹)

"یعنے اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کی اور اس کے رسولؐ کی اور ان کی جو تم میں سے برسر حکومت ہیں اطاعت کرو۔"

یہ اطاعت اسی ترتیب سے ہے یعنی سب سے مقدم قرآن کریم ہے۔ اس کے بعد حدیث نبویؐ اور ان دونوں کے بعد (اور ان کے ماتحت) حکومت کی۔ مگر ساتھ ہی بخاری شریف میں لاطاعۃ لمخلوقٍ فی معصیۃ الخالق بھی آیا ہے یعنے مخلوق کی اطاعت جائز نہیں اگر اس میں خالق کی نافرمانی ہوتی ہو۔ اسی طرح جہاں "اولی الامر" کی اطاعت کا حکم ہے وہیں فرمادیا کہ فان تنازعتم فی شیءٍ فردّوہ الی اللّٰہ والرّسول (النساء۴۔ آیت ۵۹) یعنے تمہارا اگر حکومت سے جھگڑا ہو تو قرآن اور حدیث کے مطابق اس کا فیصلہ کرو۔ اسی طرح حدیث شریف میں آتا ہے کہ انما الطّاعۃ فی معروفٍ یعنے اُنہی باتوں کی فرض ہے جو اچھی ہوں۔ جس سے مراد وہی ہے جو پہلے آچکا ہے۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اگر اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی نہ ہوتی ہو تو ہر مسلمان پہ واجب ہے کہ وہ قبول کرے اور فرمانبرداری کرے خواہ اس حکم کو پسند کرے یا نہ کرے (ابوداؤد) اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں میں ہے کہ جو شخص اپنے امیر سے کوئی ناپسندیدہ بات دیکھے تو چاہیے کہ صبر کرے کیونکہ جو شخص جماعت سے بالشت بھر ہٹتا ہے پھر مرتا ہے تو وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے۔ آج کے خطبہ کو جس آیت سے میں نے شروع کیا تھا اس میں بھی فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں نافرمانی سے منع کرتا ہے۔ "اولی الامر" کے الفاظ وسیع ترین معنوں میں آتے ہیں۔ ان سے مراد صرف حکومت نہیں بلکہ کسی جماعت کے سربراہ یا امیر کے ہیں۔ یہاں تک کہ فوج کے ایک کمپنی کمانڈر کو بھی اولی الامر کی اصطلاح کے اندر شامل کیا گیا۔ اس اصطلاح کے لفظی معنی ہیں کہ جو بھی اس پوزیشن میں ہو کہ وہ حکم دینے کا اختیار رکھتا ہو وہ اولی الامر ہے۔

اس کے بالمقابل حاکم کو قرآن حکم دیتا ہے کہ

واذا حکمتم بین النّاس فاحکموا بالعدل (النساء۴۔ آیت ۵۸)

"یعنے تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف سے کرو۔"

اس کے علاوہ قرآن حکیم اور احادیث نبویؐ میں بہت سی قیمتی باتیں ہیں مگر طوالت کے خوف سے انہیں چھوڑتا ہوں۔ احادیث میں جو احکام ہیں اُن کا عطر اُن نصائح میں ہے جو حضور سرور کائنات صلعم نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو کہیں جنہیں یمن کا گورنر بنا کر حضورؐ روانہ فرما رہے تھے۔ وہ حکمت کے ہیرے اس قابل ہیں کہ انہیں سنہرے حروف سے لکھا جائے۔ مختصراً حضورؐ نے فرمایا کہ رعایا کے لئے ہر معاملہ میں آسانی پیدا کرنا نہ کہ تنگی کرنا۔ لوگوں کو خوشخبری دینا (یعنے ہر بات کے اچھے پہلو کو نمایاں کر کے) ڈرانا (نہیں)۔ مظلوم کی آہ سے بچنا کہ اس میں اور عرش میں کوئی چیز حارج نہیں ہوتی وغیرہ وغیرہ۔

عدل

جو آیت مبارکہ میں نے خطبہ کے شروع میں تلاوت کی تھی اس میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کا مضمون اتنا وسیع ہے کہ وہی دو خطبات میں بمشکل آیا ہے اور وہ بھی تسلی بخش طریق سے ادا نہیں ہوا۔ اس لئے آیت مذکورہ کے باقی احکام کو بھی اشارات میں ہی ادا کر سکوں گا۔ جب کسی انسان کو اس کا حق نہ ملے تو پھر اُسے حاصل کرنے کے لئے ہر ملک میں عدالت ہوتی ہے اسی طرح حکومت (کہ وہ بھی حقوق دلواسکتی ہے اُسے) اور عدالت دونوں کو کلام الٰہی حکم دیتا ہے:

واذا حکمتم بین النّاس ان تحکموا بالعدل (النساء۴۔ ۵۸)

یعنے تم لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف سے کرو۔

عدالتوں کو گواہوں کی ضرورت ہوتی ہے تو جس شخص یا گواہوں کو کسی بات کا کچھ علم ہوتا ہے انہیں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ:

یٰاَیّھا الذین اٰمنوا کونوا قوّامین للّٰہ شھدآء بالقسط ولا یجرمنّکم شنان قومٍ علیٰ الّا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوٰی واتقوا اللّٰہ ان اللّٰہ خبیرٌ بما تعملون ۝ (المائدہ۵۔ ۸)

"یعنے اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کے لئے کھڑے ہونے والے انصاف کی گواہی دینے والے ہو جاؤ۔ اور کسی قوم کی دشمنی تم کو اس پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ یہ تقویٰ سے قریب تر ہے اور اللہ تقویٰ

کرو۔ (یعنی اس کی پکڑ یا محاسبہ سے اپنے آپ کو بچالو) اللہ جو تم کرتے ہو اس سے خبردار ہے "۔

اس آیت مبارکہ میں گواہوں، عدالتوں افسروں سب کو ہدایت آگئی اور وعید بھی کہ اللہ تعالیٰ کی اگر تم نے حکم عدولی کی تو وہ سزا دینے میں سخت ہے۔ عدالت میں عرضی نویس ہوتے ہیں، صلح نامہ یا ثالث کے فیصلہ کو لکھنا ہو تو کاتب کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ:

ولیکتب بینکم کاتبٌ بالعدل

(سورۃ البقرۃ آیت ۲۸۲)

یعنے تمہارے درمیان لکھنے والا انصاف سے لکھے عدالت میں یا باہر جو کوئی بات کہے تو اُسے حکم ہے کہ واذا قلتم فاعدلوا ولو کان ذا قربیٰ (الانعام، آیت ۱۵۳) یعنے جب کوئی بات کہو (کسی اختلاف رائے میں) تو انصاف کی کہو اگرچہ تمہارے کسی رشتہ دار کے خلاف جائے۔ بلکہ قرآن کریم دوسروں کو بھی انصاف کی بات کہنے والوں کی تعریف کرتا ہے جب فرمایا کہ ومن یّامر بالعدل (النحل، آیت ۷۶) یعنی " اور جو عدل کا حکم دے "، وہ دوسروں سے اچھا ہے۔ عدالت میں جانے کی بجائے باہر سمجھوتہ ہو جائے تو بہتر ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں فرمایا کہ فاصلحوا بینہما بالعدل واقسطوا انّ اللہ یحبّ المقسطین (الحجرات، آیت ۹) یعنے جھگڑے کی صورت میں ایسی صلح کراؤ جو کہ عدل اور انصاف پر مبنی ہو کیونکہ اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ لوگ عام طور پر جو کمزور ہو اسی کو کہتے ہیں کہ آپ جانے دیں بلکہ اس کا ہاتھ تک پکڑ لیتے ہیں مسلمان قوم کی بحیثیت قوم تعریف کی جب فرمایا کہ وممّن خلقنا اُمّۃٌ یہدون بالحقّ وبہ یعدلون (الاعراف، ۱۸۱) " اور ہم نے جن کو پیدا کیا ہے ایک امت ہے جو حق کے ساتھ لوگوں کی راہنمائی کرتی ہے اور حق ہی سے لوگوں میں عدل و انصاف کرتی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا کہ اس آیت میں جس اُمت کا ذکر ہے وہ میری امت ہے اور کیوں نہ ایسا ہو کہ جو مقدس کتاب اس امت کو دی گئی ہے اس نے بھی صدق اور عدل کا کمال کر دیا جیسا کہ فرمایا وتمّت کلمتُ ربّک صدقًا وّعدلًا (الانعام، ۱۱۶) " اور تیرے رب کا کلام اس قرآن میں پورا ہوا سچائی اور عدل کے ساتھ "۔

لوگوں کے درمیان حقوق کے جھگڑوں یا مذاہب کے اختلاف کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک تو یہ کہ سچی بات کہی جائے اور دوسرے یہ کہ ان میں انصاف کیا جائے۔ ذرہ قرآن کریم کی حق پرستی اور انصاف پسندی کو دیکھیئے کہ اگرچہ دوسرے مذاہب کے ماننے والوں نے اسلام، قرآن پاک اور رسول اللہ صلعم پر ہر قسم کے اعتراض اور حملے کئے مگر قربان جائیے قرآن کریم کے کہ اس نے پھر بھی ان مذاہب، ان کی الہامی کتابوں اور ان کے رسولوں کی تصدیق کی کہ وہ سب منجانب اللہ تھے اور اگر ان کی موجودہ صورت ایسی نہیں کہ انہیں منجانب اللہ سمجھا جائے تو اس کی وجہ ان مذاہب کے بعد کے ماننے والوں کا قصور تھا کہ انہوں نے اپنے اپنے مذاہب کی تعلیم کو بگاڑا (جیسا کہ مثلاً پولوس نے عیسائیت کی تعلیم کو بالکل بدل ڈالا) اور اپنی الہامی کتابوں میں تحریفات کیں اور اپنے رسولوں کیساتھ ظلم عظیم کیا کہ ان کی سیرت کے متعلق ہر قسم کے جھوٹ اور گند لکھ ڈالے محض خود اپنی بداعمالیوں کا جواز نکالنے کو۔ عدل کا مضمون ختم کرنے سے پہلے میں یہ عرض کر دوں کہ انسان کے تمام اعمال دو اقسام کے سوا نہیں ہوتے اور وہ ہیں خیر یا شر۔ خیر میں علی الترتیب عدل اور احسان اور ایتاء ذی القربیٰ آتے ہیں اور شر میں اسی ترتیب سے فحشاء اور منکر اور بغی ہوتے ہیں۔ عدل پر میں بالتفصیل بحث کر چکا ہوں۔ اب باقی کی اقسام خیر و شر کا میں نہایت اختصار سے ذکر کر کے اس خطبہ کو ختم کر دوں گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

احسان

اس لفظ کے معنے سب جانتے ہیں جہاں عدل کے معنے تھے انصاف کرنے کے یا حقوق کو پوری طرح ادا کرنے کے، احسان کے معنے ہیں کسی کے حق سے اُسے زیادہ دینے کے۔ اس لئے جہاں کوئی حق بنتا ہو وہاں احسان بھی ہو سکتا ہے اس حق سے زیادہ دینے سے۔ یا جہاں کوئی حق نہ ہو وہاں بھی بطور سلوک کچھ نہ کچھ دینے کو احسان کہتے ہیں۔ اس لئے احسان عدل سے بڑھ کر نیکی ہے۔ احسان کے مفہوم کو لوگ اچھی طرح جانتے ہیں اس لئے میں صرف دو باتیں عرض کر کے اس موضوع پر اور کچھ نہ کہوں گا۔ اوّل تو یہ کہ اگر دو انسانوں یا دو قوموں کے درمیان کوئی معاہدہ ہو تو اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ اس معاہدہ سے جو حقوق پیدا ہوتے ہوں ان سے کم تو نہیں دینا چاہیئے۔ ورنہ عدل کی خلاف ورزی ہوتی ہے مگر اگر کوئی تبدیلی (یک طرفہ) کرنی ہو تو کسی حق سے بطور احسان زیادہ دیدینے میں حرج نہیں۔ البتہ اگر آپس کی رضامندی سے (جو بلا خوف و خطر اور بلا جبر حاصل کی گئی ہو) کوئی حق یا حقوق کم کر دیئے جائیں تو وہ جائز ہے ایک مثال سمجھانے کے لئے کافی ہو گی۔ اگر بالفرض کسی خاوند نے نکاح کے وقت دس ہزار روپے مہر اپنی بیوی کو دینے کا عہد کیا ہو تو وہ خاوند اپنی مرضی سے دس ہزار کی بجائے بیس ہزار روپے بطور مہر دے سکتا ہے۔ اسی طرح بیوی اپنی خوشی سے (یعنے بلا جبر و اکراہ) اپنے مہر کا کچھ حصہ چھوڑ دے تو وہ بھی جائز ہے۔

دوسری بات ایک لطیف نکتہ ہے جو امید ہے کہ آپ کو پسند آئے گا۔ حدیث شریف میں رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ محسن (یعنے احسان کی نیکی بجالانے والا) وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرے کہ گویا وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو دیکھ رہا ہے اور اگر یہ ممکن نہ ہو سکے تو کم سے کم اس طرح عبادت کرے کہ گویا اللہ تعالیٰ اُسے دیکھ رہا ہے۔ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ عبادت کے معنے عاجزی سے فرمانبرداری کرنے کے ہیں (اپنی زندگی کے ہر لمحہ میں)۔ اس میں احسان کس طرح ہوا؟ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ تو اس دنیا میں انسان کو نظر نہیں آتا اس لئے اس کی عبادت اگر کوئی اس طرح کرے کہ اسے نہ تو یہ احساس ہو کہ خدا تعالیٰ اُسے دیکھ رہا ہے اور نہ یہ احساس ہو کہ وہ خود خدا تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے تو یہ خدا تعالیٰ کا حق کہ اس کی عبادت کی جائے تو پورا ہو گیا۔ یہ عدل ہے۔ یعنے خدا تعالیٰ جو نظر نہیں آتا اس کی عبادت کا حق اس شخص نے اتنا ہی ادا کیا جو کہ بنتا تھا مگر اگر کوئی شخص اپنی زندگی کا ہر لمحہ اس طرح گذارے کہ اُسے احساس ہو کہ وہ خدا تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے یا کم سے کم خدا تعالیٰ اُسے دیکھ رہا ہے تو یہ حق سے بڑھ کر احسان بن گیا۔ کیا عجیب نکتہ ہے جو حضور صلعم نے چند سیدھے سادھے الفاظ میں اپنی امت کو سمجھا دیا ہے حضرت مرزا صاحب نے سچ کہا ہے کہ ؎

اُمّی و در علم و حکمت بے نظیر
زیں چہ باشد حجّت روشن ترے

یا بقول مولانا ظفر علی خاں ؎

جو فلسفیوں سے حل نہ ہوا اور نکتہ وروں سے کھل نہ سکا
وہ راز اس کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

ایتاء ذی القربیٰ

اس کے عام طور پر معنی کئے جاتے ہیں کہ قریبیوں کو دو مگر یہ معنی میرے دل کو خوش نہیں کرتے کیونکہ اول تو قریبیوں کو ان کا حق دینے کا ذکر اوپر عدل کے ماتحت آچکا ہے، دوم ان الفاظ کی ترکیب وہ معنی چاہتی ہے جو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے کئے ہیں اور جو مجھے بہت پسند ہیں۔ آپ نے ان الفاظ کے یہ معنے کئے ہیں کہ کسی شخص کو اس طرح دو جس طرح کہ اپنے قریبیوں کو دینے پر آمادہ ہو جاتے ہو۔ حضرت صاحب نے مثال دی ہے کہ ماں جو کچھ اپنے بچے کے لئے کرتی ہے تو نہ تو اُسے بچہ کے کسی حق (عدل) کا خیال ہوتا ہے نہ بچہ پر احسان کرنے کا بلکہ ماں اپنے فطرتی جوش اور محبت سے وہ سب کچھ کرتی ہے جو سب مائیں کرتی ہیں۔ ماں اور بچہ کا رشتہ تو قریب ترین ہوتا ہے۔ اُس سے پرے دوسرے رشتے علی قدر مراتب انسان کو احسان کرنے پر آمادہ کرتے ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ قریبیوں میں خون کا رشتہ ہوتا ہے۔ مگر یاد رہے کہ قرآن حکیم بتاتا ہے کہ تمام انسان ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں۔ اور یہ اب ایک جرمن سائنسدان نے بھی دلائل دے کر ثابت کیا ہے۔ ان میں سے سب سے اہم دلیل یہ ہے کہ سارے انسان اندر سے بالکل ایک ہیں اور یہ ہرگز ممکن نہ تھا کہ اگر وہ ایک ماں باپ سے پیدا نہ ہوتے ہوتے۔ ظاہری شکل و صورت تو آب و ہوا کے اور حالات زندگی کے اختلاف سے ہزارہا سال میں جو نسل انسانی پہ گزرے ہیں۔ لازمی پیدا ہو جاتے ہیں۔ بلکہ بیک وقت ایک ہی ماں باپ سے جو اولاد پیدا ہوتی ہے ان میں بھی ناک نقشے اور رنگ اور قد کا فرق ہوتا ہے۔

مذکورہ بالا بحث سے یہ بات نکلی کہ جب تمام نسل انسانی کا خون ایک ہے تو ہمیں رشتہ دار غیر رشتہ دار کا فرق نہیں کرنا چاہیئے بلکہ تمام انسانوں کو اپنا بھائی بہن سمجھ کر ان سے دلی جوش سے حسن سلوک کرنا چاہیئے۔ حضور سرور کائنات

کی سیرت طیبہ بھی ہمیں یہی سبق دیتی ہے۔

فحشاء

یہ وہ بدیاں ہیں جن کا اثر بدی کرنے والے کی اپنی ذات تک محدود ہوتا ہے مثلاً گندے خیالات کو دل میں رکھنا فحشاء ہے مگر بالفرض وہ گندے خیالات اس انسان سے عملی بدی کرا دیں تو وہ "منکر" بن جاتا ہے۔ تمام بدیاں شروع میں دل میں ہی پیدا ہوتی ہیں اور اگر انسان فوراً توبہ کر کے بدی کے خیال یا ارادے کو دل سے نکال نہ دے تو پھر وہ منکر بھی کر بیٹھتا ہے۔ اسی لئے قرآن حکیم میں جو خیالات یا ارادے دل میں پیدا ہو کر اٹک جائیں اور انسان انہیں فوراً نکال دے تو ان پر بھی پکڑ ہے جیسا کہ ایک سے زیادہ جگہوں میں قرآن کریم میں آیا ہے کہ:

وان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ

کے الفاظ دل بدل کر آتے ہیں۔ جو مذہب دل کے خیالات کے محاسبہ کا ذکر نہ کرے بلکہ صرف ان اعمال پر پکڑ کا ذکر کرے جو انسان سے ظاہر ہو جاتے ہیں وہ اس معالج کی طرح ہے جو ناسور کا علاج صرف جو پیپ اوپر آتی ہے صاف کرتا ہے جبکہ فساد کی جڑ اندر ہی پھلتی پھولتی رہتی ہے۔

منکر

جیسا کہ میں نے ابھی کہا ہے منکر وہ بدیاں ہیں جو ظاہر ہو جائیں اور جن کا دوسروں پر اثر پڑتا ہے۔ یہ بدیاں صرف وہ نہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کی الہامی کتابیں قابل سزا بتاتی ہیں۔ یا انسانی قوانین روکتے ہیں۔ بلکہ یہ تمام بدیاں ہی ہیں جو انسان سے ظاہر ہو جاتی ہیں خواہ کوئی قانون ان سے روکے یا نہ۔

بغی

بغی کے معنے حد سے گذر جانا ہے۔ یا زیادتی کرنا۔ اس میں تمام حدود جو اللہ تعالیٰ کے قانون یا انسانی قوانین مقرر کرتے ہیں ان سے گذر کر ظلم و ستم کرنا (جو کہ اس لفظ کے دوسرے معنی "زیادتی کرنا" میں داخل ہیں) شامل ہے خواہ وہ فرد واحد پر ہوں یا قوموں پر ہوں یا ملکوں پر ہوں۔ یہ بدی کی انتہا ہے زیادتی کرنا کم تر شکل ہے مگر ظلم و ستم اس سے زیادہ سنگین صورت حال بن جاتی ہے۔

تتمہ

آخیر میں قرآن کریم فرماتا ہے کہ اس آیت کی تمام باتوں کی اللہ تبارک و تعالیٰ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم ان باتوں کو یاد رکھو۔ اس لئے میں اپنے آپ کو نصیحت کرتا ہوں اور آپ سب کو مؤدبانہ طور پر عرض کرتا ہوں کہ اس آیت مبارکہ میں جو ہر جمعہ کے خطبہ میں دوہرائی جاتی ہے اَن سنی نہ کر جایا کریں بلکہ اس یاد دہانی کے لئے مولا کریم کا شکر ادا کرتے ہوئے اس سے کما حقہٗ تبدیلی اپنے اندر پیدا کریں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو اس کی توفیق دے۔ آمین۔

واٰخر دعوانا ان الحمد

للہ رب العالمین

✲

اسلامی اصول کی فلاسفی

یہ کتاب اس مقالہ پر مشتمل ہے جو جلسہ اعظم مذاہب لاہور میں ذیل کے پانچ سوالوں کے جواب میں پڑھا گیا۔

۱۔ انسان کی جسمانی، روحانی اور اخلاقی حالتیں

۲۔ انسان کی زندگی کے بعد کی حالت یعنی عقبیٰ

۳۔ دنیا میں انسان کی ہستی کی اصل غرض کیا ہے۔ اور وہ کس طرح پوری ہو سکتی ہے

۴۔ کرم یعنی اعمال کا اثر دنیا اور عاقبت میں کیا ہوتا ہے۔

۵۔ علم یعنی گیان و معرفت کے ذرائع کیا کیا ہیں۔

اس مقالہ کے شروع میں بانی تحریک احمدیت نے یہ شرط پیش کی کہ ان سوالوں کے جوابات ہیں دلائل صرف اپنی اپنی کتب مقدسہ سے پیش کیے جائیں تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ کونسی مذہبی کتاب زندگی کے ان اہم مسائل پر کس حد تک روشنی ڈالتی ہے۔ خدا نے پیش از وقت حضرت مرزا صاحب کو اطلاع دی کہ ان کا مضمون بالا رہے گا اور بعد میں ایسا ہی ہوا۔

ملنے کا پتہ

دارالکتب علمیہ ۵ عثمان بلاک نیوگارڈن ٹاؤن لاہور

اپیل برائے دُعائیہ فنڈ ۱۹۸۹ء

احباب و خواتین سلسلہ:

السلام علیکم و رحمۃ اللہ تعالیٰ و برکاتہ۔

مزاج شریف! جیسا کہ اعلان ہو چکا ہے کہ ہمارا سالانہ دُعائیہ اجتماع ۲۳ تا ۲۶ دسمبر ۱۹۸۹ء ہو رہا ہے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے اپنی للّٰہ فی اللہ جماعت کو کئی خصوصیات سے نوازا ہے۔ ان میں سالانہ دعائیہ اجتماع کا انعقاد ایک ایسی خصوصیت ہے جو دینی اور جماعتی زندگی کی بنیاد ہے۔ اس جماعتی اجتماع کی اغراض میں سے بڑی غرض تو یہ ہے ہر مخلص کو بالمواجہ دینی فائدہ اُٹھانے کا موقع ملے اور ان کی معلومات وسیع ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل و توفیق سے ان کی معرفت ترقی پذیر ہو۔ علاوہ ازیں اس کے کئی معاشرتی فوائد بھی ہیں۔ جو صرف سالانہ اجتماعات سے ہی پورے ہو سکتے ہیں۔ اس لئے جماعت کے تمام احباب و خواتین کی بالفعل شرکت اس میں بے حد ضروری ہے۔

موجودہ دَور میں جب کہ افراطِ زر کی وجہ سے ہر چیز مہنگی ہو گئی ہے۔ اور عام طور پر ہر فرد کے لئے کچھ مشکلات پیدا ہو گئی ہیں، خدمتِ دین اور فلاحِ جماعت کے ذرائع بھی بہت سے اخراجات کے متقاضی ہیں۔ احباب و خواتین سے درخواست ہے کہ وہ موجودہ مخصوص مہنگائی کے پیشِ نظر دِل کھول کر جلسہ فنڈ میں چندہ دیں۔ اپنی درخشندہ روایات کو قائم و جاری رکھیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔

والسّلام

منصور احمد

آنریری جنرل سیکرٹری انجمن

دارالسّلام۔ لاہور

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس عقب ٹریڈرز کالج کچا رشید روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح دارالسلام ۵ عثمان بلاک نیوگارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا

جلد ۷۲ | بتاریخ ۱۵ ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ بمطابق ۱۵ نومبر ۱۹۸۹ء | شمارہ ۱۹

ارشاداتِ حضرت مجدد صد چہاردہم

ہمدردی بندگانِ خدا کا پاک چشمہ ایک دریا کی صورت میں بہتا ہوا نظر آوے

یہ سلسلۂ بیعت محض بمراد فراہمی طائفہ متقین یعنی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت کے جمع کرنے کیلئے ہے تا ایسے متقیوں کا ایک بھاری گروہ دنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے اور ان کا اتفاق ... کیلئے برکت و عظمت و نتائج خیر کا موجب ہو اور وہ برکت کلمہ واحدہ پر متفق ہونے کے ... کی پاک و مقدس خدمات میں جلد کام آسکیں اور ایک کاہل اور بخیل و بے مصرف ... نہ ہوں اور نہ ان نالائق لوگوں کی طرح جنہوں نے اپنے تفرقہ و نااتفاقی کی وجہ سے ... کو سخت نقصان پہنچایا ہے۔ اور اس کے خوبصورت چہرہ کو اپنی فاسقانہ حالتوں سے داغ لگا دیا ہے۔ اور نہ ایسے غافل درویشوں اور گوشہ گزینوں کی طرح جن کو ... ضرورتوں کی کچھ بھی خبر نہیں اور اپنے بھائیوں کی ہمدردی کی کچھ غرض نہیں اور بنی نوع کی بھلائی کے لئے کچھ جوش نہیں بلکہ وہ ایسے قوم کے ہمدرد ہوں کہ غریبوں کی پناہ ہو جائیں یتیموں کے لئے بطور باپوں کے بن جائیں اور ... کاموں کے انجام دینے کے لئے عاشق زار کی طرح فدا ہونے کو تیار رہوں اور تمام کوشش اس بات کے لئے کریں کہ ان کی عام برکات دنیا میں پھیلیں اور محبت الٰہی اور ہمدردی بندگانِ خدا کا پاک چشمہ ہر یک دل سے نکل کر اور ایک جگہ اکٹھا ہو کر ایک دریا کی صورت میں بہتا ہوا نظر آوے۔ خدا نے ارادہ فرمایا ہے کہ محض اپنے فضل اور کرامت خاص سے اس عاجز کی دعاؤں اور اس ناچیز کی توجہ کو ان کی پاک استعدادوں کے ظہور و بروز کا وسیلہ ٹھہراوے اور اس قدوس جلیل الذات نے مجھے جوش بخشا ہے تا میں ان طالبوں کی تربیتِ باطنی میں مصروف ہو جاؤں اور ان کی آلودگی کے ازالہ کیلئے رات دن کوشش کرتا رہوں اور ان کے لئے وہ نور مانگوں جس سے انسان نفس اور شیطان کی غلامی سے آزاد ہو جاتا ہے اور بالطبع خدائے تعالیٰ کی راہوں سے محبت کرنے لگتا ہے اور ان کے لئے وہ روح قدس طلب کروں جو ربوبیت تامہ اور عبودیتِ خالصہ کے جوڑ سے پیدا ہوتی ہے اور اس روحِ خبیث کی تکفیر سے ان کی نجات چاہوں کہ نفسِ امارہ اور شیطان کے تعلق شدید سے جنم لیتی ہے سو میں بتوفیقہ تعالیٰ کاہل اور سست نہیں رہوں گا اور اپنے دوستوں کی اصلاح طلبی سے جنہوں نے اس سلسلہ میں داخل ہونا بصدق قدم اختیار کر لیا ہے غافل نہیں ہوں گا بلکہ ان کی زندگی کے لئے موت تک دریغ نہیں کروں گا۔ جس کا اثر برقی مادہ کی طرح ان کے تمام وجود میں دوڑ جائے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ان کیلئے کہ جو داخل سلسلہ ہو کر صبر سے منتظر رہیں گے ایسا ہی ہوگا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے اس گروہ کو اپنا جلال ظاہر کرنے کیلئے اور اپنی قدرت دکھانے کے لئے پیدا کرنا اور پھر ترقی دینا چاہا ہے تا دنیا میں محبتِ الٰہی اور توبہ نصوح اور پاکیزگی اور حقیقی نیکی اور امن اور صلاحیت اور بنی نوع کی ہمدردی کو پھیلا دے سو یہ گروہ اس کا ایک خالص گروہ ہوگا اور وہ انہیں اپنی روح سے قوت دے گا اور انہیں گندی زیست سے صاف کرے گا اور ان کی زندگی میں ایک پاک تبدیلی بخشے گا وہ جیسا کہ اس نے اپنی پاک پیشگوئیوں میں وعدہ فرمایا ہے اس گروہ کو بہت بڑھائے گا اور ہزارہا صادقین کو اس میں داخل کریگا وہ خود اس کی آبپاشی کرے گا۔ اور اس کو نشوونما دے گا۔ یہاں تک کہ ان کی کثرت اور برکت نظروں میں عجیب ہو جائے گی اور وہ اس چراغ کی طرح جو اونچی جگہ رکھا جاتا ہے دنیا کی چاروں طرف اپنی روشنی کو پھیلائیں گے اور ... برکات کیلئے بطور نمونہ کے ٹھہریں گے۔ وہ اس سلسلہ کے کامل متبعین کو ہر ایک قسم کی برکت میں دوسرے سلسلہ والوں پر غلبہ دیگا اور ہمیشہ قیامت تک ان میں سے ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جن کو قبولیت اور نصرت دی جائے گی اس رب جلیل نے یہی چاہا ہے وہ قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ ہر یک طاقت اور قدرت اسی کو ہے۔ (ازالہ اوہام)

اپیل برائے دُعائیہ فنڈ ۱۹۸۹ء

احباب و خواتین سلسلہ:

السّلام علیکم و رحمۃ اللہ تعالیٰ و برکاتہٗ۔

مزاج شریف! جیسا کہ اعلان ہو چکا ہے کہ ہمارا دُعائیہ اجتماع ۲۳ر تا ۲۶ر دسمبر ۱۹۸۹ء ہو رہا ہے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے اپنی لِلّٰہ فی اللہ جماعت کو کئی خصوصیات سے نوازا ہے۔ ان میں سالانہ دعائیہ اجتماع کا انعقاد ایک ایسی خصوصیت ہے جو دینی اور جماعتی زندگی کی بنیاد ہے۔ اس جماعتی اجتماع کی اغراض میں سے بڑی غرض تو یہ ہے ہر مخلص کو بالمواجہ دینی فائدہ اُٹھانے کا موقع ملے اور ان کی معلومات وسیع ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل و توفیق سے ان کی معرفت ترقی پذیر ہو۔ علاوہ ازیں اس کے کئی معاشرتی فوائد بھی ہیں۔ جو صرف سالانہ اجتماعات سے ہی پورے ہو سکتے ہیں۔ اس لئے جماعت کے تمام احباب و خواتین کی بالفعل شرکت اس میں بے حد ضروری ہے۔

موجودہ دور میں جب کہ افراطِ زر کی وجہ سے ہر چیز مہنگی ہو گئی ہے۔ اور عام طور پر ہر فرد کے لئے کچھ مشکلات پیدا ہو گئی ہیں، خدمتِ دین اور فلاحِ جماعت کے ذرائع بھی بہت سے اخراجات کے متقاضی ہیں۔ احباب و خواتین سے درخواست ہے کہ وہ موجودہ مخصوص مہنگائی کے پیشِ نظر دِل کھول کر جلسہ فنڈ میں چندہ دیں۔ اپنی درخشندہ روایات کو قائم و جاری رکھیں اور عند اللہ ماجور ہوں۔

والسّلام

منصور احمد

آنریری جنرل سیکرٹری انجمن

دارالسّلام۔ لاہور

پندرہ روزہ پیغام صلح — لاہور — مورخہ ۱۵ نومبر ۸۹ء

اصلاح کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے کہ دُنیا کا تعلق خدا تعالیٰ کے ساتھ جوڑا جائے

اجتماعات اور سالانہ جلسے دُنیا میں ہر قوم اور مجلس کی طرف سے منعقد ہوتے ہیں لیکن شاید ہی کوئی ایسا اجتماع ہو جس کے پیش نظر اسقدر بلند اغراض ہوں جیسی ہمارے سالانہ اجتماع کی غرض ہے۔ اللہ کا نام دنیا میں بلند کرنا۔ دنیا کو اس امن و اتحاد کا پیغام دینا جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لے کر آئے اور جس کے ذریعہ سے دُنیا ان مصائب اور تکالیف، اس بدامنی اور پریشانی سے نکل کر جو اس وقت اسے چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ اس دشمنی اور عناد۔ تباغض اور تحاسد۔ باہمی نفرت اور حقارت کو چھوڑ کر جو قوموں اور ملکوں کی تباہی اور بربادی کا موجب ہو رہی ہیں، اخوت و مساوات اور عالمگیر برادری کا رنگ اختیار کر سکتی ہے۔

یہ وہ غرض ہے جو اس زمانہ کے مامور اور مجدد نے ہمارے سامنے رکھی اور غور کر کے دیکھا جائے تو یہی ایک چیز ہے جسکو حاصل کئے بغیر دُنیا میں نہ امن قائم ہو سکتا ہے اور نہ موجودہ مصائب اور پریشانیاں کسی طرح ختم ہو سکتی ہیں۔ اس وقت انسان انسانوں کو کھانے کے لئے دوڑ رہا ہے۔ قومیں قوموں کو ہڑپ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ ان کی اصلاح کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے کہ دنیا کا تعلق خدا تعالےٰ کے ساتھ جوڑا جائے اور اس حقیقت کو ان کے ذہن نشین کرایا جائے کہ تمام قومیں ایک ہی خدا کی مخلوق ہیں۔ ملک و وطن اور رنگ و نسل کے اختلاف و افتراق کے باوجود مساوی حقوق اور آزادانہ زندگی بسر کرنے کا یکساں حق رکھتی ہیں۔ یہ نظریہ صرف دین نے پیدا کیا اور صرف نظریہ ہی نہیں بلکہ ...... اللہ کا کلمہ پڑھنے والوں میں اخوت و مساوات پیدا کر کے قومی نسلی اور لونی امتیازات کے باوجود قوموں اور ملکوں میں محبت اور اتحاد قائم کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ دنیا میں امن و اتحاد پیدا کرنے کا یہی ایک ذریعہ ہے۔

دین نے ایک خدا کو منوا کر تمام مخلوق کے اندر اخوت و مساوات قائم کر دی اور آج دنیا اگر امن کا مُنہ دیکھ سکتی ہے تو اسی ایک ذریعہ سے کہ اس واحد خُدا کے آستانہ پر جھک کر اور محمد رسول اللہ کی غلامی میں آکر مساوات و محبت و اتحاد کا سبق حاصل کیا جائے۔ یہ وہ سبق ہے جو عملی رنگ میں دُنیا دیکھ چکی ہے۔

حضرت مجدد وقت نے اسی پیغام اخوت کو دنیا میں لے جانے اور اسی محبت و اتحاد کو اکناف عالم میں پہنچانے کے لئے ہمیں کھڑا کیا ہے۔ اور ہمیں بتایا ہے کہ دین کے غلبہ کے سوائے کوئی راہ دُنیا کے امن و اتحاد کی نہیں، اس غلبہ کا وقت اب قریب ہے لیکن اس کو قریب تر لانے کے لئے ہماری کوششوں اور جدّوجہد کی ضرورت ہے۔ ایسی جدوجہد جن کے لئے حضرت امام وقت کا ارشاد گرامی ہے :-

—— پھر اس تازگی اور روشنی کا دن آئے گا جو پہلے وقتوں میں آچکا ہے اور وہ آفتاب اپنے پورے کمال کے ساتھ چڑھے گا جیسا کہ پہلے چڑھ چکا ہے لیکن ابھی ایسا نہیں ضرور ہے کہ آسمان چڑھنے سے رُکے رکھے جب تک کہ محنت اور جانفشانی سے ہمارے جگر خون نہ ہو جائیں اور ہم سارے آراموں کو اس کے ظہور کے لئے نہ کھو دیں اور اعزاز (دین) کے لئے ساری ذلتیں نہ قبول کر لیں (دین کا) زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے وہ کیا ہے ہمارا اسی راہ میں مرنا یہی موت ہے جس پر (دین کی) —— زندگی اور زندہ خدا کی تجلی موقوف ہے —— (فتح اسلام)

ہمارا سالانہ دعائیہ انہیں کوششوں کے ذرائع سوچنے اور خدمت دین کے —— رستے تلاش کرنے اور اس کے لئے سامان مہیا کرنے کے لئے منعقد ہو رہا ہے۔ یہ وہ بلند ترین غرض ہے جو دنیا کی اور مجالس اور اجتماعات میں نظر نہیں آتی۔

اس لئے آئیے!

اور اس دعائیہ میں شامل ہو کر دین کو دُنیا میں غالب کرنے کی تدابیر کیجئے خود کیجئے اور دیگر بھائیوں کو بھی ساتھ لائیے کہ اسی میں آپ کی اور تمام دنیا کی خوشحالی مضمر ہے

مگو

میرے پاس ایک چراغ ہے جو شخص میرے پاس آتا ہے ضرور وہ اس روشنی سے حصہ لے گا

ہمارا ——— دُعائیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا پیغام احباب و خواتین سلسلہ کے نام

حسب معمول ہمارا ـ ـ ـ دُعائیہ اجتماع اس سال بھی ۲۳ تا ۲۶ دسمبر منعقد ہوگا۔ جماعت کے جو احباب و خواتین، نوجوان، بچے اور بچیاں گذشتہ چند سالوں سے اس مبارک اجتماع میں شامل ہوتے رہے ہیں وُہ جانتے ہیں کہ اس اجتماع کی غرض و غایت سوائے اس کے کچھ اور نہیں کہ ہم اپنی تمام دنیوی مصروفیات سے فارغ ہو کر تین چار دن اللہ تعالیٰ کی یاد کے لئے وقف کر دیں۔ پانچ وقت مل کر اس کے حضور سجدہ ریز ہوں۔ اور اپنے گناہوں، خطاؤں، کوتاہیوں اور فروگذاشتوں کے لئے اس سے معافی مانگیں۔ تہجد کی نماز بالالتزام ادا کریں اور حق کی روشنی کو دنیا میں پھیلانے کے لئے اس کی مدد مانگیں۔ اور اس وقت ہمارے اس راستے میں جو مشکلات اور رکاوٹیں پیدا کر دی گئی ہیں۔ اُن کے دُور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑ گڑا کر دعائیں کریں۔ کیونکہ اجتماعی دعاؤں میں ایک خاص تاثیر ہوتی ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ اس اجتماع میں شامل کچھ ایسے اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے ہوں جن کے دلوں سے نکلی ہوئی دُعائیں اور سسکیاں قبولیت پالیں اور اللہ تعالیٰ کے نور کی دنیا میں اشاعت کے لئے ناگہانی سامان پیدا ہو جائیں۔

اندریں وقت مصیبت چارۂ ما بیکساں
جز دُعائے بامداد و گریۂ اسحار نیست

مصیبت کے اس وقت میں ہم بیکسوں کے لئے سوائے دعا اور صبح کے وقت اللہ تعالیٰ کے حضور آنسو بہانے اور کوئی چارہ نہیں۔ دُنیا کے سامنے حق و صداقت کو پیش کرنا ہی ہمارا مقصد۔ آرزو۔ تڑپ اور مشن ہے جو امام وقت اور آپ کے پاک ساتھیوں نے بطور امانت ہمارے سپرد کیا ہے۔ اس کے متعلق حضرت صاحب نے فرمایا تھا کہ

ایں آتشے کہ دامنِ آخر زماں بسوخت
از بہر چارہ آتش بجز نہر کوثرم

یہ آگ جو آخری زمانہ کے دامن کو جلا رہی ہے۔ اسے بجھانے کے لئے بجز اس کے کوثر کی نہر ہوں۔ وُہ کوثر قرآن کریم ہے اور وُہ نہر قرآنی علوم و معارف ہیں۔ جن سے یہ آگ بجھ سکتی ہے۔

آج بھی دنیا میں ہر طرف فتنہ و فساد کی ایک آگ بھڑک رہی ہے۔ ہر طرف ہلاکت ہی ہلاکت دکھائی اور سنائی دیتی ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ لوگ خدا سے بہت دُور رہ چکے ہیں۔ ان کی تمام تر کوششیں دنیا کی زندگی کے لئے وقف ہو چکی ہیں جن کے انجام سے متنبہ کرنے کے لئے یہ فرمایا گیا ہے۔ "کہہ کیا ہم تمہیں اعمال میں بہت بڑھ کر گھاٹے میں رہنے والوں کی خبر دیں۔ وُہ جن کی تمام تر کوشش دنیا کی زندگی میں برباد ہو گئی۔ اور وہ سمجھتے ہیں کہ وُہ صنعت کے بہت اچھے کام بنا رہے ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی باتوں اور اُس کی ملاقات کا انکار کیا سو ان کے عمل ان کے کام نہ آئے۔ اس لئے ہم قیامت کے دن ان کے لئے وزن قائم نہیں کریں گے۔ ان کی سزا دوزخ ہے۔ اِس لئے کہ اُنہوں نے کفر کیا اور میری باتوں اور میرے رسولوں کا مذاق اُڑا دیا (الکہف) یہی ذکر سورۃ النّٰزعٰت میں بھی ہے۔" سو جس نے (اللہ تعالیٰ سے) سرکشی اختیار کی اور دنیا کی زندگی کو (آخرت پر) ترجیح دی تو اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور جو اپنے رب کے آگے کھڑا ہونے سے ڈرتا ہے اور نفس کو خواہش سے روکتا ہے تو اس کا ٹھکانہ بہشت ہے"۔

ادنیٰ ادنیٰ خواہشات کی پیروی کی وجہ سے ہی اس زمانہ میں بھوک، افلاس، عدم تحفظ، بے اطمینانی۔ بے اعتمادی۔ نفرت، عداوت اور بدامنی کا دور دورہ ہے یہ سب مصائب اللہ تعالیٰ کی راہ سے بھٹکنے کا نتیجہ ہیں کوئی دنیوی منصوبے اور تدابیر اس کا مداوا نہیں کر سکتیں۔ اس کا علاج صرف اور صرف قرآن کریم اور آنحضرت صلعم کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے سے ہے۔ اور ہم یہی مشعل دنیا کی تاریک راہوں کو روشن کرنے کے لئے اُٹھائے ہوئے ہیں۔ دنیا ہمیں جو سمجھے اور کہے ہم نے اسے روشن رکھنے کا عہد اور تہیہ کیا ہوا ہے۔ کیونکہ

جمال و حسنِ قرآن نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

اسی روشن چاند کی روشنی دنیا کی تاریکی کو دُور کر سکے گی اور دنیا میں امن و سکون پیدا ہوگا۔

ہمارے دلوں میں کسی کے لئے کوئی کینہ اور بغض و عناد نہیں۔ ہم سب کی بھلائی اور خیر خواہی چاہتے ہیں اور اس کے لئے کسی صلہ اور اجر کی تمنا نہیں کرتے ہمیں یہی تعلیم دی گئی ہے کہ :۔

گالیاں سُن کر دعا دو پا کے دُکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

اور یہ کہ جب تک تم اپنے دشمن کے لئے دُعا نہ کرو تم مومن نہیں ہو سکتے۔

میں اپنے تمام بھائیوں۔ بہنوں۔ نوجوانوں۔ بچوں اور بچیوں سے درخواست کرتا ہوں کہ وُہ سب کے سب اپنے کام کاج۔ دنیوی مصروفیات اور گھروں میں میسّر آرام و سکون کو قربان کر کے، تین چار دن اللہ تعالیٰ کی یاد میں وقف کرنے کے لئے اپنے مرکز میں تشریف لائیں اور اپنے اس دینی اجتماع میں شامل ہو کر اپنے اللہ کو یاد کریں کیونکہ دنیا کی کوئی دولت دلوں کو اطمینان نہیں دے سکتی اور صرف اللہ کی یاد سے ہی دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے اور یہی سب سے بڑی دولت اور انعام ہے۔

دلوں کا اطمینان اور تسلی حاصل کرنے کے لئے حضرت صاحب نے ہمیں یہی راستہ بتایا ہے۔ آئیں ہم سب مل کر اللہ کو راضی اور خوش کرنے کے لئے اس راہ پر اولوالعزمی اور ثابت قدمی کے ساتھ چلیں۔ میری دُعا ہے اللہ تعالیٰ اس راہ میں پیش آنے والی آپ کی سب مشکلات رفع فرمائے۔ آپ کو بخیر و عافیت اپنی حفاظت میں لائے اور اپنی حفاظت اور امان میں اپنے اپنے مقامات پر واپس لے جائے۔

میں پھر یہ عرض کرتا ہوں کہ اس چار روزہ مجاہدے میں شریک ہونے کے لئے جوق در جوق اور قطار اندر قطار تشریف لائیں۔ آپ خود محسوس کریں گے کہ آپ کی روحوں کو نئی زندگی اور تازگی حاصل ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی اور ناصر ہو۔ آمین۔

سعید احمد
امیر جماعت احمدیہ۔ لاہور۔

اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ

خطبہ جمعہ فرمودہ نصیر احمد فاروقی ۔ بتاریخ ۲۲ ستمبر ۱۹۸۹ء
بمقام : جامع احمدیہ ، دارالسلام کالونی ، لاہور

قرآن پاک کے ان چار الفاظ میں انسان کو ایک عظیم الشان خطرہ سے آگاہ کیا گیا ہے عظیم الشان یوں کہ شرک روز اول سے دنیا کی تمام قوموں میں بدترین گناہ کے رنگ میں رہا ہے ۔ اور خطرہ یوں کہ شرک میں انسان کی دنیا اور آخرت دونوں میں تباہی ہے ۔ اس کی تفصیل تو میں آگے چل کر عرض کروں گا ۔ اس جگہ صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ اس ابتدائے آفرینش کے پرانے اور خطرناک اخلاقی اور روحانی روگ کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہر قوم میں نبی مبعوث کیے جن کا سب میں اہم مشن یہ ہوتا تھا کہ وہ شرک کی جگہ توحید پر اپنی اپنی قوم کو قائم کریں ۔ صرف اپنی قوم کی (جو اکثر چند ہزار ہوتے تھے) اصلاح ہر نبی کے لئے عمر بھر کا جہاد ثابت ہوئی ۔ پھر اکثر قوموں نے جب اپنے نبی اور اس کے ساتھیوں کو ہلاک کرنے کی کوشش کی تو اللہ تعالیٰ نے ان دشمنان دین کو ہلاک کر دیا ۔ ورنہ خدا کا دین اور اس کو ماننے والے ہلاک ہو جاتے ۔ اور اس میں اُس قادر مطلق کی بھی ہتک ہوتی تھی کہ اس کا بھیجا ہوا دین اور اس پر ایمان لانے والوں کو کوئی ستانے کی گستاخی کرے اور وہ ان کو اسی دنیا میں سزا نہ دے تاکہ وہ دوسروں کے لئے عبرت بنیں ۔

کہاں اپنی اپنی قوم کی اصلاح اور کہاں تمام دنیا کی قوموں کی اصلاح کا کام جو حضور محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے سپرد کیا گیا جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو مخاطب کر کے فرمایا :

قل یایھا الناس انی رسول اللّٰہ الیکم جمیعًا (سورۃ الاعراف ۱۵۸)

اور چونکہ حضورؐ خاتم النبیین تھے اس لئے یہ کام روز قیامت تک چلنا تھا ۔ اس لئے حضورؐ نے اپنے زمانہ میں بوجہ کمال یہ کام کر کے بعد میں آنے والوں کی اصلاح کا کام اپنے متبعین کے سپرد کیا ۔ حضورؐ کا اپنا کام مشکل ترین تھا جو کسی نبی نے کیا کیونکہ حضورؐ کے زمانہ میں شرک اپنی بدترین شکل میں دنیا کی ہر قوم میں تھا ۔ اور ایام جاہلیت کے اہل عرب کی اصلاح کا کام تو خصوصاً کسی اور سے ولیسا ہوتا جیسا کہ حضورؐ نے کر دکھایا ۔ اسی لئے آنحضرت صلعم افضل الرسل کہلائے اور حضورؐ کے متبعین خیر امم کے خطاب سے سرفراز کئے گئے ۔ اس حقیقت کو حضرت مرزا صاحب نے ایک شعر میں خوب باندھا ہے : ؎

ہم ہوئے خیر امم تجھ سے ہی اے خیر رسلؐ
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

حضورؐ نے خود تو شرک کا ایسا صفایا کیا کہ عرب میں پھر شرک نہ گھس سکا اور حضورؐ کے متبعین جہاں گئے وہاں شرک کا نام و نشان باقی نہیں رہا ۔ آج بھی اگر توحید زندہ ہے تو حضورؐ کی امت میں ۔ ورنہ اور نبیوں نے بھی اپنی اپنی قوم کو توحید ہی کا سبق سکھایا تھا مگر آج ان قوموں میں سے توحید کیوں غائب ہے ؟ اس کی وجہ جاننے کے لئے توحید کی مختلف قسموں کو جاننا ضروری ہے ۔ توحید کی یہ اقسام ہیں :۔

شرک بالذات

یعنے خدا کی ذات پاک میں خود ساختہ خداؤں کو بھی شریک بنانا خواہ وہ بت ہوں یا جانور (خصوصًا گائے) یا سورج چاند ستارے اور دریا یا نے جیسے انسان مثلاً حضرت مسیحؑ یا مہاتما بدھ یا شری کرشن جی ، شری رام چندر جی وغیرہ ۔

شرک فی الصفات

یعنے اللہ تعالیٰ کی صفات میں کسی اور کو شریک سمجھنا مثلاً یہ عقیدہ کہ خدا میں انصاف ہے مگر رحم اس کے بیٹے میں ہے ۔ یا یہ سمجھنا کہ بیماریوں سے شفا خدا کے سوا کوئی اور دیتا ہے ۔

شرک فی الاطاعت

مثلاً پیروں ، فقیروں ، سجادہ نشینوں یا لیڈروں کی ایسی اطاعت کرنا جس میں اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول پاک صلعم کی نافرمانی ہوتی ہو ۔ جب آیت اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابًا من دون اللّٰہ (انہوں نے اپنے عالموں اور راہبوں کو اللہ کے سوائے اپنا رب بنا لیا ہے) نازل ہوئی تو ایک یہودی نے رسول اللہ صلعم سے کہا کہ ہم ان کی عبادت تو نہیں کرتے تو حضورؐ نے فرمایا کیا یہ ٹھیک نہیں کہ جو چیز خدا نے حلال کی ہے وہ اسے حرام ٹھہراتے ہیں تو تم بھی حرام ٹھہراتے ہو ۔ اور جو چیز خدا نے حرام کی ہے اور وہ اسے حلال بتاتے ہیں تو تم بھی حلال سمجھتے ہو ۔ یہودی نے کہا ہاں ۔ حضورؐ نے فرمایا کہ یہی ان کی عبادت ہے ۔ حضورؐ نے نہایت صحیح فرمایا کیونکہ لفظ عبادت کے معنے عاجزی سے فرمانبرداری کرنا ہے ۔ نماز کے لئے لفظ صلوٰۃ آتا ہے ۔ اور اگر نماز کو کبھی عبادت کہا جاتا ہے تو اس لئے کہ وہ اظہار فرمانبرداری ہے ۔ جیسا کہ انسان نماز میں اللہ تعالیٰ کے حضور ہاتھ باندھ کر ، یا رکوع میں جھک کر یا سجدہ میں سر بسجود ہو کر اپنی انتہائی فرمانبرداری کا اظہار کرتا ہے ۔

شرک فی الاسباب

یہ اللہ تعالیٰ کی جگہ کسی اور کو مسبب الاسباب سمجھنا ہے جیسا کہ کوئی یہ سمجھے کہ فلاں طبیب یا ڈاکٹر یا فلاں دوائی مجھے شفا بخشتی ہے ۔ اور علاج یا دوائی کے مہیا نہ ہونے پر وہ گھبرا جاتا ہے کہ اب مجھے شفا کیسے ہوگی ۔ میں نے خود بڑے بڑے ایمان کے دعویداروں کو دیکھا ہے کہ اگر ان کا کوئی قریبی فوت ہو جائے تو وہ کہتے ہیں کہ کاش ہم فلاں ڈاکٹر کو بلاتے یا فلاں دوائی حاصل کر سکتے تو ہمارا عزیز نہ فوت ہوتا ۔ حالانکہ شفا اگر کسی ڈاکٹر کے ہاتھ میں ہوتی تو اس کے مریض نہ مرتے یا وہ خود نہ مرتا ۔ یہی حال "مجرّب" دوائیوں کا ہے ۔ جو ڈاکٹر شہرت یافتہ ہو وہ بھی دیکھتا رہ جاتا ہے اور مجرب دوائی بھی پلائی جا رہی ہوتی ہے مگر مرنے والا مر جاتا ہے ۔

اصل میں اسباب بھی اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا کئے ہیں تاکہ انسان ان کا فائدہ اٹھائے ۔ اور اسی لئے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اسباب کو کام میں لاؤ جیسا کہ فرمایا کہ لیس للانسان الا ما سعیٰ ۔ پس صحیح مومنانہ رویّہ یہ ہے کہ انسان خدا کے پیدا کردہ اسباب کو بھی کام میں لائے اور پوری کوشش کرنے کے بعد جناب باری کے آگے ہاتھ پھیلائے کہ ایاک نعبد وایاک نستعین یعنے تو نے جو اسباب اور کوشش ہمارے لئے مقدر کئے تھے وہ ہم نے تیری مرضی کے مطابق استعمال کر لئے مگر آخری فیصلہ ہر امر کا تیرا ہے (والی اللّٰہ ترجع الامور) اور اس لئے ہم تیرے آگے اعانت کے لئے ہاتھ پھیلاتے ہیں ۔

شرک کی مندرجہ بالا اقسام بتدریج نسل انسانی میں پیدا ہوئیں ۔ شرک بالذات نسل انسانی کے ابتدائی ایام میں سب سے پہلے پیدا ہوا ۔ بت پرستی اس کی بہترین مثال ہے ۔ شرک سرطان (کینسر) کے مرض کی طرح پھیلتا ہے ۔ شرک بالذات کے بعد شیطان نے انسان کو اس سے بدتر گڑھے میں دھکا دیا کہ اس نے شرک بالصفات بھی شروع کر دیا ۔ اس سے مرض آگے بڑھا تو شرک فی الاطاعت ہونے لگا جیسے کہ پیروں فقیروں کی اندھا دھند اطاعت میں پیدا ہوا ۔ اور اس کے بعد شرک فی الاسباب آیا ۔ شرک کی یہ تمام اقسام ابھی تک موجود ہیں جس طرح کہ کینسر جب پھیلتا ہے تو جن اعضاء پہ پہلے حملہ آور ہوا تھا انہیں چھوڑتا نہیں مگر مرض بد سے بدتر ہوتا جاتا ہے ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جہاں شرک بالذات کا قلع قمع کیا (مثلاً بت شکنی کی) وہاں شرک بالصفات اور شرک فی الاطاعت اور شرک فی الاسباب کی بھی سخت مذمت کی ۔ قرآن کریم میں حضرت ابراہیمؑ کی ان تمام کوششوں کا ذکر ہے مگر ان کو دہرانے کے لئے وقت خطبہ جمعہ کے محدود عرصہ میں میسر نہیں ۔ صرف قرآن پاک کی سورت الشعراء ۲۶ آیات ۷۸ تا ۸۲ کا ترجمہ بطور مثال پیش کرتا ہوں ۔ میں نے حضرت ابراہیمؑ کی ہر حکمت بھری بات کی تشریح بریکٹ میں مختصرًا کی ہے ۔ حضرت ابراہیمؑ فرماتے ہیں :۔

"وہ (اللہ ہی ہے) جس نے مجھے پیدا کیا پھر مجھے ہدایت دیتا ہے (مقصد پیدائش کی طرف) ۔ اور وہی ہے جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے (یعنے اللہ تعالیٰ زمین سے رزق کو پیدا کرتا اور میٹھے پانی کو بارش کے ذریعہ لاتا ہے) اور جب میں بیمار ہو جاؤں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے (اس پر بحث میں اوپر کر آیا ہوں) اور وہی مجھے موت دے گا ۔ اور پھر زندہ کرے گا (اللہ تعالیٰ نے اپنے بہت سے اختیارات انسان کو بطور خلیفہ تفویض کئے ہیں مگر موت اور زندگی کو اپنے ہاتھوں میں رکھا ہے ۔ حضرت ابراہیمؑ فرماتے ہیں کہ

موت توانسان کے لئے لازم ہے گھبرانے کی بات نہیں کیونکہ موت کے بعد اللہ تعالیٰ ہر انسان کو اگلے عالم میں پھر زندگی بخشتا ہے) اور میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ جزاء اور سزا کے دن میری خطاؤں کو معاف کر دے گا (حضرت ابراہیمؑ نے بطور کسر نفسی یہ کہا ہے مگر اس میں ہم گنہگاروں کے لئے دل بڑھانے والی خوشخبری ہے)"۔

مرد یہ نہ سمجھیں کہ معرفت اور روحانی کمالات صرف وہی حاصل کر سکتے ہیں۔ عورتوں کے لئے بھی مژدہ ہے کہ وہ بھی بلند سے بلند روحانی ترقیات کر سکتی ہیں۔ قرآن کریم میں کئی اللہ تعالیٰ کی مقرب خواتین کا ذکر ہے ان میں سے حضرت مریم صدیقہؑ کا ایک واقعہ سنیے۔ وہ بچپن میں ہی ہیکل (عبادت گاہ) کی نذر کر دی گئی تھیں جیسا کہ ان کی والدہ محترمہ نے نذر مانی تھی۔ وہاں وہ مصروف عبادت رہا کرتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ذکریاؑ کو ان کا کفیل بنا دیا تھا، تو یہودیوں میں دستور تھا کہ وہ جب ہیکل میں عبادت کے لئے جاتے تو کچھ نہ کچھ نذرانہ (از قسم پھل یا عمدہ غذا) لے کر جاتے تھے۔ حضرت مریمؑ جس ہیکل میں تھیں وہ سب سے بڑا تھا۔ اور وہاں زائرین کا ہجوم رہتا تھا۔ وہ زائرین حضرت مریمؑ کی بھولی بھالی فرشتہ صورت اور عبادت میں انہماک سے اس قدر متاثر ہوتے تھے کہ ان میں سے اکثر اپنے لائے ہوئے تحفوں کو حضرت مریمؑ کے پاس چھوڑ جاتے۔ تو قرآن کریم میں ذکر ہے کہ جب کبھی حضرت ذکریاؑ حضرت مریمؑ کو دیکھنے آتے تو وہ ان کے پاس پھل اور عمدہ غذاؤں کو دیکھتے۔ تو انہوں نے حضرت مریم سے پوچھا کہ یہ چیزیں تیرے پاس کس طرح آئیں۔ ! تو حضرت مریم نے جواب دیا کہ ھو من عند اللّٰہ ط ان اللّٰہ یرزق من یشآء بغیر حساب (یہ اللہ نے بھیجی ہیں وہ جس کو چاہے بے حساب رزق دیتا ہے) ذرا اس کم سن لڑکی کی معرفت بھری بات کو دیکھیے۔ کھانے پینے کی چیزیں لاتے تو زائرین تھے مگر حضرت مریم کی فراست مومنانہ نے زائرین کے ہاتھوں کے پیچھے اللہ تعالیٰ کا ہاتھ دیکھ لیا۔ یہ ہے اسباب پرستی کے شرک سے بچنے کا طریقہ جو حضرت ابراہیمؑ کی باتیں جو میں نے اوپر نقل کی ہیں وہ بھی یہی بتاتی ہیں کہ اس عظیم الشان پیغمبرؑ نے پیدائش سے لے کر موت تک کے ذکر میں تمام اسباب پرستی کے موقعوں پہ شرک کو اپنے پاس نہیں پھٹکنے دیا۔

آپ کو علم ہوگا کہ ایک دفعہ بت پرستی کا بھانڈا پھوڑنے کے لئے حضرت ابراہیمؑ نے اپنی قوم کی عبادت گاہ میں تمام بت توڑ دیئے تھے مگر انہوں نے سب میں بڑے بت کو نہیں توڑا تھا (کس مقصد کے لئے اس بحث میں میں نہیں جاتا) اس سب سے بڑے بت کو حضور سرور کائنات نے آن کر توڑا۔ اور وہ بت ہے انسان کے اندر اس کے نفس کا۔ قرآن کریم میں تین دفعہ دہرایا گیا کہ :-

ارءیت من اتخذ الٰھہٗ ھوٰىہ (سورۃ الفرقان ۲۵۔ آیت ۴۳)

"کیا تو نے اسے دیکھا جس نے اپنی گری ہوئی خواہشات نفسانی کو اپنا خدا بنا لیا"

سبحٰن اللّٰہ وبحمدہٖ وسبحٰن اللّٰہ العظیم کیا علم باطن دیا ہے انسان کو اس کی خواہشات نفسانی چلاتی ہیں۔ خواہشات نفسانی بذات خود بری نہیں۔ مگر جب وہ اس مقام سے گری ہوئی ہوں جو قرآن حکیم اور احادیث نبویؐ نے صاف طور پر بتایا ہے تو پھر ان میں انسان کی اخلاقی اور روحانی موت ہوتی ہے۔ مثلاً سب سے بڑی انسانی خواہش کھانے پینے کی ہے۔ وہ جائز خواہش ہے۔ مگر جب انسان حرام طریقہ سے رزق کمائے تو وہ اس کے لئے باطنی طور پر مہلک ہے۔ یہ بات خاص طور پر قابل غور ہے کہ اور سب قسم کے شرک تو ابھی بھی کم و بیش رائج ہیں مگر ان میں سے کوئی بھی عالمگیر نہیں (یعنی کوئی نہیں جس میں ہر مرد و زن مبتلا ہو) سوائے نفس پرستی کے، الامان و اللہ یعنی سوائے ان نیک لوگوں کے جنہوں نے اپنے نفس کو نہ صرف اپنے قابو میں کر لیا بلکہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکامات کا کامل فرمانبردار کر لیا۔ تمام عبادتوں اور ریاضتوں اور علی الخصوص انفاق فی سبیل اللہ کا یہی مقصد ہے۔

آخر میں میں مختصر عرض کر دوں کہ شرک کو کیوں "ظلم عظیم" فرمایا گیا ہے۔ کس پر ظلم؟ اپنے نفس پر کہ اس سے انسان اس اعلیٰ ترین مقصد کو پانے سے محروم رہتا ہے جو اس کا مقصد پیدائش ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ انسان خدائے واحد کی عاجزی سے فرمانبرداری کر کے اس کی ربوبیت سے فائدہ اٹھائے اور یوں صفات الٰہی میں رنگین ہوتا چلا جائے جیسا کہ فرمایا صبغۃ اللّٰہ ومن احسن من اللّٰہ صبغۃ ز ونحن لہٗ عٰبدون (اللہ کا رنگ اور کون اللہ سے زیادہ حسین ہے رنگ میں اور ہم تو اللہ کے مکمل فرمانبردار ہیں)۔ اللہ تعالیٰ کا حسن اس کی اعلیٰ صفات کی وجہ سے ہے۔ تو اس آیت مبارکہ میں یہ فرمایا گیا ہے کہ اگر انسان اللہ تعالیٰ کے احکام کا مکمل طور پر فرمانبردار بن جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی ربوبیت فرما کر اسے اپنے رنگ میں رنگین کر دیتا ہے۔ حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ تخلقوا باخلاق اللّٰہ (اللہ کے اخلاق اپنے اندر پیدا کرو۔) اس کی بہترین مثال خود رسول اللہ صلعم تھے۔ جن میں خدائی صفات ایسی جھلکتی تھیں کہ پہلے انبیاءؑ نے حضورؐ کے آنے کو خدا کا آنا بتایا تھا۔ تو انسان نہ صرف اس اعلیٰ مقصد حیات کو حاصل کر لیتا ہے بلکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا مقرب بھی بن جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو جتنا خدائی صفات میں رنگین ہوگا اتنا ہی وہ خدا تعالیٰ کا مقرب بن جائے گا۔ اور یوں خدا تعالیٰ کو پالے گا۔ جو کہ انسان کی پیدائش کا وہ اعلیٰ مقصد ہے جو اور کسی مذہب نے نہیں بتایا۔

مشرک جو خدائے واحد کو چھوڑ کر دوسرے خداؤں کو جو پتھر کے بت یا گائے یا اپنے جیسے انسان تھے، خدا بنا لیتا ہے وہ اس اعلیٰ مقام سے نہ صرف محروم رہ جاتا ہے جو مقرب الٰہی کو ملتا ہے بلکہ جس اعلیٰ مقام یعنی خلیفۃ اللہ ہونے پر ہر انسان کو پیدا کیا گیا ہے اس سے گر جاتا ہے جب وہ پتھر کے بت یا گائے جیسی چیزوں کو اپنے سے اعلیٰ سمجھ لیتا ہے۔ سوئم شرک انسان کی عقل پر جو اللہ تعالیٰ کی بہترین عطا ہے (اور جس سے دوسری تمام مخلوق محروم ہے) تالا لگا دیتا ہے۔ بھلا یہ کسی عقلمند کا کام ہے کہ پتھر کے بت یا گائے یا اپنے جیسے انسان کو خدا سمجھا جائے۔ عقل انسانی کے استعمال سے جیسے دنیاوی ترقیات انسان کرتا ہے اسی طرح دینی و روحانی ترقیات بھی کرتا ہے جن سے مشرک محروم رہ جاتا ہے۔

الغرض ان تمام نقصانات سے بڑھ کر کوئی نقصان ہو سکتا ہے؟ اسی لئے فرمایا کہ مشرک اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے اس زمانہ کی دنیا پرستی اور دولت پرستی میں وہی نقصانات ہیں جو کہ بت پرستی میں ہیں۔ دنیا پرست یا دولت پرست خدا جیسی نعمت عظمیٰ سے محروم ہو جاتا ہے اور اخلاقی اور روحانی طور پر دنیا اور دولت کا غلام بن جاتا ہے کوئی نہیں جانتا کہ غلامی میں کیا ذلت اور نقصان عظیم ہوتا ہے؟ انسان کو پیدا کیا گیا ہے کہ وہ تمام روئے زمین پر حکمرانی کرے بلکہ آسمانوں میں بھی جائے جیسا کہ فرمایا سخر لکم ما فی السمٰوٰت وما فی الارض جمیعًا منہ (الجاثیہ ۴۵۔ آیت ۱۳)۔ بہرحال خلیفۃ اللہ فی الارض کا بھی یہی مطلب ہے۔ شرک میں وہ اپنی ساری کائنات پر حکمرانی کو بیچ کر محکومیت کو خرید لیتا ہے جب وہ دوسری اور گھٹیا مخلوق کو جو اس سے کمتر اور اس کی غلامی کے لئے بنائی گئی ہے اپنا خدا یعنی اپنا حاکم بنا لیتا ہے۔ اور یوں مشرک نعوذ باللہ خدا سازی جیسے ناقابل معافی گناہ کا مرتکب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو شرک کی تمام اقسام خصوصاً نفس پرستی کے گناہ کبیرہ سے بچائے۔ آمین

واٰخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین۔

رابطہ اجلاس

صدر مقامی جماعت لاہور محترم میاں ظہور احمد صاحب کے ایک اعلامیہ کے مطابق ۱۰ نومبر ۸۹ء بروز جمعۃ المبارک بعد دوپہر مقامی جماعت کا ایک رابطہ اجلاس منعقد ہو رہا ہے جس میں مقامی جماعت کے احباب و خواتین کو شرکت کی دعوت دی گئی ہے۔ تقریب کے اختتام کے بعد عشائیہ دیا جائے گا۔ پیغام صلح کا یہ شمارہ اس تقریب کے انعقاد سے پہلے ہی پریس میں جا رہا ہے لہٰذا تفصیلی روئیداد آئندہ اشاعت میں ہدیہ قارئین کرام ہوگی۔

جب ہم اقوام عالم کی عمرانی تاریخ پر نظر کرتے ہیں اور اس تمام عرصہ کا احاطہ کرتے ہیں جب سے یہ دنیا معرض وجود میں آئی ہے تو ہمیں بعض اقوام ایسی نظر آتی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور غضب کا نشانہ بنتی چلی آئی ہیں، بعض اوقات تو بستیاں کی بستیاں راکھ کا ڈھیر ہو گئیں اس تناظر میں جب کلام الٰہی کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں تین مختلف وجوہات نظر آتی ہیں جو ان اقوام و ملل کی تباہی کا سبب رہی ہیں۔ جو یہ ہیں۔

اول۔ جب جب کہیں زمین پر ظلم و جور تجاوز کر جاتا رہا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھتا رہا اور اس ظلم و زیادتی کرنے والوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیتا ہے

دوم۔ قوموں اور لوگوں کی تباہی کا دوسرا بڑا سبب فحاشی اور بدکاری میں تمام حدوں کو پھلانگ جانا ہے جو بستیاں اور جہاں کے رہنے والے جب اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کو پس پشت ڈال کر بدیوں اور بدکاریوں کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیتے ہیں تو انہیں اس قطعہ زمین پر مزید قیام کی اجازت نہیں دی جاتی اور ایسا کر دیا جاتا ہے کہ گویا وہ وہاں آباد ہی نہ تھے۔

سوم۔ اقوام اور ملتوں کی تباہی کا سبب اللہ تعالیٰ کے مامورین اور فرستادگان کی جان بوجھ کر مخالفت اور اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر آنے والوں کی راہ میں روڑے اٹکانے والوں کی ہٹ دھرمی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اصلاح احوال کے لئے اپنے بندگان خاص کو مامور فرماتا ہے اور چاہتا ہے کہ شرک اور بدعات کا قلع قمع کیا جائے تو بعض لوگ مختلف بہانوں اور حیلوں سے اس کی راہ میں دیوار بن جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو حق کے پہاڑ سے ٹکرانے کی وجہ سے انہیں نیست و نابود کر دیتا ہے۔

اب ہم ان تین وجوہات پر ذرا تفصیل سے بحث کرتے ہیں تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ خدا تعالیٰ ظالم نہیں ہے اور وہ بلا وجہ کبھی بھی کسی قوم کو تباہ نہیں کرتا اور اپنے بندوں پر بے جا زیادتی نہیں فرماتا اور بقول اس کے "وہ کسی قوم سے وہ نعمت جو اسے عطا کی گئی ہو واپس نہیں لیتا تا آنکہ وہ قوم خود اپنی اصلی حالت کو تبدیل نہ کر لے" یوں تو ہر قوم اس بات کا دعویٰ کرتی ہے کہ ہم راہ راست پر ہیں اور خدا تعالیٰ کی معیت ہم کو حاصل ہے مگر صرف اور صرف کلام الٰہی ہی اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ کس کے ساتھ ہے اور خدا تعالیٰ کو کس قوم کی کون سی ادا پسند ہے اور کون سی ناپسند ہے اور جب تک کسی قوم کے مجموعی کردار کی چھان پھٹک نہ کی جاوے ہم کس طرح اس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں کہ وہ قوم خدا کی محبوب ہے یا نہیں

قرآن کریم میں نہایت اختصار سے بہت سے مقامات پر اقوام کی تباہی کا پہلا سبب بیان کیا گیا ہے۔ ایک جگہ پر یوں ارشاد ہوا ہے کہ :-

"اور ہم بستیوں کو کبھی ہلاک نہیں کرتے یہاں تک کہ وہاں کے رہنے والے ظالم نہیں ہو جاتے۔"

(سورۃ القصص آیت ۵۹)

ظلم کے لغوی معنی ہیں کہ "کسی بھی چیز کو غلط جگہ پر رکھنا" اس میں معاشرتی قسم کے تمام ظلم آ جاتے ہیں جو ہمارے ہاں آئے دن ہوتے رہتے ہیں اور اگر ہم جائزہ لیں تو ہم خود اس بات کو اچھی طرح جان سکتے ہیں کہ کس قدر ظلم دن رات میں روا رکھے ہیں دھوکا فریب، زیادتی، ملاوٹ، جھوٹ حق تلفی بے رحمی اور ہزاروں قسم کے ایسے ظلم ہیں جو ہم بغیر اس کے نتائج کی پرواہ کئے کرتے چلے جاتے ہیں جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتے آئے اور انہوں نے آپ کو خوشخبری دی تو انہوں نے کہا۔

"ہم اس بستی کو ہلاک کرنے کے لئے مبعوث کئے گئے ہیں کیونکہ اس کے رہنے والے ظالم ہیں۔"

(العنکبوت آیت ۳۱)

یہ بات تو روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ خدا تعالیٰ کی ذات رحیم اور کریم ہے وہ ایسے ہی کسی قوم کو تباہ نہیں کر دیتی ضرور اس کے پیچھے کوئی نہ کوئی ظلم ہوتا ہے جو اس قوم سے سرزد ہوا ہوتا ہے اور وہی اس کی تباہی کا باعث بنتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک قانون بیان فرمایا ہے کہ :-

"جو کوئی بھی نیک کام بجا لاتا ہے تو وہ اپنے نفس کے فائدے کے لئے بجا لاتا ہے اور جو برائی کا راستہ اختیار کرتا ہے تو وہ اپنے نفس کے خلاف جاتا ہے اور تیرا رب تو اپنے بندوں پر ذرہ برابر بھی ظلم کرنے والا نہیں ہے۔"

(حٰم السجدہ آیت ۴۶)

آج دنیا میں ایک ملک دوسرے ملک کے خلاف ظلم اور زیادتی کرتا چلا جاتا ہے اور اُسے ذرا بھی احساس نہیں ہوتا کہ اس کے یہ تمام ناجائز اور ناروا اقدامات اسے تباہی کی طرف لے جا رہے ہیں۔ ادھر تو اس دور میں مسلمان کہلانے والے اور خدا کی احکامات کا جوا اپنی گردنوں میں ڈالنے والے بھی کمزوروں پر اپنی طاقت کے بل پر زیادتیاں کرتے چلے جاتے ہیں اور اس ظلم کا کوئی محاسبہ نہیں کیا جاتا۔ خدا تعالیٰ کے تو صحیح اور غلط کا فیصلہ کرنے کے لئے میزان موجود ہے اور جب وہ فیصلہ فرماتا ہے تو تمام دنیا دیکھتی ہے کہ کس طرح ظلم کرنے والے کو ان کے ظلم کا بدلہ جلد یا بدیر چکا دیا جاتا ہے۔ یہ تو پہلی وجہ ہے اور اس میں جو سبق مضمر ہے وہ ہم کو یہ تلقین کرتا ہے کہ ظلم کی کھیتی کبھی پھلتی اور پھولتی نہیں ہے وہ ظلم خواہ ہلکا ہو یا بھاری آخرکار اس کا خمیازہ ظالم کو بھگتنا ہوتا ہے۔ آخرت میں تو ظالم کو نار جہنم میں جانا ہی ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ اس دنیا میں بھی ظالم کو تباہ و برباد کر کے یہ بات عیاں کر دیتا ہے کہ اس دنیا میں بھی قانون خداوندی کی ہی حکمرانی ہے۔ وہ ظالم کو اس دنیا میں اس رنگ میں تباہ کرتا ہے کہ ساری دنیا اس کا نظارہ کرتی ہے۔ اور فرمان خداوندی کا قائل یہ جتاتا ہے کہ ظالم کبھی بھی خدا تعالیٰ کے زبردست ہاتھ سے بچ کر نہیں نکل سکتا۔

اس جگہ میں حضرت امام جماعت احمدیہ بانی سلسلہ کی ایک تحریر پیش کئے بغیر نہیں رہ سکتا جس میں آپ نے اقوام کی تباہی کی اصل وجہ ظلم کو قرار دیا ہے آپ فرماتے ہیں :-

"یاد رہے کہ کفر اور ایمان کا فیصلہ تو مرنے کے بعد ہو گا اس کے لئے دنیا میں کوئی عذاب نازل نہیں ہوتا۔ اور جو پہلی اُمتیں ہلاک کی گئیں وہ کفر کے لئے نہیں بلکہ اپنی شوخیوں اور شرارتوں اور ظلموں کی وجہ سے ہلاک ہوئیں۔ فرعون بھی اپنے کفر کے باعث سے ہلاک نہیں ہوا بلکہ اپنے ظلم اور زیادتی کی وجہ سے ہلاک ہوا۔ محض کفر کے سبب اس دنیا میں کسی پر عذاب نازل نہیں ہوتا، اگر کوئی کافر ہو مگر غریب مزاج اور آہستہ رو ہو اور ظالم نہ ہو تو اس کے کفر کا حساب قیامت کے دن ہو گا اس دنیا میں ہر ایک عذاب ظلم اور بدکاری اور شوخیوں اور شرارتوں کی وجہ سے ہوتا ہے اور ایسا ہی ہمیشہ ہو گا۔ اگر خدا تعالیٰ کی نظر میں لوگ شوخ طبع اور متکبر اور ظالم اور بے خوف اور مردم آزار ہوں گے خواہ وہ مسلمان ہوں خواہ ہندو خواہ عیسائی عذاب سے بچ نہیں سکیں گے کاش لوگ اس بات کو سمجھیں اور غریب مزاج اور بے شر انسان بن جائیں۔ خدا تعالیٰ کسی کو عذاب دیکر کیا کرے گا اگر وہ اس سے ڈرتے رہیں۔"

(ایام الصلح صفحہ ۱۱)

دوسری وجہ اقوام کی تباہی کی جو اوپر بیان کی گئی ہے فحاشی اور بدکاری میں تمام حدود کو پھلانگ جانا ہے اللہ تعالیٰ نے مامورین کا سلسلہ جو ازل سے ابد تک قائم کیا ہے وہ محض گندگی کو دور کرنے کیلئے ہے وہ نہیں چاہتا کہ انسانیت اس سبق کو فراموش کر دے جو تخلیق کائنات کی اصل وجہ کے طور پر بیان کیا گیا ہے کہ۔

"ہم نے جن و انسان کو محض اس لئے وجود عطا کیا ہے کہ وہ ہماری کامل تابعدار بن کر زندگی گزاریں۔"

اور جب ہم کلام الٰہی کا بغور مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر نبیؑ نے آکر اپنی قوم کو

یہی تعلیم دی ہے کہ بدیوں کو ترک کرو اور نیکی کی اور پاکیزگی کی راہ اختیار کرو اور اس امر الٰہی سے روگردانی کرنے کی وجہ سے بہت سی اقوام کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ اس کی مخلوق جو نیکی اور پاکیزگی کے لئے پیدا کی گئی ہے وہ دوسرا راستہ اختیار کرے۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے اسے بہت احسن طور پر یوں بیان فرمایا ہے:۔

"جب تک دلوں کی وباءِ معصیت دُور نہیں ہوگی تب تک ظاہری وباء بھی دُور نہیں ہوگی اور درحقیقت دیکھا جاتا ہے کہ ملک میں بدکاری کثرت سے پھیل گئی ہے اور خدا تعالیٰ کی محبت ٹھنڈی ہو کر ہوا و ہوس کا ایک طوفان برپا ہو رہا ہے اکثر دلوں سے اللہ جل شانہٗ کا خوف اٹھ گیا ہے اور وباؤں کو ایک معمولی تکلیف سمجھا گیا ہے جو انسانی تدبیروں سے دُور ہو سکتی ہے، ہر ایک قسم کے گناہ بڑی دلیری سے ہو رہے ہیں۔ اور قوموں کا ہم ذکر نہیں کرتے وہ لوگ جو مسلمان کہلاتے ہیں ان میں سے جو غریب اور مفلس ہیں اکثر ان میں سے چوری اور خیانت اور حرام خوری میں نہایت دلیر پائے جاتے ہیں۔ جھوٹ بہت بولتے ہیں اور کئی قسم کے خسیس اور مکروہ حرکات ان سے سرزد ہوتے ہیں اور وحشیوں کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں، نماز کا تو ذکر کیا کئی کئی دنوں تک منہ بھی نہیں دھوتے اور کپڑے بھی صاف نہیں کرتے اور جو لوگ امیر اور رئیس اور نواب اور بڑے بڑے تاجر اور زمیندار اور ٹھیکیدار اور دولتمند ہیں وہ اکثر عیاشیوں میں مشغول ہیں اور شراب خوری اور زناکاری اور بداخلاقی اور فضول خرچی ان کی عادت ہے اور صرف نام کے مسلمان ہیں اور دینی امور میں اور دین کی ہمدردی میں سخت لاپرواہ پائے جاتے ہیں۔"

(ایام الصلح صفحہ ۱۲۳)

فی زمانہ کس سے مخفی ہے کہ کس کس بہانوں سے مشرق وسطیٰ میں بیروت، بصرہ اور بغداد اور افریقہ میں قاہرہ اور ہمارے ہاں ایران کے حالیہ انقلاب میں اور روس کی سرزمین میں زلزلوں سے اور امریکہ میں سیلاب کے ذریعے اور آتش فشاں پہاڑوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بدیوں اور بدکاریوں کے بدلے میں اس کی ناراضگی کا اظہار ہوتا رہا ہے۔ اور کس کو معلوم ہے کہ اگر ہمارے ہم عصر لوگوں نے یہ طور و طریق نہ چھوڑے تو کون کون سے آثار کو خدا تعالیٰ کی طرف سے کیسے کیسے دن دیکھنے پڑیں۔

وجہ ان لوگوں کی تباہی ہے جس کا اللہ تعالیٰ کے مامورین اور انبیاءؑ کے مخالفوں کو سامنا کرنا پڑتا رہا ہے جب خدا تعالیٰ اپنی توحید کو قائم کرنے کے لئے اور بھٹکی ہوئی انسانیت کو راہ راست پر لانے کے لئے اپنے خاص بندوں کو مبعوث فرماتا ہے کہ لوگ صراطِ مستقیم پر گامزن ہو جائیں مگر ان نیک اور پاک بندگان سے تمسخر اور استہزا کیا جاتا ہے اور اُن کے مشن کی راہ میں روڑے اٹکائے جاتے ہیں تو خدا تعالیٰ ایسے لوگوں کو اس روئے زمین پر سے مٹا دیتا ہے اور وہی لوگ جو سمجھتے ہیں کہ ہم نے خدا تعالیٰ کے اس پیغام کو بزعم خود ختم کر دیا ہے انہیں خدا تعالیٰ کی گرفت میں آنا پڑتا ہے۔ اور وہ لوگ خواہ کسی قدر عظیم طاقت اور حکومت کے مالک ہوں ان کی طاقت ان کا رعب اور دبدبہ اور ان کی حکومت اور بادشاہت اور افواج ان کے کسی کام نہیں آتیں اور محض خدا کے مامور کی راہیں صاف کرنے کے لئے انہیں ختم کر دیا جاتا ہے۔ قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر نبیؑ کے مقابلہ میں بہت بڑی بڑی طاقتیں آئیں مگر انہیں ملیامیٹ کر دیا گیا۔ اور قسما قسم کے عذاب محض اس لئے ان اقوام پر آئے کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کے پیغام کو مٹانے کے لئے کوششیں کیں۔ یہاں پر صرف حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا ذکر کیا جاتا ہے جن کی قوم کو پانی کے عذاب سے تباہ کر دیا گیا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"انہوں نے بہتوں کو گمراہ کیا مگر ظالموں نے صرف گمراہی میں ہی زیادتی حاصل کی ان کی خطاؤں کے بدلے میں وہ غرق کر دیئے گئے اور آخرکار جہنم میں داخل کئے جائیں گے اور وہ خدا تعالیٰ کے سوا کسی قسم کے کوئی مددگار نہ پائیں گے اور حضرت نوحؑ نے فرمایا اے میرے رب! اس سرزمین پر کافروں کا ایک گھر بھی باقی نہ رکھنا اگر تو نے ان کو چھوڑ دیا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور فاجر اور کفار ہی پیدا کریں گے۔"

(سورۃ نوح)

جس طرح حضرت نوحؑ نے ایسے لوگوں کے لئے بددعا کی تھی جو لوگوں کی گمراہی کا باعث تھے ایسے ہی حضرت بانیٔ سلسلہ مرزا غلام احمدؒ کے دور میں ایک بدزبان آریہ بھی تھا جس کا نام لیکھرام تھا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتا اور بدزبانی کرتا تھا حضرت مرزا صاحب نے اس کے لئے بددعا کی اور وہ اس گناہ عظیم کی پاداش میں تباہ و برباد کر دیا گیا اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ خدا کے پاک لوگوں کی توہین کرنا اور نیکوکاروں کے خلاف زبان درازی کرنا تباہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔

آخر میں صرف یہ عرض کرنا ہے کہ تباہی کی مندرجہ بالا تین وجوہات کو زیر نظر رکھا جانا ازحد ضروری ہے کہ یہی کلام الٰہی سے سبق ملتا ہے کہ ان امور سے کنارہ کشی کی جاوے اور اپنے دامن کو ہر طریق پر اس راہ پر جانے سے بچایا جائے۔ وباللہ التوفیق۔ محمد صالح نور

اَلنّبوۃ فِی الاِسلام

اسلام میں نبوت، رسالت، مجددیت و محدثیت کے مقامات کی قرآن مجید، احادیث اور آئمہ کرام کے اقوال کی روشنی میں وضاحت اور مسئلہ ختم نبوت پر مختلف پہلوؤں سے روشنی ڈالی گئی ہے حضرت مرزا غلام احمد بانی تحریک احمدیت کی تصنیفات سے حوالے دیکر یہ ثابت کیا ہے کہ ان سے جو دعوےٰ نبوت منسوب کیا جاتا ہے وہ سراسر غلط ہے۔

ملنے کا پتہ

دارالکتب علیمہ

۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن۔ لاہور

بقیہ از صفحہ ۱۴

ایک ہندو نے جنہیں بخشی صاحب کہتے تھے انہیں اپنے ایک خط میں لکھا کہ آپ کے گاؤں کا اصلی نام دیوگراں ہے جو سنسکرت کا لفظ ہے 'دیوا' فرشتہ کو کہتے ہیں شاید شروع میں اس گاؤں میں فرشتے بستے ہوں گے۔ پہلے کبھی فرشتے رہتے تھے یا نہ، ہم نے اپنے زمانہ میں دو فرشتوں کو اس گاؤں میں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔

اس کی مراد مولوی یحییٰ اور ان کے بھائی مولوی یعقوب صاحب سے تھی۔ اور یہ حقیقت بھی ہے کہ یہ دو انسان باوجود اس جہان میں رہنے کے اعمال و اطوار کے لحاظ سے دوسرے تمام انسانوں سے اس قدر مختلف و ممتاز تھے کہ گویا کسی اور جہان کی ہستیاں ہیں، یہ خصوصیت انہیں امام زمان کے تعلق کی بدولت ہی نصیب ہوئی۔

جماعت احمدیہ میں جب اختلاف ہوا تو مولوی محمد یحییٰ صاحب اور اُن کے بھائی کو پھر بھی عقائد حقہ کا ساتھ دینے کی توفیق ملی اور شخصیت پرستی کی جس رو میں جماعت کا کثیر حصہ بہہ گیا تھا اس سے اللہ تعالیٰ نے انہیں محفوظ رکھا۔

مولوی محمد یعقوب صاحب قریباً ۷۴ سال کی عمر پاکر ۱۹۳۴ء میں بمقام مانسہرہ فوت ہوئے اور اپنے گاؤں دیگراں میں دفن ہوئے مولوی محمد یحییٰ صاحب کو اپنے بھائی کی مفارقت کا بڑا صدمہ ہوا۔ لیکن اُنہوں نے مومنانہ شان سے کمال صبر کا نمونہ دکھایا اور ۱۱ سال بعد جنوری ۱۹۴۵ء میں ۸۷ سال کی عمر میں وفات پائی۔ اور اپنے گاؤں میں دفن ہوئے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْھُمَا وَارْحَمْھُمَا وَاَدْخِلْھُمَا فِی عِبَادِکَ الصَّالِحِیْنَ الَّذِیْنَ لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۔

سفرنامہ

جنوب مشرقی ممالک کے دورے کی چند جھلکیاں

ڈاکٹر نعمان الٰہی ملک

آخری قسط

۹ مئی کو ہم نے بحرالکاہل کو پار کیا اور کوریا کے خوبصورت دارالخلافہ سیول پہنچے۔ یہاں ہم نے کچھ دینی تنظیموں کے ممبران سے ملاقات کی اور انہیں تحریکِ احمدیت لاہور کے اغراض و مقاصد اور دینی خدمات سے آگاہ کیا۔ سیول کے ایک ممتاز دینی ادارہ کو کتب کا ایک سیٹ پیش کیا۔

۱۰ مئی۔ تائیوان

تیپائی ائیرپورٹ پہنچنے کے بعد ہمارے میزبان ہمیں تیپائی کلچرل مسجد لے گئے۔ یہاں کے امام الحاج اسحاق اور نائب امام محترم ایوب صاحب ہیں۔ یہ ایک پانچ منزلہ اونچی اور نہایت خوبصورت عمارت ہے۔ امام اسحاق صاحب کے دینی جذبہ کا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس جامع کی تعمیر کے دوران انہوں نے اپنا مکان بیچ کر اس کے اخراجات ادا کئے۔ ان دنوں محترم امام اسحاق دل کی تکلیف کی وجہ سے ہسپتال میں داخل تھے۔ اس لئے ہم ان کی عیادت کے لئے ہسپتال گئے۔ جہاں وہ تیزی سے صحت یاب ہو رہے ہیں؛

اگلے دن جمعہ تھا۔ نماز جمعہ سے قبل میں نے تحریک احمدیت کے متعلق مختصر تقریر کی۔ اس کے بعد میں نے اور محترمہ ثمینہ ساہو خان صاحبہ نے محترم ایوب صاحب، نائب امام جامع کو لائبریری کے لئے کتب کا ایک سیٹ تحفۃً پیش کیا؛ شام کو ہم محترم امام اسحاق صاحب کو ان کے گھر پر ملنے گئے اب وہ ہسپتال سے گھر آ چکے تھے ان سے تحریکِ احمدیت کے متعلق تفصیل سے گفتگو ہوئی۔ انہوں نے تحریکِ احمدیت سے اپنی گہری دلچسپی کا اعادہ کیا۔ اور حضرت مولانا محمد علی مرحوم و مغفور کی علمی خدمات کی بے حد تعریف کی۔ رخصت ہونے سے پیشتر ان کو بھی کتب کا ایک سیٹ بطور تحفہ پیش کیا۔ انہوں نے بھی ازراہِ عنایت قرآن مجید کے چینی ترجمہ کی دو کاپیاں مرحمت فرمائیں۔ جزاک اللہ،

۱۳ مئی۔ انڈونیشیا:

تائیوان سے ہم سنگاپور کے راستہ جکارتہ کے لئے روانہ ہوئے۔ جکارتہ ائیرپورٹ پر ہمارا نہایت پرتپاک استقبال کیا گیا۔ محترم ڈاکٹر فانگ، صدر جماعت جکارتہ، محترم لسوئی صاحب جنرل سیکرٹری مرکزی انجمن انڈونیشیا اور ان کی بیگم صاحبہ، اور جکارتہ جماعت کے سرکردہ ممبران ائیرپورٹ پر موجود تھے۔ وہاں سے ہمیں جماعت کے مرکز لے جایا گیا جس کی تعمیر نو ہو رہی ہے۔ اس کے بعد ہم محترمہ بیگم کنادی صاحب کے گھر گئے۔ محترم کنادی صاحب کا چند سال قبل انتقال ہو چکا ہے۔ یہ جماعت کے ایک نہایت سرگرم اور مخلص رکن تھے اور انہوں نے ڈچ زبان میں قرآن مجید کے ترجمہ کے کام میں قابلِ قدر خدمات سرانجام دی تھیں۔

بیگم کسنادی صاحبہ صرف ڈچ اور جاوی زبان جانتی تھیں لیکن اس کے باوجود انہوں نے اپنے مزاح اور ذہانت کی بدولت ہمیں نہ صرف خوش رکھا بلکہ بھرپور انداز میں مہمان نوازی کی۔ محترم لسوئی اور ان کی بیگم نے مہمان نوازی میں انتہا کر دی۔ اپنا گھر اور بچوں کو چھوڑ کر بیگم کسنادی کے گھر پر ٹھہرے تاکہ ہر وقت ہماری خدمت کے لئے موجود رہ سکیں۔

۱۴۔ مئی؛

یہاں سے جماعت کا مرکز چند قدم پر تھا۔ چنانچہ ہم نے فجر کی نماز مرکز میں جا کر ادا کی اور ایک روحانی لذت حاصل کی۔ یہاں نوجوان مبلغ سترنام صاحب سے مل کر نہایت خوشی ہوئی جو بڑا عمدہ کام کر رہے ہیں۔ یہاں سے ہم جکارتہ کے لئے روانہ ہوئے۔ جہاں انڈونیشیا میں تحریکِ احمدیت لاہور کا مرکز ہے۔ محترم ڈاکٹر فانگ اور محترم بھائی لسوئی اور ان کی بیگم صاحبہ اس سفر میں ہمارے ساتھ تھے۔ ایئرپورٹ پر ہمارے استقبال کے لئے مرکزی انجمن کے صدر ڈاکٹر احمد محمد صاحب کی سرکردگی میں احمدی بھائیوں، بہنوں اور بچوں کی کثیر تعداد موجود تھی۔ ہمیں گاداماجی یونیورسٹی کے مہمان خانہ میں لے جایا گیا جہاں ہمارے قیام کے لئے نہایت عمدہ انتظام تھا۔ بعد از دوپہر ہمارے لئے ایک نہایت شاندار استقبالیہ کا اہتمام کیا گیا جس میں جماعت کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔

محترمہ ثمینہ ساہو خان صاحبہ نے کنیڈا احمدیہ جماعت اور تراجم قرآن پراجیکٹ کی تفصیلات سے احباب کو آگاہ کیا۔ میں نے اسلام میں دعا کے تصور پر تقریر کی۔

رات کو مرکزی صدر محترم ڈاکٹر احمد محمد صاحب کے گھر پر دعوت تھی جس میں تمام مقامی جماعتوں کے صدر صاحبان اور جماعت کے سرکردہ اراکین نے شرکت کی۔ دعوت سے پیشتر محترمہ ثمینہ ساہو خان صاحبہ نے اپنے مختصر خطاب میں تحریکِ احمدیہ لاہور (پاکستان) میں واقع مرکز سے مضبوط تعلق اور مرکز اور بیرونی جماعتوں میں باہم تعاون اور اشتراک عمل کی اہمیت پر زور دیا۔ اس کے بعد سوال و جواب کا دیر تک سلسلہ چلا۔ سوالات میں تحریکِ احمدیت کے تمام پہلوؤں پر تفصیل سے گفتگو ہوئی۔ تمام احباب نے پاکستان میں تحریک کے مرکز اور احباب جماعت کی جانی اور مالی خطرات سے متعلق سخت فکرمندی کا بطور خاص ذکر کیا؛

۱۵۔ مئی،

ہم انڈونیشیا جماعت کے زیرِ اہتمام چلنے والے ہائی سکول اور ٹیکنیکل سکول دیکھنے گئے۔ جماعت کا وہ ادارہ جو ان سکولوں کے نظام کو چلاتا ہے اسے مختصراً PIRI کہا جاتا ہے۔ اس دورہ میں جماعت کے ۲۰ سرکردہ ممبران ہمارے ساتھ تھے جنہوں نے اس غرض کے لئے اپنے کاموں سے چھٹی لے رکھی تھی۔ سکولوں کا انتظام نہایت عمدہ تھا۔ اور اس نے ہمیں بے حد متاثر کیا۔ ان سکولوں میں دو ہزار سے زائد طلباء زیرِ تعلیم ہیں۔ ٹیکنیکل سکول میں جدید سائنسی مضامین مثلاً الیکٹرونکس کمپیوٹر سسٹم، آٹوموبائیل میکینکس پڑھانے کا نہایت عمدہ انتظام ہے۔ اس کے علاوہ مرکزی مفاد کے دورہ کے دوران ہم نے جماعت کے پیدا کردہ لٹریچر کی نمائش دیکھی۔ جس میں انگریزی زبان سے ڈچ، جاوی، اور انڈونیشی زبانوں میں تراجم کا کثیر حصہ بھی موجود تھا۔ یہ بات نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ انڈونیشیا انجمن نے نہ صرف حضرت مولانا محمد علی صاحب کے انگریزی ترجمۃ القرآن کو ڈچ، جاوی، اور انڈونیشی زبان میں منتقل کیا بلکہ لاہور سے شائع ہونے والے تمام چھوٹی بڑی کتب کے انڈونیشی زبان میں تراجم شائع کئے ہیں۔

. . . . ہمیں اس نئی عالیشان جامع کا نقشہ بھی دکھایا گیا جو پرانی جامع کی جگہ مرکز میں تعمیر کی جائے گی۔ یہاں ہماری ملاقات نوجوان مبلغین سکندر صاحب اور یامین صاحب سے ہوئی جنہوں نے کچھ عرصہ لاہور میں دینی تعلیم حاصل کی تھی۔ ہمیں یہ معلوم کر کے بے حد خوشی ہوئی کہ انڈونیشیا جماعت ان کی تبلیغی کارکردگی سے بے حد مطمئن ہے۔

بعد از دوپہر جکارتہ جماعت نے ہمارے اعزاز میں ایک نہایت خوشگوار دعوت کا اہتمام کیا جو ایک یادگار تقریب تھی۔

۱۷۔ مئی آسٹریلیا

جکارتہ سے ہم سڈنی کے لئے روانہ ہوئے۔ ائیرپورٹ پر جماعت سڈنی کے صدر محترم ڈاکٹر حبیب ساہو خان اور سیکرٹری محترم عثمان ساہو خان استقبال کے لئے موجود تھے۔ گذشتہ اپریل میں سڈنی کے احباب نے جماعت بنائی تھی۔ اور اب اس کو ملک کے قانون کے تحت باقاعدہ رجسٹرڈ کرایا جا رہا ہے۔ اگلے روز محترم ڈاکٹر حبیب ساہو خان صاحب صدر جماعت کے گھر پر دعوت تھی۔ اس میں ہم نے مختصر تقاریر کیں ہماری اپیل پر تراجم قرآن پراجیکٹ کے لئے ۲۸۰۰ کینیڈین ڈالر کے عطیہ جات اکٹھے ہوئے۔ ہم نے اس موقع پر بھی پاکستان میں مرکزی انجمن اور حضرت امیر قوم ایدہ اللہ کے بیرونی جماعتوں سے مضبوط تعلق اور رابطہ کی اہمیت پر زور دیا۔

۱۹ مئی: محترم عثمان ساہو خان صاحب کے گھر پر جمعہ کا انتظام تھا۔ نماز جمعہ کے بعد میں نے قرآن مجید کا

(بقیہ صفحہ ۱ کالم ۲ پر)

ترجمہ: از محترم ناصر احمد صاحب

روم میں پہلی جامع کی تعمیر

روم ۳۰ جولائی۔ آج سے ۵۰ سال قبل افریقہ میں اٹلی کے زیر تسلط علاقوں کے مسلمان رعایا کے لئے روم کے شہر میں جامع کی تعمیر کا خیال جب پیش کیا گیا تو روایت کے مطابق اس وقت کے ڈکٹیٹر مسولینی نے اس کو ماننے سے انکار کر دیا۔

اس وقت کے فسطائی حکمران نے کہا کہ روم میں جامع اسی صورت میں تعمیر ہو سکتی ہے جب رومن کیتھولک چرچ کو مکہ میں گرجا گھر بنانے کی اجازت دی جائے۔

اب نہ صرف شہر سنیٹ پیٹر میں پہلی جامع کی تعمیر کا کام شروع ہے بلکہ اس کے اطالوی ماہر تعمیرات نے اس کو یورپ میں سب سے بڑی جامع ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ جامع کی جگہ رومن کیتھولک دنیا کے مقدس شہر ویٹیکان سے شمال مشرق میں صرف ساڑھے تین میل دور درختوں سے گھرے ہوئے علاقے میں واقع ہے۔ اس جامع میں بڑا ہال ہوگا جس میں دو ہزار نمازیوں کی گنجائش ہوگی۔ ہال کی پہلی چھت کو گھومتے ہوئے اور بڑے بڑے ستون اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ امید ہے کہ یہ عمارت اس سال جنوری تک تیار ہو جائے گی۔ اس کے ساتھ ہی ایک کلچرل سنٹر بھی تعمیر ہوگا جس میں اجلاسوں کے لئے کمرے اور لائبریری بنائی جائے گی۔ امید ہے یہ بھی اگلے سال تک پایۂ تکمیل کو پہنچ جائیگا۔

روم میں اسلامی کلچرل سنٹر کے پاکستانی ڈائریکٹر عبدالقیوم خاں صاحب نے اس زیر تعمیر جامع کے متعلق کہا کہ یورپ میں اس کو سب سے بڑی جامع ماننے میں کوئی تامل ہے تو یقیناً یہ یورپ کی سب سے اہم جامع ہوگی کیونکہ یہ کیتھولک عیسائی دنیا کی سب سے مقدس جگہ کے مرکز کے قریب واقع ہے۔

اس منصوبہ کے ایک ماہر تعمیرات جناب پاولو پورٹوگیسی نے کہا کہ اس جامع کی وجہ سے جو تمدنی اثرات مرتب ہوں گے ان کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ صدیوں سے اسلام اور عیسائیت آپس میں برسر پیکار رہے ہیں۔ اس جامع کی تعمیر سے مختلف مذاہب کے مابین راہ و رسم کی راہ کھل جائے گی۔

۸۱ فٹ اونچی جامع کی تعمیر اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ افریقہ، مشرق وسطیٰ اور مشرقی ایشیا سے ترکِ وطن کر کے یہاں آباد ہونے والوں نے یورپ کی ظاہری صورت میں کافی تبدیلی پیدا کر دی ہے۔ مغربی دنیا بشمول اٹلی جہاں مسلمانوں کی آبادی، برطانیہ، فرانس، اور جرمنی کے مقابلہ میں کم ہے اس بات پر مجبور ہیں کہ ان کے لئے رعائتیں اور سہولتیں پیدا کریں۔

۲۵ سال قبل ویٹیکان اس شہر میں جامع بنانے کی بات کو سننا بھی گوارا نہ کرتا تھا۔ گو تکنیکی اعتبار سے وہ اس بارے میں کچھ کہنے کا مجاز نہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اب بھی مذہبی معاملات میں اس کا کافی عمل دخل ہے اور ایسے معاملات میں اس کی بالواسطہ منظوری ضروری ہوتی ہے۔ ۱۹۶۵ء میں جب ویٹیکان کی دوسری کونسل منعقد ہوئی تو اس نے جامع کی تعمیر کے سلسلہ میں اپنا اعتراض واپس لے لیا۔ ۱۹۷۰ء میں اٹلی کی حکومت نے اسلامک سنٹر تعمیر کرنے کی اجازت دے دی اور روم کی میونسپلٹی نے ۷٫۵ ایکڑ غیر آباد جگہ اس مقصد کے لئے بطور تحفہ دے دی۔

۵ سال قبل اس کی تعمیر کا کام شروع ہوا۔ اس وقت اخراجات کا تخمینہ چار کروڑ امریکی ڈالر تھا۔ جسے تمام اسلامی ممالک نے ادا کرنا تھا۔ سعودی عرب کی حکومت اس میں پیش پیش تھی۔ جامع کی زمین اینٹنے پہاڑ کے دامن میں پاری اولی کے علاقہ میں واقع ہے۔ جو شہر کا خوبصورت ترین حصہ ہے۔ روم کے سرکاری حلقوں نے بھی اس پراجیکٹ کے سلسلہ میں ہر ممکن کوشش کی کہ اس میں کوئی کمی نہ رہ جائے۔ پہاڑی علاقوں کو اس سلسلہ میں رد کر دیا گیا۔ گذشتہ سال میلان میں ایک چھوٹی سی جامع کا افتتاح ہوا تھا۔ جو ایک غیر معروف جگہ پر واقع ہے۔ جہاں ذرائع آمد و رفت کے ذریعہ بھی آسانی سے نہیں پہنچا جا سکتا۔

بین المذاہب افہام و تفہیم کے لئے پادریوں کی کاؤنسل کے ایک امریکی رکن جو اسلامی معاملات کے نگران ہیں ان کا کہنا ہے کہ ہو سکتا ہے اب بھی کوئی جامع کی اس جگہ تعمیر ہونے پر اعتراض نہ کرتے لیکن ویٹیکان کا سرکاری رویّہ اس سلسلہ میں کافی حوصلہ افزاء ہے۔

کوئی نہیں جانتا کہ اٹلی میں کل کتنے مسلمان آباد ہیں۔ محترم خاں صاحب کے اندازہ کے مطابق اٹلی میں اندازاً ۳ لاکھ مسلمان ہیں جن میں سے چالیس ہزار صرف روم میں ہیں۔ اٹلی کی ۵ کروڑ ۷۰ لاکھ کی کل آبادی میں مسلمانوں کی یہ تعداد نہایت قلیل ہے اور یورپ کے دیگر ملکوں کے مقابل میں یہاں ان کے عام لوگوں سے تعلقات و روابط نہایت اچھے ہیں۔

سنٹر کے ڈائریکٹر محترم خاں صاحب نے کہا کہ اس جامع کی تعمیر کا مقصد کوئی علاقائی اثر و رسوخ حاصل کرنا نہیں۔ یا مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان دشمنی پیدا کرنا ہے بلکہ اس کا مقصد آپس میں بہتر تعلقات کو استوار کرنا ہے۔

اس سلسلہ میں ایک بات پر اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔ روایت کے مطابق اسلامک سنٹر چاہتا ہے کہ جامع کے منارے گرداگرد کی دیوار پر واقع ہوں اور وہ جامع کے مرکزی گنبد سے اونچے ہوں۔ خیال یہ ہے کہ ان کی اونچائی ۱۳۰ فٹ ہو لیکن علاقہ کے قواعد کے مطابق ان کی اونچائی مرکزی عمارت کی ۸۱ فٹ اونچائی سے زائد نہیں ہو سکتی۔

ماخوذ از نیویارک ٹائمز
مورخہ ۳۱ جولائی ۱۹۸۹ء

بقیہ: جنوب مشرقی ممالک کے دورہ کی چند جھلکیاں

درس دیا۔ بعد میں مختلف ملاقاتوں کے بعد رات کو جماعت کی طرف سے بھی ہمارے اعزاز میں ایک نہایت پر تکلف دعوت کا اہتمام تھا۔ محترم اور بیگم عثمان ساہو خاں صاحب اور ان کی خوشدامن صاحبہ نے مہمان نوازی میں انتہا کر دی۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس کا اجر دے۔

۲۲ مئی: فیجی

فجی کے ائرپورٹ پر محترم غلام نبی دین صاحب (صدر) محترم امین ساہو خاں صاحب (جنرل سیکرٹری) اور محترم مولانا شفقت رسول صاحب اور جماعت فجی کے سرکردہ رکن استقبال کے لئے موجود تھے۔ ائیرپورٹ سے سیدھا ہم لوگ مسجد نور گئے جو محترم حافظ شیر محمد خوشابی صاحب اور فجی جماعت کی دلیرانہ اور انتھک کوشش اور مالی قربانی کی جیتی جاگتی تصویر تھی۔

اگلے روز ہم مغربی علاقہ کے شہر باؤ گئے یہاں میں نے درس قرآن مجید دیا۔ احباب جماعت کے علاوہ ایک مقامی مسجد کے غیر احمدی امام نے بھی درس میں شرکت کی۔ اور حضرت بانی تحریک احمدیت کی خدمات کو سراہا۔ محترم صدر الدین ساہو خان کی مہمان نوازی، ان کی تحریک سے گہری دلچسپی نے ہمیں بے حد متاثر کیا۔ باؤ میں تراجم قرآن پراجیکٹ کے لئے ۳۰۰۰ فجی ڈالر کے عطیہ جات بھی جمع ہوئے۔ سووا آتے ہوئے ہم راستہ میں مادو گئے اور محمد علی مسجد میں نماز ادا کی۔

اس سے اگلے روز صدر فجی جماعت محترم غلام نبی دین صاحب نے ہمارے اعزاز میں استقبالیہ دعوت دی۔ اس موقعہ پر بھی تراجم قرآن پراجیکٹ کے لئے ۲۵۰۰ (فجی ڈالر) اور ۱۲۰۰ کینیڈین ڈالر کے عطیہ جات جمع ہوئے۔

۲۹ مئی:

خدا کا شکر ہے کہ ان تمام ممالک کے کامیاب دورہ کو مکمل کرنے کے بعد بیگم شمینہ ساہو خان بخیریت واپس کینیڈا پہنچیں اور میں امریکہ واپس آ گیا۔

جماعتی خبریں

ہمارے امیر حضرت الحاج ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ پانچ ہفتے ایبٹ آباد میں قیام کے بعد بحمد للہ بخیریت واپس تشریف لے آئے ہیں۔ اور حسبِ معمول خدماتِ دینیہ اور جماعتی امور کی سرانجام دہی میں مصروف ہیں۔ آپ کی صحت قدرے بہتر ہے۔ احباب اپنے امیر ایدہ اللہ کی صحت و تندرستی اور درازیٔ عمر کے لئے نیم شبی دعائیں جاری رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا سایہ ہم پر دراز کرے۔ اور جماعت ان کی ذات سے مستفید رہے۔

وفات حسرت آیات

احمدیہ بلڈنگس، لاہور سے مکرم ڈاکٹر مبارک احمد صاحب لکھتے ہیں کہ اُن کی ہمشیرہ محترمہ باجی رشیدہ بیگم صاحبہ بنت شیخ غلام محمد مرحوم و مغفور لاہور میں قضاء الٰہی سے وفات پا گئی ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ مرحومہ کافی عرصہ سے بیمار تھیں۔ وہ ایک روایتی احمدی خاتون تھیں۔ جماعتی کاموں اور جلسہ سالانہ کی تقریبات میں ہمیشہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھیں۔ خاندان بھر میں عزت و توقیر کا مقام رکھتی تھیں۔ مرحومہ کے جسدِ خاکی کو قبرستان میانی صاحب میں سپردِ خاک کیا گیا۔

ڈاکٹر مبارک احمد صاحب اِن سب احباب و خواتین کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے مرحومہ کی وفات پر اظہارِ تعزیت فرمایا۔ نماز جنازہ میں شرکت کی اور مرحومہ کی علالت کے دوران ان کی مزاج پُرسی اور دعاؤں سے کام لیتے رہے۔ ادارہ پیغام صلح مرحومہ کی وفات حسرت آیات پر ڈاکٹر صاحب موصوف اور دیگر لواحقین اور سوگوار خاندان سے تعزیت کرتا ہے۔ اور ان کے غم میں برابر کا شریک ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

احباب سے نماز جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

دعائے صحت

- محترم مولانا شیر محمد خوشابی صاحب کی طبیعت قدرے بہتر ہے احباب ان کی صحت کاملہ عاجلہ کے لئے دردِ دل سے دعا فرمادیں۔

تحریک جہیز فنڈ

مکرم و محترم نصیر احمد فاروقی صاحب کی تحریک پر مجلس منتظمہ نے بروئے ریزولیوشن نمبر ۲۲۰ مورخہ ۷ امئی ۱۹۸۹ء فیصلہ فرمایا تھا کہ۔

"صیغہ اغراض عام میں ایک مد "جہیز فنڈ" قائم کرکے اس کے لئے ایک لاکھ روپے بجٹ میں رکھا جائے۔ یہ رقم اپیل کے ذریعے اکٹھی کی جائے اور وصول شدہ رقم کا خاص ڈیپازٹ اکاونٹ کھولا جائے اور اس کے منافع سے نادار بچیوں کے بیاہ شادی میں امداد دی جایا کرے" یہ فیصلہ۔

اخبار پیغام صلح میں شائع شدہ تحریک "جہیز فنڈ" کی وضاحت میں ارسال خدمت کرکے متدعی ہوں کہ۔

اس کارِ خیر کے لئے اپنے عطیہ کو صدقہ جاریہ سمجھتے ہوئے جلد از جلد توجہ فرمائیں کیونکہ اس کام کو شروع کرنے کے لئے آپ کی طرف سے امداد کا انتظار ہے۔ اور ایک طرح یہ اخراجات مشروط بآمد ہیں۔

امید ہے فوری توجہ دے کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔

والسلام

منصور احمد

جنرل سیکرٹری انجمن

"القلم" کے نئے سیکرٹری صاحب

تصنیفاتی ادارہ — القلم — پاراماریبو (جنوبی امریکہ) کے پریذیڈنٹ محترم اکبر سعزعلا صاحب نے اطلاع دی ہے کہ ادارہ کے سیکرٹری مسٹر ہارون گوہر علی صاحب سرینام سے ہالینڈ چلے گئے ہیں اور ان کی جگہ مسٹر ہادی عبدالسبحان صاحب نے بطور سیکرٹری ادارے کا کام سنبھال لیا ہے۔

سان فرانسسکو کی جماعتوں کے احباب خیریت سے ہیں۔

گذشتہ دنوں سان فرانسسکو میں قیامت خیز زلزلہ آیا۔ جس سے جان و مال کا بہت نقصان ہوا۔ اس علاقہ میں واقع شہروں — ہیورڈ اور لاک ہیڈ وغیرہ کی جملہ جماعتوں کے احباب اور ان کے اموال حفظ و امان میں رہے۔ الحمدُ للہ۔

وفات

اوکاڑہ جماعت کے واعظ مولوی عبدالمجید صاحب قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ جامع دارالسلام لاہور میں جمعہ کے دن نمازِ جنازہ غائبانہ ادا کی گئی۔ جملہ جماعتوں کے احباب سے نمازِ جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت میں جگہ دے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

"دی لائٹ"

انجمن کا انگریزی ماہنامہ "دی لائٹ" بابت ماہ اکتوبر ۱۹۸۹ء پیشِ نظر ہے۔ ۵۶ صفحات پر مشتمل یہ شمارہ تقریب میلاد النبی صلعم اور تقریب یوم وصال حضرت مولانا محمد علی رح کی خصوصی اشاعت پر مشتمل ہے۔ آرٹ پیپر کے سرورق پر حضرت مولینا رح کی تصویر ہے۔ جبکہ مندرجات میں حضرت امام زمان کے ارشادات، اداریہ اور لیڈی الولین زینب کو بالٹ الفغانی، چوہدری مسعود اختر صاحب بی۔ اے ایل ایل۔ بی (یو۔ ایس۔ اے) جناب اصغر علی (انجینئر انڈیا)، حضرت مولینا حافظ شیر محمد خوشابی پاکستان، کے عالمانہ اور فاضلانہ مضامین، مقالہ جات اور کتابوں پر تبصرہ اور پاکستان و بلادِ غیر کے اخبار و اطلاعات شامل ہیں۔

اخبار کا چندہ ارسال فرما کر مالی جہاد میں حصہ لیں

یہ آپ کا اپنا اخبار ہے خود بھی پڑھیں۔ عزیزوں کو بھی تحریک کریں۔

احمدیہ انجمن ہالینڈ کے جناب ایس الٰہی بخش کا مکتوب گرامی بنام جنرل سیکرٹری صاحب انجمن

ہیگ، ہالینڈ کی احمدیہ انجمن کے صدر جناب شمس الدین الٰہی بخش اپنے مکتوب محررہ ۲۳ اکتوبر ۱۹۸۹ء میں لکھتے ہیں کہ — ہم بفضلہ تعالیٰ بخیریت ہیں اُمید ہے آپ بھی بخیر و عافیت ہوں گے۔ ۱۵۔ اکتوبر کے دن ہم نے میلاد النبی صلعم کی تقریب منعقد کی۔ اس مبارک موقعہ پر دو خصوصی مہمان — عبدالعزیز صاحب نائب امام برلن مشن اور ان کی بیگم صاحبہ برلن (جرمنی) سے تشریف لائے تھے۔ اس دن ان ہر دو نے بڑی عمدہ تقاریر کیں۔ ہیگ کے احمدیہ سکول کے طلباء نے بھی اس تقریب میں شمولیت کی۔ بعض بچوں نے قرآن کریم کی تلاوت کی۔

یہ مبارک تقریب بڑی کامیاب رہی۔ تین صد کے قریب احباب و خواتین نے شرکت کی۔ اختتام تقریب کے بعد ظہرانہ پر ایک غیر رسمی اجتماع ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ یہ تقریب بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ انجام پائی۔

مسٹر عبدالعزیز اور ان کی اہلیہ صاحبہ ہفتہ بھر میرے ہاں قیام پذیر رہے بیشتر وقت انہوں نے یوٹریخت، روٹرڈم اور ایمسٹرڈیم کی جماعتوں کے دورے کرنے اور احباب سے ملاقات میں گزارا۔ ان جماعتوں نے بھی عید میلاد النبی صلعم کی تقریب منائی۔ اور ان معزز مہمانوں نے ان تقاریب میں بھی تقاریر کیں۔ ان دو مہمانوں کے ساتھ ہمارا بہت اچھا وقت گزرا۔ اور آئندہ جولائی میں برلن میں ہونے والے کنونشن کے بارے میں تبادلہ خیال کیا۔ ہیگ کی جماعت کے کچھ احباب کنونشن کے انعقاد سے پہلے ابتدائی تیاریوں کے لئے برلن کے مشن ہاؤس میں جائیں گے۔

ہم ریلیجن آف اسلام اور قرآن کریم کے ڈچ ترجمہ کے لئے رقوم کی فراہمی کے لئے سوچ رہے ہیں۔ ہم انشاء اللہ جلد از جلد یہ رقوم فراہم کردیں گے۔ مہربانی فرما کر اپنی جماعت کے جملہ احباب و خواتین کو ہمارا اسلام پیش کردیں۔ آپ کی صحت و مسرت کے لئے پُرخلوص دعا کرتا ہوں۔ والسلام۔ اللہ نگہبان

آپ کا مخلص

(ایس الٰہی بخش)

اخبار و افکار

نئے دور کا آغاز کیجئے

وزیر اعظم محترمہ بینظیر بھٹو کے خلاف تحریک عدم اعتماد کی ناکامی سے ہماری قومی سیاسی تاریخ کا ایک باب بند اور مکمل ہو گیا ہے اور ایک نئے باب کا آغاز اور افتتاح ہوا ہے۔ جو باب بند ہوا ہے وہ اپنے دامن میں گذشتہ گیارہ ماہ کی تلخیاں اور شکایتیں اور الزامات اور جوابی الزامات رکھتا تھا۔ اب جو باب شروع ہونے والا ہے اس میں بھی الزامات اور محاذ آرائی کا معمول اور راج رہا اور دونوں فریقوں نے روز اول ہی سے ایک دوسرے کو گرانے کی نئی حکمت عملی وضع کرنی شروع کر دی تو یہ ایک افسوسناک رویہ اور قابل مذمت روش ہوگی۔ 23 اکتوبر کو تحریک عدم اعتماد کا نوٹس ملنے کے بعد سے سارا ملک ایک اضطراب ایک پریشانی کی گرفت میں تھا۔ سرکاری دفتروں میں کام ٹھپ ہو کر رہ گیا تھا۔ صنعت کا پہیہ سست رفتار اور سرمایہ کاری کا عمل دھیما پڑ گیا تھا۔ پورے عرصے کے اندر بھی محاذ آرائی اور ہیجانی کیفیت کا غلبہ تھا۔ ارکان اسمبلی کی حمایت حاصل کرنے کے لئے جو جو ہتھکنڈے استعمال کئے گئے وہ ایک کھلا راز ہے۔ اندیشہ تو یہ بھی تھا کہ اسمبلی کی لڑائی رائے شماری سے پہلے ہی سڑکوں پر آ جانے کی بعض طاقتور حلقوں نے اسمبلی کے اندر بھی کسی ناخوشگوار واقعہ کا اندیشہ ظاہر کیا تھا لیکن خدا کا شکر ہے کہ عوامی سطح پر کوئی محاذ آرائی نہیں ہوئی اور اسمبلی کی ساری کارروائی بھی پرسکون اور منظم انداز میں مکمل ہو گئی۔ یہ ایک اطمینان بخش بات ہے اور اس کے لئے سپیکر اور ایوان کے دونوں طرف کے ارکان مستحق مبارکباد ہیں لیکن یہ امر باعث تشویش ہے کہ نتائج کے اعلان کے بعد فریقین کے طرز عمل اور انداز گفتگو سے یہ تاثر نہیں ملا کہ کشیدگی اور محاذ آرائی کا باب بند ہو گیا ہے اور دونوں دھڑے اصلاح احوال اور مفاہمت کے پل تعمیر کرنے کی فکر میں ہیں اس کے برعکس بعض حلقوں کی طرف سے ایسی باتیں کی گئی ہیں جن سے یہ تاثر ابھرتا ہے کہ دلوں کا غبار ابھی صاف نہیں ہوا اور ابھی سے کسی آئندہ راؤنڈ کا تذکرہ شروع ہو گیا ہے۔ ایک اطلاع کے مطابق اپوزیشن کے اکابرین نے بعد از رائے شماری جو پریس کانفرنس کی ہے اس میں 12 ووٹوں کی کسر جلد پوری کر لینے کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ ادھر پنجاب میں بھی حکمران جماعت کے خلاف عدم اعتماد کی باتیں ہونے لگی ہیں۔ پی پی پی فتح کے احساس سے سرشار ہے اور اس کے کارکنوں اور ہمدردوں نے جشن فتح منانے کا اہتمام شروع کر دیا ہے۔ ہماری دانست میں یہ دونوں رویئے پسندیدہ نہیں ہیں ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ دونوں فریق اس واقعے کے بعد اپنی اپنی ماضی کی کارکردگی پر نظر ڈالتے اور یہ سمجھنے کی کوشش کرتے کہ ان سے کیا کیا غلطیاں سرزد ہوئیں اور نومبر 1988ء کے انتخابات کے بعد بڑی سیاسی قوتوں کے تعلقات کیوں خوشگوار نہیں رہ سکے اور آئندہ انہیں خوشگوار بنانے کے لئے کیا کرنا ضروری ہے۔ آئی جے آئی اور اس کے حلیف اور پی پی پی اور اس کے حامی آخر اسی ملک کے باشندے ہیں انہیں یہیں مل کر رہنا ہے۔ مزید برآں موجودہ جمہوری تجربہ کو کامیابی سے ہمکنار کرنا دونوں کی ذمہ داری ہے۔ جمہوریت سے وابستگی کے دعوے دونوں فریق ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر کرتے ہیں ضرورت اس بات کی ہے کہ ان کا عمل اس کی گواہی بھی دے۔ ہم اس مرحلہ پر فریقین سے کہیں گے کہ وہ اپنے درمیان اختلافات کی وجوہ تلاش کرنے کی بجائے اتحاد و اشتراک کے عوامل کا کھوج لگائیں اور پرامن بقائے باہم کا راستہ اختیار کریں۔ منافست اور لڑائی جھگڑا اگر چلتا رہے تو ملک میں کوئی تعمیری کام نہیں ہو سکے گا الٹا جمہوریت اور سیاستدانوں سے عام آدمی کی بیزاری کا اظہار ہونا شروع ہو جائے گا اور یہ چیز سب سے زیادہ سیاستدانوں کے لئے نقصان دہ ہوگی۔ جمہوری تجربہ کی کامیابی اور جمہوری روایت کا آگے بڑھنا سارے ملک کے بالعموم اور سیاستدانوں کے بالخصوص مفاد میں ہے اور انہیں آج سے اس بات کا عہد کرنا چاہئے کہ وہ ایسی کوئی حرکت نہیں کریں گے جو جمہوریت کو نقصان پہنچا سکتی ہو سیاستدان ماضی میں فوجی طالع آزماؤں کو الزام دیتے رہے ہیں کہ انہوں نے جمہوری تجربہ چلنے نہیں دیا اب تو انہیں فوجی قیادت سے ایسی کوئی شکایت نہیں۔ فوجی قیادت قدم قدم پر اعلان کر رہی ہے کہ وہ جمہوریت کی کامیابی چاہتی ہے اندریں حالات اگر جمہوریت کو کوئی نقصان پہنچا اور ملک پھر عسکری قیادت کے تحت جانے پر مجبور کر دیا گیا تو اس کی تمام تر ذمہ داری سیاستدانوں پر ہوگی۔ ہمیں امید ہے کہ سیاسی قیادت میں اس قدر بصیرت اور دور اندیشی ہے کہ وہ غلط روی کے مضمرات سے آگاہ ہے اور اب ایک دوسرے کو برداشت کرنے کی روش اختیار کرنا اس کے لئے ممکن ہو سکے گا۔

تحریک عدم اعتماد اور قومی معیشت

وزیر اعظم کے خلاف عدم اعتماد کی حالیہ تحریک اگرچہ جمہوری عمل کا ایک حصہ ہی سمجھی جائے گی لیکن جس پس منظر میں اور طویل محاذ آرائی کے بعد جس انداز میں اسے پیش کیا گیا اس نے پوری قوم کو اعصابی تناؤ میں مبتلا کرنے کے ساتھ ساتھ قومی معیشت پر بھی ناخوشگوار اثرات مرتب کئے ہیں۔ ایک اخباری اطلاع کے مطابق تجارتی و صنعتی سرگرمیاں متاثر ہونے سے دس ارب روپے کا نقصان ہوا اور کارخانوں میں پیداوار کم ہو گئی بعض اپوزیشن حلقوں کی طرف سے بار بار تحریک عدم اعتماد پیش کرنے کی خبر نے ملک کے تجارتی اور صنعتی حلقوں کو پریشان کر دیا ہے۔ ہمارے یہاں چونکہ جمہوریت کی جڑیں مضبوط نہیں اس لئے معمول کے جمہوری عمل سے بھی پوری قومی زندگی متاثر ہوئی ہے انتخابات کے دوران ہمیشہ غیر یقینی صورت حال سے پوری قوم دوچار ہو جاتی ہے اب جبکہ عدم اعتماد کی تحریک ناکام ہو چکی ہے اور صنعتی و تجارتی زندگی معمول پر آ رہی ہے اپوزیشن حلقوں کا فرض ہے کہ وہ کسی نئی تحریک کے ذکر سے قومی معیشت کو ناخوشگوار اثرات سے دوچار کرنے سے گریز کریں کیونکہ پاکستان جیسا غریب اور ترقی پذیر ملک اس صورت حال کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ وزیر اعظم بے نظیر بھٹو نے درست کہا ہے کہ تحریک عدم اعتماد ایک جمہوری طریقہ ضرور ہے مگر یہ مذاق بھی نہیں اور پاکستان تو یقیناً اس قسم کے مذاق کے نتائج برداشت کرنے کی سکت نہیں رکھتا

تحریک عدم اعتماد کی ناکامی

قومی اسمبلی میں متحدہ اختلاف (سی او پی) جس میں آئی جے آئی کی آٹھ نو جماعتوں کے علاوہ اے این پی، جے یو آئی، جے یو پی، پی این اے، این پی پی، پی ڈی پی اور بعض آزاد اور اقلیتی ارکان شامل ہیں کی طرف سے پیش کردہ وزیر اعظم محترمہ بینظیر بھٹو کے خلاف تحریک عدم اعتماد صرف 107 ووٹ حاصل کر کے ناکام ہو گئی ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ تحریک کے حق میں توقع سے بھی بہت کم ووٹ آئے ہیں اور اس ضمن میں حزب اختلاف کے دعوے اور اندازے یکسر غلط اور حزب اقتدار کے دعوے اور اندازے درست ثابت ہوئے ہیں۔ تحریک عدم اعتماد پیش کرنے کے جواز میں جو دلائل حزب اختلاف کے چار مقررین نے پیش کئے ہیں بلا شبہ ان میں تھوڑا بہت وزن ہے لیکن عام انتخابات اور نئی حکومت کی تشکیل کے صرف گیارہ ماہ بعد ہی حکومت کے خلاف قرارداد عدم اعتماد کا پیش کیا جانا حکومت کی مبینہ ناقص کارکردگی سے زیادہ محترمہ بینظیر بھٹو کی حکومت سے نفرت اور شخصی مخالفت کا آئینہ دار اقدام تھا۔ خاص طور سے افسوس کا مقام یہ ہے کہ جن قوتوں اور حلقوں نے تحریک بحالی جمہوریت میں پی پی پی کے شانہ بشانہ کام کیا ان سب نے بھی محترمہ بینظیر کی مخالفت پر ایکا کر لیا۔ پی پی پی یا محترمہ بینظیر بھٹو اور ان قوتوں اور شخصیتوں کے درمیان مغائرت رونما ہونے کی کچھ ذمہ داری عین ممکن ہے کہ اول الذکر حلقے پر بھی عائد ہوتی ہو لیکن ہماری رائے میں یہ قوتیں اور شخصیات بھی وزیر اعظم کے ساتھ چلنے کے لئے درکار بصیرت، دور اندیشی اور اخلاص کا مظاہرہ نہ کر سکیں۔ کسی نے صدارتی انتخاب میں پی پی پی کی حمایت نہ ملنے پر اپنے دل میں مخالفت کے جذبات کو پروان چڑھنے دیا تو کسی نے عورت کی حکمرانی کے سوال کو کفر و اسلام کا مسئلہ قرار دے کر مخالفت کا راستہ اختیار کرنے کا عزم کیا۔ ایک دوسری سیاسی قوت نے اپنا گورنر مقرر نہ کئے جانے پر پی پی پی کے خلاف انتقامی کارروائی کا راستہ اپنایا حالانکہ ایسا نہ ہونے میں پی پی پی کی عدم خواہش سے زیادہ دوسرے عوامل نے فیصلہ کن کردار ادا کیا۔ پی این اے نے نواب اکبر بگٹی کی شخصیت کے تابع محمل کا کردار ادا کیا اور پی پی پی کو اس بات کی سزا دی کہ وہ بلوچستان کے نواب وزیر اعلیٰ کے ہر مطالبہ کے آگے سر تسلیم خم کیوں نہیں کرتی رہی۔ سب سے خسارے کا سودا اور ناقابل فہم طرز عمل ایم کیو ایم کا تھا۔ ایم کیو ایم اور پی پی پی کا معاہدہ کراچی معروضی حقائق کی پیدا کردہ مجبوریوں اور تحدیدات کا آئینہ دار ضرور تھا لیکن پی پی پی کو اس کی عدم تعمیل یا عدم تکمیل کا کلیتاً ذمہ دار ٹھہرانا انصاف اور دور اندیشی کی خصوصیات کا مظہر نہیں تھا۔ سندھ کی مختلف لسانی اور نسلی اکائیوں کے تصورات اور مفادات کا تصادم عمیق اور طویل عوامل کا پیدا کردہ تھا اور کسی کا یہ توقع کرنا کہ آنکھ جھپکنے میں اس کے سارے جائز اور ناجائز، قابل عمل اور ناقابل عمل مطالبات تسلیم کر لئے جائیں، حقیقت پسندانہ روش نہ تھی۔

ہماری قطعی رائے ہے کہ ایم کیو ایم نے پی پی پی سے اپنا معاہدہ توڑ کر اپنی سیاسی زندگی کی فاش ترین غلطی کی ہے صرف اس حوالہ سے نہیں کہ تحریک عدم اعتماد کی ناکامی نے آئی جے آئی اور ایم کیو ایم کے معاہدے کو خسارے کا سودا بنا دیا ہے بلکہ اس لئے بھی ایم کیو ایم کو سندھ میں رہنا ہے اور اس کے لئے واحد معقول اور دور اندیشانہ راستہ یہ تھا کہ وہ سندھ کی بھرپور نمائندگی کرنے والی پارٹی سے تعلقات استوار رکھتی اور اگر اسے کچھ شکایات واقعی تھیں تو افہام و تفہیم اور کسر و انکسار کے رویہ سے کام لے کر ان کے ازالہ کی کوشش کرتی۔ آئی جے آئی نے صرف گیارہ ماہ بعد حکومت کے خلاف تحریک عدم اعتماد پیش کر کے اور ملک کے سب سے بڑے صوبے کے جملہ وسائل اس تحریک میں جھونک کر مرکز سے کشیدگی اور محاذ آرائی کی کیفیت میں اضافہ کیا ہے اور اس کے مضر اثرات سے صرف اس طرح بچا جا سکتا ہے کہ آئی جے آئی کی اور محاذ آرائی پسند قیادت معقولیت کی حدود میں رہنے کا فیصلہ کرے۔ تحریک عدم اعتماد پیش کرنا اپوزیشن کا مسلمہ حق ہے لیکن اس کا بھی ایک وقت، ایک انداز، ایک طریقہ ہوتا ہے ایک شخصیت کی دشمنی میں سب قوتوں کا اکٹھا ہو جانا اور منفی رویہ اختیار کرنا بالغ نظری اور دور اندیشی نہیں کہلا سکتا۔ تحریک عدم اعتماد پر ووٹنگ سے دو دن پہلے ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے ایک کہنہ مشق اور عمر رسیدہ سیاستدان نے کہا کہ ہماری موجودہ تحریک ناکام ہو گئی تو ہم تحریک پر تحریک لائیں گے اور جب تک ہم بینظیر بھٹو کو اقتدار سے علیحدہ نہیں کر لیتے ہم چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ ناپختہ اور نوعمر لوگوں سے تو اس قسم کی باتوں کی توقع کی جا سکتی ہے لیکن معمر اور بزرگ لوگوں سے اس قسم کی طفلانہ دھمکیوں اور عزائم کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ ہمیں افسوس ہے کہ ارکان کی خرید و فروخت، ان کو جس بے جا میں رکھنے، انہیں اغوا کرنے اور ان پر ہر جائز ناجائز دباؤ ڈالنے کے معاملہ میں متحدہ اپوزیشن کا ریکارڈ حزب اقتدار کے مقابلہ میں افسوسناک اور گھٹیا رہا ہے۔ یہ تو خدا کا شکر ہے کہ قومی اسمبلی کی یکم نومبر کی کارروائی پرامن، پرسکون اور ہموار طریقے سے انجام پذیر ہوئی ہے ورنہ اس حوالہ سے بھی اندیشہ ہائے دور و دراز کا اظہار کیا جا رہا تھا۔ ہماری دانست میں محترمہ بینظیر بھٹو نے صرف تحریک عدم اعتماد کا راؤنڈ ہی نہیں جیتا، اصول پرستی کی سیاست اور گھٹیا اور اوچھے ہتھکنڈوں سے اجتناب کے معاملہ میں بھی وہ اپنے حریفوں پر بازی لے گئی ہیں۔ 23 اکتوبر کو تحریک عدم اعتماد کا نوٹس دیئے جانے کے بعد ایک دو دن حکومتی پارٹی کے لئے بوجوہ پریشانی کا باعث تھے لیکن وزیر اعظم نے کسی وقت بھی گھبراہٹ اور اعصابیت زدگی کا مظاہرہ نہیں کیا بلکہ مشکل حالات میں ان کی قائدانہ صلاحیتیں اور بھی نکھر کر سامنے آ گئیں۔ تحریک عدم اعتماد کی ناکامی کے بعد بھی وزیر اعظم نے مدبرانہ اور متوازن گفتگو کی ہے اور جمہوریت اور ملک کے مفاد میں تمام متوازن اور اعتدال پسند قوتوں سے تعاون کی خواہش کا اظہار کیا ہے۔ فتح کے مرحلہ میں اس قسم کی مصالحانہ گفتگو قابل تعریف ہے۔ جیسا کہ وزیر اعظم نے کہا ہے عدم اعتماد کی تحریک کوئی مذاق نہیں کہ اس سے ساری قومی زندگی کا کاروبار ٹھپ ہو کر رہ جاتا ہے اور عوامی اور سیاسی قوتوں کی چھپی ہوئی کمزوریاں بھی عوام کے سامنے بے نقاب ہو جاتی ہیں اس لئے آئینی اور جمہوری گنجائشوں، اجازتوں اور طور طریقوں کو بازیچہ اطفال نہیں بنایا جانا چاہئے۔ ہمیں توقع ہے کہ جملہ سیاسی قوتیں حالیہ تجربے سے کچھ سبق سیکھیں گی اور اس کی روشنی میں اپنے اپنے طرز عمل کی اصلاح کرنے کی کوشش کریں گی اور "12 ارکان کی کسر" جلد پوری کرنے کے شوق میں ملک کو پھر کسی بحران سے دوچار نہیں کریں گی۔

پی پی پی نے اپنی حکومتی زندگی کے سب سے بڑے چیلنج سے عہدہ برآ ہو کر ایک بڑی کامیابی حاصل کی ہے لیکن جس طرح ایک انتخابی معرکہ سیاستدانوں کے لئے اپنے اندر بڑے سبق رکھتا ہے اور وہ اس سے اسی طرح نتائج اخذ کرتے ہیں جس طرح ایک جرنیل ایک جنگ لڑ کے کرتا ہے، اسی طرح ایک تحریک عدم اعتماد کا تجربہ بھی متعلقہ سیاسی شخصیتوں کے لئے اپنے اندر بڑے سبق رکھتا ہے اور ہمیں یقین واثق ہے کہ محترمہ بینظیر بھٹو نے بھی گذشتہ دس بارہ دنوں میں بڑے سبق سیکھے اور متعدد نتائج اخذ کئے ہوں گے۔ تحریک عدم اعتماد کے پیش ہونے تک ان پر اور ان کی حکومت پر تنقید کرنا ایک فیشن بن چکا تھا اور بعض ایسے لوگ جو خود ذہنا نابالغ تھے، پی پی پی کی پوری ٹیم کو نابالغ قرار دینے کے بڑے شوقین تھے، بہتر ہو کہ وہ اب اپنے ذہنی بلوغ کی حالت کا جائزہ بھی لے لیں۔ پی پی پی کی ٹیم نے حالیہ لڑائی بڑی مہارت اور چابکدستی سے لڑی ہے۔ لیکن ہمیں امید ہے کہ اس دوران وزیر اعظم کے سامنے جو حقائق آئے ہیں اور اپنی جماعت اور حکومت کی جو کمزوریاں ان پر واضح ہوئی ہیں، وہ ان کی روشنی میں اصلاحی اور تعمیری اقدامات کریں گی تاکہ ان کی حکومت اور ٹیم کی کارکردگی پہلے کے مقابلہ پر مزید بہتر ہو سکے اور ان کے لئے اپنے وعدوں، دعووں اور منشور کے مطابق عوام کی خدمت کرنا ممکن ہو سکے۔ بی بی سی نے تحریک کی ناکامی کے بعد اپنے تبصرے میں کہا ہے کہ ہارنے والوں نے فیصلے کو دل سے قبول نہیں کیا۔ یہ اندازہ اگر درست ہے تو اسے ایک افسوسناک امر ہی قرار دیا جائے گا۔ وزیر اعظم نے کامیابی کے بعد جو تقریر کی ہے اس میں صاف لفظوں میں کہا گیا ہے کہ ان کے دل میں کسی کے خلاف رنجش یا کدورت یا کینہ نہیں ہے اور وہ جمہوریت کے تحفظ اور فروغ کے لئے اپوزیشن کے معتدل ارکان کی طرف تعاون کا ہاتھ بڑھاتی ہیں۔ اپوزیشن کے دانشمند، بالغ نظر اور دور اندیش حلقوں کو اس پیشکش کا مثبت جواب دینا چاہئے اور ان لوگوں کا آلہ کار نہیں بننا چاہئے جو اب بھی دھمکیاں دے رہے ہیں کہ وہ موجودہ حکومت کو گرا کر چھوڑیں گے۔ یہ غیر تعمیری اور طفلانہ ردعمل ہے اور اس کا مظاہرہ کرنے والوں کو خود ہی اس کے اثرات بد سے دوچار ہونا پڑے گا۔ قومی ضرورت مفاہمت اور مصالحت کی ہے اور تمام فریقوں کو اپنے طرز عمل سے ثابت کرنا چاہئے کہ وہ اس راستہ کو درست سمجھتے ہیں۔ پی پی پی کو بھی یہ جائزہ لینا چاہئے کہ فریق مخالف کو محاذ آرائی کی راہ پر ڈالنے میں اس کی کسی کوتاہی کو تو دخل نہیں۔ ایسا ہے تو اسے بھی اپنے طرز عمل کی اصلاح کی راہ اختیار کرنی چاہئے۔ وزیر اعظم نے تسلیم کیا ہے کہ ان کے وزیروں سے بھی غلطیاں ہوئی ہیں اب ان کا اعادہ نہیں ہونا چاہئے اور وزیر اعظم کو پرانے دوستوں کو منانے اور نئے دوست بنانے کی خصوصی فکر کرنی چاہئے۔

راہِ وفا کے مسافر

حضرت حکیم مولانا محمد یحییٰ رح

انیسویں صدی کے آخری نصف میں عوام الناس ظہورِ مہدی و نزول مسیح کے شدت سے منتظر تھے۔ کیونکہ چودھویں صدی ہجری کا آغاز قریب تھا۔ اور یہ صدی پیشگوئیوں کے مطابق ان اُمور کے لئے متعین تھی۔ اسی زمانہ میں ضلع ہزارہ کے قصبہ مانسہرہ کے قریب جانب غرب ایک چھوٹے سے گاؤں دبیگراں میں ایک صالح بزرگ محمد سعید رہتے تھے جو اپنے علم و تقویٰ کی وجہ سے کافی شہرت رکھتے تھے اور صاحب خوارق و کرامات ہونے کی وجہ سے مرجع خلائق تھے۔ وہ خود حضرت سید امیر علیہ رحمتہ المعروف ملاں صاحب کوٹھہ کے مرید خاص و ماذون خلیفہ تھے۔

حضرت سید امیران بزرگوں میں سے ہیں۔ جنہوں نے ۱۲۹۲ھ میں یہ پیشگوئی کی تھی کہ امام مہدی پیدا ہو چکا ہے۔ وہ اس وقت جوان ہے۔ اور عنقریب ظاہر ہوگا۔ حضرت بانی سلسلہ کی کتاب "تحفہ گولڑویہ" میں اس کا ذکر موجود ہے۔

مولینا محمد سعید علیہ رحمتہ اپنے گاؤں کی مسجد میں وضو فرما رہے تھے کہ اُن کی نظر چودھویں صدی ہجری کے محرم کے چاند پر پڑی۔ آپ نے اپنے اردگرد جمع شدہ لوگوں کو مخاطب کرکے فرمایا۔ آج چودھویں صدی کا پہلا دن شروع ہوگیا ہے ظہور مہدی اس صدی کے سر پر ہونے والا ہے۔ شاید ہم بھی اس کا زمانہ پالیں۔ ان کی یہ آرزو پوری نہ ہوئی وہ حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ سے پہلے ہی ۱۳۰۷ھ میں وفات پاگئے۔ البتہ اپنی وفات سے چند روز پہلے اپنے ایک دوست کے ذریعے یہ اطلاع ملی کہ ایک شخص نے جو پنجاب کا رہنے والا ہے تائید دین میں ایک عظیم الشان کتاب لکھی ہے جس میں تمام مذاہب باطلہ کو مقابلہ کی دعوت دی ہے آپ نے فرمایا کہ "ایسا انسان نہایت مبارک ہے اس کی زیارت کرنی چاہیئے۔"

مولینا محمد سعید رح کی زندگی کے دو واقعات جن کا اس مضمون سے تعلق ہے قابلِ ذکر ہیں۔ ایک مرتبہ اُنہوں نے اپنے بیٹے محمد یحییٰ کو فرمایا کہ تم جب اپنی مُہر بناؤ تو اس کے نگینہ میں یہ قرآنی الفاظ کندہ کروانا۔

"یا یحییٰ خذ الکتاب بقوۃ"

اس زمانے میں طبقہ علماء میں ایسی مہریں بنوانے کا عام رواج تھا۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ اپنی وفات سے ایک روز قبل ہی انہوں نے خاموشی اختیار کرلی اور ایک گونہ دنیا سے انقطاع کرکے اپنی توجہ پیش آمدہ سفر پر مرکوز کرلی اور ذکرِ الٰہی میں مشغول ہوگئے۔ ان کے دونوں نوجوان بیٹے محمد یحییٰ رح اور محمد یعقوب رح ان سے بار بار کچھ بولنے اور وصیّت کرنے کو کہتے تھے۔ ان کے بہت اصرار پر فرمایا کہ ایک وعدہ کرو کہ تم مجھے اپنے حال پر چھوڑ دو گے اور باتیں کرنے کے لئے پھر نہ کہو گے تو ایک بات تم سے کہتا ہوں انہوں نے وعدہ کیا تو فرمایا

"میں نے تمہارے حق میں بہت دُعائیں کی ہیں مجھے اُمید ہے اللہ تمہیں ضائع نہ کرے گا قرآن کو مضبوطی سے پکڑے رہنا اور دوکان داروں کے پیچھے ہرگز نہ پھرنا (ان کی مراد پیروں اور سجادہ نشینوں سے تھی) امام برحق کا ظہور ہونے والا ہے تم اس کے پاس دوڑ کر جانا اور دنیا کے لعن طعن کی پرواہ ہرگز نہ کرنا۔"

حضرت مرزا صاحب نے جب دعویٰ کیا تو چاروں طرف سلسلہ دعوت و تحریک شروع کردیا۔ جہاں کسی شخص کا علم ہوتا کہ وہ دعوت کا خاص طور پر اہل ہے تو اُسے براہِ راست بھی تحریک فرماتے۔ انہیں مولوی محمد یحییٰ رح اور ان کے بھائی محمد یعقوب رح کا پتہ مرزا اعظم بیگ صاحب سے ملا۔ یہ بزرگ حضرت صاحب سے تعلق رکھتے تھے۔ اور دورانِ بندوبست ضلع ہزارہ میں نائب مہتمم بندوبست کے عہدہ پر متعین رہ چکے تھے۔ بوجہ ارادت مولانا محمد سعید رح کے پاس آیا کرتے تھے اور اس خاندان سے متعارف تھے۔ حضرت صاحب نے اپنی دو کتب "آئینہ کمالات اسلام" اور "حمامۃ البشریٰ" مولوی محمد یحییٰ صاحب کو بذریعہ ڈاک بھیجیں۔ پیکٹ کے باہر اپنی قلم سے یہ الفاظ لکھے۔

"یا یحییٰ خذ الکتاب بقوۃ"

مولوی صاحب پر ان الفاظ کا گہرا اثر ہوا اور اپنے والد مرحوم کی بات یاد آئی جب انہوں نے مہر کے سلسلہ میں یہی الفاظ فرمائے تھے۔ اور ان کو محسوس ہوا کہ ان دونوں واقعات کا آپس میں باطنی تعلق ہے ابھی کتاب آدھی ہی پڑھی تھی کہ حضرت صاحب کے دعویٰ کی صداقت کا یقین ہوگیا۔ وفاتِ مسیح اور نزول مسیح کا امت محمدیہ کے کسی فرد کے وجود میں ہونا ان کی سمجھ میں آگیا اور اطمینانِ قلب نصیب ہُوا۔ فوراً بیعت کی درخواست بھیجی اور اپنی والدہ کی علالت کا ذکر کرکے لکھا کہ افاقہ ہونے پر حاضری و زیارت کی سعادت حاصل کریں گے۔ حضرت صاحب نے قبولیت بیعت کے خط میں یہ بھی تحریر فرمایا کہ بیمار والدہ کی خدمت ہمارے پاس آنے پر مقدم ہے جب تک ان کی صحت سے متعلق اطمینان نہ ہو سفر قادیان کا عزم نہ کریں۔ بیماری لمبی ہوگئی اور بالآخر مریضہ وفات پاگئیں تو ۱۸۹۶ء میں وہ حضرت صاحب کی خدمت میں پہلی بار حاضر ہوئے۔ مولوی محمد یحییٰ رح کے چھوٹے بھائی مولوی محمد یعقوب رح نے شروع شروع میں بہت مخالفت کی حتیٰ کہ حضرت صاحب کی کتاب غائب کردیتے اور بڑے بھائی کو دق کرتے لیکن جب مولوی محمد یحییٰ صاحب قادیان سے ہو کر آئے تو کوئی ایسا رنگ ساتھ لائے جس کی تاثیر سے مولوی صاحب کا دل بھی موم ہوگیا اور اگلے ہی سال یعنی ۱۸۹۷ء میں مع اپنے بیٹے محمد اسحاق کے حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوکر بیعت سے مشرف ہوئے اور ایسے گداز ہوئے کہ ایک نیا وجود پایا۔

قادیان سے واپسی پر مولوی محمد یحییٰ صاحب نے ایک خاص جوش اور ولولہ کے ساتھ اس تحریک کو دوسروں تک پہنچانے کی مہم شروع کردی۔ وہ ایک ایک آدمی کے پاس جن کا تعلق ان کے خاندان کے ساتھ رہا تھا یا ان کے والد مرحوم کا عقیدت مند یا شاگرد تھا پہنچے حق کا قبول کرنا ہر زمانہ میں مشکل ترین امر ہے اس دور کی مشکلات بھی کچھ کم نہ تھیں۔ ہر طرف طوفان مخالفت بپا تھا۔ تاہم اللہ تعالےٰ نے مولوی صاحب کی سعی کو مشکور فرمایا۔ اور چند نفوس سلسلہ میں داخل ہوگئے جو پیش آمدہ مشکلات کا بڑی استقامت سے مقابلہ کرتے رہے اور جنہوں نے راہِ حق میں ہر قربانی کو اپنے اوپر سہل سمجھا۔ اور ان میں ایسی خصوصیات کا مشاہدہ ہُوا ہے جو ایک انسان کو اپنے ہم جنسوں میں ممتاز کردیتی ہیں۔ ان لوگوں کی زندگیاں حضرت صاحب کی ایک بشارت کو کس قدر ایمان افروز ثابت کرتی ہیں۔ جو آپ نے فرمایا تھا۔

> لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود
> ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

ابتدائی زمانہ میں احمدیت قبول کرنا ہاتھ میں انگارہ پکڑنا تھا۔ چاروں طرف فتنہ کی آگ بھڑکی ہوئی تھی۔ لیکن حق میں کچھ ایسی تاثیر ہوتی ہے

کہ ہر تلخی شیرینی بن جاتی ہے۔ اور کوئی مشکل مشکل نظر نہیں آتی۔ ماسوا اِلٰہی کی موجودگی تقویت قلبی کا موجب تھی۔ کوئی مصیبت پیش آتی تو حضرت صاحب کی خدمت میں خط لکھا جاتا۔ ان کی طرف سے تسلی بخش جواب آنے پر دل کو طمانیت نصیب ہو جاتی تھی۔ اور کوئی خوف یا غم باقی نہ رہتا تھا۔ اس دور کے چند واقعات کا کسی قدر تفصیل سے ذکر کرنا خالی از لطف نہ ہوگا اور قارئین کے لئے ازدیاد ایمان کا موجب ہوگا تاہم بخوف طوالت بیان سے معذوری ہے۔

دسکیراں میں مخلصین کی ایک جماعت قائم ہو چکی تھی ایک گروہ نوجوان احمدی طلباء کا مسجد میں زیر تعلیم رہنے لگا تھا۔

حضرت مولوی محمد یحییٰ اور ان کے رفقاء کی زندگیاں نشاناتِ الٰہی سے معمور تھیں اور ہر موقع پر انہیں اپنے ارادوں اور نیک اعمال میں چٹانوں کی طرح مضبوط پایا گیا۔ لوگوں کی مخالفت کی انہوں نے کبھی پرواہ نہیں کی اور ان کا مخالف کبھی بھی کامیاب نہ ہوا۔ بلکہ بعضوں کو اللہ تعالیٰ نے اس حد سے بڑھی ہوئی شرارت کی سزا بھی دے کر عبرت کا نشان قائم کیا۔ ہر سلسلہ میں کئی واقعات بیان کئے جا سکتے ہیں۔ اور احمدیت کی تاریخ اس قسم کے ہزارہا واقعات سے بھری پڑی ہے خصوصاً اس کے پہلے دور میں اس قدر نشانات ظاہر ہوئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا طاقتور ہاتھ لاکھوں انسانوں نے بارہا اپنی آنکھوں سے دیکھا اور یہ بات چشم بصیرت کے لئے روزِ روشن کی طرح ظاہر ہو گئی کہ یہ خدائی تحریک ہے۔

مولوی محمد یحییٰ صاحب کی زندگی بھی ایک ایسی مثال کی حیثیت رکھتی ہے۔ جب ان کے والد کا انتقال ہوا تو وہ نوجوان تھے۔ باپ کا سایہ سر سے اُٹھ جانے پر انہیں اور ان کے چھوٹے بھائی مولوی محمد یعقوب کو طرح طرح کی مشکلات کا سامنا تھا کہ قبولیت احمدیت کی وجہ سے ان پر مصائب و شدائد کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ لیکن انہوں نے بڑی ثابت قدمی سے مقابلہ کیا اور ہر حال میں اپنے ایمان اور خودداری کو ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ آپس میں دونوں بھائیوں کی محبت کا یہ رنگ تھا کہ اگر کسی دو انسانوں پر یہ مثل صادق آ سکتی ہے "دو قالب و یک جان" تو ان پر بھی صادق آتی تھی جب تک زندہ رہے ایک دوسرے سے کسی رنگ میں بھی جدائی اختیار نہیں کی۔

حضرت مولوی محمد یحییٰ بڑے فہیم و مدبر انسان تھے چھ سات سال کی عمر تھی تو ان کے والد انہیں اپنے پیر حضرت سید امیر صاحب کوٹھہ کی خدمت میں لے گئے۔ حضرت صاحب موصوف مراقبہ کرتے اور مریدوں کو توجہ دیا کرتے تھے۔ مولوی محمد یحییٰ صاحب نے اپنے خورد سال بیٹے کو حضرت صاحب کے سامنے بٹھایا تو آپ نے توجہ کی اور پشتو زبان میں فرمایا۔

"یحییٰ ڈیر لوئے استعداد لری"

یعنی یحییٰ بڑی استعدادوں کا مالک ہے بعد کے واقعات نے اس مرد کامل کی اس بشارت کو سچا ثابت کیا۔

جب حضرت بانی سلسلہ کے دعویٰ سے اطلاع پائی تو اس کی قبولیت میں ذرا بھر تردد پیش نہ آیا۔ پہلی بار حضرت صاحب کی خدمت میں ۱۸۹۶ء میں حاضر ہوئے اور اس کے بعد بار بار جاتے رہے۔ جب بھی جاتے واپسی کی اجازت چاہتے تو حضرت صاحب مزید قیام کا ارشاد فرماتے۔ فروری ۱۹۰۸ء میں گئے اور دو ماہ رہنے کے بعد واپسی کی اجازت مانگی اور زمینداری کے کاموں کا عذر پیش کیا تو حضرت صاحب نے فرمایا فصل تو لو آئے ہیں کٹائی کب ہو گی؟ جواب دیا "مئی میں" تو حضور نے فرمایا۔ "مئی تو ابھی دور ہے" چنانچہ وہ ٹھہر گئے۔

حضرت صاحب کی زندگی میں بھی مولوی محمد یحییٰ کا مولانا نور الدین سے خاص دلی تعلق تھا لیکن ان کے بعد تو یہ تعلق عشق کا رنگ اختیار کر گیا جب مولانا نور الدین گھوڑی سے گرنے کی وجہ سے بہت بیمار ہوئے تو چھ ماہ تک یہ آپ کی خدمت میں رہے اور ان کے گھر میں رہ کر ان کی تیمارداری میں مصروف رہے۔ ۱۹۱۳ء میں آپ کے فرزند رشید حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور ایدہ اللہ تعالیٰ قادیان تشریف لے گئے۔ مولانا نور الدین صاحب اس وقت مسجد مبارک میں درس حدیث دے رہے تھے انہیں اس بارے بتایا گیا تو درس چھوڑ کر انہوں نے آپ کو گود میں لے لیا اور بہت پیار کیا اس حالت میں دیر تک ان کے والد کا تذکرہ کرتے رہے۔ فرمانے لگے "اس لڑکے کے باپ نے میری جو خدمت کی ہے وہ نہ کسی کا بھائی کر سکتا ہے نہ ماں نہ بیٹی اور نہ بیوی کر سکتی ہے۔"

مولوی محمد یحییٰ صاحب کی فطرت میں وفاداری، خدمت گزاری اور مریضوں کی تیمارداری کا ملکہ اللہ تعالیٰ نے خصوصیت سے ودیعت فرمایا ہوا تھا۔ اپنے دوستوں کے لئے ہر قسم کا ایثار کرنے کے لئے تیار رہتے تھے۔ دوسروں کے غموں میں شریک ہونے اور مشکلات میں کام آنے اور صلہ رحمی میں فقید المثال انسان تھے۔ غریب سے غریب آدمی کے ساتھ اس کے کام کے لئے چل پڑتے تھے۔ اور اپنے اثر و رسوخ کو جو بوجہ حکیم حاذق ہونے کے انہیں میسر تھا حاجتمندوں اور مظلوموں کی حمایت کے لئے استعمال کرنے میں وہ ہمیشہ مستعد رہتے تھے۔ اپنی جماعت کے علاوہ ان کی ہمدردیاں عالمگیر تھیں بلکہ مصیبت میں دشمن کی مدد کرنے سے بھی دریغ نہ کرتے تھے۔ گاؤں کے ایک شخص سے جو احمدیت کا شدید مخالف تھا کسی عزت کے معاملہ میں قتل ہو گیا اور اُسے پھانسی کا حکم ملا۔ اس وقت اس کا باپ اور بھائی بھی حوالات میں تھے۔ اور گھر میں کوئی چارہ جوئی کرنے والا نہ تھا۔ مولوی صاحب بغیر کسی کے اظہار کئے پشاور گئے اور مجرم کی طرف سے چیف کمشنر کے پاس رحم کی درخواست دی اور مرزا غلام صمدانی صاحب نے جو اس وقت میر منشی تھے اور مولوی صاحب کے مخلص دوست تھے سفارش کر کے درخواست ...... منظور کرائی۔ وہ شخص پھانسی سے چھوٹ کر کالے پانی کی میعاد قید گزار کر جب گھر واپس آیا تو پھر مخالفت شروع کر دی۔ لیکن مولوی صاحب نے کبھی بھی اپنا احسان نہ جتلایا۔

مولوی محمد یحییٰ بڑے عابد انسان تھے۔ سفر و حضر میں قرآن کریم پڑھتے رہتے تھے جو انہوں نے پندرہ سال کی لگاتار کوشش سے خود حفظ کر لیا تھا۔ مجھے یاد نہیں کہ انہوں نے کبھی تہجد کی نماز چھوڑی ہو۔ رات کا تھوڑا حصہ سوتے پھر اُٹھ کھڑے ہوتے گھنٹوں نماز میں کھڑے رہتے اور سجدوں میں اس قدر روتے تھے کہ چیخیں نکلتی تھیں۔ اور سجدہ کی زمین آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھی۔ آخر عمر تک سوائے حالت مرض کے نماز کھڑے ہو کر ہی پڑھتے تھے ایک دفعہ وہ بیمار ہو گئے تو ایک سال تک میں ان کے ساتھ ایک ہی کمرے میں سویا جونہی آدھی رات گزر جاتی تو ان کے قرآن پڑھنے اور رونے کی آواز آنی شروع ہو جاتی اور مجھے اپنی کمزوری پر ندامت محسوس ہوتی اور میں بھی اُٹھ بیٹھتا۔ مولوی صاحب کو ۱۹۳۳ء میں حج بیت اللہ کی سعادت بھی نصیب ہوئی اس سفر میں ان کا بھتیجا حکیم محمد اسحاق اور ایک احمدی دوست منشی محمد زمان بھی ان کے ہمراہ تھے۔

اخلاق کے لحاظ سے بھی اللہ تعالیٰ نے مولوی محمد یحییٰ صاحب کو ایک بلند مقام عطا فرمایا تھا۔ آپ خاموشی کو پسند کرتے اور بیہودہ اور لغویات چیت سے انہیں بڑی نفرت تھی آپ کی گفتگو نہایت معقول اور پاکیزہ ہوتی تھی۔ کوئی فحش کلمہ یا کسی کی بدخواہی کی بات کبھی بھی آپ کی زبان سے سننے میں نہیں آئی۔ آپ بلند کردار اور اولوالعزم اور جفاکش تھے اور دنیوی معاملات میں بھی بڑے مدبر اور دانشمند انسان تھے۔ استغنا، دیانت، ایفائے عہد اور معاملات کی صفائی میں آپ بے مثال سمجھے جاتے تھے۔ مانسہرہ میں ہندوؤں کی کافی آبادی تھی یہ لوگ بھی آپ کا از حد احترام کرتے تھے۔ یہ انہیں بزرگ مانتے تھے اور اپنی بعض مشکلات میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے

باقی بر صفحہ ۸ کالم ۴

محترمہ زبیدہ محمد احمد کے قلم سے

ہمارا ——— دُعائیہ

محترم احباب و خواتین! السلام علیکم۔

اللہ کے فضل و کرم سے ہم پھر ایک اجتماع کی شکل میں ... دعائیہ میں اکٹھے ہوئے ہیں۔ یہ ایک مقناطیسی کشش ہے جو ہمیں اس طرح کھینچ کر یہاں لاتی ہے۔ جس طرح ایک مقناطیس ہے کہ بکھرے ہوئے ذرات کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ اور ہم سب ایک روحانی رشتہ میں ایک دوسرے سے بندھے یہاں جمع ہوتے ہیں۔

آج میں آپ کے سامنے اس دعائیہ کی اہمیت کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتی ہوں۔ جو کچھ میں آپ کے سامنے بیان کروں گی وہ کوئی نئی باتیں نہیں ہیں۔ آپ بخوبی انہیں جانتے ہوں گے۔ لیکن اچھی بات کا بار بار ذکر ذہن میں گہرا نقش بٹھا دیتا ہے۔ جس سے فائدہ ہوتا ہے۔

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اس دعائیہ میں سال میں ایک مرتبہ جماعت کے تمام افراد کا جمع ہونا اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوتا ہے۔ حضرت صاحب نے فرمایا ہے کہ اس جلسہ کو عام جلسوں کی طرح مت سمجھیں۔ . . . . اس لئے اس میں شمولیت اپنے لئے لازمی سمجھنی چاہیئے۔ اور سال میں یہ چار۔ پانچ روز ہم دنیا کے دھندوں کو چھوڑ کر اللہ کے لئے خاص کر لیں۔

ایک ظاہری غرض جو اس طرح اکٹھے ہونے سے پوری ہوتی ہے وہ باہمی میل جول ہے آپس میں ایک رابطہ قائم ہوتا ہے۔ جو صرف ذاتی میل جول سے بڑھتا ہے یہ اجتماع اس غرض کو پورا کرتا ہے۔ آجکل کی مصروف اور بھاگ دوڑ کی زندگی میں باہمی میل ملاپ کا وقت کہاں رہ گیا ہے۔ اگرچہ دنیا ذرائع آمد و رفت کی وجہ سے سکڑ کر چھوٹی ہو گئی ہے لیکن طرز زندگی ایسی ہو گئی ہے کہ اس سے انسانوں کے درمیان باہم فاصلے طویل ہو گئے ہیں۔ ہم یہاں ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ محبت اور اخوت کے جذبات نشو و نما پاتے ہیں۔ ایک دوسرے کے احوال کا علم ہو جاتا ہے۔ جو باہمی تقویت کا موجب ہوتا ہے۔ لیکن سالانہ اجتماع کی اصل غرض اس ظاہری غرض سے کہیں بڑھ کر ہے۔

ان تین چار دنوں میں ہم ایسی مجالس میں شرکت کرتے ہیں جہاں علم و حکمت کی باتیں ہوتی ہیں۔ اپنے عالم بزرگوں کی تقاریر اور دوسری ایسی باتیں سنتے ہیں جن سے نہ صرف ہمارا ایمان تازہ ہوتا ہے بلکہ دلوں کو وہ تقویت ملتی ہے جسے حاصل کرنے کی ضرورت آج سے زیادہ اس سے پہلے کبھی نہیں تھی۔

ہم جن حالات سے گذر رہے ہیں ان کی تفصیل میں جانے کی میں ضرورت نہیں سمجھتی لیکن یہ وقت ہمارے لئے خصوصاً بہت آزمائش کا ہے۔ آئے دن کوئی نہ کوئی دل شکنی اور حوصلہ شکنی کی بات یا واقعہ پیش آتا رہتا ہے۔ اس سے دل بجھنے لگتے ہیں اور حوصلے بھی پست ہو سکتے ہیں۔ لیکن جب ہم دعائیہ کے موقع پر ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو وہ بلند حوصلہ جس کے مالک ہمارے پیر و جوان سبھی ہیں ایک دوسرے میں بجلی کی طرح سرایت کر جاتا ہے۔ ہم میں سے کم حوصلہ رکھنے والے بھی جب یہ دیکھتے ہیں کہ ہم اکیلے نہیں ہیں۔ ہم ایک ہیں اور سب سے بڑھ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے اور وہی دلوں میں ہمت اور حوصلہ پیدا کرنے والا ہے تو ہمارے اندر پھر سے تقویت کا احساس پیدا ہونے لگتا ہے۔ کہ چاہے حالات کچھ بھی ہوں ہم مایوس نہیں ہونگے۔ نہ تو زندہ خدا اور زندہ نبیؐ پر ہمارا ایمان کمزور ہوگا اور نہ ہمارے ان عقائد میں کوئی لغزش آئے گی کہ حضرت مرزا صاحب چودھویں صدی کے مجدد ہیں۔ ہمارا یہ پورا یقین ہے کہ مجدد زماں اپنے دعوے میں سچے ہیں اور ہم حق پر ہیں۔

سالانہ اجتماع اسی غرض کو نہایت عمدگی سے پورا کرتا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس موقع پر ہم تمام دنیا کے سامنے یہ اعلان کرتے ہیں کہ ہم کیا ہیں۔ اور ہمارے عقائد کیا ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ لوگ کانوں سے تو سنتے ہیں لیکن ان کے دل بند ہیں۔ جلسہ میں جو کچھ کہا جاتا ہے . . . .

. . . .

دعائیہ میں شمولیت نہ صرف بڑوں کے بلکہ ہمارے بچوں کے لئے بھی نہایت ضروری ہے۔ بچوں کو جلسہ میں ساتھ لانے کا مقصد یہ ہے کہ وہ بھی جان لیں اور ان کے چھوٹے چھوٹے ذہنوں اور دلوں میں بھی یہ باتیں بیٹھ جائیں۔ اور وہ بھی اپنے آپ کو پہچان جائیں کہ ہم کون ہیں اور کیوں ہیں؟ بڑے ہو کر صرف رسماً احمدی نہ کہلائیں کیونکہ ان کے والدین احمدی ہیں۔ بلکہ ان کے اندر ایک یقین واثق مد مد ہو جائے کہ سچائی کا راستہ اور صراط مستقیم یہی ہے۔

اجتماع کے ایام میں پانچوں نمازیں با جماعت پڑھی جاتی ہیں۔ ویسے تو ہر جا میں نمازیں با جماعت ہی پڑھی جاتی ہیں لیکن اندرون ملک اور بیرون ملک سے آئے ہوئے جماعت کے تمام لوگوں کا با جماعت نمازیں پڑھنا کچھ اور ہی اہمیت رکھتا ہے۔ جب سب مل کر اللہ کے حضور پانچ وقت حاضر ہوتے ہیں۔ اور اس سے کہتے ہیں ایاک نعبد وایاک نستعین تو یقیناً اللہ کے حضور یہ اجتماعی التجا ضائع نہیں جا سکتی۔ جب سب مل کر اللہ کی تسبیح کرتے ہیں اور اسی کو یاد کرتے ہیں تو اس عبادت کا لطف اور مقام عالم محسوسات سے بلند تر ہوتا ہے۔ جس کی لذت آپ خود ہی محسوس کر سکتے ہیں۔ سب سے بڑھ کر فجر کی نماز اور با جماعت دعائیں اپنے اندر ایک خاص اثر رکھتی ہیں۔ صبح کی نماز کا اللہ تعالیٰ کے حضور ایک خاص مقام ہے۔ قرآن کریم میں اس کا خاص طور پر یہ ذکر فرمایا گیا ہے کہ اس نماز کے وقت دونوں وقت کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ اس لئے ان نمازوں میں شمولیت۔ اجتماع کی ایک خاص کشش ہے۔ اس طرح کی نماز بھلا گھروں میں بیٹھ کر کہاں نصیب ہوتی ہے۔ یہ ایام تو خوش نصیب لوگوں کو میسر آتے ہیں۔ اور جو ہم میں سے نماز کے معاملہ میں کوتاہی کرتے ہیں وہ بھی ان کا اثر لئے بغیر واپس نہیں جاتے۔ ان کی قدر و قیمت ان لوگوں کو زیادہ معلوم ہے جو کہ باہر کے ملکوں میں رہتے ہیں اور مرکز سے دور ہیں۔

ایک اور خصوصیت جو جلسہ میں ہے وہ یہ ہے کہ اس کی برکت سے ہمارے دل کھل جاتے ہیں۔ ہم اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ مال تو خرچ

ہو ہی جاتا ہے۔ ہم دن رات اپنی ضروریات پر پیسہ بے دریغ خرچ کرتے ہیں لیکن جو مال اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے وہ اصلی بچت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مال کو جو اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے مومنوں کا نور کہا ہے۔ جو کہ قیامت کے دن ان کے آگے آگے جائے گا۔ اس کی برکت سے ہم اپنے لئے تھوڑا تھوڑا نور جمع کرتے ہیں۔ یقین جانئے کہ اس سے بڑھ کر ہمارے لئے اور کوئی بھلائی نہیں ان ایام میں جب چندہ کی اپیل کی جاتی ہے تو جس جذبہ کے تحت لوگ اپنے مال پیش کرتے ہیں وہ ان پر محض اللہ کا فضل ہوتا ہے اور اس نظارہ سے کوئی شخص بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہر شے کی زندگی پانی سے ہے وجعلنا من الماء کل شیٔ حیّ۔ چاہے انسان ہوں یا حیوان یا جمادات سب پانی سے زندہ ہیں۔ انسان کے جسم میں تقریباً ۷۵٪ پانی ہی ہوتا ہے۔

اگر پانی نہ ملے تو تمام زندہ چیزوں کی زندگی جلدی ختم ہو جائے۔ اس کا مشاہدہ بھی ہم کرتے رہتے ہیں۔ خشک اور مردہ زمین بارش کے بعد کس طرح زندہ ہو جاتی ہے پھر پھلتی اور لہلہاتی ہے یہی حال ہر زندہ شے کا ہے۔ پیاس کی شدت کو ہم سب جانتے ہیں جس طرح ہماری جسمانی زندگی کی نشوونما پانی سے ہے اس کے متوازی ایک اور زندگی جاری ہے۔ اور وہ ہماری روحانی زندگی ہے۔ اس زندگی کے لئے جس پانی کی ضرورت ہے وہ بھی آسمان سے نازل ہوتا ہے۔ اور وہ ہے وحی کا نزول جو کہ بارش کی طرح آتا ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ کہ اس سے مُردہ چیزیں زندہ ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح اللہ کی وحی کے نزول سے رُوح زندگی پاتی ہے۔ مردہ انسان اور مردہ قوتیں زندہ ہوتی ہیں۔ ازل سے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر یہ رحمت دنیا کو روحانی زندگی دینے کے لئے پہنچاتے رہے ہیں لیکن سب سے بڑھ کر یہ روحانی رحمت اور برکات دنیا کو نبی کریم صلعم پر اللہ تعالیٰ کی وحی اور کلام یعنی قرآن کے نزول سے عطا ہوئیں۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلعم کو اللہ تعالیٰ رحمۃ للعالمین فرماتا ہے

نبی کریم صلعم کے زمانہ میں تو آپ کے صحابہ کرامؓ کی روحانی زندگی اتنی اعلیٰ اور ارفع تھی کہ اس کی مثالیں دنیا میں بہت کم ہیں۔ وقت گذرنے کے ساتھ دین کا خوبصورت چہرہ گرد آلود ہو جاتا ہے۔ دین کے خوبصورت چہرے کو گرد سے صاف کرنے کے لئے نبی کریم صلعم کے بعد ہر صدی کے سر پر مجددین مبعوث ہوتے رہے ہیں تاکہ اللہ کا وعدہ کہ دین ہی آخری اور مکمل دین ہے پورا ہو اور دین اپنی صحیح صورت میں ہمیشہ قائم رہے۔ چودھویں صدی میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی اسی وعدہ کے مطابق اور اسی مدعا کو پورا کرنے کے لئے مبعوث ہوئے اور انہوں نے روحانی زندگی کے لئے وہی چشمہ جاری کیا جس کی وقت کو ضرورت تھی اس آسمانی پانی سے مردہ انسانوں میں جان پڑی اور حضرت صاحب کی جماعت کے اکابر روحانی طور پر اس قدر بلند ہو گئے کہ اللہ ان سے کلام کرنے لگا۔ اور انہوں نے اپنی زندگی میں اللہ کو پا لیا۔ یہ جماعت حضرت صاحب کا جاری کیا ہوا چشمہ ہے۔

دعائیہ میں آنے کی اہم ترین غرض یہ ہے کہ ہم چشمہ کے پاس آتے ہیں اور اپنی تشنگی بجھاتے ہیں۔ ہمارے دلوں میں اگر کوئی میل بیٹھ گئی ہو تو آبِ رواں سے دھل جاتی اور صاف ہو جاتی ہے۔ ہمارا ایمان پھر سے تر و تازہ ہو جاتا ہے۔ ہم اپنی بساط کے مطابق اس چشمہ سے فیض حاصل کر کے واپس جاتے ہیں۔

اگرچہ بظاہر ہم دنیا کے کاموں میں مصروف ہو جاتے ہیں لیکن اس آب رواں کی لذت اور رُوح کی تازگی ہماری زندگی پر اثر انداز ضرور ہوتی ہے۔ ہمیں اپنی کوتاہیوں کا احساس ہونے لگتا ہے اور جب ہم بار بار اس چشمہ سے پانی پیتے ہیں تو پھر ممکن نہیں کہ ہمارے اندر وہ صفات پیدا نہ ہوں اور ہم وہ کام نہ کر سکیں جن کے لئے ہم اس جماعت میں شامل ہوئے ہیں اور وہ کام خدمت دین ہے۔ ہم میں سے ہر ایک اپنی جگہ اپنے رنگ میں ایک مبلغ اور مجاہد ہے۔ مبلغ کا کام دین کی تعلیم ہے۔ اور اس کے پہنچانے کا ایک طریق جس پر ہر ایک عمل کر سکتا ہے اپنے نمونہ سے۔ چنانچہ جب ہماری روحانی زندگی تازگی حاصل کرتی ہے تو ہماری ظاہری زندگی بھی نمونہ بن جاتی ہے۔ اور یہ سب کچھ اس سرچشمہ سے حاصل ہوتا ہے۔

جہاں اس قدر دعائیہ سے مستفید ہونے کے سامان ہیں وہاں یہ ہمیں ایک عہد کی یاد دہانی بھی کرواتا ہے۔ اور اس کی تکمیل کی طرف بھی توجہ دلاتا ہے۔ ایک عہد جو ہم سب نے یا ہمارے والدین نے جماعت میں داخل ہوتے وقت کیا اور اس کی وجہ سے احمدی بنے۔ وہ بیعت ہے۔ اور اس عہد کا لب لباب یہ ہے کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم کریں گے یہ وعدہ ہم نے حضرت مرزا غلام احمد سے نہیں اللہ سے کیا ہے۔ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم جو تجھ سے عہد کرتے ہیں وہ اللہ سے عہد کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ جو لوگ اپنے عہدوں کو پورا کرتے ہیں یا توڑتے ہیں ان کے متعلق — — — — — — — اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں اور اقرار کو نہیں توڑتے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ نے جن کے جوڑنے کا حکم دیا ہے اسکو جوڑتے ہیں اور اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اور بُری طرح حساب لئے جانے سے خوف کرتے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے پروردگار کی رضا جوئی کے لئے صبر کرتے ہیں۔ اور نماز عمدگی سے پڑھتے ہیں اور جو ہم نے ان کو روزی دی ہے اس میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے ہیں۔ اور بدی کا مقابلہ نیکی سے کرتے ہیں اور یہی لوگ ہیں جن کے لئے اس گھر کا انجام نیک ہے۔

آپ نے دیکھا یہ تمام باتیں عین ہمارے لئے ہیں۔ یہ نمونہ ہماری زندگیوں کا ہونا چاہیئے۔ یہی عہد ہم اللہ سے کرتے ہیں جس وقت ہم اس جماعت میں شامل ہوتے ہیں۔ ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ وہ اپنے اندر دیکھے کہ وہ اس عہد کو پورا کرنے کی کوشش کہاں تک کر رہا ہے۔ اور جن باتوں کو اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے وہ انہیں کہاں تک مضبوط کر رہا ہے۔ ہمارا شمار کہیں ان لوگوں میں تو نہیں جس کے متعلق اگلی آیات میں اللہ نے فرمایا ہے کہ اور جو لوگ اللہ کا عہد اس کو پختہ کر کے توڑتے ہیں اور جس کو اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے۔ اسکو توڑ دیتے ہیں اور زمین میں فساد کرتے ہیں یہ لوگ ہیں جن کے لئے پھٹکار ہے اور ان کے لئے بُرا انجام ہے۔

اللہ جس کی روزی چاہتا ہے فراخ کرتا ہے اور جس کی چاہتا ہے تنگ کرتا ہے اور اس ادنیٰ زندگی پر خوش ہیں اور ادنیٰ زندگی آخرت کے مقابلہ میں تھوڑا سا سامان ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا ہوا اقرار توڑنا اس ادنیٰ زندگی کو حاصل کرنے کی غرض سے انسان کرتا ہے۔ اور سب کچھ تو اللہ کے اختیار میں ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا ہوا عہد پورا کرنا بہت صبر اور استحکام چاہتا ہے۔ اس کے لئے مصائب اور مشکلات کا راستہ ہے۔ لیکن اس گھر کا نیک انجام اسی میں ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ اللہ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم ان لوگوں میں سے بنیں جو اللہ تعالیٰ سے اقرار کر کے اسے پورا کرتے ہیں۔ اور توڑتے نہیں۔ نہ زمین میں فساد کرتے ہیں اور اللہ کی رضا جوئی کے لئے صبر کرتے ہیں۔ آمین!

حدیث نبوی ؐ:-

"نیکی کی دعوت دینے والا ایسا ہے جیسے نیکی کرنے والا"

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس عقب وٹرنری کالج کچا رشید روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح دارالسلام ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا۔

جلد: ۷۲ | تاریخ ۲ جمادی الاول ۱۴۱۰ھ - بمطابق یکم دسمبر ۱۹۸۹ء | شمارہ: ۲۰

ارشاداتِ حضرت مجدد صد چہار دہم

یہ عاشق کونسی بستی کے یارب رہنے والے ہیں؟

"یہ بھی یاد رہے کہ اکیلی عقل کو ماننے والے جیسے علم اور معرفت اور یقین میں ناقص ہیں ویسا ہی عمل اور وفاداری اور صدق قدم میں بھی ناقص اور قاصر ہیں اور ان کی جماعت نے کوئی ایسا نمونہ قائم نہیں کیا جس سے یہ ثبوت مل سکے کہ وہ بھی ان کروڑ ہا متعدد لوگوں کی طرح خدا کے وفادار اور مقبول بندے ہیں کہ جن کی برکتیں اسی دنیا میں ظاہر ہوئیں کہ ان کے وعظ و نصیحت اور دعا اور توجہ اور تاثیرِ صحبت سے صدہا لوگ پاک روش اور باخدا ہو کر ایسے اپنے مولا کی طرف جھک گئے کہ دنیا و مافیہا کی کچھ پرواہ نہ رکھ کر اور اس جہان کی لذتوں اور راحتوں اور خوشیوں اور شہرتوں اور فخروں اور مالوں اور ملکوں سے بالکل قطع نظر کر کے اس سچائی کے رستہ پر قدم مارا جس پر قدم مارنے سے ان میں سے سینکڑوں کی جانیں تلف ہوئیں ہزار سر کاٹے گئے۔ لاکھوں مقدسوں کے خون سے زمین تر ہو گئی پر باوجود ان سب آفتوں کے انہوں نے ایسا صدق دکھایا کہ عاشق دلدادہ کی طرح پابہ زنجیر ہو کر ہنستے رہے اور دکھ اٹھا کر خوش ہوتے رہے اور بلاؤں میں پڑ کر شکر کرتے رہے۔ اور اسی ایک کی محبت میں وطن سے بے وطن ہو گئے اور عزت سے ذلت اختیار کی۔ اور آرام سے مصیبت کو سر پہ لے لیا۔ اور تونگری سے مفلسی قبول کر لی۔ اور ہر ایک پیوند اور رابطہ اور خویشی سے غریبی اور تنہائی اور بے کسی پر قناعت کی اور اپنے خون کے بہانے سے اور اپنے سروں کے کٹانے سے اور اپنی جانوں کے دینے سے خدا کی ہستی پر مہریں لگا دیں اور کلام الٰہی کی سچی متابعت کی برکت سے وہ انوارِ خاصہ ان میں پیدا ہو گئے کہ جو اُن کے غیر میں کبھی نہیں پائے گئے۔"

(براہینِ احمدیہ حصہ چہارم صفحہ ۲-۱-۳۰)

حکمتِ قرآن: حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ

ذکرِ الٰہی ترک کرنے سے سکونِ حیات چھن جاتا ہے۔

"اور جو کوئی میرے ذکر سے منہ پھیرے گا تو اس کے لئے تنگی کی زندگی ہوگی اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے"

تنگی کی زندگی سے کیا مراد ہے؟

بعض مفسرین نے اسے عذاب قرار دیا ہے بعض نے عذابِ جہنم مگر ظاہر ہے کہ یہ اس دنیا کی زندگی سے تعلق رکھتا ہے کیونکہ اس کے بعد آتا ہے نحشرہٗ یوم القیامۃ اعمٰی پس لازماً وہ کوئی اور بات ہے اب یہاں اللہ سے اعراض کا ذکر ہے اور دوسری جگہ فرماتا ہے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب (الرعد: ۲۸) یعنی اطمینانِ قلب انسان کو اس دنیا کی زندگی میں صرف ذکر اللہ سے ملتا ہے اور جو ذکر اللہ سے اعراض کریگا ظاہر ہے کہ وہ اطمینانِ قلب کو کبھی حاصل نہیں کر سکتا اور فی الحقیقت زندگی میں وسعت اور تنگی کثرت و قلت سامان پر منحصر نہیں۔ بلکہ حالتِ قلب پر اس کا انحصار ہے جسے اطمینانِ قلب میسر آجاتا ہے تو اسے تھوڑا سامان بھی بہت ہے اور جسے اطمینانِ قلب نہیں ملتا اس کے لئے ساری دنیا بھی ہو تو بھی اور زیادہ جلن کا موجب ہی ہوتی ہے کیونکہ وہ باوجود فراخی کے تنگی ہے ....

حشر میں اندھا ہونے سے مراد:۔

اور ان کی زندگی کے حقیقی پہلو سے آنکھیں بند رکھنا ہی اس بات کا موجب ہے کہ وہ قیامت کے دن اندھے اٹھیں گے کیونکہ وہ یہاں اندھے رہے۔ من کان فی ھذہٖ اعمٰی فھو فی الاٰخرۃ اعمٰی۔ (بنی اسرائیل: ۷۲) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انسان کو جنت یا سکون یا اطمینانِ قلب اللہ تعالےٰ کی طرف جھکنے سے ملتا ہے اور وہ جنت جو انسان اس دنیا میں حاصل کر سکتا ہے اور جس میں پہلے آدم کو رکھا گیا تھا یہی اطمینانِ قلب کی جنت تھی۔"

(بیان القرآن۔ نوٹ ۲۱۱۶)

روشنی کے مینار

از:- حضرت امیر ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

حضرت مولانا صدر الدین صاحب مرحوم

۱۹۸۱ء ۱۵/۱۶ نومبر کی درمیانی شب کو جماعتِ احمدیہ لاہور پر ایک بہت بھاری سانحہ گزرا۔ حضرت مولانا صدر الدین، ۔ ۔ ۔ ۔ امیرِ جماعت اور حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے ساتھی دین کے سلسلہ میں طویل اور قیمتی خدمات بجا لانے کے بعد اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے اور جماعت کو ایک ناقابلِ تلافی نقصان اور صدمہ سے دوچار کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ایک عرصہ سے احمدیہ تحریک میں مسئلہ تکفیر اور حضرت صاحب کے دعویٰ نبوت پر اختلاف پیدا ہو گیا تھا۔ میاں بشیر الدین محمود احمد صاحب نے یہ دو عقیدے اختراع کر کے حضرت صاحب کے مؤقف سے روگردانی کی تھی۔ چنانچہ اس اختلافِ عقائد پر جو اکابرینِ جماعت حضرت مولانا محمد علیؒ اور ان کے ہم خیال رفقاء قادیان چھوڑنے پر مجبور ہو گئے اور انہوں نے لاہور میں احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام کی بنیاد ڈالی۔ حضرت مولانا صدر الدینؒ ان بزرگوں میں سے ایک تھے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور مئی ۱۹۱۴ء کو اس انجمن کے قیام کے سلسلہ میں جو پہلی مجلسِ معتمدین قائم ہوئی آپ اس کے رکن تھے۔

مجھے آپ کو ۱۹۱۳-۱۴ء میں بڑے قریب سے دیکھنے کا موقع ملا کیونکہ آپ اس زمانہ میں تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کے ہیڈ ماسٹر اور میں اس سکول کا طالب علم تھا۔ آپ کی پرکشش شخصیت کے جو گہرے اثرات اس مختصر سے عرصہ میں میرے دل و دماغ پر مرتسم ہوئے وہ آج تک نہیں مٹ سکے اور نہ مٹ سکیں گے۔ میں اگر یہ کہوں کہ اُس زمانے کا تعلیم الاسلام ہائی سکول جو آپ کی راہنمائی میں چل رہا تھا اُس زمانے اور اِس زمانے کے انگلش میڈیم پبلک سکولوں کی نسبت کئی لحاظ سے بدرجہا بہتر تھا تو مبالغہ نہ ہوگا۔ آپ کا نظم و ضبط مثالی تھا لیکن جہاں تک مجھے معلوم ہے آپ اپنے سکول کے کسی طالب علم سے کبھی سختی اور درشتی سے پیش نہیں آئے۔ بلکہ ہر ایک یہی سمجھتا تھا کہ وہ میرے ہی شفیق اور مہربان باپ ہیں۔ آپ کو اپنے طلباء سے اس قدر پیار ہوتا تھا کہ چھوٹے بچوں کے کھیلوں میں شامل ہو کر اُن کی حوصلہ افزائی فرماتے۔ یہی وجہ تھی کہ سکول کی نصابی اور غیر نصابی سرگرمیوں کا معیار بہت بلند تھا۔ آپ سکول کے تمام عملہ اور طلباء کی صرف دنیوی تربیت کا ہی اہتمام نہیں فرماتے تھے بلکہ اُن کی اخلاقی اور دینی تربیت کا خاص خیال فرماتے تھے۔ سکول سے ملحقہ جامع مسجد میں پانچوں نمازیں بالالتزام ادا کی جاتی تھیں اور عصر کے وقت حضرت مولانا نور الدین رحؒ کے درسِ قرآن میں شامل ہونے کے لئے طلباء قطار باندھ کر آتے تھے۔

حضرت مولانا مرحوم و مغفور کی شخصیت اور اس طرح کی تربیت کا ہی اثر تھا کہ اس سکول کی شہرت دُور دور تک پھیل گئی اور علامہ اقبال رحؒ جیسے انسان نے اپنے بیٹے آفتاب احمد کو کسی پبلک سکول میں بھیجنے کی بجائے قادیان کے سکول میں بھیجنا پسند کیا۔ آفتاب احمد صاحب میرے ہم جماعت تھے۔ اس تربیت کا ایک ناقابل فراموش نظارہ کھیل کے میدان میں بھی دیکھنے میں آیا۔ ایک بار کھیلوں کا مقابلہ امرتسر میں منعقد ہوا۔ اسے سرکل کی کھیلوں کا مقابلہ کہتے تھے۔ بہت سے سکول شریک ہوئے۔ ہاکی کا آخری مقابلہ قادیان سکول اور خالصہ ہائی سکول امرتسر کے درمیان ہوا۔ ہماری ہاکی کی ٹیم جیت گئی۔ جب آخری وسل بجی تو ہمارے کھلاڑی میدان میں جہاں کہیں بھی تھے سب کے سب خدا کے سامنے سجدہ شکر میں گر گئے۔ تماشائیوں پر اس منظر کا بہت گہرا اثر ہوا۔ آج بھی ہماری قومی ہاکی ٹیم کے کھلاڑی بین الاقوامی میچوں میں کوئی فائنل میچ جیتتے ہیں تو وہ سجدہ شکر میں گر جاتے ہیں۔ یہ رسم بھی قادیان سے ہی چلی۔

ہم سب جانتے ہیں کہ حضرت مولانا مرحوم قرآن کریم بڑی خوش الحانی سے پڑھا کرتے تھے۔ سننے والوں پر اس کا ایک خاص اثر ہوتا تھا خواہ وہ درس دیتے وقت پڑھتے یا تقریر سے پہلے اور خواہ نماز پڑھاتے وقت۔ قادیان میں طلباء بڑے اصرار سے آپ کو اس پر رضامند کرتے کہ عشاء کی نماز آپ پڑھائیں۔ آپ ان کے اس مطالبہ کو کبھی قبول کر لیتے اور اُن کی خوشنودی کے لئے نماز پڑھا دیتے۔ اُن کی قرأت سے خواہ وہ کتنی ہی مختصر کیوں نہ ہوتی قرآنِ کریم کے الفاظ دلوں میں اُتر جاتے۔ اِس رنگ میں آپ نے جماعت کے بچوں کی تعلیم و تربیت میں جو کردار ادا کیا ہے اس میں آپ کا کوئی ثانی نہیں۔ آپ کی خوش لباسی خوش کلامی، نفاست، ظرافتِ طبع، جرأت مندی، مہمان نوازی اور بے داغ بلند اخلاقی کی بدولت آپ کی شخصیت میں ایک خاص

(بقیہ صد ۱۲ کالم ۲ پر ملاحظہ فرمائیں)

جامع برلن کا ایک منظر

ہمارا ——— دعائیہ

خوشِ آمدید

قارئین پیغامِ صلح کو معلوم ہو چکا ہوگا کہ اس سال ہمارا دعائیہ ۲۴ تا ۲۶ دسمبر ۱۹۸۔ء کو ہو رہا ہے۔ دراصل اس کی بنیاد حضرت مجدد صد چہاردہم نے خود اپنے ہاتھوں سے ۲۷ دسمبر ۱۸۹۱ء کو رکھی اور اُس سال یہ اجتماع ۲۷ دسمبر سے ۲۹ دسمبر تک منعقد ہوا۔ اور آئیندہ کے لئے بھی آپ نے انہیں تاریخوں میں منعقد کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ اس کی غرض وغایت بیان کرتے ہوئے آپ نے ایک اعلان میں جو آپ کی کتاب "فیصلہ آسمانی" کے ساتھ شائع ہوا فرمایا۔

"اور چونکہ ہر ایک کے لئے بباعث ضعف فطرت یا کمی مقدرت یا بعد مسافت یہ میسر نہیں آ سکتا کہ وہ صحبت میں آ کر رہے یا چند دفعہ سال میں تکلیف اُٹھا کر ملاقات کے لئے آوے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لہٰذا قرینِ مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ سال میں تین روز ایسے جلسے کے لئے مقرر کئے جائیں جس میں تمام مخلصین اگر خدا تعالیٰ چاہے بشرطِ صحت وفرصت وعدم موانع قویہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو سکیں . . . .

. . . .

. . توحتی الوسع تمام دوستوں کو محض ربانی باتوں کو سننے کے لئے اور دعا میں شریک ہونے کے لئے اس تاریخ پر آجانا چاہیئے اور اس جلسہ میں ایسے حقائق اور معارف کے سنانے کا شغل رہے گا جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہیں اور نیز ان دوستوں کے لئے خاص دعائیں اور خاص توجہ ہوگی اور حتی الوسع بدرگاہ ارحم الراحمین کوشش کی جائے گی کہ خدائے تعالیٰ اپنی طرف ان کو کھینچے اور اپنے لئے قبول کرے اور پاک تبدیلی ان میں بخشے اور ایک عارضی فائدہ ان میں یہ بھی ہوگا کہ ہر ایک

. . . .

. . . . روشناسی ہو کر آپس میں رشتہ تودد وتعارف ترقی پذیر ہوتا رہے گا اور تمام بھائیوں کو روحانی طور پر ایک کرنے کے لئے اور ان کی خشکی اور اجنبیت اور نفاق کو درمیان سے اُٹھا دینے کے لئے بدرگاہ حضرت عزت جلشانہٗ کوشش کی جائے گی اور جو بھائی اس عرصہ میں اس سرائے فانی سے انتقال کر جائے گا اس جلسہ میں اس کے لئے دعائے مغفرت کی جائے گی اور اس میں اور بھی کئی روحانی فوائد اور منافع ہوں گے جو انشاء اللہ القدیر وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہیں گے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

کتنے خوش نصیب اور بلند بخت تھے وہ لوگ جنہیں حضرت اقدس کی زبانِ مبارک سے ربانی باتیں اور حقائق ومعارف سننے، آپ کے ساتھ نمازیں پڑھنے اور دعاؤں میں شامل ہونے کی وجہ سے تزکیہ نفس کا موقع ملا۔ لیکن آپ کے بعد بھی آپ کے شاگردوں اور تربیت یافتہ بندگان نے اس رسم وراہ کو مقدور بھر قائم رکھنے کی کوشش کی اور کچھ اسی رنگ میں رنگین سوز وگداز کے نظارے دیکھنے میں آئے۔ جو پیالہ علم وعرفان انہوں نے قادیان کے ایک مردِ درویش کے قدموں میں بیٹھ کر اپنے پیاسے آشنا ہونٹوں سے لگایا اسی کے نشہ میں مخمور انہوں نے بھی اپنی عبادت میں وہی خضوع وخشوع اور دعاؤں میں وہی دلسوزی پیدا کی اور اس سے اپنے ساتھ ملنے والوں کو بھی سیراب کیا۔

ایک ایک کر کے ان مردانِ باصفا وباوفا سے میخانہ خالی ہوتا جا رہا ہے لیکن ہمارے لئے وہ اپنے پاؤں کے کچھ نشان باقی چھوڑ گئے ہیں انہی نشانوں کے طفیل ہم اپنے آنے والے عالمِ تک پہنچ سکتے ہیں۔

جن قوموں میں زندہ رہنے کا جذبہ سرد نہیں ہوتا وہ اپنے بزرگوں کی روایات کو بڑے عزم وخلوص اور پیار ومحبت سے اپنے سینے سے لگائے رکھتی ہیں اور ان کے شب وروز اس غم میں بسر ہوتے ہیں کہ کس طرح وہ اپنی ان روایات کو زندہ رکھیں اور اپنی آنے والی نسلوں تک اس رنگ میں منتقل کریں کہ ان کی کشش اور تابناکی پہلے سے فزوں تر ہو جائے۔ اور وہ اس دنیا سے اس اطمینان کے ساتھ گزریں کہ انسانی کوششوں کی امکانی حد تک انہوں نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔

ہماری روایات دیگر سلسلوں اور جماعتوں کی روایات سے بالکل مختلف ہیں اور ہمارا راستہ ان کے راستوں سے بالکل جدا ہے۔ ہمارا سیاست سے کوئی رشتہ اور تعلق نہیں۔ نہ رہا ہے اور نہ رہے گا۔ ہمیں حکومت اور اقتدار کی کوئی آرزو اور تمنا نہیں ہم نے تو اپنا دامن سیاست سے اس حد تک چھڑا لیا ہے کہ اپنے خزانے دین کو بھی ترک کر دیا ہے۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے ہمارے سامنے جو مقصد اور مشن رکھا ہے وہ صرف یہ ہے اور یہی ہماری روایت اور غم ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا چہرہ دنیا پر روشن ہو، آنحضرت صلعم کا نور دنیا میں ظاہر ہو اور کون ومکاں میں پھیل جائے۔ قرآن کریم کی ازلی اور ابدی صداقتیں دنیا کو اپنی طرف کھینچیں تاکہ ہماری باہمی نفرتیں، عداوتیں اور خصومتیں مٹ جائیں اور یہ عالم انسانیت امن وسلامتی کا گہوارہ بن جائے۔ جہاں ہر قسم کی تفریقات ختم ہو کر انسان، انسان کا دوست اور ہمدرد بن جائے کیونکہ:-

"ہمارا نبی وہ نبی کریم ہے جو ایسی خوشبو سے معطر کیا گیا ہے جو تمام مستعد طبیعتوں تک پہنچنے والی اور اپنی برکات کے ساتھ ان پر احاطہ کرنے والی ہے۔ وہ نبی خدا کے نور سے بنایا گیا۔ اور ہمارے پاس گمراہیوں کے پھیلنے کے وقت آیا اور اپنا خوبصورت چہرہ ہم پر ظاہر کیا اور ہمیں فیض پہنچانے کے لئے اپنی خوشبو کو پھیلایا۔ اور اس نے باطل پر دھاوا کیا اور اپنے تاراج سے اس کو غارت کیا۔ اور اپنی سچائی میں اعلیٰ بدیہیات کی طرح نمودار ہوا۔ اس نے قوم کو ہدایت فرمائی جو خدا کے وصال کی امید نہیں رکھتے تھے اور مُردوں کی طرح تھے۔ جن میں ایمان اور نیک عملی اور معرفت کی بو تک نہ تھی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ان کو ہدایت کی اور مہذب بنایا اور معرفت کے اعلیٰ درجوں تک پہنچایا۔" (نجم الہدیٰ ص۸ تا ۹)

اور قرآن کریم کی صداقتیں وہ صداقتیں ہیں کہ:-

"(ان) پر کسی قسم کے شبہات کے غبار نہیں کیونکہ وہ ایک ایسا کلام ہے جو ضروری تعلیموں اور ضروری وصایا اور معارف اور دلائل کو اپنے اندر جمع رکھتا ہے اور وہ ایک ایسی تعلیم کامل ہے جو تمام انسانی ضرورتوں کو جو خدا تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے پیش آتی ہیں پوری کرتی ہے اور حق کے ثبوت میں دلائل پیش کرنا چاہیے یا جس طرح باطل کا رد لکھنا چاہیے اور یا جس طور پر اور اندازہ سے معرفت کی باریک باتیں کرنا چاہیے ان میں سے ایک بات کو بھی اس نے نہیں چھوڑا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور ان تمام تعلیموں اور احکام اور حدود کو نہایت فصیح اور بلیغ اور شیریں اور پسندیدہ پیرایہ میں بیان فرمایا اور یہ ایک ایسا امر ہے جو انسان کی قدرت سے بالاتر ہے۔" (نجم الہدیٰ ص۱۶)

"اور کیونکہ دینِ حقہ وہ دین، بزرگ اور سیدھا ہے جو عجائب نشانوں سے بھرا ہوا ہے۔" (نجم الہدیٰ ص۸)

یہی وہ امور ہیں جن کی طرف سے . . . .

. . . . ہمارا مقصد ہماری آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے پائے اس میں

کوئی شک نہیں کہ ہم ان فیوض وبرکات سے تو محروم ہیں جو حضرت اقدس کی زندگی میں ایسے اجتماعات سے

حاصل ہوتی تھیں لیکن کم از کم اپنے بھائیوں سے میل ملاقات کا عارضی فائدہ تو ضرور حاصل ہوتا رہتا ہے اگر اس پر تھوڑا سا غور کر لیا جائے تو معلوم ہو گا کہ اگر ہمیں استطاعت حاصل ہو اور ہم سال بھر اپنے ملک میں گھومتے رہیں تو بھی سارے بھائیوں سے ملاقات نہیں ہو سکتی جتنی دعائیہ سالانہ کے موقع پر ہوتی ہے۔

حضرت اقدسؑ سے کئے گئے عہد کو نبھانے۔ اپنی روایات کو زندہ رکھنے اور اپنے مقصد کو پورا کرنے کے لئے اپنے مال جان اور آرام کی ضرورت ہے۔ آئیے یہ چار پانچ دن ہم خدا کے لئے وقف کر دیں اور اپنے سارے غم بھول کر صرف اس ایک غم کی طرف متوجہ ہو جائیں کہ ہادیٔ کامل حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لایا ہوا دینِ کامل کس طرح دنیا پر غالب آئے کیونکہ آپ کے تشریف لانے کا مقصد ہی لیظہرہٗ علی الدین کلہ تھا اور یہی حضرت اقدس کا مشن تھا اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم قلیل ہیں اور کم مایہ لیکن اپنے دلوں سے اس احساسِ قلت اور کم مایگی کو نکال دیں کیونکہ ...

- - - - - - - - - - اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے اس کے لئے ہمیں کبھی اپنی حالتوں پر سنوارنا ہو گا کیونکہ اللہ تعالےٰ کے وعدے بعض شرائط سے مشروط ہوتے ہیں۔ اس بار ہم اپنی نوجوان نسل سے مخاطب ہو کر یہ عرض کریں گے کہ وہ اپنے اس اجتماع میں شامل ہو کر اس بات کا ثبوت فراہم کریں کہ ہم زندہ ہیں اور ہماری زندگی دین کی نشأۃ ثانیہ کے لئے وقف ہے۔ دین حقہ امن وسلامتی، صلح وصفائی۔ پیار ومحبت۔ رحمت وشفقت، خلوص اور انسان دوستی۔ آزادیٔ ضمیر اور احترام حقوقِ انسانی کا نام ہے۔ اور یہی قرآن حکیم کا فرمان اور آنحضرت صلعم کا اسوۂ حسنہ ہے۔ یہی وہ اخلاق کی بلندیاں ہیں جن پر آپ خود بھی پہنچے اور نوعِ انسانی کی اس طرف راہنمائی کی۔ انسانوں کی گردن اگر جھکی تو اسی دینِ حق کے سامنے اور یہی ہمارا آئیڈیل ہے ؛

- - - - - مادی وسائل کے علاوہ کامیابی کا ایک اور سب سے بڑا سبب دعا بھی ہے اجتماعی دعاؤں میں بڑی برکت ہوتی ہے۔ ان تین چار ایام میں جب سب بزرگ۔ بھائی۔ بہنیں۔ بچے اور بچیاں مل کر اللہ تعالےٰ کے سامنے سجدہ ریز ہوں گے۔ دلی تڑپ اور آرزو سے اللہ تعالےٰ سے دین کے غلبہ کے لئے دعا کریں گے جنہیں اللہ تعالےٰ نے توفیق دی ہے کہ رات کی تنہائیوں میں آنسوؤں کی راہ اپنا دل اور سینہ کھول کر اس کے سامنے رکھ دیں اور اپنی کسی دنیوی غرض کے لئے نہیں بلکہ اس کے دین کی نصرت کے لئے ان کی سسکیاں اور چیخیں اس کے دربارِ رحمت سے ٹکرائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ یہ بے لوث اور بے غرض پکاریں ناکام و نامراد واپس لوٹ آئیں۔ وہ جانتا ہے کہ ہم یہ سب کچھ اس کی رضا اور خلقِ خدا کی خیرخواہی اور فلاح وبہبود کے لئے کرتے ہیں ؛

ایک ضروری التماس

منتظمین اپنی طرف سے ہر ممکن کوشش کرتے ہیں کہ مہمانوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو لیکن انسانی کوششوں میں کوتاہی ہو ہی جاتی ہے اس لئے ہم اپنے اپنے مہمانوں کی خدمت میں گذارش کریں گے کہ جب وہ اللہ کی رضا کے لئے گھر کا آرام چھوڑ کر یہاں آتے ہیں تو ہماری کوتاہیوں اور خامیوں پر بھی صبر سے کام لیں۔ گھر سے باہر گھر جیسا آرام تو میسر آنا ممکن نہیں۔ مقصد سامنے ہو تو آدمی کے لئے تمام راحتیں اور آرام قربان کرنا پڑتا ہے۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہمارے مہمانوں کو خیریت سے لائے اور بخیریت واپس لے جائے اور جس غرض کے لئے وہ تکلیفیں اٹھا کر تشریف لائیں گے اللہ تعالےٰ انہیں اس کا پورا پورا اجر دے۔

آمین۔ ثم آمین۔ ع

"اے آمدنت باعثِ آبادیٔ ما"

—— • • • • • ——

دعائیہ
بہت سی برکات کا جاذب ہے،

حضرت امیر مولانا صدر الدینؒ مرحوم کا ارشادِ گرامی

یہ ... اجتماع . . . . بہت سی برکات کا جاذب ہے مبارک ہے وہ مرد اور وہ خاتون جس کے جذبہ کو دیکھ کر دوسرے بھی سرشار نظر آنے لگیں اور کثرت سے جمع ہو کر خدا کے حضور نہایت تضرع سے دعائیں کریں تاکہ ان پر رب العزت کی بارگاہ سے فضل اور کرم اترے۔ جماعت پر خدا کا ہاتھ ہوتا ہے اور جماعت کا اجتماع پر انوار الٰہی کا نزول ہوتا ہے اس سے مستفید ہونے کے لئے اور ثواب عظیم حاصل کرنے کے لئے اخلاص اور سعی بلیغ درکار ہے۔ پروردگار عالم کے حضور میں دست بدعا ہوں کہ وہ حضرت صاحبؑ کی جماعت پر۔ ان کے معمّر لوگوں اور جوانوں پر۔ ان کے لڑکے لڑکیوں پر اور سلسلہ کی خواتین پر عنایات اور اپنے انعامات نازل فرمائے۔ اور ان کے دلوں کو اخلاص سے معمور کر دے اور ان کے دلوں کو جذبۂ خدمتِ دین سے بھرپور کر دے

تحریک جہیز فنڈ

مکرم ومحترم نصیر احمد فاروقی صاحب کی تحریک پر مجلس منتظمہ نے بروئے ریزولیوشن نمبر ۲۲۰ مورخہ ۱۷ مئی ۱۹۸۹ء فیصلہ فرمایا تھا کہ۔

"صیغہ اغراض عام میں ایک مد "جہیز فنڈ" قائم کر کے اس کے لئے ایک لاکھ روپے بجٹ میں رکھا جائے۔ یہ رقم اپیل کے ذریعے اکٹھی کی جائے اور وصول شدہ رقم کا خاص ڈیپازٹ اکاؤنٹ کھولا جائے اور اس کے منافع سے نادار بچیوں کے بیاہ شادی میں امداد دی جایا کرے" یہ فیصلہ۔

اخبار پیغام صلح میں شائع شدہ تحریک "جہیز فنڈ" کی وضاحت میں ارسال خدمت کر کے ستدعی ہوں کہ۔

اس کارِ خیر کے لئے اپنے عطیہ کو صدقہ جاریہ بناتے ہوئے جلد از جلد توجہ فرمائیں کیونکہ اس کام کو شروع کرنے کے لئے آپ کی طرف سے امداد کا انتظار ہے۔ اور ایک طرح یہ اخراجات مشروط بآمد ہیں۔

امید ہے فوری توجہ دے کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔

والسلام

منصور احمد

جنرل سیکرٹری انجمن

رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

جو شخص مجھے ان چھ باتوں پر عمل کی ضمانت دے میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں

(۱) بدکاری سے بچو (۲) بدنظری نہ کرو (۳) ظلم نہ کرو (۴) سچ بولو (۵) وعدہ پورا کرو (۶) امانت میں خیانت نہ کرو

چند ناقابلِ فراموش یادیں

امیر قوم حضرت مولٰنا صدر الدین صاحب مرحوم کی

خود نوشت

میں نے جس ماحول میں ہوش سنبھالا وہ دینی تھا۔ گھر میں قرآن شریف کی تعلیم کا التزام تھا۔ چنانچہ میں بڑا ہوا تو مجھے بھی قرآن حکیم کی تعلیم دی جانے لگی۔ میں مڈل تک بلا ترجمہ قرآن ذوق و شوق سے پڑھتا رہا۔ جن دنوں میں تھرڈ مڈل میں تھا حضرت مولانا عبدالکریم کے درس قرآن کا شہر بھر میں شہرہ تھا۔ آپ مسجد حسام الدین میں درس دیتے تھے میں تین چار سال تک حضرت مولاناؒ کے درس میں باقاعدہ شریک ہوتا رہا۔ آپ درس کے دوران حضرت مرزا صاحب کے متعلق بھی فرماتے تھے۔ آپ کا طرزِ بیان مسحور کن تھا۔ چنانچہ مجھے حضرت مرزا صاحب کی صداقت کا انہی ایام میں کامل یقین ہو گیا۔ اس تمام عرصے میں والدین نے اشارے کنائے میں بھی درس میں شرکت سے نہ روکا اور نہ ہی حضرت کی صداقت کا اقرار کرنے سے منع کیا۔ محلہ میں ہماری خاندانی پوزیشن ایسی نہ تھی کہ کوئی شخص مجھ پر کوئی اعتراض کر سکتا۔ مولانا موصوف اکثر حضرت صاحب، حضرت مولانا نورالدین کا ذکر کرتے رہتے اور اس طرح ان ہر دو کی عظمت کا نقش میرے دل میں قائم ہو گیا۔

بی۔ اے کرنے کے بعد میں نے ٹریننگ کالج میں ایس اے وی کلاس میں داخلہ لیا۔ ان دنوں بی ٹی کلاس ابھی جاری نہیں ہوئی تھی۔ سٹربل ڈائرکٹر تھے۔ وہ بڑے فیاض اور بلند اخلاق۔ بارعب اور عظیم انسان تھے انہوں نے پہلی بار ہمارے لئے بی۔ ٹی کلاس کھول دی اور بعد ازاں پنجاب یونیورسٹی اور گورنر صاحب سے اجازت حاصل کر لی تکمیل کے بعد کچھ عرصہ ڈسٹرکٹ انسپکٹر رہا اور کچھ عرصہ ٹریننگ کالج میں انگلش کا پروفیسر رہا۔ حضرت صاحب کے وصال کے بعد حضرت مولانا نورالدینؓ نے وفد بھیجا کہ میں ملازمت چھوڑ کر قادیان خدمت عالی میں حاضر ہو جاؤں۔ وفد میں حضرت مولوی محمد علی صاحب، حضرت خواجہ کمال الدین صاحب، حضرت ڈاکٹر محمد حسین صاحب۔ حضرت ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب۔ اور حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب شامل تھے۔ میں ان کے کہنے پر قادیان جانے کے لئے راضی ہو گیا۔ پھر وفد نے گورنمنٹ سے درخواست کی کہ مجھے قادیان چلے جانے کی اجازت دے چنانچہ میں قادیان چلا آیا اور تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کی ہیڈ ماسٹری کا فریضہ مجھے سونپا گیا۔ ان ہی ایام میں مولانا محمد علی صاحبؒ تفسیر قرآن میں منہمک تھے۔ چنانچہ انجمن کی اجازت سے وہ سیکرٹری کے عہدے سے الگ ہو گئے اور یہ ذمہ داری میرے کندھوں پر ڈال دی گئی۔ قادیان میں میرا قیام ۵ سال تک رہا۔

... حضرت مولٰنا نورالدینؒ نے ایک مرتبہ قادیان میں جس میں میں بھی حاضر تھا خطبہ کے دوران فرمایا کہ بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ نورالدین خطبوں میں مرزا کا نام نہیں لیتا اور فرمایا کہ ایسے لوگوں کا ذکر قرآن کریم میں کیا گیا ہے "جو لوگ قیامت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے سامنے جب اکیلے خدا کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل سکڑ جاتے ہیں۔" "اور جب خدا کے سوا ان کے حضرتوں کا ذکر کیا جاتا ہے تو وہ خوش ہو جاتے ہیں۔" اس میں آپ نے توحیدِ کامل کا ذکر کیا اور فرمایا کہ لوگوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ میں اس عرصہ میں کبھی مرزا کی قبر پر نہیں گیا اس طرح آپ نے توحیدِ کامل کی زور دار طریق سے تلقین فرمائی۔

میری آنکھوں کے سامنے اب بھی وہ جانفزا منظر ہے۔ یہی جامع احمدیہ لاہور کا مقام تھا حضرت صاحب اور دیگر اکابر یہاں قیام پذیر تھے۔ جمعۃ المبارک کا دن تھا۔ حضرت صاحب نمازیوں کے درمیان فروکش تھے۔ حضرت مولانا نورالدینؒ خطبہ دے رہے تھے۔ فرمایا کہ مجھ پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ نورالدین خطبے میں مرزا کا نام نہیں لیتا۔ اس موقعہ پر آپ نے قرآن حکیم کی مذکورہ آیت کا ذکر کیا۔ حضرت سامنے بیٹھے سن رہے تھے۔ آپ کے بشرے سے سکون، اطمینان اور مسرت کا اظہار ہو رہا تھا۔ سب نے محسوس کیا کہ پیر اور مرید دونوں کا اس بارے میں ایک ہی مذہب ہے ⁂

جماعت کا اتحاد موجبِ برکت ہے

حضرت امیر مولٰنا صدر الدین صاحب مرحوم و مغفور

ہماری یہ جماعت حضرتِ اقدس کے ہاتھ سے قائم ہوئی ہے جس نے خدمتِ دین کا کام سنبھالا ہوا ہے اس پاک انسان نے سمجھ لیا تھا کہ کبھی کوئی پیغمبر بھی کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک ایک جماعت اس کے ساتھ نہ ہو۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے بھی اسی لئے جماعت بنائی اور اسی اصول کا احیاء آج حضرت مرزا صاحب نے کیا۔ اور فرمایا کہ اگر تم کوئی کامیابی دیکھنا چاہتے ہو تو دل و جان سے اتحاد و یگانگت اپنے اندر پیدا کرو۔ چنانچہ ان کے ساتھ ایسے لوگ جمع ہو گئے جنہوں نے اتحاد و یگانگت کا نہایت شاندار نمونہ دکھایا اور یورپ میں ایسا کام انہوں نے کر دکھایا جو بڑی بڑی سلطنتوں سے نہ ہو سکا۔ کبھی لوگ پوچھتے ہیں کہ اتنا بڑا کام کس طرح ہو گیا۔ یہ ان غرباء کا کام ہے جنہوں نے امامِ وقت کے ساتھ ہو کر باہمی اتحاد اور یک جہتی سے اس میں حصہ لیا۔ خدا نے ان کے غریبانہ چندوں اور قربانیوں میں برکت ڈال دی۔

اگر آپ کو احساس ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے دیئے ہوئے سبق سے فائدہ اٹھاؤ اور اللہ تعالےٰ کے اس پیارے کی اس نصیحت سے فائدہ اٹھاؤ کہ اتحاد کے بغیر کامیابی نہیں ہو سکتی تو ہمارا فرض ہے کہ اس جماعت کے استحکام کی کوشش کریں۔ اور وہ قدم جو جماعت کی کمزوری کا موجب ہو اس کو ترک کر دیں۔ حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ تم سب جسدِ واحد کا حکم رکھتے ہو جس طرح جسم کے ایک عضو میں درد ہوتا ہے تو سارے ہی جسم میں درد ہونے لگتا ہے۔ اسی طرح تمہارا حال ہونا چاہیئے۔ ڈاکٹر بھی کہتے ہیں کہ اگر ایک آنکھ میں درد ہو تو دوسری بھی متاثر ہوتی ہے۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ ایک عضو کی بیماری سارے جسم کے بیمار ہو جانے کی باعث ہوتی ہے۔ فرمایا مثل المؤمنین کجسد الواحد اذا اشتکی عضو جعل تداعی لہٗ سائر الجسد بالسھر والحمیٰ جسم کے ایک حصے میں اگر تکلیف ہو تو سارا ہی جسم تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے بے خوابی بھی پیدا ہو جاتی ہے اور اس عضو کی ہمدردی کی وجہ سے بخار ہو جاتا ہے۔

یہ تو حضور نبی کریم صلعم نے قوم کی کامیابی کے لئے سبق دیا ہے اس کے ساتھ مخالفین کے مقابلہ پر قائم کے لئے بھی یہ سبق آپ نے دیا ہے کہ مثل المؤمنین کالبنیان یشد بعضہٗ بعضاً۔ مومن قائم کے لئے قلعہ کی دیواروں کی طرح ہوتے ہیں جس کا ہر ایک حصہ دوسرے کی مضبوطی کا باعث ہوتا ہے جس طرح بکھری ہوئی اینٹوں کا انبار کوئی کام نہیں دے سکتا جب تک انہیں جوڑا نہ جائے اور جب وہ جڑ جائیں تو ایک ایسا قلعہ بن جاتا ہے جو مخالفین کے مقابلہ میں ایک بڑی زبردست روک بن جاتا ہے۔ تو فرمایا ... آپس میں جسدِ واحد کا حکم رکھتے ہیں۔ اور دوسروں کے مقابلہ میں بڑی بھاری دیوار ہیں۔ تو تمہارے لئے دونوں قابلِ عمل ہیں آپس میں ایک ہو جاؤ اور غیروں کے مقابلہ میں ایک مضبوط دیوار بن جاؤ۔ اشداء علی الکفار رحماء بینھم کا عملی نمونہ دکھاؤ۔ لیکن تم اپنے اندر کوئی مضبوطی پیدا نہیں کر سکتے جب تک جسدِ واحد نہ بن جاؤ۔ خدا اور اس کے امام کے لئے باہم یگانگت کی ضرورت ہے دیکھو اگر ایک مضبوط دیوار میں سے ایک اینٹ نکل جائے تو دوسری کے گر پڑنے کا احتمال ہوتا ہے اور ساری دیوار کمزور ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ایک فرد کی کمزوری جماعت پر اثر ڈالتی ہے۔ تم میں سے ایک ایک شخص کو اس کا احساس ہونا چاہیئے اور اسے سوچنا چاہیئے کہ کیا میری وجہ سے تو اس جماعت میں کمزوری پیدا نہیں ہو رہی ہے۔ اپنی عزت اور غیرت کو سامنے رکھ کر اس پر غور کرو اور تمہاری کسی حرکت سے کمزوری پیدا ہوئی ہے یا پیدا ہونے کا احتمال ہے تو اس حرکت سے باز آ جاؤ۔

تمہیں فخر کرنا چاہیئے کہ ہم نے ایک امام کو پہچانا ہے اس جماعت کے اندر بڑے بڑے صلحا پیدا ہوئے اس کے چشمہ سے دوسروں نے سیرابی حاصل کی۔ تمہارے لئے یہ فخر کی بات ہے اور تم پر حجت بھی ہے کہ تم نے خود اس سے فیض پایا اور باہمی اتحاد و یگانگت کے عملی نمونے دیکھے ⁂

اجتماعی روحانیت بڑی مفید چیز ہے

ہمارا دعائیہ ایک امر جامع ہے

:- حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحبؒ :-

جماعت میں برکت ہوا کرتی ہے۔ جماعت میں ایک کی کمزوری دوسرے کی قوت کے ساتھ مل کر کمزوری نہیں رہتی بلکہ قوت سے مبدل ہو جاتی ہے۔ طاقتوروں کی معیت کمزور کی بھی حفاظت کا موجب ہو جاتی ہے۔ جب تک کوئی نہایت درجہ قوی روحانیت کا انسان نہ ہو اسکی تنہائی اس کی روحانیت کیلئے خطرہ سے خالی نہیں؛ اکیلے آدمی پر شیطانی وساوس اور غفلت و سستی کے حملے کارگر ہوتے ہیں۔ رفتہ رفتہ وہ طرح طرح کے وساوس کا شکار ہو کر اور غفلت و سستی کے اثر سے مذہب سے بیگانہ اور روحانیت سے عاری ہو جاتا ہے۔ یا کم سے کم اس میں وہ مذہبی جوش باقی نہیں رہتا جو ایک اسلامی مجاہد کے قلب میں ہونا چاہیئے۔

اسی لئے دین نے جماعت پر بڑا زور دیا ہے۔ اگرچہ نماز بندہ کا اپنے رب کے ساتھ ذاتی تعلق پیدا کرنے کا ذریعہ ہے لیکن پانچ وقت میں بھی نماز کا ایک حصہ باجماعت کر دیا تا کہ رب کے ساتھ تعلق جوڑنے میں بھی جماعت کی اجتماعی روحانیت سے ایک کمزور روحانیت کا انسان فائدہ اٹھا سکے اور "اھدنا الصراط المستقیم" کی دعا مانگتے وقت برگزیدگانِ الٰہی کی دعاؤں کے ساتھ ایک گنہگار کی دعا بھی شرفِ قبولیت حاصل کر سکے۔ اس کی مثال میں مجھے ایک واقعہ یاد آ گیا۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ آنحضرت صلعم کی طرح بہت فیاض اور سخی تھیں۔ آپؓ کا یہ دستور تھا کہ جو کچھ وظیفہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی خلافت کے زمانہ میں آپؓ کو بھیجتے اور بعض دفعہ بڑی بڑی رقمیں بھی بھیجتے مگر آپؓ سب خدا کی راہ میں دے دیتیں اور خود فقر و فاقہ کی زندگی بسر کرتیں۔ آپؓ کے ایک بھتیجے تھے۔ انہوں نے ایک دفعہ شکایت کی کہ آپ سب کچھ خدا کی راہ میں دے دیتی ہیں ہمارے لئے پیچھے ترکہ کیا چھوڑیں گی؟ - اس پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بہت رنج ہوا۔ اور اپنے بھتیجے کی اس حبِ دنیا سے اس قدر بیزار ہوئیں کہ اُسے کہہ دیا کہ آئندہ میرے گھر میں نہ گھسنا

وہ بھتیجے صاحب بعد میں بہت پچھتائے۔ اور معافی وغیرہ طلب کرنی چاہی لیکن چونکہ اس کا مکان میں داخلہ بھی بند تھا اس لئے کامیابی نہ ہوئی۔ جب اس نے آنا چاہا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے منع کر دیا کہ میرے گھر میں نہ گھسو۔ اس نے بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے عرض کی انہوں نے ایک دن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دروازے پر جمع ہو کر درخواست کی کہ ہم سب کو اندر آنے کی اجازت دی جائے۔ اُن میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وہ بھتیجا بھی تھا:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اندر آنے کی اجازت دے دی۔ اندر داخل ہوتے ہی بھتیجے نے معافی مانگی اور صحابہؓ نے سفارش کی نتیجہ یہ ہوا کہ معافی مل گئی۔ گویا جماعت کے ساتھ وہ ردکیا ہوا بھتیجا بھی باریابی پا گیا:

اللہ تعالیٰ کے حضور جو جماعت کھڑی ہوتی ہے، اس میں نیک بھی ہوتے ہیں اور بد بھی، ان نیکوں کی دعا کے ساتھ بدوں کی بھی دعا قبول ہو جاتی ہے کیونکہ وہ ایک اجتماع کی مشترکہ اور متفقہ دعا ہوتی ہے۔ اسی کو شیخ سعدی صاحبؒ نے اس طرح فرمایا ہے: ؎

شنیدم کہ در روز امید و بیم | بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم

پس جماعت کے نیکوں کے ساتھ گنہگار بھی جنابِ الٰہی کے دربار میں شرفِ باریابی پا جاتے ہیں جس طرح خدا کی رحمت کی بارش جب برستی ہے تو باغ میں جہاں پھولوں اور پودوں پر برستی ہے وہاں روڑیوں پر بھی برستی ہے۔ اسی طرح جنابِ الٰہی کی مغفرت اور رحمت کی بارش جب ایک جماعت پر ہونے لگتی ہے تو نیکوں اور بدوں پر بھی ہو جاتی ہے۔ پس جماعت کی نماز جماعت کی دعا جماعت کیساتھ مل کر کوئی خدمتِ دین کرنے میں جو فضلِ ربی کی ہوا اس جماعت پر چلتی ہے تو چھوٹے اور بڑے نیک اور بد سب پر کرم گستری ہوتی ہے۔

اظہارِ خیال

قرآن میں اجتماعی زندگی کے بارے میں جو احکام دیئے گئے ہیں ان میں سے ایک حکم وہ ہے جو تعدد ازدواج (چار عورتوں تک نکاح کرنے) کے بارے میں ہے۔ اس سلسلہ میں آیت کے الفاظ یہ ہیں۔

(ترجمہ) اگر تم کو اندیشہ ہو کہ تم یتیم بچوں کے معاملہ میں انصاف نہ کر سکو گے تو بیوہ عورتوں میں جو تم کو پسند ہوں ان سے دو دو تین تین چار چار سے نکاح کر لو۔ اور اگر تم کو اندیشہ ہو کہ تم عدل نہ کر سکو گے تو ایک ہی نکاح کرو۔

یہ آیت غزوہ احد (شوال ۳ھ) کے بعد اتری۔ اس کا شان نزول یہ ہے کہ اس جنگ میں ۷۰ مسلمان شہید ہو گئے تھے۔ اس کی وجہ سے مدینہ کی بستی میں اچانک ۷۰ گھر مردوں سے خالی ہو گئے نتیجہ یہ صورت حال پیش آئی کہ وہاں بہت سے بچے یتیم اور بہت سے عورتیں بیوہ ہو گئیں۔ اب سوال پیدا ہوا کہ اس معاشرتی مسئلہ کو کس طرح حل کیا جائے۔ اس وقت مذکورہ آیت اتری اور کہا گیا کہ جو لوگ استطاعت رکھتے ہوں وہ بیوہ عورتوں سے نکاح کر کے یتیم بچوں کو اپنی سرپرستی میں لے لیں۔ اپنے الفاظ اور اپنے شان نزول کے اعتبار سے بظاہر یہ ایک وقتی حکم نظر آتا ہے یعنی اس کا تعلق اس صورت حال سے ہے جب کہ جنگ کے نتیجہ میں آبادی کے اندر عورتوں کی تعداد زیادہ ہو گئی تھی اور مردوں کی تعداد کم۔ مگر قرآن اپنے نزول کے اعتبار سے زمانی کے باوجود اپنے اطلاق کے اعتبار سے ایک ابدی کتاب ہے۔ قرآن کے اعجاز کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ وہ زمانی زبان میں ابدی حقیقت بیان کرتا ہے۔ اس کا یہ حکم بھی اس کی اسی صفت خاص کا مظہر ہے۔

زیادہ شادی کا معاملہ صرف مرد کی مرضی پر منحصر نہیں اس کی لازمی شرط یہ ہے کہ معاشرہ میں زیادہ عورتیں بھی موجود ہوں۔ اگر زمین پر ایک ہزار ملین انسان بستے ہوں اور ان میں ۵۰۰ ملین مرد ہوں اور ۵۰۰ ملین عورتیں تو ایسی حالت میں مردوں کے لئے ممکن ہی نہ ہو گا کہ وہ ایک سے زیادہ نکاح کریں۔ ایسی حالت میں ایک سے زیادہ نکاح صرف جبراً کیا جا سکتا ہے اور جبری نکاح اسلام میں جائز نہیں۔ اسلامی شریعت میں نکاح کے لئے عورت کی رضامندی ہر حال میں ایک لازمی شرط کی حیثیت رکھتی ہے۔

اسی طرح عملی طور پر دیکھئے تو قرآن کے مذکورہ حکم کی تعمیل صرف اس وقت ممکن ہے جب کہ سماج میں وہ مخصوص صورت حال پائی جائے جو احد کی جنگ کے بعد مدینہ میں پائی جا رہی تھی۔ یعنی مردوں اور عورتوں کی تعداد میں نابرابری۔ اگر یہ صورت حال نہ پائی جا رہی ہو تو قرآن کا حکم عملاً قابل نفاذ ہو گا۔ مگر انسانی سماج اور انسانی تاریخ کا مطالعہ بتاتا ہے کہ قدیم مدینہ کی صورت حال محض وقتی صورت حال نہ تھی یہ ایک ایسی صورت حال تھی جو اکثر حالات میں زمین پر موجود رہتی ہے۔ مذکورہ ہنگامی حالت ہی ہماری دنیا کی عمومی حالت ہے۔ یہ قرآن کے مصنف کے عالم الغیب ہونے کا ثبوت ہے۔ کہ اس نے اپنی کتاب میں ایک ایسا حکم دیا جو بظاہر ایک ہنگامی حکم تھا مگر وہ ہماری دنیا کے لئے ایک ابدی حکم بن گیا۔

تعداد کی نابرابری

اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ باعتبار پیدائش عورت اور مرد کی تعداد تقریباً یکساں ہوتی ہے۔ یعنی جتنے بچے تقریباً اتنی ہی بچیاں۔ مگر شرح اموات کے جائزہ سے معلوم ہوا ہے کہ عورتوں کے مقابلہ میں مردوں کے درمیان موت کی شرح زیادہ ہے۔ یہ فرق بچپن سے لے کر آخر عمر تک جاری رہتا ہے۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا (۱۹۸۴ء) کے مطابق عمومی طور پر 'موت کا خطرہ عمر کے ہر مرحلہ میں' عورتوں کے لئے کم پایا گیا ہے اور مردوں کے لئے زیادہ۔

اکثر حالات میں سماج کے اندر عورتوں کی تعداد کا زیادہ ہونا اور مردوں کی تعداد کا کم ہونا مختلف اسباب سے ہوتا ہے۔ مثلاً جب جنگ ہوتی ہے تو اس میں زیادہ تر صرف مرد مارے جاتے ہیں۔ پہلی عالمی جنگ (۱۸۔ ۱۹۱۴ء) میں آٹھ ملین سے زیادہ فوجی مارے گئے۔ شہری لوگ جو اس جنگ میں ہلاک ہوئے وہ اس کے علاوہ ہیں۔ یہ زیادہ تر مرد تھے۔ دوسری عالمی جنگ (۴۵۔ ۱۹۳۹ء) میں ساڑھے چھ کروڑ آدمی ہلاک ہوئے یا جسمانی طور پر ناکارہ ہو گئے۔ یہ سارے لوگ زیادہ تر مرد تھے۔ عراق ایران جنگ (۸۸۔ ۱۹۷۹ء) میں ایران کی ۸۲ ہزار عورتیں بیوہ ہو گئیں۔ عراق میں ایسی عورتوں کی تعداد تقریباً ایک لاکھ ہے۔ جن کے شوہر اس دس سالہ جنگ میں ہلاک ہوئے۔ اسی طرح مثال کے طور پر جیل اور قید کی وجہ سے بھی سماج میں مردوں کی تعداد کم اور عورتوں کی تعداد زیادہ ہو جاتی ہے۔ امریکہ کو موجودہ زمانہ میں دنیا کی مہذب ترین سوسائٹی کی حیثیت حاصل ہے۔ اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ امریکہ میں ہر روز تقریباً ۱۳ ملاکھ آدمی کسی نہ کسی جرم میں پکڑے جاتے ہیں ان میں سے ایک تعداد وہ ہے جو لمبی مدت تک کے لئے جیل میں ڈال دی جاتی ہے۔ ان سزا یافتہ قیدیوں میں دوبارہ ۹۷ فیصد مرد ہی ہوتے ہیں۔ اسی طرح جدید صنعتی نظام نے حادثات کو بہت زیادہ بڑھا دیا ہے۔ موجودہ زمانہ میں حادثاتی موتیں روز مرہ کا معمول بن گئی ہیں۔ سڑک کے حادثے' ہوائی حادثے' کارخانوں کے حادثے اور دوسرے مشینی حادثے ہر ملک میں اور ہر روز ہوتے رہتے ہیں جدید صنعتی دور میں یہ حادثات اتنے زیادہ بڑھ گئے ہیں کہ اب سیفٹی انجینئرنگ کے نام سے ایک مستقل فن وجود میں آ گیا ہے۔ ۱۹۶۷ء کے اعداد و شمار کے مطابق' اس ایک سال میں پچاس ملکوں کے اندر مجموعی طور پر ۱۷۵۰۰۰ حادثاتی موتیں واقع ہوئیں۔ یہ سب زیادہ تر مرد تھے۔ صنعتی حادثات کی موتوں میں سیفٹی انجینئرنگ کے باوجود پہلے سے بھی زیادہ اضافہ ہو گیا ہے۔ مثال کے طور پر' ہوائی حادثات جتنے ۱۹۸۸ء میں ہوئے' اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئے تھے۔ اسی طرح تمام صنعتی ملکوں میں مستقل طور پر اسلحہ سازی کے تجربات ہو رہے ہیں۔ ان میں برابر لوگ ہلاک ہوتے رہتے ہیں۔ ان ہلاک شدگان کی تعداد کبھی نہیں بتائی جاتی۔ تاہم یہ یقینی ہے کہ ان میں بھی تمام تر صرف مرد ہی ہیں جو ناگہانی موت کا شکار ہوتے ہیں۔

اس طرح کے مختلف اسباب کی بنا پر عملی صورت حال اکثر یہی ہوتی ہے کہ سماج میں عورتوں کی تعداد نسبتاً زیادہ ہو اور مردوں کی تعداد نسبتاً کم ہو جائے۔

امریکہ کی سوسائٹی نہایت

ترقی یافتہ سوسائٹی سمجھی جاتی ہے' مگر وہاں بھی یہ فرق پوری طرح پایا جاتا ہے۔ ۱۹۸۷ء کے اعداد و شمار کے مطابق' امریکہ کی آبادی میں مردوں کے مقابلہ میں تقریباً ۷۱ لاکھ عورتیں زیادہ تھیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر امریکہ کا ہر مرد شادی شدہ ہو جائے تو اس کے بعد بھی امریکہ میں تقریباً ۷۱ لاکھ عورتیں ایسی باقی رہیں گی جن کے لئے ملک میں غیر شادی شدہ مرد موجود نہ ہوں گے۔ جن سے وہ نکاح کر سکیں۔

عورت کی رضامندی

ایک سے زیادہ نکاح کے لئے صرف یہی کافی نہیں ہے کہ آبادی کے اندر عورتیں زیادہ تعداد میں موجود ہوں۔ اسی کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ جس عورت سے نکاح کرنا مطلوب ہے وہ خود بھی اپنی آزادانہ مرضی سے اس قسم کے نکاح کے لئے پوری طرح راضی ہو۔ اسلام میں عورت کی رضامندی مسلمہ طور پر نکاح کے لئے شرط ہے۔ کسی عورت سے زبردستی نکاح کرنا جائز نہیں۔ اسلام کی نمائندہ تاریخ میں کوئی ایک بھی ایسی مثال نہیں ہے جب کہ کسی مرد کو یہ اجازت دی گئی ہو کہ وہ کسی عورت کو جبراً اپنے نکاح میں لے آئے۔ حدیث میں آیا ہے کہ کنواری عورت کا نکاح نہ کیا جائے جب تک اس کی اجازت نہ لے لی جائے (متفق علیہ)

حضرت عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ ایک لڑکی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہا کہ اس کے باپ نے اس کی مرضی کے خلاف اس کا نکاح کر دیا ہے۔ آپ نے اس کو اختیار دیا کہ چاہے تو نکاح کو باقی رکھے اور چاہے تو اس کو توڑ دے۔ (رواہ ابو داؤد)

ایک اور روایت ہے حضرت عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ بریرہ کا شوہر ایک سیاہ فام غلام تھا۔ اس کا نام مغیث تھا۔ گویا کہ میں مغیث کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ مدینہ کے راستوں میں بریرہ کے پیچھے چل رہا ہے۔ وہ رو رہا ہے اور اس کے آنسو اس کی داڑھی تک بہہ رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عباس سے کہا کہ اے عباس! کیا تم کو بریرہ کے ساتھ مغیث کی محبت اور مغیث کے ساتھ بریرہ کی نفرت پر تعجب نہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ سے کہا کہ کاش تم اس کی طرف رجوع کر لو۔ بریرہ نے کہا کہ کیا آپ مجھ کو اس کا حکم دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ صرف سفارش کر رہا ہوں۔ بریرہ نے کہا مجھے اس کی حاجت نہیں۔ (رواہ البخاری)

تعدد ازدواج کا ایک واقعہ وہ ہے جو حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت کے زمانہ میں پیش آیا۔ ایک بیوہ خاتون ام ابان بن عتبہ کو چار مسلمانوں کی طرف سے نکاح کا پیغام ملا جو سب کے سب شادی شدہ تھے۔ ان چار حضرات کے نام یہ ہیں۔ عمر بن الخطاب' علی بن ابی طالب' زبیر اور طلحہ۔ ام ابان نے طلحہ کا پیغام قبول کر لیا۔ اور بقیہ تینوں کے لئے انکار کر دیا۔ اس کے بعد ام ابان کا نکاح طلحہ سے کر دیا گیا۔ یہ واقعہ مدینہ (اسلامی دار الخلافت) میں ہوا۔ جن لوگوں کے پیغام کو رد کر دیا گیا' ان میں وقت کے امیر المومنین کا نام بھی شامل تھا۔ مگر اس پر کسی نے تعجب یا بیزاری کا اظہار نہیں کیا اور نہ اس بنا پر امن و امان کا مسئلہ پیدا ہوا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اسلام میں عورت کو اپنے بارے میں فیصلہ کرنے کی مکمل آزادی تھی۔ یہ عورت کا ایک ایسا حق ہے جس کو کوئی بھی اس سے چھین نہیں سکتا' حتیٰ کہ وقت کا حکمران بھی نہیں۔

ان احکام اور واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام میں چار کی حد تک نکاح کرنے کی اجازت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کوئی مرد چار عورتوں کو پکڑ کر اپنے گھر میں بند کر لے۔ یہ دو طرفہ رضامندی کا معاملہ ہے۔ وہی عورت کسی شادی شدہ مرد کے نکاح میں لائی جا سکتی ہے جو خود اس کی دوسری یا تیسری بیوی بننے پر بلا اکراہ راضی ہو۔ اور جب یہ معاملہ تمام تر عورت کی رضامندی سے انجام پاتا ہے تو اس پر کسی کو اعتراض کرنے کا کیا حق۔ موجودہ زمانہ میں آزادی انتخاب کو بہت زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ اسلامی قانون میں یہ قدر پوری طرح موجود ہے۔ البتہ "مساوات نسواں" کے علم بردار آزادی انتخاب کو پابندی انتخاب کے ہم معنی بنا دینا چاہتے ہیں۔

مسئلہ کا حل نہ کہ حکم

مذکورہ بالا بحث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ عورت اور مرد کی تعداد میں نابرابری ہماری دنیا کا ایک مستقل مسئلہ ہے وہ جنگ کی حالت میں بھی پایا جاتا ہے۔ اور جنگ نہ ہونے کی حالت میں بھی۔ اب سوال یہ ہے کہ جب دو صنفوں کی تعداد میں نابرابری ہے تو اس نابرابری کے مسئلہ کو کس طرح حل کیا جائے۔ یک زوجگی کے اصول پر عمل کرنے کے نتیجہ میں جن بیوہ یا غیر بیوہ عورتوں کو شوہر نہ ملیں' وہ اپنی فطرت کے تقاضے پورے کرنے کے لئے کیا کریں۔ وہ سماج میں کس طرح اپنے لئے ایک باعزت زندگی حاصل کریں۔ ایک طریقہ وہ ہے جو ہندوستان کی روایات میں بتایا گیا ہے۔ یعنی ایسی (بیوہ) عورتیں اپنے آپ کو جلا کر اپنے وجود کو ختم کر لیں۔ تاکہ نہ ان کا وجود رہے اور نہ ان کے مسائل۔ یا پھر ایسی عورتیں گھر سے محروم ہو کر سڑکوں کی بے کس زندگی گزارنے پر راضی ہو جائیں۔ اس اصول پر عمل کرنے کی بنا پر ہندو سماج کا کیا حال ہوا ہے' اس کی تفصیل جاننا ہو تو انڈیا ٹوڈے (۱۵ر نومبر ۱۹۸۷ء) کی ۸ صفحات کی باتصویر رپورٹ ملاحظہ فرمائیں۔ جو اس بامعنی عنوان کے تحت شائع ہوئی ہے کہ "بیوائیں' انسانیت کا بربادشدہ ملبہ"

اس حل کے بارے میں یہاں کسی مزید گفتگو کی ضرورت نہیں۔ کیوں کہ یہ امید نہیں کہ موجودہ زمانہ میں کوئی باہوش آدمی اس طریق کی وکالت کر سکتا ہے یا کسی بھی درجہ میں وہ اس کو مذکورہ مسئلہ کا حل سمجھ سکتا ہے۔

اشتراکیت اور اسلام

چینی رہنما ماؤزے تنگ کا اشتراکی لٹریچر پاکستان میں وسیع پیمانے پر تقسیم کیا جا رہا ہے، بڑی بڑی ضخیم اور جاذب نظر کتب سرکاری اور غیر سرکاری اداروں میں ہاتھوں ہاتھ بٹ رہی ہیں، اور ماؤزے تنگ کے تو تصویر بیج، کیپس اور منتہم بیٹر اسٹکر نوجوانوں کے کالروں پر لگے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس طرح مملکت اسلام میں اشتراکیت اور لادینیت کے فروغ اور اس کے قیام کی کوششیں جاری ہیں۔

اس اسلام دشمن تحریک کو بروقت غیر موثر کرنے کے لئے جہاں پاکستان میں اسلامی لٹریچر وسیع بنیادوں پر شائع کر کے ہمہ گیر پیمانہ پر تقسیم کرنے کی ضرورت ہے وہاں اشتراکی ممالک خصوصاً چین میں بھی اسلامی دعوت و تحریک کو عام کرنا ضروری ہے۔ اسی کے لئے اسلام پسند جماعتوں کو سرگرم کر دینے اور ایک مخصوص متحدہ لائحہ عمل تیار کرنا چاہئے۔

پاکستان اسلام کے نام پر بے شمار قربانیاں دے کر حاصل کیا گیا ہے لیکن اس میں ابھی تک اسلام کے عملی نفاذ کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی، اس کے برعکس مختلف قسم کی جذباتی سطحی اور بدیشی اور غیر اسلامی نظریات و رجحانات پروان چڑھ رہے ہیں۔ بعض لوگ پاکستان کے لئے اشتراکیت یا کمیونزم کو بہتر نظام قرار دیتے ہیں حالانکہ یہ نظام بذات خود مضبوط بنیادوں پر استوار نہیں ہے، اور گذشتہ پچاس سال سے اس نے کئی شکلیں اختیار کی ہیں لیکن اسلام کا اقتصادی، معاشرتی اور اخلاقی نظام مثبت اور بے مثال ہے۔ اس ملک میں ان ملحدانہ اور غیر اسلامی تحریکات کو روکنے کے لئے علماء کرام بڑا موثر و مفید کردار ادا کر سکتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ علماء حضرات اپنے فروعی اختلافات اور ذاتی اور گروہی دھڑے بندیوں کو بالائے طاق رکھ کر اسلام کی سربلندی کا فلاح مسلمین اور اس ملک کے نظریات کی بقا اور تحفظ کے لئے اپنی صلاحیتوں اور ذرائع کو بروئے کار لائیں۔

اسلامی اصول کی فلاسفی

یہ کتاب اس مقالہ پر مشتمل ہے جو جلسہ اعظم مذاہب لاہور میں ذیل کے پانچ سوالوں کے جواب میں پڑھا گیا۔

۱۔ انسان کی جسمانی، روحانی اور اخلاقی حالتیں

۲۔ انسان کی زندگی کے بعد کی حالت یعنی عقبیٰ

۳۔ دنیا میں انسان کی ہستی کی اصل غرض کیا ہے۔ اور وہ کس طرح پوری ہو سکتی ہے

۴۔ کرم یعنی اعمال کا اثر دنیا اور عاقبت میں کیا ہوتا ہے۔

۵۔ علم یعنی گیان و معرفت کے ذرائع کیا کیا ہیں۔

اس مقالہ کے شروع میں بانی تحریک احمدیت نے یہ شرط پیش کی کہ ان سوالوں کے جوابات اور دلائل صرف اپنی اپنی کتب مقدسہ سے پیش کیے جائیں' تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ کونسی مذہبی کتاب زندگی کے ان اہم مسائل پر کس حد تک روشنی ڈالتی ہے۔ خدا نے پیش از وقت حضرت مرزا صاحب کو اطلاع دی کہ ان کا مضمون بالا رہے گا اور بعد میں ایسا ہی ہوا۔

ملنے کا پتہ

دار الکتب علیمیہ ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور

اخبار و افکار

[illegible]

پاکستان [illegible] کل لاؤں اور غیر نمائندہ [illegible] سے [illegible] جمہوریت [illegible] ان کی [illegible] گئی ہیں۔ [illegible] ملک نے [illegible] صورت حال پیدا ہوگئی!

نومبر 1988ء [illegible] کے نتیجے میں منتخب ہونے والی [illegible] ان [illegible] جمہوری عمل [illegible] جس [illegible] سے پاکستان [illegible] جمہوری اصولوں سے [illegible] اصل جمہوریت کے استحکام [illegible] ایک مرتبہ پھر جمہوریت کی بقا کو [illegible] خطرات [illegible] اگر ہم موجودہ اور سابقہ جمہوری سیاسی [illegible] وجوہات کو بیان کرنا چاہیں تو مختصر الفاظ میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے آج تک کے جمہوری تجربوں کی ناکامی کی اصل وجہ "ذاتی انا" دوسروں کو برداشت نہ کرنے کا رویہ اور اقتدار کے لئے بے صبری" ہے۔ یہ چند الفاظ ہماری پوری جمہوری تاریخ کی ناکامی کا لب لباب ہیں۔

آج مرکز اور صوبوں کے درمیان محاذ آرائی کی کیفیت جس مقام پر پہنچ چکی ہے وہاں سے [illegible] کرشمے" سے کم نہ ہوگی ورنہ زیادہ امکان یہی ہے کہ دشمنیوں اور عداوتوں کا یہ کھیل جمہوری نظام کی بساط لپیٹ کر ایک [illegible] آمریت [illegible] تک جاری رہے گا۔

[illegible] جمہوریت [illegible] صورت حال پچھلے گیارہ سالہ مارشل لاء دور کے [illegible] اقدامات کا [illegible] نتیجہ ہیں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اس دور استبداد نے ایک ایسے مراعات یافتہ طبقے کو جنم دیا جسے ہر قانون سے بالاتر ہو کر [illegible] کارروائیاں کرنے کی عادت پڑ گئی۔ جنہیں جمہوریت اور جمہوری قدروں سے کوئی سروکار نہیں۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ جمہوریت کی خاطر طویل جدوجہد کرنے اور بے مثال قربانیاں دینے والی پارٹی کا کردار بھی معروضی حالات کے مطابق [illegible] نہیں۔ یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہئے کہ [illegible] پیپلز پارٹی نے [illegible] جمہوریت [illegible] استحکام [illegible] پیپلز پارٹی پر عائد ہوتی ہے۔ [illegible] جمہوریت پر یقین رکھنے والی پارٹی [illegible] جمہوری قوتوں کو اس کی [illegible] کوشش کریں گی کہ کسی نہ کسی طریقے سے [illegible] کر دیا جائے۔ سیاسی مہارت (ڈپلومیسی) اور قومی مفادات کا اصل تقاضا یہ ہے کہ پیپلز پارٹی مخالفین سے نمٹتے ہوئے [illegible] جال سے کس طرح [illegible] کے ساتھ نکلتی ہے [illegible] آمریت [illegible] اور جمہوری قوتوں کی ایک [illegible] کا [illegible] جمہوری پارٹی [illegible] کرے گی۔

[illegible] 1988 [illegible]

[illegible]

آئی جے آئی کی مشترکہ حکومت کا فیصلہ کیا گیا جو معروضی حالات میں بہترین فیصلہ تھا لیکن دونوں پارٹیوں سے وابستہ لوگوں نے یہ نظل منڈھے نہ چڑھنے دی اور محاذ آرائی کا ایک ایسا [illegible] کھول دیا جس سے عوام الناس نجات کے راستے یعنی "جمہوریت" ہی سے بدظن ہوتے جارہے ہیں۔

وزیراعظم پاکستان و چیئرپرسن پاکستان پیپلز پارٹی کے [illegible] جمہوریت پسند حلقے [illegible] اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس تعلق کی [illegible] جانبداری سے چارہ نہیں اور وہ جانتے ہیں کہ ان کی صف میں کون "جمہوریت دشمن" یا "نادان دوست" چھپے ہوئے ہیں تو آج کے تمام معروضی حالات اور تناظر میں محاذ آرائی کا جواب محاذ آرائی سے دے کر بالواسطہ جمہوری عمل اور آپ کی حکومت کی ناکامی کا باعث بن رہے ہیں۔ ہم سب انسان ہیں' انسانوں سے دانستہ یا نادانستہ غلطیاں بھی ہو سکتی ہیں لیکن ان کا بروقت ازالہ ہی کسی بڑی تباہی کو روک سکتا ہے۔ یہ سوالات ہر جمہوریت دوست کے ذہن میں کانٹے کی طرح کھٹک رہے ہیں کہ آئی جے آئی کو تو آمریت کی پیداوار کہا جا سکتا ہے لیکن سات [illegible] کے مختصر عرصے میں ایک ساتھ جمہوریت کی خاطر لڑائی لڑنے والے نوابزادہ نصراللہ خان' فضل الرحمن' ولی خان اور اکبر بگٹی وغیرہ بھی پیپلز پارٹی سے کیوں دور ہوتے جارہے ہیں؟ آخر کہیں نہ کہیں تو وفاقی حکومت کو منصوبہ بندی اور طرز عمل میں کوئی نقص ایسا [illegible] ہے کہ اس نظام کے اندر جہاں پہلے سے بہت دشمن [illegible] وہاں وہ نئے دوست بنانے کی بجائے پرانے دوستوں [illegible] محرومی برتی جارہی ہے؟ آخر کیوں؟ اگر دنیا کی دو مخالف ترین قوموں کے درمیان افہام و تفہیم کا راستہ نکل سکتا ہے تو ایک ہی قوم کے دو سیاسی حریفوں کے درمیان ورکنگ ریلیشن شپ کا درمیانی راستہ کیوں نہیں نکل سکتا؟ جس کا حتمی اور زیادہ سے زیادہ فائدہ بالآخر ملک و قوم اور جمہوری قوتوں کو پہنچے گا۔

اسی طرح قوم کے سمجھدار حلقے حکومت پنجاب سے بھی توقع کرتے ہیں کہ وہ بھی جمہوری رویے کو فروغ دے [illegible] [illegible] جمہوریت [illegible] پاکستان صرف جمہوریت سے قائم رہ سکتا ہے [illegible] اور جمہوری [illegible] نکال کر منزل تک پہنچائے گا۔ [illegible] دونوں [illegible] مفادات [illegible] اپنے مسائل حل کرتے ہوئے محاذ آرائی کا خاتمہ کیا جائے تاکہ عوام سکھ کا سانس لیں۔ عوام نومبر 1988ء کے انتخابات میں آمریت کو ہمیشہ کے لئے رد کر چکے ہیں آئیے مل جل کر ایک نئے جمہوری پاکستان کی بنیاد رکھیں [illegible] محبت' امن اور خوشحالی کا دور دورہ ہو۔ میں آخر میں وہ اپیل پھر دہرانا چاہتا ہوں جو میں نے دسمبر 1988ء کے الیکشن نتائج پر اپنے تجزیئے میں کی تھی اور جسے ایک ماہنامے نے جنوری 1989ء کے شمارے میں شائع کیا تھا۔

"جیسے بھی ہوئے اب الیکشن ہو چکے تمام لوگوں کی التجا بھری نظریں اپنے منتخب نمائندوں کی طرف لگی ہوئی ہیں وہ اپنے زخمی دلوں اور کرچی کرچی جسموں کے ساتھ یہ اپیل کر رہے ہیں

پاکستان پیپلز پارٹی کے قائدین سے

پاکستان اسلامی جمہوری اتحاد کے قائدین سے

بیوروکریسی سے

جیتنے والوں سے

ہارنے والوں سے کہ

ہم نے بڑے دکھ سہے ہیں ہم نے 40 سالوں میں ملک ٹوٹنے تک کی ذلت سہی ہے۔ دنیا میں ہم کتنے حقیر ہو چکے ہیں ہماری کوئی روایات نہیں ہم مسائل کے انبار میں دب چکے ہیں دنیا کتنی آگے نکل چکی ہے اور ہم کہاں کھڑے ہیں کیا ہمارا اور ہمارے بچوں کا مقدر صرف بھوک ننگ ہی رہ گیا ہے ہم آپس میں لڑ کر [illegible] [illegible] اگر [illegible] ہم اندرونی طور پر متحد ہو سکتے ہیں [illegible] اپنے ملک کو مستحکم بنا سکتے ہیں [illegible] اپنے فیصلے خود نہیں کر سکتے [illegible] [illegible] حکومت [illegible] نہ صرف مضبوط ہو بلکہ عوام کے مسائل حل کرنے کی اہل ہو۔

[illegible] براہ مخالفت [illegible] قومی [illegible] اور انتشار کا [illegible] کہ غیر جمہوری قوتیں [illegible] نہیں [illegible]

[illegible] ملکی سلامتی اور تحفظ کے [illegible]

[illegible] جمہوریت پاکستان کو راس نہیں آتی

پاکستان میں جمہوری حکومت کو قائم ہوئے تھوڑا ہی عرصہ گزرا ہے لیکن یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ نظام بڑی مشکلات سے نبرد آزما ہے۔ آیئے اس [illegible] کا جائزہ لیں کہ کیا جمہوری حکومت پاکستان کے لئے نقصان دہ ہے؟ یا اس حکومت کے قائم رہنے میں ہی ملک کی بقاء سالمیت اور ترقی کا راز مضمر ہے۔ اگر ماضی میں جمہوری اداروں کو پھلنے پھولنے کا موقع ملتا تو آج ہم اس صورت حال سے دوچار نہ ہوتے۔

قیام پاکستان کے بعد قائداعظم محمد علی جناح ایک سال سے زائد عرصہ تک زندہ نہ رہ سکے۔ ان کی وفات سے ملکی سیاست میں وہ خلا پیدا ہو گیا جس کے باعث ملک سیاسی عدم استحکام اور انتشار کا شکار ہو گیا۔ آئین ساز اسمبلی سالہا سال تک ملک کو ایسا آئین نہ دے سکی جو اسے سیاسی عدم استحکام اور انتشار سے محفوظ رکھتا۔ آئین کی عدم موجودگی میں مستحکم جمہوری حکومت قائم نہ ہو سکی۔ آئے دن حکومتیں بنتی اور ٹوٹتی رہیں۔ لیاقت علی خان کو 16 اکتوبر 1951ء کو جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے قتل کر دیا گیا۔ قاتل کو موقع پر ہی ہلاک کر دیا گیا۔ قتل کے متعلق کچھ عرصہ تک تحقیقات ہوتی رہی لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔

لیاقت علی خان کے قتل کے بعد خواجہ ناظم الدین وزیراعظم اور غلام محمد گورنر جنرل بن گئے۔ اپریل 1953ء میں گورنر جنرل نے خواجہ ناظم الدین کو برطرف کر کے محمد علی بوگرہ کو وزیراعظم بنا دیا۔ چونکہ خواجہ ناظم الدین کو اسمبلی کا اعتماد حاصل تھا اس لئے ان کی برطرفی ایک غیر آئینی اقدام تھا۔ تاحال ملک کے لئے آئین نہ بن سکا تھا۔ محمد علی بوگرہ نے آئین سازی کے سلسلے میں ایک فارمولا دیا جسے "بوگرہ فارمولا" کہا جاتا ہے۔ اس فارمولا کے مطابق ملک میں دو ایوانی مقننہ کی تجویز پیش کی گئی۔ جس میں دونوں ایوانوں کو مساوی اختیارات حاصل ہوں۔ ایوان بالا کے ارکان کی تعداد پچاس ہو جس میں سے چالیس مغربی پاکستان سے اور دس مشرقی پاکستان سے لئے جائیں۔ ایوان زیریں کے ارکان کی تعداد 300 ہو جس میں سے 165 ارکان مشرقی پاکستان سے اور 135 مغربی پاکستان سے لئے جائیں۔ بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی رپورٹ پر بوگرہ فارمولے کی روشنی میں نظرثانی کی گئی اور ستمبر 1954ء میں اسمبلی نے اسے منظور کر لیا۔ آئین کا مسودہ تقریباً مکمل ہو چکا تھا جب اکتوبر 1954ء میں گورنر جنرل نے اسمبلی کو توڑ دیا۔ خواجہ ناظم الدین کی برطرفی اور اسمبلی توڑنے کی غیر آئینی کارروائی سے جمہوریت پروان نہ چڑھ سکی۔ مئی 1955ء میں [illegible] جنرل نے آئین ساز اسمبلی بنانے جانے کے حکم جاری کیا۔ اس کے مطابق جون 1955ء میں صوبائی اسمبلیوں نے 80 ارکان کا انتخاب کیا۔ مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان کو برابر برابر نمائندگی دی گئی۔ نئی اسمبلی کا اجلاس جولائی 1955ء میں بلایا گیا۔

چودھری محمد علی وزیراعظم اور سکندر مرزا گورنر جنرل بن گئے۔ چودھری محمد علی نے آئین کا مسودہ تیار کیا تو انہوں نے اسمبلی میں پیش کیا جسے اسمبلی نے تفصیلی غور و خوض کے بعد منظور کیا اور 23 مارچ 1956ء کو پاکستان کے پہلے آئین کا نفاذ ہوا۔ خدا خدا کر کے پاکستان کا پہلا آئین قیام پاکستان کے ساڑھے آٹھ سال بعد نافذ کیا گیا لیکن شومئی قسمت کہ یہ آئین اٹھارہ ماہ سے زائد عرصہ تک نہ رہ سکا۔ سکندر مرزا نے 7 اکتوبر 1958ء کو اسمبلیاں توڑ دیں' مرکزی اور صوبائی کابینہ کو برطرف کر دیا' آئین منسوخ کر دیا اور ملک میں مارشل لاء کے نفاذ سے جمہوری حکومت کی جڑیں کاٹ دیں۔ انہوں نے پاکستانی فوج کے سربراہ جنرل محمد ایوب خان کو چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر مقرر کر دیا جنہوں نے 27 اکتوبر 1958ء کو سکندر مرزا سے اقتدار حاصل کر کے انہیں ملک بدر کر دیا۔ مارشل لاء کے نفاذ سے قبل جمہوری حکومتیں بھی عوامی مسائل کے حل میں قطعاً کوئی دلچسپی نہیں لے رہی تھیں بلکہ اقتدار کا حصول ان کا مطمع نظر تھا۔ راتوں رات سیاسی جماعتیں وجود میں آتی تھیں اور آئے دن حکومتیں بدلتی رہتی تھیں۔ ملک میں سمگلنگ' چور بازاری اور لوٹ مار عام تھی۔ حکمران طبقہ ان برائیوں میں شریک تھا۔ عوام مسائل کی چکی میں پس رہے تھے اور ایسی حکومتوں سے نالاں تھے جو ان کے مسائل حل کرنے میں کوئی دلچسپی نہیں لیتی تھیں۔ چنانچہ انہوں نے مارشل لاء کو بخوشی قبول کیا۔ مارچ 1962ء میں ایک نئے آئین کے نفاذ سے ملک کو ایک نیا نظام دیا گیا۔ جو بنیادی جمہوریتوں کا نظام کہلاتا ہے۔ مارشل لاء حکومت نے جمہوری حکومتوں کو سب خرابیوں کا ذمہ دار گردانا اور ملک کو ایک ایسا نظام دینے کا اعلان کیا جو عوام کے مسائل کے حل کرنے میں ممد و معاون ثابت ہو گا۔ اس نظام کے مطابق انتخابات ہوئے اور مارشل لاء کے ذریعے برسر اقتدار حکمران عوام کے ووٹوں کے ذریعے مسند اقتدار پر قابض ہو گئے۔ پارلیمانی نظام حکومت کو تمام خرابیوں کا ذمہ دار گردانا گیا اور بالواسطہ صدارتی نظام حکومت کے ذریعہ صدر کو کلی اختیارات کا مالک بنا دیا گیا اور یہ کہا گیا کہ پارلیمانی جمہوریت اس ملک کے عوام کے لئے سودمند نہیں ہے۔ یہ آئین عوام کے نمائندوں کا بنایا ہوا نہیں تھا بلکہ فرد واحد کا عطا کردہ تھا اس لئے اس دستور کے مطابق تمام اختیارات صدر کی ذات میں مرتکز تھے چونکہ صدر کو اس نظام کے تحت اپنے عہدے سے ہٹانا اور اسے الیکشن میں شکست دینا تقریباً ناممکن تھا۔ اس لئے ایوب خان کو اقتدار سے ہٹانے کے لئے موثر عوامی تحریک کی ضرورت تھی چنانچہ ان کے خلاف زبردست عوامی تحریک چلائی گئی۔ جس کے نتیجے میں وہ اقتدار سے تو الگ ہو گئے لیکن ملک میں پھر مارشل لاء نافذ کر دیا گیا اور آغا محمد یحییٰ خان چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بن گئے۔ یحییٰ خان نے اپنے دور اقتدار میں انتخابات کروائے لیکن انتخابات کے نتائج کے مطابق اقتدار منتقل کرنے میں ناکام رہے جس کے باعث ملک پاکستان دولخت ہو گیا اور مشرقی پاکستان بنگلہ دیش کی شکل میں ایک آزاد اور خود مختار ملک بن گیا۔ جمہوری اداروں کی عدم موجودگی اور مارشل لاء کے طویل دور کا منطقی نتیجہ بنگلہ دیش کی صورت میں سامنے آیا۔ اگر جمہوری اداروں کو پروان چڑھایا جاتا' انتخابات کا عمل جاری رہتا اور عوام کو کاروبار حکومت میں شریک رکھا جاتا تو ہمیں یہ دن نہ دیکھنا پڑتا جو ہماری قومی تاریخ پر ایک بدنما دھبہ ہے۔ مارشل لاء کی بدولت اندرونی انتشار ایک لاوا بن چکا ہے اور دوسرا تخریبی سرگرمیاں اس انداز میں چلائی جاتی ہیں جو ملک و قوم کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیتی ہیں۔

بنگلہ دیش کے قیام کے بعد بھی ہم نے اس سے کوئی سبق نہیں سیکھا۔ جمہوری حکومت بمشکل پانچ سال تک چل سکی اور اس کے بعد مارشل لاء ہی کی ضرورت محسوس کی گئی۔ سیاستدانوں نے فوج کو دعوت دی کہ وہ اقتدار سنبھال لیں۔ گویا ان کے نزدیک فوج کا کام سرحدوں کی حفاظت نہیں بلکہ ملک کا نظم و نسق چلانا ہے اور ملک کا نظم و نسق چلانا سیاستدانوں کا کام نہیں بلکہ فوج کا کام ہے۔ 1977ء میں چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نے نوے دن کے اندر انتخابات کروا کر اقتدار نمائندہ حکومت کے حوالے کرنے کا اعلان کیا لیکن انتخابات کرانے کا وعدہ نوے دن میں تو کیا نوے ماہ میں بھی پورا نہ ہو سکا اور یوں ملک طویل عرصہ تک مارشل لاء کی زنجیروں میں جکڑا رہا۔

1985ء میں غیر جماعتی انتخابات کروا کر من پسند حکومت کو اقتدار میں شریک کیا گیا لیکن سارے اختیارات کا منبع و محور صدر کی ذات ہی تھی۔ بعد میں غیر آئینی طور پر اسمبلی توڑ دی گئی اور نئے انتخابات کی تاریخ کا اعلان کیا گیا۔ جنرل ضیاء مرحوم تو حادثے کی نذر ہو گئے لیکن ان کی بنائی ہوئی نگران حکومتوں کی نگرانی میں انتخابات کا انعقاد ہوا جس کے نتیجے میں وفاق اور صوبوں میں جمہوری حکومتیں قائم ہو چکی ہیں۔ اگر جمہوری عمل تسلسل کے ساتھ جاری رہتا تو آج جمہوری ادارے اتنے مضبوط ہوتے کہ جمہوری حکومت اس غیر یقینی صورت حال سے قطعاً دوچار نہ ہوتی جس کا اسے آج کل سامنا ہے۔ بعض عناصر ایسے بھی ہیں جنہیں مارشل لاء حکومت اس لئے پسند ہے کہ اس حکومت میں بھی اقتدار میں شریک ہوتے ہیں۔ اگر صرف اپنے اقتدار تک سوچ محدود ہو تو ملک کو یقیناً اس سے مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ہمیں ملکی اور قومی مفاد کو ہمیشہ مقدم رکھنا چاہئے۔ چھوٹی اکائی کے مفاد کو بڑی اکائی کے مفاد پر قربان کرنا چاہئے۔

آئین کے مطابق وفاقی اور صوبائی حکومتوں کو جو اختیارات حاصل ہیں وہ انہیں ضرور بروئے کار لائیں لیکن محاذ آرائی کی فضا سے ملک و قوم کو ناقابل تلافی نقصان پہنچنے کا احتمال ہے۔ جمہوری حکومت کی کامیابی کے لئے رواداری کا جذبہ ازبس ضروری ہے۔ دوسرے کی تنقید سننے کا حوصلہ ہونا چاہئے اور دوسرے پر تنقید کرنے کا سلیقہ بھی آنا چاہئے۔ وفاقی حکومت اور صوبائی حکومت میں محاذ آرائی کا سلسلہ اس حد تک آگے بڑھ چکا ہے کہ ایک دوسرے کی جائز بات بھی برداشت نہیں کی جاتی۔ یہ صورت حال انتہائی تکلیف دہ ہے۔ مثبت سوچ رکھنے والے پاکستانی اس صورت حال سے بہت پریشان ہیں۔ یہ بے یقینی کی کیفیت نہ جانے کس طوفان کا پیش خیمہ ہے؟ میری ناقص رائے کے مطابق اگر حالات میں روزبروز ابتری کی یہی صورت برقرار رہی تو یہ پاکستان کی سالمیت اور اس کے استحکام کے لئے تباہ کن ہو گی۔ آج ہمارے پاس وقت ہے اور اس وقت سے ارباب اقتدار کو فائدہ اٹھانا چاہئے حالات کو سازگار بنانے کے لئے اپنی تمام [illegible] استعمال کریں محاذ آرائی سے گریز کریں اور [illegible] عوام کے مسائل کے حل کے لئے مشترکہ لائحہ عمل طے کریں۔

[illegible] کارواں رک جائے یا تعطل کا شکار ہو جائے تو مروجہ [illegible] طریقے اپنانے چاہئیں کسی بات کو اپنی انا کا مسئلہ نہ بنانا چاہئے کہ آپ کو اجتماعی مفاد سے زیادہ اہم نہیں۔

از قلم مکرم نصیر احمد فاروقی ۔ لاہور

"گاہے گاہے باز خواں ایں دفتر پارینہ را"

حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی سوانح عمری "مجدد اعظم" سے اقتباسات جاری رکھتے ہوئے میں قارئین کی خدمت میں عرض کروں گا کہ اصل نقل سے بہت بہتر ہوتی ہے۔ اس لئے جن اصحاب کے پاس سوانح عمری نہیں ہے وہ اگر اسے حاصل کر سکیں تو ضرور لے کر پڑھیں یا اگر یہ کتاب اُن کی مقامی جماعت کی لائبریری میں موجود ہو تو اسے لیکر پڑھیں تاکہ وہ پوری طرح مستفید ہو سکیں۔ میری نگارِ انتخاب پر بھروسہ نہ کریں۔ مصنف نے اس سوانح عمری کو لکھنے میں یہ کمال کیا ہے کہ اگرچہ حضرت اقدس کی زندگی کے حالات بالتفصیل لکھے ہیں اور آپ کی تصنیفات کا عطر کھینچ کر اُنہیں بھی شاملِ کتاب کیا ہے اور آپ کے مناظرات اور مباحثات کو بھی پیش کیا ہے مگر کتاب کو اتنا دلچسپ طریق پر لکھا ہے کہ ہاتھ میں پڑھنے کو اٹھاؤ تو چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا جب تک کہ ختم نہ کر لو۔ اس لئے اس کتاب کو پڑھنے سے جہاں علم میں بے حد اضافہ ہوتا ہے وہاں طبیعت کو بھی فرحت ہوتی ہے۔ بہرحال میں یہ اقتباسات اس لئے لکھ رہا ہوں کہ ان سے بھی حضرت اقدس کے اوصاف کی کچھ جھلک احباب تک (خصوصاً اُن احباب تک جو بوجوہ اصل کتاب کو نہ پڑھ سکتے ہوں) پہنچ سکے۔

آج کے مضمون میں میں حضرت ممدوح کی راستبازی اور صداقت پسندی کے کچھ واقعات لکھوں گا۔ یہ دو صفات کسی انسان کے کیریکٹر میں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔ اس کی مثال کے طور پر میں حضور سرورِ کائنات صلعم کی زندگی سے ایک واقعہ سناتا ہوں۔ حضورؐ کی خدمت میں ایک دفعہ ایک بدّو حاضر ہوا۔ اُس زمانہ کے بدّو نے نہایت گستاخی اور کرخت لہجے میں حضورؐ شہنشاہِ دوجہاں سے کہا "اے محمدؐ! میں تین گناہ کرتا ہوں۔ میں تینوں نہیں چھوڑ سکتا۔ اگر تو چاہے تو میں ایک چھوڑنے کو تیار ہوں۔ میں چوری کرتا ہوں ۔۔۔ زنا کرتا ہوں اور جھوٹ بھی بولتا ہوں۔" جو صحابہؓ وہاں بیٹھے تھے وہ اس بدّو کے گستاخ لہجے اور بیہودہ سوال پر بہت برافروختہ ہوئے مگر حضور رحمتِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے ماتھے پر تیوری تک نہ آئی اور حضورؐ نے مسکراتے ہوئے فرمایا "جھوٹ بولنا چھوڑ دے۔" بدّو بولا "ٹھیک ہے۔ یہ میرے اور تیرے درمیان عہد ہے۔" یہ کہہ کر بدّو چلا گیا۔ رات ہوئی تو وہ چوری کو نکلا مگر خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اُس نے سامنے سے کوتوال کو آتے دیکھا۔ اچھے وقتوں میں وہ بدّو جھوٹ بول کر چھٹکارا حاصل کر سکتا تھا۔ مگر اُسے رسول اللہ صلعم سے اپنا معاہدہ یاد آ گیا۔ اس لئے بدّو آنکھ بچا کر ادھر اُدھر ہو گیا۔ چوری سے گیا تو بدّو نے سوچا کہ چلو کسی طوائف کے کوٹھے پر چلتے ہیں۔ مگر قسمت نے پھر یاری نہ کیا اور بدّو کی اپنے خسر سے مُٹھ بھیڑ ہو گئی۔ خسر نے پوچھا "برخوردار کہاں جاتے ہو؟ اب برخوردار کیا کہتے؟ جھوٹ تو بول نہیں سکتے تھے اس لئے ناکام لوٹے۔ بدّو سے رہا نہ گیا۔ بے اختیار اپنے سے ہی بلند آواز میں بڑبڑایا "محمدؐ بہت ہشیار نکلا۔ میں نے تو ایک گناہ چھوڑنے کو کہا تھا اس نے سارے گناہ چھڑوا دیئے !!!" تو جھوٹ سارے گناہوں کی بنیاد ہوتا ہے سو لئے شاید شرک کے۔ جھوٹ کے بنیادی گناہ ہونے کی وجہ سے ہی میں نے حضرت مرزا صاحب کی صداقت پسندی اور راستبازی کی صفت کا ذکر ضروری سمجھا ہے۔

مقدمات اور حق پرستی

قارئین مندرجہ بالا سُرخی پڑھ کر حیران ہوئے ہوں گے۔ سب جانتے ہیں کہ مقدمات میں کس قدر جھوٹ بولا جاتا ہے اور جھوٹے گواہ پیش کرنے پڑتے ہیں۔ مگر حضرت اقدس نے مقدمات ہار دیئے مگر کبھی جھوٹ نہ بولا نہ اپنے وکیل یا گواہوں کو جھوٹ بولنے دیا۔ میں یہ واضح کر دوں کہ حضرت صاحب کو مقدمات سے سخت نفرت تھی مگر جوانی کے ایام میں جب آپ کے والد بزرگوار زندہ تھے تو انہوں نے اپنی کھوئی ہوئی جائیداد واپس لینے کے لئے اپنے آپ کو کئی بہت سے مقدمات میں اُلجھایا ہوا تھا۔ اور وہ اپنے بیٹے سے نہ صرف توقع رکھتے تھے بلکہ سختی سے اصرار کرتے تھے کہ حضرت صاحب اُن کے بوجھ کو ہلکا کریں اور مقدمات کی پیروی میں اُن کا ہاتھ بٹائیں۔ اُن کا حال معلوم کرنے کے لئے ہم کتاب "مجدد اعظم" کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ کتاب کے قابل مصنف لکھتے ہیں:

"الغرض حضرت مرزا صاحب اپنی طبیعت کے خلاف محض اپنے بزرگوار کے حکم کی اطاعت کے لئے مقدمات وغیرہ کی پیروی کے لئے جہاں کہیں وہ فرماتے چلے جاتے۔ اور اس کام میں بعض دفعہ بڑی بڑی محنت شاقہ برداشت کرتے ۔۔۔

۔۔۔۔ مقدمات کے لئے بٹالہ اور گورداسپور اکثر جانا پڑتا۔ آپ کا طریقِ عمل یہ ہوتا تھا کہ آپ سواری کے لئے گھوڑا ۔۔۔ کرتے۔ اور جو کبھی رفیق یا خادم ساتھ ہوتا گاؤں سے باہر نکل کر اُسے گھوڑے پر سوار کرا دیتے اور خود پیدل چلتے۔ نصف راستہ تک پیدل چل کر پھر خود سوار ہوتے اور خادم پیدل چلتا۔ بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا کہ سارے رستہ خادم ہی گھوڑے پر سوار رہتا اور آپ پیدل چلتے رہتے۔ مرزا اسلم بیگ جو اُس زمانے میں آپ کے خادم تھے بیان کرتے ہیں کہ میں جب کبھی عذر کرتا کہ مجھے شرم آتی ہے کہ میں تو گھوڑے پر سوار چلوں اور آپ پیدل چلیں تو آپ مسکرا کر فرماتے "ہم کو پیدل چلنے میں شرم نہیں آتی تو تم کو سوار چلتے کیوں شرم آتی ہے۔"

"اگرچہ آپ کے والد صاحب آپ سے پوچھتے نہ تھے مگر آپ خرچ کی رائی رائی تفصیل ساتھ ساتھ لکھتے جاتے تھے باوجود اس کے کہ آپ تیاری مقدمہ میں پوری محنت اور کوشش فرماتے تھے مگر کبھی جھوٹ اور ناجائز ذرائع سے کام نہ لیتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے مقدمات کے متعلق دعائیں بھی کرتے تو اس میں بھی ہر وقت جنابِ الٰہی کی رضا مدِنظر رہتی تھی اور دُعا بھی یہی کرتے تھے کہ جو بات حق اور عدل پر مبنی ہو اسی پر مقدمہ کا فیصلہ ہو۔ جس رات کی صبح آپ کو تاریخ مقدمہ پر جانا ہوتا تو عشا کی نماز مسجد میں پڑھ چکنے کے بعد نمازیوں سے کہتے کہ مجھ کو مقدمہ کی تاریخ پر جانا ہے ..... دعا کرو کہ اِس مقدمہ میں حق حق ہو جائے اور مجھے مخلصی ملے میں نہیں کہتا کہ فیصلہ میرے حق میں ہی ہو۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ حق کس طرف ہے۔ پس جو اُس کے علم میں حق ہے اُس کی تائید اور فتح ہو۔

"جھوٹ اور جھوٹی گواہیوں سے آپ کو اس قدر نفرت تھی کہ بعض دفعہ وکلاء آپ کا مقدمہ چھوڑ دیتے اور کہتے کہ اگر آپ جھوٹ نہ بولیں گے تو سزایاب ہو جائیں گے۔ مگر آپ صریح نقصان کو دیکھتے ہوئے بھی کبھی راستی کو نہ چھوڑتے اور وکلاء کو صاف طور پر کہہ دیتے کہ چونکہ اسباب سے کام (اللہ تعالیٰ کا) حکم ہے اس لئے تمسّک بالاسباب کے طور پر ہم آپ کو وکیل بناتے ہیں ورنہ ہم جانتے ہیں کہ کوئی امر دنیا میں ظہور پذیر نہیں ہوتا جب تک پہلے اُس کا فیصلہ آسمان پر نہ ہو۔ ہم آپ کی خاطر اللہ تعالیٰ کو ناراض نہیں کر سکتے۔"

راستبازی کی ایک مثال

حضرت مرزا صاحب کے والد کی وفات کے بعد بھی آپ کا یہی طریق تھا کہ حق ہاتھ سے نہ جائے، مقدمہ جاتا ہے تو جائے۔ ایک دفعہ آپ نے اسلام کی تائید میں اور آریوں کے مقابل پر ایک مضمون لکھا اور اُسے چھپوانے کے لئے ایک عیسائی مطبع کے مالک کو جس کا نام رلیا رام تھا اور وہ امرتسر میں مطبع کے کام کے علاوہ وکالت بھی کرتا تھا اُسے ڈاک سے وہ مضمون بھیجا۔ اگرچہ پیکٹ دونوں طرف سے کھلا تھا مگر اُس میں حضرت مرزا صاحب

نے ایک خط مطبع کے مالک کے نام بھی ڈال دیا یا جس خط میں ایسے الفاظ تھے جو اسلام کی تائید میں تھے اور دوسرے مذاہب کے بُطلان کی طرف اشارہ تھا وُہ عیسائی رلیا رام مخالفتِ مذہب کی وجہ سے بر فروختہ ہوگیا۔ اور اُس نے اس بات کا فائدہ اُٹھایا کہ ڈاکخانہ کے مروّجہ قانون کے تحت ایسے پارسل میں اپنا خط ڈالنا جُرم تھا جس کی سزا پانچ سو روپے جرمانہ یا چھ ماہ تک قید تھی۔ سو اُس عیسائی مطبع کے مالک نے مُخبر بن کر افسرانِ ڈاکخانہ سے حضرت مرزا صاحب پر مقدمہ دائر کر دیا۔ اس مقدمہ کے باقی حالات حضرت مرزا صاحب کے اپنے الفاظ میں سُنیئے :-

"قبل اس کے کہ مجھے اس مقدمہ کی کچھ اطلاع ہو، رؤیا میں اللہ تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا کہ رلیا رام وکیل نے ایک سانپ میرے کاٹنے کے لئے مجھے بھیجا ہے اور میں نے اُسے مچھلی کی طرح تل کر واپس بھیج دیا ہے ..... غرض میں اس جُرم میں صدر ضلع گورداسپور میں طلب کیا گیا اور جن جن وکلاء سے مقدمہ کے لئے مشورہ لیا گیا انہوں نے یہی مشورہ دیا کہ بجز دروغ گوئی اور کوئی راہ نہیں اور یہ صلاح دی کہ اس طرح اظہار دیدو کہ ہم نے پیکٹ میں خط نہیں ڈالا۔ رلیا رام نے خود ڈال دیا ہوگا اور نیز بطور تسلّی دہی کے کہا کہ ایسا بیان دینے سے شہادت پر فیصلہ ہو جائیگا۔ اور دو چار جھوٹے گواہ دے کر بریت ہو جائے گی ورنہ مقدمہ سخت مشکل ہے اور کوئی طریق رہائی نہیں مگر میں نے ان سب کو جواب دیا کہ میں کسی حالت میں راستی چھوڑنا نہیں چاہتا جو ہوگا سو ہوگا"

"سو اُسی دن یا دوسرے دن میں ایک انگریز کی عدالت میں پیش کیا گیا اور میرے مقابل پر ڈاکخانہ جات کا افسر بطورِ سرکاری مدّعی ہونے کے حاضر ہوا۔ اس وقت حاکمِ عدالت نے اپنے ہاتھ سے میرا اظہار لکھا اور سب سے پہلے مُجھ سے یہی سوال کیا کہ کیا یہ خط تُم نے اپنے پیکٹ میں رکھ دیا تھا؟ اور یہ خط اور یہ پیکٹ تمہارا ہے؟ تب میں نے بلا توقف جواب دیا کہ یہ میرا ہی خط اور یہ میرا ہی پیکٹ ہے۔ اور میں نے اس خط کو اس پیکٹ کے اندر رکھ کر روانہ کیا تھا۔ مگر میں نے گورنمنٹ کی نقصان رسانیٔ محصول کے لئے بدنیّتی سے یہ کام نہیں کیا۔ بلکہ میں نے اس خط کو اس مضمون سے کچھ علیحدہ نہیں سمجھا اور نہ اس میں کچھ نجی بات تھی۔ اس بات کو سُنتے ہی خدا تعالیٰ نے اس انگریز کے دل کو میری طرف پھیر دیا اور میرے مقابل پر افسر ڈاکخانہ جات نے بہت شور مچایا اور لمبی لمبی تقریریں انگریزی زبان میں کیں جن کو میں نہیں سمجھتا تھا مگر اس قدر میں سمجھتا تھا کہ ہر ایک تقریر کے بعد زبانِ انگریزی میں وُہ حاکم "نو" "نو" (No, No - ناقل) کر کے اس کی سب باتوں کو رد کر دیتا تھا انجام کار جب وُہ افسر مدّعی اپنے تمام وجوہ پیش کر چکا تو حاکم نے فیصلہ لکھنے کی طرف توجہ کی۔ اور شاید سطر ڈیڑھ سطر لکھ کر مجھ سے کہا کہ اچھا آپ کے لئے رُخصت۔ یہ سُن کر میں کمرۂ عدالت سے باہر ہوا اور میں اپنے محسنِ حقیقی کا شکر بجا لایا جس نے ایک انگریز افسر کے مقابلہ پر مجھے ہی فتح بخشی۔ اور میں خوب جانتا ہوں کہ اس وقت صدق کی برکت سے ہی خدا تعالیٰ نے مجھے اس بلا سے نجات دی۔ میں نے اس سے پہلے یہ خواب دیکھی تھی کہ ایک شخص نے میری ٹوپی اُتارنے کے لئے ہاتھ مارا۔ میں نے کہا کیا کرنے لگا ہے؟ تب اُس نے ٹوپی کو میرے سر پر ہی رہنے دیا اور کہا خیر ہے خیر ہے۔"

دوسری مثال

دوسری مثال بھی خود حضرت مرزا صاحب کی قلم سے ہی سنیئے۔ فرماتے ہیں:-

"میرے بیٹے سلطان احمد نے ایک ہندو پر بدیں بنیاد نالش کی کہ اس نے ہماری زمین پر مکان بنا لیا ہے اور مسماریٔ مکان کا دعویٰ تھا۔ اور ترتیب مقدمہ میں ایک امر خلافِ واقعہ تھا جس کے ثبوت سے وُہ مقدمہ ڈسمس ہونے کے لائق ٹھہرتا تھا۔ اور مقدمہ کے ڈسمس ہونے کی حالت میں نہ صرف سلطان احمد کو بلکہ مجھ کو بھی نقصانِ تلفِ ملکیّت اُٹھانا پڑتا تھا۔ تب فریقِ مخالف نے موقعہ دیکھ کر میری گواہی لکھوا دی۔ میں بٹالہ گیا..... مقدمہ ایک ہندو منصف کے پاس تھا ..... اُس وقت سلطان احمد کا وکیل میرے پاس آیا کہ اب وقت پیشیٔ مقدمہ ہے، آپ کیا اظہار دیں گے؟ میں نے کہا کہ وُہ اظہار دوں گا جو واقعی امر اور سچ ہے۔ تب اُس (وکیل) نے کہا کہ پھر آپ کو کچہری جانے کی کیا ضرورت ہے۔ میں جاتا ہوں تا مقدمہ سے دستبردار ہو جاؤں۔ سو وُہ مقدمہ میں نے اپنے ہاتھوں سے محض رعایتِ صدق کی وجہ سے آپ خراب کیا اور راست گوئی کو ابتغاءً لمرضات اللہ رکھ کر مالی نقصان کو اٹھایا۔"

اس کے بعد حضرت مرزا صاحب نے ان (لوگوں) کے نام لکھے ہیں جو اس واقعہ کی صداقت کے عینی گواہ تھے۔ اور منصف "مجدّد اعظم" نے اس مقدمہ کے غلط ہونے کی صورت میں اُن خطرات کو فُٹ نوٹ میں تحریر کیا ہے۔ جو مقدمہ کا اعتراف کرنے سے حضرت مرزا صاحب کے لاحق حال ہو سکتے تھے۔ اور لکھا ہے کہ

"مگر خدا نے جس کی رضا کے لئے حضرت مرزا صاحب نے اپنے آپ کو خطرہ میں ڈالا تھا اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا اور آپ بَری ہو گئے۔ مگر خدا آپ کے ساتھ تھا۔ حسبنا اللہ نعم الوکیل سے بہتر اور کوئی وکیل ہو سکتا ہے؟ فانی فی اللہ لوگوں کا وکیل خود خدا ہوا کرتا ہے۔"

پھر فاضل مُصنّف نے لکھا ہے :-

"مرزا سلطان احمد صاحب والے مقدمہ میں جو مکان متنازعہ فیہ تھا وُہ وُہی مکان ہے جو اکثر احباب نے جامع مسجد کے پاس ایک بڑی پختہ حویلی کی صورت میں بمقام قادیان دیکھا ہے اس مکان کا مالک ایک ہندو ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر تھا۔ جب پنشن لیکر آیا تو اپنے مکان کے سامنے بڑے دماغ اور تکبّر سے بیٹھا رہا کرتا تھا اور مسجد آتے جاتے لوگوں کو کبھی ٹوکا بھی کرتا تھا یہ سلسلہ کا بڑا دشمن تھا سُنا ہے کہ جب وُہ اس مکان کو بلند کرنے لگا تھا تو حضرت مرزا صاحب نے کہلا بھیجا تھا کہ "مسجد" ساتھ ہے۔ ایسا نہ کرو۔ شاہی خیمہ کے پاس مکان بلند کرنا اچھا نہیں۔ اس بے ادبی سے باز آجاؤ۔ مگر وُہ متکبّر انسان کب مانتا تھا۔ خدا کی قدرت! اس گھر میں سے ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے کوئی بھی نہ رہا صرف ایک بڑھیا رہ گئی تھی۔ حضرت مولانا نور الدین صاحب نے حضرت مرزا صاحب سے عرض کیا کہ وُہ مکان بکتا ہے حضور اگر چاہیں تو خرید لیں۔ فرمایا کہ میں اس مکان کو دس روپے پر بھی نہیں خریدتا۔"

تیسری مثال

حضرت مرزا صاحب کی صداقت پسندی اور راستبازی کی تو بہت سی مثالیں ہیں جو آپ کی سوانحعمری میں ملتی ہیں یا دوسروں سے سُننے میں آتی ہیں مگر طوالت کے خوف سے میں صرف ایک اور مثال دے کر آج کے مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ حضرت اقدس کا ایک صاحبزادہ تھا جس کا نام مبارک احمد تھا۔ افسوس ہے کہ وُہ جلدی ہی فوت ہو گیا۔ مگر اس کی زندگی میں اُسے ایک دفعہ ٹائیفائیڈ بخار ہو گیا۔ آج کل ٹائیفائیڈ کے لئے کئی ایک خدا کے فضل سے تیر بہدف دوائیاں نکل رہی ہیں اور ڈاکٹر صاحبان زیادہ پرہیز نہیں کراتے مگر جس زمانہ کی میں بات کرتا ہوں اُس زمانہ میں تو کوئی اکسیر دوا معلوم تھی اور نہ کھانے پینے کی وُہ آزادی تھی جو اب ممکن ہے بلکہ ڈاکٹر صاحبان سخت پرہیز کراتے تھے۔

چنانچہ مبارک احمد کو سخت پرہیز کرایا جاتا تھا مگر وُہ بچہ تھا اور اس قدر سخت پرہیز سے تنگ آکر اُس نے ایک دن آئس کریم کھانے کو مانگی۔ مگر معالج صاحبان نے اُس کی اجازت نہ دی بلکہ

باقی بر صفحہ ۱۶ کالم ۳

زنانہ دعائیہ اور نمائش دستکاری

۲۳ دسمبر ۱۹۸۹ء - بروز ہفتہ

اس لئے

جن احباب کے ساتھ خواتین ہوں، وہ ۲۲ دسمبر ۱۹۸۹ء کی شام تک پہنچنے کی کوشش فرمائیں تاکہ ۲۳ دسمبر ۱۹۸۹ء کو صبح خواتین شریک ہو سکیں۔ زنانہ دعائیہ کے علاوہ باقی تمام نشست میں بھی شریک ہو کر، بزرگانِ جماعت کے نصائح سننے چاہئیں۔

ہمارا اجتماع

یعنی دعائیہ اب بہت قریب آگیا ہے،

۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶ دسمبر ۱۹۸۹ء

تاریخیں مقرر ہوئی ہیں

پروگرام ــــ تیار ہو چکا ہے۔ ہر ایک فردِ جماعت کو اس میں شریک ہونے کی پوری کوشش کرنی چاہئیے۔ کوئی دوست کسی شدید اور انتہائی معذوری کے بغیر اس میں شمولیت سے محروم نہ رہے اب وقت بہت کم رہ گیا ہے آپ آج ہی سے سفرِ لاہور کی تیاریاں شروع کر دیں اس کارِ خیر میں تاخیر مناسب نہیں۔

خواتین کے علاوہ

لڑکے لڑکیوں کی بھی دعائیہ ...... میں شمولیت ضروری ہے۔

بہت سے دوست خود تو دعائیہ میں تشریف لے آتے ہیں لیکن گھر کی خواتین اور بچوں کی شرکت ضروری نہیں سمجھتے۔ حالانکہ کوئی قوم اور جماعت ترقی نہیں کر سکتی اور کوئی تحریک صحیح معنوں میں کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک خواتین اس میں مناسب حد تک حصّہ نہ لیں۔ باقی بچّوں کو بھی اس لئے ساتھ لانا ضروری ہے کہ اِن بچّوں پر ہی کل کو دینی و قومی خدمات کا بار پڑے گا اس لئے دعائیہ میں خواتین کے علاوہ لڑکے لڑکیوں کی شمولیت بھی ضروری ہے۔

مرکز میں ہمارے دعائیہ کی غرض

محض دین کو قوّت پہنچانا ہے

اِس لئے

دعائیہ میں شریک ہونے والا ہر فرد منجانب اللہ اجرِ عظیم کا مستحق ہے

اس دعائیہ کی غرض خدمت دین کے کام کو اجتماعی دعاؤں سے تقویت پہنچانا اور حضرت خاتم النّبیّین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے مشن خدمت دین کے جدید وسائل سوچنا اور اپنی گذشتہ کارگزاری کا جائزہ لینا ہے۔ یاد رہے جو دوست بغیر کسی معقول عذر اور انتہائی مجبوری کے اس سے غیر حاضر ہوں گے وہ اپنے ایک مقدّس مشن اور اہم فرض کی ادائگی سے قاصر رہیں گے۔

نمازِ باجماعت کی پابندی

کا تمام احباب و خواتین ایّامِ دعائیہ میں خصوصیّت سے خیال رکھیں۔

کیونکہ ہمارے دعائیہ کی ایک بہت بڑی غرض اکٹھے ہو کر دُعائیں کرنا ہے۔ اجتماع کی دُعا اپنے اندر بہت بڑی طاقت اور برکت رکھتی ہے اس برکت کے حصُول میں کوئی مصروفیت حائل نہیں ہونی چاہئیے علاوہ ازیں یاد رکھنا چاہئیے کہ نماز ایک بہت بڑا دینی فریضہ ہے اسکی پابندی سے غفلت جماعتِ احمدیہ کے کسی فرد کے شایانِ شان نہیں۔ ایّامِ دعائیہ میں ظہر و عصر اور مغرب و عشا کی نمازیں اکٹھی کر لی جاتی ہیں۔ دیگر کاموں میں بھی پابندیٔ اوقات کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ اس طرح مہمانوں اور منتظمین کو سہولت ہوگی۔

محبّتِ الٰہی کا

...عملی ثبوت دو

اللہ کی راہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی قربانیاں دیکھو اور اُن کی محبّت الٰہی کا اندازہ کرو۔

خوب یاد رکھیئے کہ محبّت کی زنجیر تمام زنجیروں سے مضبوط ہے اور کوئی بھی زنجیر مضبوطی میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

پس دعائیہ میں شامل ہو کر محبّت الٰہی کا عملی ثبوت دو۔

بقیہ :- آمدہ صفحہ ۲

جاذبیت تھی۔ بلند اخلاقی اور اعلیٰ کردار کا یہ عالم تھا کہ جوانی کے عالم میں انگلستان اور جرمنی میں تبلیغ کے لئے تشریف لے گئے مگر اللہ حُسن و وجاہت سے بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو نوازا تھا لیکن آپ نے اپنے دامن کو کبھی تر نہ ہونے دیا۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ ہمارے احمدیہ انجمن . . . . . لاہور سے تعلق رکھنے والے بزرگوں کے اخلاق و کردار پر کسی کو کبھی انگلی اٹھانے کی جرأت نہیں ہوئی۔ وہ جہاں بھی گئے لوگوں کے سامنے اپنا پاک نمونہ چھوڑ کر آئے۔ مغربی تہذیب کی حیا سوزی اور بے باکی انہیں متاثر نہ کر سکی۔ برلن کی خوبصورت جامع اور اس کا محل وقوع اور جرمن ترجمۃ القرآن آپ کی نفاستِ طبع کے منہ بولتے ثبوت ہیں ؛

مجھے آپ کی جرأت مندی کے بھی دو تین واقعات یاد ہیں۔ اوکاڑہ کے مربعوں سے قابض مزارعین کو بیدخل کرانے کا کام بھی انجمن نے آپ کے سپرد کیا تھا اور یہ آپ کی ہمت، حوصلہ اور جرأت مندی کا نتیجہ تھا کہ انگریز ڈپٹی کمشنر کے ذریعہ زمینوں کا قبضہ آپ نے انجمن کو دلایا۔ اس سے بڑھ کر جواں مردی آپ نے ۱۹۵۳ء میں دکھائی جبکہ آپ عمر کے ایک ایسے حصے میں تھے جب انسان کے اعضاء مضمحل اور کمزور ہو جاتے ہیں اور جوانی کی وہ طاقت اور جوش باقی نہیں رہتا۔ ہر طرف فتنہ و فساد کا بازار گرم تھا۔ لوگ احمدیہ بلڈنگس کو نذر آتش کرنے کے درپے تھے۔ روز خطرناک خبریں سننے میں آ رہی تھیں۔ آپ کو بعض دوستوں نے مشورہ دیا کہ آپ اپنی حفاظت کی خاطر کسی اور جگہ چلے جائیں یہاں آپ کے لئے بہت بڑا خطرہ ہے۔ آپ نے جواب میں فرمایا :- "ہم یہیں مریں گے یہیں جئیں گے۔ اس مقام کو چھوڑ کر کہاں جائیں۔ زندگی اور موت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے " اللہ نے بڑے معجزانہ طور پر آپ کی حفاظت فرمائی۔ نہ صرف آپ کی بلکہ ساری احمدیہ بلڈنگس کی۔ اسی طرح ۱۹۷۴ء میں ہوا آپ کو اپنے مؤقف کی صداقت پر پورا یقین تھا اس لئے آپ اپنے مقام سے نہ ہلے۔

آپ ایک نہایت خوش بیان مقرر بھی تھے خصوصاً آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت پر جب آپ بولتے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے واقعات اپنے مخصوص انداز میں بیان فرماتے تو سامعین پر ایک سحر سا طاری ہو جاتا۔ سیرت نبوی آپ کا خاص موضوع تھا۔ اور اس موضوع کو نبھانے میں آپ کی نظیر دیکھنے میں نہیں آئی۔ ایک بار حضرت مولانا محمد علی رح نے بھی آپ کی تعریف فرماتے ہوئے کہا کہ :-

"اللہ تعالیٰ نے مولوی صدرالدین صاحب کو سیرت پر تقریر کرنے کا ایک خاص ملکہ عطا فرمایا ہے اور یہ اُن کا ہی حصہ ہے"۔

جلسہ سالانہ کے موقع پر احمدیہ بلڈنگس میں جو درس آپ ہر سال دیا کرتے تھے وہ بھی بڑے پُر تاثیر اور دلوں میں اترنے والے ہوتے تھے ایک دفعہ ڈاڈر سینی ٹوریم میں جہاں میں سپرنٹنڈنٹ تھا آپ تشریف لائے۔ ہم نے وہاں آپ کے اعزاز میں تقریب منعقد کی جس میں سینی ٹوریم کا سٹاف، کافی تعداد میں مریض اور دیگر لوگ شامل ہوئے۔ آپ نے اس مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے ہستی باری تعالیٰ پر جو تقریر کی اس سے سارے حاضرین بہت متاثر ہوئے اور دیر تک اسے یاد کرتے رہے ؛

خدمت دین کے سلسلہ میں آپ نے جو نمایاں خدمات انجام دی ہیں وہ بھی ناقابل فراموش ہیں۔ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب رح جب ووکنگ مشن میں دو سال کام کرنے کے بعد واپس تشریف لائے تو ان کی جگہ حضرت مولانا صدرالدین صاحب رح کو وہاں بھیجا گیا اور آپ نے اس کام کو بطریق احسن جاری رکھا۔ آپ غالباً ۱۹۱۶ء میں واپس آئے۔ ۱۹۱۷ء میں انجمن نے مسلم ہائی سکول قائم کیا اور اس کے ساتھ سینئر کیمرج کی کلاسیں بھی کھولیں تو مولانا مرحوم کو اس کا پرنسپل بنایا کیونکہ آپ نے قادیان میں جو کام کیا تھا اس کے پیش نظر آپ سے زیادہ موزوں آدمی ہمیں نہیں مل سکتا تھا۔ آپ کی زیر نگرانی یہ سکول اور کالج اس قدر نیک نام ہوا کہ معزز ترین خاندانوں کے چشم و چراغ جو بڑی آسانی سے چیفس کالج میں داخلے لے سکتے تھے یہاں آکر داخل ہوئے مثلاً نواب گورمانی مرحوم سابق گورنر پنجاب۔ سید امجد علی شاہ سابق وزیر خزانہ، جناب سید مراتب علی شاہ صاحب کے صاحبزادگان اسی درس گاہ کے طالبعلم رہ چکے ہیں۔ اس سکول کے نظم و ضبط اور اعلیٰ تعلیمی معیار کو دیکھتے ہوئے مسٹر کراس نے جو سکول کے اچانک معائنہ کے لئے آئے تھے یہ ریمارکس دیئے :-

" I CAME TO SURPRISE THE SCHOOL BUT I FIND MYSELF SURPRISED "

ترجمہ :- "میں تو اس سکول کے اچانک معائنہ کے لئے آیا تھا لیکن اسے دیکھ کر میں خود ہی حیران رہ گیا"۔

اسی سکول کے ایک سابق طالب علم جناب عاشق حسین بٹالوی جو بعد میں مشہور ادیب اور مصنف بنے اور پنجاب میں مسلم لیگ کے سیکرٹری بھی رہے ہیں۔ وہ احمدی نہیں ہیں لیکن لکھتے ہیں کہ :-

"احمدیت کی فضا میں زمانۂ طالب علمی کی جو کیفیت دل پر نقش ہوئی وہ مٹنے میں نہیں آتی۔ بورڈنگ (مسلم ہوسٹل) میں رہتے تھے۔ صبح سویرے مرحوم اکبر شاہ خان نجیب آبادی قرآن کا درس دیتے تھے سکول لگنے پر مولانا صدرالدین . . . . . حدیث کے مختصر سے سبق سے آغاز کرتے تھے۔ پچھلے پہر احمدیہ بلڈنگس کا رُخ کرتے تھے وہاں مولانا محمد علی صاحب . . . کا درس قرآن ہوتا تھا . . . . . . بھلا یہ نقش کبھی مٹ سکتا ہے"۔

(حوالہ پیغام صلح ۶ جون ۱۹۶۲ء)

۱۹۱۹ء میں حضرت مولانا صدرالدین صاحب . ووکنگ مشن کے کام کے لئے دوبارہ تشریف لے گئے ۱۹۲۲ء میں انجمن نے برلن میں دین کے لئے مشن قائم کرنے کا فیصلہ کیا تو مولانا صدرالدین صاحب علیہ الرحمۃ دسمبر ۱۹۲۲ء میں وہاں تشریف لے گئے۔ آپ تین چار سال تک وہاں دین کا کام سرانجام دیتے رہے۔ وہاں آپ نے جرمن زبان میں ایک رسالہ "مسلیمش ریویو" جاری فرمایا جس کے اعلیٰ پایہ کے مضامین کی وجہ سے اعلیٰ طبقہ کے عالم فاضل حلقہ بگوش ہو گئے۔ جرمنی میں اپنے قیام کے دوران میں آپ نے ایک شاندار مسجد تعمیر کی جو فنِ تعمیر کا ایک نادر نمونہ اور برلن کا زیور ہے۔ اس فنِ تعمیر میں آپ کے اعلیٰ ذوق کا بھی پتہ ملتا ہے یہ آپ کی نفاستِ طبع کا ایک اعلیٰ نمونہ اور یادگار ہے۔ خدمت کے سلسلہ میں جرمنی میں آپ کو جن مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا ان کا بھی آپ نے بڑی پامردی اور استقامت کے ساتھ مقابلہ کیا۔ ایک اجنبی ملک اور تنہا انسان نہ دوست اور نہ رشتہ دار اور نہ کوئی مددگار ایسے حالات میں مشکلات کا مقابلہ کرنا اور ثابت قدمی دکھانا بڑی جرأت اور اللہ تعالیٰ کی ہستی پر کامل یقین کی وجہ سے ہو سکتا ہے۔ ۱۹۲۸ء میں انجمن نے جب قرآن کریم کا ترجمہ جرمن زبان میں کرانے کا فیصلہ کیا تو اس عظیم خدمتِ دین کا بھی آپ نے ہی اہتمام کیا۔ یہ ترجمہ ۱۹۳۸ء میں چھپ کر تیار ہو گیا۔

جرمنی سے واپس آنے کے بعد آپ نے مختلف حیثیتوں میں انجمن کیلئے قابلِ قدر خدمات سرانجام دیں۔ مدت تک انجمن کے نائب صدر رہے اور ۱۹۵۱ء میں حضرت مولانا محمد علی رح کی وفات کے بعد جماعت کے امیر منتخب ہوئے۔ اور آخری سانس تک اس کے قائد رہے اس عرصہ کے دوران آپ نے . . . . . . ہال اور احمدیہ مارکیٹ ملاوٹ ۲ تعمیر کرائیں جن سے انجمن کی آمدنی میں معتدبہ اضافہ ہوا۔ یہ عمارتیں بھی آپ کی محنت اور ہمت کی ناقابلِ فراموش یادگار ہیں

آپ کی وفات سے جماعت کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا۔ اور آپ کی جدائی کو بڑی شدت سے محسوس کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی قربت سے نوازے اور جنت الفردوس میں داخل فرمائے۔ آمین۔

مندکرہ بالا خدمات آپ کی یادگار ہیں۔ جو ناقابل فراموش ہیں ؛

▬ ▬

بقیہ بسلسلہ صفحہ ۱۴

کو ان کتب و رسائل کے کافی زیادہ سیٹ بھجوائے گئے ہیں۔

ویسٹ کوسٹ کے محترم رحیم باری صاحب نے صد سالہ کنونشن کے سلسلہ میں احباب جماعت، قریبی عزیزوں اور دوستوں کو گھر پر دعوت دی۔ اس دعوت میں بھاری تعداد میں شرکت کی گئی۔ جناب امام محمد رشید صاحب خصوصی مقرر تھے۔ اس موقع پر محترم عبدالمقتدر صاحب اور محترم آزان خان صاحب اور محترم ہارون صاحب نے تقاریر کیں۔ محترم آزاد خان، محترم ابوبکر اور محترم باری صاحب کی بیٹی نے نظمیں پڑھیں۔

امید ہے کہ اس سال کے آخر میں ایک اور میٹنگ ویسٹ کوسٹ میں منعقد ہو گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

گیانا انجمن کے ترجمان "نیوز لیٹر" کے زیادہ تعداد میں اشاعت کے مطالبہ پر ایگزیکٹو کونسل نے اس کی تعدادِ اشاعت بڑھا کر دو ہزار کر دی ہے انجمن اس کی ضخامت میں اضافہ پر بھی غور کر رہی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایثار و قربانی میں بنی نوع انسان کیلئے سبق

محترم ناصر احمد صاحب نے عید الاضحٰے کے موقعہ پر احمدیہ بلڈنگس لاہور میں خطبہ دیا جس کا متن درج ذیل ہے۔ (ادارہ)

دین حنفہ میں دو تہوار ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں آتا ہے اور جن کی تفصیلات پر خود رسول اللہ صلعم نے عمل کر کے دکھایا اور اب تک یہ دونوں تہوار یعنی عید الفطر اور عید الاضحٰے تمام مسلمان ایک ہی طریق پر خواہ وہ دنیا کے کسی حصہ میں ہوں اسی احترام جوش اور جذبہ سے مناتے ہیں دونوں تہوار انسان کی زندگی میں پاکیزگی دوسروں کی خیر خواہی وحدت اور مساوات کا عملی درس دینے کا نہایت مؤثر ذریعہ ہیں اس لحاظ سے تمام دنیاوی اور دینی تہواروں میں دین حنفہ کے ان تہواروں کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے اگر ہم ان تہواروں کی خصوصیت اور ان کے عملی اثرات پر غور کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ خدا تعالےٰ نے انسان کی مختصر زندگی میں اعلےٰ مقاصد حاصل کرنے کے لئے قرآن مجید اور اسوۂ رسول اکرم صلعم میں کس کس خوبصورت انداز میں رہنمائی فراہم کی ہے۔

ماہ رمضان کے روزے انسان کے اندر پاکیزگی۔ اور دوسروں کی خیر خواہی کے جذبہ کو پروان چڑھانے کی تربیت کا موقع فراہم کرتے ہیں۔ اور عید الاضحٰے زندگی میں اعلےٰ مقاصد کے حصول کے لئے قربانی صبر استقامت اور سخت جدوجہد کی راہ کو اپنانے کا سبق دیتی ہے۔ اس موقعہ پر خانہ کعبہ اور عرفات کے میدان میں ایک جیسے لباس میں ملبوس اللھم لبیک اللھم لبیک اے خدا میں تیرے سامنے حاضر ہوں کے جذبہ سے سرشار یک آواز ہو کر وارفتگی کے عالم میں خدائے واحد کی تحمید اور تکبیر کرتے ہوئے دنیا کے مختلف ملکوں سے آئے ہوئے مختلف رنگوں اور بولیوں پر مشتمل لاکھوں افراد کا جم غفیر وحدت، مساوات اور اتحاد کا وہ روح پرور نظارہ پیش کرتا ہے جس کی نظیر اقوام عالم کی تاریخ میں نہیں ملتی۔

نہ صرف سرزمین حجاز بلکہ دنیا بھر میں تمام مسلمان جو حج بیت اللہ میں شریک نہیں تین دن تک تمام نمازوں کے بعد اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد کا ورد کرتے اور ایک رنگ میں حج بیت اللہ میں شریک ہوتے ہیں۔ خدائے واحد کی عبادت، انسانی مساوات اور اتحاد کی یہ عملی تصویر اسلام کی آفاقی تعلیم کا عملی ثبوت ہے۔

پھر اسی طرح عید الاضحٰے اسلام کے اس شاندار دعوے کا ثبوت بھی فراہم کرتا ہے کہ یہ دین تمام گذشتہ دینی تعلیمات کا نچوڑ ہے اور ان کے تمام انبیاء اور مذہبی شخصیات کی عزت اور احترام کو ایمان کا حصہ قرار دیتا ہے۔ اب ذرا حضرت ابراہیمؑ کی زندگی کے واقعات کا مختصر جائزہ لیں۔

حضرت ابراہیمؑ کو ابو الانبیاء کہا گیا ہے یعنی نبیوں کا باپ۔ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نہ صرف ایک عظیم الشان نبی تھے بلکہ ان کی نسل سے حضرت اسماعیلؑ حضرت اسحاقؑ اور پھر خود خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم جیسے نبیوں نے جنم لیا جن کی روحانی اور تہذیبی قوت نے تاریخ کے دھارے کو بدل کر رکھ دیا۔

حضرت ابراہیمؑ نے جب بتوں کی پرستش کیخلاف آواز بلند کی تو مخالفت کا طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ ان کو جلتی آگ میں ڈالا گیا۔ مجبوراً بیوی بچوں کو لے کر آپ ہجرت کر کے ملک شام آ گئے پھر خدا کے حکم کے ماتحت اپنی بیوی حضرت ہاجرہؑ اور شیر خوار اکلوتے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کو مکہ مکرمہ میں خانہ کعبہ کی ہمسائیگی میں چھوڑ گئے۔ احادیث میں آتا ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ واپس شام جانے لگے تو حضرت ہاجرہؑ نے پوچھا کہ کس کے حکم سے ہمیں یہاں چھوڑ کر جا رہے ہیں تو حضرت ابراہیمؑ نے کہا کہ خدا کے حکم سے اس پر حضرت ہاجرہ نے کہا کہ پھر خدا ہمیں کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ جب حضرت اسماعیلؑ جوان ہوتے ہیں تو حضرت ابراہیمؑ ایک رویا میں دیکھتے ہیں کہ وہ خدا کی راہ میں اس بیٹے کی قربانی پیش کر رہے ہیں اور پھر انہوں نے اس رویا کو سچ کر دکھایا لیکن عین وقت پر خدا کے حکم سے مینڈھے کی قربانی کا حکم آ گیا۔

اسی طرح حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ دونوں خانہ کعبہ کی تعمیر نو کرتے ہیں اس موقع پر حضرت ابراہیمؑ نے جو دعا فرمائی وہ اپنے اندر ایک عجب شان رکھتی ہے اور اس سے حضرت ابراہیمؑ کا خدا پر یقین کامل اور دل میں خانہ کعبہ کو وحدت اور اطاعت خداوندی کا گہوارہ بنانے کی تڑپ کا جذبہ موجزن نظر آتا ہے۔ قرآن مجید اس دعا کو ان الفاظ میں محفوظ کرتا ہے جن کی تلاوت میں نے ابتداء میں کی تھی۔ اس جگہ میں ان کا ترجمہ پیش کرتا ہوں:

"اور جب ابراہیمؑ نے کہا میرے رب! اس شہر کو امن والا بنا۔ اور مجھے اور میری اولاد کو اس سے بچا کہ ہم بتوں کی پرستش کریں میرے رب! انہوں نے بہت لوگوں کو گمراہ کیا سو جو میری پیروی کرے تو وہ مجھ سے ہے اور جو میری نافرمانی کرے تو تو بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ ہمارے رب! میں نے اپنی کچھ اولاد کو تیرے عزت والے گھر کے پاس اس وادی میں لا بسایا جہاں کھیتی نہیں ہمارے رب! تاکہ وہ نماز قائم کریں سو تو کچھ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے اور ان پھلوں سے رزق دے تاکہ وہ شکر کریں۔"

اس دعا میں مکہ مکرمہ کو امن کی جگہ بنانے اور اسے خدائے واحد کی عبادت گذاری کا مرکز بنانے، دنیاوی نعمتوں کی کثرت اور پھر اس میں ایسے عظیم الشان نبیؐ کی بعثت کی دعا شامل ہے جو دنیا کو علم و حکمت اور پاکیزگی کا لازوال پیغام دینے والا تھا آج مکہ مکرمہ کو خانہ کعبہ کی وجہ سے دنیا میں عقیدت عزت اور تکریم کا جو عظیم الشان مقام حاصل ہے اور جس کثرت سے وہاں کھانے پینے اور زیب و زینت کے سامان میسر ہیں۔ وہ خدا کے برگزیدہ بندوں کی اطاعت اور قربانی کا ثمرہ ہیں۔ اور خدا کی قدرت نمائی کا ایک زندہ و جاوید ثبوت ہے۔

یہ حقائق ہر سوچ اور فکر کرنے والے کو دعوت فکر دیتے ہیں۔ کہ خدا عظیم الشان قدرتوں کا مالک ہے لیکن صرف وہی لوگ اس کی نعمتوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ جو اس کی راہ میں اطاعت اور قربانی پیش کرتے ہیں۔

دراصل دیکھا جائے تو ایک رنگ میں حج بیت اللہ حضرت ابراہیمؑ کا خدائے واحد پر کامل ایمان۔ حضرت اسماعیلؑ کی اطاعت شعاری اور حضرت ہاجرہؑ کا خدا کی راہ میں صبر اور استقلال کو ہر سال دہرانے اور تازہ کرنے کا ایک مؤثر وسیلہ ہیں۔ اور اگر کسی انسان میں یہ صفات پیدا ہو جائیں تو وہ زندگی میں ہر مشکل پر قابو پا سکتا ہے اور ضرور ہے کہ خدا اپنے خاص فضل و کرم سے ایسے بندہ کو کامیابی و کامرانی عطا فرمائے۔

مذہبی دنیا کی ایسی ہی بزرگ ہستیوں کی روحانی تابندگی سے فیض یاب ہو کر افراد اور قومیں اعلےٰ مقاصد کے حصول کے لئے ایک نیا ولولہ، نیا عزم اور استقامت کی نعمت سے مالامال ہوتے ہیں۔

آج کی اس تقریب کو منانے کی سب سے بڑی غرض تقویٰ کا حصول بھی ہے یعنی زندگی میں برے ارادوں اور بری راہوں سے بچنا اور نیکی کے کاموں کا اختیار کرنا اور ان کو صبر اور استقامت کے ساتھ کرتے چلے جانا اگر ایمان کی پختگی، صبر اور استقامت نہ ہو تو انسان بلند مقاصد تو کیا روزمرہ کی تگ و دو میں بھی پیچھے رہ جاتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے بیٹے کی قربانی پیش کرنے کے سلسلہ میں ایک بات یاد رکھنی چاہیے کہ حضرت ابراہیمؑ سے پہلے بتوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے انسانی جانوں کی قربانی دی جاتی تھی لیکن انسانوں کی بجائے مینڈھے کی قربانی کی اس عظیم الشان روایت کے قائم ہونے کے باوجود انسانی جان کی قربانی کا سلسلہ چلتا رہا اور ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبد المطلب جب زمزم کو کھود رہے تھے تو ایک موقع پر اپنے ہونے والے بیٹے کی قربانی کی نذر مانتے ہیں لیکن پیدائش کے بعد یہ بیٹا اتنا خوبصورت اور جاذب نظر تھا کہ بالآخر ان کو اس بیٹے کی قربانی کے بجائے سو اونٹوں کی قربانی کرنی پڑی تاکہ اس کی جان کو بچایا جا سکے۔ یہی بیٹا بعد میں رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے والد محترم بنے۔ اس لئے حضرت ابراہیمؑ کے زمانے کے لحاظ سے انسان کی قربانی کوئی ایسا غیر معمولی واقعہ نہ تھا کہ خدا کو اس کی یاد کو رہتی دنیا تک زندہ رکھا جانے کا اہتمام کرنا پڑا۔ پھر

باقی بر صفحہ ۱۶ کالم ۳

اقتباسات خطوط بنام حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

حضرت امیر جماعت ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب دامت برکاتہ' کی اجازت سے ادارہ ان کی ڈاک سے کچھ اقتباس پیش کر رہا ہے۔

● ٹرینیڈاڈ

ہمارے بھائی محترم کے۔ محمد جامع فائزبرن میں فجر اور عشاء کے بعد قرآن کریم کا درس دیتے ہیں جبکہ منگل کے بعد بروز بدھ بالغوں کے لئے اور بروز جمعہ بچوں کی کلاسیں لیتے ہیں۔ علاوہ ازیں فائزبرن جماعت مہینے کے ہر تیسرے ہفتہ میں تعلیماتِ قرآنیہ پر لیکچرز کا اہتمام کرتی ہیں۔ جس میں بھی موصوف قرآنی موضوعات پر درس دیتے ہیں۔

● یوتھ کیمپ

فائزبرن جماعت نے سہ روزہ یوتھ کیمپ جامع کے احاطہ میں لگایا۔ اللہ کے فضل و کرم سے یہ بہت کامیاب رہا۔ صبح کے وقت شرکاء کو دینی تربیت دی جاتی رہی۔ ظہر اور عصر کے دوران، سپورٹس، اور نظمیں پڑھنے وغیرہ کا ہلکا پھلکا پروگرام ہوتا۔ برادرم عزیز احمد صاحب نے کیمپ کا افتتاح فرمایا۔ اور شرکاء کو کیمپ کی افادیت اور اہمیت سے موثر انداز میں آگاہ کیا۔

● جزائر فیجی۔

فیجی انجمن کے جنرل سیکرٹری محترم امین ساہو خان صاحب مرکزی انجمن کے جنرل سیکرٹری کے نام اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں کہ مولانا شفقت رسول صاحب فیجی میں مفید اور عمدہ کام کر رہے ہیں۔ وہ حال ہی میں دیگر ممالک کے پندرہ روزہ دورے کے بعد سووا واپس لوٹے ہیں۔ ان کی تلاوتِ قرآن بڑی دلپذیر ہے۔ ان کی انکساری اور اچھے اطوار کے باعث انہیں یہاں ہر کوئی پسند کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے مقاصد میں کامیابی عطا فرمائے۔ آمین"

● سرینام کی صد سالہ کنونشن میں گیانا انجمن کی شرکت۔

گیانا انجمن نے سرینام کے صد سالہ کنونشن میں بھاری تعداد میں شرکت کی۔ ہماری انجمن کے دفد کی سربراہی محترم عالم شاہ صاحب نے فرمائی۔ اس وفد میں جنرل سیکرٹری انجمن محترم امام محمد رشید، منظمیہ کے دو اراکین محترم آزاد خان صاحب اور محترم نظیر محمد صاحب بھی شامل تھے۔ دیگر اراکین جارج ٹاؤن، ایسیکیبو کوسٹ، ایسٹ بنک کیوبو، لیگان اور کورن ٹائن سے آئے تھے۔ کنونشن کے دوران امام محمد رشید صاحب نے "فطرتِ انسانی اور قرآن کریم" پر تقریر کی۔ انہوں نے "تقویٰ اللہ" کے موضوع پر بھی کنونشن کے پہلے دن بعد فجر درس قرآن دیا۔ دوسرے دن انہوں نے ایک اجلاس کی صدارت بھی کی۔ کنونشن کے آخری دن محترم عالم شاہ صاحب نے "احمدیہ تحریک" پر روشنی ڈالی۔ اور کرسنا پولسکی کے کانفرنس ہال میں بین الاقوامی رابطہ کونسل کی ایک میٹنگ میں بھی محترم عالم شاہ صاحب اور امام محمد رشید صاحب نے شرکت کی۔

گیانا وفد نے کنونشن کے شرکاء میں گیانا انجمن کی طرف سے شائع کردہ کتب و رسائل بھی تقسیم کئے۔ اور وفود کے سربراہان کو کتب کے سیٹ بھی دیئے۔

سرینام انجمن کے صدر جناب محمد رشید سیرخان صاحب نے امام محمد رشید صاحب کو ٹیلی ویژن اسٹیشن پر "اسلام دی ریلیجن آف ہیومینیٹی" پر تقریر ریکارڈ کرانے کی دعوت دی۔

● ڈیمیرارا یوتھ آرگنائزیشن

ڈیمیرارا یوتھ آرگنائزیشن نے جامع دارالسلام جارج ٹاؤن میں اپنی پہلی میٹنگ ۲۸ جون ۱۹۸۹ء کو منعقد کی، مندرجہ ذیل عہدیداران چنے گئے۔

صدر ـ محترم محمد سلیم رزاق صاحب

سینئر وائس صدر ـ محترم فاروق حسن رحیم صاحب

جونیئر وائس صدر ـ محترم سعید مرزا صاحب۔

سیکرٹری ـ محترمہ شاہدہ علی صاحبہ

خزانچی ـ (۱) محترمہ لیلی یاسمین صاحبہ

(۲) محترم علیم بیگ صاحب

اراکین کمیٹی:ـ محترمہ یاسمین حنیف، محترمہ شریفہ حافظ محمد، محترمہ بی بی ناز رزاق، محترمہ شاہ ناز حسین محترم فراد صلاح الدین (مشیر مذہبی) اور محترم عبدالمقتدر صاحب چیف منسٹری امام محمد رشید صاحب محترم سعید کریم اور محترم رفیق مرزا صاحب نے اجتماع سے خطاب فرمایا۔ انہوں نے ان منتخب احباب کو مبارکباد دی۔ اور دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ان کا حامی و ناصر ہو۔ اور دین و جماعت کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔

فیصلہ ہوا کہ ہر مہینہ کے آخری اتوار کو جامع دارالسلام میں ۱۱ بجے صبح میٹنگ ہوا کرے گی۔ اس میٹنگ میں حاضر احباب کی طرف سے سات سو ڈالر سے زیادہ رقم کا عطیہ دیا گیا۔

جارج ٹاؤن سے آمدہ اطلاعات کے مطابق ملک بھر میں انگریزی ترجمہ قرآن پاک، اے مینول آف حدیث، ٹیچنگس آف اسلام، حیات و وفات مسیح اور دیگر لٹریچر کی بڑی مانگ ہے۔ پٹیتیا، ماہی کوتی، میٹن، میرزدرگ اور نیوایمسٹرڈم وغیرہ کے احباب جماعت

باقی بر صفحہ ۱۲ کالم ۳

جماعتی خبریں

مکتوب از جزائر فیجی۔

احمدیہ انجمن جزائر فیجی کے جنرل سیکرٹری جناب محمد امین ساہو خان صاحب جنرل سیکرٹری صاحب مرکزی انجمن احمدیہ لاہور کے نام اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں کہ اللہ کرے آپ خیریت سے ہوں۔ احباب کی خدمت میں سلام و دعا عرض ہے۔ فیجی انجمن نے ۳۰ ستمبر ۱۹۸۹ء کو سووا کی جامع نور میں صد سالہ یوم تشکر منایا۔ ظہر کے وقت تقریب کا آغاز ہوا۔ اور نماز عشاء کے بعد اختتام ہوا۔ محترم مولانا شفقت رسول خان شفیق صاحب کا صدر جماعت فیجی جناب غلام نبی ڈین صاحب اور وائس پریذیڈنٹ جناب ڈاکٹر ایم۔ ایس ساہو خان صاحب نے خطاب فرمایا۔ محترم عمران علاہو خان صاحب، محترم ظفر اللہ ساہو خان صاحب، ایرز ساہو خان اور دیگر نے بڑی خوش الحانی کے ساتھ نظمیں پڑھیں۔ اختتام تقریب پر حاضرین نے عشائیہ میں شرکت کی۔

اس تقریب کی روئیداد اور جماعت سے متعلق تفصیلی تاریخی اطلاعات پر مشتمل ایک ضمیمہ مقامی اخبار میں شائع ہوا ہے۔ اس خصوصی اشاعت کو یہاں کے مقامی حلقوں میں بہت پسند کیا گیا ہے۔ اس اخبار پر بطور تبصرہ اپنی رائے سے نوازیں تو شکر گزار ہوں گا۔ اس موقعہ پر ہمارے اخبار۔ پیغام حق۔ کی خصوصی اشاعت بھی ہوئی جس کی ایک کاپی ارسال خدمت ہے۔ احباب جماعت کی خدمت میں سلام و دعا۔ والسلام۔

● الحمدللہ، حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ حسب معمول دین و جماعت کے امور کی انجام دہی میں مصروف ہیں۔ اور احباب و خواتین سلسلہ کے لئے دعاگو ہیں۔ احباب ان کی صحت و تندرستی اور درازئ عمر کے لئے دعائیں جاری رکھیں۔

● رابطہ اجلاس۔

مقامی جماعت لاہور کا رابطہ اجلاس جامع دارالسلام لاہور میں ۱۰ نومبر ۱۹۸۹ء کو زیر صدارت صدر صاحب مقامی جماعت مکرم میاں ظہور احمد صاحب منعقد ہوا۔ جس میں مقامی جماعت کے احباب و خواتین اور ان کے مہمانوں نے شرکت کی۔ اسٹیج سیکرٹری کے فرائض جناب چوہدری ریاض احمد صاحب نے ادا کئے۔ غلام علی صاحب از شیخ محمدی نے قرآن پاک کی تلاوت کی، جبکہ عامر عزیز، ظہور انوار اور فائزہ جمیل نے حضرت امام زمان کا منظوم کلام پیش کیا۔ چوہدری ریاض احمد صاحب نے ملفوظات حضرت اقدس پڑھ کر سنائے۔

صدر صاحب اجلاس کی تحریک پر مقامی جماعت کی کارکردگی کو بہتر اور فعال بنانے اور آمدہ دعائیہ کو کامیاب کرنے کے لئے محترم میاں فضل احمد صاحب، کرنل حنیف اختر صاحب، کیپٹن قیوم صاحب، کیپٹن عبدالسلام صاحب کے ایک مہمان محترم اور عزیزی شیخ طارق مسعود صاحب (فرزند رشید محترم شیخ فضل الرحمن صاحب) نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور مختلف تجاویز پیش کیں۔ صدر صاحب اجلاس نے اختتام تقریر فرمائی جس میں انہوں نے زور دیا کہ احباب و خواتین کو جماعتی مقاصد کے لئے اخلاص، لگن، توجہ اور ایثار کے ساتھ کام کرنا چاہیئے۔ جماعت کے اجتماعی فوائد کو پیش نظر رکھنا چاہیئے۔ اور آنے والے دعائیہ کی کامیابی کے لئے کام کرنا چاہیئے۔ اپنی تقریر کے آخر میں صاحب صدر نے حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔ اور اختتام اجلاس کا اعلان ہوا۔ مغرب و عشاء کی نمازیں جمع کی گئیں اور اس کے بعد مقامی جماعت کی طرف سے پرتکلف کھانا پیش کیا گیا۔

● شادی کی تقریب۔

بیگم و محترم فاضل رحمان صاحب از ہیگ (ہالینڈ) کی بیٹی عزیزہ سارہ رمضان کی شادی ہمراہ زاہد حمید فرزند محترمہ سعیدہ حمید صاحبہ ۶ نومبر ۱۹۸۹ء کو سیالکوٹ چھاؤنی میں بخیر و خوبی انجام پائی۔ محترم زمرد رمضان صاحبہ نے اس خواہش کے موقع پر ۲۰۰ روپے بطور شکرانہ خزانہ انجمن کے لئے مرحمت فرمائے ہیں۔ جزاکم اللہ ہماری دعا ہے کہ یہ رشتہ جانبین کے لئے بابرکت ثابت ہو

راہِ وفا کے مسافر

حضرت مولانا عزیز بخش مرحوم و مغفور

حضرت مولانا عزیز بخش مرحوم کی پیدائش ۱۸۷۴ء میں ہوئی اور حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم سابق امیر جماعت احمدیہ لاہور اور آن کی عمروں میں قریبًا پانچ برس کا فرق تھا۔ عمروں کے اس تفاوت کے باوجود دونوں بھائیوں نے ایک ہی وقت میں تعلیم شروع کی اور تمام عرصہ اکٹھے تعلیم حاصل کرتے رہے۔ دادا صاحب مرحوم کا اعلیٰ درجہ کا حافظہ دونوں بھائیوں کو ورثہ میں ملا جس کا نتیجہ یہ تھا کہ پہلی جماعت سے دسویں جماعت تک دونوں بھائی ہر کلاس میں اوّل دوم رہتے تھے۔ وہ ہر جماعت میں اوّل آیا کرتے اور حضرت مولانا محمد علی صاحب دوم۔ لیکن یہ بات میٹرک تک رہی۔ کالج میں جا کر حضرت مولانا صاحب حضرت والد صاحب سے آگے نکل گئے۔ شہر کپورتھلہ جہاں دونوں بھائی تعلیم حاصل کرتے تھے گاؤں سے پانچ سات میل کے فاصلہ پر تھا۔ دونوں بھائی کھانا خود پکاتے۔ ہر ہفتہ اتوار رخصت پر گھر آ جاتے۔ تمام ریاست میں مشہور تھا کہ موضع مراڑ کے حافظ صاحب کے دو لڑکے تعلیم میں ایسے یکتا ہیں کہ ان سے کوئی مقابلہ میں آگے نکل جانے کی ہمت نہیں کر سکتا۔ میٹرک میں دونوں بھائیوں نے یونیورسٹی وظیفہ حاصل کیا۔ اور دونوں کو دوسرا وظیفہ ریاست کی طرف سے ملا۔ جو وہ ہر کلاس میں لیا ہی کرتے تھے۔ ستاولی کی تعلیم کے لئے گورنمنٹ کالج لاہور میں داخل ہوئے اور بی۔ اے ۱۸۹۶ء میں پاس کیا حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم نے تو پھر ایم۔ اے اور ایل ایل بی کے امتحانات دیئے۔ مگر انہوں نے ٹیچنگ لائن میں جانے کے خیال سے ٹریننگ کالج میں داخلہ لیا چنانچہ اس کالج سے فارغ ہو جانے پر انہیں ڈیرہ غازی خان میں تحصیل جام پور کے ہائی سکول میں جگہ مل گئی آپ میں توکل کوٹ کوٹ کر بھری تھی آپ کی ساری توجہ اور وقت جماعت کے کاموں میں صرف ہوتا تھا۔ ان دنوں اس شہر ڈیرہ غازی خان میں پہلا احمدی تھے۔ آپ کے ساتھ ابتدائی ایام میں چند اور ملازم پیشہ اصحاب بھی جماعت میں شامل ہوئے۔

باوجود سفر کی دشواریوں کے آپ ہر سال جلسہ سالانہ پر قادیان ضرور جاتے۔ اس کے علاوہ ۱۹۰۶ء یا ۱۹۰۷ء کا زمانہ ہوگا۔ جب آپ تین ماہ کی رخصت لے کر تمام فیملی کے ساتھ قادیان میں اقامت پذیر ہوئے

۱۹۱۰ء کے قریب دریائے سندھ نے اپنا رُخ بدلنا شروع کیا۔ اور دریا نے شہر کو لپیٹ میں لے کر اسی جگہ بہنے لگا اس پر نیا شہر بسایا گیا انہوں نے اس نئی جگہ میں اپنے اور دیگر احباب کی رہائش کے لئے جگہ لی۔ جامع و لائبریری کے لئے بھی جگہ لی گئی۔ ٹکڑے کو پسند فرمایا۔ حالانکہ وہ زمین سڑک سے دور ہونے کے باعث اس قدر قیمتی نہ ہو سکتی تھی۔ اور پھر مسجد کے صحن اور اپنی بیٹھک کے درمیان کھڑکی نکلوائی کہ اور قریب ہو جائے لیکن برلب سڑک دوسرے اصحاب جماعت کو جگہ لیوائی۔ اور احمدیہ لائبریری کی عمارت بنوائی۔ سلسلہ کی کتب و اخبارات کا اس قدر شوق تھا۔ کہ جو نئی کتاب شائع ہوتی۔ وہ منگوا کر اور جلد کرا کے داخل کتب خانہ کر دی جاتی۔ بلکہ اخباروں کے فائل مکمل طور پر رکھے جاتے۔ جامع کے لئے بہت جدوجہد سے چندہ جمع کیا۔ اور مسجد احمدیہ نئے شہر میں پہلی مسجد تھی۔ جو بن کر تیار رہو گئی۔ وہ صبح و شام دونوں وقت اس مسجد میں درس دیا کرتے تھے۔ ایک وقت قرآن کریم کا اور دوسرے وقت حدیث کا۔ اس کے علاوہ کتب سلسلہ بھی پڑھائی جاتیں دفتر سے آ کر اور مشغلہ ہی کیا تھا۔ یہی کہ احباب جمع ہو رہے ہیں۔ اور تعلیم و تدریس کا سلسلہ جاری ہے۔ آپ کی اعلیٰ درجہ کی نیکی۔ تقویٰ اور دیانت کا سارے ضلع میں شہرہ تھا۔ یہاں تک کہ ایک ڈی۔ سی نے آپ کی دیانتداری کے بارہ میں یہ ریمارکس دیئے کہ مولوی صاحب کی دیانتداری ضرب المثل ہے ۱۹۲۰ء میں حضرت امیر مرحوم نے ان کو کچھ عرصہ کے لئے لاہور بلایا اور انجمن کے دفتر میں بطور سیکرٹری لگا دیا۔ رخصت ختم ہونے پر پھر آپ اپنی ملازمت پر ڈیرہ غازی خان چلے گئے۔ ۱۹۲۳ء میں آپ کی تبدیلی جھنگ ہو گئی دو تین سال بعد آپ نے پنشن لے لی۔ اور انجمن ترقیِ تعلیم امرتسر میں بطور سیکرٹری کام کیا۔ ۱۹۳۰ء میں جب حضرت امیر مرحوم نے پنشن یافتہ اصحاب سے خدمتِ دین کے لئے زندگی وقف کرنے کا مطالبہ کیا تو انہوں نے اپنا نام پیش کیا۔ تین اور اصحاب جنہوں نے لبیک کہا۔ وہ حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اور حضرت بابو منظور الٰہی صاحب تھے۔ انجمن ترقیِ تعلیم کا کام ترک کر کے احمدیہ بلڈنگس لاہور میں آ کر مقیم ہو گئے۔ اور یہیں مستقل سکونت کے لئے ایک مکان بھی خرید لیا۔ اس کے بعد ۱۹۳۰ء سے آخر وقت تک آپ احمدیہ بلڈنگس کے ہی ہو رہے۔ جہاں انجمن کے مختلف شعبوں میں آخر وقت تک دن رات پورے انہماک کے ساتھ کام کرتے رہے اور مسجد میں نماز کی امامت بھی کراتے رہے

عادات و خصائل — اشدّ حبًّا للّٰہ

خدا تعالیٰ کی ہستی پر آپ کو کامل یقین تھا عبادت اور نمازِ باجماعت کا عشق۔ احمدیہ بلڈنگس کے رہنے والے اس امر کو خوب جانتے ہیں۔ کہ نماز باجماعت کے لئے کس قدر شوق و اہتمام سے ہمیشہ آتے تھے۔ اور کوئی امر اس میں روک نہ ہو سکتا تھا۔

دنیا کی کسی چیز پر آپ کی نظر بھی نہیں ٹھہری مال و دولت کی تمنا ہوئی نہ کبھی عہدہ و اقتدار کی کوئی ادنیٰ سی خواہش گذر گزرائی گویا آپ میں خودی کہیں موجود تھی سر زمین دار ایک لحاظ سے بڑی ہستی تک قائم مقام سمجھے جاتے ہیں۔ اور حاجتمند لوگ اور نکتہ بین طرح طرح کی خوشامد کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ ایک ہندو (بادجی رئیس) نے آپ سے کہا کہ مولوی صاحب آپ کو دودھ کے لئے بھینس بھیج دوں۔ فرمایا۔ ہمیں ضرورت نہیں۔ ہمارے پاس بکری ہے۔ وہ کافی ہے۔ پنشن کے بعد احمدیہ بلڈنگس کے دورانِ قیام تیس سال تک کم و بیش آپ کے الاؤنس میں ساڑھے تین صد روپیہ ماہوار رقم آتی رہی اور اسی پر گذر کیا۔

۱۹۵۳ء میں جب احمدیت کے خلاف فساد بڑے زوروں پر تھے اور احمدیہ بلڈنگس لاہور کے مخالفوں نے آگ لگانے کے نہ صرف منصوبے کر لئے بلکہ عمل اقدام کر چکے تھے۔ اس وقت بھی آپ کے قلب میں کبھی کوئی تشویش یا پریشانی لاحق نہیں ہوئی۔ یہی فرمایا کہ قطعاً کوئی اندیشہ نہیں۔ خدا تعالیٰ کافی ہے۔ چنانچہ جب مارشل لاء لاہور میں لگ گیا اور رات کو باہر نکلنے کی ممانعت تھی۔ ایک رات آپ دو بجے گھر سے باہر نکل کر

جامع کو آرہے تھے۔ کہ ملٹری والے نے پوچھا۔ کہ آپ کیوں باہر نکلے۔ تو جواب دیا کہ میں جامع میں نماز ادا کرنے جا رہا ہوں۔ سپاہی پر اس قدر اثر ہوا کہ نہ صرف اس نے آپ کو بلا روک جانے دیا۔ بلکہ خود جامع میں ہاتھ پکڑ کر پہنچا آیا۔ کئی لوگوں کی زبان سے یہ بات سننے میں آئی۔ کہ اس بوڑھے نے ہمیں بچایا ہوا ہے۔

اکثر لوگوں کے نزدیک ایمان باللہ تو ایک بے معنی خالی کلمہ ہے جس کے اندر کوئی حقیقت نہیں لیکن جب یہی ایمان زندگی کے عمل میں پیوست ہو جاتا اور سرایت کر جاتا ہے۔ تو اس کے ثمرات و برکات ظاہرا طور پر لوگوں کو نظر آجاتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ کی زندگیوں میں خدا کی ذات پر واقعی ایمان کا نظارہ دنیا نے ملاحظہ کیا۔ اس زمانہ میں بھی حضرت اقدسؑ کے انفاسِ طیبہ سے جماعتِ احمدیہ کے بہت سے اصحاب میں ایسے عملی حقیقی ایمان کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ حضرت مولانا نور الدین علیہ الرحمۃ کی زندگی میں تو ہم نے نمایاں طور پر ایمان اور تعلق باللہ کا نظارہ ملاحظہ کیا۔ اور بھی کئی بزرگوں کی زندگیوں میں اس کی جھلک نظر آتی ہے۔ حضرت مولانا عزیز بخش صاحب مرحوم و مغفور کی زندگی میں بھی ایسے ایمان و تعلق باللہ کے ثمرات دکھائی دے رہے ہیں۔

کئی اصحاب نے اس کا اظہار کیا ہے کہ مولانا نور الدینؒ کے بعد حضرت مولانا عزیز بخشؒ کی زندگی میں مادیت کے انتہائی فروغ کے وقت فقر و غنا کی شان نظر آتی ہے۔ جو پہلی تہذیب کی نمایاں خصوصیت ہوا کرتی تھی۔ ایسی ہستیاں جنہوں نے خودی پر موت وارد کردی ہو۔ کہاں نظر آتی ہیں۔ اگر غور کیا جائے تو آج جس چیز کی دنیا کو واقعی حاجت ہے اور جس کے بغیر بے چینی و فساد ترقی پذیر ہے وہ ایسے ہی ایمان باللہ میں مضمر ہے۔ ٹھوس مگر خاموش ایمان اور خدمتِ خلق۔ حضرت اقدسؑ نے کیا ہی سچ فرمایا ہے۔

عروسی بود نوبتِ ماتمت
اگر بر نکوئی بود خاتمت

باقی از صفحہ ۱

اس کی جگہ فرنی ڈالنے لگا۔ چنانچہ فرنی ہلکی سی پکاکر اور اُسے ٹھنڈا کر کے گھر کے لوگوں نے مبارک احمد کو کہا کہ لو یہ آئس کریم کھالو۔ اگرچہ مبارک احمد صرف ۸ سال کی عمر کا بچہ تھا مگر وہ تاڑ گیا کہ یہ آئس کریم نہیں ہے۔ گھر کے لوگوں نے بہت سمجھانا چاہا مگر وہ نہ مانا اور رونے اور ضد کرنے لگا کہ آئس کریم ٹھنڈی ہوتی ہے وہی کھانی ہے۔ گھر کے لوگوں کے بار بار کہنے کے کہ یہ آئس کریم ہے وہ نہ مانا۔ بالآخر اُس نے کہا کہ۔

"اگر ابا کہیں گے تو میں مان لوں گا کہ آئس کریم ہے۔"

چنانچہ حضرت اقدس کو باہر سے بلایا گیا اور تمام قصہ بتایا گیا اور آپ کو کہا گیا کہ بچہ ہے، ضد کر رہا ہے تو آپ کہہ دیجئے کہ یہ واقعی آئس کریم ہے۔ اب حضرتِ اقدس عجیب مخمصہ میں پھنس گئے۔ جھوٹ بولنے سے آپ کو اس قدر سخت نفرت تھی کہ بیمار بچے کا دل رکھنے کو بھی جھوٹ نہ بول سکتے تھے۔ دوسری طرف اپنے نہایت پیارے بیٹے کا رونا دھونا آپ برداشت نہ کر سکتے تھے۔ بالآخر آپ نے وُہ فرنی کی پلیٹ ہاتھ میں لی اور بیمار بچہ کے پاس چارپائی پر بیٹھ کر نہایت پیار سے کہا۔

"لو بیٹا! اسے فرنی سمجھ کر کھالو۔"

اس واقعہ کا ذکر میں نے اس لئے کیا کہ ایک ۸ سال کا بچہ بھی حضرت مرزا صاحب کی راست گوئی اور غلط بیانی تک سے پرہیز کا قائل تھا!! ایک معصوم بچہ کی شہادت میرے لئے سب سے اہم گواہی ہے جو ہو سکتی تھی۔ (باقی آئندہ)

باقی از صفحہ ۱۳

قرآن مجید نے بھی حضرت ابراہیمؑ کی اس قربانی کو ذبحِ عظیم قرار دیا ہے اور اسے حج بیت اللہ کا ایک ضروری رکن بنا دیا۔ آخر اس قربانی کی کیا خصوصیت و اہمیت ہے۔ درحقیقت یہ قربانی خانہ کعبہ کو خدائے واحد کی عبادت اور اطاعت کا مرکز بنانے کے سلسلہ میں ایک تاریخ ساز نمونہ کا درجہ رکھتی ہے جس نے خانہ کعبہ کو آنے والے وقت میں وہ عظمت اور تقدس دلوایا جس کی نظیر تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے پھر قرآن مجید نے اس عظیم عبادت گاہ کو مبیتک المحرم یعنی تیرے عزت والے گھر کے نام سے یاد کر کے اس گھر کی خود تقدیس اور تکریم کی ہے۔ اس قربانی کے نتیجہ میں برپا ہونے والی روحانی برکات کا ظہور رسول اکرم صلعم کی بعثت اور حج بیت اللہ کی صورت میں ایسی زندہ و جاوید حقیقت بن گئی ہے جو روحانیت اتحاد، بین الاقوامی مساوات اور بھائی چارے کا عملی ثبوت فراہم کرتی ہیں۔ اس مرتبہ دنیا کے کونے کونے سے ۱۵ لاکھ فرزندانِ توحید نے فریضہ حج ادا کیا اور حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسماعیلؑ اور حضرت ہاجرہؑ کی خدا کی راہ میں اطاعت اور قربانی کو خراجِ عقیدت پیش کیا۔ اور ان قدموں پر چل کر اس روحانی لذت کو حاصل کرنا عین سعادت سمجھا جہاں آج سے کئی ہزار سال قبل خدا کے چند برگزیدہ بندوں پر مشتمل ایک چھوٹے سے خاندان نے خدا کی خوشنودی کے لئے ابتلاؤں اور مشکلات میں ثابت قدمی اور بندگی کا نہایت اعلیٰ نمونہ پیش کیا۔ ۱۵ لاکھ فرزندانِ توحید میں سے ایک لاکھ افراد پاکستان سے فریضہ حج کے لئے سوئے حرم ہوئے۔ اگر صرف قیامِ پاکستان سے اب تک کا اندازہ لگایا جائے تو کم از کم ۳۰ سے ۳۵ لاکھ افراد پاکستان سے حج کی سعادت حاصل کر چکے ہیں ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ ملک میں رواداری اور بھائی چارہ کی فضا دن بدن ترقی کرتی لیکن افسوس کہ معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے صاف ظاہر ہے کہ حج جو غیروں کی نظر میں مساوات، رواداری اور برادری کی بے نظیر درسگاہ ہے خود مسلمانوں میں یہ صفات پیدا کرنے میں ناکام ہو رہا ہے ظاہر ہے حج کرنے سے کہیں زیادہ اہم مقاصد کا حصول ہے جب تک حج کے مقاصد ہمارے دلوں میں وہ جگہ نہ حاصل کرلیں کہ وہ ہماری عملی زندگیوں میں کارفرما نظر آویں۔ محض فریضہ حج سے وہ نتائج پیدا نہ ہو سکیں گے۔

اسی طرح جانوروں کی قربانی خدا کی راہ میں ہر قسم کی قربانی کے جذبہ کے اظہار کی علامت کے طور پر ہے جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے کہ:۔

"نہ ان قربانیوں کے گوشت اللہ کو پہنچتے ہیں اور نہ ان کے خون لیکن خدا کو تمہاری طرف سے تقویٰ پہنچتا ہے۔"

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے بھی تقویٰ کو زندگی کی تگ و دو میں بنیادی اہمیت دینے کی غرض سے جماعت کو "دین کو دنیا پر مقدم کرنے" کا ماٹو دیا اور تقویٰ کی باریک راہ کو اختیار کرنے کی بار بار تلقین کی۔ عید الفطر اور عید الاضحیٰ بھی تقویٰ کی انہی راہوں کو اختیار کرنے کی طرف توجہ دلانے کا ایک اہم ذریعہ ہیں اگر ہم انفرادی اور اجتماعی طور پر سربلندی حاصل کرنا چاہتے ہیں تو پھر ہمیں تقویٰ اور قربانی کو اپنی زندگیوں کا شعار بنانا ہوگا۔ اس سلسلہ میں آپ کو کبھی وقت کی قربانی دینا ہوگی اور کبھی مال کی قربانی کبھی اپنے آرام و آسائش کو قربان کرنا ہوگا اور کبھی حصولِ علم کے لئے قربانی دینا ہوگی۔ انفرادی رنگ میں یہ چھوٹی چھوٹی قربانیاں مل کر افراد، خاندان اور پھر پوری قوم کو سربلندی کی منزل کی طرف لے جاتی ہیں۔ خدارا ذہنوں میں اس سوچ کو پیدا کریں۔ خود غرضی کی بجائے بے غرضی، انسانی ہمدردی اور بھائی چارہ کو زندگی کا شعار بنائیں تاکہ معاشرے سے ذہنی انتشار بے عملی، نفرت، لالچ اور حسد ختم ہو جاویں۔ اور معاشرے کا ہر فرد علم و حکمت کا متلاشی اور نیکی اور خیر خواہی کرنے میں ایک دوسرے سے سبقت لینے والے بن جائے۔

یہی وہ سنہری سبق ہے جو عید الاضحیٰ ہمیں سکھانا چاہتی ہے۔ خدا کرے ہم اس راہ پر چلنے کے لئے پہلا قدم اٹھانے کا ارادہ کرلیں۔ آگے خدا اپنے فضل و کرم سے ہمیں اس راہ میں کامیابی و کامرانی عطا فرمائے گا۔

— ✤ ✤ ✤ —

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس عقب فرنٹری کالج کچا رشید روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح دارالسلام ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا
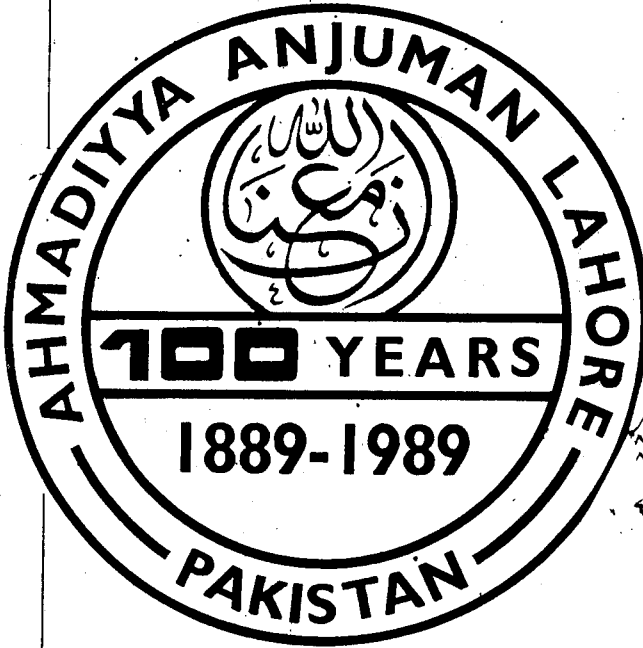
جلد ۷۲ | تاریخ ۱۶ جمادی الاول ۱۴۱۰ھ ـ بمطابق ۱۵ دسمبر ۱۹۸۹ء | شمارہ: ۲۱

ملفوظات حضرت مجددِ صدچہاردہم

انسان کا اعلیٰ کمال خدا تعالیٰ کا وصال ہے

اگرچہ مختلف الطبائع انسان اپنی کوتاہ فہمی یا پست ہمتی سے مختلف طور کے مدعا اپنی زندگی کے لئے ٹھہراتے ہیں اور فقط دنیا کے مقاصد اور آرزوؤں تک چل کر ٹھہر جاتے ہیں مگر وہ مدعا جو خدا تعالیٰ اپنے پاک کلام میں بیان فرماتا ہے یہ ہے وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون یعنی میں نے جن اور انسان کو اسی لئے پیدا کیا ہے کہ وہ مجھے پہچانیں اور میری پرستش کریں۔ پس اس آیت کی رو سے اصل مدعا انسان کی زندگی کا خدا کی پرستش اور خدا کی معرفت اور خدا کے لئے ہو جانا ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ انسان کو وہ مرتبہ حاصل نہیں ہے کہ اپنی زندگی کا مدعا اپنے اختیار سے آپ مقرر کرے کیونکہ انسان نہ اپنی مرضی سے آتا ہے اور نہ ہی اپنی مرضی سے واپس جائے گا بلکہ وہ ایک مخلوق ہے اور جس نے اسے پیدا کیا اور تمام حیوانات کی نسبت عمدہ اور اعلیٰ قویٰ اس کو عنایت کئے اس نے انسان کی زندگی کا ایک مدعا ٹھہرا رکھا ہے۔ خواہ کوئی انسان اس مدعا کو سمجھے یا نہ سمجھے مگر انسان کی پیدائش کا مدعا بلاشبہ خدا کی پرستش اور خدا کی معرفت اور خدا میں فنا ہو جانا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں ایک اور جگہ فرماتا ہے۔ ان الدین عند اللہ الاسلام۔ ذالک الدین القیم فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا۔ یعنی وہ دین جس میں خدا کی معرفت صحیح اور اس کی پرستش احسن طور پر ہے وہ اسلام ہے اور اسلام انسان کی فطرت میں رکھا گیا ہے۔ اور خدا نے انسان کو اسلام پر پیدا کیا اور اسلام کے لئے پیدا کیا ہے۔ یعنی یہ چاہا ہے کہ انسان اپنے تمام قویٰ کے ساتھ اس کی پرستش اور اطاعت اور محبت میں لگ جائے

اسی وجہ سے اس قادر کریم نے انسان کو تمام قویٰ اسلام کے مناسب حال عطا کئے ہیں ان آیتوں کی تفصیل بہت بڑی ہے۔ اب ہم مختصر طور پر صرف یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ انسان کو جو کچھ اندرونی اور بیرونی قویٰ دیئے گئے ہیں یا جو کچھ قوتیں عنایت ہوئی ہیں اصل مقصد ان سے خدا کی معرفت اور خدا کی پرستش اور خدا کی محبت ہے۔

سچی خوشحالی کا حصول

انسان دنیا میں ہزاروں شغلوں کو اختیار کر کے پھر بھی بجز خدا کے اپنی سچی خوشحالی کسی میں نہیں پاتا۔ بڑا دولت مند ہو کر، بڑا عہدہ پاکر، بڑا تاجر بن کر بڑی بادشاہی تک پہنچ کر، بڑا فلاسفر کہلا کر آخر ان دنیوی گرفتاریوں سے بڑی حسرت کے ساتھ جاتا ہے اور ہمیشہ دل اس کا دنیا کے استغراق سے اس کو ملزم کرتا رہتا ہے۔ اور اس کے مکروں اور فریبوں اور ناجائز کاموں میں کبھی اس کا کانشنس اس سے اتفاق نہیں کرتا۔ ایک دانا انسان اس مسئلہ کو اس طرح بھی سمجھ سکتا ہے کہ جس چیز کے قویٰ ایک اعلیٰ سے اعلیٰ کام کر سکتے ہیں اور پھر آگے جا کر ٹھہر جاتے ہیں وہی اعلیٰ کام اس کی پیدائش کی علتِ غائی سمجھی جاتی ہے۔

چیز کیا ہے خدا کیلئے فنا

ہر چیز میں خدا کی ضیاء کا ظہور ہے ۔ پر پھر بھی غافلوں سے وہ دِلدار دُور ہے۔
جو خاک میں ملے اُسے ملتا ہے آشنا ۔ اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما
عاشق جو ہیں وہ یار کو مَر مَر کے پاتے ہیں ۔ جب مَر گئے تو اُس کی طرف کھینچے جاتے ہیں
یہ راہ تنگ ہے، پہ یہی ایک راہ ہے۔ دِلبر کی مَرنے والوں پر ہر دَم نِگاہ ہے
ناپاک زندگی ہے جو دوری میں کٹ گئی ۔ دیوارِ زہدِ خشک کی آخر کو پھٹ گئی
زندہ وہی ہیں جو کہ خدا کے قریب ہیں ۔ مقبول بن کے اُس کے عزیز و حبیب ہیں
وہ دُور ہیں خدا سے جو تقویٰ سے دُور ہیں ۔ ہر دم اسیرِ نخوت و کبر و غرور ہیں
تقویٰ یہی ہے یارو کہ نخوت کو چھوڑ دو ۔ کبر و غرور و بخل کی عادت کو چھوڑ دو
اِس بے ثبات گھر کی محبت کو چھوڑ دو ۔ اُس یار کیلئے رہِ عشرت کو چھوڑ دو
تلخی کی زندگی کو کرو صدق سے قبول ۔ تا تم پہ ہو ملائکۂ عرش کا نزول
چیز کیا ہے خدا کے لئے فنا ۔ ترکِ رضائے خویش پئے مرضیٔ خدا
جو مر گئے انہی کے نصیبوں میں ہے حیات ۔ اِس رہ میں زندگی نہیں ملتی بجز ممات
اے کرمِ خاک چھوڑ دے کبر و غرور کو ۔ زیبا ہے کبر حضرتِ ربِّ غیوّر کو
بدتر بنو ہر ایک سے اپنے خیال میں ۔ شاید اِسی سے دخل ہو دارالوصال میں
چھوڑو غرور و کبر کہ تقویٰ اسی میں ہے ۔ ہو جاؤ خاک مرضیٔ مولیٰ اسی میں ہے

تقویٰ کی جڑھ خدا کے لئے خاکساری ہے
عفّت جو شرطِ دیں ہے وہ تقویٰ میں ساری ہے

(حضرت مجدد مَلّہ وہم)

خیر مقدم

اس وقت جب یہ اخبار قارئین کرام کے ہاتھوں میں پہنچے گا، احباب کرام دعائیہ میں شمولیت کے لئے پابرکاب ہوں گے۔ ہم ان تمام دوستوں کا دل سے خیر مقدم کرتے ہیں، اور اس فرستادہ الٰہی کے لفظوں میں جس نے دعا کے ذریعے ہم میں جماعتی زندگی پیدا کرنے کا اہتمام فرمایا یہ دعا کرتے ہیں کہ:۔

" ہر ایک صاحب جو اس للّٰہی جلسہ کے لئے سفر اختیار کریں، خدا تعالیٰ ان کے ساتھ ہو اور ان کو اجر عظیم بخشے اور ان پر رحم کرے اور ان کی مرادات کی راہ ان پر کھول دے اور روز آخرت میں اپنے ان بندوں کے ساتھ ان کو اٹھائے جن پر ان کا فضل و کرم ہے۔ اور تا اختتام سفر ان کے بعد ان کا خلیفہ ہو۔ اے خدا اے ذوالمجد والعطا اور رحیم اور مشکلکشا یہ تمام دعائیں قبول کر"

اس کے ساتھ ہی ہم ان دوستوں سے جنہوں نے معمولی اشتغال دنیوی کی وجہ سے ابھی تک دعائیہ میں شمولیت کا ارادہ نہیں فرمایا یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ اس بابرکت اجتماع میں شمولیت اختیار کر کے وہ بھی ان برکات سے حصہ لیں جو اس موقع پر آسمان سے نازل ہوتی ہیں۔ مامور الٰہی نے یونہی عام جلسوں کے رنگ میں اسے قائم نہیں کیا، نہ اس کی غرض دوسری جماعتوں کی طرح کسی دنیوی یا سیاسی اقتدار کے حصول کی کوشش کرنا ہے بلکہ محض اعلائے کلمۃ اللہ اور حصول رضائے الٰہی اس کی غرض ہے، اس پاک غرض کے لئے اگر اپنے دنیوی اشتغال کی تھوڑی سی قربانی کر کے آپ بھی شامل ہو جائیں تو ہم خرما و ہم ثواب کا مصداق ہوگا، آپ کی دنیا بھی سنور جائے گی اور خدا کی رضا بھی حاصل ہوگی، جو ہر قسم کی کامیابیوں اور کامرانیوں کا پیش خیمہ ہے۔

اس کے ساتھ ہی اپنی ان بہنوں کا بھی جو دعائیہ میں شمولیت کے لئے آ رہی ہیں، خیر مقدم کرتے ہوئے ہم امید کرتے ہیں کہ وہ اس کو ہر رنگ میں کامیاب بنانے اور اپنی بیش از بیش قربانیوں سے ان شاندار روایات کو زندہ رکھنے کا موجب ہوں گی جو اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے وہ ہمیشہ سے کرتی چلی آئی ہیں۔

مسجد برلن کے وہ مینار جو آسمان میں بلند ہو کر ان کی قربانیوں کا اعلان کرتے رہتے ہیں آج پھر شکستہ حالی میں ان کے زر و جواہر کی قربانی کے طالب ہیں کیا وہ اس طرف توجہ فرما کر عنداللہ ماجور ہونگی۔

۲۵ - دسمبر

مذہبی تاریخ میں اور پاک و ہند کی پہلی نصف بیسویں صدی میں کی سیاسی تحریک کے حوالے سے ۲۵ - دسمبر کے دن کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کا یوم ولادت بالعموم ۲۵ - دسمبر قرار دیا جاتا ہے جبکہ مشہور مسیحی عالم کینن فیرر نے اپنی کتاب حیات مسیح میں اعتراف کیا ہے کہ حضرت مسیحؑ کی تاریخ ولادت کا کہیں پتہ نہیں چلتا۔ ۲۵ - دسمبر کو پرانی مذہبی کتب و روایات میں متھرا اور دیگر سورج دیوتاؤں کی پیدائش کا دن مقرر کیا گیا ہے۔ چنانچہ اس کی متتبع میں حضرت مسیحؑ کو مقبول اور ہر دلعزیز بنانے کیلئے آپ کا یوم ولادت ۲۵ - دسمبر مقرر کیا گیا حالانکہ آپ کی پیدائش کا یہ دن ہرگز نہیں ہے۔ اور بقول بشپ ہرمز پیدائش مسیحؑ کے تین سو سال بعد ۲۵ دسمبر کو حضرت مسیحؑ کا یوم ولادت قرار دیا گیا ہے

اس اختلافی حقیقت کے قطع نظر ہمارا دین سب انبیاء و رسل پر ایمان لانا قرار دیتا ہے اور اس زمرے میں حضرت مسیحؑ بھی ہیں اس لئے ہم بحیثیت نبی و رسول ان پر ایمان لاتے ہیں اور یہ کہ وہ نبی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کی تلاش میں آئے تھے۔ انہوںؑ نے اپنے بعد آخری نبی و رسولؐ کے آنے کی برحق خبر دی تھی۔ وہ خبر سچی نکلی اور ان کی بشارت کے مطابق سلسلۂ نبوت و رسالت کی آخری کڑی یعنی حضرت نبی کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس مثیل مسیح کی آمد کی خوشخبری دی تھی اس کا ظہور ہو چکا ہے۔

ہم مسیح ناصریؑ کے متبعین یعنی عیسائی حلقہ کو ان کی دسمبر کے آخری عشرہ میں ہونے والی تقریبات کے لئے مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ اور ان کے لئے نیک تمناؤں کا اظہار کرتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ ہماری ان سے نہایت دلسوزی کے ساتھ استدعا ہے کہ حضرت مسیح ناصریؑ کے حقیقی پیغام و بشارت پر غور کریں ان کے اقوال و ارشادات اور ان کی تعلیمات کی سچی اور کھری پیروی ہی حضرت مسیحؑ کی تقریبات ولادت منانے کا تقاضہ ہے اور ساتھ ہی مثیل مسیح کے ماننے والوں میں سے ایک کثیر حصہ کو توجہ دلاتے ہیں کہ وہ بھی اس مامور کی حقیقی اور سچی تعلیمات پر غور کریں۔ غلو کو ترک کر کے حقیقی راہ پر چلیں کہ یہی سچا کھرا راستہ ہے مثیل مسیح کی اطاعت و پیروی کا۔

برصغیر پاک و ہند کی سیاسی تاریخ کے حوالہ سے ۲۵ - دسمبر کے دن کو اہمیت اس لئے حاصل ہے کہ اس دن اس خطہ کے مقہور و مظلوم اور بے کس و بے بس مسلمانوں کے نجات دہندہ حضرت قائد اعظم محمد علی جناحؒ کی ولادت باسعادت ہوئی اور انہوں نے ان کی دہری غلامی کا جوا ان کی گردن سے اتار پھینکا۔ اور ان کو دینی و قومی وحدت کا بھولا سبق یاد دلایا۔ حضرت قائد اعظمؒ نے سالمیت پاکستان کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ

" ہم سب مسلمان ایک خدا، ایک کتاب اور ایک رسولؐ پر ایمان رکھتے ہیں لہذا ہم سب کو مل کر ایک قوم ہونا چاہیئے جب تک ہم متحدہ ہیں سربلند اور طاقتور ہیں اگر متحد نہیں تو کمزور و خوار ہوں گے۔"

۱۷ - اپریل ۱۹۴۸ کو گورنمنٹ ہاؤس پشاور میں قبائلی جرگہ سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا

" دیکھئے ہم مسلمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر چلتے ہیں ہم سب اسلامی اخوت کے رشتے میں بندھے ہوئے ہیں۔ اس اخوت کا تقاضہ یہ ہے کہ حقوق، عزت اور مرتبہ میں سب برابر ہیں اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے اندر اتحاد کا ایک خاص اور گہرا احساس پایا جاتا ہے نہ صرف یہ کہ ہم میں سے اکثر مسلمان ہیں۔ بلکہ ہماری اپنی تاریخ ہے پیتیں ہیں اور رسمیں ہیں اور احساس شعور ہے۔ ہمارے سوچنے سمجھنے کے طریقے ہیں۔

ہمارا اپنا نقطہ نظر ہے ... ہم سب ایک خدا، ایک کتاب اور ایک رسولؐ پر ایمان رکھتے ہیں۔ لہذا ہم سب کو مل کر ایک قوم ہونا چاہیئے۔ آپ نے ایک پرانا قول سنا ہوگا کہ اتحاد میں قوت ہے جب تک ہم متحد ہیں سربلند اور طاقتور ہیں اگر متحد نہیں تو کمزور اور خوار ہوں گے، میں چاہتا ہوں کہ ہر مسلمان حتی الامکان یہ کوشش کرے

بقیہ بر صفحہ ۸

دعائیہ کی تاریخیں ۲۳ تا ۲۶ دسمبر ۱۹۸۹ء - پہلے دن خواتین کا دعائیہ

اقتباسات خطوط بنام حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

حضرت امیر جماعت ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب دامت برکاتہٗ کی اجازت سے ادارہ ان کی ڈاک سے کچھ اقتباس پیش کر رہا ہے۔

• بیگم زرینہ محمد، ٹرینیڈاڈ

صد سالہ تقریبات کے موقع پر بلادِ غیر کے تمام وفود سے مل کر ان کے ساتھ اُٹھ بیٹھ اور کھا پی کر مجھے از حد خوشی ہوئی۔ ٹرینیڈاڈ اور دیگر ممالک کے پچیس وفود ایک ہوٹل میں ٹھہرائے گئے تھے۔ اور گیانا کے پچیس وفد کے احباب ایک دوسرے ہوٹل میں قیام پذیر تھے۔ مرکزی احباب سے بھی مل کر انہیں از حد خوشی ہوئی۔ ان احباب نے کنونشن اور بعد ازاں ٹرینیڈاڈ کی تقریبات میں اہم تقاریر کیں اور پیغامات پڑھ کر سنائے۔ محترمہ پاؤکیہ نے سامعین پر ایک خاص اثر چھوڑا۔

کوئی ان کی شخصیت اور آواز پر نظر اور کان لگائے ہوئے تھا۔ یہ جان سمجھ کر کہ موصوفہ مفسر قرآن حضرت مولانا محمد علی مرحوم و مغفور کی لختِ جگر ہے۔ انہوں نے نہایت دل آویز آواز اور مؤثر طریق پر حضرت امیر مرحوم کی زندگی اور ان کی خدماتِ دینیہ پر روشنی ڈالی۔ مکرم پروفیسر عزیز صاحب نے بھی سرینام اور ٹرینیڈاڈ میں تقاریر کیں۔

کینیڈا کے محترم یٰسین ساہو خان اور محترمہ ثمینہ ساہو خان کی خدماتِ دینیہ سے بہت متاثر ہوئی ہوں۔ یہ نہایت مستعد اور سرگرم میاں بیوی اپنے اوقات اور اموال سے دین و تحریک کی خدمات نہایت خلوص اور لگن کے ساتھ سرانجام دے رہے ہیں۔ ان کی یہ خدمات نہایت لائق قدر اور قابل تحسین ہیں۔ ہم سب کو علم ہے کہ یہ دونوں تراجم قرآن پراجیکٹ کے لئے شب و روز مصروفِ کار ہیں۔ محترم یٰسین ساہو خان ایک بلند پایہ مقرر ہیں۔ محترمہ یٰسمین ساہو خان نے دو موقعوں پر مرکزی انجمن کے تراجم قرآن کے پروگرام پر تفصیلی روشنی ڈالی۔ ایک بار تو خواتین کے اجلاس میں اور دوسری بار کنونشن کے آخری دن۔ کنونشن نہایت کامیاب رہا۔ ہم نے مرکزی انجمن کے احباب کی ٹرینیڈاڈ میں بھی میزبانی کی۔ انہیں ہمیں ملنے اور ہمارے احوال و ضروریات کو دیکھنے اور سمجھنے کا موقع ملا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و تندرستی عطا فرمائے۔ اور وہ آپ کا حامی و ناصر ہو۔

• محترم عبدالرزاق صاحب از بمبئی بھارت

آپ کی صحت و سلامتی کے لئے دعا گو ہوں۔ میں آپ کی دعاؤں کے لئے از حد شکر گزار ہوں۔ میں اپنی اہلیہ سمیت بمبئی سے چل کر ... گیا۔ یہ ضلع ... کی ایک تحصیل ہے۔ محترم محمد مومن علاقہ کے ایک ممتاز سماجی کارکن ہیں۔ وہ منسلک تنظیموں میں اہم عہدوں پر فائز ہیں۔ اور ایک مقامی کمیٹی کے چیئرمین بھی ہیں۔ علاقہ بھر میں ... پذیر احباب جماعت نے ان کی قیام گاہ پر آ کر مجھ سے ملاقات کی۔ اور جماعتی نظم و نسق کے معاملات زیر غور آئے۔

یہاں پر ایک اردو ہائی سکول کے پرنسپل نے مجھے مدعو کیا۔ اساتذہ اور دیگر حاضرین نے سوال و جواب کئے۔ محترم محمد احمد مومن اور محترم محمد صابر انصاری بھی اس مجلس میں شریک تھے۔

یہاں سے میں ہبلی گیا اور مقامی احباب نے مجھے ایک ہوٹل میں ٹھہرایا۔ وہاں کے محترم عبدالرحمٰن صاحب اور محترم محمد حسین کے ساتھ دھاڑواد اور ... گیا۔ ہبلی کے قیام کے دوران گوا کے ... کے ریٹائرڈ اسٹیشن ماسٹر مکرم شیخ حمید صاحب ایک نہایت پرانے احمدی ہیں، ان سے ملاقات کا موقع ملا۔ ان کی عمر اب ۹۳ سال ہے۔ ہم ایک مخلص احمدی محترم محمد حسین گھوڑے سوار کے فرزند محترم خلیل گھوڑے سوار سے بھی ملے۔ ہمارے بھائی بھی مختلف مصائب و مشکلات کا شکار ہیں۔ ان کے لئے آپ دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں استقامت عطا فرمائے اور ان کا حامی و ناصر ہو۔ اس دوران ہم نے دینیدار انجمن کے مراکز کا بھی دورہ کیا۔

حیدر آباد میں ہم ہنری مارٹن انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک سٹڈیز کے ڈائریکٹر سے بھی ملے۔ انہوں نے بیان النبیین خریدی۔ جو حضرت مولانا عبدالغنی مرحوم و مغفور کی تصنیف ہے۔ انہوں نے حضرت مولانا مرحوم موصوف کی دیگر کتب کی فراہمی کی بھی خواہش کی۔ یہاں پر ہمیں ایک تقریر "مسلم لٹریچر میں حضرت مسیحؑ" کے عنوان پر سننے کا موقع ملا۔ یہ تقریر ہملٹن (یو۔ایس۔اے) یونیورسٹی کے شعبہ فلاسفی، مذہب و تعلیمات اسلامی کے ڈائریکٹر ڈاکٹر ڈیوڈ ... نے کی تھی۔

اس موقعہ پر ہم نے حضرت مسیحؑ کے بارے میں احمدی نقطہ خیال کی قرآنی تعلیمات کی روشنی میں نہایت دلچسپ گفتگو کی۔ اور ساتھ ہی ساتھ عام عقیدہ دوبارہ حیات پر بھی بات ہوئی۔ حیدر آباد میں ریلوے کارکنان کی ہڑتال کے باعث ہم بذریعہ بس بمبئی پہنچا۔ ہم اب آئندہ سرینگر جائیں گے۔ جہاں کشمیری جماعتوں کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے صد سالہ کنونشن میں شریک ہوں گے۔ والسلام۔

جماعتی خبریں

• حضرت امیر جماعت ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت کمزور رہتی ہے تاہم معاملات انجمن، جماعتی امور اور کارِ دینیہ میں مصروف رہتے ہیں ملاقاتیوں سے بھی ملاقی ہوتے ہیں۔ احباب جماعت ان کی صحت و تندرستی اور درازئ عمر کے لئے دعا فرماویں۔

• **خوشخبری**

سیالکوٹ چھاؤنی سے محترمہ مسعودہ عبداللہ اطلاع دیتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی بیٹی شائستہ خالد کو لڑکا عطا کیا ہے۔ اس خوشی میں انہوں نے ۲۰۰/- روپے بطور شکرانہ مرحمت فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نومولود اور اس کے والدین کو صحت اور تندرستی میں رکھے۔

• **ماہنامہ لائٹ:**

جماعت کے انگریزی رسالہ "دی لائٹ" کا شمارہ بابت ماہ نومبر ۱۹۸۹ء پیش نظر ہے سرورق پر سبز بارڈر کے ساتھ امیر مرحوم حضرت مولانا صدر الدین صاحب کی تصویر ہے۔ ان کا انتقال ماہ نومبر میں ہوا تھا۔ اخبار پیغام صلح نے بھی حضرت مرحوم کی برسی کے موقعہ پر اپنے گذشتہ شمارے میں خصوصی مضمون شائع کیا ہے۔

۲۸ صفحات کے ماہنامہ کے مندرجات میں اداریہ کے علاوہ حضرت مولانا صدر الدین رحؒ، حضرت مولانا آفتاب الدین احمد رحؒ، مکرم پروفیسر جیلانی کامران اور محترمہ مسز الفت صمد صاحبہ کے بیش قیمت مضامین شامل ہیں۔ حضرت مسیح ناصریؑ کے بارے میں بھی ایک تحقیقی اور تاریخی مضمون درج ہے۔

تبصرۂ کتب کے ساتھ ساتھ کتابوں کا اشتہار اور لاہور احمدیہ تحریک کے عالمی اخبار و رسائل کی فہرست درج ہے۔

وفات

نہایت افسوس سے یہ خبر پڑھی جائے گی کہ دین کور (کینیڈا) کی محترمہ ثمینہ ساہو خان صاحبہ کے والد گرامی ۸ دسمبر ۱۹۸۹ء کو قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔ ادارہ اس رنج و افسوس کے موقع پر اپنی بہن محترمہ موصوفہ اور دیگر سوگوار لواحقین سے اظہار تعزیت کرتا ہے اور ان کے غم میں برابر کا شریک ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور وفات یافتہ بزرگ پر اپنی رحمت کا دامن وسیع کرے۔

حضرت امیر جماعت ایدہ اللہ تعالیٰ نے محترمہ ثمینہ ساہو خان سے فون اور ٹیلی گرام کے ذریعے تعزیت فرماتے ہوئے اظہار افسوس و ہمدردی کیا ہے۔

اخبارات بلادِ غیر

ہمیں بھارت اور جزائر فیجی سے وہاں کی جماعتی سرگرمیوں کے بارے میں حال ہی میں تفصیلی رپورٹ موصول ہوئی ہیں۔ جو آئندہ اشاعت میں ہدیۂ ناظرین کرام ہوں گی۔

قلمی معاونین سے

ہم آپ کے تعاون کے ممنون ہیں۔ بدلتے ہوئے حالات کا تقاضا ہے کہ پرانے موضوعات پر خامہ فرسائی سے اجتناب کیا۔ - - - - -

جلیے اور جدید دینی، علمی اور اخلاقی موضوعات پر مختصر، مؤثر اور مدلل مضامین لکھ کر ہمیں بھیجیں۔ ہم شکریہ کے ساتھ انہیں شائع کریں گے۔ (ادارہ)

ارشاد باری تعالیٰ:

• "اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو کہ تم کرتے نہیں"...

حضرت بانی سلسلہ کا پیغام

ہمارے نام

اللہ تعالیٰ کسی کی پرواہ نہیں کرتا، مگر صالح بندوں کی آپس میں اخوت اور محبت پیدا کرو اور درندگی اور اختلافات چھوڑ دو۔ ہر ایک قسم کے ہزل اور تمسخر سے مطلقاً کنارہ کش ہو جاؤ کیونکہ تمسخر انسان کے دل کو صداقت سے دور کر کے کہیں کا کہیں پہنچا دیتا ہے۔ پس ایک دوسرے کے ساتھ عزت سے پیش آؤ۔ ہر ایک اپنے آرام پر اپنے بھائی کے آرام کو ترجیح دے۔ اللہ تعالیٰ سے سچی صلح پیدا کر لو اور اس کی اطاعت میں واپس آجاؤ۔ اللہ تعالیٰ کا غضب زمین پر نازل ہو رہا ہے اور اس سے بچنے والے وہی ہیں جو کامل طور پر اپنے سارے گناہوں سے توبہ کر کے اس کے حضور میں آتے ہیں۔

تم یاد رکھو کہ اگر اللہ تعالیٰ کے فرمان میں تم اپنے تئیں لگاؤ گے اور اس کے دین کی حمایت میں مشغول ہو جاؤ گے تو خدا تمام رکاوٹوں کو دور کر دیگا اور تم کامیاب ہو جاؤ گے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ کسان عمدہ پودوں کی خاطر کھیت میں سے ناکارہ چیزوں کو اکھاڑ کر پھینک دیتا ہے اور اپنے کھیت کو خوشنما درختوں اور بارآور پودوں سے آراستہ کرتا اور ان کی حفاظت کرتا اور ہر ایک نقصان اور ضرر سے ان کو بچاتا ہے مگر وہ درخت اور پودے جو پھل نہ لائیں گلنے اور خشک ہونے لگ جائیں ان کی مالک پرواہ نہیں کرتا کہ کوئی مویشی ان کو آکر کھا جائے یا کوئی لکڑ ہارا ان کو کاٹ کر تنور میں پھینک دے سو ایسا ہی تم یاد رکھو کہ تم اللہ تعالیٰ کے حضور میں صادق ٹھہرو گے تو کسی کی مخالفت تمہیں تکلیف نہ دیگی۔ پر اگر تم اپنی حالتوں کو درست نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے فرمانبرداری کا ایک سچا عہد نہ باندھو تو پھر اللہ تعالیٰ کو کسی کی پرواہ نہیں، ہزاروں بھیڑیں اور بکریاں روز ذبح ہوتی ہیں اُن پر کوئی رحم نہیں کرتا اور اگر آدمی مارا جائے تو اتنی باز پرس ہوتی ہے۔ سو تم اپنے آپ کو درندوں کے مانند بیکار اور لاپرواہ بناؤ گے تو تمہارا بھی یہی حال ہوگا۔ چاہیئے کہ تم خدا کے عزیزوں میں داخل ہو جاؤ تا کہ کسی وبا یا آفت کو تم پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہ ہو سکے۔ کیونکہ کوئی بات اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر زمین پر نہیں ہو سکتی۔

ہر ایک آپس کے جھگڑے اور جوش و عداوت کو درمیان سے اٹھا دو کہ اب وہ وقت ہے کہ تم ادنیٰ باتوں سے اعراض کر کے اہم اور

عظیم الشان

کاموں میں مصروف ہو جاؤ۔

(الحکم ۲۴ رمئی ۱۸۹۸ء)

* * * *

آپس میں محبت کرو

بدخلقی نہ کرو

میں اپنی جماعت کے لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اپنے میں سے کمزور اور کچے لوگوں پر رحم کریں انکی کمزوری کو دور کرنیکی کوشش کریں ان پر سختی نہ کریں اور کسی کیساتھ بداخلاقی سے پیش نہ آئیں بلکہ انکو سمجھائیں، دیکھو صحابہ رضہ کے درمیان بھی بعض منافق آکر مل جاتے تھے پر حضرت نبی کریم صلعم اُن کیساتھ نرمی کا برتاؤ کرتے چنانچہ عبداللہ بن اُبی جس نے کہا تھا کہ غالب لوگ ذلیل لوگوں کو یہاں سے نکال دیں گے چنانچہ سورۃ منافقون میں درج ہے اور اس سے مراد اُس کی یہ تھی کہ کفار مسلمانوں کو نکال دیں گے اس کے مرنے پر حضرت رسول کریمؐ نے اپنا کُرتہ اس کے لیئے دیا تھا۔

میں نے یہ عہد کیا ہوا ہے کہ میں دعا کے ساتھ اپنی جماعت کی مدد کروں دعا کے بغیر کام نہیں چلتا۔ دیکھو صحابہؓ کے درمیان بھی جو لوگ دعا کے زمانہ کے تھے یعنی مکّی زندگی کے جیسی اُنکی شان تھی ویسی دوسروں کی نہ تھی حضرت ابوبکرؓ جب ایمان لائے تھے تو انہوں نے کیا دیکھا تھا انہوں نے کوئی نشان نہ دیکھا تھا لیکن وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے اخلاق اور اندرونی حالات کے واقف تھے اسواسطے نبوت کا دعویٰ سنتے ہی ایمان لے آئے، اسی طرح میں کہا کرتا ہوں کہ ہمارے دوست یہاں آیا کریں اور رہا کریں گہرا دوست اور پورا واقف بن جانے سے انسان بہت فائدہ اٹھاتا ہے معجزات اور نشانات سے ایسا فائدہ نہیں ہوتا معجزات سے فرعون کو کیا فائدہ ہوا معجزات کے ہزاروں منکر ہوتے ہیں اخلاق کا منکر کوئی نہیں ہوتا۔ طالب ہو کر اصلی اور جگری حالات کو دریافت کرنا چاہیئے۔ آریہ لوگوں نے آنحضرتؐ پر اس قدر اعتراض کیئے ہیں لیکن اگر ان لوگوں کو آپکے اصلی حالات اور اخلاق کریمہ کی صحیح خبر مل جاتی تو کبھی ایسی جرأت نہ کرتے پیغمبر خدا صلعم نے اخلاق کے دو پہلو دکھائے ایک مکّی زندگی میں جبکہ آپکے ساتھ صرف چند آدمی تھے اور کچھ قوت نہ تھی دوسرا مدنی زندگی میں جب آپؐ فاتح ہوئے اور وہی کفار جو آپؐ کو تکالیف دیتے تھے اور آپؐ انکی ایذادہی پر صبر کرتے تھے اب آپکے قابو میں آگئے ایسا کہ جو چاہتے آپؐ انکو سزا دے سکتے تھے مگر آپؐ نے سبکو چھوڑ دیا اور کچھ سزا نہ دی

اجتماعی ذکرِ الٰہی اور جماعتی دعاؤں میں بہت اثر ہوتا ہے۔ اور بارگہِ الٰہی میں انکی قبولیت کا زیادہ امکان ہوتا ہے۔

خطبہ جمعہ فرمودہ مکرم نصیر احمد فاروقی صاحب بتاریخ یکم دسمبر ۱۹۸۹ء بمقام جامعہ احمدیہ، دارالسلام، لاہور

تشہد و تعوذ کے بعد قرآن کریم کی سورۃ التوبہ کی آیات ۳۸، ۳۹، اور ۴۱ کی تلاوت کرتے ہوئے ان کا اردو ترجمہ کیا:

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو تمہیں کیا ہوا ہے کہ جب تم کو کہا جائے کہ اللہ کی راہ میں نکلو تو تم بوجھل ہو کر زمین کی طرف جھک جاتے ہو۔ کیا تم آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی پہ راضی ہو گئے ہو؟ سو دنیا کی زندگی کا سامان آخرت کے مقابلہ میں تھوڑا ہی ہے۔ اگر تم نہ نکلو گے تو وہ تم کو دردناک عذاب دے گا اور تمہاری جگہ دوسرے لوگوں کو لے آئے گا اور تم اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا:

"تم ہلکے ہو یا بوجھل تو بھی (اللہ کی راہ میں) نکل پڑو اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ یہ بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔"

اور آپ نے فرمایا کہ:

ان آیات کا تعلق غزوۂ تبوک سے ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ماہِ رجب ۹ھ میں پیش آیا۔ حضورؐ کو متواتر خبریں پہنچیں کہ عیسائیوں کی سلطنت جو ارض روم میں ملک عرب کی شمالی سرحد کے ساتھ تھی وہ عرب پر حملہ کرنا چاہتی ہے۔ ان دنوں جو بڑی سلطنتیں تھیں وہ روم اور ایران تھیں جن کی آپس میں رقابت تھی اور کبھی کبھار ان میں جنگ بھی ہو جاتی تھی۔ دنیا دار حکومتیں جہاں دنیا کی لالچی ہوتی ہیں وہاں کسی رقیب کو دیکھ بھی نہیں سکتیں۔ ذرا کسی اور نے سر اٹھایا اور ان کے دل و دماغ میں خطرہ کی گھنٹیاں بجنے لگتی ہیں۔ ایام جاہلیت میں عرب ایک نہ ہونے کے برابر سلطنت تھی اور دونوں "بڑے"، یعنے ایران اور روم اسے حقیر اور کمزور سمجھتے ہوئے اس کی طرف سے بے فکر تھے مگر جب رسول اللہ صلعم نے عرب کی خانہ جنگیوں کو جو ان کی بین الاقوامی کمزوری کی وجہ تھیں دور کر کے عرب قوم کو متحد کر کے ایک کر دیا اور ان میں ایک نئی روح پھونکی جس سے وہ ایک طاقتور قوم بن گئی تو حالانکہ حضورؐ کو دنیا سے بالکل استغنا تھا مگر دنیا داروں یعنے ایران اور روم دونوں کو خطرہ پیدا ہوا کیونکہ دنیا دار اوروں کو بھی اپنی طرح ہی سمجھتے ہیں۔ چنانچہ یکے بعد دیگرے دونوں سلطنتوں یعنے روم اور ایران نے مسلمانوں پر چڑھائی کی جس سے کہ مسلمانوں کو بیک وقت دو محاذ پر اپنی حفاظت میں لڑنا پڑا۔ خیر بعد کے واقعات کو چھوڑ کر میں ۹ھ میں واپس آتا ہوں جب عیسائی سلطنت روم نے وہ چال چلی جو عیسائی سلطنتیں اب بھی چلتی ہیں۔ یعنے جس ملک پر حملہ کرنا ہو وہاں اندرونی فساد ڈلوا کر اور اسے کمزور کر کے پھر اس پر حملہ کر دیتی ہیں چنانچہ ملک عرب کے شمال میں جو ایک طاقتور قبیلہ بنی غسان تھے انہیں روم کی عیسائی سلطنت نے اکسایا کہ تم پہل کرو تو ہم تمہاری مدد کو آتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کمال تھا کہ حضورؐ انسانیت کے ہر پہلو میں نہ صرف کامل تھے جہاں نبوت اور رسالت کا کام حضورؐ نے ایسا کیا کہ اور کوئی نبی ویسا نہ کر سکا تھا وہاں تمام دنیاوی امور میں بھی حضورؐ کا سا کوئی رہنما نہ ہوا نہ ہوگا۔ ایک غیرت مند اور بہادر سربراہ سلطنت دشمن کو اپنے ملک کے اندر گھسنے کی کبھی اجازت نہیں دیتا۔ چنانچہ آپؐ کو جب یہ خبر پہنچی کہ عیسائی حملہ کرنے کی تیاری کر رہے ہیں تو حضورؐ نے پہلے تو آدمی بھیج کر اس کی تصدیق کروائی اور جب ثابت ہوا کہ وہ خبر صحیح ہے تو حضورؐ نے لشکر کی تیاری کا حکم دیا۔ تاکہ دشمن کو سرحد پر ہی روکیں۔ اس مہم کی مشکلات ایسی تھیں کہ مسلمانوں کو کبھی پیش نہ آئی تھیں۔ اول تو ایام قحط تھے۔ دوسرے ملک شام کی حدود تک ایک بہت ہی لمبا سفر تھا جو بغیر اونٹوں کی فوج کے طے نہ کیا جا سکتا تھا۔ تیسرے راستہ میں پانی اور رسد وغیرہ کی قلت تھی۔ چوتھے موسم سخت گرمی کا تھا۔ پانچویں فصل کو کاٹنے کے دن آئے ہوئے تھے اور اسے حاصل کرنا قحط کو دور کرنے کے لئے بہت ضروری تھا۔ چھٹے اس مہم کے اخراجات بے اندازہ تھے۔ ساتویں مقابلہ عرب کی کسی قوم سے نہ تھا بلکہ ایک منظم سلطنت کی باقاعدہ فوجوں سے تھا جو دن رات کی ٹریننگ کر کے جنگی مہارت کامل رکھنے کے علاوہ ہر قسم کے سامانِ جنگ سے آراستہ تھیں۔ اور روما اور ایران کی سلطنتوں سے عرب کے لوگ ہمیشہ خائف رہتے تھے کیونکہ ان کی فوجی طاقت کے سامنے عربوں کی طاقت ہیچ تھی مگر باوجود ان مشکلات کے مسلمانوں نے نبی کریم صلعم کی آواز پر لبیک کہا صحابہ رضی اللہ عنہم نے بے نظیر مالی قربانیاں کیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اپنے گھر میں جو کچھ تھا لے آئے اور پیچھے گھر میں (بقول ان کے) صرف "اللہ اور اس کا رسولؐ چھوڑ آئے"۔ حضرت عمر رضؓ گھر کا آدھا ساز و سامان لے آئے۔ حضرت عثمان رضؓ نے ایک ہزار اونٹ فوج کی سواری کے لئے مہیا کئے جو لوگوں کے اپنے اونٹوں کے علاوہ تھے۔ اور یہ ایک ہزار اونٹ ان جان نثاروں کی سواری کے کام آئے جو اپنے اونٹ نہ رکھتے تھے۔ پھر بھی ساری فوج کے لئے سواری کا بندوبست نہ ہو سکا اور بعض لوگ پیچھے رہ گئے جن کی تصویر قرآن شریف نے ان الفاظ میں کھینچی ہے۔ کہ تولوا و اعینهم تفيض من الدمع حزنا الا يجدوا ما ينفقون (سورۃ توبہ ۹۔ آیت ۹۲) یعنے ان کو لوٹنا پڑا ایسی حالت میں کہ ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اس غم سے کہ وہ مال نہیں پاتے تھے کہ جسے خرچ کر سکیں۔ جان نثاری اور ہمدردی کی ایسی مثال تاریخ میں کم ملتی ہے۔ مگر پھر بھی اول تو منافقین بہانے بنا بنا کر پیچھے رہ گئے۔ دوسرے کچھ سچے مسلمان تھے جو اس غزوہ کی تیاری ایک سے دوسرے دن پر ملتوی کرتے کرتے پیچھے رہ گئے۔ بر سرِ عنوان آیات کا اطلاق ان لوگوں پر ہوتا ہے۔ مگر یاد رہے کہ قرآن کریم قیامت تک کے لئے تمام نسل انسانی اور خصوصاً مسلمانوں کی ہدایت کے لئے نازل ہوا ہے اور اسلامی تاریخ میں بارہا ایسے موقعے

آنے کہ مسلمان قوم کی موت اور زندگی کا سوال پیدا ہوا ان موقعوں کے لئے بھی یہ آیات مبارکہ سبق کھتیں اور ہمیشہ رہیں گی ۔

ایک اور بات قابلِ توجہ ہے ۔ وہ یہ کہ غزوہ تبوک عیسائیوں کے مقابلہ پر پیش آیا اور یہ ایک رنگ میں نامکمل رہا کیونکہ دشمن حضور سرورِ کائنات صلعم کے خدا داد رعب سے خائف ہو کر سامنے نہ آئے بلکہ بھاگ گئے ۔ دوئم یہ کہ یہ غزوہ حضورؐ کی زندگی کا آخری غزوہ تھا اور اس کے نامکمل رہ جانے میں شائد یہ اشارہ تھا کہ دشمن سے ابھی اور مقابلے پیش آئیں گے ۔ اور اس بات کی تصدیق بعد کے واقعات کرتے ہیں جن میں سے دو تین قابلِ ذکر ہیں اول تو خلفائے راشدینؓ کے زمانہ میں عیسائیوں نے بار بار حملے کئے جن کے دفاع میں سلطنتِ روما کو جڑوں سے اکھاڑ کر پھینک دینے میں ہی مستقل حل ہوا ۔ دوئم بعد میں تمام یورپ کی عیسائی سلطنتوں نے مل کر بار بار حملے کئے جن کی وجہ سے اسلامی تاریخ بلکہ دنیا کی تاریخ کی مشہور صلیبی جنگیں پیش آئیں ۔ سوئم انیسویں صدی عیسوی میں عیسائیت نے پینترا بدلا اور بجائے تلوار کے وہ اسلام، آنحضرت صلعم اور قرآن پاک پر اعتراضات کے تیروں کی بوچھاڑ سے حملہ آور ہوئے ۔ تاریخ بتاتی ہے کہ اس خطرناک حملہ کا جواب کس نے کامیابی سے دیا ۔ مگر عیسائیت اور دین کا مقابلہ ابھی ختم نہیں ہوا ۔ اور اس جہاد بالقلم کو جاری رکھنے کے لئے حضرت مرزا صاحب نے جماعت بنائی ۔ افسوس ہے کہ اس کا بڑا حصہ قادیانی جماعت کی شکل میں گمراہ ہو گیا ۔ مگر جماعت لاہور حضرت مرزا صاحب کے صحیح عقائد اور صحیح مشن کی وارث ہے ۔ اس لئے آپ کا یہ فرض ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی منشاء کے مطابق آپکے کام کو جاری رکھیں ۔

عیسائیت شکست کھا گئی مگر ابھی بالکل مری نہیں اور ابھی بھی وہ دین اور قرآن پر رہ رہ کر حملہ آور ہوتی ہے ۔ حال ہی میں بھارت کی ایک بائبل سوسائٹی نے ایک زہر بھرا پمفلٹ شائع کیا ہے جس میں قرآن پاک پر الحمد للہ رب العالمین سے لیکر والناس تک جگہ جگہ پر حملے کئے ہیں ۔ اور اس کا جواب زیرِ غور ہے ۔ یہ واحد مثال نہیں ۔ جنوبی افریقہ سے اور دیگر ممالک سے بھی ایسے پمفلٹ نکلے ہیں جن میں سے جو ہمارے ہاتھ آئے ان کا کماحقہٗ جواب دیدیا گیا ہے ۔ مگر ہماری جماعت کا کام صرف ان حملوں کا جواب دینا نہیں بلکہ دشمن کو دینِ حق کا راستہ بتانا ہے ۔ اس اہم خدمت کو کامیابی سے بجا لانے کے لئے حضرت بانیٔ سلسلہ نے یہ وصیت کی تھی کہ سال میں ایک دفعہ جماعت کے مرد و زن مل بیٹھا کریں جس کا بڑا مقصد یادِ الٰہی اور مل کر حضورِ باری تعالیٰ میں دعائیں کرنا ہے ۔

یہ مسلمہ ہے کہ جماعت کی دعاؤں میں بہت اثر ہوتا ہے ۔ اور ان کی بارگاہِ الٰہی میں قبولیت کا زیادہ امکان ہوتا ہے ۔ ممکن ہے کہ جماعت کی دعاؤں میں کوئی مستجاب الدعوات انسان بھی اس جماعتی دعا میں شامل ہو اور بہر صورت ایک سے زیادہ ہاتھ اس خیر المسئولین (یعنے جن سے سوال کیا جاتا ہو ان میں بہترین ذات جو صرف اللہ تعالیٰ کی ہے) اور سب مل کر اس کی جناب میں سربسجود ہوں بلکہ گریہ و زاری کریں تو شنوائی کے زیادہ امکانات ہوتے ہیں ۔ اجتماعی دعاؤں اور ذکرِ الٰہی کے علاوہ اس اجتماع میں یہ بھی فائدہ ہے کہ احبابِ جماعت کے ایک دوسرے سے ملنے سے ان کے آپس کے تعلقات بڑھتے ہیں ۔ اور پھر اس اجتماع میں اپنے دینی مقاصد کا ذکر بھی ہو جاتا ہے ۔ اور بعض وقت کوئی مفید تجویز بھی نکل آتی ہے ۔

اس دعائیہ اجتماع کے لئے حضرت بانیٔ سلسلہ نے بہت دعائیں کی ہیں کہ اس میں شامل ہونے والوں پر اللہ تعالیٰ کی دینی اور دنیاوی برکات نازل ہوں اور اللہ تعالیٰ ان کی مشکلات اور ہم و غم کو دور فرمائے ان دعاؤں سے مستفید ہونے کے لئے اس دعائیہ میں آنا ضروری ہے ۔

حضرت بانیٔ سلسلہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ اجتماع دنیاوی جلسوں کی طرح نہیں ہے ۔ بلکہ اس کا واحد مقصد اعلائے کلمۃ اللہ ہے ۔ اس لئے اس میں آنا اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلنا ہے جس کا ذکر اس خطبہ کی تلاوت کردہ آیات میں ہے ۔ ان میں ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا بھی ذکر ہے جو اس اجتماع کا سن کر بوجھل ہو کر زمین کی طرف جھک جاتے ہیں یعنے اپنے دنیاوی مشاغل کو نہیں چھوڑتے ۔ اسی لئے فرمایا کہ کیا تم آخرت کے بدلے دنیا پر راضی ہو گئے ہو ؟ سو اس چند روزہ دنیا پر کیا گرنا کہ آخرت کے آگے یہ ہیچ ہے ۔ اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی خاطر ایسے کام کے لئے نہ نکلیں ان کے لئے وعید ہے کہ پھر وہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں نہ صرف سزا پائیں گے بلکہ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کو لے آئے گا جو اس کے حضور میں حاضر ہونا اپنی سعادت سمجھیں گے ۔ اور وہ اپنی خدمت کے لئے انہیں چن لے گا ۔ اس سے بڑھ کر گھاٹے کا سودا کیا ہو سکتا ہے ۔ ہم نے اپنے امام کے ہاتھ پر دین کو دنیا پہ مقدم کرنے کا عہد کیا ہے اور یاد رہے کہ قرآن فرماتا ہے کہ ان العہد کان مسئولا (سورۃ بنی اسرائیل ۱۷ ۔ آیت ۳۴) یعنے ہر عہد کے متعلق سوال کیا جائیگا اور عہد شکنی کی سزا بہت سخت ہے ۔

پھر تلاوت کردہ آیات میں فرمایا ہے کہ تم ہلکے ہو یا بوجھل ہر حالت میں اللہ کی راہ میں نکل پڑو ۔ ان ہلکے اور بوجھل ہونے کے الفاظ کی تفسیر میں حضرت ابن جریرؒ نے کیا خوب لکھا ہے کہ ہلکے ہونے میں ہر وہ امر شامل ہے جس کی وجہ سے نکلنا سہل ہو جیسے قوتِ بدن، صحت جسمانی، عمر کی جوانی، فراخیٔ مال، شغل سے فراغت اور سواری کا ہونا ہے ۔ اور اس کے خلاف جو کچھ ہو وہ ثقالت ہے جیسے ضعفِ جسمانی ۔ بیماری، بڑھاپا، تنگیٔ مال، ضرورتِ معاش کا نہ ہونا وغیرہ ۔ مطلب یہ ہے کہ جب ضرورت پڑے تو جس حال میں بھی ہو نکل پڑو ۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ سرکاری ملازموں کے لئے تو آسان ہے کہ رخصت لے کر آ جائیں مگر تاجر اپنی دوکان کہاں چار پانچ دن چھوڑ کر آ سکتے ہیں یا صنعت کاروں کے لئے اپنی صنعت سے غیر حاضر ہونا مشکل ہوتا ہے یا کسان بھائی اپنی فصل یا کھیت کو بعض وقت نہیں چھوڑ سکتے ۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ خدانخواستہ وہ بیمار ہو جائیں یا شادی بیاہ کے لئے اپنے کام کاج کو چھوڑنا پڑے یا اپنے کام کاج کے لئے انہیں اپنی جگہ کو چھوڑنا پڑے تو آخر وہ کوئی بندوبست کرتے ہی ہوں گے ۔ بعض لوگ تو کئی ہفتوں یا مہینوں کے لئے ولایت یا امریکہ جانے میں تو جب وہ متبادل انتظامات کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی خاطر چار پانچ دن کیوں دیا نہیں کر سکتے ؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ دسمبر میں سخت سردی ہوتی ہے اس لئے آنا مشکل ہوتا ہے غزوۂ تبوک کے وقت بعض منافقین نے سخت گرمی کا عذر کیا تھا تو قرآن کریم فرماتا ہے کہ ایسے لوگوں کو کہہ دو کہ جہنم کی آگ کی تپش اس گرمی سے بہت زیادہ ہوتی ہے (سورۃ توبہ ۹ آیت ۸۱) بہرحال کیا ہم اپنے کام کاج کے لئے یا ضرورت پڑے پر سردی میں سفر نہیں کرتے اور گھر کے آرام کو نہیں چھوڑتے ؟ خدا کی راہ میں جو تکلیف اٹھائی جائے اس کے لئے قرآن کریم ان الفاظ میں اجرِ عظیم کا ذکر فرماتا ہے ؛

"ان ہیں اللہ کی راہ میں نہ پیاس پہنچتی ہے اور نہ تھکان اور نہ بھوک . . . مگر اس کے لئے ان کا نیک عمل لکھا جاتا ہے ۔ اللہ نیکی کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا اور نہ وہ کچھ خرچ کرتے ہیں تھوڑا یا بہت اور نہ کسی میدان سے گذرتے ہیں (خواہ پیدل ہو یا موٹر بس سے ہو یا ریل سے یا ہوائی جہاز سے ۔ ناقل) مگر ان کے لئے لکھا جاتا ہے تاکہ اللہ انہیں اس کا بہترین بدلہ دے جو وہ کرتے تھے" (توبہ ۹ ۔ ۱۲۰ ۔ ۱۲۱) *

* ایک جگہ میں نے یہ کار خیر بھی ہوتے دیکھا کہ کسی جماعت میں اگر کوئی نادار بھائی یا بہن تھے جو اجتماع کے سفر کے اخراجات نہ ادا کر سکتے تھے تو اس جماعت کے متمول لوگوں نے وہ خرچ ادا کر دیا ۔ کاش ایسا ہر جگہ ہو سکے ۔

بخدمت ایڈیٹر: پیغام صلح۔ السلام علیکم!

۵ انومبر کے پیغام صلح میں حکیم محمد یحییٰ صاحب کے متعلق مضمون تھا کچھ میں بھی عرض کرتا ہوں۔ ۱۹۲۰ء میں قبلہ والد صاحب مرحوم (شیخ فضل کریم صاحب) نتھیا گلی میں بیمار ہوئے۔ حکیم صاحب کو تار دی۔ تار ان کے گاؤں دیب گراں میں ان کو چھ بجے شام ملی۔ اسی وقت دوائیاں لیکر پیدل مانسہرہ، پیدل ایبٹ آباد اور پھر ۲۰ میل کا نتھیا گلی کا جنگل طے کر کے صبح سویرے دروازہ کھٹکھٹایا۔ والد صاحب نے حیران ہو کر پوچھا۔ آپ کیسے۔ کہنے لگے "تار ملی تھی۔ پھر رک نہ سکا۔ والد صاحب نے کہا یہ جنگل تو جنگلی جانوروں سے بھرا پڑا ہے۔ کہنے لگے اللہ کے بندوں کو یہ چیزیں کچھ نہیں کہتیں اور میرا دوست بیمار ہو اور پھر سو جاؤں۔ یہ ناممکن ہے۔

۱۹۴۴ء میں والد صاحب نے مجھے حکیم صاحب کے پاس گندم کے لئے بھیجا۔ جب پہنچا بات کی تو فرمایا چل چل یعنی جاؤ جاؤ۔ واپس آگیا۔ اسی دن ۲ بجے خان بہادر ڈاکٹر سعید احمد صاحب تشریف لائے والد صاحب سے کہنے لگے۔ آپ کا لڑکا دیب گراں گیا تھا بس اسی وقت والد صاحب میرے پاس ڈاڈر روانہ ہو کر ایک بجے پہنچے اور فرمانے لگے دیر نہ کرو دو من گندم اسی وقت شیخ صاحب کو پہنچا کے آؤ: چنانچہ گاڑی میں دو گندم پڑی ہے۔ آپ اٹھوالیں۔

کیا آجکل کے احمدیوں میں یہ باتیں ہیں۔ ہم میں بہتیرے بیمار ہوتے ہیں۔ علاج نہیں کروا سکتے۔ زیادہ سے زیادہ دعا کروا دی جاتی ہے۔ ہمارے مالدار لوگ موجود ہیں انہیں چاہیئے کہ جماعتوں کا دورہ کریں اور ہر طرح کی ہمدردی اور امداد دکھی بھائیوں کی کریں۔ والسلام

عبدالغنی راولپنڈی

- جناب سیکرٹری صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

امید ہے آپ سب خیریت سے ہونگے۔ پچھلے جمعہ ۲۴ $\frac{11}{89}$ کو ہمارے گاؤں سفید ڈھیری میں شبان الاحمدیہ کے زیر اہتمام ایک تقریب ہوئی۔ جناب غلام صاحب شیخ محمدی نے تلاوت قرآن مجید کی۔ فاروق احمد صاحب نے ملفوظات حضرت صاحب پڑھ کر سنائے۔ ناصر احمد صاحب موضع شیخ محمدی نے مقام مسیح موعود پر ایک مدلل تقریر کی۔ جناب بشیر احمد صاحب نے کشتی نوح میں سے حضرت صاحب کے بیان کردہ اخلاقیات پر ارشادات پڑھ کر سنائے۔ اور اس بات پر زور دیا کہ جماعت کے ممبران کو عمل کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد کیپٹن عبدالواحد صاحب نے نصیحت آموز تقریر کی اور آخر میں عبدالباری صاحب نے اپنے قیمتی خیالات سے احباب کو آگاہ کیا۔

نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد تمام افراد کو عبدالباری خاں صاحب کے حجرے میں کھانا کھلایا گیا۔ لاہور سے عامر عزیز صاحب نے بھی تقریر کی۔ اور دعائیہ میں شمولیت کے لئے تحریک کی گئی۔ والسلام

سردار علی۔ موضع سفید ڈھیری پشاور

- محترم جناب جنرل سیکرٹری صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

بندہ خیریت سے ہے اور امید ہے آپ بھی بفضل تعالیٰ خیر و عافیت سے ہوں گے آپ کی خدمت میں درخواست دی تھی کہ پندرہ روزہ اخبار پیغام صلح فدوی کے لئے جاری کرنے کی اجازت فرمادیں۔ تو میں بہت ہی شکر گذار ہوں۔ کہ مجھے گھر پہنچتے ہی اخبار کا پہلا شمارہ ملا یہ حضرت مولانا محمد علی صاحب نمبر تھا۔ پڑھ کر بہت ہی مسرت ہوئی۔ اور دینی ذخائر کا پتہ چلا۔ اب خدا کے فضل سے دوسرا شمارہ خصوصی اشاعت نمبر بھی موصول ہوا ہے۔ میلاد مصطفیٰ وسیرت النبیؐ کے مختلف قابل علماء کے مضمون پڑھ کر دل کی ٹھیک طرح سے دینی معلومات سے سیرابی ہوئی۔ دعا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ جماعت کی دینی خدمات کو قبول فرمائے نیز آخر میں دعا کا طالب ہوں۔ دعا کریں اللہ تعالیٰ بندے کی مشکلات دور فرمائے۔ اور رزق میں برکت فرمائے۔ اور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کو صحت کاملہ بخشے۔

ہماری والدہ صاحبہ تقریباً دو تین ماہ سے ہڈی فریکچر ہونے کی وجہ سے بیمار ہیں اور کمزور ہیں۔ آپریشن ہڈی کا ٹھیک ہو چکا ہے مگر ابھی تک روبصحت نہیں ہو رہی ہیں۔ بہت کمزوری ہے۔ احباب سے دعائے صحت عاجلہ کاملہ کی درخواست ہے۔

(حکیم محمد اسحاق شمس)

بقیہ از صفحہ ۳

کہ آپس میں کامل اتحاد واتفاق پیدا ہو"

آج اس وطن عزیز میں سماجی، معاشرتی اور سیاسی بلکہ ہر شعبہ حیات میں جو انتشار اور جو انشقاق پیدا ہو گیا ہے اور یہ وسیع سے وسیع تر ہوتا جا رہا ہے قوم اور ملک کے مفاد وسلامتی کے لئے ضروری ہے کہ حضرت قائداعظمؒ کے ان ارشادات کو پڑھا جائے غور کیا جائے اور ان پر عمل کیا جائے۔ حضرت قائد اعظمؒ اور ہماری جماعت کے درمیان کیا تعلق و رابطہ تھا اور ہماری جماعت نے تحریک قیام پاکستان کے سلسلہ میں کیا کیا خدمات سرانجام دی ہیں، ان تفصیلات سے آگاہی کے لئے اس اخبار کے شماروں ۱۲ اور ۱۴ کا مطالعہ بڑی دلچسپی کا موجب ہوگا۔

احباب کی خدمت میں جماعتی اخبار کی درخواست

نامناسب نہ ہوگا اگر دعائیہ کے مبارک موقع پر اخبار پیغام صلح کی توسیع اشاعت کے متعلق احباب سلسلہ کی خدمت میں درخواست کی جائے۔ پیغام صلح، جماعت کا واحد اردو آرگن اور سب سے پرانا اخبار ہے۔ ایک عرصہ سے مسلسل خدمت دین وجماعت میں مصروف ہے، تنظیم جماعت کے متعلق ہمیشہ اس نے سرگرم کوشش کی ہے اس کی ان کوششوں کے مفید وامید افزا نتائج بارہا آپ کے مشاہدہ میں آچکے ہیں بلند پایہ مضامین کے علاوہ ملفوظات حضرت بانی سلسلہ، ارشادات حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ، خطبات بزرگان جماعت، رپورٹیں۔ جماعت کے متعلق جملہ اطلاعات وتحریکات سب سے اول اور سب سے زیادہ اسی میں شائع ہوتی ہیں۔ عام خبروں کا ضروری خلاصہ اور حسب گنجائش علمی وسیاسی معلومات بھی درج ہوتی رہتی ہیں۔ اخبار کو زیادہ مفید اور دلچسپ بنانے کا ایک پروگرام ہمارے پیش نظر ہے لیکن اس کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ضروری ہے کہ احباب اپنا دست تعاون بڑھائیں اور اخبار کے وسائل کو مستحکم کرنے میں ہماری مدد فرمائیں۔ تنظیم جماعت کی تحریک کی کامیابی کے لئے یہ ضروری ہے کہ پیغام صلح ہر ایک احمدی گھر میں باقاعدہ منگایا اور پڑھا جائے۔ پیش نظر اشاعت کے ساتھ آپ کے اس جماعتی اخبار کی ۷۶ ویں جلد کا اختتام ہو رہا ہے۔

بہتر ہوگا کہ جو احباب اخبار کے خریدار نہیں وہ دعائیہ کے موقعہ پر چندہ ادا کر کے اس کے باقاعدہ خریدار بن جائیں۔ موجودہ خریداروں کی خدمت میں بھی ہم تاکید یا مخلصانہ گذارش کریں گے کہ وہ اس موقع پر اپنا بقایا چندہ لازمی طور پر صاف کر دیں بلکہ آئندہ سال کا چندہ بھی حتی الامکان پیشگی ادا کرنے کی کوشش کریں۔ کاغذ اور سامان طباعت کی غیر معمولی گرانی کی وجہ سے آجکل دیگر اخبارات کی طرح پیغام صلح بھی مشکلات میں مبتلا ہے۔

مولانا حافظ شبیر محمد خوشنابی

فِکر ونظر

صرف احباب جماعت کے لئے

اگر مخالفین کے سامنے حضرت مرزا صاحب کے زمانے کا وہ ماحول اور مشکلات ہوتیں جن سے اس وقت کے لوگ دوچار تھے یا وہ مسائل ہوتے جن کی وجہ سے اس زمانہ میں مذہبی دنیا پر ایک زلزلہ آیا ہوا تھا اور جن کی وجہ سے تحریک احمدیت نے جنم لیا تو مخالفین حضرت مرزا صاحب اور تحریک احمدیت کی کبھی مخالفت نہ کرتے۔ مخالفین کے بیان کردہ اعتراضات اور الزامات کے متعلق ذکر کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم آپ کی توجہ اس ماحول کی طرف مبذول کرائیں ـ ـ ـ

- - - - - - - - - -

- - - - - - - - - -

اگر متحدہ ہندوستان کی تاریخ کا بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اٹھارہویں اور انیسویں صدی مذہبی لحاظ سے خاص اہمیت کی حامل ہیں جب حکومت برطانیہ اور یورپ کی دوسری عیسائی اقوام نے اپنے مادی تسلط وتفوق اور غلبہ اور اقتدار کے نشہ میں ہندوستان کے باسیوں کو اپنے مذہب میں داخل کرنیکا منصوبہ بنایا اور اپنے اس منصوبہ کو پروان چڑھانے کے لئے اگر ایک طرف پادریوں کی ایک بہت بڑی کھیپ لا کر ہندوستان میں ڈال دی جنہوں نے اپنے مذہب کا پرچار شروع کیا تو دوسری طرف اپنی اس تبلیغ کو مؤثر بنانے کے لئے ہندوستان کے تمام مذاہب کے ماننے والوں کو بھی تبلیغ کرنے کی کھلی آزادی دیدی اس مذہبی آزادی کا ملنا تھا کہ ایک لاوا پھٹ پڑا اور مذہبی دنیا میں ایک زلزلہ آگیا۔ ہر مذہب میں کئی مکاتب فکر پیدا ہو گئے۔ عیسائیوں کے تو کئی فرقے اپنے مذہب کی تبلیغ میں تھے ہی ان کی دیکھا دیکھی ہندوؤں میں بھی آریہ سماج، برہمو سماج، دیو سماج، جین مت، شاکنک مت، ویدانت اور سناتن دھرم وغیرہ سبھی میدان میں نکل آئے۔

ان مذاہب میں سے کسی نے "ہستی باری تعالیٰ" کو اپنی بحث کا موضوع بنایا تو کسی نے "وحی والہام" کو کسی نے "توحید" کو بنایا تو کسی نے "بے شمار دیوتاؤں" کو کسی نے "مادہ" کو ازلی ابدی مانا تو کسی نے اس کے "حادث" ہونے کا دعویٰ کیا اگر کوئی مذہب "ثنویت" کا قائل تھا تو کوئی "تثلیث" کا غرض وہ کون سا "الہیاتی" یا "مابعد الطبیعاتی" مسئلہ تھا جو اس زمانہ اور اس ملک میں زیر بحث نہیں لایا گیا جس ملک میں ایک دوسرے کو پچھاڑنے کا دنگل ہو رہا ہو پھر ان تمام مذاہب کے ماننے والوں نے خاص طور پر دین اور بانی دین صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی دشمنی کا نشانہ بنایا ہوا ہو تو آپ ہی بتائیں کہ اس مذہبی کارزار میں مومنوں کو کیا کرنا چاہیئے پھر ایسی حالت میں کہ دشمنوں کے ان خطرناک حملوں کے باوجود خود نہ صرف ایک دوسرے سے دست وگریباں تھے بلکہ ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگا رہے تھے۔

دوسرے مذاہب کو نظر انداز کر کے آپ صرف اس زمانہ کے پادریوں کے پیش کردہ مسائل پر ہی نظر ڈالیں گے تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ اگر ایک طرف وہ قرآن مجید کی صداقت، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت، عصمت انبیاء، معجزات اور شفاعت پر معترض تھے اور تعدد ازدواج، جہاد بالسیف اور قتل مرتد کا مذاق اڑاتے رہے تو دوسری طرف پیدائش مسیح۔ حیات مسیح، فضیلت مسیح بر انبیاء اور نزول مسیح وغیرہ کو اعجازی رنگ میں پیش کر کے نہ صرف مسلمانوں سے بلکہ ہندوستان کے باسیوں سے حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی خدائی منوانے کی کوشش کرتے پھرتے تھے سوائے محققین کے دوسرے لوگ تو پہلے ہی یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم وفات پا چکے ہیں اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام بغیر کھانے پینے اور بغیر کسی جسمانی تغیر وتبدل کے دو ہزار سال سے بجسد عنصری زندہ آسمان پر بیٹھے ہیں اور آخری زمانہ میں اسلام جب یورشوں میں گھر جائے گا اور مسلمان دکھوں اور مصائب میں مبتلا ہو جائیں گے تو حضرت عیسےٰ آسمان سے نازل ہو کر امام مہدی سے مل کر اسلام کو بزور شمشیر پھیلائیں گے اور مسلمانوں کے دکھوں اور مصائب کا مداوا کریں گے تو انہی مسائل کو لے کر پادری حضرات اسلام پر اعتراضات کرتے۔ بجائے جواب دینے کے لوگوں کی گردنیں ان کے سامنے ندامت سے جھک جاتیں۔ مسلمانوں کے تو یہ مسلمات تھے ہی اس واسطے نہ ان سے وہ انکار کرتے اور نہ ہی ان اعتراضات کا جواب دے سکتے تھے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لاکھوں مسلمان اسلام کو چھوڑ کر عیسائیت کی آغوش میں چلے گئے۔ تو مذہبی اور علمی لحاظ سے لوگوں کی یہ پہلی کمزوری تھی جس سے عیسائیوں نے ناجائز فائدہ اٹھایا اور دوسری کمزوری یہ تھی کہ اس بدیسی حکومت نے سیاسی اور معاشی طور پر بھی مسلمانوں کو پیس ڈالا اور ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی نے اُن کی رہی سہی کسر بھی نکال دی تھی جس کا سارا نزلہ مسلمانوں پر ہی آگرا تھا۔ بدیسی حکومت کلی طور پر ان کے خلاف ہو چکی تھی۔ اس وقت ترقی کے تمام راستے مسلمانوں پر مسدود ہو چکے تھے بڑے بڑے ذی عزت مسلمانوں بلکہ تمام ہندوستان کے باسیوں کو عیسائی بنانے کے لئے انگلستان میں بڑی بڑی سکیمیں کی جانے لگیں چنانچہ:

۱۔ وزیر اعظم لارڈ پامرسٹن نے کہا:

"میں سمجھتا ہوں کہ ہم سب اپنے مقصد میں متحد ہیں یہ ہمارا فرض ہی نہیں بلکہ ہمارا مفاد بھی اس امر سے وابستہ ہے کہ ہم عیسائیت کی تبلیغ کو جہاں تک بھی ہو سکے فروغ دیں اور ہندوستان کے کونے کونے میں اس کو پھیلا دیں۔"

(دی مشنز بائی رابرٹ کلارک لنڈن ص۲۳۴)

۲۔ مسٹر ڈونلڈ میکلوڈ جو پنجاب کے لیفٹیننٹ گورنر تھے کہا:

"میں اپنے اس یقین کا بھی اظہار کرنا چاہتا ہوں کہ اگر ہم سرزمین ہند میں اپنی سلطنت کا تحفظ چاہتے ہیں تو ہمیں انتہائی کوشش کرنا چاہیئے کہ یہ ملک عیسائی ہو جائے۔"

(دی مشنز پنجاب اینڈ سندھ ص۴۷)

۳۔ وہ رپورٹ جو ہاؤس آف کامنز نے ۱۸۷۳ء میں شائع کی اس میں لکھا ہے کہ:-

"حکومت ہند انتہائی شکر گذاری کے جذبات کے ساتھ ان ۔۔ مشنریوں کی نیک کوششوں کو سراہتی ہے ان کا بے داغ نمونہ اور اُن کی بے لوث خدمات انگریزی رعایا کی بے شمار آبادی کے دقیانوسی زندگی میں نئی روح پھونک رہے ہیں۔ اور وہ انہیں بہتر آدمی اور اس عظیم الشان ایمپائر کے بہتر شہری بننے کے لئے تیار کر رہے ہیں جس میں وہ بستے ہیں۔"

(ہسٹری آف پروٹسٹنٹ مشنز بائی ایم۔ اے شیرنگ لنڈن)

ان کے علاوہ اور بھی بے شمار تحریرات ہیں۔ سر دست انہی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ عیسائیت کے ان برسر آوردہ لوگوں کے خیالات سے ظاہر ہے کہ وہ عیسائیت کو فروغ دینے کے لئے اس زمانہ میں کتنی سر توڑ کوششیں کر رہے تھے انہیں اپنا مد مقابل کوئی اور مذہب سوائے اسلام کے نظر نہیں آتا تھا۔ اس لئے ان کے حملوں کا تمام تر رخ اسلام کی طرف ہو گیا۔ اور اسلام کے خلاف جس قدر افترا پردازیاں اور نکتہ چینیاں ممکن تھیں اور جس قدر ناجائز اعتراضات وہ کر سکتے تھے انہوں نے کئے اور اس میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اور اسلام کو مٹانے کے لئے مغربی ممالک کے پادریوں نے حکومت کے زیر سایہ جو خطرناک کارروائیاں کیں وہ کئی رنگوں میں تھیں۔ ایک طرف مسلمانوں پر ان کی اعتقادی کمزوریوں کو واضح کرنا شروع کیا۔ دوسری طرف اسلام اور بانی اسلامؐ کے خلاف دلآزار باتیں پھیلانے کی انتہا کر دی اور تیسری طرف ان شریف اور ذی عزت لوگوں کی غربت سے ناجائز فائدہ اٹھا کر ان کے لئے سیم وزر کے خزانے کھول دیے جس سے مسلمانوں کے دوسرے غریب خاندان تو ایک طرف رہے سادات میں سے بھی خاندان کے خاندان اسلام کو چھوڑ کر عیسائیت کے آغوش میں جا بیٹھے اور حکومت کے رعب اور اس کی پشت پناہی کی وجہ سے کیونکہ چرچ حکومت کا ایک شعبہ تھا پادری صاحبان پورے ملک میں دندناتے پھرتے تھے اور لاکھوں کتابیں اسلام اور بانی اسلامؐ کے خلاف لکھی جا چکی تھیں اور جگہ بہ جگہ تبلیغی مشن قائم کر دیئے گئے تھے

(جاری ہے)

صرف احبابِ جماعت کے لئے

دارالسلام آؤ

خدا کو یاد کرنے کے لئے دارالسلام آؤ
محبّت عام کرنے کے لئے دارالسلام آؤ

خدا کی راہ میں جو دن بھی گزرے وہ غنیمت ہے
نیا اک عہد کرنے کے لئے دارالسلام آؤ

یہاں آؤ امامِ وقت کے ارشاد سننے کو
مقدّم دین کرنے کے لئے دارالسلام آؤ

امیرِ قوم نے تم کو بلایا ہے ضرور آؤ
دلوں کو شاد کرنے کے لئے دارالسلام آؤ

محبت جو دلوں میں موجزن ہے لے کے آجاؤ
محبت اَور کرنے کے لئے دارالسلام آؤ

چلے آؤ یہاں پر آخرِ شب سجدہ ریزی کو
خدا سے پیار کرنے کے لئے دارالسلام آؤ

تمہارا فرض ہے تم دین کو دنیا پہ ترجیح دو
یہی اک کام کرنے کے لئے دارالسلام آؤ

جو راضی ہیں وہ آئیں جو خفا ہیں وہ بھی آجائیں
دلوں کو صاف کرنے کے لئے دارالسلام آؤ

محمد صالح نور

محمد عباس صبور علی (جنوبی امریکہ)

عالمِ انسانیت پر اللہ تعالیٰ کے احسانات

انٹرنیشنل کنونشن ۱۹۸۹ء، جنوبی امریکہ میں کی گئی تقریر کا متن

قرآنِ حکیم میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ۔

"اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا اور انہیں جو تم سے پہلے تھے۔ تاکہ تم متقی ہو جاؤ۔ وہ جس نے زمین کو تمہارے لئے فرش بنایا۔ اور آسمان کو عمارت اور اوپر سے پانی اُتارا۔ پھر اس کے ساتھ تمہارے لئے پھلوں سے رزق نکالا۔ پس تم اللہ تعالیٰ کے ہمسر نہ ٹھہراؤ اور تم جانتے ہو۔" (۲: ۲۱-۲۲)

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں عالمِ انسانیت کو، خواہ مشرق میں رہتے ہوں یا مغرب میں آباد ہوں، ہندو ہوں یا سکھ، مسلمان ہوں یا یہودی سب کو مخاطب کیا ہے "یَا اَیُّھَا النَّاسُ" یہاں تمام کے تمام انسانوں کو مخاطب کیا ہے کسی قوم، کسی جماعت، کسی مذہب، کسی فرقہ اور کسی ایک کو مخاطب نہیں کیا۔ بلکہ فرمایا کہ اے دنیا جہان کے لوگو!۔ قرآن کریم میں مسلمانوں کو بھی "یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا" کہہ کر مخاطب کیا گیا ہے اور وہ جن کے پاس قرآن کریم کے علاوہ دوسری الہامی کتب ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ نے "یَا اَھْلَ الْکِتٰبِ" کہہ کر مخاطب کیا ہے۔ لیکن اوپر کی آیات میں عالمِ انسانیت کو بحیثیت مجموعی مخاطب فرمایا ہے اور کہا ہے "یَا اَیُّھَا النَّاسُ" ــــ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کا بادشاہ ہے وہ ساری کی ساری مخلوق کی ربوبیّت اور تربیّت کرتا ہے۔ اس لئے فرمایا "خَلَقَکُمْ" یعنی ہم نے تم کو زندگی عطا کی۔ اور ظاہر ہے کہ زندگی سب سے بڑی نعمت ہے۔

تمہارے ہاں بیٹیا یا پوتا پیدا ہوتا ہے۔ تم کس قدر خوش ہوتے ہو۔ کوئی غریبوں کو کھانا کھلاتا ہے کوئی کپڑے تقسیم کر رہا ہے۔ تو کوئی روپیہ بانٹتا ہے مگر جن کے ہاں کوئی بچہ نہیں ہوتا۔ ان کے لئے دنیا تاریک ہے۔ ان کے گھر کا چراغ روشن نہیں ہوتا اس لئے فرمایا: "وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ" یعنی تمہارے آباؤ اجداد جن پر تم فخر کرتے ہو اُن کو بھی ہم نے ہی پیدا کیا۔ غرض انسان پر نسلاً بعد نسل خدا تعالیٰ کے احسانات کی بارش ہوتی رہتی ہے تمہیں پیدا کرنے کے بعد تمہاری زندگی کی نشوونما اور مضبوطی کے لئے زمین و آسمان کی ہر چیز کو خادم بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "سَخَّرَ لَکُمْ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ" یعنی یہ ساری کی ساری کائنات تمہاری خدمت کرنے کو ہے اس کائنات کے دلکش نظارے اور اس کا حسن و جمال تمہارے دل و دماغ کو فرحت و راحت دیتا ہے۔ تمہیں علوم سکھاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "ہم نے تم سب کو ایک گھر میں بسایا ہے۔ جس میں دن کے لئے ایک چراغ ہے جو ساری انسانیت کو روشنی اور حرارت مہیا کرتا ہے اور ایک چراغ رات کے وقت سارے جہاں کے لئے مہیا کیا گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ ساری کی ساری انسانیت اس کا عیال اور کنبہ ہے۔ جس کو اس نے ایک گھر میں بسایا ہے جیسا کہ فرمایا: کہ سارے کے سارے انسان ایک ہی جماعت ہیں اور اسی طرح حضور نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ یہ مخلوق جو ہے سب اللہ تعالیٰ کا عیال ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے اس عیال کے بسانے کے لئے زمین کو اُس کے گھر کے لئے فرش بنایا اور آسمان کو چھت۔ اس گھر کی تمام ضروریات مہیا کرنے کے لئے فرمایا کہ "ہم نے آسمان سے پانی اُتارا جس پر زندگی کا دار و مدار ہے۔ اس پانی سے تمہاری زندگی کی تمام ضروریات پوری ہوتی ہیں۔ تمہارا رزق، تمہارا لباس، پھل پھول ہر طرح کی خورد و نوش اور آرام دہ آرائش کا سامان اسی پانی کی وجہ سے ہر ایک پرند چرند اور تمہارے مویشی پلتے ہیں اور تمہاری کئی ضروریات پوری کرتے ہیں۔ اور تمہاری دولت بڑھاتے ہیں۔

(باقی برصـ۱۱ـ کالم ۴)

اظہار خیال

قرارداد مقاصد

پاکستان ایک نظریاتی ریاست ہے اس کی بنیاد دو قومی نظریہ پر ہے اور دو قومی نظریہ کی اساس اسلام ہے۔ مسلمانان ہند نے جو علیحدہ وطن کا مطالبہ کیا تو اس کا مقصد ایک ایسی سرزمین کا حصول تھا جہاں وہ اسلامی ضابطۂ حیات کے مطابق زندگی بسر کر سکیں۔ پاکستان کا مطالبہ ایک زمین کا ٹکڑا حاصل کرنے کے لئے نہیں کیا گیا تھا بلکہ ایک ماحول اور تجربہ گاہ کی ضرورت تھی جہاں اسلامی اصولوں کی عملی تصویر سامنے آئے۔ پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ کا نعرہ نظریہ پاکستان کی تشریح کرتا ہے کہ سرزمین پاکستان میں قانون خداوندی رائج ہوگا اور اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے کے لئے سازگار ماحول میسر آئے گا

قائداعظمؒ کے ذہن میں پاکستان کے بارے میں ایک واضح تصور موجود تھا۔ کہ یہاں کونسا نظام رائج ہوگا۔ اور پاکستان کا دستور کیسا ہوگا۔ فروری ۱۹۴۸ء میں عوام کے نام ایک نشری پیغام میں آپ نے فرمایا:-

"اسلام کے بنیادی اصول آج بھی اسی طرح عملی زندگی میں قابل عمل ہیں جس طرح تیرہ سو سال پہلے تھے اسلام نے ہمیں جمہوریت انسانی مساوات عدل اور ہر شخص سے منصفانہ برتاؤ کا درس دیا۔ ہم ان درخشاں روایات کے وارث ہیں اور پاکستان اور آئندہ آئین بنانے والوں کی حیثیت سے ہمیں اپنی ذمہ داریوں اور فرائض کا پورا احساس ہے۔"

اب جب کہ قائداعظمؒ ہم میں موجود نہیں بعض لوگ ان کے الفاظ کو اپنی تعبیر کے معنی پہنانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ یہ قائداعظمؒ کے ساتھ ناانصافی بھی ہے اور ان کی ذہانت اور فہم و فراست کے ساتھ ایک مذاق بھی۔ آپ ہمیشہ اپنے خیالات کا اظہار صاف اور واشگاف الفاظ میں کرتے تھے فروری ۱۹۴۸ء میں عید میلاد النبیؐ کے موقع پر آپ نے فرمایا۔

"اسلام محض چند رسومات اور روایات کا مجموعہ نہیں بلکہ ہر مسلمان کے لئے مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ اسلام سیاسی اور معاشی دونوں شعبوں میں ہماری راہنمائی کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اسلام کے اصولوں کی بنیاد احترام انسانیت، آزادی اور انصاف پر ہے۔ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ عظیم انسان تھے جنہوں نے تیرہ سو سال قبل اسلامی جمہوریت کی بنیاد رکھی تھی جو لوگ اس ملک میں یہ پراپیگنڈا کر رہے ہیں کہ پاکستان کا دستور شریعت اسلامیہ کے مطابق نہیں ہوگا انہیں جان لینا چاہیئے کہ شرعی قوانین آج بھی اسی طرح قابل عمل ہیں جس طرح تیرہ سو سال پہلے تھے۔"

پاکستان میں معاشی نظام کی شکل کیا ہوگی دور ماضی میں اس بارے میں مختلف قسم کے نظریات کے پرچار کی کوشش کی جاتی رہی مغرب زدہ لوگ مغرب کے معاشی نظریات سے متاثر تھے نئی پود سوشلزم کے دلفریب سحر سے مسحور تھی قائداعظم نے یکم جولائی ۱۹۴۸ء کو سٹیٹ بنک کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا۔

"مغرب کے معاشی نظام نے نوع انسانی کے لئے تقریباً لاینحل مسائل پیدا کر دیئے ہیں اور ہم میں سے اکثر یہ محسوس کرتے ہیں کہ کوئی معجزہ ہی اس تباہی سے بچا سکتا ہے جو اس وقت دنیا کو درپیش ہے مغرب کے معاشی نظریہ اور معمول کو اختیار کرنے سے ہمیں اپنے نصب العین۔ عوام کو خوشحال اور خورسند بنانے کے حصول میں کوئی مدد نہیں ملے گی۔ ہمیں اپنے مقدر کو اپنے طریقے پر بنانا چاہیئے جو انسانی مساوات اور سماجی انصاف کے صحیح اسلامی تصورات پر مبنی ہو۔"

حضرت بانیٔ پاکستان نے پاکستان میں اسلامی نظام حیات شریعت کے نفاذ اور جمہوری طرز حکومت کی نشاندہی کر دی تھی تاہم ان کی زندگی نے وفا نہ کی اور اپنے خیالات کو عملی جامہ پہنانے سے پہلے ہی ہمارا ساتھ چھوڑ گئے اور آپ کی زندگی میں آئین نہ بن سکا۔ جوں جوں آئین سازی کے کام میں تاخیر ہوتی گئی۔ قوم اپنے نظریات اور مقاصد سے پیچھے ہٹتی گئی۔ اختلاف اور انتشار نے اتحاد اور یکجہتی کی جگہ لے لی تاہم لیاقت علی خان کے زمانہ میں دستور کی جانب پہلا قدم اٹھایا گیا۔ اور ایک قرارداد مقاصد پاس ہوئی جو ہر نئے آنے والے آئین کے لئے بنیاد کا کام دیتی رہی۔ اس قرارداد میں پاکستان کے اغراض و مقاصد کا تعین کیا گیا تھا۔

قرارداد مقاصد ۱۲ مارچ ۱۹۴۹ء کو اتفاق رائے سے منظور ہوئی یہ چند ایک بنیادی اصول تھے جن کی روشنی میں پاکستان کے لئے دستور تیار کیا جانا تھا اور اس قرارداد میں نظام اسلام نافذ کرنے کے عزم کا اظہار تھا اس کے اہم نکات حسب ذیل ہیں۔

۱۔ تمام کائنات پر اقتدار اعلیٰ خداوند تعالیٰ کے لئے ہے خدا تعالیٰ نے یہ مقدس امانت پاکستان کے عوام کے سپرد کی ہے۔ تاکہ قرآن و سنت کی حدود کے اندر اس امانت کے مقاصد کی تکمیل ہو سکے۔

۲۔ پاکستان ایک جمہوری ملک ہوگا۔

۳۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق پاکستان میں جمہوریت آزادی، مساوات، رواداری اور اجتماعی انصاف کے اصولوں پر عمل کیا جائے گا۔

۴۔ ریاست کا انتظام عوام کے منتخب نمائندوں کے سپرد ہوگا۔

۵۔ اقلیتوں کے جائز حقوق کو تحفظ حاصل ہوگا اور انہیں مذہبی اور ثقافتی آزادی حاصل ہوگی۔

۶۔ پاکستان ایک وفاقی ریاست ہوگا جس میں صوبوں کو ایسی خود مختاری حاصل ہوگی جو ملکی اتحاد اور مفادات سے ہم آہنگ ہوگی۔

۷۔ تمام بنیادی حقوق مثلاً آزادی، مساوات جائیداد۔ اظہار رائے۔ عقیدہ۔ عبادت اور انجمن سازی وغیرہ کی ضمانت دی جائے گی۔

۸۔ عدلیہ آزاد اور خود مختار ہوگی۔

۹۔ مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی طور پر اسلامی طریق زندگی اختیار کرنے کے قابل بنایا جائے گا۔

۱۰۔ غیر ترقی یافتہ اور پسماندہ علاقوں کی ترقی کی طرف خصوصی توجہ دی جائے گی۔

تبصرہ

قرارداد مقاصد ایک انتہائی اہم دستاویز ہے۔ پاکستان میں اس قرارداد کو کافی پذیرائی حاصل ہوئی۔ اسے پاکستان کے تمام دستاویز میں دیباچہ کے طور پر شامل کیا گیا اور اس سے اس عزم کا اظہار ہوا کہ پاکستان میں اسلام کے سوا کسی اور نظام کو کامیاب نہ ہونے دیں گے اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کے اقرار سے اس تبیں وقال کا فیصلہ بھی کر دیا گیا۔ مغربی سیاسی نظریہ جس میں پارلیمنٹ کو مقتدر اعلیٰ قرار دیا جاتا ہے رد کر دیا گیا۔ البتہ مغربی جمہوریت اور اسلامی قدریں کو انتہائی خوبصورتی سے یکجا کر دیا گیا۔ قرارداد پر بحث کے دوران اس کی مخالفت میں بھی آوازیں سننے میں آئیں۔ بعض حلقوں نے اس کی مخالفت کی۔ میاں افتخار الدین نے بھی اس قرارداد سے اختلاف کیا۔ ان کے خیال میں اسلامی ریاست کی بجائے "سماجی اور معاشی انصاف" قیام پاکستان کی اصل منزل تھی۔ بعض لوگوں کے ذہن میں یہ الجھن پیدا ہو رہی تھی کہ پاکستان کو ایک ایسی مذہبی مملکت بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے جہاں مذہبی پیشوا مامور من اللہ کے طور پر حکومت کریں گے۔

قرارداد مقاصد پاس ہونے کے ساتھ ہی ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جسے "بنیادی اصولوں کی کمیٹی" کا نام دیا گیا۔ اس کے ۲۵ ارکان تھے اس کا دائرہ کار کافی وسیع تھا کمیٹی کی رہنمائی کے لئے تعلیمات اسلامیہ کا بورڈ بھی مرتب کیا گیا۔ اس کمیٹی نے ۲۸ ستمبر ۱۹۵۰ء کو ایک عبوری رپورٹ پیش کی۔ اس رپورٹ کے خلاف شدید ردعمل ہوا سیکولر ذہن رکھنے والوں نے یہ نکتہ پیش کیا کہ کونسے فرقے کے اسلام کے مطابق دستور تشکیل دیا جائے کہ ہر فرقے کا اسلام جدا ہے۔

باقی از صفحہ

غرض خدا تعالیٰ نے زندگی عطا کر کے انسان پر بے پایاں احسان کئے ہیں۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی جسمانی و روحانی نشوونما کے سامان پیدا کئے ہیں، وہاں سب قوموں میں پیغمبرؑ بھیجے اور سب قوموں کو وحی الٰہی کے پانی سے سیراب کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور اپنے احسانات کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ عبادت اور اطاعت الٰہی کی غرض یہ ہے کہ تمہارے دلوں میں خدا خوفی پیدا ہو۔ اور خدا کی مخلوق کے لئے بابرکت ثابت ہو۔ تقویٰ دل اور نظر کو پاک کرتا ہے۔ اگر دل پاک ہو، ارادے نیک ہوں، تو مخلوق کی خدمت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

تقویٰ یہ ہے کہ تیرا خدا تجھے اس جگہ نہ دیکھے جہاں پر جانے سے اس نے منع کیا ہے اور فرمایا کہ تقویٰ یہ ہے کہ تمہارا باطن مزین اور خوبصورت ہو۔ جس طرح تم مجالس و محافل میں صاف ستھرے اور پاک ہو کر جاتے ہو۔ خالق کے لئے بھی ایسی ہی زینت اختیار کرو۔ سب سے بڑی زینت دل کی صفائی ہے۔ انسانی دل تمام افعال کا سرچشمہ ہے۔ اگر یہ سرچشمہ پاک ہو گیا تو تمام اعمال میں خوبی پیدا ہو گی۔

محترم مکرم جناب نصیر احمد فاروقی صاحب

عالمگیر اور ہوشربا مہنگائی اور اس کا علاج

تشہد اور تعوذ کے بعد آیاتِ قرآنی (سورۃ النّٰزعٰت ۷۹۔ آیت ۳۴ تا ۴۱) کی تلاوت کر کے ہوئے ان کا مندرجہ ذیل اُردو ترجمہ آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ ارشادِ الٰہی ہے کہ:-

ترجمہ: "سو جب غالب آجانے والی مصیبتِ عظمیٰ آجائے گی تو اس دن انسان نے جو کوششیں کی ہوں گی اُنہیں وہ یاد کرے گا۔ اور دوزخ ظاہر ہو جائے گی اُس کے لئے جو دیکھتا ہو۔ سو جو انسان حد سے گزر جاتا ہے (یا سرکشی کرتا ہے) اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتا ہے تو بھڑکتی ہوئی آگ ہی اس کا ٹھکانا ہو گا۔ اور جو اپنے رب کے آگے (جوابدہی کے لئے) کھڑے ہونے سے خوف کرتا ہے اور اپنے نفس کو گری ہوئی خواہشات سے روکتا ہے تو اس کا ٹھکانا جنت ہو گا (سورۃ النّٰزعٰت ۷۹۔ آیت ۳۴ تا ۴۱)

ہر انسان پر مصیبتیں اور تکلیفیں آتی ہیں مگر کوشش سے (جس میں دُعا بھی شامل ہے) اور صبر سے سہنے پر وہ مصیبتیں یا تو دُور ہو جاتی ہیں یا کم سے کم ہلکی ہو جاتی ہیں۔ مگر جس مصیبت کا اُن آیات میں ذکر ہے جو میں نے ابھی پڑھی ہیں رنگ کچھ اور ہے۔ اس مصیبت کی خصوصیات یہ فرمائی گئی ہیں کہ:

۱۔ وہ مصیبت سب انسانوں پر بیک وقت چھا جائے گی (کیونکہ اُس کا غلبہ ہر انسان پر ہو جائے گا) اور وہ سب مصیبتوں سے بڑھ کر مصیبت ہو گی تبھی تو اس کے لئے جو الفاظ استعمال فرمائے ہیں وہ طامۃ الکبریٰ ہیں۔ طامۃ کے معنی ہیں ایسی مصیبت کے جو سب پر غالب آجائے، چھا جائے۔ یعنی جس مصیبت کا ان آیات میں ذکر ہے وہ عالمگیر ہو گی جس میں ہر کس و ناکس مبتلا ہو گا خواہ وہ امیر ہو یا غریب یا متوسط طبقہ سے تعلق رکھتا ہو۔

۲۔ نسلِ انسانی اُس مصیبت کو دُور کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرے گی مگر کچھ نہ بنے گا۔ اسی لئے فرمایا کہ انسان اپنی کوششوں کو حسرت سے یاد کرے گا۔

۳۔ اُس مصیبت میں دوزخ ظاہر ہو جائے گی "اس کے لئے جو دیکھتا ہو"، یہ آخری الفاظ خاص طور پر قابلِ غور ہیں۔ یہ آخرت کی دوزخ کا ذکر تو ہو نہیں سکتا کیونکہ وہ ایسی ہی ہولناک دوزخ ہو گی جسے ہر کس و ناکس صرف دیکھے گا ہی نہیں بلکہ اُس میں جلے بھُنے گا بھی۔

۴۔ اُس دوزخ (جس کا یہاں ذکر ہے) سے دوچار ہو جانے کے بعد انسان کی ہدایت کے لئے قرآن شریف فرماتا ہے کہ انسان کو دنیا کی زندگی کیسے گزارنی چاہیئے کہ وہ دوزخ بدل کر جنت بن جائے۔

تو یہ عالمگیر مصیبت جس کے لئے "لفظ کبریٰ" بڑھا کر یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ وہ سب مصیبتوں سے بڑی ہو گی کیا ہو سکتی ہے؟ پھر وہ مصیبتِ عظمیٰ ایسی ہو گی کہ انسان کی تمام کوششوں کے باوجود وہ دُور نہ ہو گی۔ اور بالآخر وہ مصیبتِ عظمیٰ دوزخ کی آگ کی طرح بھڑکتی ہوئی ہو گی جسے بطورِ دوزخ صرف وہی دیکھ سکے گا جو دیکھنا چاہے گا؟ دنیا کی تاریخ پر نظر دوڑاؤ تو کوئی دنیاوی مصیبت اُن خصوصیات کی مالک نظر نہیں آتی جو میں نے اُوپر گنوائی ہیں سوائے اس عالمگیر اور دن دوگنی رات چوگنی بڑھنے والی مہنگائی کے جس نے ہر انسان کو پریشان کیا ہوا ہے۔ یہ مہنگائی دراصل پہلی جنگِ عظیم (۱۹۱۴ سے ۱۹۱۸ تک) کے ساتھ شروع ہوئی اور دوسری جنگِ عظیم (۱۹۳۹ء سے ۱۹۴۵ء تک) نے اس آگ کو اور بھڑکایا۔

مجھے یاد آیا کہ ۱۹۴۴ء میں چند ایّام کے لئے حضرت امیر مرحوم و مغفور مولانا محمد علی صاحب بمبئی میں جہاں میں کلکٹر (ڈپٹی کمشنر) تھا میرے غریب خانہ پر ایک دینی کام کے لئے تشریف فرما تھے۔ تو باتوں باتوں میں مہنگائی کا ذکر آ گیا۔ تو مَیں نے کہا کہ یہ جنگ (عظیم ثانی) ختم ہو تو مہنگائی (جسے جنگ نے بھڑکا دیا تھا) بھی ختم ہو۔ تو حضرت امیر مرحوم افسردہ آواز میں فرمانے لگے کہ "یہ مہنگائی جنگ ختم ہونے پر بھی ختم نہ ہو گی بلکہ بڑھتی جائے گی"۔ تو میں کچھ حیران ہُوا کیونکہ سب "سیانے" کہتے تھے کہ بین الاقوامی جنگ کے باعث مہنگائی بھڑک اُٹھی ہے۔ یہ کہنے والے دنیا اور دنیا کے علوم سے واقف انسان تھے۔ تو مجھے خیال ہوا کہ مہنگائی تو دنیاوی اسباب کی وجہ سے پیدا ہوتی اور بڑھتی ہے۔ تو حضرت امیر مرحوم جیسے ایک دینی علوم میں غرق اور دُنیا سے الگ تھلگ رہنے والے درویش کی بات مانوں یا ماہرینِ اقتصادیات کی جو کہتے تھے کہ جنگ ختم ہو گی تو قیمتیں آہستہ آہستہ گریں گی۔ بہر حال ادب کی وجہ سے میں خاموش رہا۔ پر دوسری جنگِ عظیم بھی ختم ہو گئی اور اس کے بعد قریبًا ۴۵ سال کا طویل زمانہ بھی گزر گیا مگر مہنگائی نے ختم کو کیا ہونا تھا دن دوگنی رات چوگنی بڑھتی گئی اور بڑھے چلی جا رہی ہے۔ شاید حضرت امیر مرحوم کی فراستِ مومنانہ نے وہ مستقبل دیکھا جو دنیا داروں خواہ وہ کتنے ہی بڑے ماہرِ اقتصادیات ہوں کو نظر نہ آیا۔ حضرت نبی کریم صلعم نے کیا صحیح فرمایا ہے کہ اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ یعنی مؤمن کی فراست سے بچو کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ نور سے دیکھتا ہے۔

الغرض آج قریبًا ۷۰ سال ہوئے مہنگائی کو دنیا پر وارد ہوئے (۱۹۱۸ سے ۱۹۸۹) اور اس دوران میں تمام دنیا کے اقتصادیات کے ماہرین اور حکومتیں دن رات اس کوشش میں لگی ہیں کہ مہنگائی ختم ہو یا کم ہو مگر ؎

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

ہم سمجھتے تھے کہ ہمارے دیسی ماہرینِ اقتصادیات ویسے قابل نہیں جیسے یورپ اور امریکہ کے ماہرینِ اقتصادیات، ہوں گے۔ مگر مغربی ممالک کے تمام کے تمام ماہرینِ اقتصادیات بھی دن رات اس کوشش میں لگے رہے اور حکومتیں بھی کہ قیمتوں کے اضافہ کو روک سکیں مگر سوائے ناکامی کے اُن کو کچھ نہ ملا اور مہنگائی ایک بھڑکتی ہوئی آگ کی طرح دُنیا پر مسلط ہے۔ دنیا کے سب رہنے والے اس عذاب میں مبتلا ہیں مگر جو بُرا حال غرباء اور متوسط طبقہ کے لوگوں کا ہے وہ کسی کا نہیں۔ کئی ایک چھوٹے بڑوں نے اسے جہنّم کا نام دیا ہے۔ اسی لئے آیاتِ مذکورہ بالا میں فرمایا ہے کہ جن لوگوں کے دل کی آنکھ کھلی ہو گی وہ دیکھ لیں گے کہ یہ مصیبت اس دنیا میں دوزخ کا نمونہ ہو گی۔ تو سوچنے والے کے دل میں یہ خیال اُٹھتا ہے کہ کیا کیا جائے جو یہ مہنگائی دُور ہو؟ انسانی کوششیں تو فیل ہو گئیں۔ قرآن کریم میں جب اس عالمگیر اور دن دگنی رات چوگنی مہنگائی کی پیشنگوئی (۱۴۰۰ سال پہلے سے ہے جو اب جا کر پوری ہوئی ہے) تو کیوں نہ اس مقدّس کتاب کی طرف رجوع کیا جائے کہ وہ اس ہولناک مہنگائی کی کیا وجہ بتاتی ہے اور کیا اس کا علاج ہمیں بتاتی ہے۔

مہنگائی کی وجہ

آیاتِ مذکورہ بالا میں قرآن حکیم فرماتا ہے کہ اس ہولناک مہنگائی کی وجوہ تین ہوں گی۔

۱۔ اوّل تو یہ کہ دنیا کی اکثریت "حد سے زیادہ گزر جانے والی ہو جائے گی"۔ کون سی حد؟ ظاہر ہے کہ وہ حد مراد ہے جو ہر معاملہ میں انسان کو پیدا کرنے والے نے اُس کی بھلائی کے لئے مقرّر فرمائی ہے۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اُن حدُود کا پتہ کیسے لگایا جائے؟ جواب یہ ہے کہ وہ حدود اُس کتاب میں مل سکتی ہیں جو خدائے تعالیٰ نے انسان کی ہدایت کے لئے نازل فرمائی ہیں یعنی قرآن کریم میں اور خدا تعالیٰ کے انتخاب کئے ہوئے رسول (صلی اللہ علیہ وسلّم) نے وحی خفی سے (اللہ تعالیٰ سے علم پا کر) جو ارشادات نسلِ انسانی کی ہدایت کے لئے دیئے ہیں اُن میں۔ مثلاً ہر انسان کو اپنی زندگی گزارنے کے لئے مال کی ضرورت ہوتی ہے۔ تو جو

اللہ تعالٰی نے اور اس کے رسولؐ نے مقرر فرمائی ہیں وہ اصولاً یہ ہیں ... کہ ایسا مال کمائے جو حلال ہو ... حلال اور حرام مال کی حدود نہ صرف قرآن پاک اور احادیث نبویؐ میں مذکور ہیں بلکہ حکومت کے بنائے ہوئے قوانین میں بھی مقرر کی گئی ہوتی ہیں مگر بدقسمتی سے دنیا کے اکثر لوگ اس زمانہ میں آکر اُن حدود کی پرواہ کئے بغیر مال لوٹنے میں مصروف نظر آتے ہیں۔ حکومت کی پکڑ چونکہ لوگوں کو نظر آتی ہے تو اس کے ڈر سے تو لوگ کچھ رکتے ہیں مگر چونکہ اللہ تعالٰی کی پکڑ یا سزا ظاہری آنکھ سے دیکھنے میں نہیں آتی اس لئے اللہ تعالٰی اور اُس کے رسولؐ کی مقرر کردہ حدود کو اکثر دنیا نے بالائے طاق رکھ کر بے دھڑک دونوں ہاتھوں سے حرام مال سمیٹنا شروع کیا ہوا ہے۔ اس کا نقشہ بھی .. ۱۴ سال قبل قرآن کریم میں بطور تنبیہ ہماری رہنمائی کے لئے بتایا گیا تھا۔ مثلاً سورۃ الھمزہ ۱۰۴ میں جہاں فرمایا ہے کہ جب انسان مال کو کسی نہ کسی طرح کما کر اُسے اس نیت سے جمع کرنا شروع کر دے گا کہ وہ مال ہی ہمیشہ اس کے کام آئے گا تو پھر انسان کے دل پر خدا کی آگ بھڑک اُٹھے گی ھل من مزید کے نعرے لگاتی اور بعد میں وہ آگ اُن پر بڑے بڑے ستونوں میں بند کر دی جائے گی۔ سو دیکھ لیجئے کہ آج انسان کے دل میں نہ صرف "اور" "اور" مال کی ہوس بھڑک رہی ہے اور لوگوں کے دلوں میں بے چینی اور اضطراب نے اُن کے دلوں کے سُکھ اور اطمینان کو ختم کر دیا ہے بلکہ مہنگائی آگ کے بلند ستونوں میں جو آسمان سے باتیں کر رہے ہیں لوگوں پر بند (یعنی لوگوں پر مسلّط) ہو گئی ہے۔

۲- مہنگائی کی دوسری وجہ لفظ طغیٰ کے دوسرے معنوں میں مضمر ہے اور وہ معنے ہیں "سرکشی کرنے" کے۔ سو یہ نظارہ بھی آج ہمیں نظر آتا ہے کہ دنیا کی اکثریت یا تو خدا کی منکر ہو گئی ہے اور اس کی ہستی کا کھلم کھلا انکار کر رہی ہے اور یا خدا پر زبانی ایمان ہے جس تو عملاً اس کا انکار ہے۔ ہر انسان کے اندر جہاں اس کو نیکی کی طرف رغبت کرنے والا ایک فرشتہ ہوتا ہے وہاں بدی کی تحریک کرنے والا ایک شیطان بھی ہوتا ہے سو تمام نیکیوں کے مخزن یعنی اللہ تعالٰی کا انکار کر کے اور اس کی ہدایت سے محروم ہو کر اکثر انسانوں کے پاس اس کے سوا کوئی اور چارہ نہیں رہا کہ وہ اپنے جذبات اور خواہشات حیوانی کی پیروی کریں اور اُن کا محرک شیطان ہوتا ہے۔ اور شیطان کے متعلق قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ ابیٰ واستکبر وکان من الکافرین یعنی اس نے خدا کا انکار کیا اور اُس کی وجہ اُس کے دل کا تکبّر تھا۔ اور وہ انکار کرنے والوں میں سے ہو گیا۔ اور جب شیطان کے بہکانے پر حضرت آدم اور حوا نے بھی یہی کیا تو اللہ تعالٰی نے اُنہیں جنت سے نکال دیا۔ چونکہ حضرت آدم کو زمین میں خلیفہ مقرر کیا گیا تھا اس لئے جس جنّت سے وہ اور اماں حوّا نکالے گئے وہ دنیا کی جنّت تھی جو انسان کے دل میں ہوتی ہے۔ اور انسانوں کی ہدایت کے لئے خدا کی کتاب قیامت تک سلامت رہے گی یعنی قرآن کریم اُس میں انسان کو تنبیہ کی گئی ہے کہ یابنی آدم لا یفتننکم الشیطن کما اخرج ابویکم من الجنۃ (سورۃ الاعراف ۷ آیت ۲۷) یعنی "اے آدم کی اولاد! شیطان تم کو دُکھوں میں نہ ڈالے جس طرح تمہارے ماں باپ کو جنّت سے نکلوا دیا تھا۔" بدقسمتی سے شیطان کی اتباع کر کے آج اکثر لوگ دلوں کے سُکھ اور چین کو کھو بیٹھے ہیں اور ہر قسم کے دکھوں میں مبتلا ہیں۔

۳۔ مہنگائی کی تیسری وجہ آیات مذکورہ بالا میں یہ بتائی گئی ہے کہ —— اٰثر الحیوۃ الدنیا یعنی "دنیا کی زندگی کو ترجیح دینا"۔ کس پر؟ ظاہر ہے کہ دنیا کے مقابلہ پر تو دین ہی ہے۔ اس لئے دنیا کی زندگی پر ریجھ جانا اور دین کی پرواہ نہ کرنا (جو آج کل اکثر دنیا کا حال ہے) یہ دنیا کو خدا کی جگہ دینا ہے جو شرک عظیم ہے۔ سو اللہ تعالٰی نے اس دنیا کو جسے اکثر لوگ پوجتے ہیں جہنم بنا کر دکھا دیا کہ دنیا کی ہوس دراصل جہنم کی ھل من مزید کی آگ کو بھڑکاتی ہے۔ اس آگ کو بجھانے والا خدا کا دین ہوتا ہے۔ مگر دنیا نے اسے بھلا دیا۔ اسی لئے ہمارے ... امام یعنی حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے جو ہم سے عہد لیا وہ یہ ہے کہ "ہم دین کو دنیا پر مقدم کریں گے"۔ دنیا حرام نہیں۔ اسے خدا تعالٰی نے ہی بنایا ہے کہ اس میں خدا تعالٰی کے دین کے بتلائے ہوئے راستہ پر چل کر انسان اسی دنیا میں جنّت میں داخل ہو جائے۔ جو دل کی جنّت ہے۔ اور جب مر کر انسان اپنے دل کی جنّت کو لے کر آخرت میں داخل ہو گا تو وہاں باہر کی جنّت کا بھی وعدہ دیا گیا ہے۔ اور یوں دل کی اور باہر کی جنّت سے انسان اصل معنوں میں خوشی اور راحت میں ہمیشہ کے لئے داخل ہو سکے گا۔ مگر دنیا کو الٰہ بنا لینا (جس کے معنے ہیں معبود، محبوب، مقصود اور مطلوب کے) شرک عظیم ہے جس کا نتیجہ جہنم ہے جیسا کہ میں اوپر بتا آیا ہوں۔

مہنگائی سے نجات

ظاہر ہے کہ جب موجودہ عالمگیر مہنگائی اُن وجوہات سے جو میں نے قرآن حکیم سے لے کر اوپر بتائی ہیں تو اس سے نجات بھی اِن وجوہات کی اصلاح سے ہی ممکن ہو سکتی ہے۔ اکثر لوگوں کا خدا پر سے ایمان کیوں اُٹھ گیا ہے۔ جبکہ (i) خدا کی ہستی کا پتہ نہ صرف اُس کی عظیم الشان کائنات سے ملتا ہے (اسی لئے حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے فرمایا کہ خالق کو اُس کی مخلوق سے پہچانو) بلکہ انسان کی فطرت خدا سے تعلق رکھتی ہے اور خدا کی ہستی پر گواہ ہے جیسا کہ قرآن کریم کی سورۃ الاعراف : ۷ میں مذکور ہے۔ (اُسے ہی "فطرت" کہا جاتا ہے)۔ انسان کی فطرت میں خدا کی ہستی ..... پر گواہی کی وجہ سے ایک دہریہ بھی مصیبت پڑنے پر پکار اُٹھتا ہے کہ "اے میرے خدا مجھے بچا"۔ (ii) دوئم انسان کی عقل بھی کہتی ہے کہ اُس کی اپنی عجیب و غریب ہستی کو کسی خلّاق العظیم نے بنایا ہے۔ کسی ڈاکٹر سے پوچھئے کہ انسان کیا حیرت انگیز معجزہ تخلیق ہے۔ (iii) سوئم سائنس جس نے اُنیسوی صدی عیسوی میں مادہ پرستی اور دہریت سکھائی تھی آج خدا تعالٰی کی ہستی اور توحید پر گواہی دے رہی ہے جیسا کہ مشہور زمانہ سائنسدان "آئین سٹائن" (Einstein) نے جو موجودہ زمانے کی سائنس کا بانی مبانی ہے اور دنیا کے اکثر سائنسدانوں نے اُس سے اتفاق کرتے ہوئے مانا ہے کہ اس عجیب و غریب و عظیم الشان کائنات کا کوئی خالق و مالک ہے اور وہ ایک ہے۔ (iv) چہارم دنیا میں جو ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السّلام آئے اور جن کی صداقت کا اُن کے مخالفین کو بھی اعتراف تھا انہوں نے اللہ تعالٰی کی ہستی اور اس کو پا لینے کی نہ صرف زبانی گواہی دی بلکہ اپنی زندگیوں کی کامیابیوں سے جبکہ اُن کی قوم اُن کی مخالف تھی زندہ ثبوت بھی دیا۔ اور اِن انبیاء علیہم السّلام کی اتّباع کر کے لاکھوں کروڑوں انسانوں نے بھی خدا کو پا لیا۔

اِن زبردست شہادتوں کے ہوتے ہوئے اگر آج اکثر دنیا دہریہ ہے۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ خدا کا جو تصوّر اسلام کے سوا دوسرے مذاہب نے پیش کیا تھا۔ مثلاً ایک خود ساختہ پتھر کے بُت کا، یا گلے کا یا آگ کا جسے انسان خود جلاتا اور خود بُجھا لیتا ہے یا چاند و سورج کا یا زیادہ سے زیادہ اپنے جیسے انسان کا (جیسا کہ دنیا کے غالب مذہب عیسائیت نے یا ایک اور بڑے مذہب یعنے بدھ مت نے یا ہندوؤں کے تینتیس کروڑ دیوتاؤں کا) اُس تصوّر کو لوگوں نے اُس وقت تو مان لیا جب دنیا میں جہالت

اور خوش اعتقادی کا دور دورہ تھا مگر موجودہ
زمانہ جو علم کی روشنی اور معقولیت کا ہے اُس تصوّر کو
اکثر دنیا نے ردّ کر دیا ہے۔ صرف اسلام کا پیش کردہ
خوبصورت تصوّر جو الحمد للہ رب العالمین
سے لے کر قرآن پاک کے آخر تک پیش کیا گیا ہے۔
صرف وہی تصوّر آج دنیا قبول کر سکتی ہے۔ اسی لئے
اسلام کو تمام دنیا کے لوگوں تک پہنچانے کا عظیم
الشان کام کا حکم نہ صرف قرآن کریم میں کئی بار
آیا ہے بلکہ رسول پاک صلعم کی احادیث میں بھی
مذکور ہے۔ اور بانی سلسلۂ احمدیہ نے اسی اللہ
اور اُس کے رسول صلعم کے حکم کو بجا لانے کے لئے احمدیہ
جماعت بنائی تھی۔ افسوس ہے کہ اُن کی جماعت
کا بڑا حصہ پھسل کر غلط عقائد کو ماننے لگا مگر
شکر ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے صحیح عقائد اور
صحیح مشن کو لے کر جماعت احمدیہ لاہور اس کام کو
بے نظیر قربانیاں کر کے سرانجام دے رہی ہے۔

میں اپنے اصل مضمون کی طرف لوٹتا ہوں کہ
مہنگائی کی وجوہات میں سے پہلی وجہ تو خدا کی
ہستی پر سے ایمان کا اس زمانہ میں اُٹھ جانا ہے جس کا
علاج میں نے اوپر عرض کیا ہے۔ تو خدا پر سے ایمان
اُٹھ جانے کی وجہ سے خدا تعالےٰ کے آگے انسان
کی جوابدہی پر سے بھی ایمان اُٹھ جانا لازمی تھا۔ اور
جوابدہی باقی نہ رہنا پہلی وجہ ہے جو آیات مذکورہ بالا
میں بتائی گئی ہے۔ اور اس ایمان کے اُٹھ جانے کا
لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ انسان نے جو چاہا وہ کرنا شروع
کر دیا۔ اور اُسی کی وجہ سے دنیا کی تمام مصیبتیں
پیدا ہوگئی ہیں۔ پھر جب خدا نعوذ باللہ نہیں ہے۔ اور
آخرت نہیں تو انسان نے لازماً دنیا پرستی شروع
کر دی اور جیسا کہ میں اوپر بتا آیا ہوں۔ اس دنیا کی
بے قابو ہو جانے والی ہوس نے ہی لوگوں کے دلوں
میں بے چینی اور اضطراب پیدا کر دیا ہے چونکہ دنیا
مال و دولت سے چلتی ہے تو مال و دولت کی ہوس
(جسے اسلام کی بتائی ہوئی حدود کے اندر نہ رکھا
جائے) وہ بھڑک کر جہنم کی آگ کی طرح پھیلنے
لگتی ہے۔

یہ جہنم کس طرح جنّت بنایا جائے

یہ نسخہ بھی قرآن کریم کی اگلی مذکورہ آیات میں
ملتا ہے۔ فرمایا کہ "وہ اپنے رب کے آگے (جواب
دہی کے لئے) کھڑے ہونے سے خوف کرتا ہے اور
اپنے نفس کو گری ہوئی خواہشات سے روکتا
ہے۔ تو اس کا ٹھکانا جنت ہوگا" جیسا کہ
میں اوپر بتا آیا ہوں خدا پر اور آخرت کی جوابدہی
پر ایمان اب صرف اسلام کو تمام دنیا میں
پہنچانے سے ہی ممکن ہے۔ اسلام کے معنے
ہیں (۱) خدا کی فرمانبرداری کے (۲) یا امن سلامتی
کے۔ بالفاظ دیگر خدا کی فرمانبرداری کرنے سے
ہی انسان امن و سلامتی کو پا سکتا ہے۔ مگر
اسلام پر صرف ایمان لے آنا کافی نہیں جب
تک اُس پر انسان عمل نہ کریں گے۔ غیر مسلم مفکرین
نے بھی اعتراف کیا ہے کہ اسلام واقعی بہترین مذہب
ہے۔ مگر ساتھ ہی وہ اعتراض کرتے ہیں کہ مسلمانوں
کی حالت کیوں خراب ہے؟ جواب یہی ہے کہ
اسلام پر جب تک انسان عمل نہ کریں گے اُن کی
دینی اور دنیاوی حالت نہیں سُدھر سکتی صحابہ
رضی اللہ تعالےٰ عنہم کو دیکھئے کہ انہوں نے
اسلام پر عمل کیا تو اللہ تعالےٰ نے انہیں دین
اور دنیا کی مثالی ہستیاں بنا دیا۔

جنّت کے لئے دوسری شرط قربانی ہے کہ
"گری ہوئی خواہشات سے اپنے نفس کو روکنا"
انسان کے اندر کے جذبات اور خواہشات
اللہ تعالیٰ نے بنائے ہیں۔ اس لئے وہ بنفسہٖ
بُرے نہیں۔ اُن سے انسان حرکت میں آتا
ہے۔ اور تمام تگ و دو انہی سے ہے۔ مگر جب
وہ جذبات اور خواہشات خدا کی بتائی ہوئی
حدود کے اندر نہ رکھے جائیں تو وہ انسان کو
اُس اعلیٰ اخلاقی و روحانی مقام سے گرا دیتے ہیں،
جس پر اللہ تعالےٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے۔ مثلاً
دولت کمانے کی خواہش بالکل جائز ہے۔ مگر جب
وہ خدا اور رسول کی بتائی ہوئی حدود کو توڑ کر بے
قابو ہو جائے تو انسان حرام مال کھانے لگتا ہے
لہٰذا اس اعلیٰ اخلاقی اور روحانی مقام سے گر
جاتا ہے جس پر اُسے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔
اسی لئے قرآن کریم میں تقویٰ پر اس قدر زور دیا
گیا ہے۔ تقویٰ کے معنی ہی ہیں بُری باتوں سے بچنا۔
اور قرآن کریم جو ہدیً للمتقین ہے وہ تقویٰ
کو پانے کے لئے کامل ہدایت اپنے اندر رکھتا
ہے۔

خدا پر ایمان، آخرت کی جوابدہی پر یقین اور
اسلام کی تعلیم پر عمل یہ سب باتیں لازم و ملزوم
ہیں۔ اسی لئے ان سب کو دنیا و آخرت کی فلاح
پانے اور دنیا و آخرت میں سکھی رہنے کے لئے
ضروری ٹھہرایا گیا ہے۔

ایک اعتراض کا جواب

ایک نہایت ہی معزز اور قابل رشک
بزرگ نے میرے اِن خیالات کو سُن کر سوال
کیا کہ "مہنگائی تو ایک اقتصادی معاملہ
ہے۔ اس کا حل لوگوں کی اخلاقی اور روحانی
اصلاح کس طرح ہو سکتا ہے۔ کوئی اقتصادی
حل بتایئے"۔ میں نے عرض کیا کہ موجودہ مہنگائی
مہنگائی کی آگ کو بھڑکتے آج ستر سال سے
اوپر ہو گئے ہیں۔ اور دنیا بھر کے قابل سے
قابل ماہرین اقتصادیات اور دنیا کی تمام
حکومتوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگا لیا کہ اس
مہنگائی کا کوئی اقتصادی حل کریں مگر انہیں
ناکامی پہ ناکامی ہوتی آئی ہے۔ اور اس کی
وجہ یہ ہے کہ اس مرض کا اقتصادی حل ہے
ہی نہیں۔ یہ مرض پیدا ہوئی لوگوں کی اخلاقی
اور روحانی بیہودگی سے جیسا کہ میں اوپر مفصل
بتا آیا ہوں۔ اس کے لئے اس کا علاج بھی
اخلاقی اور روحانی ہی ہو سکتا ہے جو میں نے
قرآن حکیم سے نکال کر پیش کیا ہے اور قرآن
کریم میں تمام دینی اور دنیاوی فلاح کی ہدایات
اس دنیا اور آخرت کو بنانے والے نے ہمارے
فائدہ کے لئے نازل فرمادی ہیں۔ یہ ہم پر ہے
کہ ہم ان ہدایات پر عمل کرتے ہیں یا نہیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ
رب العالمین۔

النبوۃ فی الاسلام

اسلام میں نبوت، رسالت، مجددیت و محدثیت
کے مقامات کی قرآن مجید، احادیث اور آئمہ کرام کے
اقوال کی روشنی میں وضاحت اور مسئلہ ختم نبوت پر
مختلف پہلوؤں سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ حضرت
مرزا غلام احمد بانی تحریک احمدیت کی تصنیفات سے
حوالے دے کر یہ ثابت کیا ہے کہ ان سے جو دعوے
نبوت منسوب کیا جاتا ہے وہ سراسر غلط ہے۔

ملنے کا پتہ

دارالکتب علیہ
۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن ۔ لاہور

تحریک جہیز فنڈ

مکرم و محترم نصیر احمد فاروقی صاحب کی
تحریک پر مجلس منتظمہ نے بذریعہ ریزولیوشن
نمبر ۲۲ مورخہ ۱۷ مئی ۱۹۸۹ء فیصلہ فرمایا
تھا کہ:

"صیغہ اغراض عام میں ایک مد جہیز فنڈ
قائم کر کے اس کے لئے ایک الگ رجسٹر
میں رکھا جائے۔ یہ رقم بنک کے ذریعہ اکٹھی
کی جائے اور وصول شدہ رقم کا خاص ڈیپازٹ
اکاؤنٹ کھولا جائے اور اس کے منافع سے
نادار بچیوں کے بیاہ شادی میں امداد دی
جایا کرے۔" یہ فیصلہ

اخبار پیغام صلح میں شائع شدہ تحریک "جہیز فنڈ"
کی وضاحت میں ارسال خدمت کر کے متدعی
ہوں کہ

اس کار خیر کے لئے اپنے عطیہ کو صدقہ جاریہ
بناتے ہوئے جلد از جلد توجہ فرمائیں کیونکہ
اس کام کو شروع کرنے کے لئے آپ کی طرف
سے امداد کا انتظار ہے۔ اور ایک طرح یہ
اخراجات مشروط با آمد ہیں۔

امید ہے فوری توجہ دے کر عنداللہ ماجور
ہوں گے۔

والسلام
منصور احمد
جنرل سیکرٹری انجمن

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص مجھے ان چھ باتوں پر عمل کی ضمانت دے
میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں
(۱) بدکاری سے بچو (۲) بدنظری نہ کرو (۳) ظلم نہ کرو
(۴) ہمیشہ سچ بولو (۵) وعدہ پورا کرو (۶) امانت میں خیانت نہ کرو

یہ آپ کا اپنا اخبار ہے خود
بھی پڑھیں عزیزوں کو بھی
پڑھنے کی تحریک کریں۔

روشنی کے مینار

شیخ نیاز احمد صاحب وزیر آبادی

حضرت شیخ نیاز احمد صاحب کی ولادت ایک تجارت پیشہ خاندان میں ہوئی آپ کے والد صاحب کا نام شیخ غلام قادر تھا جن کا کاروبار وزیر آباد اور سیالکوٹ وغیرہ میں اسی نام سے موسوم ہے اور بہت بڑی شہرت رکھتا ہے جو ان کے اوصاف جمیلہ کی آئینہ دار ہے۔

حضرت شیخ نیاز احمد صاحب کی طبیعت میں ابتداء سے ہی حق اور انصاف کی طرفداری مرکوز تھی یہی وجہ ہے کہ آپ نے حضرت مسیح موعود کے دعوے کو بلا پس و پیش مان لیا اور اولین میں بیعت کا شرف حاصل کیا آپ کو مذہب سے بڑا شغف تھا جب اس حق کو پالیا تو اس سے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ فرمایا کرتے تھے جب بھی ہم کاروبار کے سلسلہ میں لاہور جاتے تو قادیان ضرور ہو آتے اور اکثر جمعہ وہاں ہی پڑھتے اور کئی کئی دن وہاں رہتے۔ آنے کو جی نہیں چاہتا تھا وہ وقت ایسا تھا کہ سفر کی سہولتیں میسر نہ تھیں لیکن شوق کشاں کشاں لے جاتا تھا۔ فرماتے تھے کہ جب سے قادیان جانا شروع کیا اپنے علم میں غیر معمولی اضافہ محسوس کیا کہاں تو پہلے ہم کسی سے بات کرتے ہوئے بھی جھجکتے تھے، اور کہاں از خود چاہتے تھے کہ ان حقائق کو دوسروں تک بھی پہنچائیں، یہ حضرت مسیح موعود کی قوت قدسی کا اثر تھا اور راقم الحروف کا بھی مشاہدہ ہے کہ آپ کی گفتگو بڑی مؤثر ہوتی تھی۔ ہمارے خاندان میں سب سے پہلے دو بزرگوں نے بیعت کا شرف حاصل کیا ایک شیخ محمد جان صاحب (جو میرے نانا تھے) اور دوسرے حضرت شیخ صاحب موصوف۔ ان دونوں کی وجہ سے خاندان کے اکثر افراد نے رفتہ رفتہ اس حق کو قبول کر لیا اور آپ کے نمونہ اور کوششوں سے اب - - - - - زیادہ تر اسی خاندان کے لوگوں کی رونق ہوتی ہے اور دل سے دعائیں نکلتی ہیں کہ انھوں نے ہمیں اچھی راہ پر لگایا ہے۔

آپ کے والد صاحب نے گو بیعت نہیں کی گو تعصب ان میں نہیں تھا اور نہ ہی انصاف کا دامن انھوں نے چھوڑا کئی مرتبہ آپ کے روبرو علما سے شیخ صاحب کی بحث ہوئی لیکن ہر بار انھوں نے مخالف علما کو یہی کہا کہ آپ لوگ تسلی بخش جواب نہیں دے سکے

شیخ صاحب سنایا کرتے تھے کہ مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی سے بھی کئی دفعہ تبادلہ خیالات ہوا۔ عام طور پر حضرت عیسیٰؑ کا بجسد عنصری آسمان پر جانا ہی موضوع ہوا کرتا تھا۔ شیخ صاحب نے ایک بڑا دلچسپ نکتہ پیش کیا کہ قرآن میں تو اس کے متعلق لکھا ہے:-

(وصانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ مادمت حیا) یعنی مجھے حکم ہے کہ جب تک

وہاں
اس سوال کا جواب ...

قادیان جانے کا تذکرہ ہو رہا ہے

سیالکوٹی ہمارے متعلق حضرت مسیح موعود کو پرزور الفاظ میں کہتے کہ حضرت یہ بچے پہاڑ چیر کر آتے ہیں ان کے لئے خاص دعا فرمائیں شیخ صاحب فرماتے تھے کہ ہم نے دعا کا اثر دیکھا،

قادیان میں صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کا بھی ذکر فرماتے تھے کہ چونکہ نمازوں میں امامت کے فرائض حضرت مولانا عبدالکریم صاحب بجا لاتے تھے ہر ایک کی خواہش ہوتی تھی کہ حضرت مسیح موعود کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑے ہوں۔ شیخ صاحب فرماتے کہ ان کو کئی بار یہ موقع ملا صاحبزادہ عبداللطیف صاحب ان کے پاس آتے اور کہتے کہ بابا خدا کے لئے ہمیں بھی یہاں کھڑے ہونے دو۔ یہ زمانہ آپ نے پایا اور یہ ساتھی۔

شیخ صاحب حضرت مسیح موعود کے اخلاق کا اکثر ذکر کرتے تھے کہ بسا اوقات اپنی رضائی (لحاف) ہمیں دے دیا کرتے اور رہنے کے لئے بیت الدعا میں جگہ عنایت فرمایا کرتے۔ یہ ایسی خوبی ہے کہ میں سمجھتا ہوں یہی دلیل آپ کی صداقت کے لئے کافی ہے ورنہ پیر اور گدی نشین تو کسی کو پاس بٹھانا بھی اپنی ہتک سمجھتے ہیں اور ایک امتیاز اور نشان روا رکھتے ہیں حضرت مسیح موعود نہایت خاطر و مدارت سے پیش آتے تھے شیخ صاحب یہ بھی سنایا کرتے تھے کہ میاں بشیر الدین محمود جو اس وقت چھوٹے سے بچے تھے ان کے ہاتھ حضرت صاحب ہمیں تولیہ اور لوٹا بھیجتے تھے۔

حضرت مسیح موعود کا زمانہ چونکہ آپ نے پایا اور بہ نفس نفیس ان کی صحبت میں رہنے کا شرف بھی حاصل کیا اس لئے آپ کو حضرت کی خدمت کا بھی موقع ملا۔ آپ نے سنایا کہ ایک رات چند احباب کے ساتھ حضرت کے پاؤں ہم دبا رہے تھے۔ حضور نے فرمایا "مجھے خدا نے خبر دی ہے کہ مولوی نذیر احمد صاحب دہلی والے فوت ہو گئے ہیں .... رات کے دس بجے کا وقت تھا سب نے حسب معمول اپنی ڈائری پر نوٹ کر لیا۔ دوسرے دن صبح اخبارات میں ان کی وفات کی خبر شائع ہو گئی

آپ کی طبیعت میں حلم انکساری اور صبر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا معافی اور درگذر سے کام لیتے تھے کسی سے بدلہ نہ لیتے تھے۔ ایک دفعہ محلہ میں برادری کے ایک شخص نے اپنے گھر کی چھت پر چڑھ کر باآواز بلند بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا لوگوں کو طیش آیا انھوں نے کہا کہ ہم اس کو ٹھیک کرتے ہیں۔ فرمایا کہ چھوڑ دو یہ تو عذاب الٰہی کے نیچے ہے۔

...ے ڈالتے دروازے پر دستک دیتے اردگرد کے درختوں...
...ب جانور جمع ہو جاتے شاید انہوں نے وہاں ہی بسیرا کر لیا تھا اور
...نظار میں رہتے تھے کہ ہمارا ایک محسن تواضع کے لئے بلائے گا
ہمیں بھی تاکید کرتے کہ ٹکڑے چھوٹے چھوٹے کریں تاکہ جانوروں کے حلق
میں نہ پھنس جائیں

ایک دفعہ کارخانہ میں ایک کتیا نے بچے دیئے تو اس کو نرم سی چیز
پکوا کر کھلائی ہم حیران رہ گئے کہ کتیا تک کا آپ کو اتنا خیال تھا

جہاں انسانوں اور جانوروں کے ساتھ وفا اور شفقت کا یہ حال تھا۔
وہاں خدا کے حق کو بھی فراموش نہ کرتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ
عصر کا وقت تھا اور نماز کے لئے کارخانہ کی مسجد میں وضو کر رہے تھے
کہ ایک شخص کھال فروخت کرنے کی غرض سے آیا آپ نے کہا کہ نماز پڑھ
کر سودا کریں گے۔ وہ بضد ہوا کہ اسے جلدی ہے۔ آپ نے کہا کہ میں
تو پہلے نماز ہی ادا کروں گا۔ خیر وہ چلا گیا۔ ایسا اتفاق ہوا کہ وہ کھال
نہ فروخت ہو سکی اور واپس شیخ صاحب کے پاس ہی آیا اس وقت،
مغرب کا وقت تھا۔ شیخ صاحب وضو کر رہے تھے۔ انہوں نے پھر وہی
کہا کہ نماز کے بعد سودا کریں گے۔ تو اس نے انتظار کیا اور نماز کے بعد
وہ سودا ہوا۔ اس بااصول اور اتقا کی زندگی کا انہوں نے اجر بھی پایا،

نوّے سال کی صحت مند عمر پائی کسی قسم کا عارضہ نہیں تھا چہرہ سے
آپ کی عمر کا اندازہ قطعاً نہیں ہو سکتا تھا بستر پر لیٹے نہیں رہتے تھے
بلکہ آرام سے صوفہ پر بیٹھے ہوتے تھے۔ آپ آنریری مجسٹریٹ بھی تھے،
اور ایک بھرپور اور باوقار زندگی گذاری، ہمیشہ نیکی اور راستی کی ہی تلقین
کرتے رہے ان کے ریڈر نے مجھے بتایا کہ وہ محض ان کی نصائح سے
رشوت جیسی لعنت سے کنارہ کش ہوا حضرت کے تبرکات جو آپ نے
اپنے پاس رکھے ہوئے ہیں ان میں حضور کی سوٹی اور موئے مبارک ہے
ایک واسکٹ بھی حضور کی تھی۔ مگر کوئی اس کو اٹھا لے گیا ہے۔ حضرت
کے جو موئے مبارک ہیں ان کے متعلق سنایا کرتے تھے کہ یہ نشان کے طور
پر ہیں۔ حدیث میں لکھا ہے کہ حضرت عیسٰے کے بال گھنگھریالے تھے اور
آنے والے مسیح موعود کے بال سیدھے ہوں گے،

جب یہ تبرکات آپ ہمیں دکھاتے تو حضرت صاحب کے اس الہام
کا حوالہ دیا کرتے تھے۔ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے
اور ساتھ ہی ایک واقعہ سناتے کہ ایک شخص نے حضرت مسیح موعود سے
برکت کے لئے ایک قمیص مانگی تو آپ نے حکم دیا کہ اس کو ایک قمیص دے
دی جائے جب قمیص آئی تو اس شخص نے کہا کہ حضور مجھے تو آپ کی استعمال
شدہ قمیص چاہیئے دھوئی ہوئی نہیں چاہیئے۔ آپ نے فرمایا کہ عجیب برکت
ہے کہ دھوبی کے گھر جا کر اڑ جاتی ہے۔

یہ وہ عملی دین تھا جو حضرت مسیح موعود دنیا کو سکھانے اور توہمات
اور شخصیت پرستی سے چھڑانے کے لئے آئے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو اس
تعلیم سے فائدہ اٹھائیں اور دوسروں تک پہنچائیں، ...

...ہر حال
...مطالعہ ہیں بھی
... ... رات ہی۔ اور عام طور پر مشہور ہے کہ
لیلۃ القدر کو طاق راتوں میں تلاش کرو۔ صحیح حدیث شریف میں اس کے متعلق
دیکھا تو وہاں لکھا تھا کہ اس کو جو بیسویں میں بھی تلاش کرو 2

قرآن کے ساتھ آپ کو ایک عشق تھا قریباً قریباً سارا قرآن
ازبر تھا۔ زیر زبر کی تصحیح فرمادیتے نماز تراویح میں لقمہ دینے والے
آپ ہی ہوتے تھے کئی دفعہ ایسا ہوا کہ حافظ صاحب نے اصرار کیا کہ
انہوں نے ٹھیک پڑھا ہے مگر قرآن شریف دیکھنے پر حافظ صاحب کو
خاموش ہونا پڑتا۔

قرآن پر عبور کا یہ عالم تھا کہ بروقت اور عین موقعہ پر متعلقہ آیت
سنا دیتے۔ ایک دفعہ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے کہ ایک اسمائی صاحب
نے پس پردہ بہ آواز بلند کہا کہ خدا نہیں سنتا آپ نے فی الفور جواباً پڑھا
وما دعاء الکافرین الا فی ضلال کافروں کی دعائیں ضائع ہو جاتی ہیں،

اس عشق قرآن ------ کا تقاضا تھا کہ وزیرآباد میں ایک عالیشان
جامع اپنے خرچ پر تعمیر کی آپ نے اس چھوٹے سے محلہ کے تمام
مکانات خرید لئے تاکہ جامع وسیع بن سکے۔ اور مخالفت کا ملنا تھا ہو
مخالفت بھی بہت ہوئی مگر سب مرحلے طے ہو گئے۔ ایک شخص اس
مخالفت میں بہت پیش پیش تھا اور پرلے درجہ کا ایذا رساں آدمی تھا۔
اس کے متعلق سناتے تھے کہ جس وقت اس جامع کی بنیاد رکھی جا رہی
تھی تو اس کے مرنے کی خبر پہنچی۔ اور فرماتے تھے کہ اس جامع کے
افتتاح کے لئے حضرت مولینا نورالدین صاحب نے تشریف فرما ہونا تھا
مگر وہ بیمار ہو گئے انہوں نے میاں بشیرالدین محمود احمد صاحب کو بھیج دیا
غالباً یہ پہلی جامع تھی جو جماعت احمدیہ کے لئے تعمیر ہوئی۔

آپ نے راولپنڈی شہر کے قلب میں بھی ایک وسیع قطعہ زمین معہ
مکانات خریدا اور احمدیہ انجمن ------ کے نام وقف کر دیا

زہد و اتقا کا یہ عالم تھا کہ جب کبھی نیا جوتا یا کپڑا پہنتے شکرانے کے
طور پر نفل ادا کرتے۔ مال کی خرید سے پہلے بھی نفل پڑھتے اور دعا کرتے تھے
کہ اے اللہ اس میں برکت ڈالنے والا تو ہی ہے۔ یہ واقعہ مجھے ان لوگوں
نے سنایا جن سے مال خریدتے تھے وہ لوگ جماعت میں شامل نہیں ہیں
مگر کتنا ان پر اثر تھا اس سے ظاہر ہے کہ ہم اپنے عملی نمونے سے احمدیت
کی کتنی شاندار تبلیغ کر سکتے ہیں

آپ کا معمول تھا کہ کھانا کھانے کے بعد برتنوں وغیرہ کو روٹی کے

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس نقیب ٹمبرزی کالج کمپوزشید روڈ لاہور سے چھپوا کر سیلپیشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح دارالسلام ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا